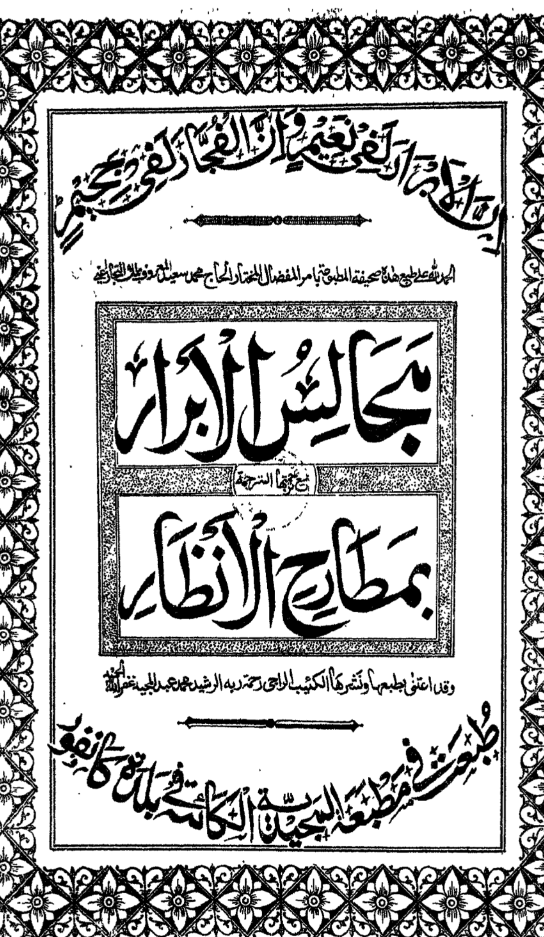


إن الأبرار لفي نعيم وإن الفجار لفي جحيم

الحمد لله على طبع هذه الصحيفة المطبوعة بامر المفضال المختار الحاج محمد سعيد المعروف بملك التجار عفي عنه

مجالس الأبرار

مع ترجمتها المسماة

بمطارح الأنظار

وقد اعتنى بطبعها ونشرها الكئيب الراجي رحمة ربه الرشيد محمد عبد المجيد غفر الله له

طبعت في مطبعة المجيدية الكائنة في بلدة كانفور

فہرست تاجرانہ مطبع مجیدی کانپور

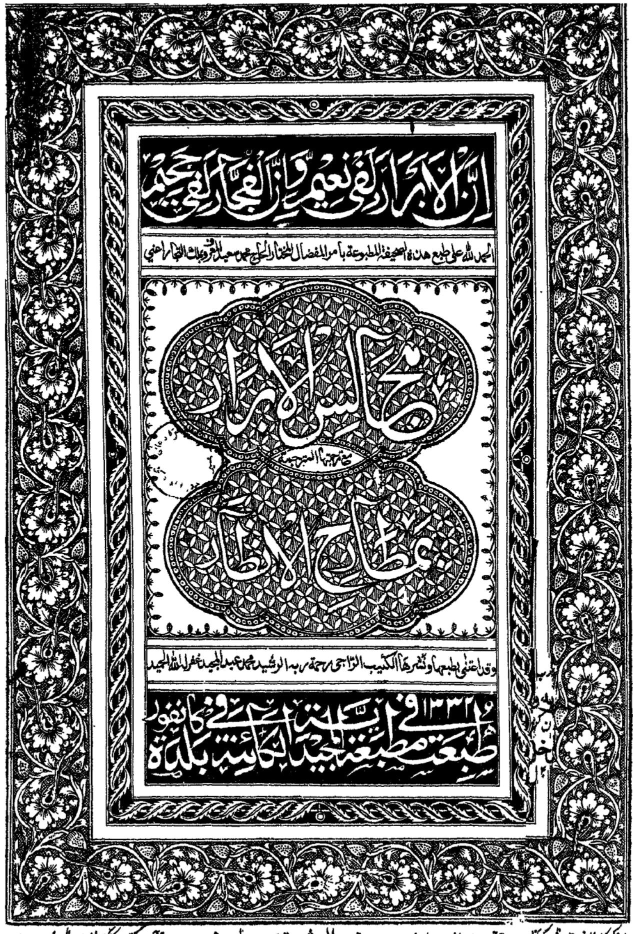
اس فہرست میں صرف وہ کتابیں جو احقر نے اپنے مطبع مجیدی میں طبع کی ہیں یا دوسرے مطابع میں طبع کرائی ہیں بکثرت موجود ہیں اور تاجرانہ نہایت ارزاں مل سکتی ہیں درج کیجاتی ہیں

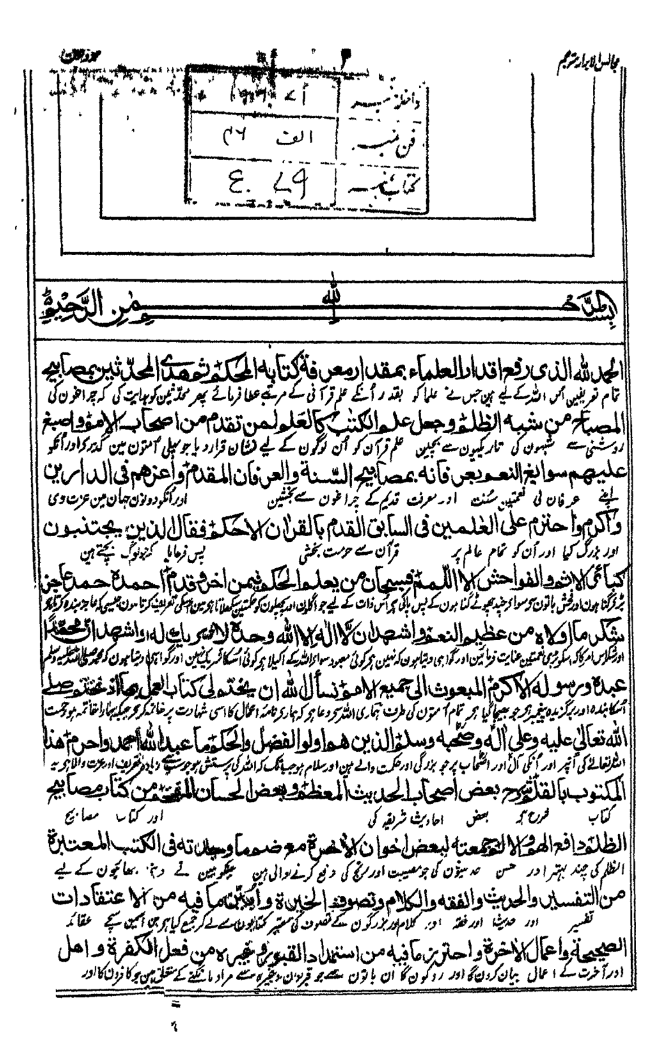
المشتہر محمد سعید تاجر کتب و مالک مطبع مجیدی کانپور پٹکاپور

کتب اجزا

نام کتاب	اجزا	نام کتاب	اجزا	نام کتاب	اجزا	نام کتاب	اجزا
انوار محمدی	پاورق	انشای دلاویز	دو ورق	ایضاً حصہ چہارم	۸	تحریر النسا	۸
اندر سبھا کلان	ہے	انشای عجیب	ہے	بہار گلشن خورد	ہے	توبۃ النصوح کشوری	[illegible]
اندر سبھا خرد	بجز	[illegible] مع شرح [illegible]	بجز	[illegible]	ہم ورق	تاریخ [illegible]	للعہ
انشای [illegible]	ہم	[illegible]	ہم	بہار خلد	بجز	تنبیہ المومنین	بجز
انشای لطیف	للعہ	[illegible]	للعہ	بنجارہ نامہ	[illegible]	ترکیب اصل جملہ	بجز
انشای [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	بجز	توشہ عقبیٰ	بجز
[illegible] القلب	لعہ	اعجاز محمدی	لعہ	باغ رسول	للعہ	تعلیم المبتدی حصہ اول	[illegible]
انشای [illegible]	[illegible]	اعجاز عیسوی	[illegible]	پنجسورہ مترجم	ہے	[illegible]	[illegible]
[illegible] سعیدین	للعہ	[illegible]	للعہ	پارہ الف لام میم	للعہ	تعلیم المبتدی دوم	۸
انشای جامی	ہے	آداب [illegible]	ہے	پارہ سیقول	[illegible]	تقریر [illegible]	۸
الفاظ عزیزیہ	للعہ	انشای [illegible]	للعہ	پارہ تلک الرسل	[illegible]	[illegible]	۸
آثار عشرہ	للعہ	ارشاد فی مسئلۃ [illegible]	للعہ	پارہ لن تنالوا	بجز	تحقیقات علم انگریزی	۸
انشای اردو	[illegible]	[illegible]	[illegible]	پارہ المحصنات	۸	تحفۃ العاشقین	۸
انشای فائق	[illegible]	[illegible] ساگر	[illegible]	پارہ لا یحب اللہ	[illegible]	تصویر غم	۸
انشای [illegible]	[illegible]	[illegible] خدائی	[illegible]	پارہ و اذا سمعوا	بجز	رسالہ قبر و تکفین	۸
انشای [illegible]	[illegible]	[illegible] جامی	للعہ	پارہ عم مع قاعدہ [illegible]	[illegible]	[illegible]	ہے
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	پارہ عم مترجم	للعہ	تحفۃ [illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	پارہ عم [illegible]	[illegible]	[illegible] عشاق	۸
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	پارہ عم [illegible] ٹائپ	ہے	[illegible]	۸
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	پارہ [illegible]	بجز	تسہیل القواعد	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible] کہانی	[illegible]	پنج گنج	[illegible]	تعبیر نامہ خواب	ہے
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] مترجم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	پدماوت اردو	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] النسا	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	بجز	[illegible] اول	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	بجز	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نام کتاب	اجزا	نام کتاب	اجزا	نام کتاب	اجزا	نام کتاب	اجزا
جوگی نامہ	بجز	دافع الاوہام	پچہ	زینت التخیل	للعہ	صبح کا ستارہ	للعہ
[illegible] نامہ	بجز	دیوان لطف	ہے	زلزلۃ الساعۃ	للعہ	حسرت میر	للعہ
جنتری خورد جدید	بجز	دیوان صادق	للعہ	زلیخا اردو	[illegible]	نعمات الفردوس	ہے
چمن بے نظیر	[illegible]	دفتر راگ	ے	زینۃ النسا	[illegible]	ضروریات دین	بجز
چہار گلزار	[illegible]	دریاے طلسم	بجز	[illegible]	[illegible]	طوطا کہانی	[illegible]
چھبیلی بھٹیاری	بجز	دیوان [illegible]	[illegible]	[illegible] حساب	بجز	طلسم روحانی	[illegible]
چار یار کی دھوم	بجز	دستور الصبیان	بجز	[illegible] حکمت	ہے	طب نبوی	للعہ
چوہے نامہ	بجز	دستور الصبیان مترجم	للعہ	[illegible] انصاری	[illegible]	[illegible] کی باتیں	بجز
چشمۂ طلسم	بجز	[illegible] قہقہہ	ہے	[illegible]	بجز	ظرافت کی [illegible]	[illegible]
[illegible] سبق	۸	دیوان [illegible]	بجز	سپاہی زادہ خورد	بجز	عطائی نامہ	[illegible]
حلواے بے دود	۸	درود تاج	بجز	سروش سخن	[illegible]	عین الیقین	[illegible]
حمد باری	۸	دلہن نامہ	بجز	سرور سینہ	لعہ	عناصر الشہادتین	[illegible]
حاتم طائی	[illegible]	دستور المبتدی	للعہ	سفرنامہ مخدوم صاحب	[illegible]	علاج الغربا	[illegible]
حارق الاشرار	[illegible]	داستان امیر حمزہ	[illegible]	سخاوت نامہ	بجز	[illegible] سیفی	[illegible]
حزب البحر مترجم	بجز	رسالہ [illegible]	۸	سنگھاسن بتیسی	ہے	[illegible] الواسع	[illegible]
حروف تہجی مع پند نامہ	للعہ	راہ جنت	ے	سپاہی زادہ کلان	ہے	عہد نامہ کلان	بجز
حرز سلیمانی	[illegible]	راگ چمن حصہ اول	ے	سمجھ بوجھ	۸	عہد نامہ خورد	[illegible]
حکایات لطیف	ہے	ایضاً حصہ دوم	ے	سراپاے پیری	بجز	عندلیب چمن	للعہ
حکایات دلپسند	[illegible]	رقعات عنایت علی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	عروس جنت	بجز
حیرۃ الفقہ	۸	رقعات عالمگیری	للعہ	تنبیہ احمدی	ہے	فالنامہ قاسمی	بجز
حجۃ الاسلام	بجز	[illegible] کی شادی	۸	شہرت بینا بازار	ہے	فتح الودود	[illegible]
حسن و عشق	۸	رقعات امان اللہ حسینی	[illegible]	شمس البراہین	۸	فارسی نامہ نظم	[illegible]
حقیقۃ الصلوٰۃ	۸	رقعات نظامیہ	بجز	شہادت نامہ آل نبی	۸	جدید الطبع	بجز
خدا کی رحمت	ہے	رقعات اردو	۸	شاہ نامہ اردو	[illegible]	فضائل الشہور والصیام	[illegible]
خلاصۃ الفقہ	ہے	راحۃ القلوب	[illegible]	شفاء العلل	[illegible]	فصول اکبری	لعہ
خوشحال صبیان	ہو ورق	راہ نجات	ہے	شرح محمدی	ہے	فسانہ عجائب خورد	[illegible]
خوان نعت	۸	رسالہ عقیقہ	بجز	شہادت نامہ	[illegible]	فرہنگ گلستان	بجز
خلاصۃ المصادر	۸	رفیق السالکین	۸	شرح مائۃ عامل خرد	[illegible]	فرہنگ بوستان	بجز
خالق باری	بجز	روایت بسم اللہ	بجز	شرح گلستان محمد اکرم	[illegible]	فیض شاہجہانی	[illegible]
[illegible] الکلام	ہے	رقعات عزیزی	[illegible]	شرح زلیخا	[illegible]	فضائل درود و سلام	[illegible]
[illegible] المسائل	[illegible]	رموز القرآن	بجز	[illegible] اول	[illegible]	فالنامہ قرآن مجید	۸


إن الأبرار لفي نعيم وإن الفجار لفي جحيم
الحمد لله على طبع هذه الصحيفة المطبوعة بأمر المفضال المختار الحاج محمد سعيد المعروف بملك التجار اعني
مجالس الأبرار
مع ترجمتها المسماة
مطالع الأنوار
وقد اعتنى بطبعها ونشرها الكئيب الراجي رحمة ربه الرشيد محمد عبد المجيد غفر الله الحميد
طبعت في مطبعة المجيدي الكائنة في بلدة كانفور سنة ١٣٣٢ﻫ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی رفع اقدار العلماء بمقدار معرفۃ کتابہ المحکم ثم ھدی المحدثین بمصابیح
تمام تعریفین اس اللہ کے لیے ہین جس نے علما کو بقدر اُنکے علم قرآنی کے مرتبے عطا فرمائے پھر محدثین کو ہدایت کی کہ چراغون کی

المصابیح من شبہ الظلم وجعل علم الکتب کالعلم لمن تقدم من اصحاب الامم واسبغ
روشنی سے شبہون کی تاریکیون سے بچین علم قرآن کو اُن لوگون کے لیے نشان قرار دیا جو پہلی اُمتون مین گذرے اور اُنکو

علیھم سوابغ النعم بعرفانہ بمصابیح السنۃ والعرفان المقدم واعزھم فی الدارین
اپنے عرفان کی نعمتین سُنت اور معرفت قدیم کے چراغون سے بخشین اور اُنکو دونون جہان مین عزت دی

واکرم واحترم علی العلمین فی السابق القدم بالقران الاحکم فقال الذین یجتنبون
اور بزرگ کیا اور اُن کو تمام عالم پر قرآن سے حرمت بخشی پس فرمایا کہ جو لوگ بچتے ہین

کبائر الاثم والفواحش الا اللمم فسبحان من یعلم الحکم من اخر وقدم احمدہ حمد عاجز
بڑے گناہون اور فحش باتون سے سوا چند چھوٹے گناہون کے پس پاکی ہے اُس ذات کے لیے جو اگلون اور پچھلون کو حکمتین سکھلاتا ہے مین اُسکی تعریف کرتا ہون جیسے کہ عاجز بندہ کرتا ہو

شکر ما اولاہ من عظیم النعم واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا
اور شکر اس امر کا کہ اسکو بڑی نعمتین عنایت فرمائین اور گواہی دیتا ہون کہ نہین ہے کوئی معبود سوا اللہ کے اکیلا ہے کوئی اُسکا شریک نہین اور گواہی دیتا ہون کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عبدہ ورسولہ الاکرم المبعوث الی جمیع الامم نسأل اللہ ان یختم لی کتاب العمل بھا اذ ختم صلی
اُسکا بندہ اور برگزیدہ پیغمبر ہے جو بھیجا گیا ہے تمام اُمتون کی طرف ہماری اللہ سے دعا ہے کہ ہمارے نامۂ اعمال کا اسی شہادت پر خاتمہ کرے جبکہ ہمارا خاتمہ ہو رحمت

اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم الذین ھم اولوا الفضل والحکم ما عبد اللہ احمد واحترم ھذا
اللہ تعالی کی آپ پر اور اُنکی آل اور اصحاب پر جو بزرگی اور حکمت والے ہین اور سلام ہو جب تک کہ اللہ کی پرستش ہو جو سب سے زیادہ تعریف اور عزت والا ہے یہ

المکتوب بالقلم شرح بعض اصحاب الحدیث المعظم وبعض الحسان المقدم من کتاب مصابیح
کتاب شرح ہے بعض احادیث شریفہ کی اور کتاب مصابیح

الظلم دافع الھموم والاحزان جمعتہ لبعض اخوان الاخرۃ مع ضم ما وجدتہ فی الکتب المعتبرۃ
الظلم کی چند بہتر اور حسن حدیثون کی جو مصیبت اور رنج کی دفع کرنے والی ہین جنکو مین نے دینی بھائیون کے لیے

من التفسیر والحدیث والفقہ والکلام وتصوف الخیرۃ وابینت ما فیہ من الاعتقادات
تفسیر اور حدیث اور فقہ اور کلام اور بزرگون کے تصوف کی معتبر کتابون سے لے کر جمع کیا ہے جن مین سچے عقائد

الصحیحۃ واعمال الاخرۃ واحترز عما فیہ من استمداد القبور وغیرہ من فعل الکفرۃ واھل
اور آخرت کے اعمال بیان کرون گا اور رد کرون گا ان باتون سے جو قبرون وغیرہ سے مراد مانگنے کے متعلق ہین جو کافرون کا اور

الضلالة المضلة الفجرة لما رأيت كثيرا من الناس فى هذا الزمان جعلوا بعض القبور
گمراہوں کا اور گمراہ کرنے والوں بدکاروں کا فعل ہے جب میں نے دیکھا کہ اس زمانے میں بہتیرے لوگوں نے قبروں کو

كالاوثان يصلون عندها ويذبحون القربان ويصدر منهم افعال واقوال لا تليق باهل
بت بنا رکھا ہو کہ جسکے سامنے نماز پڑھتے ہیں اور قربانیاں کرتے ہیں اور ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں جو ایمان دار کو زیبا نہیں

الايمان فاردت ان أبين ما ورد به الشرع فى هذا الشان حتى يتميز الحق من الباطل عند
اس لیے میں نے ارادہ کیا کہ اس بارے میں جو شریعت کا حکم ہے اسکو بیان کردوں تاکہ ان لوگوں پر حق اور باطل کھل جائے

من يريد تصحيح الايمان والخلاص من كيد الشيطان والنجاة من عذاب النيران والدخول
جو اپنا ایمان درست کرنا اور شیطان کے مکر سے بچنا اور عذاب دوزخ سے نجات پانا اور جنت میں داخل ہونا چاہتے ہیں

فى دار الجنان والله الهادى وعليه التكلان ولم ابال ما فيه من التكرار لما وقع فى
اور اللہ ہی ہدایت کرنے والا ہے اور اسی پر بھروسا ہے۔ اور اسمیں جو بعض باتیں مکرر آگئی ہیں اسکی میں نے کچھ پروا نہیں کی کیونکہ

نصيحة الابرار وانبه ما فيه من الاحوال الذى يسميه الناس الخير والشر والطيرة والفال
بزرگوں کی نصیحت میں ایسا ہو جاتا ہے اور اس کتاب میں میں وہ حالات بیان کرونگا جنکو عام لوگ خیر اور شر اور بدشگون اور فال کہتے ہیں

وسميته مجالس الابرار ومسالك الاخيار ومحائق البدع ومقامع الاشرار ورتبته
اور اسکا نام میں نے مجالس الابرار و مسالک الاخیار و محائق البدع و مقامع الاشرار رکھا اور سو مجلسوں پر مرتب کیا

على مائة مجلس المجلس الاول فى تمثيل من يذكر ربه ومن لم يذكره بالحى والميت وفى بيان معرفة
مجلس اول اس بیان میں کہ اللہ کو یاد کرنے والے کی مثال زندہ کی ہے اور جو اللہ کو یاد نہ کرے وہ مثل مردہ کے ہے اور

ذكر الله تعالى المجلس الثانى فى بيان فضيلة الذكر من كل اعمال البر وبيان اقسامه
ذکر الٰہی کی شناخت کے بیان میں دوسری مجلس اس بیان میں کہ ذکر الٰہی تمام اعمال نیک سے افضل ہے اور اسکے اقسام کے بیان میں

المجلس الثالث فى بيان فضيلة الايمان ومن آمن المجلس الرابع فى لزوم محبة النبى صلى
تیسری مجلس ایمان اور مؤمن کی فضیلت کے بیان میں چوتھی مجلس اس بیان میں کہ نبی اکرم صلی

الله عليه وسلم زيادة من والده وولده والناس اجمعين المجلس الخامس فى لزوم الايمان
اللہ علیہ وسلم کو اپنے ماں باپ اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ چاہنا لازم ہے پانچویں مجلس اس بیان میں کہ

بما جاء به النبى صلى الله عليه وسلم ولا يجوز المخالفة فيه المجلس السادس فى بيان من
نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ لائے ہیں سب پر ایمان لانا چاہیے اور اسمیں مخالفت درست نہیں مجلس اس بیان میں کہ جو شخص

رضى بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد صلى الله عليه وسلم نبيا ذاق طعم الايمان المجلس السابع
راضی ہوا اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے سچے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی برحق ہونے پر اسکو ایمان کا مزہ آگیا ساتویں مجلس

فى بيان مؤمن به بيان لزوم الايمان به اجمالا على الاصح وتفصيلا عند البعض المجلس الثامن
اس بیان میں کہ ان باتوں پر لانا چاہیے اور یہ کہ انپر از روے مذہب صحیح اجمالاً اور بعض کے نزدیک تفصیلاً ایمان لانا لازم ہے آٹھویں مجلس

فى بيان من يدخل الجنة ومن لا يدخلها من المطيع للرسول عليه السلام والمخالف له المجلس
اس بیان میں کہ جو رسول کی اطاعت کرے گا وہ جنتی ہے اور جو مخالف ہے وہ جنت میں جانے سے محروم ہے نویں مجلس

التاسع فى لزوم الاتباع للنبى صلى الله عليه وسلم فيما جاء به وفيه تحقيق المجلس العاشر
اس بیان میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی چیزوں پر ایمان لانا لازم ہے اور اس مسالہ کی تحقیق دسویں مجلس

فى بيان الفرق بين المؤمن والمسلم وبين المجاهد والمهاجر المجلس الحادى عشر فى بيان
مومن و مسلم اور مجاہد اور مہاجر کے فرق کے بیان میں گیارھویں مجلس بیان میں

المجلس السابع والتسعون فی بیان لزوم ترک ما لا یعنیه من القول والفعل المجلس
مجلس نود و ہفتم اس بیان مین کہ لازم ہو ترک بے فائدہ قول اور فعل کا مجلس
الثامن والتسعون فی بیان الوصیة فی حق النساء حال العاشق بهن المجلس التاسع والتسعون
نود و ہشتم وصیت کے بیان مین عورتون کے حق مین اور انکے ساتھ گذران کی حالت مجلس نود و نہم
فی بیان تحقیق قوله علیه السلام استوصوا بالنساء خیرا الی آخره المجلس المائة فی بیان لزوم
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تحقیق مین کہ عورتون کو اچھی وصیت کرو مجلس صدم اس بیان مین کہ لازم ہو
رعایة حق الزوج علی زوجته وبیان الوعید عند عدمها المجلس الاول فی بیان تمثیل
حق شناسی اپنے خاوند کی بی بی کو اور بیان سزا کا نا حق شناسی کی حالت مین پہلی مجلس مثال بیان کرنے مین
من یذکر ربه ومن لم یذکره بالحی والمیت وفی بیان معنی ذکر الله تعالی
اُس شخص کے کہ اپنے رب کی یاد کرتا ہو اور جو اُسکو یاد نہین کرتا ساتھ زندہ اور مُردہ کے اور بیان مین شناخت ذکر اللہ تعالیٰ کے
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مثل الذی یذکر ربه والذی لا یذکر ربه مثل الحی والمیت هذا الحدیث
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حال اُس شخص کا کہ رب کی یاد کرتا ہو اور اُس شخص کا جو اپنے رب کی یاد نہین کرتا زندہ و مردہ کے حال کے ایسا ہے یہ حدیث
من صحاح المصابیح رواه ابو موسی الاشعری فانه علیه السلام جعل فیه الذاکر مثل الحی مع کونه
مصابیح کی صحیح حدیثون سے ہو ابو موسی اشعری کی روایت سے سو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اسمین یاد کرنے والے کو مانند زندہ کے ٹھہرایا باوجودیکہ وہ
حیا لان المراد بالحی من له حیوة حقیقیة ابدیة وهی انما تحصل بذکر الله تعالی لان الذکر
زندہ ہو اس لیے کہ زندہ سے وہ مراد ہو کہ جسکو حقیقی اور دائمی زندگی حاصل ہو اور ایسی زندگی بجز یاد الٰہی کے حاصل نہین ہوتی کیونکہ ذکر
یحیی قلوب الذاکرین ویوجب لهم الاستعداد لمعرفة رب العلمین والوصول الی الحیوة الابدیة
ذاکرین کے دلون کو زندہ کرتا ہو اور انکے لیے رب العالمین کی معرفت کا سامان بالضرور تیار کر دیتا ہو اور بہشت کی حیات ابدی کے لائق بنا دیتا ہے
فی دار النعیم ومن کان خالیا عن الذکر فهو بمنزلة المیت لکونه خالیا عما یحیی قلبه وعما یوجب
اور جو شخص یاد الٰہی نہین کرتا وہ مُردہ کے مانند ہو کیونکہ وہ اس بات سے خالی ہو جس سے اسکا دل زندہ ہو اور خدا کی
له المعرفة والحیوة الابدیة لان شرف الانسان وفضیلته التی بها فاق جمیع اصناف الخلق لیس الا
معرفت اور دائمی زندگی اُس کے لیے واجب کرے کیونکہ انسان کی شرافت اور فضیلت جس سے تمام اقسام مخلوقات پر فائق ہو رہا ہو بجز
باستعداده لمعرفة الله تعالی وانما یستعد لمعرفة الله تعالی بقلبه لا بجارحة من
استعداد معرفت الٰہی کے نہین ہو اور استعداد معرفت الٰہی کی دل ہی سے علاقہ رکھتی ہے ہاتھ پاؤن وغیرہ
جوارحه بل الجوارح له اتباع وخدم یستخدمها استخدام الملک للرعایا ویستعملها استعمال
اعضا سے کچھ علاقہ نہین بلکہ تمام اعضا دل کے تابع اور خدمتگذار رہتے ہین دل ان اعضا سے اسطرح کام لیتا ہو جس طرح بادشاہ رعیت سے اور اسطرح عمل در آمد کرتا ہو
السید للعبید وهو انما یطمئن بذکر الله تعالی کما قال الله تعالی الا بذکر الله تطمئن القلوب
جسطرح مولی غلامون سے اور دل کو طمانیت صرف یاد الٰہی سے ہوتی ہو چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہو یاد رہو اللہ ہی کی یاد سے دل چین پاتے ہین
وافضل الذکر علی ما ورد فی الحدیث لا اله الا الله فلا بد للعبد المکلف ان یشتغل بهذا
اور سب سے بہتر ذکر موافق مضمون حدیث کے لا الٰہ الا اللہ ہے تو بندہ عاقل بالغ کو ضرور ہو کہ اس ذکر مین
الذکر حتی یطمئن قلبه ویستعد لمعرفة الله تعالی لکن قبل اشتغاله به یجب علیه
مشغول رہو تاکہ اُسکا دل مطمئن ہو جائے اور معرفت الٰہی کی استعداد حاصل کرے لیکن اس شغل سے پہلے اُسپر واجب ہے
ان یحصل من علم الکلام ما یصح به اعتقاده علی مذهب اهل السنة والجماعة وما یحتاج
کہ اتنا علم عقائد سیکھ لے جس سے اُسکا اعتقاد موافق مذہب اہل سنت و جماعت کے ٹھیک ہو جائے اور

به عن شبه المبتدعة لان القلب مادام مظلما بظلمة البدعة الا انكسف لا نور انوار الطاعة

اہل بدعت کے شبہات سے بچ جائے کیونکہ جب تک دل اعتقادی بدعت کی تاریکی سے مکدر رہتا ہے تو اُسمین طاعت کی روشنی نہین چمکتی

ويجب عليه ايضا ان يحصل من علم الفقه ما يصح به اعماله على وفق الشريعة المطهرة

اور اسپر یہ بھی واجب ہے کہ اتنا علم فقہ بھی سیکھ لے جس سے اُسکے اعمال موافق شریعت پاک کے صحیح اور درست ہو جبا ئین

والا فالتقدم لمعالى الامور قبل اتقان اصولها وضبط طرقها عجلة شيطانية وشهوة نفسانية

اور نہین تو بڑے کام کر بیٹھنا بغیر جڑ مضبوط کیے ہوے اور ٹھیک راستہ دریافت کیے ہوے شیطانی جھپٹ اور نفسانی شہوت مین

توجب لصاحبها الفضيحة فى الدنيا والاخرة اذ قد يغتر صاحبها بالتخيلات النفسانية

داخل ہے جو ایسے شخص کو دنیا اور آخرت دونون مین ذلیل کر چھوڑتی ہے اس لیے کہ ایسا جاہل کبھی فریب مین آکر نادانی سے خیالات نفسانی

والتلبيسات الشيطانية ويظنها كرامات وهى فى الحقيقة استدراج وزيادة له فى انواع الضلالات

اور شبہات شیطانی کو کرامت تصور کر لیتا ہے اور اصل مین وہ استدراج[1] ہوتا ہے اور اُسکے حق مین طرح طرح کی گمراہی زیادہ ہوتی ہے

لان من اشتغل بالذكر والرياضة قبل ان يحصل من علم الكلام ما يصح به الاعتقاد

کیونکہ جو شخص مشغول ذکر اور ریاضت کا اختیار کرتا ہے بدون تحصیل علم عقائد کے ممکن نہین کہ اُسکا اعتقاد

على مذهب اهل السنة والجماعة وما يحترز به عن شبه المبتدعة ومن علم الفقه ما يصح به

اہل سنت وجماعت کے مذہب پر صحیح ہو جائے اور بدعتیون کے شبہات سے بچ جائے اور بدون تحصیل علم فقہ کے غیر ممکن ہے

اعماله على وفق الشريعة المطهرة لا يبعد ان يقع له كشف حسى لبعض الاشياء او امر خارق

کہ اُسکے اعمال مطابق شریعت پاک کے صحیح اور درست ہو جائین تو کیا بعید ہے کہ اُسکو بعضے محسوسات کا کشف ہونے لگے یا کوئی بات

من خوارق العادات بمقتضى الرياضة او اراءة الشيطان كما حكى لكثير من ذلك عن بعض الكفرة

کرامت کی سی خلاف عادات مین سے ریاضت کے موافق یا شیطانی دھوکے سے ہو جائے چنانچہ ایسی بہت کہانیان بعضے کفار

المرتاضين فيظن انه ولاية وكرامة وهو فى الحقيقة مكر واستدراج لا كرامة ولا ولاية اذ

ریاضت کش کی مشہور ہین پھر یہ نادان خیال کرتا ہے کہ یہ ولایت اور کرامت ہے اور اصل مین وہ مکر اور استدراج ہوتا ہے نہ کرامت ہو اور نہ ولایت اسلیے

قد يحصل الكشف والامر الخارق لبعض الرهبان وغيرهم ممن يعتنون بزيادة الرياضات

کہ کشف اور امر خارق کبھی کبھی بعضے ایسے راہب وغیرہ کو بھی ہو جاتا ہے جو بڑی ریاضت اختیار کرتے ہین

مع فساد العمل والاعتقاد ولا اعتداد به لانه تعالى قد جعل الرياضة سببا لتصفية القلوب

باوجودیکہ اُنکے عمل اور اعتقاد فاسد ہوتے ہین حالانکہ اس کا کوئی اعتبار نہین ہے اس لیے کہ اللہ تعالے نے بیشک ریاضت سے دلون کو ایسا صاف کر دیتا ہے

بحيث يوصل بها الى الكشف ونحوه من الخوارق ولا يدل ذلك على رضائه تعالى بذلك

کہ جس سے کشف اور کشف کے مانند اور خوارق ہونے لگتے ہین اور اس سے اللہ تعالے کی یقینی رضامندی

السبب البتة ومن المعلوم قطعا ان الخوارق ليست مختصة بالمعجزة والكرامة

نہین معلوم ہوتی اور یہ بات یقینی معلوم ہے کہ خوارق کو کچھ معجزے اور کرامت ہی سے خصوصیت نہین ہے

بل قد تكون استدراجا ايضا فمتى صدرت ممن فيه خلل عملى واعتقادى يحكم بكونها

بلکہ بعضے وقت استدراج بھی ہوتا ہے پھر اگر یہ امر خارق ایسے شخص سے ظاہر ہو جس کا عمل یا اعتقاد باطل ہے تو وہ

استدراجا لا كرامة لان الكرامة ظهور امر خارق للعادة على يد عبد صالح ظاهر صلاحه

استدراج ہی سمجھا جائیگا کرامت نہین کیونکہ کرامت تو وہ ہے کہ امر عادت کے خلاف ایسے صالح آدمی کے ہاتھ سے ہو جسکی نیک کرداری ظاہر ہو رہی ہو

وهذا القيد الاخير للاحتراز عن الاستدراج وهو ظهور امر خارق للعادة على يد الاشقياء

اور یہ پچھلی قید استدراج سے بچنے کے لیے ہے کیونکہ استدراج وہ ہے کہ امر خارق عادت اشقیا کے ہاتھ پر پیدا ہو

[1] استدراج در لغت ... بتدریج ... بعذاب ... و فراوان دادن نعمت در حال معصیت ۱۲م

كالدجال وفرعون والجهلة الضالين فان الخوارق كما تظهر على يد الاتقياء تظهر على يد الاشقياء
جیسے دجال اور فرعون اور جہال اور گمراہ کرنے والے کیونکہ خوارق جیسے پرہیزگاروں کے ہاتھ پر ہوتے ہیں

ايضا فما يظهر من ذلك على يد من كان تحت سياسة الشرع يصير سببا لمزيد
اشقیا کے ہاتھ پر بھی ہوتے ہیں سو جو امر خارق ایسے شخص کے ہاتھ پر ظاہر ہو جو شرعی حکومت کا مطیع ہے تو

مجاهدته فی عبادته وما يظهر من ذلك على يد من لم يكن تحت سياسة الشرع
اس کا مجاہدہ عبادت کو زیادہ بڑھاوے گا اور جو امر خارق ایسے شخص کے ہاتھ سے ہو جو شرعی حکومت کا مطیع نہیں

يصير سببا لمزيد بعده وغروره ولا يزال الشيطان يغويه حتى يخلع ربقة الاسلام
تو اُسے اور بھی دوری اور غرور بڑھ جائے گا اور شیطان ہمیشہ اُسکو بہکاتا رہے گا آخر کو اسلام کی رسی اُسکی گردن سے نکال کر

من عنقه بانكار الحدود والاحكام والحلال والحرام فعلى هذا يجب على العبد الذاكر
حدود اور احکام اور حلال و حرام کا منکر بناوے گا اس لیے بندہ ذاکر کو یہ واجب ہے

ان يجعل جميع اعماله موافقا لاحكام الشرع مادام حيا عاقلا ولا يجوز له ان يعمل عملا مخالفا
کہ اپنے تمام اعمال جب تک ہوش و حواس میں ہے احکام شرعی کے موافق رکھے اور اُسکو یہ جائز نہیں ہے کہ کبھی کسی وقت کوئی عمل

لاحكام الشرع فی وقت من الاوقات واحكام الشرع على قسمين قسم يتعلق بالظاهر وهو البدن
احکام شرعی کے مخالف عمل میں لائے اور شرع کے احکام دو قسم پر ہیں ایک وہ قسم جو ظاہر یعنی بدن سے علاقہ رکھتی ہے

وقسم يتعلق بالباطن وهو القلب وكل واحد من القسمين على نوعين احدهما يجب فيه الفعل
اور ایک وہ قسم جو باطن یعنے دل سے علاقہ رکھتی ہے اور یہ دونوں قسمیں دو طرح کی ہیں ایک وہ جسکا کرنا واجب ہے

والاخر يجب فيه الترك فجملة احكام الشرع اربعة فمن النوع الذی يتعلق بالظاهر ويجب
دوسری وہ جسکا ترک واجب ہو پس تمام احکام شرعی چار طرح کے ہوئے پھر وہ قسم جو بدن سے متعلق اور اُسکا عمل میں لانا واجب ہے

فيه الفعل التكلم بكلمتی الشهادة واقامة الصلوة وايتاء الزكوة وصوم رمضان وحج
شہادت کے دونوں کلمے پڑھنا اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور رمضان کے روزے اور کعبہ کا حج

البيت وجهاد الكفار والامر بالمعروف والنهی عن المنكر وغير ذلك من الفرائض والواجبات
اور کفار پر جہاد اور نیک بات بیان کرنا اور بدی سے روکنا ہو اور سوا اُسکے اور فرائض و واجبات

ومن النوع الذی يتعلق بالظاهر ويجب الترك القتل والزنا واللواطة والسرقة وشرب الخمر
اور وہ قسم جو بدن سے متعلق اور اُسکا ترک واجب ہو خون ریزی اور بدکاری اور اغلام اور چوری اور شراب خواری

والغيبة والنميمة والكذب والنظر الى ما حرم نظره واستماع ما حرم استماعه وغير ذلك من
اور غیبت اور سخن چینی اور جھوٹ بولنا اور ایسی چیز کا دیکھنا جسکی طرف نظر حرام ہو اور ایسی آواز سُننی جسکا سُننا حرام ہو اور سوا اُسکے

المحرمات والمكروهات ومن النوع الذی يتعلق بالباطن ويجب فيه الفعل التوبة والاخلاص
اور محرمات و مکروہات اور وہ قسم جو دل سے متعلق اور عمل کرنا واجب ہو توبہ اور اخلاص

والتوكل والصبر والشكر والخوف والرجاء وغير ذلك من الاخلاق الحميدة والخصال الجميلة
اور توکل اور صبر اور شکر اور خوف اور اُمیدواری اور سوا اُسکے اور نیک عادتیں اور پسندیدہ خصلتیں ہیں

ومن النوع الذی يتعلق بالباطن ويجب فيه الترك الكبر والعجب والرياء والحسد وغير ذلك
اور وہ قسم جو دل سے متعلق اور ترک واجب ہو تکبر اور خود پسندی اور ریا یعنی دکھلاوا اور حسد اور سوا اُسکے

من الاخلاق الذميمة والخصال القبيحة فمن خالف حكما واحدا من هذه الاحكام الاربعة
اور بدخوئیاں اور بُری خصلتیں سو جو شخص خلاف کرے کسی ایک حکم کا ان چاروں حکموں سے

عصی اللہ تعالی و استحق عذابہ فلا یکون من اہل الولایۃ والکرامۃ وبعض الناس فی ہذا
وہ خدا کا نافرمان ہے اور اسکے عذاب کا سزاوار وہ ولی اور کرامت والا کب ہوسکتا ہے اور بعضے لوگ اس

الزمان یدخلون الخلوۃ ثلثۃ ایام او اکثر ثم یخرجون منہا و اذا فعلوا ذلک مرۃ او مرتین
زمانہ میں تین دن یا زیادہ کا چلہ کھینچ کر پھر فارغ ہوجاتے ہیں اور جب ایک یا دو بار چلہ کرچکے

یدعون نیل الاحوال والوصول الی مقامات الرجال مع انہم یرتکبون ما یخالف الشرع الشریف
تو دعوے کرنے لگے کہ ہمکو سب حالات کھل گئے اور عمدہ لوگوں کا درجہ پالیا باوجودیکہ شرع شریف کی مخالفت کیے جاتے ہیں

واذا انکر علیہم ما ارتکبوہ یقولون حرمۃ ذلک فی العلم الظاہر و انا اصحاب العلم الباطن
اور جب ان سے انکے اعمال کی برائی بیان کرو تو کہنے لگتے ہیں میاں یہ علم ظاہر میں حرام ہے اور ہم تو باطنی علم والے ہیں

وانہ حلال فیہ وان الوصول الی اللہ تعالی لا یکون الا برفض العلم الظاہر و انکم تاخذون
سو یہ امر اُس علم میں حلال ہے اور قربت الٰہی بدون چھوڑنے علم ظاہری کے نہیں ملتی تم

من الکتاب والسنۃ وانا بالخلوۃ وہمۃ الشیخ نصل الی اللہ تعالی فینکشف لنا العلوم فلا یحتاج
قرآن اور حدیث سے فائدہ لیتے ہو اور ہم چلہ اور پیر کی مدد سے خدا کی درگاہ میں جاتے ہیں پھر ہم پر سب علوم کھل جاتے ہیں ہمکو

الی مطالعۃ الکتاب والقراءۃ علی الاستاذ و اذا صدر منا مکروہ او حرام نہی عنہ فی المنام
کتابوں کے مطالعہ کی اور استاد سے پڑھنے کی کچھ حاجت نہیں ہے اور ہمسے جب کوئی مکروہ یا حرام عمل میں آجاتا ہے تو خواب میں ہمکو ممانعت ہوجاتی ہے

فنعرف الحلال والحرام وما قلتم انہ حرام لو ننہ عنہ فی المنام فعلمنا انہ لیس بحرام ونحو
سو ہم حلال اور حرام کو سمجھ لیتے ہیں اب جسکو تم حرام بتاتے ہو ہمکو اُس سے خواب میں منع نہیں کیا سو ہمنے جان لیا کہ یہ حرام نہیں ہے اور

ذلک من الترہات التی کلہا الحاد وضلال اذ فیہ ازدراء للملۃ الحنیفیۃ والشریعۃ
اسیطرح کی خرافات باتیں جو سراسر الحاد اور گمراہی کی ہیں بکتے ہیں کیونکہ اسمیں ملت حنفی اور شریعت

النبویۃ وعدم الاعتماد علی الکتاب والسنۃ واجماع الائمۃ فالواجب علی کل من سمع
نبوی کی حقارت ہے اور بے اعتمادی قرآن وحدیث اور اجماع امت کی سو واجب ہے اُسپر جو ایسی باطل گفتگو سنے

امثال تلک الاقاویل الباطلۃ الانکار علی قائلہ والجزم ببطلان کلامہ بلا شک ولا تردد
کہ بلاشک اور بے تردد اور بغیر توقف قائل کے اس کلام کو بیہودہ اور واہیات سمجھے

ولا توقف والا فہو یکون من جملتہم ویحکم علیہ بالزندقۃ فانہم لما کانوا فی الاعتقاد بہذہ
اور نہیں تو وہ بھی اسی گروہ میں داخل ہے اور اُسپر کفر کا حکم ہوگا کیونکہ ان لوگوں کا اعتقاد جب اِس

المرتبۃ کان بینہم وبین الشیطن مناسبۃ فیریہم فی بعض الازمان اشیاء من الانوار
نوبت کو پہونچا تو اُن میں اور شیطان میں ایک رابطہ پیدا ہوگیا پھر وہ شیطان انکو بعضی دفعہ کچھ تجلی وغیرہ دکھا دیتا ہے

وغیرہا فیغترون بہا ویظنون انہم محسنون وعند اللہ مکرمون ولا یعلمون
پس یہ قوم دھوکا کھا کر یہ خیال کرتی ہے کہ ہم کیا خوب عمل کرتے ہیں اور خدا کے نزدیک ہم عزت والے ہیں اور یہ خبر ہی نہیں

ان الشیطان لا یزال یحسن لاہل الخلوۃ وارباب الریاضۃ ان یعملوا بہواجسہم ورؤیاہم
کہ شیطان ہمیشہ اہل خلوت وریاضت کی نظروں میں اس بات کو اچھا دکھلاتا ہے کہ اپنے توہمات اور خوابوں کے موافق

من غیر تحکیم الشرع فیہا فیقولون القلب اذا کان محفوظا مع اللہ تعالی یکون خواطرہ
بدون موافقت شرع کے عمل کیا کریں پھر یہ کہتے ہیں کہ دل جب اللہ کی طرف سے محفوظ ہوتا ہے تو اُسکے سب خطرات خطا سے

معصومۃ عن الخطاء وہذا من اعظم کید العدو فیہم لان الخواطر ثلثۃ انواع رحمانیۃ
بچے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ اُسکے حق میں دشمن کا بڑا ہی دھوکا ہے کیونکہ خطرات تین طرح کے ہوتے ہیں رحمانی

وشیطانیة ونفسانیة فلو بلغ الانسان ما بلغ من الریاضة والمجاهدة فمعه شیطانه

اور شیطانی اور نفسانی ہین اگرچہ انسان ریاضت اور مجاہدہ کی انتہائی حد کو پہونچ جائے تاہم اُسکا شیطان

ونفسه لا یفارقانه الی الموت والشیطان یجری منه مجری الدم والعصمة لیست

اور نفس اُسکے ہمراہ ہین جو موت تک اُس سے جُدا نہونگے اور شیطان اُسکے جسم مین ایسا پھرتا ہے جیسا کہ بدن مین خون اور عصمت کسی کے حصہ مین نہین

الا للرسل الذین هم وسائط بین الله تعالی وبین خلقه فی تبلیغ امره ونهیه ووعده

سوائے انبیاء اللہ کے جو اللہ اور خلق اللہ کے درمیان واسطہ ہین امر و نہی کے پہونچانے اور وعدہ و وعید کے سُنانے کی غرض سے

ووعیده ومن عداهم لیس بمعصوم ومن ظن انه یستغنی عما جاء به الرسول بما یلقی

اور سوا اُنکے کوئی معصوم نہین اور جو شخص گمان کرے کہ اُسکو رسول کے لائے ہوئے احکام کی حاجت نہین ہے بوجہ اُن خطرات کے جو اُسکے دل پر طاری ہوتے ہین

فی قلبه من الخواطر فهو من اعظم الناس کفرا لان ما یلقی فی القلب یحتمل ان یکون من

تو وہ اعلیٰ درجہ کا کافر ہے اس لیے کہ جو خطرہ دل مین آتا ہے اُسمین احتمال ہے کہ شاید وہ

القاء النفس والشیطان فلا عبرة به ولا التفات الیه حتی یعرض علی ما جاء به الرسول

نفسانی ہو یا شیطانی اس لیے وہ قابل اعتبار نہین نہ قابل توجہ ہے تاوقتیکہ احکام نبوی سے موازنہ نہ کیا جائے

ویشهد له بالموافقة اذ لیس کل ما یراه الانسان فی النوم او الیقظة صحیحا بل قد تکون بعضه

اور اُسکی موافقت جانچ نہ لی جائے اس لیے کہ یہ کچھ ضروری نہین ہے کہ جو کچھ انسان عالم خواب یا بیداری مین دیکھے ہمیشہ صحیح ہوا کرے بلکہ بعض اوقات

من الخواطر النفسانیة وبعضه من الوساوس الشیطانیة وبعضه من الله تعالی بالهام

بعضی باتین خطرات نفسانی ہوتے ہین اور بعض وسوسۂ شیطانی اور بعض بذریعہ فرشتہ خواب کے اللہ کی طرف سے الہام ہوتے ہین

ملك او رؤیا فلابد من التمییز بین هذه الثلثة لیعلم ان ما یراه من ای نوع هو فاذا تعین

پس ان تینون مین کوئی تمیز ہونا ضرور ہے جس سے معلوم ہو سکے جو دیکھا گیا ہے وہ کس قسم کی بات ہے اور جب یہ ثابت ہو جائے

انه من الله تعالی فلابد من عالم یعلم المراد منه فان المراد منه ان کان ظاهرا لا یحتاج

کہ وہ من جانب اللہ ہے تو ایسا کوئی عالم درکار ہے جو اُسکے مطلب کو سمجھ سکے کس لیے کہ اگر اُسکا مطلب ظاہر ہے

الی التاویل بل انما یحتاج الی التنبیه وان کان غیر ظاهر یحتاج الی التاویل فیأول بتاویل

تو کچھ تاویل کی ضرورت نہین ہے بلکہ صرف تنبیہ کافی ہے اور اگر ظاہر نہو بلکہ تاویل کی حاجت ہے تو صحیح تاویل کی جائے گی

صحیح کما ان الکتاب والسنة لا شبهة فی کونهما من الله تعالی ورسوله لکن المراد منهما

جیسا کہ قرآن و حدیث جسکے منجانب اللہ و رسول ہونے مین کوئی شک نہین لیکن اُسکا مطلب

قد یکون ظاهرا فلا یحتاج الی التاویل وقد یکون غیر ظاهر فیحتاج الی التاویل وقد صرح

کبھی ظاہر ہوتا ہے کہ تاویل کی کچھ حاجت نہین ہوتی اور کبھی ظاہر نہین ہوتا تو تاویل کی حاجت ہوتی ہے

العلماء بان الالهام وکذلك الرؤیا فی المنام لیس شیء منهما من اسباب المعرفة بالاحکام

اور علما اس امر کی تصریح کر چکے ہین کہ الہام یا خواب کوئی بھی احکام دانی کا ذریعہ نہین

خصوصا اذا خالف کل منهما کتاب الله وسنة رسوله علیه الصلوة والسلام فان عمر بن الخطاب

خصوصًا ایسی حالت مین کہ ہر ایک اُن مین کا قرآن و حدیث کے خلاف ہو حضرت عمر

رضی الله عنه مع کونه سید الملهمین والمحدثین کان اذا وقع فی قلبه الخواطر لا یلتفت

رضی اللہ عنہ باوجودیکہ اہل الہام اور محدثین کے سردار تھے جب کبھی آپکے دل مین خطرات آتے آپ اُسطرف التفات نہ کرتے

الیها ولا یحکم بها ولا یعمل بها حتی یعرضها علی الکتاب والسنة فهؤلاء الجهلة قد یری

نہ اُسپر کوئی حکم لگاتے اور نہ اُسپر عمل کرتے تاوقتیکہ اُسکا قرآن و حدیث سے مقابلہ نہ کر لیتے اور یہ جُہلا ایسے ہین

احدهما ادنى شئ فيحكم فيه خواطره على الكتاب والسنة ولا يلتفت اليهما والمحققون من
اگر کسی نے اگر کبھی کوئی ادنے درجہ کی چیز دیکھی تو اپنے خطرات کو قرآن و حدیث پر ترجیح دیتا ہے اور کتاب و سنت کی طرف کچھ توجہ نہیں کرتا اور طریقت کے محققین

علماء الطريقة قد تمسكوا بالكتاب والسنة ووزنوا بهما افعالهم ومجاهداتهم ومكاشفاتهم
علمار نے قرآن و حدیث ہی کی سند لی ہے اور اپنے افعال اور مجاہدات اور مکاشفات

فما وجدوه غير موزون بهذين الميزانين وغير ثابت بهذين الشاهدين لم يعتبروه ولم يلتفتوا
کو دونوں سے تولا جس بات کو انھوں قرآن و دونوں سے کم وزن پایا اور ان دونوں شاہدوں سے اسکا ثبوت نہ دیکھا تو اسکا اعتبار نہیں کیا اور نہ اسکی جانب التفات کیا

اليه قال ابو سليمان الداراني ربما يقع في قلبي نكتة من نكت القوم فلا اقبلها الا بشاهدين عدلين
ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اکثر باریکیاں اس قوم کے نکات میں سے آتی ہیں لیکن میں انکو قبول نہیں کرتا تا وقتیکہ میں اسکو دو عادل گواہوں

من الكتاب والسنة وقال ابو سعيد الخراز كل باطن يخالفه الظاهر فهو باطل وقال ابو حفص
یعنے قرآن و حدیث سے تصدیق نہ کرلوں اور ابو سعید خراز فرماتے ہیں جو باطن کہ ظاہر کے خلاف ہو وہ باطل ہے اور ابو حفص کبیر کا قول ہے

الكبير من لم يزن افعاله واقواله واحواله بميزان الكتاب والسنة ولم يتهم خواطره فلا تعدوه
کہ جو شخص اپنے افعال اور اقوال اور احوال کو کتاب اور سنت کی ترازو میں نہ تولے اور اپنے خطرات قلبی کو مشکوک نہ سمجھے اسکو

في ديوان الرجال وقال ابو يزيد البسطامي لو نظرتم الى رجل اعطي انواعا من الكرامات حتى تربع
مردان خدا میں نہ شمار کرو اور ابو یزید بسطامی فرماتے ہیں کہ اگر تم ایسے شخص کو دیکھو کہ طرح طرح کی کرامتیں دیا گیا ہو یہاں تک کہ ہوا میں پالتھی مارے بیٹھا ہو

في الهواء او مشى على الماء فلا تغتروا به حتى تنظروا كيف تجدونه عند الامر والنهي وحفظ
یا پانی پر چلتا ہو تو تم ہرگز ان باتوں سے دھوکا نہ کھائیو تاوقتیکہ یہ نہ دیکھ لو کہ وہ امر اور نہی اور

الحدود واداء احكام الشريعة وقال الجنيد البغدادي الطرق الى الله تعالى بعدد انفاس
حد شرعی کی نگہداشت اور احکام شریعت کی پابندی میں کیسا پایا جاتا ہے اور فرمایا جنید بغدادی نے کہ اللہ سے ملنے کے رستے اتنی کثرت سے ہیں جتنے خلائق کے نفوس ہیں

الخلائق وكلها مسدودة على الخلق الا على من اقتفى اثر الرسول وحكي انه افتى بقتل الحلاج
اور وہ سب خلائق پر بند ہیں سوا اس شخص کے جو رسول اللہ کی پیروی کرے اور کہتے ہیں کہ انھوں نے حلاج کے قتل کا فتوے صرف اس بات پر دیا تھا

لاجل ما صدر عنه من قوله انا الحق فانظر ايها العاقل الطالب للحق ان هؤلاء الكرام مع
کہ اسنے انا الحق کہا تھا پس اے دانشمند جویائے حق بھلا دیکھ تو کہ یہ تمام بزرگ باوجودیکہ

كونهم عظماء مشائخ الطريقة وكبراء ارباب الحقيقة قد تمسكوا بالشريعة ولم يخالفوها
بڑے بڑے مشائخ طریقت تھے اور اہل حقیقت کے سرگروہ تھے پھر بھی شریعت ہی کی سند پکڑتے اور ہرگز کسی چیز میں اسکی مخالفت نہیں کرتے تھے

في شئ اصلا فعلى هذا يجب على العبد المشتغل بالذكر ان يتمسك بالشريعة في جميع اقواله
پس اسی طرح ہر بندۂ ذاکر شاغل پر واجب ہے کہ اپنے جمیع اقوال اور افعال اور احوال میں شریعت کی پابندی کیا کرے

وافعاله واحواله ولا يخالفها في شئ اصلا لكن ينبغي ان يعلم ان المؤثر النافع من الذكر هو الذكر
اور ہرگز کسی بات میں اسکے خلاف نہ کیا کرے لیکن یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ذکر مؤثر اور نافع وہی ہے جو ہمیشہ اور توجہ دلی کے ساتھ ہوتا ہے

على الدوام مع حضور القلب فاما الذكر مع ذهول القلب فهو قليل الجدوى لان للذكر
اور جو ذکر غفلت قلبی سے ہو وہ کم نافع ہے اس لیے کہ ہر ذکر کا

اولا واخرا اوله يوجب الانس والحب واخره يوجبه الانس والحب والمطلوب ذلك الانس
اول و آخر ہوتا ہے اول اسکا انس و محبت الٰہی پیدا کرتا ہے اور آخر اسکا بمقتضائے محبت و انس الٰہی خود بخود پیدا ہوتا ہے اور یہی انس و محبت مقصود ہے

والحب لان الذاكر في ابتداء امره يكون متكلفا في صرف قلبه عن الوساوس الى ذكر الله تعالى
اس لیے کہ ذاکر ابتدا میں تو اپنے دل کو بہ تکلف وسوسوں سے پھیرتا ہے اور یاد الٰہی میں لگاتا ہے

فان وفق للمداومة انس به وانغرس فی قلبه حب المذکور وصار مضطرا الی کثرة ذکره
پھر اگر اسکو ملازمت کی توفیق ہوئی تو اُس سے انس ہوجاتا ہے اور محبت الٰہی اُسکے دل مین جڑ پکڑ لیتی ہے اور کثرت ذکر کے لیے ایسا بے قرار رہتا ہے

بحیث لا یصبر عنه لان من احب شیئا اکثر ذکره ومن اکثر ذکر شیء ولو تکلفا یقع فی
کہ بغیر اُسکے صبر نہین آتا اس لیے کہ جو شخص کسی چیز کو دوست رکھتا ہے تو اُسکو بہت یاد کیا کرتا ہے اور جو شخص کسی چیز کا بہت ذکر کرتا ہے گو تکلیف ہی سے ہو

قلبه حبه والحاصل ان اول الذکر یکون بالتکلف الی ان یثمر الانس بالمذکور والحب له ثم
تو اُسکے دل مین اُسکی محبت پیدا ہوجاتی ہے خلاصہ یہ کہ ابتداے ذکر مین تکلف ہوتا ہے آخرالامر خدا سے انس و محبت ہوجاتی ہے

یمتنع الصبر عنه فیصیر الموجب موجبا والثمر مثمرا ثم اذا حصل للذاکر الانس بذکر الله تعالی
پھر اسکی یاد سے صبر محال ہوجاتا ہے پس ہوجاتا ہے سبب مسبب اور ثمر مثمر پھر جب ذاکر کو یاد الٰہی سے انس ہوجاتا ہے

ینقطع عن غیر الله ویجد کمال فائدته بعد الموت لانه یفارق ما سوی الله تعالی عند الموت
تو وہ غیر خدا سے الگ ہوجاتا ہے اور پورا فائدہ اُسکا بعد مرنے کے پاتا ہے کیونکہ وہ ما سوی اللہ سے مرنے پر جُدا ہوجاتا ہے

ولا یبقی معه فی القبر اهل ولا مال وانما یبقی معه فیه ذکر الله تعالی فان کان قد انس به
اور قبر مین اُسکے ساتھ نہ اہل ہوتا ہے نہ مال صرف یاد خدا ہی اُسکے ساتھ رہجاتی ہے پس اگر وہ اُس سے مانوس ہے

یتمتع به ویتلذذ بانقطاع العوائق الصارفة عنه لان ضرورات الحاجات کانت تصده عن
تو فائدہ اُٹھائے گا اور مزہ پائے گا اُن تعلقات کو چھوٹ جانے سے جو اُسکو یاد خدا سے مانع تھی کیونکہ ضرور ری دنیاوی حاجتین اُسکو اللہ کے ذکر سے روکتی تھین

ذکر الله تعالی ولا یبقی بعد الموت عائق فکانه خلی بینه وبین محبوبه وتخلص من
اور بعد مرنے کے کوئی مانع باقی نہین رہتا پس گویا کہ اُسکو اپنے محبوب سے تخلیہ ہوگیا اور اس قید سے چھوٹ گیا

السجن الذی کان فیه ممنوعا عما به انسه وبهذا الانس یتلذذ العبد بعد الموت الی ان
جسمین اپنے پیارے سے نہ مل سکتا تھا اور بندہ اس انس سے بعد موت کے مزہ لیتا رہتا ہے

یزول فی جوار الله تعالی ویترقی من الذکر الی اللقاء اذ لا مقصود له بقوله لا اله الا الله سوی
یہان تک کہ اللہ کو پاس بُلالیا جاتا ہے اور ذکر سے ترقی کرکے دیدار پا جاتا ہے کیونکہ لا الٰہ الا اللہ کہنے سے اُسکا مقصود سوای اللہ تعالے کے اور کچھ نہ تھا

الله تعالی اذ کل مقصود معبود وکل معبود اله وبالملازمة علی ذکر لا اله الا الله ینتفی
اسلیے کہ ہر مقصود معبود ہے اور ہر معبود الٰہ ہے اور لا الٰہ الا اللہ کے دائمی ذکر سے

جمیع المعبودات الباطلة ولذلک فضل علی سائر الاذکار والذکر المطلق فی بعض المواضع
تمام جھوٹے معبود فنا ہوجاتے ہین اسی لیے اس ذکر کو تمام ذکرون پر فضیلت ہے اور بعض مقامون پر ذکر مطلق ہے

وفی بعضها مقید بالصدق والاخلاص کما روی عن زید بن ارقم انه علیه الصلوة والسلام
اور بعض مین صدق اور اخلاص کی بھی شرط ہے جیسا کہ زید بن ارقم سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

قال من قال لا اله الا الله مخلصا دخل الجنة ومعنی الاخلاص مساعدة الحال للمقال
فرمایا جس نے سچے دل سے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنتی ہے اور اخلاص کے معنے یہ ہین کہ دلی خیال قول زبانی سے مطابق ہو

فمن قال لا اله الا الله بلسانه ولم یساعد حاله لمقاله لا یکون فیه شیء من
پس جو کوئی زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہے اور دل مین نہو تو اُس ذکر مین اخلاص بالکل نہین ہے

الاخلاص فیکون امره فی مشیة الله تعالی ولا یؤمن فی حقه الخطر

اور اُسکا انجام کار مشیت الٰہی پر ہے اور اُسکی حالت اندیشہ سے خالی نہین

المجلس الثانی
دوسری مجلس

فی بیان فضیلة الذکر من کل اعمال البر وبیان اقسامه قال رسول الله
اس بیان مین کہ ذکر الٰہی ساری نیک کامون سے بہتر ہے اور اُسکے اقسام کا بیان فرمایا رسول خدا نے

صلى الله عليه وسلم الا انبئكم بخير اعمالكم وازكاها عند مليككم وارفعها في درجاتكم
صلی اللہ علیہ وسلم نے بھلا سنو تو کیا مین تمکو ایسا کام نہ بتلاؤن جو سب نیک کامون سے بہتر ہے اور تمہارے مالک حقیقی کے حضور مین سب سے زیادہ پاکیزہ ہے اور سب نیکیون سے زیادہ تمہارے درجون کو بلند کرنے والا

وخير لكم من انفاق الذهب والورق وخير لكم من ان تلقوا عدوكم فتضربوا اعناقهم
اور تمہارے لیے سونا اور چاندی لُٹانے سے بھی بہتر ہے اور اس سے بھی بہتر ہے کہ تم خدا کی راہ مین دشمنانِ خدا کی گردنین کاٹو

ويضربوا اعناقكم قالوا بلى يا رسول الله قال ذكر الله هذا الحديث من حسان المصابيح
اور اپنی گردنین کٹواؤ سب نے عرض کی ہان حضور فرمائین آپ نے فرمایا وہ ذکر الٰہی ہے یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین سے ہے

رواه ابو الدرداء وانما كان ذكر الله تعالى من سائر العبادات ارفع وخيرا من انفاق الذهب
اسکو ابو الدرداء نے روایت کی ہے اور ذکر الٰہی کا تمام عبادتون سے برتر ہونا اور سونا چاندی لُٹانے سے

والفضة وملاقات العدو والمقاتلة معهم لان سائر العبادات وسيلة الى ذكر الله تعالى
اور دشمنان خدا کے ساتھ جہاد و مقاتلہ کرنے سے بہتر ہونا اسوجہ سے ہے کہ تمام عبادتین صرف اس غرض سے ہین کہ یادِ الٰہی کی ذریعہ نہین

وذكر الله تعالى هو المطلوب الاعلى والمقصود الاقصى الا انه ينقسم الى قسمين احدهما
اور ذکر اللہ مقصود اصلی ہے اور اعلیٰ مطلب ہے لیکن اِسکی دو قسمین ہین ایک

ذكر باللسان والاخر ذكر بالجنان اما الذكر باللسان فهو ذكر ملفوظ باللسان مسموع بالاذان
زبانی ذکر اور دوسرے دل سے زبانی ذکر تو وہ الفاظ ہین جو زبان سے کہے جاتے ہین کانون سے سُنے جاتے ہین

يحصل بالحرف والصوت واما الذكر بالجنان فهو غير ملفوظ باللسان ولا مسموع بالاذان
حروف اور آواز سے پیدا ہوتے ہین اور دلی ذکر نہ زبان سے کہا جاتا ہے اور نہ کانون سے سُنائی دیتا ہے

بل هو تفكر وملاحظة القلب وهو على مراتب الذكر ولا يبعد ان يكون المراد بالذكر ههنا
بلکہ وہ صرف تفکر اور دلی غور ہے اور ذکر کا یہی سب سے بڑا مرتبہ ہے اور عجب نہین کہ اس مقام مین شارع کی مراد اس ذکر سے یہی

الذكر القلبي الفكري لانه هو الذي له هذه الفضيلة الزائدة على بذل المال والنفس لما
ذکر قلبی فکری ہو کیونکہ یہی وہ ہے جسکو جان و مال خرچ کرنے پر بھی فضیلت ہے اس لیے

جاء في الخبر تفكر ساعة خير من عبادة سبعين سنة وهو لا يحصل الا بمداومة العبد
حدیث مین آیا ہے کہ ایک گھڑی کا تفکر ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے اور یہ ذکر اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے

على الذكر باللسان مع حضور القلب حتى يتمكن الذكر في قلبه ويستولي عليه بحيث يحتاج في
جبکہ حضور دل سے ذکر زبانی کی مداومت کی جائے تاکہ ذکر اُسکے دل مین جم جائے اور اُسپر ایسا غالب ہو جائے کہ غیر اللہ کی طرف متوجہ کرنے مین

صرفه عنه الى غيره الى تكلف كما كان في ابتدائه يحتاج في قراره فيه الى تكلف لكن حصوله
تکلف ہو جیسا کہ شروع مین دل کے اندر ذکر جمانے مین تکلف ہوتا تھا لیکن اس بات کا دل مین حاصل ہونا

بهذا الوجه موقوف على معرفة الله تعالى لان من لا يعرف الله تعالى كيف يمكن
اللہ کی معرفت پر موقوف ہے کس لیے کہ جو شخص اللہ سے آشنا ہی نہین

ذكره بقلبه ولسانه وطريق معرفة الله تعالى من وجهين احدهما طريق اهل النظر
دل و زبان سے کیا ذکر کرے گا اور اللہ کے پہچاننے کے دو طریقے ہین ایک تو اہل عقل

والاستدلال وثانيهما طريق اهل الرياضة والمجاهدة فالسالكون طريق اهل النظر
اور استدلال کا طریقہ ہے اور دوسرا اہل ریاضت و مجاہدہ کا طریق ہے پھر یہ اہل نظر

والاستدلال ان التزموا ملة من ملل الانبياء فهم المتكلمون والا فهم الحكماء المشائون
واستدلال اگر مذاہب انبیا مین سے کسی مذہب کو لازم کر لین تو وہ متکلمین کہلائینگے ورنہ وہ حکماے مشائین ہین

وهم قوم من الفلاسفة اختار واطريق ارسطو وماله من البحث والبرهان ولم يكونوا

اور یہ فلسفیون کی ایک قوم ہے جنھون نے ارسطو کا طریقہ اور اسی طرح بحث و دلیل و برہان قائم کرنا اختیار کیا ہے اور یہ لوگ

من اهل الايمان والسالكون طريق اهل الرياضة والمجاهدة ان وافقوا في رياضتهم

اہل ایمان نہ تھے اور ریاضت و مجاہدہ والے اگر موافق احکام شریعت کے ریاضت

ومجاهدتهم احكام الشريعة فهم الصوفية المتشرعون والا فهم الحكماء الاشراقيون وهم قوم

و مجاہدہ کرین تو وہ صوفی باشرع ہین ورنہ حکماے اشراقی ہین اور یہ فلسفیون کی وہ قوم ہے

من الفلاسفة اختار واطريق افلاطون وماله من الكشف والعيان ولم يكونوا من اهل

جس نے افلاطون کے انداز پر کشف اور عیان کا طریقہ اختیار کیا ہے اور نہ تھے وہ

الايمان فعلى هذا يكون لكل طريق طائفتان فيكون المؤمنون العارفون بالله قسمين

اہل ایمان سے پس اس بنا پر ہر طریق کے دو گروہ ہوے سو مؤمنین عارف باللہ دو قسم کے ہوے

احدهما اهل الاستدلال والبرهان وثانيهما اهل المشاهدة والعيان لان عرفانهم به تعالى

ایک دلیل و برہان والے اور دوسرے اہل مشاہدہ و عیان والے اس لیے کہ انکی خدا شناسی

ان كان بالاستدلال بالدلائل العقلية والنقلية فهم من اهل العلم الظاهر والبرهان وان كان

اگر عقلی و نقلی دلیلون کے ذریعے سے ہو تو وہ علم ظاہر اور برہان والے ہین اور اگر

عرفانهم به تعالى بالمشاهدة بعين البصيرة فهم من اهل العلم الباطن والعيان

چشم بصیرت کے مشاہدے سے ہے تو وہ علم باطن اور عیان والے ہین

وحاصل الطريق الاول الاستكمال بالقوة النظرية والترقي في مراتبها وحصول الطريق الثاني

اور طریق اول کا حاصل یہ ہے کہ قوت نظریہ سے کمال حاصل کرکے اُسکے مراتب مین ترقی کی جائی اور دوسرے طریقہ کا خلاصہ یہ ہے

الاستكمال بالقوة العملية والترقي في درجاتها فهذه هي الكرامة الحقيقية التي تظهر من اولياء الله

کہ قوت عملیہ سے کمال حاصل کیا جائے اور اُسکے مدارج مین ترقی کی جائے اور یہی وہ کرامت حقیقی ہے جو اولیاء اللہ سے ظاہر ہوتی ہے

تعالى اذ غاية الكرامة حصول الاستقامة والوصول الى كمالها والله تعالى لو يعط العبد من الكرامة مثل

اس لیے کہ غایت کرامت یہ ہے کہ استقامت حاصل ہو اور کمال استقامت کو پہونچے اور اللہ تعالی نے بندہ کو اس سے بڑھکر کرامت نہین بخشی

ان يعينه على ما يحبه ويرضاه من التقوى والاستقامة واما الكرامة بمعنى ظهور امر خارق للعادة فلا عبرة

کہ اُسکو تقوی اور استقامت کے اس راستہ پر چلنے کی توفیق بخشی جسکو وہ پسند کرتا ہے اور وہ کرامت جو خلاف عادت امور ظاہر ہونے کے معنے مین ہے

به عند المحققين من اولياء الله تعالى لظهوره من الكفرة المرتاضين وغيرهم من اهل الرياضة مع

محققین اولیاء اللہ کے نزدیک وہ بالکل قابل اعتبار نہین ہے کیونکہ یہ کرامت کفار اور دوسرے ریاضت کش لوگون سے بھی ظاہر ہوتی ہے باوجودیکہ

فساد العمل والاعتقاد وسبب ذلك على ما ذكره بعض المدققين انه تعالى قد وضع اسبابا وناط بها

اُنکا عمل و عقیدہ دونون فاسد ہوتے ہین اور اُسکا سبب یہ ہے جو بعض باریک بینون نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالی نے کچھ اسباب بنائے ہین اور اُنپر نتائج

مسبباتها واجرى عادته ان لا يتخلف مسبب عن سببه كالاحتراق عند النار ومن جملة ذلك

مرتب کردیے ہین اور عادت الٰہی یون جاری ہے کہ مسبب اپنے سبب سے جدا نہین ہوتا جیسے جلانا آگ سے اور اسی قبیل سے

الرياضة فانه تعالى جعلها سببا لتصفية القلوب واناطها بها بحيث يوصل بها الى الكشف

ریاضت ہے کہ اُسکو اللہ تعالے نے صفاء قلب کا ذریعہ بنایا ہے اور اُسکا اس سے ایسا علاقہ قائم کیا ہے کہ اس سے کشف

ونحوه من الخوارق ولا يدل ذلك على رضائه تعالى بذلك السبب الذي هو الرياضة

اور خلاف عادت امور صادر ہوا کرین مثل کشف وغیرہ اس ریاضت کی وجہ سے اللہ تعالی کی رضامندی پر دال نہین

اذ من المعلوم قطعا ان الخوارق لیست مقتصرۃ علی المعجزۃ والکرامۃ بل قد تکون استدراجا
کیونکہ یہ بات یقینی معلوم ہے کہ خوارق معجزہ اور کرامت ہی پر منحصر نہیں ہیں بلکہ بعض اوقات استدراج بھی ہوتا ہے

ایضا فمتی صدرت ممن لہ خلل فی عملہ و اعتقادہ یحکم بکونہ استدراجا لان الکرامۃ ظہور امر خارق
پس جو وقت کہ یہ ایسے شخص سے صادر ہو جسکے عمل اور عقیدہ میں خلل ہے تو اسکو استدراج ہی کہینگے اسلیے کہ کرامت تو اسی کو کہتے ہیں کہ کوئی کام

للعادۃ علی ید عبد صالح ظاہر صلاحہ وبہذا القید الاخیر یخرج الاستدراج لانہ ظہور امر خارق
خلاف عادت ایسے نیک بندے کے ہاتھ سے ظاہر ہو جسکی پرہیزگاری ظاہر ہو اور اسی آخری قید سے استدراج خارج ہوتا ہے اس لیے کہ استدراج اسکو کہتے ہیں کہ کوئی امر خارق

للعادۃ علی ید الاشقیاء کالدجال وفرعون والجہلۃ الضالین المضلین فان الخوارق کما تقع من الاتقیاء
عادت اشقیا کے ہاتھوں ہو جائے جیسے کہ دجال اور فرعون اور گم راہ بدنہاد اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے جہلا اس لیے کہ خوارق جیسا کہ پرہیزگاروں سے ہوتے ہیں

تقع من الاشقیاء فما یظہر من ذلک علی ید من کان تحت سیاسۃ الشرع یعتبر سببا لمزید مجاہدتہ وعبادتہ
ویسے ہی اشقیا سے بھی ہوتے ہیں پس جو کچھ کہ ایسے شخص کے ہاتھ سے ہو جو مطیع فرمان شرع ہے تو یہ اسکی عبادت میں زیادہ جد وجہد کا سبب کہا جائیگا

وما یظہر من ذلک علی ید من لم یکن تحت سیاسۃ الشرع یصیر سببا لمزید بعدہ ولا
اور جبکہ کوئی ایسی بات اُس شخص کے ہاتھ سے ہو جو تابع شرع نہیں ہے تو وہ اسکی اور دوری کا سبب ہو جائیگا اور

یزال الشیطان یقویہ حتی یخلع ربقۃ الاسلام من عنقہ بانکار الحدود والاحکام
شیطان ہمیشہ اسکو قوت دیتا رہیگا یہانتک کہ اسلام کی رسی اسکی گردن سے نکلوا دیگا اور حدود اور احکام

والحلال والحرام ولہذا قال ابو یزید البسطامی لو ان رجلا مشی علی الماء او یربع فی الہواء فلا
اور حلال وحرام سے انکار کرا دیگا اسی لیے ابو یزید بسطامی نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص پانی پر چلتا ہو یا ہوا میں پالتھی مار کر بیٹھے تو

تغتروا بہ حتی تنظروا کیف تجدونہ فی الامر والنہی ومراعاۃ الشریعۃ وقیل لہ فلان
اُسکے فریب میں نہ آجانا جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ وہ امر و نہی اور پابندی شریعت میں کیسا ہے کسی نے اُن سے کہا کہ فلاں شخص

یمر فی لیلۃ الی مکۃ فقال الشیطان یمر فی لحظۃ من المشرق الی المغرب وہو فی لعنۃ اللہ تعالی
ایک رات میں مکۂ معظمہ پہونچ جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ شیطان ایک لحظہ میں مشرق سے مغرب پہونچ جاتا ہے حال آنکہ وہ ملعون ہے

فعلی ہذا کل من یظہر فیہ شیء من الخوارق لا یجوز ان یظن انہ من اولیاء اللہ تعالی لانہ کما
اس بنا پر ہر شخص کو جس سے کچھ بھی خوارق ظاہر ہوں اولیاء اللہ میں سے سمجھ لینا جائز نہیں ہے کیونکہ جیسا

یجوز ان یکون من اولیاء اللہ تعالی یجوز ان یکون من اعداء اللہ تعالی لاحتمال کون ظہورہا
اُسکا اولیاء اللہ میں سے ہونا ممکن ہے اسی طرح دشمن خدا بھی ہونا ممکن ہے اس لیے کہ شاید وہ امر محض ریاضت

فیہ بمقتضی الریاضۃ او اراءۃ الشیطان فان الشیطان یخیل للانسان الامور بخلاف ما ہی علیہ
یا فریب ابلیس سے ہوا ہو کیونکہ شیطان بعض امور کو ایسا سمجھا دیتا ہے کہ وہ فی الواقع ویسے نہیں ہوتے

ویریہ الاشیاء الباطلۃ فی صورۃ الحق فمنہم من یاتیہم بعض الاشخاص فتخاطبہم ویتمثل لہم
اور باطل چیزیں حق کی صورت میں دکھاتا ہے بعض ایسے لوگ ہیں کہ جنکے پاس شیطان بصورت انسان آتا ہے اور اس طرح باتیں کرتا ہے کہ وہ اسکو

ویظنونہا ملائکۃ وہی الجن والشیاطین وکان اول من ظہر لہ من ہؤلاء فی الاسلام
فرشتۂ آسمانی سمجھتے ہیں حال آنکہ وہ جن اور شیاطین ہوتے ہیں اور اسلام میں سب سے پہلے ایسا شخص

المختار ابن ابی عبید اللہ الثقفی الذی اخبر بہ النبی علیہ الصلوۃ والسلام فی الحدیث الصحیح
مختار بن ابی عبید اللہ ثقفی ہوا ہے جسکی خبر آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے حدیث صحیح میں دی ہے

وقال سیکون فی ثقیف کذاب وقیل لابن عمر وابن عباس ان المختار یزعم انہ ینزل
اور اسطرح فرمایا کہ عنقریب ثقیف میں ایک جھوٹا ہوگا کسی نے حضرت عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس سے کہا کہ مختار کو یہ خبط ہوگیا ہے کہ مجھپر وحی نازل ہوتی ہے

علیہ فقال لا اصدق قال اللہ تعالی اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰی اَوْلِیٰٓئِهِمْ لِیُجَادِلُوْکُمْ وقال اللہ تعالی
آپ نے فرمایا وہ جھوٹا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑا کریں دوسری جگہ فرماتا ہے

هَلْ اُنَبِّئُکُمْ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیٰطِیْنُ تَنَزَّلُ عَلٰی کُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ وکثیر ممن ینسب الی الاسلام
کیا میں تمھیں بتادوں کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں وہ ہر جھوٹے گنہگار پر نازل ہوتے ہیں اور بہتیرے وہ لوگ جو بظاہر مسلمان

فی الظاهر وهو بریٔ منه فی الباطن یکون له نصیب من هذه الاحوال الشیطانیة بحسب
کہلاتے ہیں اور باطن انکا اسلام سے خالی ہے اون کو ان شیطانی حالات سے حصہ ملتا ہے جس قدر

موالاته للشیطان ومعاداته للرحمن ویصیبهم فتنة بین الانام وبعضهم وان کانوا صادقین
اُن کو شیطان سے ربط اور رحمن سے عداوت ہو اور خلقت کے لیے فتنہ ہوتے ہیں اور بعضے گرچہ اپنے معاملہ میں

فی معاملتهم وکان لهم عبادة واجتهاد فی العمل لکنهم لقلة علمهم بحقائق الایمان
سچے ہوں اور عبادت اور مجاہدہ عمل بھی کرتے ہیں لیکن چونکہ اونکو ایمان کی حقیقتوں کا علم کم ہے

وعدم تمیزهم ما هو من احوال الشیطان وامور الرحمن یلتبس علیهم الامر ویقعون فی شبکة
اور شیطانی اور رحمانی باتوں کی تمیز سے مجبور ہیں اُونکو شبہہ پڑجاتا ہے اور شیطان کے جال میں پھنس جاتے ہیں

الشیطان ویدعون کشفا ینافض العقل والشرع ویقولون قد ثبت عندنا فی الکشف ما
اور ایسے کشف کا دعوی کرنے لگتے ہیں جو عقل اور شرع دونوں کے خلاف ہو اور کہتے ہیں ہمکو کشف کے ذریعے وہ بات معلوم ہوتی ہے

ینافض صریح العقل والشرع وهم قوم لا یتعمدون الکذب لکن یخیل الیهم اشیاء ینفق وجودها
جو صریح عقل اور شرع کے مخالف ہے یہ وہ لوگ ہیں جو قصداً جھوٹ نہیں بولتے لیکن اُنکو وہ چیزیں دکھائی جاتی ہیں جو خارج میں نادر الوجود ہیں

فی الخارج ویظنونها من کرامات الصالحین ولا یعرفون انها من تلبیسات الشیاطین فان
اور اُن کو وہ صلحا کی کرامت خیال کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ وہ شیاطین کے فریب ہیں بے شک

کثیرا من الناس یظنون انهم من اولیاء اللہ تعالی وهم لیسوا من اولیاء اللہ تعالی بل هم
بہتیرے لوگ اپنے کو اولیاء اللہ سمجھتے ہیں حالانکہ وہ اولیاء اللہ نہیں بلکہ وہ

من اولیاء الشیطن فان اولیاء اللہ تعالی هم الذین وصفهم اللہ تعالی فی کتابه وقال اَلَآ اِنَّ
شیطان کے دوست ہوتے ہیں اس لیے کہ اولیاء اللہ وہی ہیں جنکی تعریف خداوند عالم نے قرآن شریف میں کی ہے اور فرمایا ہے کہ جو

اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ وقال فی آیة اخری اِنْ
اللہ کے دوست ہیں نہ اُنپر خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے جو ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے دوسری آیت میں فرماتا ہے

اَوْلِیَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ فبین سبحانه وتعالی فی هاتین الآیتین ان اولیاءه هم المتقون ولیس
اُسکے دوست وہی لوگ ہیں جو اُس سے ڈرتے ہیں ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالی نے بیان کردیا کہ اُسکے دوست وہی لوگ ہیں جو پرہیزگار ہیں اور

لهم فی الظاهر من الامور المباحة شیٔ یتمیزون به عن الناس فلا یتمیزون بلباس دون لباس
ظاہر میں مباح چیزوں میں سے اُنکے لیے کوئی خاص چیز معین نہیں ہے جس سے وہ اور لوگوں سے ممتاز ہوں نہ کوئی خاص لباس ہے کہ دوسرا لباس نہ پہنیں

اذا کان کل منهما مباحا بل یوجدون فی جمیع اصناف امة محمد اذا لم یکونوا من اهل البدعة
جبکہ دونوں قسم کے لباس مباح ہوں بلکہ یہ لوگ امت محمدی کے ہر قسم کے لوگوں میں پائے جاتے ہیں بشرطیکہ بدعتی

واهل الفجور ولیس من شرط الولی ان یکون معصوما لا یغلط ولا یخطأ ولهذا لا یجوز
اور بدکار نہوں اور ولی کے لیے یہ شرط بھی نہیں ہے کہ وہ معصوم ہو کہ غلطی نہ کرے نہ خطا کرے اور اسی لیے یہ درست نہیں ہے

له ان یعتمد علی ما یلقی الیه فی قلبه ولا علی ما یقع له مما یراه الهاما او خطابا من الحق بل یجب علیه
کہ اُسکے دل میں جو خطرہ گذرے یا جو بات اُسکو بطور الہام یا خطاب الٰہی کے معلوم ہو اُسپر بھروسا کر بیٹھے بلکہ اُسکو چاہیے

ان یعرض ذلک کلہ علی ما جاء بہ النبی علیہ الصلوۃ والسلام فان وافقہ یقبلہ وان خالفہ
کہ اس قسم کی باتون کو احکام شریعت سے ملائے اگر اُن سے مطابق ہون تو اُنکو قبول کرکر اور اگر اُنکے مخالف ہون

لا یقبلہ وان لم یعلم انہ موافق او مخالف یتوقف فیہ والناس فی ھذا الباب یغلطون کثیرا
تو ہرگز نہ قبول کرکر اور اگر موافقت اور مخالفت کا پتا نہ چلے تو توقف کرے اور عام لوگ اس معاملہ مین بڑی غلطیان کرتے ہین

ویظنون فی شخص انہ ولی ویعتقدون ان الولی یقبل منہ کل ما یقول ویسلم الیہ
اور بعض اشخاص کو ولی سمجھ لیتے ہین اور یہ اعتقاد کر لیتے ہین کہ ولی جو کچھ کہے سب قبول ہو اور جو کچھ کرے

فی کل ما یفعل وان خالف الکتاب والسنۃ ویوافقون ذلک الشخص ویخالفون ما بعث اللہ
سب ٹھیک ہو اگرچہ قرآن وحدیث کے خلاف ہو یہ لوگ اس شخص کے تو فرمانبردار رہتے ہین اور اُسکی مخالفت کرتے ہین جسکے لیواللہ نے

بہ رسولہ الذی فرض علی جمیع الخلق تصدیقہ فیما اخبر وطاعتہ فیما امر فیجر ھم مخالفتہم
اپنے رسول کو بھیجا جنکی خبر کو سچ جاننا اور اُنکے ارشاد کی تعمیل کرنا تمام عالم پر فرض ہے بس ایسے لوگون کو

للرسول وموافقتہم لذلک الشخص اولا الی البدعۃ والعصیان واخرا الی الکفر والطغیان ویکونون
پیغمبر کی مخالفت اور اس شخص کی پیروی پہلے تو بدعت اور نافرمانی کی طرف کھینچ لے جاتی ہے اور آخر کار کفر اور سرکشی تک پہونچا دیتی ہے اور

من الذین قال اللہ تعالی فیہم وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ
اُن لوگون سے ہو جاتی ہین جن کی نسبت خداوند عالم یون ارشاد فرماتا ہے اور جس دن ظالم اپنے ہاتھون کو کاٹ کاٹ کھائیگا اور کہیگا کاش مین نے رسول کا طریقہ اختیار کیا ہوتا

سَبِيلًا ۝ يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۝ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۗ وَكَانَ الشَّيْطَانُ
ہاے افسوس کاش مین فلان کو اپنا دوست نہ بنا تا جسنے مجکو بھٹکا دیا نصیحت سے جبکہ مجکو پہونچ چکی تھی اور شیطان

لِلْإِنسَانِ خَذُولًا ۝ بل یکونون مشابھین النصاری الذین قال اللہ تعالی فیہم اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ
آدمی کو دغا دینے والا ہے بلکہ وہ لوگ اُن نصاری کے مشابہ ہین جنکے بارہ مین جناب باری یون ارشاد فرماتا ہے بجای اللہ کے اپنے عالمون

وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ قال عدی بن حاتم للنبی علیہ الصلوۃ والسلام ما عبدوھم
اور درویشون کو اپنا رب قرار دیا عدی بن حاتم نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ نصاری اُنکی پرستش تو نہین کیا کرتے تھے

فقال النبی علیہ الصلوۃ والسلام اطاعوھم فمن اطاع احدا فیما لم یاذن بہ اللہ تعالی فقد عبدہ واتخذہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُنکی اطاعت تو کی ہے اور جو خلاف حکم خدا کے اطاعت کرکر تو اُسنے گویا اُسکی پرستش کی اور اُسکو اپنا معبود

ربا فاذن کل من خالف شیئا مما جاء بہ الرسول مقلدا فی ذلک لمن یظن انہ ولی وان الولی لا یخالف
بنایا پس اب جو شخص پیغمبر علیہ السلام کے ارشاد کے کچھ بھی خلاف کرکر اور کسی دوسرے کی پیروی کرے یہ خیال کرکے کہ یہ ولی ہے اور ولی کا

فی شیء مما یصدر عنہ من الاقوال والافعال فھو ضال وعمدۃ ھؤلاء فی ذلک انھم یرون قد یقع
کوئی قول وفعل خلاف نہین تو وہ گمراہ ہے اور اُن لوگون کی بڑی دلیل یہ ہے کہ جب یہ لوگ دیکھتے ہین

من شخص مکاشفۃ فی بعض الحالات او شیء من خوارق العادات مثل ان یطیر فی الھواء او یمشی
کہ کسی شخص سے بعض حالات کا کشف ظاہر ہوا یا کوئی امر خارق ظاہر ہوا مثلاً ہوا مین اُڑتا ہے یا

علی الماء ویخبرھم بحال غائبھم او بما سرق لھم او غیر ذلک ویستدلون بھذا الامر علی ولایتہ
پانی پر چلتا ہے یا غائب شخص کا حال بتلا دیتا ہے اور چوری وغیرہ کا پتا دیتا ہے تو ایسی باتون سے اُسکو ولی قرار دیتے ہین

ولا یجوزون مخالفتہ مع ان تلک الامور وامثالھا قد توجد فی شخص لا یطھر بالطھارۃ الشرعیۃ
اور اُسکی مخالفت جائز نہین سمجھتے باوجودیکہ اس قسم کی باتین بعض اوقات ایسے شخص مین بھی پائی جاتی ہین جو بالکل نجس ہوتا ہے

ولا ینظف النظافۃ الدینیۃ وقد روی انہ علیہ السلام قال ان اللہ نظیف یحب النظافۃ و
اور موافق دین ومذہب کے پاک وصاف نہین رہتا ہے حالانکہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ پاکیزہ ہے اور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے اور

فی حدیث اخر انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا وذلک الشخص لا یغتسل
دوسری روایت مین ہر کہ حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اللہ طیب ہر اور طیب کو قبول کرتا ہر اور وہ شخص نہ کبھی نہاتا ہے
ولا یتوضأ ولا یصلی الصلوۃ المکتوبۃ بل یکون ملابسا للنجاسات ومعاشرا للکلاب ویاوی
نہ وضو کرتا ہر نہ فرض نماز پڑھتا ہر بلکہ نجاست مین لتھڑا رہتا ہے اور کتون سے ملا جلا رہتا ہے اور
المزابل ومواضع النجسۃ التی یحبہا الجن والشیاطین فکیف یکون ولیا فان الولی علی ما
کوڑے وغیرہ نجس مقامات مین پڑا رہتا ہر کہ جنکو جنات اور شیطان کے سوا کوئی پسند نہین کرتا بھلا وہ شخص کیونکر ولی ہو سکتا ہر اس لیے کہ ولی
ذکر فی الکتب الکلامیۃ ہو العارف باللہ وصفاتہ المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی
موافق مضمون کتب عقائد کے وہ ہر جو خدا اور اُسکے صفات کو جانتا ہو عبادت الٰہی سے کبھی غافل نہ رہتا ہو اور گناہون
والمحرمات المعرض عن الانہماک فی اللذات والشہوات لا الملابس للنجاسات ولا المعاشر للکلاب
اور حرام باتون سے بچتا رہتا ہو لذات اور شہوات نفسانی مین پھنسنے سے پرحذر ہو نہ نجاست سے آلودہ ہو اور نہ کتون سے میل رکھے
ولا التارک للصلوۃ وسائر العبادات ولا المجنون المعدوم العقل المکشوف العورۃ العاری من
نہ نماز اور دیگر عبادات کا تارک ہو نہ مجنون بے عقل ننگ دھڑنگ کہ بدن پر لتا نہین
الثیاب وبسبب عدم التمییز بین اولیاء اللہ تعالی والمتشبہین بہم من اولیاء الشیاطین وقع الناس
اور اولیاء اللہ اور اولیاے شیطان مین تمیز نہ ہونے کی وجہ سے عوام
فی البلاء فحسبوا کل خارق کرامۃ وولایۃ ولم یفرقوا بین کرامات الاولیاء وما یشبہہا من
مبتلاے بلا ہو گئے اور ہر نئی بات کو کرامت اور ولایت سمجھنے لگے اور کرامات اولیا اور شیطانی حالات اسکو مشابہ ہین دونون مین
الاحوال الشیطانیۃ ولا بد من فرق بینہما لئلا یقع الناس فی البلاء وہو ان کرامات الاولیاء
فرق نہ کر سکے حالانکہ ان دونون مین فرق کرنا ضروری ہر تاکہ عام لوگ بلا مین نہ پھنس جائین اور وہ یہ ہر کہ اولیاء اللہ کی کرامتین
سببہا الایمان والتقوی علی ما فہم من قولہ تعالی اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ
ایمان اور تقوے کے سبب سے ہوتی ہین چنانچہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہر سُنو جو لوگ اللہ کے دوست ہین اُنکو نہ کوئی ڈر ہر نہ وہ غم کھائین گے
اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ واما الاحوال الشیطانیۃ فسببہا ارتکاب ما نہی اللہ تعالی ورسولہ فان
وہ لوگ جو کہ ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے اور شیطانی حالات حرام کام کرنے کی وجہ سے ہوتے ہین جنکو اللہ اور رسول نے منع فرمایا ہر کیونکہ جو امور
الخوارق اذا کانت لا تحصل الا بما یحبہ الشیطن من الامور التی فیہا الشرک او الظلم او فعل
خارق ایسی ہی کا موجب ہوتے ہین جنکو شیطان پسند کرتا ہر اور جنمین شرک اور ظلم اور
الفواحش فہی من الاحوال الشیطانیۃ لا من الکرامات الرحمانیۃ فان اولیاء اللہ تعالی ہم المؤمنون
فحش ہوتا ہر تو بیشک وہ احوال شیطانی ہین کرامات رحمانی نہین اس لیے کہ اولیاء اللہ تو مؤمن
المتقون العارفون باللہ المقتدون برسولہ فیفعلون ما امر وینتہون عما زجر ولہم کرامات و
متقی عارف باللہ پیرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین سو وہ وہی کام کرتے ہین جسکا حکم ہوا اور ان باتون سے بچتے ہین جو منع ہین اونکی ہی کے لیے کرامات ہین اور
کراماتہم حجۃ فی الدین حیث یکون حصولہا ببرکۃ اتباع رسول رب العالمین وہی فی الحقیقۃ
اُنکی کرامات دین مین حجت بھی ہر کیونکہ پیغمبر خدا کی پیروی کی برکت سے حاصل ہوتی ہر اور وہ فی الحقیقت
یکون من معجزاتہ علیہ الصلوۃ والسلام بخلاف الاحوال الشیطانیۃ فانہا انما تحصل باتباع
آنحضرت صلعم کے معجزات سے ہوتے ہین برخلاف شیطانی حالات کے جو محض
الجن والشیاطین کما حصلت لکثیر ممن حکیت عنہم ہذہ الاحوال منہم عبد اللہ بن صیاد
جن اور شیطان کی پیروی سے حاصل ہوتے ہین چنانچہ یہ بات بہت لوگون کو حاصل ہوئی جنکی حکایتین مشہور ہین اُن مین سے ایک عبد اللہ بن صیاد سے

الذی ظهر فی زمن النبی صلی الله علیه وسلم وظن بعض الصحابة انه الدجال وتوقف النبی
جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین ظاہر ہوا تھا اور بعض صحابہ نے اُسکو دجال گمان کیا تھا اور آنحضرت نے بھی اُسکے باب مین توقف فرمایا تھا

علیه الصلوٰة والسلام فی امره حتی تبین له انه لیس الدجال وانما هو من جنس الکهان والکهان یکون
بالآخر یہ بات کھل گئی کہ وہ دجال نہین ہے بلکہ کاہنون مین سے ہے اور کاہنون مین سے

لاحدهم قرین من الجن یخبره بکثیر من المغیبات مما یسترقه من السمع مع خلط الصدق بالکذب
کسی کا یار جن ہوتا ہے سو اُنکو غیب کی خبرین چوری سے سُنکر جھوٹ سچ ملاکر بتایا کرتا ہے

ومنهم الاسود بن العنسی الذی ادعی النبوة وکان له من الجن من یخبره ببعض الامور الغائبة فلما
اور ایک اُن مین سے اسود بن عنسی ہے جس نے دعویٰ نبوت کیا تھا اور اُسکو پاس بھی ایک جن تھا جو اُسکو بعض امور غیب کی خبرین دیا کرتا تھا پس جب

قاتله المسلمون لیقتلوه خافوا من الشیاطین ان یخبروه بما یقولون فیه حتی اعانت علیه امرأته
مسلمان اُسکے قتل کے لیے مقابل ہوگئے تو شیاطین سے یہ اندیشہ ہوا کہ کہین اُسکو اس ارادہ سے آگاہ نہ کردین یہان تک کہ اُسکی جورو کو

حین تبین لها کفره فقتلوه ومنهم مسیلمة الکذاب الذی کان معه من الجن من یخبره من
جب اُسکا کفر ثابت ہوا تو اُسنے مدد دی تب اُسکو قتل کیا اور ایک اُن مین سے مسیلمۂ کذاب ہے اُسکے ساتھ بھی ایک جن تھا جو پوشیدہ حال بتایا کرتا تھا

المخفیات ویعینه علی بعض الحاجات ومنهم الحارث الدمشقی الذی خرج بالشام فی زمن عبد الملک
اور بعض ضرورتون مین اُسکی مدد کرتا تھا اور ایک حارث دمشقی ہے جو عبد الملک بن مروان کے زمانہ مین ملک شام مین ظاہر ہوا تھا

ابن مروان وادعی النبوة وکان شیطانه یخرج رجله من القید ویمنع السلاح ان ینفذ فیه وکان
اور نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اُسکا یار شیطان اُسکا پاؤن زنجیر سے الگ کر دیتا تھا اور کسی ہتھیار کا اُسکے جسم پر اثر نہین ہونے دیتا تھا

یری الناس شخصا رکبانا فی الهواء ویقول هی الملائکة وانما هی الجن والشیاطین فلما امسکه
اور چند شخص ہوا پر سوار لوگون کو دکھا کر کہتا تھا کہ یہ فرشتے ہین اور در حقیقت وہ جن وشیاطین ہوتے تھے جب مسلمانون نے اُسکو بغرض قتل گرفتار کیا تو ایک

المسلمون لیقتلوه طعنه رجل بالرمح ولم ینفذ فیه الرمح فقال له عبد الملک انک لم تسم الله تعالی
شخص نے برچھی ماری لیکن ذرا بھی اثر نہ ہوا تو عبد الملک نے کہا تم نے بسم اللہ کہکر نہین مارا

فسمی الله تعالی فطعنه فقتله ومن غیر هؤلاء المذکورین من یحمله شیطانه عشیة عرفة الی
پھر بسم اللہ کہی پھر برچھی چبھو دی تو مار ڈالا اُن لوگون کے سوا جنکا ذکر ہوا ایک شخص اور تھا جسکو اُسکا شیطان شب عرفہ کو عرفات پہونچا دیتا تھا

عرفات ولا یحج الحج الشرعی الذی امر الله ورسوله به حیث لا یحرم عند المیقات ولا یلبی فیها
اور حج شرعی جسکا حکم خدا ورسول نے دیا ہے نہ ادا کرتا تھا کیونکہ نہ احرام باندھتا تھا نہ لبیک کہتا

ولا یقف لمزدلفة ولا یطوف بالبیت ولا یسعی بین الصفا والمروة ولا یرمی الجمار بل یقف بثیابه ثم
اور نہ مزدلفہ مین ٹھہرتا نہ بیت اللہ کا طواف کرتا اور نہ مابین صفا ومروہ دوڑتا نہ رمی جمار کرتا بلکہ تھوڑا سا توقف کرکے

یرجع من لیلته وهو یصیر کمن یحضر الجمعة ویصلی بلا وضوء ومنهم من یستغیث بالمخلوق سواء
اُسی رات کو واپس جاتا اُسکی حالت ایسی تھی کہ جیسے کوئی شخص جمعہ مین حاضر ہو اور بلا وضو نماز پڑھے اور بعض لوگ مخلوق سے فریاد کرتے ہین

کان المخلوق حیا ومیتا او مسلما او غیر مسلم ویتصور الشیطان بصورته ویقضی حاجة
خواہ وہ زندہ ہو خواہ مردہ مسلمان ہو یا کافر اور شیطان اُس کی صورت بنکر آتا ہے اور

من یستغیث به فیظن اولئک المسلمون انه من استغاث به ولیس کما ظن بل انما هو
مستغیث کی ضرورت پوری کر دیتا ہے پس وہ مسلمان یہ گمان کرتے ہین کہ یہ وہی ہے جس سے فریاد کی تھی حالانکہ یہ گمان صحیح نہین ہے بلکہ وہ

الشیطان اضله لما اشرک بالله فان الشیطان یضل بنی آدم بحسب قدرته فانهم اذا اعانهم
شیطان ہے گمراہ کرتا ہے اُسکو جو اللہ کا شریک بتاتا ہے اس لیے کہ شیطان تو اپنی قدرت بھر بنی آدم کو گمراہ کرتا ہے پس شیطان جبکہ انسان کے مقصد مین مدد دیتا ہے

على مقاصدهم فهم يضرهم اضعاف ما ينفعهم فان من كان منتسبا الى الاسلام اذا استغاث
تو نفع سے کئی حصہ زیادہ نقصان پہونچاتا ہے پھر جو شخص اسلام کی طرف منسوب ہے جبکہ وہ

ممن يحسن به الظن من شيوخ المسلمين يجئ اليه الشيطان في صورة ذلك الشيخ فان الشيطان
ایسے ماننے ہوئے پیر سے جسپر اچھا اعتقاد ہے فریاد کرتا ہے تو شیطان اُسکے پاس اُسی شیخ کی صورت مین آتا ہے کیونکہ شیطان

كثيرا ما يجئ على صورة الصالحين ولا يقدر ان يتمثل بصورة رسول رب العالمين ثم ان ذلك
اکثر اوقات صلحا کی صورت بن جاتا ہے اور یہ مجال نہین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل بن سکے پھر وہ

الشيخ المستغاث به ان كان ممن له علم لا يخبره الشيطان باقوال اصحابه المستغيثين به
پیر جس سے فریاد کی تھی اگر ذی علم ہوتا ہے تو اُس سے شیطان اُسکے فریاد کرنے والے معتقدین کا حال نہین بیان کرتا

وان كان ممن لا علم له يخبره باقوالهم وينقل اليهم كلامه فيظن اولئك الجهلة ان الشيخ سمع
اور اگر بے علم ہوتا ہے تو اُس سے اُنکے اقوال بیان کر دیتا ہے اور اُنکو پیر کا پورا کلام سُنا دیتا ہے تو وہ جاہل سمجھتے ہین کہ شیخ نے ہماری بات سُنکر

اصواتهم واجابهم مع بعد المسافة وليس كذلك بل انما هو بتوسط الشيطان وقد روى عن
جواب دیا ہے باوجودیکہ فاصلہ بہت ہے اور حقیقت مین ایسا نہین ہے بلکہ یہ سوال و جواب بواسطۂ شیطان کے ہے چنانچہ

بعض المشائخ الذين قد جرى لهم مثل ذلك بصورة المكاشفة والمخاطبة انه قد يرى لي شئ براق
بعض مشائخ سے جنکو یہ معاملہ مکاشفہ اور مخاطبہ کی صورت مین پیش آیا مروی ہے کہ مجھکو کبھی کوئی چمکتی ہوئی چیز

مثل الماء او الزجاج ويمثل لي فيه ما يطلب مني من الاخبار فاخبر الناس به وبهذا الوجه يصل
مثل پانی یا شیشہ کے نظر آتی ہے اور جو باتین مجھ سے دریافت کی جاتی ہین وہ اُسمین منقش ہو جاتی ہین پس مین لوگون کو بتا دیتا ہون اور اسی طرح

الى كلام من يستغيث بي من اصحابي فاجيبه فيصل اليه جوابي وكثير من هذه الخوارق يحصل
فریادی کی بات مجھ تک آتی ہے اور مین جو جواب دیتا ہون وہ اُنکو پہونچ جاتا ہے اور اس قسم کے بہتیرے خوارق

لكثير من الشيوخ الذين لا يعلمون الكتاب والسنة ولا يعملون بهما فان الشيطان
اکثر اُن مشائخ کو حاصل ہو جاتے ہین جو قرآن و حدیث کا نہ علم رکھتے ہین نہ اُسپر عمل کرتے ہین کیونکہ شیطان

كثيرا ما يلعب بالناس ويريهم الاشياء الباطلة في صورة الحق فمن كان بصيرا بحقائق
لوگون سے بسا اوقات ایسے ہی تماشے کیا کرتا ہے اور اُنکو باطل چیزین حق کے پیرایہ مین دکھایا کرتا ہے پس جو شخص کہ ایمان کی حقیقتون سے واقف ہے

الايمان وخبيرا بشرائع الاسلام يعلم انه من مكر الشيطان ويستعيذ بالله تعالى منه
اور احکام دینی سے آگاہی رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ شیطان کا مکر ہے اور ایسی باتون پر اعوذ باللہ کہتا ہے

ومن لم يكن من اهل المعرفة واليقين يغتر به ويكون من الهالكين واعظم ما يقوى به
اور جسمین معرفت اور یقین نہین وہ دھوکا کھا جاتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے اور سب سے بڑی چیز جس سے یہ شیطانی حالات اور بھی قوت پکڑتے ہین

الاحوال الشيطانية سماع الغناء اذ هو سماع المشركين الذين قال الله تعالى في حقهم وما كان
وہ گانا سُننا ہے اس لیے کہ یہ سماع اُن مشرکین کا کام ہے جنکے حق مین اللہ تعالے فرماتا ہے اور

صَلوٰتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً قال ابن عباس وغيره من السلف التصدية
بیت اللہ کے پاس تالی اور سیٹی بجانا ہی اُنکی نماز ہے ابن عباس اور سلف فرماتے ہین کہ تصدیہ

التصفيق باليد والمكاء الصفير وكان هذا مما اتخذه المشركون عبادة فمن يؤثر سماع
کے معنی تالی بجانے کے ہین اور مکاء کے معنے سیٹی کے ہین اور اسی کو مشرکون نے عبادت قرار دے رکھا تھا سو جو شخص راگ سُننا اختیار کرتا ہے

الغناء فهذا من علامة كونه من اولياء الشيطان لا من اولياء الرحمن اذ لم يجتمع النبي
تو یہ شیطان کے دوست ہونے کی علامت ہے رحمن کے دوست ہونے کی علامت نہین ہے اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

عليه السلام واصحابه على استماع الغناء فقد بل [illegible]
اور آپکے اصحاب کو کبھی گانا سننے کا اتفاق نہیں ہوا بلکہ جملہ صحابہ اور تابعین [illegible]

الذين لم يجعلوا هذا طريقا الى الله تعالى ولم يعدوه من القرب والطاعات بل عدوه من
اُسکو اللہ سے ملنے کا ذریعہ نہیں بنایا اور اسکو نزدیکی خدا اور عبادتون مین نہین شمار کیا بلکہ اُسکو بدعت اور گناہون مین شمار کیا ہو

البدعة والمنكرات حتى قال ابن مسعود الغناء ينبت النفاق فى القلب كما ينبت الماء البقل فمن
چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ غنا قلب مین اس طرح نفاق پیدا کرتا ہو جس طرح پانی ترکاری کو اُگا تا ہے پس

كان من اهل المعرفة التى هى كمال الولاية يعرف ان للشيطان فيه نصيبا وافرا ومن كان من
جو شخص اہل معرفت ہو جس کا نام کمال ولایت ہو وہ جانتا ہو کہ غنا مین بڑا حصہ شیطان کا ہے اور جو شخص

المعرفة ابعد يكون فيه نصيب للشيطان اكثر فانه بمنزلة الخمر يؤثر فى النفوس اكثر من
کہ معرفت سے بہت دور ہو اُسمین شیطان کا اور بھی زیادہ حصہ ہو اس لیے کہ وہ بمنزلۂ شراب کی ہو کہ نفوس مین خراب سے زیادہ تاثیر کرتا ہے

تاثير الخمر ولهذا اذا قوى سكر اهله ينزل اليهم الشيطان ويتكلم على السنة بعضهم ويحمل
اور اسی لیے جب نشہ مین چور ہو جاتے ہین تو اُنپر شیطان نازل ہوتا ہو کسی کے مُنھ سے بولتا ہو اور کسی کو اُچھالتا ہے اور

بعضهم فى الهواء ويظن الجهال ان هذا من كرامات الاولياء وليس كذلك بل انما هو من
کسی کو ہوا مین مُعلّق اُٹھا لیتا ہو اور جہلا اسکو کرامات اولیا مین سے سمجھتے ہین حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ وہ محض

الاحوال الشيطانية ولذلك اذا قرئ هناك ما يطرد الشيطان مثل اية الكرسى وغيرها
شیطانی باتین ہین اسی لیے اگر اُسوقت وہان پر وہ آیتین پڑھو جن سے شیطان بھاگتا ہو مثلاً آیۃ الکرسی وغیرہ

ينصرف عنه فيسقط كما جرى ذلك لغير واحد فان التوحيد يطرد الشيطان حتى حكى ان بعضهم
تو شیطان بھاگ جاتا ہو اور وہ شخص گر پڑتا ہے چنانچہ لوگون کو ایسا بارہا ہوا ہو کیونکہ توحید شیطان کو بھگا دیتی ہو کہتے ہین کہ ایک شخص

حمل فى الهواء فقال لا اله الا الله فسقط فلما كان الخوارق كثيرا ما ينقص بها درجة الرجل كان
ہوا مین اُٹھا لیا گیا تو اُس نے لا الٰہ الا اللہ کہا تو فوراً گر پڑا اور چونکہ خوارق سے اکثر آدمی کا درجہ گر جاتا ہے

كثيرا من الصالحين يفر منها ويستغفر الله ويتوب اليه كما يستغفر من الذنوب ويتوب عنها
اس لیے بہت سے صلحا اُس سے بھاگتے ہین اور اللہ سے اس طرح استغفار و توبہ کرتے ہین جس طرح گناہون سے توبہ و استغفار کرتے ہین

وقد كان نعرض على بعضهم فيسأل زوالها والمشائخ كلهم كانوا ينفرون المريدين السالكين
اور بعضون کو جو ایسی حالت پیش آتی تھی تو دعا کرتے تھے کہ خداوندا اسکو سلب کر دے اور مشایخ تو سب ہی اپنے مریدین سالکین کو

غاية التنفير من الميل اليها فان السالك القاصد لرؤية الاشياء وحصول الخوارق واقع فى شبكة
اس طرف توجہ کرنے سے غایت درجہ نفرت دلاتے تھے اس لیے کہ جو سالک کشف اور کرامات کا ارادہ رکھتا ہو

الشيطان فاللازم له ان يخلص نفسه من الميل اليها اذ لا طائل تحتها بل اذا وقعت له
وہ شیطان کے جال مین پھنس جاتا ہے پس لازم ہے کہ اس رغبت سے اپنے نفس کو روکے اس لیے کہ یہ بالکل بے سود ہو بلکہ اگر یہ حالت بلاخواہش ہو جائے

بلا طلب منه يخاف عليه الاستدراج ولهذا قال بعض الكبار اذا دخل سالك فى بستان
تو استدراج کا اندیشہ ہو اور اسی لیے بعض بزرگون نے کہا ہے کہ اگر کسی سالک کا گذر کسی باغ مین ہو

وقالت طيور اشجار ذلك البستان بالسنة فصيحة السلام عليك يا ولى الله فان لم يتفطن
اور اُس باغ کے درختون کے پرند فصیح زبانون سے السلام علیک یا ولی اللہ کہین پس اگر وہ اُسکو مکر نہ سمجھے

انه مكر به فقد مكر ولم يشعر هذا التنفير من المشائخ عند ظنهم انها كرامات فكيف اذا تعين كونها
تو بیشک وہ اس دھوکے مین آگیا اور اُسکو خبر نہین اور بزرگون کی یہ نفرت اُس وقت ہو کہ جب وہ اُسکو کرامات جانتے ہون چہ جائے کہ

من الجن والشياطين وكثير من الناس لا يعرفون انها من الجن والشياطين بل يظنون انها من كرامات الصالحين
اُن کا جن اور شیطان سے ہونا یقینی طور سے معلوم ہو جاوے اور بہتیرے لوگ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ وہ جن اور شیطان کی جانب سے ہے بلکہ وہ اُسکو بزرگون کی کرامت سمجھکر

فيفتنون بها ويكونون من الخاسرين ولا يعلمون الكرامة الحقيقة انما هو حصول الاستقامة والوصول الى كمالها
فتنے مین پھنستے ہین اور خسارہ اُٹھاتے ہین اور حقیقی کرامت کو جانتے ہی نہین جو کہ استقامت کا حاصل ہونا اور اُسکے کمال تک پہونچنا ہے

ومرجعها الى امرين صحة الايمان بالله تعالى واتباع ما جاء به من رسول ظاهرا وباطنا فالواجب على العبد
اور اُسکی بنا دو امرون پر ہے صحیح ایمان ہونا اللہ تعالی پر دوسرے ظاہر و باطن مین رسول کے فرمان کی پیروی کرنا پس بندے پر واجب ہے

ان لا يحرص الا عليهما ولا يكون له همة الا في الوصول اليهما واما الكرامة بمعنى ظهور امر خارق
کہ سوا ان دونون کے کسی اور چیز کی خواہش نہ کرے اور اپنی ہمت انہی کے حاصل کرنے مین صرف کردے اور وہ کرامت جسکے معنے امر خارق کا ظاہر ہونا ہے

للعادة فلا عبرة لها بل هي حيض الرجال وليس من لا يحصل له شيء منها اقل مرتبة ممن يحصل له شيء
اُس کا کچھ اعتبار نہین بلکہ وہ مردون کا حیض ہے اور جس شخص مین یہ بالکل نہ ہو وہ اُس سے جس کو یہ حاصل ہو کم رتبہ مین نہین ہوتا

منها بل هو افضل واولى اذ لا يحتاج اليها الا من كان ضعيف اليقين فانه اذا حصل له شيء منها يقوى يقينه واما
بلکہ وہ افضل اور اولی ہوتا ہے کیونکہ ایسے عجائبات کی طرف وہی توجہ کرتا ہے جو ایمان کا کمزور ہو پس جب کہ حاصل ہوتا ہے تو اُسکا یقین قوی ہو جاتا ہے اور

من كان كامل اليقين فلا يلتفت اليها لاستغنائه عنها ولذلك كانت الخوارق في التابعين اكثر مما كانت في الصحابة
جو شخص کامل الایمان ہوتا ہے وہ چونکہ ان چیزون سے مستغنی ہوتا ہے اس لیے اس جانب متوجہ نہین ہوتا اسی لیے بہ نسبت صحابہ کے تابعین مین خوارق زیادہ پائے جاتے تھے

المجلس الثالث في فضيلة الايمان ومن امن مطلقا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

تیسری مجلس ایمان اور مطلق مؤمن کی بزرگی کے بیان مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

ان اهل الجنة يتراأون اهل الغرف من فوقهم كما تتراأون الكوكب الدري الغابر في الافق من
کہ جنت والون کو جھروکے والے اوپر سے اس طرح نظر آئین گے جس طرح کہ چمکتے ستارے پورب پچھم کے انتہائی کنارے مین

المشرق والمغرب ليتفاضل ما بينهم قالوا يا رسول الله تلك منازل الانبياء لا يبلغها غيرهم قال بلى
دکھائی دیتے ہین تاکہ آنکی فضیلت معلوم ہو جائے لوگون نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ انبیا کے محل ہین اُنکے سوا کوئی وہان تک پہونچ سکیگا آپنے فرمایا نہین

والذي نفسي بيده رجال امنوا بالله وصدقوا المرسلين هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه
قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ مین میری جان ہے یہ وہ لوگ ہین جو اللہ پر ایمان لائے اور پیغمبرون کو سچا جانا یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے جسکے راوی

ابو سعيدؓ ومعناه ان اهل الجنة ينظرون الى اصحاب المنازل الرفيعة العالية من فوقهم كما
ابو سعیدؓ ہین اسکے معنے یہ ہین کہ اہل جنت اپنے سے اونچے محل والون کی طرف دیکھین گے جیسا کہ

تنظرون انتم الى الكواكب المضيئة الباقي في الافق من جهة المشرق او المغرب بعد انتشار الصبح
تم سپیدۂ صبح پھیل جانے کے وقت مشرق اور مغرب کے کنارون پر چمکتے ہوئے ستارے دیکھتے ہو

لتزايد درجاتهم على غيرهم فانه عليه الصلوة والسلام لما بين مراتبهم بهذا الوجه قال
کیونکہ اُن کا مرتبہ اَورون سے بلند ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکے مرتبے اسطرح بیان فرمائے تو موجودہ صحابہ نے

الحاضرون من الصحابة يا رسول الله تلك الغرف منازل الانبياء لا يبلغها غيرهم فاجاب بان
عرض کیا یا رسول اللہ وہ جھروکے تو انبیا کے محلات کی ہونگے جن کو سوا اُنکے اور کوئی نہ پائے گا تو اُس کے جواب مین آپ نے ارشاد فرمایا

تلك المنازل يبلغها رجال امنوا بالله وصدقوا المرسلين لان بلى لايجاب النفي وانما قرن بالقسم
کہ یہ محل اُن لوگون کو ملین گے جو اللہ پر ایمان لائے اور رسول کو سچا مانا اس لیے کہ بلی اثبات نفی کے لیے ہوتا ہے اور قسم اس واسطے کھائی

لاستبعاد السامعين وصول المؤمنين منازل الانبياء وفيه اشارة الى ان الواصلين
کہ سامعین اس بات کو بہت بعید سمجھتے تھے کہ ایمان دارون کو نبیون کا رتبہ ملے اور اس مین اشارہ ہے کہ

الی منازل الانبیاء وھم المؤمنون من ھذہ الامۃ لان تصدیق جمیع الرسل انما وقع منھم لمن
امت محمدی ہی کے ۔ مومنین کو انبیا کا درجہ ملے گا اس لیے کہ جب پیغمبروں کی تصدیق ان ہی نے کی ہے نہ ان لوگوں نے

مضی قبلھم علم من ھذا ان الایمان باللہ الذی اتصف بہ المؤمنون من ھذہ الامۃ مرکب من
جو پہلے گذرے اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ پر ایمان جو کہ اس امت کے مومنین کی صفت ہے

جزأین الاول الایمان باللہ تعالی والثانی الایمان بجمیع الرسل والمراد من الایمان باللہ تعالی العلم
دو جزو سے مرکب ہے ایک تو اللہ کے ساتھ ایمان لانا دوسرے تمام انبیا پر ایمان لانا اللہ پر ایمان لانے کا یہ مطلب ہے کہ

بوجودہ وقدمہ وکونہ واحدا متصفا بالقدرۃ والارادۃ والعلم والحیوۃ وسائر ما یلیق بہ من
یقین کرے کہ وہ موجود ہے قدیم ہے ایک ہے قدرت اور ارادہ اور علم والا ہے اور زندہ ہے اور جو صفات اس کی شان کے مناسب ہیں

الصفات فان العلم بوجودہ تعالی وان کان ثابتا فی فطرۃ بنی آدم من مبدأ خلقتھم بمقتضی قولہ تعالی
اس لیے کہ اللہ کے وجود کا علم گو یوں بھی آدمی کی پیدائش کے وقت سے اسکی طبیعت میں پایا جاتا ہے جیسے کہ مضمون آیت ہے

فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا لکنہ تعالی قد ارشدھم الی وجودہ بآیات منھا قولہ تعالی اِنَّ فِیْ خَلْقِ
فطرت اللہ کی جس پر اس نے لوگوں کو بنایا لیکن اللہ نے اور آیتوں میں اپنے وجود کی طرف ہدایت فرمائی ہے اس میں سے ایک یہ کہ فرماتا ہے کہ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ وقولہ تعالی اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَہٗ اَمْ نَحْنُ
آسمان و زمین کی پیدائش اور رات دن کے اختلاف میں نشانیاں ہیں ایک یہ کہ فرمایا بھلا دیکھو جو پانی ٹپکاتے ہو اس کو تم بناتے ہو یا ہم

الْخٰلِقُوْنَ وقولہ تعالی اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَہٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ وقولہ تعالی اَفَرَءَیْتُمُ
ایک یہ قول بھلا دیکھو جو تم بوتے ہو اس کو تم اگاتے ہو یا ہم پھر ارشاد ہوتا ہے

الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْہُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ وقولہ تعالی اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ
یہ پانی جس کو تم پیتے ہو دیکھو اسکو بادل سے تم نے برسایا ہے یا ہم نے دوسری جگہ آیا ہے یہ آگ جو جلاتے ہو دیکھو اس کا درخت تم نے اگایا

شَجَرَتَھَا اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ وغیرھا من الآیات التی تدل علی وجودہ تعالی فان من یتامل مضمون
یا ہم نے اس قسم کی اور بہت سی آیتیں ہیں جو وجود الہی پر دلالت کرتی ہیں جو شخص ان آیتوں کے مضمون

ھذہ الآیات ویدیر فکرہ فیما ذکر فیھا من خلق السموات والارض وما فیھما من عجائب المخلوقات
یعنی زمین و آسمان کی بناوٹ اور اسکے اندر عجیب و غریب مخلوقات پر غور و فکر کرے گا

یضطر الی الحکم بان ھذہ الامور لا یمکن [illegible] صانع موجد و [illegible] وعلی ھذا الاعتقاد
اس کو خود بخود کہنا پڑے گا کہ انکے لیے ایسے شخص کا ہونا ضروری ہے جو انکو پیدا کرتا ہے اور [illegible] اور [illegible] اعتقاد رہے

جمیع الناس کما یدل علیہ قولہ تعالی وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ وانما کفر
جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان و زمین کس نے بنائے تو کہیں گے اللہ [illegible]

من کفر بالاشراک ولذا کان شان الانبیاء فی دعوۃ الخلق [illegible] لیقولوا لا الہ الا اللہ
صرف شرک کی وجہ سے ہے اور اسی لیے انبیا کا یہ کام تھا کہ لوگوں کو توحید سکھلائیں [illegible] لا الہ الا اللہ کہیں

الی ان یقول للعالم الہ فاذن فی فطرۃ الانسان دلالۃ [illegible]
یہ نہ سکھلاتے تھے کہ کہیں عالم کا پروردگار کوئی ہے بس انسانی طبیعت [illegible]

علی وجودہ تعالی لکن العلماء [illegible] وجود [illegible] علی وجودہ
کوئی حاجت باقی نہیں رہی لیکن علمانے وجود باری [illegible] دلیل

حدوث العالم فبیان حدوثہ ان الاعیان [illegible] ان الاجرام [illegible]
عالم کا حادث ہونا ہے اسکے حادث ہونے کا بیان یوں ہے کہ عالم یا تو اعیان ہیں یا اعراض [illegible] قائم ہیں

والمراد بالاعراض الصفات التي لا تقوم بذواتها بل تقوم بالاجرام وتلزمها ولا تنفك عنها وكل
اور اعراض اُن صفات کو کہتے ہیں جو بذات خود قائم نہیں ہوتے بلکہ انکا قیام اجسام کے سہارے سے ہو اور اجسام کو وہ اسطرح لازم ہوں کہ کبھی ان سے جدا نہیں ہوتے

منهما حادث اما الاعراض فحدوث بعضها يعلم بالمشاهدة كالحركة بعد السكون والضوء بعد الظلمة
اور یہ سب حادث ہیں بعض اعراض کا حادث ہونا تو مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے جیسے حرکت سکون کے بعد اور اُجالا اندھیرے کے بعد

والسواد بعد البياض وحدوث بعضها يعلم بالدليل وهو طريان العدم كما في اضداد ما ذكر واما الاجرام
اور سیاہی سفیدی کے بعد اور بعض کا حدوث دلیل سے معلوم ہوتا ہے اور وہ عدم کا طاری ہو جاتا ہے جیسا کہ اُن مذکورات کی ضدون پر اور

فدليل حدوثها انها لا تخلو عن الحوادث وكل ما لا يخلو عن الحوادث فهو حادث اما عدم خلوها عن
اجسام کے حدوث کی یہ دلیل ہے کہ وہ حوادث سے کبھی خالی نہیں رہتے اور جو چیز کہ حوادث سے خالی نہ ہو وہ حادث ہے خالی نہ ہونے کا

الحوادث فلانها لا تخلو عن الحركة والسكون وهو ظاهر مدرك بالبداهة والاضطرار فلا يحتاج فيه
یہ ثبوت ہے کہ اجسام حرکت اور سکون سے خالی نہیں ہوتے یہ تو ظاہر ہے بداہۃً معلوم ہوتا ہے غور و فکر کی ضرورت ہی نہیں

الى تامل وافتكار فان من عقل جسما لا ساكنا ولا متحركا كان عن نهج العقل ناكبا ولمتن الجهل راكبا
کیونکہ جو شخص یہ خیال کرے کہ کوئی جسم ایسا بھی ہو سکتا ہے جو نہ ساکن ہو اور نہ متحرک تو وہ راہ عقل میں گمراہ ہے اور جہالت کی پیٹھ پر سوار ہے

والحركة والسكون حادثان يدل على حدوثهما تعاقبهما وانقضاء كل منهما عند وجود الاخر وذلك
اور حرکت اور سکون دونوں حادث ہیں اُنکے حدوث کی یہی دلیل ہے کہ دونوں آگے پیچھے آتے ہیں اور جب ایک آتا ہے تو دوسرا فنا ہو جاتا ہے

مشاهد في بعض الاجرام وما لم يشاهد فيه ذلك فما من ساكن الا والعقل يقتضي بجواز حركته وما من
بعض اجسام میں تو اُس کا مشاہدہ بھی ہوتا ہے اور جس میں مشاہدہ نہیں ہوتا تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر ساکن باعتبار تجویز عقل کے متحرک ہو سکتا ہے

متحرك الا والعقل يقتضي بجواز سكونه فالطاري منهما حادث بطريانه والسابق حادث اذ لو كان
اور متحرک کا ساکن ہو جانا بھی عقل کی رو سے ممکن ہے پس نو پیدا تو حادث ہی ہے کیونکہ ابھی پیدا ہوا ہے اور اس سے سابق والا بھی حادث ہے کیونکہ اگر

قديما لاستحال عدمه واما كون ما لا يخلو عن الحوادث حادثا فلانه لو لم يكن حادثا لكان قديما
قدیم ہوتا تو اُس کا عدم محال ہوتا اور جو چیز حوادث سے خالی نہو اُسکے حدوث کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ حادث نہو گا تو قدیم

ثابتا في الازل فيلزم ثبوت الحادث في الازل وهو محال اذ يلزم ان يكون قبل كل حادث حوادث مرتبة
اور ازلی ہوگا تو حادث کا ثبوت ازل سے لازم ہوگا اور یہ محال ہے کیونکہ لازم آتا ہے کہ ہر حادث سے پہلے چند حوادث مرتب ہوں

لا اول لها كما يقول الفلاسفة في حركات الافلاك واشخاص الحيوانات وغيرها فانهم ومن تبعهم
جنکی ابتدا نہ ہو جیسا کہ فلسفی لوگ افلاک کی حرکت اور اشخاص حیوانات وغیرہ کے بارہ میں کہتے ہیں یہ لوگ اور

ممن ينسب نفسه الى الاسلام وليس له منه نصيب قالوا ان العالم العلوي قديم بذاته وصفاته
اُنکے تابع جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور فی الحقیقت اسلام سے بے بہرہ ہیں کہتے ہیں کہ عالم بالا قدیم بالذات ہے

الا الحركات فانها حادثة باشخاصها قديمة بانواعها فلا حركة الا وقبلها حركة لا الى اول واما العالم
اور حرکت کے سوا اُس کے دیگر صفات بھی مع اپنے جملہ انواع کے قدیم ہیں اور حرکت مع اپنے اشخاص کے حادث ہے اور ہر حرکت سے پہلے حرکت ہے بغیر اول کے اور عالم

السفلي الذي هو عالم الكون والفساد وهو ما تحت فلك القمر فقالوا ان هيولاه قديمة وكل ما فيه من
سفلی کہ عالم کون و فساد کہلاتا ہے اور وہ وہ ہے جو فلک قمر کے نیچے ہے اُسکی نسبت وہ کہتے ہیں کہ اُس کا ہیولے قدیم ہے اور اُسکی

الصور والاعراض حادثة باشخاصها قديمة بانواعها فلا ولد الا من والد ولا بيضة الا من دجاجة
صور اور اعراض جزئی سب حادث ہیں اور کلی نوعی قدیم ہیں پس جو بیٹا ہے اُس کا باپ بھی ہے اور جو انڈا ہے وہ کسی مرغی سے ہے

ولا دجاجة الا من بيضة ولا زرع الا من بذر وهكذا الى غير النهاية فيلزم على قولهم ان يوجد حوادث
اور ہر مرغی انڈے سے ہے اور ہر کھیتی تخم سے ہے اسی طرح بے انتہا بس اُنکے قول پر لازم آتا ہے کہ ایسے حوادث موجود ہوں

لا اول لها اذ ما من حادث على قولهم الا وقبله حادث لا الى اول وعلى تقدير وجود حوادث لا اول لها
جنکی ابتدا نہین ہے اس لیے کہ انکے قول کے موافق ہر حادث سے پہلے ایک حادث ہے اور اول نہین جس پر یہ سلسلہ ختم ہو اور جب حوادث غیر متناہی موجود ہون جنکی کہین ابتدا نہین

يلزم ان يكون قبل كل حادث من حركات الافلاك واشخاص الحيوانات وغيرهما حوادث مترتبة لا اول
تو لازم آیا کہ ہر حرکت فلکی اور ہر شخص حیوانات وغیرہ مین سے پہلے حوادث مرتب ہون کہین ابتدا نہو

لها فما لم ينقص تلك الحوادث بجملتها لا تنتهي النوبة الى وجود الحادث الحاضر لان الحركة اليومية
پس جب تک وہ حوادث نہ گذر جائین گے اسوقت تک حادث موجودہ کے وجود کی نوبت نہ آئیگی اس لیے کہ حرکت یومیہ

وجودها مشروط بانقضاء ما قبلها وكذلك الحركة التي قبلها وجودها مشروط بمثل ذلك وهلم
اس امر پر موقوف ہے کہ اُس سے پہلے کی حرکت گذر رہے اور اسی طرح اُس سے پہلے کی حرکت بھی اسی بات پر موقوف ہے اسی طرح ہر حرکت

جرا وانقضاء ما لا اول له محال بيانه انك اذا لاحظت الحادث الحاضر ثم انتقلت الى ما قبله
اور اُس چیز کا تمام ہونا جس کی ابتدا نہ ہو محال ہے تفصیل اُسکی یون ہے کہ جب تو موجود حادث کو غور کرے پھر اُسکے ماقبل کی طرف متوجہ ہو

ولاحظته وهلم جرا على الترتيب لا يفضي الى نهاية حتى تجد طريقا الى وجود الحادث الحاضر فيلزم ان
اور دیکھے اور اسی طرح برابر تو ملاحظہ کرتا جائے تو ایسی حد کو نہ پہونچے گا جہان کوئی طریقہ حاضر کے وجود کا ہے اس لیے لازم آتا ہے کہ

يكون وجود الحادث الحاضر محالا لكن وجود الحادث الحاضر ثابت فيبطل وجود حوادث لا اول لها فاذا
حادث حاضر کا وجود محال ہو لیکن حادث حاضر کا وجود تو ثابت ہے اس لیے وجود حوادث غیر متناہی کا باطل ہے اور جب

بطل وجود حوادث لا اول لها يبطل كون ما لا يخلو عن الحوادث قديما ثابتا في الازل فاذا بطل كونه قديما
وجود حوادث غیر متناہی کا باطل ہے تو اُن اشیا کا قدیم وازلی ہونا بھی باطل ہے جو حوادث سے خالی نہین ہین اور جب اُن کا قدیم

ثابتا في الازل يثبت كونه حادثا فاذا ثبت كونه حادثا ثبت كون العالم بجميع اجزائه من السموات
ازلی ہونا باطل ہے تو ثابت ہوا کہ وہ حادث ہین اور جب ثابت ہوا کہ وہ حادث ہین تو ثابت ہوگیا کہ عالم اپنے تمام اجزای ارضی

وما فيها ومن الارض وما عليها حادثا محتاجا الى محدث يخرجه من العدم الى الوجود وذلك المحدث
وسماوی کے ساتھ حادث ہے اور کسی ایسے پیدا کرنے والے کا محتاج ہے جو اُن کو عدم سے وجود مین لائے اور ضرور ہی کہ وہ محدث

يلزم ان يكون قديما واحدا متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحيوة لانه لو لم يكن قديما بل كان
یعنی پیدا کرنے والا قدیم واحد قدیر صاحب علم وارادہ اور حی ہو کس لیے کہ اگر قدیم نہ ہو بلکہ

حادثا لكان محتاجا الى محدث فيلزم الدور والتسلسل الذي هو وجود حوادث لا اول لها وكلاهما
حادث ہو تو وہ اپنے پیدا کرنے والے کا محتاج ہوگا تو پھر وہی دور وتسلسل لازم آئے گا یعنی حوادث غیر متناہی کا موجود ہونا اور یہ دونون

محالان ولو لم يكن واحدا بل كان اكثر من واحد لوقع بينهما التمانع المقتضي لعدم وجود العالم ولو لم
محال ہین اور اگر ایک نہ ہو بلکہ ایک سے زیادہ ہو تو ایسی روک ٹوک واقع ہوتی جو عالم کا وجود نہ ہونے دے اور اگر

يكن متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحيوة لكان عاجزا عن ايجاد شيء من العالم لان الايجاد
قدیر وعلیم اور حی نہو تو عالم کی کوئی چیز پیدا نہ کر سکے گا اس لیے کہ ایجاد کسی شے کا

اثر القدرة وتاثير القدرة في شيء من الاشياء يقتضي ارادة ذلك الشيء وارادة ذلك الشيء يقتضي
قدرت کے اثر سے ہوتا ہے اور کسی شے مین قدرت اُس وقت کام کرتی ہے جب ارادہ ہو اور ارادہ بغیر علم کے

العلم به لان القصد الى ايجاد شيء مع عدم العلم به محال والاتصاف بهذه الصفات الثلثة يقتضي
ہو نہین سکتا کیونکہ کسی شے کے ایجاد کا ارادہ بے جانے بوجھے محال ہے اور یہ تینون صفتین حیات کو مقتضی ہین

الحيوة لكونها شرطا فيها فعلى هذا يكون وجود العالم بل وجود كل ذرة من ذراته دليلا قاطعا على وجوده تعالى
کیونکہ حیات اُنکے لیے ضروری ہے پس اس بیان سے ثابت ہوا کہ عالم بلکہ اس کی ہر ہر ذرّی کا وجود دلیل قطعی ہے کہ جناب باری موجود ہے

وکونه قدیما واحدا متصفا بھذہ الصفات الاربع ولھذا کان بعض اھل النظر یقولون استدلالا بالاشر
قدیم اور یکتا ہے اور چاروں صفات سے موصوف ہے اور اسی بنا پر بعض اہل عقل اثر کے وجود سے مؤثر کے وجود پر دلیل لاکر
علی المؤثر ما رأینا شیئا الا و رأینا اللہ بعدہ فان کل ذرۃ من ذرات الکائنات من حیث حدوثھا
کہتے ہیں کہ ہم نے جب کسی چیز کو دیکھا تو فوراً اُس کے بعد اللہ کو دیکھا کیونکہ ہر ہر ذرہ کائنات کا بلحاظ اپنی حدوث
وافتقارھا الی من یوجدھا لا تزال تتکلم بکلام لاحرف فیه ولاصوت ان لھا موجدا قدیما واحدا
واحتیاج خالق ہمیشہ زبان حال سے جس میں نہ حرف ہے نہ آواز بتلاتا ہے کہ میرا ایک خالق ہے قدیم یکتا
متصفا بالقدرۃ والارادۃ والعلم والحیوۃ وسائر ما یلیق به من الصفات یسمع کلامھا السامعون
صاحب قدرت وارادہ علم والا وحی اور ایسی صفتوں والا جو اُس کی شان کے لائق ہیں یہ کلام سب کان والے سنتے ہیں
ولا یسمعه الذین ھم عن السمع لمعزولون والمراد من السمع السمع الباطن الذی یسمع به کلام لیس حرف ولا
اور جن کے کان نہیں ہیں وہ نہیں سنتے اور سماعت سے مراد باطنی سماعت ہے جس کے ذریعہ سے وہ کلام سنا جاتا ہے جس میں نہ حرف ہے نہ
صوت ولا عربی ولا عجمی لا السمع الظاھر الذی لا یسمع غیر الاصوات وتتشارك فیه البھائم والانسان
آواز نہ عجمی ہے نہ عربی ظاہری سماعت مراد نہیں ہے جس سے صرف آوازیں سنائی دیتی ہیں اور جن میں بہائم اور انسان سب برابر ہیں
اذ لا قدر لشئ تتشارك فیه البھائم الانسان والحاصل ان المکلف لا یعرف من صفاته تعالی بالعقل الا
اس لیے اُس چیز کی کیا عزت ہو جس میں انسان اور چوپائے سب شریک ہوں حاصل یہ ہے کہ انسان صفات الٰہی میں سے بذریعۂ عقل صرف وہی صفات دریافت کر سکتا ہے
ما دل علیه افعاله فما لم یدل علیه افعاله کالسمع والبصر والکلام فقد یستدل علی ثبوتھا له تعالی
جن کا افعال خداوندی سے پتا ملتا ہے اور جن صفات کا پتا افعال سے نہیں ملتا جیسے سننا دیکھنا اور بولنا ان کا ثبوت
تارۃ بالعقل وتارۃ بالنقل اما وجه الاستدلال علی ثبوتھا له تعالی بالعقل فھو انھا صفات کمال واضدادھا
کبھی عقل سے اور کبھی نقل سے نکلتا ہے ان صفات کے ثبوت کی دلیل عقلی یہ ہے کہ وہ کامل صفتیں ہیں اور اُن کی ضدیں ناقص صفتیں ہیں
صفات نقصان واتصافه تعالی بصفات الکمال وعدم اتصافه بصفات النقصان واجب فوجب
اور اللہ تعالیٰ کا صفات کمال سے موصوف ہونا اور ناقص صفتوں سے بری ہونا ضروری ہے پس
اتصافه تعالی بتلك الصفات واما وجه الاستدلال علی ثبوتھا له تعالی بالنقل فھو ان الشرع قد
اللہ ان صفات سے ضرور موصوف ہے اور دلیل نقلی ان صفات کے ثبوت کی یہ ہے کہ شریعت میں
ورد بثبوتھا له تعالی فوجب القطع بثبوتھا له تعالی ودلیل النقل فی ھذہ المسألۃ اولی من دلیل العقل
ان کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے لیے موجود ہے پس اسکے ثابت ہونے پر ایمان لانا واجب ہے اور اس مسئلہ میں دلیل نقلی دلیل عقلی سے بہتر ہے
لان تلك الصفات لا تتوقف علیھا افعاله تعالی حتی یستدل بھا علی ثبوتھا له تعالی وذاته تعالی
کیونکہ ان صفات پر افعال خداوندی موقوف نہیں ہیں کہ بذریعہ افعال ان صفات کا پتا لگایا جائے اور اللہ کی ذات کا
لم یکن معلوما لاحد حتی یعلم انھا فی حقه تعالی کمال یجب اتصافه بحیث لو لم یتصف بھا یلزم
کسی کو علم نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ یہ اللہ کی وہ صفات کاملہ ہیں جن کا ثبوت ایسا ضروری ہے اگر ان سے موصوف نہ ہوگا
ان یتصف باضدادھا اذ کون کونھا کمالا انما ھو بالنسبۃ الینا ولا یلزم من کون الشئ بالنسبۃ
تو انکی اضداد سے موصوف ہوگا اور ان صفات کا صفات کمالی ہونا جو بیان ہوا وہ ہماری نسبت سے ہے اور ہمارے حق میں کمال ہونے سے
الینا کمالا ان یکون کمالا فی حقه تعالی الا تری ان اللذۃ والالم مع کونھما کمالا بالنسبۃ الینا ممتنعان
کچھ ضروری نہیں ہے کہ جناب باری کے حق میں بھی کمال ہو تم نہیں دیکھتے کہ مزہ اور درد اگرچہ ہمارے لیے کمالی صفات ہیں
علی اللہ تعالی لکونھما من عوارض الاجسام فعلی ھذا یلزم فی اثبات تلك الصفات له تعالی التمسك
لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے ممتنع ہیں کیونکہ یہ اجسام کی صفتیں ہیں پس اس بیان سے لازم آیا کہ ان صفات کا ثبوت ذات باری کے لیے

بالنقل عن الانبياء الذين ثبتت نبوة كل واحد منهم بالمعجزة القائمة مقام قوله تعالى صدق عبدى
اُن انبیا سے نقل کیا جائے جن کی نبوت ایسے معجزہ سے ثابت ہو جو قائم مقام اس ارشاد خداوندی کے ہے کہ میرا بندہ

فى كل ما يبلغ عنى سواء كان تبليغه بقوله او فعله او سكوته لان المعجزة تصديق فعلى من الله تعالى
جو احکام میری طرف سے بیان کرتا ہے سب سچ ہین اُنکی تبلیغ خواہ زبانی ہو خواہ عملی یا خموشی اس لیے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

لرسوله لكونها فعلا من افعاله خارقا للعادة منزلة منزلة صريح القول فى تصديق رسوله فى دعوى
رسول کے حق مین عملی تصدیق ہے کیونکہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل خلاف عادت ہوتا ہے جو صریح اس قول کے مثل ہے کہ میرا دعویٰ رسالت مین سچا ہے

الرسالة فانه تعالى لما خلق امرا خارقا للعادة على يده عند دعائه الرسالة صار كانه قال صدق فى
کیونکہ جب کسی پیغمبر نے دعویٰ نبوت کیا اور اللہ نے اُس کے ہاتھ پر معجزہ دکھایا تو گویا اللہ نے یون فرما دیا کہ

رسولى فى كل ما يبلغ عنى سواء كان تبليغه بقوله او فعله او سكوته قال العلماء مثال ذلك ان رجلا
میرا بندہ میری طرف سے جو پیغام پہونچاتا ہے وہ سب سچ ہے یہ پیغام رسانی خواہ زبانی ہو خواہ عملی یا سکوتی علماء نے اسکی مثال یون دی ہے کہ جیسے کوئی شخص

اذا قام فى مجلس ملك بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملك بعثنى اليكم يكلفكم بكذا او كذا امن التكاليف
بادشاہ کے دربار مین کھڑے ہوکر سب کے سامنے یون کہے کہ مین اس بادشاہ کا ایلچی ہون جس نے مجھے تمہارے پاس فلان فلان حکم کی عملدرآمد کے لیے بھیجا ہے

فطلبوا منه الحجة تدل على صدقه فقال اية صدقى انى طلب من الملك ان يخالف عادته ويقوم من
اُس جماعت نے اُس سے تصدیق کے لیے حجت طلب کی تو اُس نے کہا کہ میری سچائی کی نشانی یہ ہے کہ مین بادشاہ سے عرض کرتا ہون کہ خلاف عادت اپنی جگہ سے تین بار کھڑا ہو

مقامه ويقعد ثلث مرات ففعل الملك ذلك بطلبه فلا ريب ان ذلك الفعل من الملك قائم مقام
اور بیٹھ جائے بادشاہ نے اُس کے کہنے سے ایسا ہی کیا تو کچھ شک نہین کہ بادشاہ کا یہ فعل

قوله صدق هذا الرجل فى كل ما يبلغ عنى ومفيد للعلم الضرورى بصدقه لمن شاهد
ایسا ہے کہ گویا اُس نے یہ کہدیا کہ یہ شخص میری طرف سے جو حکم بیان کرے وہ سچا ہے اب جس نے بادشاہ کا یہ فعل دیکھا

ذلك الفعل من الملك ولمن لم يشاهده بل وصل اليه خبره بالتواتر ولا شك ان هذا المثال مطابق
اُسکو تو ایسا یقین ہوگا کہ دلیل کی مطلق حاجت نہین اور جس نے نہین دیکھا بلکہ یہ خبر اُسکو بذریعۂ تواتر پہونچی اُسکو بھی ایسا ہی یقین ہوگا اس مین شک نہین کہ یہ مثال

لحال الرسل عليهم الصلوة والسلام فى افادة معجزتهم العلم الضرورى بصدقهم لمن شاهدها ولمن
بالکل پیغمبرون علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حال کے مطابق ہے کہ اُنکے معجزہ سے بھی اُن لوگون کو پوری تصدیق حاصل ہوتی ہے جنھون نے معجزہ اپنی آنکھون سے دیکھا

لم يشاهدها بل وصل اليه خبرها بالتواتر اذا عرفت هذا فاعلم ان كل من امن بالله وصدق المرسلين
یا نہین دیکھا مگر بہت سے آدمیون سے سُنا ہے جب تم یہ جان چکے تو یاد رکھو جو شخص اللہ پر ایمان لایا اور رسولون کی تصدیق کی

اذا اراد ان يكون من اهل الغرف لا بد له ان يشتغل بالطاعات ويحترز عن السيئات لان الايمان وحده
اگر یہ چاہتا ہے کہ اہل غرفہ مین داخل ہو تو اُسکو ضرور ہے کہ طاعت الٰہی مین مشغول ہو اور گناہون سے بچے اس لیے کہ صرف ایمان

وان كان ينجيه من العذاب المؤبد لكن لا يكفيه فى الفوز بالدرجات بل لا بد له من ضم العمل
اگرچہ اُس کو دائمی عذاب سے نجات دیگا لیکن حصول درجات کے لیے کافی نہین بلکہ اُس کے ساتھ نیک اعمال کی بھی ضرورت ہے

الصالح اليه كما يدل عليه ايات القران من جملتها قوله تعالى وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِىْ تُقَرِّبُكُمْ
چنانچہ آیات قرآنی کا بھی یہی مضمون ہے منجملہ اُسکے ایک آیت یہ ہے تمہارے مال اور اولاد ایسی چیزین نہین کہ تمہارا مرتبہ ہمارے پاس قریب کردین

عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِى الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ فدلت
لیکن جو کوئی ایمان لایا اور نیک کام کیے اُنکو اپنے کیے کا دونا ثواب ملیگا اور وہ جنت کے جھروکون مین بے کھٹکے ہون گے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے

الاية على ان العمل الصالح لكونه اقبالا على الله تعالى واشتغالا بطاعته يقرب العبد الى الله تعالى واما الاموال
کہ عمل نیک مین چونکہ اللہ کی طرف توجہ اور اُس کی طاعت مین مشغولی ہوتی ہے اس سبب بندہ کو اللہ سے نزدیک کر دیتا ہے اور مال

والاولاد فلکون کل منهما یشتغل الانسان عن الله تعالی لایقرب احدا الی الله تعالی الا المؤمنین
اور اولاد چونکہ ہر ایک انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کرتا ہے اس لیے کسی کو اللہ سے نزدیک نہیں کرتا سوائے اُن صلحاے مومنین کے

الصالحین الذین ینفقون اموالهم فی سبیل الله ویعلمون اولادهم الخیر ویربونهم علی الصلاح فانهم
جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اپنی اولاد کو نیکی کی تعلیم دیتے ہیں اور صلاحیت پر تربیت کرتے ہیں

باتصافهم بما ذکر یکون لهم جزاء الضعف بان یضاعف حسناتهم فیکون الواحدة عشر افما فوقها وهم فی غرفات
پس انکو ان اوصاف سے موصوف ہونے کے سبب آخرت میں کئی گنا اجر ملیگا اس طرح کہ انکی نیکیاں بڑھادی جائینگی اور ایک ایک نیکی دس دس بلکہ اس سے زائد ہوجائیگی اور

الجنة امنون من جمیع المکاره بما عملوا من الصالحات یسرنا الله تعالی بلطفه وکرمه المجلس الرابع
جنت کے جھروکوں میں اپنی نیکوکاریوں کی بدولت تمام مکروہات سے محفوظ ہونگے خداوند عالم اپنے لطف وکرم سے ہم پر بھی آسانی فرمائے چوتھی مجلس

فی لزوم محبة النبی صلی الله علیه وسلم زیادة من والده وولده
اس بیان میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے باپ اور بیٹے

والناس اجمعین قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه
اور سب لوگوں سے زیادہ محبت کرنی چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایماندار نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ وہ مجھکو

من والده وولده والناس اجمعین هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه انس ولیس المراد بالحب
اپنے باپ اور بیٹے اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب سمجھے یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے اور حضرت انس ؓ اسکے راوی ہیں اور محبت سے مراد یہاں وہ محبت نہیں ہے

ههنا الحب الطبعی التابع للشهوات النفسانیة لانه خارج عن حد الاختیار فلا یؤاخذ به الانسان
جو طبعی ہے اور خواہش نفسانی کے تابع ہوتی ہے اس لیے کہ یہ محبت اختیار سے خارج ہوتی ہے پس بے اختیاری کی وجہ سے اس پر انسان کی گرفت نہیں ہے

لقوله تعالی لا یکلف الله نفسا الا وسعها بل المراد به الحب العقلی الاختیاری الذی هو ایثار ما یقتضی
اس لیے کہ خداے تعالیٰ فرماتا ہے نہیں تکلیف دیتا اللہ کسی کو مگر جتنا کہ وہ اٹھا سکے بلکہ اس سے مراد محبت عقلی اختیاری ہے یعنی اس چیز کا اختیار کرنا

العقل رجحانه ویستدعی اختیاره وان کان علی خلاف الطبع الا تری ان المریض یکره الدواء المر وینفر
جس کو عقل بہتر سمجھے اور اختیار کرنا پسند کرے اگرچہ طبیعت کے خلاف ہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ مریض کڑوی دوا کو برا سمجھتا ہے اور اسکی طبیعت کو اس سے نفرت ہوتی ہے

عنه طبعه ومع ذلک یمیل الیه باختیاره ویقصد تناوله بمقتضی عقله لعلمه وظنه ان صحته فیه
اس پر بھی اسکو اختیار کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے اور بمقتضاے عقل اُسی کو کھانا چاہتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میری تندرستی اسی میں ہے

وکذلک المؤمن اذا علم ان الرسول لا یامر ولا ینهی الا بما فیه صلاحه فی الدنیا والاخرة
اسی طرح مومن جب جان لیتا ہے کہ رسول اُسی بات کو فرماتا ہے اور ایسی بات سے منع کرتا ہے جس میں ہماری دین و دنیا کی بھلائی ہے

یرجح جانب الرسول علی جمیع الناس فیمتثل امره ویجتنب نهیه وهذا مما لا یحصل الایمان الا به
تو وہ تمام دنیا پر رسول کو ترجیح دے گا اُس کا حکم بجالائے گا اور اسکی منع کی ہوئی بات سے بچے گا یہ وہ بات ہے جس کے بغیر ایمان نہیں حاصل ہوتا

لان الایمان وان کان فی اللغة بمعنی التصدیق مطلقا لکنه فی الشریعة بمعنی التصدیق مقید بامر
اس لیے کہ ایمان اگرچہ لغت میں مطلق تصدیق کو کہتے ہیں لیکن شریعت میں تصدیق مقید ہے ایک امر مخصوص کے ساتھ

مخصوص وهو تصدیق الرسول فی جمیع ما علم ضرورة انه من دینه علیه الصلوة والسلام
یعنی تصدیق کرنا رسول کی اُن سب باتوں کی جن کا آپ کے دین سے ہونا معلوم ہوجائے

والمعتبر فی التصدیق الیقین والیقین لفظ مشترک یطلق علی المعنیین احدهما عدم الشک فکل علم لا
اور تصدیق میں یقین معتبر ہے اور یقین لفظ مشترک ہے دونوں میں مستعمل ہے ایک شک نہ ہونا پس ہر علم

یکن فیه شک فهو یقین وعلی هذا المعنی لا یوصف الیقین بالقوة والضعف لعدم التفاوت فی
کہ جس میں شک نہیں وہ یقین ہے اور اس معنی کی رو سے قوت اور ضعف کے ساتھ متصف نہیں ہوتا کیونکہ شک کی نفی میں کچھ فرق نہیں رہتا ہے

فی الشك فمن كان فی قلبه مثقال ذرة من الشك فی شیء مما علم ضرورة انه من دینه علیه السلام
پس جس شخص کے دل مین ذرہ برابر بھی ضرورت دینی مین شک ہو

لا یکون مؤمنا البتة بل لابد فیه من یقین هذا المعنی لیحصل له المحبة للنبی صلی الله علیه وسلم
تو ہرگز مؤمن نہین ہے بلکہ اُس کے دل مین اس معنی کا یقین ہونا چاہیے تاکہ اُس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت حاصل ہو

ویمتثل امره ویجتنب نهیه لکن قد یجعل الظن الغالب الذی لا یخطر معه احتمال النقیض
اور اُنکے حکم کو بجالائے اور اُنکی نہی سے بچے لیکن کبھی وہ ظن غالب بھی جس مین نقیض کا گمان دل مین نہ آئے

بالبال فی حکم الیقین فی کونه ایمانا حقیقیا فان ایمان اکثر العوام من هذا القبیل وتحقیقه علی ما
ایمان حقیقی ہونے مین بحکم یقین شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اکثر عوام کا ایمان اسی قسم کا ہوتا ہے اس امر کی تحقیق

ذکره الامام الغزالی رح فی الاحیاء ان میل النفس الی التصدیق له اربع مقامات الاول استواء
امام غزالی رح نے احیاء العلوم مین اس طرح کی ہے کہ نفس کا میلان تصدیق کی جانب چار درجہ پر ہوتا ہے اول یہ کہ

الطرفین عندك کما اذا سئلت عن شخص مجهول الحال عندك هل یعاقب فی الاخرة ام لا فانك
تیری رائے مین دونون جانب برابر ہون مثلاً ایک شخص کی نسبت جس کے حال سے تم واقف نہین تم سے پوچھین کہ آیا آخرت مین اُس پر عذاب ہوگا یا نہین

لا تمیل الی الحکم علیه بشیء من نفی واثبات بل یستوی عندك امکان الامرین ویعبر عنه
تو تم اُس کی بابت نفی یا اثبات کی کوئی رائے قائم نہین کر سکتے بلکہ تمھارے نزدیک دونون پہلو یکسان ممکن ہین اور

بالشك والثانی رجحان احد الامرین عندك مع الشعور بامکان نقیضه امکانا لا یمنع
اس کو شک کہتے ہین دوسرے یہ کہ تیرے خیال مین ایک پہلو راجح ہے اور دوسرے پہلو کے امکان ایسا خیال ہے

ترجیح الاول کما اذا سئلت عن شخص تعرفه بالصلاح انه ان مات علی هذا الحال هل یعاقب
جس سے جانب اول کا غلبہ فوت نہین ہوتا مثلاً ایک شخص کی نسبت جو تمھارے خیال مین پرہیزگار ہو تم سے سوال کرین کہ اگر اسی حالت پر مرجائے تو اس پر عذاب ہوگا

فی الاخرة ام لا فانك تمیل الی انه لا یعاقب اکثر من میلك الی عقابه لظهور علامات صلاحه
یا نہین تو تمھاری رائے عذاب نہ ہونے کی طرف زیادہ ہوگی بہ نسبت عذاب ہونے کے کیونکہ تمھارے عندیہ مین اُسکی صلاحیت کی نشانیان ظاہر ہین

عندك ومع هذا یجوز اختفاء امر موجب للعقاب فی باطنه وهذا التجویز غیر دافع لرجحانه و
تاہم ممکن ہے کہ اُس کے دل مین کوئی بات ایسی مخفی ہو جس سے عقاب ہوجائے لیکن اس سے جانب اول کا رجحان نہین دفع ہوتا

یسمی جانب الراجح ظنا وجانب المرجوح وهما والثالث میلك الی الحکم بشیء بحیث یغلب علیك
ایسے وقت مین جانب راجح کو ظن کہتے ہین اور جانب مغلوب کو وہم تیسری صورت یہ ہے کہ کسی شے کا جھکو اس درجہ یقین آئے

ذلك الحکم ولا یخطر ببالك نقیضه ولو خطر لتابت عن قبوله لکن لیس ذلك الحکم عن معرفة
کہ اسکی نقیض کا وہم دل مین نہ گذرے اور اگر آئے بھی تو طبیعت اُسکے قبول کرنے سے انکار کرے لیکن یہ یقین تحقیقی نہ ہو

محققة بل عن مجرد السماع ویسمی هذا الاعتقاد مقارنا للیقین وهو اعتقاد العوام فی الشرعیات
بلکہ محض سننے سے پیدا ہوا ہو اس کو اعتقاد قریب الیقین کہتے ہین اور امور شرعی مین عوام کا اعتقاد اسی طرح کا ہوا کرتا ہے

کلها اذا رسخ فی نفوسهم بمجرد السماع حتی ان کل احد یثق بصحة مذهبه واصابة امامه ولو
جو سنتے سنتے اُنکے دل مین بیٹھ جایا کرتا ہے چنانچہ ہر شخص اپنے مذہب کی سچائی اور اپنے امام کی صحت رائے پر یقین رکھتا ہے اور اگر

ذکر له امکان خطأ امامه نفر عن قبوله لکن لو احسن التامل لا تسعت نفسه الی قبوله والرابع
کوئی اُس سے کہے کہ امام سے غلطی ممکن ہے تو نہ مانیگا لیکن اگر غور سے کام لے تو البتہ دل اس بات کو قبول کرے گا چوتھی قسم یہ ہے

میلك الی الحکم بشیء علی طریق الجزم الذی لا یوجد معه الشك ولا یتصور فیه التشکیك فکل
کہ کسی چیز کی نسبت ایسا قطعی یقین ہو کہ شک کا اسکے ساتھ نام بھی نہ ہو اور اُس مین شک ڈالنا ممکن نہ ہو پس جو

علم كان على هذا الوجه يسمى يقينا لان شرط اطلاق اسم اليقين على العلم عدم الشك فكل علم انتفى
علم اس درجے کا ہو اُس کو یقین کہتے ہیں کیونکہ کسی چیز کو یقینی کہنے کے لیے یہی شرط ہے کہ بالکل شک باقی نہ ہو پس جس امر میں

عنه الشك فهو يقين سواء حصل بالحس كالعلم بوجود الاشياء المحسوسة او بغريزة العقل كالعلم
شک جاتا رہے وہ یقین ہے خواہ یہ یقین حس کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہو مثلاً اشیاء محسوسہ کا علم یا بذریعۂ عقل کے ہو جیسے اس بات کا علم

باستحالة حدوث حادث بلا سبب او بالتواتر كالعلم بوجود مكة او بالتجربة كالعلم بكون المطبوخ مسهلا
کہ حادث بدون محدث کے پایا نہیں جاسکتا یا تواتر سے ثابت ہو مثلاً مکہ شریف کے ہونے کا علم یا تجربہ سے مثلاً مطبوخ کے دست آور ہونے کا علم

او بالدليل كالعلم بوجود شئ قديم كما اذا قيل لك هل في الوجود شئ قديم لا يمكنك الحكم به بدءا
یا دلیل سے مثلاً ایک ذات قدیم کے موجود ہونے کا علم مثلاً تم سے پوچھا جائے کہ آیا کوئی قدیم ذات موجود ہے تو فوراً ہی اُس کا بتا دینا ناممکن ہے

لان القديم ليس محسوسا كالشمس والقمر حتى يمكن الحكم بوجوده بالحس لا ضروريا مثل كون
کیونکہ قدیم آفتاب و ماہتاب کی طرح محسوس نہیں ہے کہ فوراً دیکھ کر بتلا دیا جائے اور نہ ایسا بدیہی ہے جیسے

الواحد نصف الاثنين حتى يمكن الحكم بوجوده بالضرورة بل حق غريزة العقل ان يتوقف عن الحكم
ایک کو دو کا آدھا جانتے ہیں کہ بے سوچے بتلا دیا جائے بلکہ اس موقع پر عقل کا کام یہ ہے کہ انکار دے

بوجوده بالبداهة ثم من الناس من يحكم بوجوده بالسماع حكما جزما ويستمر عليه وهذا هو الاعتقاد
بداہت سے کوئی بات نہ کہہ ڈالے کہ بعض لوگ سنتے ہی یقین کر لیتے ہیں اور اُسی پر جم جاتے ہیں اور اسی کا نام اعتقاد ہے

وهو حال جميع العوام ومن الناس من يحكم بوجوده بالبرهان مثل ان يقول لو لم يكن في الوجود
اور سارے عوام کا یہی حال ہے اور بعض لوگ دلیل و برہان سے اُس کے وجود کا یقین کرتے ہیں مثلاً یوں کہتے ہیں کہ اگر موجودات میں

قديم بل كانت الموجودات كلها حادثة لكان حدوثها بلا سبب وهو محال والمؤدى الى المحال
کوئی ذات قدیم نہ ہوتی اور کل موجودات حادث ہوتے تو وہ سب بلا سبب پیدا ہوتے اور یہ بات محال ہے اور جس بات سے محال لازم آتا ہے

محال بيانه ان الحوادث لا يتصور وجوده بنفسه بل يحتاج في وجوده الى غيره وهو ظاهر ولكن لا يتصور
وہ بھی محال ہوتی ہے اُسکی تفصیل یہ ہے کہ یہ بات خیال میں نہیں آتی کہ حادث خود بخود پیدا ہو جائے بلکہ وہ وجود میں غیر کا محتاج ہے یہ تو ظاہر ہی ہے اسی طرح یہ بھی متصور نہیں

ايجاده لغيره لانه فرع وجوده فلو انحصر الوجود في الحادث يلزم ان لا يوجد شئ من الموجودات اصلا
کہ ایک حادث سے دوسرا پیدا ہو اس لیے کہ یہ اُس کے وجود کی فرع ہے تو اگر وجود حادث ہی میں منحصر ہو جائے تو لازم آئے گا کہ موجودات اصلاً موجود نہ ہوں

فبالضرورة يلزم ان يحكم العقل بوجود شئ قديم موصوف بالقدرة والارادة والعلم والحيوة حتى
پس بداہۃً لازم آیا کہ عقل ایک شے کے وجود کا حکم کرے جو قدیم ہو اور صاحب قدرت و ارادہ ہو اور ذی علم اور حیات ہو

يتاتى منه احداث المحدثات كلها لانه لو لم يكن فيه تلك الصفات لكان عاجزا عن ايجاد شئ من
تاکہ تمام محدثات کا احداث ممکن ہو کیونکہ اگر اُس میں وہ صفات نہ ہوں تو کائنات میں سے ایک شے بھی نہ پیدا کر سکے گا

الكائنات لان الايجاد اثر القدرة وتاثير القدرة في شئ من الاشياء يتوقف على ارادة ذلك
اس لیے کہ ایجاد قدرت کا اثر ہے اور قدرت اپنا اثر نہیں کر سکتی تاوقتیکہ اُس کا ارادہ نہ ہو

الشئ وارادة ذلك الشئ يتوقف على العلم به لان القصد الى ايجاد شئ من غير العلم به محال
اور کسی شے کا ارادہ اُس کے علم پر موقوف ہے کیونکہ یہ محال ہے کہ جس چیز کے پیدا کرنے کا قصد کیا جائے وہ معلوم نہ ہو

والاتصاف بهذه الصفات الثلث يتوقف على الحيوة لكونها شرطا فيها فعلى هذا يكون وجود العالم من
اور کوئی شخص بدون حیات کے اِن تینوں صفات سے موصوف نہیں ہو سکتا کیونکہ اِن سب میں حیات شرط ہے پس اس بیان کے موافق تمام عالم کا وجود

السموت وما فيها ومن الارض ومن عليها دليلا قطعيا على وجود شئ قديم موصوف بهذه الصفات
اور جو کچھ اُس میں ہے اور زمین اور جو اُس پر ہے دلیل قطعی ہے کہ ذات قدیم جس میں یہ چاروں صفتیں پائی جائیں موجود ہے

لا ريب وهو الله سبحانه تعالى ولهذا كان بعض اهل اليقين يقولون استدلالاً بالاثر على المؤثر ما رأينا

اور وہ ذات حضرت حق سبحانہ کی ہے اور اسی وجہ سے بعض اہل یقین اثر سے مؤثر پر استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم نے

شيئاً الا رأينا الله بعده فان كل ذرة من ذرات العالم لكونها حادثة مفتقرة الى من يحدثها لا تزال

جب کسی چیز کو دیکھا ہے تو اُس کے بعد اللہ کو دیکھا اس لیے کہ عالم کا ہر ہر ذرہ بوجہ اپنے حدوث اور محدث کے محتاج ہونے کے ہمیشہ

تنطق بكلام لا حرف فيه ولا صوت ان لها موجداً قديماً واحداً متصفاً بالقدرة والارادة والعلم والحيوة

زبان حال سے یہ کلام جس میں نہ حرف ہے نہ آواز کہتا ہے کہ ہمارا ایک موجد ہے جو قدیم اور یگانہ اور صاحب قدرت و ارادہ اور علیم اور حی ہے

وسائر ما يليق به من الصفات يسمع كلامها السامعون ولا يسمعه الذين هم عن السمع لمعزولون

اور جو صفات اُس کے شایان شان ہیں اس ذرہ کی باتیں سننے والے سنتے ہیں اور وہ لوگ نہیں سن سکتے جن کی سماعت بیکار ہے

والمراد من السمع السمع الباطن الذي يسمع به كلام ليس بحرف ولا صوت ولا عربي ولا عجمي لا السمع الظاهر

اور سمع سے مراد سمع باطنی ہے جس کے ذریعہ سے وہ باتیں سنی جاتی ہیں جن میں نہ حرف ہے نہ آواز نہ عربی زبان ہے نہ عجمی یہ سماعت ظاہری مراد نہیں

الذي لا يسمع به الا الاصوات وتشارك فيه البهائم والانسان اذ لا قدر لشيء تشارك فيه البهائم الانسان

جس سے سوائے آواز کے کچھ نہیں معلوم ہوتا اور جس میں بہائم اور انسان سبھی شریک ہیں اس لیے کہ اُس چیز کی کیا قدر ہے جس میں بہائم بھی انسان کے شریک ہوں

والحاصل ان العقل لا يعرف من صفاته تعالى الا ما يدل عليه افعاله واما ما لا يدل عليه افعاله

اور حاصل یہ ہے کہ عقل صفات الٰہی میں سے وہ باتیں دریافت کر سکتی ہے جن پر افعال الٰہی دلالت کرتے ہوں اور جن صفات پر اُس کے افعال دلالت نہیں کرتے

كالسمع والبصر والكلام فيستدل على ثبوتها له تعالى تارة بالعقل وتارة بالنقل اما وجه

مثلاً سمع و بصر و کلام اُن کے ثبوت کے لیے کبھی عقل سے اور کبھی نقل سے استدلال کیا جاتا ہے

الاستدلال على ثبوتها له تعالى بالعقل فهو انها صفات كمال واضدادها صفات نقصان واتصافه

اُن کے ثبوت کی دلیل عقلی تو یہ ہے کہ یہ صفات کمالیہ ہیں اور اُن کے اضداد نقصان کی صفتیں ہیں اور اللہ

تعالى بصفات الكمال وعدم اتصافه بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه تعالى بتلك الصفات

تعالیٰ کا صفات کمال سے موصوف ہونا اور صفات نقصان سے بری ہونا واجب ہے پس ضرور ہوا کہ اللہ ان صفات سے موصوف ہو

واما وجه الاستدلال على ثبوتها له تعالى بالنقل فهو ان الشرع قد صرح بثبوتها له تعالى فوجب

اور نقلی دلیل اُن کے ثبوت پر یہ ہے کہ شریعت نے اس امر کی تصریح کر دی ہے کہ صفات مذکورہ اللہ کے لیے ثابت ہیں اس لیے اُن کو

القطع بثبوتها له تعالى ودليل النقل في هذه المسألة اولى من دليل العقل لان تلك الصفات

ثابت ماننا واجب ہے اور اس مسائلہ میں نقلی دلیل عقلی دلیل سے بہتر ہے کیونکہ ان صفات پر

لا تتوقف عليها افعاله تعالى حتى يستدل بها على ثبوتها له تعالى وذاته لم يكن معلوماً للبشر حتى

افعال خداوندی موقوف نہیں ہیں جن سے اُن کے ثبوت پر استدلال ہو سکے اور اللہ کو کسی نے دیکھا نہیں جس سے

يعلم انها في حقه تعالى كمال يجب اتصافه بها بحيث لو لم يتصف بها يلزم ان يتصف باضدادها

یہ معلوم ہو کہ یہ صفتیں اُس کے حق میں صفات کمال ہیں کہ اگر اُن سے موصوف نہ ہوگا تو اُن کے اضداد سے موصوف ہوگا

وما ذكر من كونها كمالاً انما هو بالاضافة الينا ولا يلزم من كون الشيء بالاضافة الينا كمالاً ان يكون

اور اُن کا کمال ہونا ہمارے اعتبار سے ہے اور یہ ضرور نہیں کہ ہمارے لیے جو صفات کمال ہوں

في حقه تعالى كمالاً الا ترى ان اللذة والالم مع كونهما بالاضافة الينا كمالاً ممتنعان على الله تعالى

وہ اللہ کے لیے بھی صفات کمال ہوں تمہیں معلوم نہیں کہ مزہ اور درد کا ادراک باوجودیکہ ہمارے لیے صفات کمال ہیں لیکن اللہ کی طرف اُن کی نسبت کرنا ممتنع ہے

لكونهما من عوارض الاجسام فعلى هذا يلزم في اثبات تلك الصفات له تعالى التمسك بقول

کیونکہ یہ اجسام کے صفات ہیں پس اس بیان کے رو سے ضرور ہوا کہ ان صفات کے ثبوت کے لیے رسول اللہ کے

للرسول الذی ثبت رسالتہ بالمعجزۃ القائمۃ مقام قولہ تعالیٰ صدق عبدی فی کل ما یبلغ عنی
کلام سے دلیل لی جائے جس کی رسالت معجزہ سے ثابت ہو چکی ہو جو خداوند عالم کے اس قول کے قائم مقام ہے کہ میرا بندہ جو احکام میری طرف سے بتلاتا ہے

سواء کان تبلیغہ بقولہ او فعلہ او سکوتہ لان المعجزۃ تصدیق فعلی من اللہ تعالیٰ لرسولہ
خواہ زبانی یا عملا یا سکوتا سب سچ ہیں اس لیے کہ معجزہ اللہ کی طرف سے رسول کے لیے تصدیق عملی ہے

لکونہا فعلا من افعالہ تعالیٰ خارقا للعادۃ منزلا منزلۃ صریح القول فی تصدیق رسولہ فی دعوی
اس لیے کہ معجزہ چونکہ خدائے تعالیٰ کا خلاف عادت ایک فعل ہے اس لیے رسالت رسول کی صریح تصدیق کے قائم مقام ہے

الرسالۃ فانہ تعالیٰ لما خلق امرا خارقا للعادۃ علی ید رسولہ عند ادعائہ الرسالۃ صار کانہ
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب ایک امر خارق عادت دعوی رسالت کے زمانہ میں رسول کے ہاتھ پر ظاہر کیا تو گویا اس نے

قال صدق رسولی فی کل ما یبلغ عنی سواء کان تبلیغہ بقولہ او فعلہ او سکوتہ قال العلماء مثال
اس کے حق میں یہ فرما دیا کہ میرا رسول سچا ہے اور جو احکام میری جانب سے بیان کرتا ہے سب درست ہیں خواہ وہ تبلیغ قولا ہو یا فعلا یا خموشی کے ساتھ علماء اس کی مثال

ذلک ان رجلا اذا قام فی مجلس ملک بمحضر جماعۃ وقال انا رسول ہذا الملک بعثنی الیکم بکذا
یوں دی ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کے دربار میں ایک مجلس کو خطاب کر کے یوں کہے کہ میں بادشاہ کا ایلچی ہوں جس نے مجھکو تمہارے پاس فلاں فلاں حکم

وکذا من التکالیف فطلبوا منہ حجۃ تدل علی صدقہ فقال آیۃ صدقی انی اطلب من الملک
دیکر بھیجا ہے اس پر انہوں نے اس سے ثبوت مانگا اس نے کہا کہ میری سچائی کی نشانی یہ ہے کہ میں بادشاہ سے درخواست کرتا ہوں

ان یخالف عادتہ ویقوم من مقامہ ویقعد ثلث مرات ففعل الملک ذلک بطلبہ فلا ریب ان
کہ وہ اپنی عادت کے خلاف تین مرتبہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو اور بیٹھ جائے چنانچہ بادشاہ نے اس کی درخواست کے موافق ویسا ہی کیا پس بیشک

ذلک الفعل من الملک قائم مقام قولہ صدق ہذا الرجل فی کل ما یبلغ عنی ومفید للعلم
بادشاہ کا یہ فعل ایسا ہی ہے کہ گویا اس نے یہ کہہ دیا کہ یہ شخص میری طرف سے جو کچھ کہے وہ سچ ہے

الضروری بصدقہ لمن شاہد ذلک الفعل من الملک ولمن لم یشاہدہ بل وصل الیہ خبرہ بالتواتر
بادشاہ کے اس فعل سے ہر شخص کو اس کا یقین ہو جائے گا جس نے بادشاہ کو ایسا کرتے ہوئے خود دیکھا ہو یا خود نہیں دیکھا بلکہ اور دوسرے طریق تواتر سے سنا

ولا شک ان ہذا المثال موافق لحال الرسول فی افادۃ معجزتہ العلم الضروری بصدقہ لمن
اس میں شک نہیں کہ یہ مثال معجزہ سے قطعی یقین پیدا ہو جانے کے بارے میں رسول کے حال کے پورے مطابق ہے جس نے

شاہدہا ولمن لم یشاہدہا بل وصل الیہ خبرہا بالتواتر والمعنی الثانی للیقین ان لا یلتفت الی عدم
معجزہ دیکھا ہو یا نہیں دیکھا ہو مگر اس کو متواتر خبر پہنچی ہو اور یقین کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ شک نہ ہونے کا خیال نہ کریں

الشک بل الی استیلائہ وغلبتہ علی القلب بحیث یصیر ہو المتصرف فیہ بالتحریض والمنع وعلی
بلکہ یقین کا غلبہ اس کے قلب پر اس قدر ہو کہ دل پر کسی کام کے کرنے نہ کرنے میں اسی کا قابو ہو اور

ہذا المعنی یوصف الیقین بالقوۃ والضعف حتی یقال لمن لا یستعد للموت فلان ضعیف الیقین
اسی معنی کے لحاظ سے یقین قوی اور ضعیف ہو سکتا ہے مثلا جو شخص موت کے سامان میں غفلت کرتا ہو تو کہتے ہیں فلاں کو موت کا یقین

بالموت مع عدم شکہ فیہ اذ لا ریب فی کون الناس سواء فی القطع بالموت وعدم الشک فیہ
کم ہے باوجودیکہ موت آنے میں اس کو شک نہیں ہوتا اس لیے کہ موت کا یقین سب کو برابر ہے اور کسی کو شک نہیں

لکن فیہم من لا یلتفت الیہ ولا یستعد لہ کانہ لا یؤمن بہ ومنہم من یستولی خوفہ علی قلبہ
لیکن بعض لوگ اسکی کچھ پروا نہیں کرتے اور نہ اس کا کچھ سامان کرتے ہیں گویا اسکا ایمان ہی نہیں اور بعضے ایسے ہوئے ہیں جن پر موت کا خوف ایسا غالب ہو جاتا ہے

ویستغرق ہمہ بالاستعداد لہ ولا یغادر فیہ متسعا لغیرہ کما ہو شان من یخاف عن النار ویرجو
کہ وہ اپنی ساری توجہ اسکی تیاری میں صرف کر دیتے ہیں اور اسی فکر میں ایسے غرق ہو جاتے ہیں کہ دوسری چیز کی گنجائش نہیں رہتی دوزخ سے ڈرنے والوں اور

الدخول فی دار القرار فعلی هذا یلزم العاقل ان یصرف العنایة الی تحصیل الیقین بالمعنیین جمیعا
بہشت میں جانے کے امیدواروں کی یہی شان ہے اس لیے ہر عاقل کو چاہیے کہ ان دونوں مضمون کا یقین حاصل کرنے کے لیے پوری کوشش کرے

وھما نفی الشک عن النفس ولا ثم تسلیط الیقین علیها ثانیا لکن ینبغی ان یعلم ان نفی الشک وتسلیط
یعنی پہلے اپنے نفس سے شک دور کرے پھر اُس پر یقین کو غالب کرے لیکن جاننا چاہیے کہ شک کا رفع ہونا اور یقین کا

الیقین لا یحصل الا بعد معرفة متعلقاته و محاربه وھی المعلومات التی جاء بها النبی علیه الصلوٰة
غالب آنا بدون اس کے متعلقات اور ٹھکانا جاننے کے نہیں ہو سکتا اور وہ وہ معلومات ہیں جن کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام من عند اللہ تعالی فمن صدق بها فهو مؤمن ومع هذا الایمان ان انتفی عن قلبه
اللہ کی طرف سے لائے ہیں پس جس نے اُن کو سچا جانا وہ مومن ہے اور اس ایمان کے ساتھ اگر اُس کے دل سے شک بھی جاتا رہا

امکان الشک فهو موقن بالمعنی الاول وان غلب علی قلبه فهو موقن بالمعنی الثانی وبه یحصل
تو اُسکو یقین کے پہلے معنے حاصل ہو گئے اور اگر اُس کے دل پر یقین غالب آگیا تو اُس کو یقین کے دوسرے معنے بھی حاصل ہو گئے اور اسی سے

الامتثال بالاوامر والاجتناب عن النواهی فان من غلب علی قلبه ان مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
احکام کی بجا آوری اور ممنوعات سے بچنے کی توفیق حاصل ہوتی ہے کیونکہ جس شخص کے دل پر اس آیت کا مضمون چھا گیا کہ جس نے ذرہ برابر

خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ویتقن ان نسبة الطاعات الی الثواب کنسبة الطعام
نیکی کی اُس کے آگے آئیگی اور جس نے ذرہ برابر بدی کی وہ بھی اُس کے آگے آئیگی اور اس بات کا یقین کرلے کہ عبادت کا لگاؤ ثواب سے ایسا ہے جیسے غذا کا

الی الشبع لا شک انه کما یحرص علی تحصیل الطعام للشبع ویحفظ قلیله وکثیره کذلک یحرص علی تحصیل
پیٹ بھرنے سے کچھ شک نہیں کہ وہ جیسے پیٹ بھرنے کے لیے کھانے کی حرص کرتا ہے اور تھوڑا بہت جو کچھ ہو اُس کی حفاظت کرتا ہے اسی طرح وہ ثواب حاصل کرنے کے لیے

الطاعات للثواب ویحفظ قلیلها وکثیرها ومن تحقق له ان نسبة المعاصی الی العقاب کنسبة السموم
عبادتوں کی حرص کرے گا اور قلیل و کثیر محفوظ رکھے گا اور جس کسی کو یہ بات ثابت ہو جائے کہ نافرمانی کو عذاب کے ساتھ وہ نسبت ہے جو زہر کو

الی الهلاک لا شک انه کما یجتنب عن قلیل السموم وکثیره خوفا عن الهلاک کذلک یجتنب
ہلاکت سے ہے تو کوئی شک نہیں کہ جس طرح وہ تھوڑے بہت زہر سے ہلاکت کے خوف سے بچتا ہے اسی طرح تھوڑی بہت

عن قلیل الذنوب وکثیرها وکبیرها وصغیرها خوفا من العقاب فان سبب ارتکاب المعاصی والفجور
نافرمانی صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے عذاب کے ڈر کے مارے بچے گا اس لیے کہ گناہ اور بدکاری کا سبب

لیس الا بسبب فساد العلم فان من علم ما فی المعاصی من المضرة حقیقة العلم لا یؤثرها الا تری
بدعلمی کے سوا اور کچھ نہیں ہے اس لیے کہ جس نے اچھی طرح یہ جان لیا کہ گناہ کرنے کا کتنا عذاب ہے تو وہ کبھی ایسا نہ کرے گا دیکھو

ان من علم من طعام لذیذ انه مسموم لا یقدم علی تناوله فیعلم من هذا ان الایمان الحقیقی هو
کھانا کیسا ہی مزہ دار ہو اگر معلوم ہو جائے کہ اُس میں سنکھیا ملی ہوئی ہے تو وہ کبھی نہیں کھائے گا اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی ایمان وہ ہے

الایمان الذی یحمل صاحبه علی فعل ما ینفعه فی الاخرة وعلی ترک ما یضر فیها فاذا لم یفعل ما ینفعه فیها
جو مومن کو اُن کاموں پر آمادہ کرے جو آخرت میں کام آنے والے ہیں اور اُن کاموں سے باز رکھے جو آخرت میں نقصان پہنچانے والے ہیں اور اگر ایسے کام نہ کرے جو آخرت میں کام آئیں گے

ولم یترک ما یضره فیها لا یکون ایمانه حقیقیا بل لسانیا لا قلبیا فان المؤمن بالنار حقیقة الایمان حتی
اور اُن باتوں سے نہ باز آئے جو وہاں مضر ہونے والی ہیں تو وہ مومن کامل نہیں ہے بلکہ زبانی ہے دلی نہیں اس لیے کہ جو دوزخ کا حقیقی ایمان رکھتا ہو حتی کہ

کانه یرنها لا یسلک طریقها الموصل الیها فضلا عن السعی فی تحصیل دخولها وان المؤمن بالجنة
گویا اُسے دیکھتا ہے وہ ایسا راستہ ہرگز نہ چلے گا جو اُس کو دوزخ میں گرا دے چہ جائے کہ اُس کے دخول کی کوشش کرے اسی طرح جو جنت پر

حقیقة الایمان حتی کانه یریها لا یترک طلبها بل یسعی فی تحصیل دخولها وهذا امر یجده الانسان
حقیقی ایمان رکھتا ہے گویا جنت دیکھ رہا ہے تو وہ اُس کی طلب میں کبھی کوتاہی نہ کرے گا بلکہ اُس کے دخول کی کوشش کرے گا اور یہ بات ہر شخص اپنے دل میں ...

فی نفسه عند سعیه فی امور الدنیا فی دفع ما یضره وجلب ما ینفعه یسر الله من الاعمال ما یوافق رضاه
جب کہ دنیا دی امور میں سعی کرتا ہے کہ مضرتوں سے کیسا بچتا ہے اور طلب منفعت میں کیسی کوشش کرتا ہوا اللہ ہم کو وہ کام کرنے کی توفیق دے جو اس کی رضامندی کے موافق ہوں

المجلس الخامس فی لزوم الایمان بما جاء النبی صلی الله علیه وسلم ولا یجوز المخالفة

پانچویں مجلس اس بیان میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو احکام لائے ہیں اُن پر ایمان لانا ضروری ہے اور اُس میں مخالفت جائز نہیں

فیه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفس محمد بیده لا یسمع بی احد من هذه
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ اس

الامة یهودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یؤمن بما ارسلت به الا کان من اصحاب النار
امت میں سے جس شخص نے خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی میری نبوت کو سُنا اور میری شریعت پر ایمان لائے بغیر مرگیا تو وہ یقیناً دوزخی ہے

هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه ابو هریرة ولیس المراد بالامة ههنا امة الاجابة بل
یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے اور حضرت ابوہریرہ اس کے راوی ہیں اس مقام پر امت سے مراد امت اجابت نہیں ہر کیونکہ

کون الیهودی والنصرانی مذکورا فیه بل المراد بها الدعوة فعلی هذا یدخل فیه جمیع اهل الملل
یہود و نصاری کا بھی اس میں ذکر ہے بلکہ اس سے امت دعوت مراد ہے اس صورت میں اُس میں تمام باطل مذہب والے بھی شامل ہیں

الباطلة وتخصیص الیهود والنصاری بالذکر لیعلم انهما مع کونهما اهل کتاب وصاحبی شریعة
اور یہود و نصاری کی تخصیص یہاں اس لیے ہو کہ یہ دونوں قومیں باوجود اہل کتاب وصاحب شریعت ہونے کے

اذا کانا من اهل النار بترک الایمان بما جاء به النبی علیه الصلوة والسلام فغیرهما ممن لم یکن له کتاب
جب کہ شریعت اسلامیہ پر ایمان نہ لانے سے دوزخی ہوسے تو اور لوگ جو نہ صاحب کتاب ہیں

ولا شریعة اولی بذلک فکانه علیه الصلوة والسلام قال اقسم بالله الذی نفسی بقدرته
نہ کوئی شریعت رکھتے ہیں بطریق اولی دوزخی ہیں بس گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے

ان کل من یسمع بنبوتی ولا یؤمن بما جئت به من عند الله تعالی حتی یموت یکون من اهل النار
کہ جو شخص میری نبوت کو سُنے گا اور مرتے وقت تک میری شریعت پر ایمان نہ لائے گا تو وہ دوزخی ہو گا

ویعلم منه ان الایمان وان کان فی اللغة بمعنی التصدیق مطلقا لکنه فی الشریعة تصدیق الرسول
اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اگرچہ ازروے لغت مطلق تصدیق کا نام ہے لیکن شریعت میں اُن احکام کی تصدیق کو کہتے ہیں

فی کل ما علم ضرورة انه جاء به من عند الله واشتهر کونه من دینه علیه الصلوة والسلام بحیث
جو صاف صاف ثابت ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پاس سے لائے ہیں اور اُن کا دین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونا مشہور ہو چکا ہو

یعلمه کل احد من غیر افتقار فی معرفته الی الاستدلال لا بدلیل العقل ولا بدلیل النقل وان کان
کہ ہر شخص کھلے طور پر جانتا ہو نہ عقلی دلیل کی ضرورت ہو نہ نقلی کی اگرچہ

فی نفسه یتوقف معرفته علی الاستدلال علیه بدلیل من دلیل العقل والنقل کوجود الصانع
فی نفسہ اُس کی شناخت کسی دلیل عقلی یا نقلی پر موقوف ہو مثلاً صانع کا وجود

ووجوب الصلوة وحرمة الخمر واحوال الآخرة فان کل واحد منها وان کان فی نفسه یتوقف
اور نماز کا وجوب اور شراب کی حرمت اور آخرت کے حالات ان میں سے اگرچہ ہر ایک کا سمجھنا

معرفته علی الاستدلال علیه اما بدلیل العقل کوجود الباری تعالی وصفاته او بدلیل النقل
استدلال پر موقوف ہے خواہ دلیل عقلی سے مثل وجود باری کے خواہ دلیل نقلی سے

کوجوب الصلوة وحرمة الخمر واحوال الآخرة لکن کونه من دینه علیه الصلوة والسلام
مثلاً فرضیت نماز اور حرمت شراب اور احوال آخرت لیکن ان امور کا حضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے دین سے ہونا

معلوم بالضرورة لكل احد من غير احتياج فى معرفته الى الاستدلال عليه بدليل ويكفى

سب بداہۃً جانتے ہیں اسکے جاننے میں کسی دلیل کی حاجت نہیں ہے اور جو احکام

الاجمال فيما يلاحظ اجمالا ويشترط التفصيل فيما يلاحظ تفصيلا حتى ان من لم يصدق بوجوب

اجمالاً دیکھے جاتے ہیں وہاں اجمال کافی ہے اور جو احکام تفصیلاً ملحوظ ہوتے ہیں انکی تفصیل شرط ہو یہانتک کہ جو شخص وجوب

الصلوة عند السؤال عنها او بحرمة الخمر عند السؤال عنها لا يكون مؤمنا بل يكون كافرا لكون

نماز اور شراب کی حرمت کے سوال کیے جانے کے وقت تصدیق نہ کرے تو وہ مؤمن نہیں بلکہ کافر ہو جائے گا

كل منهما مما علم بالتواتر انه من دينه عليه الصلوة والسلام والحاصل ان من اراد ان يكون

یہ دونوں حکم تواتر سے معلوم ہو چکے ہیں کہ احکام دین نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہیں خلاصہ یہ کہ جو شخص مؤمن بننا چاہتا ہے

مؤمنا وقال بلسانه لا اله الا الله محمد رسول الله وصدق معناه بقلبه يكون مؤمنا وان لم

اور اپنی زبان سے لآ اله الا الله محمد رسول الله کہے اور دل سے اسکی تصدیق کرے وہ مؤمن ہے اگرچہ وہ

يعرف الفرائض والمحرمات ثم اذا قيل له الصلوات الخمس فى كل يوم وليلة فرض عليك فان

حرام اور فرض سے واقف نہیں پھر جبکہ اسکو بتلایا گیا کہ تجھ پر نماز پانچ وقت ہر شبانہ روز میں فرض ہے تو اگر اسنے

صدقها وقبلها يكون ثابتا على ايمانه وان انكرها او لم يقبلها يكون خارجا عن الايمان وكذلك

اسکی بھی تصدیق کی اور قبول کر لیا تو وہ اپنے ایمان پر ثابت قدم ہو اور اگر انکار کیا اور نہ مانا تو وہ ایمان سے خارج ہو جائے گا اور اسیطرح

سائر الفرائض والمحرمات الثابتة بدليل قطعى من الكتاب والسنة واجماع الامة وان اشكل عليه

تمام فرائض اور محرمات جو بدلیل قطعی کتاب وسنت واجماع امت سے ثابت ہیں اور اگر

مسألة من مسائل الايمان يجب عليه فى الحال ان يعتقد على الاجمال ما هو الصواب عند الله تعالى

مسائل ایمان میں سے کسی مسئلہ میں شبہہ واقع ہو تو اسپر اجمالاً عقیدہ رکھے کہ جو عند اللہ صحیح ہو وہ ٹھیک ہے

بان يقول اعتقدت ما هو الصواب عند الله تعالى وهذا القدر يكفى الى ان يجد عالما يعلم مسائل

اور یوں کہے کہ اللہ کے نزدیک جو حق ہو اسپر میرا اعتقاد ہو اتنا ہی ایمان اسوقت تک کافی ہو جسوقت تک کوئی عالم ایسا ملے کہ مسائل

الايمان فيسأله عما اشكل عليه ولا يجوز له تاخيرا لطلب لقوله تعالى فَسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

ایمان کے جانتا ہو پس اس سے اس مشکل مسئلہ کو حل کر لینا چاہیے اور اسکی دریافت میں تاخیر جائز نہیں ہو اللہ تعالی فرماتا ہو کہ عالموں سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو

ولا يكون معذورا بالتوقف فيما اشكل عليه بل يكون كافرا بالتوقف ان كان ما اشكل عليه من ضروريات

اور اس مشکل کے حل کرنے میں اگر توقف کریگا تو معذور نہ سمجھا جائیگا بلکہ توقف کرنے سے کافر ہو جائیگا بشرطیکہ وہ مسئلہ ضروریات

الدين لان التوقف فى المؤمن به يمنع التصديق فيكون كفرا مثلا من اشكل عليه وحدانية الله تعالى

دین میں سے ہو اسلیے کہ توقف ایمانیات میں مانع تصدیق ہو تو کفر ہو جائے گا مثلاً کسی کو وحدانیت خدائے تعالے

او قدرته على شئ او علمه بكل شئ من الكليات والجزئيات او حشر الاجساد او حدوث العالم

یا کسی شئے پر اسکا قادر ہونا یا یہ کہ وہ دانا ہے جزو کل ہو یا یہ کہ بعد مرنے کے پھر جسم زندہ ہونگے یا عالم کا حادث ہونا

او نحو ذلك فقال اعتقدت ما هو الحق عند الله تعالى يثبت ايمانه الاجمالى لوجود التسليم والقبول

اس قسم کے امور میں اگر شبہہ پیدا ہوا اور اسنے کہد یا کہ جو کچھ اللہ کے نزدیک حق ہو اسی پر میرا اعتقاد ہے تو اسکا ایمان اجمالی ثابت ہے کیونکہ تسلیم اور قبول

اجمالا لكن ان لم يسأل عما اشكل عليه من هذه المذكورات بل انه اخر الطلب ولم يطلب اصلا

اجمالاً موجود ہے لیکن اگر اسنے اس مشکل کو حل نہ کیا بلکہ پوچھنے میں دیر کی یا پوچھا ہی نہیں

لا يبقى مؤمنا بقوله اعتقدت ما هو الحق عند الله تعالى بل يكون كافرا بترك السؤال والطلب

تو صرف یہ قول اجمالی کہ جو اللہ کے نزدیک حق ہے اسپر میرا ایمان ہے کافی نہوگا اور وہ مؤمن نہ رہیگا بلکہ کافر ہو جائے گا صرف اس نہ پوچھنے کی وجہ سے

لان هذه المذکورات من ضروریات الدین یعلمها کل عاقل نشأ بین المؤمنین والحاصل
کیونکہ یہ تمام امور جو اوپر مذکور ہوے ضروریات دین سے ہین انکو ہر عاقل جو مسلمانون مین پیدا ہوا ہو جانتا ہے خلاصہ یہ کہ
ان من اشکل علیه کون اله العالم واحدا او متعددا ولم یمیل قلبه الی واحد منهما یجب علیه
جسکے دل مین یہ شبہہ پیدا ہو کہ خدا ونعالم ایک ہے یا کئی اور ان مین سے کسی ایک بات پر اسکا دل نہ ٹھہرا تو اسپر واجب ہے
ان یقول فی الحال عنقدت ما هو الحق عند الله تعالی ثم یجب علیه الطلب والسؤال بلا توقف
کہ فوراً یہ کہے کہ عند اللہ جو امر حق ہے اسی پر میرا اعتقاد ہے اسکے بعد اسپر واجب ہے کہ وہ بلا توقف کسی عالم سے اسکو پوچھے
ولا تاخیر حتی لو اخر الطلب وترکه ولم یعتقد کون اله العالم واحدا لا یکون مؤمنا بل یکون
اور تاخیر کو راہ نہ دے اگر اسنے تاخیر کی یا پوچھا ہی نہین اور اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لایا تو وہ مؤمن نہ ہوگا بلکہ
کافرا وکذا من توقف فی یوم القیمة او فی الجنة او فی النار او فی المیزان او فی الحساب او فی الصراط
کافر ہوجائےگا اسی طرح وہ شخص بھی جو قیامت اور جنت اور دوزخ اور میزان اور حساب اور پل صراط
او فی الصحائف التی کتب فیها اعمال العباد او فی شفاعة الشافعین لا یکون مؤمنا بل یکون کافرا
اور نامۂ اعمال جسمین بندون کے اعمال لکھے جاتے ہین اور شفاعت کرنے والون کی شفاعت مین شک اور توقف کرے تو وہ مؤمن نہ رہیگا بلکہ کافر ہوجائےگا
لان التوقف والتردد ینافی التصدیق المفسر به الایمان وتحقیقه ان الایمان فی اللغة التصدیق وهو
اس لیے کہ توقف اور تردد تصدیق کے منافی ہے جسکو ایمان کہتے ہین اور تحقیق اسکی یہ ہے کہ ایمان لغت مین تصدیق کو کہتے ہین
اذعان حکم المخبر وقبوله وجعله صادقا بعد العلم بصدقه ولم ینقل فی الشرع الی معنی اخر بدلیل
یعنے مخبر کے حکم کو سچ جاننا اور اسکو قبول کرنا اور اسکو سچا جان کر سچا قرار دینا اور شرع مین اسکے دوسرے معنے منقول نہین اسکی دلیل ہے
انه علیه الصلوة والسلام خاطب العرب به وامتثل منهم من امتثل من غیر استفسار ولا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل عرب کو اسکا خطاب فرمایا اور ان مین سے جو مطیع ہوے انھون نے اسکی تصدیق کی نہ کچھ پوچھا نہ
افتقار الی بیان الا بحسب المتعلق وهو ما یجب الایمان به فبینه علیه الصلوة والسلام وفصله
بیان کی حاجت ہوئی الا بحسب متعلق یعنے جسپر ایمان لانا واجب ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو بیان فرمادیا اور کچھ
بعض التفصیل حین جاءه جبرئیل علیه السلام علی صورة رجل غریب وساله عن الایمان فقال
تفصیل بھی کردی جبکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک مرد مسافر کی صورت مین آئے اور ایمان کو پوچھا
یا محمد اخبرنی عن الایمان فقال علیه الصلوة والسلام الایمان ان تؤمن بالله وملئکته وکتبه ورسله
کہ اے محمد بتلاؤ ایمان کیا چیز ہے حضور علیہ الصلوۃ السلام نے فرمایا یہ کہ تم ایمان لاؤ اللہ اور ملائکہ اور کتب آسمانی اور جملہ پیغمبران پر
الی اخر الحدیث فانه علیه الصلوة والسلام بین فیه معنی الایمان بهذا اللفظ تعویلا علی ظهور معناه عندهم
آخر حدیث تک پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان کے معنے ان لفظون مین بیان فرمائے اس خیال پر کہ ان الفاظ کے معنی یہ لوگ خوب جانتے ہین
ثم قال هذا جبرئیل اتاکم یعلمکم دینکم فلو کان الایمان نقل الی معنی غیر التصدیق تبین نقله
پھر فرمایا کہ یہ جبرئیل تھے کہ تم کو دین سکھلانے کے لیے آئے تھے پس اگر ایمان کے معنے سواے تصدیق کے کچھ اور ہوتے تو وہ مشہور ہوتے
کما تبین نقل الصلوة والزکوة ونحوهما والا لکان هذا خطابا لهم بما لم یفهموه ولما صح ان یکون تعلیما لهم
جیساکہ نماز اور زکوۃ کے معنے مشہور ہین ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا ان سے وہ بات کہی جسکو سمجھتے ہی نہ تھے اور یہ تعلیم صحیح نہ ہوتی
ولما صح امتثالهم من غیر استفسار فظهر ان الایمان لم یعتبر فیه شرعا الا الخصوص باعتبار
اور وہ لوگ بغیر پوچھے کیونکر مان لیتے پس ظاہر ہوگیا کہ ایمان مین لغوی معنون کی تصدیق کے بعد شرعًا صرف خصوصیت متعلق ہی کا
متعلقه بعد ما ارید به التصدیق بالمعنی اللغوی وهو ما یعبر عنه فی الفارسیة بگرویدن وفی الترکیة
اعتبار ہے جسکو فارسی مین گرویدن اور ترکی مین

بانا نمق ثم التصديق من ضرورته المعرفة واليقين فعلى هذا لا يتحقق تصديق الرسول الا بعد
انا نمق کہتے ہیں پھر تصدیق کے لیے یقین اور معرفت ضروری ہے لہذا تصدیق رسول کی اسوقت تک ثابت ہوگی تا وقتیکہ

اثبات رسالته بالمعجزة الدالة على صدقه ودلالة المعجزة على صدقه تتوقف على العلم بكون المعجزة
اسکی پیغمبری کسی معجزہ سے ثابت نہو جائے جو اسکی سچائی پر دلالت کرے اور معجزہ کی دلالت رسول کی سچائی پر اس بات کے جاننے پر موقوف ہے کہ معجزہ

فعلا من افعاله تعالى خارقا للعادة اظهره على يد رسوله عند ادعائه الرسالة تصديقا له فانه تعالى
ایک فعل ہے افعال الٰہی سے عادت کے خلاف جسکو خدا پیغمبر کے ہاتھ سے دعوی رسالت کے وقت اسکی تصدیق کے لیے ظاہر کرتا ہے پس اللہ تعالے

باظهار المعجزة على يده صار كانه قال صدق رسولي في كل ما يبلغه عني سواء كان تبليغه بقوله او فعله
یہ معجزہ اس کے ہاتھ پر ظاہر کرکے گویا فرماتا ہے کہ میرا رسول جو کچھ میری طرف سے بیان کرتا ہے خواہ قولاً ہو یا فعلاً

او سكونه وقد مثل العلماء ذلك بشخص قام في مجلس بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملك بعثني
یا سکوتاً سب سچ ہے اور علما نے اسکی یہ مثال بیان کی ہے کہ ایک شخص بادشاہ کے دربار میں ایک جماعت کے سامنے کھڑا ہو کر یوں کہے کہ میں اس بادشاہ کا ایلچی ہوں جسنے مجھکو

اليكم بكذا وكذا من التكاليف فطلبوا منه حجة تدل على صدقه فقال اية صدقي اني اطلب من
تمہارے پاس فلاں فلاں حکم کی تعمیل کا حکم دیا ہے لوگوں نے پوچھا کہ کیسے معلوم ہو کہ تم سچے ہو تو اسنے کہا کہ میری سچائی کی نشانی یہ ہے کہ میں بادشاہ سے درخواست کرتا ہوں

الملك ان يخالف عادته يقوم من مقامه ويقعد ثلث مرات ففعل الملك بطلبه فلا شك ان
کہ اپنی خلاف عادت اپنی جگہ اٹھے بیٹھے پس بادشاہ نے اسکے کہنے سے ایسا ہی کیا پس شک نہیں

ذلك الفعل من الملك قائم مقام قوله صدق هذا الشخص في كل ما يبلغ عني وهو مفيد للعلم الضروري
کہ بادشاہ کا یہ فعل ایسا ہے کہ گویا اسنے یہ کہدیا کہ یہ شخص میری طرف سے جو کہتا ہے وہ سب

بصدقه لمن شاهد ذلك الفعل من الملك ولمن لم يشاهده بل وصل اليه خبره بالتواتر ولا ريب ان
سچ ہے اور جنھوں نے بادشاہ کا یہ فعل دیکھا ہے اور جنھوں نے نہیں دیکھا بلکہ لوگوں سے متواتر سنا ہے اسکو اسکی صداقت کا یقین ہو جائیگا اور کچھ شک نہیں

هذا المثال مطابق لحال الرسول عليه الصلوة والسلام في افادة معجزته العلم الضروري بصدقه
کہ یہ مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کے مطابق ہے کہ معجزہ سے علم یقینی رسولؐ کی سچائی کا اسکو حاصل ہوتا ہے

لمن شاهدها ولمن لم يشاهدها بل وصل اليه خبرها بالتواتر وقد وصل الينا بالتواتر
جس نے معجزہ کو خود دیکھا ہو یا بذریعہ تواتر سنا ہو اور ہم تک بطریق تواتر یہ خبر پہونچی

انه عليه الصلوة والسلام ادعى النبوة واظهر المعجزة حتى جرى ذلك مجرى الشمس في الظهور فوجب
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دعوے پیغمبری کیا اور معجزہ دکھلایا حتی کہ یہ بات مثل سورج کے روشن ہے پس ہمپر واجب ہے

علينا تصديقه في جميع ما جاء به من عند الله تعالى من الاحكام التكليفية التي هي وجوب الواجبات
کہ اللہ تعالے کے پاس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے تکلیفی احکام کی تصدیق کریں مثلاً واجبات کے واجب ہونے

وندب المندوبات واباحة المباحات وحرمة المحرمات وكراهة المكروهات ومنه امور الاخرة التي
اور مستحبات کے مستحب ہونے اور مباح چیزوں کو مباح ہونے اور حرام چیزوں کے حرام ہونے اور مکروہات کی کراہت پر ایمان لائیں ... منجملہ انکے امور آخرت بھی ہیں

اول منزل من منازلها القبر واحياء الميت فيه وسؤال منكر ونكير ثم كونه اما روضة من رياض الجنة
جنکی منزلوں میں سے پہلی منزل قبر ہے اور اس میں مردہ کا زندہ کرنا اور سوال نکیرین پھر اسکا یا تو باغ جنت کا ایک چمن ہونا

او حفرة من حفر النار ثم البعث منه يوم القيمة الى العرصات ثم اعطاء الكتب التي كتب فيها اعمال
یا دوزخ میں کا ایک گڑھا ہونا پھر قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہو کر میدان قیامت کو جانا اور وہاں نامہ اعمال دیا جانا جسمیں بندوں کے سب اعمال لکھے ہونگے

العباد فيؤتى كتاب بعضهم بيمينه وكتاب بعضهم بشماله او من وراء ظهره ثم الحساب ثم نصب
کسی کو داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا اور کسی کو بائیں ہاتھ میں اور کسی کو پس پشت سے پھر حساب و کتاب ہونا پھر

الميزان لوزن الاعمال فمن ثقلت حسناته وخفت سيئاته فهو في عيشة راضية ومن خفت

اعمال تولنے کے لیے ترازو کا قائم ہونا پھر جسکی نیکیان بھاری ہونگی اور گناہ ہلکے ہونگے وہ مزے اور چین مین ہوگا اور جسکی نیکیان ہلکی

حسناته وثقلت سيئاته فامه هاوية ثم وضع الصراط على متن جهنم لمرور الناس عليه فيمر بعضهم

ہوئین اور گناہ بھاری ہوئے وہ جہنمی ہوگا پھر دوزخ کی پشت پر پل صراط کا لوگون کے چلنے کے لیے قائم کرنا پس بعضے تو ایسے گذر جاوینگے

كالبرق الخاطف وبعضهم كالريح العاصف وبعضهم كالفرس الجواد وبعضهم يعدو عدوا وبعضهم يمشي

جیسے بجلی کوندتی ہے اور بعضے مثل تیز آندھی کے اور بعض تیز گھوڑے کے مانند اور کوئی دوڑتا ہوا جائیگا

مشيا وبعضهم يحبو حبوا وبعضهم يسقط الى النار ويتلقونه الزبانية بالسلاسل والاغلال نسأل الله تعالى

اور کوئی معمولی چال سے جائے گا اور کوئی گھسٹتا ہوا جائیگا اور کوئی دوزخ مین گر پڑے گا اور دوزخ کو موکل اسکو طوق و زنجیر مین جکڑ لینگے خداوندا

ان يحفظنا من جميع هذه الاهوال وقد تبين بجميع ما ذكر ان تصديق الرسول عليه الصلوة والسلام لا يتحقق

ہمین ان تمام ہولون سے بچائیو اس تمام تقریر سے ثابت ہوا کہ تصدیق رسالت حضور سرور عالم صلعم کی نہین ہوسکتی جبتک

الا بعد ثبات رسالته بالمعجزة الدالة على صدقه ودلالة المعجزة على صدقه تتوقف على العلم بكون تلك المعجزة

آپ کی رسالت کسی معجزہ سے ثابت نہو جو آپ کی سچائی پر دلالت کرتا ہو اور معجزہ کی دلالت رسالت پر اس بات کے جاننے پر موقوف ہے کہ معجزہ

فعلا من افعاله تعالى والعلم بكونها فعلا من افعاله تتوقف على العلم بوجوده تعالى وكونه قديما واحدا

ایک فعل ہو افعال الٰہی مین سے اور یہ جاننا اس علم پر موقوف ہو کہ وہ موجود اور قدیم اور یکتا

متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحيوة لانها لكونها فعلا من افعاله تعالى يتوقف وجودها على وجوده تعالى

اور متصف بقدرت وارادہ اور علم اور حی ہو کیونکہ معجزہ جبکہ فعل خدا ٹھہرا تو اسکا ہونا وجود الٰہی اور

وكونه موصوفا بهذه الصفات والعلم بوجوده تعالى لا يمكن ان يحصل بالحس لانه تعالى ليس محسوسا كالشمس

ان تمام صفات سے موصوف ہونے پر موقوف ٹھہرا اور وجود باری تعالیٰ کا علم حس ظاہری سے نہین ہوسکتا اس لیے کہ اللہ تعالےٰ چاند وسورج

والقمر حتى يعلم وجوده بالحس وليس العلم بوجوده ضروريا كالعلم بكون الاثنين اكثر من الواحد حتى يعلم

کی طرح نہین ہو کہ اسکا وجود ظاہری حواس سے معلوم کیا جائے اور نہ علم وجود الٰہی کا بدیہی ہو جیسا کہ دو کا ایک سے زائد ہونا کہ

وجوده بالبداهة بل انما يعلم وجوده بالاستدلال من المصنوع الى الصانع ومن الاثر الى المؤثر كما روي ان

بداہۃً اسکا وجود معلوم ہو جائے بلکہ اسکا وجود مصنوع سے صانع اور اثر سے مؤثر پر استدلال سے معلوم ہوگا چنانچہ روایت ہے

اعرابيا سئل عن الدليل الدال على وجوده تعالى فقال البعرة تدل على البعير والروث على الحمير وآثار الاقدام

کہ ایک گنوار سے پوچھا گیا کہ خدا کے ہونے کی کیا دلیل ہو تو اُسنے کہا کہ مینگنی سے اونٹ کا پتا ملتا ہو اور لید سے گدھے کا اور نقش پا

على المسير افلا تدل سماء ذات ابراج وارض ذات فجاج وبحار ذات امواج على الصانع القدير وروي ان

سے چلنے والے کا تو کیا یہ برجون والے آسمان اور راستون والی زمین اور موجون والے دریا صانع قدیر پر دلالت نہین کرتے اور روایت ہو کہ

اباحنيفة كان سيفا حادا على الدهرية وكانوا ينتهضون الفرصة ليقتلوه فبينما هو قاعد في المسجد يوما

امام ابو حنیفہ دہریون کے لیے مثل تیز تلوار کے تھے اور دہریے آنجناب کے قتل کے لیے موقع کی تاک مین رہتے تھے چنانچہ ایکدن امام ممدوح تنہا مسجد مین

وحده اذ هجم عليه جماعة منهم بسيوف مسلولة وهموا بقتله فقال لهم اجيبوني عن مسألة ثم افعلوا

بیٹھے ہوے تھے ناگاہ دہریون کا ایک غول ننگی تلوارین کھینچکر قتل کے لیے چڑھ آیا اور آپکے شہید کرنے کا قصد کیا ہی تھا کہ آپنے فرمایا کہ میرے ایک سوال کا جواب دیدو اسکے بعد تم جو چاہو وہ کرو

ما شئتم فقالوا ما مسألتك فقال لهم ما تقولون في رجل يقول اني رأيت سفينة مشحونة بالاحمال

کہنے لگے وہ کیا سوال ہو آپ نے فرمایا تم اس شخص کے بارہ مین کیا کہتے ہو جو کہتا ہے کہ مین نے ایک کشتی مال سے بھری ہوئی

مملوة بالاثقال قد احتوشتها في لجة البحر امواج متلاطمة ورياح مختلفة وهي من بينها تجري مستوية

اسباب سے لدی ہوئی دیکھی جسپر منجدھار مین موجون کے تھپیڑے اور باد مخالف کے زبردست جھونکے پڑ رہے تھے وہ بے کھٹکے سیدھی چل سکتی ہے

من غير ملاح يجريها ولا مدبر يدبر امرها هل يجوز هذا في العقل قالوا لا هذا شيء لا يقبله العقل فقال
بغیر کسی ملاح کے کہ تدبیر سے چلائے اسکو آیا یہ بات عقلاً ممکن ہے ان لوگوں نے کہا کہ نہیں عقل اسکو ہرگز نہیں قبول کرتی

الامام ابو حنيفة يا سبحان الله ان سفينة اذا لم يجز في العقل ان تجري مستوية من غير ملاح
پس امام صاحب نے فرمایا سبحان اللہ جب ایک کشتی از روئے عقل بغیر ملاح کے جو تدبیر سے لے چلے سیدھی نہیں چل سکتی

يدبر امرها في جريانها فكيف يجوز في العقل قيام هذه الدنيا على اختلاف احوالها وتغير اعمالها
تو پھر عقل یہ بات کیونکر قبول کرتی ہے کہ دنیا جس میں اتنی مختلف حالتیں اور اعمال باقاعدہ

وسعة اطرافها وتباين اكنافها من غير صانع يدبر امرها وحافظ يحفظ حالها فلما سمعوا كلامه
اور اطراف لمبے چوڑے کنارے الگ الگ ہیں بغیر ایسے صانع کے جو اسکی تدبیر کرتا ہے اور بغیر ایسے نگہبان کے جو اسکی نگرانی کرے قائم رہے یہ بات سُنکر

بكوا جميعا فقالوا صدقت واغمدوا سيوفهم وتابوا واسلموا بين يديه وروي ان بعض الزنادقة انكر الصانع
سب رو پڑے اور کہنے لگے آپ سچ فرماتے ہیں اور اپنی اپنی تلواریں میان میں کرلیں اور توبہ کی اور آپکے سامنے مسلمان ہوگئے اور کہتے ہیں کہ کسی زندیق نے

عند جعفر الصادق فقال له جعفر هل ركبت البحر قال نعم قال هل رأيت هواله قال نعم قال هاجت
حضرت امام جعفر صادق کے سامنے خدا کا انکار کیا آپ نے فرمایا کہ تم نے کبھی دریا کا سفر کیا ہے اسنے کہا ہاں پھر آپنے پوچھا اسکی سختیاں بھی جھیلی ہیں کہنے لگا ہاں

يوما رياح هائلة فكسرت السفينة واغرقت الملاحين فتعلقت بلوح ثم ذهب عني ذلك
ایکروز ایسی تیز آندھی چلی کہ کشتی ٹوٹ گئی ملاح بھی ڈوب گئے میں ایک تختہ میں لپٹ رہا پھر وہ تختہ بھی چھوٹ گیا

اللوح وانا مدفوع في تلاطم الامواج حتى وقعت الى الساحل فقال جعفر كان اعتمادك اولا على السفينة
اور میں موجوں میں غوطے کھاتے کھاتے ایک دفعہ کنارہ جا لگا حضرت جعفر صادق نے فرمایا کہ پہلے تو تجھے کشتی

مع الملاح ثم على اللوح بانه ينجيك فلما ذهبت عنك تلك الاشياء هل اسلمت نفسك الى الهلاك
اور ملاح پر بھروسا تھا پھر تختہ پر کہ یہ بچائے گا جب یہ تینوں چیزیں تیرے ہاتھ سے جاتی رہیں کیا تو نے اپنی جان موت کے حوالہ کردی تھی

ام كنت ترجو السلامة بعد قال بل رجوت السلامة قال ممن كنت ترجوها فسكت الرجل فقال له جعفر
یا پھر بھی نجات کی امید باقی تھی بولا ہاں نجات کی امید باقی تھی آپ نے فرمایا کس سے امید تھی تو وہ چپ ہوگیا آپنے فرمایا

ان الصانع هو الذي ترجوه في ذلك الوقت من غير شعور لك به وهو الذي نجاك من الغرق فلما
کہ جس سے تجکو امید تھی وہ ہی خدا ہے گو تجکو شعور نہ تھا اور اُسی نے تجکو غرق ہو جانے سے بچایا

سمع ذلك الرجل هذا الكلام منه قبله قلبه فاسلم بين يديه فقد علم من هذا ان طريق معرفة
اُس نے جو یہ بات سُنی تو اُسکے دل نے مان لیا اور وہ آپ ہی کے سامنے مسلمان ہوگیا اس سے معلوم ہوا کہ

الله تعالى بالاستدلال الذي هو النظر في الدليل فيكون النظر واجبا لانه تعالى امر به فقال
اللہ کے پہچاننے کا طریق استدلال ہے یعنے دلیل میں نظر کرنا پس نظر کرنا واجب ٹھہرا کیونکہ اللہ نے اسکا حکم فرمایا ہے چنانچہ فرماتا ہے

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فمن تركه يكون اثما لانه تعالى اعطى الانسان نعمة العقل
کہدو غور کریں کہ زمین و آسمان میں کیا ہے پس جو شخص اسکو ترک کرے گا وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اللہ نے انسان کو عقل کی نعمت اسی لیے دی ہے

ليستدل به على وجوده تعالى وقدمه ووحدانه وسائر صفاته التي تدل عليها افعاله وهي القدرة و
کہ وجود الٰہی پر اور اُسکے قدم اور وحدت اور تمام اوصاف جو افعال الٰہی سے ثابت ہوتے ہیں یعنے قدرت اور

الارادة والعلم والحيوة فاذا لم يستدل به لا يكون مؤديا شكر نعمة العقل فيكون اثما فان لم يغفر
ارادہ اور علم اور حیوۃ پر استدلال کیا کرے اور اگر ایسا نہ کرے گا تو گویا اُسنے نعمت عقل کا شکر نہیں ادا کیا تو گنہگار ہوگا اگر اللہ اسکو نہ بخشے

الله له فانه وان كان عاقبته الجنة لكن بعد ان يعذب بقدر ذنبه فعلى هذا يجب على كل مؤمن
تو اگرچہ آخرکار بہشت ملے گی لیکن اسوقت جبکہ اپنے گناہ کا عذاب بھگت چکے گا اس بنا پر ہر مسلمان پر واجب ہے

ان یعتنی فی معرفۃ اللہ تعالیٰ ومعرفۃ ما یجب علیہ اعتقادہ بالنظر والاستدلال حتی یخرج
کہ اللہ کے پہچاننے اور تمام اعتقادی امور کے سمجھنے کے لیے استدلال اور نظر سے کام لیا کرے تاکہ اہل تقلید سے

من التقلید ویکون من اہل الیقین لان المقلد لا یقین لہ اصلا الا ان ہو الذی لا یتفکر فی خلق
نکل کر اہل یقین میں داخل ہو جائے کیونکہ مقلد کو یقین کا مرتبہ بالکل نہیں حاصل ہوتا کس لیے کہ مقلد وہ ہے جسنے

السموٰت والارض واختلاف اللیل والنہار حتی یعرف خالقہ وسائر ما یجب علیہ اعتقادہ بل اخبرہ
آسمان و زمین کی پیدائش اور رات دن کی تبدیل پر غور ہی نہیں کیا جس سے اپنے خالق کو اور دوسرے امور اعتقادی کو سمجھ سکے بلکہ اس سے کسی نے

احد بہا وصدقہ فیہا ففی صحۃ ایمانہ اختلاف بین العلماء واما الذین نشأوا فی دار الاسلام وسمعوا
کہدیا اسی پر وہ ایمان لے آیا علما کو ایسے لوگوں کے ایمان میں اختلاف ہے اور جو لوگ دارالاسلام میں پیدا ہوئے

معجزات النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وتفکروا فی خلق السموٰت والارض واختلاف اللیل والنہار فلا اختلاف
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سنے اور آسمان و زمین کی پیدائش اور رات دن کے اختلاف میں غور کیا

فی صحۃ ایمانہم لکونہم من اہل النظر والاستدلال ولا یشترط الاقتدار علی التقریر والتحریر ومجادلۃ
انکے ایمان کی صحت میں کسی کو گفتگو نہیں کیونکہ وہ اہل نظر و استدلال ہیں اور یہ ضرور نہیں کہ تحریر و تقریر اور بے دینوں کے ساتھ مناظرہ

الخصوم ودفع شبہاتہم **المجلس السادس فی بیان من رضی باللہ ربا وبالاسلام دینا**
کرنے اور انکے اعتراضات کا جواب دینے پر قادر ہو جائے **چھٹی مجلس اس بیان میں کہ جو شخص اللہ کو رب اور اسلام کو اپنا مذہب**

وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا ذاق طعم الایمان قال رسول اللہ
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق مانتا ہے اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا ہے رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم ذاق طعم الایمان من رضی باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد رسولا ہذا
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایمان کا مزہ اس شخص نے چکھا جسنے خوشی سے اللہ کو پروردگار اور اسلام کو سچا دین اور محمد صلعم کو رسول برحق مان لیا

الحدیث من صحاح المصابیح رواہ العباس بن عبد المطلب ومعناہ ان من اطمأن قلبہ بکون
یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے جسکے راوی عباس بن عبد المطلب ہیں اسکے معنے یہ ہیں کہ جس شخص کا دل اللہ کی ربوبیت پر اسطرح مطمئن ہو جائے کہ

اللہ تعالیٰ ربہ ولم یطلب ربا غیرہ واکتفی بکون الاسلام دینہ ولم یطلب دینا غیرہ وقنع بکون محمد صلی اللہ
پھر دوسرے رب کی جستجو نہ رہے اور اسلام کو کافی دین سمجھ کر دوسرے مذہب پر نہ جھکے اور محمد صلی اللہ

علیہ وسلم رسولہ ولم یطلب رسولا غیرہ یتحقق فیہ الایمان ومن لم یرض بواحد منہا لا یوجد
علیہ وسلم کی رسالت پر ایسا اڑ جائے کہ دوسرے کی طلب نہ ہو تو وہ پورا مسلمان ہے اور جو شخص کہ ان میں سے کسی ایک پر بھی دل سے راضی نہ ہو تو وہ

فیہ الایمان لان الایمان فی الشریعۃ ہو التصدیق بالمعنی اللغوی وہو اذعان حکم المخبر وقبولہ
ایمان سے خالی ہے اسلیے کہ ایمان شریعت میں تصدیق کو کہتے ہیں بلحاظ معنے لغوی کے یعنی مخبر کے حکم کا یقین کرنا اور اسکو مان لینا

وجعلہ صادقا بعد العلم بصدقہ لا مجرد العلم بصدقہ اذ یلزم ان یکون کل عالم بصدق النبی علیہ
اور اسکو سچا جانکر اسکو صادق قرار دینا نہ محض سچا جاننے کو ورنہ لازم آئے گا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا جانلے

الصلوٰۃ والسلام مؤمنا ولیس کذلک لان کثیرا من الکفار لم یؤمنوا بہ مع کونہم عالمین بصدقہ
وہ مؤمن ہو حالانکہ یہ غلط ہے اس لیے کہ اکثر کفار آنحضرت پر ایمان نہیں لائے باوجودیکہ وہ آپ کو سچا جانتے تھے

کما یدل علیہ قولہ تعالیٰ فی حق بعض الکفرۃ وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰہُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَہُمْ فدل
چنانچہ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد جو بعض کفار کے بارہ میں ہے اسپر دلالت کرتا ہے جنکو ہمنے کتاب دی ہے وہ اسکو ایسا پہچانتے ہیں جیسے کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں

النص علی ان التصدیق لیس مجرد العلم بل ہو اذعان لما علم وقبولہ لہ بترک الجحود والعناد وبناء الاعمال
اس آیت سے صاف معلوم ہو گیا کہ تصدیق محض جاننے کا نام نہیں ہے بلکہ اس جانے ہوئے کو یقین کرنا اور اسکو قبول کرنا اور انکار و مخالفت چھوڑ دینا ہے

عليه وهذا مبني على ان العلم لا يحصل في الغالب الا بعد العلم والعلم هو الجزم المطابق لما في نفس الامر
اور اسی سبب کا مومن کی بنیاد ہے اور یہ امر علم سے زائد ہے اور اکثر بعد علم ہی کے حاصل ہوتا ہے اور علم نفس الامر کے مطابق یقین کو کہتے ہیں

بشرط ان يحصل ذلك الجزم بسبب واما الجزم الحاصل بغير سبب فليس بعلم بل هو اعتقاد وتحقيق
بشرطیکہ وہ یقین کسی سبب سے پیدا ہوا ہو اور جو یقین کہ بلا سبب ہو وہ علم نہیں ہے بلکہ اعتقاد ہے اور

ذلك على ما ذكره الامام التنوسي ان الحكم الحادث ينشأ عن امور خمسة علم واعتقاد وظن ووهم
اسکی تحقیق امام تنوسی کی تقریر کے مطابق یہ ہے کہ کسی شئ حادث کا حکم پانچ چیزوں سے حاصل ہوتا ہے علم اعتقاد ظن وہم

وشك لان الحاكم بامر على امر ثبوتا او نفيا اما ان يجد في نفسه جزما بذلك الحكم او لا والاول الذي
اور شک کیونکہ جو شخص کسی چیز کے لیے اثبات یا نفی کا حکم لگاتا ہے یا تو وہ اپنے دل میں اس حکم کا یقین رکھتا ہے یا نہیں درصورت اول یعنی یقین ہونے کے

هو وجود الجزم ان كان بسبب من ضرورة او برهان فهو علم ويسمى معرفة ويقينا ايضا وان كان بغير
اگر کسی سبب یعنی بداہت یا دلیل سے ہوا ہے تو وہ علم ہے اور اسکا نام معرفت و یقین بھی ہے اور کسی سبب سے

سبب بل بتقليد محض فهو اعتقاد والثاني الذي هو عدم وجود الجزم ان كان راجحا على مقابله فهو ظن
نہیں بلکہ محض تقلید کے طور سے ہے تو وہ اعتقاد کہلاتا ہے اور درصورت ثانی یعنی یقین کامل نہیں ہے تو اگر یہ پہلو دوسرے پر غالب ہے تو وہ ظن ہے

وان كان مرجوحا فهو وهم وان كان مساويا فهو شك فالايمان ان حصل من الاقسام الثلثة الاخيرة
اور اگر مغلوب ہے تو وہ وہم ہے اور اگر دونوں پہلو برابر ہیں تو وہ شک ہے پس ایمان اگر آخر کی تین قسموں سے بغیر یقین کے حاصل ہو

بغير الجزم وهي الظن والوهم والشك فالاجماع على بطلانه وان حصل من القسم الاول من قسمي الجزم وهو العلم
یعنے ظن اور وہم و شک سے تو یہ بالاتفاق باطل عقیدہ ہے اور اگر یقین کی دو قسموں سے پہلی قسم حاصل ہو یعنے علم

والمعرفة فالاجماع على صحته فاما القسم الثاني من قسمي الجزم وهو الاعتقاد فينقسم الى قسمين احدهما مطابق لما في نفس الامر
و معرفت سے تو بالاتفاق صحیح ہے اور یقین کی دو قسموں سے دوسری قسم یعنے اعتقاد اسکی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ مطابق نفس الامر کے ہو

ويسمى اعتقادا صحيحا كاعتقاد عامة المؤمنين المقلدين لائمة الدين والثاني غير مطابق لما في نفس الامر ويسمى اعتقادا فاسدا
اور اسکا نام اعتقاد صحیح ہے جیسا کہ عام مؤمنین کا اعتقاد ہے جو ائمہ دین کے پیرو ہیں اور دوسرے یہ کہ نفس الامر کے مطابق نہو اور اس کو اعتقاد فاسد

وجهلا مركبا كاعتقاد كافة الكفرة المقلدين لائمة الكفر فالفاسد اجمعوا على كفر صاحبه وكونه مخلدا في النار
اور جہل مرکب کہتے ہیں جیسا کہ تمام کفار کا اعتقاد ہے جو کفر کے پیشواؤں کے پیرو ہیں پس فاسد اعتقاد والے کے کفر پر اور ہمیشہ جہنم میں رہنے پر اجماع ہے

واختلفوا في الاعتقاد الصحيح الذي يحصل بمحض التقليد والصحيح ان صاحبه يكون مؤمنا لكنه يكون
اور اس اعتقاد صحیح میں اختلاف ہے جو محض تقلید سے حاصل ہوتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس اعتقاد والا مؤمن تو ہے لیکن

عاصيا بترك النظر والاستدلال فيبقى في مشية الله تعالى ان شاء يعفو عنه ويدخله الجنة بلا عذاب
نظر اور استدلال چھوڑ دینے سے گنہگار ہے اور یہ اللہ کی مشیت میں ہے چاہے معاف کرکے بلا عذاب جنت میں داخل کردے

وان شاء يعذبه بقدر ذنبه ثم يدخله الجنة فعلى هذا يجب على كل مؤمن ان يتعلم كل مسألة من
اور چاہے بقدر گناہ عذاب دیکر جنت میں داخل کرے اس بنا پر ہر مسلمان پر واجب ہے

مسائل عقائد الايمان بدليل واحد حتى يكون في دينه على بصيرة لان العقائد الحاصلة بالتقليد
کہ عقائد ایمان کا ہر ہر مسئلہ کم سے کم ایک ہی ایک دلیل سے سیکھے تاکہ اپنے مذہب میں صاحب بصیرت ہو جائے اس لیے کہ جو عقائد تقلید سے حاصل ہوتے ہیں

يخشى على صاحبها الشك عند عروض الشبهات فان التصميم على العقائد من غير تحصيلها بالدلائل
شبہات پیش آنے کے وقت ایسے شخص کے شک میں پڑجانے کا خوف ہے اس لیے کہ بغیر دلیل کے حاصل کیے ہوئے عقائد کی پختگی میں

لا يأمن صاحبها من زوالها عند عروض ادنى شبهة وعلى تقدير ان يقابل ذلك الشك والزوال
ادنے شبہہ پیش آنے پر زائل ہو جانے سے بے فکری نہیں اور یہ مانا کہ اس شک اور زوال کے مقابلہ میں

بالتصميم اللساني فاني ينفعه والقلب الذي هو محل الايمان متحير يقول لا ادري فيدخل في زمرة المنافقين الذين

زبانی پختگی عقاید ظاہر کرتا ہو لیکن اس سے کیا فائدہ جب کہ دل جو کہ ایمان کی جگہ ہے حیران ہو کر کہے کہ میں نہیں جانتا پس وہ منافقین کے زمرہ میں داخل ہو جائیگا

يقولون بافواههم ما ليس في قلوبهم ولذلك قيل النفاق نوعان احدهما نفاق يعرفه صاحبه من

جو منہ سے ایسی باتیں کہتے ہیں کہ انکے دلوں میں نہیں ہیں اسی لیے نفاق کی دو قسمیں کی جاتی ہیں ایک تو وہ نفاق جس کو منافق بھی

نفسه وهو نفاق الذين يظهرون الاسلام بين الناس ويضمرون الكفر في قلوبهم كنفاق الذين

اپنے دل میں معلوم کرتا ہے اور یہ ان لوگوں کا نفاق ہے جو لوگوں سے تو اسلام ظاہر کرتے ہیں لیکن انکے دل میں کفر چھپا رہتا ہے جیسے ان لوگوں کا نفاق

كانوا في عهد النبي عليه الصلوة والسلام ومن في معناهم من الزنادقة والملاحدة والثاني نفاق لا يعرفه

جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھے یا انکے مانند جو اور زندیق اور ملحدین دوسرا وہ نفاق ہے کہ

صاحبه من نفسه وهو نفاق الذين يولدون بين المؤمنين فيسمعون منهم كلمات الايمان فيقولون

اس کو منافق خود بھی نہیں پہچانتا یہ ان لوگوں کا نفاق ہے جو مسلمانوں میں پیدا ہوتے ہیں اور ان ہی سے ایمان کی باتیں سن سن کر خود بھی

مثل ما سمعوا اتباعا وتقليدا حتى انهم لو ولدوا بين اليهود والنصارى لقالوا مثل قولهم ولفعلوا مثل

جیسا سنا تقلیداً وہی کہنے لگتے ہیں اگر وہ یہود اور نصاری کے یہاں پیدا ہوتے تو تقلیداً ان کی سے کہتے اور ان ہی کے سے

فعلهم اتباعا وتقليدا من غير ان يلاحظوا من اي شيء خلقوا ولاي شيء خلقوا ليعرفوا خالقهم وما امرهم به

کام کرتے اس امر پر غور نہ کرتے کہ کس سے پیدا ہوئے اور کس لیے پیدا ہوئے تاکہ اپنے خالق کو پہچانیں اور جس کا اس نے حکم کیا

وما نهاهم عنه بانزال الكتب وارسال الرسل فيكونون من الذين يقولون اذا ماتوا ووضعوا في القبر

اور جس سے منع کیا کتابیں نازل کرکے اور پیغمبر بھیج کر اس کو جانیں پس یہ لوگ ان لوگوں سے ہونگے جو کہ بعد مرنے کے جب قبر میں رکھے جائیں گے

وسألهم منكر ونكير لا ندري سمعنا الناس يقولون قولا فقلناه فانهم اذا اتاهم الملكان في القبر ينطقون

اور منکر ونکیر ان سے سوال کریں گے تو کہیں گے ہم نہیں جانتے لوگ جو کچھ کہتے تھے وہی ہم بھی کہتے تھے کیونکہ انکے پاس جب قبر میں دو فرشتے آئیں گے

بما عندهم من غير زيادة ولا نقصان لان الانسان في ذلك المحل لا يتركه كما في الدنيا ان يتكلم بما ليس في

تو بلا کم وبیش اپنے دل کی بات کہدیں گے اس لیے کہ وہاں آدمی کو یہ قدرت نہ ہوگی کہ وہ بات کہے کہ جو اس کے دل میں نہ ہو

قلبه بل ان كان عالما بالحق ينطق به وان كان شاكا فيه غير عالم به يقول لا ادري كما كان يقول بقلبه

بلکہ اگر حق جانتا تھا تو وہی کہے گا اور اگر اس میں شک تھا یقین نہ تھا تو کہے گا میں نہیں جانتا جیسا کہ زندگی میں اپنے دل میں کہا کرتا تھا

في حال حياته لا ادري وقد روي انه عليه السلام قال اذا كان يوم القيمة ينادي مناد من كان يعبد

کہ میں نہیں جانتا اور روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن ایک منادی پکارے گا کہ جو جس کو پوجتا تھا

شيئا فليتبعه فمن عبد الشمس اتبعها ومن عبد القمر اتبعه ومن عبد الطواغيت اتبعها فيبقى هذه الامة

اسی کے ساتھ ہولے پس جو شخص آفتاب کو پوجتا تھا وہ اس کے ساتھ ہولے گا اور جو قمر کو پوجتا تھا وہ اسکے ہمراہ ہولیگا اور جو بتوں کو پوجتا تھا وہ انکے ہمراہ ہولیگا اور یہ امت

وفيهم منافقوهم والمراد بالمنافقين في هذا الحديث ليس الذين عبدوا الاصنام في منازلهم سرا واظهروا للناس

مع منافقوں کے باقی رہجا سکے گی اور اس حدیث میں منافقین سے مراد وہ لوگ نہیں ہیں جو اپنے گھروں میں بت پرستی کرتے تھے اور لوگوں کے سامنے

الاسلام فانهم يتبعون الطواغيت ممن اتبعها لانهم كانوا يعبدونها فيذهبون في جهنم معها بل المراد بهم

اسلام ظاہر کرتے تھے کیونکہ یہ لوگ تو بتوں کے ساتھ ہولیں گے جن کے وہ پیرو تھے پھر انہی کے ہمراہ دوزخ میں جائیں گے بلکہ منافق سے مراد

الذين كان الريب في قلوبهم وهم لا يعرفون ذلك لغلبة التقليد عليهم فان اكثر العوام بل كثير ممن كان في

وہ لوگ ہیں جن کے دل میں شک تھا اور غلبۂ تقلید سے ان کو اس کا ادراک نہیں ہوا اکثر عوام بلکہ بہتیرے وہ جو علما

شكل العلماء في هذا الزمان لا يعرف حال نفسه فيظن انه في درجة المعرفة واليقين مع انه لم يتيقن ايمانه

کی صورت میں ہیں اپنے حال سے آگاہ نہیں ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم کو معرفت اور یقین کا درجہ حاصل ہوگیا ہے حالانکہ ایمان اس کا یقینی نہیں ہے

ولو بدرجة التقليد بل بعض المقلدين ينطق بكلمتي الايمان من غير ان يعرف معناهما ولان بميزبين
اگرچہ تقلید کے درجہ کا ہو بلکہ بعضے مقلدین دونوں کلمے ایمان کے زبان سے پڑھتے ہیں لیکن اُن کے معنوں سے واقف نہیں ہیں اور نہ اللہ اور

الله ورسوله لان اكثر الناس في هذا الزمان ليسوا في درجة الاعتقاد التقليدي الصحيح المطابق بل هم
رسول میں فرق کرتے ہیں کیونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگوں کو اپنا تقلیدی بھی جو ٹھیک ٹھیک اور مطابق ہو حاصل نہیں ہے بلکہ اُن کا ایمان

في درجة الاعتقاد التقليدي الفاسد الغير المطابق لما في نفس الامر وما ذلك الا لاندراس العلماء الراسخين
درجہ تقلیدی میں ہے جو مطابق نہیں ہے اور یہ خرابی صرف اس لیے ہے کہ علم والے علما کم ہو گئے

في العلم وكثرة الضالين المضلين من الدجاجلة الذين يتصدون الى التحيل لقطع طريق الدين على المسلمين
اور دجال صفت گم کردہ راہ اور گمراہ کرنے والے کثرت سے ہو گئے جو مسلمانوں کے دین میں رہزنی کرنے کے لیے

بنصب حبائل الشياطين لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال يكون في اخر الزمان دجالون كذابون
شیطانی جال بچھا کر موقع پر بیٹھے ہیں چنانچہ ابی ہریرہؓ روایت ہو کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آخر زمانہ میں بہتیرے جھوٹے دجال پیدا ہوں گے

ياتونكم من الاحاديث بما لم تسمعوا انتم ولا اباؤكم فاياكم واياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم فانه
اور ایسی حدیثیں بیان کریں گے کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے بھی نہ سنی ہوں گی اُن سے بچیو کہ تم کو گمراہ اور فتنہ میں مبتلا نہ کر دیں

عليه السلام بين في هذا الحديث ان جماعة من اهل المكر والتلبيس يخرجون في اخر الزمان بزي
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ آخر زمانہ میں مکاروں اور دغابازوں کی ایک جماعت علما کی صورت میں پیدا ہو گی

العلماء والمشايخ ويقولون للناس نحن علماء ومشايخ نعلمكم دينكم ونرشدكم الى
لوگوں سے کہیں گے کہ ہم علما و مشایخ ہیں تم کو دین سکھلاتے ہیں اور راہ حق دکھاتے ہیں

الحق وهم كذابون يحدثونكم بالاحاديث الكاذبة ويعلمونكم اعتقادات فاسدة ويبتدعون
حالانکہ وہ جھوٹے ہوں گے اور جھوٹی حدیثیں بیان کریں گے اور فاسد عقیدے سکھلائیں گے اور

لكم احكاما باطلة فاحذروا عنهم ولا تقربوا منهم كيلا يضلونكم ولا يوقعونكم في الفتنة فعلى هذا
تمہارے لیے نئے نئے باطل احکام گڑھ دیں گے اُن سے بچیو اور اُنکے پاس نہ پھٹکیو ایسا نہ ہو کہ تم کو گمراہ کر دیں اور فتنہ میں مبتلا کر دیں پس اس ارشاد کی

كل من لم يجاهد نفسه في هذا الزمان لتعلم علم الايمان يموت على انواع البدع والكفريات
رو سے جو شخص اس زمانہ میں علم دین سیکھنے کے لیے کوشش نہ کرے گا تو وہ طرح طرح کی بدعتوں اور کفریات پر مرے گا

وهو لا يشعر بها ويكون من الذين يقولون يوم القيمة ما حكى الله تعالى عنهم بقوله يوم يقول
اور اُس کو خبر بھی نہ ہو گی اور اُس گروہ میں داخل ہو گا جو قیامت کے دن ایسی باتیں کرے گا جن کو خداوند عالم یوں بیان فرماتا ہو جس دن

الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ فانهم يقولون ذلك لكونهم
منافق مرد وزن ایمان والوں سے کہیں گے کہ ذرا ٹھہرو ہم بھی تم سے کچھ نور لے لیں سو وہ لوگ ایسا اس لیے کہیں گے کہ وہ لوگ

مشاة وكون المؤمنين على مراكب تسرع بهم الى الجنة ونورهم بين ايديهم وبايمانهم كما قال الله تعالى
پیادہ ہوں گے اور مؤمنین تیز سواریوں پر ہوں گے جو اُن کو جنت کی طرف لیے جاتی ہوں گی اور اُن کی داہنی جانب اور سامنے نور ہو گا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ واختلف في ذلك النور فقيل
جس دن تو دیکھے گا کہ ایمان دار مرد اور عورتوں کے داہنے اور آگے نور دوڑتا ہو گا اس نور کے معنی میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے

المراد به الضياء الذي يستضيئون به على الصراط على ما روي عن ابن مسعود انه قال يؤتون
کہ اس نور سے مراد وہ روشنی ہے جس سے پل صراط پر روشنی ہو جائے گی چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مؤمنین کو

نورهم على قدر اعمالهم فمنهم من يؤتى نوره كالنخلة ومنهم من يؤتى نوره كالرجل القائم وادناهم
بقدر اُن کے اعمال کے نور ملے گا بعضوں کو درخت کھجور کے برابر اور بعضوں کو قد آدم اور کم سے کم

نوراً من یکون نورہ علی ابھام رجلہ ینطفئ تارۃ ویلمع اخری وقیل المراد بہ معرفۃ اللہ تعالی فمقادیر

وہ نور والا ہوگا جس کے پاؤن کے انگوٹھے پر روشنی ہوگی کہ کبھی بجھ جائے گی اور کبھی روشن ہو جائے گی اور بعض کہتے ہین کہ اس سے اللہ کی معرفت مراد ہے

الانوار یوم القیمۃ علی حسب مقادیر المعارف الالھیۃ المکتسبۃ فی الدنیا فلا نور فی

پس نور کی مقدار قیامت کے دن بقدر معرفت الٰہی کے ہوگی جو بندہ نے دنیا مین حاصل کی ہوگی پس

عرصۃ القیمۃ الا انوار الایمان والطاعات التی اکتسب فی الدنیا باستعمال الآلات البدنیۃ والقوی

قیامت کے دن نور ایمان وعبادت کے سوا کوئی اور نور نہ ہوگا جو اسنے معارف ربانی حاصل کرنے کے لیے اعضا سے بدنی اور قوے

الجسمانیۃ من الحواس الظاھرۃ والباطنۃ لتحصیل المعارف الربانیۃ فکل احد یعطی من النور یوم

جسمانی یعنی حواس ظاہری وباطنی کو دنیا مین کام مین لاکر حاصل کیے ہونگے پس ہر شخص کو قیامت کے دن اسی قدر نور ملے گا

القیمۃ مقدار ما اکتسبہ فی الدنیا من المعارف الیقینیۃ ومن لم یکتسب فی الدنیا شیئاً من المعارف

جتنے کہ معارف یقینی اسنے دنیا مین حاصل کیے ہونگے اور جس نے یہان معارف دینیہ سے کچھ نہین حاصل کیا

الدینیۃ یبقی یوم القیمۃ فی ظلمۃ بلا نور علی ما روی عن ابی امامۃ انہ قال یغشی الناس یوم القیمۃ

وہ قیامت کے دن اندھیرے مین بے نور رہجائے گا چنانچہ ابی امامہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن

ظلمۃ شدیدۃ ثم یقسم النور بینھم فیعطی کل مؤمن نوراً بقدر علمہ باللہ تعالی وعلمہ لہ ویترک

لوگون کو گہری تاریکی ڈھانک لیگی پھر نور تقسیم ہوگا اور ہر مومن کو بقدر معرفت الٰہی اور علم الٰہی کے نور عطا ہوگا

الکافر والمنافق فی ظلمۃ لا یعطیان شیئاً من النور بل یحال بینھما وبین المؤمنین بان یضرب بینھم

اور کافر اور منافق اندھیرے مین رہجا ئینگے انکو کچھ نور نہ ملے گا بلکہ انکے اور مؤمنین کے درمیان پل جہنم سے اس پار ایک دیوار کے ذریعہ سے

سور دون جسر جہنم وفی الآیۃ السابقۃ اشارۃ الی ان المراد بالمنافقین المذکورین فیھا ھو الشاکون

فصل کر دیا جائیگا اور آیت سابقہ مین بھی اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مراد منافقین سے جو اسمین مذکور ہین وہ مبتلاے شک ہین

المرتابون الذین یصلون فی المساجد یدخلون مع اھل الایمان فی مداخل الاسلام ولذلک قال اللہ تعالی

جو مسجدون مین نماز پڑھتے ہین اور ایمان دارون کے ساتھ اسلامی سب باتون مین داخل ہین اور اسی لیے اللہ تعالی فرماتا ہے

یُنَادُوْنَھُمْ اَلَمْ نَکُنْ مَّعَکُمْ قَالُوْا بَلٰی وَلٰکِنَّکُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَکُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْکُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰی جَآءَ

یہ انکو پکارینگے کہ کیا ہم نہ تھے تمھارے ساتھ وہ کہینگے ضرور تھے لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنہ مین مبتلا کر دیا اور انتظار کرتے رہے اور شک کرنے لگے اور امیدون نے تمکو دھوکا دیا یہان تک کہ

اَمْرُ اللّٰہِ وَغَرَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ فدلت الآیۃ علی انھم لم یعبدوا اصناماً بل کانوا مع المؤمنین لکن لم یکونوا

موت آگئی اور تم کو شیطان نے اللہ سے بہکا دیا یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انھون نے بت پرستی نہین کی بلکہ مؤمنین کے ساتھ تھے لیکن وہ لوگ

عارفین بما وجب علیھم معرفتہ حتی جاءھم امر اللہ الذی ھو الموت فقال لھم یوم القیمۃ فَالْیَوْمَ

جسکی معرفت واجب ہے اسکے عارف نہ تھے یہان تک کہ حکم خداوندی یعنے قضا آگئی پھر انکو قیامت کے دن یہ حکم ہوگا

لَا یُؤْخَذُ مِنْکُمْ فِدْیَۃٌ وَّلَا مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مَاْوٰکُمُ النَّارُ ھِیَ مَوْلٰکُمْ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ فاذا کان کذلک ینبغی

اب تم سے کوئی فدیہ نہین لیا جائیگا اور نہ ان لوگون سے جو کافر ہین تمھارا ٹھکانا دوزخ ہے وہی تمھاری رفیق ہے اور بُری جگہہ پھر جبکہ یہ حالت ہے

للمؤمن المقلد ان لا یغتر ویستدل بقوۃ تصمیمہ وکثرۃ عبادتہ انہ علی الحق لتوجہ النقض علیہ بتصمیم

تو مقلد مؤمن کو چاہیے کہ ہرگز سستی نکرے اور نہ اپنی پختگی کی قوت اور کثرت عبادت سے یہ سمجھے کہ وہ حق پر ہے اسلیے کہ اسپر یہ اعتراض ہوتا ہے

الیھود والنصاری علی اباطیلھم تقلید الآبائھم الضالین المضلین فان تصمیم المقلد علی کون

کہ یہود ونصاریٰ بھی اپنے گمراہ باپ دادون کے باطل مذہب پر اڑے رہتے ہین اس لیے کہ مقلد کا

شئ حقا وعدم رجوعہ عنہ ولو نشر بالمناشیر لا یدل علی کونہ فی دینہ علی بصیرۃ لان جزمہ

کسی مذہب کی حقیت پر جم جانا اسقدر کہ اگر آرہ سے چیرا جائے تو بھی اس مذہب سے نہ ٹلے اس سے لازم نہین آتا کہ وہ مذہب حق ہی ہو کیونکہ اسکا یقین

وتصميمه على كون شئ حقا ليس من حيث معرفته بكونه حقا بل من حيث نشأته بين قوم يدينون به
کسی شی کے حق ہونے پر اڑ جانا اس لحاظ سے نہین ہو کہ اُسے اسکی حقیقت کی معرفت یقینی حاصل ہو گئی ہو بلکہ صرف اس وجہ سے ہو کہ اسکا نشو ونما ایسی قوم مین ہوا ہو جسکا مذہب یہی ہے

وللنشأة والمخالطة اثر عظيم في تصميم كون شئ حقا سواء كان حقا ولو لكن الا ترى ان مثل
اور پیدایش اور صحبت کو اس معاملہ مین بڑا اثر ہوتا ہو کہ حق ہو یا ناحق اُسکے حق سمجھنے پر جم جاتا ہے دیکھو

هذا التصميم يوجد عامة من ذوي الجهل المركب كاليهود والنصارى ولهذا قال بعض العلماء من جزم
اس قسم کی پختگی تمام یہود و نصاری مین موجود ہے جسکو جہل مرکب کہنا چاہیے اسی واسطے علما نے کہا ہے کہ جو شخص

في قلبه بكون شئ حقا ولم يبد لذلك الجزم سببا خاصا يرجع اليه فليس له في دينه بصيرة
اپنے دل مین کسی بات کو حق سمجھتا ہو اور اس یقین کے لیے کوئی دلیل خاص نہو جس سے استدلال کرکر تو اُسکا دین بصیرت سے خالی ہے

اذ لا ملازمة بين الجزم الاعتقادي وكون ما جزم به حقا فاذا لم تكن بينهما ملازمة يجب عليه ان
کیونکہ اعتقادی یقین سے یہ لازم نہین آتا کہ جسکو وہ حق سمجھا وہ حق ہے جب یہ ضروری نہ ہوا تو اُسپر واجب ہے کہ

يأتي بما يكون به بينهما ملازمة ليتميز ما كان عليه من الدين اهو حق ام لا حتى يكون في دينه على
ایسی دلیل لائے کہ اُن دونون مین ایسی ملازمت پیدا ہو جس سے یہ معلوم ہو کہ آیا میرا دین حق ہے یا نہین تاکہ اُسکو اپنے دین مین بصیرت حاصل ہو

بصيرة وانما يحصل ذلك بالنظر الصحيح بالبراهين لا بالضرورة اذ قد جرت عادة الله تعالى ان يحصل
اور یہ تمیز بجز نظر صحیح اور برہان کے محض بداہت سے نہین اس لیے کہ عادت الہی یون جاری ہے

بالبرهان لا بالضرورة اذ لو كان حصوله بالضرورة لادركه جميع العقلاء ويكفي في خروج المكلف
کہ دلائل سے حاصل ہو نہ بداہت سے کیونکہ اگر یہ بدیہی طور پر حاصل ہو جاتا تو اُسکو سبھی عقلا پا لیا کرتے اور مکلف کو

من التقليد الدليل الجملي الذي يحصل له به في الجملة العلم والطمانينة بعقائد الايمان
تقلید سے نکلنے کے لیے اجمالی دلیل بھی کافی ہے جس سے عقائد ایمان مین فی الجملہ علم اور اطمینان اتنا حاصل ہو جائے

بحيث لا يقول بقلبه لا ادري سمعت الناس يقولون قولا فقلته ولا يشترط القدرة على
کہ اپنے دل مین یون نہ کہے کہ مین نہین جانتا جو کچھ اور روز سنتا رہا مین بھی کہدیتا رہا اور یہ شرط بھی نہین

ترتيبه على الوجه الذي يرتبه العلماء ولا القدرة على دفع الشبهة الواردة عليه من جهة المبتدعة
کہ اُس دلیل کو اُس طرح ترتیب دینے کی لیاقت پیدا کرے جسطرح کہ علما کر سکتے ہین اور نہ یہ شرط ہے کہ بدعتیون کے اعتراضات دفع کرنے کی قدرت ہو

ولا القدرة على التعبير عنه بل اذا فهمه بحيث يخرج به عن التقليد فهو عارف وان لم يقدر على ان
اور نہ یہ ضرورت ہو کہ اپنے عقائد کو بیان کر دینے کی استعداد حاصل ہو بلکہ جب اتنا سمجھ لے تقلید سے پاک ہو جائے تو پھر وہ عارف ہے اگرچہ اس اجمالی دلیل کو

يعبر عما في ضميره من ذلك الدليل الجملي ولا ان يرد شبهة يوردها مبتدع عليه لان كثيرا من
بیان نہ کر سکتا ہو اور نہ یہ شرط ہے کہ بدعتی جو اعتراضات اُسپر وارد کرے اُسکو رد کرے کیونکہ اکثر

العلماء يعجزون عن التعبير عما في ضمائرهم من العلوم المحققة عندهم فكيف بالعامة والحاصل
علماء علوم محققہ اپنا ما فی الضمیر بیان کرنے سے قاصر ہوتے ہین تو پھر عوام کی کیا اصل ہے اور حاصل

ان من اراد ان يعلم قدر نفسه من عقائد الايمان هل هو في مرتبة المعرفة ام في مرتبة التقليد
یہ کہ جو شخص اپنے نفس کی حالت معلوم کرنا چاہے کہ اُسکو اپنے عقائد ایمانی مین معرفت کا مرتبہ حاصل ہے یا تقلید کا

وهل هو مصيب في عقائده ام غير مصيب فيها ينبغي له ان يسأل عن حقيقة المعرفة وعن حقيقة
اور آیا وہ اپنے عقائد مین صواب پر ہے یا خطا پر تو اُسکو چاہیے کہ معرفت اور تقلید کی حقیقت دریافت کرے

التقليد ليميز احدهما عن الآخر ويعلم ايهما حاصل له فالمعرفة هي الجزم الموافق لما عند الله تعالى
تاکہ ایک دوسرے سے تمیز کر سکے اور معلوم کر سکے کہ اُن مین سے کونسا اُسکو حاصل ہے سو معرفت وہ یقین ہے کہ موافق علم الہی کے ہو

بشرط ان یحصل ذلک الجزم بدلیل واما الجزم الحاصل بغیر دلیل فلا یسمی معرفۃ بل یسمی اعتقادا
بشرطیکہ وہ یقین دلیل سے حاصل ہوا ور جو یقین بلا دلیل حاصل ہوا ہو اُسکو معرفت نہین کہتے بلکہ اُسکا نام اعتقاد ہے
سواء کان موافقا لما عند اللہ تعالی ولم یکن والتقلید ہو الجزم بقول الغیر من غیر دلیل سواء کان
خواہ وہ علم الٰہی کے موافق ہو یا نہو اور غیر کے کہنے پر بلا دلیل یقین کرلینے کا نام تقلید ہے خواہ
حقا او باطلا فالمقلد لا معرفۃ عندہ وانما عندہ الجزم بقول الغیر خاصۃ سواء کان حقا او باطلا
وہ حق ہو یا باطل اور مقلد کو معرفت نہین ہوتی بلکہ دوسرے کے کہنے پر یقین ہوتا ہے خواہ وہ حق ہو یا باطل
فمن علمہا تین الحقیقتین ثم نظر الی ضمیرہ ایہما حاصل لہ فیہ فانہ یعرف ما ہو الحاصل لہ منہما
پس جو شخص کہ ان دونون حقیقتون کو جان لے پھر اپنے دل کی جانب نظر کرے تو اُسکو معلوم ہوجائیگا کہ اسکو ان دونون سے کون سی حقیقت حاصل ہے
فان کان الحاصل لہ منہما ہو التقلید لا المعرفۃ یجب علیہ اولا اقامۃ البرہان لتحصیل المعرفۃ فی
پس اگر اُسکو تقلید حاصل ہو اور معرفت نہین ہو تو اُسپر واجب ہے کہ عقائد ایمان کی معرفت حاصل کرنے کے لیے دلیل قائم کرے
عقائد الایمان وثانیا البحث عن العقائد الصحیحۃ حتی یعلم ہل کان مصیبا فی عقائدہ ام
بعدہ صحیح عقیدون پر بحث کرے تاکہ معلوم ہو کہ وہ اپنے عقائد مین حق پر تھا یا نہین
لم یکن فان وجد نفسہ علی الصواب فیہا یشکر اللہ تعالی علی ہذہ النعمۃ العظیمۃ التی لا یکافیہا
پھر اگر وہ اپنے کو حق پر پائے تو اللہ کی اس نعمت عظمی کا شکر ادا کرے جسکے برابر دنیا کی کوئی نعمت نہین ہوسکتی
نعمۃ من متاع الدنیا وان لم یجدہا علی الصواب فیہا یفترض علیہ ان یسعی فی تصحیح
اور اگر اپنے کو حق پر نہ پائے تو اُسپر فرض ہے کہ عقائد کے درست کرنے کے لیے دلائل سے کوشش کرے
اعتقادہ بالبرہان حتی یحصل لہ النجاۃ من عذاب النار والدخول فی دار القرار یسر نا اللہ تعالی بفضلہ
تاکہ اُسکو عذاب جہنم سے نجات ملے اور جنت مین داخل ہونے کا موقع ملے اللہ اپنے فضل سے ہم کو بھی عنایت کرے

المجلس السابع فی بیان موضوعہ وبیان لزوم الایمان بہ اجمالا علی الاصح وتفصیلا عند البعض

ساتوین مجلس اُن چیزون کے بیان مین جنپر ایمان لانا واجب ہے اور یہ کہ اصح مذہب کے روسے مجملا اور بعض کے نزدیک تفصیلا اُنپر ایمان لانا ضروری ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لجبرئیل علیہ السلام حین جاءہ علی صورۃ رجل
حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جبکہ آپکے پاس اجنبی شخص کی صورت مین حاضر ہوے
غریب وسألہ عن الایمان قال الایمان ان تؤمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم
پوچھا ایمان کیا چیز ہے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ اور ملائکہ اور کتابون اور پیغمبرون اور روز قیامت
الآخر وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ ہذا الحدیث من صحاح المصابیح رواہ عمر بن الخطاب رض ہو
اور تقدیر نیک وبد پر ایمان لاؤ یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے اسکے راوی عمر رض بن الخطاب ہین اور یہ حدیث
جامع لاصول الدین وما یصح الاعتقاد علیہ فان الاصل فی الاعتقاد معرفۃ المبدأ والمعاد وانما
تمام اصول دین اور جن چیزون پر ایمان لانا چاہیے سب کی جامع ہے البتہ اعتقاد مین دُنیا و آخرت کا پہچاننا اصل ہے
ذکرت الملئکۃ وما عطف علیہ لیتوصل الی معرفۃ المعاد لان معرفۃ المبدأ تقتضیہا العقول
ملائکہ اور اُسکے معطوفات کا ذکر اسلیے ہے کہ تم کو معاد کا حال معلوم ہو کیونکہ دُنیا کی معرفت تو سلیم عقلون کو خود حاصل ہوجاتی ہے
السلیمۃ لکونہا ثابتۃ فی فطرۃ بنی ادم من مبدأ خلقتہم بمقتضی قولہ تعالی فِطْرَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ
اس لیے کہ بنی آدم کی اصل فطرت مین ابتداے پیدائش سے موجود ہے چنانچہ خداے تعالی فرماتا ہے فطرت الٰہی جس پر
النَّاسَ عَلَیْہَا واما معرفۃ المعاد والاستعداد لہ فلا سبیل الیہا الا بتوفیق من اللہ تعالی
اُسنے لوگون کو پیدا کیا ہے اور آخرت کی معرفت اور اُسکے لیے تیار ہوجانا اُسکی کوئی سبیل نہین ہے بجز توفیق الٰہی کے

بواسطة الانبياء الذين وصل اليهم علم ذلك بارسال الرسل من الملائكة بانزال الكتب عند الله
جو ان انبیا کے ذریعہ سے ہے جنکو اسکا علم ملائکہ کو کتب منزلہ کے ساتھ بھیجنے سے حاصل ہوا ہے اسی لیے

دخل جميع ذلك في مفهوم الايمان وذكر كله في هذا الحديث فلابد لطالب معناه من الاستكشاف
یہ سب ایمان کے مفہوم میں داخل ہیں اور اس حدیث میں یہ سب مذکور ہیں پس جو شخص کہ اسکے معنی کا جویا ہو اسکو ضرور ہے

عن حقيقة معنى الايمان بهذه الاشياء الستة المذكورة فيه ليكون في دينه على بصيرة الاول
کہ ان چھوں چیزوں پر ایمان لانے کی حقیقت کو دریافت کرے جنکا اس حدیث میں ذکر ہے تاکہ اسکو اپنے دین میں بصیرت حاصل ہو پہلی

مما يجب الايمان به الايمان بالله تعالى والمراد من الايمان به تعالى العلم بوجوده وقدمه وكونه
وہ چیز جسپر ایمان لانا واجب ہے ایمان باللہ ہے اور اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے وجود اور قدم

واحدا ومتصفا بالقدرة والارادة والعلم والحيوة وسائر ما يليق به من الصفات لكن العلم
اور وحدت اور قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات اور باقی اوصاف کا جو اسکی شان کو شایان ہیں سب کے ساتھ متصف ہونے کا علم الیقین ہو لیکن اسکے وجود کا علم

بوجوده لا يمكن ان يحصل بالحس لانه تعالى ليس محسوسا كالشمس والقمر حتى يمكن العلم بوجوده
بذریعہ حواس حاصل ہونا ناممکن ہے کیونکہ اللہ تعالے مثل چاند سورج کو نظر نہیں آتا جسکو حس ظاہری سے معلوم کر لینا ممکن ہو

بالحس وليس العلم بوجوده ضروريا كالعلم بكون الاثنين اكثر من الواحد حتى يعلم وجوده بالضرورة
اور نہ اسکا وجود ایسا بدیہی ہے جیسے دو کا ایک سے زیادہ ہونا کہ اسکا علم بالبداہت حاصل ہو جائے

بل انما يعلم وجوده تعالى بالدليل وذلك الدليل وجود العالم فانه بكونه حادثا يحتاج الى محدث
بلکہ اسکے وجود کا علم دلیل سے حاصل ہوتا ہے اور وہ دلیل عالم کا وجود ہے کیونکہ وہ بحیثیت حدوث کسی خالق کے محتاج ہونے کے سبب سے

يدل على ان له محدثا وذلك المحدث لابد ان يكون قديما واحدا متصفا بالقدرة والارادة والعلم
اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسکا کوئی پیدا کرنے والا ہے اور ضرور ہے کہ وہ محدث قدیم واحد صاحب قدرت وارادہ علیم

والحيوة لانه لو لم يكن قديما بل كان حادثا لكان محتاجا الى محدث فيلزم الدور او التسلسل وكلاهما
وحی ہو اسلیے کہ اگر قدیم نہو بلکہ حادث ہو تو وہ خود کسی محدث کا محتاج ہوگا آخر یا دور لازم آئیگا یا تسلسل اور یہ دونوں

محال ولو لم يكن واحدا بل كان اكثر من واحد لوقع بينهما التمانع المقتضي لعدم وجود العالم ولو لم
محال ہیں اور اگر ایک نہو بلکہ کئی ہوں تو انتظام عالم میں باہم ایسی روک ٹوک ہوگی کہ عالم کا عدم لازم ہوگا اور اگر

يكن متصفا بالقدرة والارادة والحيوة والعلم لكان عاجزا عن ايجاد شئ من العالم لان
صاحب قدرت وارادہ اور علیم وحی نہو تو دنیا کی ایک چیز کے پیدا کرنے سے بھی عاجز ہوگا اس لیے کہ

الايجاد اثر القدرة وتاثير القدرة في شئ من الاشياء يقتضي ارادة ذلك الشئ وارادة ذلك الشئ
پیدا کرنا قدرت پر موقوف ہے اور قدرت اسوقت کسی شئے میں کام کرتی ہے جب اسکا ارادہ ہو اور ارادہ اس چیز کا کرنا

يقتضي العلم به لان القصد الى ايجاد شئ مع عدم العلم به محال والاتصاف بهذه الصفات الثلث
اسکے علم کو چاہتا ہے اسلیے ناممکن ہے کہ ایک چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ تو ہو اور اسکا علم نہو اور ان تینوں صفتوں کے لیے

يقتضي الحيوة لكونها شرطا فيها فعلى هذا يكون وجود العالم بل وجود كل ذرة من ذراته دليلا قطعيا
حیات لازمی ہے کیونکہ یہ انکے لیے شرط ہے پس اس بیان کے روسے عالم کا وجود بلکہ اسکے ہر ذرہ کا وجود

على وجوده تعالى وقدمه وكونه واحدا ومتصفا بهذه الصفات الاربع اذ لا يعرف من صفاته تعالى
وجود باری تعالی اور اسکی قدامت اور وحدت اور چاروں صفات سے موصوف ہونے کے لیے دلیل قطعی ہے اس لیے کہ

بالعقل الا ما يتوقف عليه افعاله واما ما لا يتوقف عليه افعاله كالسمع والبصر والكلام فيجوز
عقل سے وہی صفات پہچانے جاتے ہیں جنپر اسکے افعال موقوف ہیں اور جنپر اسکے افعال موقوف نہیں مثلا سننا دیکھنا بولنا تو ممکن ہے

انما يستدل على ثبوتها له تعالى تارة بالعقل وتارة بالنقل اما وجه الاستدلال على ثبوتها له تعالى
کہ انکا ثبوت کبھی عقل سے تلاش کیا جائے اور کبھی نقل سے باری تعالی کے لیے انکے ثبوت کی عقلی دلیل تو یہ ہے
بالعقل فهو انها صفات كمال واضدادها صفات النقصان واتصافه تعالى بصفات الكمال
کہ یہ صفتیں کمال کی ہیں اور انکی ضدیں نقصان کی صفتیں ہیں اور ظاہر ہے کہ اللہ کا صفات کمالی سے متصف ہونا
وعدم اتصافه بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه تعالى بتلك الصفات واما وجه
اور صفات نقصان سے بری ہونا ضروری ہے پس لازم آیا کہ اللہ تعالے ان صفات کمال سے متصف ہے اور نقلی دلیل
الاستدلال على ثبوتها له تعالى بالنقل فهو ان الشرع قد ورد بثبوتها له تعالى فوجب القطع بثبوتها
انکے ثبوت کی یہ ہے کہ شریعت میں انکا ثبوت اللہ تعالے کے لیے موجود ہے تو انکے ثبوت کا یقین کرنا واجب ہے
له تعالى ودليل النقل فى هذه المسألة اولى من دليل العقل لان تلك الصفات لا يتوقف عليها
اور اس مسائل میں دلیل عقلی سے دلیل نقلی بہتر ہے اس لیے کہ ان صفات پر افعال الٰہی موقوف نہیں ہیں
افعاله تعالى حتى يستدل بها على ثبوتها له تعالى وذاته تعالى لم يكن معلوما لاحد حتى يعلم
تاکہ ان افعال سے ان صفات کا اللہ تعالیٰ کے لیے ثبوت تلاش کیا جائے اور ذات الٰہی کسی کو معلوم نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو
انها فى حقه تعالى كمال يجب اتصافه بها بحيث لو لم يتصف بها يلزم ان يتصف باضدادها
کہ وہ اللہ کے حق میں صفات کمال ہیں جنسے اسکا موصوف ہونا ضروری ہو کہ اگر انکے ساتھ موصوف نہو گا تو انکے اضداد کے ساتھ موصوف ہوگا
وما ذكر من كونها كمالا انما هو بالنسبة الينا ولا يلزم من كون الشئ بالنسبة الينا كمالا ان يكون
اور ان صفات کو جو کمال کہا ہے تو وہ باعتبار ہمارے ہے اور یہ لازم نہیں ہے کہ جو صفت ہمارے لیے کمال ہو وہ حق تعالے
فى حقه تعالى كمالا والثانى مما يجب الايمان به الايمان بالملئكة والمراد من الايمان بها العلم
کے لیے بھی کمال ہو اور امر ثانی جسپر ایمان لانا واجب ہے وہ فرشتوں پر ایمان لانا ہے اور انپر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے
بوجودها لكن لا سبيل الى اثبات وجودها بدليل العقل بل هو مما انعقد عليه الاجماع ونطق به
کہ انکے وجود کا یقین کیا جائے لیکن انکا وجود ثابت کرنے کے لیے کوئی دلیل عقلی نہیں ہے بلکہ انکے وجود پر اجماع ہو چکا ہے
الكتاب والسنة فان ظاهر الكتاب والسنة يدل على وجودهم وكونهم اجساما لطيفة نورانية
اور قرآن اور حدیث بھی اسپر ناطق ہے کیونکہ ظاہر کتاب وسنت اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ موجود ہیں اور لطیف نورانی جسم کے ہیں
كاملة فى العلم قادرة على الافعال الشاقة وعلى التشكل باشكال مختلفة ولا يوصفون بالذكورة
علم میں کامل ہیں مشکل کاموں کے کرنے پر قادر ہیں اور مختلف صورتیں بدل سکتے ہیں نہ نر ہیں
ولا انوثة شانهم الطاعات ومسكنهم السموات وهم رسل الله على انبيائه وامناؤه على وحيه
نہ مادہ انکا شغل عبادت ہے اور مسکن آسمان اور وہ اللہ کی طرف سے رسولوں کے پاس پیغام لاتے ہیں اور وحی خداوندی کے امین ہیں
فمن ثبت تعيينه باسمه كجبرئيل وميكائيل واسرافيل وعزرائيل يجب الايمان به تفصيلا ومن
جن فرشتوں کے نام کی تصریح ثابت ہے مثلاً جبرئیلؑ میکائیلؑ اسرافیلؑ عزرائیلؑ ان پر نام بنام ایمان لانا چاہیے
لم يعرف اسمه يجب الايمان به اجمالا والثالث مما يجب الايمان له الايمان بالكتب والمراد من الايمان
اور جنکے نام معلوم نہیں انپر اجمالی ایمان واجب ہے اور تیسری ایمانیات میں سے کتابوں پر ایمان لانا ہے اور ان پر ایمان لانے کا
بها العلم بكونها كلام الله تعالى انزل على انبيائه وجملتها مائة واربعة كتب انزل منها على آدم عليه السلام
یہ مطلب ہے کہ انکے کلام اللہ ہونے کا یقین کیا جائے کہ انکو خدا نے انبیاء پر نازل کیا ہے کل نازل شدہ کتابیں ایک سو چار ہیں ان میں سے دس صحیفے تو حضرت آدم پر
عشر صحائف وعلى شيث عليه السلام خمسين صحيفة وعلى ادريس عليه السلام ثلثين صحيفة وعلى ابراهيم
اور پچاس صحیفے حضرت شیثؑ پر اور تیس حضرت ادریس علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت ابراہیمؑ پر

عليه السلام عشر صحائف و على موسى عليه السلام التورية و على داؤد عليه السلام الزبور و على
اور حضرت موسی علیہ السلام پر توریت اور داؤد علیہ السلام پر زبور
عيسى عليه السلام الانجيل و على محمد عليه الصلوة والسلام القرآن فما ثبت تعيينه باسمه يجب
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اور حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف نازل ہوا پس جن کتابوں کے نام معین ہیں
الايمان به تفصيلا وما لم يعرف اسمه يجب الايمان به اجمالا والرابع مما يجب الايمان به الايمان
انپر نام بنام ایمان لانا چاہیے اور جسکے نام کی تعیین ثابت نہیں ہے اُنپر اجمالاً ایمان لانا چاہیے چوتھی وہ چیز جس پر ایمان لانا چاہیے
بالرسل والمراد من الايمان بهم العلم بكونهم صادقين فيما اخبروا به عن الله فانه تعالى بعثهم
انبیا پر ایمان لانا ہے اُنپر ایمان لانے سے یہ مراد ہے کہ اللہ کی طرف سے جو کچھ بیان کرتے ہیں اُن میں اُنکو سچا جانے اسلیے کہ اللہ تعالے نے اُنکو
الى عباده ليبلغوهم امره ونهيه ووعده ووعيده وايدهم بالمعجزات الدالة على صدقهم اولهم
اپنے بندوں کے پاس اسلیے بھیجا ہے کہ اُنکی امر و نہی اور وعدہ و وعید سُنائیں اور ایسے معجزات سے اُنکی تائید کی جو اُنکی صداقت پر دلالت کرتی ہیں سب سے اول
ادم عليه السلام واخرهم محمد عليه الصلوة والسلام ولم يبين في القرآن عددهم كم هم بل لم يذكر ما
آدم علیہ السلام اور سب سے آخر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور قرآن مجید میں اُنکی تعداد مذکور نہیں ہے بلکہ جنکا ذکر ہے
فيه منهم باسمه العلم على ما ذكره بعض المفسرين ثمانية وعشرون وهو ادم وادريس ونوح وهود
اُنکا نام لے کر ہوا ہے بعض مفسرین نے اُنکی تعداد اٹھائیس شمار کی ہے یعنے آدم اور ادریسؑ و نوحؑ و ہودؑ
وصالح وابراهيم واسمعيل واسحق ويعقوب ويوسف ولوط وموسى وهرون وشعيب وزكريا
و صالحؑ و ابراہیمؑ و اسمعیلؑ و اسحقؑ و یعقوبؑ و یوسفؑ و لوطؑ و موسیٰؑ و ہارونؑ و شعیبؑ و زکریاؑ
ويحيى وعيسى وداؤد وسليمان والياس واليسع وذو الكفل وايوب ويونس ومحمد وذو القرنين وعزير
و یحییٰؑ و عیسیٰؑ و داؤدؑ و سلیمانؑ و الیاسؑ و الیسعؑ و ذو الکفلؑ و ایوبؑ و یونسؑ و محمدؐ اور ذو القرنینؑ اور عزیرؑ
ولقمن على القول بنبوة هذه الثلثة الاخيرة صلوات الله وسلامه عليهم اجمعين قال بعض العلماء
اور لقمان بھی ہیں اُس قول کی بنا پر جو ان تینوں کی نبوت کو تسلیم کرتے ہیں اُن سب پر خدا کی طرف سے رحمت اور سلام ہو بعض علما نے کہا ہے
يجب على المؤمن ان يعلم صبيانه ونساءه وخدمه اسماء الانبياء الذين ذكرهم الله تعالى
کہ مسلمان پر واجب ہے کہ اپنے بچوں اور عورتوں اور خدمتگاروں کو اُن پیغمبروں کے نام سکھادیں خدا نے قرآن میں جنکا ذکر فرمایا ہے
في كتبه حتى يؤمنوا بهم ويصدقوا بجميعهم ولا يظنوا ان الواجب عليهم الايمان بمحمد عليه الصلوة والسلام
کہ ان پر ایمان لائیں اور ان سب کی تصدیق کریں اور یہ نہ سمجھیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر
فقط لا غير فان الايمان بجميع الانبياء سواء ذكر اسمه في القرآن او لم يذكر واجب على المكلف فمن
ایمان لانا واجب ہے کیونکہ مکلف کو ایمان سب انبیا پر لانا چاہیے خواہ اُنکا نام قرآن مجید میں مذکور ہو یا نہ ہو
ثبت تعيينه باسمه يجب الايمان به تفصيلا ومن لم يعرف اسمه يجب الايمان به اجمالا والخامس مما
جنکا نام بہ تصریح مذکور ہے اُنپر تو نام بنام ایمان لانا چاہیے اور جنکا نام مذکور نہیں اُنپر اجمالاً ایمان لانا چاہیے پانچویں
يجب الايمان به الايمان باليوم الاخر والمراد من الايمان به العلم بما يكون فيه من احوال
چیز ایمانیات میں سے روز قیامت ہے اور اُسپر ایمان لانے کا یہ مقصد ہے کہ اُن حالات اُخروی پر یقین کیا جائے
الاخرة التي اول منزل من منازلها القبر واحياء الميت فيه وسؤال منكر ونكير وهما ملكان
جنکی منزلوں میں سے پہلی منزل قبر ہے اور مُردہ کا اُس میں پھر زندہ کرنا اور منکر نکیر کا سوال اور یہ دونوں ہیبتناک فرشتے ہیں
مهيبان يقعدان العبد في قبره ويسألانه عن ربه وعن دينه وعن نبيه ويقولان له من
جو قبر میں بندہ کو بٹھا کر اُسکے رب اور مذہب اور پیغمبر کو دریافت کرتے ہیں اور اُس سے کہتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے

ربك وما دينك ومن نبيك وسؤالهما اول فتنة بعد الموت فمن وفق الى الجواب يكون قبره
اور تیرا مذہب کیا ہے اور تیرے پیغمبر کا کیا نام ہے مرنے کے بعد یہ سوال پہلی مصیبت ہے پس جس کو جواب کی توفیق دیگئی اُسکی قبر

روضة من رياض الجنة ومن لم يوفق الى الجواب يكون قبره حفرة من حفر النار ثم
باغ بہشت کا ایک چمن ہوگی اور جسے جواب کی توفیق نہوئی تو اُس کی قبر دوزخ کا ایک گڑھا ہو جائیگی پھر

اذا بعث الناس من قبورهم الى الموقف قاموا فيه ما شاء الله حفاة عراة واذا جاء
جب لوگوں کو قبروں سے اٹھا کر موقف میں لیجائیں گے تو وہیں کھڑے رہیں گے جب تک اللہ کی مرضی ہو ننگے پاؤں ننگے بدن اور جب

وقت الحساب يؤمر بالكتب التي كتبها الكرام الكاتبون لان الناس اذا بعثوا من قبورهم
حساب کا وقت آئیگا تو کراماً کاتبین کے لکھے ہوئے اعمال نامے طلب کیے جائیں گے اس لیے کہ لوگ جب قبروں سے نکالے جائیں گے

لا يكونون ذاكرين لاعمالهم فيؤتون كتابهم ليقفوا على اعمالهم فمنهم من يؤتى كتابه بيمينه
تو انکو اپنے اعمال یاد نہوں گے تو انکو اُن کے اعمال نامے دیے جائیں گے کہ وہ اپنے اعمال سے واقف ہو جائیں بعضوں کو نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیے جائیں گے

فهو من السعداء لان اخذ الكتب باليمين علامة دخول الجنة وعدم الخلود في النار ومنهم
یہ خوش نصیب لوگ ہوں گے کیونکہ نامۂ اعمال کا داہنے ہاتھ میں لینا جنت میں جانے اور دوزخ میں ہمیشہ نہ رہنے کی علامت ہے اور بعضوں کو نامۂ اعمال

من يؤتى كتابه بشماله او من وراء ظهره فهو من الاشقياء فاذا وقف الناس على اعمالهم
بائیں ہاتھ میں یا پس پشت سے دیے جائیں گے وہ بدبخت لوگ ہوں گے جب لوگ اپنے اعمال سے آگاہ ہو جائیں گے

يحاسبون بها فاذا انقضى الحساب ينصب الميزان لوزن الاعمال وبالحساب يعلم العبد ما هو
تو پھر اُن سے حساب لیا جائیگا اور جب حساب ہو لے گا تو اعمال تولنے کے لیے ترازو قائم کیجائیگی اس لیے کہ حساب سے بندہ کو معلوم ہوگا کہ

المقبول من الاعمال الصالحة وما هو المردود منها وما هو المغفور من الاعمال السيئة
اُس کے نیک عملوں میں سے کون سا مقبول ہے اور کون سا مردود ہے اور برے کاموں میں سے کون سا بخش دیا گیا

وما هو المواخذ بها وبالوزن يطلع على ما يتوجه اليه من الثواب والعقاب ويعلم مقدار ثواب المقبول
اور کس کس پر عذاب ہوگا اور تولنے سے معلوم ہوگا کہ کس عمل پر ثواب ملے گا اور کس عمل پر عذاب اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ اعمال صالحہ میں سے

من الاعمال الصالحة ومقدار عقاب المواخذ من الاعمال السيئة ولذلك يكون بعد الحساب
جو مقبول ہیں اُنپر کس قدر ثواب ملے گا اور اعمال بد کا کس قدر عذاب ہوگا اسی لیے ترازو حساب کے بعد کھڑی کی جائے گی

نصب الميزان وقد ورد في الخبر ان احدى كفتيه من نور واخرى من ظلمة فالكفة النيرة
اور حدیث میں آیا ہے کہ ترازو کا ایک پلہ نور کا ہوگا اور دوسرا تاریکی کا روشنی کا پلہ

للحسنات والكفة المظلمة للسيئات والناس في الآخرة على ما قال علماؤنا ثلثة اصناف كفار
تو نیکیوں کے لیے ہوگا اور تاریکی کا پلہ برائیوں کے لیے اور علما کہتے ہیں کہ آخرت میں تین قسم کے لوگ ہوں گے کفار

ومتقون ومخلطون اما الكفار فيوضع كفرهم في الكفة المظلمة فلا يوجد لهم حسنة حتى
اور خالص پرہیزگار اور مخلوط العمل پہلے کفار کا کفر تاریک پلہ میں رکھا جائے گا اُنکے پاس کوئی نیکی نہو گی کہ

توضع في الكفة الاخرى فتبقى فارغة فترفع لفراغها وخلوها عن الخير فيأمر الله تعالى بهم الى النار
دوسرے پلہ میں رکھی جائے وہ خالی رہ جائے گا اور چونکہ دوسرا پلہ عمل نیک سے خالی اور ہلکا ہوگا اس لیے نیکی کا پلہ اونچا ہو جائیگا پس اللہ تعالیٰ دوزخ میں لیجانے کا انکو حکم دیگا

واما المتقون فهم الذين لا كبائر لهم فتوضع حسناتهم في الكفة النيرة وصغائرهم ان كانت لهم
اور پرہیزگار وہ لوگ ہیں جن سے کبیرہ گناہ نہیں سرزد ہوئے انکی نیکیاں نور کے پلے میں رکھی جائیں گی اور اگر صغیرہ گناہ ہوئے ہوں گے

الصغائر في الكفة الاخرى فلا يجعل الله تعالى لتلك الصغائر وزنا وتثقل الكفة النيرة حتى
تو دوسرے پلے میں رکھے جائیں گے اللہ ان چھوٹے گناہوں کو بے وزن کر دے گا اور وہ نور کا پلہ اتنا بھاری ہو جائے گا

لا تبرح من مكانه وترتفع الكفة المظلمة ارتفاع الفارغ الخالي واما المخلطون فهم الذين ارتكبوا الكبائر
کو زمین سے نہ ہلیگا اور تاریک پلہ ایسا اونچا ہوجائیگا کہ گویا بالکل خالی ہے اور مخلوط الاعمال جنہون نے گناہ کبیرہ بھی کیے

ولم يتوبوا عنها فتوضع حسناتهم في الكفة النيرة وسيئاتهم في الكفة المظلمة فيكون لكبائرهم
اور توبہ نہین کی انکی نیکیان نور کے پلہ مین رکھی جائینگی اور بدیان تاریک پلہ مین اور انکے کبیرہ گناہ

ثقل فمن كانت حسناته اثقل ولو بصؤابة يدخل الجنة ومن كانت سيئاته اثقل ولو بصؤابة
بوجھل ہونگے پس جسکی نیکیان بھاری ہونگی گو لیکھ ہی برابر سہی وہ جنتی ہے اور جسکی بدی بھاری ہوگی اگرچہ لیکھ ہی برابر سہی

يدخل النار الا ان يعفو الله تعالى لان مذهب اهل الحق ان العبد اذا اتى بطاعات
وہ جہنمی ہے مگر یہ کہ خدا بخشدے اسلیے کہ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ اگر بندہ پہاڑون کے برابر نیکیان کرے

كامثال الجبال ثم كانت له مخالفة واحدة فهو في مشيئة الله تعالى ان شاء يعاقبه عليها ثم
پھر اُس سے کوئی نافرمانی ہوجائے تو اب اللہ کو اختیار ہے چاہے اُس ایک گناہ کی سزا دیکر

يعطيه ثواب طاعاته وان شاء يغفرها له ولا يعاقبه عليها هذا اذا كانت الكبائر فيما بينه وبين
اُسکی عبادتون کا ثواب دے اور چاہے بخشدے اور کچھ بھی سزا نہ دے یہ سب باتین اُسوقت ہین جبکہ یہ گناہ حق اللہ سے ہون

الله تعالى واما اذا كانت عليه تبعات وكانت له حسنات كثيرة فبقدر جزاء التبعات ينقص
اور اگر اُسپر حقوق العباد ہون اور نیکیان بھی زیادہ ہون تو بقدر حق العباد کے اُن

من ثواب حسناته فاذا لم يبق له حسنة لكثرة ما عليه من التبعات يحمل عليه من اوزار من ظلمه
نیکیون کے ثواب مین سے وضع کردیا جائیگا اور اگر اُسپر حقوق عباد اس کثرت سے ہین کہ اُسکی نیکیان پوری نہ اُتریں تو اُسپر اُن لوگونکے گناہ لادے جائینگے جنپر اُسنے ظلم کیا ہے

ثم يعذب على الجميع اذ قيل لو كان لرجل ثواب سبعين نبيا وله خصم واحد بنصف دانق لا يدخل
پھر سب کے عوض مین عذاب بھگتے گا اسلیے کہ بعضون کا قول ہے کہ اگر کسی نے ستر نبیون کے برابر ثواب کیا ہو اور اُسپر کوئی نصف دانگ کا دعویدار بھی ہو

الجنة حتى يرضى خصمه وقيل يوخذ بدانق قسط سبعمائة صلوة مقبولة فتعطى للخصم ذكره القشيري
توجب تک اُسکو راضی نکریگا بہشت مین داخل نہوسکیگا اور بعضے کہتے ہین کہ ایک دانگ کے عوض مین سات سو مقبول نمازونکا ثواب ضبط کرکے مدعی کو دلایا جائیگا علامہ قشیری نے

في التحبير اذا تقرر هذا فالصنفان الاولان هما المذكوران في القران لانه تعالى لم يذكر في ايات الوزن
تحبیر مین اسکا ذکر کیا ہے جب یہ بات ٹھہری تو جانو کہ پہلی دو قسمین تو قرآن ہی مین مذکور ہین اسلیے کہ اللہ نے وزن کی آیتون مین صرف وزن

الا من ثقلت موازينه ومن خفت موازينه وقطع لمن ثقلت موازينه بكونه من المفلحين
زیادہ اور کم ہونے والون کا ذکر فرمایا ہے اور قطعی فیصلہ کردیا کہ جسکا وزن بھاری ہوا وہ کامیاب

وفي العيشة الراضية ولمن خفت موازينه بخلوده في النار بعد ان وصفه بالكفر وبقي الذين
اور اچھے عیش مین ہے اور جسکا وزن ہلکا اترا اُسکے لیے دوزخ مین ہمیشہ رہنے کا حکم فرمایا بعد اسکے کہ اُسکو کافر کہا اب رہے وہ لوگ

خلطوا عملا صالحا واخر سيئا فبينهم النبي عليه السلام حيثما ذكرنا ثم ينصب الصراط على جهنم
جنھون نے عمل نیک اور بد ملاجلا کرکے سو اُنکو نبی علیہ السلام نے بیان کردیا جیسا کہ ابھی مذکور ہوا پھر پل صراط دوزخ پر قائم کیجائے گی

قال بعض العلماء يكون طرفه الاول في ارض القيمة وطرفه الاخر في ارض الجنة وارض القيمة تكون
بعض علما کہتے ہین کہ اُسکا ایک سرا میدان قیامت مین ہوگا اور دوسرا سرا جنت کی زمین مین اور قیامت کا میدان

على النار ويكون اجتماع الخلائق باسرهم عليها وتفور النار حتى تعلو من جوانبها وتحيط باهل المحشر
دوزخ کے اوپر ہوگا اور ساری خلقت اُسی پر جمع ہوگی اور آگ اسقدر جوش مارےگی کہ اُسکے کنارون سے لپٹین اُٹھین گی اور قیامت والون کو اسطرح گھیر لینگی

حتى لا يبقى للجنة طريق الا الصراط فلا يكون الذهاب الى الجنة الا على الصراط وقد ورد في الحديث
کہ پل صراط کے سوا جنت جانے کا کوئی راستہ نہ رہیگا اور صراط پر چلنے کے سوا کوئی صورت جنت جانے کی نہ ہوگی اور حدیث شریف مین آیا ہے

انه ادق من الشعر واحد من السيف ويجوزه الناس بقدر اعمالهم يجوز بعضهم كالبرق الخاطف وبعضهم
کہ وہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور لوگ اسپر سے اپنے اپنے اعمال کے موافق گذرینگے بعضے تو ندستہ بجلی کی طرح گذر جائینگے اور بعضے

كالريح العاصف وبعضهم كالفرس الجواد وبعضهم يعدو عدوا وبعضهم يمشي مشيا حتى يكون اخر
تیز آندھی کی طرح کوئی تیز گھوڑے جیسا کوئی خوب دوڑتا ہوا اور بعضے معمولی چال سے جائینگے یہان تک کہ سب سے آخر والا وہ ہوگا

من يجوزه يحبو حبوا فيقول يا رب ابطأت بي فيقول الرب تعالى لم ابطئ بك انما ابطأ بك عملك وبعضهم
کہ گھسٹتا ہوا جائیگا اور کہیگا خدایا تونے مجھے دیر مین پونچایا اللہ تعالے فرمائیگا مین نے نہین دیر کی بلکہ تیرے اعمالون نے دیر لگائی بعضے

يجر رجليه ويتعلق بيديه وبعضهم يسقط على وجهه الى جهنم النار ويتلقونه الزبانية بالسلاسل
دونون ہاتھون سے پکڑے ہوئے اپنے پیر کھینچتے ہونگے بعضے منہ کے بل دوزخ مین گرجائینگے اور جہنم کے موکل زنجیرون اور طوق مین انکو

والاغلال ويقولون له اما نهيت عن كسب الاوزار اما حذرت من عذاب النار فتفكر يا مسكين اذا
جکڑ دینگے اور کہینگے کہ کیا تجھ کو برے کامون سے منع نہ کیا گیا تھا کیا تجھ کو دوزخ کی آگ سے ڈرایا نہ گیا تھا سو اے مسکین ذرا اسوقت کو غور کر

نظرت الى جهنم وانت على الصراط مع ضعف حالك وثقل اوزارك على ظهرك والخلائق بين يديك
جبکہ تو جہنم کو دیکھیگا اور صراط پر ہوگا تیری حالت ضعیف اور گناہون کا بوجھ تیری پیٹھ پر اور ساری خلقت تیرے سامنے

كيف يتزلون ويتكبون فتعلو رجلهم وتسفل رؤسهم الى جهة النار ومما يكون في اليوم الاخر من احوال الاخرة
کیونکر اترتی اور گرتی ہوگی کہ پیر اوپر اور سر نیچے دوزخ کی طرف اور آخرت کے دن جو حالات پیش آئینگے منجملہ ان کے

الشرب من الحوض فان لكل نبي حوضا يشرب منه مع امته وحوض نبينا عليه الصلوة والسلام اكبر
حوض سے پانی کا پینا ہے کیونکہ ہر نبی کا ایک حوض ہوگا جس سے وہ اپنی امت کو پانی پلائیگا اور ہمارے حضور علیہ الصلوة والسلام کا حوض سب سے بڑا ہوگا

من غيره متسع الجوانب والزوايا مقدار مسيرة شهر كما روي عن عبد الله بن عمرو بن العاص انه عليه
جسکے گوشے خوب وسیع ہونگے اور ایک کنارہ سے دوسرا ایک مہینہ کی راہ پر ہوگا چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے

الصلوة والسلام قال حوضي مسيرة شهر وزواياه سواء وماؤه ابيض من اللبن واحلى من العسل و
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے حوض کی وسعت ایک مہینے کی سفر کے برابر ہے اور اسکے گوشے برابر ہین اور اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیرین اور

ريحه اطيب من المسك وكيزانه كنجوم السماء من يشرب منه فلا يظمأ ابدا فقد دل هذا الحديث
مشک سے زیادہ خوشبودار ہے آبخورے اتنے ہونگے جتنے آسمان مین ستارے جو شخص اس مین سے ایکبار پی لیگا پھر کبھی پیاسا نہوگا اس حدیث سے معلوم ہوا

على ان من شرب منه لا يعذب بالعطش ابدا لكن يرد عنه من بدل وغير لما روي عن سهل بن سعد
کہ جو شخص اس مین سے پی لیگا اسکے لیے پیاس کا عذاب کبھی نہوگا لیکن حوض سے وہ شخص واپس کردیا جائیگا جسنے دین کو بدلا یا تغیر دیا کیونکہ حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے

انه عليه الصلوة والسلام قال انا فرطكم على الحوض من مر علي يشرب ومن شرب لا يظمأ ابدا
کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ حوض کوثر پر مین تمہارا امیر منزل ہونگا اور جو شخص میرے پاس آئیگا وہ پیے گا اور جو پی لیگا وہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا

ليردن علي اقوام اعرفهم ويعرفونني ثم يحال بيني وبينهم فاقول انهم مني فيقال انك لا تدري ما احدثوا
میرے پاس کچھ لوگ ایسے بھی آئینگے جنکو مین پہچانتا ہونگا اور وہ مجھے پہچانتے ہونگے پھر میرے انکے درمیان حجاب حائل ہو جائیگا تو مین کہونگا یہ لوگ تو میرے ہین تو کہا جائیگا

بعدك فاقول سحقا سحقا لمن غير بعدي فانه عليه السلام انما يعرف امته في ذلك اليوم لورودهم
کہ تم کو نہین معلوم کہ تمہارے بعد انھون نے کیا کیا بدعتین کی ہین تو مین بھی کہونگا دور ہو دور ہو وہ جسنے میرے بعد میری شریعت مین تغیر کیا آنحضرت

عليه غرا محجلين من اثر الوضوء كما روي عن حذيفة انه عليه السلام قال حوضي لهو اشد بياضا
اپنی امت کو اس دن اس طرح پہچانین گے کہ وہ لوگ آنحضرت صلعم کے روبرو ہاتھ منہ اثر وضو سے چمکتے ہوئے آئینگے چنانچہ حذیفہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

من الثلج واحلى من العسل وآنيته اكثر من عدد النجوم واني لاصد الناس عنه كما يصد الرجل ابل
کہ میرا حوض برف سے زیادہ سفید اور شہد سے کہین زیادہ شیرین ہے اور اسکے برتن ستارونکے تعداد سے بہت زیادہ ہین اور مین غیر آدمیون کو اسطرح روکونگا جسطرح لوگ غیر کے

الناس عن حوضه قالوا يا رسول الله اتعرفنا يومئذ قال نعم لكم سيماء ليست لاحد من الامم
ونٹ کو اپنے حوض میں آنے سے روکتے ہیں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اُس روز آپ ہمکو پہچانینگے آپنے فرمایا ہاں تمہاری علامت ایسی ہوگی کہ کسی امت کی نہوگی

تردون علیّ غرا محجلين من اثر الوضوء فهذه الاحاديث قد دلت على كون الحوض يوم القيمة حقا لكن
تم لوگ میرے سامنے اس شکل سے آؤ گے کہ تمہارے اعضاء وضو کے اثر سے چمکتے ہوں گے ان احادیث سے ثابت ہوا کہ قیامت کے دن حوض کا ہونا یقینی ہے لیکن

اختلف فيه هل هو قبل الصراط او بعده وهل هو قبل الميزان او بعده فقال بعضهم انه يكون بعد الصراط
اس میں اختلاف ہے کہ وہ صراط سے پہلے ہے یا اُس کے بعد اور یہ بھی کہ اعمال تولنے سے پہلے یا بعد کو بعض تو یہ کہتے ہیں کہ صراط کے بعد ہوگا

اذ لو كان في الموقف لما دخل النار من شرب منه لانه عليه السلام قال من شرب منه لا يظمأ ابدا وقد
کیونکہ اگر وہ موقف میں ہوتا تو چاہیے کہ جو شخص اس میں سے پانی پی لے وہ پھر دوزخ میں نہ جا سکے اسلیے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اس میں سے پی لیگا وہ کبھی پیاسا نہوگا اور

ثبت ان بعضا من عصاة المؤمنين يدخلون النار ثم يخرجون منها بسبب الايمان فمتى يكون شربهم
یہ ثابت ہے کہ بعض گنہگار دوزخ میں جائینگے پھر اپنے ایمان کے باعث اُس میں سے نکلیں گے پھر یہ اُس میں سے کیونکر پی سکیں گے

منه وهذا القول ليس بصحيح بل الصحيح انه يكون في الموقف قبل الصراط وقبل الميزان لان الناس
یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ حوض صراط اور میزان سے پہلے موقف میں ہوگا اس لیے کہ لوگ

يخرجون من قبورهم عطاشا فذلك يقتضي ان يكون الحوض قبلهما وقد روى البخاري عن
اپنی اپنی قبروں سے پیاسے نکلیں گے سب کا اقتضا یہی ہے کہ حوض ان دونوں سے پہلے ہی ہو اور بخاری رحمنے

ابي هريرةؓ انه عليه الصلوة والسلام قال بينا انا قائم على الحوض اذا زمرة حتى اذا عرفتهم خرج رجل
ابی ہریرہ سے یوں روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اثنا میں کہ میں حوض پر کھڑا ہوں گا یکایک ایک گروہ آئیگا جب میں اُنکو پہچان لوں گا تو میرے

من بيني وبينهم فقال لهم هلم فقلت الى اين قال الى النار والله قلت ما شانهم قال انهم ارتدوا بعدك
اور انکے درمیان سے ایک شخص نکلے گا اور اُس گروہ سے کہے گا چلو میں کہوں گا کدھر کہے گا بخدا دوزخ کو میں پوچھوں گا انکی حالت کیا ہے وہ کہیگا کہ یہ لوگ آپکے بعد مرتد ہو گئے تھے

على ادبارهم القهقرى ثم اذا زمرة حتى اذا عرفتهم خرج رجل من بيني وبينهم فقال لهم هلم فقلت
اور الٹے پاؤں پس پشت رجعت کی تھی اتنے میں ایک گروہ اور آجائیگا جب میں اُنکو پہچان لوں گا تو پھر میرے اور اُنکے درمیان ایک شخص آجائیگا اور ان لوگوں سے کہیگا چلو میں پوچھوں گا

الى اين قال الى النار والله قلت ما شانهم قال انهم ارتدوا على ادبارهم فلا اراه يخلص منهم الا مثل
کدھر کہے گا خدا کی قسم دوزخ میں پھر میں پوچھوں گا کہ انکی کیا حالت ہے وہ کہے گا یہ مرتد ہو گئے تھے تو اُن میں سے کوئی مجھے بچتا ہوا نہیں معلوم ہوتا مگر

همل النعم يعني ان من ينجو منهم قليل قلة النعم الضالة على ان الهمل بفتحتين جمع هامل وهو الضال
گمشدہ اونٹ کے مثل کوئی بچ جائے یعنی اس میں سے نجات پانے والے مثل اونٹ گمشدہ کے تھوڑے ہونگے اس لیے کہ لفظ ہمل بفتحتین ہامل کی جمع ہے اور ہامل گمشدہ

من الابل قال القرطبي في تذكرته نقلا عن شيخه هذا الحديث مع صحته ادل دليل على كون الحوض في
اونٹ کو کہتے ہیں علامہ قرطبی اپنے تذکرے میں اپنے اُستاد کا قول یوں نقل کرتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس امر کی قوی دلیل ہے کہ حوض کوثر

الموقف قبل الصراط لان الصراط ممدود على جهنم يجاز عليه فمن جازه يسلم من النار فلا يكون له
موقف میں صراط سے پہلے ہوگا اس لیے کہ صراط دوزخ پر کھنچا ہوگا جس پر سے گذرنے والے گزرینگے جو گذر جائیگا وہ دوزخ سے بچ جائیگا پھر وہ ادھر

رجوع اليها ابدا فكيف يصح ان يدعى اليها وكذا حياض الانبياء تكون في الموقف لما روي عن ابن عباسؓ
کبھی لوٹ کر نہ آئیگا اس صورت میں اُس کو پانی پینے کے لیے حوض پر بلانا کیونکر ممکن ہوگا اسی طرح اور انبیاء کے حوض بھی موقف ہی میں ہونگے اس لیے کہ حضرت ابن عباسؓ سے

انه عليه الصلوة والسلام سئل عن الوقوف بين يدي الله تعالى هل فيه ماء قال والذي نفسي بيده ان
روایت ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے کسی نے دریافت کیا کہ آیا موقف میں پانی بھی ملے گا آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے

فيه الماء وان اولياء الله ليردون حياض الانبياء ويبعث الله تعالى سبعين الف ملك بايديهم
وہاں پانی ملے گا اور اللہ کے دوست انبیا کے حوضوں پر پانی پینے کو آئینگے اور خداوند عالم ستر ہزار فرشتے بھیجے گا جن کے ہاتھ میں

عصی من النار یذودون الکفار عن حیاض الانبیاء وھذا الحدیث یدل علی کون حیاض الانبیاء فی
عاصی آتشین ہونگے جنسے وہ کفار کو حوضوں کے پاس سے ہٹا دینگے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیا کے حوض موقف میں ہونگے
الموقف فیلزم منہ ان یکون حوض نبینا فی الموقف ایضا وما ذکر من انہ لو کان فی الموقف لما دخل النار
اس سے لازم آیا کہ ہمارے نبی کا حوض بھی موقف ہی میں ہو رہا یہ اعتراض کہ اگر موقف میں ہو تو چاہیے کہ جو شخص اس میں سے پی لے وہ دوزخ میں نہ جائے
من شرب منہ فالجواب عنہ ان من شرب منہ من اھل الکبائر ان دخل النار بمشیۃ اللہ تعالی
اسکا جواب یہ ہے کہ کبیرہ گناہ والوں میں سے جو شخص اس حوض سے پانی پیے گا اگر وہ مشیت الٰہی سے دوزخ میں داخل بھی ہوگا
لا یعذب بالعطش ولا یحرق النار جوفہ واما الذین بدلوا وغیروا واحدثوا ما لیس فی شریعتہ علیہ السلام
تو اُسکو پیاس کا عذاب نہیں ہوگا اور آگ اُسکے پیٹ کو نہ جلائیگی اور وہ لوگ جنھوں نے مذہب کو تغیر و تبدل کیا اور نئی باتیں پیدا کیں جو شریعت اسلامیہ میں نہیں
فان کان تبدیلھم فی الاعمال ولم یکن فی الاعتقاد فانھم قد یبعدون عن الحوض فی حال ثم یشربون منہ بعد
پس اگر تبدل تغیر اعمال میں ہو نہ اعتقادات میں تو یہ لوگ پہلے تو حوض سے ہٹا کے جائینگے لیکن بعد از مغفرت انکو پھر پانی پینے کا موقع دیا جائیگا
المغفرۃ وان کان تبدیلھم فی الاعتقاد اختلف فی خلودھم فی النار ومن المعلوم قطعا ان المخلد فی النار
اور اگر تغیر و تبدل اعتقاد میں ہو تو اُنکے دائمی دوزخی ہونے میں اختلاف ہوا اور یہ امر قطعاً معلوم ہے کہ دوزخ میں ہمیشہ
لیس الا الکافر وقد ثبت ان المطرودین عن الحوض اصناف المنافقون الذین یظھرون الایمان ویضمرون الکفر
صرف کافر ہی رہیں گے اور یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ حوض سے ہنکائے ہوے لوگ کئی قسم کے ہونگے منافق جو ایمان ظاہر کرتے ہیں اور اپنے دلوں میں کفر پوشیدہ رکھتے ہیں
واھل الکفر والبدع والاھواء والمعلنون بالکبائر والمستخفون بالمعاصی والظلمۃ واعوانھم علی ما
اور کفار اور بدعتی اور ہوا پرست اور کھلے بند گناہ کبیرہ کرنے والے اور گناہ کو ہلکا جاننے والے اور ظالم اور اُنکے مددگار چنانچہ
روی عن کعب بن عجرۃ انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال لہ یا کعب بن عجرۃ اعیذک باللہ من امراء
حضرت کعب ابن عجرہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے اُن سے فرمایا اے کعب ابن عجرہ تجھے اُن امیروں سے خدا کی پناہ رہے
یکونون من بعدی فمن غشی ابوابھم فصدقھم فی کذبھم واعانھم علی ظلمھم فلیس منی ولست منہ
جو میرے بعد ہونگے اس لیے کہ جو شخص اُنکے دروازہ پر جا رہا اور اُنکے جھوٹ میں اُنکی تصدیق کی اور اُنکے ظلم میں اُنکا مددگار رہا تو نہ وہ میرا ہے نہ میں اُسکا
ولا یرد علی الحوض ومن لم یغش ابوابھم ولم یصدقھم فی کذبھم ولم یعنھم علی ظلمھم فھو منی انا منہ
اور نہ وہ حوض پر آسکے گا اور جو شخص نہ اُنکے دروازہ پر جا رہا اور نہ اُنکی جھوٹی باتوں کی تصدیق کی اور نہ اُنکے ظلم پر اُنکی مدد کی تو وہ میرا ہے اور میں اُسکا
ویرد علی الحوض یسرنا اللہ تعالی الورود علیہ والنجاۃ من النار والسادس مما یجب الایمان بہ الایمان بالقدر
اور وہ حوض پر بھی آئیگا خداوند ہمارے لیے حوض پر جانا آسان کیجیو اور دوزخ سے نجات دیجیو اور چھٹی شے جس پر ایمان لانا واجب ہے وہ تقدیر پر ایمان لانا ہے
والمراد من الایمان بہ العلم بکون کل ما یجری فی العالم من الخیر والشر والنفع والضر والاسلام والکفر
اور اُس پر ایمان لانے کا یہ مطلب ہے کہ اس بات پر یقین کرے کہ بھلائی اور برائی اور نفع اور ضرر اور کفر و اسلام
والطاعۃ والعصیان والربح والخسران والارادات والخطرات والحرکات والسکنات بقضاء اللہ تعالی
اور عبادت و عصیان اور نفع و نقصان اور ارادہ و خطرات و حرکات و سکنات جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے سب اللہ کے حکم
وقدرہ فعلی ھذا کان الظاھر ان یذکر الایمان بالقضاء ایضا وانما لم یذکر لکون الایمان
اور اندازہ سے ہوتا ہے اس بنا پر چاہیے تھا کہ قضا پر ایمان لانیکا بھی ذکر ہوتا لیکن اُسکا ذکر اس واسطے نہیں کیا کہ
بالقدر مستلزما للایمان بالقضاء اذ القضاء وجود الموجودات فی اللوح المحفوظ اجمالا والقدر تفصیل
تقدیر پر ایمان لانے کو قضا پر ایمان لانا لازم ہے اس لیے کہ تمام موجودات کا لوح محفوظ میں اجمالاً مذکور ہونے کا نام قضا ہے اور
القضاء السابق بایجاد تلک الموجودات فی المواد الخارجیۃ واحدا بعد واحد وقیل القضاء
قضاے سابق کی تفصیل کا نام تقدیر ہے اسطرح کہ تمام موجودات مادۂ خارجی میں ایک ایک کرکے پیدا کیے جائینگے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ قضا نام ہے

هو الارادة الازلية والعناية الالهية المقتضية لنظام الموجودات على ترتيب خاص والقدر تعلق
ارادۂ قدیم اور مقصود الٰہی کا جس سے موجودات کا انتظام ایک خاص ترتیب سے ہوتا ہے اور تقدیر

تلك الارادة بالاشياء فى وقاتها الخاصة بها قال الامام فخر الدين الرازى فى تفسير سورة يوسف اعلم
اسی ارادہ کا تمام اشیا کے ساتھ انکی اوقات مخصوصہ میں متعلق ہونے کو کہتے ہیں امام فخر الدین رازی سورۂ یوسف کی تفسیر میں فرماتے ہیں جاننا چاہیے

ان الانسان مامور بان يراعى الاسباب فى هذا العالم فانه مامور غالبا بان يحذر من الاشياء المهلكة
کہ انسان کو حکم ہے کہ اس عالم میں اسباب کی رعایت رکھے کیونکہ اسکو حکم ہے کہ مہلک چیزوں

والاغذية المضرة بان يسعى فى تحصيل المنافع ودفع المضار بقدر الامكان ثم انه مع ذلك ينبغى له
اور مضر غذاؤں سے بچا رہے اور حتی الامکان منفعت اور دفع مضرت کے لیے کوشاں رہے اسکے ساتھ ہی اسکو اس بات کا یقین رکھنا چاہیے

ان يكون جازما بانه لا يصل اليه الا ما قدر الله له ولا يحصل له الا ما اراده الله له فقول يعقوب
کہ مجھکو وہی ملیگا جو کچھ اللہ نے میرے مقدر میں لکھا ہے اور وہی حاصل ہوگا جو اللہ میرے لیے چاہیگا حضرت یعقوبؑ نے

النبى عليه السلام لبنيه لا تدخلوا من باب واحد وادخلوا من ابواب متفرقة اشارة الى رعاية
جو اپنے بیٹوں سے فرمایا تھا کہ ایک دروازہ سے نہ داخل ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے اندر جانا یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے

الاسباب المعتبرة فى هذا العالم وقوله وما اغنى عنكم من الله من شىء اشارة الى التوحيد المحض وعدم
کہ اس عالم میں اسباب ظاہری کا لحاظ ضروری ہے اور پھر انکا یہ فرمانا کہ میں تمکو اللہ کی کسی چیز سے بچا نہیں سکتا خالص توحید اور

الالتفات الى الاسباب فى قد ذكر الامام الغزالى فى كتاب الشكر من الاحياء سؤالا وهو ان الله تعالى
ظاہری اسباب پر دل سے توجہ نکرنیکی طرف اشارہ ہے اور امام غزالی رحمہ نے احیاء العلوم کی کتاب شکر میں ایک سوال ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ خداوند عالم نے

قد امرنا ان نعمل له ولا فنحن مذمومون ومعاقبون على العصيان مع كون الكل من الله تعالى
ہمکو حکم دیا ہے کہ ہم اسکی عبادت کریں ورنہ ہم برے ہیں اور نافرمانی کا ہمپر عذاب ہوگا حالانکہ طاعت و نافرمانی سب اللہ ہی کی جانب سے ہے

وليس الينا شىء فكيف نذم وكيف نعاقب ثم اجاب بان هذا الوعيد من الله تعالى سبب لحصول الاعتقاد
اور ہمارے اختیار میں کچھ نہیں ہے پھر ہماری مذمت اور پھر عذاب کیوں ہوگا پھر اس سوال کا جواب دیا ہے کہ یہ دھمکی اللہ کی طرف سے اس لیے ہے کہ ہمکو اعتقاد حاصل ہو

فينا وحصول الاعتقاد سبب لهيجان الخوف وهيجان الخوف سبب لترك الشهوات وترك الشهوات
اور اعتقاد حاصل ہونے سے خوف کا غلبہ پیدا ہوتا ہے اور خوف کی وجہ سے آدمی بری خواہشیں چھوڑ دیتا ہے اور جب بری خواہشیں چھوٹ جاتی ہیں

سبب للوصول الى جوار الله تعالى والله سبحانه تعالى مسبب الاسباب ومرتبها فمن
تو اللہ کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالے مسبب الاسباب اور انکا ترتیب دینے والا ہے

سبق له السعادة فى الازل يتيسر له هذه الاسباب حتى يقوده سلسلتها الى الخير ومن لم يسبق
تو جسکی قسمت میں ازل میں سعادت لکھی ہوئی ہے اسکو اسکے اسباب میسر ہو جاتے ہیں اور ان ہی اسباب کا سلسلہ اسکو نیکی کیطرف کھینچتا ہے اور جسکی قسمت میں

له السعادة يكون بعيدا عن سماع كلام الله تعالى وكلام رسوله وكلام العلماء واذا لم يسمع لا يعلم
سعادت مقدر نہیں ہے تو وہ شروع ہی سے اللہ و رسول اور علما کی بات سننے سے دور رہتا ہے اور جب نہ سنیگا تو کیا جانیگا

واذا لم يعلم لا يخاف واذا لم يخف لا يترك الركون الى الدنيا وشهواتها واذا لم يترك الركون الى الدنيا
اور جب نہ جانیگا تو کیا خوف ہوگا اور جب خوف خدا نہ ہوگا تو دنیا کی رغبت اور اسکی بری خواہشیں نہ چھوٹینگی اور جب دنیا کی رغبت اور اسکی بری خواہشیں نہ ترک ہونگی

وشهواتها يكون من حزب الشيطان وان جهنم لموعدهم اجمعين المجلس الثامن فى بيان من
تو شیطان کے گروہ میں داخل ہوگا اور ان سب کے لیے جہنم کا وعدہ ہے آٹھویں مجلس ان لوگوں کے بیان میں

يدخل الجنة ومن لا يدخلها من المطيع للرسول عليه السلام والمخالف له
جو جنت میں جائینگے اور جو اس میں نہ جانے پائینگے یعنی رسول علیہ السلام کے فرمانبردار اور انکے مخالفین کا بیان

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل امتی یدخلون الجنۃ الا من ابی قالوا ومن ابی

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری کل امت جنت مین داخل ہوگی مگر جو کہ انکار کرتا ہے لوگون نے پوچھا

یا رسول اللہ قال من اطاعنی دخل الجنۃ ومن عصانی فقد ابی ہذا الحدیث من صحاح المصابیح

یا حضرت انکار کرنے والا کون ہے آپ نے فرمایا جسنے میری اطاعت کی وہ جنتی ہوا اور جس نے میرا کہنا نہ مانا اسنے انکار کیا یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون سے ہے

رواہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ والمراد بالامۃ فیہ یحتمل ان تکون امۃ الدعوۃ فعلی ہذا فالابی ہو الکافر

اور حضرت ابوہریرہ اس کے راوی ہین اس حدیث مین امت سے مراد شاید امت دعوت ہو اس بنا پر منکر سے مراد کافر ہی ہونگے

فیکون المعنی ان کل من آمن بما جئت بہ من عند اللہ تعالی یدخل الجنۃ اما قبل دخول النار

پس حدیث کے یہ معنے ہونگے کہ جو شخص ان احکام پر ایمان لائیگا جو مین اللہ کی طرف سے لایا ہون تو وہ جنت مین جائیگا خواہ عذاب جہنم سے پہلے

او بعد الخروج منہا ومن ابی وامتنع عن الایمان بما جئت بہ من عند اللہ تعالی لا یدخل الجنۃ

یا اوس سے نکل کر اور جو شخص منکر ہوا اور اللہ تعالی کی طرف سے میرے احکام پر ایمان نہ لایا وہ ہرگز جنت مین نہ جانے پائے گا

اصلا بل یبقی فی النار ابد الآباد ویحتمل ان یکون المراد بالامۃ امۃ الاجابۃ فعلی ہذا فالابی ہو

بلکہ ابد الآباد دوزخ مین رہیگا اور یہ بھی احتمال ہو کہ امت سے مراد امت اجابت ہو اس صورت مین منکر سے

العاصی من امتہ علیہ الصلوۃ والسلام فیکون المعنی من اطاعنی بعد ما آمن بی وتمسک بسنتی

مراد گنہگاران امت محمدی ہونگے تو یہ معنے ہونگے کہ جسنے مجھپر ایمان لانے کے بعد میری اطاعت کی اور میری سنت پر عمل کیا

وعمل بشریعتی یدخل الجنۃ ولا یدخل النار اصلا ومن ابی بعد ما آمن بی وامتنع عن تمسک بسنتی

اور میری شریعت کی پیروی کی وہ جنت مین داخل ہوگا اور دوزخ سے بالکل محفوظ رہیگا اور جو شخص مجھپر ایمان لانیکے بعد نافرمان ہوا اور میری سنت پر عمل نہ کیا

والعمل بشریعتی واتبع ہواہ وضل عن سواء السبیل یبقی فی مشیۃ اللہ تعالی ان شاء یعفو عنہ

نہ میری شریعت کی پیروی کی بلکہ اپنی خواہش نفسانی کے تابع ہوا اور سیدھی راہ سے بہک گیا تو وہ اللہ تعالی کے اختیار مین ہے چاہے معاف کرکے

ویدخل الجنۃ بلا عذاب وان شاء یدخلہ النار ویعذب بہ فیہا بقدر ذنبہ ثم یخرجہ منہا ویدخلہ

بلا عذاب کے جنت مین لیجائے اور چاہے دوزخ مین داخل کرے اور بقدر اسکے گناہ کے اسپر عذاب کرے اسکے بعد پھر نکال کر جنت مین داخل کرے

الجنۃ والحاصل ان من اطاع مولاہ وجاہد نفسہ وہواہ وخالف شیطانہ ودنیاہ یکون

حاصل یہ ہے کہ جسنے اپنے مولی کی فرمانبرداری کی اور اپنے نفس اور خواہش نفسانی کو روکا اور شیطان اور دنیاے دنی کی مخالفت کی تو

الجنۃ منزلہ وماواہ ومن تمادی فی غیہ وعصیانہ وارخی فی الدنیا زمام طغیانہ ووافق

اسکا گھر اور ٹھکانا جنت ہے اور جو شخص کجروی و نافرمانی کی طرف بڑھتا گیا اور اپنی نافرمانی کی باگ دنیا مین ڈھیلی کردی اور

ہواہ فی لذاتہ وشہواتہ یکون النار اولی بہ اذ قد قال اللہ تعالی فَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا فَاِنَّ

اپنی خواہش نفس اور لذت و شہوت مین پڑگیا تو اسکے لیے دوزخ ہی مناسب ہے اس لیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے پس جس نے نافرمانی کی اور دنیا کو اختیار کیا تو

الْجَحِیْمَ ہِیَ الْمَاْوٰی ۝ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفْسَ عَنِ الْہَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ہِیَ الْمَاْوٰی ۝ وروی

اسکا ٹھکانا جہنم ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرا اور نفس کو بری خواہشون سے باز رکھا تو اسکا ٹھکانا بہشت ہے اور

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ انہ علیہ السلام قال لا یدخل النار الا شقی قیل ومن الشقی یا رسول اللہ قال من لم یعمل

حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ مین شقی کے سوا کوئی نہ جائیگا کسی نے پوچھا یا رسول اللہ شقی کون ہے آپنے فرمایا جس نے خدا کے لیے

للہ بطاعۃ اللہ ومن لم یترک لہ معصیتہ فہو شقی وروی عن شداد بن اوس انہ علیہ السلام قال

عبادت نہ کی اور نہ اسکے خوف سے گناہ کو ترک کیا وہی شقی ہے اور شداد بن اوس سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسہ ہواہا وتمنی علی اللہ فانہ

کہ عاقل وہ ہے کہ جس نے اپنے نفس کو ذلیل رکھا اور آخرت کے لیے کچھ کرلیا اور عاجز اور نادان وہ ہے کہ جس کا نفس بری خواہشون کے تابع ہوگیا اور اللہ سے بیجا تمنا رکھی تو آنحضرت

عليه الصلوة والسلام بيّن فى هذا الحديث ان العاقل من بذل نفسه ويجعلها مطيعة لامر الله تعالى
صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ بیان فرمایا کہ عاقل وہ ہے جو اپنے نفس کو جھکائے اور فرمان الٰہی کا تابع کردے

ويحاسبها فى الدنيا قبل ان يحاسب فى الاخرة فان وجدها عملت خيرا يشكر الله تعالى
اور دنیا میں اس سے اپنے اعمال کا حساب لیا کرے قبل اس کے کہ آخرت میں حساب ہو پس اگر دیکھے کہ اس نے اچھے کام کیے ہیں تو اللہ کا شکر کرے

وان وجدها عملت شرا يستغفر الله تعالى ويتوب اليه ويتاسف على ما ضيع من عمره ويستعد
اور اگر دیکھے کہ اس نے برے کام کیے ہیں تو توبہ کرے اور اللہ سے بخشش چاہے اور اپنی عمر کے ضائع ہو جانے پر افسوس کرے اور آئندہ

لعاقبة امره بالتوجه الى صالح عمله والتنصل من سالف الله والاشتغال بعبادة ربه فى جميع احواله
اپنی عاقبت درست کرنے کے لیے مستعد ہو جائے یعنے نیک کاموں کی طرف متوجہ ہو اور اپنی پچھلی لغزشوں سے بیزار ہو اور ہر حال میں اللہ کی عبادت میں مشغول رہے

فهذا هو الزاد ليوم المعاد والاحمق من يقصر فى امر مولاه ويسعى فى تحصيل هواه وهو مع تقصيره
پس یہی توشۂ آخرت ہے اور احمق وہ ہے جو اپنے مولے کے حکم میں کوتاہی کرے اور اپنی خواہش نفسانی کے حاصل کرنے کے لیے دوڑتا رہے اور باوجود اس کے کہ

فى طاعة ربه واتباع شهوات نفسه يتمنى على الله تعالى فهذا هو الغرور لانه تعالى امر ونهى ثم
اللہ کی عبادت میں کوتاہی کرتا اور خواہش نفس کے تابع ہے پھر بھی اللہ سے بیجا آرزو کرے اور یہی دھوکا ہے اس لیے کہ خدا نے امر و نہی کردی پھر

قال وان ليس للانسان الا ما سعى وروى عن ابى هريرة رضى انه عليه الصلوة والسلام قال ما من احد يموت
فرمایا کہ انسان کے لیے وہی ہے جو اس نے کمایا اور حضرت ابی ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا کوئی شخص نہیں ہے جو مرنے کے بعد

الا ندم قالوا وما ندامته يا رسول الله قال ان كان محسنا ندم ان لا يكون ازداد وان كان مسيئا
نہ پچھتائے لوگوں نے عرض کی ندامت کیا ہوگی آپ نے فرمایا کہ اگر وہ نیکوکار ہے تو وہ یوں پچھتائے گا کہ میں نے اور نیکیاں کیوں نہ کیں اور اگر بدکار ہے

ندم ان لا يكون نزع فيا ايها العاقل لا تضيع عمرك فى الغفلة فاجتهد فى تحصيل متعة الاخرة
تو اس کو یہ ندامت ہوگی کہ برے کاموں سے کیوں نہ باز رہا پس اے عاقل اپنی عمر کو غفلت میں ضائع کر اور آخرت کا سامان مہیا کرنے میں کوشش کر

قبل ان يجئ يوم لا تقدر على تحصيلها فى ذلك اليوم فانك عن قريب تعاين ذلك اليوم فتندم
قبل اس کے کہ وہ دن آئے جبکہ تو اس کی تحصیل پر قادر نہو اور وہ دن تو بہت جلد دیکھے گا اور اپنی عمر ضائع ہونے پر پچھتائے گا

على ما فات من عمرك ولا ينفعك الندم قال الامام الغزالى فى رسالته المسماة بايها الولد انى رأيت
لیکن اس وقت پچھتانے سے کوئی فائدہ نہوگا امام غزالی اپنے رسالہ ایہا الولد میں لکھتے ہیں کہ میں نے

فى الانجيل ان الميت من ساعة ان يوضع على الجنازة الى ان يوضع الى شفير القبر يسأله تعالى
انجیل میں دیکھا کہ مردہ سے اتنے عرصہ میں کہ جنازہ پر رکھکر قبر کے کنارے رکھا جائے اللہ تعالے اس سے اپنی عظمت کے متعلق

بعظمته اربعين سؤالا اوله يقول عبدى طهرت منظر الخلق سنين وما طهرت منظرى ساعة
چالیس سوال کرتا ہے پہلے یہ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تو نے اپنے ظاہری جسم کو لوگوں کے دکھانے کے لیے برسوں پاک کیا اور جسپر میری نظر ہے یعنے دل کو ایک لحظہ پاک نہ کیا

فانه ينظر فى قلبك كل يوم ويقول ما تصنع بغيرى وانت محفوف بخيرى اما انت اصم
کیونکہ اللہ ہر روز تیرے دل کی طرف دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ تو غیروں سے کیا الجھا ہوا ہے حالانکہ تو میری بھلائی سے گھرا ہوا ہے کیا تو بہرا ہے

لا تسمع وقد قال ابو سليمان الدارانى لو لم يبك العاقل فيما بقى من عمره على فوت ما مضى منه
جو نہیں سنتا اور ابوسلیمان دارانی کہتے ہیں اگر عاقل اپنی باقی عمر میں گریہ و بکا نہ کرے اس فوت شدہ عمر پر جس میں

فى غير الطاعة لكان خليقا ان يحزنه ذلك الى الممات قال الامام الغزالى انما قال هذا لان
بجز عبادت میں کی تو اسکو مرتے وقت اسی غم میں رہنا چاہیے امام غزالی کہتے ہیں کہ یہ اس لیے کہا ہے کہ

العاقل اذا ملك جوهرة نفيسة وضاعت منه فى غير فائدة يبكى عليها لا محالة فاذا اضاعت
عاقل کے پاس اگر کوئی قیمتی موتی ہو اور وہ بے فائدہ تلف ہو جائے تو وہ اس پر ضرور روتا ہے اور اگر وہ ضائع ہو جائے

منه وصار ضياعها سببا لهلاكه يكون بكاؤه اشد فكل ساعة من العمر بل كل نفس منه

اور اس کا ضائع ہونا اس کی تباہی کا سبب ہو تو وہ اور بھی پھوٹ پھوٹ کر روئیگا پس عمر کی ہر گھڑی بلکہ ہر ہر سانس

جوهرة نفيسة لا خلف لها ولا بدل لانها صالحة لان يوصلك الى سعادة الابد وينقذك من

ایک ایسا نفیس جوہر ہے جس کا عوض اور بدل نہیں کیونکہ وہ اس قابل ہے کہ تجھکو سعادت ابدی تک پہونچا سکے اور

شقاوة السرمد واى جوهر انفس من هذه الجوهرة فاذا ضيعتها فى الغفلة فقد خسرت خسرانا

دائمی بدبختی سے بچا سکے پھر اس جوہر سے زیادہ نفیس کون جوہر ہوگا اور جب تونے اس کو غفلت میں ضائع کر دیا تو تونے اپنا بہت بڑا نقصان کیا

مبينا فاذا صرفتها الى المعصية فقد هلكت هلاكا مبينا فان كنت لا تبكى على هذه المعصية

اور جب تونے اس کو گناہوں میں صرف کیا تو کھلی ہوئی تباہی میں پڑا اس پر بھی اگر تو اس گناہ پر روتا نہ رہا

فذلك لجهلك فمصيبتك لجهلك اعظم من كل مصيبة لكن الجهل مصيبة لا يعرف صاحب

تو یہ تیری جہالت سے اور جہالت کی مصیبت سب مصیبتوں سے زیادہ سخت ہے لیکن جہالت ایسی مصیبت ہے کہ مصیبت زدہ

كونه مصيبة لان نوم الغفلة يحول بينه وبين معرفته والناس نيام فاذا ماتوا انتبهوا

اس کو مصیبت نہیں سمجھتا اس لیے کہ غفلت کی نیند حائل ہو کر اس کو سمجھنے نہیں دیتی اور سب لوگ سو رہے ہیں جب مرینگے تب ہوش آئے گا

فعند ذلك ينكشف لكل مفلس افلاسه ولكل مصاب مصيبته فان الناس فى الاخرة ينقسمون الى عدة

اور اس وقت ہر مفلس کو اپنا افلاس اور ہر مصیبت زدہ کو اپنی مصیبت معلوم ہو جائیگی کیونکہ آخرت میں لوگ کئی قسم کے ہونگے

اقسام القسم الاول قسم الفائزين وهم الذين قال الله تعالى فيهم فلا تعلم نفس ما اخفى لهم من قرة

پہلی قسم کے وہ لوگ ہیں جو بامراد ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی شان میں خداوند عالم یوں ارشاد فرماتا ہے کسی شخص کو نہیں معلوم کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے

اعين جزاء بما كانوا يعملون قال النبى عليه السلام حكاية عن الله تعالى انى اعددت لعبادى

ان کی نیکوکاریوں کے بدلے میں کیا کیا سامان پوشیدہ طور پر کیا گیا ہے حضور علیہ السلام اللہ کی طرف سے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے

الصالحين ما لا عين رأت ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر والقسم الثانى قسم الهالكين وهم

وہ وہ سامان کیے ہیں جنکو نہ آنکھوں نے دیکھا ہے نہ کانوں نے سنا ہے اور نہ کسی آدمی کو اس کا وہم ہوا ہے دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو ہلاک ہونے والے ہیں اور یہ وہ

الذين كذبوا بالحق ولم يصدقوا به فان سعادة الاخرة لا تكون الا فى القرب من الله تعالى والنظر اليه

لوگ ہیں جنہوں نے حق کو جھٹلایا اور اس کی تصدیق نہیں کی کیونکہ سعادت اخروی صرف قرب الہی اور اسکے دیدار میں ہے

وذلك لا يحصل الا بالمعرفة التى يعبر عنها بالايمان والتصديق وهم لما كذبوا بالحق ولم يصدقوا به

اور یہ باتیں معرفت کے بغیر جس کو ایمان اور تصدیق کہتے ہیں حاصل نہیں ہو سکتیں اور چونکہ انہوں نے حق کو جھٹلایا اور اس پر ایمان نہ لائے

كانوا بعيدا عنه وهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون وكل محجوب عن ربه يكون لا محالة معذبا بنار الفراق

اس لیے اس سعادت سے دور ہو گئے اور وہ اس دن اپنے رب سے محجوب ہونگے اور جو محجوب ہوگا وہ تباہ ہوگا اور ابد الآباد تک اس پر

ونار جهنم ابد الآباد والقسم الثالث فيه قسم المعذبين وهم الذين تحلوا باصل الايمان لكنهم قصروا فى العمل

جدائی اور جہنم کا عذاب ہوتا رہے گا تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جن پر عذاب ہوگا ... وہ لوگ ہیں جو ایمان تو لائے لیکن عمل میں کوتاہی کی

بمقتضاه فان رأس الايمان التوحيد وهو نفى الشرك وهو اعتقاد العبد ان الله تعالى احد فى ذاته وصفاته

بمقتضائے ایمان اس لیے کہ اصل ایمان توحید ہے یعنی شرک کا دور کرنا اور وہ یہ ہے کہ اس بات کا اعتقاد کرے کہ اللہ اپنی ذات اور صفات

وافعاله وكل ما يظهر فى العالم لا يظهر الا بعلمه وارادته وخلقه ولا يستحق العبادة الا هو فعلى هذا

اور افعال میں یکتا ہے اور دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اسی کے علم اور ارادے اور پیدا کرنے سے ہوتا ہے اور اس کے سوا کوئی پرستش کے قابل نہیں پھر اس بنا پر

كل من يقول لا اله الا الله يصير كانه يقول انى اعتقدت انه تعالى واحد فى ذاته وصفاته وافعاله

ہر وہ شخص جو لا الہ الا اللہ کہتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ میرا اعتقاد یہ ہے کہ خداوند تعالی اپنی ذات اور صفات اور افعال میں یکتا ہے

ولا یظهر فی العالم شیء الا بعلمه وارادته وخلقه ولا یستحق العبادة الا هو وانی التزمت عبادته
اور عالم مین جو چیز پیدا ہوئی وہ اُسی کے علم اور ارادہ اور اُسکے پیدا کرنے سے پیدا ہوئی اور اُسکے سوا کوئی پرستش کے لائق نہین اور مین نے اُسکی عبادت اپنے ذمہ لازم کرلی

ولا اعبد الا ایاہ وبعد هذا الاعتراف کل من اتبع هواه فقد اتخذ الٰهه هواه وهو موحد بلسانه
اور صرف اُسی کی عبادت کرون گا اور اس اقرار کے بعد جسنے اپنی خواہش نفسانی کی پیروی کی اُسنے گویا اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود قرار دیا اور وہ فقط زبانی موحد رہ گیا

فقط والتوحید لا یکمل الا بالاستقامة علیه ومن لم یستقم علیه ولو فی امر یسیر بل اتبع هواه
اور جب تک اس اقرار پر استقامت نہ اختیار کرے توحید کامل نہین ہوتی اور جو مستقیم نہ رہا اگرچہ ادنی امر مین ہو بلکہ اپنے نفس کی خواہش کی پیروی کی

ولو فی فعل قلیل یکون خارجا عن سواء السبیل وذلک قادح فی کمال التوحید ولعدم خلو بشر عن
اگرچہ چھوٹے سے کام مین ہو تو وہ سیدھی راہ سے نکل گیا اور اس سے کھری توحید مین بٹا لگتا ہے اور چونکہ غالبًا کوئی آدمی اس سے

ذلک فی غالب الامر قال اللہ تعالی وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُهَا فیکون ورود کل احد علی النار متیقنا وانما
بچا ہوا نہین اسلیے خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ تم مین سے کوئی ایسا نہین جو اُسپر گذرے پس ہر شخص کا دوزخ پر گذرنا تو یقینی ہوا اور

الشک فیمن ینجو منها وقد جاء فی بعض الاخبار ما یدل علی ان آخر من یخرج منها یخرج بعد سبعة الاف
شک صرف اس بات مین رہا کہ اُس سے نجات کس کس کو ہوگی اور بعض حدیثون کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ سے سب سے آخر مین جو شخص نکلیگا وہ سات ہزار برس کے بعد نکلیگا

سنة وبعضهم یجوز منها کبرق خاطف فلا یکون له فیها لبث وبعضهم یمکث فیها لحظة وبین اللحظة
اور بعضے اُس پر سے چمکتی بجلی کی طرح گذر جائینگے اور اُسمین بالکل نہ ٹھہرینگے اور بعضے اُسمین ایک لحظہ ٹھہرینگے اور ایک لحظہ

وسبعة الاف سنة درجات متفاوتة من الیوم والاسبوع والشهر والسنة والسنتین وسائر العدد
اور سات ہزار برس کے درمیان بہت متفاوت درجے ہین دن ہفتہ مہینہ سال دو سال اور باقی تمام گنتی

واما الاختلاف بالشدة فلا نهایة لاعلاه وادناه التعذیب بالمناقشة فی الحساب فان اختلاف عذاب
رہا سختی سزا کا اختلاف تو عذاب کے اعلے درجہ کی تو کوئی حد نہین ہے اور ادنی درجہ حساب فہمی کی گرفت کا عذاب ہے کیونکہ آخرت کے

الآخرة وثوابها بحسب قوة الایمان وضعفه وکثرة الطاعات وقلتها وکثرة الذنوب وقلتها وشواهد
عذاب وثواب کا تفاوت ایمان کے قوت وضعف اور عبادت کی کمی وزیادتی اور گناہون کی کمی بیشی کے لحاظ سے ہوگا اور اُس کی دلیل بارشاد الٰہی ہے

هذا فی القرآن قوله تعالی اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ وقوله تعالی وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا
قرآن مجید مین آج جس نے جو کیا ہے اُس کا بدلا پائیگا کسی پر آج ظلم نہ ہوگا اور دوسری جگہ یون فرماتا ہے آدمی کو وہی ملیگا جو اُس نے

مَا سَعٰی وقوله تعالی فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ وغیر ذلک مما ورد
کیا ہے پھر یون ارشاد فرمایا جس نے ذرہ بھر بھلائی کی اُس کے آگے آئیگی اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہے وہ اُس کے آگے آئے گی اسی طرح اور بہت سی آیتین

فی کتاب اللہ تعالی وسنة رسوله من کون الثواب والعقاب جزاء الاعمال فعلی هذا کل من احکم اصل الایمان
قرآن وحدیث مین اس مضمون کی وارد ہین کہ ثواب اور عذاب سب اپنے اپنے اعمال کی جزا ہے پس اس بنا پر جس نے اپنے ایمان کی جڑ مضبوط کرلی

واحسن جمیع الفرائض التی هی الارکان الخمسة للاسلام باتیان کلمتی الشهادة واقامة الصلوة وایتاء الزکوة
اور تمام فرائض یعنی اسلام کے پانچون ارکان اچھی طرح ادا کیے یعنی کلمۂ شہادت پڑھا نماز پڑھی زکوۃ دی

وصوم رمضان وحج البیت واجتناب الکبائر ولم یصدر منه الا صغائر متفرقة من غیر ان یصر علیها
اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کیا اور کبیرہ گناہون سے بچا اور صرف چند چیدہ چھوٹے گناہ اُس سے ہوئے اور اُن پر بھی اصرار نہ کیا

وادنی معنی ارتکاب الکبائر والاصرار علی الصغائر بمعنی الاکثار فیها سواء کانت من نوع واحد او من
اور گناہ کبیرہ کرنے اور چھوٹے گناہون پر اصرار کرنے کا ادنی مطلب یہ ہے کہ کثرت سے اُن مین مبتلا رہے خواہ وہ گناہ ایک قسم کے ہون یا

انواع مختلفة فیشبه ان یکون عذابه بالمناقشة فی الحساب فاذا حوسب یرجح حسناته علی سیآته
مختلف قسم کے تو غالب یہ ہے کہ ایسے شخص کا عذاب صرف حساب وکتاب مین سخت گیری سے ہو اور حساب کے بعد اُس کی نیکیان برائیون پر غالب آجائین

اذ قد جاء في الحديث ان الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة ورمضان الى رمضان مكفرات لما بينهن
اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے کہ پنج وقتی نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک اُن گناہوں کے لیے کفارہ ہیں جو اُنکے درمیان ہوں

سوى الكبائر وكذا اجتناب الكبائر مكفر للصغائر بجلي نص القرآن وهو قوله تعالى ان تجتنبوا كبائر
بشرطیکہ وہ گناہ کبیرہ نہوں اور اسی طرح کبیرہ گناہوں سے بچنے سے بھی صغیرہ گناہ مٹ جاتے ہیں قرآن میں صاف صاف اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہوگے

ما تنهون عنه نكفر عنكم سيئاتكم واقل درجات التكفير ان يدفع العذاب اذا لم يدفع الحساب
جن سے تمکو منع کیا جاتا ہے تو چھوٹے گناہ ہم خود مٹا دینگے اور کفارہ کا ادنے درجہ یہ ہے کہ اگر حساب موقوف نہو تو عذاب دور کیا جائے

وكل من هذا حاله يكون ممن ثقلت موازينه فهو في عيشة راضية هذا حال من اجتنب جميع الكبائر
اور جس شخص کا یہ حال ہوگا وہ اُن لوگوں میں سے ہوگا جن کی نیکیاں برائیوں سے زیادہ بھاری ہونگی اور جو خاطر خواہ عیش میں رہینگے یہ اُس شخص کا حال ہوگا جو تمام کبیرہ گناہوں سے بچتا رہا

وادى جميع الفرائض واما من ارتكب بعضا من الكبائر وترك بعضا من الفرائض فانه ان تاب توبة
اور تمام فرائض ادا کرتا رہا اور جس شخص نے کچھ گناہ کبیرہ کیے اور کچھ فرائض بھی ترک کیے ہیں اگر اُس نے دل سے توبہ کرلی

نصوحا قبل قرب الاجل يلتحق بمن لم يرتكب ذنبا لان التائب من الذنب كمن لا ذنب له والثوب المغسول
قبل اس کے کہ اُس کی موت کا سامان ہو وہ اُن لوگوں میں شامل ہوجائیگا جنھوں نے کوئی گناہ نہیں کیا اس لیے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوجاتا ہے جیسے اُس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں یا دُھلا ہوا کپڑا

كالثوب الذي لم يتوسخ وان لم يتب بل مات قبل التوبة فامره مخطر عند الموت اذ ربما يكون موته على
یا وہ کپڑا جو ابھی میلا نہیں ہوا اور اگر توبہ نہ کی اور بغیر توبہ کیے مرگیا تو اُس کی حالت مرنے کے وقت خطرہ سے خالی نہیں اس لیے کہ اکثر اوقات آدمی

الاصرار سببا لزوال ايمانه فيختم له سوء الخاتمة ويبقى في جهنم ابد الآباد وان لم يختم له سوء الخاتمة
اصرار گناہ کے خیال پر مرتا ہے جس سے ایمان جاتا رہتا ہے اس کا انجام بد ہے اور وہ ابدالآباد جہنم میں رہیگا اور اگر اُس کا خاتمہ اچھا ہوا

بل مات على الايمان فان لم يعف الله تعالى يعذب عذابا يزيد على عذاب المناقشة في الحساب ويكون
اور ایمان پر مرا یعنی اگر خدا اُس کے گناہ نہ معاف کرے تو اُس کو سختی حساب سے زیادہ عذاب بھگتنا ہوگا

كثرة العقاب من حيث المدة بحسب كثرة الاصرار ومن حيث الشدة بحسب شدة قبح الكبائر ومن حيث
اور عذاب کی میعاد بلحاظ کثرت اصرار گناہ کے اور سختی عذاب گناہ کبیرہ کے برائی کے اعتبار سے

اختلاف النوع بحسب اختلاف انواع المعاصي وعند انقضاء مدة العقاب ينزل في درجات اصحاب
اور عذاب کی نوعیت گناہوں کے انواع کے لحاظ سے ہوگی اور عذاب کی مدت ختم ہونے کے بعد وہ اُن لوگوں میں شامل ہوجائیگا جن کے نامۂ اعمال

اليمين وفي الخبر ان آخر من يخرج من النار يعطى مثل الدنيا كلها عشرة اضعاف ولا يخرج من النار الا موحد
داہنے ہاتھ میں دیے گئے تھے اور حدیث میں آیا ہے کہ سب سے آخر میں جو شخص دوزخ سے نکلیگا اُس کو ساری دنیا سے دس گنا سامان بخشا جائیگا اور موحد کے سوا دوزخ سے کسی کو رہائی نہوگی

وليس المراد من الموحد من يقول بلسانه لا اله الا الله فقط لان اللسان من هذا العالم الذي يعبر عنه
اور موحد اُس کو نہیں کہتے جو صرف زبانی لا الٰہ الا اللہ کہے اس لیے کہ زبان اس جہان کی چیز ہے جس کو

بعالم الملك والشهادة فلا ينفع النطق به الا في هذا العالم حيث يدفع سيف المسلمين عن رقبته وايدي
عالم ملک وشہادت کہتے ہیں اس لیے زبان سے کہنے کا فائدہ صرف اسی عالم تک ہے یعنی اس کی وجہ سے مسلمان اُس کی گردن پر تلوار نہ مارینگے

الغانمين على ماله ومدة الرقبة والمال مدة الحيوة واذا ذهب الرقبة والمال لا ينفع النطق به وانما ينفع الصدق
اور غنیمت والے اُس کا مال نہ لوٹینگے لیکن یہ گردن اور مال تو صرف اسی عالم تک ہیں اور جب یہ نہ رہینگے تو زبان سے کہنا کچھ وہاں بھی مفید نہ ہوگا بلکہ توحید کو سچے دل سے ماننا وہاں مفید ہوگا

في التوحيد وكمال التوحيد الاستقامة على فعل المامورات وترك المنهيات ولا يتاتى ذلك الا بغلبة اليقين على القلب
اور توحید کا کمال تو یہ ہے کہ احکام شریعت کی پابندی اور ممنوعات سے بچنے میں استقامت اختیار کرے اور استقامت نہیں حاصل ہوتی تا وقتیکہ دل سے

بعد نفي الشك عنه فان من غلب على ظنه ان من يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة
شک دور ہوکر یقین غالب نہوجائے کیونکہ جس شخص کے دل میں اس بات کا یقین ہوجائیگا کہ جو شخص ذرہ برابر نیکی کریگا اُسکے سامنے آئیگی اور جو شخص ذرہ برابر بدی کریگا

شرائطہ لاشک ان یحرص علی تحصیل الطاعات ویحفظ قلیلہا وکثیرہا ویترک الذنوب والسیئات
وہ اُس کی ساتھ آ لگی تو اس میں کچھ شک نہیں کہ اُس سے جہاں تک بنے گا عبادتیں کرے گا اور تھوڑے بہت کو نگاہ رکھے گا اور گناہوں اور برائیوں کو چھوڑ دے گا

ویجتنب صغیرہا وکبیرہا وقلیلہا وکثیرہا وھذا ھو الایمان الحقیقی والتوحید الیقینی والناس فی ھذا
اور چھوٹے بڑے تھوڑے بہت سب گناہوں سے بچتا رہے گا اور یہی ایمان حقیقی اور توحید یقینی ہے لوگوں کی

التوحید متفاوتون فمنھم من لہ توحید مثل الجبال ومنھم من لہ توحید مثل دینار ومنھم من لہ توحید
توحید میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں بعض کی توحید پہاڑوں کے برابر ہے اور بعض کی دینار کے برابر ہے اور بعض کی توحید

مقدار خردلۃ وذرۃ فمن فی قلبہ مثقال دینار من الایمان فھو اول من یخرج من النار وآخر من یخرج
رائی کے دانہ اور ذرہ کے برابر ہوگی پس جس شخص کے دل میں دینار کے برابر ایمان ہے دوزخ سے سب سے پہلے وہی نکلے گا اور سب سے آخر میں وہ نکلے گا

منھا من فی قلبہ مقدار ذرۃ من الایمان واکثر ما یدخل الموحدین النار مظالم العباد وقد جاء فی الاثر
جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا اور اکثر موحدین محض اُن ظلموں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے جو اُنھوں نے لوگوں پر کیے ہوں گے اور حدیث میں آیا ہے

ان العبد لیوقف بین یدی اللہ تعالیٰ ولہ حسنات امثال الجبال لو سلمت لہ لکان من اھل الجنۃ فیقوم
کہ بندہ اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور اُس کی نیکیاں پہاڑوں کے برابر ہوں گی اگر سب اُس کو ملجائیں تو اُس کے جنتی ہونے میں کوئی کلام نہیں پھر مظلوم لوگ کھڑے ہوں گے

اصحاب المظالم فکان قد سب ھذا وضرب ھذا واستخدم ھذا واخذ مال ھذا فیقتص من حسناتہ
کہ اُس کو گالی دی تھی اُس کو مارا تھا اُس سے بیگار لی تھی اُس کا مال چھین لیا تھا پھر اُن میں سے ہر ایک کو اُس کی نیکیوں میں سے تقسیم ہونا شروع ہو گا

حتی لا یبقی لہ حسنۃ فیقول الملائکۃ یا ربنا فنیت حسناتہ وبقی الطالبون کثیرا فیقول اللہ تعالیٰ
یہاں تک کہ ایک نیکی بھی باقی نہ رہے گی اُس وقت فرشتے کہیں گے خداوندا اسکی نیکیاں تو سب ختم ہوگئیں اور مدعی بہت باقی ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا

القوا من سیاٰتھم علی سیاٰتہ وصکوا لہ صکا الی النار کما یھلک الظالم بسببہ غیرہ بطریق القصاص
اُن کے گناہ اُس کے گناہوں پر لاد دو اور اُس کے لیے ایک دروازہ دوزخ کا کھول دو اور جس طرح ظالم دوسرے کے عوض میں بطریق قصاص مارا جاتا ہے

فکذلک ینجو المظلوم بحسنۃ الظالم تنقل حسنتہ الیہ عوضا عما ظلمہ واذا انقرر ھذا فالواجب
اسی طرح مظلوم ظالم کی نیکیوں کے ذریعہ سے نجات پا جاتا ہے کیونکہ اُس کے ظلموں کے عوض میں اُس کی نیکی مظلوم کو ملجاتی ہے جب یہ بات قرار پائی تو ہر مسلمان کو چاہیے

علی کل مسلم المبادرۃ الی محاسبۃ نفسہ کما روی عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہ قال حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا
کہ اپنے نفس کا حساب کرنے میں جلدی کرتا رہے جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اپنے نفس کا حساب لیتے رہو قبل اس کے کہ تم سے

وزنوا انفسکم قبل ان توزنوا فانکم ان کنتم تحاسبون انفسکم الیوم وتزنونھا للعرض الاکبر
لیا جائے اور اپنے نفسوں کو تولتے رہو قبل اس کے کہ تولے جاؤ اس لیے کہ اگر تم آج اپنا حساب خود لیتے رہو گے اور اپنے اعمال کو سب سے بڑی پیشی کے لیے تولتے رہو گے

یکون الحساب علیکم غدا اھون وتعرضون یومئذ ولا تخفی علیکم خافیۃ وطریق المحاسبۃ ان
تو کل قیامت کے دن کا حساب تم پر آسان ہو جائے گا اور سب باتیں پیش کر سکو گے اور تم پر کوئی بات مخفی نہ رہے گی اور محاسبۂ نفس کا یہ طریقہ ہے

ینظر المرء فی احوالہ ھل علیہ شیء من حقوق اللہ تعالیٰ وحقوق الناس ام لا فیقضی ما فاتہ من فرائض
کہ بندہ اپنے حال پر غور کیا کرے کہ آیا مجھ پر اللہ کا یا بندہ کا کوئی حق تو نہیں ہے پھر اللہ کے فرائض میں سے جو باقی رہ گیا ہو اُس کو ادا کرے

اللہ تعالیٰ ویرد المظالم حبۃ حبۃ ویستحل کل من تعرض لہ بیدہ ولسانہ وقلبہ بان اساء الظن ویطیب
اور بندوں کا حق ایک ایک پیسہ ادا کر دے اور جس کو اپنے ہاتھ سے یا زبان سے تکلیف دی ہو یا دل سے ستایا ہو یعنی کسی کی طرف بدگمانی کی ہو تو اُن سے معافی مانگ لے

قلوبھم حتی یموت ولم یبق شیء علیہ من حقوق اللہ تعالیٰ وحقوق العباد ویدخل الجنۃ بغیر
اور اُن کا دل خوش کر دے یہاں تک کہ جب مرے تو اُس پر اللہ یا بندے کا کوئی حق باقی نہ ہو تو جنت میں بے حساب چلا جائے

حساب یسرنا اللہ بفضلہ

المجلس التاسع فی لزوم الاتباع للنبی صلی اللہ علیہ وسلم

خدایا اپنے فضل سے ہم پر آسانی کیجیو۔ نویں مجلس اس بیان میں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

فيما جاء به وفيه تحقيق قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يؤمن احدكم
لانے ہوئے تمام احکام کی پیروی کرنا لازم ہے اور اُس میں ایک تحقیق ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم میں سے کوئی ایماندار نہیں

حتى يكون هواه تبعا لما جئت به هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه عبد الله بن عمرو بن العاص
جب تک کہ وہ اپنی مرضی کو میرے احکام کے تابع نہ کر دے یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے جس کے راوی عبد اللہ بن عمرو بن العاص ہیں

ومعناه ان احدكم لا يبلغ درجة كمال الايمان حتى يخالف هواه ويتبع الحق ولا يسلط هواه على الحق
اور اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے کوئی مؤمن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنی نفسانی خواہشوں کو ترک کر کے حق کی پیروی نہ کرے اور اپنے ہوا و ہوس کو حق پر غالب نہ ہونے دے

بل يكون الحق الذي جئت به مسلطا على الهوى فان من يعمل بهوى نفسه لا يريد نفسه شيئا الا يرتكبه
بلکہ وہ حق جو میں لایا ہوں اُس کے ہوا و ہوس پر غالب ہو اس لیے کہ جو شخص اپنے نفس کی خواہش پر عمل کرتا ہے اُس کا نفس جس بات کو چاہتا ہے وہ اُسی کو کرتا ہے

ويخالف مولاه ويجعل هواه الها لنفسه كانه يعبده ولهذا قال النبي عليه السلام ما عبد تحت
اور اپنے مولیٰ کا مخالف ہوتا ہے اور اپنے ہوا و ہوس کو اپنے نفس کا معبود بنا لیتا ہے گویا وہ اُسی کو پوجتا ہے اور اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آسمان کے نیچے کوئی معبود

السماء اله ابغض الى الله تعالى من الهوى وفي رواية ان ابغض اله عبد في الارض عند الله تعالى
ہوائے نفس سے زیادہ اللہ کے نزدیک بدتر نہیں ہے اور ایک روایت میں ہے کہ بدترین معبود زمین پر اللہ کے نزدیک

هو الهوى وفي الحقيقة ان من تامل يعلم ان من يعبد الصنم لا يعبد الصنم وانما يعبد هواه لكون
ہوائے نفس ہی ہے اور حقیقت میں جو شخص غور کرے اُس کو معلوم ہو سکتا ہے کہ جو بتوں کو پوجتا ہے وہ درحقیقت بتوں کو نہیں پوجتا بلکہ اپنے ہوائے نفس کو پوجتا ہے کیونکہ

نفسه مائلة الى دين آبائه فيتبع ذلك الميل الذي يعبر عنه بالهوى اذ من عادة اهل الهوى ان يستحسنوا
اُس کا نفس اپنے آبا و اجداد کے دین کی طرف مائل ہے تو وہ اُسی میل کا پیرو ہے جس کو خواہش نفس کہتے ہیں اس لیے کہ اہل ہوا کی یہ عادت ہے کہ

كل ما يوافق هواهم وان كان جاذبا لكل شر ووبال وان يستقبحوا كل ما يخالف هواهم وان كان جالبا لكل خير
جو بات اُن کے خواہش نفس کے موافق ہو اُسی کو اچھا سمجھتے ہیں اگرچہ وہ تمام بُرائی اور وبال کا سبب ہو جائے اور جو بات اُن کے ہوائے نفس کے خلاف ہو اُس کو بُرا جانتے ہیں اگرچہ اُس میں ہر طرح کی بھلائی ہو

فالسعيد من يخالف هواه ويطيع مولاه والشقي من يتبع هواه ويخالف مولاه ويكون هالكا
پس نیک بخت وہ ہے جو اپنے خواہش نفس کے خلاف اپنے مولیٰ کی اطاعت کرے اور شقی وہ ہے جو اپنے مولے کے خلاف اپنے نفس کی پیروی کرتا ہے اور ہلاک ہوتا ہے

لان من يتبع هواه يفعل ما يضره ويهلكه حالا ومالا وهو لا يشعر ولا يشعر لكن لخفة عقله يرجح
اس لیے کہ جو شخص اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے تو وہ ایسے کام کرتا ہے جو مضر ہوتے ہیں اور جس سے اُس کا حال اور مآل دونوں تباہ ہوتے ہیں اور اُس کو خبر بھی نہیں ہوتی اور اگر ہوتی بھی ہو تو اپنی حماقت سے

اللذة الحاضرة التي لا بقاء لها على العقوبات العظيمة التي لا نهاية لها ويظن لعمى بصيرته وغاية حماقته
موجودہ لذت کو جو رہنے والی نہیں ہے اُن بڑے بڑے عذابوں پر ترجیح دیتا ہے جن کی انتہا نہیں ہے اور اپنے اندھے پن اور شدت حماقت سے یہ سمجھتا ہے

انه ظفر بشيء من اللذائذ ولا يعلم ذلك الاحمق انه يخرج من الدنيا ويرى انه لم يظفر بشيء من اللذائذ اصلا
کہ میں نے خوب مزے اُڑائے اور وہ احمق یہ نہیں جانتا کہ وہ دنیا سے ایک دن نکلے گا اور دیکھے گا کہ اُس نے کچھ بھی لطف نہیں اُٹھایا

لا من لذائذ الدنيا ولا من لذائذ الاخرة بل تبع هواه فيما ليس بشيء لان لذائذ الدنيا عنه تزول
نہ دنیا کی لذتیں نہ آخرت کی نعمتیں بلکہ اُس نے اپنے نفس کی پیروی کی اُن چیزوں میں جو کچھ بھی نہیں ہیں اس لیے کہ دنیا کی لذتیں زائل ہو جاتی ہیں

ولذائذ الاخرة ليس له اليه الوصول فيبقى في حسرة وندامة حين لا ينفعه الندم وقد قال ابن عباس
اور آخرت کی لذتیں اُس کو ملنے والی نہیں تو ایک حسرت اور ندامت میں رہے گا جس سے کچھ بھی فائدہ نہیں ابن عباس کہتے ہیں

ما ذكر الله الهوى في القرآن الا ذمه فانه تعالى قال بل اتبع الذين ظلموا اهواءهم بغير علم وقال ولكن
قرآن میں ہوائے نفس کا ذکر اللہ نے ہمیشہ بُرائی سے کیا ہے ایک جگہ فرماتا ہے بلکہ ظالم لوگوں نے اپنی خواہشوں کی پیروی کی بے جانے بوجھے کی دوسری جگہ فرماتا ہے اور

كثيرا ليضلون باهوائهم بغير علم وقال ومن اضل ممن اتبع هواه بغير هدى من الله فهو
بہتیرے لوگ بے جانے بوجھے اپنی ہوائے نفس کے سبب سے گمراہی کرتے ہیں دوسری جگہ فرماتا ہے اُس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کی راہ کو چھوڑ کر اپنے نفس کی خواہش پر چلتا ہے

ما ذكر الله الهوى في القرآن الا ذمه

من هذه الآيات ان اتباع الهوى لا يكون في الاكثر الا بغير علم بالحق فلا بد للمؤمن ان يعرف الحق ويميزه عن
ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ خواہش نفس کی پیروی اکثر امر حق کی بے علمی سے ہوتی ہے پس مومن کے لیے ضرور ہے کہ حق کو پہچانے اور

الباطل ويعمل بالحق ويختاره على الباطل لان من لم يعرف الحق فهو ضال ومن عرفه واختار عليه
باطل سے اسکو تمیز کرے اور حق پر عمل کرے اور باطل پر اُس کو ترجیح دے کہ جو شخص حق کو نہ پہچانے وہ گمراہ ہے اور جو شخص حق کو پہچان لے پھر بھی غیر حق کو پسند کرے

غيره فهو مغضوب عليه ومن عرفه واتبعه فهو منعم عليه وقد امرنا الله تعالى ان نسأله في كل يوم
تو اُس پر خدا کا غضب ہے اور جو حق کو پہچانے اور اُس پر عمل بھی کرے تو اُس پر خدا کا انعام ہے اور خدا نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم اُس سے دن رات میں

وليلة مرات عديدة ان يهدينا صراط الذين انعم عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين وبين في
کئی بار اس بات کی دعا مانگا کریں کہ ہم کو اُن لوگوں والا راستہ دکھلائے جن پر اُس کا انعام ہے نہ اُن لوگوں کا جن پر اُس کا غضب ہے اور نہ گمراہوں کا اور اسی کو ضمن میں یہ بھی بیان فرمایا

ضمنه ان اهل السعادة هم الذين عرفوا الحق واتبعوه وكانوا مهتدين وان اهل الشقاوة هم الذين
کہ سعادت مند وہ لوگ ہیں جنہوں نے حق کو پہچانا اور اُس کی پیروی کی اور ہدایت والے ہوئے اور بدبخت وہ لوگ ہیں جنہوں نے

لم يعرفوا الحق بل جهلوه وخرجوا منه وكانوا ضالين او عرفوه وخالفوه ولم يتبعوه بل اتبعوا غيره و
حق کو نہ پہچانا نادان رہے اور اُس سے نکل کر گمراہ ہو گئے یا حق کو پہچان تو لیا لیکن اُس کی مخالفت کی اور عمل نہ کیا بلکہ غیر حق کی پیروی کی اور

كانوا مغضوبا عليهم وقد ثبت في الحديث ان المغضوب عليهم اليهود وان الضالين النصارى وانما
خدا کے غضب میں آ گئے اور حدیث میں ثابت ہے کہ مغضوب علیہم تو یہودی ہیں اور گمراہ نصاری ہیں اور

سمي اليهود بالمغضوب والنصارى بالضالين مع كون كل واحد منهما ضالا ومغضوبا عليهم لكون
یہود کو مغضوب اور نصاری کو گمراہ فرمایا حالانکہ ان میں سے ہر ایک گمراہ اور مغضوب ہے

كل واحد منهما مختصا بما غلب عليه من الجهل والعناد فان اليهود كانوا امة عناد فخصوا بالغضب
اسکی وجہ یہ ہے کہ اُن میں سے ہر ایک کو بلحاظ غلبہ جہل و عناد کے ایک ایک چیز سے خصوصیت ہے چونکہ یہود اہل عناد تھے اس لیے اُنکو غضب سے خصوصیت ہے

والنصارى كانوا امة جهل فخصوا بالضلال ولهذا قال سفيان بن عيينة من فسد من علمائنا
اور نصاری اہل جہالت تھے اس لیے وہ گمراہی سے خصوصیت رکھتے ہیں اسی لیے سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ ہمارے علما میں سے جو بگڑ جائے

ففيه شبه من اليهود لان اليهود عرفوا الحق ولم يتبعوه بل عدلوا عنه وكانوا مغضوبا عليهم
وہ یہودیوں سے مشابہ ہے اس لیے کہ یہود جان بوجھ کر اُسکی پیروی نہیں کرتے بلکہ اُس سے منہ پھیر لیا اور خدا کے غضب میں مبتلا ہو گئے

ومن فسد من عبادنا ففيه شبه من النصارى لان النصارى لم يعرفوا الحق بل جهلوه وكانوا ضالين
اور ہم میں کا جو عابد بگڑ جائے تو وہ نصاری کے مثل ہے اس لیے کہ نصاری نے حق کو پہچانا ہی نہیں بلکہ اُس سے ناواقف رہے اور گمراہ ٹھہرے

فانه تعالى جعل العبادة سببا للثواب والمعصية سببا للعقاب فمن يرجو الثواب ويخاف
کیونکہ اللہ تعالی نے عبادت کو ثواب کا اور گناہ کو عذاب کا سبب قرار دیا ہے پس جو شخص ثواب کا آرزومند ہے اور

العقاب لا بد له ان يعرف العبادة والمعصية ليشتغل بالاولى ويصل الى الثواب ويحترز عن الثانية
عذاب سے ڈرتا ہے تو اُسکو ضرور ہے کہ عبادت اور گناہ کو معلوم کرے تاکہ عبادت کرکے ثواب پائے اور گناہ سے بچکر

وينجو من العذاب لان من لم يعرفهما ولم يفرق بينهما يضع احدهما مقام الآخر فيكون من الخسرين
عذاب سے چھوٹے اس لیے کہ جو شخص ان دونوں باتوں کو نہ معلوم کرے گا اور ان دونوں میں فرق نہ کر سکے گا وہ گناہ اور بڑی خسارہ میں ہوگا

وذلك لان في قلب الانسان قوتين قوة العلم وقوة الارادة وهما لا يتعطلان ابدا ولا يحصل
اور یہ بات اس لیے ہے کہ انسان کے قلب میں دو قوتیں ہیں قوت علم و قوت ارادہ اور یہ کبھی بے کار نہیں رہ سکتیں اور

عمل الا بهما سواء كان خيرا او شرا لان من يفعل شيئا سواء كان خيرا او شرا لا يفعله ما لم يرده
کوئی کام برا ہو یا اچھا اُس کے بغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ جو شخص کوئی اچھا یا برا کام کرتا ہے وہ بغیر پہلے سے ارادہ کیے ہوئے کر ہی نہیں سکتا

ولا يريده ما لم يعلمه فكمال الانسان وصلاحه باستعمال هاتين القوتين فيما ينفعه في الدارين
اور ارادہ بغیر اس کے علم کے نہیں ہو سکتا پس انسان کا کمال انہی دونوں قوتوں کے کام میں لانے پر ہے جس سے دونوں جہان میں نفع حاصل کرے

ويعينه في نيل اللذتين فلا بد له من استعمال قوة العلم في ادراك الحق وتمييزه عن الباطل
اور دونوں لذتیں حاصل کرنے میں مدد دے اس لیے ضرور ہوا کہ علم کی قوت حق کے معلوم کرنے اور باطل سے تمیز کرنے میں استعمال کرے

واستعمال قوة الارادة في طلب الحق وايثاره على الباطل لانه اذا لم يستعمل قوته العلمية في معرفة
اور قوت ارادہ کو طلب حق اور باطل پر اس کو ترجیح دینے میں کام میں لائے اس لیے کہ اگر اپنی قوت علمیہ کو حق کے پہچاننے

الحق وادراكه فلا جرم انه يستعملها في معرفة الباطل وما يليق به واذا لم يستعمل قوته الارادية
اور معلوم کرنے میں استعمال نہ کرے تو ضرور ہے کہ اس کو باطل اور اس کے لواحقات کے معلوم کرنے میں استعمال کرے گا اور اگر اپنی قوت ارادی سے

في طلب الحق والعمل به فلا شك انه يستعملها في طلب الباطل والعمل به ثم ان الانسان مجبول
حق طلبی اور عمل نیک کا کام نہ لیگا تو کوئی شک نہیں ہے کہ اس کو باطل کی جستجو اور عمل بد میں صرف کرے گا انسان خلقی طور پر

على معرفة صانعه ويقتضي طبعه عبادة خالقه والتقرب اليه بحكم الفطرة التي فطر الناس
اپنے خالق کے ماننے پر مجبور ہے اور اس کی طبیعت ہی اپنے خالق کی عبادت اور اس کی نزدیکی کو چاہتی ہے بمقتضا اس فطرت کے جس پر انسان پیدا کیا گیا ہے

عليها لكن لا عبرة بالمعرفة الجبلية والعبادة الطبيعية لانها تكون على مقتضى النفس ومتابعة
لیکن یہ خلقی معرفت اور طبعی عبادت قابل اعتبار نہیں ہے اس لیے کہ وہ بمقتضائے نفس خواہش نفسانی کی

هواها فلا يخلو عن شوب الشرك وانما المعتبر المعرفة والعبادة على وفق الشرع لا على وفق الطبع
پیروی سے ہوا کرتی ہے پس وہ شرک کی آمیزش سے خالی نہیں ہے اور معرفت اور عبادت وہی معتبر ہے جو شریعت کے موافق ہو نہ وہ کہ جو طبعی ہو

الا ترى ان ابليس كان في طبعه السجود لربه حتى عبد الله تعالى فيما يروى ثمانين الف سنة
کیا تم نہیں جانتے کہ ابلیس کا طبعی امر تھا کہ اپنے رب کو سجدہ کرے چنانچہ بعض روایتوں سے ثابت ہے کہ اس نے اسی ہزار برس اللہ کی پرستش کی ہے

وانتظم بكثرة عبادته في سلك الملائكة المقربين ثم لما امر بالسجود على خلاف طبعه ابى واستكبر وكان
اور اس کثرت عبادت کی وجہ سے مقرب فرشتوں میں شامل ہوگیا پھر جب وہ اپنی خلاف طبیعت سجدہ کرنے کے لیے مامور ہوا تو اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور

من الكافرين فان من يتبع طبعه وهواه فانه لا يفعل شيئا من المعروفات الا ما يوافق هواه وما يترك
کافروں میں سے ہوگیا۔ اس لیے کہ جو شخص اپنی طبیعت اور ہوائے نفس پر کاربند ہوتا ہے تو وہ حسنات میں سے کوئی کام نہیں کرتا البتہ وہ کام جو اس کی خواہش نفس کے موافق ہو اور وہ

شيئا من المنكرات الا ما يخالف هواه وقد قال بعض السلف من لم يعمل من الحق الا ما يوافق هواه ولم
حرام چیزوں کو چھوڑتا ہے البتہ وہ چیزیں جو اس کے مرضی نفس کے خلاف ہوں بعض متقدمین کا قول ہے کہ جو شخص وہی عمل نیک کرے جو اسکی مرضی کے موافق ہو اور

يترك من الباطل الا ما يخالف هواه لا يصل اجر ما عمل من الحق ولا ينجو من اثم ما ترك من الباطل
اعمال بد سے اسی کو ترک کرے جو اس کے خلاف مزاج ہو تو اسکو اس عمل نیک کا ثواب نہ ملے گا اور نہ اس حرام کے ترک کرنے سے وہ عذاب سے بری ہے

بل يكون هذا اسباب سوء خاتمته وشوم عاقبته فان لسوء الخاتمة اسبابا يجب على المؤمنين
بلکہ اسکی یہ عادت اسکے انجام بد اور عاقبت کی خرابی کا سبب ہوگی کیونکہ خاتمہ کی خرابی کے بہت سے اسباب ہیں جن سے مومن کو

ان يحترز عنها ومنها الفساد في الاعتقاد وان كان مع كمال الزهد والصلاح فان من كان له فساد
بچنا ضرور ہے منجملہ ان کے ایک عقیدہ کی خرابی ہے اگرچہ اعلیٰ درجہ کے زہد اور صلاحیت کے ساتھ ہو اس لیے کہ جس شخص کا عقیدہ فاسد ہو

في اعتقاده مع كونه قاطعا متيقنا به غير ظان انه اخطأ فيه قد ينكشف له في حال السكرات
اور اپنے اس عقیدہ فاسدہ پر اتنا یقین کامل رکھتا ہو کہ اپنی غلطی کا اسکو گمان بھی نہیں اسکو جان کنی کے وقت معلوم ہوگا

بطلان ما اعتقده فيظن ان سائر ما اعتقده من الاعتقادات الحقة مثل هذا الاعتقاد باطل
کہ میرا اعتقاد باطل تھا اور حق عقیدوں کے نسبت یوں خیال ہوگا کہ وہ بھی اس اعتقاد کی طرح باطل ہیں

لا اصل له ان لم يكن عنده فرق بين اعتقاد واعتقاد فيكون انكشاف بطلان بعض اعتقاداته
او نمائشی کوئی اصل نہیں ہے اگر اُس کو اس عقیدے اور اُن عقیدوں میں فرق معلوم نہو پس بعض اعتقادات کی غلطی ظاہر ہونے پر

سببا لزوال بقية اعتقاداته فان خرج روحه في هذه الحالة قبل ان يتدارك ويعود الى اصل
باقی اعتقادات بھی زائل ہو جائینگے پس اگر اسی حال میں اُسکی روح نکل گئی اور وہ اپنے ایمان کو لوٹا کر درست نہ کر سکا

الايمان يختم له بالسوء ويخرج من الدنيا بغير ايمان فيكون من الذين قال الله تعالى فيهم
تو اُس کا خاتمہ خراب ہوا اور دنیا سے بے ایمان گیا اور اُن لوگوں میں سے ہوگا جن کی نسبت خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے

وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ۝ وقال في آية اخرى قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝
اور اللہ کی طرف سے اُن کو وہ بات ظاہر ہوئی جس کا اُنکو گمان بھی نہ تھا اور دوسری آیت میں فرماتا ہے کہو کیا ہم تمکو بتا دیں کہ کن کے عمل اکارت گئے

الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝ فان كل من اعتقد
وہ لوگ جنکی سعی دنیا میں ضایع ہوئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں واقعی جو شخص

شيئا على خلاف ما هو عليه اما نظرا برأيه وعقله او اخذا ممن هذا حاله فهو واقع في هذا الخطر
واقع کے خلاف اپنی رای و عقل سے یا کسی اور سے جس کا یہی حال ہو سن سنا کر کسی بات کا اعتقاد کرے تو وہ اسی اندیشے میں ہے

ولا يدفعه الزهد والصلاح وانما يدفعه الاعتقاد الصحيح المطابق لكتاب الله تعالى وسنة رسوله
اور پرہیزگاری اور نیکی اس اندیشہ کو دفع نہیں کر سکتی بلکہ یہ اندیشہ صرف اُس عقیدۂ صحیح سے دور ہوتا ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق ہو

لان العقائد الدينية لا يعتد بها الا ما اخذت منهما ومنها الاصرار على المعاصي فان من له اصرار
اس لیے کہ دینی عقائد وہی معتبر ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول سے ماخوذ ہوں اور اُن ہی اسباب میں سے ایک سبب گناہوں پر اصرار رہنا بھی ہے کیونکہ جو شخص

على المعاصي يحصل في قلبه الفها وجميع ما الفه الانسان في عمره يعود ذكره عند موته فان كان
گناہوں کا عادی ہوجاتا ہے اُس کے دل میں گناہ کی الفت بیٹھ جاتی ہے اور قاعدہ ہے کہ انسان زندگی میں جس چیز سے محبت رکھتا ہے موت کے وقت اُسی کی یاد آتی ہے اگر اُسکی

ميله الى الطاعات اكثر يكون اكثر ما يحضره عند الموت ذكر الطاعات وان كان ميله الى المعاصي
توجہ اکثر عبادتوں کی طرف زیادہ ہے تو اُس کو مرتے وقت زیادہ تر عبادتوں ہی کا خیال رہے گا اور اگر اُسکو کثر گناہوں کی طرف زیادہ رغبت تھی

اكثر يكون اكثر ما يحضره عند الموت ذكر المعاصي فربما يغلب عليه حين نزول الموت به قبل التوبة
تو مرتے وقت اُس کو زیادہ تر گناہوں کی یاد آئیگی سو اکثر اوقات مرتے وقت توبہ سے پہلے

شهوة من الشهوات ومعصية من المعاصي فيتقيد قلبه بها ويصير حجابا بينه وبين ربه وسببا
اُس پر کوئی خواہش نفس یا کوئی گناہ غالب ہو جاتا ہے اور اُس کا دل اُسی میں پھنس جاتا ہے اور اُس کے اور اُس کے پروردگار کے درمیان پردہ ہو جاتا ہے

لشقاوته في آخر حياته لقوله عليه السلام المعاصي بريد الكفر والذي لم يرتكب ذنبا اصلا
اور آخر زندگی میں اُس کی بدبختی کا سبب بن جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ گناہ کفر کا قاصد ہے اور جس نے کوئی گناہ نہیں کیا

او ارتكب وتاب فهو بعيد عن هذا الخطر واما الذي ارتكب ذنوبا كثيرة حتى كانت اكثر من طاعاته
یا کرکے توبہ کر ڈالی تو وہ اس خطرہ سے دور ہے رہا وہ شخص جس نے اس کثرت سے گناہ کیے کہ اُس کی عبادتوں سے بھی بڑھ گئے

ولم يتب عنها بل كان مصرا عليها فهذا الخطر في حقه عظيم جدا اذ قد يكون غلبة الالف بها
اور اُن سے توبہ بھی نہیں کی بلکہ اُنہیں پر اصرار رہا تو اُس کے حق میں یہ خطرہ یقیناً بہت بڑا ہے اس لیے کہ بعض اوقات گناہوں سے محبت بڑھ جانا اس بات کا سبب ہوجاتا ہے

سببا لان يتمثل في قلبه صورتها ويقع منه ميل اليها ويقبض روحه عليها فيكون سببا لسوء
کہ اُس کے دل میں گناہ کی صورت بیٹھ جاتی ہے اور اس کی طرف اُسے رغبت ہو جاتی ہے اور اُسی پر اُسکی روح قبض کر لیجاتی ہے پس یہ گناہ اُسکے خاتمۂ بد کا سبب بن جاتا ہے

خاتمته ويعرف ذلك بمثال وهو ان الانسان لا شك انه يرى في منامه من الاحوال التي الفها طول
یہ بات ایک مثال سے سمجھ میں آجائیگی یعنی اسمیں شک نہیں کہ انسان خواب میں وہی چیزیں دیکھتا ہے جن سے وہ زندگی بھر مانوس رہا ہے

عمره حتى ان الذى قضى عمره فى العلم يرى من الاحوال المتعلقة بالعلم والعلماء والذى قضى عمره
مثلاً جس کی عمر علم کے شغل مین گذری ہے وہ علم اور علما کے متعلق خواب دیکھتا ہے اور جس کی عمر

فى الخياطة يرى من الاحوال المتعلقة بالخياطة والخياط اذ لا يظهر فى حال النوم الا ما حصل له
سلائی کے کام میں گذری اُس کو درزی اور سلائی کے خواب دکھائی دیتے ہین اس لیے کہ سوتے ہین وہی باتین سامنے آتی ہین جن سے

مناسبة مع قلبه بطول الالف والموت وان كان فوق النوم لكن سكراته وما يتقدمه من
اُس کے دل کو بلحاظ محبت کے زیادہ تعلق رہا ہے اور موت اگرچہ سونے سے بڑھکر ہے لیکن اسکی سکرات اور مرنے سے

الغشية قريب من النوم فطول الالف بالمعاصى يقتضى تذكرها عند الموت وعودها فى القلب
پہلے جو غشی وغیرہ ہوجاتی ہے وہ قریب قریب سونے ہی کے ہوتی ہے بس گناہون سے محبت کی زیادتی مرتے وقت اُنکی یاد دلاتی ہے اور اُن کا خیال لوٹ آتا ہے

وتمثلها فيه وميل النفس اليها وان قبض روحه فى تلك الحالة يختم له بالسوء ومنها العدول عن
اور دل مین اُنکی صورت بنجھ جاتی ہے اور دل اُسی طرف متوجہ ہوجاتا ہے اور اگر اسی حال مین روح قبض ہو گئی تو خاتمہ بُرا ہوا اور اُن ہی اسباب مین سے

الاستقامة فان من كان مستقيما فى ابتدائه ثم تغير عن حاله وخرج مما كان عليه فى ابتدائه يكون
استقامت سے منھ پھیرنا ہے۔ جو شخص ابتدا مین مستقیم رہا پھر اپنی اُس حالت سے جس پر تھا بدل گیا اور جس طریقہ پر ابتدا مین تھا اُس سے نکل گیا تو یہ اُس کے

سبب السوء خاتمته كابليس الذى كان فى ابتدائه رئيس الملئكة ومعلمهم اشدهم اجتهادا فى العبادة
بُرے خاتمہ کا سبب ہوجائے گا جیسا کہ ابلیس شروع مین سب فرشتون کا سردار اور معلم تھا اور سب سے زیادہ عبادت مین کوشش کرتا تھا

حتى قيل لم يبق فى سبع سموٰت وسبع ارضين موضع شبر الا وهو قد سجد فيه ثم لما امر بالسجود لادمؑ
کہتے ہین کہ ساتون زمین اور ساتون آسمان مین اُس نے کہین بالشت بھر جگہ ایسی نہ چھوڑی تھی جس پر اُس نے سجدہ نہ کیا ہو پھر جب اُس کو آدمؑ کے سجدہ کا حکم دیا گیا

ابى واستكبر وكان من الكفرين وكبلعام بن باعورا الذى اتاه الله اٰيٰته فانسلخ منها بخلوده الى الدنيا واتبع
تو اُس نے از راہ تکبر انکار کیا اور کافر ہوگیا اسی طرح بلعام بن باعورا جس کو اللہ نے اپنی نشانیان دی تھین اُس نے اُس کو چھوڑکر دنیا کی ہمیشگی اختیار کی

هواه وكان من الغاوين وكبرصيصا العابد الذى قال له الشيطان اكفر فلما كفر قال انى برئ منك انى
اور اپنی خواہش نفس کی پیروی کی اور گمراہ ہو گیا اسی طرح برصیصا عابد تھا جس سے شیطان نے کہا کافر ہو جا جب کافر ہوگیا تو کہا مین تجھ سے بری الذمہ ہون مین

اخاف الله رب العٰلمين فان الشيطان اغراه على الكفر فلما كفر تبرأ منه مخافة يشاركه فى العذاب ولم ينفعه ذلك
اُس خدا سے ڈرتا ہون جو تمام جہان کا پروردگار ہے شیطان نے پہلے تو اُس کو کفر پر اُبھارا اور جب کافر ہوگیا تو اُس سے برات بھی کرلی اس خوف سے کہ کہین اُس کے ساتھ مین بھی عذاب مین نہ گرفتار ہوجاؤن حالانکہ اسِ

كما قال الله تعالى فكان عاقبتهما انهما فى النار خالدين فيها وذلك جزاء الظٰلمين ومنها ضعف الايمان فان
برارت سے اُس کو کوئی نفع نہین چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُن دونون کا انجام یہ ہوا کہ دونون ہمیشہ جہنم میں رہین گے اور ظالمون کا یہی بدلہ ہے اور اُن ہی اسباب مین سے ضعف ایمان بھی ہے

من كان فى ايمانه ضعف يضعف حب الله تعالى فيه ويقوى حب الدنيا فى قلبه ويستولى عليه بحيث لا يبقى فيه موضع
جس شخص کا ایمان ضعیف ہوتا ہے اُس کے دل مین اللہ کی محبت کمزور ہوتی ہے اور دنیا کی محبت قوی ہوتی ہے اور اسطرح غالب ہوتی ہے کہ اللہ کی محبت کا کوئی مقام نہین رہتا

لحب الله تعالى الا من حيث حديث النفس بحيث لا يظهر له اثر فى مخالفة النفس ولا يؤثر فى الكف عن المعاصى
اور اگر ہوئی بھی تو وہ محض نفس کے تابع ہوتی ہے نفس کی مخالفت مین اُس کا پتا بھی نہین ملتا نہ گناہون سے روکنے میں اس کا کچھ اثر ہوتا ہے

ولا فى الحث على الطاعات فينهمك فى الشهوات وارتكاب السيئات فيتراكم ظلمات الذنوب
اور نہ عبادت کی طرف آمادگی ہوتی ہے بلکہ شہوتون اور گناہون مین پھنسا رہتا ہے بس گناہون کی تیرگی

على القلب ولا تزال تطفئ ما فيه من نور الايمان مع ضعفه فاذا جاءت سكرات الموت
اُس کے قلب پر چڑھتی جاتی ہے اور اُس کے نور ایمان کو جو پہلے ہی ضعیف تھا بجھاتی جاتی ہے جب موت کی سکرات شروع ہو گی

يزداد حب الله تعالى ضعفا فى قلبه لما يرى انه يفارق الدنيا وهى محبوبة له وحبها غالب عليه
تو اللہ کی محبت اُس کے دل مین بالکل ضعیف ہوجائیگی کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ اب دنیا اُس سے چھوٹتی ہے۔ حالانکہ وہ اُسکی محبوبہ ہے اور اُس کی محبت اُس کے دل پر غالب ہے

لا يريد تركها ويتألم من فراقها ويرى ذلك من الله تعالى فيخشى ان يحصل في باطنه بغضه تعالى
وہ اُسکو چھوڑنا نہیں چاہتا اور اُسکی جدائی سے رنجیدہ ہوتا ہے اور جانتا ہو کہ یہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے پس ڈرتا ہے کہ بجائے محبت کے اُسکو دل میں اللہ تعالیٰ کا بغض نہ آجائے

بدل الحب فينقلب ذلك الحب الضعيف بغضا فان خرج روحه في اللحظة التي خطرت فيها هذه
اور وہ تھوڑی سی محبت بغض نہ ہو جائے۔ پس اگر اُس کی جان اسی حالت میں نکل گئی کہ اُسکے دل میں یہ خطرہ گذر رہا تھا

الخطرة يختم له بالسوء ويهلك هلاكا مؤبدا والسبب المفضي الى هذه الخاتمة حب الدنيا والركون
تو اُس کا خاتمہ بُرا ہوا۔ اور ہمیشہ کے لیے تباہی میں پڑ گیا۔ اور اُس انجام کا باعث صرف یہی دنیا کی محبت اُس کی رغبت

اليها والفرح بها مع ضعف الايمان الموجب لضعف حب الله تعالى وهو الداء العضال فقد عم
اور اُس کی خوشی ہوئی اُس کے ساتھ ہی ایمان کی کمزوری ہے جس سے محبت الٰہی میں ضعف آگیا یہ ایک نہایت سخت بیماری ہے جو تمام خلقت کو لگی ہوئی ہے

اكثر الخلق فان من يغلب على قلبه عند الموت امر من امور الدنيا ويتمثل ذلك الامر في قلبه ويستغرقه
کیونکہ جس شخص کے دل میں مرتے وقت دنیا کی باتوں میں سے کوئی بات چھا جائے اور اُس کے دل میں اُسکی صورت بندھ جائے اور اُس کو ایسا ڈبو دے

حتى لا يبقى لغيره متسع فان خرج روحه في تلك الحالة يكون رأس قلبه منكوسا الى الدنيا ووجهه
کہ غیر کے لیے گنجائش ہی نہ رہے۔ اگر اسی حالت میں اُسکی روح نکل جائے تو اُس کے دل کا سرا دنیا کی طرف جھکا ہوا ہوگا اور مُنہ اُسی کی طرف ہوگا

مصروفا اليها ويحصل بينه وبين ربه حجاب ولا يمكنه ان يكتسب بعد الموت صفة اخرى
اور اُس کے اور اُس کے اللہ کے درمیان ایک پردہ پڑ جائے گا اور یہ ممکن نہیں ہے کہ مرنے کے بعد کوئی اور صفت حاصل ہو سکے

تضاد الصفة الغالبة عليه اذ لا تصرف في القلوب الا باعمال الجوارح وبالموت تبطل الجوارح واعمالها
جو اُس صفت کو دفع کر دے جو اُس کے دل پر غالب ہے اس لیے کہ قلب پر جو کچھ تصرف ہو سکتا ہو وہ اعمال ظاہری سے ہو سکتا ہو اور مرنے کے بعد تمام ظاہری اعضا اور اُنکے افعال باطل ہو جاتے ہیں

ولا مطمع في الرجوع الى الدنيا حتى يمكن التدارك ويبقى في حسرة وندامة فمن اراد النجاة من هذه
اور پھر دنیا میں آنے کی کوئی امید نہیں رہتی کہ اُس کا کچھ تدارک ہو سکتا۔ بلکہ حسرت اور ندامت میں پڑا رہے گا پس جو شخص کہ اس ہلاکت سے بچنا چاہتا ہے

الورطة فعليه بعد اخراج حب الدنيا من قلبه وحفظ جوارحه عن المعاصي وقلبه عن الفكر
اُس کو چاہیے کہ اپنے دل سے دنیا کی محبت دور کر دے اور اپنے ظاہری اعضا کو گناہوں سے بچائے اور اپنے دل کو گناہ کے خیال سے روکے

فيها والاحتراز عن مشاهدتها ومشاهدة اهلها لان ذلك ايضا يؤثر في قلبه ويصرف فكره اليه
اور دنیا اور اہل دنیا کے دیکھنے سے پرہیز کرے اس لیے یہ بھی قلب پر اثر کرتا ہے اور بندہ کا خیال اللہ سے پھیر کر دنیا کی طرف کر دیتا ہے

ان يواظب على الطاعات لكونها ثمرة محبة الله تعالى ولا يتصور محبة الله تعالى الا بعد معرفته تعالى
پھر عبادت کی دُھن لگائے کیونکہ خدا کی محبت کا یہی ثمرہ ہے اور اللہ کی محبت اُس کے پہچاننے کے بعد ہوتی ہے

اذ لا يحب الانسان ما لا يعرفه وانما يحب ما يعرفه فمن عرف الله تعالى وعرف ان جميع النعم الواصلة
اس لیے کہ انسان اُس چیز سے محبت نہیں کیا کرتا جس کو جانتا ہی نہو بلکہ اُس سے محبت کرتا ہے جس کو جانتا ہے پس جس شخص نے اللہ [illegible] لیا اور یہ بھی پہچان لیا کہ جو نعمتیں مجھکو

اليه والى غيره ليس الا منه تعالى لا جرم يحبه فاذا احبه يسعى في تحصيل مرضاته بالاحتراز
یا اور دوسروں کو ملی ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہیں تو ضرور اُس سے محبت پیدا ہوگی اور جب محبت ہوگی تو بُرے کاموں سے بچ کر

عن الافعال القبيحة والاشتغال بالاعمال الحسنة فعلم من هذا ان المقصود من العلوم والاعمال
اور نیک کاموں میں مشغول ہو کر اُس کی رضا جوئی کی کوشش کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ علوم اور اعمال سے خدا دانی مقصود ہے

معرفة الله تعالى حتى يثمر المعرفة المحبة اذ لا ينبغي لاحد ان يفارق الدنيا الا محبا لله تعالى
تاکہ معرفت سے محبت پیدا ہو اس لیے ہر شخص کو چاہیے کہ جب دنیا سے جدا ہو تو اللہ کی محبت اور اُس کے دیدار کی تمنا رکھتا ہو

ومحبا للقائه فان من احب لقاء الله تعالى احب الله لقاءه ومن قدم على محبوبه يعظم سروره
اس لیے کہ جو شخص اللہ کا دیدار چاہتا ہے اللہ اُس سے ملنا چاہتا ہے اور جو شخص اپنے محبوب کے پاس آتا ہے تو بقدر اُس کی محبت کے اُسکا سرور زیادہ ہوتا ہے

بقدر محبته للدنيا لانه يفارقها ومن يفارق محبوبه يشتد المه وعذابه فمهما كان
اور دنیا کی محبت کے ساتھ جان دے اس لیے کہ وہ اُس سے جدا ہوتا ہے اور جو شخص اپنے محبوب سے جدا ہوتا ہے اُسکو سخت رنج اور تکلیف ہوتی ہے لیکن جس حالت میں

الغالب على القلب حب الولد والمال والمسكن والعقار فهذا رجل جميع محابه في الدنيا والدنيا
کہ لڑکے اور مال اور مکان اور زمین کی محبت غالب ہوگی تو یہ ایسا شخص ہے جس کی تمام پسندیدہ چیزیں دُنیا ہی میں ہیں اور یہی

جنته فموته خروج من الجنة وحيلولة بينه وبين محبوبه ولا يخفى الم من يحال بينه وبين
اُسکی جنت ہے تو اُس کا مرنا گویا جنت سے نکلنا اور اپنے محبوب سے جدا ہونا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ محبوب کی جدائی کس درجہ رنج دہ ہوتی ہے

محبوبه واما اذا لم يكن له محبوب سوى الله تعالى فالدنيا سجنه فموته خروج من السجن ولقي
اور جب کہ اللہ کے سوا کوئی اپنا محبوب ہی نہ ہو تو دنیا دوزخ ہوگی اور اُس کا مرنا گویا دوزخ سے نکلنا اور

محبوبه فهذا اول ما يلقاه كل من يفارق الدنيا عقيب موته من الفرح والالم فضلا عما اعده
محبوب سے ملنا ہے بس یہ پہلی خوشی یا رنج ہے جو آخرت میں بعد مرنے کے ملنے والی ہے۔ علاوہ اس کے خدا نے

الله تعالى من النعيم المقيم لعباده الصالحين ومن العذاب الاليم للذين استحبوا الحيوة الدنيا و
اپنے نیک بندوں کے لیے جنت اور دوزخ اُن لوگوں کے لیے تیار کی ہے جنھوں نے دنیا سے محبت رکھی۔

رضوا بها ولم يستعد واللقاء الله تعالى فحكى ان سليمن بن عبد الملك لما دخل المدينة
اور اللہ سے ملنے کے لیے کچھ سامان نہ کیا۔ کہتے ہیں کہ سلیمان بن عبد الملک جب بغرض حج مدینہ میں آئے

حاجا قال هل بها رجل ادرك عدة من الصحابة قالوا نعم ابو حازم فارسل اليه فلما اتاه
تو پوچھا یہاں کوئی ایسا شخص بھی ہے جس نے کئی صحابہ کو دیکھا ہو لوگوں نے کہا ہاں ابو حازمؒ ہیں اُن کو بلا بھیجا اور جب وہ تشریف لائے

قال يا ابا حازم ما لنا نكره الموت قال لكم عمرتم الدنيا وخربتم الآخرة فتكرهون الخروج من
تو کہا ای ابو حازم ہمکو موت کیوں بری لگتی ہے آپ نے فرمایا چونکہ تمنے اپنی دنیا کو آباد کیا اور آخرت کو ویران اس لیے تم آبادی سے نکلکر

العمران الى الخراب قال صدقت ثم قال ليت شعري ما لنا عند الله تعالى غدا قال اعرض عملك
ویرانہ میں جانا پسند نہیں کرتے کہا آپ نے بہت سچ فرمایا پھر کہا یہ تو فرمائیے کہ آخرت میں ہمارا کیا حال ہونے والا ہے آپنے فرمایا کہ اپنے اعمال کو

على كتاب الله تعالى قال فاين اجده قال في قوله تعالى ان الابرار لفي نعيم وان الفجار لفي جحيم قال فاين
کتاب اللہ سے مقابلہ کرکے دیکھ لو تو اُس نے کہا یہ مضمون کس مقام پر ہے آپ نے کہا اللہ یوں فرماتا ہے نیکوکار جنت میں ہونگے اور بدکار دوزخ میں پھر پوچھا کہ

رحمة الله قال ان رحمت الله قريب من المحسنين قال ليت شعري كيف العرض على الله تعالى
اللہ کی رحمت کہاں ہوگی آپ نے فرمایا کہ اللہ کی رحمت نیکوکاروں سے قریب ہوگی۔ پھر کہا یہ بتلائیے کہ اللہ کا سامنا کس طرح ہوگا

غدا قال اما المحسن فكالغائب الذي يقدم على اهله واما المسيء فكالآبق يقدم على مولاه فبكى
آپنے جواب دیا کہ نیک ہوگا تو اسطرح آئیں گے جس طرح کوئی بچھڑا ہوا اپنے گھر والوں سے ملتا ہو اور بدکار اُس طرح آئے گا جس طرح بھاگا ہوا غلام اپنے آقا کے پاس آتا ہو۔ یہ سنتے ہی سلیمان رو پڑا

سليمن حتى علا صوته واشتد بكاؤه ثم قال اوصني فقال اياك ان يراك الله حيث نهاك
یہاں تک کہ اُسکی آواز بلند ہوگئی اور بہت پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا پھر کہنے لگا کہ مجھکو کچھ نصیحت کیجیے۔ آپنے فرمایا کہ ایسی باتوں سے بچنا کہ خدا تجھکو ایسے حال میں دیکھے جس سے اُس نے منع کیا ہو

ويفقدك حيث امرك
اور مفقود پائے تجھکو ایسے حال سے کہ تجھکو اُس کا حکم کیا ہے

المجلس العاشر في بيان الفرق بين المؤمن والمسلم والمجاهد والمهاجر

دسویں مجلس مومن اور مسلم اور مجاہد اور مہاجر کے فرق کے بیان میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المؤمن من امنه الناس
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن وہ ہے جس کے ڈر سے

على دمائهم واموالهم والمسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده والمجاهد من جاهد نفسه
لوگوں کی جان اور مال امن میں رہے اور مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہیں اور مجاہد وہ ہو جو اللہ کی فرمان برداری میں

فی طاعة الله تعالی والمهاجر من ترك الخطایا والذنوب هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه
اپنی جان لڑا دے اور مہاجر وہ ہے جو خطاؤں اور گناہوں کو چھوڑ دے یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے جس کے راوی

فضالة بن عبید ومعناه ان المؤمن لیس من یدعی الایمان فقط بل المؤمن الکامل فی ایمانه
فضالہ بن عبید ہیں اور اس کے معنی یہ ہیں کہ مؤمن وہ نہیں ہے جو صرف ایمان کا مدعی ہے بلکہ مؤمن کامل الایمان

هو الذی ظهر امانته واستقامته بحیث یکون الناس منه امینا لا یخافونه علی سفك دمائهم
وہ ہے جس کی امانت اور استقامت ایسی ظاہر ہو کہ لوگ اُس سے بے کھٹکے ہوں اور اس بات کا خوف نہ کھائیں کہ وہ ہمکو قتل کر ڈالے گا

واخذ اموالهم ظلما والمسلم لیس من یتکلم بکلمتی الشهادة فقط بل المسلم الکامل فی اسلامه
یا ظلماً ہمارا مال لے لیگا اور مسلم وہ نہیں ہے جو صرف دونوں کلمے شہادت کے پڑھتا ہے بلکہ مسلم کامل الاسلام وہ ہے

هو الذی لا یؤذی احدا من المسلمین لا بلسانه بالشتم والغیبة والنمیمة والبهتان ولا بیده بالضرب
جو کسی مسلمان کو نہیں ستاتا نہ زبان سے گالی دیکر نہ غیبت کرکے نہ چغلی کھاکے نہ بہتان باندھ کے نہ ہاتھ سے کسی کو مار کر

والقتل واخذ ماله بغیر حق وانما خص الید واللسان بالذکر من بین سائر الاعضاء مع ان الایذاء
نہ قتل کرکے نہ ناحق کسی کا مال چھین کر اور سارے اعضا میں سے خاص زبان اور ہاتھ ہی کی ایذا کو ذکر کیا ہے حالانکہ ایذا

کما یکون بهما یکون بغیرهما من الاعضاء کالعین والاذن والرجل ذا نظر الی بیت الغیر واستمع
جیسی ہاتھ اور زبان سے ہوتی ہے ویسے ہی اور اعضا آنکھ کان پیر وغیرہ سے بھی ہوتی ہے اس طرح کہ آدمی دوسرے شخص کے گھر میں جھانکے

قولا ممالا یرضاه او دخل ملکه بغیر اذنه لان اکثر الایذاء یحصل بهما واما الجمع بینهما فلان
یا قائل کی مرضی کو بغیر اُسکی بات سُنے یا کسی کی ملک میں اُسکی اجازت کے بغیر داخل ہو لیکن اس خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ اکثر ایذا انہی دو چیزوں سے ہوتی ہے اور اُن دونوں کو جمع اس لیے کیا ہے

کف الید یحتمل ان یکون بسبب الضعف وعدم القدرة واذا ضم الیه کف اللسان یتعین
کہ ہاتھ کا روکنا ممکن ہے ضعف یا عدم قدرت کی وجہ سے ہو اور جب کہ اُس کے ساتھ زبان کا روکنا بھی ضم کر دیا تو یہ بات متعین ہوگئی

ان کف الید کان للاسلام والمجاهد لیس من یقاتل لکفار فقط بل المجاهد الکامل من یقاتل
کہ ہاتھ کا روکنا اسلام ہی کے لیے ہے اور مجاہد صرف وہ نہیں ہے جو کفار سے لڑے بلکہ مجاہد کامل وہ ہے جو

نفسه ویحملها علی طاعة الله تعالی ویمنعها عن معصیته تعالی لان نفس الانسان اشد عداوة
اپنے نفس سے لڑے اور اُس کو اللہ کی عبادت پر اُبھارے اور گناہ سے روکے اس لیے کہ نفس انسانی کفار سے

معه من الکفار لکون الکفار فی بعد مکان منه لا یتفق تلاحقهم به وتقاتلهم معه الا احیانا
زیادہ مسلمان کا دشمن ہے اس لیے کہ کفار تو اُس سے دور رہتے ہیں جن سے لڑنے اور ملنے کا کبھی کبھی اتفاق ہوتا ہے

بعد حین واما نفسه فانها ابدا تلازمه وتقاتله وتمنعه عن الخیرات والطاعات وتحمله علی
اور اُس کا نفس ہمیشہ ہر آن اُس کے ساتھ لگا ہوا اُس سے لڑتا رہتا ہے اور اُسکو نیکیوں اور عبادتوں سے روکتا ہے اور اُس کو گناہوں

المعاصی وانواع الفسادات ولا شك ان القتال مع العدو الملازم اهم من القتال مع العدو
اور طرح طرح کے فسادات پر اُبھارتا رہتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ملے ہوئے دشمن سے لڑنا دور کے دشمن کی لڑائی سے زیادہ دشوار ہے

البعید یشهد لهذا قوله یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ فانه تعالی امر المؤمنین
اس کا شاہد اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے اے ایمان والو ایسے نزدیک کے کافروں سے لڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو حکم دیا ہے

ان یبتدوا بقتال الکفار الذین کانوا اقرب منهم فاذا فرغوا من الاقرب فلیقاتلوا الابعد والمهاجر
کہ پہلے پاس والے کفار سے مقاتلہ کرو اور جب اُن سے فراغت پاؤ تو دور والوں سے لڑو اور مہاجر

لیس من هاجر من مکة الی المدینة قبل فتح مکة فقط حتی تنقطع الهجرة بعد فتح مکة بل الهجرة
وہ نہیں جو مکے سے مدینے قبل فتح مکہ چلے گئے تھے کہ بعد فتح مکہ ہجرت کا سلسلہ منقطع ہو جائے بلکہ ہجرت

باقیة الی یوم القیمة لانها انتقال من الکفر الی الایمان ومن دار الحرب الی دار الاسلام ومن
قیامت تک جاری رہیگی اس لیے کہ کفر سے ایمان میں اور دار الحرب سے دار الاسلام میں اور

السیأت الی الحسنات وهذه الاشیاء باقیة مادام التکلیف باقیا فالمهاجر الکامل هو الذی
برائیوں سے نیکیوں کی طرف آنے کا نام ہجرت ہے اور یہ باتیں قیامت تک جاری رہینگی پس کامل مہاجر وہ ہے جو

یترك جمیع ما نهی الله تعالی من المعاصی ویشتغل بما امر الله تعالی من محاسن الاعمال کما جاء
تمام گناہوں کو جو کہ ممنوعات خداوندی ہیں ترک کردے اور اللہ کے حکموں کو کہ وہ نیک اعمال ہیں مشغول ہو چنانچہ

فی حدیث اخر انه علیه الصلوة والسلام قال المهاجر من هجر ما نهی الله تعالی عنه فانه علیه الصلوة
ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مہاجر وہ ہے جس نے اس کام کو چھوڑ دیا جس سے اللہ نے منع کیا ہے پس حضور علیہ الصلوۃ والسلام

والسلام بیّن فی هذا الحدیث ان الهجرة الکاملة التامة هی هجران الفواحش والمنکرات والجد فی
اس حدیث میں یہ بیان فرمادیا کہ ہجرت کاملہ اور تامہ فحش کاموں اور ممنوعات کو چھوڑ دینے اور عبادت

الطاعات والعبادات لکن ینبغی ان یعلم صحة الطاعات والعبادات موقوفة علی صحة الاعتقاد
اور بندگی میں کوشش کرنے کا نام ہے لیکن جاننا چاہیے کہ عبادت اور پرستش کی صحت اعتقاد کی صحت پر موقوف ہے

لان الایمان اصل والعمل فرع والعبد اذا لم یعرف ما الایمان والهدایة لا یعرف ما الکفر والضلالة
اس لیے کہ ایمان جڑ ہے اور عمل اسکی شاخیں ہیں اور جب کہ بندہ یہ نہ جانے کہ ایمان اور ہدایت کیا چیز ہے تو وہ یہ نہیں جان سکتا کہ کفر اور گمراہی کیا چیز ہے

فتارة تجری علی لسانه کلمة التوحید علی طریق الاعتیاد لا بالعلم والاعتقاد وتارة یتلفظ
کبھی تو اسکی زبان پر بطریق عادت کے نہ بطریق علم اور اعتقاد کے کلمہ توحید جاری ہوگا اور کبھی

بالفاظ الکفر ویدخل فی حیز الارتداد ومن کان فی الاعتقاد بهذه المرتبة لو بقی الف سنة
کفر کے کلمے بکتا ہوگا اور مرتد ہو جائے گا۔ اور جس کے اعتقاد کا یہ حال ہو اگر وہ ہزار برس تک

فی الصوم والصلوة لم ینفعه ذلك الاعتقاد یوم العرض الاکبر ومصیره الی النار ومن زعم انه مسلم
روزہ و نماز کرتا رہے تو اسکو یہ اعتقاد قیامت کے دن کچھ بھی فائدہ نہ بخشے گا اور انجام اسکا دوزخ ہے اور جو شخص یہ سمجھے کہ میں مسلمان ہوں

وتقاعد من تعلم قدر ما هو فرض عین علیه من عقائد الایمان لا یوجد فیه من الایمان الا
پھر ان عقائد ایمانی کے سیکھنے میں غفلت کرے جنکا سیکھنا فرض عین ہے اسمیں ایمان نہیں ہے

مجرد الدعوی وهذا النوع من الایمان انما یظهر فائدته فی الدنیا حیث لا یؤخذ منه الجزیة کما
محض دعوی ہی دعوی ہے اور اس قسم کا ایمان صرف دنیا میں مفید ہے کہ اس سے جزیہ نہ لیا جائے جیسا کہ

تؤخذ من الکفار لکن یتعذر له الوصول فی العقبی الی درجة الابرار فان العبد بمجرد الاتیان بکلمة
کفار سے لیا جاتا ہے لیکن آخرت میں اسکو بھلے آدمیوں کا درجہ ملنا دشوار ہے اس لیے کہ بندہ کا صرف زبان سے دونوں کلمہ شہادت کہنے

الشهادة وتقریر الفاظ الایمان علی طریق العادة وعد نفسه من المؤمنین من غیر فهم معناها
اور ایمان کے الفاظ بطور عادت پڑھنے اور اپنے کو مومنین میں شمار کرنے سے بے سمجھے بوجھے

لا یصیر مؤمنا بینه وبین الله تعالی حتی یصدق بقلبه جمیع شرائعه وینقاد فی جمیع احکامه
اللہ تعالی کے نزدیک مومن نہیں ہوتا تاوقتیکہ دل سے تمام احکام شرعی کی تصدیق نکرے اور انکا فرمان بردار ہو جائے

ولا یتشکك ولا یتردد فی شیء منها ولوجود هذا التصدیق والانقیاد فی القلب علامات منها ان
اور کسی بات میں شک و تردد نکرے اور دل میں اس تصدیق اور اطاعت کے پائے جانے کی چند علامتیں ہیں ایک یہ کہ

لا یفرغ عن امر دینه بل یسعی فی صلاحه بتعلمه من اهله والعمل به ومنها ان لا یشق علی قلبه
[illegible] اور دین سے غافل نہ ہو بلکہ اسکی اصلاح میں کوشش کرتا ہے [illegible] سے اسکو سیکھے اور عمل پر [illegible] دوسرے یہ کہ [illegible]

اذا اخبر عن شیٔ من امور دینه ولا یتهاون به ولا یتکبر عنه بل یقبله ویطیعه وان کان ذلک الامر

اگر اُس سے کوئی حکم شرعی بیان کیا جاوٗ نہ اُسکو حقیر جانے نہ اُس سے سرکشی کرے بلکہ اُسکو مان لے اور عمل کرے اگرچہ وہ حکم

فی غایة الصعوبة والمخبر فی غایة الحقارة ومنها ان لا یکون له هواه امیرا والشرع تابعا له بان

کیسا ہی سخت ہو اور بیان کرنے والا کتنا ہی ذلیل ہو تیسرے یہ کہ اُسکی خواہش نفس غالب اور شریعت مغلوب نہو اس طرح کہ

لا یأخذ من الشرع شیئا الا ما یوافق هواه بل یجب ان یکون له الشرع امیرا وهواه اسیرا فلا یأخذ

احکام شریعت مین سے وہی باتین اختیار کرے جو اُسکے نفس کے موافق ہون بلکہ ضروری ہے کہ شریعت اُسکی سردار اور ہوا و ہوس محکوم ہون اور اپنی

من هواه ومراده شیئا الا باذن الشرع وان کان فیه نقصان المال والجاه والعرض کما اخبر به النبی

خواہش کی چیزون مین سے صرف وہی چیزین لے جنکی شریعت اجازت دے اگرچہ اُسمین مال اور مرتبہ اور آبرو کا نقصان ہو جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی خبر دی ہے

علیه السلام وقال لا یؤمن احدکم حتی یکون هواه تبعا لما جئت به فاذا وجد فی العبد تلک العلامات

اور فرمایا ہے کہ کوئی شخص مومن نہین ہو سکتا تاوقتیکہ اُسکی خواہش نفسانی میری لائے ہوے احکام کی تابع نہ ہو جائے پس جبکہ بندہ مین یہ نشانیان پائی جائین

کان مؤمنا حقا وهذا هو الایمان المنجی من العذاب الابدی لکن بشرط التحفظ من جمیع ما یهدم هذا

تو وہ بیشک سچا مومن ہے اور یہی ایمان عذاب ابدی سے نجات دلانے والا ہے بشرطیکہ ایمان کی بگاڑنے والی کھونے والی

التصدیق وینافیه مما یجری علی قلبه ولسانه وسائر جوارحه مما یوجب الکفر فان الایمان لا یزول الا

تمام باتون سے بچتا رہے وہ قلب اور زبان اور اعضا سے صادر ہونے والی باتین ہین جنسے کفر ہو جاتا ہے اس لیے کہ ایمان کفر ہی سے زائل ہوتا ہے

بالکفر والکفر ثلثة انواع النوع الاول کفر جهلی سببه عدم الاصغاء وعدم الالتفات وعدم التامل

اور کفر تین قسم کا ہے پہلی قسم کفر جہلی ہے اور اس کا سبب نہ سننا اور توجہ نکرنا اور آیات

فی الآیات والدلائل مثل کفر العوام فان اکثرهم لا یعرفون ما وجب علیهم معرفته من عقائد الایمان

اور دلائل مین غور نکرنا ہے جیسا کہ کفر عوام کا ہے اس لیے کہ ان مین سے بہتیرے عقائد ایمانی جنکا جاننا فرض ہے نہین جانتے

بل بعضهم ینطق بکلمتی الشهادة لکن لا یعرف معناهما ولا یمیز بین الله تعالی ورسوله النوع الثانی

بلکہ بعضے تو ایسے ہین کہ منھ سے دونون کلمہ شہادت کہتے ہین لیکن اُسکے معنے نہین جانتے اور اللہ اور رسول مین فرق نہین سمجھتے دوسری قسم

کفر جحودی وسببه اما الاستکبار مثل کفر فرعون وملائه او خوف زوال الریاسة وعدم الوصول

کفر انکاری ہے اور اسکا سبب یا تو تکبر ہے جیسے کفر فرعون اور اسکے آدمیون کا یا ریاست کے تلف ہو جانیکا یا نہ ملنے کا خوف

الیها مثل کفر هرقل وخوف الذم والتعییر مثل کفر ابی طالب النوع الثالث کفر حکمی وهو الذی

مثل خوف ہرقل شاہ روم کے یا مذمت اور شرم کے خیال سے جیسے ابی طالب کا کفر اور تیسری قسم کفر حکمی ہے اور وہ یہ ہے جسکو

جعله الشرع من علامات التکذیب کشد الزنار وسجود الصنم او کان عن استخفاف ما یجب تعظیمه

شریعت نے بے ایمانی کی علامت قرار دیا ہے مثلاً جنیو ڈالنا اور بتون کا سجدہ کرنا یا اسکی حقارت کرنا جسکی تعظیم واجب ہے

کالقاء المصحف فی المزبلة واستهزاء العلم والعلماء وما هو من امور الدین او عن استحلال ما حرم

مثلاً قرآن مجید کو کوڑے مین ڈالدینا یا علم اور علما سے تمسخر کرنا یا اور جو امور دین ہین یا حرام بعینہ چیزون کو حلال جاننا

لعینه وثبت حرمته بدلیل قطعی کالزنا وشرب الخمر ومن فعل شیئا من ذلک یحبط جمیع اعماله

جنکی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہے مثلاً زنا و شراب نوشی ان باتون مین سے جو شخص کسی ایک کا مرتکب ہوا اُسکو تمام دینی اعمال سوخت ہو جائینگے

الدینیة فیلزم تجدید النکاح وتکرار الحج ان کان قادرا بعد التوبة واما غیر ذلک الذنوب صغیرة

اور اُسکو پھر سے نکاح کرنا ہوگا اور اگر قدرت رکھتا ہو تو دوبارہ حج کرنا ہوگا اور ان گناہون کے علاوہ خواہ وہ صغیرہ

کانت او کبیرة فلا یخرج المؤمن بفعلها من الایمان بل یکون فاسقا لکن یخاف علیه امر عظیم

ہون یا کبیرہ اُنکے کرنے سے ایماندار ایمان سے خارج نہین ہوتا بلکہ فاسق ہو جاتا ہے لیکن نزع کے وقت اُسکے لیے بڑا اندیشہ ہے

عند الله عن ان كان مصرا عليها ولم يتب عنها لما روي انه عليه السلام قال المعاصي بريد الكفر
اگر وہ گناہوں پر اڑا رہا اور توبہ نہ کی اس لیے کہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ کفر کے قاصد ہیں

فعلى هذا يجب على كل مؤمن ان يتوب عن الذنوب كلها في الحال لان التوبة عن الذنوب صغيرة كانت
اس بنا پر ہر مومن پر واجب ہے کہ سب گناہوں سے فورا توبہ کرے اس لیے کہ گناہوں سے توبہ کرنا صغیرہ ہوں

او كبيرة واجبة على الفور اما وجوبها فلقوله تعالى وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ ولقوله تعالى يَا أَيُّهَا
یا کبیرہ فی الفور واجب ہے اور اسکا واجب ہونا اس کلام باری تعالی سے ثابت ہے اے ایمان والو سب کے سب خدا کے سامنے توبہ کرو اور اس قول سے اے

الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا فانه تعالى قد امر في هاتين الآيتين بالتوبة والامر للوجوب
ایمان دارو اللہ کے سامنے سچے دل سے توبہ کرو اللہ تعالی نے ان دونوں آیتوں میں توبہ کا حکم فرمایا ہے اور حکم سے وجوب ہوتا ہے

فيكون التوبة واجبة واما وجوبها على الفور فلئلا يلزم بالتاخير الاصرار المحرم الذي يؤدي الى الهلاك
پس توبہ واجب ہوگی اور فورا اس لیے واجب ہے کہ تاخیر کرنے سے اصرار آجائیگا جو حرام اور تباہی کا باعث ہے

لما روي عن ابن عباس انه عليه السلام قال هلك المسوفون والمسوف من يقول سوف اتوب وفي حديث
اس لیے کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تباہ ہوگئے تاخیر کرنے والے اور وہ لوگ ہیں جو کہا کرتے ہیں کہ توبہ کر لینگے۔ اور ایک حدیث میں ہے

اخر انه عليه الصلوة والسلام قال كل بني آدم خطاء وخير الخطائين التوابون فلا بد للمؤمن
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی آدم زیادہ گناہگار ہیں لیکن سب سے اچھے گنہگار وہ ہیں جنھوں نے توبہ کر ڈالی پس مومن کو ضرور ہے

ان يداوم على التوبة ليكون من التوابين فانه تعالى دعا عباده المؤمنين بعد ما اذنبوا الى التوبة
کہ ہمیشہ توبہ کرتا رہے تاکہ توبہ کرنے والوں میں شامل رہے اس لیے کہ اللہ نے اپنے مومن بندوں کو گناہ کے بعد توبہ کرنے کی ہدایت کی ہے

وامرهم بها وسماهم المؤمنين ثم بين ما لهم من الكرامة والمغفرة فقال عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ
اور اسکا حکم کیا ہے اور انکو مومن کہکر پکارا اسکے بعد بیان کیا کہ انکو لیے کیا بخشش اور عزت ہے پس فرماتا ہے عجب نہیں کہ تمھارا رب تمھارے گناہ اتار دے

سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وقال في آية اخرى وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً
اور تم کو ایسے باغوں میں لیجائے جنکے نیچے نہریں جاری ہیں اور ایک آیت میں یوں فرمایا اور وہ لوگ جب کیا کوئی کھلا گناہ

أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا
یا برا کیا اپنے حق میں یاد کرلیتے ہیں اللہ کو پھر گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخشنے والا اور کون ہے اور اپنے گناہوں پر

فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ أُولَئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
جان بوجھکر اڑے نہیں رہتے انکی جزا ہے بخشش اللہ کی طرف سے اور باغ جنکے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ انہی میں رہینگے

فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۝ ثم اخبر انه يحبهم لتطهرهم بالتوبة عن انجاس الذنوب فقال إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
اور عمل کرنے والوں کے لیے کیا ہی عمدہ اجر ہے پھر بتلا دیا کہ اللہ انکو پسند کرتا ہے بذریعہ توبہ کے نجاست گناہ سے پاک ہونے کے سبب سے چنانچہ فرمایا کہ اللہ دوست رکھتا ہے

التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۝ فاذا كان كذلك فكيف لا يشتغل المؤمن بالتوبة وكيف ينفك عنها لكن
توبہ کرنے والوں اور پاکی حاصل کرنے والوں کو جب یہ بات ہے پس مومن توبہ کیوں نہ کیا کرے اور کیوں اسے چھوڑ دے لیکن

لها اربعة شروط ان اختل شرط منها لا يتحقق التوبة الاول الندم بالقلب على فعل من الذنوب في
اسکے لیے چار شرطیں ہیں اگر ان میں سے ایک میں بھی خلل پڑا تو توبہ صحیح نہوگی اول تو یہ کہ اپنے پہلے کیے ہوئے گناہ پر دل سے شرمندہ ہو

الماضي والثاني ترك المعصية في الحال والثالث العزم على ان لا يعود الى مثلها في الاستقبال والرابع
دوسرے فورا گناہ کو ترک کردے تیسرے یہ کہ قصد کرے کہ آیندہ ایسا کام پھر کبھی نہ کرونگا چوتھے

ان يكون ذلك خوفا من الله تعالى لا لامر اخر فان من ندم على شرب الخمر وتركه لما فيه من الصداع
یہ کہ یہ توبہ خدا کے خوف سے ہو کسی اور وجہ سے نہو۔ کیونکہ اگر کوئی شخص شراب پینے سے نادم ہوا اور اسوجہ سے چھوڑی کہ اس سے دردسر ہوتا ہے

وزوال العقل والخلل بالمال والعرض لا یکون تائبا شرعا ولا ینال الثواب الموعود للتائبین وکذلک
اور عقل جاتی رہتی ہے اور مال واسباب خراب ہوتا ہو تو وہ شرعا تائب نہ کہا جائیگا اور اسکو وہ ثواب نہ ملیگا جس کا توبہ کرنے والون کیلیے وعدہ ہوا ایسے ہی

من قال بلسانہ استغفر اللہ وقلبہ مصر علی المعصیۃ فاستغفارہ ذلک یحتاج الی استغفار مقارن
جو شخص زبان سے استغفر اللہ کہے اور دل اسکا ویسا ہی گناہ پر اڑا ہو تو خود اس استغفر اللہ سے شرمندہ ہوکر توبہ کرنے کی ضرورت ہے

بالندم لما روی ان علیا رأی رجلا قد فرغ من صلاتہ وقال سریعا اللھم انی استغفرک واتوب الیک
اسلیے کہ روایت ہو کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ جون ہی وہ نماز سے فارغ ہوا اسنے جلدی سے کہا اللھم انی استغفرک واتوب الیک

فقال علیؓ یا ھذا ان سرعۃ اللسان بالاستغفار توبۃ الکذابین وتوبتک تحتاج الی توبۃ وعن الحسن
پس حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اے شخص جلدی جلدی استغفار کہ جانا جھوٹون کی توبہ ہو اور تیری یہ توبہ توبہ کے قابل ہے اور حضرت حسنؒ

البصری انہ قال استغفارنا یحتاج الی استغفار قال القرطبی ھذا قولہ فی زمانہ فکیف فی ھذا الزمان
بصری سے منقول ہو کہ فرمایا ہماری توبہ خود توبہ کے لائق ہو قرطبی کہتے ہین کہ آپنے یہ بات انکے زمانہ مین فرمائی تھی اب اس زمانہ کا کیا کہنا

الذی یری الانسان فیہ مکبا علی الظلم حریصا علیہ ولا یقلع عنہ والسبحۃ فی یدہ یزعم انہ یستغفر
جسمین آدمی ظلم پر ہر وقت تلے ہوئے ہین اور اسکے حریص ہورہے ہین اور اس سے باز نہین آتے اور تسبیح ہاتھ مین ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ مین اللہ سے مغفرت مانگتا ہون

منہ وذلک استھزاء منہ واستخفاف لما روی انہ علیہ السلام قال المستغفر باللسان المصر علی
حالانکہ وہ محض مسخراپن اور تحقیر ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زبان سے مغفرت مانگنے والا اور گناہ برابر کرتا رہنے والا

الذنب کالمستھزئ بربہ وانما التوبۃ ان یستغفر بلسانہ وینوی بقلبہ ان لا یعود الی الذنب اصلا
گویا اپنے پروردگار سے دل لگی کرتا ہے اور توبہ تو وہی ہے کہ زبان سے مغفرت مانگے اور دل مین یہ نیت کرے کہ اب پھر کبھی گناہ نکرون گا

فاذا فعل ذلک یغفر اللہ لہ ذنبہ وان کان ذنبہ عظیما اذ لیس ذنب اعظم من الکفر وقد قال اللہ تعالی
پس جب وہ ایسی توبہ کرتا ہے تو اللہ اسکا گناہ معاف کر دیتا ہے اگرچہ وہ گناہ کیسا ہی بڑا ہو اس لیے کہ کوئی گناہ کفر سے بڑھکر نہین اور کافرون کے حق مین اللہ یون فرماتا ہے

فی حق اھل الکفر قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اِنْ یَّنْتَھُوْا یُغْفَرْ لَھُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ فما ظنک فیما دونہ من المعاصی
جو لوگ کافر ہوگئے ہین انسے کہدو کہ اگر تم اپنے کفر سے باز آجاؤ تو تمھارے پچھلے گناہ معاف کردیے جائینگے - تو پھر اس سے کم درجہ کے گناہون کو تم کیا سمجھتے ہو

وقد روی انہ علیہ السلام قال لو اخطأ احدکم حتی یملأ ما بین السماء والارض ثم تاب تاب اللہ علیہ
اور روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم مین سے کوئی شخص اتنے گناہ کرے کہ زمین سے آسمان تک بھر جائین پھر توبہ کر ڈالے تو اللہ توبہ قبول کرلیتا ہے

وفی حدیث اٰخر انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب اللہ علیہ یعنی انہ اذا
اور دوسری حدیث مین ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ بندہ جب گناہ کا اقرار کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اللہ اسکی توبہ قبول کرتا ہے یعنے اس نے جب

اقر بکونہ مذنبا ثم ندم علی ما فعل من الذنوب وعلی ما اکتسب من السیأت وعزم ان لا یعود الی مثلہ
اپنے گنہگار ہونے کا اقرار کیا پھر اپنے کیے ہوئے گناہ اور کمائی ہوئی برائیون سے شرمندہ ہوا اور یہ ارادہ کرلیا کہ پھر ایسا نکرونگا

یقبل اللہ تعالی توبتہ ویتجاوز عن سیأتہ لکن ینبغی ان یعلم ان الذنب علی نوعین ذنب بینہ وبین
تو اللہ اسکی توبہ قبول کرلے گا اور اسکے گناہون سے درگذر کرے گا۔ لیکن جاننا چاہیے کہ گناہون کی دو قسمین ہین ایک گناہ تو وہ ہے جو اسکے اور

اللہ تعالی وذنب بینہ وبین العباد فالذنب الذی بینہ وبین اللہ تعالی یکفی فیہ الاستغفار
خدا کے درمیان ہے اور دوسرا گناہ وہ ہے جو اسکے اور بندگان خدا کے درمیان ہے سو جو گناہ کہ اسکے اور اللہ کے درمیان ہے اسمین زبان سے استغفار کرنا

باللسان والندم بالقلب والعزم علی ان لا یعود فاذا فعل ذلک لا یبرح من مکانہ حتی یغفر لہ ذنبہ
اور دل سے نادم ہونا اور یہ ارادہ کرنا کہ اب نہ کرون گا کافی ہے پس جب ایسی توبہ کریگا تو وہ اپنی جگہ سے ہٹا بھی نہ ہوگا کہ اسکے گناہ معاف ہوجائینگے

الا ان یکون علیہ شئ من فرائض اللہ تعالی فان الشرع لا یکتفی فیہ بمجرد التوبۃ بل ضاف الیہ
لیکن اگر اسکے ذمہ خدا کے کچھ فرض رہگئے ہین تو شریعت توبہ کو کافی نہین سمجھتی ا[illegible]

فی البعض قضاء کالصلوٰة والصوم وغیرهما وفی البعض کفارة واما حقوق الآدمیین فلا بد من ایصالها
اسپر اضافہ کیا ہے مثلاً نماز و روزہ وغیرہ اور بعضون مین کفارہ دینا ہوگا اور آدمیون کے حقوق تو جسکے ہین اُسی کو دینے ہونگے
الی مستحقها فان لم یوجد وا یلزم تصدقها عنهم بنیة ان یکون ودیعة عند الله تعالیٰ یوصلها
اگر وہ نہ مل سکے تو صدقہ کر دینا چاہیے اس نیت سے کہ وہ اللہ کے یہان امانت رہین
الی اصحابها یوم القیٰمة فمن لم یجد سبیلا الی الخروج عما علیه من التبعات لاعسارة فعلیه ان یکثر
اور اللہ ہی جنکا ہو اُنکو قیامت کے روز دیدے اور جسکو بسبب اپنی تنگدستی کے حق العباد سے سبکدوشی حاصل کرنے کی کوئی سبیل نہو تو اُسکو چاہیے کہ کثرت سے
من الاعمال الصّٰلحٰت ویستغفر لمن ظلمه من المؤمنین والمؤمنٰت فی اکثر الاوقات فانه اذا فعل
نیک اعمال کرے اور اکثر اوقات اُن مؤمنین اور مؤمنات کے لیے دعاے مغفرت کرتا رہے جنپر اُسنے ظلم کیا ہے جب وہ ایسا کرے گا
کذالك یرجی من فضل الله تعالیٰ ان یرضی خصماءه یوم القیٰمة بلطفه وکرمه

تو خدا سے اُمید ہے کہ وہ اُسکے مدعیون کو اپنے لطف وکرم سے قیامت کے دن راضی کردے

المجلس الحادی عشر
گیارھوین مجلس

فی بیان افضل الذکر وافضل الدعاء
افضل ذکر اور افضل دعا کے بیان مین

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

افضل الذکر لا اله الا الله وافضل الدعاء الحمد لله هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه جابرؓ
بہترین اذکار لا الٰہ الا اللہ ہے اور سب دعاؤن مین افضل الحمد للہ ہے یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین سے ہے جسکے راوی حضرت جابرؓ ہین
وانما جعل فیه الحمد لله من افضل الدعاء لان الدعاء عبارة عن ذکر العبد ربه وسؤال عنه فضله
اور اسمین الحمد للہ کو سب دعاؤن سے افضل اس لیے کہا ہے کہ دعا کے ہر معنے مین بندہ اپنے اللہ کو یاد کرے اور اُسی سے فضل کی درخواست کرے
ففی الحمد لله هذا المعنی موجود اذ فیه ذکر الرب وطلب المزید لانه راس الشکر والعمدة فیه
اور الحمد للہ مین یہ معنے موجود ہین کیونکہ اسمین اللہ کی یاد بھی ہے اور زیادتی کی دعا بھی ہے کیونکہ وہ اصل شکر ہے اور عمدہ شکر ہے
لقوله تعم الحمد لله راس الشکر ما شکر الله عبد لم یحمده والشکر یستلزم المزید لقوله تعالیٰ لئن شکرتم
اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الحمد للہ شکر کا سر ہے جو بندہ الحمد للہ نہ کہے اُسنے خدا کا شکر نہین کیا اور شکر سے نعمت وزیادتی ہے اس لیے کہ خدا نے فرمایا ہے
لأزیدنّکم فمن قال الحمد لله یصیر کانه سأله عنه نعم زیادة فضله بعد الثناء علیه واما کون لا اله الا الله من
کہ اگر تم شکر کروگے تو مین اور دونگا۔ پس جس شخص نے الحمد للہ کہا اُسنے گویا اللہ کی تعریف کرکے اُس سے زیادتی فضل کی درخواست کی اور لا الٰہ الا اللہ
افضل الاذکار فلان فیه معنی لا یوجد فی ذکر غیره وبمعرفة ذلك المعنی یحصل للمکلف جمیع ما یجب علیه معرفته فی حقه تعالیٰ
تمام ذکرون مین بہتر اس لیے ہے کہ اسکے معنون مین وہ بات پائی جاتی ہے جو اور ذکرون مین نہین اور جسکو یہ معنے معلوم ہوگئے اُسکو گویا وہ سب باتین معلوم ہوگئین جو اللہ کو پہچاننے کے لیے ضروری
وذلك المعنی اثبات الالوهیة له تعالیٰ ونفیها عما عداه ویندرج فی معنی الالوهیة جمیع ما یجب علی المکلف معرفته
ہین۔ یعنی ذات باری کے لیے الوہیت کا ثابت ہوجانا اور غیر خدا سے اُسکی نفی ہوجانا اور الوہیت کے معنی مین وہ سب باتین داخل ہین جنکا جاننا اللہ کے حق مین ضروری ہے
مما یجب فی حقه تعالیٰ وما یستحیل علیه وما یجوز له لان الالوهیة تشتمل علی معنیین احدهما
یعنے وہ اوصاف جو خدا کے لیے ضروری ہین یا جو اُسپر محال ہین یا اُسکے لیے جائز ہین اس لیے کہ الوہیت دو معنون کو شامل ہے۔ ایک یہ کہ
استغناؤه تعالیٰ عن جمیع ما سواه والثانی افتقار جمیع ما عداه الیه تعالیٰ فعلی هذا یکون معنی کلمة
اللہ کا تمام ماسوا سے بے نیاز ہونا دوسرے ماسوا کا اُسکی طرف محتاج ہونا اس بنا پر کلمۂ توحید کے
التوحید لا مستغنی عن جمیع ما سواه ولا مفتقر الیه جمیع ما عداه الا الله تعالیٰ اما استغناؤه تعالیٰ
یہ معنے ہونگے کہ کوئی ذات اللہ کے سوا ایسی نہین ہے جو سب سے بے نیاز ہو اور جسکے سب محتاج ہون اور اُسکی بے نیازی
عن جمیع ما سواه فیوجب له تعالیٰ الوجود والقدم والبقاء اذ لو لم تجب له تعالیٰ هذه الصفات
جمیع ماسوا سے اُسکے وجود اور قدامت اور بقا کو واجب کرتی ہے اس لیے کہ اگر یہ صفات ذات خداوندی کے لیے واجب ہوں،

لکان محتاجا الی محدث لان انتفاء شیٔ عن هذه الصفات یستلزم الحدوث وکل حادث مفتقر
تو وہ خود کسی پیدا کرنے والے کا محتاج ہوگا اس لیے کہ ان صفات مین سے کسی ایک کے نہونے سے اُسکا حدوث لازم آتا ہو اور حادث

الی محدث وکذا یوجب له تعالی التنزه عن النقائص ویدخل فی التنزه عن النقصان وجوب السمع
پیدا کرنے والے کا محتاج ہو اسی طرح خدا کا تمام برائیون سے پاک ہونا ضروری ہو اور نقصان سے پاک ہونے مین سُننے

والبصر والکلام اذ لو لم یجب له تعالی هذه الصفات لکان متصفا بالنقائص ومحتاجا الی من یدفع
اور دیکھنے اور کلام کرنے کی صفتین بھی ضرور شامل ہین کیونکہ اگر یہ صفتین ضروری نہوتین تو اللہ مین نقص پائے جاتے اور کسی ایسی چیز کی طرف محتاج ہوتا جو اُس سے

عنه تلك النقائص وکذا یوجب له تعالی التنزه عن الاغراض فی افعاله واحکامه اذ لو لم یجب
ان نقصوان کو دور کرتا اسیطرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے افعال و احکام مین اغراض سے پاک ہو اس لیے کہ اگر وہ

له تعالی التنزه عن الاغراض لکان محتاجا الی ما یحصل به غرضه وکذا یوجب له تعالی ان لا یجب
اغراض سے پاک نہین تو گویا اُس چیز کی طرف اُسکو احتیاج ہو جس سے اُسکی غرض حاصل ہو۔ اسی طرح خداوند عالم پر کسی چیز کا کرنا نہ کرنا کچھ بھی واجب نہین ہے

علیه فعل شیٔ من الممکنات ولا ترکه اذ لو وجب علیه شیٔ منهما لکان محتاجا الی ذلك الشیٔ
اس لیے کہ اگر انہین سے اُسپر کوئی چیز واجب ہوتی تو یہ لازم آتا کہ وہ اپنے کامل ہونے کے لیے اُس شے کی طرف محتاج ہے

لیکمل به اذ لا یجب له تعالی الا ما هو کمال واما افتقار جمیع ما عداه الیه تعالی فیوجب له تعالی
اس لیے کہ خدا پر وہی صفات واجب ہین جو اُسکے لیے کمال ہین۔ اور کل ماسوا کے اُسکی طرف محتاج ہونے سے اُس کے لیے

القدرة والارادة والعلم والحیوة اذ لو لم یجب له تعالی هذه الصفات لکان عاجزا عن ایجاد شیٔ
قدرت اور علم اور ارادہ اور حیات کے صفات لازم آئین اس لیے کہ اگر اللہ کے لیے یہ صفات لازم نہون تو وہ عالم امکان کی کوئی چیز نہ پیدا کر سکے گا

من الممکنات وکذا یوجب له الوحدانیة اذ لو لم یجب له تعالی الوحدانیة بل کان معه غیره فی
اسی طرح اُسکے لیے وحدانیت واجب ہو اس لیے کہ اگر اللہ کے لیے وحدانیت کی صفت ضروری نہو بلکہ اُسکی خدائی مین کوئی اور بھی

الالوهیة لم یفتقر الیه شیٔ من الممکنات للزوم عجزهما ویؤخذ من افتقار جمیع ما عداه الیه تعالی
شامل ہو تو اُسکی طرف کوئی چیز محتاج نہوگی اس لیے کہ دونون عاجز ہین اور چونکہ تمام چیزین اُسکی طرف محتاج ہین اس لیے

حدوث العالم باسره اذ لو کان شیٔ منه قدیما لکان مستغنیا عنه تعالی غیر مفتقر الیه ویؤخذ منه
لازم آتا ہو کہ کل عالم حادث ہو اس لیے کہ اگر کوئی چیز قدیم ہوگی تو وہ خدا سے بے نیاز ہوگی اور اُسکی طرف اُسکو کچھ حاجت نہوگی۔ اور اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ

ایضا ان لا یؤثر شیٔ من المخلوقات فی اثر ما اذ لو کان فی شیٔ من المخلوقات تاثیر فی اثر ما لکان فی ذلك الاثر مستغنیا
مخلوقات مین سے کسی چیز کو کسی اثر مین کوئی دخل نہو اس لیے کہ اگر مخلوقات مین سے کوئی چیز کسی اثر مین کوئی تاثیر رکھتی ہو تو وہ اثر اللہ کا محتاج نہوگا

عنه تعالی غیر مفتقر الیه فعلی هذا کل من یقول لا اله الا الله یصیر کانه یقول لا واجب الوجود الا الله تعالی
بلکہ بے نیاز ہوگا۔ اس تقریر کی رو سے واضح ہوا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہو وہ گویا یہ کہتا ہو کہ سوائے اللہ کے نہ کوئی واجب الوجود ہے

ولا واجب القدم والبقاء الا الله ولا قادر علی ایجاد الممکنات کلها الا الله ولا عالم بما لا یتناهی من المعلوم
نہ کوئی قدیم اور باقی ہو اور نہ تمام ممکنات کے پیدا کرنے پر کوئی قادر ہو اور نہ معلومات غیر متناہی کا کوئی عالم ہے

الا الله ولا منزه عن جمیع النقائص ولا عن الاغراض فی افعاله واحکامه الا الله ولا مؤثر فی شیٔ من
نہ کوئی نقائص سے بری ہے نہ اپنے افعال و احکام مین اغراض سے پاک ہو نہ کسی مخلوق مین کوئی مؤثر حقیقی ہے

المخلوقات الا الله وعلی هذا القیاس کل ما وجب فی حقه تعالی وما استحال علیه وجاز فقد ظهر
اسیطرح اور تمام صفات جو اللہ کے لیے واجب یا محال یا جائز ہون اس سے ظاہر ہوا کہ

من هذا ان فهم معنی کلمة التوحید یتوقف علی معرفة الله تعالی ومعرفة الله تعالی
توحید کے معنے سمجھنا معرفت الٰہی پر موقوف ہے اور اللہ کی معرفت

ليست ضرورية حتى يحصل بالبداهة كمعرفة كون الواحد نصف الاثنين بل انما تحصل
ایسی ظاہر نہیں ہے کہ لوگ بداہۃً سمجھ لیں جیسا کہ ایک کو دو کا آدھا سمجھتے ہیں بلکہ محض

بالاستدلال الذي هو النظر في الدليل فيكون النظر واجبا لانه تعالى امر به وقال انظروا ماذا
استدلال یعنے دلیل پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے پس نظر واجب ٹھہری اسلیے کہ اللہ تعالے نے اسکا حکم فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ دیکھو کہ کیا

في السموات والارض فمن تركه يكون آثما لانه اعطى الانسان نعمة العقل فيستدل به على وجوده
آسمان اور زمین میں کیا ہے اور جو شخص غور نہ کرے گا وہ گنہگار رہوگا اس لیے کہ خدا نے انسان کو عقل کی نعمت اسی واسطے دی ہے کہ اسکے وجود

وقدمه ووحدته وسائر صفاته التي تدل عليها افعاله وهي القدرة والارادة والعلم والحيوة
اور قدامت اور وحدت اور تمام صفات پر جنپر اسکے افعال دلالت کرتے ہیں قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات ان سب پر استدلال کرے

فاذا لم يستدل به لا يكون مؤديا شكر نعمة العقل فيكون آثما فيبقى في مشية الله تعالى
اور اگر استدلال نکریگا تو گویا اُسنے نعمت عقل کا شکریہ نہیں ادا کیا پس گنہگار رہوگا اور اللہ کے اختیار میں ہوگا

ان شاء يعفو عنه ويدخله الجنة بلا عذاب وان شاء يعذبه بقدر ذنبه ثم يدخله الجنة
چاہے بخشدے اور بلا عذاب جنت میں لے جائے اور چاہے نہ بخشے اور بقدر گناہ کے عذاب دیکر جنت میں لے جائے

فعلى هذا يجب على كل مؤمن ان يعتني في معرفة الله تعالى حتى يسهل له فهم معنى كلمة التوحيد
اس بنا پر ہر مؤمن پر واجب ہے کہ معرفت الٰہی میں کوشش کیا کرے تاکہ اسکو کلمۂ توحید کے معنے سمجھنا آسان ہو جاوے

التي هي ثمن الجنة وسبب الخلاص من العذاب المؤبد وقد نص العلماء على لزوم فهم معناها
اور یہی کلمۂ توحید جنت کی قیمت اور عذاب ابدی سے رہائی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور علما نے صاف کہدیا ہے کہ اسکے معنی سمجھنا ضروری ہے

والا لا ينتفع بها متلفظها في الانقاذ من الخلود في النار اذ ليست فضيلتها بازاء تحريك اللسان
ورنہ محض زبان سے کہنے سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہے کہ عذاب ابدی سے بچے۔ اس لیے کہ اسکی فضیلت صرف اس سے نہیں ہے کہ زبان ہلا رہے

بها من غير حصول معناها في القلب بل فضيلتها بازاء حصول معناها في القلب بسبب معرفة
اور اُسکے معنے دل میں خاک نہ سمجھے بلکہ فضیلت اُسکی اس لیے ہے کہ اُسکے معنے معرفت الٰہی کے ذریعہ سے اُسکے دل میں ہوں

الله تعالى وليس المراد من معرفة الله تعالى معرفة ذاته لان ذاته تعالى ليست معلومة
اور معرفت الٰہی سے مراد یہ نہیں ہے کہ ذات الٰہی کو معلوم کرے اس لیے کہ ذات الٰہی کو تو بشر جان ہی نہیں سکتا

للبشر بل المراد بها معرفة ما يجب في حقه تعالى وما يستحيل عليه وما يجوز له ليعلم من منطوقها
بلکہ مراد یہ ہے کہ صرف یہ جان لے کہ کون سے صفات خدا کے لیے ضروری ہیں اور کون محال ہیں اور کون اُسکے لیے جائز ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ کلمہ کو

ما نفي عن غيره تعالى وما اثبت له فانها مركبة من نفي واثبات فالمنفي كل فرد من
کس وصف کو اُس سے نفی کرتا اور کس کو اُسکے لیے ثابت کرے اسلیے کہ کلمہ اثبات و نفی سے مرکب ہے یعنے اللہ کے سوا ہر فرد کو

افراد حقيقة الاله سوى الله تعالى والمثبت فرد واحد من تلك الحقيقة وهو الله تعالى ومعنى
حقیقت اِلٰہ کے افراد میں سے نفی کرتا ہے اور اُسمیں سے صرف ایک فرد یعنے اللہ تعالے کو ثابت کرتا ہے اور اِلٰہ کے معنے

الاله هو الواجب الوجود المستحق للعبادة وهذا المعنى كلي يقبل بحسب مجرد ادراكه ان يصدق
یہ ہیں واجب الوجود مستحق عبادت اور یہ معنی کلی ہیں ممکن ہے کہ محض اپنے معنے کے لحاظ سے

على كثيرين لكن الدليل القطعي يدل على استحالة التعدد فيه وكونه خاصا بذات الله تعالى وذلك
افراد کثیر پر صادق آ سکیں لیکن دلیل قطعی اسپر دال ہے کہ اسمیں تعدد محال ہے اور ذات الٰہی سے مخصوص ہے اور وہ

الدليل وجود العالم فانه لكونه حادثا محتاجا الى محدث فيدل على ان له موجدا قديما واحدا
دلیل عالم کا حادث ہونا ہے اس لیے کہ وہ حادث ہونے کی وجہ سے ایک محدث کا محتاج ہے اور اسپر دلالت کرتا ہے کہ اسکا ایک پیدا کرنیوالا ہے قدیم یکتا

متصفا بالقدرة والارادة والحیوة والعلم لانه لو لم یکن قدیما بل کان حادثا لکان محتاجا
موصوف بقدرت وارادہ وحیات وعلم اس لیے کہ اگر وہ قدیم نہو بلکہ حادث ہو تو وہ کسی

الی محدث فیلزم الدور والتسلسل وکلاهما محال ولو لم یکن واحدا بل کان اکثر من واحد لوقع بینهما
محدث کی طرف محتاج ہوگا پس دور وتسلسل لازم آئے گا اور یہ دونوں محال ہیں۔ اور اگر ایک نہو بلکہ کئی ہوں تو اُن میں باہم

التمانع المقتضی لعدم وجود العالم ولو لم یکن متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحیوة لکان
روک ٹوک ہوگی جس سے عالم کا وجود ہی غائب ہوجائے اور اگر قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات سے متصف نہو تو

عاجزا عن ایجاد شیء من العالم لان الایجاد اثر القدرة وتاثیر القدرة فی شیء من الاشیاء
عالم کی کوئی چیز نہ پیدا کرسکے گا اس لیے کہ پیدا کرنا قدرت سے ہے اور قدرت کسی شے کے پیدا کرنے میں اُسی وقت کام کرتی ہے

یتوقف علی ارادة ذلک الشیء وارادة ذلک الشیء یتوقف علی العلم به لان القصد الی ایجاد شیء
جب ارادہ ہو اور ارادہ علم پر موقوف ہے اس لیے کہ کسی شے کے پیدا کرنے کا قصد

مع عدم العلم به محال والاتصاف بهذه الصفات الثلثة یتوقف علی الحیوة لکونها شرطا فیها
بغیر اُس کے علم کے محال ہے اور ان تینوں صفتوں سے موصوف ہونا حیات پر موقوف ہے کیونکہ حیات ان میں شرط ہے

فعلی هذا یکون وجود العالم بل وجود کل جزء من اجزائه دلیلا قطعیا علی وجوده تعالی وکونه قدیما
پس اس تقریر کی رو سے عالم کا وجود بلکہ اُس کے ہر جز کا وجود اللہ کے وجود پر دلیل قطعی ہے اور اس پر کہ وہ قدیم

واحدا متصفا بهذه الصفات الاربع المذکورة وعلی استحالة اضدادها ولهذا کان بعض
واحد اور چاروں صفات مذکورہ سے متصف ہے اور ان صفتوں کے برعکس صفتیں اُس کے لیے محال ہیں اور اسی وجہ سے بعض موحد

اهل التوحید یقولون استدلالا بالاثر علی المؤثر ما رأینا شیئا الا رأینا الله تعالی بعده فان
اثر سے مؤثر پر استدلال کرکے کہتے تھے کہ ہم نے کسی چیز کو نہیں دیکھا کہ اُس کے بعد ہی خدا کو نہ دیکھ لیا ہو کیونکہ عالم کا ہر جز

کل جزء من اجزاء العالم لکونه حادثا محتاج الی من یوجده ویربیه لا یزال یتکلم بکلام لا حرف فیه
جو بوجہ اپنے حادث ہونے کے اپنے موجد اور مربی کا محتاج ہے ہمیشہ ایسے کلام سے جس میں نہ حرف ہے

ولا صوت ان له موجدا قدیما واحدا متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحیوة یسمع کلامه
نہ آواز یہ کہتا رہتا ہے کہ اُس کا ایک موجد ہے قدیم واحد قادر صاحب ارادہ علیم اور حی سننے والے اُسکی باتیں

السامعون ولا یسمعه الذین هم عن السمع لمعزولون والمراد من السمع السمع الباطن الذی یسمع
سنتے ہیں اور وہ لوگ نہیں سنتے جن کی سماعت بے کار ہے اور سمع سے مراد سمع باطنی ہے جس سے وہ

به کلام لیس بحرف ولا صوت ولا عربی ولا عجمی لا السمع الظاهر لا یسمع غیر الاصوات وتشارکه
کلام سنا جاتا ہے جس میں نہ حرف ہیں نہ آواز نہ عربی ہے نہ عجمی نہ وہ سمع ظاہری جو صرف آوازیں سنتی ہے اور جس میں

فیه البهائم الانسان اذ لا قدر لشیء تتشارک فیه البهائم الانسان والحاصل ان المکلف لا یعرف من
انسان اور چوپائے سب شریک ہیں۔ اس لیے کہ اُس چیز کی کوئی قدر نہیں ہے جس میں انسان اور چوپائے سب برابر ہوں اور حاصل یہ ہے کہ آدمی عقل سے فقط

صفاته تعالی بالعقل الا ما یتوقف علیه افعاله وما لم یتوقف علیه افعاله تعالی کالسمع والبصر
وہی صفات جان سکتا ہے جن پر اُس کے افعال موقوف ہیں اور جن پر اُس کے افعال موقوف نہیں ہیں مثلاً سمع اور بصر

والکلام فقد یستدل علی ثبوتها له تعالی تارة بالعقل وتارة بالنقل اما الاستدلال بالعقل فهو
اور کلام اپنے ثبوت کے لیے کبھی عقل سے کام لیا جاتا ہے اور کبھی نقل سے۔ عقلی دلیل تو یہ ہے

انها صفات کمال واضدادها صفات نقصان واتصافه تعالی بصفات الکمال وعدم اتصافه
کہ وہ صفات کمال ہیں اور اُس کی ضدیں نقصان کی صفتیں ہیں اور صفات کمال سے اللہ کا موصوف ہونا اور صفات نقصان سے پاک ہونا

بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه بتلك الصفات واما الاستدلال بالنقل فهو ان
اللہ کے لیے واجب ہے پس اُن صفات سے اللہ کا موصوف ہونا ضروری ہوا اور نقلی دلیل یہ ہے

الشرع قد صرح بثبوتها له تعالى فوجب الجزم بثبوتها له تعالى ودليل النقل في هذه المسألة
کہ شریعت سے اُنکا ثبوت خدا کے لیے صراحۃً ثابت ہے پس اُنکے ثبوت کا یقین کرنا واجب ہوا۔ اور اس مسئلہ مین دلیل نقلی

اولى من دليل العقل لان تلك الصفات لا يتوقف عليها افعاله تعالى يستدل بها على ثبوته
دلیل عقلی سے بہتر ہے اس لیے کہ اُن صفات پر افعال الٰہی موقوف نہین ہین جنسے اُسکے ثبوت پر استدلال کیا جائے

له تعالى وذاته لم يكن معلوما لاحد حتى يعلموا انها في حقه تعالى كمال يجب اتصافه بها بحيث
اور ذات باری کسی کو معلوم نہین جس سے معلوم ہوسکے کہ یہ صفتین اللہ کے حق مین کمال کی صفتین ہین جنسے اُسکا موصوف ہونا ضروری ہے کہ

لو لم يتصف بها يلزم ان يتصف باضدادها وما ذكر من كونها كمالا انما هو بالنسبة الينا ولا يلزم
اگر اُن سے متصف نہو تو لازم آئےگا کہ اُنکی ضدون سے موصوف ہو۔ اور ان صفتون کو جو کمال کہا گیا ہے تو وہ ہمارے اعتبار سے ہے اور یہ کچھ ضروری نہین ہے

من كون الشئ بالنسبة الينا كمالا ان يكون في حقه تعالى كمالا الا ترى ان اللذة والالم مع كونهما
کہ جو صفتین ہمارے لیے کمال ہون وہ اللہ کے لیے بھی کمال ہون کیا تم نہین دیکھتے کہ مزہ اور درد باوجودیکہ ہمارے لیے کمال کی

بالنسبة الينا كمالا ممتنعان على الله تعالى لكونهما من عوارض الاجسام فعلى هذا يلزم في اثبات
صفتین ہین اللہ کے لیے محال ہین کیونکہ وہ عوارض جسمانی ہین اسی بنا پر کہ ان صفات کو اللہ کے لیے ثابت کرنے کے واسطے

تلك الصفات له تعالى التمسك بالنقل عن الانبياء الذين ثبت صدق كل واحد منهم
دلیل نقلی اُن انبیا کے بیان سے تلاش کرنا چاہیے جنہین سے ہرایک کی سچائی

وامانته ونبوته بالمعجزة القائمة مقام قوله تعالى صدق رسولي في كل ما يبلغ عني سواء
امانت اور نبوت ایسے معجزہ سے ثابت ہو جو بلحاظ قوت کے خداوند عالم کے اس قول کا قائم مقام ہو کہ میرا رسول سچ کہتا ہے جو کچھ وہ میری طرف سے بیان کرتا ہے

كان تبليغه بقوله او فعله او سكوته لان المعجزة تصديق فعلي من الله تعالى لرسوله لكونها
خواہ اُسکی تبلیغ قول سے ہو یا فعل سے یا سکوت سے۔ اس لیے کہ معجزہ اللہ کی طرف سے اپنے رسول کے لیے تصدیق عملی ہے کیونکہ وہ

فعلا من افعاله تعالى خارقا للعادة قائما مقام صريح القول في تصديق رسوله في دعواه الرسالة
عادت الٰہی کے خلاف افعال الٰہی مین سے ایک فعل ہے اور اپنے رسول کے دعوی رسالت کے لیے تصدیق کا قائم مقام صریح قول ہے

فانه تعالى لما خلق امرا خارقا للعادة على يده عند ادعائه الرسالة صار كانه قال صدق رسولي
اس لیے کہ اللہ تعالے نے جب کوئی امر خلاف عادت اُس کے ہاتھ پر دعوے رسالت کے وقت ظاہر کیا تو گویا اُن سے یون فرمایا کہ میرا رسول میری طرف سے

في كل ما يبلغ عني سواء كان تبليغه بقوله او فعله او سكوته قال العلماء مثال ذلك ان رجلا
قولاً یا فعلاً یا سکوتاً جو کچھ بیان کرتا ہے سچ ہے علما نے اُسکی مثال یون دی ہے کہ

اذا قام في مجلس ملك بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملك بعثني اليكم بكذا وكذا
ایک شخص بادشاہ کی مجلس مین ایک جماعت کے سامنے کھڑا ہو کر کہے کہ مین اُس بادشاہ کا ایلچی ہون جسنے مجھکو یہ احکام دیکر تمھاری طرف بھیجا ہے

من التكاليف وطلبوا منه حجة تدل على صدقه وقال اية صدقي اني اطلب من الملك ان
اور اُن لوگون نے اُس سے اُسکی سچائی کی دلیل چاہی تو اُس نے کہا کہ میری سچائی کی دلیل یہ ہے کہ مین بادشاہ سے کہتا ہون کہ

يخالف عادته ويقوم من مقامه ويقعد ثلث مرات وفعل الملك ذلك بطلبه فلا شك
وہ اپنی عادت کے خلاف اپنی جگہ سے تین دفعہ کھڑا ہو اور تین دفعہ بیٹھے اور بادشاہ نے اُسکے کہنے سے ایسا ہی کیا تو کوئی شک نہین ہے

ان ذلك الفعل من الملك قائم مقام قوله صدق هذا الرجل في كل ما يبلغ عني ومفيد للعلم
کہ بادشاہ کا یہ فعل اُسکے اس کہنے کے بجاے کہ یہ قاصد جو کچھ میری طرف سے بیان کرے سچ ہے اور اُن لوگون کو اُس کی صداقت کا بدیہی علم حاصل ہوگا

الضروري بصدقه لمن شاهد ذلك الفعل من الملك ولمن لم يشاهده بل وصل اليه خبره
جنہون نے بادشاہ کو ایسا کرتے دیکھا یا نہین دیکھا لیکن متواتر لوگون سے سُنا ہے

بالتواتر ولا ريب ان هذا المثال مطابق لحال الرسل عليهم الصلوة والسلام في افادة معجزتهم العلم
اور کوئی شک نہین ہے کہ یہ مثال رسول کے حال کے مطابق ہے یعنے اُنکے معجزہ سے اُنکی سچائی کا علم

الضروري بصدقهم لمن شاهدها ولمن لم يشاهدها بل وصل اليه خبرها بالتواتر فاذا ثبت
بھی اُن لوگون کو حاصل ہوتا ہے جنہون نے معجزہ کو دیکھا ہے یا نہین دیکھا لیکن متواتر لوگون سے سُنا ہے اور جب

صدقهم بدلالة المعجزة وجب تصديقهم في كل ما جاؤا به من عند الله تعالى وافضلهم
معجزہ کے ذریعہ سے اُنکی سچائی ثابت ہوگئی تو جو احکام وہ اللہ کی طرف سے لائے ہین اُن مین اُنکی تصدیق کرنی چاہیے اور اُن انبیا مین سب سے افضل

نبينا ومولانا محمد صلى الله عليه وسلم فانه تعالى قد بعثه الى اهل الارض كافة ليبلغهم امره ونهيه
ہمارے نبی اور سردار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہین جنکو اللہ تعالے نے زمین والون کے پاس بھیجا ہے کہ اللہ کے امر و نہی

ووعده ووعيده وايده بمعجزات كثيرة لا احصر لها ليصدقوه فوجب عليهم تصديقه في كل ما اخبر
اور وعدہ و وعید اُنکو بتلادین اور اُنکی اس کثرت سے معجزات سے تائید کی جنکا کوئی شمار نہین تاکہ لوگ اُنکی تصدیق کرین پس تمام روئے زمین کے لوگون پر واجب ہے کہ جو کچھ اُنھون نے

وطاعته في كل ما امر والانتهاء عن كل ما زجر فمن لم يصدقه فيما اخبر ولم يطعه فيما امر ولم ينته
خبر دی ہے اُسکو سچ جانین اور جو حکم اُنھون نے دیا ہے اُسمین اُنکی فرمانبرداری کرین اور جن باتون سے منع کیا ہے اُنسے باز رہین اور جسنے اُنکی باتون کو سچ نہ جانا اور اُنکے حکم کی فرمانبرداری نہ کی اور

عما زجر يكون من الذين قال الله تعالى فيهم في القران العظيم الذي هو افضل معجزاته اولئك كالانعام
منع کی ہوئی باتون سے باز نہ رہا تو وہ اُن لوگون مین سے ہوگا جنکی نسبت خداوند عالم قرآن مجید مین جو آنحضرت کا سب سے بڑا معجزہ ہے یون فرماتا ہے وہ لوگ مثل چارپایون کے ہین

بل هم اضل فانه تعالى شبههم بالبهائم في كون مشاعرهم متوجهة الى اسباب الدنيا ومقصورة
بلکہ اُنسے بھی زیادہ گمراہ ہین اللہ نے اُنکو چوپایون سے تشبیہ دی ہے اس لیے کہ اُنکی عقلین دنیاوی اسباب کیطرف متوجہ ہین اور دنیا ہی پر ٹھہر گئین

عليها وعدم التفكر فيما يقرع اذانهم من الايات القرانية والاحاديث النبوية وعدم الالتفات بها
اور آیات قرآنی اور احادیث نبوی مین جو اُنکے کانون مین پڑتی ہین کچھ غور نہین کرتے نہ اُنکی طرف توجہ کرتے ہین

بل جعلهم اضل منها لانها تدرك ما من شانها ان تدرك من المنافع والمضار وتجهد غاية جهدها
بلکہ اللہ تعالے نے اُنکو چوپایہ سے زیادہ گمراہ کہا ہے اس لیے کہ وہ اپنی قدرت بھر اپنا نفع نقصان پہچانتے ہین اور پوری کوشش سے اپنے نفع کی چیز

في جلب ما ينفعها وسلب ما يضرها وتنقاد لصاحبها وتميز من يحسن اليها ممن يسئ اليها وهؤلاء
تلاش کرتے ہین اور نقصان کی چیزون سے بچنے مین کوشش کرتے ہین اپنے مالک کے تابع ہوتے ہین اور اپنے ساتھ سلوک برائی کرنے والون کو پہچانتے ہین اور یہ لوگ

ليسوا كذلك حيث لا يميزون بين المنافع والمضار ويجتهدون غاية جهدهم في جلب ما يضرهم
ایسے نہین ہین کیونکہ یہ اپنا نفع نقصان نہین سمجھتے ہین بلکہ نقصان کے حاصل کرنے کیلیے جی بھر کوشش کرتے ہین

وسلب ما ينفعهم ولا ينقادون لربهم وخالقهم ورازقهم ولا يعرفون احسانه اليهم ويقدمون على
اور نفع کے کامون سے بچتے ہین اور اپنے پروردگار اور خالق و رزاق کی فرمانبرداری نہین کرتے اور نہ اُنکے احسان کو سمجھتے ہین اور دردناک عذاب کی طرف

العذاب الاليم ولا يقدمون على النعيم المقيم فيكونون من الذين قال تعالى فيهم يعلمون ظاهرا
دوڑے جاتے ہین اور دائمی عیش کی طرف آتے نہین اور اُن لوگون مین سے ہوگئے جاتے ہین جنکے حق مین اللہ تعالی نے فرمایا جانتے ہین اوپر اوپر

من الحيوة الدنيا وهم عن الاخرة هم غفلون يعني انهم يعلمون ظاهرا حقيرا خسيسا من الدنيا
حیات دنیا کا اور وہ آخرت سے بالکل بے خبر ہین یعنے یہ لوگ اسی ظاہری حقیر و ذلیل دنیا کو جانتے ہین

وهو ما يشاهدونه من زخارفها وملاذها وسائر احوالها الموافقة لشهواتهم الملايمة لاهوائهم
اور جو اُسکی ظاہری شان و نعمتین اور اُسکے اور حالات جو اُنکی شہوت کے موافق اور خواہش نفس کے مناسب ہین

وھم غفلون عن الاخرۃ التی ھی المطلب الاعلی والمقصد الاقصی لا یخطرون ببالھم ولا یتفکرون
اور یہ لوگ اُس آخرت سے غافل ہین جو اعلیٰ مقصد اور بڑا مدعا ہے اور اُنکے دل مین یہ بات نہین گذرتی

من احوال الدنیا ما یؤدی الی معرفتھا فان العلم بامور الاخرۃ موقوف علی العلم بوجود الباری تعالی
نہ دنیا کے حالات مین کبھی وہ ان باتون کو سوچتے ہین جس سے آخرت کی معرفت ہو اس لیے کہ آخرت کی باتون کا جاننا وجود الٰہی کے پہچاننے

وقدرتہ وارادتہ وعلمہ وحیاتہ وذلک العلم لا یحصل الا بالنظر الی المصنوعات والتفکر فیھا
اور اُسکی قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات کے جاننے پر موقوف ہے۔ اور یہ علم نہین حاصل ہوتا تاوقتیکہ مصنوعات پر نظر اور غور نہ کرے

والاستدلال بتغیراتھا علی حدوثھا واحتیاجھا الی موجد قدیم واحد متصف بالقدرۃ
اور اُنکے تغیرات سے اُنکے حدوث اور ایسے موجد کے وجود پر استدلال نہ کرے جو قدیم واحد متصف بقدرت

والارادۃ والعلم والحیوۃ وھم قصروا النظر علی الظواھر الحسیۃ کالبھائم ولم یتفکروا فی عجائب
وارادہ وعلم وحیات ہو اور اُنھون نے اپنی نظر چوپایون کیطرح ظاہری حقیر چیزون تک کوتاہ کی اور اللہ کی عجیب صنعتون پر غور رہی نہین کیا

صنعہ لیستدلوا بھا علی وجودہ وقدمہ وقدرتہ وارادتہ وعلمہ وحیاتہ فیعلموا ان ما اخبر بہ
تاکہ اُس سے وہ اللہ کی ہستی اور قدامت اور قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات پر استدلال کرتے کہ آخرت کی جن باتون کی خبر دیگئی ہے

من امور الاخرۃ ممکنۃ یلزم وقوعھا وعند وقوعھا یکون المکلف فیھا بحکم صلاح الاعمال
سب ہونے والی ہین اور ضرور ہونگی اور جسوقت ہونگی اُس وقت بندے بلحاظ اپنے اعمال نیک

وفسادھا فریقین فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر نسأل اللہ تعالی ان یجعلنا من اھل الجنۃ مع
وبد کے دو گروہ ہونگے۔ ایک گروہ جنت مین ہوگا اور دوسرا دوزخ مین۔ ہماری دعا خدا کی حضور مین یہ ہے کہ ہمکو جنت والون مین

الابرار لا من اھل النار مع الاشرار

المجلس الثانی عشر فی بیان اسعد الناس بشفاعۃ

نیک لوگون کے ساتھ رکھے اور بدکار دوزخیون مین نہ کرے۔ بارھوین مجلس اس بیان مین کہ سب سے زیادہ سعادت مند باعتبار شفاعت

النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم القیمۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسعد الناس بشفاعتی
حضور سرور کائنات علیہ السلام قیامت کے دن کون ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ سب سے زیادہ خوش قسمت قیامت کے دن میری شفاعت کی روسے

یوم القیمۃ من قال لا الہ الا اللہ خالصا من قلبہ ھذا الحدیث من صحاح المصابیح وراویہ ابو ھریرۃ
وہ شخص ہے جو سچے دل سے لا الٰہ الا اللہ کہے۔ یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے اور حضرت ابو ہریرہ رض اسکے راوی ہین

وغریب منہ ما روی عن زید بن ارقم انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال من قال لا الہ الا اللہ مخلصا دخل الجنۃ فانہ
اور اسی کے قریب زید بن ارقم کی یہ روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص خلوص سے لا الٰہ الا اللہ کہے جنت مین داخل ہوگا

علیہ الصلوۃ والسلام قد شرط للنیل وعد فی ھذین الحدیثین ان یکون فیمن قال لا الہ الا اللہ الخلوص
حضور علیہ السلام نے ان دونون حدیثون مین موجودہ تحسین حاصل کرنیکے لیے کلمہ گو یون مین خلوص واخلاص کی شرط لگائی ہے

والاخلاص ومعنی الخلوص والاخلاص مساعدۃ الحال للمقال فمن قال لا الہ الا اللہ ولم یساعدہ
اور خلوص اور اخلاص کے یہ معنی ہین کہ ظاہر اور باطن یکسان ہو پس جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہے اور اُسکا ظاہر د باطن یکسان نہو

حالہ لمقالہ لا یکون فیہ شیء من الخلوص والاخلاص وانما یکون فیہ من الخلوص والاخلاص
تو اُس مین کچھ بھی خلوص اور اخلاص نہین بلکہ خلوص اور اخلاص اُسوقت ہے

اذا منعہ ھذا القول عن الذنوب وحملہ علی الطاعات وان لم یمنعہ من الذنوب ولم یحملہ علی
جبکہ یہ کلمہ اُسکو گناہون سے باز رکھے اور طاعت پر آمادہ کرے اور اگر گناہون سے باز نہ رکھا اور عبادت پر آمادہ نہ کیا

الطاعات لا یکون فیہ الخلوص والاخلاص بتۃ فان یکون ھذا القول فیہ عاریۃ یسترد منہ
تو اُس مین خلوص اور اخلاص نہین اور ڈر ہے کہ یہ کلمہ اُس مین بطور مانگی ہوئی چیز کے ہو کہ چھین جائے

لان من لم يكن فيه الا اصل الايمان وهو مقصر في الاعمال ومصر على الذنوب قريب من ان
کیونکہ جس شخص مین اصل ایمان کے سوا کچھ نہین ہے اور وہ نیک اعمال مین کوتاہی کرتا رہا اور گناہون پر اڑا رہا تو قریب ہے کہ
ينقلع شجرة ايمانه اذا صادمته الرياح العاصفة التي هي الوساوس الشيطانية المحركة لها لان
اُس کے ایمان کا درخت شیطانی وسوسون کی تیز ہواؤنکے صدمہ سے جو کہ اُس کے محرک ہین اکھڑ جائے اس لیے کہ
كل ايمان لم يثبت في القلب اصله ولم ينتشر في الاعضاء فروعه ولم يظهر فيها ثمرة لا تثبت
ہر وہ ایمان جسکی جڑ اچھی طرح دل مین نہین بیٹھی اور شاخین تمام جسم مین نہین پھیلین - اور نہ ابھی اُس مین کچھ پھل لگا ہے
عند ظهور ملك الموت ويخاف عليه الزوال وانما يثبت في القلب اصل الايمان وانما ينتشر فروعه
ملک الموت کے ظاہر ہونے کے وقت قائم نہ رہے گا بلکہ اُسکے زوال کا خوف ہے اور ایمان کی جڑ دل مین جبھی ٹھیتی ہے اور اُسکی شاخین اعضا مین جبھی پھیلتی ہین
في الاعضاء وانما يظهر ثمره فيها اذا سقي بماء الطاعات على توالي الايام والساعات حتى يرسخ
اور پھل بھی لگتا ہے جبکہ ہمیشہ ہر گھڑی اُسکو عبادت کے پانی سے سینچتا رہے یہانتک کہ وہ خوب مضبوطی سے بیٹھ جائے
ويثبت وينتشر فروعه ويظهر ثمره فهذا امر لا يظهر الا عند الخاتمة واصل ذلك على ما ثبت
اور شاخین پھیل جائین اور پھل نکل آئین - اور یہ بات خاتمہ ہی کے وقت ظاہر ہوتی ہے اور اصل اُسکی جیسا کہ
في العلوم العقلية ان تكرار الافعال سبب لحصول الملكة الراسخة في النفس فمن اصر على
علوم عقلی سے ثابت ہے یہ ہے کہ ایک کام کو بار بار کرنے سے طبیعت مین ایک مضبوط ملکہ پیدا ہو جاتا ہے پس جو شخص گناہون پر
الذنوب يحصل في قلبه الفها وجميع ما الفه الانسان في عمره يعود ذكره عند موته فان كان
اڑا رہتا ہے اُسکے دل مین گناہون کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور جس سے انسان کو اپنی زندگی مین محبت ہو جاتی ہے مرتے وقت اُسی کی یاد آتی ہے - تو اگر
ميله الى الطاعات اكثر يكون اكثر ما يحضره عند الموت ذكر الطاعات وان كان ميله الى المعاصي
زیادہ رغبت عبادت کیطرف ہوتی ہے تو مرتے وقت زیادہ تر عبادتون ہی کی یاد آتی ہے اور اگر زیادہ تر گناہون کی طرف رغبت ہوتی ہے
اكثر يكون اكثر ما يحضره عند الموت ذكر المعاصي فربما يقبض روحه عند غلبة شهوة من الشهوات
تو مرتے وقت زیادہ تر گناہون ہی کی یاد آتی ہے - تو اکثر اوقات روح ایسے وقت مین قبض ہو جاتی ہے جبکہ گنہگار کے دل مین کسی شہوت
ومعصية من المعاصي فيتقيد قلبه بها وتصير سببا لسوء خاتمة فاما الذي غلبت ذنوبه
یا گناہ کا غلبہ ہوتا ہے اور اُسکا دل اُسمین پھنسا ہوتا ہے اور خاتمہ کی خرابی کا سبب ہو جاتا ہے اور جس شخص کے گناہون کو غلبہ ہو
وكانت اكثر من طاعاته ولم يتب عنها بل كان مصرا عليها وقلبه فرحا بها فهذا الخطر في حقه
اور عبادتون سے زیادہ ہون اور توبہ نہ کی ہو بلکہ گناہون پر اڑا رہے اور اُس کا دل اُن ہی باتون سے خوش ہو تو یہ اندیشہ اُسکے حق مین
عظيم اذ قد يكون غلبة الالف سببا لان يتمثل صورة معصية في قلبه وتميل اليها نفسه
بہت ہی بڑا ہے اور اس لیے کہ بعض وقت غلبۂ محبت کے باعث گناہ کا نقش اُس کے دل پر بیٹھ جاتا ہے اور نفس اُسطرف راغب ہوتا ہے
ويقبض عليها روحه فذلك هو سوء الخاتمة واما الذي لم يرتكب ذنبا اصلا او ارتكب لكن
اور اسی حالت مین روح قبض ہو جاتی ہے اور یہی انجام بد ہے اور جس نے گناہ کیا ہی نہین یا کر کے
تاب فهو بعيد عن هذا الخطر فعلى هذا يجب على كل مسلم بعد ما قال لا اله الا الله اداء ما وجب
توبہ کر ڈالی ہے وہ اُس خطا سے بالکل محفوظ ہے اس لیے ہر مسلمان پر لا اله الا الله کہنے کے بعد ضرور ہے کہ جو عبادتین واجب ہین
عليه من الطاعات وحفظ لسانه وسائر اعضائه من السيئات لان كثيرا من الناس يقولون
اُنکو ادا کرتا رہے اور اپنی زبان اور تمام اعضا کو گناہون سے روکے - اسلیے کہ بہتیرے کلمہ پڑھتے ہین لیکن
هذا القول ثم ينزع عنهم في اخر اعمارهم بسبب اعمالهم الخبيثة ويخرجون من الدنيا بغير ايمان
اُنکے اعمال بد کے باعث آخر عمر مین یہ کلمہ اُنسے چھین لیا جاتا ہے اور دنیا سے بے ایمان جاتے ہین

وأي مصيبة اعظم من هذا ان يكون اسم الرجل في جميع عمره في الدنيا من المؤمنين ثم يموت
اور اس سے بڑھکر کیا مصیبت ہوگی کہ ایک شخص کا نام تمام عمر تو مومنین میں رہا پھر مرگیا

ويكون اسمه في الآخرة من الكافرين ليس الحسرة على الذي يخرج من الكنيسة ويدخل في جهنم
تو اسکا نام آخرت میں کافروں کی فہرست میں ہوگیا۔ اس شخص پر کچھ افسوس نہیں جو بتخانہ سے نکل کر جہنم میں گیا

وانما الحسرة على الذي يخرج من المسجد ويطرح في جهنم بسبب اعمال الخبيثة فان الناس في الايمان
حسرت اس پر آتی ہے جو مسجد سے نکلا لیکن اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں ڈالدیا گیا کیونکہ آدمی بلحاظ ایمان کے

على ضربين منهم من يكون له الايمان عارية يسترد منه ومنهم من يكون له الايمان عطاء
دو قسم کے ہیں۔ بعضوں کا ایمان تو بطور عاریت کے ہوتا ہے کہ پھر چھین جائیگا اور بعضوں کا ایمان بخشا ہوا ہوگا کہ نہ چھنے گا

لا يسترد منه والعلامة في ذلك ان الذي يمنعه الايمان من الذنوب ويحمله على الطاعات
اسکی شناخت یہ ہے کہ جس شخص کا ایمان گناہوں سے روکے اور عبادتوں پر آمادہ کرے

فالايمان له عطاء لا يسترد منه والذي لا يمنعه الايمان من الذنوب ولا يحمله على الطاعات
اس کا ایمان تو داد الٰہی ہے اس سے چھینا نہیں جائیگا اور جس کا ایمان گناہوں سے نہ روکے اور عبادتوں پر آمادہ نہ کرے

فالايمان له عارية يسترد منه لان ايمانه لو كان صحيحا خالصا لمنعه من الذنوب ولحمله على
اس کا ایمان عاریت ہے اور اس سے چھین لیا جائے گا۔ اس لیے کہ اگر اسکا ایمان صحیح وخالص ہوتا تو اسکو گناہوں سے روکتا اور عبادتوں پر ابھارتا

الطاعات فلما لم يمنعه من الذنوب ولم يحمله على الطاعات علم ان قلبه الذي هو محل الايمان
لیکن جب کہ اس نے گناہوں سے نہ روکا اور عبادت پر نہ ابھارا تو معلوم ہوا کہ اس کا دل جو ایمان کا گھر ہے

مريض فان القلب قد يمرض ويشتد مرضه لكن لا يعرف صاحبه لغلبة الهوى عليه بل قد
بیمار ہے۔ کیونکہ دل کبھی کبھی بیمار ہوجاتا ہے اور مرض بڑھ جاتا ہے لیکن اسکو بوجہ غلبۂ ہوا وہوس آگاہی نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات

يموت قلبه وهو لا يشعر بموته وعلامة ذلك ان لا يولمه جراحات الذنوب فان القلب اذا كان فيه
اس کا دل مرجاتا ہے اور اس کو اس کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ اور اسکی علامت یہ ہے کہ گناہوں کے زخم سے اسکو کچھ درد نہو کیونکہ دل جب تک

حيوة يتألم بقدر حياته من جراحات الذنوب وقد يشعر بمرضه صاحبه لكن لا يتحمل
زندہ رہتا ہے اسکو بقدر اسکی جان کے گناہوں کے زخموں سے اذیت ہوتی ہے اور بعض اوقات اسکو اپنے دل کی بیماری کی خبر بھی ہوجاتی ہے لیکن دوا کی تلخی کو

مرارة الدواء ولا يصبر عليها فيوثر بقاء الالم على مشقة الدواء فان دواء في مخالفة هواه وذلك
برداشت نہیں کرتا اور اس پر صبر نہیں کرتا ہے اس لیے درد کا باقی رہنا بمقابلہ مشقت دوا کے گوارا کرلیتا ہے اس لیے کہ اس کا علاج ہوا وہوس کی مخالفت ہے اور

اصعب شيء على النفس وليس لها شيء انفع من ذلك قال سهل بن عبد الله هواك داؤك فان خالفته
نفس پر یہی چیز نہایت ناگوار ہے اور اسکے لیے اس سے زیادہ نافع کوئی چیز نہیں ہے سہل بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ تیری ہوا وہوس تیری بیماری ہے اگر تونے اسکی مخالفت کی

فذلك دواؤك وقال ايضا ترك الهوى مفتاح الجنة لقوله تعالى وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ
تو یہی تیرا علاج ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ہوا وہوس کا چھوڑ دینا جنت کی کنجی ہے چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى فالسعيد من يخالف هواه ويطيع مولاه والشقي
اور اپنے نفس کو ہوا وہوس سے باز رکھا تو جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔ پس خوش نصیب وہ ہے جو اپنے ہوائے نفس کی مخالفت کرے اور اپنے مولا کی اطاعت کرے۔ اور بدبخت وہ ہے

من يتبع هواه ويخالف مولاه فان اتباع الهوى سم قاتل من سموم الدين يفضي الى الهلاك
جو ہوائے نفس کی پیروی کرے۔ اور اپنے مولی کے خلاف کرے اس لیے کہ ہوائے نفس کی پیروی دین کے لیے زہر قاتل ہے اور ہلاک ابدی کا باعث ہے

الابدي يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ فالخائف من الهلاك في هذه
جس دن مال اور اولاد کچھ کام نہ آئیں گے سوائے اوس کے جو اللہ کے پاس تندرست دل لے کر آیا ہے تو اس دنیائے فانی میں ہلاکت سے ڈرتا ہے

الدنيا الفانية اذا كان يجب عليه في كل حال الاحتراز من السموم وما يضره من المهلكات فالخائف
جبکہ اُسکو لازم ہے کہ ہر حال مین زہر اور دوسری مہلک چیزون سے بچتا رہے تو جو شخص

من الهلاك الابدي اولى ان يجب عليه في كل حال الاحتراز عن المعاصي التي هي سموم الدين فان
ہلاکت ابدی سے ڈرتا ہو بدرجۂ اولےٰ فرض ہے کہ ہر حال مین گناہون سے بچتا رہے جو دین کے لیے زہر ہین اس لیے

المخوف من هذه السموم فوات الآخرة الباقية التي ليس اضعاف اعمار الدنيا عشير مدتها
کہ ان زہرون سے آخرت کے فوت ہوجانے کا ڈر ہے جس کے مقابلہ مین عمر دنیا کا کئی گنا سوین حصے کے برابر بھی نہین ہے

اذ ليس لمدتها آخر وغاية وفيها النعيم المقيم والملك العظيم في فواتها نار الجحيم والعذاب الاليم
اس لیے کہ اُس کی مدت کی نہین انتہا اور آخر نہین ہے۔ اور اُسی مین دائمی عیش اور بڑا ملک ہو اور اُسکے فوت ہونے مین دوزخ کی آگ اور دردانگیز عذاب ہے

فالبدار البدار الى التوبة والاستغفار قبل ان يعمل سموم الذنوب في روح الايمان ولا ينفع بعده
پس توبہ اور استغفار مین بہت جلدی کرو قبل اسکے کہ گناہون کے زہر ایمان کی روح مین اپنا کام کر جائین۔ پھر اُس وقت

الاحتماء ولا علاج الاطباء ولا نصح الناصحين ولا وعظ الواعظين ويحق عليه القول انه من
پرہیز اور علاج سے کچھ فائدہ نہوگا ناصحون کی نصیحت اور واعظون کے وعظ سے اور اُسپر یہ بات پھب جائے گی کہ وہ

الكافرين ويدخل تحت عموم قوله تعالى انا جعلنا في اعناقهم اغلالا فهي الى الاذقان فهم مقمحون
کافرون سے ہو اور اللہ کے اس عام قول مین شامل ہو جائیگا ہم نے انکی گردنون مین طوق ڈالے ہین جو ٹھوڑیون تک ہین پس وہ سر اُٹھائے رہے ہین

ولا يغرنك لفظ الايمان وتقول المراد به الكفرون اذ قد جاء في الحديث ان الزاني لا يزني وهو مؤمن
اور تو لفظ ایمان کے گھمنڈ مین نہ رہنا کہ کہنے لگتا کہ یہان کافر مراد ہین اس لیے کہ حدیث مین آیا ہے کہ زانی زنا نہین کرتا درآن حالیکہ وہ مومن ہو

فانه عليه الصلوة والسلام ما اراد به نفي الايمان الذي هو العلم بالله وملئكته وكتبه ورسله
یہان حضور سرور کائنات نے اُس ایمان کی نفی مراد نہین لی جو اللہ اور ملائکہ اور کتب الٰہی اور پیغمبرون کے جاننے کا نام ہے

فان هذا الايمان لا ينافيه الزنا وسائر الذنوب بل اراد نفي الايمان الذي هو العلم بكون الزنا و
اس لیے کہ یہ ایمان زنا کے منافی نہین نہ اور گناہ ہونگے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ایمان سلب ہو جاتا ہی جو اس امر کے یقین کرنے کا نام ہے کہ زنا اور

سائر الذنوب مبعدا عن الله تعالى وموجبا لمقته فالمحجوب عن هذا الايمان الذي هو فرع
باقی تمام گناہ اللہ سے دور کر دیتے ہین اور غضب الٰہی کے باعث ہین پس جو شخص اُس ایمان سے جو اصل ایمان کی شاخ ہے محروم ہو گیا

سيحجب في الخاتمة عن الايمان الذي هو اصل حتى قال بعض العلماء قول العاصي للمطيع انا
وہ خاتمہ کے وقت اصل ایمان سے بھی بے بہرہ ہو جائیگا۔ بعض علما نے کہا ہے گنہگار کا پرہیزگار سے یہ کہنا کہ مین بھی

مؤمن كما انت مؤمن يشبه قول شجرة القرع لشجرة الصنوبر انا شجرة كما انت شجرة وما احسن
مومن ہون جیسے کہ تو مؤمن ہو ایسا ہے کہ جیسے کدو کے درخت نے صنوبر کے درخت سے کہا کہ مین درخت ہون جیسے تو درخت ہو۔ اور صنوبر کے درخت نے کیا اچھا

ما قالت شجرة الصنوبر لها في الجواب انك ستعرفين حالك اذا عصفت رياح الخريف و
جواب دیا ہے تجھکو تو اپنا حال اُس وقت معلوم ہو جائیگا جسوقت خزان کی ہوائین چلینگی اور

انقلعت اصولك وانتشرت اوراقك فعند ذلك ينكشف غرورك بمجرد مشاركتك اياي في
تیری جڑین اُکھڑ جائینگی اور تیرے پتے اُڑتے پھرینگے۔ اُسوقت تجھکو اپنے غرور کی حقیقت معلوم ہو جائے گی جو محض

اسم الشجر مع الغفلة عن اسباب ثبات الاشجار فكذا العاصي سيعرف حاله اذا عصفت
درخت کے نام مین شرکت اور درختون کے قیام کے ذرائع سے بے خبری کیوجہ سے ہو اسیطرح گنہگار کو عنقریب اپنا حال معلوم ہو جائے گا جبکہ

رياح الاجل وظهرت سكرات الموت فعند ذلك ينكشف غروره بمجرد مشاركته المطيع
موت کی ہوائین چلینگی اور جانکنی شروع ہوگی اُسوقت اُسکو اپنے اس غرور کا حال کھلیگا صرف نام کا مؤمن ہونے سے

فإن سهو المؤمن مع الغفلة من اسباب ثبات الايمان وهذا امر يظهر عند الخاتمة حتى قال بعض
ایک پرہیزگار کی برابری کرتا تھا باوجودیکہ اُسکو اُسکی خبر بھی نہ تھی کہ ایمان کے قائم رکھنے کے کیا ذریعے ہیں۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ خاتمہ کے وقت ظاہر ہوتی ہے حتی کہ بعض

العارفين اذا ظهر ملك الموت للعبد يعلم ذلك العبد انه لم يبق من عمره شئ فيبدو له حينئذ
عارفین کہتے ہیں کہ جب ملک الموت بندہ کو ظاہر ہوتے ہیں تو بندہ جانتا ہے کہ اب میری عمر کچھ نہیں رہی اُس وقت اُس کو اس درجہ

من الحسرة والندامة مالو كانت له من الدنيا بجملتها لكان يبذلها ليضم الى عمره ساعة حتى
حسرت اور ندامت پیدا ہوتی ہے کہ اگر اُسکے قبضے میں تمام دنیا ہوتی تو وہ اُسکو صرف اس لیے خرچ کر دیتا کہ ایک گھڑی عمر اور بڑھ جائے

يتدارك تفريطه ولا يجد الى ذلك سبيلا فيتجرع غصة الياس عن التدارك وحسرة الندامة
کہ اپنی بدعنوانیوں کا تدارک کرلے لیکن اُسکی کوئی سبیل نہ ہوگی پس وہ خوف کے گھونٹ بوجہ تدارک نہ کرسکنے کے پیتے گا اور بد پر مضر اور بے فائدہ

على تضييع العمر فيما يضره ولا ينفعه فيجعل روحه يتغرغر فيغلق عنه باب التوبة فيبقى في
چیزوں میں عمر ضائع ہونے کی ندامت پر حسرت ہوگی۔ پھر اُسکی روح کا غرغرہ شروع ہوجائیگا اور توبہ کا دروازہ اُس کے لیے بند ہو جائیگا

الحسرة والندامة ولذلك قيل وليست التوبة للذين يعملون السيئات حتى اذا حضر احدهم
اور وہ حسرت اور ندامت کرتا رہ جائیگا اسی واسطے اللہ فرماتا ہے اُن لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہ کرتے رہتے ہیں اور جب کسی ایک کو موت آگئی

الموت قال انى تبت الان وانما التوبة على الله للذين يعملون السوء بجهالة ثم يتوبون من
تو کہنے لگا اب میں توبہ کرتا ہوں بلکہ توبہ تو اُن ہی کی ہے جنھوں نے جہالت سے گناہ کیے پھر قریب ہی توبہ کرلی

قريب والمراد بالقرب قرب العهد بالمعصية بان يندم عليها ويمحو اثرها بحسنة يردفها بها قبل
قریب سے مراد قریب زمانۂ گناہ ہے کہ اُس گناہ پر نادم ہوا اور کسی نیکی سے اُسکا اثر مٹا دیا قبل

ان يتراكم ظلمتها على القلب فلا يقبل المحو ولذلك قال النبي عليه الصلوة والسلام اتبع السيئة
اسکے کہ اُسکی تاریکی دل پر چھا جائے اور مٹائے نہ مٹے اسی لیے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ برائی کے بعد ہی

الحسنة تمحها وقال لقمان لابنه يا بني لا تؤخر التوبة فان الموت تاتى بغتة فمن ترك المبادرة
کوئی نیکی کرنے یہ نیکی برائی کے اثر کو مٹا دیگی۔ لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے بچہ توبہ میں کبھی دیر نکرنا اس لیے کہ موت یکایک آجاتی ہے سو جو شخص جلد

الى التوبة بالتسويف قد يهجم اجله الموت فلا يجد مهلة للاشتغال بالمحو ولذلك ورد في الخبر
توبہ نکرے اور اب اور تب پر ٹالتا رہے کبھی موت اتنی جلدی آجاتی ہے کہ اُسکے مٹانے کی مہلت ہی نہیں ملتی۔ اس واسطے حدیث میں آیا ہے

عن ابن عباس انه عليه الصلوة والسلام قال هلك المسوفون والمسوف من يقول سوف اتوب
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا مسوف لوگ تباہ ہوگئے۔ اور مسوف وہ ہے جو کہتا ہے کہ آئندہ توبہ کرلونگا

وهو هالك لانه بنى الامر على البقاء الذى لم يفوض اليه ولعله لا يبقى وان بقى فانه كما لا يقدر على ترك
اور وہ ہلاک ہوگیا کیونکہ اُسنے اپنے کام کی بنا بقا پر رکھی ہے جو اُس کے اختیار میں نہیں ہے۔ شاید وہ آگے زندہ ہی نہ رہا اور اگر زندہ بھی رہا تو جیسا کہ وہ گناہ آج نہیں چھوڑ سکا

الذنب اليوم لا يقدر على تركه غدا لان عجزه عن الترك فى الحال ليس الا لغلبة الشهوة عليه والشهوة لا تفارقه
کل بھی نہ چھوڑ سکے گا۔ کیونکہ آج وہ جس وجہ سے نہیں چھوڑ سکا وہ غلبۂ شہوت ہی سے ہے اور شہوت کبھی نہ چھوٹے گی

بل تتضاعف وتتاكد بالاعتياد فليست الشهوة التى اكدها الانسان بالاعتياد كالشهوة التى لم يؤكدها
بلکہ بڑھتی جائیگی اور عادت ہوجانے سے پختہ ہوجائیگی اور وہ شہوت جسے خوگر ہو کر پختہ کرلیا ہو اُس شہوت جیسی نہیں جسکو ابھی پختہ نہیں کیا

وعن هذا قيل هلك المسوفون فانهم يظنون ان بين المتماثلين فرقا ولا يدرون ان الايام متشابهة فى
اسی لیے کہا گیا ہے کہ مسوف لوگ ہلاک ہوگئے کہ یہ لوگ دو مشابہ چیز دن میں فرق سمجھتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ سب دن یکساں ہیں

كون ترك الشهوات شاقا فيها ابدا فعلى العاقل ان يبادر بالتوبة اذا صدر منه شئ من المنهيات
اور شہوت کا چھوڑنا ہمیشہ دشوار ہے پس عاقل کو چاہیے کہ جب اُس سے کوئی گناہ سرزد ہو تو توبہ میں جلدی کرے

لان من عصى الله تعالى في شيء منها ولم يتب عنه على الفور يكون من الظالمين لقوله تعالى ومن
کیونکہ جو شخص کسی بات میں اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور فوراً ہی اُس سے توبہ نہیں کی تو وہ ظالموں میں سے ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن

لم يتب فأولئك هم الظالمون والتوبة عبارة عن معنى يحصل من امور ثلثة علم وحال وقصد
لوگوں نے توبہ نہیں کی وہ ظالم ہیں۔ توبہ اُس کیفیت کا نام ہے جو تین چیزوں سے یعنے علم اور حال اور قصد سے حاصل ہو

اما العلم فهو معرفة عظم ضرر الذنوب وكونه حجابا بينه وبين محبوبه واما الحال فهو الندم ومعنى
علم تو اس بات کے یقین کا نام ہے کہ گناہوں میں نقصان عظیم ہے اور وہ میرے اور میرے محبوب کے درمیان پردہ ہوجائیگا اور حال ندامت کو

الندم تألم القلب وتحزنه عند شعوره بفوات محبوبه واما القصد فهو ارادة التدارك وله تعلق
کہتے ہیں اور ندامت کے یہ معنی ہیں کہ جس وقت یہ معلوم ہو کہ میرا محبوب میرے ہاتھ سے جاتا رہا تو دل میں درد ہو اور رنج معلوم ہو۔ اور قصد تدارک کے ارادہ کا نام ہے اور اُسکو

بالحال والاستقبال والماضي اما تعلقه بالحال فهو ترك كل محظور هو ملابس به واداء كل فرض
زمانۂ موجودہ اور گذشتہ اور آئندہ سے علاقہ ہے زمانۂ موجودہ سے اُس کا تعلق یوں ہے کہ بالفعل جو گناہ وہ کر رہا ہے اُس سے باز آئے اور جو فرائض اُس پر ہیں ادا کرے

هو متوجه عليه واما تعلقه بالاستقبال فهو دوام فعل الطاعات وترك المنهيات الى آخر
اور زمانۂ آئندہ سے تعلق ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آخر عمر تک گناہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ دے اور عبادت کرتا رہے

العمر واما تعلقه بالماضي فهو تداركه ما فرط فيه وطريق التدارك ان ينظر الى الطاعات ما ترك
اور زمانۂ گذشتہ سے اُس کو یہ علاقہ ہے کہ جو افراط تفریط وہ کر چکا ہے اُسکا تدارک کرے اور تدارک کا یہ طریقہ ہے کہ چھوٹی ہوئی عبادات

منها والى المعاصي ما فعل منها فان كان ترك شيئا من الطاعات يتداركه بالقضاء فاذا اقضى ما عليه
اور کیے گناہوں کو دیکھے اگر کچھ عبادتیں چھوٹی ہیں تو قضا سے اُنکا تدارک کرے اور جب فراغت پائے

من الفرائض والواجبات ينظر في معاصيه فما كان منها بينه وبين الله تعالى يكفي فيه الندم بالقلب
فرائض و واجبات کے قضا سے جو اُس پر تھے تو اپنے گناہوں میں غور کرے تو جو اُسکے اور اللہ کے درمیان ہوں اُن میں تو دل سے شرمندہ

والاستغفار باللسان والعزم على ان لا يعود اليه ابدا واما حقوق الخلق فما علم صاحبه يرده اليه
ہونا اور زبان سے استغفار کرنا اور آئندہ کے لیے یہ عہد کرنا کہ اب کبھی ایسا نہ کرونگا کافی ہے اور اگر خلق کے حقوق ہوں تو جو جو حقدار معلوم ہوں اُنکا حق دیدے

ان كان من الحقوق المالية وان كان من الحقوق الغير المالية يستحل منه وان لم يجعل في حل بقي عليه
اگر حقوق مالی ہوں اور اگر غیر مالی حقوق ہوں تو اُس سے معاف کرالے اور اگر معاف نہ کرے تو

مظلمته فعليه ان يحسن اليه ويسعى في مهماته حتى يستميل به قلبه اليه ويجعله في حل
اُس پر اُسکا مواخذہ رہیگا اسلیے اُسکو چاہیے کہ اُسکے ساتھ بھلائی کرے اور اُسکے کاموں میں دوڑ دھوپ کرے حتیٰ کہ اُسکو اپنی طرف مائل

فان الانسان عبيد الاحسان وقد روي عن ابن مسعود رضي انه عليه الصلوة والسلام قال
کرلے اور اُس سے خطا معاف کرالے کیونکہ انسان احسان کا بندہ ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا

جبلت القلوب على حب من احسن اليها وعلى بغض من اساء اليها فكل من نفر قلبه بسيئة
کہ دل اپنے محسن کی محبت اور بُرائی کرنے والے کے بغض پر پیدا کیے گیے ہیں پس جس شخص کا دل کسی بُرائی سے بیزار ہو جائے

يطيب قلبه بحسنة فاذا طاب قلبه بكثرة الاحسان اليه والسعي في مهماته يؤمل ان يجعله في
تو وہ بھلائی سے خوش ہو جائے گا پس جب اُس کا دل کثرت احسان اور اُسکے کاموں میں دوڑ دھوپ کرنے سے خوش ہوجائے تو امید ہے

حل وان ابى الا الاصرار يكون احسانه اليه وسعيه في مهماته من جملة حسناته التي يمكن
کہ وہ معاف کردے اور اگر وہ معاف نہ کرنے پر اصرار رہے تو اُس کا احسان اور اُس کے کاموں میں اُسکی دوڑ دھوپ خود ایسی نیکیاں ہیں کہ ممکن ہے

ان يجبر بها جنايته يوم القيمة فينبغي ان يكون قدر سعيه في فرحه وسرور قلبه بالاحسان اليه
کہ قیامت کو وہی اُسکی بُرائی کا بدلہ ہو جائیں اس لیے چاہیے کہ اُسکے ساتھ احسان کرکے اور اُسکے کاموں میں دوڑ دھوپ کرکے اُسکا دل خوش کرنے اور راضی کرنے کی

والسعی فی مهماته کقدر سعیه فی ایذائه حتی اذا قاوم احدهما الآخر او زاد علیه یاخذ ذلك منه
اسقدر کوشش کرے جسقدر کہ اسکو تکلیف پہونچائی ہو تاکہ جب دونون کا مقابلہ ہو تو برابر رہے یا کچھ بڑھ جائے

عوضا یوم القیمة وان غاب صاحب الحق او مات وعجز الظالم عن الاستحلال منه فی الحقوق الغیر
قیامت کے دن وہ اپنا عوض اسی سے لے لیگا اور اگر حقدار غایب ہو یا مر گیا ہو اور ظلم کرنیوالا حقوق غیر مالی معاف نہ کرا سکا

المالیة او کان فقیرا غیر قادر علی التصدق بمقدار ما علیه من الحقوق المالیة یجب علیه ان یکثر
یا بوجہ مفلسی اس قدر حقوق مالی جو اس کے ذمے تھے تصدق نہ کر سکا تو اسکو چاہیے

ما قدر علیه من الاعمال الصالحات ویستغفر لمن ظلمه من المؤمنین والمؤمنات فی اکثر
کہ اپنی طاقت بھر عمل صالح کثرت سے کرے اور مظلوم مؤمنین و مؤمنات کے لیے اکثر دعائے مغفرت کرتا رہے

الاوقات فانه اذا فعل کذلك یرجی من فضل الله تعالی وکرمه ان یرضی خصمه یوم القیمة لما روی
اگر اسنے ایسا کیا تو اللہ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ اس کے مدعی کو قیامت کے دن راضی کر دے چنانچہ

عن ابی هریرة انه قال بینما رسول الله صلی الله علیه وسلم جالس اذ ضحك حتی بدت ثنایاه
ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے یکایک آپ ہنس پڑے یہانتک کہ آپکے اگلے دانت کھل گئے

فقیل له مم تضحك یا رسول الله قال رجلان من امتی جثیا بین یدی رب العزة فقال احدهما
کسی نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کیون ہنستے ہین آپ نے فرمایا کہ میری امت کے دو شخص اللہ کے سامنے آ بیٹھے ایک نے کہا

یا رب خذ لی مظلمتی من هذا فقال الله تعالی اعط اخاك مظلمته فقال یا رب لم تبق من حسناتی
خداوندا اس شخص سے میرا بدلہ لے اللہ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کا حق دیدے تو اسنے کہا خدایا میری نیکیون مین سے تو کچھ بچا ہی نہین

شیء فقال الله تعالی ما تصنع باخیك لم تبق من حسناته شیء فقال یا رب فلیحمل
پھر اللہ تعالے نے فرمایا کہ اب تو اپنے بھائی کا کیا کریگا اسکے پاس تو نیکیون مین سے کچھ رہا نہین تو اسنے عرض کی خداوندا تو اسکو میرے گناہون کا

عنی من اوزاری ففاضت عینا رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم قال ان ذلك الیوم لیوم
بوجھ لادنا چاہیے اسپر رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آنکھون سے آنسو جاری ہو گئے پھر فرمایا کہ یہ دن ایسا ہو گا

یحتاج الناس فیه الی ان یحمل عنهم اوزارهم ثم قال فیقول الله تعالی للطالب حقه ارفع بصرك فانظر
کہ لوگون کو ضرورت ہوگی کہ انکے گناہ اورون پر پڑ جائین پھر فرمایا اللہ تعالی حق مانگنے والے سے کہیگا آنکھ اٹھا اور

الی الجنان فیرفع بصره فیری من الخیرات والنعمة ما یعجبه فیقول لمن هذا یا رب فیقول لمن یعطی ثمنه
بہشت کی طرف دیکھ وہ آنکھ اٹھا کر دیکھیگا تو اسکو ایسی خیر اور نعمتین نظر آئینگی کہ پھڑک اٹھیگا پوچھیگا خداوندا یہ کسکے لیے ہین اللہ فرمائیگا جو اسکی قیمت دے

فیقول من یملك ثمنه فیقول انت فیقول بماذا یا رب فیقول بعفوك عن اخیك فیقول قد عفوت عنه
وہ کہیگا اسکی قیمت کون دے سکتا ہے اللہ تعالی فرمائیگا تو وہ کہیگا مین کیونکر دے سکتا ہون اللہ تعالی فرمائیگا اسطرح کہ تو اپنے بھائی کو معافی دیدے تو وہ کہیگا خداوندا مین نے اسکو معاف کیا

یا رب فیقول الله تعالی خذ بید اخیك فادخله الجنة هذا اذا لم یکن صاحب الحق کافرا واما اذا
اللہ تعالی فرمائیگا کہ اپنے بھائی کا ہاتھ تھام اور جنت مین لیجا یہ اس صورت مین ہے کہ جب حقدار کافر نہو اور اگر

کان کافرا یکون الامر مشکلا جدا لانه لعدم استحقاقه لدخول الجنة لا یوجد طریق
کافر ہو تو پھر بڑی دشواری ہے اس لیے کہ چونکہ وہ جنت کا مستحق نہین لہذا اسکے راضی کرنے کا کوئی طریق نہین ہے

لارضائه ولا لاعطاء ثواب المؤمن الیه ولا لتحمیل اثم الکفر علی المؤمن ولا یرجی منه العفو
نہ مؤمن کا ثواب ہی اسکو دے سکتے ہین اور نہ کفر کا گناہ مؤمن پر لادا جا سکتا ہے اور اس سے معافی کی بھی امید نہین ہے

فیکون خصومته اشد وکذا اذا کان الحق للبهائم بان ضربها بغیر ذنب او ضرب وجهها
پس کافر کا دعوے سخت ہوگا اسی طرح جب بہائم کا حق ہو یعنی اسکو بے گناہ مارا ہو یا کسی گناہ سے اسکے منھ پر مارا ہو

بذنب او حملتها فوق طاقتها اولم یتعاهد علفها وماءها تکون خصومتها یوم القیمة اشد
یا اسکے طاقت سے زیادہ اسپر لاد دیا ہو یا اسکے چارے پانی کی خبر نہ لی ہو اسکا دعوے بھی قیامت کے دن بڑا سخت ہو گا
اذ لا ذنب لها فیحمل عنها ذنبها ولیست اهلا لاخذ الحسنات فتعین العقاب
کیونکہ وہ گنہگار بھی نہیں ہیں کہ انکا گناہ اسپر لادا جائے اور نہ اس قابل ہے کہ اسکی نیکیاں اسکو دیدیجائیں تو عذاب ہی معین رہا

المجلس الثالث عشر فی بیان اخلاص التوحید سبب لحرمة النار

تیرھوین مجلس اس بیان مین کہ خالص دل سے توحید دوزخ کی آگ کو حرام کر دیتی ہے

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من احد یشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله صدقا من قلبه
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین جو شخص سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہین ہے اور یہ کہ محمدؐ اسکے رسول ہین
الا حرمه الله علی النار هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه معاذ بن جبل وظاهره یقتضی
اللہ اسکو آگ پر حرام کر دے گا یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے اور حضرت معاذ بن جبل اسکے راوی ہین اور اسکا ظاہری معنی یہ ہے لازم آتا ہے
ان لا یدخل النار کل من یاتی بکلمتی الشهادة وان لم یمتثل بالاوامر ولم ینته عن النواهی ولیس
کہ جو شخص کلمۂ شہادت پڑھے وہ دوزخ مین نہ جائے اگرچہ احکام نہ بجالائے اور مناہی سے نہ بچے حالانکہ
کذلک لان معناه ان کل من یشهد بوحدانیة الله تعالی وبرسالة رسوله ویجری علی موجب
ایسا نہین ہے اسلیے کہ اسکے معنی یہ ہین کہ جو شخص خدا کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کی گواہی دے اور بموجب اپنی گواہی کے
شهادته بامتثال الاوامر واجتناب النواهی حرمه الله تعالی علی النار یشیر الی هذا المعنی
احکام دین پر عمل کرے اور ناجائز باتون سے بچے اللہ اسکو دوزخ پر حرام کر دیگا یہ معنی
قوله علیه الصلوة والسلام صدقا من قلبه لان الشهادة اذا کانت عن صمیم القلب
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد صدقا من قلبہ سے نکلتے ہین اسلیے کہ گواہی جب تہ دل سے ہو گی
یتوجه العبد الی طلب رضی مولاه بامتثال الاوامر واجتناب النواهی واذا لم یمتثل بالاوامر و
تو بندہ اپنے مولے کے خوش کرنے کی طرف متوجہ ہو گا احکام پر عمل کریگا اور ممنوعات سے بچیگا اور اگر اسکے حکمون پر عمل نہ کیا
لم ینته عن النواهی یکون شهادته بمجرد اللسان لا عن قلب واعتقاد لان اللسان ترجمان القلب
اور گناہون سے باز نہ رہا تو اسکی گواہی صرف زبانی ہے دل سے اور اعتقاد سے نہین اسلیے کہ زبان دل کی ترجمان ہے
والاعضاء شهود علی ما یدعیه الانسان باللسان فمن ادعی بلسانه الایمان اذا استعمل
اور اعضا اسکے گواہ جسکا انسان زبانی دعوے کرتا ہے پس جو شخص زبان سے ایمان کا دعوے کرے اگر وہ ایمان کے
ارکانه علی ما یقتضیه الایمان یکون صادقا فی دعواه ویثبت ما ادعاه واذا لم یستعمل ارکانه
موافق اعضا سے عمل کرتا ہے تو وہ اپنے دعوے مین سچا ہے اور جس بات کا دعوے کیا تھا وہ ثابت ہے اور اگر بمقتضای ایمان
علی ما یقتضیه الایمان لا یکون صادقا فی دعواه ولا یثبت ما ادعاه وظهر من هذا ان ما یجری
اعضا سے نہین کام لیا تو وہ اپنے دعوے مین سچا نہین ہے نہ اسکا دعوے ثابت ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ جو بات زبان سے کہی جاتی ہے
علی اللسان قد لا یکون عن قلب واعتقاد وان کان صادقا فی الواقع کقول المنافقین لرسول الله
بعض اوقات دل سے اور اعتقاد سے نہین ہوتی اگرچہ وہ بات واقع مین صحیح ہو جیسا کہ منافقین کا رسول خدا
صلی الله علیه وسلم نشهد انک لرسول الله فان قولهم هذا کان صدقا فی الواقع بدلیل قوله تعالی
صلے اللہ علیہ وسلم سے کہنا ہم گواہی دیتے ہین کہ آپ بیشک رسول خدا ہین انکا یہ کہنا واقع مین تو سچا تھا اس دلیل سے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے
والله یعلم انک لرسوله لکن لما لم یکن عن قلب واعتقاد کذبهم الله تعالی بقوله والله یشهد ان
اللہ جانتا ہے کہ تم اسکے رسول ہو لیکن چونکہ انکی گواہی دل سے اور اعتقادی نہ تھی اللہ نے انکو جھٹلا دیا اور فرمایا کہ اللہ گواہ ہے

المنٰفقین لکٰذبون وسبب ذلک ان الشہادۃ علی ماذکر فی الصحاح خبر قاطع ولھذا اشترط فی
کہ منافقین جھوٹے ہین اور اسکا سبب یہ ہو کہ شہادت یقینی بات کو کہتے ہین جیساکہ صحاح مین مذکور ہو اسی لیے گواہ کیلیے یہ شرط ہے

الشاھد ان یشھد بشیء ثابت عندہ بیقین کما قال النبی علیہ الصلوۃ والسلام اذا علمت مثل
کہ اس بات کی گواہی دے جو اسکے نزدیک یقیناً ثابت ہو جیساکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جب تجکو آفتاب کے مثل یقین

الشمس فاشھد فمن شھد بشیء غیر ثابت عندہ بیقین یکون کذبا وان کان صدقا فی الواقع
ہو جائے اسوقت گواہی دے پس جو شخص ایسی بات کی گواہی دے جو اسکے نزدیک یقیناً ثابت نہین ہو تو وہ جھوٹا ہو اگرچہ وہ بات فی الواقع سچی ہو

ولذلک اعتبر فی الحدیث کونہ صدقا ناشیا عن مرکزہ ومنبعہ الذی ھو القلب لیظھر
اسی واسطے اس حدیث مین اسکا اعتبار فرمایا کہ وہ گواہی سچی ہو اور اپنے مرکز اور منبع یعنی دل سے نکلی ہو تاکہ اسکا اثر

اثرہ فی الاعضاء فعلی ھذا کل من ینطق بکلمتی الشھادۃ یدعی حصول علم الیقین عندہ
اعضا مین بھی ظاہر ہو اس بناپر جو شخص کلمۂ شہادت کہتا ہو تو گویا اس بات کا دعوےٰ کرتا ہے کہ اسکے معنون کا اسکو دل سے یقین ہے

بمعناھما واذا لم یکن عندہ العلم بمعناھما لا یکون صادقا فی دعواہ ولا یتحقق ما ادعاہ فکیف
اور اگر اسکو اسکے معنی کا یقین نہو تو وہ اپنے دعوے مین سچا نہین اور نہ اسکا دعوے ثابت ہے تو وہ کیونکر

یکون مؤمنا فان النطق بھما من غیر فھم معناھما لا یکفی فی حصول حقیقۃ الایمان بل
مومن ہو سکتا ہو کیونکہ صرف زبان سے بغیر معنی سمجھے ہوئے کلمہ پڑھنا حقیقت ایمان کی حاصل ہونے مین کافی نہین بلکہ

لابد فی حصول حقیقۃ الایمان ان یکون النطق بھما مع فھم معناھما لان جمیع ما یجب
حقیقت ایمان حاصل ہونے کے لیے زبانی کہنے کے ساتھ ہی معنی سمجھنا بھی ضروری ہے کیونکہ مکلف پر عقائد

علی المکلف معرفتہ من عقائد الایمان وفی حقہ تعالی وحق رسلہ مندرج فیھما لان الکلمۃ الاولی
ایمانی مین سے اللہ اور پیغمبرون کے حق مین جن باتون کا جاننا ضروری ہے وہ سب اس کلمہ مین موجود ہے اسلیے کہ کلمہ کا پہلا حصہ

منھما مرکبۃ من نفی واثبات والذی نفی عن غیرہ تعالی واثبت لہ تعالی علی طریق الحصر انما ھو
نفی اور اثبات سے مرکب ہو اور جو چیز کہ غیر خدا سے نفی کرکے بطریق حصر کے خدا کے لیے ثابت کی گئی ہو وہ

الالوھیۃ وھی تشتمل علی معنیین احدھما استغناؤہ تعالی عن جمیع ما سواہ والثانی افتقار جمیع ما عداہ
الوہیت ہو اور الوہیت دو معنی پر مشتمل ہے ایک تو خداوند عالم کا کل ماسوا سے بے نیاز ہونا دوسرے تمام ما سوا کا

الیہ تعالی فعلی ھذا یکون معنی قولنا لا الہ الا اللہ لا مستغنی عن جمیع ما سواہ ولا مفتقر الیہ جمیع
اللہ کی طرف محتاج ہونا پس اس روسے لا الہ الا اللہ کہنے کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ کے سوا ایسا کوئی نہین جو کل ماسوا سے بے نیاز ہو اور کل

ما عداہ الا اللہ تعالی فما استغناؤہ تعالی عن جمیع ما سواہ فیوجب لہ تعالی الوجود والقدم والبقاء
ماسوا اسکے محتاج ہون اور سب ماسوا سے اسکی بے نیازی نے اسکے لیے وجود اور قدامت اور بقا لازم آیا

اذ لو لم یجب لہ تعالی ھذہ الصفات لکان محتاجا الی محدث لان انتفاء شیء من ھذہ الصفات
اسلیے کہ اگر اسکے لیے یہ صفات ضروری نہوتین تو وہ بھی کسی اور پیدا کرنے والے کا محتاج ہوگا اسلیے کہ ان صفات مین سے ایک صفت کے نہونے سے

یستلزم الحدوث وکل حادث یحتاج الی محدث وکذا یوجب لہ تعالی التنزہ عن النقائص ویدخل فی
حدوث لازم آتا ہو اور ہر حادث محدث کا محتاج ہے اسی طرح اس سے یہ بھی لازم آیا کہ اللہ کی ذات تمام نقائص سے پاک ہو اور

التنزہ عن النقائص وجوب السمع والبصر والکلام اذ لو لم یجب لہ تعالی ھذہ الصفات لکان متصفا بالنقائص
نقائص سے منزہ ہونے مین سننے دیکھنے اور بولنے کا ضروری ہونا بھی شامل ہے اسلیے کہ اگر خدا کیلیے یہ صفات نہ ضروری ہون تو نقائص کے ساتھ متصف ہوگا

ومحتاجا الی من یدفع عنہ تلک النقائص وکذا یوجب لہ تعالی التنزہ عن الاغراض فی افعالہ واحکامہ
اور اس چیز کی طرف محتاج ہوگا جو اس سے ان نقائص کو دور کرے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ خدا اپنے افعال اور احکام مین اغراض سے بری ہو

اذ لو لم یجب له تعالیٰ المنزه عن الاغراض لکان محتاجا الی ما یحصل به غرضه وکذا یوجب له تعالیٰ
اسواسطے کہ اگر نہ واجب ہو اللہ تعالیٰ کے لیے غرضوں سے بری ہونا تو وہ حاجت مند ہوگا ایسے امر کا جس سے وہ غرض حاصل ہو اور ایسے ہی واجب ہے اللہ تعالیٰ کے لیے

ان لا یجب علیه فعل شیٔ من الممکنات ولا ترکه اذ لو وجب علیه شیٔ منهما لکان محتاجا الی ذلك
کہ اسپر کسی امر کا کرنا واجب نہو ممکنات مین سے یا نکرنا اسکا اسواسطے کہ اگر واجب ہو اللہ تعالیٰ پر کوئی کام تو وہ حاجت مند ہوگا اُس کام کا

الشیٔ لیتکمل به اذ لا یجب له تعالیٰ الا ما هو کمال واما افتقار جمیع ما عداه الیه تعالیٰ فیوجب له تعالیٰ
تاکہ کامل ہوجائے اِسلیے کہ اللہ تعالیٰ کو وہ صفات واجب ہین جو کمال ہین اور جمیع ماسوا کے محتاج الیہ ہونے سے واجب ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے لیے

القدرة والارادة والعلم والحیوة اذ لو لم یجب له تعالیٰ هذه الصفات لکان عاجزا عن ایجاد شیٔ من
قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات اس واسطے کہ اگر واجب نہون اللہ کے واسطے یہ صفتین تو عاجز ہوگا کائنات مین سے ہر شئے کو

الکائنات وکذا یوجب له تعالیٰ الوحدانیة اذ لو لم یجب له تعالیٰ الوحدانیة بل کان معه ثان فی
پیدا کرنے سے اور ایسے ہی واجب ہے اللہ تعالیٰ کے واسطے وحدانیت اِسلیے کہ اگر اللہ تعالیٰ واحد نہو بلکہ اُسکے ساتھ ایک اور دوسرا

الالوهیة لم یفتقر الیه شیٔ من الکائنات للزوم عجزهما ویؤخذ من افتقار جمیع ما عداه الیه تعالیٰ
الوہیت مین شریک ہو تو پھر تمام کائنات مین سے کوئی شئے اُسکی محتاج نہوگی اِسلیے کہ وہ دونون عاجز ہین اور ظاہر ہوتا ہے تمام ماسوا کی احتیاج سے طرف اللہ تعالیٰ کی

حدوث العالم باسره اذ لو کان شیٔ منه قدیما لکان مستغنیا عنه تعالیٰ غیر محتاج الیه تعالیٰ
کہ تمام عالم حادث ہے کیونکہ اگر کوئی شئے عالم مین سے قدیم ہوتی تو وہ اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہوتی اللہ کی حاجتمند نہ ہوتی

ویؤخذ منه ایضا ان لا یؤثر شیٔ من المخلوقات فی اثر ما اذ لو کان فی شیٔ من المخلوقات تاثیر فی
اور اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ مخلوقات مین سے کسی چیز کو کسی طرح کا کچھ اثر نہین ہے کیونکہ مخلوقات مین سے اگر کسی چیز مین اثر ہوتا

اثر ما لکان ذلك الاثر مستغنیا عنه تعالیٰ غیر مفتقر الیه تعالیٰ فعلی هذا کل من یقول لا اله
تو البتہ وہ اثر اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہوتا اللہ تعالےٰ کا حاجتمند نہوتا اِس بیان کے موافق جو شخص لا الٰہ

الا الله یصیر کانه یقول لا واجب الوجود الا الله ولا واجب القدم والبقاء الا الله ولا قادر علی
الا اللہ کہتا ہے وہ شخص گویا یہ کہتا ہے کوئی نہین واجب الوجود سوائے اللہ کے اور نہ کوئی قدم اور بقا والا سوا اللہ کے اور نہ کوئی تمام

ایجاد الممکنات کلها الا الله ولا عالم بما لا یتناهی من المعلومات الا الله ولا متنزه عن جمیع النقائص
ممکنات کا پیدا کرنے والا سوا اللہ کے اور نہ کوئی معلومات غیر متناہی کا جاننے والا سوا اللہ کے اور نہین ہے کوئی پاک تمام نقصانون سے

ولا عن الاغراض فی افعاله واحکامه الا الله ولا مؤثر فی شیٔ من المخلوقات الا الله وعلی هذا القیاس
اور نہ غرضون سے اپنے تمام افعال اور احکام مین سوا اللہ کے اور نہ کوئی مخلوقات مین اثر کرنے والا ہے سوائے اللہ کے اور اسی قیاس پر

کل ما وجب فی حقه تعالیٰ واستحال علیه وجاز له فقد ظهر من هذا ان فهم معنی کلمة
جو جو صفات اللہ تعالیٰ کے لیے واجب ہین یا اُسکی نسبت محال ہین اور جائز ہین اِس سے خوب ظاہر ہوا کہ سمجھنا کلمۂ توحید کے معنون کا

التوحید یتوقف علی معرفة الله تعالیٰ ولیس المراد من معرفة الله تعالیٰ معرفة ذاته لان ذاته تعالیٰ
معرفت الٰہی پر موقوف ہے اور معرفت الٰہی سے مراد یہ نہین ہے کہ ذات الٰہی کا ادراک کرے اِسلیے کہ ذات الٰہی

لیست معلومة للبشر بل المراد بها معرفة ما یجب فی حقه تعالیٰ وما یستحیل علیه وما یجوز له
کسی بشر کو معلوم نہین ہے بلکہ مراد اُن صفات کا جاننا جو خدا کے لیے واجب ہین اور جو اُسپر محال اور جو جائز ہین

لیعلم الموحد عند التکلم بها ما ینفی عن غیره تعالیٰ وما یثبت له تعالیٰ فالمنفی فیها کل فرد من
تاکہ موحد کو کلمہ پڑھتے ہوئے معلوم ہو کہ کون سی صفت غیر اللہ سے سلب کرے اور کیا کیا اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرے سو مسلوب اِس کلمہ مین ہر فرد ہے

افراد حقیقة الاله سوی الله تعالیٰ والمثبت فرد واحد من تلك الحقیقة وهو الله تعالیٰ ومعنی
افراد حقیقت الٰہ سے سوا اللہ تعالےٰ کے اور مثبت ایک فرد ہے اس حقیقت مین سے اور وہی اللہ تعالیٰ ہے اور معنی

الا الله هو الواجب الوجود المستحق للعبادة وهذا المعنى كلي يقبل بحسب مجرد ادراكه ان يصدق
اللہ کے واجب الوجود مستحق عبادت ہے اور یہ معنی کلی ہیں کہ صرف اپنے معنے کے لحاظ سے افراد کثیر پر صادق آسکتے ہیں

على كثيرين لكن الدليل العقلي القطعي يدل على استحالة التعدد فيه وعلى كونه خاصا بذات الله تعالى
لیکن دلیل عقلی یقینی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کئی خداؤں کا ہونا محال ہے اور اللہ کی ذات کے ساتھ یہ معنی مخصوص ہیں

وذلك الدليل وجود العالم فانه لكونه حادثا محتاجا الى محدث يدل على ان له محدثا وذلك المحدث
اور وہ دلیل عالم کا وجود ہے کیونکہ وہ بلحاظ اپنے حادث ہونے محدث کیطرف محتاج ہونیکے دلالت کرتا ہے کہ اُس کا کوئی موجد ہے اور ضروری ہے کہ وہ موجد

لا بد ان يكون قديما واحدا متصفا بالقدرة والارادة والحيوة والعلم لانه لو لم يكن قديما بل كان
قدیم واحد صاحب قدرت وارادہ وحیات وعلم ہو اسلیے کہ اگر وہ قدیم نہو بلکہ

حادثا لكان محتاجا الى محدث فيلزم الدور او التسلسل وكلاهما محال ولو لم يكن واحدا بل كان
حادث ہو تو محدث کا محتاج ہوگا تو دور یا تسلسل لازم آئے گا اور یہ دونوں محال ہیں اور اگر واحد نہو بلکہ

اكثر من واحد لوقع بينهما التمانع المقتضي لعدم وجود العالم ولو لم يكن متصفا بالقدرة والارادة
کئی ہوں تو آپس میں روک ٹوک واقع ہوگی جو عالم کے موجود نہونے کو مقتضی ہے اور اگر قدرت اور ارادہ

والعلم والحيوة لكان عاجزا عن ايجاد شئ من العالم لان الايجاد اثر القدرة وتاثير القدرة في شئ
اور علم اور حیات سے موصوف نہو تو عالم کی کوئی چیز پیدا نہ کرسکے گا۔ اسلیے کہ ایجاد قدرت کا اثر ہے اور قدرت کا کسی چیز میں اثر کرنا

من الاشياء يتوقف على ارادة ذلك الشئ وارادة ذلك الشئ تتوقف على العلم به لان القصد الى
اُسکے ارادہ پر موقوف ہے اور اُسکا ارادہ اُسکے علم پر موقوف ہے کیونکہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا قصد

ايجاد شئ مع عدم العلم به محال والاتصاف بهذه الصفات الثلث يتوقف على الحيوة لكونها
بدون اُسکے علم کے محال ہے۔ اور ان تینوں صفتوں سے موصوف ہونا حیات پر موقوف ہے کیونکہ حیات

شرطا فيها فعلى هذا يكون وجود العالم بل وجود كل ذرة من ذراته دليلا قطعيا على وجوده تعالى
اُنکے لیے شرط ہے اس تقریر سے عالم کا وجود بلکہ اُسکے ہر ذرہ کا وجود اللہ تعالےٰ کے وجود

وقدمه وكونه واحدا متصفا بهذه الصفات الاربع المذكورة وعلى استحالة اضدادها ولهذا
اور قدامت اور واحد ہونے اور چاروں صفات مذکورہ سے متصف ہونے پر دلیل قطعی ہے اور اس امر پر کہ ان صفات کی ضدین اُسکے لیے محال ہیں۔ اسی سے

كان بعض اهل التوحيد يقولون استدلالا بالاثر على المؤثر ما رأينا شيئا الا رأينا الله بعده فان
بعض موحد اثر سے مؤثر کے وجود پر استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمنے کسی چیز کو نہیں دیکھا کہ اُسکے بعد خدا کو نہ دیکھا ہو اس لیے کہ

كل ذرة من ذرات العالم من حيث حدوثها واحتياجها الى من يوجدها لا تزال تتكلم بكلام لا حرف
ذرات عالم میں کا ہر ذرہ بلحاظ اپنے حدوث اور احتیاج موجد کے زبان حال سے جسمیں نہ حرف ہے نہ آواز

فيه ولا صوت ان لها موجدا قديما واحدا متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحيوة يسمع
کہتا ہے کہ میرا ایک موجد ہے قدیم واحد قدیر صاحب ارادہ وعلم وحیات سُننے والے اُسکا

كلامها السامعون ولا يسمعه الذين هم عن السمع لمعزولون المراد من السمع السمع الباطن الذي
کلام سنتے ہیں اور وہ لوگ نہیں سُن سکتے جنکی سماعت بیکار کردی گئی اور سماعت سے مراد سماعت باطنی ہے جس سے

يسمع به كلام ليس بحرف ولا صوت ولا عربي ولا عجمي لا السمع الظاهر الذي لا يسمع به غير الاصوات
وہ کلام سُنا جاتا ہے جسمیں نہ حرف ہے نہ آواز نہ عربی ہے نہ عجمی سماعت ظاہری مراد نہیں ہے جس سے صرف آواز سُنی جاتی ہے

وتشارك فيه البهائم الانسان اذ لا قدر لشئ تشارك فيه البهائم الانسان والحاصل ان الانسان
اور جسمیں انسان کے ساتھ بہائم بھی شریک ہیں۔ اسلیے کہ اُس چیز کی کوئی قدر نہیں جسمیں بہائم بھی انسان کے شریک ہوں اور حاصل یہ کہ انسان

لا یعرف من صفاته تعالی بالعقل الا ما دل علیه افعاله تعالی فما لم یدل علیه افعاله تعالی
عقل سے اونھیں صفات الٰہی کو جان سکتا ہو جنپر اُسکے افعال دلالت کرتے ہین اور جنپر افعال خداوندی دلالت نہین کرتے

کالسمع والبصر والکلام فقد یستدل علی ثبوتها له تعالی تارة بالعقل وتارة بالنقل اما وجه
مثلاً سنتا دیکھنا بولنا اُسکے ثبوت کے لیے کبھی تو عقلی دلیل سے کام لیا جاتا ہو اور کبھی نقلی دلیل سے اور

الاستدلال علی ثبوتها له تعالی بالعقل فهو انها صفات کمال واضدادها صفات نقصان
اللہ تعالےٰ کے لیے اُسکے ثبوت کی عقلی دلیل یہ ہے کہ یہ صفات کمال ہین اور اُنکی ضدین ناقص صفتین ہین

واتصافه تعالی بصفات الکمال وعدم اتصافه بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه تعالی
اور ضروری ہے کہ خدا صفات کمال سے موصوف ہو اور صفات ناقص سے موصوف نہو پس خدا کا

بتلك الصفات واما وجه الاستدلال علی ثبوتها له تعالی بالنقل فهو ان الشرع قد صرح بثبوتها
ان صفات سے موصوف ہونا ضروری ہوا اور اُنکے ثبوت کی نقلی دلیل یہ ہے کہ شریعت صاف طور سے کہتی ہے کہ یہ صفتین

له تعالی فوجب العلم بثبوتها له تعالی ودلیل النقل فی هذه المسألة اولی من دلیل العقل لان تلك
خدا کے لیے ثابت ہین پس اُنکے ثبوت کا یقین بھی واجب ہوا۔ اور اس مسالہ مین نقلی دلیل عقلی دلیل سے بہتر ہے۔ اس لیے کہ ان صفات پر

الصفات لا یتوقف علیها افعاله تعالی حتی یستدل بها علی ثبوتها له تعالی وذاته تعالی لم یکن
افعال خداوندی مبنی نہین ہین جنسے ثبوت پر استدلال کیا جائے اور ذات خدا کسی کو

معلوما لاحد حتی یعلم انها فی حقه تعالی کمال یجب اتصافه بها بحیث لو لم یتصف بها یلزم
معلوم نہین جس سے معلوم کیا جائے کہ یہ صفتین اللہ کے حق مین کمال ہین جنسے اُسکا متصف ہونا ضروری ہو کہ اگر اُنسے نہ موصوف ہو تو

ان یتصف باضدادها بل کونها کمالا انما هو بالنسبة الینا ولا یلزم من کون الشیء بالنسبة
لازم ہو کہ اُنکی ضدون سے موصوف ہو بلکہ ان اوصاف کا کمال ہونا صرف ہمارے اعتبار سے ہے۔ اور یہ ضرور نہین کہ جو چیز ہمارے لیے

الینا کمالا ان یکون فی حقه تعالی کمالا الا تری ان اللذة والالم کونهما کمالا بالنسبة الینا ممتنعان
کمال ہو خدا کے لیے بھی کمال ہو۔ تم نہین دیکھتے کہ لذت اور درد باوجودیکہ ہمارے لیے کمال ہین اللہ کے حق مین

فی حقه تعالی لکونهما من عوارض الاجسام فقد ظهر من هذا ان الکلمة الاولی من کلمتی الشهادة
محال ہین۔ کیونکہ وہ عوارض جسمانی سے ہین اس سے معلوم ہوا کہ کلمۂ شہادت کا پہلا حصہ

تضمنت الاقسام الثلثة التی یجب علی المکلف معرفتها فی حقه تعالی وهی ما یجب فی حقه تعالی
اُن تینون قسمون کو شامل ہو جنکا جاننا حق تعالیٰ کے بارہ مین مکلف پر فرض ہے یعنی وہ صفتین جو اللہ کے لیے واجب ہین

وما یستحیل علیه وما یجوز له والمراد بما یجب فی حقه تعالی صفاته الثبوتیة وبما یستحیل
اور وہ جو محال ہین اور وہ جائز ہین اُن صفتون سے جو اللہ کے لیے واجب ہین۔ صفات ثبوتیہ مراد ہین اور محال صفتون سے

علیه صفاته السلبیة وبما یجوز له صفاته الفعلیة واما الکلمة الثانیة فقد حکم فیها بکون
مراد صفات سلبیہ ہین اور جائز صفتون سے صفات فعلیہ مراد ہین اور کلمہ کے دوسرے حصہ مین اس بات کا حکم ہے کہ

محمد صلی اللہ علیه وسلم رسولا من عند اللہ ولا بد فی معرفة ذلك من دلیل وذلك الدلیل ظهور
محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہین اور اُسکے معلوم کرنے کے لیے کوئی دلیل چاہیے۔ اور وہ دلیل معجزہ کا

المعجزة علی یده عند ادعائه الرسالة فان المعجزة تصدیق فعلی من اللہ تعالی لرسوله لانها فعل
ظاہر ہونا ہے جس وقت پیغمبر پیغمبری کا دعویٰ کرے۔ کیونکہ معجزہ اللہ کی جانب سے تصدیق فعلی ہے اس لیے کہ وہ

من افعاله تعالی خارق للعادة قائم مقام صریح القول فی تصدیق رسوله فی دعواه الرسالة فانه تعالی
عادت کے خلاف افعال الٰہی مین سے ایک فعل ہو۔ دعوائے رسالت مین پیغمبر کے صریح تصدیقی قول کے قائم مقام ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

اما خلق امراً خارقاً للعادة علی ید رسوله حین ادعائه الرسالة صار کأنه قال صدق رسولی فی کل
جب کوئی امر خارق عادت دعوائے رسالت کے وقت اپنے رسول کے ہاتھ پر ظاہر کیا تو گویا اُس نے یہ فرمادیا کہ میرا رسول

ما یبلغ عنی سواء کان تبلیغه بقوله او فعله او سکوته قال العلماء مثال ذلک ان رجلا اذا قام
میری جانب سے جو احکام بیان کرے سچ ہے خواہ اُسکی تبلیغ قولاً ہو یا فعلاً یا بطریق سکوت علما نے کہا ہے کہ اسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے جب

فی مجلس ملک بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملک بعثنی الیکم بلغکم کذا من التکالیف فطلبوا
بادشاہ کے دربار میں ایک جماعت کے روبرو کھڑے ہو کر یون کہا کہ مین اس بادشاہ کا ایلچی ہون مجکو تمھارے پاس یہ احکام دیکر بھیجا ہے لوگون نے

منه حجة تدل علی صدقه فقال آیة صدقی ان اطلب من الملک ان یخالف عادته و یقوم من
اُس سے ثبوت طلب کیا جس سے اُسکی سچائی ثابت ہو تو اُسنے کہا کہ میری سچائی کی نشانی یہ ہے کہ مین بادشاہ سے درخواست کرتا ہون کہ اپنی عادت کے خلاف تین دفعہ

مقامه ویقعد ثلث مرات ففعل الملک ذلک بطلبه فان ذلک الفعل من الملک قائم مقام قوله صدق
بیٹھے۔ پھر بادشاہ نے اُسکے کہنے سے یہی کیا۔ تو بادشاہ کا یہ فعل اس کہدینے کے قائم مقام ہے کہ

هذا الرجل فی کل ما یبلغ عنی و یفید العلم الضروری بصدقه لمن شاهد ذلک الفعل من
یہ شخص جو کچھ میری طرف سے بیان کرتا ہے سچ ہے اور اُس سے اُسکی صداقت کا بدیہی علم ہو جائے گا اُنکو جنھنے بادشاہ کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھا ہے

الملک ولمن لم یشاهده بل وصل الیه خبره بالتواتر ولا شک ان هذا المثال مطابق لحال الرسول
یا دیکھا نہین لیکن یہ خبر بطریق تواتر اُسکو پہونچی ہے اور کوئی شک نہین کہ یہ مثال رسول علیہ السلام کے حال کے مطابق ہے

علیه السلام فی افادة معجزته العلم الضروری بصدقه لمن شاهدها ولمن لم یشاهدها بل وصل
اس بارہ مین کہ اُسکا معجزہ بھی اُن لوگون کے لیے رسول علیہ السلام کی سچائی کی دلیل ہے۔ جنھون نے معجزہ دیکھا ہے یا دیکھا نہین بلکہ

الیه خبرها بالتواتر ثم ان المعجزة لما کانت تصدیقا فعلیا من الله تعالی لرسولنا محمد صلی الله علیه وسلم
اُسکی خبر تواتر سے اُنکو ملی ہے پھر چونکہ معجزہ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ کی طرف سے تصدیق فعلی ہے

لزم ان یکون تصدیقا فعلیا منه تعالی لغیره من الانبیاء لانهم فی معناه فیجب فی حق جمیعهم
اس لیے لازم ہے کہ اور انبیا کے لیے بھی اللہ کی جانب سے تصدیق فعلی ہو اس لیے کہ وہ بھی نبی ہین پس سب کے لیے

الصدق والامانة وتبلیغ ما امروا تبلیغه للخلق ویستحیل فی حقهم اضداد هذه الصفات وهی الکذب
صدق اور امانت اور جسکے پہونچانے کے مامور ہین اُسکی تبلیغ ضروری ہے اور اُن کے حق مین ان صفتون کی ضدین یعنے کذب

والخیانة وکتمان شیء مما امروا بتبلیغه للخلق ویجوز فی حقهم من الاعراض البشریة ما لا یؤدی الی نقص فی مراتبهم
اور خیانت اور امر تبلیغی کا چھپانا محال ہین اور اُن کے حق مین وہ عوارض بشری جائز ہین جنسے اُنکی شان رسالت مین کوئی بٹہ نہین لگتا

کالمرض ونحوه اما وجوب الصدق لهم واستحالة الکذب علیهم فلانه تعالی یصدقهم بالمعجزة القائمة
مثلاً بیماری وغیرہ اور اُنکے لیے صدق کی ضرورت اور کذب کا محال ہونا اس لیے ضروری ہے کہ خداوند عالم اُنکی تصدیق معجزہ سے کرتا ہے

مقام صریح القول فلو لم یجب لهم الصدق بل جاز علیهم الکذب لجاز علی الله تعالی لان تصدیق
جو اُسکے ارشاد صریح کے قائم مقام ہے پس اگر صدق اُنکا ضروری نہوتا اور اُن سے جھوٹ بولنا ممکن ہوتا تو اللہ کا جھوٹ لازم آتا ہے کیونکہ جھوٹے کو

الکاذب کذب والکذب علی الله تعالی محال واما وجوب الامانة لهم واستحالة الخیانة علیهم فلانهم
سچا کہنا بھی جھوٹ ہے اور جھوٹ اللہ کے لیے محال اور امانت کا واجب ہونا اور خیانت کا محال ہونا اس لیے ہے کہ اگر وہ

لو خانوا بفعل شیء مما هو محرم او مکروه لانقلب ذلک الفعل طاعة لانه تعالی امر الخلق بالاقتداء
کسی فعل حرام یا مکروہ مین خیانت کرین تو لازم آتا ہے کہ وہ فعل طاعت ہو جائے اس لیے کہ خدا نے خلق کو حکم دیا ہے کہ

بهم فی افعالهم واقوالهم وسکوتهم والله تعالی لا یأمر بما هو محرم او مکروه فلو علم منهم خیانة لما امر
انبیا کے افعال اور اقوال اور سکوت مین پیروی کرین اور اللہ حرم یا مکروہ کے کرنے کا حکم نہین دیتا۔ پس اگر اللہ کے نزدیک وہ خائن ہوتے تو ہرگز

الخلق بالاقتداء بهم فثبت بذلك انه تعالى عصمهم عن فعل شئ مما هو محرم او مكروه فلا يقع منهم
انکی پیروی کرنے کا حکم دیدیا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ اللہ نے انکو حرام اور مکروہ کاموں سے معصوم بنایا ہے۔ اسی لیے ان سے وہی کام ہوتے ہین

الا ما هو واجب ومندوب او مباح هذا بالنظر الى نفس الفعل واما بالنظر اليهم فالحق ان افعالهم دائرة
جو واجب یا مستحب یا مباح ہون یہ بلحاظ نفس فعل کے ہے اور بلحاظ انکی شان کے تو حق یہ ہے کہ انکا فعل

بين الوجوب والندب لا غير لان المباح لا يقع منهم كما يقع من غيرهم بمقتضى الشهوات بل نما يقع منهم
واجب اور مستحب کے درمیان رہتا ہے۔ اور کوئی کام نہین ہوتا۔ اس لیے کہ انسے جائز کام نہین ہوتے جیسے کہ عام لوگون سے بمقتضائے خواہش نفس کے ہوتے ہین بلکہ

بنية صالحة يصير بها طاعة واقل ذلك قصدا لتعليم لغيرهم اذا ثبت هذا يجب على كل مؤمن
مباح کام بھی محض نیک نیتی سے ان سے ہوتا ہے جس سے وہ طاعت ہوجاتا ہے۔ کم از کم یہ کہ وہ کام تعلیم امت کے لیے کرتے ہین۔ جب یہ ثابت ہوگیا تو ہر مؤمن پر واجب ہے

ان يكون على حذر عظيم وجل شديد على ايمانه ان يسلب منه بان يصغى باذنه او يلتفت
کہ بہت پرہیز کرتا رہے اور ڈرتا رہے کہ ایمان نہ جاتا رہے اسطرح کہ ان خرافات کو اپنے کانون سے سنے یا اپنی عقل کو اس طرف متوجہ کرے

بعقله الى خرائف ينقلها في حقهم خذلة المؤرخين ويتبعهم في بعضها بعض الجهلة من المفسرين
جنکو بعض گمراہ مؤرخین نے انکے حق مین لکھا ہے اور بعض جاہل مفسرین نے بعض باتون مین انکی پیروی کی ہے

فانهم لقلة تحصيلهم وعدم تحقيقهم ربما يفترون في ذلك بظواهر من الكتاب والسنة ولهذا
کہ لوا۔ بسبب کم علمی اور غیر محقق ہونے کے ظاہر کتاب وسنت سے بعضے وقت افترا کر بیٹھے ہین اور اسی لیے

قيل التمسك في معرفة الله تعالى ومعرفة رسوله بمجرد ظواهر الكتاب والسنة اصل من اصول
کہتے ہین کہ خدا ورسول کی معرفت مین محض ظاہر مضمون کتاب وسنت سے دلیل پکڑنا اصول کفر مین سے ہے

الكفر قال الامام السنوسي وكذلك تلقى هذا العلم من مجرد الكتب والمشائخ المصحفين والمتفقهين
امام سنوسی کہتے ہین ایسے ہی اس علم کا محض کتابون اور مشائخ تصحیف کار اور غیر محقق فقیہون سے حاصل کرنا کفر کی جڑ ہے

بلا تحقيق واما وجوب التبليغ لهم واستحالة الكتمان عليهم فلانهم لو كتموا شيئا مما امروا بتبليغه لكان
اور احکام رسانی کا واجب ہونا اور حق پوشی کا محال ہونا اس لیے ضروری ہے کہ اگر کوئی بات اپنی مخفی رکھے جس کے بتلانے کا حکم تھا تو

الناس مامورين بالاقتداء بهم في كتمان بعض ما امروا بتبليغه من العلم النافع لمن اضطر اليه وكيف
عام لوگ بھی اسکی پیروی کے مامور ہونگے کہ کسی کسی بات کو جسکا بتلانا فرض ہے حاجتمند سے چھپا لیا کرین اور یہ کیونکر

يتصور ذلك فان الكتمان حرام ملعون فاعله بشهادة قوله تعالى اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ
خیال مین آسکتا ہے اس لیے کہ حق پوشی حرام ہے اور حق پوش ملعون ہے۔ اس ارشاد جناب باری کی شہادت سے جو لوگ چھپاتے ہین جو ہمنے نازل کیا

الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝
صاف حکم اور ہدایت کی بعد اس بات کو کہ ہم بیان کر چکے لوگون کے لیے کتاب مین انپر لعنت کرتا ہے اللہ اور لعنت کرتے ہین سب لعنت کرنے والے

واما جواز الاعراض البشرية في حقهم فلانها لا تضر في رسالتهم وعلو منزلتهم بل هي مما تزيد في
اور اعراض بشری کا انکے حق مین ممکن ہونا یہ اس لیے ہے کہ انکی رسالت اور بلند مرتبے مین مضر نہین ہے بلکہ یہ تو ایسی بات ہے جس سے انکا مرتبہ

علو انهم باعتبار تعظيم اجرهم من جهة ما يقارنها من طاعة صبرهم فانه تعالى كان قادرا على
اور بھی بڑھ جاتا ہے کیونکہ صبر کی طاعت کے ملجانے سے انکو اور بھی بڑا اجر ملے گا خدا کو قدرت تھی

ايصاله اليهم ذلك الثواب العظيم بلا مشقة تلحقهم لكن بعظيم حكمته اختار ان يوصل اليهم
کہ وہ ثواب عظیم انکو بلا محنت عطا فرماتا لیکن اسنے اپنی حکمت کاملہ سے یہ پسند کیا کہ انکو وہ ثواب

ذلك الثواب مع تلك الاعراض ففيه تقابضعفاء العقول لئلا يعتقدوا فيهم الالوهية وفيها ايضا اعظم
ان عوارض انسانی کے ساتھ عطا کرے یہ بوجہ کم عقل والون پر عنایت کی تاکہ انھین الوہیت کے قائل نہو جائین اور انھین اس بات کی بھی بڑی

دليل على صدقهم وكونهم مبعوثين من عند الله تعالى وكون ما ظهرت على ايديهم من الخوارق مخلوقة
دلیل ہے کہ وہ سچے ہیں اور اللہ کیطرف سے بھیجے ہوئے ہیں اور یہ کہ جو معجزے انکے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں یہ سب اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں

لله تعالى من غير ان يكون لهم قدرة على اختراعها اذ لو كان لهم قدرة على اختراعها لدفعوا عن انفسهم
ان پیغمبروں کو انکے پیدا کرنے کی کوئی قدرت نہیں ہے کیونکہ اگر انکو اسکی قدرت ہوتی تو وہ اپنے اوپر سے اُن باتوں کو دور کر سکتے

ما هو ايسر منها من المرض والجوع والعطش في الحر والبرد واذية الخلق ونحو ذلك وفيها ايضا فائدة
جو معجزوں سے زیادہ آسان ہیں مثلاً بیماری بھوک پیاس گرمی سردی کی تکلیف اور ایذائے خلق وغیرہ اور اسمیں ایک بڑا فائدہ اور بھی ہے

عظيمة وهي تشريع الاحكام للخلق المتعلقة بها كما عرف احكام السهو في الصلوة من سهوه عليه السلام
وہ یہ کہ خلق کے لیے وہ احکام مقرر ہوں جو ان عوارض سے متعلق ہیں جیسا کہ حضور علیہ السلام کو سہو ہو جانے سے سہو نماز کے احکام معلوم ہو گئے

وكيفية اداء الصلوة في حال المرض والخوف من فعله عليه الصلوة والسلام وهيأة اكل الطعام وشرب
اور حالت خوف و مرض میں ادائے نماز کی کیفیت حضور کے فعل سے معلوم ہوئی اور کھانے پینے کے آداب

الماء ونحوها من اكله وشربه عليه الصلوة والسلام فقد ظهر من هذا ان كلمتي الشهادة مع اختصارهما
آپ کے کھانے پینے سے معلوم ہوئے اس تمام تقریر سے معلوم ہوا کہ کلمۂ شہادت باوجود اتنا مختصر ہونے کے

متضمنتان لجميع ما يجب على المكلف معرفته في حقه تعالى وحق رسله من عقائد الايمان ولذلك
اُن تمام عقائد ایمان کی باتوں کو شامل ہے جنکا جاننا اللہ و رسول کے حق میں مکلف پر فرض ہے

جعلها الشرع دليلا على ما في القلب من عقائد الايمان حتى لا يقبل من احد الايمان الا بهما فعلى هذا ينبغي
اور اسی واسطے شرع نے اس کلمہ کو عقائد ایمانی پر جو دل میں ہوں دلیل ٹھہرایا ہے یہانتک کہ ان کلموں کے بغیر کسی کا ایمان مقبول نہیں ہے

للعاقل ان يستحضر معناهما ثم يشتغل بذكرهما صباحا ومساء حتى يمتزجا معناهما بلحمه ودمه
اسلیے عاقل پر فرض ہے کہ اسکے معنی ذہن نشین کرے پھر صبح و شام اس کلمہ کو پڑھا کرے یہانتک کہ اسکے معنی خون اور گوشت میں ملجائیں

يسرنا الله المداومة على ذكرهما مع فهم معناهما ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم
خدا ہمکو معنی سمجھکر انکے ہمیشہ ذکر کرنے کی توفیق دے اور نہیں ہے توفیق و طاقت لیکن اللہ بزرگ و برتر کی مدد سے

المجلس الرابع عشر في بيان الايمان المنجي لصاحبه يوم القيمة
چودھویں مجلس اس ایمان کے بیان میں جو ایماندار کو روز قیامت نجات دلائیگا

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات على ذلك
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس بندہ نے لا آلہ الا اللہ کہا پھر اسی ایمان پر مرگیا

الا دخل الجنة هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو ذر وظاهره يقتضي ان يدخل الجنة
وہ جنتی ہے یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے اور اسکے راوی ابو ذر ہیں اور اسی کا ظاہر اس بات کو مقتضی ہے

كل من ياتي بالكلمة الاولى من كلمتي الايمان وان لم يات بالكلمة الثانية منهما وليس كذلك لانه
کہ جو شخص کلمہ کے پہلے حصہ یعنی توحید کے مضمون پر ایمان لائے وہ جنتی ہے اگرچہ کلمہ کے دوسرے حصہ یعنی مضمون رسالت پر ایمان نہ لائے حالانکہ ایسا نہیں ہے اس لیے

عليه السلام وان لم يذكر فيه احدى كلمتي الايمان لكنها مرادة لان قول من يقول لا اله الا الله
کہ آنحضرت نے اگرچہ دوسرے حصہ کا ذکر اسمیں نہیں کیا لیکن وہ بھی آپ کی مراد ہے اسلیے کہ صرف لا آلہ الا اللہ کہنے سے

لا يستلزم دخول الجنة ما لم يضم اليه قوله محمد رسول الله اذ لا يتم الايمان الا بهما ثم انه عليه الصلوة والسلام
جنت میں داخل ہونا لازم نہیں آتا تاوقتیکہ محمد رسول اللہ کا بھی قائل نہو اس لیے کہ ایمان بے ان دونوں کے پورا نہیں ہوتا ہے پھر آنحضرت علیہ السلام نے

اشار بقوله ثم مات على ذلك الى لزوم الثبات على الايمان الى الموت لان من لم يثبت على الايمان بل
اپنے قول ثم مات علی ذلک سے یہ بتلایا کہ آخر دم تک اس کلمہ پر ثابت رہنا چاہیے اس لیے کہ جو شخص ایمان پر ثابت نہ رہا بلکہ

مات على الكفر لا ينفعه ايمانه الذي كان قبل ذلك وانما ينفعه الايمان الذي يكون ثابتا الى الموت
كفر پر خاتمہ ہوا تو اسکا ایمان جو پہلے تھا کچھ مفید نہوگا بلکہ مفید تو وہی ایمان ہے جو مرتے دم تک قائم رہے

حيث يكون سببا لدخول الجنة وان كان له ذنوب كثيرة لم يتب عنها فان من مات على الايمان
کیونکہ جنت مین وہ داخل ہونیکا سبب ہو جائیگا۔ اگرچہ اسکے بہتیرے گناہ ہون جنسے اسنے توبہ بھی نہ کی ہو۔ اسلیے کہ جو شخص ایمان کے ساتھ مرتا ہے

مع كونه مصرا على الذنوب غير تائب عنها يكون في مشية الله تعالى ان شاء يعفو عنه ويدخله
اور اسنے بہت گناہ بھی کیے ہین۔ اور توبہ نہین کی تو وہ اللہ کی مشیت مین ہوگا چاہے تو بخشے اور بلا عذاب

الجنة بلا عذاب وان شاء يعذبه بقدر ذنوبه ثم يدخل الجنة ولو بعد حين لكن ينبغي ان يعلم
جنت مین لیجائے اور چاہے بقدر گناہ کے عذاب کرنے اُس کے بعد جنت مین داخل کرے گو کچھ مدت بعد سہی لیکن جاننا چاہیے

ان كلمتي الايمان لتضمنهما اثبات ذات الله وصفاته وافعاله واثبات رسالة الرسول لابد ان
کہ کلمۂ ایمان چونکہ ذات وصفات وافعال خدا کو اور رسول کی رسالت کو ثابت کرتا ہے اسلیے

يكون النطق بهما مع معرفة معناهما لان النطق بهما من غير معرفة معناهما لا يكفي في حصول حقيقة
اسکو اسکے معنے سمجھکر پڑھنا چاہیے کیونکہ بے سمجھے اسکا پڑھنا حصول حقیقت ایمان کے لیے کافی نہین ہے

الايمان لان الايمان مبناه على هذه الاركان الاربعة فاذا لم يتحقق العلم بما تضمنتاه
اسلیے کہ ایمان ان چارون رکنون پر مبنی ہے توجب اُنکے مضامین کا علم نہوا

لا يكون لهما طائل ولا محصول اذ ليست فضيلة هاتين الكلمتين بازاء تحريك اللسان من
تو اُس کے پڑھنے سے کچھ فائدہ نہین نہ کچھ حاصل اسلیے کہ اس کلمہ کی فضیلت زبان ہلانیکی وجہ سے نہین

غير حصول معناهما في القلب بل فضيلتهما بازاء هذه المعرفة التي هي حقيقة الايمان فعلى هذا
کہ دل مین اسکے معنی حاصل نہون بلکہ فضیلت کلمہ کی. وہ معنے. جاننے پر ہے جو ایمان کی حقیقت ہے اس بنا پر

يجب على كل مؤمن ان يعتني بشانهما في معرفة معناهما اذ هما ثمن الجنة وسبب الخلاص من المهالك
ہر مومن پر واجب ہے کہ معنے سمجھنے مین کوشش کرے اسلیے کہ یہی جنت کی قیمت اور دنیا و آخرت کے مصائب سے نجات پانیکا ذریعہ ہے

في الدنيا والاخرة وقد نص العلماء على لزوم معرفة معناهما والا لا ينفع بهما متلفظهما في الانقاذ من
علما نے صاف تصریح کی ہے کہ اسکے معنی سمجھنا ضروری ہے ورنہ صرف زبان سے کہنے والے کو عذاب دائمی سے چھٹکارا حاصل ہونے مین

الخلود في النار فان كثيرا من الائمة قد سئلوا عن شخص ينطق بكلمتي الايمان ويصلي ويصوم
مفید نہوگا کیونکہ اکثر اماموں سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کلمہ پڑھتا ہے نماز پڑھتا ہے روزے رکھتا ہے

ويفعل نواعا من العبادات لكن نطقه وعبادته ليس الا على الاتيان بمجرد صور الاقوال والافعال
اور طرح طرح کی عبادتین کرتا ہے لیکن اسکا کلمہ پڑھنا اور عبادت محض ظاہری قول و فعل ہین

على حسب ما يرى الناس يفعلون ويقولون حتى انه ينطق بكلمتي الايمان لكن لا يفهم منهما معنى ولا
جیسے لوگون کو کرتے اور کہتے دیکھتا ہے ویسے کرتا ہے حتی کہ وہ کلمہ پڑھتا ہے لیکن نہین جانتا کہ مین کیا بول رہا ہون نہ

يدري معنى الاله ولا معنى الرسول ولا ما نفي ولا ما اثبت وربما يتوهم ان الرسول نظير الاله وهل
اللہ کے معنی جانتا نہ رسول کے نہ نفی واثبات کی خبر ہے۔ کبھی یہ سمجھتا ہے کہ رسول مثل اللہ کے ہوتا ہے آیا

ينتفع هذا الشخص بما صدر عنه من صور الاقوال والافعال وهل يصدق عليه حقيقة الايمان
ایسا شخص اپنے افعال واقوال ظاہری سے نفع اُٹھائیگا اور آیا عند اللہ اسکے لیے ایمان کی حقیقت ثابت ہے

فيما بينه وبين الله تعالى ام لا فاجابوا جميعا بان مثل هذا الشخص ليس له من الاسلام نصيب
یا نہین اُن سب نے یہی کہا کہ ایسے شخص کو اسلام سے کچھ بہرہ نہین ہے

وان صدر عنه من صور اقوال الايمان وافعاله ما ذكر قال الامام السنوسي هذا الذي ذكروه
اگرچہ اُس سے ظاہری اقوال وافعال ایمانی جنکا ذکر ہوا صادر ہوا کرتے ہیں۔ امام سنوسی نے کہا ہے کہ یہ بات جو اُس

في حق ذلك الشخص ظاهر اي ظاهر جلي غاية الجلاء لا يمكن ان يختلف فيه احد من العلماء فعلى
شخص کے حق میں بیان کی ہے وہ بالکل ظاہر ہے کسی ایک عالم کو اسمیں اختلاف نہیں ہو سکتا۔

هذا يجب على كل من يريد النجاة من العذاب المؤبد والدخول في الجنة ان يسعى في معرفة معناهما ثم ينطق
اسی بنا پر ہر اُس شخص پر جو عذاب ابدی سے بچنا اور جنت میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ واجب ہو کہ اُسکے معنے سمجھنے میں کوشش کرے پھر معنی سمجھ کر اُسکو زبان سے کہے

بهما مع فهم معناهما ليوجد فيه اقرار باللسان وتصديق بالجنان ويحصل له حقيقة الايمان
تاکہ اقرار زبانی اور تصدیق قلبی دونوں پائی جائیں اور اُسکو حقیقت ایمان حاصل ہو

فالكلمة الاولى من هاتين الكلمتين مركبة من نفي واثبات فالمنفي كل فرد من افراد حقيقة الاله
کلمہ کا پہلا حصہ نفی و اثبات سے مرکب ہے پس حقیقت الٰہ کے کل افراد کی بجز ذات خدا کے نفی کیگئی ہے

سوى الله تعالى والمثبت فرد واحد من تلك الحقيقة وهو الله تعالى ومعنى الاله هو الواجب الوجود
اور اُس حقیقت سے صرف ایک ذات کا یعنی اللہ تعالیٰ کا اثبات کیا گیا ہے اور الٰہ کے معنی واجب الوجود

المستحق للعبادة وهذا المعنى كلي يقبل بحسب مجرد ادراكه ان يصدق على كثيرين لكن الدليل العقلي القطعي
مستحق عبادت ہیں اور یہ معنی کلی ہیں کہ محض تصور معنے کے اعتبار سے افراد کثیرہ پر صادق آسکتا ہے لیکن دلیل عقلی قطعی

يدل على استحالة التعدد فيه وكونه خاصا بذات الله تعالى وذلك الدليل وجود العالم فانه لكونه
ثابت کرتی ہے کہ کئی خدا کا ہونا محال ہے اور یہ معنی کلی خدا کے ساتھ مخصوص ہیں اور وہ دلیل عالم کا وجود ہے کیونکہ وہ

حادثا محتاجا الى محدث يدل على ان له محدثا وذلك المحدث لا بد ان يكون واحدا قديما متصفا
حادث ہونے اور محدث کے محتاج ہونیکی وجہ سے دلالت کرتا ہے کہ کوئی اُسکا محدث ہے اور وہ محدث ضرور ہے کہ واحد قدیم متصف

بالقدرة والارادة والعلم والحيوة لانه لو لم يكن واحدا بل كان اكثر من واحد لوقع بينهما التمانع
بقدرت وارادہ وعلم وحیات ہو۔ اِسلیے کہ اگر وہ ایک نہو بلکہ ایک سے زیادہ ہو تو اُسمیں ایسی روک ٹوک واقع ہوگی

المقتضي لعدم وجود العالم ولو لم يكن قديما بل كان حادثا لكان مفتقرا الى محدث فيلزم الدور والتسلسل
جو کہ عالم کے معدوم ہوجانے کو مقتضی ہے اور اگر قدیم نہوتا بلکہ حادث ہوتا تو وہ کسی محدث کیطرف محتاج ہوتا تو دور یا تسلسل لازم آتا اور یہ دونوں

وكلاهما محال ولو لم يكن متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحيوة لكان عاجزا عن ايجاد شئ من العالم لان
محال ہیں اور اگر قدرت وارادہ اور علم وحیات سے متصف نہوتا تو ایک چیز کو بھی نہ پیدا کر سکتا اِسلیے کہ

الايجاد اثر القدرة وتاثير القدرة في شئ من الاشياء يقتضي ارادة ذلك وارادة ذلك الشئ تقتضي
ایجاد قدرت کا کام ہے اور قدرت کسی چیز پر جب سے کام کرتی ہے جب اُس شے کا ارادہ ہو اور ارادہ اُس شے کا مقتضی ہو کہ

العلم به لان القصد الى ايجاد شئ مع عدم العلم محال والاتصاف بهذه الصفات الثلث يقتضي
اُس کا علم بھی ہو۔ اِسلیے کہ کسی چیز کے ایجاد کا قصد کرنا اُسکے جاننے بغیر محال ہے اور ان تینوں صفتوں سے موصوف ہونا

الحيوة لكونها شرطا فيها فعلى هذا يكون وجود العالم بل وجود كل ذرة من ذراته دليلا قاطعا على وجوده تعالى
حیات کو چاہتا ہے اِسلیے کہ حیات ان سب کیلیے شرط ہے اِسلیے وجود عالم بلکہ اُسکے ہر ذرہ کا وجود جو ہستی خدا

وكونه واحدا قديما متصفا بهذه الصفات الاربع المذكورة ولهذا كان بعض اهل التوحيد يقولون
اور وحدت وقدرت مذکورہ بالا اور چاروں صفتوں سے موصوف ہونے پر دلیل قاطع ہے۔ اور اسی لیے بعض اہل توحید

استدلالا بالاثر على المؤثر ما رأينا شيئا الا رأينا الله بعده فان كل ذرة من ذرات العالم من حيث
اثر سے مؤثر پر استدلال کرکے کہتے ہیں کہ ہمنے جس چیز کو دیکھا اُسکے بعد خدا کو دیکھا اس لیے کہ ہر ذرہ کا عالم بحیثیت

حدوثها وافتقارها الی من یوجدها لا تزال تنطق بکلام لا حرف فیه ولا صوت ان لها موجدا واحدًا
اپنے حدوث واحتیاج موجد کے ہمیشہ ایسے کلام سے بول رہا ہے جسمین نہ حروف ہین نہ آواز کہ اُنکا ایک موجد ہے یکتا
قدیما متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحیوة وسائر ما یلیق به من الصفات یسمع کلامها السامعون
قدیم و قادر صاحب ارادہ وعلم وحیات وغیرہ جو صفات اُسکی شان کے شایاں ہین۔ یہ باتین سننے والے سنتے ہین
ولا یسمعه الذین هم عن السمع لمعزولون والمراد من السمع السمع الباطن الذی یسمع به کلام لیس بحرف
اور جنکی سماعت بیکار ہے وہ نہین سنتے۔ اور سمع سے مراد سمع باطنی ہے جس سے وہ کلام سُنا جاتا ہو جسمین نہ حرف ہے
ولا صوت ولا عربی ولا عجمی لا السمع الظاهر الذی لا یجاوز الاصوات وتشارك فیه البهائم الانسان والحاصل
نہ آواز نہ عربی نہ عجمی۔ سماعت ظاہری مراد نہین ہے جس سے سوای آواز کچھ نہ سنا جائے اور جسمین بہائم انسان کے برابر حصہ دار ہین اور حاصل یہ ہے
ان المکلف لا یعرف من صفاته تعالی بالعقل الا ما دل علیه افعاله فما لم یدل علیه افعاله کالسمع والبصر
کہ مکلف بذریعۂ عقل صرف اُن ہی صفات کو جان سکتا ہے جسپر افعال الٰہی دلالت کرتے ہین اور جنکا پتا افعال سے نہین ملتا مثلاً سمع بصر
والکلام فقد یستدل علی ثبوتها له تعالی تارة بالعقل وتارة بالنقل اما وجه الاستدلال علی ثبوتها له تعالی
کلام ان کے ثبوت کے لیے کبھی تو عقلی دلیل سے کام لیا جاتا ہے اور کبھی نقلی دلیل سے ان صفات الٰہی کے ثبوت پر عقلی دلیل تو یہ ہے
بالعقل فهو انها صفات کمال واضدادها صفات نقصان واتصافه بصفات الکمال وعدم اتصافه
کہ یہ صفات کاملہ ہین اور اُنکے ضد صفات ناقصہ ہین اور ضرور ہے کہ خدا کامل صفتون سے موصوف ہو اور
بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه تعالی بتلك الصفات واما وجه الاستدلال علی ثبوتها له تعالی
ناقص صفتون سے بری پس ان صفات سے اُسکا موصوف ہونا واجب ہوا اور نقلی دلیل انکے ثبوت کی یہ ہے
بالنقل فهو ان الشرع قد ورد بثبوتها له تعالی فوجب القطع بثبوتها له تعالی ودلیل النقل فی هذه المسألة
کہ شریعت مین انکا ثبوت ذات باری کے لیے موجود ہے تو باری تعالی کے لیے انکا ثبوت قطعی ہوا اور اس مسالہ مین دلیل نقلی
اولی من دلیل العقل لان تلك الصفات لا یتوقف علیها افعاله تعالی حتی یستدل بها علی ثبوتها له تعالی
دلیل عقلی سے اولی ہے اِسلیے کہ ان صفات پر افعال خداوندی موقوف نہین ہین کہ جنسے اُنکا ثبوت ثابت کیا جائے
وذاته تعالی لم یکن معلوما للبشر حتی یعلم انها فی حقه تعالی کمال یجب اتصافه بها بحیث لو لم یتصف
اور ذات الٰہی کا کسی بشر کو علم نہین ہے جس سے معلوم ہو کہ وہ صفتین اُسکے حق مین کمال ہین اُنسے موصوف ہونا ایسا ضروری ہو کہ اگر اُنسے نہ موصوف
بها یلزم ان یتصف باضدادها بل کونها کمالا انما هو بالنسبة الینا ولا یلزم من کون الشیٔ بالنسبة
ہو تو لازم آئے کہ اُسکے اضداد سے موصوف ہو بلکہ انکا کمال ہونا ہمارے اعتبار سے ہے اور یہ ضرور نہین ہے کہ جو چیز ہمارے لیے
الینا کمالا ان یکون کمالا فی حقه تعالی الا تری ان اللذة والالم مع کونهما بالنسبة الینا کمالا ممتنعان فی
کمال ہو اللہ کے لیے بھی کمال ہو۔ کیا تو نہین دیکھتا کہ لذت اور درد باوجودیکہ ہمارے اعتبار سے کمال ہین
حقه تعالی لکونهما من عوارض الاجسام هذا تحقیق الکلمة الاولی من کلمتی الایمان واما الکلمة الثانیة
اللہ کے لیے محال ہین کیونکہ۔ اجسام کے عوارض ہین۔ یہ تو کلمہ کے حصۂ اول یعنے توحید کی تحقیق ہے اور ان کلمون کے دوسرے حصہ مین
من هاتین الکلمتین فقد حکم فیها بکون محمد رسولا من عند الله تعالی ولا بد فی اثبات ذلك من دلیل
یہ حکم ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم رسول ہین خدا کی طرف سے۔ اور اسکے ثبوت کے لیے دلیل کی ضرورت ہے
وذلك الدلیل ظهور المعجزة علی یده عند ادعائه الرسالة فان المعجزة تصدیق فعلی من الله تعالی لرسوله
اور وہ دلیل دعوے رسالت کیوقت معجزہ کا آپ کے ہاتھ سے ظاہر ہونا ہے اِسلیے کہ اللہ تعالی کیطرف سے معجزہ اپنے رسول کے لیے تصدیق فعلی ہے
لانها فعل من افعاله تعالی خارقا للعادة نازل منزلة صریح القول فی تصدیق رسوله فی دعواه
کیونکہ معجزہ افعال الٰہی مین سے خلاف عادت الٰہی ایک فعل ہے اور دعوے رسالت مین رسول اللہ کی تصدیق کے لیے صریح قول کے قائم مقام ہے

الرسالة فانه تعالى لما خلق امرا خارقا للعادة على يديه حين ادعائه الرسالة صار كانه قال صدق
کیونکہ جب اللہ نے اپنی عادت کے خلاف دعوے رسالت کے وقت کوئی خلاف عادت کام رسول کے ہاتھ پر ظاہر کیا تو گویا اُسنے یہ کہدیا کہ

رسولی فی کل ما یبلغ عنی سواء کان تبلیغه بقوله او فعله او سکوته مثال ذلک علی ما ذکره العلماء ان
میرا رسول قولاً یا فعلاً یا سکوتاً جو کچھ میری طرف سے پہونچاتا ہے وہ سب سچ ہے اُس کی مثال جیسا کہ علمانے بیان کی ہے یہ ہے

رجلا اذا قام فی مجلس ملک بحضور جماعة وقال انا رسول هذا الملک بعثنی الیکم بکذا وکذا من التکالیف
کہ ایک شخص ایک بادشاہ کے دربار مین ایک جماعت کے روبرو کھڑا ہو کر کہے کہ مین اُس بادشاہ کا ایلچی ہون جسنے مجھے فلان فلان حکم دیکر تمھارے پاس بھیجا ہے

فطلبوا منه حجة تدل علی صدقه فقال آیة صدقی انی اطلب من الملک ان یخالف عادته ویقوم
حاضرین نے اُس سے اُسکی سچائی کی دلیل مانگی تو اُسنے کہا کہ میری سچائی کی پہچان یہ ہے کہ مین بادشاہ سے درخواست کرتا ہون کہ اپنی عادت کے خلاف اپنے تخت سے تین مرتبہ

من سریره ویقعد ثلث مرات ففعل الملک ذلک بطلبه فلا شک ان ذلک الفعل من الملک قائم مقام
کھڑا ہو کر بیٹھے بادشاہ نے اُسکے کہنے سے ایساہی کیا پس کوئی شک نہین کہ بادشاہ کا یہ فعل بجاے اس

قوله صدق هذا الرجل فی کل ما یبلغ عنی ومفید للعلم الضروری بصدقه بلا فرق بین من شاهد ذلک
کہدینے کے ہے کہ یہ شخص میری طرف سے جو کچھ بیان کرتا ہے سچ ہے بدیہی یقین اس سے حاصل ہوگا اسمین کچھ فرق نہین کہ خواہ اُس شخص نے بادشاہ کو دیکھا

الفعل من الملک او لم یشاهده بل بلغه خبره بالتواتر ولا ریب ان هذا المثال مطابق لحال رسول الله
یا نہین دیکھا بلکہ بہتیرے آدمیون سے سُنا ہے اور کوئی شک نہین کہ یہ مثال جناب پیغمبر علیہ السلام کی حالت کے بالکل مطابق ہے

علیه السلام فی افادة معجزته العلم الضروری بصدقه بلا فرق بین من شاهدها ومن لم یشاهدها
اس بارہ مین کہ آپ کا معجزہ بھی آپ کی سچائی کے لیے علم بدیہی کا مفید ہوا اسمین کچھ فرق نہین کہ خواہ اُسنے خود اُسکو دیکھا ہے یا نہین دیکھا

بل بلغه خبرها بالتواتر فعلی هذا کل من یتکلم بکلمتی الایمان بعد معرفة معناهما بما ذکر من الدلائل یحصل
بلکہ متواتر خبر سے معلوم کیا ہے پس اس بنا پر جو شخص کلمہ کو ان معنون کے ساتھ سمجھکر جو اوپر بدلائل بیان کیے گئے ہین پڑھے اُسکو

له حقیقة الایمان ویجب علیه ان یحفظه مما یضره بامتثال الاوامر واجتناب النواهی لان الایمان
ایمان کی حقیقت حاصل ہوگئی اور اُسپر واجب ہے کہ اُسکو اُن چیزون سے بچائے جو اُسکو مضر ہین اِسطرح احکام الٰہی بجالاوے اور بچے اُن کامون سے جو منع ہین اِسلیے کہ ایمان

یشبه السراج وامتثال الاوامر واجتناب النواهی یشبه المحافظة علیه بجعله فی فانوس ووساوس
مثل چراغ کے ہے اور احکام کی بجاآوری اور ممنوعات سے بچنا اُسکی محافظت کے مثل ہے گویا اُسکو فانوس مین رکھدیا اور شیطانی

الشیطان تشبه الریاح العاصفة فمن اوقد سراج الایمان فی قلبه ولم یحفظه ولم یجعله فی فانوس
وسوسے تیز آندھیون کے مثل ہین پس جسنے اپنے دل مین ایمان کا چراغ روشن کیا اور اُسکی حفاظت نہ کی اور اُسکو عبادت کے فانوس مین رکھا

الطاعات باتیان المامورات وترک المنهیات یخاف علیه انطفاء سراج ایمانه عند هبوب الریاح العاصفة
احکام شریعت کی پابندی کرکے اور گناہون سے بچکر تو ڈر ہے کہ اُسکے ایمان کا چراغ گل نہو جائے اُن تیز ہواؤن کے چلنے سے

التی هی الوساوس الشیطانیة ولذلک قال بعض العلماء ایاک والذنب فان الذنب حجر یوضع علی المنجنیق
جنکو وساوس شیطانی کہتے ہین اور اسی لیے بعض علمانے کہا ہے کہ گناہ سے بچارہ کہ گناہ مثل اُس پتھر کے ہے جو گوپھن مین رکھکر

فیضرب به حائط الطاعات ویحصل فیه ثلمة ویدخل منه ریح الهوی وتطفی سراج الایمان فان
عبادت کی دیوار مین مارا جائے تو اسمین سوراخ کردے جس مین سے ہوکر ہوا و ہوس کی ہوا داخل ہو اور ایمان کا چراغ گل کردے اسلیے کہ

زوال الایمان لا یکون الا لمن کان له فساد فی قلبه واصرار علی المعاصی یدل علی ذلک قوله علیه السلام
ایمان اُس شخص کا تلف ہوتا ہے جسکے دل مین خرابی ہو اور گناہون پر اڑا رہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین

المعاصی برید الکفر فان الاصرار علی الصغائر یفضی الی الکبائر والاستمرار علیها یؤدی الی الکفر ینبه الی هذا
گناہ کفر کے قاصد ہین اِسلیے کہ صغیرہ گناہ کبیرہ گناہ کرنے کا باعث ہوجاتا ہے اور کبیرہ گناہ کرتے کرتے کفر کی نوبت پہنچ جاتی ہے اسکی نسبت خداوند عالم کے کلام پاک مین یون اشارہ ہے

قوله تعالیٰ فی حق الیهود وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ
جو یہود کے حق مین آیا۔ ہے اور ذلت اور مسکنت اُنپر ٹوٹ پڑی وہ لوگ کما لائے غضب الٰہی کا یہ سب اِسلیے کہ وہ نہ مانتے تھے

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ فانه تعالیٰ
حکم اللہ کا اور ناحق پیغمبرون کا خون کرتے تھے۔ یہ اِسلیے کہ وہ نافرمان تھے حد سے بڑھ گئے تھے اللہ تعالے نے

بیّن فی هذه الایة ان العصیان والعدوان جرهم الی الکفر وقتل الانبیاء وحکایة مثل ذلک فی
اس آیت مین یہ بیان فرمایا کہ گناہ اور سرکشی اُنکو کفر اور نبیون کے قتل کی طرف کھینچ لے گئی۔ اور خداوند عالم کا اپنی کتاب مین ایسی حکایت بیان کرنا

کتابه لطف منه بنبیّه وامته لیسمعوه ویحترزوا عنه فانه علیه السلام لما کان خیر الخلق وافضلهم
اپنے نبی اور امت پر محض اُسکی مہربانی ہے تاکہ وہ ان باتون کو سنکر اُنسے بچتے رہین۔ اور ہمارے حضور علیہ السلام چونکہ تمامی خلق سے بہتر اور افضل ہین

کان امته خیر الامم وافضلهم فلا ینبغی لمن کان من خیر الامم وانتسب الی خیر الخلق ان یرضی لنفسه
اِسلیے آپ کی امت بھی تمام امتون سے بہتر اور افضل ہے پس یہ کسی طرح زیبا نہین ہے کہ جسکا شمار بہترین امت مین ہو اور بہترین خلائق کی طرف منسوب ہے وہ اپنے لیے یہ بات روا رکھے

ان یکون من شر الناس بارتکاب المعاصی بل ینبغی له ان یسعی فی اصلاح نفسه بالایمان والعمل
کہ گناہ کرکے سب سے بدتر ہو جائے بلکہ اُسکو چاہیے کہ ایمان اور عمل صالح سے اپنے نفس کی اصلاح مین کوشش کرے

الصالح حتی یکون من خیر الناس کما قال اللّٰه تعالیٰ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ
تاکہ بھلے آدمیون مین اُسکا شمار ہو چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کیے وہی

خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ وقال النبی علیه السلام خیر الناس من طال عمره وحسن عمله وشر الناس من طال عمره
بہترین خلق ہین اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین سب سے اچھا وہ ہے جسکی عمر بڑی ہو اور اعمال اچھے ہون۔ اور سب سے برا وہ ہے جسکی عمر بڑی ہو

وساء عمله وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال خیرکم من یرجی خیره ویؤمن شره وشرکم من لا یرجی
اور اعمال برے ہون۔ ایک اور حدیث مین ہے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہین کہ تم مین سب سے اچھا وہ ہے جس سے بھلائی کی امید ہو اور برائی سے امن اور تم مین برا وہ ہے جس سے

خیره ولا یؤمن شره وفی حدیث اخر انه علیه السلام قال شر الناس عند اللّٰه منزلة من ترکه الناس
بھلائی کی امید نہو اور برائی کا اندیشہ ہو اور ایک اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ کے نزدیک مرتبہ کے لحاظ سے بدتر وہ شخص ہے جسکو لوگ اُسکی بدی کے اندیشہ سے چھوڑ دین

اتقاء شره وفی روایة اتقاء فحشه وروی ان اعمال الامة تعرض علی نبیها فی البرزخ فلیستحی العبد ان
اور ایک روایت مین ہے اُسکی بدزبانی کے خیال سے۔ اور روایت ہے کہ امت کے اعمال عالم برزخ مین اُنکے نبی کے سامنے پیش کیے جاتے ہین پس بندہ کو شرم چاہیے کہ

یعرض علی نبیه من عمله ما نهاه عنه وقیل من اذنب ذنبا فجمیع الخلائق من الانس والدواب والوحوش
اُسکے پیغمبر کے سامنے اُسکے وہ کام پیش ہون جنسے اُسنے منع کیا تھا۔ اور کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص گناہ کریگا تو ساری خلقت یعنی انسان اور چوپائے اور وحشی جانور

والطیور والذر خصماؤه یوم القیمة لانه تعالیٰ یمنع المطر بشوم المعصیة فیتضرر بذلک اهل البر
اور پرندے اور چیونٹیان اُسپر دعویدار ہونگی۔ اِسلیے کہ خدا گناہ کی نحوست سے بارش روک دیتا ہے جس سے تمام خشکی تری کی مخلوق کو نقصان پہونچتا ہے

والبحر جمیعا فعلی المؤمن ان یحترز عن جمیع المعاصی یسر نا اللّٰه الاحتراز عنها
پس مؤمن پر ضروری ہے کہ تمام گناہون سے بچے خدا ہم پر اُنسے بچنے کو آسان فرمائے

المجلس الخامس عشر فی بیان ان کل مولود یولد علی فطرة الاسلام

پندرھوین مجلس اس بیان مین کہ ہر بچہ اسلام کے طریقے پر پیدا ہوتا ہے

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ما من مولود الا یولد علی الفطرة فابواه یهودانه وینصرانه ویمجسانه کما ینتج
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلامی پر پیدا ہوتا ہے پھر اُسکے ماں باپ اُسکو یہودی اور نصرانی اور مجوسی بنا لیتے ہین جیسے کہ جانور

البهیمة بهیمة جمعاء هل تجدون فیها من جدعاء حتی تکونوا انتم تجدعونها قال فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ
پورا بچہ جنتے ہین کیا ان مین کوئی کان ناک کا کٹا ہوتا ہے تم ہی اُنکے کان ناک کاٹ کر عیب دار کر دیتے ہو پھر فرمایا اللہ کا وہ کینڈا جسپر اُسنے

الناس علیها هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه ابو هریرة ومعناه ان کل مولود من البشر لا یولد الا
لوگون کو پیدا کیا ہو یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے راوی ابو ہریرہؓ ہین اور اسکے معنے یہ ہین کہ آدمی کا ہر بچہ
علی الجبلة السلیمة والهیأة المستعدة لمعرفة الله تعالی والتمیز بین الحق والباطل بما رکب فیه من
عمدہ طینت اور اس ہیئت پر پیدا ہوتا ہو کہ جسمین خداشناسی اور حق اور باطل مین تمیز کرنے کی پوری قابلیت ہوتی ہے بذریعہ
العقل القویم والوضع المستقیم ولو لم یعترضه من الخارج آفة من فساد التربیة وتقلید الابوین و
عقل صحیح اور وضع مستقیم کے جو اسمین پیدا کی گئی ہے اگر اسکو خارجی آفت مثلا تربیت کی خرابی یا والدین کی تقلید اور
الانهماك فی الشهوات ونحو ذلك من الآفات لصرف فطرته الی ما نصب لمعرفة الله تعالی من الدلائل
شہوتون مین پھنس جانا وغیرہ آفتین نہ پیش آتین تو اسکی طبیعت اسکو اس بات پر لے آتی کہ وہ معرفت الہی کے دلائل مین مشغول ہو
واستدل بها علی وجوده تعالی وقدمه وکونه واحدا متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحیوة وسائر
اور اس امر پر استدلال کرے کہ اللہ موجود اور قدیم اور واحد اور موصوف بقدرت وارادہ وعلم وحیات ہو۔ اسیطرح اور جو اوصاف
ما یلیق به من الصفات لکن یصده عن ذلك ما ذکر من الآفات کما ان البهیمة تولد سویة الاطراف سلیمة من
اسکے شان کے شایان ہین لیکن مذکورۂ بالا آفتین اسکو اس سے روک دیتی ہین۔ جیسا کہ جانور کا بچہ پورا پیدا ہوتا ہے اور
الجدع الذی هو قطع الانف والاذن والشفة فلو لم یتعرض الناس لها بالکی وقطع شیء مما ذکر لبقیت سلیمة
جدع سے بچا ہوا ہوتا ہو۔ جدع ناک اور کان اور لب کاٹنے کو کہتے ہین اگر آدمی اسکو داغ نہ دیتے اور اسکے وہ عضو نہ کاٹتے جکا اوپر ذکر ہوا تو بھلا چنگا رہتا
کما کانت فانه علیه السلام شبه ولادة الطفل علی الفطرة السلیمة بولادة البهیمة سلیمة غیر ان المراد
جیسا کہ پیدا ہوا تھا۔ یہان حضور علیہ السلام نے لڑکے کی فطرت اسلامی پر پیدا ہونے کو جانور کے پورے بچہ پیدا ہونے سے مشابہت دی ہو اتنا ہی فرق ہے
بالسلامة فی البهیمة سلامتها عن العیوب الظاهرة وفی الطفل سلامته عن العیوب المعنویة المانعة عن
کہ جانور مین سلامتی سے ظاہری عیبون سے پاک ہونا مراد ہو اور لڑکے کی سلامتی سے باطنی عیبون سے بری ہونا جو
معرفة الله تعالی وقبول امره ونهیه ثم انه علیه السلام بعد ما بین ان الناس کلهم یولدون علی الفطرة
خداشناسی اور امر ونہی کے قبول کرنے سے مانع ہین پھر حضور علیہ السلام نے یہ بیان کرنے کے بعد کہ سب لوگ فطرت اسلامی پر پیدا ہوتے ہین
التی هی الاستعداد القابل لمعرفة الله تعالی والتمیز بین الحق والباطل بما رکب فیهم من العقول حثهم
جو کہ خداشناسی اور حق وباطل مین تمیز کرنے کی قابلیت واستعداد ہونے کا نام ہو بذریعہ اس عقل کے جس سے ترکیب دی گئی ہو اُنکو اسپر آمادہ کیا
علیها فقال علی طریق الاقتباس فطرة الله التی فطر الناس علیها فانه فی قوة ان یقال الزموا فطرة الله
اور بطور صنعت اقتباس کے فرمایا کہ وہ فطرت الہی جسپر اُسنے لوگون کی آفرینش فرمائی ہو پس یہ قول بمنزلہ اس قول کے ہو کہ لازم پکڑو اُس فطرت الہی کو
التی هی الاستعداد القابل لمعرفة الله تعالی والتمیز بین الحق والباطل فعلی هذا کان الواجب علی کل
جو خداشناسی اور حق و باطل مین تمیز کرنے کی قوت کا نام ہے پس اس بنا پر
مکلف ان لا یضیع تلك الفطرة بل ینبغی له ان یستعملها فی تحصیل معرفة الله تعالی والتمیز بین الحق
ہر مکلف پر واجب ہو کہ اُس فطرت کو ضائع نہ ہونے دے بلکہ چاہیے کہ اُسکو معرفت الہی کی تحصیل اور حق و باطل کی شناخت مین استعمال کرے
والباطل ولیس المراد بمعرفة الله تعالی معرفة ذاته تعالی لان ذاته تعالی لیست معلومة للبشر بل المراد
اور معرفت الہی سے اُسکی ذات کی شناخت مراد نہین اسلیے کہ ذات خداوندی کا علم طاقت بشری سے باہر ہے بلکہ مقصود یہ ہے
بها معرفة صفاته وصفاته نوعان سلبیة وثبوتیة اما السلبیة فتنزیهه تعالی عن جمیع ما لا یلیق
کہ اُسکی صفات کو پہچانو اور اُسکی صفتین دو قسم کی ہین سلبی اور ثبوتی سلبی تو اللہ تعالی کو اُن تمام صفات سے پاک سمجھنا جو اُسکی شان کے شایان نہین ہین
به مما یشعر بالاحتیاج والنقصان واما الثبوتیة فهی قسمان القسم الاول الصفات التی یتوقف علیها افعاله نعم
اور جنسے احتیاج اور نقصان لازم آتا ہو اور ثبوتی کی دو قسمین ہین اول تو وہ جنپر خدا کے افعال مبنی ہین

وهی القدرة والارادة والعلم والحیوة والقسم الثانی الصفات التی لا یتوقف علیها افعاله وهی السمع والبصر
اور وہ قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات ہین اور دوسری قسم کی وہ صفتین ہین جنپر اسکے افعال موقوف نہین ہین مثلاً سمع و بصر

والکلام وتحقیق ذلك انه تعالی لیس محسوسا کالشمس والقمر حتی یعلم وجوده بالحس ولیس العلم بوجوده
و کلام اور اسکی تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالی مثل چاند سورج کے محسوس تو ہے نہین کہ اسکو حس سے معلوم کرین نہ اسکے وجود کا علم

ضروریا کالعلم بکون الواحد نصف الاثنین حتی یعلم وجوده بالضرورة بل انما یعلم وجوده بالدلیل
بدیہی ہے جیسے معلوم ہے کہ ایک دو کا آدھا ہے جس سے اسکا وجود بداہتہً معلوم ہو جائے بلکہ اسکا وجود دلیل سے معلوم کیا جاتا ہے

وذلك الدلیل حدوث العالم وبیان حدوثه انه اعیان واعراض والمراد بالاعیان الاجرام القائمة
اور وہ دلیل عالم کا حادث ہونا ہے اور اسکے حدوث کا بیان یہ ہے کہ وہ اعیان اور اعراض ہین اعیان سے مراد وہ اجسام ہین جو بذات خود قائم ہین

بذواتها والمراد بالاعراض الصفات التی لا تقوم بذواتها بل تقوم بالاجرام وتلزمها ولا ینفك عنها وکل
اور اعراض سے مراد وہ صفات ہین جو بذات خود قائم نہین بلکہ اجسام کے ساتھ قائم ہوتی ہین اور انہی سے لگی رہتی ہین اور انسے جدا نہین ہوتی اور ہر ایک

منهما حادث اما الاعراض فحدوث بعضها یعلم بالمشاهدة کالحرکة بعد السکون والضوء بعد الظلمة
ان دونون سے حادث ہے اعراض مین سے بعض کا حدوث تو دیکھنے ہی سے معلوم ہو جاتا ہے جیسا کہ حرکت سکون کے بعد اور روشنی اندھیرے کے بعد

والسواد بعد البیاض وحدوث بعضها یعلم بالدلیل وهو طریان العدم کما فی اضداد ما ذکرها ما
اور سیاہی سفیدی کے بعد اور بعض کا حادث ہونا دلیل سے معلوم ہوتا ہے یعنی عدم کا آجانا جیسا کہ انکی ضدون مین جنکا ذکر ہو چکا

الاجرام فدلیل حدوثها انها لا تخلو عن الحوادث وکل ما لا یخلو عن الحوادث فهو حادث اما عدم
اور اجسام کے حادث ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اجسام حوادث سے کبھی خالی نہین ہوتے اور جو حوادث سے خالی نہین ہوتے وہ حادث ہین اور حوادث سے

خلوها عن الحوادث فلانها لا تخلو عن الحرکة والسکون وهو ظاهر مدرك بالبداهة والاضطرار
خالی نہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ حرکت اور سکون سے خالی نہین ہوتے اور یہ بات ظاہر ہے بداہتہً اور اضطراراً نظر آتی ہے

فلا یحتاج فیه الی تامل وافتکار والحرکة والسکون حادثان یدل علی حدوثهما تعاقبهما وانقضاء
اسمین کچھ بھی غور و فکر کی ضرورت نہین ہے اور حرکت اور سکون دونون حادث ہین کیونکہ وہ آگے پیچھے پیدا ہوتے رہتے ہین اور ایک کے آنے سے

کل منهما عند وجود الاخر وذلك مشاهد فی بعض الاجرام وما لم یشاهد فیه ذلك فما من ساکن الا
دوسرا فنا ہو جاتا ہے بعض اجسام مین تو یہ دیکھا جاتا ہے اور جنمین دیکھا نہین جاتا تو انکی دلیل یہ ہے کہ کوئی ایسا ساکن نہین ہے

والعقل یقضی بجواز حرکته وما من متحرك الا والعقل یقضی بجواز سکونه فالطاری منهما حادث
جسکی حرکت عقلاً ممکن نہو اور نہ کوئی متحرک ایسا ہے جسکا ساکن ہونا عقلاً ناممکن ہو پس انمین جو پیدا ہوا ہے وہ حادث ہے

بطریانه والسابق حادث اذ لو کان قدیما لاستحال عدمه واما کون ما لا یخلو عن الحوادث حادثا
کیونکہ وہ اب پیدا ہوا ہے اور جو اس نو پیدا سے پہلے تھا وہ بھی حادث ہے کیونکہ اگر قدیم ہوتا تو معدوم نہو سکتا اور جو چیز حوادث سے خالی نہو وہ حادث ہے اس وجہ سے

فلانه لو لم یکن حادثا لکان قدیما ثابتا فی الازل فیلزم ثبوت الحادث فی الازل وهو محال اذ یلزم
کہ اگر حادث نہو تو قدیم ازلی ہوگی پس حادث کا ثبوت بھی ازل مین لازم آئے گا اور یہ محال ہے اسلیے کہ لازم آئے گا

ان یکون قبل کل حادث حوادث مرتبة لا اول لها کما یقول الفلاسفة فی حرکات الافلاك واشخاص
کہ ہر حادث کے پہلے حوادث اسطرح مرتب ہون کہ انکا اول نہو جیسا کہ فلاسفہ حرکات افلاک اور اشخاص

الحیوانات وغیرها فانهم ومن تبعهم ممن ینسب نفسه الی الاسلام ولیس له منه نصیب قالوا ان العالم
حیوانات وغیرہ کے بارہ مین کہتے ہین چنانچہ ان لوگون نے اور بعض انکی پیرون نے جو اپنے کو مسلمان کہتے ہین حالانکہ اسلام سے انکو کچھ بہرہ نہین کہا ہے کہ عالم علوی

العلوی قدیم بذاته وصفاته الا الحرکات فانها حادثة باشخاصها قدیمة بانواعها فلا حرکة الا
اپنی ذات وصفات کے ساتھ قدیم ہین البتہ انکی حرکتین قدیم نہین بلکہ وہ بلحاظ اپنے اشخاص کے حادث ہین اور بلحاظ اپنے انواع کے قدیم ہین پس جو حرکت ہے

وقبلها حركة لا الى اول واما العالم السفلي الذي هو عالم الكون والفساد وهو ما تحت فلك القمر فقالوا
اس سے پہلے اور حرکت ہو اس سلسلہ کی ابتدا نہیں ہے اور عالم سفلی جو عالم کون و فساد ہو اور یہ عالم فلک قمر کے نیچے ہو اسکے بارہ میں وہ کہتے ہیں
ان هيولاه قديمة وكل ما فيه من الصور والاعراض حادثة باشخاصها قديمة بانواعها فلا ولد الا
کہ اسکا ہیولی قدیم ہو اور اسکے تمام اعراض اور صورتیں باعتبار اپنے اشخاص کے حادث ہیں اور بلحاظ انواع کے قدیم ہیں۔ جو بچہ ہو وہ باپ ہی سے ہے
من والد ولا بيضة الا من دجاجة ولا دجاجة الا من بيضة ولا زرع الا من بزر وهكذا الى غير النهاية
اور جو انڈا ہو وہ مرغی ہی سے ہے اور جو مرغی ہے وہ انڈے سے ہو اور ہر کھیتی بیج ہی سے ہے اسی طرح بے انتہا
فيلزم على قولهم ان يوجد حوادث لا اول لها اذ ما من حادث على قولهم الا وقبله حادث لا الى اول و
پس انکے قول کی رو سے لازم آتا ہو کہ ایسے حوادث موجود ہیں جنکی ابتدا نہیں اسلیے کہ انکے قول پر کوئی حادث ایسا نہیں ہو جسکے پہلے ایک اور حادث نہو کہیں ابتدا نہیں
على تقدير وجود الحادث لا اول لها يلزم ان يكون قبل كل حادث من حركات الافلاك واشخاص الحيوانات
اور حوادث غیر متناہی کے موجود ہونے پر لازم آئے گا کہ حرکات افلاک اور اشخاص حیوانات
وغيرهما حوادث مرتبة لا اول لها فما لم ينقض تلك الحوادث بجملتها لا تنتهي النوبة الى وجود الحادث
وغیرہ میں سے ہر حادث کے پہلے حوادث اس طرح مرتب ہوں کہ انکی ابتدا نہ نکلے تو جب تک کہ وہ سب حوادث نہ گذر چکینگے اسوقت تک حادث موجود کے وجود کی نوبت نہ آئیگی
الحاضر لان الحركة اليومية وجودها مشروط بانقضاء ما قبلها وكذلك الحركة التي قبلها وجودها
اسلیے کہ آج کی حرکت کے لیے یہ شرط ہو کہ اسکے قبل کی حرکتیں گذر لیں۔ اسی طرح اس سے پہلے والی حرکت کے لیے بھی
مشروط بمثل ذلك وهلم جرا وانقضاء ما لا اول لها محال بيانه انك اذا لاحظت الحادث الحاضر
یہی شرط ہے اور اسی طرح اور اوپر جسکا اول نہو اسکا ہو چکنا محال ہے اسکا بیان یہ ہو کہ جب تو حادث موجود کو خیال کرے
ثم انتقلت منه الى ما قبله ولاحظته وهلم جرا على الترتيب لا تفضي الى نهاية حتى تجد طريقا
پھر اس سے پہلے والے حادث کو دیکھے اور خیال کرے اسی طرح اوپر کو بترتیب خیال کرتا جائے تو انتہا کو نہ پائے گا جس سے کوئی طریقا ایسا ملسکے
الى وجود الحادث الحاضر فيلزم ان يكون وجود الحادث الحاضر محالا لكن وجود الحادث الحاضر ثابت
کہ موجودہ حادث کے وجود کی نوبت آئے۔ پس لازم آتا ہو کہ حادث موجود کا وجود محال ہو لیکن حادث موجود کا وجود تو ثابت ہے
فيبطل وجود حوادث لا اول لها فاذا ابطل وجود حوادث لا اول لها يبطل كون ما لا يخلو عن الحوادث
پس حوادث غیر متناہی کا وجود باطل ہوا اور جب حوادث غیر متناہی کا وجود باطل ہو تو یہ بھی باطل ہے کہ جو حوادث سے خالی نہیں
قديما ثابتا في الازل فاذا ابطل كونه قديما ثابتا في الازل يثبت كونه حادثا فاذا ثبت كونه حادثا
وہ قدیم و ازلی ہو اور جب ثابت ہوا کہ وہ قدیم ازلی نہیں تو ثابت ہوا کہ وہ حادث ہے اور جب ثابت ہوا کہ وہ حادث ہو
لثبت كون العالم بجميع اجزائه من السموات وما فيها ومن الارض وما عليها حادثا محتاجا الى محدث
تو ثابت ہوا کہ عالم اپنے تمام اجزا کے ساتھ یعنی آسمان اور زمین اور جو کچھ اُس میں ہے وہ حادث ہو اور ایسے محدث کا محتاج ہے
يخرجه من العدم الى الوجود وذلك المحدث يلزم ان يكون قديما واحدا متصفا بالقدرة
کہ اُسکو عدم سے وجود میں لائے اور ضروری ہے کہ وہ محدث قدیم واحد قدیر
والارادة والعلم والحيوة لانه لو لم يكن قديما بل كان حادثا لكان محتاجا الى محدث فيلزم الدور
صاحب ارادہ و علم و حیات ہو اسلیے کہ اگر وہ قدیم نہو بلکہ حادث ہو تو وہ خود بھی کسی محدث کا محتاج ہوگا۔ تو دور
او التسلسل الذي هو وجود حوادث لا اول لها وكلاهما محال ولو لم يكن واحدا بل كان اكثر من واحد
یا تسلسل یعنی حوادث غیر متناہی کا وجود لازم آئے گا اور یہ دونوں محال ہیں اور اگر ایک نہو بلکہ ایک سے زائد ہو
لوقع بينهما التمانع الموجب لعدم وجود العالم ولو لم يكن متصفا بالقدرة والارادة والعلم والحيوة
تو لازم آئے گا کہ اُن میں ایسی روک واقع ہو کہ عالم کا عدم لازم آئے اور اگر قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات سے متصف نہو

لکان عاجزاً عن ایجاد شیٔ من العالم لان الایجاد اثر القدرة وتاثیر القدرة فی شیٔ من الاشیاء
تو عالم کی کوئی چیز نہ پیدا کر سکیگا اسلیے کہ پیدا کرنا قدرت کا اثر ہے اور قدرت کسی چیز مین اُسی وقت کام کرتی ہے

یقتضی ارادة ذلک الشیٔ وارادة ذلک الشیٔ یقتضی العلم به لان القصد الی ایجاد شیٔ مع عدم العلم
جبکہ اُسکا ارادہ ہولے اور ارادہ اُس شے کا مقتضی ہو کہ اُسکا علم بھی ہو اسلیے کہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا قصد بدون اُسکے علم کے

به محال والاتصاف بهذه الصفات الثلث یقتضی الحیوة لکونها شرطا فیها فعلی هذا یکون وجود
محال ہو اور ان تینون صفتون کے ساتھ موصوف ہونا حیات کو چاہتا ہو اسلیے کہ وہ اُسمین شرط ہے پس اس بنا پر

العالم بل وجود کل ذرة من ذراته دلیلا قطعیا علی وجوده تعالی وکونه قدیما واحدا متصفا
عالم کا وجود بلکہ اُسکے ہر ذرہ کا وجود اس امر کے لیے دلیل قطعی ہو کہ اللہ تعالے موجود ہو اور قدیم واحد

بهذه الصفات الاربع ولهذا کان بعض اهل النظر یقولون استدلالا بالاثر علی المؤثر ما رأینا شیئا
اور چارون صفات مذکورہ سے موصوف ہو اسی سیلیے بعض اہل نظر اثر سے مؤثر پر دلیل لاکر کہتے ہین کہ ہمنے جس شے کو دیکھا

الا رأینا الله بعده فان کل ذرة من ذرات العالم من حیث حدوثها وافتقارها الی من یوجدها
اُسکے بعد ہی خدا کو دیکھا ہو۔ اسلیے کہ عالم کا ذرہ بحیثیت اپنے حدوث اور احتیاج موجد کے

لا تزال تتکلم بکلام لا حرف فیه ولا صوت ان لها موجدا قدیما واحدا متصفا بالقدرة والارادة
زبان حال سے جسمین نہ آواز ہے نہ حرف ہمیشہ کہتا ہو کہ میرا ایک موجد قدیم واحد و قدرت و ارادہ

والعلم والحیوة وسائر ما یلیق به من الصفات یسمع کلامها السامعون ولا یسمعها الذین هم عن السمع
و علم و حیات وغیرہ اوصاف جو اُسکی شان کو زیبا ہین اُنسے موصوف ہو سُننے والے اُسکے کلام سُنتے ہین اور وہ لوگ نہین سُنتے جو سُننے سے

المعزولون والمراد من السمع السمع الباطن الذی یسمع به کلام لیس بحرف ولا صوت ولا عربی ولا عجمی
معذور ہین اور سمع سے مراد سمع باطنی ہے جس سے وہ باتین سنی جاتی ہین جنمین نہ حرف ہو نہ آواز نہ عربی ہے نہ عجمی

لا السمع الظاهر الذی لا یسمع غیر الاصوات وتشارک فیه البهائم الانسان اذ لا قدر بشیٔ تشارک فیه البهائم
سمع ظاہری مراد نہین ہو جس سے صرف آوازین سُن سکتے ہین اور جسمین انسان اور چوپائے برابر ہین۔ اسلیے کہ اُس چیز کی کیا قدر ہو جسمین چوپائے اور انسان برابر ہون

الانسان والحاصل ان المکلف لا یعرف من صفاته تعالی بالعقل الا ما دل علیه افعاله تعالی فما لم یدل
اور حاصل یہ ہو کہ مکلف بذریعۂ عقل کے اُن ہی صفات کو جان سکتا ہو جنکا پتہ اُسکے افعال سے ملتا ہے اور جنپر اُسکے

علیه افعاله کالسمع والبصر والکلام فقد یستدل علی ثبوتها له تعالی تارة بالعقل وتارة بالنقل
افعال دلالت نہین کرتے جیسے سمع و بصر و کلام تو اللہ کے لیے اُنکے ثبوت کے واسطے کبھی عقلی دلیل سے کام لیا جاتا ہو اور کبھی نقلی دلیل سے

اما وجه الاستدلال علی ثبوتها له تعالی بالعقل فهو انها صفات کمال واضدادها صفات نقصان
عقلی دلیل اُنکے ثبوت کی تو یہ ہو کہ یہ کامل صفتین ہین اور اُنکی ضدین ناقص صفتین ہین

واتصافه تعالی بصفات الکمال وعدم اتصافه بصفات النقصان واجب فوجب اتصافه تعالی
اور واجب ہو کہ خدا کامل سے موصوف ہو اور ناقص صفتون سے بری ہو پس اللہ تعالی کا ان صفات سے موصوف ہونا واجب ہوا

بتلک الصفات واما وجه الاستدلال علی ثبوتها له بالنقل فهو ان الشرع قد ورد بثبوتها له تعالی
اور نقلی دلیل اُنکے ثبوت پر یہ ہے کہ شریعت مین اُسکا ثبوت اللہ تعالے کے لیے موجود ہے

فوجب القطع بثبوتها له تعالی ودلیل النقل فی هذه المسألة اقوی من دلیل العقل لان تلک الصفات
پس واجب ہوا کہ اللہ کے لیے ان صفات کا ثبوت تسلیم کیا جائے اور اس مسئلہ مین نقلی دلیل عقلی دلیل سے زیادہ قوی ہو اسلیے کہ ان صفات پر

لا یتوقف علیها افعاله تعالی حتی یستدل بها علی ثبوتها له وذاته تعالی لم یکن معلوما لاحد
افعال خداوندی موقوف نہین ہین جنسے اُنکا ثبوت اللہ تعالے کے لیے معلوم کیا جائے اور ذات خداوندی کسی کو معلوم نہین ہے

حتی یعلم انها فی حقہ تعالٰی کمال یجب اتصافہ بها حتی لو لم یتصف بها یلزم ان یتصف باضدادها
کہ جس سے معلوم ہو سکے کہ یہ صفات خدا کی اعتبار سے بھی کمال ہین جنسے انکا موصوف ہونا ضروری ہے اگر انسے موصوف نہو تو اُنکی ضدون سے موصوف ہونا لازم آسکے گا

وما ذکر من کونها کمالا انما هو بالنسبۃ الینا ولا یلزم من کون الشئ بالنسبۃ الینا کمالا ان یکون
اور یہ جو کہا گیا کہ کمال ہین یہ صرف ہمارے اعتبار سے ہی اور یہ ضروری نہین ہو کہ جو چیز ہمارے لیے کمال ہو وہ

فی حقہ تعالٰی کمالا الا تری ان اللذۃ والالم مع کونهما کمالا بالنسبۃ الینا ممتنعان علی اللّٰہ تعالٰی
اللہ کے لیے بھی کمال ہو۔ کیا تم نہین دیکھتے کہ لذت و درد باوجودیکہ ہمارے لیے کمال ہین اللہ کے لیے محال ہین

لکونهما من عوارض الاجسام فعلی هذا یلزم فی اثبات تلک الصفات لہ تعالٰی التمسک بالنقل
کیونکہ یہ اجسام کے عوارض ہین اسی بناپر ان صفات کو خدا کے لیے ثابت کرنے مین اُن انبیا کا کلام نقل کرنا لازم ہے

عن الانبیاء الذین ثبتت نبوۃ کل واحد منهم بالمعجزۃ القائمۃ مقام قولہ تعالٰی صدق عبدی فی
جنکی نبوت معجزہ سے ثابت ہو جو خداوند عالم کے اس قول کے قائم مقام ہے کہ میرا بندہ

کل ما یبلغ عنی سواء کان تبلیغہ بقولہ او فعلہ او سکوتہ لان المعجزۃ تصدیق فعلی من اللّٰہ تعالٰی
میری طرف سے جو احکام قولاً یا فعلاً یا سکوتاً پہونچاتا ہو اسمین وہ سچا ہے اِسلیے کہ معجزہ اللہ کی جانب سے

لرسولہ لکونها فعلا من افعالہ تعالٰی خارق العادۃ منزل منزلۃ صریح القول فی تصدیق رسولہ
اپنے رسول کے لیے تصدیق فعلی ہے کیونکہ وہ بوجہ خلاف عادت ایک فعل خداوندی ہونے کے دعواے رسالت مین اپنے رسول کی صریح تصدیق قولی کے

فی دعوی الرسالۃ فانہ تعالٰی لما خلق امرا خارق العادۃ علی یدہ عند ادعائہ الرسالۃ صار کانہ
قائم مقام ہو۔ اسلیے کہ جب اللہ نے دعواے رسالت کے وقت کوئی امر خلاف عادت مستمرہ رسول کے ہاتھ پر ظاہر کیا تو گویا اُسنے

قال صدق رسولی فی کل ما یبلغ عنی سواء کان تبلیغہ بقولہ او فعلہ او سکوتہ مثال ذلک علی ما
یہ کہدیا کہ میرا رسول میری جانب سے قولاً یا فعلاً یا سکوتاً جو بیان کرتا ہے اسمین سچا ہے علمانے اسکی مثال یون

ذکرہ العلماء ان رجلا اذا قام فی مجلس ملک بحضور جماعۃ وقال انا رسول هذا الملک بعثنی الیکم
بیان کی ہے کہ ایک شخص نے ایک بادشاہ کے دربار مین ایک جماعت کے سامنے کھڑے ہو کر یون کہا کہ مین اس بادشاہ کا ایلچی ہون جسنے مجکو فلان فلان احکام دیکر

بکذا وکذا من التکالیف فطلبوا منہ حجۃ تدل علی صدقہ فقال اٰیۃ صدقی انی اطلب من
تمہارے پاس بھیجا ہو پس لوگون نے اُس سے اسکی تصدیق کرنے والی حجت چاہی تو اُسنے کہا کہ میری سچائی کی پہچان یہ ہو کہ مین بادشاہ سے کہتا ہون

الملک ان یخالف عادتہ ویقوم من مقامہ ویقعد ثلث مرات ففعل الملک ذلک بطلبہ فلا ریب
کہ وہ اپنی عادت کے خلاف تین مرتبہ اُٹھے اور بیٹھے پھر بادشاہ نے اُسکے کہنے سے ایسا ہی کیا پس کوئی شک نہین

ان ذلک الفعل من الملک قائم مقام قولہ صدق هذا الرجل فی کل ما یبلغ عنی ومفید للعلم الضروری
کہ بادشاہ کا یہ فعل بجاے اُس قول کے ہو کہ یہ شخص میری طرف سے جو کچھ بیان کرتا ہو سچ ہے اس سے اُن لوگون کو اُس کی سچائی کا بدیہی علم حاصل ہو گا

بصدقہ لمن شاهد ذلک الفعل من الملک ولمن لم یشاهدہ بل وصل الیہ خبرہ بالتواتر ولا شک
جنھون نے بادشاہ کو یہ فعل کرتے ہوے دیکھا ہے یا دیکھا نہین تو بہتیرون سے سُنا ہے اور کوئی شک نہین

ان هذا المثال مطابق لحال الرسل علیهم الصلوۃ والسلام فی افادۃ معجزتهم العلم الضروری
کہ یہ مثال پیغمبرون کے حال کے مطابق ہے اس بارے مین اُنکے معجزہ سے بھی علم بدیہی اُنکی سچائی کا اُن لوگون کو حاصل ہوتا ہے

بصدقهم لمن شاهدها ولمن لم یشاهدها بل وصل الیہ خبرها بالتواتر فاذا ثبت صدقهم
جنھون نے معجزہ دیکھا ہے یا نہین دیکھا مگر بہتیرون سے سُنا ہو جب اُنکا صدق ثابت ہو گیا

یجب الایمان بهم ولا یحصل الایمان بهم الا بمعرفۃ ما یجب فی حقهم وما یستحیل علیهم وما یجوز
تو اُنپر ایمان لانا واجب ہو۔ اور ایمان اُنپر نہین حاصل ہوتا مگر اسطرح کہ جانے اُن باتون کو جو اُنکے حق مین ضروری ہین اور جو محال ہین اور جو جائز ہین

لهم فما یجب فی حقهم الصدق والامانة وتبلیغ ما امروا بتبلیغه وما یستحیل علیهم اضداده هذه
سو جو صفات انکے لیے واجب ہین یہ ہین سچائی امانت اور امر و نہی کا بیان کر دینا اور ان صفتون کی ضدین انبیاء پر محال ہین

الصفات وهی الکذب والخیانة وکتمان ما امروا بتبلیغه وما یجوز لهم الاعراض البشریة التی لا تؤدی
یعنی کذب اور خیانت اور جسکی تبلیغ کا انکو حکم ہے اسکا چھپانا ۔ اور جو صفتین انکے لیے جائز ہین جو بشری اعراض جنسے انکی

الی نقص فی مراتبهم کالمرض ونحوه اما وجوب الصدق فی حقهم واستحالة الکذب علیهم فلان معجزتهم
شان مین کچھ بٹہ نہین لگتا مثلا بیماری وغیرہ اور انکے لیے صدق کا واجب ہونا اور کذب کا محال ہونا اسلیے ہے کہ انکا معجزہ

قد دلت علی صدقهم فلو جاز لهم الکذب لادی الی ابطال دلالة المعجزة علی الصدق وهو محال واما
انکی صداقت کی دلیل ہے۔ تو اگر انکا کذب ممکن ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ معجزہ کی دلالت جو صدق پر ہے باطل ہو جائے اور یہ محال ہے

وجوب الامانة فی حقهم واستحالة الخیانة علیهم فلانهم لو خانوا بفعل شئ مما هو حرام او مکروه
اور انکے حق مین امانت کا واجب ہونا اور خیانت کا محال ہونا اس وجہ سے ہے کہ اگر وہ کوئی فعل حرام یا مکروہ کر کے خیانت کرتے

لکنا مامورین باتباعهم فیه لانه تعالی امر الخلق باتباعهم فی افعالهم واقوالهم وسکوتهم فلو علم الله
تو ہمکو بھی اسمین انکی پیروی کا حکم ہوتا۔ اسلیے کہ خدا نے سب مخلوق کو انکے اقوال و افعال اور سکوت مین انکی پیروی کا حکم دیا ہے پس اگر اللہ کے علم مین کوئی

منهم خیانة لما امر الخلق باتباعهم فثبت بذلک انه تعالی عصمهم عن فعل شئ مما هو حرام او مکروه
خیانت ممکن ہوتی تو وہ خلقت کو انکی پیروی کا حکم نہ دیتا پس اس سے ثابت ہوا کہ اللہ نے انکو حرام یا مکروہ کام کرنے سے معصوم بنایا ہے

فلا یقع منهم الا ما هو واجب او مندوب او مباح هذا بالنظر الی نفس الفعل واما بالنظر الیهم فالحق
اور انسے وہی کام ہونگے جو واجب ہین یا مستحب یا مباح۔ یہ مادہ تو باعتبار نفس فعل کے ہے اور بلحاظ انکی ذات کے حق یہ ہے

ان افعالهم دائرة بین الوجوب والندب لا غیر لان المباح لا یقع منهم کما یقع من غیرهم بمقتضی الشهوة
کہ انکے افعال واجب اور مستحب کے درمیان رہتے ہین اور کچھ نہین اسلیے کہ مباح انسے عام لوگونکی طرح بمقتضائے شہوت نفس کے نہین ہوتا ہے

بل انما یقع منهم بنیة صالحة یصیر بها عبادة واقل ذلک قصد التعلیم لغیرهم اذا ثبت هذا
بلکہ انسے تو نیک نیتی سے ہوتا ہے جس سے وہ عبادت بن جاتا ہے کم از کم یہ امت کی تعلیم مقصود ہوتی ہے جب یہ بات ثابت ہوئی

فالواجب علی کل مؤمن ان یکون علی حذر عظیم ووجل شدید علی ایمانه ان یسلب منه بان
تو ہر مومن پر واجب ہے کہ بہت پرہیز کرتا رہے اور اپنے ایمان پر ڈرتا رہے کہ ایسا نہ ہو جاتا رہے

یصغی باذنه ویلتفت بذهنه الی خرافات ینقلها فی حقهم کذبة المؤرخین ویتبعهم فی بعضها بعض
ان خرافات باتون کی طرف کان لگانے اور ذہن کو متوجہ کرنے سے جو بعض جھوٹے مورخ انکے حق مین لکھتے ہین اور بعض

الجهلة من المفسرین فانهم لقلة تحصیلهم وعدم تحقیقهم بما یفترون فی ذلک بظواهر من الکتاب
جاہل مفسرین بھی بعض باتون مین انکی پیروی کرتے ہین۔ کیونکہ وہ بسبب کم فہمی اور عدم تحقیق کے اکثر اوقات قرآن اور حدیث کے ظاہری معنون سے بہتان لگاتے ہین

والسنة ولهذا قیل التمسک فی عقائد الایمان بمجرد ظواهر الکتاب والسنة من غیر تفصیل
اسی لیے کہتے ہین کہ عقائد مین محض ظاہر کتاب و سنت سے دلیل پکڑنا اور اس بات کی تفصیل نہ کرنا

بین ما یستحیل ظاهره منهما وبین ما لا یستحیل فلا خفاء فی کونه اصلا من اصول الکفر والبدعة
کہ ان امور مین کونسا محال ہے اور کونسا محال نہین ہے یہ بلاشبہہ کفر و بدعت کی جڑ ہے

قال الامام السنوسی وکذا تلقی هذا العلم من مجرد الکتب والمشائخ المصحفین والمتفقهین
امام سنوسی کہتے ہین اور ایسے ہی حاصل کرنا اس علم کا صرف کتابون سے اور غلط کار مشائخ اور فقہائے

بلا تحقیق واما وجوب التبلیغ فی حقهم واستحالة الکتمان علیهم فلانهم لو کتموا شیئا مما امروا بتبلیغه
بے تحقیق سے اور انکے حق مین احکام رسالت کا واجب ہونا اور چھپانے کا محال ہونا یہ اسلیے ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام احکام الٰہی مین سے کچھ بھی چھپا لیتے

لکان الناس مامورین باتباعهم فی کتمان بعض ما امروا بتبلیغه من العلم النافع لمن اضطر الیه وکیف یتصور
تو اُمت کو بھی حکم ہوتا کہ بعض باتین اُنکی پیروی مین چھپا لیا کرین یعنے حاجتمند کو علم نافع نہ بتلائین اور کیونکر خیال مین آسکتا ہے

ذلك والکتمان حرام ملعون فاعله بشهادة قوله تعالی ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینٰت والهدٰی
حالانکہ چھپانا حرام ہے اور چھپانے والے ملعون ہین بشہادت اس قول خداوندی کے کہ جو لوگ چھپاتے ہین جو کچھ ہمنے اُتارا کھلا حکم اور ہدایت

من بعد ما بینٰه للناس فی الکتٰب اولٰئك یلعنهم الله ویلعنهم اللٰعنون واما جواز
بعد اسکے کہ ہمنے لوگون کے واسطے بیان کردین کتاب مین انپر خدا لعنت کرتا ہے اور لعنت کرتے ہین سب لعنت کرنے والے اور

الاعراض البشریة لهم فلانها لا تضر فی رسالتهم وعلو منزلتهم بل هی مما یزید فی مراتبهم باعتبار تعظیم
اعراض بشری کا اُنکے لیے ممکن ہونا اسلیے ہے کہ وہ اُنکی رسالت اور علو شان مین بالکل مضر نہین ہین بلکہ اُنکے مرتبہ بڑھانے والی یہ چیزین ہین باعتبار

اجرهم من جهة ما یقارنها من طاعة صبرهم فانه تعالی کان قادرا علی ایصاله الیهم ذلك الثواب
صبر کی عبادت سے انکا ثواب بڑھ جاتا ہے اللہ قادر تھا کہ انکو یہ ثواب

العظیم بلا مشقة یلحقهم لکن بعظیم حکمته اختار ان یوصل الیهم ذلك الثواب مع تلك الاعراض
عظیم بلا مشقت کیے ہوئے عنایت فرماتا لیکن اپنی حکمت عظیمہ سے اُسنے یہ پسند کیا کہ انکو یہ ثواب اُن عوارض کے ساتھ دیا جائے

رفقا بضعفاء العقول کیلا یعتقدوا فیهم الالوهیة وفیها ایضا اعظم دلیل علی صدقهم وکونهم
ضعیف عقلون پر عنایت کی وجہ سے تاکہ بیوقوف لوگ انکو خدا نہ سمجھ لین اور اسمین اُنکے صدق اور

مبعوثین من عند الله تعالی وکون ما ظهرت علی ایدیهم من الخوارق مخلوقة لله تعالی من غیر
منجانب اللہ بھیجے جانے کی سب سے بڑی دلیل ہے اور یہ بھی کہ اُنکے ہاتھ پر جو معجزے ظاہر ہوے ہین وہ اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہین

ان یکون لهم قدرة علی اختراعها اذ لو کان لهم قدرة علی اختراعها لدفعوا عن انفسهم ما هو یسیر
انکو اسکے پیدا کرنے کی کچھ قدرت نہین ہے۔ اس لیے کہ اگر انکو اسکے پیدا کرنے پر قدرت ہوتی تو اپنے اوپر سے اُن بلاؤن کو دور کرلیتے جو اس سے آسان کام ہے

منها من المرض والجوع والعطش والحر والبرد واذیة الخلق ونحو ذلك وفیها ایضا فائدة عظیمة
یعنی بیماری اور بھوک اور پیاس اور گرمی اور سردی کا دکھ اور خلق کی اذیت وغیرہ اور اسمین ایک بڑا فائدہ اور بھی ہے

وهی تشریع الاحکام للخلق المتعلقة بها کما عرف فی شریعتنا احکام السهو فی الصلوٰة من سهو
یعنے خلق کو اسکے متعلق احکام سکھانا جیساکہ حضور علیہ السلام کی نماز مین سہو کرجانے سے سہو نماز کے

نبینا علیه السلام فی الصلوٰة وکیفیة اداء الصلوٰة فی حال المرض والخوف من فعله
احکام معلوم ہوئے بیماری اور خوف کی حالت مین نماز پڑھنے کا طریقہ آپ کے عمل سے

علیه السلام وهیأة اکل الطعام وشرب الماء ونحو ذلك من اکله وشربه
اور کھانے پینے کے آداب آپ کے کھانے پینے سے معلوم ہوئے

المجلس السادس عشر فی تحقیق السعید والشقی وبیان اقسام الکفر وغیره
سولھوین مجلس نیک بخت اور بدبخت کی تحقیق اور کفر کے اقسام وغیرہ کے بیان مین

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان العبد یعمل عمل اهل النار وانه من اهل الجنة ویعمل اهل الجنة وانه
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض بندہ دوزخیون کے کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے اور بعض بندہ جنتیون کے کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ

من اهل النار وانما الاعمال بالخواتیم هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه سهل بن سعد لیس فیه دلالة
دوزخ والون مین سے ہوتا ہے۔ اور اعتبار خاتمہ ہی کا ہے یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے اور راوی سہل بن سعد ہین اس حدیث مین عمل چھوڑ دینے کی دلیل

علی ترك العمل بل فیه حث للعبد علی مواظبة الطاعات واجتناب السیئات فی کل وقت
نہین ہے بلکہ اسمین ترغیب ہے ہمیشہ عبادت کرتے رہنے اور تمام عمر گناہون سے بچتے رہنے کی

من اوقات العمر خوفا من ان یکون ذلك الوقت آخر عمرہ وفیه ایضا زجر له عن العجب والفرح بالاعمال
اس خوف سے کہ وہی وقت اسکے عمر کی آخری گھڑی ہو اور نیز اسمین جھڑکی ہے اپنے اعمال پر خودبینی اور اترانے سے
لانه لا یدری ماذا یصیب فی العاقبة اذ رب شخص یعمل عمل اهل الجنة من الایمان والطاعات و فی
اس لیے کہ کیا خبر ہی کہ انجام کار کیا ہوگا کیونکہ بہتیرے آدمی ایمان اور اطاعت سے جنتیون کے کام کرتے رہتے ہین اور
تقدیر الله تعالی انه من اهل النار فیتحول فی آخر عمرہ من الایمان والطاعات الی الکفر والمعاصی فیموت
تقدیر الٰہی مین وہ دوزخی ہین سو وہ آخر عمر مین ایمان اور طاعت سے کفر اور گناہون کی طرف پھر جاتا ہے اور
علی الکفر والمعاصی فیدخل النار ورب شخص یعمل عمل اهل النار من الکفر والمعاصی وفی تقدیر الله تعالی
کفر اور معاصی پر مرجاتا ہو اور دوزخی ہوجاتا ہو اور بہتیرے دوزخیون کا کام کرتے رہتے ہین یعنی کفر اور گناہ اور تقدیر الٰہی مین
انه من اهل الجنة فیتحول فی آخر عمرہ من الکفر والمعاصی الی الایمان والطاعات فیموت علی الایمان والطاعات
وہ جنتی ہین پس آخر عمر مین وہ کفر اور گناہون سے تائب ہوکر مؤمن اور عابد ہوجاتا ہو اور ایمان اور عبادت پر اسکا خاتمہ ہوتا ہے
فیدخل الجنة فلذلك قال النبی علیه السلام انما الاعمال بالخواتیم یعنی ان اعمال العبد
اور جنت مین داخل ہوتا ہو اسی لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اعمال کا اعتبار خاتمہ پر ہی یعنے اعمال بندہ کے
متعلقة فی السعادة والشقاوة بآخر العمر وفی حدیث آخر انه علیه السلام قال اعملوا فکل
باعتبار سعادت اور شقاوت کے آخر عمر سے تعلق رکھتے ہین اور ایک اور حدیث مین ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمل کرو کیونکہ ہر شخص کو
میسر لما خلق له اما من کان من اهل السعادة فسییسر لعمل اهل السعادة واما من کان من اهل
وہی کام آسان ہوگا جسکے لیے وہ پیدا کیا گیا ہو جو شخص سعادتمند ہو اسکو نیکون کے کام آسان ہونگے اور جو بدبخت ہے
الشقاوة فسییسر لعمل اهل الشقاوة فانه علیه الصلوٰة والسلام بین فی هذا الحدیث ان کل احد
اسکو بدبختون کے کام آسان ہونگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد مین یہ بیان فرمادیا کہ ہر شخص
مهیأ وموفق للذی خلق لاجله من الخیر والشر فمن خلق وقدر انه من اهل الجنة یجری الله تعالی
برائی اور بھلائی مین جس چیز کے لیے پیدا کیا گیا اسی کا مورد اور موقع ہو جو شخص ایسے مقدر کے ساتھ پیدا کیا گیا ہو کہ وہ جنتی ہوگا تو اللہ تعالے
علی یدیه اعمال اهل الجنة وییسرها علیه حتی یموت ویدخل الجنة ومن خلق وقدر انه من اهل النار
اسکے ہاتھ سے جنتیون کے کام کراتا ہو اور انکو اسکے لیے آسان کردیتا ہو یہان تک کہ مرجاتا ہو اور جنتی ہوتا ہو اور جسکی پیدایش اس تقدیر کیساتھ ہو کہ وہ دوزخی ہو
یجری الله علی یدیه اعمال اهل النار وییسرها علیه حتی یموت ویدخل النار فالعمل دلیل یغلب الظن
اسکے ہاتھ سے اللہ دوزخیون کے کام کرائے گا اور اسکو وہی کام آسان ہونگے یہان تک کہ مرجائے گا اور دوزخی ہوگا پس ظاہر عمل کی دلیل سے ظن غالب ہوجاتا ہے
ان الشخص من ای الصنفین یکون ومن هذا کان الواجب علی ان لا یکون خالیا عن العمل الصالح
کہ یہ آدمی ہر دو قسم مین سے کس قسم کا ہو اور اسی لیے واجب ہو کہ عمل نیک سے کسی وقت خالی نہ رہے
فی وقت من الاوقات لانه لا یدری متی یأتیه الموت اذ لیس له سن ولا وقت معلوم ولا مرض معلوم
اس لیے کہ اسکو نہین معلوم کہ کب موت آئے گی اس لیے کہ نہ اسکا کوئی سنہ اور وقت معین ہو نہ اسکا مرض معلوم ہے
فطوبی لمن رزقه الله تعالی الفهم والیقظة من نوم الغفلة والتفکر فی الخاتمة واسأل الله ان یجعلنا فی
پس خوشی ہے اس شخص کے لیے جسکو خدا نے سمجھ دی ہو اور خواب غفلت سے بیدار ہو اور خاتمہ کی فکر ہے اور مین اللہ سے دعا مانگتا ہون کہ ہمکو
خیر مع البشارة فان المؤمن له بشارة من الله تعالی عند الموت کما قال الله تعالی اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا
نیکی مین بشارت کے ساتھ موت دے کیونکہ مؤمن کو موت کے وقت اللہ کی طرف سے بشارت دی جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے جن لوگون نے کہا
رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ
کہ رب ہمارا اللہ ہو پھر اسی پر قائم رہے انپر فرشتے اترتے ہین اور کہتے ہین کہ نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشخبری لو جنت کی جسکا تم سے

توعدون ٥ فانه تعالی بین فی هذه الاٰیة ان الذین اقروا بربوبیته واعترفوا بوحدانیته ثم استقاموا
وعدہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین بیان کردیا کہ جن لوگون نے اُسکے پروردگار ہونے کا اقرار کیا اور اُسکی یکتائی کے قائل ہوئے پھر
علی ذلک الاقرار والاعتراف الی الموت باتیان جمیع المامورات واجتناب جمیع المنہیات اذ لا یتحقق
مرتے دم تک اسی قول وقرار پر جمے رہے اس طرح کہ تمام احکام بجالاتے رہے اور تمام گناہون سے بچتے رہے کیونکہ بدون اسکے
الاستقامة بدون ذلک بل یحصل الاعوجاج بترک شئ من المامورات وارتکاب شئ من المنہیات
استقامت نہین ہوتی بلکہ کجی آجاتی ہے ایک حکم پر عمل نہ کرنے اور ایک گناہ کے کرنے سے بھی
تتنزل علیہم الملئکة من جہته تعالیٰ عند الموت بالبشارات التی ہی قولہم ان لاتخافوا ولا تحزنوا
تو ایسے لوگون پر اللہ کی طرف سے مرتے وقت فرشتے نازل ہوتے ہین اور یہ کہکر بشارت دیتے ہین کہ مت ڈرو اور مت غم کرو
وابشروا بالجنة التی وعدکم اللہ تعالیٰ بہا علی لسان نبیکم وقال لاعدائہ فتمنوا الموت ان کنتم صادقین ٥
اور اس جنت کی خوشخبری سنو جسکا تم سے تمہارے پیغمبر کی زبانی تمہارے خدا نے وعدہ کیا تھا۔ اور اپنے دشمنون کے حق مین یون فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی آرزو کرو
ولا یتمنونه ابدا بما قدمت ایدیہم واللہ علیم بالظلمین ٥ فبین سبحانه وتعالیٰ فی هذه الاٰیة
اور وہ اُسکی کبھی تمنا نہ کرینگے کیونکہ وہ اپنے ہاتھون بہت بدکاریان کرچکے ہین اور اللہ ظالمون کو خوب جانتا ہے ۔ اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا
ان الصادقین فی اقرارہم لکونہم مستعدین للموت یتمنونه ولا یفرون منه لکون عملہم حسنا و
کہ جو لوگ اپنے اقرار کے سچے ہین وہ بوجہ مرنے کے لیے تیار رہنے کے موت کی تمنا کرتے ہین اُس سے بھاگتے نہین اسلیے کہ اُنکے عمل نیک ہین اور
اما الظلمون فلعدم کونہم مستعدین للموت لا یتمنونه بل یفرون منه لکون عملہم سوء فان العمل السوء
ظالم چونکہ مرنے کے لیے تیار نہین ہین اس لیے وہ موت کے آرزومند نہین ہین بلکہ اُس سے بھاگتے ہین کیونکہ اُنکے بُرے عمل ہین اسلیے کہ عمل بد
وان لم یخرج المؤمن عن الایمان الا انه سبب لسوء خاتمته وشوم عاقبته فان سوء الخاتمة لا یکون
اگرچہ دائرۂ ایمان سے نہین نکالتا لیکن وہ خاتمہ کی خرابی اور آخرت کی نحوست کا سبب ضرور ہوتا ہے کیونکہ خاتمہ اُسی کا خراب ہوتا ہے
الا لمن کان له فساد فی الاعتقاد او اصرار علی المعاصی او عدول عن الاستقامة او ضعف فی الایمان
جسکے عقیدہ مین خرابی ہو یا گناہون پر اصرار ہو یا استقامت سے پھر گیا ہو یا ایمان مین ضعف ہو
اما الفساد فی الاعتقاد فبان یکون فی قلبه شئ من انواع الشرک فان انواع الشرک ستة احدہا شرک
اعتقاد کی خرابی تو یون ہوتی ہے کہ دل مین کسی قسم کا شرک ہو کیونکہ شرک چھ طرح کا ہوتا ہے ایک شرک
استقلال وہو اثبات الہین مستقلین کشرک الثنویة فانہم قالوا نجد فی العالم خیرا کثیرا وشرا
استقلال ہے وہ یہ کہ دو مستقل خدا ثابت کرے جیسے ثنویہ کا شرک کہ وہ کہتے ہین کہ ہم دُنیا مین بہتیری بھلائیان اور بہتیری بُرائیان پاتے ہین
کثیرا والواحد لا یکون خیرا وشرا بالضرورة فلا بد ان یکون لکل منہما فاعل علیحدة ثم انہم
اور ایک ذات بھلی اور بُری دونون نہین ہوسکتی پس ضرور ہے کہ انمین سے ہر ایک کا فاعل جدا جدا ہو ۔ پھر اس فرقہ کی
انقسموا قسمین القسم الاول المانویة والدیصانیة فانہم قالوا فاعل الخیر النور وفاعل الشر الظلمة والقسم
دو قسمین ہوگئین ۔ ایک مانویہ اور دیصانیہ ہے وہ کہتے ہین کہ فاعل خیر نور ہے اور فاعل شر ظلمت اور
الثانی المجوس فانہم قالوا فاعل الخیر یزدان وفاعل الشر اہرمن یعنون به الشیطان ثم اختلفوا فی ان
دوسری قسم مجوسی ہین وہ کہتے ہین کہ فاعل خیر یزدان ہے اور فاعل شر اہرمن جسکو شیطان کہتے ہین پھر اسمین اختلاف کیا
اہرمن قدیم کیزدان او حادث منه والثانی من انواع الشرک شرک تبعیض وہو جعل الاله مرکبا
کہ آیا اہرمن بھی یزدان کی طرح قدیم ہے یا اُسی سے پیدا ہے اور شرک کی دوسری قسم شرک تبعیض ہے یعنے خدا کو مرکب ٹھہرانا
من الہة کشرک النصاری فانہم اثبتوا الاقانیم الثلثة التی ہی الوجود والعلم والحیوة وحکموا
کئی خداؤن سے جیسے نصاریٰ کا شرک کہ انھون نے تین اقنوم ثابت کیے ہین یعنے وجود اور علم اور حیات اور یہ حکم کیا ہے

عليها بانها الهة ثلثة واعتقدوا ان الاله جوهر فرد مركبة من هذه الثلثة وقالوا مجموع هذه الثلثة
کہ یہ تینون خدا ہین اور اعتقاد یہ ہے کہ اللہ جوہر فرد ہے اور ان تینون سے مرکب ہے اور کہتے ہین کہ ان تینون کا مجموعہ ملکر

اله واحد وجعلوا الذات الواحدة ثلث صفات وذلك غير معقول العاقل والثالث من انواع
ایک اللہ ہے اور ایک ذات کو تین صفتین قرار دیا ہے۔ اور یہ نامعقول بات ہے اور تیسری قسم شرک کی

الشرك شرك تقريب وهو عبادة غير الله تعالى ليقرب الى الله تعالى كشرك متقدمى عبدة الاصنام
شرک تقریب ہے یعنی غیر خدا کی عبادت اسلیے کرنا کہ وہ خدا سے ملا دیگا جیسا کہ اگلے بت پرست کیا کرتے تھے

فانهم لما رأوا ان عبادتهم للمولى العظيم على ما هم عليه من غاية الدناءة ونهاية الحقارة سوء
اُن لوگون کو جب یہ خیال گذرا کہ ہم اسقدر ذلیل اور ادنے درجہ کی مخلوق اور اتنے بڑے سرکار کی عبادت

ادب عظيم تقربوا اليه بعبادة من هو اعلى منهم عنده كالملئكة والشمس والقمر والنجوم
بڑی بے ادبی اور چھوٹا منہ بڑی بات ہے اسلیے اُنھون نے تقرب الٰہی کیلیے اُنکی پرستش شروع کر دی جو اُنکے زعم مین اُنسے بہتر تھے مثلاً فرشتے سورج چاند ستارے

والنار ونحوها ثم انهم لما رأوا غيبة من اختاروا عبادته عنهم صنعوا الاصنام امثلة لما غاب
آگ وغیرہ پھر جب اُنھون نے دیکھا کہ ہم جنکی پرستش کرتے ہین وہ غائب ہین تو اُنھون نے بتون کو شبیہ بنایا اپنے غائب

عنهم من معبوداتهم واشتغلوا بعبادتها ونيتهم فى ذلك ان يتقربوا الى ما جعلوه مثالا له
معبودون کا اور اُسکی پرستش مین مشغول ہوے اور اُس سے اُنکی یہ نیت تھی کہ اُن بتون کے ذریعہ سے اُسکا تقرب حاصل کرین جنکی یہ شبیہ ہین

وقصدهم من جميع ذلك ان يتقربوا الى المولى العظيم لكن تلاعب الشيطان بعقولهم واوقعهم
اور اصل مقصد ان سب سے یہی تھا کہ موٹے بزرگ سے ملجائین لیکن شیطان نے اُنکی عقلون کو کھلونا بنایا

فى الضلال والرابع من انواع الشرك شرك تقليد وهو عبادة غير الله تعالى تقليدا للغير كشرك
اور گمراہی مین ڈالدیا چوتھی قسم شرک کی شرک تقلید ہے یعنی اورون کی دیکھا دیکھی غیر خدا کی پرستش کرنا جیسا کہ

متاخرى عبدة الاصنام فانهم لما وجدوا آباءهم واجدادهم مشتغلين بعبادتها قلدوهم فيها
پچھلے زمانہ کے بت پرست ہین کہ جب اُنھون نے اپنے باپ دادون کو بت پوجتے دیکھا تو خود بھی ویسا کرنے لگے

وقالوا انا وجدنا اباءنا على امة وانا على اثارهم مقتدون ولو كان اباؤهم فى ضلل مبين والخامس
اور کہنے لگے کہ ہمنے اپنے باپ دادون کو ایک راہ پر پایا اور ہم بھی اُن ہی کے قدم بقدم چلین گے اور وہ بھی اپنے باپ دادون کی طرح کھلی گمراہی مین ہین پانچوین قسم

من انواع الشرك شرك الاسباب وهو اسناد التاثير للاسباب العادية كشرك الفلاسفة والطبائعيين
شرک کی شرک اسباب یعنی تاثیرات کو اسباب ظاہری کی طرف منسوب کرنا جیسے فلاسفہ اور طبیعیون کا شرک

ومن تبعهم على ذلك من جهلة المؤمنين فانهم لما رأوا ارتباط الشبع باكل الطعام وارتباط الرى
اور بعض جاہل مؤمن جو اُسکے پیرو ہین کہ انھون نے جب پیٹ بھر جانے کا تعلق کھانا کھانے سے اور سیرابی کا

بشرب الماء وارتباط ستر العورة بلبس الثياب وارتباط الضوء بالشمس ونحو ذلك مما لا ينحصر فهموا
پانی پینے سے اور ستر پوشی کا کپڑا پہننے سے اور روشنی کا سورج کے ارتباط دیکھا اور اُسکے مثل بے انتہا چیزین تو

بجهلهم ان تلك الاشياء هى المؤثرة فيما ارتبط وجوده معها اما بطبعها او بقوة وضعها الله فيها وهو
اپنی جہالت سے یہ سمجھے کہ جس چیز کے وجود کو جس سے علاقہ ہے وہی اُسکی مؤثر ہے یا بذات خود یا اُس قوت سے جو اللہ نے اُسمین پیدا کی ہے اور یہ

غلط وسبب غلطهم قياسهم ادراك الحس بادراك العقل فان الذى شاهدوه انما هو تأثر شئ
غلط ہے اور غلطی کا سبب یہ ہے کہ محسوسات پر معقولات کو قیاس کر لیا ہے کیونکہ اُنھون نے تو یہی بات دیکھی ہے کہ ایک چیز دوسری چیز کے وقت متاثر ہوئی

عند شئ وهذا هو حظ الحس واما تاثيره فيه فلا يدرك بالحس بل انما يدرك بالعقل والسادس من
یہ تو حس سے معلوم ہوا لیکن تاثیر اُسکی حس سے نہین معلوم ہوتی بلکہ عقل سے معلوم ہوتی ہے چھٹی قسم

انواع الشرك شرك الاغراض وهو العمل لغير الله تعالى كشرك المرائين فانهم عند عملهم المامور به
شرک کی شرک اغراض ہے۔ یعنی دوسرون کے دکھانے کے لیے عمل کرنا جیسا کہ ریاکارون کا شرک کہ وہ جب کوئی حکم شرعی
من واجب ومندوب وعند تركهم المنهى عنه من محرم او مكروه ليس مقصودهم طلب رضاء الله تعالى
واجب یا مستحب بجا لاتے ہین یا کوئی ممنوع چیز حرام یا مکروہ فعل کو چھوڑتے ہین تو اُس سے خوشنودی خدا مقصود نہین ہوتی
بل مقصودهم مجرد نيل مدح من بعض عبيدة او حب منه له او رياسة من عنده او ظفر بمال له
بلکہ صرف یہ مقصد اُنکا صرف تعریف کرنا بعض بندگان الٰہی سے ہوتا ہے یا اپنی محبت ڈالنا اُنکے دل مین یا بڑائی اُسکے نزدیک یا اس سے مال
من قبله او صرف مذمة يخافها منه ومثله العمل لمجرد الظفر بالحور والقصور ونعيم الجنان
حاصل کرنا یا مذمت کا دفع کرنا جسکا خوف ہو اسی طرح وہ عمل بھی جو محض حور و قصور اور بہشت کے لیے
والسلامة من النيران والسبب الحامل لهم على ذلك نسيانهم توحيده تعالى حتى توهموا امكان
اور دوزخ سے بچنے کے لیے کیا جائے اور اسکا سبب یہ ہے کہ وہ توحید الٰہی بھول گئے کہ اُنکو یہ وہم ہوا
حصول نفع او ضر من غيره تعالى وتوهموا كون الخلق قادرين على النفع والضر حتى راعوهم
کہ نفع یا نقصان اللہ کے سوا اور سے بھی ہو سکتا ہے اور یہ وہم ہوا کہ خلقت کو نفع و ضرر کی قدرت ہے یہانتک
فى طاعتهم وتوهموا كون طاعتهم مؤثرة فى استجلاب نفع او دفع ضر فى الدنيا والاخرة وليس
کہ عبادت مین انکا لحاظ کرنے لگے۔ اور یہ بھی وہم ہوا کہ ہماری عبادت دنیا و آخرت کے نفع و نقصان مین مؤثر ہے
كذلك بل لو انهم احضروا فى ذهنهم انفراده تعالى بخلق جميع الكائنات بلا واسطة
حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ اگر یہ لوگ اپنے دلون مین یہی بات قائم رکھتے کہ کل کائنات کا خالق بلا واسطہ وہی ایک ہے
وعدم تاثير لكل ما سواه فى اثر ما ومن جملة ذلك طاعتهم لكانوا لا يقصدون بطاعتهم
اور کسی امر مین کسی چیز کو مطلق تاثیر نہین انکی طاعت بھی اسی مین داخل ہے تو اُنکو اپنی عبادت سے
التى وفقوا لها الا مجرد الامتثال لامر الله تعالى ثم لطمعوا عندها فيما وعد به الله تعالى من
جسکی اُنکو توفیق ہوئی سوائے تعمیل ارشاد الٰہی کے اور کچھ مقصود نہوتا پھر اُس چیز کی امید رکھتے جسکا اللہ تعالے نے
الخير معها بمحض فضله من غير وجوب ولا استحقاق وحكم الاربعة الاولى التى هى شرك
محض اپنے فضل سے بلا وجوب و استحقاق وعدہ فرمایا ہے اور پہلی چار قسمین یعنی شرک
استقلال وشرك تبعيض وشرك تقريب وشرك تقليد الكفر بالاجماع وحكم السادس الذى هو
استقلال اور شرک تبعیض اور شرک تقریب اور شرک تقلید بالاتفاق کفر ہین اور چھٹی قسم یعنی
شرك الاغراض المعصية بالاجماع وحكم الخامس الذى هو شرك الاسباب التفصيل وهو
شرک اغراض بالاتفاق گناہ ہے اور پانچوین یعنی شرک اسباب کی تفصیل یہ ہے
ان اهل هذا الشرك فى اعتقادهم التاثير لتلك الاسباب مختلفون فمنهم من يعتقد ان تلك
کہ ایسے مشرک اسباب کے مؤثر ہونے مین مختلف قسم کے اعتقاد رکھتے ہین۔ بعض کا اعتقاد تو یہ ہوتا ہے کہ
الاسباب تؤثر بطبعها وحقيقتها فى الاشياء التى تقارنها ولا خلاف فى كفر من يعتقد هذا ومنهم
یہ اسباب اُن چیزون مین جن سے اُنکو تعلق ہے بالطبع اور حقیقۃً مؤثر ہین اور جسکا یہ عقیدہ ہو اُسکے کفر مین کوئی کلام نہین ہے اور بعض کا
من يعتقد ان تلك الاسباب لا تؤثر بطبعها وحقيقتها بل بقوة اودعها الله فيها ولو نزعها منها
یہ اعتقاد ہے کہ یہ اسباب بالطبع اور حقیقۃً مؤثر نہین ہین بلکہ ایک قوت کے زور سے جو اللہ نے اُن مین پیدا کی ہے اور اگر وہ اس قوت کو نکال لے
لا تؤثر فتبعهم فى هذا الاعتقاد كثير من عامة المؤمنين ولا خلاف فى بدعة من يعتقد هذ
تو کچھ اثر نہ رہے اور اکثر عامۂ مؤمنین نے بھی اس اعتقاد کی پیروی کی ہے اس عقیدت کے بدعت ہونے مین تو کسی کو اختلاف نہین ہے

وانما الخلاف فی کفرہ فمن کان فیہ شئ من ھذہ المذکورات ولم یسع فی ازالتہ عن نفسہ واصلاح
البتہ کفر ہونے مین اختلاف ہے پس جس شخص مین مذکورہ بالا چیزون مین سے کوئی بھی ہو اور اپنے دل سے اسکے دور کرنے مین کوشش نکرے اور اپنی حالت درست نکرے

شانہ یختم لہ بالسوء وان کان مع کمال الزھد والصلاح لان زھدہ وصلاحہ انما ینفعہ
تو اسکا خاتمہ برا ہوگا اگرچہ بڑا ہی زاہد وصالح ہو اس لیے کہ زہد وصلاح اسی وقت نفع دیتا ہے

اذا کان مع الاعتقاد الصحیح الموافق لکتاب اللہ وسنن رسولہ واما اذا لم یکن مع الاعتقاد
کہ جب موافق قرآن وحدیث کے صحیح عقیدہ رکھتا ہو اور جب صحیح عقیدہ

الصحیح الموافق لھا بل کان مع الاعتقاد الفاسد المخالف لھما فلا ینفعہ واما الاصرار علی المعاصی
موافق اسکے نہو بلکہ اسکے خلاف فاسد عقیدہ رکھتا ہو تو اس سے کچھ فائدہ نہوگا ہان گناہون پر اصرار کرنا تو اس سے

فبان یحصل فی قلبہ الفھا فان جمیع ما الفہ الانسان فی عمرہ یعود ذکرہ عند موتہ فان کان
دل مین اُنکی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور انسان کو زندگی مین جس چیز سے محبت ہوتی ہے مرتے وقت اُسی کی یاد آتی ہے پس اگر

میلہ الی الطاعات اکثر یکون اکثر ما یحضرہ عند موتہ ذکر الطاعات وان کان میلہ الی
اُسکی رغبت زیادہ تر عبادتون کی طرف رہی ہو تو مرتے دم زیادہ تر عبادتین ہی یاد آئینگی اور اگر

المعاصی اکثر یکون اکثر ما یحضرہ عند موتہ ذکر المعاصی فربما یغلب علیہ حین نزول الموت بہ
زیادہ تر گناہون کی طرف رغبت رہی تو مرتے دم گناہ ہی یاد آئینگے پس کبھی اُسپر مرتے وقت

قبل التوبۃ شھوۃ من الشھوات او معصیۃ من المعاصی فیتقید قلبہ بھا وتصیر حجابا بینہ وبین
توبہ سے پہلے ہی کسی شہوت یا گناہ کا خیال غالب ہو جاتا ہے اور اُسکا دل اُسی مین پھنس کر رہجاتا ہے اور اللہ اُسکے درمیان پردہ بن جاتا ہے

ربہ وسببا لشقاوتہ فی اٰخر حیاتہ لقولہ علیہ السلام المعاصی برید الکفر واما الذی لم یرتکب
اور آخر وقت اُسکی بدبختی کا سبب ہو جاتا ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین گناہ کفر کے قاصد ہین اور جس نے گناہ

ذنبا اصلا او ارتکب لکن تاب فھو بعید عن ھذا الخطر واما العدول عن الاستقامۃ
کیا ہی نہین یا کیا تو لیکن توبہ کرڈالی ہے وہ اس خطرہ سے دور ہے اور استقامت سے بپھر جانا

فبان یظھر فیہ الاعوجاج فان من کان مستقیما فی ابتدائہ ثم تغیر عن حالہ وخرج عما کان
اس طرح ہے کہ اُسمین کجی پیدا ہو جائے کیونکہ جو ابتدا مین مستقیم تھا پھر اپنی حالت سے پھر گیا اور جو حالت پہلی تھی

علیہ فی ابتدائہ یکون سببا لسوء خاتمتہ وشوم عاقبتہ کابلیس الذی کان فی ابتدائہ رئیس الملائکۃ
وہ نہ رہی تو یہ خاتمہ کی خرابی اور آخرت کی کوفت کا سبب ہوگا جیساکہ ابلیس شروع مین تو تمام فرشتون کا سردار

ومعلمھم واشدھم اجتھادا فی العبادۃ حتی قیل لم یبق فی سبع سموات وسبع ارضین موضع
اور معلم تھا سب سے زیادہ عبادت مین کوشش کرتا تھا یہان تک کہ کہتے ہین کہ ساتون آسمان اور ساتون زمین مین

شبر الا وھو قد سجد فیہ ثم لما امر بالسجود لاٰدم النبی علیہ السلام ابی واستکبر وکان من الکفرین
کہین بالشت بھر جگہہ اسکے سجدہ سے نہ بچی تھی پھر جب آدم علیہ السلام سے سجدہ کرنے کا اُسکو حکم ہوا تو اُسنے انکار کیا اور غرور مین آگیا اور کافر ہو گیا

وکبلعام بن باعور الذی اٰتاہ اللہ تعالیٰ اٰیاتہ فانسلخ منھا بخلودہ الی الدنیا واتباع ھواہ وکان
اور جیسے بلعام بن باعور جسکو اللہ نے اپنی نشانیان دین تو وہ اُنسے علیحدہ ہو گیا دنیا مین ہمیشہ رہنا اور اپنی خواہشون پر چلنا پسند کر کے

من الغوین وکبرصیصا العابد الذی قال لہ الشیطان اکفر فلما کفر قال انی برئ منک انی اخاف
وہ گمراہ ہوگیا۔ اور جیسے برصیصا عابد جس سے شیطان نے کہا کافر ہو جا اور جب وہ کافر ہوگیا تو کہا مین تجھ سے بری ہون مین اللہ سے ڈرتا ہون

اللہ رب العٰلمین فان الشیطان اغرہ علی الکفر فلما کفر تبرأ منہ مخافۃ ان یشارکہ فی العذاب
جو تمام عالم کا پروردگار ہے شیطان نے پہلے تو اُسکو کفر پر اُبھارا اور جب کافر ہو گیا تو اپنی برات ظاہر کی اس ڈر سے کہ کہین مین بھی اسکے عذاب مین شریک کیا جاؤن

ولم ينفعه ذلك كما قال الله تعالى فكان عاقبتهما انهما في النار خالدين فيها وذلك جزاء
حالانکہ اس سے شیطان کو کچھ فائدہ نہیں ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پس دونوں کا انجام یہ ہوا کہ دونوں ہمیشہ دوزخ میں رہینگے اور یہی سزا ہے

الظلمين ٥ واما الضعيف في الايمان فبان يكون حب الله تعالى في قلبه ضعيفا فان من كان في
ظالمون کی اور ضعف ایمانی کے یہ معنی ہیں کہ اللہ کی محبت اسکے دل میں کم ہو کہ جس شخص کا

ايمانه ضعف يستولي على قلبه حب الدنيا بحيث لا يبقى فيه لحب الله تعالى شئ الا من حيث
ایمان ضعیف ہوتا ہے اسکے دل پر دنیا کی محبت ایسی غالب آجاتی ہے کہ اللہ کی محبت کی کچھ بھی گنجائش باقی نہیں رہتی مگر کچھ

حديث النفس على وجه لا يظهر له اثر في مخالفة الهوى ولا يؤثر في الكف عن المعاصي ولا في الحث
یونہی سی کہ خواہش نفس کی مخالفت میں کچھ اسکا اثر ظاہر نہیں ہوتا نہ گناہ روکنے میں کچھ موثر ہے نہ عبادت پر

على الطاعات فينهمك في الشهوات وفي ارتكاب السيئات فيتراكم ظلمات الذنوب على قلبه ولا تزال
آمادہ کرتی ہے پس شہوتون اور گناہون میں غرق رہتا ہے پس اسکے دل پر گناہون کی سیاہی کی تہین جم جاتی ہیں اور نور ایمان

تطفئ ما فيه من نور الايمان مع ضعفه فاذا جاء اليه سكرات الموت وعلم انه يفارق الدنيا وهي
اول تو ضعیف ہی تھا رہا سہا وہ بھی ہمیشہ بجھتا رہتا ہے پھر جب نزع کا وقت آتا ہے اور اسکو معلوم ہو جاتا ہے کہ دنیا کو چھوڑتا ہے حالانکہ وہ

محبوبة له وحبها غالب عليه حتى لا يريد تركها ويتالم من فراقها يرى ذلك من الله تعالى فيخشى
اسکی پیاری ہے اور محبت اسکی اسپر غالب ہے حتی کہ اسکو چھوڑنا نہیں چاہتا اور اسکی جدائی سے رنج اٹھاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے پس ڈر ہے کہ

عليه ان يحصل في قلبه بغضه تعالى بدل حبه فان اتفق خروج روحه في تلك اللحظة
اسکے دل میں محبت کے عوض میں خدا کا بغض نہ بیٹھ جائے تو اگر اتفاقا اسی حالت میں جان نکل گئی

يختم له بالسوء ويهلك هلاكا ابديا والسبب المفضي الى هذه الورطة حب الدنيا والركون
تو اسکا خاتمہ برا ہوا اور ہمیشہ کے لیے تباہ ہوگیا۔ اور اس بلا کا سبب دنیا کی محبت اور اسکی رغبت

اليها والفرح بها مع ضعف الايمان الموجب لضعف حب الله تعالى وهو الداء العضال الذي
اور دنیا کے ساتھ دلچسپی ضعف ایمان کے ساتھ جو محبت خدا کو ضعیف کر دینے کا باعث ہے اور یہ بڑی سخت بیماری ہے

عم اكثر الخلق فمن اراد النجاة من هذه الورطة فعليه بعلاج حب الدنيا من قلبه وتصحيح
جسمیں اکثر خلقت مبتلا ہے جو شخص اس بلا سے بچنا چاہے تو اسکو چاہیے کہ دنیا کی محبت اپنے دل سے دور کرے اور اپنا اعتقاد درست کرکے

اعتقاده ان يحترز عن المعاصي عن مشاهدتها ومشاهدة اهلها وان يواظب على الطاعات
گناہون اور گنہگارون سے پرہیز کرے اور طاعت الٰہی پر مداومت کرے

التي هي ثمرة محبة الله تعالى ولا يتصور محبة الله تعالى الا بعد معرفته اذ لا يحب الانسان ما لا يعرفه
یہی اللہ کی محبت کا ثمرہ ہے اور اللہ کی محبت اسکے پہچاننے کے بعد ہی ہوتی ہے اسلیئے کہ انسان نادانستہ چیز سے محبت نہیں کر سکتا

وانما يحب ما يعرفه فمن عرف الله بما يجب عليه معرفته وعرف ان جميع النعم الواصلة اليه والى
اور جسکو جانتا ہے اسی کو چاہتا ہے پس جو شخص اللہ کو ان اوصاف سے جان لے جنکا جاننا واجب ہے اور سمجھ لے کہ جتنی نعمتین مجکو اور اورون کو حاصل ہین

غيره ليس الا منه تعالى لا جرم يحبه فاذا احبه يسعى في تحصيل رضائه ويحترز عن موجبات
سب اللہ ہی کی طرف سے ہین۔ تو بیشک اللہ کو دوست رکھیگا۔ پھر جب اس سے محبت ہوگی تو اسکی رضا جوئی میں کوشش کریگا اور اسکے غصہ کے کامون سے بچے گا

سخطه فيكون لائقا لوصول احسانه ودخول جنانه بمقتضى وعده يسرنا الله تعالى
تو پھر حسب وعدۂ الٰہی اسکے احسان اور جنت میں داخل ہونے کے قابل ہوگا خداوندا ہمکو بھی آسان کیجیو

المجلس السابع عشر في بيان عدم جواز الصلوة عند القبور والاستمداد

سترھوین مجلس اس بیان مین کہ قبرون پر نماز پڑھنی اور قبروالون سے مدد مانگنی

من اهلها واتخاذ السروج والشموع علیها قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
اور انپر چراغ اور شمع جلانا درست نہین ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

لعنة الله علی الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیائهم مساجد هذا الحدیث من صحاح المصابیح
کہ لعنت خدا کی یہود اور نصاری پر جنھون نے اپنے نبیون کی قبرون کو سجدہ گاہ بنالیا یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے اور

رونه ام المؤمنین عائشة وسبب دعائه علیه الصلوٰة والسلام علی الیهود والنصاری باللعنة انهم کانوا
حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور حضور علیہ الصلوٰة والسلام نے جو یہود و نصاری کے لیے لعنت کی بد دعا فرمائی تو اسکا سبب یہ ہے کہ وہ

یصلون فی المواضع التی دفن فیها انبیاؤهم اما نظرا منهم بان السجود لقبورهم تعظیم لهم وهذا شرک جلی
اُن مقامون پر نماز پڑھا کرتے تھے جہان اُنکے انبیا دفن تھے یا تو اس لحاظ سے کہ اُنکی قبرون کا سجدہ کرنا اُنکی بڑائی کرنا ہے اور یہ کھلا شرک ہے

ولهذا قال النبی علیه السلام اللهم لا تجعل قبری وثنا یعبد او ظنا منهم بان التوجه الی قبورهم
اور اسی لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوندا میری قبر کو بت نہ بنائیو کہ اُسکی پرستش ہوا کرے یا اس خیال سے کہ وہ سمجھتے تھے کہ نماز پڑھتے وقت قبرون کی طرف منھ کرنا

حالة الصلوٰة اعظم وقعا عند الله تعالی لاشتماله علی امرین عبادة له تعالی وتعظیم انبیائه وهذا
خدا کے نزدیک زیادہ تر قابل قبولیت ہے کیونکہ اسمین دو باتین ہین اللہ کی عبادت اور انبیا کی تعظیم اور یہ

شرک خفی ولهذا نهی النبی علیه السلام امته عن الصلوٰة فی المقابر احترازا عن مشابهتهم
شرک خفی ہے اسی لیے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو قبرون پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے تاکہ یہود و نصاری سے مشابہت بھی نہو

بهم وان کان القصدان مختلفین وقال من کان قبلکم کانوا یتخذون القبور مساجد فلا تتخذوا
اگرچہ دونون کی نیتین الگ الگ ہین اور فرمایا کہ تمسے پہلے جو امتین تھین وہ اپنے انبیا کی قبرون کو سجدہ گاہ بنا لیتی تھین تم

القبور مساجد انی انهٰکم عن ذلک قال بعض المحققین فی الصلوٰة فی المواضع المتبرکة من مقابر
قبرون کو سجدہ گاہ نہ بنانا مین تمھین اس سے منع کرتا ہون بعض محققین نے کہا ہے کہ کسی متبرک مقام مین جہان صلحا کی قبرین ہون نماز پڑھنا بھی اس ممانعت مین شامل ہے

الصالحین داخلة فی هذا النهی لاسیما اذا کان الباعث علیها تعظیم هؤلاء لما فی ذلک من الشرک
خصوصًا ایسی حالت مین کہ جب اُن صلحا کی تعظیم اسکا سبب ہو اسلیے کہ اس مین شرک خفی ہے

الخفی فان مبتدأ عبادة الاصنام کان فی قوم نوح النبی علیه السلام من جهة عکوفهم علی القبور
کیونکہ نوح علیہ السلام کی امت مین بت پرستی کی ابتدا یون ہی ہوئی تھی کہ لوگ قبرون پر بیٹھے رہتے تھے

کما اخبر الله تعالی فی کتابه بقوله قَالَ نُوحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ
چنانچہ اللہ تعالی اپنی کتاب مین اس قول سے خبر دیتا ہے نوح نے کہا اے میرے پروردگار اُن لوگون نے میری نافرمانی کی اور ایسے کی تابعداری کی جسکے مال اور اولاد نے نہین بڑھایا

اِلَّا خَسَارًا ۝ وَمَکَرُوْا مَکْرًا کُبَّارًا ۝ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَکُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ
مگر نقصان اور بڑا مکر کیا ہے اور کہتے ہین کہ اپنے معبودون کو نہ چھوڑیو اور ہرگز نہ چھوڑیو وَدّ کو اور نہ سواع کو نہ یغوث اور یعوق

وَنَسْرًا ۝ قال ابن عباس وغیره من السلف کان هؤلاء قوما صالحین فی قوم نوح النبی علیه السلام
اور نسر کو ابن عباس اور اور اگلے لوگ کہتے ہین کہ یہ سب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم مین نیک لوگ تھے

فلما ماتوا عکف الناس علی قبورهم ثم صوروا تماثیلهم ثم طال علیهم الامد فعبدوهم وهذا هو مبتدأ
جب یہ مر گئے تو لوگ اُنکی قبرون پر بیٹھنے لگے پھر اُنکی صورتون کے بت بنالیے اسپر ایک زمانہ گذر گیا تو اُنکو پوجنے لگے اور یہی

عبادة الاصنام وقال ابن القیم فی اغاثته نقلا عن شیخه ان هذه العلة التی لاجلها نهی الشارع
بت پرستی کی ابتدا ہے ابن قیم نے اپنی کتاب اغاثہ مین اپنے استاد سے نقل کیا ہے کہ یہ علت جسکی وجہ سے شارع نے

اتخاذ القبور مساجد هی التی اوقعت کثیرا من الناس اما فی الشرک الاکبر او فیما دونه من الشرک فان البشرات
قبرون کو مسجد بنانے سے منع فرمایا ہے اسی نے بہتیرون کو شرک اکبر یا اس سے کچھ کم درجہ کے شرک مین مبتلا کر دیا ہے کیونکہ

بقبر الرجل الذی یعتقد صلاحه اقرب الی النفوس من الشرک بشجر او حجر ولهذا تجد کثیرا
مرد صالح کی قبر کا شرک بہ نسبت درخت و پتھر کے شرک کے دل جلد قبول کر لیتا ہے اسی لیے تم دیکھتے ہو کہ بہتیرے لوگ

من الناس عند القبور یتضرعون ویخشعون ویخضعون ویعبدون بقلوبهم عبادة لا یفعلون
قبروں کے پاس روتے ہین اور گڑگڑاتے ہین اور عاجزی کرتے ہین اور ایسی طرح دل سے عبادت کرتے ہین کہ مسجدون مین

مثلها فی بیوت الله تعالیٰ ولا فی وقت السحر ویرجون من برکة الصلوة عندها والدعاء لدیها ما
ویسی نہین کرتے اور نہ صبح کے وقت کرتے ہین اور قبرون کے پاس نماز پڑھکر اور دعا کرکے اتنی برکت کی امید کرتے ہین جتنی

لا یرجون فی المساجد فلحسم مادة هذا المفسدة نهی النبی علیه الصلوة والسلام عن الصلوة فی
مسجدون مین نہین کرتے اسی مادہ فاسدہ کے دور کرنیکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرون کے پاس نماز پڑھنے سے بالکل ممانعت کر دی

المقبرة مطلقا وان لم یقصد المصلی بصلاته فیها برکة البقعة کما نهی عن الصلوة وقت طلوع
اگرچہ نماز پڑھنے والے کی یہ نیت بھی نہو کہ اس جگہ برکت ہوگی جیسے کہ طلوع

الشمس ووقت غروبها ووقت استوائها لانها اوقات یقصد المشرکون الصلوة للشمس فیها فنهی
و غروب اور زوال کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ اسلیے کہ ان وقتون مین مشرکین آفتاب کی عبادت کیا کرتے تھے رسول اللہ نے

امته عن الصلوة فیها وان لم یقصد ما قصده المشرکون واذا قصد الرجل الصلوة عند المقبرة
اپنی امت کو ان وقتون مین نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ اگرچہ یہان وہ نیت نہین جو مشرکین کی نیت تھی اب اگر کوئی شخص قبر کے پاس نماز پڑھیگا

تبرکا بالصلوة فی تلک البقعة فهذا عین المحادة لله تعالیٰ ولرسوله والمخالفة لدینه وابتداع
اس غرض سے کہ نماز مین برکت ہو۔ تو یہ عین مخالفت خدا اور رسول ہے اور اسکے دین کے خلاف کرنا اور ایسا دین ایجاد کرنا ہے

دین لم یاذن به الله تعالیٰ فان العبادات مبناها علی الاستنان والاتباع لا علی الاهواء والابتداع
جسکی خدا نے اجازت نہین دی اسلیے کہ عبادتون کی بنا سنت اور پیروی پر ہے ہوا و ہوس اور بدعت پر نہین ہے

فان المسلمین اجمعوا علی ما علموه من دین نبیهم ان الصلوة عند المقبرة منهی عنها لان فتنة
مسلمانون نے علم دین کے موافق اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ نماز قبرون کے پاس ممنوع ہے کیونکہ

الشرک بالصلوة فیها ومشابهة عبادة الاصنام اعظم کثیرا من مفسدة الصلوة حین طلوع
شرک کا فساد اور بت پرستی سے مشابہت قبرون مین نماز مین بہ نسبت طلوع

الشمس وحین غروبها وحین استوائها فانه علیه السلام لما نهی عن تلک المفسدة سد الذریعة
و غروب و زوال کی نماز کے زیادہ ہے جبکہ شارع نے اس مفسدہ سے منع کیا صرف اس مشابہت سے روکنے کے لیے

التشبه التی لا تکاد تخطر ببال المصلی فکیف بهذه الذریعة التی کثیرا ما تدعو صاحبها الی الشرک
جو نمازی کے ذہن مین کبھی خیال بھی نہین آتا تو پھر اس ذریعہ کا کیا کہنا جس سے اکثر شرک تک نوبت پہونچ جاتی ہے

بدعاء الموتی وطلب الحوائج منهم واعتقاد ان الصلوة عند قبورهم افضل من الصلوة فی المساجد
اسطرح کہ مردون کو پکارتے ہین اور انسے حاجتین مانگتے ہین اور یہ عقیدہ رکھتے ہین کہ انکی قبرون کے پاس نماز پڑھنا مسجدون مین نماز پڑھنے سے افضل ہے

وغیر ذلک مما هو محادة ظاهرة لله تعالیٰ ولرسوله قال ابن القیم فی اغاثة من جمع بین سنة
اسکے علاوہ اور عقائد جو مخالف ہین خدا اور رسول کے ابن قیم نے اپنی کتاب اغاثہ مین لکھا ہے کہ جو شخص جمع کرکے دیکھے ان چیزونکو جو قبرون کے بارہ مین

رسول الله علیه السلام فی القبور وما امر به وما نهی عنه وما کان علیه الصحابة والتابعون
سنت پیغمبر علیہ السلام ہین اور جنکا حکم اور جنکی ممانعت ہے اور جو صحابہ اور تابعین کا مسلک رہا ہے

وبین ما کان علیه اکثر الناس الیوم رای احدهما مضادا للآخر ومنا قضا له بحیث لا یجتمعان ابدا فانه
اور انکی چیزون کو جو آج کل جن پر اکثر لوگون کا عملدرآمد ہے تو ایک کو دوسرے کا خلاف اور الٹا پائیگا اسطرح کہ ایک دوسرے سے بالکل میل نہ کھائینگے کیونکہ

عليه السلام نهى عن الصلوة عندها وهم يخالفون ويصلون عندها ونهى عن اتخاذ المساجد
حضور علیہ السلام نے قبروں کے پاس نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور یہ لوگ اسکے خلاف وہین نماز پڑھتے ہین اور قبرون پر مسجدین بنانے سے ممانعت کی ہے

عليها وهم يخالفونه ويبنون عليها مساجد ويسمونها مشاهد ونهى عن ايقاد السرج عليها وهم
حالانکہ یہ لوگ اسکے خلاف وہین مسجدین بناتے ہین اور انکو مشاہد کہتے ہین۔ اور انپر چراغ جلانیکی ممانعت ہے اور یہ لوگ

يخالفون ويوقدون عليها القناديل والشموع بل يقفون لذلك اوقافا ونهى عن تجصيصها والبناء
اسکے خلاف انپر قندیلین اور شمعین روشن کرتے ہین بلکہ اس کام کے لیے جائدادین وقف کرتے ہین اور انپر ریختہ کرنا اور مقبرہ بنانا بھی منع کیا ہے

عليها وهم يخالفونه ويجصصونها ويعقدون عليها القباب ونهى عن الكتابة عليها وهم
بر خلاف اسکے لوگ قبرون پر ریختہ کرتے ہین اور برج بناتے ہین اور اُن پر لکھنے سے منع فرمایا ہے اور بر خلاف اسکے

يخالفونه ويتخذون عليها الالواح ويكتبون عليها القرآن وغيره ونهى عن الزيادة غير ترابها
لوگ لوحین چسپان کراتے ہین اور اُن پر قرآن وغیرہ لکھتے ہین اور قبرون پر اُس مٹی سے زائد ڈالنے کو منع فرمایا جو نکلی ہے

وهم يخالفونه ويزيدونه عليها سوى التراب الآجر والاحجار والجص ونهى عن اتخاذها عيدا
اور لوگ اسکے خلاف کرتے ہین کہ علاوہ اُس مٹی کے اینٹین پتھر چونا زیادہ کرتے ہین اور قبرون کو عید بنانے سے منع فرمایا

وهم يخالفونه ويتخذونها عيدا ويجتمعون لها كما يجتمعون للعيد واكثر والحاصل انهم مناقضون
اور وہ مخالفت کرتے اور میلا بناتے ہین اور اُنپر ایسے جمع ہوتے ہین جیسے عید کے لیے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ

لما امر به النبي عليه السلام ونهى عنه ومحادون لما جاء به وقد آل الامر بهؤلاء الضالين المضلين
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے امر و نہی کے مخالف ہین۔ اور اُسکے احکام کے خلاف کرتے ہین اور بہکانے والے گمراہ لوگون کی یہان تک نوبت پہونچی

الى ان شرعوا للقبور حجا ووضعوا له مناسك حتى صنف بعض غلاتهم في ذلك كتابا وسماه مناسك
کہ انھون نے قبرون کا حج مقرر کیا ہے اور اُسکے طریقے مقرر کیے ہین اور کسی کٹّے گمراہ نے تو اس بارہ مین کتاب تصنیف کی ہے اور اُسکا نام مناسکِ

حج المشاهد تشبيها منه للقبور بالبيت الحرام ولا يخفى ان هذا مفارقة لدين الاسلام ودخول
حج مشاہد رکھا ہے۔ گویا اُس نے قبرون کو بیت اللہ سے تشبیہ دی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دین اسلام سے خارج ہو کر

في دين عباد الاصنام فانظر الى ما بين ما شرعه النبي عليه السلام في القبور من النهي عما تقدم ذكره
بت پرستون کے دین مین داخل ہونا ہے۔ اب دیکھو کہ رسول اللہ نے قبرون کے بارہ مین تین باتون سے منع فرمایا ہے جنکا بیان اوپر گذرا

وبين ما شرعه هؤلاء وما قصدوه من التباين العظيم ولا ريب ان في ذلك من الفساد ما يعجز
اور اُن لوگون نے جو قرار دے رکھا ہے اور اپنا مقصود بنایا ہے ان دونون مین کتنا بڑا فرق ہے۔ اور بلا شبہہ اُسمین اسقدر خرابیان ہین کہ جنکے شمار

الانسان عن حصره منها تعظيمها الموقع في الافتتان بها ومنها تفضيلها على المساجد التي هي
کرنے سے انسان عاجز ہے۔ ایک تو قبرون کی اتنی تعظیم کرنا جس سے لوگ فتنہ مین پڑ جائین دوسرے اُن قبرون کو مسجدون پر فضیلت دینا جو

خير البقاع واحبها الى الله فانهم اذا قصدوا القبور يقصدونها مع التعظيم والاحترام والخضوع والخشوع
اللہ کے نزدیک سب مقامون سے افضل اور پسندیدہ ہین کیونکہ یہ لوگ جب قبرون کے پاس جاتے ہین تو ایسی تعظیم اور حرمت اور عاجزی اور خوف

ورقة القلب وغير ذلك مما لا يفعلونه في المساجد ولا يحصل لهم فيها نظيره ولا مثله ومنها اتخاذ
اور نرم دلی وغیرہ سے کام کرتا جو مسجدون مین نہین کرتے اور مسجدون مین انکو اُسکا نظیر اور مثل حاصل نہین ہوتا۔ ایک خرابی یہ کہ قبرون پر مسجدین

المساجد والسرج عليها ومنها العكوف عندها وتعليق الستور عليها واتخاذ السدنة لها حتى ان
بناتے ہین اور چراغ جلاتے ہین۔ ایک خرابی تو یہ ہے کہ قبرون پر چلہ کشی کرتے ہین اُن پر چادرین چڑھاتے ہین اور اُن پر مجاور بٹھلاتے ہین۔ یہانتک کہ

عبادها يرجحون المجاورة عندها على المجاورة عند المسجد الحرام ويرون سدانتها افضل من خدمة
گور پرست قبرون کی مجاوری مسجد حرام کی مجاوری سے بہتر سمجھتے ہین اور قبرون پر بیٹھے رہنے کو مسجدون کی خدمت سے افضل جانتے ہین

المساجد ومنها النذر لها ولسدنتها ومنها زيارتها لاجل الصلوة عندها والطواف بها
اور ایک مفسدہ یہ ہے کہ قبرون اور مجاورون کی منتین مانتے ہین اور ایک یہ کہ قبرون پر نماز کے لیے جانا۔ اور اُنکا طواف کرنا
وتقبيلها واستلامها وتعفير الخدود عليها واخذ ترابها ودعاء اصحابها والاستغاثة بهم
اور بوسہ دینا اور چومنا اور رخسارون کا لگانا اور قبرون کی خاک لینا اور صاحب مزار کو پکارنا اور اُنسے فریاد کرنا
وسؤالهم النصر والرزق والعافية والولد وقضاء الديون وتفريج الكربات وغير ذلك من
اور اُنسے مدد اور روزی اور تندرستی اور اولاد اور اداے قرض اور مصیبتون سے نجات کی دعا کرنا اور انکے سوا
الحاجات التي كان عباد الاوثان يسألونها من اوثانهم وليس شيء منها مشروعا باتفاق ائمة
اور اسی قسم کی حاجتین مانگنا جیسے کہ بت پرست اپنے بتون سے مانگتے ہین۔ اور تمام ایمہ کا اتفاق ہے کہ انمین سے کوئی بات جائز نہین
المسلمين اذ لم يفعل شيئا رسول رب العالمين ولا احد من الصحابة والتابعين وسائر ائمة الدين
اسلیے کہ انمین سے کوئی کام نہ پروردگار عالم کے رسول نے کیا نہ کسی صحابی اور تابعی نے کیا نہ اور ایمہ دین نے
ومن المحال ان يكون شيء منها مشروعا وعملا صالحا ويصرف عنه القرون الثلثة التي تشهد
اور محال ہے کہ انمین سے کوئی چیز مشروع اور عمل نیک ہو اور قرون ثلثہ اُس سے خالی گذر جائین جنکی نسبت
فيهم النبي عليه السلام بالصدق والعدل ويظفر به الخلوف الذين شهد فيهم النبي عليه السلام
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے صدق اور عدل کی شہادت دی ہے اور اُسپر وہ متاخرین عمل کرین جنکی نسبت حضور سرور عالم نے
بالكذب والفسق فمن كان في شك من هذا فلينظر هل يمكن بشرا على وجه الارض ان يأتي
کذب اور فسق کی گواہی دی ہے۔ جسکو اس بیان مین شک ہو تو وہ دیکھ لے کہ تمام دنیا مین کوئی شخص ایسا ہے جو کسی
عن احد منهم بنقل صحيح او ضعيف انهم كانوا اذا لهم حاجة قصدوا القبور فدعوا عندها و
روایت صحیح یا ضعیف سے یہ ثابت کر سکے کہ اُن لوگون کو بھی جب کبھی کوئی حاجت پیش آتی تو وہ قبرون کے پاس جاتی اور وہان دعا کرتے اور اُن پر ہاتھ
تمسحوا بها فضلا ان يصلوا عندها او سألوا حوائجهم منها كلا لا يمكنهم ذلك بل انما يمكنهم ان يأتوا بكثير
پھیرتے تھے چہ جائیکہ وہان نماز پڑھتے اور خود اُنسے حاجتین مانگتے۔ ہرگز نہین یہ بات کبھی نہین ثابت کر سکتے۔ بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ ان باتون مین سے اکثر باتون کی
من ذلك عن الخلوف التي خلفت من بعدهم ثم كلما تاخر الزمان وطال العهد كان ذلك اكثر حتى
سند وہ پچھلے لوگون سے لائین جو اُن تینون زمانون کے بعد ہوئے ہین پھر جیون جیون زمانہ گذرتا گیا اور مدت دراز ہوتی گئی یہ بدعتین بڑھتی گئین یہانتک
وجدت من ذلك عدة مصنفات ليس فيها عن النبي عليه السلام ولا عن خلفائه الراشدين ولا
کہ اس بارہ مین چند کتابین پائی گئین۔ جنمین رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین اور
عن الصحابة والتابعين حرف واحد بل فيها من خلاف ذلك كثير من الاحاديث المرفوعة التي من جملتها
صحابہ اور تابعین کسی سے ایک حرف منقول نہین ہے۔ بلکہ اُس کے برخلاف بہت سی مرفوع حدیثین منقول ہین منجملہ اُنکے
قوله عليه السلام كنت نهيتكم عن زيارة القبور فمن اراد ان يزور فليزر ولا تقولوا هجرا اي فحشا
حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے کہ مین نے تمکو قبرون کی زیارت سے منع کیا تھا اب جسکا دل چاہے زیارت کرے۔ لیکن زبان پر فحش مت لاؤ
واي فحش اعظم من الشرك عندها قولا وفعلا واما الآثار من الصحابة فاكثر من ان يحاط بها فمن جملتها
اور بھلا قبرون کے پاس شرک قولی یا فعلی سے بڑھکر اور کونسا فحش ہوگا اور صحابہ کے آثار تو شمار سے زائد ہین۔ منجملہ اُنکے
ما في صحيح البخاري ان عمر بن الخطاب رأى انس بن مالك يصلي عند قبر فقال القبر القبر قال
صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے حضرت انسؓ کو ایک قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ دیکھو قبر ہے قبر
ابن القيم في اغاثته هذا يدل على انه كان من المستقر عندهم ما نهاهم عنه نبيهم من الصلوة عند[illegible]
ابن قیم نے اغاثہ مین لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ انکے نزدیک یہ بات ٹھہری ہوئی تھی کہ قبرون کے پاس نماز پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

القبور وفعل الانس رض لا يدل على اعتقاده جوازه اذ يحتمل ان لم يره او لم يعلمه انه قبر او ذهل عنه
اور حضرت انس رض کے کرنے سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ اُن کے نزدیک جائز تھا اِسلیے کہ شاید انس رض نے قبر دیکھی نہ ہو یا یہ معلوم نہوا ہو کہ یہ قبر ہے یا خیال نہ رہا ہو

فلما نبهه عمر رض تنبه ومنها اتخاذها عيدا كما اتخذ المشركون من اهل الكتاب قبور انبيائهم
پھر جب حضرت عمر رض نے بتلایا تو وہ ہوشیار ہوگئے - اور ایک مفسدہ قبروں کو عید بنانا جیسا کہ مشرکین اہل کتاب اپنے پیغمبروں

وصلحائهم عيدا فانهم كانوا يجتمعون لزيارتها ويشتغلون باللهو والطرب فيها فنهى النبي عليه
اور بزرگوں کی قبروں کو عید بناتے تھے پس وہ زیارت کے لیے جمع ہوکر بیہودہ باتوں اور خوشیوں میں مشغول رہتے تھے پس نبی علیہ السلام نے

السلام امته عن ذلك كما روي عن ابي هريرة رض انه عليه السلام قال لا تجعلوا قبري عيدا فصلوا
اپنی امت کو اس سے منع فرمایا چنانچہ حضرت ابی ہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر کو عید مت بنا لینا بلکہ مجھپر درود بھیجا کرو

علي فان صلوتكم تبلغني حيث كنتم فان قبره عليه السلام مع كونه سيد القبور وافضل قبر
تمہارا درود مجھکو پہونچ جائے گا تم جہاں ہو ظاہر ہے کہ حضرت سرور کائنات کی قبر تمام روے زمین کے قبروں سے بہتر اور افضل ہے

على وجه الارض اذا وقع النهي عن اتخاذه عيدا فقبر غيره كائنا من كان اولى بالنهي ثم انه عليه
جب اسکو عیدگاہ بنانے سے ممانعت ہوئی تو اور کسی قبر خواہ وہ کوئی ہو بدرجہ اولے منع کرنے لائق ہے پھر حضور علیہ

السلام اشار بقوله فصلوا علي فان صلوتكم تبلغني حيث كنتم الى ان ما يناله من امته من
السلام نے اس قول سے کہ مجھپر درود پڑھو کیونکہ تم جہاں سے درود پڑھو گے مجھکو پہونچ جائے گا اس بات کا اشارہ فرما دیا کہ امت کیطرف سے جو کچھ صلوۃ وسلام

الصلوة والسلام عليه يحصل له مع قربهم من قبره وبعدهم عنه فلا حاجة لهم الى اتخاذه
جاتا ہے وہ آپکو پہونچ جاتا ہے قبر کے نزدیک سے بھیجا جائے خواہ دور سے پس اس بات کی کچھ حاجت نہیں کہ حضور علیہ السلام کی قبر کے پاس عید کریں

عيدا الا ان في اتخاذ القبور عيدا من المفاسد ما لم يعلمه الا الله تعالى فان غلاة متخذيها
اسواسطے کہ قبروں کو عیدگاہ بنانے میں وہ خرابی ہے جسکو خدا ہی جانتا ہے کیونکہ سخت گور پرست

عيدا اذا رأوها من مكان بعيد ينزلون عن دوابهم ويكشفون رؤسهم ويضعون جباههم على الارض
جب کہ قبر کو دور سے دیکھتے ہیں تو سواری سے اتر پڑتے ہیں سر کھول دیتے ہیں اور اپنی پیشانی زمین پر رکھ دیتے ہیں

ويقبلون الارض ثم انهم اذا وصلوا اليها يصلون عندها ركعتين ثم ينتشرون حول القبر
اور زمین کو چومتے ہیں۔ پھر جب اُسکے پاس پہونچ جاتے ہیں تو وہاں پر دو رکعت نماز پڑھتے ہیں پھر اُس کے گرد

طائفين به تشبيها له بالبيت الحرام الذي جعله تعالى مباركا وهدى للانام ثم ياخذون
طواف کرتے ہوئے پھرتے ہیں اُس کو بیت اللہ کی مشابہت دیکر جسکو خداوند عالم نے مبارک اور خلقت کے لیے ہدایت بنایا ہے پھر بوسہ دینا

في التقبيل والاستلام كما يفعل الحجاج في المسجد الحرام ثم يعفرون جباههم وخدودهم
اور چومنا شروع کرتے ہیں جیسے کہ حاجی لوگ مسجد حرام میں کرتے ہیں پھر اپنے ماتھے اور گالوں پر وہاں کی خاک ملتے ہیں

ثم يكملون مناسك حج القبر بالحلق والتقصير ثم يتقربون لذلك الوثن القرابين فلا يكون
سر منڈا کر بال کٹوا کر حج قبر کے مناسک وآداب پورے کرتے ہیں پھر اُس بت پر قربانیاں چڑھاتے ہیں پس اُنکی

صلوتهم ونسكهم وقربانهم وما يراق هناك من العبرات ويرفع من الاصوات ويطلبه من
نمازیں اور آداب حج اور قربانیاں اور آنسو بہانا اور چیخ کر رونا اور مرادیں

الحاجات وسؤال من تفريج الكربات واغناء ذوي الفاقات ومعافات اولي العاهات والبليات
مانگنا اور تکلیف سے نجات مانگنا اور فاقہ کشوں کا غنی کرنا اور مصیبت اور بلا والوں کو عافیت دینا یہ سب کام

لله تعالى بل للشيطان فان الشياطين لبني آدم عدو مبين يصدهم بانواع مكائده
اللہ کے لیے نہیں ہیں بلکہ شیطان کے لیے ہیں کہ شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے کہ اُس کو طرح طرح کے مکروں سے

عن الطريق المستقيم ومن اعظم مكائده ما نصب للناس من الانصاب التي هي رجس من عمل

سیدھی راہ سے روکتا ہے اور اسکا بڑا مکر وہ ہے جو اس نے لوگوں کے لیے بت بنائے ہیں جو ناپاک اور شیطانی کام ہے

الشيطان وقد امر الله المؤمنين باجتنابها وعلق فلاحهم بذلك الاجتناب فقال يا ايها

اور اللہ تعالے نے مومنین کو اس سے بچنے کا حکم کیا ہے اور انکی نجات کے لیے اسکو شرط کیا ہے اور یوں فرمایا ہے کہ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ

ایمان دارو شراب اور جوا اور بت اور پاسے یہ سب نجس کام ہیں شیطان کے ان سے بچتے رہو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ فالانصاب جمع نصب بضمتين او جمع نصب بالفتح والسكون وهو كل ما نصب

تاکہ تمکو نجات حاصل ہو۔ انصاب نُصُب بضمتین یا نَصب بفتح وسکون کی جمع ہے اور نصب وہ چیز ہے

وعبد من دون الله تعالى من شجر او حجر او قبر او غير ذلك والواجب هدم ذلك كله ومحو اثره

جو خدا کے سوا پرستش کے لیے مقرر کیجائے درخت ہو خواہ پتھر خواہ قبر ہو یا اور کچھ۔ اور ان سب کو گرا دینا اور انکا نشان مٹا دینا واجب ہے

كما ان عمر رض لما بلغه ان الناس يتناولون الشجرة التي بويع تحتها بالنبي عليه السلام ارسل اليها

چنانکہ حضرت عمرؓ نے جب سنا کہ لوگ اس درخت کے پاس آتے جاتے ہیں جسکے نیچے حضور سرور کائنات ؐ سے بیعت کی گئی تھی تو آپ نے آدمی بھیجکر

فقطعها فاذا كان عمر رض فعل هذا بالشجرة التي بايع الصحابة رسول الله عليه السلام تحتها و

اس کو کٹوا ڈالا۔ پس جبکہ حضرت عمرؓ نے اس درخت کے ساتھ ایسا کیا جسکے نیچے صحابہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی اور

ذكر الله تعالى في القران حيث قال لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فماذا

جسکا ذکر قرآن مجید میں اللہ تعالی نے اسطرح فرمایا ہے کہ اللہ مومنین سے اسی وقت راضی ہوگیا جبکہ وہ تجھ سے درخت کے نیچے بیعت کرنے لگے پس کیا

يكون حكمه فيما عداها من هذه الانصاب التي قد عظمت الفتنة بها واشتدت البلية

حکم ہونا چاہیے اسکے علاوہ ان انصاب کے لیے جنکے سبب سے اتنا بڑا فتنہ اور ایسی سخت بلا قائم ہو گئی ہے

بسببها وابلغ من ذلك انه عليه السلام هدم مسجد الضرار ففي هذا دليل على هدم ما هو اعظم

اور اس سے بھی بڑھکر یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے مسجد ضرار کو گرا دیا اسمیں دلیل ہے اس چیز کے مٹا دینے کی جسکا

فسادا منه كالمساجد المبنية على القبور فان حكم الاسلام فيها ان ينهدم كلها حتى يساوي بالارض

فساد اس سے بھی زیادہ ہو مثلاً وہ مسجدیں جو قبروں پر بنائی گئی ہیں بیشک اسلام کا حکم انکے بارہ میں یہی ہے کہ ان سب کو ڈھا کر زمین برابر کر دیجائے

وكذا القباب التي بنيت على القبور يجب هدمها لانها اسست على معصية الرسول ومخالفته وكل

اسی طرح ان گنبدوں اور برجوں کو بھی ڈھا دینا واجب ہے جو قبروں پر بنائے گئے ہوں۔ اسلیے کہ انکی بنا رسول اللہ کی نافرمانی اور مخالفت پر ہے اور جو

بناء اسس على معصية الرسول ومخالفته فهو بالهدم اولى من مسجد الضرار لانه عليه السلام نهى عن البناء

عمارت کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر بنائی جائے اسکا ڈھانا مسجد ضرار سے بھی زیادہ اولی ہے اسلیے کہ حضور سرور کائنات ؐ نے قبروں پر

على القبور ولعن المتخذين عليها مساجد فيجب المبادرة والمسارعة الى هدم ما نهى عنه رسول الله صلى الله عليه

عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے اور قبروں پر مسجد بنانیوالوں پر لعنت فرمائی ہے پس ایسی عمارت کو گرا دینے میں بہت جلدی کرنا چاہیے کہ جس کے بنانے سے رسول خدا صلی اللہ علیہ

وسلم ولعن فاعله وكذلك يجب ازالة كل قنديل وسراج وشمع اوقدت على القبور لان فاعل ذلك ملعون بلعنة رسول الله

وسلم نے منع فرمایا اور بنانیوالے پر لعنت کی ہے۔ اسی طرح ان قندیلوں اور چراغوں اور شمعوں کو دور کرنا چاہیے جو قبروں پر روشن کیجائیں۔ کیونکہ انکا کرنیوالا ملعون ہے رسول خدا صلعم کی لعنت سے

عليه السلام فكل ما لعن فيه رسول الله عليه السلام فهو من الكبائر ولهذا قال العلماء لا يجوز ان ينذر

اور جس امر پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے وہ گناہ کبیرہ ہے اسی واسطے علما کہتے ہیں کہ قبروں پر

للقبور شمع ولا زيت ولا غير ذلك فانه نذر معصية لا يجوز الوفاء به بل يلزم الكفارة مثل كفارة اليمين

تیل بتی وغیرہ کی نذر ماننی جائز نہیں۔ کیونکہ یہ نذر حرام ہے۔ اسکا پورا کرنا بھی درست نہیں ہے بلکہ مثل کفارۂ قسم کے اسکا کفارہ دینا چاہیے

ولا ان يوقف عليها شئ من ذلك فان هذا الوقف لا يصح ولا يحل ثباته وتنفيذه قال الامام ابو بكر الطرطوشي
نه اسکے لیے کچھ وقف کرنا جائز ہے۔ اسلیے کہ یہ وقف صحیح نہیں ہے اور اسکا ثابت کرنا اور نافذ کرنا بھی درست نہیں ۔ امام ابو بکر طرطوسی فرماتے ہیں کہ

انظروا رحمكم الله تعالى اينما وجدتم شجرة يقصدها الناس ويعظمونها ويرجون البراء والشفاء من قبلها
دیکھو خدا تمپر رحم کرے جہان تمکو ایسا درخت نظر آئے کہ لوگ اسکے پاس آتے ہین اور اسکی تعظیم کرتے ہین اور اُس سے صحت اور شفا کی امید رکھتے ہین

ويضربون بها المسامير والخرق فهي ذات انواط فاقطعوها وذات انواط شجرة للمشركين كانوا
اور اُسمین میخین گاڑتے ہین اور خرقہ باندھتے ہین تو اسکو ذات انواط سمجھو اور فوراً کاٹ ڈالو ۔ اور ذات انواط نام مشرکونکا ایک درخت تھا

يعقلون عليها اسلحتهم وامتعتهم ويعكفون حولها كما روى البخاري في صحيحه عن ابي واقد الليثي
جسپر اپنے ہتھیار اور اسباب لٹکا کر اُسکے پاس چلہ کشی کرتے تھے ۔ چنانچہ امام بخاری اپنی کتاب صحیح مین ابی واقد لیثی سے روایت کرتے ہین

انه قال خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل حنين ونحن حديثوا عهد بالاسلام وللمشركين سدرة
کہ فرمایا کہ ہم ہمراہ رسول خدا صلعم کے حنین کیطرف چلے اور ہم ابھی نئے مسلمان تھے اور مشرکین کا ایک درخت بیر کا تھا

يعكفون حولها وينوطون بها اسلحتهم وامتعتهم يقال لها ذات انواط فمررنا بسدرة فقلنا يا رسول الله اجعل
جسکے آس پاس وہ چلہ کشی کرتے تھے اور اُسپر اپنے ہتھیار و اسباب لٹکاتے تھے اُس درخت کا نام ذات انواط تھا ۔ ہم بھی ایک بیر کے درخت کے پاس سے گذرے تو ہمنے عرض کیا یا رسول اللہ

لنا ذات انواط كما لهم ذات انواط فقال النبي صلى الله عليه وسلم الله اكبر هذا كما قال بنو اسرائيل اجعل لنا الها كما لهم
ہمارے واسطے بھی کوئی ذات انواط مقرر فرما دیجیے جیسا کہ اُن لوگون کا ذات انواط ہے ۔ رسول اللہ نے فرمایا اللہ اکبر تو ایسی ہی بات ہوئی جیسے کہ بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ ہمارے لیے بھی کوئی

آلهة ثم قال انكم قوم تجهلون لتركبن سنن من كان قبلكم فاذا كان اتخاذ هذه الشجرة لتعليق الاسلحة
معبود بنا دو جیسے کہ اُنکے معبود ہین ۔ پھر فرمایا کہ تم جاہل قوم ہو تم اُن ہی لوگون کے دستور اختیار کروگے جو پہلے تھے پس جبکہ اُس درخت کو ہتھیار لٹکانے

والعكوف حولها اتخاذ اله مع الله تعالى مع انهم لا يعبدونها ولا يسألونها شيئا فما الظن بغيرها مما يقصد الناس
اور چلہ کشی کے لیے مقرر کرنا خدا بنانا ٹھہرا باوجودیکہ وہ لوگ اُسکی پرستش نہ کرتے تھے نہ اُس درخت سے مرادین مانگتے تھے ۔ تو اُن چیزون کو کیا سمجھنا چاہیے کہ لوگ

من شجر او حجر او قبر ويعظمونه ويرجون منه الشفاء ويقولون ان هذا الشجر او هذا الحجر او هذا القبر
درخت یا پتھر یا قبر کی زیارت کو آتے ہین اور اُسکی تعظیم کرتے ہین اور اُس سے شفا کی امید رکھتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ درخت یا یہ پتھر یا یہ قبر

يقبل النذر الذي هو عبادة وقربة ويتمسحون بذلك النصب ويستلمونه ولقد انكر السلف التمسح بحجر المقام الذي
منتون کو قبول کرتی ہے جو کہ عبادت اور قربت ہے اُن بتون کو ہاتھ سے چھوتے ہین اور اُسکو چومتے ہین ۔ حالانکہ سلف نے مقام ابراہیم کے پتھر پر ہاتھ ملنے سے منع فرمایا ہے

امر الله تعالى ان يتخذ منه مصلى كما ذكره الازرقي عن قتادة في قوله تعالى وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى
جسکے لیے اللہ کا یہ حکم ہے کہ اُسکو نماز کی جگہ بناؤ چنانچہ ازرقی نے حضرت قتادہ کا قول اس آیت کی تفسیر مین نقل کیا ہے اور بناؤ مقام ابراہیم سے نماز کی جگہ

قال انما امروا ان يصلوا عنده ولم يؤمروا ان يمسحوه بل اتفق العلماء على انه لا يستلم ولا يقبل الا
اُنھون نے کہا کہ لوگون کو اُس جگہ نماز پڑھنے کا حکم ہے اسکا حکم نہین کہ اُسپر ہاتھ لگائین ۔ بلکہ علما کا اسپر اتفاق ہے کہ حجر اسود کے سوا کسی چیز کو نہ چومنا چاہیے

الحجر الاسود واما الركن اليماني فالصحيح انه يستلم ولا يقبل وهذا الشيطان في كل حين وزمان ينصب لهم قبر رجل
نہ بوسہ دینا چاہیے اور رکن یمانی مین صحیح حکم یہ ہے کہ ہاتھ سے چومنا چاہیے ۔ اور بوسہ نہ دینا چاہیے ۔ اور یہ ابلیس ہمیشہ اُنکے لیے کسی نہ کسی بزرگ کی قبر کو

معظم يعظمه الناس ثم يجعله وثنا يعبد من دون الله تعالى ثم يوحي الى اوليائه ان من نهى عن عبادته
جسکو لوگ بزرگ سمجھتے ہین نصب بنا دیتا ہے پھر رفتہ رفتہ اُسکو بت بنا کر غیر خدا کی پرستش کراتا ہے پھر وہ اپنے دوستون کو یہ سوجھاتا ہے کہ جو شخص اُنکی عبادت سے منع کرے

وعن اتخاذه عيدا وعن جعله وثنا فقد تنقصه وهضم حقه فيسعى الجاهلون في قتله وعقوبته ويكفرونه
اور قبر کو عید بنانے سے روکے اور اُسکو بت نہ بنانے دے وہ اُن بزرگون کی حقارت کرتا ہے اور اُنکی حق تلفی کرتا ہے پھر جاہل لوگ اُسکے قتل اور ایذا مین کوشش کرتے ہین اور اُسکو کافر بناتے ہین

وما ذنبه الا انه امر بما امر به الله تعالى ورسوله ونهى عما نهى الله تعالى ورسوله عنه والذي وقع عُبّاد القبور
اور اُسکی کوئی خطا نہین سوا اسکے کہ اُس نے وہی حکم دیا جو اللہ و رسول نے فرمایا ہے اور اُس کام سے منع کیا جس سے خدا و رسول نے منع فرمایا ہے اور گور پرستون کے

فی الافتتان بها امور منها الجهل بحقیقة ما بعث الله تعالى به رسوله من تحقیق التوحید وقطع اسباب الشرك

اس فتنہ مین پڑنیکے کئی سبب ہین اول تو یہ کہ انکو یہی نہین معلوم کہ رسول اللہ کی بعثت سے کیا مقصود ہو یعنی توحید اور اسباب شرک سے علیحدگی کر لینے کی کیا حقیقت ہے

فالذین قل نصیبهم من ذلك اذا دعاهم الشیطان الى الفتنة بها ولم یكن لهم ما یبطل دعوته

جو لوگ اس علم مین کم حصہ رکھتے ہین جب شیطان انکو اس فتنہ کی طرف بلاتا ہو اور انکو اتنا علم نہین ہے کہ وہ اس فتنہ کو رد کرین

استجابوا له بحسب ما عندهم من الجهل وعصموا منه بقدر ما معهم من العلم ومنها احادیث مكذوبة

تو وہ اسکو قبول کر لیتے ہین بقدر اپنی جہالت کے اور بقدر اپنے علم کے بچتے بھی نہین۔ اور ایک سبب یہ ہے کہ بہتیری جھوٹی حدیثین

وضعها على رسول الله صلى الله علیه وسلم اشباه عباد الاصنام من المقابریة وهی تناقض ما جاء به

رسول اللہ صلعم پر بت پرستون کے ہم شکل گور پرستون نے وضع کر لی ہین جو آپ کے دین کے

من دینه كحدیث اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اهل القبور وحدیث اذا اعیتكم الامور فعلیكم

بالکل خلاف ہین مثلاً ایک حدیث موضوع یہ ہے کہ جب تم کسی امر مین حیران ہو تو اہل قبور سے مدد مانگو۔ اور ایک حدیث یہ ہو کہ جب تم کسی امر مین تھک جاؤ تو لازم

باصحاب القبور وحدیث لو حسن احدكم ظنه بحجر نفعه وامثال هذه الاحادیث التی هی مناقضة لدین

پکڑو قبر والون کو۔ اور ایک حدیث یہ ہو کہ اگر کوئی شخص پتھر پر بھی نیک اعتقاد کرے تو اس سے نفع پہنچتا ہے اسیطرح کی اور بہتیری حدیثین جو دین اسلام کے بالکل خلاف ہین

الاسلام وضعها اشباه عباد الاسلام من المقابریة وراجت على الجهال والضلال والله تعالى

یہ سب ان بت پرستون کے ہم شکل گور پرستون نے گڑھی ہین اور جاہلون اور گمراہون مین پھیل گئین۔ حالانکہ اللہ نے

انما بعث رسوله لقتل من حسن ظنه بالاحجار والاشجار فانه علیه السلام جنب امته من الفتنة بالقبور

اپنا رسول ان ہی لوگون کے قتل کے لیے بھیجا ہے جو پتھرون اور درختون کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہین۔ کیونکہ آنحضرت علیہ السلام نے اپنی امت کو قبرون کے فتنہ سے

بكل طریق ومنها حكایات حكیت عن اهل تلك القبور ان فلانا استغاث بالقبر الفلانی فی شدة فخلص

ہر طرح بچایا ہے اور ایک سبب یہ ہو کہ اس قسم کی بہت سی حکایتین اہل قبور کی مشہور ہین کہ فلان نے فلان کی قبر سے اپنی مصیبت مین فریاد کی تو اپنی مصیبت سے نجات پائی

منها وفلان نزل به ضر فاستدعى صاحب ذلك القبر فكشف ضره وفلان دعاه فی حاجة فقضیت حاجته

اور فلان پر ایک مصیبت آئی تو اس نے ان صاحب مزار سے دعا کی تو اسکی بلا ٹل گئی اور فلان نے اس سے اپنی مراد مانگی تو اسکی مراد پوری ہو گئی

وعند السدنة والمقابریة بشیء من ذلك یطول ذكره وهم من اكذب خلق الله على الاحیاء والاموات

اور مجاورون اور گور پرستون کے پاس ایسے بہت سے قصے ہین جنکا ذکر طویل ہو اور یہ لوگ زندون اور مردون پر تمام دنیا سے زیادہ جھوٹ باندھنے والے ہین

والنفوس مولعة بقضاء حوائجها وازالة ضرورتها لا سیما من كان مضطرا یتشبث بكل سبب وان كان

اور طبیعت انسانی حاجت پوری ہونے اور نقصان دفع کرنے کے لیے حریص ہوتی ہو بالخصوص جو اپنی ضرورت مین مضطر ہوتا ہو وہ تو ہر چیز کا سہارا پکڑتا ہے اگرچہ

فیه كراهة فاذا سمع احد ان قبر فلان تریاق مجرب یمیل الیه فیذهب فیه ویدعو عنده بحرقة وذلة

کیسا ہی مکروہ ہو۔ جب کوئی سنتا ہے کہ فلان کی قبر تریاق مجرب ہو تو اسکی طرف مائل ہوتا ہو وہان جاتا ہو اور نہایت عاجزی اور انکساری سے کانپتا ہوا اس سے دعا کرتا ہو

وانكسار فیجیب الله تعالى دعوته لما قام بقلبه من الذلة والانكسار لا لاجل القبر فانه لو دعا كذلك فی الحانة

تو اللہ اسکی دعا قبول کر لیتا ہے کیونکہ اسکے دل مین لرزہ اور انکسار پیدا ہو گیا نہ قبر کی وجہ سے۔ کیونکہ اگر یہ شخص اسی طرح دکان

والحمام والسوق لاجابه فیظن الجاهل ان للقبر تاثیرا فی اجابة تلك الدعوة ولا یعلم ان الله تعالى یجیب دعوة

یا حمام یا بازار مین دعا کرتا تو اسکو خدا قبول فرما لیتا اور یہ جاہل سمجھتا ہے کہ اس دعا کی قبولیت قبر کی تاثیر سے ہے اور یہ نہین جانتا کہ اللہ ہر بیقرار کی دعا قبول کرتا ہے

المضطر ولو كان كافرا فلیس كل من اجاب الله تعالى دعاءه یكون راضیا عنه ولا محبا له ولا راضیا لفعله

اگرچہ کافر ہی کیون نہو یہ بات نہین ہے کہ اللہ جسکی دعا قبول کرے اس سے راضی بھی ہو یا اسکا دوست ہے یا اسکے کرتوت سے خوش ہے

فانه یجیب دعاء البر والفاجر والمؤمن والكافر یسر الله تعالى من الدعاء والعمل ما یكون موافقا لرضائه

کیونکہ وہ بھلے اور برے اور مؤمن و کافر سب کی دعا قبول کرتا ہو خدا ہمارے لیے اپنے لطف و کرم سے وہ دعا اور عمل آسان کرے جو اسکی مرضی کے

بلطفه وكرمه **المجلس الثامن عشر في اقسام البدع واحكامها** قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
موافق ہو۔ اٹھارہویں مجلس بدعت کے اقسام اور انکے احکام کے بیان میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

اما بعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد وشر الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة
بعد حمد کے معلوم ہو کہ سب سے اچھی بات قرآن مجید ہے اور سب سے اچھی عادت محمد کی سنت ہے اور سب باتوں سے بری نئی باتیں ہیں۔ اور ہر نئی بات بدعت ہے

وكل بدعة ضلالة هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه جابر وفي حديث آخر رواه عرباض بن سارية
اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے۔ اور اسکے راوی حضرت جابرؓ ہیں۔ اور ایک اور حدیث میں عرباض بن ساریہ سے روایت ہے

انه عليه السلام قال من يعش منكم بعدى فسيرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنتى وسنة الخلفاء
کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص میرے بعد جیتا رہیگا تو وہ بہت سے اختلاف دیکھے گا۔ اسوقت پکڑے رہنا میرے طریقے کو اور

الراشدين المهديين من بعدى تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ واياكم ومحدثات الامور فان كل محدثة
خلفاے راشدین مہدیین کی طریقہ کو بعد میرے اور تمسک کرو اُس سے اور اُسکو دانتوں سے پکڑو اور نئی باتوں سے بچے رہنا اسلیے کہ جو نئی بات ہے

بدعة وكل بدعة ضلالة والمراد بالبدعة المذكورة في هذين الحديثين البدعة السيئة التي ليس لها من
وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ان دونوں مذکورہ بالا حدیثوں میں بدعت سے مراد بدعت سیئہ ہے جسکی اصل نہ

الكتاب والسنة اصل وسند ظاهر او خفي ملفوظ او مستنبط لا البدعة الغير السيئة التي تكون على
قرآن میں ہے نہ حدیث میں اور نہ ظاہر یا خفی کوئی سند ملتی ہے نہ لفظوں سے نہ مضمون سے بدعت حسنہ مراد نہیں ہے جسکی

اصل وسند ظاهر او خفي فانها لا تكون ضلالة بل هي قد تكون مباحة كاستعمال المنخل والمواظبة
اصل وسند ظاہر یا خفی ملتی ہے یہ بدعت گمراہی نہیں ہے بلکہ یہ کبھی تو مباح ہوتی ہے جیسے چھنے آٹے کا استعمال یا ہمیشہ

على اكل لب الحنطة والشبع منه وقد تكون مستحبة كبناء المنارة وتصنيف الكتب وقد تكون
گیہوں کی روٹی کھانا اور پیٹ بھر کر کھانا۔ اور کبھی مستحب ہوتی ہے جیسے منارہ کا تعمیر کرنا اور کتابیں تصنیف کرنا۔ اور کبھی

واجبة كنظم الدلائل لرد شبه الملاحدة والفرق الضالة لان البدعة لها معنيان احدهما لغوى
واجب ہوتی ہے مثلاً ملحدوں اور گمراہ فرقوں کے اعتراضات رد کرنے کے لیے دلائل مرتب کرنا۔ اسلیے کہ لفظ بدعت کے دو معنی ہیں۔ ایک تو عام معنی لغوی اور

عام وهو المحدث مطلقا سواء كان من العادات او من العبادات والثاني شرعي خاص وهو الزيادة في
وہ مطلق نئی بات ہے خواہ وہ معاملات میں سے ہو خواہ عبادات میں سے اور دوسری شرعی خاص ہے یعنی دین میں کچھ بڑھانا

الدين او النقصان منه بعد الصحابة بغير اذن من الشارع لا قولا ولا فعلا لا صريحا ولا اشارة
یا گھٹانا بعد زمانۂ صحابہ کے بغیر اجازت شارع علیہ السلام کے نہ قولاً نہ فعلاً نہ صریحاً نہ اشارۃً

فانها في الحديثين وان كانت عامة تشتمل جميع المحدثات لكن عمومها ليس بحسب معناها اللغوى العام
پس بدعت کا لفظ اگرچہ دونوں حدیثوں میں عام ہے ہر قسم کی بدعتوں کو شامل ہے لیکن یہ عموم معنی لغوی عام کے اعتبار سے نہیں ہے

بل عمومها بحسب معناها الشرعي الخاص فلا تتناول العادات اصلا بل تقتصر على بعض الاعتقادات
بلکہ معنی شرعی کے اعتبار سے ہے جو خاص ہیں۔ پس یہ عادات کو بالکل شامل نہیں ہے بلکہ صرف اسمیں بعض اعتقادات

وبعض صور العبادات لانه عليه السلام لم يبعث لتعليم امور الدنيا وانما بعث لتعليم امور الدين يدل عليه
اور بعض صورتیں عبادات کی داخل ہیں اسلیے کہ حضور علیہ السلام دنیادی کاموں کی تعلیم دینے کے لیے نہیں آئے تھے بلکہ صرف دین کی تعلیم کے لیے بھیجے گئے تھے اسپر حضور کا یہ قول دلیل ہے

قوله عليه السلام انتم اعلم بامور دنياكم اذا امرتكم بشئ من امور دينكم فخذوا به ثم البدعة في الاعتقاد
کہ تم اپنے دنیادی کاموں کو خوب جانتے ہو دین کی باتوں کا جب میں تمکو حکم دوں تو اُسپر عمل کیا کرو پھر بعض بدعتیں اعتقادی تو

بعضها كفر وبعضها ليس بكفر لكنها اكبر من كل كبيرة حتى القتل والزنا وليس فوقها الا الكفر والبدعة
کفر ہیں اور بعض کفر تو نہیں ہیں لیکن کبیرہ گناہوں سے بڑھکر ہیں یہانتک کہ قتل اور زنا سے بھی۔ اس سے بڑھکر کفر ہی کا درجہ ہے اور بدعت

في العبادة وان كانت دونها لكن فعلها عصيان في ضلال لاسيما اذا صادمت سنة مؤكدة واما البدعة
عبادت مین اگرچہ اُس سے کمتر ہو لیکن اُسپر عمل کرنا نافرمانی اور گمراہی ہے خصوصاً جب کہ سنت مؤکدہ کے مخالف ہو اور لیکن عادات کی
في العادة فليس في فعلها عصيان في ضلال بل تركها الاولى فتركها اولى اذا تقرر هذا فالمنارة عون
بدعت کرنے مین کچھ گمراہی اور نافرمانی نہین بلکہ خلاف اولیٰ ہے اسیلیے اُسکا ترک اولیٰ ہے جب یہ بات ٹھہر چکی تو منارے سے
لاعلام وقت الصلوة وتصنيف الكتب عون للتعليم والتبليغ ونظم الدلائل لرد شبهة الملاحدة و
وقت نماز کے خبر دینے مین مدد ملتی ہو اور کتابون کی تصنیف سے تعلیم اور تبلیغ مین مدد ملتی ہے اور دلائل کی ترتیب بے دینون اور
الفرق الضالة نهي عن المنكر وذب عن الدين فكل منها ماذون فيه بل مامور به لان البدعة الغير السيئة
گمراہ فرقون کے اعتراضات کا جواب دینے کے لیے ہو گناہون سے روکنا اور دین کی حمایت کرنا ہی تو انمین سے ہر ایک کام کی اجازت بلکہ حکم ہے اسلیے کہ بدعت غیر
ما لم يحتج اليه الاوائل ثم احتاج اليه الاواخر وراوه حسنا على سبيل الاجماع بلا خلاف ولا نزاع و
سیئہ وہ ہی کہ پہلے لوگون کو اُسکی ضرورت نہ پڑی پھر پچھلے لوگون کو اُسکی ضرورت ہوئی اور سب نے بلا اختلاف اُسکو اچھا سمجھا اور
عند الاستقراء لا توجد تلك البدعة الغير السيئة في العبادات البدنية المحضة كالصوم والصلوة
تلاش کرنے سے بدعت حسنہ خالص بدنی عبادتون مین نہین پائی جاتی ہے مثلاً روزہ نماز
وقراءة القرآن واوظائف كل منها بل لا تكون البدعة فيها الا سيئة لان عدم وقوع الفعل في الصدر الاول
اور تلاوت قرآن اور تمام وظیفے عبادت بدنی کے بلکہ انمین ہمیشہ بدعت سیئہ ہوتی ہے - اس لیے کہ کسی کام کا اول زمانہ مین نہونا
ليس الا لعدم الحاجة اليه او لوجود مانع منه او لعدم التنبيه له او للتكاسل عنه او لكراهته وعدم مشروعيته
یا تو اسلیے تھا کہ حاجت ہی نہ پڑی تھی یا کسی مانع کی وجہ سے یا بسبب بے خبری کے یا سُستی کے باعث یا بوجہ مکروہ اور ناجائز ہونے کے
والاولان منتفيان في العبادات البدنية المحضة لان الحاجة الى التقرب الى الله تعالى بالعبادة لا تنقطع
اور پہلے دونون سب خالص عبادت بدنی مین نہین پائے جاتے اس لیے کہ بذریعۂ عبادت کے قربت الٰہی کی ضرورت منقطع نہین ہوتی
وبعد ظهور الاسلام وغلبة اهله لم يكن منها مانع وكذا عدم التنبيه لها او التكاسل عنها متنفيا
اور اسلام کے ظاہر ہونے اور غلبہ کے بعد اُسکا کوئی مانع بھی نہین اور ایسے ہی بے خبری اور کاہلی بھی نہین ہوسکتی
اذ لا يجوز ان يظن ذلك للنبي عليه السلام وجميع اصحابه فلم يبق الا كونها بدعة مكروهة غير مشروعة
اس لیے کہ نبی علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کی نسبت اسکا گمان کرنا جائز نہین پس بدعت مکروہ اور ناجائز ہونیکے سوا اور کچھ نرہا
وهذا المعنى اراد عبد الله بن مسعود لما اخبر بالجماعة الذين كانوا يجلسون بعد المغرب وفيهم رجل
اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کی یہی غرض تھی جب آپ کو خبر دیگئی کہ ایک جماعت بعد مغرب کے بیٹھا کرتی ہے اور اُنمین سے ایک شخص
يقول كبروا الله كذا وكذا وسبحوا الله كذا وكذا واحمدوا الله كذا وكذا فيفعلون فحضرهم فلما سمع
کہتا ہی کہ اتنے مرتبہ اللہ اکبر کہو اور اتنی بار سبحان اللہ کہو اور اتنی مرتبہ الحمد للہ کہو اور لوگ کہتے جاتے آپ اُن لوگون کے پاس گئے جو کچھ وہ لوگ کہتے تھے جب
ما يقولون قام فقال انا عبد الله بن مسعود فوالله الذي لا اله غيره لقد جئتم ببدعة ظلماء او لقد
آپنے سن لیا تو آپ کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ مین عبد اللہ بن مسعود ہون قسم ہی اُس خدا کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہین ہے بیشک یا تو تم نہایت تاریک بدعت
فقتم على اصحاب محمد عليه السلام علما يعني ان ما جئتم به اما ان يكون بدعة ظلماء او انكم تداركتم
مین مبتلا ہوگئے یا حضرت محمد علیہ السلام کے اصحاب سے بھی علم مین بڑھ گئے - یعنی یہ جو تم کرتے ہو یا تو تاریک بدعت ہے یا تم نے وہ بات پائی
على الصحابة ما فاتهم لعدم تنبههم له او لتكاسلهم عنه ففضلتموهم من حيث العلم بطريق العبادة
جو صحابہ کے بھی ہاتھ نہ آئی خواہ بے خبری سے خواہ سُستی سے پس تم طریق عبادت کے علم مین اُن سے غالب ہو گئے۔
والثاني منتف فتعين الاول وهو كونه بدعة ظلماء وهكذا يقال لكل من اتى في العبادة البدنية المحضة
دوسری صورت ناممکن ہی پس پہلی ہی ثابت ہی یعنی یہ کہ وہ کام بدعت سیئہ ہی - یہی بات ہر اُس شخص کے بارہ مین کہی جائیگی جو خالص عبادت بدنی

بصفة لم تكن فی زمن الصحابة اذ لو كان وصف العبادة فی الفعل المبتدع يقتضی كونه بدعة حسنة
تو اس طور سے کرے کہ صحابہ کے زمانہ میں نہ تھا۔ اس لیے کہ اگر وصف عبادت ہر بدعت کو حسنہ بنا دیا کرے
لما وجد فی العبادات ما هو بدعة مكروهة وقد وجد فيها البدعة المكروهة علی ما صرح العلماء
تو عبادات میں بدعت مکروہ نہ ہو حالانکہ عبادات میں بدعت مکروہہ موجود ہے جیساکہ علما نے
فی تصانيفهم مثل صلوة الرغائب والجماعة فيها ومثل التصلية والترضية والتامين فی اثناء الخطبة
اپنی تصانیف میں تصریح کی ہے مثلاً نماز رغائب اور اسکی جماعت اور اثنائے خطبہ میں صلے اللہ اور رضی اللہ اور آمین کہنا
وانواع النغمات الواقعة فيها وفی الاذان وقراءة القران ومثل الجهر بالذكر امام الجنازة وقدام العروس
اور خطبہ اور اذان اور تلاوت قرآن میں گاکر پڑھنا اور جنازہ اور دلھن کے آگے راستہ میں پکار کے ذکر کرنا
فی الطرقات وغير ذلك من البدع المنكرة الواقعة فی العبادات وليس لاحد ان يقول انها ليست من قبيل
علاوہ اسکے اور بری بدعتیں جو عبادات میں ہوتی ہیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ
البدعة السيئة المكروهة بل هی من قبيل البدعة الحسنة المشروعة بدليل كون بعض الاشياء المحدثة
بدعت سیئہ مکروہہ کے قبیل سے نہیں ہیں بلکہ بدعت حسنہ مشروعہ کے قبیل سے ہیں۔ اس دلیل سے کہ بعضی بدعتیں جو
بعد الصحابة حسنا كبناء المدارس والربط والخانات ونحوها من انواع الخيرات التی لم تعهد عهد الصحابة
صحابہ کے بعد پیدا ہوئی ہیں حسنہ ہیں مثلاً مدرسے اور خانقاہیں اور سرائیں بنانی۔ اسی طرح کی اور مفید چیزیں جو صحابہ کے زمانہ میں نہ تھیں
اذ يقال له ما ثبت حسنه بالادلة الشرعية الصحيحة فهو اما ان لا يكون بدعة فيبقی عموم العام فی
اسلیے کہ جواب میں کہا جائے گا کہ جس چیز کا حسن شریعت کے صحیح دلائل سے ثابت ہو وہ یا تو بدعت ہی نہیں ہے۔ اس صورت میں عام کا عموم
الحديثين علی حاله او يكون مخصوصا من هذا العام والعام الذی خص منه البعض دليل فيما عدا المخصوص
دونوں حدیثوں میں علی حالہ باقی رہے گا یا اس عام سے مخصوص ہوجائے گا اور جو عام کہ اس سے کوئی فرد خاص ہوجائے۔ وہ اس فرد خاص کے سوا باقی میں دلیل ہوتا ہے
فمن ادعی ثبوت حسن العبادة المحدثة وكونها مخصوصة من هذا العام يحتاج الی دليل يصلح ان يكون
تو اب جو شخص عبادات نو احداث کے حسن کا دعویٰ کرے اور اسکو اس عام سے مخصوص بتائے تو ایک ایسی دلیل کی حاجت ہوگی جو تخصیص
مخصصا لا ان عادة اكثر البلاد وقول كثير من الزهاد والعباد ليس مما يصلح ان يكون معارضا
ثابت کردے اس لیے اکثر مقامات کا رواج یا چند عابدوں زاہدوں کا کہنا اس قابل نہیں
لكلام الرسول عليه الصلوة والسلام ولكن الدليل المخصص هو الدليل الشرعی من الكتاب و
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام کے معارض ہوسکے اور ایسی ہی دلیل مخصص وہی دلیل ہوتی ہے جو شرعی ہو ماخوذ ہو
السنة والاجماع الذی هو منحصر باهل الاجتهاد ومن ليس اهل الاجتهاد من الزهاد والعباد فهو فی حكم
سنت اور اجماع سے جو کہ اجتہاد والوں سے مخصوص ہے اور جو عابد زاہد کہ اجتہاد والوں میں سے نہیں ہے وہ عوام میں داخل ہے
العوام لا يعتد بكلامه الا ان يكون موافقا للاصول والكتب المعتبرة وهذه قاعدة دلت عليه السنة
اسکی بات کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ ہاں جب کہ اسکی بات اصول اور معتبر کتابوں کے مطابق ہو اور یہ وہ قاعدہ ہے جسپر حدیث
والاجماع مع ان فی كتاب الله تعالی ما يدل عليها ايضا وهو انه تعالی قال ام لهم شركاء شرعوا لهم من
اور اجماع دلالت کرتے ہیں اور ساتھ ہی اسکے قرآن میں بھی اسکا اشارہ موجود ہے وہ یہ کہ اللہ فرماتا ہے آیا انکے اور بھی شریک ہیں جنھوں نے انکو ایسے
الدين ما لم يأذن به الله فمن احدث شيئا يتقرب به الی الله تعالی من قول او فعل من غير ان يشرعه
دین میں وہ باتیں پیدا کی ہیں جنکا حکم خدا نے نہیں دیا ہے پس جو شخص کوئی نئی بات اللہ سے ملنے کے لیے ایجاد کرے قولی ہو خواہ فعلی بغیر اسکے کہ خود اسکو مقرر کیا ہو
الله تعالی فقد شرع فی الدين ما لم يأذن به الله تعالی فمن تبعه فقد اتخذه شريكا ومعبودا كما
تو اسنے دین میں وہ بات پیدا کی جسکا حکم خدا نے نہیں دیا۔ تو جسنے اسکی پیروی کی اسنے گویا اسکو شریک اور معبود مان لیا۔ جیسا کہ

قال الله تعالى في حق اهل الكتاب اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله فقال عدى بن حاتم
اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے حق میں فرمایا ہے انھوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے علاوہ خدا مان لیا۔ عدی بن حاتم نے

للنبي عليه السلام ما عبدوهم فقال عليه السلام اطاعوهم فمن اطاع احدا في دين لم يأذن به الله تعالى
نبی علیہ السلام سے عرض کیا کہ انھوں نے عبادت تو نہیں کی آپ نے فرمایا کہ اطاعت تو کی ہے اور جو شخص کسی دینی امر میں خلاف امر خدا کے دوسرے کے حکم کی پیروی کرے

فقد عبده واتخذه ربا فعلم من هذا ان كل بدعة في العبادات البدنية المحضة لا تكون الا سيئة
تو گویا اُسنے اُسی کو پوجا اور پروردگار مانا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محض عبادات بدنی کی ہر بدعت سیئہ ہے اور

وربما لا يفرق كثيرا من الناس بين الحسنة والسيئة فيظنون ان كل ما استحسن نفوسهم ومال اليه
بہتیرے لوگ اکثر اوقات بدعت حسنہ اور سیئہ میں تمیز نہیں کرتے۔ وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ جو بات دلکو پسند آگئے اور طبیعت اُسکی طرف متوجہ ہو

طباعهم يكون حسنا فيعدون السيئة من الحسنة فقد خبطوا خبط الخبط عشواء لا يفرق بين الورطة
وہی حسنہ ہے پس سیئہ کو حسنہ شمار کر لیتے ہیں سو انھوں نے اندھی اونٹنی کیطرح خبط کیا جو مہلک راستہ

المهلكة والجادة المنجية في مشيها والضابط في هذا ان يقال للناس لا يحدثون شيئا الا انهم يرونه
اور صاف سیدھے راستہ میں تمیز نہیں کر سکتی۔ اور اسکا قاعدہ یہ ہے کہ یوں کہیں کہ آدمی جب تک کوئی مصلحت نہیں دیکھتا نئی بات نہیں کرتا

مصلحة اذ لو اعتقدوا فيه مفسدة لم يحدثوه فما رآه الناس مصلحة ينظر في السبب فان كان
اسلیے کہ اگر اُسمیں کوئی برائی سمجھیں تو کیوں کریں پس جس امر میں وہ لوگوں کے لیے مصلحت دیکھیں اُسکے سبب میں تامل کرنا چاہیے اگر

السبب امر قد حدث بعد النبي صلى الله عليه وسلم فيجوز احداث ما تدعو الحاجة اليه كنظم
کوئی ایسا امر ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوا ہے تو حاجت کے موافق جو ایجاد کیا جائز ہے مثلاً

الدلائل فان السبب الداعي اليه ظهور الفرق الضالة وانهم لما لم يظهروا في عهده عليه السلام
دلائل قائم کرنا۔ اسکا باعث گمراہ فرقوں کا ظاہر ہونا ہے۔ اسلیے کہ یہ فرقے چونکہ رسول خدا صلعم کے زمانہ میں ظاہر نہیں ہوئے اسلیے اُنکی حاجت

لم يحتج اليه وان كان المقتضي لفعله موجودا في عصره عليه السلام لكن ترك لعارض زال بموته عليه السلام
نہ تھی اور اگرچہ آپ کے زمانہ میں بھی وہ سبب موجود تھا لیکن کسی عارضی وجہ سے متروک تھا حضورؐ کے وفات کے بعد وہ مانع جاتا رہا

فكذلك يجوز احداثه كجمع القرآن فان المانع منه في حياته عليه السلام كون الوحي لا يزال ينزل
تو ایسے امر کا احداث بھی جائز ہے جیسے قرآن کا جمع کرنا کیونکہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اُنکا مانع یہ تھا کہ وحی برابر آتی تھی

فيغير الله تعالى ما يشاء فزال ذلك المانع بموته عليه السلام واما ما كان المقتضي لفعله في عهده عليه السلام
اللہ جو چاہتا بدل دیتا تھا۔ حضورؐ کی وفات سے وہ مانع جاتا رہا۔ اور جس فعل کا سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھا

موجودا من غير وجود المانع منه ومع ذلك لم يفعله عليه السلام فاحداثه تغيير لدين الله تعالى
اور کوئی مانع بھی نہ تھا اور باوجود اسکے حضورؐ نے نہیں کیا تو ایسا کام کرنا اللہ کے دین کو بدلنا ہے

اذ لو كان فيه مصلحة لفعله عليه السلام او حث عليه ولما لم يفعله عليه السلام ولم يحث عليه
اس واسطے کہ اگر اُس کام میں کوئی مصلحت ہوتی تو حضرت سرورکائنات اُسکو ضرور کرتے۔ یا اُسکی ترغیب فرماتے۔ اور جب آپ نے نہ خود اُسکو کیا نہ کسی کو ترغیب دی

علم انه ليس فيه مصلحة بل هو بدعة قبيحة سيئة مثاله الاذان في العيدين فانه لما احدثه
تو معلوم ہوا کہ اُسمیں کوئی بھلائی نہیں بلکہ وہ بدعت قبیحہ سیئہ ہے اسکی مثال عیدین میں اذان کہنا کہ جب اُسکو

بعض السلاطين انكره العلماء وحكموا بكراهته فلو لم يكن كونه بدعة دليلا على كراهته لقيل
بعض سلاطین نے ایجاد کیا تو علما نے منع کیا اور اُسکو ناجائز بتلایا۔ اگر اُسکا بدعت ہونا اُسکی کراہت کی دلیل نہ ہوتا تو کہا جاتا کہ

هذا ذكر الله تعالى ودعاء الخلق الى عبادة الله تعالى فيقاس على اذان الجمعة او يدخل في العمومات
یہ تو خدا کا ذکر ہے اور اللہ کی عبادت کے لیے لوگوں کو بلانا ہے تو جمعہ کی اذان پر اسکا قیاس کیا جائے یا اُن عام احکام کے تحت میں داخل مانا جائے

التی من جملتها قوله تعالیٰ واذکروا الله ذکرا کثیرا وقوله تعالیٰ ومن احسن قولا ممن دعا الی الله لکن

جنمین سے ایک اللہ تعالے کا یہ فرمان ہے - اللہ کو بہت یاد کیا کرو - اور یہ ارشاد اُس سے بہتر کون ہے جسنے اللہ کی طرف بلایا لیکن

لم یقولوا ذلک بل قالوا کما ان فعل ما فعله علیه السلام کان سنة کذلک ترک ما ترکه علیه السلام

ایسا کسی نے نہین کہا بلکہ یہی کہتے رہے کہ جیسے عمل کرنا اُس فعل پر جسکو پیغمبر علیہ السلام نے کیا ہو سنت ہو اُسیطرح اُس کام کا چھوڑ دینا بھی سنت ہو جسکو

مع وجود المقتضی وعدم المانع منه کان سنة ایضا فانه علیه السلام لما امر بالاذان فی الجمعة

آپ نے باوجود ضرورت ہونے اور مانع نہونے کے نہین کیا کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے جب جمعہ کی اذان کا حکم دیا

دون العیدین کان ترک الاذان فیهما سنة ولیس لاحد ان یزیده ویقول هذا زیادة العمل الصالح

اور عیدین مین حکم نہین دیا تو انمین اذان نہ کہنا ہی سنت ہو اور کسی کو حق نہین ہو کہ اُسپر زیادتی کرے اور یہ کہے کہ یہ نیک کام کی افزایش ہے

لا یضر زیادته اذ یقال لهکذا تغیرت ادیان الرسل وتبدلت شرائعهم فان الزیادة فی الدین لو جازت

اور ایسی زیادتی مضر نہین - اسلیے کہ اُس سے یہ کہا جائیگا کہ اسیطرح پیغمبرون کے دین متغیر ہو گئے اور اُنکی شریعتین بدل گئین اسلیے کہ زیادتی دین مین اگر جائز

لجاز ان یصلی الفجر اربع رکعات والظهر ست رکعات فیقال هذا زیادة عمل صالح لا یضر

ہوتی تو یہ بھی جائز ہوتا کہ صبح کی نماز چار رکعت پڑھے اور ظہر کی چھ رکعت - اور کہا جاتا کہ یہ نیک کام کی زیادتی ہے اُس مین کچھ حرج نہین

زیادته لکن لیس لاحد ان یقول ذلک لان ما یبدیه المبتدع من المصلحة والفضیلة ان کان ثابتا فی

لیکن یہ کوئی نہین کہہ سکتا اس واسطے کہ بدعتی جو مصلحت اور فضیلت بیان کرتا ہے اگر وہ پیغمبر علیہ السلام کے وقت مین ثابت تھی

عصره علیه السلام ومع هذا لم یفعله علیه السلام فیکون ترک مثل هذا الفعل سنة مقدمة

اور باوجود اسکے آپ نے اسکو نہین کیا تو اُس کام کا چھوڑنا ہی ایسے سنت ہے

علی کل عموم وقیاس فمن عمل به مع اعتقاده انه غیر مشروع فی الدین یکون فاسقا غیر مبتدع وان

جو ہر عموم اور قیاس سے مقدم ہو پس جو شخص ایسے کام کو عمل مین لائے اور اس بات کا اعتقاد رکھے کہ یہ دین مین ناجائز ہے تو فاسق ہوگا اور بدعتی نہوگا

عمل به مع اعتقاده انه مشروع فی الدین یکون فاسقا ومبتدعا لان الفسق اعم من البدعة فکل

اور اگر اُسکو عمل مین لائے اور اس بات کا عقیدہ رکھے کہ یہ دین مین جائز ہے تو وہ فاسق اور بدعتی ہے اس لیے کہ فسق بدعت سے عام ہے پس ہر

بدعة فسق من غیر عکس فی کذلک قیل البدعة شر من الفسق فان من یفعل البدعة فهو ینقض الرسول

بدعت فسق ہے اور ہر فسق بدعت نہین ہے اور اسیواسطے بعضون نے کہا ہے کہ بدعت فسق سے بدتر ہے کیونکہ جو شخص بدعت کرتا ہو وہ رسول

وان کان فی زعمه انه یعظمه بالبدعة حیث یزعم انها خیر من السنة واولی بالصواب فیکون

صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو توڑتا ہے اگرچہ اُسکے گمان مین یہ ہو کہ وہ بدعت سے آپکی تعظیم کرتا ہے کیونکہ وہ یون گمان کرتا ہے کہ وہ بدعت سنت سے بہتر

مشاقا لله ولرسوله لاستحسانه ما کرهه الشرع ونهی عنه وهو الاحداث فی الدین وانه تعالیٰ قد

اور بہتر اولیٰ ہے پس وہ اللہ و رسول کا مقابلہ کرتا ہے اسواسطے کہ اُس کام کو اچھا سمجھتا ہو جسکو شرع نے مکروہ ٹھہرایا اور منع کیا یعنی دین مین نئی بات پیدا کرنا اللہ تعالیٰ

شرع لعباده من العبادات ما فیه کفایة لهم وکمل دینهم واتم علیهم نعمته کما اخبر به فی کتابه الکریم وقال

اپنے بندون کے واسطے جو عبادتین مقرر کر چکا ہے وہ اُنکے لیے کافی ہین وہ دین کامل کر چکا اور اپنی نعمتین اُنپر پوری کر دیکا جیسا کہ اپنے کلام مجید مین اُسکی خبر دی اور فرمایا

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی فالزیادة علی الکمال نقصان واختلال بمنزلة

کہ آج مین پورا کر چکا تمہارا دین اور پوری کی مین نے تمپر اپنی نعمت پس کمال پر زیادتی کرنا نقصان اور خلل ہو جیسا کہ

الاصبع الزائدة وقد تقرر فی الاصول ان حسن الافعال وقبحها عند اهل الحق انما یعرفان بالشرع

چھٹی اُنگلی اور اصول مین ثابت ہو کہ افعال کی بھلائی اور برائی اہل حق کے نزدیک شرع سے معلوم کیجاتی ہے

لا بالعقل فکل فعل امر به فی الشرع فهو حسن وکل فعل نهی عنه فی الشرع فهو قبیح وقال الامام الغزالی رح

نہ عقل سے پس جس کام کا حکم شرع نے دیا ہے وہ اچھا ہے اور جس کام سے شریعت نے منع کیا ہے وہ برا ہے امام غزالی رح

فی کتاب الاربعین فی اصول الدین ایاک ان تتصرف بعقلک ونقول کل ما کان خیرا او نافعا فهو افضل
اپنی کتاب اربعین فی اصول الدین مین کہتے ہین اپنی عقل کے تصرف سے بچتا رہیو کہ کہین کہنے لگو جو امر خیر و نفع رسان ہو وہی افضل ہے اور جو کام

وکل ما کان اکثر کان انفع فان عقلک لا یهتدی الی اسرار الامور الالهیة وانما یتعقلها قوة النبی علیه السلام
اکثر ہوتا ہو وہ زیادہ نفع رسان ہو کیونکہ تیری عقل خدا کے کامون کے بھیدون تک نہین پہونچ سکتی اس بھید کو صرف نبی علیہ السلام کی قوت معلوم کر سکتی ہے

فعلیک بالاتباع فان خواص الامور لا تدرک بالقیاس وما تری کیف ندبت الی الصلوة ونهیت عنها
پس تجھکو پیروی ہی چاہیے کیونکہ خاص خاص باتین قیاس سے نہین معلوم ہوتین دیکھتا نہین تجھکو نماز کے لیے کیسے بلایا گیا ہو اور تمام دن نماز ممنوع ہو

فی جمیع النهار وامرت بترکها بعد الصبح والعصر وعند الطلوع والغروب والزوال وذلک ینتهی الی قدر
اور صبح اور عصر کے بعد اور طلوع اور غروب اور زوال کے وقت نماز کی ممانعت ہے اور یہ سب ملکر قریب

ثلث النهار وقال فی الاحیاء فکما ان العقول تقتصر عن ادراک منافع الادویة مع ان التجربة سبیل
تہائی دن کے ہوتا ہو اور احیا مین فرمایا ہو جیسا کہ عقل دواؤن کے نفع دریافت کرنے سے قاصر ہو باوجودیکہ اسمین تجربے کو دخل ہے

الیها کذلک تقصر عن ادراک ما ینفع فی الاخرة مع ان التجربة غیر متطرق الیها وانما یکون ذلک لو رجع
ایسے ہی اُن باتون کے دریافت کرنے سے قاصر ہو جو آخرت مین مفید ہون اور وہان تجربے کو بھی کوئی سبیل نہین کہ تجربہ تو جب ہو سکتا ہو جب

الینا بعض الاموات واخبرنا عن الاعمال المقربة الی الله تعالی والمبعدة عنه وذلک مما لا مطمع فیه
کچھ مردے ہم تک لوٹتے اور ہمکو وہ کام بتاتے جو اللہ سے ملانے والے ہین اور اُس ہی دور کرنے والے ہین اور اسکی کوئی اُمید نہین

وقال صاحب مجمع البحرین فی شرحه ان رجلا یوم العید فی الجبانة اراد ان یصلی قبل صلوة العید
اور مجمع البحرین کے مصنف نے اپنی شرح مین بیان کیا ہو کہ ایک شخص نے عید کے دن نماز سے پہلے عیدگاہ مین نفل پڑھنے کا ارادہ کیا

فنهاه علی رضی الله فقال الرجل یا امیر المؤمنین انی اعلم ان الله تعالی لا یعذب علی الصلوة فقال علی فانی اعلم ان
حضرت علی رضی نے اسکو منع کیا اُس شخص نے کہا کہ ای امیر المؤمنین مین خوب جانتا ہون کہ اللہ نماز پڑھنے پر عذاب نہین کریگا حضرت علی رضی نے فرمایا کہ مین خوب جانتا ہون کہ

الله تعالی لا یثیب علی فعل حتی یفعله رسول الله علیه السلام او یحث علیه فیکون صلاتک عبثا
اللہ کسی کام پر ثواب نہین دیتا جب تک رسول اللہ صلعم نے نہ کیا ہو یا ترغیب نہ دی ہو تو تیری یہ نماز عبث ہو گئی

والعبث حرام فلعله تعالی یعذبک به بمخالفتک لنبیه وقال صاحب الهدایة یکره ان یتنفل بعد
اور عبث کام حرام ہے پس شاید کہ خدا تجکو اسپر عذاب دے اسلیے کہ تو نے پیغمبر کے خلاف کیا اور صاحب ہدایہ کہتے ہین کہ صبح صادق کے بعد فجر کی دو رکعتون کے

الفجر اکثر من رکعتی الفجر لانه علیه السلام لم یزد علیهما مع حرصه علی الصلوة فانظر کیف جعل عدم
سوا نفل پڑھنی مکروہ ہو اسلیے کہ پیغمبر علیہ السلام نے دو سے زیادہ نہین پڑھین باوجودیکہ نماز کی آپ کو حرص تھی اب دیکھو نبی علیہ السلام کے

فعله علیه السلام فی باب العبادات دلیلا علی الکراهة وقال ابن الهمام ما تردد من العبادات بین الواجب
نکرنے کو عبادات مین کیسی کراہت کی دلیل فرمایا اور ابن ہمام نے کہا ہو کہ جن عبادات کے واجب اور بدعت ہونے مین شبہہ ہو

والبدعة یأتی به احتیاطا وما تردد بین البدعة والسنة یترکه لان ترک البدعة لازم واداء السنة
اوسپر احتیاطاً عمل کرے اور جس کام کے بدعت اور سنت ہونے مین شبہہ ہو اسکو چھوڑ دے اسواسطے کہ بدعت کا چھوڑنا ضروری ہو اور سنت کا ادا کرنا

غیر لازم وفی الخلاصة مسألة تدل علی ان البدعة اشد ضررا من ترک الواجب حیث قال اذا
ضروری نہین اور خلاصہ مین ایک مسالہ ہو جس سے معلوم ہوتا ہو کہ بدعت کا کرنا واجب کے چھوڑ دینے سے بھی زیادہ مضر ہو۔ وہ کہتے ہین۔ جب

شک فی صلاته هل صلاها ام لا ان کان فی الوقت فعلیه ان یعیدها وان خرج الوقت ثم شک
کسی کو یہ شبہہ پیدا ہو کہ مین نے نماز پڑھی ہو یا نہین اگر وقت باقی ہو تو اسکو پھر پڑھ لے۔ اور اگر وقت گذر جانے کے بعد شک پیدا ہوا

لا شیء فیه ولو کان الشک فی صلوة العصر یقرأ فی الرکعة الاولی والثالثة ولا یقرأ فی الثانیة
تو پھر کچھ نہین۔ اور اگر عصر کی نماز مین شک ہو تو پہلی اور تیسری رکعت مین قرأت کرے اور دوسری چوتھی کو خالی رکھے

والرابعة فتعيين الاوليين للقراءة في الفرض واجب فقد امر بتركه حذرا عن احتمال وقوع النفل بعد العصر
پس فرض مین قراءت پہلی دو رکعتون مین واجب ہو حالانکہ اسکے ترک کا حکم دیا اس ڈر سے کہ بعد عصر کے نفل پڑھنے کا احتمال ہے

وهو بدعة مكروهة وروى عن سفيان الثوري انه كان يقول البدعة احب الى ابليس من كل
کیونکہ یہ بدعت مکروہ ہے اور سفیان ثوری سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ بدعت ابلیس کو سب گناہون سے محبوب تر ہے

المعاصي لان المعاصي يتاب عنها والبدعة لا يتاب عنها وسبب ذلك ان صاحب المعاصي يعلم
اس لیے کہ گناہون سے تو توبہ ہوسکتی ہو اور بدعت سے توبہ نہین کیجاتی۔ اور اسکا سبب یہ ہے کہ گنہگار یہ تو سمجھتا ہے

بكونه مرتكب المعاصي فيرجى له التوبة والاستغفار واما صاحب البدعة فيعتقد انه في طاعة وعبادة
کہ مین گنہگار ہون تو اسکے توبہ اور استغفار کی اُمید ہو اور بدعتی تو یہ سمجھتا ہے کہ مین طاعت وعبادت مین ہون

ولا يتوب ولا يستغفر وهذا محكي عن ابليس انه قال قصمت ظهور بني آدم بالمعاصي والاوزار وقصموا
تو وہ نہ توبہ کریگا نہ استغفار یہ مضمون خود ابلیس سے منقول ہو کہ اسنے کہا کہ مین نے نبی آدم کی کمر معاصی اور گناہون سے توڑدی اور انھون نے

ظهري بالتوبة والاستغفار فاحدثت لهم ذنوبا لا يستغفرون منها ولا يتوبون عنها وهي البدع
میری کمر توبہ اور استغفار سے توڑدی۔ تو مین نے انکے لیے ایسے گناہ نکالے ہین کہ جنسے وہ نہ استغفار کرتے ہین نہ توبہ اور وہ بدعتین ہین

في صورة العبادة فان قيل قد اعتاد كثير من الناس ان يستدلوا على عدم كراهة ما اعتادوه
عبادات کی صورت مین اگر کوئی کہے کہ اکثر لوگ سند لاتے ہین اُن بدعتون کے جواز پر جنکے وہ عادی ہین

من البدع بحديث شائع بينهم وهو ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن وما رآه المسلمون
ایک اُس حدیث سے جو اُن مین مشہور ہو وہ یہ ہو کہ جس بات کو مسلمان اچھا سمجھین وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہو۔ اور جسکو مسلمان

قبيحا فهو عند الله قبيح وهل يصح هذا الاستدلال منهم ام لا يصح فالجواب على ما ذكره بعض الفضلاء
بُرا جانین وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہے۔ توکیا انکا یہ استدلال صحیح ہے یا نہین اسکا جواب جیساکہ بعض فاضلون نے بیان کیا ہے

ان هذا الاستدلال لا يصح والحديث حجة عليهم لا لهم لانه بعض حديث موقوف على ابن مسعود
یہ ہو کہ یہ استدلال ٹھیک نہین ہو اور یہ حدیث انکو مضر ہو مفید نہین۔ کیونکہ یہ اُس حدیث کا حصہ ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر موقوف ہے

رواه احمد والبزار والطبراني والطيالسي وابو نعيم هكذا ان الله تعالى نظر في قلوب العباد فاختار
روایت کیا اسکو احمد اور بزار اور طبرانی اور طیالسی اور ابو نعیم نے اس طور پر کہ اللہ تعالی نے اپنے بندون کے دلون کو دیکھا تو

محمدا فبعثه برسالته ثم نظر في قلوب العباد فاختار له اصحابا فجعل انصار دينه ووزراء نبيه
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب کیا پھر انکو رسول بناکر بھیجا پھر اسنے اپنے بندون کے دلون کو دیکھا تو انھین سے آپکے لیے اصحاب منتخب کیے اور انکو دین اسلام کا مددگار اور حضرت نبی علیہ السلام کے وزیر بنا کے

فما رآه المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن وما رآه المسلمون قبيحا فهو عند الله قبيح ولا شك ان
پس جس چیز کو یہ مومنین اچھی سمجھین وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہو اور جس چیز کو یہ مسلمان بری سمجھین وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہے اور کوئی شبہ نہین کہ

اللام في المسلمين ليس لمطلق الجنس لان الحديث ح يكون مخالفا لقوله عليه السلام ستفترق امتي
لام المسلمین مین مطلق جنس کے لیے نہین ہو کیونکہ اس صورت مین یہ حدیث آنحضرت صلعم کے اس قول کے خلاف پڑیگی کہ میری اُمت مین عنقریب

على ثلث وسبعين فرقة كلهم في النار الا واحدة لان كلا من فرق الامة مسلم يرى مذهبه حسنا فيلزم
تہتر فرقے ہو جائینگے۔ جنمین سوائے ایک کے سب دوزخی ہین۔ اسلیے کہ امت کا ہر فرقہ مسلم ہو اپنے ہی مذہب کو اچھا سمجھتا ہو تو لازم آتا ہے

ان لا يكون فرقة منها في النار وكذا بعض المسلمين يرى شيئا حسنا وبعضهم يراه قبيحا فيلزم ان لا يتميز
کہ کوئی فرقہ دوزخی نہو اسیطرح چند مسلمان ایک بات کو اچھا سمجھتے ہین اور چند مسلمان برا تو لازم آتا ہے کہ حسن

الحسن من القبيح بل هو اما للعهد والمعهود ما ذكر في قوله فاختار له اصحابا فيكون المراد بالمسلمين
وقبح مین تمیز نہ ہے بلکہ یا تو وہ لام عہد کے لیے ہو اور معہود وہی لوگ ہین جنکا ذکر فاختار له اصحابا مین ہو پس مسلمین سے مراد

الصحابة فقط او للاستغراق خصائص الجنس فيراد بالمسلمين اهل الاجتهاد الذين هم الكاملون في صفة
فقط صحابہ ہین یا خصائص جنس کے استغراق کے لیے ہے۔ پس مسلمین سے وہ لوگ مراد ہین جو مجتہد ہین اور اسلام کی صفت مین کامل ہین

الاسلام صار فالمطلق الى الكامل لان المطلق عند عدم القرينة ينصرف الى الفرد الكامل فهو المجتهد
گویا مطلق کو فرد کامل کی طرف راجع کیا۔ اس لیے کہ جب مطلق قرینے سے خالی ہوتا ہو تو اسکو فرد کامل کی طرف لیجاتے ہین اور وہ مجتہد ہین

فيكون المعنى ما رآه الصحابة او اهل الاجتهاد حسنا فهو عند الله حسن وما رآه الصحابة او اهل الاجتهاد
تو اب یہ معنی ہوئے کہ جس بات کو صحابہ یا اہل اجتہاد عمدہ جانین وہ اللہ کے نزدیک بھی عمدہ ہے اور جسکو صحابہؓ یا اہل اجتہاد

قبيحا فهو عند الله قبيح ويجوز ان يكون للاستغراق الحقيقي فيكون المعنى ما رآه جميع المسلمين حسنا
قبیح سمجھین وہ اللہ کے نزدیک بھی قبیح ہو۔ اور ممکن ہو کہ لام استغراق حقیقی کے لیے ہو اس صورت مین یہ معنی ہونگے کہ جس بات کو تمام مسلمان اچھی سمجھین

فهو عند الله حسن وما رآه جميع المسلمين قبيحا فهو عند الله قبيح وما اختلف فيه فالعبرة للقرون
وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہو اور جس بات کو تمام مسلمان بری سمجھین وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہو۔ اور جس بات مین اُن مین اختلاف پڑے تو اب اسمین قرون ثلثہ کا اعتبار ہوگا

المشهود لهم بالخير لا للقرون المشهود لهم بالكذب في عدم الاعتماد في قوله عليه السلام خير القرون قرني
جنکے نسبت خیر کی شہادت ہو نہ قرون مابعد کا جنکے نسبت کذب اور بے اعتباری کی شہادت ہو۔ نبی علیہ السلام کی اس حدیث مین کہ سب سے بہتر میرا زمانہ ہے

الذي بعثت فيهم ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يفشو الكذب فلا تعتمدوا اقوالهم وافعالهم ولا ريب
پھر جو میرے بعد ہو اور پھر جو اسکے بعد ہو پھر جھوٹ پھیل جائے گا۔ پھر نہ اُنکے قول کا اعتبار کرنا نہ اُنکے فعل کا اور بے شک

ان الصحابة والتابعين والائمة المجتهدين كانوا يرون ما جاوز قدر الضرورة من البدع قبيحا فهو عند الله
صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین جو چیز ضرورت سے زیادہ بڑھ جائے اسکو از قسم بدعت اور قبیح جانتے تھے پس وہ اللہ کے نزدیک بھی

قبيح ومثل قوله عليه السلام لا تجتمع امتي على الضلالة فان المراد بالامة في هذا الحديث اهل الاجماع
قبیح ہو۔ اسی طرح کی ایک یہ حدیث بھی ہے۔ کہ میری امت گمراہی پر اتفاق نکرے گی کیونکہ اس حدیث مین امت سے مراد اہل اجماع ہین

الذي هو بكل مجتهد ليس فيه فسق ولا بدعة اصلا لان الفسق يورث التهمة ويسقط العدالة وصاحب
جو ایسے مجتہد ہون جنمین اصلا فسق وبدعت نہو۔ اسلیے کہ فسق سے تہمت پیدا ہوتی ہو اور عدالت جاتی رہتی ہے اور بدعتی

البدعة يدعو الناس الى البدعة ولا يكون من الامة على الاطلاق لان المراد بالامة المطلقة اهل
لوگون کو بدعت ہی کی طرف بلاتا ہو اور وہ امت مطلق مین داخل نہین ہے اس لیے کہ اُمت مطلق مراد اہل

السنة والجماعة وهم الذين طريقتهم طريق النبي عليه السلام واصحابه دون اهل البدع والضلال
سنت والجماعت ہین یہ وہ ہین جنکا طریقہ بعینہ نبی علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کا طریقہ ہو۔ اور اہل بدعت وضلالت مراد نہین ہین

كما قال النبي عليه السلام امتي من استن بسنتي ويصح ان يراد بامتي جميع الامة بناء على ان الاضافة
چنانچہ نبی علیہ السلام فرماتے ہین کہ میری امت وہ ہو جو میری طریقے پر چلے اور ممکن ہے کہ امتی سے مراد کل اُمت ہو اس بنا پر کہ اضافت

كاللام قد تكون للاستغراق فيكون المعنى لا يجتمع جميع امتي في زمان من الازمنة على الضلالة كما
لام کی طرح کبھی استغراق کے لیے ہوتی ہے تو یہ معنے ہونگے کہ میری کل امت کبھی گمراہی پر متفق نہو گی۔ جیسے کہ

اذا اجتمع اليهود والنصارى بعد نبيهم على الضلالة فيكون هذا الحديث موافقا لقوله عليه السلام
یہود ونصاری اپنے پیغمبر کے بعد گمراہی پر متفق ہو گئے۔ پس یہ حدیث اُس حدیث کو موافق ہو گی کہ

لا يزال طائفة من امتي قائمين بامر الله لا يضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتى يأتي امر الله اذا تقرر
میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ امر الٰہی پر قائم رہے گا اور انکو کچھ ضرر ندیگا جو انکا ساتھ ندے نہ وہ جو انکی مخالفت کرے یہان تک کہ قیامت آجائے گی جب یہ بات ٹھہری

هذا فالواجب على كل مسلم في هذا الزمان ان يحذر من الاغترار والميل الى شيء من البدع والمحدثات
تو اس زمانہ مین ہر مسلمان پر یہ بات واجب ہو کہ دھوکا کھانے اور بدعتون اور نئی باتون کی طرف توجہ کرنے سے پرہیز کرے

و يصونون دينه عن العوائد التى استانس بها وتربى عليها فانها سم قاتل فلّ من سلم من آفاتها و
اور اپنے دین کو اُن بلاؤن سے بچائے جنسے اُنس رکھتا ہو اور جنمین اُسنے پرورش پائی ہو کیونکہ یہ زہر قاتل ہین بہت کم ہین وہ جو اُسکی آفت سے بچے ہون اور
ظهر له الحق معها الا ترى ان قريشا الاجل العوائد التى الفتها نفوسهم انكروا على النبى صلى الله عليه وسلم
اُسکے ہمراہ حق ظاہر ہوا ہو دیکھو قریش نے اُن باتون کی وجہ سے جنمین اُنکے دل لگے ہوئے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر انکار کر گئے
ما جاء به من الهدى والبيان وكان ذلك سببا لكفرهم وطغيانهم حتى قالوا فى حقه عليه السلام
اُن ہدایت اور بیان کا جو آپ لائے اور یہ اُسکے کفر اور سرکشی کا سبب ہوا یہان تک کہ نبی علیہ السلام کے حق مین کہا
ما قالوا بسبب ما تربوا عليه وتنشوا فيه ولذلك كان ابن مسعودؓ يقول اياكم وما يحدث من البدع
جو کہا کیونکہ اُنھون نے ایسی ہی باتون مین پرورش پائی تھی اور اُنمین بڑے ہوئے تھے ۔ اسلیے حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ بچو نو پیدا بدعتون سے
فان الدين لا يذهب من القلوب بمرة ولكن الشيطان يحدث لكم بدعا حتى يذهب الايمان
کیونکہ ایمان یکبار گی دل سے نہین جاتا ۔ لیکن شیطان تمھارے لیے بدعتین پیدا کرتا ہو حتی کہ تمھارے دل سے ایمان نکل جائے گا
من قلوبكم فعلى هذا ينبغى للمؤمن ان لا يغتر ويستدل بقوة تصميمه على شئ وكثرة عبادته به انه
اس بیان کے موافق مؤمن کو لازم ہو کہ فریب مین نہ آئے اور اپنی قوت ایمانی اور کثرت عبادت سے یہ نہ سمجھے کہ مین
على الحق فان تصميمه عليه وعدم رجوعه عنه ولو نشر بالمناشير لا يدل على كونه على الحق فى دينه
حق پر ہون ۔ اسلیے اُسکا کسی بات پر جم جانا اور اس سے باز نہ آنا اگرچہ آرہ سے چیر ڈالا جائے اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ وہ اپنے دین مین حق پر ہے
لان جزمه وتصميمه عليه ليس من حيث كونه حقا بل من حيث نشأ بين قوم يدينون به
اس لیے کہ اُسکا یقین اور پختگی اُسکی حقیت کی وجہ سے نہین ہو بلکہ اسوجہ سے ہے کہ اُس نے ایسے لوگون مین نشوونما پائی ہے جنکا یہی دین ہے
وللنشأة والمخالطة اثر عظيم فى تصميم شئ حقا كان او باطلا الا ترى ان مثل هذا التصميم يوجد
اور پیدایش اور صحبت کو کسی شئے کے حق یا باطل یقین کر لینے مین بڑا اثر ہے کیا نہین دیکھتے کہ ایسی پختگی
عامة من ذوى الجهل المركب كاليهود والنصارى ومن فى معناهم فالحذر الحذر من هذا السم القاتل
جہل مرکب والون مین عام طور پر موجود ہو جیسے یہود اور نصاریٰ یا اور جو لوگ اسطرح کے ہین ۔ پس بچو بچو اس زہر قاتل سے
وكن مائلا الى الحق مستفيضا للخلاص مهجتك بالاتباع وترك الابتداع فان الاتباع افضل عمل يعمله
اور حق کی طرف متوجہ ہو اور اتباع سنت پر عمل کر کے اور بدعتون کو چھوڑ کر اپنی جان چھوڑانے کا فیض حاصل کرو ۔ اسلیے کہ سنت کی پیروی آدمی کے لیے اس زمانہ مین
المرء فى هذا الزمان لشيوع العمل على خلاف السنة منذ زمان طويل فلا بد لك ان تكون شديد التوقى
سب سے بہتر عمل ہے ۔ اسلیے کہ مدت دراز سے خلاف سنت اعمال شائع ہو گئے ہین ۔ پس تجھے ضرور ہو کہ نئی بدعتون سے
من محدثات الامور وان اتفق عليه الجمهور فلا يغرنك اتفاقهم على ما احدث بعد الصحابة بل ينبغى
بہت بچتا ہے اگرچہ بہت خلقت نے اُسپر اتفاق کیا ہو پس صحابہ کے بعد نو ایجاد چیز پر اُنکے اتفاق سے دھوکا نہ کھانا بلکہ تجکو چاہیے
لك ان تكون حريصا على التفتيش عن احوالهم واعمالهم فان اعلم الناس واقربهم الى الله تعالى اشبههم بهم
کہ صحابہ کے اعمال اور حالات کی تفتیش مین کوشان رہ کیونکہ سب سے بڑا عالم اور سب سے زیادہ مقرب وہ ہو جو اُنسے زیادہ مشابہت رکھتا ہو
واعرفهم بطريقهم اذ منهم اخذ الدين وهم اصول فى نقل الشريعة عن صاحب الشرع وقد جاء فى الحديث
اور اُنکے طریقہ سے زیادہ واقف ہو کیونکہ دین اُن ہی سے حاصل ہوا ہو اور وہ لوگ صاحب شرع سے شریعت کے نقل مین اصل ہین ۔ اور حدیث مین آیا ہے
اذا اختلف الناس فعليكم بالسواد الاعظم المراد به لزوم الحق واتباعه وان كان المتمسك به قليلا والمخالف
کہ جب لوگون مین اختلاف پڑے تو بڑے گروہ کی پیروی کرو اور اس سے مطلب یہ ہو کہ حق کو اختیار کرو ۔ اور اُسپر عمل کرو اگرچہ اُسپر عمل کرنے والے کم ہون اور مخالف
له كثيرا لان الحق ما كان عليه الجماعة الاولى وهم الصحابة ولا عبرة الى كثرة الباطل بعدهم وقد قال فضيل بن عياض
زیادہ ہون اسلیے کہ حق وہ ہو جسپر پہلی جماعت یعنی صحابہ ہون اور بعد صحابہ کے انبوہ باطل کا کچھ اعتبار نہین ہو اور فضیل بن عیاض نے کہا ہے

ما معناه الزم طرق الهدى ولا يضرك قلة السالكين واياك وطرق الضلالة ولا تغتر بكثرة الهالكين

جسکا مضمون یہ ہے ہدایت کی راہ مضبوطی سے اختیار کر اور اُسپر چلنے والونکی کمی کا کچھ ضرر نہیں۔ اور گمراہی کے راستے سے بچتا رہ اور اُسمین مبتلا ہونیوالونکی کثرت سے دھوکا نہ کھا

وقال بعض السلف اذا وافقت الشريعة ولاحظت الحقيقة فلا تبال وان خالف رايك جميع الخليقة وقال

بعض سلف نے فرمایا ہے کہ جب تو شریعت کے موافق ہوگیا اور حقیقت کو سمجھ لیا تو کچھ پروا نہ کر اگرچہ ساری خلقت کی رای خلاف ہو جائے اور ابن مسعودؓ

ابن مسعودؓ انتم فی زمان خيركم المسارع فی الامور وسياتی زمان بعدكم خيرهم فيه المثبت المتوقف لكثرة

کا قول ہے کہ تم لوگ ایسے زمانہ مین ہو کہ سب سے بہتر وہ شخص ہے جو نیک کام مین جلدی کرے اور تمھارے بعد ایک وہ زمانہ آئیوالا ہے جسمین سب سے بہتر ثابت رہنیوالا اور توقف کرنیوالا ہو

الشبهات قال الامام الغزالی ولقد صدق فان من لم يثبت فی هذا الزمان ووافق الجماهير فيما هم فيه وخاض

زیادہ ہوجانے شبہات کے۔ امام غزالی کہتے ہین کہ بیشک سچ کہا ہے۔ اسلیے کہ جو اس زمانہ مین قائم نہ رہا اور انبوہ کے ساتھ ہوگیا جسمین وہ لگے ہوئے ہین اور ڈوب گیا

فيما خاضوا فيه يهلك كما هلكوا فان اصل الدين وعمدته وقوامه ليس بكثرة العبادة والتلاوة و

اُسمین جسمین وہ ڈوبے ہوئے تھے۔ تو وہ بھی ہلاک ہوگا جیسے کہ وہ ہلاک ہوئے۔ اسلیے کہ دین کی اصل اور عمدگی اور درستی کثرت عبادت اور تلاوت اور

المجاهدة بالجوع وغيره وانما هو باحرازه من الآفات والعاهات التی تاتی عليه من البدع والمحدثات

بھوک کی تکلیف اٹھانے سے نہیں ہے۔ بلکہ اسکی خوبی آفات اور صدمات سے بچانے مین ہے جو بدعتون اور نئی باتون کے کرنے سے آتی ہین

فانها لكثرتها وشيوعها صارت كانها من شعائر الدين او من الامور المفروضة علينا فياليتنا

کیونکہ یہ بدعتین بوجہ کثرت اور شیوع کے گویا دین کی تمغہ ہین یا یہ کہ ہمپر فرائض مین سے ہین کاش

كنا نباشرها على انها بدعة اذ لو كان كذلك لرجا من التوبة والاستغفار ولكنا اخذناها طاعة

ہم اُنکو بدعت جان کر کرتے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو توبہ اور استغفار کی تو امید ہوتی۔ لیکن ہمنے تو اُسکو طاعت اور عبادت

وعبادة وجعلناها دينا لنا مقتفين فی ذلك آثار من سها او غلط او غفل من بعض من تقدمنا

سمجھ لیا اور اپنا دین بنا لیا۔ اس باب مین ہم نے بعض آگے گذر جانے والون کی پیروی کی جنسے سہو یا غلطی یا غفلت کی

وجعلناه قدوة فی ديننا فاذا جاء احد وانكر علينا ما ارتكبناه من تلك الامور فان كان ممن له توقير

اور ہمنے اُسکو اپنے دین کا پیشوا بنا لیا اب اگر کوئی شخص آئے اور اُن امور کے کرنے سے ہمکو منع کرے۔ پس اگر وہ معترض ہماری نظرون مین عزت دار ہے

فی قلوبنا نقول له هذا جائز ذهب الی جوازه فلان ونذكر له بعض من تقدمنا ممن سها وغلط او

تو اُسکے جواب مین ہم یون کہتے ہین کہ یہ جائز ہے فلان بزرگ اُسکے جواز کے قائل تھے۔ اور اُس شخص کا نام لے لینگے جو ہم سے پہلے گذرا ہو جو سہو یا غلطی

غفل وان كان ممن لا توقير له فی قلوبنا يسمع منا ما لا يظنه ولا يخطر بباله كل ذلك بسبب الجهل

یا غفلت کر گیا ہے۔ اور اگر وہ معترض ہماری نظرون مین عزت دار نہین ہے تو ہم سے ایسی سنے گا جو اُسکے وہم و گمان مین بھی نہوگی۔ یہ سب ہمارے جہل

المركب فينا لانا لو ابينا على انفسنا على ما هی عليه من الجهل لقبلنا جواب من ارشدنا الى الحق وما اقمنا

مرکب کی وجہ سے ہے۔ اسلیے کہ اگر ہمکو معلوم ہو جاتا وہ جہل جو ہمارے اندر ہے تو جس شخص نے ہمکو حق تبلایا اُسکو قبول کر لیتے

من سها او غلط او غفل حجة فی ديننا اذ لا يجوز ان يقلد الانسان فی دينه الا من هو معصوم وهو صاحب الشريعة

اور جس سے سہو ہو گیا یا غلطی یا غفلت کی اُسکو دین مین حجت نہ بناتے۔ اسلیے کہ انسان کو جائز نہین کہ اپنے دین مین کسی کی تقلید کرے بجز معصوم یعنی صاحب شریعت کے

او من شهد له صاحب الشريعة بالخير وهم القرون الثلثة الذين اقتضت حكمة الشارع ان

یا جسکے حق مین صاحب شریعت نے شہادت خیر کی دی ہو اور وہ قرون ثلثہ ہین جنکی نسبت شارع کی حکمت اس بات کو مقتضی ہوئی

يختص كل قرن منهم بفضيلة فالقرن الاول خصهم الله بمزية لا سبيل لاحد ان يلحقهم فيها فانه

کہ ہر قرن ایک فضیلت خاص سے مخصوص ہوا قرن اول کو خدا نے ایسی فضیلت دی ہے کہ اُسمین کوئی اُنکی برابر نہین پہونچ سکتا۔ کیونکہ اللہ

تعالى خصهم لرؤية نبيه ومشاهدة نزول القرآن عليه والهمهم حفظه حتى لا يكون حرف واحد منه

تعالی نے اُنکو مخصوص کیا کہ نبی علیہ السلام کو اپنی آنکھون سے دیکھین اور اُنپر قرآن کا نزول مشاہدہ کرین اور اُنکو قرآن کی حفاظت کا الہام کیا یہانتک کہ اُسکا ایک حرف

ضائعا فجمعوه ویسروه لمن بعده فحفظوا احادیث نبیهم فی صدورهم واثبتوها علی ما ینبغی فحصل لهم
ضائع نہین ہوا اور اسکو جمع کرکے پچھلون پر آسان کیا پھر اُنھون نے نبی علیہ السلام کی حدیثون کو اپنے سینہ مین محفوظ کیا اور ثابت رکھا جیسا کہ چاہیے ۔ سو اُنکو

فی اقامة هذا الدین حظ کثیر لا یمکن الاحاطة به ولا یصل حد الیه فجزاهم الله تعالی عن امة نبیهم
اس دین کے قائم کرنے مین بڑا ثواب ملا جسکا احاطہ کرنا دشوار ہے اور کوئی اُنکے مرتبہ کو نہین پہونچ سکتا اللہ اُنکو امت نبی علیہ السلام کیطرف سے

خیر جزاء ثم عقبهم التابعون فجمعوا ما کان من الاحادیث ومسائل الدین متفرقا ونقلوا الاحکام
جزاے خیر عنایت کرے پھر اُنکے بعد تابعین آئے اُنھون نے تمام حدیثون اور دینی مسائل کو جو متفرق تھے جمع کیا اور صحابہ سے احکام

والتفسیر من الصحابة حتی کان احدهم یرتحل فی طلب الحدیث الواحد والمسألة الواحدة مسیرة
اور تفسیر نقل کیے یہانتک کہ ایک شخص حدیث کی تلاش مین

شهر او شهرین وضبطوا امر الشریعة اتم ضبط فحصل لهم فی اقامة هذا الدین ایضا فضل کثیر ثم عقبهم
مہینہ دو و دو مہینہ کا سفر کرتا تھا ۔ اور احکام شریعت کو خوب ہی ضبط کیا ۔ اُنکو بھی دین کے قائم کرنے مین بڑی فضیلت حاصل ہوئی ۔ پھر اُنکے بعد

تابعو التابعین الذین ظهر فیهم الفقهاء المرجوع الیهم فی النوازل فوجد والقران مجموعا میسرا او
تبع تابعین پیدا ہوے ۔ جنمین فقہا ظاہر ہوئے جو واقعات مین سب کے مرجع تھے اُنھون نے قرآن جمع کیا کرایا آسانی پایا

وجد والاحادیث قد احرزت وضبطت فتفقهوا فی القران والاحادیث علی مقتضی قواعد
اور حدیثین جمع اور ضبط کی ہوئی پائین ۔ پس اُنھون نے بمقتضای قواعد شرعی قرآن اور حدیث مین تدبر اور تفقہ کیا

الشریعة واستنبطوا منهما احکاما علی مقتضی الاصول وعینوا وجوه الدلالات ویسروها علی الناس
اور از روی اصول دین اُنسے احکام نکالے اور دلالت کے طریقے مقرر کیے اور سب لوگون پر آسان کر دیا

وانتظم الحال واستقر دین الامة المحمدیة بسببهم فحصل لهم فی اقامة هذا الدین خصوصیة
اب اُنکے سبب سے حال درست اور امت محمدیہ کا دین ٹھیک ہو گیا ۔ ان صاحبون کو بھی اس دین کو قائم کر دینے کیوجہ سے ایک خاص فضیلت حاصل ہوئی

ایضا فلما مضوا لسبیلهم اتی من بعدهم فلم یجدوا وظیفة یقوم بها بل وجد الامر علی اکمل الحالات
پھر جب یہ لوگ چل بسے تو اُنکے بعد جو لوگ آئے اُنکو کوئی کام نہ ملا جسکو وہ کرتے بلکہ اُنکو دین کامل تر حالات پر ملا

فلم یبق له الا ان یحفظ ما استنبطوه وبینوه ولا یحصل له خیر الا باتباعهم وتقلیدهم وبقاءه فی
انکا بھی کام رہ گیا کہ پہلے لوگ جو احکام نکال گئے ہین اور بیان کر گئے ہین اُسکو یاد رکھین اُنکے لیے بہتر یہی ہے کہ اُنکی پیروی کرین اور اُنکی تقلید کرین اور اُنکے طریقہ پر قائم رہین

میزانهم فان ظهر لهم فقه غیر فقههم فهو مردود علیه الا ان یکون مما لم یقع بیانه فی زمانهم لا بالفعل
اگر انکو کوئی حکم اُنکے احکام کے علاوہ ظاہر ہو تو وہ مردود ہے ہان اگر کوئی ایسی بات ہو جسکا بیان اُنکے وقت مین نہین ہوا نہ فعلًا

ولا بالقول فح ینبغی له ان ینظر فیه علی مقتضی قواعدهم فی الاحکام الثابتة عنهم فاذا کان علی مقتضی
اور نہ قولًا پس اب چاہیے کہ اُسمین اُن قواعد کے رو سے جنکے موافق وہ لوگ احکام ثابت کر گئے ہین غور کرین ۔ پس اگر یہ حکم اُنکے

اصولهم یقبل عنه والا فلا لان کل من اتی بعدهم یقول فی بدعة انها مستحبة ثم یاتی علی ذلک بدلیل
قاعدے اور اصول کے موافق ہو تو ماننے کے قابل ہے ورنہ نہین اسلیے کہ جو شخص اُنکے بعد ہو وہ بدعت کے بارہ مین بھی کہتا ہے کہ یہ مستحب ہے اور اُسپر اُنکے اصول کے خلاف کوئی دلیل

خارج عن اصولهم فذلک غیر مقبول منه لان التقلید والاقتداء بالغیر بمجرد حسن الظن انما یجوز
قائم کر دیتا ہے لیس ... دلیل اُنکی مقبول نہین ہے ۔ اسلیے کہ غیر کی تقلید اور پیروی محض نیک گمان سے اوسی کی جائز ہے

لمن [illegible] لا لمن کان مقلدا لکن لما انقطع الاجتهاد منذ زمان طویل فحصر طریق
مجتہد ... نہ مقلد کی لیکن چونکہ اجتہاد اب ایک مدت دراز سے منقطع ہے تو مجتہد کے

معرفة [illegible] المجتهد فی نقل کتاب معتبر متداول بین العلماء لمن کان قادرا علی استخراجه
مذہب معلوم [illegible] کا طریقہ اسی مین منحصر ہے کہ کسی معتبر کتاب مین جو علما مین مروج ہو منقول ہو یہ اُسکے لیے جسکو اُسکے نکالنے پر قدرت ہو

او اخبار عدل موثوقا به فی علمه وعمله لمن لم یکن قادرا علی استخراجه فلا یجوز العمل بکل کتاب
یا ایسا عالم عادل بتلائے جسکے علم وعمل پر اعتماد ہو پر اُسکے لیے جو مسائل نکالنے کی لیاقت نہ رکھتا ہو پس ہر کتاب پر عمل جائز نہین ہے

اذ ظهر فی هذا الزمان کتب جمعها ضعفاء الرجال من غیر معرفة بحقیقة الحال ولا بقول کل عالم
اسلیے کہ اس زمانہ مین ایسی بہت سی کتابین چل گئی ہین جو کم علمون نے بلا دریافت حقیقت حال کے جمع کر دی ہین۔ اور نہ ہر عالم کے کہنے پر عمل کرنا چاہیے

اذ غلب الفسق فی الناس بعد القرون الثلثة فالمستور فی حکم الفاسق فلا بد من العدالة المرجحة
اسلیے کہ بعد قرون ثلثہ کے لوگون مین فسق غالب ہوگیا ہے پس مستور الحال بھی فاسق کے حکم مین ہے پس ضرور ہے کہ عدالت صدق کو غالب کرنیوالی

لجانب الصدق ثم ههنا قاعدة مقررة لا بد من معرفتها وهی ان المسألة الفقهیة اذا نقلت
اُسمین موجود ہو اس موقع پر لیکن اور قاعدہ ٹھہرا ہوا ہے جسکا جاننا ضرور ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر کوئی فقہی مسائلہ بیان کیا جائے

ینبغی ان ینظر فیها فان کان ماخذها معلوما مشهورا من الکتاب والسنة والاجماع فلا نزاع
تو اُسمین غور کرنا چاہیے۔ پس اگر اُسکا ماخذ کتاب اور سنت اور اجماع سے معلوم اور مشہور ہو تو اُسمین کسیکو کچھ جھگڑا نہین

فیها لاحد وان لم یکن ماخذها معلوما بل کانت اجتهادیة فان کان ناقلها مجتهدا یلزم علی من
اور اگر اُسکا ماخذ معلوم نہین ہے بلکہ وہ مسائلہ اجتہادی ہے پس اگر اُسکا بیان کرنیوالا مجتہد ہے تو ہر شخص پر

کان مقلدا ان یتبعه ولا یلزم علیه ان یطلب منه دلیلا لان کلام المجتهد دلیل له وان لم یکن
جو مقلد ہو اُسکی پیروی کرنا لازم ہو اور اُس سے دلیل طلب کرنا ضروری نہین اسلیے کہ مجتہد کا بیان ہی اُسکی دلیل ہے۔ اور اگر اُسکا

ناقلها مجتهدا بل کان مقلدا فان نقلها من المجتهد فاثبت نقله منه یلزم الاتباع فیها ایضا
ناقل مجتہد نہین ہے۔ بلکہ مقلد ہے پس اگر اُسنے کسی مجتہد سے نقل کیا ہے اور اُس نقل کا ثبوت بھی دیدیا تو اُسمین بھی اتباع لازم ہے

وان لم ینقلها من المجتهد بل نقلها من قبل نفسه او من مقلد اخر واطلق فان بین فیها دلیلا شرعیا
اور اگر مجتہد سے نقل نہین کیا بلکہ اپنی طرف سے بیان کیا ہے یا کسی دوسرے مقلد کیطرف سے یا گول رکھا۔ پس اگر اوسکے بارہ مین کوئی دلیل شرعی بیان کی ہے

فلا کلام فیها حینئذ وان لم یبین ینظر ان کان کلامه موافقا للاصول والکتب المعتبرة ولم یکن فیها خلاف
تو اُسکے ماننے مین اس صورت مین بھی کوئی کلام نہین۔ اور اگر دلیل نہین بیان کی تو غور کرنا چاہیے کہ اگر اُسکا کلام اصول اور معتبر کتابون کے مطابق ہو اور کوئی بات اُسمین خلاف نہین

یجوز العمل بها لکن ینبغی للعامل بها ان لا یقف فی مقام تقلیده بل یطلب منه دلیلا علی ما نقل وان کان
تو اُسپر عمل جائز ہو۔ لیکن عمل کرنیوالے کو چاہیے کہ صرف تقلید پر نہ ٹھہر جائے بلکہ اُس بیان پر اُس سے دلیل مانگے اور اگر

کلامه مخالفا للاصول والکتب المعتبرة فلا یلتفت الیه اصلا اذ قد صرح العلماء بان ما لا یعلم
اُسکا کلام اصول اور معتبر کتابون کے مخالف ہو تو اُسکی طرف بالکل توجہ نہ کرنا چاہیے۔ اسلیے کہ علما تصریح کر چکے ہین کہ جس بات کی

صحته لا یصح اتباعه وان لم یعلم بطلانه فضلا عما علم بطلانه
صحت یقینی معلوم نہو جائے اُسپر عمل کرنا جائز نہین ہے اگرچہ اُسکا باطل ہونا بھی معلوم نہو چہ جائیکہ اُسکا باطل ہونا معلوم ہو جائے۔

المجلس التاسع عشر

انیسوین مجلس

فی بیان بدعیة صلوة النوافل بالجماعة کالرغائب وغیرها

قال رسول الله صلی الله
اس بیان مین کہ نوافل جماعت سے پڑھنا بدعت ہو مثلاً نماز رغائب وغیرہ رسول خدا صلی الله

علیه وسلم فی خطبته یوم النحر فی حجة الوداع ان الزمان قد استدار کهیأته یوم خلق السموات
علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین قربانی کے روز [illegible] زمانہ اُسی دن کی ہیئت پر آگیا ہے جس دن کہ اللہ نے آسمان اور زمین

والارض السنة اثنا عشر شهرا منها اربعة حرم ثلث متوالیات ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب
کو پیدا کیا تھا۔ سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے اُنمین سے چار مہینے عزت والے ہین تین تو لگاتار ہین یعنی ذیقعدہ اور ذیحجہ اور محرم اور چوتھا رجب

مضر الذی بین جمادی وشعبان هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه ابو بکرة ومعناه ان الزمان
مضر والا اکیلا ہے جو جمادی الاخری اور شعبان کے درمیان ہے۔ یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے اور ابو بکرہ سے مروی ہے۔ اور معنی اُسکے یہ ہین کہ زمانہ

الذی انقسم الی الشهور والاعوام عاد الی ما کان علیه ورجعت السنة الی اصل الحساب الذی اختاره
جیسکے ماه وسال مقرر ہین جیساکہ شروع مین تھا پھر ہوگیا اور سال پھر اسی اصلی حساب پر ہوگیا جسے اللہ نے اُس دن اختیار کیا تھا

الله تعالیٰ یوم خلق السموات والارض وعاد الحج الی ذی الحجة بعد ما کان اهل الجاهلیة ازالوه من محله
جبکہ آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے اور حج ماه ذی الحجہ مین لوٹ آیا بعد اسکے کہ جاہلیت والون نے اُسکو اپنے محل سے ہٹا دیا تھا

بالنسیٔ الذی احدثوه وهو النسیٔ الذی ذکره الله تعالیٰ فی کتابه وقال انما النسیٓءُ زیادةٌ فی الکفر
نسیٔ کا نیا طریقہ نکالکر یہ نسیٔ وہی ہے جسکو خداوند عالم نے قرآن مین ذکر کیا اور فرمایا کہ نسیٔ کفر کو اور بڑھاتا ہے

ومعناه تاخیر تحریم شهر الی شهر اٰخر فانهم فی الجاهلیة کانوا یعظمون الاشهر الحرم وراثة من ابراهیم
اور نسیٔ ایک مہینہ کی تحریم کو دوسرے مہینہ پر ٹال دینے کو کہتے ہین کہ وہ لوگ زمانۂ جاہلیت مین حرمت والے مہینون کی حضرت ابراہیم

واسماعیل علیهما السلام وکانوا یحرمون فیها القتال حتی احدثوا النسیٔ فغیروا التحریم لانهم بسبب کون
واسمٰعیل علیہما السلام کے وقت سے تعظیم کرتے چلے آتے ہین اور ان مہینون مین جنگ کو حرام جانتے تھے یہانتک کہ اُنھون نے نسیٔ کا طریقہ نکالا اور تحریم کو بدل ڈالا کیونکہ

عامة معاشهم من الغارة کانوا اصحاب حروب وغارات فاذا جاء شهر حرام وهم فی حرب کان یشق علیهم
عامۂ اُنکی گذر لوٹ پر ہونے کیوجہ سے لڑنے والے اور لوٹ مار کے لوگ تھے۔ تو جب ماہ حرام آتا اور وہ ابھی پیکار مین ہوتے تو اُنکو لڑائی چھوڑنا

ترک الحرب فیحلونه ویحرمون مکانه شهرا اٰخر حتی رفضوا خصوص الاشهر واعتبروا مجرد العدد وربما
ناگوار ہوتا تھا تو اُس مہینہ کو حلال کر لیتے تھے اور بجائے اُسکے دوسرے مہینہ کو حرام کر لیتے تھے۔ یہانتک کہ ان مہینونکی خصوصیت بالکل ہی چھوڑ بیٹھے اور محض شمار کا اعتبار رکھا اور اکثر اوقات

زادوا فی عدد شهور السنة وجعلوها ثلثة عشر او اربعة عشر لیتسع لهم الوقت ولذلک ورد التنصیص
سال کے مہینون کا شمار بڑھا دیتے اور ایک سال تیرہ اور چودہ مہینون کا مانتے۔ تاکہ وقت مین گنجایش ہو جائے۔ اسی واسطے حدیث مین

علی العدد فی الحدیث فانه علیه السلام بین فیه ان السنة اثنا عشر شهرا وانها فی شرعه مقدرة
شمار کو کھولکر بیان کر دیا۔ آنحضرت علیہ السلام نے ظاہر کر دیا کہ ایک سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے۔ اور ہماری شرع مین اسکا اندازہ

بسیر القمر لا بسیر الشمس کما یفعله اهل الکتاب ومن هذه الاشهر القمریة اربعة حرم ثلث منها متوالیات
چاندکی رفتار پر ہے سورج کی رفتار پر نہین ہے جیساکہ اہل کتاب کرتے ہین اور ان ہی قمری مہینون مین سے چار ماه حرام ہین جسمین سے تین تو یکے بعد دیگرے ہین یعنی

وهی ذو القعدة وذو الحجة والمحرم وواحد فرد وهو رجب انما اضیف الی مضر فی الحدیث لان قبیلته
ذیقعدہ ذیحجہ اور محرم اور ایک اکیلا ہے یعنی ماہ رجب اور اس مہینہ کو مضر کی طرف حدیث مین اسلیے مضاف کیا ہے کہ یہ قبیلہ

کانت تزید فی تعظیمه واحترامه ولذلک نسب الیهم وقد کان فیه لاهل الجاهلیة احکام منها
اس مہینہ کی بہت تعظیم و احترام کرتا تھا۔ اسی لیے اُسکی طرف نسبت کی ہے۔ اور اس مہینے مین اہل جاہلیت کے بہت سے احکام تھے۔ ایک

انهم کانوا یحرمون فیه القتال علی ما سبق وکان تحریمه جاریا فی ابتداء الاسلام واختلف
یہ کہ وہ جنگ و جدال کو اسمین حرام جانتے تھے چنانچہ اوپر گذرا۔ اور یہ حرمت ابتدای اسلام مین بھی جاری تھی۔ اور اُسکے باقی رہنے مین

العلماء فی بقائه فذهب الجمهور الی نسخه واستدلوا علیه بان الصحابة اشتغلوا بعد النبی علیه السلام
علما کا اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک منسوخ ہے اور انکی دلیل یہ ہے کہ صحابہ نبی علیہ السلام کے بعد

بفتح البلاد ومواصلة القتال والجهاد فلم ینقل عن احد منهم انه توقف علی القتال فی شیٔ من الاشهر
برابر جدال و قتال اور فتوحات بلاد مین مصروف رہے۔ لیکن کسی سے یہ بات منقول نہین ہے کہ ان مہینون مین سے کسی مین جنگ بند کی ہے

الحرم وهذا یدل علی اجماعهم علی نسخه ومنها انهم کانوا فی الجاهلیة یذبحون فیه ذبیحة یسمونها
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریم بالاجماع منسوخ ہوئی۔ ایک حکم یہ تھا کہ کفار زمانۂ جاہلیت مین اسمین قربانی ذبح کرتے تھے جسکا نام

عتیرة واختلف العلماء فی حکمها بعد الاسلام فالاکثرون علی ان الاسلام ابطلها لما ثبت
عتیرہ تھا اس حکم مین بھی بعد اسلام کے علما کا اختلاف ہے۔ اکثر کا یہ مذہب ہے کہ اسلام نے اُسکو باطل کر دیا چنانچہ

في الصحيحين عن ابي هريرة انه عليه السلام قال لا فرع ولا عتيرة والفرع بفتحتين اول ولد تلده الناقة
صحیحین مین حضرت ابوہریرہ کی روایت سے ثابت ہو کہ آپ نے فرمایا نہ فرع ہے نہ عتیرہ - فرع بفتح فا و را اونٹنی کے پہلے بچے کو کہتے ہین

وكان اهل الجاهلية يذبحونه لالهتهم في الجاهلية ويتبركون به والعتيرة ذبيحة كانت تذبح
اور جاہلیت والے اُسکو اپنے معبودون پر ذبح کرتے تھے اور اُس سے برکت حاصل کرتے تھے اور عتیرہ اُس قربانی کو کہتے تھے جسکو رجب کے

في العشر الاول من رجب وتسمى رجبية وكان يتقرب بها اهل الجاهلية في الجاهلية واهل الاسلام
پہلے عشرہ مین ذبح کرتے تھے اور اُسکا نام رجبیہ تھا اور اہل جاہلیت زمانۂ جاہلیت مین اور اہل اسلام ابتدائے اسلام مین اسکو ثواب کا کام جانتے تھے

في صدر الاسلام ثم نسخت بحديث لا فرع ولا عتيرة وقد روي عن الحسن انه قال ليس في الاسلام
پھر حدیث لافرع ولا عتیرة سے یہ بات منسوخ ہوگئی اور حضرت حسنؓ سے روایت ہو کہ آپ نے فرمایا کہ اسلام مین

عتيرة وانما كانت العتيرة في الجاهلية كان احدهم يصوم رجب ويعتر فيه وشبه الذبح فيه
عتیرہ نہین ہو عتیرہ تو صرف زمانۂ جاہلیت مین تھا - کہ کوئی انمین کا ماہ رجب مین روزے رکھتا اور عتیرہ ذبح کرتا - اور اُسمین ذبح کرنے کو

باتخاذه موسما وعيدا وروي عن طاؤس انه قال لا تتخذوا شهرا عيدا ولا يوما عيدا واصل هذا
موسم اور عید بنانے کے مشابہ سمجھا گیا ہو اور طاؤس سے روایت ہو کہ آپ نے فرمایا کہ کسی مہینہ یا کسی دن کو عید مت بناؤ اور اُسکی اصل یہ ہے

ان المسلمين لا يجوز لهم ان يتخذوا وقتا من الاوقات عيدا الا ما جاءت الشريعة باتخاذه عيدا
کہ مسلمانون کو جائز نہین ہو کہ کسی وقت کو عید بنائین مگر اِن وہی جسے شریعت نے عید بنا دیا ہے

وهو في الاسبوع يوم الجمعة وفي العام يوم الفطر ويوم الاضحى وايام التشريق واما ما عدا ذلك
اور وہ ہر ہفتہ مین جمعہ کا دن اور سال بھر مین عید بقر عید اور ایام تشریق کے دن ہین - انکے سوا اور کسی زمانہ کو

فاتخاذه عيدا وموسما بدعة لا اصل له في الشريعة المحمدية بل من اعياد المشركين وقد كانت لهم
عید بنانا بدعت ہو جسکی کوئی اصل شریعت محمدیہ مین نہین ہو - بلکہ مشرکون کی عید ہے - اور اُنکی کچھ

اعياد زمانية واعياد مكانية فلما جاء الاسلام ابطلها الله تعالى وعوض عن اعيادهم الزمانية
عیدین تو زمانی تھین اور کچھ مکانی تھین جب اسلام آیا تو اللہ تعالےٰ نے ان سب کو باطل کردیا اور اُنکی زمانی عیدون کے بجائے

عيد الفطر وعيد النحر وايام التشريق ومن اعيادهم المكانية الكعبة وعرفات والمنى والمزدلفة
عید اور بقرعید اور ایام تشریق کو مقرر فرما دیا - اور بجائے عید مکانی کے کعبہ اور عرفات اور منی اور مزدلفہ کو قرار دیا

وليس من هذه المواسم موسم ولا من هذه الاماكن مكان الا وفيه لله تعالى وظيفة من وظائف
اور ان موسمون مین سے کوئی موسم ہو اور نہ اُن مکانون مین سے کوئی ایسا مکان ہو جسمین کوئی نہ کوئی وظیفۂ عبادت الٰہی مقرر نہ ہو

طاعاته يتقرب بها اليه ولطيفة من لطائف نفحاته يصيب بها من يشاء من عباده بفضله
جو کہ ذریعۂ تقرب خداوندی ہو اور اُنکی لطیف خوشبوؤن مین سے کوئی خوشبو نہو اپنے بندون مین سے جسکو چاہے اپنے فضل و رحمت سے عنایت کرتا ہو

ورحمته فالسعيد من اغتنم هذه المواسم والاماكن وتقرب فيها الى مولاه بما شرع فيها من وظائف
پس خوش قسمت وہ ہو جو ان موسمون اور مکانون کو غنیمت جانے اور بوسیلہ ان وظیفون کے اپنے مولا کا تقرب حاصل کرے جو ان موسمون مین مقرر ہین

الطاعات حتى يصيبه نفحة من تلك النفحات ويامن بها من عذاب النار وما فيها من اللفحات
یہان تک کہ اُسکی خوشبو کی کوئی لپیٹ اُسکے دماغ تک پہونچے اور وہ اُسی کی آگ اور اُسکی لپٹون سے بچے

واما الصوم فيه فقد ورد فيه احاديث من جملتها ما رواه البيهقي في شعب الايمان عن انس انه عليه السلام
اور ماہ رجب کے روزہ کے بارہ مین بہتیری حدیثین آئی ہین منجملہ انکے ایک یہ ہو جسکو بیہقی نے شعب الایمان مین روایت کیا ہو حضرت انسؓ سے کہ آپ نے

قال في الجنة نهر يقال له رجب اشد بياضا من اللبن واحلى من العسل من صام يوما من رجب
فرمایا کہ جنت مین ایک نہر ہو جسکا نام رجب ہے دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیرین ہو جو شخص رجب کے مہینہ مین ایک روزہ بھی رکھیگا

سقاه الله تعالى من ذلك النهر هذا في صيام بعضه واما صيامه كله فلم يصح فيه بخصوصه شيء
الله اسکو اسی نہر کا پانی پلائے گا۔ یہ حدیث بعض روزون کے بارہ مین ہے اور کل ماہ رجب کے روزون کے بارہ مین بخصوصیت کوئی حدیث ثابت نہین ہے

عن النبي عليه السلام ولا عن اصحابه وانما ورد في صيام الاشهر الحرم كلها ورجب احدها فيلزم ان لا ينهى
نہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ صحابہ سے البتہ تمام ماہہائے حرام کے روزون کے بارہ مین حدیث آئی ہے جنمین سے ایک رجب بھی ہے پس لازم ہے کہ رجب کے روزون سے منع نہ کیا جائے

عن صومه وقد روى عن ابي قلابة انه قال في الجنة قصر لصوام رجب قال البيهقي ابو قلابة من
اور ابی قلابہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جنت مین رجب کے روزہ دارون کے لیے ایک محل ہے بیہقی کہتے ہین کہ ابو قلابہ

كبار التابعين لا يقول مثله الا عن بلاغ عمن فوقه ممن سمع عن النبي عليه السلام نعم قد روى عن
بڑے پایہ کے تابعی ہین انھون نے ایسے ہی شخص سے روایت کی ہوگی جسنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہو اور جو ان سے فائق ہوگا ہان البتہ

ابن عباس انه كره ان يصام رجب كله وكره امام احمد ايضا وقال يفطر منه يوما او يومين وحكى
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ رجب کے کل روزے مکروہ جانتے تھے اور امام احمد بھی مکروہ جانتے تھے اور کہتے تھے ایک دو دن افطار کر ڈالے اور

عن ابي عمر وابن عباس لكن تزول كراهة صومه بان يصوم معه شهرا اخر وقد قال الماوردي في الاقناع
ابو عمر اور ابن عباس سے روایت ہے کہ اسکی کراہت اس طور سے جاتی رہتی ہے کہ ایک اور مہینے کے روزے رکھ لیے جائین۔ اور ماوردی اقناع مین لکھتے ہین

يستحب صوم رجب وشعبان واما الصلوة فيه فلم يثبت فيه صلوة مخصوصة يختص به فعلى هذا
کہ رجب اور شعبان کے روزے مستحب ہین۔ لیکن ان ایام مین کوئی خاص نماز ثابت نہین ہے پس اسکے رو سے

ينبغي لمن كان له ديانة واذعان ان لا يلتفت الى ما اكب عليه الناس في هذا الزمان ولا يغتر بشيوعه
دیندار ایماندار کو چاہیے کہ ان نمازون کی طرف توجہ نہ کرے جنپر اس زمانہ کے لوگ ٹوٹ پڑے ہین اور اس بات سے دھوکا نہ کھائے کہ وہ

في دار الاسلام وكثرة وقوعه في البلاد العظام من صلوة الرغائب في ليلة الجمعة الاولى منه
دار الاسلام مین شائع ہے اور بڑے بڑے شہرون مین کثرت سے عملدرآمد ہے۔ یعنی نماز رغائب جو ماہ رجب کی پہلی شب جمعہ مین پڑھتے ہین

لما روى انه عليه الصلوة والسلام قال واياكم ومحدثات الامور فان كل محدث بدعة وكل بدعة ضلالة
اسواسطے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نئی باتون سے بچتے رہیو اسلیے کہ ہر نو ایجاد بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے

وفي حديث اخر انه عليه السلام قال شر الامور محدثاتها وكل محدث بدعة وكل بدعة ضلالة فكل
اور ایک اور حدیث مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سب کامون سے بدتر نو ایجاد باتین ہین اور ہر نو ایجاد بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے سو

من هذين الحديثين يدل على كون تلك الصلوة في هذه الليلة بدعة وضلالة لكونها من محدثات
ان دونون حدیثون سے ثابت ہوتا ہے کہ اس رات کی نماز بدعت اور گمراہی ہے اسلیے کہ وہ نو ایجاد ہے

الامور لعدم وقوعها في عصر الصحابة والتابعين ولا في عهد الائمة المجتهدين بل حدثت بعد
اسلیے کہ وہ صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین کے زمانہ مین نہین ہوئی بلکہ

المائة الرابعة من الهجرة النبوية ولذلك لم يعرفها المتقدمون ولم يتكلموا فيها وقد ذمها العلماء من اعيان
چارصدی ہجری کے بعد ایجاد ہوئی ہے اسلیے اگلے لوگ اس سے واقف بھی نہ تھے۔ اور نہ اسمین اُنھون نے کوئی گفتگو کی البتہ متاخرین کے بڑے بڑے علما نے

المتاخرين وصرحوا بانه بدعة قبيحة مشتملة على منكرات وقالوا الاحاديث الواردة فيها موضوعة
اسکی مذمت کی ہے اور صاف طور سے کہدیا ہے کہ وہ بدعت قبیحہ ہے اسمین کئی برائیان ہین۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ اسکے بارہ مین جو حدیثین بیان کیجاتی ہین وہ سب موضوع ہین

والمتهم بوضعها ابن جهضم وبعد هذا التصريح لا اعتداد بكونها مذكورة في بعض الكتب والرسائل لانا انما نعرف
اور واضع انکا ابن جہضم ہے۔ اس صراحت کے بعد کچھ بھی بعض کتابون اور رسالون مین لکھے ہونے کا کچھ اعتبار نہین اسلیے کہ ہمکو

الدين وحصول الثواب والعقاب من الشارع لعدم استقلال العقل فيه فتلك الصلوة في هذه الليلة
دین اور ثواب وعذاب کا ملنا شارع علیہ السلام سے معلوم ہوا ہے۔ کیونکہ عقل کا یہ کام نہین ہے۔ پس اس رات مین یہ نماز

لم یصلها النبی علیه السلام ولا احد من الصحابة ولم یحث علیها فلا یحصل فیها الثواب بل یکون فعلها
نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھی نہ کسی صحابی نے پڑھی۔ نہ اسکی تعلیم کی پس اسمین ثواب نہوگا بلکہ یہ فعل

عبثا یخشی منه العقاب کما قال صاحب مجمع البحرین فی شرحه ان رجلا یوم العید فی الجبانة اراد
عبث ہوگا جسمین عذاب کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ صاحب مجمع البحرین اپنی شرح مین کہتے ہین کہ ایک شخص نے عید کے دن عیدگاہ مین چاہا

ان یصلی قبل الصلوة العید فنهاه علی فقال الرجل یا امیر المؤمنین انی اعلم ان الله تعالی لا یعذب علی الصلوة
کہ نماز عید سے پہلے نماز پڑھے۔ حضرت علیؓ نے اسکو منع فرمایا اُسنے کہا اے امیر المؤمنین مین یہ خوب جانتا ہون کہ اللہ نماز پر عذاب نہ دے گا

فقال علیؓ وانی اعلم ان الله تعالی لا یثیب علی فعل حتی یفعله رسول الله صلی الله علیه وسلم او یحث علیه
حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مین تو یہ جانتا ہون کہ اللہ تعالی کسی کام پر ثواب نہ دیگا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہ کیا ہو یا حکم نہ دیا ہو

فیکون صلاتک عبثا والعبث حرام فلعله تعالی یعذبک به بمخالفتک لرسوله وقال ابن همام ما
پس تیری نماز فضول کام ہوگا اور فضول کام کرنا حرام ہے پس عجب نہین کہ خدا اس کام پر بوجہ رسول اللہ کے مخالفت کے عذاب کرے۔ اور ابن ہمام نے کہا ہے کہ

تردد من العبادات بین الواجب والبدعة یاتی به احتیاطا وما تردد بین السنة والبدعة یترکه لان ترک
جس عبادت کی نسبت واجب یا بدعت ہونے مین شبہہ ہو اُسکو احتیاطاً کر لیا کرے اور جسکو سنت اور بدعت ہونے مین شبہہ ہو اُسکو ترک کرنا چاہیے اسلیے کہ بدعت کا چھوڑنا

البدعة لازم واداء السنة غیر لازم فتلک الصلوة مما تردد بین ما دون السنة والبدعة فتعین ترکها
واجب ہے اور سنت کا ادا کرنا ضروری نہین پس یہ نماز چونکہ سنت اور بدعت ہونے مین مشتبہ ہے لہذا اسکا چھوڑ دینا ضروری ہے اور

ولا یحل لاحد فعلها لا منفردا ولا جماعة لان الجماعة فیها بدعة ایضا اذ ادنی مرتبتها ان یکون نافلة وقد صرح
اسکا پڑھنا کسی کو جائز نہین ہے نہ تنہا نہ بجماعت اسلیے کہ جماعت اسمین بدعت بھی ہے اسلیے کہ اسکا ادنی مرتبہ یہ ہے کہ نفل ہو اور

فی الکتب المعتبرة کالکافی وغیره ان الفقهاء اتفقوا علی کراهة الجماعة فی النوافل الا التراویح والکسوف والخسوف
کتب معتبرہ مثلا کافی وغیرہ مین اسکی تصریح ہے کہ فقہا کا اس بارہ مین اتفاق ہے کہ نفلون مین سوائے تراویح اور نماز کسوف و خسوف

والاستسقاء اذا کان سوی الامام اربعة وقالوا ان التطوع بالجماعة انما یکره اذا کان علی سبیل التداعی بان
اور استسقا کے جسوقت امام کو سوا چار آدمی ہون جماعت مکروہ ہے اور کہتے ہین کہ جماعت نفل مین اُسوقت مکروہ ہے جب مجمع سے ہو اسطرح

یجتمع جماعة فوق الثلثة ویقتدوا بواحد اما لو اقتدی واحد واثنان بواحد فلا یکره وفی الثلاثة اختلاف
تین سے زیادہ آدمی جمع ہوکر ایک کو امام بنالین اور اگر ایک مقتدی ہو اور ایک امام ہو یا دو مقتدی اور ایک امام ہو تو مکروہ نہین ہے اور تین مقتدی ہون تو اسمین اختلاف ہے

وفی الاربعة یکره اتفاقا وقد ثبت فی الاصول ان الاداء بالجماعة فیما شرعت فیه الجماعة کالمکتوبات والجمعة
اور چار مین بالاتفاق مکروہ ہے۔ اور اصول مین ثابت ہو چکا ہے کہ ادا کرنا اُن نمازون کا جماعت سے جنمین جماعت مشروع ہے جیسے کہ فرائض اور نماز جمعہ اور

والعیدین والتراویح والوتر فی رمضان اداء کامل وفی غیرها عیب ونقصان بمنزلة الاصبع الزائدة وتلک الصلوة
نماز عیدین اور تراویح اور وتر ماہ رمضان مین یہ ادا کامل ہے اور علاوہ انکے اور دونو مین جماعت موجب عیب و نقصان ہے جیسے چھٹی انگلی۔ اور یہ نماز

لیست منها فتکون الجماعة فیها عیبا ونقصانا ولو بعد النذر لان التنفل بالجماعة مکروه ومعصیة والنذر
اُن نمازون مین داخل نہین ہے۔ پس اسمین جماعت عیب اور موجب نقصان ہوگی۔ اگرچہ اسکی نذر کر چکا ہو اسلیے کہ نفل بجماعت مکروہ اور گناہ ہے اور گناہ کی

بالمعصیة لا یجوز ولا یلزم الوفاء به لما ثبت فی صحیح البخاری عن عائشة انه علیه السلام قال من نذر
منت ماننی جائز نہین۔ اور نہ اُس نذر کا پورا کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص

ان یطیع الله فلیطعه ومن نذر ان یعصی الله فلا یعصه فهذا الحدیث یدل علی ان النذر انما یجب الوفاء به اذا
اطاعت خدا کی منت مانے تو اُسکو پوری کرے اور جس نے منت مانی کہ اُسکی نافرمانی کریگا تو اُسکو ہرگز پورا نہ کرے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اُسی نذر کا ادا کرنا واجب ہے جو

کان فی طاعة الله تعالی والمراد بطاعة الله ههنا ما لیس بواجب ولا معصیة لان النذر مفهومه الشرعی ایجاب
اللہ کی طاعت مین ہو۔ اور طاعت الٰہی سے یہان یہ مطلب ہے کہ وہ فعل واجب یا گناہ نہو۔ اسلیے کہ نذر کے شرعی معنی یہ ہین کہ مباح کو واجب کر لینا

المباح فلا ینعقد فی الواجب ولا فی المعصیۃ بل ان وقع فی المعصیۃ یحرم الوفاء بہ ویلزم الکفارۃ کما فی الیمین
پس واجب اور گناہ مین قائم نہو گی۔ بلکہ اگر معصیت کی نذر مانے تو اُسکا پورا کرنا حرام ہو۔ مثل قسم کے اور کفارہ ادا کرنا واجب ہے

لان حکمہ حکم الیمین عند کثیر من العلماء منهم ابو حنیفۃ واصحابہ وحجتهم ما روی عن عائشۃ انہ
اسلیے کہ اکثر علما کے نزدیک اس قسم کی نذر اور قسم کا ایک حکم ہے ان ہی علما مین امام ابو حنیفہ اور آپکے یار بھی ہین اور انکی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ

علیہ السلام قال لا نذر فی معصیۃ وکفارتہ کفارۃ یمین وفی حدیث اخر رواہ ابن عباس انہ علیہ السلام
آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے گناہ کی نذر نہیں ہوتی اور اسکا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔ اور ایک حدیث مین ہے جسکے راوی ابن عباس ہین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

قال من نذر نذرا فی معصیۃ فکفارتہ کفارۃ یمین فان قیل صلوٰۃ التسبیح اصلها ثابت عن النبی علیہ السلام
فرمایا کہ جس نے گناہ کی نذر مانی تو اسکا کفارہ ایسا ہے جیسے قسم کا کفارہ اگر یہ کہا جائے کہ صلوٰۃ التسبیح جسکی اصل نبی علیہ السلام سے ثابت ہے

فهل یجوز اداؤها بالجماعۃ بعد النذر فی هذہ اللیلۃ فالجواب ان الجماعۃ فی النوافل لما کانت مکروهۃ کراهۃ تحریم
پس اسکا بھی ادا کرنا جماعت کے ساتھ اسی رات مین جائز ہے یا نہین۔ اسکا جواب یہ ہے کہ چونکہ نفلون مین جماعت بوجہ بدعت ہونے کے مکروہ تحریمی ہے

لکونها بدعۃ کان النذر بها مکروها ایضا فلا یجوز ارتکابہ لا سیما مع وجود تخصیص الوقت بل یجب علی الخلق
اس لیے اسکی نذر ماننا بھی مکروہ تحریمی ہے پس اسکا کرنا جائز نہین بالخصوص تخصیص وقت کے ساتھ۔ بلکہ سب پر

اتباع الحق وان لم یدرکوا ما فیہ من المصالح والاحتراز عن البدع والمحدثات وان لم یفهموا ما فیها من المفاسد
حق کی پیروی واجب ہے اگرچہ اسکی خوبیون سے واقف نہون اور بدعتون اور نو ایجاد باتون سے بچنا ضروری ہے اگرچہ انکی خرابیون کا علم نہو

فان مفاسدها کثیرۃ من جملتها ان کل ما احدث من الاعمال فی یوم من الایام او فی لیلۃ من اللیالی
اسلیے کہ انکی خرابیان بہت ہین ایک یہ کہ جو عمل کسی دن یا رات کی خصوصیت کے ساتھ ایجاد کیا جاتا ہے

لا بد ان یکون من یعمل بہ معتقدا ان ذلک الیوم افضل من سائر الایام والعمل فیہ افضل من العمل فی سائر
تو اُسکا کرنے والا ضرور یہ اعتقاد کرتا ہے کہ یہ دن تمام دنون سے افضل ہے اور اسمین عمل کرنا تمام اور دنون کے عمل سے افضل ہے

الایام وان تلک اللیلۃ افضل من سائر اللیالی والعمل فیها افضل من العمل فی سائر اللیالی اذ لولا هذا الاعتقاد فی قلبہ
اور یہ رات تمام راتون سے افضل ہے اور اسمین عمل کرنا اور راتون مین عمل کرنے سے افضل ہے۔ کیونکہ اگر اُس کے دل مین یہ اعتقاد نہ ہوتا

لما اقدم علی تخصیص ذلک الیوم بصیام وتلک اللیلۃ بقیام لان النبی نهی عن تخصیص بعض الاوقات بصلوٰۃ وصیام ورخص فی ذلک
تو وہ اُس دن کو روزہ کیلیے اور اُس رات کو نماز کیلیے کیون مخصوص کرتا۔ اسلیے کہ نبی علیہ السلام نے نماز و روزہ کیلیے کوئی دن یا رات مخصوص کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور اگر تخصیص کیطور پر نہو تو اجازت دیگئی

اذا لم یکن علی وجہ التخصیص کما روی عن ابی هریرۃ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قال لا تخصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی
چنانچہ حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب راتون مین سے جمعہ کی رات شب بیداری کے لیے مخصوص نہ کرنا

ولا تخصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومہ احدکم فعلم من هذا ان الفساد انما نشأ من تخصیص
اور نہ جمعہ کے دن کو اور دنون مین سے روزہ کیلیے ہان مگر جب کہ آجاوے جمعہ کے دن وہ روزہ جسکو رکھا کرتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ خرابی صرف اُس خصوصیت کی وجہ سے پیدا ہوئی

ما لا اختصاص لہ فی الشرع وهذا المعنی موجود فیما نحن فیہ لان الناس انما یخصون تلک اللیلۃ بما یفعلونہ
جسکی شریعت مین تخصیص نہین ہے اور یہ بات اسمین موجود ہے جسمین ہم گفتگو کر رہے ہین اسلیے کہ لوگ اُس نماز کے لیے اسی رات کو مخصوص کرتے ہین

فیها لاعتقادهم ان فیما یفعل فیها فضیلۃ زائدۃ علی ما یفعلہ فی غیرها فلما لم یکن فیہ فضیلۃ منعوا
اسلیے کہ انکا اعتقاد ہے کہ اُس رات مین جو نماز ادا کیجاوے وہ افضل ہے اس سے کہ دوسری کسی رات مین کیجائے تو چونکہ درحقیقت اس رات مین کوئی بزرگی نہین ہے اسلیے اس تخصیص سے منع کیا گیا

عن التخصیص اذ لا ینبعث التخصیص الا عن اعتقاد الاختصاص فمن قال اعتقادی ان الصلوٰۃ فی تلک
اسلیے کہ تخصیص خصوصیت کی اعتقاد ہی سے پیدا ہوتی ہے پس جو شخص کہ کہ میرے اعتقاد مین اس رات مین نماز

اللیلۃ والصوم فی ذلک الیوم کما فی غیرهما ومع ذلک انی خصصتهما بالصوم والصلوٰۃ فلا بد ان یکون باعثہ
اور اُس دن کا روزہ ایسا ہی ہے جیسے کہ اور دنون مین پھر بھی مین نے روزہ اور نماز کیلیے ان ہی دنون اور راتون کو مخصوص کر رکھا ہے پس ضرور ہے کہ اسکا سبب ہے

اما موافقة اهل الدنيا لحاجة عندهم او خوف اللوم او اتباع العادة او نحو ذلك وفساد الكل ظاهر لان كل ذلك
یا تو دنیا کی موافقت ہوگی یا کار برآری مقصود کے لیے یا طعنہ کا اندیشہ یا عادت کی پیروی وغیرہ کے لیے اور ان سب کی خرابی ظاہر ہے اسلیے کہ یہ سب

رياء والرياء بالعبادة حرام مع ان من يعمل بما هو بدعة مع اعتقاده انه غير مشروع في الدين يكون فاسقا
دکھاوے کی باتیں ہیں اور دکھاوا عبادت میں حرام ہے اور یہ بھی ہے کہ جو شخص کسی بدعت کو یہ جانکر کہ دین میں یہ جائز نہیں کرتا ہے وہ فاسق ہے

غير مبتدع وان عمل به مع اعتقاده انه مشروع في الدين يكون فاسقا ومبتدعا فكثير من اهل الزمان يصلون
بدعتی نہیں ہے اور اگر وہ بدعت کو جائز سمجھ کر کرتا ہے تو وہ فاسق اور بدعتی دونوں ہے پس اس زمانہ میں بہتیرے لوگ

تلك الصلوة في هذه الليلة بجمع كثير مع اعتقادهم انها مشروعة في الدين فيلزم ان يكونوا بفعلهم هذا فساقا
اس رات میں یہ نماز بھی بڑی جماعت سے پڑھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ دین میں جائز ہے پس لازم آتا ہے کہ وہ اس حرکت کی وجہ سے فاسق

مبتدعين لعلمهم البدعة مع اعتقادهم انها عبادة مشروعة في الدين وقد كان من عادتهم اذا انكر عليهم
اور بدعتی ہوں کیونکہ وہ بدعت کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ عبادت شرعی ہے اور یہ انکی عادت ہے کہ اگر انکو اس کام سے منع کرو

ان يقولوا هذا خير من الاشتغال بالمعاصي في مثل هذه الليلة فان هؤلاء المساكين لو تاملوا تامل الانصاف
تو کہتے ہیں کہ نماز پڑھنا گناہ کرنے سے تو بہتر ہے اگر یہ بیچارے بنظر انصاف غور کرتے

لوجدوا هذا العمل اشد ضررا من فعل المعاصي لان من يفعل المعاصي يعلم حرمة ما فعل فربما يستغفر عنه
تو اس فعل کو گناہ سے بھی زیادہ مضر پاتے اسلیے کہ جو شخص گناہ کرتا ہے وہ اسکو گناہ تو سمجھتا ہے تو اکثر اس سے استغفار کر لیتا ہے

ويندم عليه ويحصل له الذلة والانكسار بخلاف هؤلاء فانهم باعتقادهم انها قربة وعبادة مشروعة
اور نادم ہوتا ہے اور اسکو ذلت اور عاجزی حاصل ہوتی ہے بخلاف ان لوگوں کے کیونکہ یہ لوگ تو اس خیال کی وجہ سے کہ یہ عبادت اور قربت مشروعہ ہے

في الدين لا يستغفرون منها ولا يندمون عليها بل يحصل لهم المباهاة والافتخار وهذا ما يذكر عن ابليس انه
نہ استغفار کرتے ہیں نہ اپنے گناہ پر شرمندہ ہوتے ہیں بلکہ انکو فخر و ناز ہوتا ہے یہ وہی بات ہے جو ابلیس سے منقول ہے کہ وہ

قال قصمت ظهور بني ادم بالمعاصي والاوزار وقصموا ظهري بالتوبة والاستغفار فاحدثت لهم
کہتا ہے کہ میں نے اولاد آدم کی کمر گناہوں کے بوجھ سے توڑ دی اور انھوں نے میری کمر توبہ اور استغفار سے توڑ دی تو میں نے انکے لیے

ذنوبا لا يستغفرون منها ولا يتوبون عنها وهي البدع في صورة العبادة وذلك قيل البدعة شر من الفسق
ایسے گناہ ایجاد کئے جنسے وہ توبہ اور استغفار ہی نہ کرینگے اور وہ بدعتیں بصورت عبادت ہیں اسی لیے کہتے ہیں کہ بدعت بدکاری سے بدتر ہے

فان من يفعل البدعة يزعم انه في طاعة وعبادة فيكون شاقا الله تعالى ولرسوله لاستحسانه ما كرهه
کیونکہ جو شخص بدعت کرتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ میں طاعت و عبادت میں ہوں تو اسنے اللہ اور اسکے رسول کا مقابلہ کیا کیونکہ اسنے اس بات کو اچھا جانا جسکو شریعت نے برا کہا

الشرع ونهى عنه وهو الاحداث في الدين فانه تعالى قد شرع لعباده من العبادات ما فيه كفاية لهم واكمل
اور اس سے منع کیا اور وہ دین میں نئی بات کا پیدا کرنا ہے کہ بیشک اللہ نے اپنے بندوں کے لیے جو عبادتیں مقرر فرما دی ہیں وہ انکے لیے کافی ہیں اور وہ انکا دین

دينهم واتم عليهم نعمته كما اخبر به في كتابه اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي فالزيادة
کامل کر چکا اور اپنی نعمت پوری کر چکا جیسا کہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین پورا کر دیا اور پوری کی تم پر اپنی نعمت اب کمال پر کچھ

على الكمال نقصان واختلال فليس لاحد ان يقول تلك الصلوة وان كانت بدعة الا ان فيها الاذكار وقراءة
زیادتی کرنا نقصان و خلل کا باعث ہے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ نماز اگرچہ بدعت ہے لیکن چونکہ اسمیں اذکار اور تلاوت

القران فيرجى الثواب في مقابلة تلك الاذكار والقراءة اذ يقال له ان تلك الصلوة لما كانت بدعة وضلالة كان
قرآن ہے پس ان اذکار اور تلاوت قرآن کا ثواب تو ضرور ہی ملنے کی امید ہے کیونکہ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ نماز جب بدعت اور گمراہی ٹھہری

الاذكار والقراءة الواقعة فيها من قبيل خلط الطاعات بالمعصية وهو معصية اخرى اشد استقباحا من الاولى فيجب الاحتراز عنها
تو تمام اذکار اور تلاوت جو اس نماز میں ہے عبادت میں گناہ ملا دینے کے قبیل سے ہے اور یہ اور بھی گناہ ہے اور پہلے سے بھی زیادہ بری اس لیے اس سے بچنا ہی چاہیے

وكذا ليس لاحد ان يقول لا منع من تلك الصلوة لقوله تعالى ارأيت الذي ينهى عبدا اذا صلى ولا ان يستدل على خيريتها
اسطرح کوئی یہ بھی نہیں کہ سکتا کہ اس نماز سے منع نہ کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہو کہ تو نے اسکو دیکھا جو بندہ کو نماز پڑھنے سے منع کرتا ہو اور نہ کوئی شخص اسکی خوبی پر اس حدیث کو دلیل لا سکتا
بما روی انه عليه السلام قال الصلوة خير موضوع اذ يقال له ما قلنا انما هو في صلوة لا يخالف الشرع بوجه من الوجوه
کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ نماز وضع کی ہوئی نیکی ہو اسلیے کہ جواب یہ ہو کہ یہ حدیث اسی نماز کے بارہ مین ہو جو کسی طرح شرع کے خلاف نہو
وتلك الصلوة مخالفة للشرع من وجوه على ما ذكره العلماء في تصانيفهم منها الاعتماد على الحديث الموضوع
اور وہ نماز کئی وجہون سے خلاف شرع ہو جیسا کہ علما نے اپنی تصنیفون مین بیان کیا ہو ایک تو یہ کہ حدیث موضوع پر اعتماد کیا
فانه اذا ثبت كونه موضوعا يخرج من المشروعية ويكون مستعمله من خدام الشيطان ومنها فعلها
کیونکہ جب اسکا وضعی ہونا ثابت ہوا اور جائز نہ رہی اور اسپر عمل کرنے والا شیطان کا خادم ہوا اور ایک اسکا جماعت سے پڑھنا
بالجماعة فان الجماعة في النوافل مكروهة فكيف فيها ومنها تخصيصها بليلة الجمعة وقد ورد النهي عن تخصيص
حالانکہ نفل جماعت سے پڑھنا مکروہ ہو تو اسمین کیونکر جائز ہوگا ایک اسکو شب جمعہ سے مخصوص کرنا حالانکہ ممانعت ہو چکی ہے
ليلة الجمعة بقيام ويومها بصيام ومنها اسراج السرج الكثيرة لاجلها وذلك لا يجوز لكونه تبذيرا
بیداری سے شب جمعہ کی اور روزہ سے یوم جمعہ کی تخصیص سے ایک وجہ یہ کہ اسکے لیے بکثرت چراغ جلاتا ہو اور یہ جائز نہیں ہو اسلیے کہ یہ اسراف ہو
والتبذير حرام بنص القرآن ومنها اعتقاد العامة انها سنة بل كثير من العوام يعتقدون فرضا
اور اسراف نص قرآن سے حرام ہو اور ایک عوام کا اسکو سنت سمجھنا ہو بلکہ بہتیرے عوام اسکو فرض سمجھتے ہین
حتى انهم يتركون الفرائض ولا يتركونها بل يعدونها راس جميع الصلوة المفروضة بسبب فعلها وحضورها
یہانتک کہ وہ لوگ فرض کو ترک کر دیتے ہین اور اسکو نہین ترک کرتے بلکہ اسکو تمام فرض نمازون سے افضل جانتے ہین کیونکہ اسکو بعضے وہ بزرگ پڑھتے اور
بعض من الاكابر ممن لا يحضر الجماعة في المكتوبات ومنها اتخاذها وظيفة من وظائف الدين وشعائر من
شریک ہوتے ہین جو فرض نمازون کی جماعت مین بھی نہین آتے ایک خرابی اسکو دینی کام سمجھنا ہو اور مسلمانون کی بڑی مذہبی نشانیون
شعائر المسلمين حتى ان الحكام ينبهون الائمة والمؤذنين ان لا يغفلوا عنها في هذه الليلة بل يظهرون النداء
مین سے ایک نشانی جاننا یہان تک کہ حکام وقت امام اور موذن کو خبردار کر دیتے ہین کہ آج کی رات اس سے غفلت نکرین بلکہ منادی کرتے ہین
بان من لا يصليها يضرب ضربا شديدا ويعزلون الامام الذي يتخلف عنها كما جرى كل ذلك في بعض
کہ جو شخص اس نماز کو نہ پڑھیگا وہ بہت پیٹے گا اور اس امام کو برخاست کر دیتے ہین جو اسمین نہ آئے چنانچہ یہ تمام باتین کسی نہ کسی
الاوقات في بعض البلاد فيا ليتهم فعلوا مثل ذلك في الفرائض والواجبات وهذه هي الفتنة التي قال فيها
وقت بعض شہرون مین ہو چکی ہین پس کاش یہ لوگ ایسی ہی تاکید فرائض اور واجبات مین کرتے اور یہی وہ فتنہ ہو جسکے بارہ مین
ابن مسعود كيف انتم اذا البستكم فتنة يهرم فيها الكبير وينشأ فيها الصغير تجري على الناس يتخذونها سنة
حضرت عبد اللہ بن مسعود فرما گئے ہین کہ تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ تمکو فتنہ گھیر لیگا جسمین بڑا تو بڈھا ہو جائے اور چھوٹا بڑا ہو جائے لوگون مین پھیل جائیگا اسکو سنت ٹھہرا لینگے
اذا غيرت قيل غيرت السنة وهذا منكر وكان يقول ايضا اياكم وما يحدث من البدع فان الدين لا يذهب
اگر تو بدلیگا تو کہینگے سنت کو بدلا یا یہ بیجا ہو اور یہ بھی فرماتے تھے کہ ایجاد شدہ بدعتون سے بچتے رہو کیونکہ ایمان تمہارے دلون سے
من القلوب بمرة ولكن الشيطان يحدث لكم بدعا حتى يذهب الايمان من قلوبكم فعلى هذا يجب على
دفعۃ نہین جائیگا لیکن شیطان تمہارے لیے بدعتین پیدا کرتا رہیگا یہان تک کہ تمہارے دلون سے ایمان نکل جائے پس اس بنا پر
كل مسلم ان يحذر من الاغترار والميل الى شيء من البدع والمحدثات ويصون دينه عن العوائد التي استانس
ہر مسلمان پر واجب ہو کہ فریب کھانے اور بدعتون اور نو ایجاد باتون کی طرف رغبت کرنے سے بچتا رہے اور ان عادتون سے اپنا دین بچاتا رہے جنسے الفت ہو گئی ہے
بها وتربى عليها فانها سم قاتل قل من سلم من آفاته وظهر له الحق معها لان لها حلاوة في قلوب اهلها
اور جنمین پرورش پائی ہو کیونکہ یہ زہر قاتل ہو بہت کم لوگ ہین جو اس سے بچے ہون اور انپر باوجود اسکے حق ظاہر ہوا ہو کیونکہ بدعتیون کو اسمین ایسا مزہ آتا ہے

یستحسنها طباعهم فلا یترکونها ولذلک کان ہشام بن عروة یقول لا تسألوا الناس عما احدثوه فانهم قد
جسکو انکا دل پسند کرتا ہو بس اُسکو کبھی نہیں چھوڑتے اور اسی لیے ہشام بن عروہ کہتے تھے لوگون سے یہ نہ پوچھو کہ کس دلیل سے ایجاد کیا کیونکہ اُنھون نے
اعدوا له جوابا لکن اسألوهم عن السنة فانهم لا یعرفونها فیسرنا الله الیوم العمل بالسنة والاحتراز عن البدع
اسکے لیے ایک جواب تیار کر رکھا ہو لیکن اُنسے پوچھو کہ سنت کیا ہی کہ وہ سنت کو نہیں جانتے ای اللہ آج تو ہمارے لیے سنت پر عمل کرنا اور بدعتون سے بچنا آسان کر دی

المجلس العشرون فی بیان فضائل الحج المبرور وبیان البدعة فیه

بیسوین مجلس حج مبرور کے فضائل اور اوسکی بدعتون کے بیان مین

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
من حج لله فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته امه هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه ابو هریرة
کہ جسنے اللہ کے واسطے حج کیا پھر عورتون کے سامنے فحش کہانہ بدکاری کی تو وہ ایسا پاک ہو کر لوٹیگا جیسے کہ جنا تھا اسے اسکی مان نے یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہی جسکے راوی حضرت ابو ہریرہ ہین
ومعناه ان من حج واجتنب جمیع ما فیه اثم من القول والفعل غفرت ذنوبه والمراد من الذنوب الصغائر
اور اسکے معنی یہ ہین کہ جسنے حج کیا اور تمام قولی فعلی گناہون سے بچا تو اُسکے گناہ معاف ہو جائنگے اور گناہون سے مراد صغیرہ گناہ ہین
لان الکبیرة لا یکفرها الا التوبة واما الصغیرة فلها مکفرات کثیرة ورد بها السنة کالصلوات الخمس
اسلیے کہ کبیرہ گناہ کا کفارہ توبہ کے سوا کچھ نہیں ہو اور صغیرہ گناہون کی کفارہ بہتیری چیزین ہین اسکے بارہ مین حدیث آئی ہو مثلا نماز پنجگانہ
والجمعة وصوم رمضان وغیرها فان کل واحد من مبانی الاسلام یکفر الذنوب والخطایا فیهدمها
اور جمعہ اور ماہ رمضان کے روزے وغیرہ اسلیے کہ اسلام کے سب اصول خطا اور گناہ کی کفارہ ہین اور سب کو ڈھا دیتا ہے
فکلمة لا اله الا الله لا تبقی ذنبا ولا یسبقها عمل والصلوات الخمس والجمعة الی الجمعة ورمضان الی رمضان
پس کلمۂ لا اله الا اللہ تو کوئی گناہ نہیں چھوڑتا اور نہ اس سے بڑھکر کوئی کام ہو اور پنجگانہ نمازین اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک
مکفرات لما بینهن ما اجتنب الکبائر والصدقة تطفئ الخطیئة کما یطفئ الماء النار والحج
درمیان کے گناہون کے کفارہ ہین بشرطیکہ کبیرہ گناہون سے بچتا رہے اور صدقہ خطاؤن کو اسطرح مٹا دیتا ہو جسطرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور حج
الذی لا رفث فیه ولا فسوق یخرج صاحبه من ذنوبه کیوم ولدته امه لما روی انه علیه السلام قال
جسمین نہ فحش ہو نہ بدکاری حاجی کو گناہون سے ایسا پاک کر دیتا ہی جیسے اُس دن کہ اپنی مان کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ کیونکہ روایت ہو کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا
من قضی نسکه وسلم المسلمون من یده ولسانه غفر ما تقدم من ذنبه وما تاخر وفی الصحیحین انه علیه السلام
کہ جسنے تمام لوازم حج ادا کیے اور تمام مسلمان اُسکے ہاتھ اور زبان سے سلامت رہے تو اُسکے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف ہوے اور صحیحین مین ہو کہ حضور علیہ السلام نے
قال الحج المبرور لیس له جزاء الا الجنة واختلف العلماء فی کون الحج المبرور مکفر الکبائر والصحیح انه لا یکفرها
فرمایا ہو کہ حج مبرور کی جزا جنت کے سوا اور کچھ نہیں ہو اور علما نے حج مبرور کے کبیرہ گناہون کے لیے کفارہ ہونے مین اختلاف کیا ہو اور صحیح یہ ہو کہ وہ اُنکا کفارہ نہین ہے
ومن قال انه یکفرها لیس مراده انه یسقط عن مرتکبها قضاء ما لزمه من العبادات والدیون والمظالم
اور جو کہتا ہو کہ وہ گناہ کبیرہ کا بھی کفارہ ہو اسکا مقصود یہ نہیں ہو کہ عبادتون کی قضا اور قرضے اور مظالم جو اُسپر لازم ہو سب ساقط ہو جاتے ہین
وانما مراده انه یکفر عنه تاخیر قضاء ما لزمه فانه اذا فرغ منه یطالب بفعل ما لزمه فان لم یفعل
بلکہ مطلب یہ ہو کہ جو باتین اُسکے ذمہ ہین اُسکے ادا کرنے مین تاخیر کا جرم معاف ہو جاتا ہو سو جب وہ اس سے فارغ ہو جائیگا اسوقت اس سے اُس چیز کا مطالبہ ہوگا جو اُسکے ذمہ ہے پس اگر اسنے
مع قدرته علیه یکون مرتکبا للکبیرة الآن والحج المبرور هو الذی لا یخالطه اثم وقیل هو المقبول وهذا
باوجود قدرت کے ادا نہ کیا تو اب وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب سمجھا جائیگا اور حج مبرور وہ ہو جسمین کسی گناہ کا لگاؤ نہ ہو اور بعضے کہتے ہین کہ وہ بمعنی حج مقبول ہو اور یہ معنی
المعنی قریب من الاول وعلامة کون الحج مبرورا ان یترک صاحبه سیئ ما کان علیه من عمله ویتوجه الی
بھی معنی اول کے قریب قریب ہین اور حج کے مبرور ہونے کی یہ علامت ہو کہ حاجی جتنے بُرے کام کیا کرتا تھا سب چھوڑ دے اور اپنے پروردگار کی عبادت مین
طاعة ربه ویسعی فی اصلاح نفسه وقیل علامة کون حج الانسان مقبولا ان یزداد بعد الحج خیرا ولا یعاود
متوجہ ہو جائے اور اپنے نفس کی اصلاح مین سعی کرتا رہے اور کہتے ہین کہ آدمی کے حج کے مقبول ہونے کی یہ علامت ہو کہ حج کے بعد اسمین نیکیان زیادہ ہو جائین اور حج سے لوٹکر

المعاصی بعد الرجوع ویترك قرناء السوء فان من استلم الحجر فقد بایع الله تعالی ان یجتنب معاصیه
پھر کبھی اُسکی طرف نہ پھرے اور برے ساتھیوں کو چھوڑدے کیونکہ جس شخص نے حجر اسود کو ہاتھ لگایا اُس نے اللہ تعالی سے اس بات پر بیعت کی کہ اُسکی نافرمانی سے بچیگا

ویقوم بحقوقه فمن نکث فانما ینکث علی نفسه ومن اوفی بما عاهد علیه الله فسیؤتیه اجرا عظیما ○
اور اسکے تمام حقوق ادا کریگا پھر جو شخص اس عہد کو توڑیگا تو اُسنے اپنی ہی برائی پر توڑا اور جسنے پورا کیا اس قرار کو جو اُسنے اللہ سے کیا تھا تو اُسکو خدا بہت بڑا اجر دیگا

یشیر الی هذا ما روی عن ابن عباس رض انه قال الحجر الاسود یمین الله تعالی فی الارض فمن استلمه وصافحه فکانما
اسی طرف اشارہ ہے حضرت ابن عباس رض کی روایت میں فرمایا حجر اسود اللہ کا داہنا ہاتھ ہے زمین میں جسنے اسکو ہاتھ لگایا اور مصافحہ کیا تو گویا

صافح الله تعالی وقبل یمینه وقال عکرمة الحجر الاسود یمین الله تعالی فی الارض فمن لم یدرك بیعة رسول الله صلی
اُسنے اللہ سے مصافحہ کیا اور اسکا ہاتھ چوما اور عکرمہ کہتے ہیں کہ حجر اسود زمین میں اللہ کا داہنا ہاتھ ہے پس جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت

الله علیه وسلم فمسح الرکن فقد بایع الله ورسوله وورد فی الحدیث ان الله تعالی لما استخرج من ظهر آدم
نصیب نہیں ہوئی اور اُسنے اس رکن کو چھولیا تو اُسنے اللہ اور رسول سے بیعت کرلی اور حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالی نے جب آدم کی پشت سے

ذریته واخذ علیهم المیثاق کتب ذلك فی رق ثم استودعه هذا الحجر الاسود وقیل فمن حج اذا استلم الحجر فانه
اُسکی اولاد کو نکالا اور اُنسے عہد لیا تو اس عہد کو پوست آہو پر لکھا پھر اس حجر اسود میں امانت رکھدیا اور کہتے ہیں کہ جسنے حج کیا اور حجر اسود کو بوسہ دیا

یجدد البیعة ویلتزم الوفاء بالعهد المتقدم فینبغی له اذا رجع من الحج ان یحافظ ما عاهد الله علیه
تو گویا از سر نو بیعت کرتا ہے اور اُس پہلے عہد کے پورا کرنیکا ذمہ دار ہوتا ہے پس اُسکو چاہیے کہ جب حج کر پاس سے جدا ہو تو اپنے اس عہد کا لحاظ رکھے جو اُسپر

عند استلام الحجر اذ یقبح هذا الممن کمل مبانی الاسلام ان یشرع فی نقض ما بنی بالمعاصی فان علامة
بوسہ دینے کے وقت کیا تھا اسلیے کہ کتنی بری بات ہے کہ مبانی اسلام کو پورا کرکے گناہوں سے بنی بنائی چیز توڑ ڈالے کیونکہ عبادت کے

قبول الطاعة ان توصله بطاعة اخری بعدها وعلامة ردها ان توصل بمعصیة بعدها وما احسن
قبول ہونے کی یہی علامت ہے کہ اُسکے بعد اور عبادت کرتا جائے اور اُسکے مردود ہونے کی یہ پہچان ہے کہ اُس عبادت کے بعد گناہ کرے اور کیا ہی خوب ہے

الحسنة بعد الحسنة وما اقبح السیئة بعد الحسنة فقد قیل ذنب بعد التوبة اقبح من سبعین ذنبا
نیکی کے بعد نیکی اور کیا ہی بری ہے نیکی کے بعد بدی کہتے ہیں کہ توبہ کے بعد گناہ ستر گناہوں سے بھی بدتر ہے

قبلها فان النکث اصعب من المرض الاول فالحاج اذا کان حجه مبرورا یغفر له ولمن استغفر له
جو توبہ سے پہلے ہوں کیونکہ بیماری کا دوبارہ پلٹنا پہلے مرض سے سخت ہے پس حاجی کا حج اگر مبرور ہو تو وہ اور جسکے واسطے وہ مغفرت مانگے بخشدیا جاتا ہے

واذا رجع یرجع وذنبه مغفور ودعاؤه مستجاب لذلك یستحب تلقیه والسلام علیه وطلب الاستغفار
اور جب وہ واپس ہوتا ہے تو اس حال میں لوٹتا ہے کہ اُسکے سب گناہ معاف ہیں اور اُسکی دعا مقبول ہے اور اسی واسطے اس سے ملنا اور سلام علیک کرنا اور اس سے مغفرت کی دعا کرانا مستحب ہے

منه لما روی عن ابن عمر رض انه علیه السلام قال اذا لقیت الحاج سلم علیه وصافحه ومره ان یستغفر لك
اسلیے کہ حضرت ابن عمر رض سے روایت ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب تو کسی حاجی سے ملے تو اس کو سلام اور مصافحہ کر اور اُس سے کہہ کہ تیرے لیے مغفرت کی دعا مانگے

قبل ان یدخل بیته فانه مغفور له وروی عن الحسن انه قال اذا خرج الحاج فشیعوهم وزودوهم الدعاء
قبل اسکے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو اسلیے کہ وہ بخشا ہوا ہے اور حسن سے روایت ہے کہ جب حاجی روانہ ہوں تو اُنکو رخصت کرنے کو جاؤ اور دعائے خیر کا توشہ اُنکے ساتھ دو

فاذا قفلوا فالقوهم وصافحوهم قبل ان یخالطوا الذنوب فان البرکة فی ایدیهم لکن قلیل من یکون حجه مبرورا
اور جب وہ حج کر چکیں تو اُنسے ملو اور مصافحہ کرو قبل اسکے کہ وہ گناہوں میں پڑ جائیں کیونکہ اُنکے ہاتھوں میں برکت ہے لیکن ایسے بہت کم ہیں جنکا حج مبرور ہوتا ہے

قیل لابن عمر رض ما اکثر الحاج فقال وما اقلهم وقال ایضا الرکب کثیر والحاج قلیل وانما قال ذلك لظهور البدع
کسی نے حضرت ابن عمر رض سے کہا کہ حاجی خوب ہی کثرت سے ہیں تو جواب دیا کہ کیا ہی قلیل ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ سوار تو بہت ہیں لیکن حاجی تھوڑے ہی ہیں اور یہ صرف اسی وجہ سے فرمایا کہ حاجیوں

والمنکرات الکثیرة بین الحجاج فاعظمها فتنة واکبرها مصیبة واکثرها وقوعا وبلیة ترك اکثرهم الصلوة
بدعتیں اور برائیاں بہت بڑھ گئی ہیں سب سے بڑا فتنہ اور سب سے بڑی مصیبت اور سب سے کثیر الوقوع بڑی بلا اکثروں کا نماز ترک کر دینا ہے

ومن لم یترکھا یضیع وقتھا او یجمعھا علی غیر الوجہ الشرعی فی ذلک حرام بالاجماع ومن علم انہ اذا خرج الی الحج
اور جو نماز نہین چھوڑتا وہ وقت کو کھو دیتا ہو اور شریعت کے خلاف جمع کر کے پڑھتا ہو اور یہ بالاجماع حرام ہو اور جو جانتا ہو کہ اگر وہ حج کو جائے گا

تفوتہ صلوۃ واحدۃ یحرم علیہ الحج رجلا کان او امرأۃ لان من یترک صلوۃ واحدۃ لا یکفرھا الف
تو اُسکی ایک نماز فوت ہو جائے گی تو اسپر حج حرام ہو مرد ہو خواہ عورت اسلیے کہ جسنے ایک نماز قضا کی تو اُسکا کفارہ

من سبعین حجۃ فیکون کمن ضیع الف دینار فی طلب درھم واحد فاذا کان کذلک فعلی الحاج ان یلازم
ستر حج سے کم نہین تو وہ ایسا ہوا کہ جیسے کوئی شخص ایک درہم کے لیے ہزار دینار خراب کرے سو جب یہ حالت ہو تو حاجی کے لیے ضرور ہے کہ

الصلوۃ فی وقتھا بالجماعۃ عند التیسر وبالانفراد عند التعسر مع الاحتیاط عن التیمم حال کفایۃ
نمازین وقت پر ادا کرتا رہے بسہولت ہو تو جماعت سے ورنہ اگر دشواری ہو تو تنہا پڑھ لے اور تیمم سے بھی احتیاط رکھے کہ جب

الماء للوضوء والشرب لہ ولرفیقہ باعتبار غلبۃ الظن وعن الوضوء بما نجس وعن الصلوۃ قبل وقتھا
پانی اُسکو اور اُسکے ساتھی کے لیے پینے اور وضو کو کافی ہو اور احتیاط رکھے نجس پانی سے وضو کرنے سے اور وقت سے پہلے نماز پڑھنے سے

ومع الاجتھاد فی امر القبلۃ فی موضع الاشتباہ ومن منکرات الحاج تزیین الجمل بالحلی من الذھب و
اور جس مقام پر سمت قبلہ مشتبہ ہو وہان اُسکو دریافت مین پوری کوشش کرے اور حاجیون کی بدعتون مین سے اونٹون کو آراستہ کرنا ہو سونے اور

الفضۃ والقلائد والاساور والباس الحریر وتزیین المشاعل بذلک ایضا یفعلون ذلک عند خروجھم
چاندی کے زیور اور ہار اور کنگن اور حریر پہنانے سے اور مشعلون کا بھی ان چیزون سے مزین کرنا یہ سب اپنے گھر سے نکلنے کے وقت

من بلدھم ورجوعھم الیہ وعند دخولھم مکۃ والمدینۃ وھم اٰثمون فی جمیع ذلک ویشارکھم فی الاثم
اور گھر لوٹنے کے وقت اور مکہ و مدینہ مین داخل ہوتے وقت کرتے ہین اور ان سب باتون مین وہ گنہگار ہین اور اس گناہ مین وہ لوگ بھی شریک ہین

من یتطاول الرویۃ ذلک ویستحسنہ او یسکت عنہ ومن منکراتھم ایضا خروج النساء عند ذھابھم
جو اس تماشے کو دیکھنے کو جاتے ہین اور اُسکی تعریف کرتے ہین یا سکوت کرتے ہین اور اُن ہی بدعتون مین سے ایک اُنکے جاتے وقت آتے وقت عورتون کا

وعند مجیئھم فان الواجب علی المرأۃ قعودھا فی بیتھا وعدم خروجھا من منزلھا وعلی الزوج منعھا عن
نکلنا ہو اسلیے کہ عورتون کو اپنے گھر مین بیٹھے رہنا اور باہر نہ نکلنا ضروری ہے اور شوہر پر لازم ہو کہ اُنکو باہر جانے سے

الخروج ولو اذن لھا وخرجت کانا عاصیین والاذن قد یکون بالسکوت فھو کالقول لان النھی عن المنکر
روکے اور اگر اُسنے اجازت دی اور وہ باہر نکلی تو دونون گنہگار ہونگے اور بعض اوقات خموشی بھی اجازت سمجھی جاتی ہو پس یہ بھی کہدینے کے مثل ہو اسلیے کہ بُری کام سے روکنا

فرض وان خرجت بغیر اذن زوجھا یلعنھا کل ملک فی السماء وکل شئ یمر علیہ الا الانس والجن وقد
فرض ہو اور اگر وہ بغیر اجازت خاوند کے گھر سے نکلی تو آسمان کے کل فرشتے اور جن جن چیزون پر اُسکا گذر ہوتا ہو انسان اور جن کے سوا سب لعنت بھیجتے ہین اور

جاء فی الحدیث انہ علیہ السلام قال ما ترکت بعدی فتنۃ اضر من النساء فخروج النساء فی ھذا الزمان
حدیث مین آیا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے اپنے بعد عورتون سے بدتر کوئی فتنہ کی چیز نہین چھوڑی پس اس زمانہ مین عورتون کا

من بیوتھن من اکثر الفتن لاسیما الخروج المحرم کخروجھن خلف الجنازۃ ولزیارۃ القبور وعند خروج الحجاج
اپنے گھرون سے نکلنا سب فتنون سے زیادہ ہو خصوصًا حرام طریق سے نکلنا مثلاً جنازہ کے پیچھے جانا یا قبرون کی زیارت کی غرض سے اور حاجیون کے آتے جاتے وقت

ومجیئھم والخیر لھن قعودھن فی بیوتھن وعدم خروجھن عن منزلھن الا تری انہ تعالٰی امر خیر نساء الدنیا
اُنکے لیے بہتر یہی ہو کہ وہ اپنے گھرون مین بیٹھی رہین اور گھرون سے نہ نکلین کیا تمھین معلوم نہین کہ اللہ تعالٰی نے تمام دُنیا کی بہترین عورتون کو کہ

وھن ازواج النبی علیہ السلام بعدم الخروج من بیوتھن فقال وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وھذا النظم لکنہم وان نزل فیھن
وہ نبی علیہ السلام کی بیویان ہین گھر سے نہ نکلنے کا حکم فرمایا چنانچہ فرماتا ہو کہ اپنے گھرون مین ٹھہری رہو اور آیۂ پاک اگرچہ اُنکے بارہ مین نازل ہوئی ہو

الا ان حکمہ یعم الجمیع لما تقرر ان خطابات القراٰن تعم الموجودین وقت نزولہ ومن سیوجد الی یوم القیمۃ
لیکن اسکا حکم سبکے حق مین عام ہو کیونکہ یہ قاعدہ ہو کہ قرآن کے خطابات وقت نزول کے موجودین اور جو قیامت تک ہونگے سب کو شامل ہوتے ہین

ومن منكراتهم ايضا ان بعض الا يجب عليهم الحج من الفقراء يخرجون معهم بلا زاد ويقولون نحن متوكلون
اور ان خرابیون مین سے ایک برائی یہ ہے کہ بعض ایسے فقیر لوگ جنپر حج فرض نہین ہے بلا زاد سفر کے حاجیون کے ساتھ چل کھڑے ہوتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم متوکل ہین

فيكونون كلا على الناس وثقلا عليهم غير منفكين عن ابرامهم بالسؤال والسؤال حرام وهم يرتكبون
اور لوگون پر گران گذرتے ہین اور بھاری پڑتے ہین انکو انکی بھیک پوری کرنے سے فرصت نہین ملتی حالانکہ مانگنا حرام ہے اور یہ لوگ اس حرام کے

ذلك الحرام لاداء ما لا يجب عليهم بل يتركون كثيرا من الصلوات الخمس ويقعون في انواع المعاصي فيكون
مرتکب ہوتے ہین اس امر کے ادا کے لیے جو انپر واجب نہین ہے بلکہ اکثر اوقات پنجگانہ نمازین چھوڑ دیتے ہین اور طرح طرح کے گناہون مین مبتلا ہوجاتے ہین پس

سبب كمالهم وزيادتهم سببا لنقصانهم وخسرانهم وقد قال بعض المفسرين يأتي على الناس زمان يحج اغنياؤهم
جو انکی کمال اور زیادتی کا سبب تھا وہی انکی نقصان اور خسارہ کا باعث ہوجاتا ہے اور بعض مفسرین ذکر کیا ہے کہ لوگون پر ایک ایسا وقت آئیگا کہ مالدار لوگ عیش کے لیے حج کرینگے

للترفه واوساطهم للتجارة وقراؤهم للرياء والسمعة وفقراؤهم للمسألة ولا يبعد ان يقال وسراقهم للسرقة
اور اوسط درجہ کے لوگ تجارت کی غرض سے اور قاری دکھانے سنانے کے لیے اور فقرا مانگ کھانے کے لیے اور یہ کہنا بھی بعید نہین کہ اور چور چوری کرنے کی غرض سے

والحاصل ان الحج قد صار في هذا الزمان فتنة ومحنة لكثير من الناس حيث لا ينظرون فيما اوجبه الله تعالى
اور حاصل یہ ہے کہ حج آج کل بہتیرے لوگون کے لیے فتنہ اور بلا ہوگیا ہے کیونکہ نہین دیکھتے اسکو کہ اللہ نے انپر

عليهم فيه من حقوقه وحقوق عباده فانه تعالى اوجب عليهم الحج بشرط الاستطاعة وهي تقتضي
اپنے اور اپنے بندون کے حقوق مقرر کیے ہین بیشک اللہ نے انپر حج بشرط استطاعت فرض کیا ہے اور وہ چاہتی ہے

القدرة على ما يكفي الانسان مما يحتاج اليه مدة ذهابه ومجيئه من ماكول ومشروب ومركوب
اتنی قدرت کو کہ آدمی کی حاجتون آنے اور جانے کی مدت مین کفایت کرجائے کھانے اور پینے اور سواری کو

فمن الناس من يخرج الى الحج بلا زاد وراحلة لفقره فربما يهلك في الطريق عند حاجته الى الاكل والشرب
پھر بعضے لوگ جو بوجہ محتاجی کے بلا زاد و راحلہ چل کھڑے ہوتے ہین اکثر اوقات کھانے پینے اور سواری کی تکلیف سے

والركوب فيموت عاصيا لان الله تعالى نهاه عن السفر على تلك الحالة ومن خرج الى الحج من غير ان يملك
راستہ ہی مین ہلاک ہوجاتے ہین او گنہگار مرتے ہین اسلیے کہ خدا نے ایسی حالت مین سفر کرنے سے منع فرمایا ہے اور جو شخص حج کے لیے چل نکلا بدون اسکی کہ

ما يكفيه وقصد في خروجه ان يسأل الناس ما يحتاج اليه في وقت ضرورته من اكل وشرب وركوب
اسکے پاس کافی خرچ ہو اور چلتے وقت یہ ارادہ کرلیا کہ جس چیز کی ضرورت ہوگی حاجت کے وقت لوگون سے کھانا پینا سواری مانگ لیا کرونگا

فقد اساء اكبر اساءة لان الغالب من حال الحجاج ان يتزود كل واحد منهم قدر كفايته لمشقة الحمل وبعد
تو اسنے بہت ہی برا کیا اسلیے کہ اکثر حاجیون کا یہی حال ہوتا ہے کہ بقدر ضرورت توشہ لیجاتے ہین بوجھ کی تکلیف اور طول مسافت کی وجہ سے

الطريق فمن سافر معهم بلا زاد فانه يضايقهم في زادهم فيكون سفره هذا اذى لنفسه ولغيره واكثر من
پس جو شخص انکے ساتھ بغیر سامان کے جائیگا وہ انکے سامان مین انکا مہمان ہوگا پس یہ سفر خود اسکو اور اورون کو وبال ہوجائے گا اور اکثر ایسے کام وہی لوگ

يفعل هذا هم الذين لا يعرفون شرائط الدين واحكام الاسلام ولا يقصدون طاعة الله تعالى وطاعة
کرتے ہین جو دین کے شرائط اور اسلام کے احکام نہین جانتے اور عبادت الٰہی اور فرمانبرداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقصود نہین ہوتی

رسوله بل يقصدون قضاء ما تشتهيه نفوسهم من رؤية الاماكن البعيدة الغريبة ورؤية مكة
بلکہ مقصود اپنے دل کا ارمان نکالنا ہوتا ہے یعنے دور دور کے عجیب وغریب مقامات اور مکہ

والمدينة والتفرج على الناس في مجامعهم اذ يأتون من كل فج عميق وان يقال له الحاج لا همة له الا
ومدینہ کو دیکھنا اور لوگون کے مجمعون کو دیکھنا کیونکہ دور دور سے آتے ہین اور یہ کہ لوگ اسکو حاجی کہین بس یہی مقصود ہوتا ہے

ذلك ومنهم من يزين له الشيطان صحبة الركب ولا مقصود له الا اخذ اموال الناس من سرقة
اور بعضون کے دل مین شیطان سوارون کی صحبت ذہن نشین کردیتا ہے اور اسکا اس سے صرف یہ مقصود ہوتا ہے کہ لوگون کا مال چرا کر

او غصب وكيف يمكن فان الشيطان يجتهد دائما في ايقاع بني آدم في الشر فيفتح له بابا من الخير ليوقعه
یا زبردستی چھین کر یا جسطرح سے بنے تیجیے کیونکہ ہمیشہ شیطان آدمی کو برائی مین پھنسا دینے مین کوشان رہتا ہے تو انکو بھی بھلائی کا دروازہ کھولتا ہے تاکہ اسکی آڑ مین انکو
في انواع المعاصي والمحرمات في السر ومن منكراتهم ايضا انهم في اكثر الاحوال يضيعون حقوق ميتهم اذ قد
طرح طرح کے گناہون اور حرام کاریون مین پھنسا دے اور انہی برائیون مین سے ایک یہ ہے کہ وہ اکثر اوقات اپنے مردے کا حق تلف کر دیتے ہین کیونکہ کبھی
يموت واحد من رفقائهم حين كونهم نازلين فلا يغسلونه ولا يكفنونه ولا يصلون عليه بل يرتحلون
انکا کوئی رفیق مرجاتا ہے جبکہ یہ پڑاؤ مین ہوتے ہین تو اسکو نہ غسل دیتے ہین نہ کفن دیتے ہین نہ اسپر نماز پڑھتے ہین بلکہ کوچ کر جاتے ہین
ويتركونه هناك ضائعا بلا دفن ويقعون في الآثام لان كل واحد من هذه الامور من فروض الكفاية التي
اور اسکی لاش یونہی بے گور وکفن چھوڑ جاتے ہین اور گناہون مین پھنستے ہین اسلیے کہ اسمین کی ہر ایک بات فرض کفایہ ہے جسکو
اذا ترك واحد منها يأثم الكل فقد يموت حين كونهم ذاهبين في الطريق فيرمونه في مكان قفر بلا دفن ويأكله
اگر ایک بھی نکرے تو سب گنہگار رہتے ہین اور بعض وقت راستہ چلتے ہوے مرجاتا ہے تو اسکو یونہی چٹیل میدان مین بلا دفن کے پھینک دیتے ہین اور اسکی لاش
السباع وسبب ارتكابهم امثال هذه الجرائم خوفهم ان يأخذ بيت المال ماله ويختارون متاع الدنيا
درندے کھا جاتے ہین ان گناہون کے کرنے کا سبب یہ خوف ہے کہ اسکا مال کہین بیت المال مین نہ جمع ہو جائے اور بمقابلہ آخرت دنیا کی پونجی
على الآخرة ويضيعون امثال هذه الفروض ويقعون في الآثام فكيف يكون حجهم مبرورا والحاصل
کو پسند کرتے ہین اور ایسے ایسے فرض گنوا دیتے ہین اور گنہگار ہوتے ہین پھر بھلا انکا حج کیونکر مبرور ہو اور حاصل یہ ہے
ان من يريد ان يكون حجه مبرورا يلزمه ان يحج باقامة اركانه وواجباته وسننه ويحترز في الاحرام
کہ جو شخص چاہے کہ اسکا حج مبرور ہو لازم ہے کہ حج مع تمام فرائض اور سنتون اور واجبات کے ادا کرتا ہو اور احرام کے دنون مین
عن محظورات الاحرام وعن سائر المعاصي كلها كبائرها وصغائرها ويتوب قبل الاحرام عن الذنوب كلها
تمام باتون سے جو احرام مین منع ہین اور تمام چھوٹے بڑے گناہون سے بچتا ہے اور احرام سے پہلے تمام گناہون سے توبہ کر ڈالے
باداء الفروض والواجبات وارضاء الخصوم في حقوق العباد ويكون طعامه وشرابه ولباسه ومركبه من
مع تمام فرائض اور واجبات ادا کرنے اور حقوق عباد مین مدعیون کو راضی کرنے کے اور اسکا کھانا پینا اور کپڑا اور سواری سب
الحلال لا من الحرام اذ قد اختلف الفقهاء فيمن يحج بمال حرام هل يصح حجه ام لا فعند الامام احمد لا يصح ويجب
مال حلال سے ہو حرام سے نہو اسلیے کہ فقہا نے اسکو بارہ مین اختلاف کیا ہے کہ جو حرام مال سے حج کرے اسکا حج صحیح ہوتا ہے یا نہین پس امام احمد کے نزدیک نہین ہوتا اور اسکو
عليه ان يحج ثانيا بمال حلال وعند الثلثة يصح حجه ويسقط عنه الفرض ولا يجب عليه الاعادة لكن
مال حلال سے پھر دوبارہ حج کرنا چاہیے اور تینون امامون کے نزدیک اسکا حج صحیح ہے اور اسکے ذمہ سے فرض ادا ہو گیا اور اسپر دوبارہ حج کرنا ضرور نہین لیکن
لا يكون حجه مبرورا لان الشرط في كون الحج مبرورا الاجتناب عن كل ما نهى الله عنه مع اداء الحج بشروطه
اسکا حج مبرور نہین اسلیے کہ حج کے مبرور ہونے کے لیے شرط ہے بچنا ہر اس چیز سے کہ جس سے اللہ نے منع کیا ہے باوجود ادا کرنے حج کے تمام شرائط
واركانه وواجباته وسننه وآدابه فشرائطه نوعان شرائط الاداء وشرائط الوجوب اما شرائط الاداء
اور ارکان اور واجبات اور سنن اور آداب کے ساتھ سو اسکے شرائط دو قسم کے ہین شرائط ادا اور شرائط وجوب شرائط ادا تو
فهي الزمان والمكان والاحرام واما شرائط الوجوب فهي العقل والبلوغ والحرية والاستطاعة وسلامة
وقت اور مقام اور احرام ہین اور شرائط وجوب عقل اور جوانی اور آزادی اور استطاعت اور صحت
البدن وامن الطريق فلكون امن الطريق من شرائط الوجوب اختلف العلماء في وجوب الحج في هذا الزمان
بدنی اور راستہ کا امن ہے اور چونکہ شرط وجوب ہے اسکی وجہ سے اس زمانہ مین حج فرض ہونے مین علما نے اختلاف کیا ہے
لارتفاع الامن بظهور القرامطة وغيرهم من الفساق والسراق فقال ابو القاسم الصغاري لا شك
کیونکہ قرامطہ وغیرہ چورون اور فساق کے ظاہر ہونے کی وجہ سے امن جاتا رہا ہے ابو القاسم صغاری کہتے ہین کہ اس زمانہ مین

فی سقوط الحج عن النساء فی هذا الزمان وانما اشك فی سقوطه عن الرجال وقال ایضا لا اری الحج فرضا منذ عشرین
عورتون پرسے حج ساقط ہوجانے مین تو کوئی شک ہی نہین البتہ اگر شک ہے تو مردون پرسے حج ساقط ہوجانے مین اور یہ بھی کہا ہے کہ مین بیس برس سے

سنة منذ خرجت القرامطة والبادیة عندی دار الحرب وقال ابو بکر الاسکاف ولا اقول الحج فریضة فی
جب سے قرامطہ پیدا ہوے مین حج کو فرض نہین سمجھتا اور بادیہ میرے نزدیک دار الحرب ہے اور ابو بکر اسکاف کہتے ہین کہ مین نہین کہتا کہ اس زمانہ مین حج فرض ہے

زماننا قاله فی سنة ست وعشرین وثلثمائة وافتی ابو بکر الرازی ان الحج قد سقط عن اهل بغداد
یہ بات انھون نے ۳۲۶ھ ہجری مین کہی تھی اور ابو بکر رازی نے فتوی دیا ہے کہ اس زمانہ مین بغداد والون پر حج فرض نہین رہا

فی هذا الزمان وبه قال جماعة من المتاخرین قیل وانما قالوا ذلك لان الحاج لا یتوصل الی الحج الا بالرشوة
اور بہتیرے متاخرین کا بھی یہی فتوے ہے کہتے ہین کہ یہ لوگ ان باتون کے اسواسطے قائل ہوتے ہین کہ حاجی قرامطہ وغیرہ کو رشوت دیے بغیر

الی القرامطة وغیرهم فیکون الطاعة سببا للمعصیة فمتی صارت الطاعة سببا للمعصیة یرتفع
حج کو نہین پہونچ سکتا پس گویا عبادت معصیت کا سبب ہوئی پس جب عبادت معصیت کی باعث ہوئی تو وہ عبادت ہی نرہی

الطاعة لکن ذکر فی القنیة ان من قدر علی الحج یجب علیه الحج وان علم انه یؤخذ منه المکس اذ لو سقط الحج
لیکن قنیہ مین مذکور ہے کہ جو حج کی قدرت رکھتا ہو اسپر حج فرض ہے اگرچہ اسکو یقینی معلوم ہوجائے کہ اُس سے چنگی لیجائے گی اسلیے کہ اگر اتنی بات سے حج ساقط

به فمتی یعمل بقوله تعالی ولله علی الناس حج البیت وسئل ابو الحسن الکرخی عمن لا یخرج الی الحج خوفا
ہوجائے تو پھر اس فرمان خداوندی پر کب عمل ہوگا اور اللہ کے لیے ہے لوگون پر حج بیت اللہ کا اور ابو الحسن کرخی سے انکا حکم پوچھا گیا جو قرامطہ کے خوف سے حج کو

من القرامطة فقال ما سلمت البادیة عن الافات یعنی ان البادیة لا تخلو عن الافات لقلة الماء وشدة
نہین جاتے آپنے فرمایا کہ جنگل آفتون سے سالم نہین یعنے جنگل آفتون سے کبھی بھی خالی نہین رہا بوجہ پانی کی قلت اور گرمی کی شدت

الحر وهیجان الریح السموم وقال الفقیه ابو اللیث ان کان الغالب فی الطریق السلامة یجب وان کان
اور تیز لو کے چلنے کے اور فقیہ ابو اللیث فرماتے ہین اگر راستہ مین غالب گمان سلامتی کا ہے تو حج فرض ہے اور اگر گمان

الغالب خلاف ذلك لا یجب وعلیه الاعتماد وفرائضه الاحرام والوقوف بعرفة وطواف الزیارة فان فات
غالب اسکے خلاف کا ہے تو واجب نہین ہے اور اسی قول پر اعتماد ہے اور حج کے فرائض یہ ہین احرام باندھنا اور عرفات پر ٹھہرنا اور طواف زیارت اگر انمین سے

واحد منها یبطل حجه ویجب قضاؤه فی العام القابل وواجباته السعی بین الصفا والمروة والوقوف
ایک بھی فوت ہوگا تو حج باطل ہوجائے گا اور سال آیندہ مین اسکی قضا واجب ہوجائے گی اور اسکے واجبات یہ ہین صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا اور مزدلفہ مین ٹھہرنا

بالمزدلفة ورمی الجمار والحلق او التقصیر وطواف الصدر للافاقی فان ترك شیئا منها یجوز حجه
اور کنکری پھینکنا اور سر منڈوانا یا بال کتروانا اور طواف صدر آفاقی کے لیے اگر انمین سے کوئی چیز چھوڑدی تو حج ہوجائے گا لیکن

وعلیه الدم وما عدا ذلك سنن واداب ووقته شوال وذو القعدة وعشر ذی الحجة ویکره الاحرام للحج
اسپر قربانی واجب ہوگی اور سوا ان امور کے سنن اور آداب ہین اور حج کا وقت ماہ شوال اور ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے اور اس سے پہلے حج کا احرام مکروہ ہے

قبل ذلك لان الاحرام ربما یطول فربما یقع فی الحرام ولا یکون حجه مبرورا فان من احرم للحج والعمرة وارتکب
اسلیے کہ مدت احرام کی بڑہ جائے گی تو شاید حرام مین پڑجائے اور اسکا حج مبرور نہو کیونکہ جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اور احرام کے

شیئا من محظورات الاحرام بلا عذر یخرج حجه عن ان یکون مبرورا وان تاب الی الفور لان التوبة ترفع
ممنوعات مین سے کوئی امر بلا عذر کر بیٹھا تو اُسکا حج مبرور نرہا اگرچہ فی الفور توبہ بھی کرلے اسلیے کہ توبہ گناہ کو دور کردیتی ہے

الاثم ولا ترفع ما وقع من نقصان ثواب الحج لان الشرط فی کون الحج مبرورا ان لا یقع فی حال الاحرام ذنب
لیکن حج کے ثواب کے نقصان کو دور نہین کرسکتی اسلیے کہ حج کے مبرور ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ بلا عذر کوئی گناہ

من الذنوب بلا عذر والاحرام النیة والتلبیة وهما رکنان فی الاحرام لا یصح الاحرام باحدهما دون الاخر
احرام کی حالت مین نہو اور احرام نیت اور تلبیہ ہے یہ دونون احرام کے رکن ہین ایک سے احرام نہین ہوتا بدون دوسرے کے

فمن اراد الاحرام يتوضأ او يغتسل والغسل افضل وينزع المخيط ويلبس ثوبين ازارا ورداء جديدين
پس جو شخص احرام باندھنا چاہے وضو کرے یا غسل کرے اور غسل کرنا افضل ہے اور سلے ہوئے کپڑے اوتار ڈالے اور صرف دو کپڑے تہمد اور چادر پہن لے نئے ہوں

او غسيلين والجديد افضل ويقص شاربه ويقلم اظفاره ويحلق عانته ثم يصلي ركعتين و
خواہ دھلے ہوئے۔ اور نئے ہوں تو بہتر ہے۔ اور مونچھیں کتروا ڈالے اور ناخون ترشوائے اور موئے نہانی مونڈ ڈالے پھر دو رکعت نماز ادا کرے اور

يقول بعد السلام اللهم اني اريد الحج فيسره لي وتقبله مني ثم يلبي ويقول برفع الصوت لبيك اللهم
سلام پھیرنے کے بعد کہے خدایا میں حج کرنا چاہتا ہوں تو مجھے آسان کر دے اور مجھ سے قبول کر لے۔ پھر تلبیہ کہے یعنی بلند آواز سے یوں کہے حاضر ہوں خدایا

لبيك لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك ولا ينقص منها وان زاد
حاضر ہوں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں۔ بیشک حمد اور نعمت اور ملک تیرا ہی ہے تیرا کوئی ساجھی نہیں۔ اس عبارت میں کچھ نہ گھٹائے اور اگر کچھ بڑھا دے

يجوز فاذا اتى بالنية والتلبية فقد احرم ويتقي محظورات احرامه وهي الرفث والفسوق والجدال
تو جائز ہے۔ پھر جب نیت کر کے تلبیہ پڑھ چکے تو احرام ہو گیا۔ اب جو باتیں احرام میں منع ہیں ان سے بچتا رہے اور وہ فحش بکنا عورتوں کے سامنے اور بدکاری اور لڑائی جھگڑا

والتعرض للصيد بالاخذ او الاشارة او الدلالة او الاعانة ولا يلبس مخيطا قباء او قميصا او سراويل او
اور شکار کا چھیڑنا پکڑ کے یا اشارہ کر کے یا بتلا کے یا مدد دے کر اور سلا ہوا کپڑا قبا یا کرتا یا پاجامہ

عمامة او قلنسوة او خفا الا ان يقطع الخف اسفل من الكعبين ولا يأخذ شعرا ولا ظفرا ولا يقتل القمل
یا پگڑی یا ٹوپی یا موزے نہ پہنے ہاں اگر موزے ٹخنے کے نیچے تک کتر ڈالے تو خیر اور بال اور ناخن نہ کٹوائے اور جوں نہ مارے

ولا يغطي رأسه ولا وجهه ولا بأس بالاستظلال بالبيت والمحمل ولا يحك رأسه الا برفق حتى روي
نہ سر ڈھکے نہ منہ اور مکان یا کجاوے کے سایہ میں بیٹھنے میں مضائقہ نہیں اور نہ سر کھجائے مگر نرمی سے یہاں تک کہ

عن ابي حنيفة انه يحكه ببطون الاصابع كيلا يؤذي شيئا من هوام رأسه ويكثر التلبية برفع
ابی حنیفہ سے ہے۔ ایسا ہے کہ انگلیوں کے اندر کی جانب سے کھجائے تاکہ سر کے کسی جانور کو تکلیف نہ ہو۔ اور بلند آواز سے بکثرت لبیک کہے

الصوت متى صلى او علا شرفا او هبط واديا او لقي ركبا ... اذا دخل مكة يبتدأ بالمسجد وحين
جب کبھی نماز پڑھے یا بلندی پر چڑھے یا پستی کی طرف اترے ... اور جب مکہ میں داخل ہو تو پہلے مسجد حرام میں جائے اور جب

رأى البيت ... وهلل ثم يستقبل الحجر مكبرا مهللا رافعا يديه كما في الصلاة ويستلمه ... الاستلام
بیت اللہ کو دیکھے تو اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہے پھر حجر اسود کی طرف منہ کر کے اور تکبیر اور لا الہ الا اللہ کہتا ہوا اور اپنے ہاتھ اٹھائے جس طرح نماز میں اٹھاتا ہے اسکو چومے ...

عند الفقهاء ان يضع كفيه على الحجر ويقبله بفمه ان قدر بلا ايذاء احد لان الاستلام سنة وترك
اور فقہا کے نزدیک چومنے کا یہ قاعدہ ہے کہ اپنی دونوں ہتھیلیاں حجر اسود پر رکھے اور اپنے منہ سے اسکو چوم لے اگر کسی کو ایذا دیے بغیر ممکن ہو اور ایذا سے

الايذاء واجب فالاتيان بالواجب اولى وان لم يقدر على ذلك يمسه شيئا في يده ويقبله وان عجز
بچنا واجب ہے پس واجب کا لحاظ رکھنا مقدم ہے اور اگر اسپر قدرت نہ ہو تو کسی چیز سے چھولے جو اسکے ہاتھ میں ہو اور اسکو چوم لے اور اگر یہ دونوں

عنهما يستقبله رافعا يديه حذاء منكبيه جاعلا ظاهرهما نحو وجهه وباطنهما نحو الحجر مشيرا
صورتیں ممکن نہ ہوں تو حجر اسود کے مقابل کھڑا ہو جائے اور دونوں شانوں کے برابر ہاتھ اٹھا کر ہتھیلی کی پشت اپنے منہ کی جانب اور ہتھیلی حجر اسود کی طرف کر کے ان دونوں ہاتھوں سے حجر اسود کی طرف

بهما اليه مكبرا مهللا حامدا لله تعالى ومصليا على النبي عليه السلام ويطوف طواف القدوم وراء الحطيم
اشارہ کرتا ہوا اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہتا ہوا اللہ کی حمد کرتا ہوا اور نبی علیہ السلام پر درود بھیجتا ہوا پھر طواف قدوم کرے اور حطیم کو اندر لیکر

آخذا عن يمينه مما يلي الباب جاعلا رداءه تحت ابطه اليمنى ملقيا طرفه على كتفه اليسرى
داہنی طرف سے جو باب سے ملا ہوا ہے شروع کرے اپنی چادر بغل کے نیچے داب کر اور اوسکے کنارے بائیں مونڈھے پر ڈال کر

سبعة اشواط يرمل في الثلثة الاول فقط من الحجر الى الحجر كلما مر بالحجر فعل به ما ذكر من الاستلام
سات گردشیں دے اور صرف پہلی تین گردشوں میں اکڑ کے چلے حجر سے حجر تک اور جب حجر کے پاس پہنچے بوسہ دے جس طرح کہ اوپر مذکور ہوا

ویستلم الرکن الیمانی وهو حسن ولا یستلم غیرهما ویختم الطواف باستلام الحجر ثم یصلی رکعتین عند
اور رکن یمانی کو بوسہ دے اور یہی بہتر ہے۔ اور ان دونوں کے سوا اور کسی کو بوسہ نہ دے اور طواف کو حجر کے استلام پر ختم کرے۔ پھر دو رکعتین پڑھے

المقام او غیره من المسجد ان منعه الزحام وهذه الصلوة واجبة بعد کل اسبوع ثم یعود
مقام ابراہیم میں یا مسجد میں کسی اور جگہ اگر ازدحام مانع ہو۔ اور یہ نماز ہر سات طواف کے بعد واجب ہے پھر پلٹ کر

ویستلم الحجر ویخرج من المسجد ویصعد الصفا ویستقبل البیت ویکبر ویهلل ویصلی
حجر کا استلام کرے اور مسجد سے نکل کر صفا پر چڑھ جائے اور بیت اللہ کی طرف منہ کرے اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہے اور حضور

علی النبی علیه السلام ویرفع یدیه ویدعو ما شاء ثم یمشی نحو المروة علی هیأته حتی یصل بطن الوادی
علیہ السلام پر درود پڑھے۔ اور ہاتھ اٹھا کر جو چاہے دعا مانگے۔ پھر مروہ کی طرف اپنی معمولی چال سے چلے۔ یہاں تک کہ بطن وادی میں پہونچے

ثم یسعی بین المیلین الاخضرین فاذا جاوز بطن الوادی یمشی علی هیأته حتی یأتی المروة فاذا انتهی
پھر میلین اخضرین کے درمیان دوڑ کر چلے۔ اور جب بطن وادی سے گذر جائے تو اپنی چال سے چلنے لگے۔ یہاں تک کہ مروہ تک جا پہونچے جب وہاں پہونچے

یصعد علیها ویفعل ما فعل علی الصفا ثم ینزل عنها ویتوجه الی الصفا یفعل هکذا سبعًا یبدأ
تو اوپر چڑھ جائے اور وہی عمل کرے جو صفا پر کیا تھا پھر مروہ سے اترے اور صفا کی طرف جائے اسی طرح سات مرتبہ کرے صفا سے شروع کرے

بالصفا ویختم بالمروة ثم یسکن بمکة محرمًا ویطوف بالبیت نفلا ما شاء فاذا صلی بمکة فجر ثامن
اور مروہ پر ختم کرے پھر احرام باندھے ہوئے مکہ میں رہے۔ اور بیت اللہ کا طواف نفلی کیا کرے جس قدر چاہے۔ اور جب مکہ میں ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ صبح کی نماز پڑھ چکے

الشهر یخرج الی منی ویمکث بها الی فجر عرفة ثم یروح الی عرفات وکلها موقف الا بطن عرنة فبعد
تو منی کو جائے وہاں جا کر عرفہ کی فجر تک ٹھہرا رہے۔ پھر عرفات میں جائے اور وہ سب ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ سوا بطن عرنہ کے پس بعد اسکے کہ

ما صلی الظهر والعصر فی وقت الظهر یذهب الی الموقف بغسل سن وبعد الغروب یأتی الی المزدلفة
ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے ظہر کے وقت پڑھ چکے تو موقف کی طرف غسل مسنون کر کے جائے اور دن چھپے مزدلفہ کو جائے

وکلها موقف الا وادی محسر وینزل عند جبل قزح ویصلی العشائین ههنا باذان واقامة فاذا طلع
اور وہ سب سوا وادی محسر کے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ اور جبل قزح کے پاس اترے اور یہاں مغرب اور عشا ملا کر پڑھے اور اذان اور تکبیر کہے۔ اور جب صبح ہو جائے

الفجر یصلی الفجر بغلس وهو ظلمة فی آخر اللیل ثم یقف ویکبر ویهلل ویصلی علی النبی علیه السلام
تو فجر کی نماز غلس میں پڑھے۔ اور غلس آخر رات کی تاریکی کو کہتے ہیں۔ پھر ٹھہر کر اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہے اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے

ویدعو واذا اسفر یأتی منی ویرمی جمرة العقبة من بطن الوادی من اسفله الی اعلاه سبع حصیات
اور دعا مانگے اور جب روشنی ہو جائے تو منی میں آئے اور جمرۃ العقبہ پر بطن وادی سے نیچے سے اوپر کی طرف سات کنکریاں پھینکے

خذفا ویکبر بکل منها فیقول بسم الله والله اکبر رجما للشیطان وحزبه اللهم اجعل حجی مبرورا وسعیی
انگوٹھے سے اور ہر کنکری پر تکبیر کہے اس طرح کہ بسم اللہ واللہ اکبر شیطان اور اسکے گروہ کو پتھر مارنے کے لیے خداوندا تو میرا حج مبرور کر اور میری کوشش

مشکورا وذنبی مغفورا ویقطع التلبیة باولها ثم یذبح ان شاء ثم یقصر والحلق افضل ویحل له کل شیء
مشکور کر اور میرے گناہ معاف فرما اور پہلی کنکری ہی پر تلبیہ موقوف کر دے پھر اگر چاہے تو قربانی کرے پھر بال کترا دے اور سر منڈانا افضل ہے اور سب وقت اسکو احرام کی ممنوعات میں سے

من محظورات الاحرام الا النساء ثم یطوف للزیارة یوما من ایام النحر سبعة اشواط بلا رمل ولا سعی
عورتوں کے سوا سب چیزیں حلال ہیں۔ پھر ایام نحر میں سے کسی دن طواف زیارت کرے سات پھیرے بدون رمل اور سعی کے

ان فعل الرمل والسعی قبل والا فبهما وان اخره عن ایام النحر کره ویجب الدم ثم یأتی منی ویرمی الجمار
اگر رمل اور سعی پہلے کر چکا ہو ورنہ مع ان دونوں کے اور اگر طواف زیارت کو ایام نحر سے موخر کر دیا تو مکروہ ہے اور قربانی کرنا واجب ہے پھر منی میں آئے اور تینوں جمروں کو

الثلث بعد الزوال ثانی النحر یبدأ بما یلی مسجد الخیف ثم بما یلیه ثم بالعقبة سبعا سبعا ویکبر بکل
ایام نحر کے دوسرے دن کو ڈھلنے کے بعد کنکریاں مارے اس جمرہ سے شروع کر کے جو مسجد خیف سے متصل ہے پھر جو اس سے متصل ہے پھر جمرۃ العقبہ سے سات سات کنکریاں اور ہر کنکر کے ساتھ تکبیر کہتا جائے

حصاة ويقف بعدكل رمي بعدة رمي يعود ولا يقف بعد الثالثة ولا بعد رمي يوم النحر ثم غداً كذلك
اور اُس رمی کے بعد ٹھہر کر دعا مانگا کرے جسکے بعد اور رمی باقی ہو اور تیسری رمی کے بعد نہ ٹھہرے اور نہ یوم نحر کی رمی کے بعد۔ اسی طرح اُسکے دوسرے دن اور ایسے ہی

وبعد غدٍ كذلك ان مكث ويكره ان لا يبيت بمنى ليالي الرمي اذا اراد الرجوع الى وطنه يطوف للصدر
تیسرے دن بھی کرے اگر ٹھہرے اور رمی کی راتوں میں منیٰ میں نہ رہنا مکروہ ہے اور جب وطن کی واپسی کا ارادہ کرے تو طواف صدر

سبعة اشواط بلا رمل ولا سعي ثم يصلي ركعتين ثم يشرب من زمزم ثم يأتي البيت ويقبل العتبة
سات گردشیں بدون رمل اور سعی کے کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے اور زمزم کا پانی پیے پھر بیت اللہ کے پاس آئے اور آستانہ کو بوسہ دے

ويضع صدره ووجهه على الملتزم وهو ما بين الحجر والباب ويتشبث بالاستار ساعة ويدعو مجتهداً
اور اپنا سینہ اور منھ ملتزم پر رکھے اور ملتزم حجر اور باب کے بیچ میں ہے پھر گھڑی بھر پردۂ کعبہ کو تھامے رہے پھر عاجزی سے دعا مانگے

ويبكي على فراق الكعبة ويرجع قهقرى حتى يخرج من المسجد والمرأة كالرجل الا انها تلبس المخيط ولا
اور کعبہ کی جدائی پر روئے۔ اور الٹے پیروں واپس ہو یہاں تک کہ مسجد سے نکل آئے اور عورت کا حال بھی مرد کا سا ہے اتنا فرق ہے کہ عورت سلا ہوا کپڑا پہنے

تكشف راسها بل تكشف وجهها ولو اسدلت عليه شيئاً وجافته عنه يصح ولا ترفع صوتها بالتلبية
اور سر نہ کھولے بلکہ منھ کھولے رکھے اگرچہ کسی کپڑے سے گھونگھٹ رکھے لیکن کپڑا منھ سے جدا رکھے تو بھی صحیح ہے اور تلبیہ بلند آواز سے نہ کرے

ولا تقرب الحجر الا عند كونه خالياً ولا ترمل في الطواف ولا تسعى بين الميلين بل تمشي على هيأتها
اور حجر کے پاس نہ جائے مگر اُسوقت جبکہ مجمع سے خالی ہو جائے۔ اور طواف میں رمل نہ کرے اور نہ سعی میلین کے درمیان کرے بلکہ اپنی چال پر چلی جائے اور

ولا تحلق بل تقصر وان حاضت عند الاحرام تغتسل ويكون هذا الغسل للاحرام لا للصلوٰة ويفيد النظافة
سر نہ منڈائے بلکہ لٹ کتروا ڈالے اور اگر احرام باندھتے وقت حائض ہو جائے تو غسل کر ڈالے اور یہ غسل احرام کے لیے ہوگا نماز کے لیے نہیں۔ اس سے طہارت ہو گی

لغير الطواف وهو بعد الركنين اللذين هما الوقوف بعرفة وطواف الزيارة يسقط طواف الصدر ولا يجب عليها شيء
طواف کے علاوہ امور کے لیے۔ اور حیض بعد دو رکن کے کہ وہ وقوف عرفات اور طواف زیارت ہے طواف صدر کو ساقط کر دیتا ہے اور اُسکی ترک کے سبب اُسپر کچھ واجب نہیں ہوتا

بتركه ولا بتاخير طواف الزيارة عن ايام النحر بسبب الحيض ثم ينبغي ان يعلم ان المرأة شابة كانت او عجوزاً
اور نہ حیض کی وجہ سے طواف میں ایام نحر سے تاخیر ہو جانے سے پھر یہ بھی معلوم کرنا لازم ہے کہ عورت جوان ہو یا بڑھی

اذا كان بينها وبين مكة مسيرة سفر لا يثبت لها الاستطاعة الا بمحرم وهو الزوج ومن لا يجوز نكاحها
جب اُسکے اور مکہ کے درمیان سفر کی مسافت ہو تو اُسکو استطاعت حاصل نہیں مگر محرم کے ساتھ اور وہ شوہر ہے اور ایسا شخص جسکے ساتھ اُسکا نکاح

على التابيد بنسب او رضاع او صهرية وان لم يكن لها محرم لا يجب عليها ان تتزوج ليحج بها وذكر في التجنيس
کبھی کسی حال میں درست نہیں نسب کی وجہ سے یا دودھ پلائی کی وجہ یا رشتہ دامادی سے اور اگر اُسکا کوئی محرم نہیں ہے تو اُسپر یہ واجب نہیں ہے کہ حج کے واسطے خاوند کرے اور تجنیس میں مذکور ہے کہ

ان محرمها ان كان فاسقاً او مجنوناً او صبياً لا يجب عليها الحج ويحرم عليها السفر معه ويشترط لها
اگر اُسکا محرم فاسق یا مجنون یا لڑکا ہو تو اُسپر حج واجب نہیں ہے اور ایسی قوم کے ساتھ سفر حرام ہے اور عورت کو یہ بھی شرط ہے

ان تكون خالياً عن العدة عند خروجها الى الحج حتى لو كانت في العدة لا تخرج الى الحج وكذا لو وجب
کہ حج کو چلتے وقت عدت کے ایام سے فارغ ہو یہاں تک کہ اگر عدت میں ہو تو حج کو نہ جائے۔ ایسے ہی اگر اُسپر

لها العدة في الطريق في مصر من الامصار وبينها وبين مكة مسيرة سفر لا تخرج عن ذلك المصر ما لم تنقض
عدت راستہ میں کسی شہر میں واجب ہو جائے اور اُس شہر سے مکہ تک بقدر مسافت سفر فاصلہ ہو تو اُس شہر سے نہ نکلے جب تک

عدتها يسرنا الله تعالى اعمالاً مطابقاً لرضاه بمنه وفضله

عدت نہ پوری ہو۔ خدا اپنے فضل وکرم سے اپنی مرضی کے مطابق کام کرنا ہمپر آسان کر دے۔

المجلس الحادي والعشرون في بيان فضائل الزكوٰة وغوائل تركها

اکیسویں مجلس زکوٰۃ کے فضائل اور نہ دینے کی سختیوں کے بیان میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نہیں ہے کوئی

صاحب ذهب ولا فضة لا يؤدي منها حقها الا اذا كان يوم القيمة صفحت له صفائح من نار

سونے چاندی والا کہ اُن میں سے اسکا حق نہ دیتا ہوگا مگر جب قیامت کا دن ہوگا اُسکے لیے آگ کی لوحیں بنائی جائینگی

فاحمي عليها في نار جهنم فتكوى بها جنباه وجبينه وظهره كلما بردت اعيدت له في يوم

پھر دوزخ کی آگ میں وہ گرم کی جائینگی اور اُسکی دونوں کروٹیں اور پیشانی اور پشت اُس سے داغی جائینگی۔ اور جب ٹھنڈی ہوجائینگی تو پھر گرم کی جائینگی ایسے دن میں

كان مقداره خمسين الف سنة حتى يقضى بين العباد فيرى سبيله اما الى الجنة واما الى النار

جسکی مقدار پچاس ہزار برس ہو یہاں تک کہ تمام خلق کا حساب ہو چکے گا اُسوقت اپنی راہ جانے گا یا تو جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف

هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة رض فانه عليه السلام ذكر فيه جنسين من المال وهما

یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے۔ اور راوی اسکے حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔ سو حضور علیہ السلام نے یہیں مال کی صرف دو قسمیں بیان فرمائیں

الذهب والفضة ثم افرد الضمير الراجع اليهما فقال لا يؤدي منها حقها نظرا الى المعنى دون اللفظ

سونا اور چاندی پھر جو ضمیر آگے چلکر ان دونوں کی طرف پھری ہے وہ مفرد ہے اور یوں فرمایا ہے کہ نہ ادا کرے اُسمیں سے حق اُسکا ۔ یہ معنے کو لحاظ سے نہ لفظ کے

لان المراد بهما دنانير ودراهم وقيل يحتمل ان يراد بهما الاموال لان الحكم عام وتخصيصهما بالذكر

اسلیے کہ انسے مراد درہم و دینار ہیں۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ شاید سونے چاندی سے مراد ہر قسم کا مال ہو۔ اسلیے کہ حکم تو عام ہے اور ذکر میں ان کی تخصیص

لفضلهما على سائر الاموال من حيث انهما اصل التمول وثمن الاشياء وبمثله ورد قوله تعالى والذين يكنزون

تمام مالوں پر انکی فضیلت کی وجہ سے ہے اسلیے کہ یہی دونوں مالداری کی جڑ ہیں اور چیزوں کی قیمت ہیں اور ایسا ہی قرآن شریف میں آیا ہے۔ اور جو لوگ

الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ

سونا اور چاندی گاڑ رکھتے ہیں اور اُسکو خدا کی راہ میں صرف نہیں کرتے اُنکو دردناک عذاب کی خبر دیدو۔ جسدن دوزخ میں اُسپر آگ دہکائی جاے گی

فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ

تو اُس سے اُنکی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھ داغے جائینگے۔ یہ ہے جسکو تم اپنے لیے گاڑتے تھے۔ پس اپنی گاڑی ہوئی دولت کا مزہ چکھو

والمراد بعدم اداء حقها وبعدم انفاقها في سبيل الله عدم اداء زكاتها فان الذين يجمعون الاموال

اُسکا حق ادا نکرنے اور خدا کی راہ میں خرچ نہ کرنے سے زکوٰۃ نہ ادا کرنا مراد ہے۔ پس جو لوگ مال جمع کرتے ہیں

ويدخرونها ولا يعطون زكاتها يعذبون يوم القيمة بانواع من العذاب فمن جملتها ما ذكر في هذه الاية

اور اُسکو ذخیرہ کرتے ہیں اور اُسکی زکوٰۃ نہیں دیتے قیامت کے دن طرح طرح کا عذاب انکو دیا جائیگا منجملہ اُن عذابوں کے ایک تو یہی ہے جو اس آیت

وهذا الحديث ووجه تخصيص هذه الاعضاء بذلك العذاب ان صاحب المال اذا لم يعود نفسه

اور حدیث میں بیان ہوا۔ اور اس عذاب کے ساتھ ان اعضا کو مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مالدار جب زکوٰۃ دینے کی عادت نہیں ڈالتا

اعطاء الزكوة بعد وجوبها ومجيء وقتها فهو اذا رأى الفقير الطالب للزكوة يعبس وجهه واذا سأله يعرض

اگرچہ زکوٰۃ اُسپر واجب ہو اور وقت بھی آپہونچے۔ پس وہ جب فقیر طالب زکوٰۃ کو دیکھتا ہے تو مُنھ بگاڑ لیتا ہے اور جب وہ اُس سے مانگ بیٹھتا ہے تو مُنھ موڑ کر

عنه ويولي اليه جنبه واذا بالغ في السؤال يقوم من مقامه ويولي اليه ظهره ويذهب ولا يعطيه

پہلو موڑ لیتا اور بدل لیتا ہے اور اگر وہ سوال میں زیادتی کرتا ہے تو اُٹھ کھڑا ہوجاتا ہے اور پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے اور اُسکو کچھ نہیں دیتا

شيئا من حقه الذي هو الزكوة فتاذى الفقير بكل واحد من هذه الافعال فيعذبه الله تعالى

اسکا حق جو کہ زکوٰۃ ہے پس فقیر کو اُسکی ہر ایک حرکت سے ایذا ہوتی ہے۔ سو اللہ اُسکو یہ عذاب دے گا

بجعل امواله التي هي الدنانير والدراهم الواحا من نار تكوى بها تلك الاعضاء التي اذى بها الفقير

کہ اُسکے تمام مال یعنے درہم و دینار کی تختیاں آگ کی بنا دیگا اور اُس سے وہ عضو داغے جائینگے جنسے فقیر کو ایذا دی تھی

وقد روي عن ابن مسعود رض انه قال لا يوضع دينار على دينار ولا درهم على درهم ولكن يوسع جلده

اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ دینار دینار پر اور درہم درہم پر نہیں رکھا جائے گا بلکہ اُسکی کھال کو پھیلا دینگے

حتی یوضع کل دینار ودرہم موضعًا علی حدۃ کلما تم ووصل کیہا من اولہا الی اخرہا اعید ذلك الکی الی
حتی کہ سب درہم و دینار علیحدہ علیحدہ رکھے جائینگے جب پورے ہوکر اُنکا داغ اول سے آخر تک ملجائے گا - پھر وہ داغ

اولہا حتی یصل الی اخرہا ہکذا یستمر ہذا النوع من العذاب یوم القیمۃ حتی یحکم بین العباد فیری
اول سے آخر تک دوہراکر ملائینگے - اسی قسم کا عذاب قیامت کے دن اسپر برابر ہوتا رہے گا یہان تک کہ سب کا حساب ہو چکے گا

سبیلہ اما الی الجنۃ ان لم یکن لہ ذنب سواہ او کان لکن اللہ تعالی عفا عنہ واما الی النار ان کان علی خلاف
اُسوقت معلوم ہوگا کہ یا تو اُسکی راہ جنت کی طرف ہے اگر سوا اسکے کوئی اور گناہ اُسکا نہین ہے یا ہے لیکن خدا نے معاف کردیا ہے یا دوزخ کی طرف ہے اگر اُسکی حالت

ذلك وفی حدیث اخر انہ علیہ السلام قال من اتاہ اللہ مالا فلم یؤد زکاتہ مثل لہ مالہ یوم القیمۃ
اُسکے خلاف ہے - اور ایک اور حدیث مین ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جسکو خدا نے مال دیا اور اُسنے زکوٰۃ نہین دی تو قیامت کے دن

شجاعا اقرع لہ زبیبتان یطوقہ ثم یاخذ بلہزمتیہ فیقول انا مالك انا کنزك ثم تلا ولا یحسبن
اُسکا مال گنجا سانپ بنادیا جائیگا جسکے دو داغ ہونگے جو اُسکے گلے کا طوق ہوجائیگا پھر اُسکو دونون جبڑے پکڑے گا اور کہیگا مین تیرا مال ہون مین ہی تیرا خزانہ ہون پھر آپنے یہ آیت پڑھی

الذین یبخلون بما اتہم اللہ من فضلہ ہو خیرا لہم بل ہو شر لہم سیطوقون ما بخلوا
اور نہ سمجھین وہ لوگ جو بخل کرتے ہین اُسپر جو اللہ نے انکو اپنے فضل سے دیا کہ یہ انکے حق مین بہتر ہے بلکہ یہ اُنکے لیے بُرا ہے عنقریب طوق بنائے جاینگے اُسکا جسپر بخل کرتے تھے

بہ یوم القیمۃ فانہ علیہ السلام بین فی ہذا الحدیث ان من اعطاہ اللہ تعالی مالا ولم یؤد زکوۃ مالہ
قیامت کے دن - سو پیغمبر علیہ السلام نے اس حدیث مین یہ بیان فرمایا کہ جسکو اللہ نے مال عنایت کیا اور اُسنے اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دی

یجعل مالہ یوم القیمۃ فی صورۃ الحیۃ التی تحسر شعر راسہا من کثرۃ سمہا وطول عمرہا ولہا فوق
تو اُسکا مال قیامت کے دن ایسے سانپ کی صورت بنادیا جائے گا جسکے سر کے بال زہر کی کثرت اور درازی عمر کی وجہ سے گر گئے ہون اور اُسکی

عینیہا نکتتان سوداوان وہی وحش ما یکون من الحیات وتجعل فی عنقہ کالطوق ثم یاخذ بشدقیہ
دونون آنکھون کے اوپر دو سیاہ داغ ہون - اور یہ تمام قسم کے سانپون سے بدتر قسم ہے اور اُسکی گردن مین یہ سانپ مثل طوق کے ڈالا جائے گا پھر وہ اُسکو دونون کلّے پکڑکر

وتلدغہ وتقول لہ انا مالك الذی جمعتہ ولم تؤد زکاتہ فلما کان فی منع الزکوۃ مثل ہذا التشدید
کاٹے گا اور کہیگا کہ مین تیرا وہی مال ہون جسکو تونے جمع کیا تھا اور زکوٰۃ نہین دی تھی تو جب زکوٰۃ نہ دینے مین اتنی بڑی سختی ہے

الشدید لزم بیان وجہ الحکمۃ فی ایجابہا وہو الامتحان لان التلفظ بکلمۃ الشہادۃ التزام للتوحید
تو زکوٰۃ واجب کرنے کی حکمت بیان کردینا لازم ہوا - اور وہ امتحان ہے - کیونکہ کلمۂ توحید زبان سے پڑھنا توحید کو لازم کر لیتا ہے

وشہادۃ بانفراد المعبود وادعاء المحبۃ فان من یقول اشہد ان لا الہ الا اللہ یصیر کانہ قال انی
اور معبود کی یکتائی کی شہادت ہے اور محبت الٰہی کا دعویٰ ہے کیونکہ جو شخص کہتا ہے کہ مین گواہی دیتا ہون کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہین ہے وہ گویا یہ کہتا ہے کہ مین نے

رأیت بقلبی وعلمت بعقلی ان لا معبود ولا محبوب الا اللہ فالتزمت عبادتہ ومحبتہ ولا اعبد
اپنے دل سے معلوم کیا اور اپنی عقل سے جانا کہ اللہ کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ محبوب پس مین نے اُسکی عبادت اور محبت اپنے ذمے لازم کرلی ہے نہ پوجون گا اور نہ

ولا احب الا ایاہ فیلزم الوفاء بما ادعاہ من التوحید فی المحبۃ وتمام الوفاء ان لا یبقی للموحد محبوب
محبت رکھونگا - مگر اسی کی - پس توحید کی وجہ سے جس محبت کا دعویٰ کیا ہے اسکا پورا کرنا ضروری ہے اور وفا کا کمال یہ ہے کہ موحد کا کوئی محبوب سوا

سوی الفرد الواحد لان المحبۃ لا تقبل الشرکۃ والتوحید باللسان قلیل النفع وانما یظہر درجۃ
سوائے ایک ذات واحد کے اسلیے کہ محبت شرکت کو قبول نہین کرتی - اور زبانی توحید قلیل النفع ہے اور محبت کا درجہ

المحبۃ بمفارقۃ المحبوبات والاموال محبوبۃ للخلق لکونہا الۃ لتنعمہم وقضاء حاجاتہم فی دنیا
تمام محبوبات کے چھوڑ دینے ہی سے کھلتا ہے اور خلقت کو مال زیادہ پیارا ہوتا ہے کیونکہ ذریعہ ہے دنیا مین عیش اور کاربرآری کا

وبسببہا یأنسون بہذا العالم وینفرون من الموت مع ان فیہ لقاء المحبوب فامتحنوا فی صدق
اور اسی کے سبب سے اس عالم سے محبت اور موت سے نفرت کرتے ہین باوجودیکہ موت مین محبوب کی ملاقات ہے پس اپنی محبت کے

دعواهم فی المحبة ببذل المال الذی هو معشوقهم وهم فی بذله ثلثة اقسام القسم الاول هم الذین
دعوے کی سچائی مین مال خرچ کرنے سے آزمائش کی گئی جو اُنکا معشوق ہوا تو وہ اُسکے خرچ کرنے مین تین قسم کے ہین۔ پہلی قسم کے وہ لوگ ہین جو
صدقوا فی التوحید وادعاء المحبة وبذلوا جمیع اموالهم ولم یدخروا لانفسهم شیئاً کما فعله ابوبکر الصدیق
جو توحید اور محبت کے دعوے مین سچے نکلے اور اپنا تمام مال خرچ کرڈالا اور اپنے لیے کچھ نہ جمع رکھا۔ جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا
حیث جاء بماله کله الی رسول الله صلی الله علیه وسلم لینفقه فی سبیل الله تعالیٰ وقال له رسول الله صلی الله
کہ اپنا کل مال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے کہ اُسکو اللہ کے راستہ مین خرچ فرمائین۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
علیه وسلم ماذا ابقیت لنفسك فقال الله ورسوله فانه وفی بتمام الصدق فلم یبق عنده سوی
نے اُنسے فرمایا کہ تمنے اپنے لیے کیا رکھا ہے فرمایا کہ اللہ اور اسکے رسول کو۔ سو آپ نے کمال سچائی کا حق وفا کیا۔ اور اُنکے پاس سوا
محبوبه الذی هو الله تعالیٰ ورسوله وهذا جائز لمن کان توکله علی الله تعالیٰ تاماً کاملاً ولهذا لما
اُنکے محبوب کے جو کہ خدا ہے اور اسکا رسولؐ اور کچھ نہ رہا۔ اور یہ اُس شخص کے لیے جائز ہے جسکو اللہ پر کامل اور پورا بھروسا ہو۔ اسی لیے جب کسی نے
سئل رسول الله علیه السلام عن افضل الصدقة قال جهد المقل فانه علیه السلام بین فی هذا الحدیث
رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بہترین صدقہ کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ کوشش مفلس کی حضور علیہ السلام نے اس حدیث مین بیان فرمایا
ان افضل الصدقة ما یتصدق به الفقیر مع احتیاجه الیه واما من لم یکن توکله تاماً کاملاً
کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو فقیر باوجود اپنی محتاجی کے دیتا ہے۔ لیکن جسکا توکل پورا اور کامل نہ ہو
فلا بد له ان یترك قوت نفسه وعیاله ثم یتصدق ما فضل من ذلك لما روی عن ابی هریرة انه علیه السلام
اُسکو ضرور ہے کہ اپنے اور اپنے بال بچون کے لیے کچھ کھانے بھر اُس سے جو کچھ بڑھے صدقہ کرے اسلیے کہ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
قال خیر الصدقة ما کان عن ظهر غنی ولا مخالفة بین هذا الحدیث والحدیث السابق لان الغنی قسمان
فرمایا کہ اچھا صدقہ وہ ہے جو تونگری سے ہو۔ اور حدیث مذکورہ بالا اور اس حدیث مین کچھ مخالفت نہین ہے۔ اسلیے کہ تونگری دو طرح کی ہوتی ہے
غنی المال وغنی النفس فخیر الصدقة ما کان عن احد المغنیین اما عن غنی النفس وعن غنی المال اذ
تونگری مال کی اور تونگری دل کی اور بہترین صدقہ وہ ہے کہ ان دو تونگریون مین سے کسی سے ہو۔ تونگری دل ہو یا تونگری مال سے۔ اسلیے کہ
لابد للمتصدق فیما یبذله ان یستغنی عنه اما بسخاوة نفسه وقوة عزیمته ثقة بالله تعالیٰ کما
صدقہ کرنے والے کو ضرور ہے کہ اس سے مستغنی رہے۔ خواہ اپنی سخاوت نفس اور قوت عزیمت سے خدا پر بھروسا کرکے جیسا کہ
فعله ابوبکر الصدیق او بماله الذی بقی فی یده بعد البذل اذ لا یجوز لاحد ان یصرف قوت عیاله
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا یا اُس مال سے جو اُسکے پاس خرچ سے بچ رہا۔ اسلیے کہ یہ کسی کے لیے جائز نہین ہے کہ اپنے بال بچون کا کھانا بھی
الی الفقراء ویترکهم جیاعاً الا اذا رضوا به واذنوا له فیه بل لا یجوز له ان یعطی احداً الا مما یفضل
فقیرونکو دیدے اور اُنکو بھوکھا مارے۔ ہان مگر جبکہ وہ اسپر راضی ہون۔ اور اسکو اس بات کی اجازت دیدین۔ بلکہ اسکو یہ جائز نہین ہے کہ کسی کو کچھ دے مگر وہی
عن نفسه وعیاله کما جاء فی حدیث اخر انه علیه السلام قال خیر الصدقة ما ابقت غنی یعنی ان
جو اپنے اور اپنے بال بچون کے خرچ سے بچ رہے۔ چنانچہ ایک اور حدیث مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو تونگری چھوڑ جائے یعنے
المتصدق لابد له فیما یبذله عن احد الامرین اما ان یستغنی عنه بماله او یستغنی عنه بحاله وهذا
خیرات کرنے والے کو چاہیئے کہ دو باتون مین سے ایک اُسمین ضرور ہو یا تو مال سے آسودہ رہے یا دل سے۔ آسودہ رہے۔ اور یہی
افضل الیسارین لما روی فی الحدیث الصحیح انه علیه السلام قال لیس الغنی عن کثرة المال وانما الغنی عن النفس فان الفقیر
دونون مین سے افضل استغنا ہے کہ حدیث صحیح مین آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ غنی ہونا مال کی کثرت سے نہین ہے بلکہ دل کی آسودگی سے ہے۔ اسلیے کہ غریب آدمی جب
اذا تصدق ما قدر علیه من قوت یومه وصبر علی الجوع یکون صدقته افضل اذ لا شك فی کون
خیرات کرڈالے جو اسکو اُسدن کا گذارہ میسر آیا اور بھوک پر صبر کرے تو اسکا صدقہ سب سے افضل ہے۔ اس واسطے کہ اسمین شک نہین ہے کہ

الصدقة بالشیٔ مع الحاجة الیہ افضل اذالم یضر ذلک بدینہ من ضعفہ عن القیام فی الصلوٰۃ و
باوجود اسکی طرف احتیاج ہونے کے خیرات کردینا سب سے افضل ہے۔ جبکہ اس دینے سے کوئی دینی نقصان نہو مثلاً ضعف سے نماز مین کھڑا نہو سکے
کشف لعورتہ وقد مدح اللہ تعالیٰ الانصار علی ذلک وقال ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ
یا ننگا رہ جائے اور اللہ نے انصار کی اسی بات مین تعریف فرمائی ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ اور ترجیح دیتے ہین اوروں کو اپنے اوپر اگرچہ خود انکو بھوک ہو
القسم الثانی ہم الذین لا یقدرون علی ہذہ المرتبۃ بل یمسکون اموالہم لمواقیت الحاجۃ ومواسم الخیرات
دوسری قسم کے وہ لوگ ہین جو اس مرتبہ پر قدرت نہین رکھتے بلکہ اپنا مال روک رکھتے ہین اوقات ضرورت کیلیے۔ اور خیرات کے موقعون کے لیے
ولیس قصدہم فی الامساک التنعم والتلذذ بل قصدہم فیہ الانفاق بقدر الحاجۃ ثم صرف الفاضل الی
اور مال کے روکنے سے انکی غرض عیش وعشرت اور حصول لذت نہین ہوتی بلکہ انکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بقدر حاجت صرف کرین پھر باقی کو
وجوہ الخیرات مہما ظہرت القسم الثالث ہم الذین یقتصرون علی اداء ما وجب علیہم فلا یزیدون علیہ
اور اقسام خیرات مین جب پیش آئین صرف کردین۔ تیسری قسم کے وہ لوگ ہین جو انپر واجب ہوتا ہے وہی ادا کردیتے ہین نہ اس سے زیادہ دین
ولا ینقصون عنہ وہذہ المرتبۃ اقل المراتب وعلی ہذہ المرتبۃ اقتصر اکثر الناس لبخلہم بالمال ومیلہم
نہ اس سے کم۔ اور یہ درجہ سب سے کم ہے۔ اور اکثر لوگ اسی درجہ پر ہین۔ بسبب بخل اور مال کی محبت کے
الیہ وضعف حبہم للآخرۃ ولیس بعد ہذہ المرتبۃ شیٔ من المحبۃ بل من ینزل من ہذہ المرتبۃ ینزل فی
اور آخرت سے محبت کم ہونے کی وجہ سے اور اسکے بعد محبت کا کوئی درجہ نہین ہے۔ بلکہ جو اس درجہ سے اترا ہوا ہے
الکذب فی دعاء المحبۃ ویظہر من نفسہ ان ادعاءہ من المحبۃ کان من لقلقۃ اللسان فعلی ہذا یجب
دعوائے محبت مین جھوٹا ہے۔ اور خود اسکی طرف سے ظاہر ہوگیا کہ اسکا دعوائے محبت صرف تیز زبانی کی وجہ تھا اس بناپر واجب ہے
علی من لا یقدر علی المرتبۃ الاولی والثانیۃ ان لا ینزل من المرتبۃ الثالثۃ بل ینبغی لہ ان یسعی فی اداء
اسپر جو کہ پہلے یا دوسرے درجہ کی قدرت نہین رکھتا وہ تیسرے درجہ سے نہ گرے بلکہ اسکو چاہیے کہ اسپر جو کچھ واجب ہے
ما وجب علیہ علی الفور اظہار الرغبۃ فی امتثال الامر وایصال السرور الی قلوب الفقراء واحترازا
اسکو فوراً ادا کرنے مین کوشش کرے تاکہ فرمان برداری کی رغبت ظاہر ہو اور محتاجون کے دل خوش ہون اور
عن شبہۃ الخلاف اذ عند بعض العلماء وجوبہا فوری حتی یاثم بالتاخیر و یرد شہادتہ وہی انما تجب اذا
خلاف کے شبہ سے بچ جاوے۔ اس لیے کہ بعض علما کے نزدیک زکوٰۃ کا وجوب فوری ہوتا ہے یہان تک کہ دیر کرنے سے گنہگار ہوتا ہے اور اسکی گواہی مقبول نہین ہوتی وہ جبہی واجب ہوتی ہے کہ جب
تم الحول علی النصاب فلکل احد حول یخصہ بحسب وقت کونہ مالکا للنصاب فاذا تم حولہ یجب علیہ اخراج
مقدار نصاب پر سال گذر جائے اور ہر ایک کا سال جدا ہوتا ہے جس وقت سے جو نصاب کا مالک ہوا اور جب اسکا سال پورا ہو تو اوسپر اسکی زکوٰۃ
زکاتہ فی ای شہر کان وان عجل زکاتہ قبل حولان الحول یجوز عند جمہور العلماء سواء کان تعجیلہ لدخول
نکالدینا واجب ہے۔ خواہ وہ کوئی مہینہ ہو۔ اور اگر سال گذرنے سے پہلے اسنے زکوٰۃ دینے مین جلدی کی تو جمہور علما کے نزدیک جائز ہے۔ خواہ اسکی عجلت اسلیے ہو کہ
الاشرف من الاوقات التی لا یوجد مثلہا عند تمام الحول کشہر رمضان وما قبلہ من شہر رجب وشعبان
مبارک ایام آگئے جنکا مثل سال تمام پر نہ ملے گا جیسے ماہ رمضان اور اس سے پہلے ماہ رجب اور شعبان
اولوجود الافضل من المصارف بان یکون من الاتقیاء المتجرین لتجارۃ الآخرۃ فانہم یستعینون بما اعطی لہم
یا اسلیے کہ اسکا مصرف اچھا ملگیا۔ اسطرح کہ کوئی متقی تجارت اخروی کا سوداگر ملگیا۔ کیونکہ ایسے لوگ جو کچھ انکو دیا جائے اس سے امداد
علی الطاعۃ فیکون المعطی شریکا لہم فی طاعتہم باعانتہ ایاہم فیہا او بان یکون من العلماء فان الاعطاء لہم
عبادت کی حاصل کرتے ہین۔ پس انکو دینے والا بھی اس اعانت کے سبب انکے ساتھ اس عبادت کے ثواب مین شریک ہوجاتا ہے گویا کوئی عالم ملگیا کیونکہ عالم کی خدمت کرنا
معاونۃ لہم علی العلم والعلم اشرف العبادات حتی کان بعض السلف لا یصرف زکاتہ الا الی اہل العلم ویقول
علم پر امداد کرنا ہے۔ اور علم سب عبادتون سے اشرف ہے۔ یہان تک کہ بعض اگلے بزرگ اپنی زکوٰۃ علم والون ہی کو دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ

انی لا اعرف بعد مقام النبوة افضل من مقام العلماء والمراد من اهل العلم الذین یطلبون العلم لاجل الآخرة
مقام نبوت کے بعد مرتبۂ علما سے بڑھکر کسی کا مرتبہ مین نہین جانتا۔ اور علما سے وہ عالم مراد ہین جو علم آخرت کے لیے حاصل کرتے ہین

لا لاجل الدنیا فان الذین یطلبون العلم لاجل الدنیا لا ینبغی للمتصدق ان یعاونهم بصدقته علی عصیانهم حتی لا یکون شریکهم
نہ دنیا کے لیے کیونکہ جو لوگ دنیا کے لیے علم حاصل کرتے ہین تو صدقہ دینے والے کو زیبا نہین کہ اپنے صدقہ سے انکے گناہ مین مدد کرے تاکہ انکا استحقاق عذاب مین

فی استحقاق العقاب ومن افضل المصارف من یکون ذا عیال او مدیونا او مریضا او قریبا فان الاعطاء
شریک نہو۔ اور سب سے بہتر مصرف وہ ہی ہے جو شخص بال بچون والا ہو یا قرضدار ہو یا بیمار ہو یا اپنا رشتہ دار ہو کیونکہ اپنے عزیز کو دینا

الی القریب یکون صدقة وصلة ولا یخفی علی احد ما فی صلة الرحم من الثواب والاصدقاء والاخوان
صدقہ بھی ہے اور صلہ بھی۔ اور کسی پر یہ بات پوشیدہ نہین ہے کہ صلۂ رحم مین کتنا ثواب ہے اور دوست اور دینی بھائی بھی

فی الدین یقدمون علی المصارف کما یقدم الاقارب علی الاجانب لکن ینبغی ان یعلم ان المتصدق
اور مصارف پر مقدم ہین۔ جیسے کہ عزیز غیر و نپر مقدم ہین۔ لیکن یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ صدقہ دینے والے کو

لابد له ان یحترز عن ابطال صدقته بالمن والاذی اذ قال الله تعالی لا تبطلوا صدقاتکم بالمن
لازم ہے کہ اپنے صدقہ کا ثواب احسان جتا کر اور تکلیف دیکر باطل نہ کرے۔ اسلیے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اپنے صدقونکو باطل نہ کرو احسان رکھکر

والاذی وحقیقة المن ان یری نفسه محسنا الی الفقیر فمهما رای نفسه محسنا الیه ینفرع عنه
اور ایذا دیکر۔ اور احسان رکھنے کی حقیقت یون ہے کہ اپنے کو فقیر کا محسن سمجھے۔ کیونکہ جب اسنے اپنے کو اسکا محسن جانا تو اس سے ظاہر مین بھی وہ

الی ظاهره افعال ماحیة للثواب مثل التحدث به واظهاره وطلب المکافاة منه بالدعاء والثناء
حرکتین ہونگی ہوئی جو اس احسان کا ثواب مٹا دینے والی ہین۔ مثلاً کہتے پھرنا اور اظہار کرنا اور اس سے عوض کا خواہان ہونا دعا سے یا تعریف سے

والخدمة والتوقیر والتعظیم وکان من حقه ان یری الفقیر محسنا الیه اذ جعل کفه نائبا عن
یا خدمت اور توقیر اور تعظیم سے اور حق تو یہ تھا کہ فقیر کو اپنا محسن جانتا جسکا ہاتھ دست خداوندی کا نائب بنایا گیا ہے

الله فی قبض حقه الذی به نجاته من النار اذ روی عن ابن عباس انه علیه السلام قال الصدقة
اس حق الٰہی کے قبضہ کے بارہ مین جسمین اسکی دوزخ سے نجات ہے اسلیے کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ صدقہ

تقع بید الله تعالی قبل ان تقع بید السائل فلیتحقق انه مسلم الی الله تعالی حقه والفقیر اخذ من
قبل اسکے کہ سائل کے ہاتھ مین پڑے اللہ کے ہاتھ مین پڑتا ہے بس حقیقت امر یہی جانے کہ مین اللہ کے ہاتھ مین اسکا حق دے رہا ہون اور فقیر

الله تعالی رزقه واما الاذی فظاهره التوبیخ والتعییر والتخشین فی الکلام وتقطیب الوجه وهتک الستر
اللہ سے اپنا رزق لیتا ہے۔ اور تکلیف دینا بظاہر تو یہی ہے کہ جھڑکنا اور شرم دلانا اور درشت کلامی کرنا اور تیوری چڑھانا اور ظاہر کرکے پردہ دری کرنا

بالاظهار وفنون الاستخفاف وباطنه الذی هو منبعه امران احدهما کراهیة اخراج المال عن یده
اور طرح طرح کی استخفاف کی باتین۔ اور اذیت کا باطن جو ان سب کا سرچشمہ ہے دو امر ہین۔ ایک تو اپنے ہاتھ سے مال کے نکلنے کا ملال اور

وشدة ذلک علی نفسه والثانی رویته انه خیر من الفقیر وان الفقیر بسبب حاجته اخس منه رتبة
دل پر اسکا گران گذرنا۔ دوسرے اسکا یہ خیال کرنا کہ مین فقیر سے اچھا ہون اور فقیر بسبب اپنی حاجت کے مجھسے مرتبہ مین ذلیل ہے

ومنشأ کل منهما الجهل اما کون کراهیة تسلیم المال جهلا فلان من کره بذل درهم فی مقابلة ما یساوی
اور ان دونون کا اصل منشا جہالت ہے۔ مال کے دینے کا ملال تو اسلیے جہالت ہے کہ جو ہزار روپیہ پانے کے لیے ایک روپیہ خرچ کرنے کو برا جانے

الفا فهو شدید الحماقة لانه یبذل المال بطلب رضاء الله تعالی والثواب فی الدار الآخرة وهو خیر من الدنیا
وہ بڑا ہی بےوقوف ہے۔ اسلیے کہ وہ مال خدا کے خوش کرنے کے لیے خرچ کرتا ہے اور دار آخرت مین ثواب کے لیے۔ اور وہ دنیا

وما فیها واما کون رؤیته نفسه خیرا منه جهلا فلانه لو عرف فضل الفقر علی الغنی وعرف خطر الاغنیاء
اور اسکی تمام چیزون سے بہتر ہے اور اپنے کو فقیر سے بہتر سمجھنا اس لیے جہالت ہے کہ اگر اسکو معلوم ہوتا کہ فقیر کو غنی پر اسقدر فضیلت ہے اور اغنیا کا خطر وہی معلوم ہوتا

في الآخرة لما استحقره بل يتبرك به وتمنى درجته لأن صلحاء الاغنياء يدخلون الجنة بعد الفقراء بخمسمائة
تو وہ فقیر کو ہرگز حقیر نہ جانتا بلکہ اُس سے برکت حاصل کرتا اور اُسکے درجہ کی آرزو کرتا اسلیے کہ نیک امیر فقیروں سے پانسو برس بعد جنت مین داخل ہونگے
عام وكيف يستحقره وقد جعل الله تعالى خادماً له اذ يكتسب المال بجهده ويستكثر منه ويجتهد في حفظ
اور اُسکو کیون حقیر جانتا ہو حالانکہ خدا نے اُسکو انکا خادم بنایا ہو اسلیے کہ وہ مال اپنی کوشش سے کماتا ہو اور اُسکو بڑھاتا ہو اور اوسکی حفاظت مین کوشش کرتا ہو
وقد كلف ان يسلم الى الفقير قدر حاجته ويكف عنه الفاضل التي يضره لو سلم اليه فالغني مستخدم
اور اُسکو حکم ہو کہ بقدر ضرورت فقیرون کو دیا کرے اور باقی جسکا دینا فقیر کے لیے مضر ہے اپنے پاس رکھے۔ پس امیر خدمت گزار ہے
للسعي في رزق الفقير ومتميز عنه بالتزام مشاق الاسفار في البراري والبحار وحراسة الفضلات من الدراهم
کیونکہ فقیر کے رزق کے واسطے کوشش کرتا ہو اور فقیر سے اس بات مین فرق رکھتا ہو کہ جنگلون اور دریاؤن کے سفر کی محنت برداشت کرتا ہو اور مرتے دم تک درہم و دینار جیسے فضلہ کی
والدينار الى ان يموت ويأكلها الاغيار مع بقاء ما اكتسبه في تحصيلها عليه من الاوزار يسر نا الله تعالى اعمالا
حفاظت کرتا ہو اور اُسکو اغیار کھاتے ہین اور اُسکے حاصل کرنے مین جو گناہ کیے تھے وہ اپنے ہی ساتھ لیجاتا ہو۔ خداوند اپنے لطف و کرم و احسان سے وہ اعمال آسان کر
موافقة لرضائه بلطفه وكرمه ومنّته

المجلس الثاني والعشرون في بيان فضائل الصوم مطلقاً

جو تیری خوشی کے موافق ہون۔ بائیسوین مجلس مطلق روزے کی فضیلت کے بیان مین

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم احصوا هلال شعبان لرمضان هذا الحديث من حسان المصابيح رواه
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شعبان کے مہینے کو رمضان کے واسطے گنتے رہو یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین سے ہے اور روی
ابو هريرة فان صوم رمضان لما كان ركنا من اركان الدين وفرضاً لازماً على المسلمين ولم يعلم مجيئه الا
ابو ہریرہؓ ہین کیونکہ رمضان کا روزہ چونکہ ارکان دین کا ایک رکن ہو اور مسلمانون پر فرض لازم ہے اور اُسکا آنا
بضبط هلال شعبان امر النبي عليه السلام بضبطه فصار كانه قال اطلبوا هلال شعبان وعدوا اياًمه
بغیر اسکے معلوم نہین ہوسکتا کہ شعبان کے دن گنتے رہین اسلیے آپنے اسکے خیال رکھنے کا حکم فرمایا تو گویا یون حکم دیا کہ شعبان کے چاند کو ڈھونڈو اور اُسکے دن گنتے رہو
لتعلموا دخول رمضان ثم ان شعبان لما كان كالمقدمة لرمضان استحب التاهب له فيه بالصوم وقراءة
تاکہ رمضان کا آنا معلوم ہو۔ پھر شعبان چونکہ رمضان کا مقدمہ ہے اسلیے شعبان مین رمضان کی تیاری مستحب ہو روزہ اور تلاوت قرآن سے
القرآن حتى ترتاض النفس بذلك على طاعة الله تعالى قبل دخول رمضان فانه عليه السلام كان يصوم
تاکہ اس سے نفس کو طاعت الٰہی کی عادت رمضان آنے سے پہلے ہو جائے اسلیے کہ نبی علیہ السلام شعبان
في شعبان ما لا يصومه في غيره من الشهور على ما روي عن عائشة رضي انها قالت ما رأيت رسول الله عليه السلام
مین اتنے روزے رکھتے تھے کہ اتنے اور کسی مہینے مین نہین رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہو آپ فرماتی ہین کہ مین نے کبھی نہین دیکھا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
استكمل صيام شهر قط الا رمضان وما رأيته في شهر اكثر منه صياماً الا في شعبان وفي رواية
نے رمضان کے سوا کسی مہینہ کے پورے روزے رکھے ہون۔ اور شعبان سے زیادہ اور کسی مہینہ مین زیادہ روزے رکھتے ہوئے آپ کو نہین دیکھا اور ایک روایت مین ہے
كان يصوم شعبان كله وهذه الرواية موافقة لما روي عن ام سلمة رض انها قالت ما رأيت النبي عليه السلام
کہ آپ سارے شعبان مین روزے رکھتے تھے اور یہ روایت اُس روایت کے موافق ہو جو ام سلمہؓ سے منقول ہو فرماتی ہین کہ مین نے نہین دیکھا ہے کہ آپ نے
يصوم شهرين متتابعين الا شعبان ورمضان وبهذه الرواية اخذ الفقهاء حتى قال قاضيخان في
برابر دو مہینہ روزے رکھے ہون سوا رمضان اور شعبان کے۔ اور فقہا نے اسی روایت کو لیا ہے۔ حتی کہ قاضی خان نے اپنے
فتاواه من صام شعبان ووصله برمضان فهو حسن وذلك لان الصوم قد يتاكد استحبابه
فتاوے مین لکھا ہو کہ جو شخص تمام شعبان روزے رکھے اور اُسکو رمضان کے روزون سے ملائے تو بہتر ہے۔ اور یہ اسلیے ہو کہ روزے کا استحباب بعض
في بعض الاوقات الفاضلة من الشهور والايام ويكون باباً للعبادة كما روي عن ابي الدرداء انه عليه السلام
نیک اوقات مین باعتبار دنون اور مہینون کے بڑھ جاتا ہو اور عبادت کا دروازہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابو درداءؓ سے روایت ہو کہ پیغمبر علیہ السلام نے

قال لكل شيء باب وباب العبادة الصوم ثم انه ربع الايمان بمقتضى ما جاء فى الحديثين الذين روى احدهما
فرمایا کہ ہر چیز کا دروازہ ہوتا ہے اور عبادت کا دروازہ روزہ ہے۔ پھر روزہ چوتھائی ایمان ہے موافق مضمون ان دو حدیثوں کے جنمیں سے ایک حضرت
عن ابی هریرة رضی وهو قوله عليه السلام الصوم نصف الصبر وروى الآخر عن ابن مسعود رضی وهو قوله عليه السلام
ابی ہریرہ رض سے مروی ہے یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ روزہ نصف صبر ہے اور دوسری حضرت ابن مسعود رض سے مروی ہے کہ یعنی آنحضرت کا یہ ارشاد
الصبر نصف الايمان فلما كان الصوم نصف الصبر كان ثوابه متجاوزا عن قانون التقدير والحساب
کہ صبر آدھا ایمان ہے۔ تو جب روزہ آدھا صبر ہے تو اسکا ثواب بھی اندازہ اور حساب سے زائد ہوگا
لقوله تعالى اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ثم انه متميز من سائر العبادات بخاصية نسبة
بوجہ ارشاد الٰہی کے کہ صبر کرنے والوں ہی کو دیا جائیگا اجر انکا بے حساب۔ پھر روزہ کو تمام عبادتوں پر فضیلت ہے بوجہ منسوب ہونے کے
الى الله تعالى اذ قال الله تعالى فيما اخبر عنه نبيه بقوله كل حسنة بعشر امثالها الى سبعمائة ضعف الا الصوم
اللہ کی طرف کیونکہ اللہ تعالی نے اس قول کو فرمایا جسکی نبی علیہ السلام نے انکی یوں خبر دی ہے ہر نیکی کا ثواب دس گونہ سے لیکر سات سو گونہ تک ہوگا سوائے روزہ کے
فانه لي وانا اجزى به والكريم اذا اخبر انه يتولى الجزاء بنفسه ولا يكله الى غيره يكون ذلك الجزاء
کہ یہ میرے لیے ہے اور میں ہی اسکی جزا دونگا اور صاحب کرم جب فرمائے کہ میں خود اسکی جزا دونگا اور کسی کے سپرد نہ کرونگا۔ تو یہ جزا
فى غاية العظم ونهاية الكثرة بحيث لا يكون له حد ولا عد وقد روى عن ابى سعيد الخدرى رض
بہت بڑی اور بہت ہی ہوگی کہ جسکی نہ کچھ حد ہے نہ گنتی اور حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ
انه عليه السلام قال من صام يوما فى سبيل الله بعد الله وجهه عن النار سبعين خريفا
نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے ایک دن اللہ کے واسطے روزہ رکھا اللہ تعالی اسکے منھ کو آگ سے ستر برس دور رکھیگا۔
وفى حديث آخر رواه ابو امامة الباهلى انه عليه السلام قال من صام يوما فى سبيل الله جعل الله
اور ایک حدیث میں آیا ہے جسکے راوی ابو امامہ باہلی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جسنے ایک دن اللہ کے واسطے روزہ رکھا تو
بينه وبين النار خندقا كما بين السماء والارض يعنى ان من صام يوما لوجه الله ورضائه ينجيه
اللہ اسکے اور دوزخ کے درمیان میں خندق اتنی گہری بنادیگا کہ جتنا فاصلہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے یعنے جسنے ایک دن کا روزہ محض اللہ اور اسکی خوشی کے واسطے رکھا
الله من النار عبر عن التنجية بطريق التمثيل ليكون ابلغ لان من كان بعيدا عن شئ بهذا
تو اللہ اسکو دوزخ سے نجات دیگا۔ اس نجات کو بطور تمثیل کے بیان فرمایا تاکہ زیادہ بلیغ ہو جائے اسلیے کہ جو شخص کسی چیز سے اتنے
المقدار لا يصل اليه البتة وروى عن ابى هريرة انه قال عليه السلام للصائم فرحتان فرحة
فاصلہ پر ہو تو ہرگز اس تک نہ پہونچ سکے گا۔ اور حضرت ابی ہریرہ رض سے روایت ہے کہ آپنے فرمایا ہے کہ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک تو
عند فطره وفرحة عند لقاء ربه فانه عليه السلام بين فى هذا الحديث ان للصائم سرورا مرتين
روزہ کھولتے وقت اور ایک اللہ سے ملاقات کے وقت سو نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں یہ بیان فرمادیا کہ روزہ دار کو دو دفعہ خوشی ہے
احدهما عند افطاره والاخرى عند موته ولقاء ربه اما سروره عند افطاره فبما يتناوله من
ایک روزہ کھولتے وقت دوسرے مرتے وقت اور اللہ سے ملتے وقت۔ پھر روزہ دار کا سرور افطار کے وقت
الطعام والشراب والجماع لان النفس مجبولة على الميل الى مايلايمها من المطعم والمشرب والمنكح فاذا
تو کھانا پینا جماع میسر آنے سے ہے کیونکہ انسان کی طبیعت اپنی مرغوب چیز پر جھکنے کی عادی ہے کھانا ہو یا پینا ہو یا جماع ہو۔ اور جب اسکو
منعت من ذلك فى وقت ثم اذن لها فى وقت آخر تفرح بذلك طبعا خصوصا عند اشتداد الحاجة
ان امور سے ایک وقت ممانعت ہوئی پھر دوسرے وقت اجازت ملی تو اس سے خود بخود خوش ہوتا ہے۔ خاص کر ایسے وقت کہ مارے بھوک
اليه لتاثير الجوع والعطش فيها وتقاضيها باخذ حاجتها بين هذا المعنى ما روى عن ابن عمر رض انه عليه السلام
اور پیاس کے نہایت حاجتمند ہو کر اپنی کسی خواہش کا طلبگار ہو یہ مضمون ابن عمر رض کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام

كان اذا افطر قال ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء الله تعالى مع ان له عند افطاره
جب روزہ افطار کرتے تو فرماتے کہ پیاس بجھ گئی اور رگین تر و تازہ ہو گئین ۔ اور اجر ثابت ہو چکا انشاء اللہ تعالیٰ ساتھ ہی اسکے یہ کہ روزہ دار کی دعا افطار کے وقت کی
دعوة مستجابة كما جاء في الحديث ان للصائم عند افطاره دعوة مستجابة بل يكون نومه عبادة
مقبول ہوتی ہے ۔ جیسا کہ حدیث مین آیا ہو کہ افطار کے وقت روزہ دار کی دعا مقبول ہوتی ہے بلکہ اسکا سونا بھی عبادت ہو
كما جاء في الحديث نوم الصائم عبادة قال ابو العالية الصائم في العبادة ما لم يغتب وان كان
جیسا کہ حدیث مین آیا ہو کہ روزہ دار کا سونا عبادت ہو ۔ ابو العالیہ نے کہا ہو کہ روزہ دار ہر وقت عبادت مین ہوتا ہو جب تک کہ غیبت نکرے اگرچہ
نائما على فراشه فعلى هذا يكون في ليله ونهاره على عبادة واما سروره وفرحه عند موته ولقاء ربه
بستر پر سوتا ہے پس اس مضمون کی رو سے وہ رات دن عبادت مین ہو اور روزہ دار کا سرور اور خوشدلی مرتے وقت اپنے پروردگار کے ملنے پر
فيما يجده مدخرا عند الله تعالى من ثواب صومه فان من ترك لله طعامه وشرابه وشهوته يعوضه
اُس اپنے روزے کے ثواب کی وجہ سے ہے جو اللہ کے یہان جمع کیا ہوا پائے گا کیونکہ جسنے اللہ کے واسطے اپنا کھانا اور پینا اور شہوت روک دی
الله تعالى خيرا من ذلك كما قال الله تعالى وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا
تو اللہ تعالےٰ اسکو اُس سے بہتر بدلہ دے گا چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہو اور جو آگے بھیجو گے اپنے واسطے کوئی نیکی اُسکو پاؤگے اللہ کے پاس بہتر
وَأَعْظَمَ أَجْرًا وجاء في الخبر انه عليه السلام قال لرجل انك لن تدع شيئا اتقاء الله تعالى الا اتاك الله
اور ثواب مین زیادہ ۔ اور حدیث مین آیا ہو کہ حضور علیہ السلام نے ایک شخص کو فرمایا کہ بیشک تو اللہ کے خوف سے کبھی نہین چھوڑے گا کچھ مگر تجکو اللہ
خيرا منه وروى ان الصائمين يوضع لهم يوم القيمة مائدة تحت العرش يأكلون عليها والناس في الحساب
اُس سے بہتر دے گا ۔ اور یہ بھی روایت ہو کہ روزہ دارون کے لیے قیامت کے دن عرش کے تلے دسترخوان چُنا جائے گا ۔ اُسپر تناول کرینگے ۔ اور لوگ ابھی حساب کتاب مین ہونگے
فيقول الناس هؤلاء يأكلون ونحن في الحساب فيقال لهم انهم كانوا يصومون وانتم تفطرون وفي الصحيحين
پس لوگ کہینگے یہ لوگ کیسے ہین کہ بیٹھے کھا رہے ہین اور ہم حساب مین پھنسے ہوئے ہین اُنکو جواب ملے گا کہ یہ لوگ روزہ رکھتے تھے اور تم بے روزہ تھے ۔ اور صحیحین مین ہے
انه عليه السلام قال ان في الجنة بابا يقال له الريان لا يدخل منه الا الصائمون والمراد بالصائمين
کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جنت مین ایک دروازہ ہو جسکا نام ریّان ہو جس سے صرف روزہ دار ہی داخل ہونگے ۔ اور روزہ دارون سے مراد
هم الذين يكثرون الصوم فانهم لما تحملوا تعب العطش خصوا بباب فيه الري والامان من العطش قبل تمكنهم
وہ لوگ ہین جو اکثر روزہ رکھتے ہین ۔ کیونکہ ان لوگون نے چونکہ پیاس کی مشقت برداشت کی ہو تو ایسے دروازہ کے لیے مخصوص ہو جسمین تازگی اور پیاس کا بچاؤ ہو قبل اسکے کہ
من الجنة هذا كله اذا كان صومهم مع الاحتراز عن كل ما يحرم عليهم والا فهم يكونون من الذين قال
جنت مین داخل ہون ۔ یہ تمام باتین اسوقت ہین کہ انکا روزہ مع اُن باتون سے پرہیز کے ہو جو انپر حرام ہین ورنہ وہ اُن لوگون مین ہونگے جنکی نسبت
فيهم رسول الله عليه السلام في حديث رواه ابو هريرة كم من صائم ليس له من صيامه الا الجوع
حضور سرورِ کائنات نے ابی ہریرہؓ کی روایت کی ہوئی حدیث مین یون فرمایا ہو کہ بہتیرے روزہ دار ایسے ہین جنکے لیے روزہ مین بھوک
والعطش وفي حديث اخر رواه ابو هريرة كم من صائم ليس له من صيامه الا الظماء وكم من قائم ليس
اور پیاس کے سوا کچھ نہین ہو ۔ اور ایک اور حدیث مین ہو جسکو ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہو ۔ بہت سے روزہ دار ایسے ہین جنکے لیے روزے سے پیاس کے سوا کچھ فائدہ نہین بہت سے شب بیدار
من قيامه الا السهر فان التقرب الى الله تعالى بترك المباحات لا يتم الا بعد التقرب اليه بترك المحرمات
ایسے ہین جنکو جاگنے کے سوا کچھ ہاتھ لگنے والا نہین کیونکہ اللہ کی نزدیکی مباح چیزون کے چھوڑ دینے سے پوری نہین ہوتی جب تک کہ حرام چیزون کو چھوڑ کے تقرب نکرے
كما روى عن ابي هريرة انه عليه السلام قال من لم يترك الكذب والعمل بمقتضاه فليس لله حاجة في ان يدع طعامه
چنانچہ حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہو کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹ کو اور جھوٹ کے کاروبار کو ترک نکرے تو اللہ کو اسکی کچھ حاجت نہین کہ وہ اپنا کھانا پینا
وشرابه فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان من لا يترك الكذب والعمل بمقتضاه لا يقبل الله صومه
ترک کرے ۔ نبی علیہ السلام نے اس حدیث مین یہ بیان فرمایا کہ جو شخص جھوٹ کو اور جھوٹے کاروبار کو نہ چھوڑے گا اللہ اسکا روزہ قبول نہ کرے گا

ولا ینظر الیه لانه امسك عما ابیح له ولم یمسك عما حرم علیه المقصود من الصوم لیس نفس الجوع و
اور نہ اُسپر رحم کرے گا۔ اسلیے کہ وہ جائز کاموں سے تو بچا اور حرام کاموں سے باز نہ آیا اور روزہ سے مقصود صرف بھوک اور

العطش فقط بل المقصود منه کسرة الشهوة وقهر النفس الامارة بالسوء فاذا لم یحصل شیء من ذلك
پیاس نہیں ہے۔ بلکہ اس سے یہ غرض ہے کہ شہوت کو توڑے اور اپنے نفس کو جو بزور برائی کی طرف لیجاتا ہے مغلوب کرے تو جب یہ فائدہ کچھ حاصل نہوا

فای فائدة فی ترك الطعام والشراب فعلی هذا اذا اراد العبد ان ینال الثواب والفضائل التی ذکرها
تو کھانے اور پینے کے چھوڑنے سے کیا فائدہ اس بنا پر جب بندہ چاہے کہ مجکو وہ ثواب اور فضیلت حاصل ہو جسکو

النبی علیه السلام ینبغی له ان یعرف حرمة الوقت وشرفه ویحفظ فیه بطنه عن الحرام ولسانه عن
نبی علیہ السلام نے ذکر فرمایا ہے تو اُسکو چاہیے کہ وقت کی عزت اور شرف کو پہچانے اور اپنے پیٹ کو اسوقت حرام سے بچائے۔ اور اپنی زبان کو

الکذب والغیبة وقبیح الکلام وجوارحه عن الخطایا والاثام وقلبه عن العجب والکبر وعداوة
جھوٹ اور غیبت اور بری کلام سے اور باقی اعضا کو خطا اور گناہوں سے اور اپنے دل کو غرور اور خود بینی اور لوگوں کی دشمنی سے

الانام ثم انه اذا فعل ذلك ینبغی له ان یکون خائفا من الله تعالی هل یقبل منه ام لا یقبل و یدعوا
اور جب یہ سب کچھ کر چکا تو اُسکو چاہیے کہ اللہ تعالی سے ڈرتا ہے کہ دیکھیے میرا روزہ قبول ہوتا ہے یا نہیں اور دعا کرتا ہے

ان یقبل
کہ قبول ہو۔

المجلس الثالث والعشرون فی بیان فضیلة صوم شعبان

تیئیسوین مجلس ماہ شعبان کے روزون کی فضیلت کے بیان مین

کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصوم شعبان کله الا قلیلا و فی روایة بل کان یصوم شعبان کله هذا الحدیث
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کچھ کم پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ اور ایک روایت مین ہے کہ بلکہ پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے یہ حدیث

من صحاح المصابیح روته ام المؤمنین عائشة رضی وهذه الروایة الاخیرة موافقة لما روی عن ام سلمة رض
مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے۔ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی نے اسکو روایت کیا ہے اور یہ آخری روایت حضرت اُم سلمہ کی اس روایت سے مطابق ہے

انها قالت ما رأیت النبی علیه السلام یصوم شهرین متتابعین الا شعبان و رمضان فان قیل یلزم
کہ وہ فرماتی تھین کہ مین نے کبھی نہین دیکھا کہ آپنے دو مہینہ برابر روزے رکھے ہون سوائے ماہ شعبان اور رمضان کے اگر کوئی کہے کہ

علی هذه الروایة ان یکون افضل الصیام بعد صوم رمضان صوم شعبان مع انه علیه السلام
اس روایت سے یہ لازم آتا ہے کہ بعد رمضان کے شعبان کے روزے سب سے افضل ہون حالانکہ حضور علیہ السلام نے یون

قال افضل الصیام بعد شهر رمضان شهر الله المحرم فالجواب ان جماعة من الناس و ان اعتقدوا ان
فرمایا ہے کہ سب سے اچھے روزے رمضان کے بعد ماہ الٰہی یعنے محرم کے ہین تو جواب یہ ہے کہ بیشک ایک گروہ کا اگرچہ یہی اعتقاد ہے

صیام المحرم والاشهر الحرم افضل من صیام شعبان لکن الاظهر خلاف ذلك فان صیام شعبان
کہ محرم اور حرام مہینون کے روزے شعبان کے روزون سے افضل ہین لیکن اسکے خلاف زیادہ ظاہر ہے۔ یعنے شعبان کے روزے

افضل من صیام الاشهر الحرم یدل علی ذلك ما روی عن انس انه علیه السلام سئل ای الصیام افضل
ماہ ہاے حرام کے روزون سے افضل ہین اس مضمون پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو حضرت انس رضی سے مروی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ رمضان کے بعد کون سے

بعد رمضان فقال شعبان تعظیما لرمضان وروی عن اسامة رض انه کان یصوم اشهر الحرم فقال له
روزے افضل ہین آپنے فرمایا کہ شعبان کے رمضان کی تعظیم کے لیے۔ اور حضرت اسامہ رض سے مروی ہے کہ وہ ماہ ہاے حرام کے روزے رکھا کرتے تھے تو آپ سے

رسول الله علیه السلام صم شوالا فترك صوم اشهر الحرم فکان یصوم شوالا حتی مات فهذا نص
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شوال کے روزے رکھا کرو۔ تو انھوں نے ماہ حرام کے روزے ترک کر دیے اور شوال مین روزے رکھنے لگے یہان تک کہ وفات پائی

فی تفضیل صیام شوال علی صیام اشهر الحرم فاذا کان صوم شوال افضل من صوم الاشهر الحرم
یہ روایت ماہ حرام کے روزون پر شوال کے روزون کی فضیلت مین صاف دلالت کرتی ہے اور جبکہ شوال کے روزے ماہ ہاے حرام کے روزون سے افضل ہین

فکون صوم شعبان افضل من صیام الاشہر الحرم اولی لصیام النبی علیہ السلام لہ دون شوال وانما
تو شعبان کے روزے بدرجہ اولیٰ افضل ہین کیونکہ خود آپ نے ہمیشہ شعبان کے روزے رکھے ہین نہ شوال کے اور

کان کذلک لانہما یلیان من بعدہ ومن قبلہ فظہر من ہذا ان افضل التطوع من الصیام ما کان
یہ اسلیے ہے کہ یہ دونون مہینے آگے اور پیچھے رمضان سے ملے ہوئے ہین سو اس سے معلوم ہوا کہ نفل روزون مین وہی افضل ہین جو

قریبا من رمضان قبلہ وبعدہ فیکون منزلتہ من الصیام بمنزلۃ السنن الرواتب مع الفرائض
رمضان سے قریب ہون پہلے ہون خواہ پیچھے پس اسکا مرتبہ روزہ مین ایسا ہوگا جیساکہ سنت موکدہ کا مرتبہ

قبلہا وبعدہا فان السنن الرواتب کما یلحق بالفرائض فی الفضل وتکون تکملۃ لنقص الفرائض فکذلک
فرض کے پہلے اور پیچھے ۔ تو بیشک سنت موکدہ جیسی کہ فرائض سے فضیلت مین ملی رہتی ہے اور انکی کمی کو پوری کرتی ہے اسی طرح

صیام ما قبل رمضان وما بعدہ فانہ ملتحق فی الفضل بصیام رمضان لقربہ منہ ویکون قولہ علیہ السلام
رمضان کے آگے پیچھے روزے بھی ہین کہ فضیلت مین رمضان کے روزون کے ساتھ ملے ہین ۔ کیونکہ یہ اس سے متصل ہین ۔ اور حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا

افضل الصیام بعد رمضان شہر اللہ المحرم محمولا علی التطوع المطلق واما ما کان قبل رمضان وبعدہ
کہ رمضان کے بعد سب روزون سے بہتر ماہ الٰہی یعنی محرم کے روزے ہین یہ مطلق سنن پر محمول ہے ۔ اور جو روزے کہ رمضان کے آگے پیچھے ہین

فانہ ملتحق بہ فی الفضل کما ان قولہ علیہ السلام فی تمام الحدیث وافضل الصلوۃ بعد المکتوبۃ
وہ فضیلت مین رمضان کے ساتھ شامل ہین جیساکہ حضور کا حدیث کے آخر مین یہ قول ہے ۔ اور سب سے بہتر نماز فرائض کے بعد

قیام اللیل انما یراد بہ تفضیل قیام اللیل علی التطوع المطلق دون السنن الرواتب عند جمہور العلماء
رات کی نماز ہے اس سے بھی جمہور علما کے نزدیک فضیلت نماز شب کی مطلق نوافل پر مقصود ہے نہ کہ سنت موکدہ پر

وقد ذکر فی صیام النبی علیہ السلام لشعبان دون غیرہ من الشہور معنی حسنا وہو ما روی عن اسامۃ انہ
اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے شعبان مین روزے رکھنے کے بارہ مین نہ کسی اور مہینے مین ایک خوب معنی لکھے ہین اور وہ یہ ہین کہ اسامہ سے ایک روایت ہے

علیہ السلام قال ذلک شہر یغفل الناس عنہ بین رجب ورمضان فانہ علیہ السلام اشار الی
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا مہینہ ہے کہ اسکی خوبی سے لوگ غافل ہین وہ رجب اور رمضان کے درمیان مین ہے سو حضور علیہ السلام نے یہ اشارہ فرمایا

انہ لما اکتنفہ شہران عظیمان الشہر الحرام وشہر الصیام اعرض الناس عنہ بالاشتغال بہما فصار
کہ چونکہ شعبان کو دو بڑی عظمت کے مہینون نے گھیر لیا ہے یعنی ماہ حرام اور رمضان نے تو لوگ ان دونون مین مشغول ہونے کے سبب اس سے پھر گئے ہین اور یہ مہینہ

مغفولا عنہ حتی ظن کثیر من الناس ان صیام رجب افضل من صیام شعبان لانہ شہر حرام ولیس
بھولا بسرا ہو گیا یہان تک کہ بہتیرے لوگون نے یہ گمان کیا کہ رجب کے روزے شعبان کے روزون سے بہتر ہین ۔ اسلیے کہ وہ ماہ حرام ہے حالانکہ یہ بات

کذلک لما روی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا انہا قالت ذکر لرسول اللہ علیہ السلام قوم یصومون رجبا فقال واین ہم
نہین ہے اسلیے کہ حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ وہ کہتی تھین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک قوم کا ذکر آیا کہ وہ رجب کے روزے رکھتے ہین تو آپ نے فرمایا کہ وہ

عن شعبان وفیہ اشارۃ الی ان بعض ما اشتہر فضلہ من الازمان او الاماکن والاشخاص قد یکون غیرہ
شعبان کو چھوڑ کر کدھر گئے ۔ اور اسمین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بعضے مہینون یا دنون یا مکانون کی بزرگی جو مشہور ہو جاتی ہے بعض وقت دوسرا اس سے افضل

افضل منہ اما مطلقا او لخصوصیۃ فیہ لا یتفطن بہا اکثر من الناس فیشتغلون عنہ بالمشہور
ہوتا ہے ۔ یا تو مطلقا یا کسی خصوصیت کی وجہ سے جو اسمین ہوتی ہے ۔ جو لوگون کے خیال مین نہین آتی ۔ اور اسکو چھوڑ کر مشہور مین لگے رہتے ہین

ویفوتون تحصیل فضیلۃ ما لیس بمشہور عندہم وفیہ دلیل علی استحباب عمارۃ ازمان غفلۃ الناس
اور اسکی فضیلت سے رہجاتے ہین جو مشہور نہین اور اسمین اس بات کی دلیل ہے کہ جس زمانہ مین لوگ غافل رہتے ہون اسکو عبادت سے آباد کرنا مستحب ہے

بالطاعۃ وان ذلک محبوب عند اللہ تعالی ولذلک کان طائفۃ من السلف یستحبون احیاء ما بین
اور یہ کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اسی واسطے بہت سے اگلے لوگ مغرب اور عشا کے درمیان نماز پڑھتے رہنے کو

العشائین بالصلوۃ ویقولون هی ساعة الغفلة فانه علیه السلام لما خرج علی اصحابه وهم ینتظرون
پسند کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ غفلت کا وقت ہے کیونکہ حضور علیہ السلام جب صحابہؓ کے پاس آئے اس حال مین کہ وہ نماز عشا کے منتظر

صلوة العشاء قال ما ینتظرها احد من اهل الارض غیرکم وفی هذا اشارة الی فضیلة التفرد بذکر الله تعالی
بیٹھے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اس نماز کا تمھارے سوا دنیا مین کوئی منتظر نہین ہے اس مین اشارہ ہو کہ تنہا ذکر الٰہی مین مشغول رہنا

فی وقت من الاوقات لا یوجد فیها ذاکر ولذلك فضل القیام فی وسط اللیل لشمول الغفلة عن الذکر فیه
تمام وقتون مین سے ایسے وقت مین کہ جس وقت کوئی ذکر کرتا ہو بہت افضل ہے اسی لیے آدھی رات کے وقت جاگنے کو فضیلت ہے اسواسطے کہ اسوقت اکثر لوگون کو عام طور پر ذکر خدا سے

لاکثر الناس وفی احیاء الوقت المغفول عنه بالطاعة فوائد منها انه یکون اخفی واخفاء النوافل
غفلت ہوتی ہو۔ اور غفلت کے وقت ذکر کرنے مین بہت فائدے ہین - ایک یہ کہ یہ پوشیدہ وقت ہے اور نفلون کا چھپانا اور

واسرارها افضل لاسیما الصیام فانه سر بین العبد وربه لا یطلع علیه غیره تعالی ولهذا قیل لا یکون
پوشیدہ رکھنا افضل ہو بالخصوص روزے اس لیے کہ وہ خدا اور بندے کے درمیان ایک راز ہو - اسپر خدا کے سوا کوئی آگاہ نہین ہوتا - اسی لیے کہتے ہین

فیه ریاء ومنها انه یکون اشق علی النفوس وافضل الاعمال اشقها علی النفوس وسبب ذلك ان النفوس
روزہ مین ریا نہین ہوتا - اور ایک یہ کہ وہ نفس پر گران گذرتا ہے اور نفس پر سخت ہونے والی عبادت زیادہ افضل ہوتی ہو - اور اسکا سبب یہ ہے کہ طبیعت کا قاعدہ ہے

تتاسی بما شاهد من احوال ابناء الجنس فاذا کثرت یقظة الناس وطاعتهم یکثر اهل الطاعة لکثرة
اپنے ہمجنس کے جو حالات دیکھتی ہو اُن ہی کی پیرو ہو جاتی ہو - پس جب لوگون مین شب بیداری اور عبادت بڑھجاتی ہو تو عبادت کرنے والے بھی بہت ہو جاتے ہین کہ انکے

المقتدین بهم فتسهل الطاعات علیهم واذا کثرت الغفلة واهلها یتاسی بهم عموم الناس فیشق علی
پیرو بڑھ گئے پس انپر وہ عبادت آسان ہو جاتی ہے اور جب غفلت اور غافل لوگ زیادہ ہو جاتے ہین تو عام لوگ اسی کے پیرو ہوتے ہین تو جاگنے والون پر

نفوس المتیقظین طاعاتهم لقلة من یقتدون بهم فیها ولهذا قال النبی علیه السلام للعامل منهم اجر
عبادت دشوار ہو جاتی ہو کیونکہ انمین انکی پیروی کرنے والے کم ہین - اور اسی لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ انمین سے ایک کام کرنے والے کو

خمسین منکم انکم تجدون علی الخیر اعوانا ولا یجدون وقال علیه السلام العبادة فی الهرج کالهجرة
تم مین کے پچاس آدمیون کے برابر ثواب ملتا ہو - کیونکہ تم خیر پر بہت سے مددگار پاتے ہو اور انکو نہین ملتے اور نبی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہو کہ عبادت کرنا فساد کے وقت ایسا ہو جیسے میری طرف ہجرت

الی فانه علیه السلام بین فی هذا الحدیث ان ثواب العبادة فی وقت الفتنة واختلاف احوال الناس
کرنا - حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین یہ بیان فرمادیا کہ لوگون کی بدراہی اور فتنہ کے وقت مین عبادت کا ثواب ایسا ہے

کثواب الهجرة من مکة الی المدینة فی زمانه علیه السلام قبل فتح مکة وسبب ذلك ان الناس فی وقت الفتنة
کہ جیسے نبی علیہ السلام کے زمانہ مین فتح مکہ سے پہلے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنا اور اسکا سبب یہ ہو کہ لوگ فتنہ کے وقت

یتبعون اهواءهم ولا ینقیدون بدینهم فیکون حالهم شبیها بحال اهل الجاهلیة فاذا انفرد من بینهم من
اپنی ہوا وہوس کے پیرو ہو جاتے ہین اور اپنے دین کی قید مین نہین رہتے تو انکا حال جاہلیت والون کے مشابہ ہو جاتا ہو تو اب اگر ان مین سے ایک شخص الگ ہو کر

یتمسك بدینه ویعبد ربه ویتبع امره ویجتنب نهیه یکون کمن هاجر من بین اهل الجاهلیة الی رسول الله علیه السلام
اپنے دین کو تھامے رہے اور اپنے اللہ کی عبادت کرتا رہے اور اسکے حکم کو مانتا رہے اور اسکی نہی سے باز رہے وہ اس شخص کے مثل ہے جسنے اہل جاہلیت مین سے رسول اللہ کے پاس ہجرت کی

مؤمنا متبعا لاوامره مجتنبا لنواهیه وقال علیه السلام بدأ الاسلام غریبا وسیعود غریبا کما بدأ
مؤمن اور احکام کا مطیع اور ممنوعات سے مجتنب ہو کر اور نبی علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ شروع ہوا اسلام کمزور اور پھر ہو جائیگا کمزور جیسے کہ شروع ہوا تھا

فطوبی للغرباء یعنی ان الاسلام فی ابتداء ظهوره کان غریبا لم یوجد الا فی احاد من الناس وقلة منهم
سو خوشی ہے کمزورون کو - یعنی اسلام شروع مین کمزور تھا اور نہین پایا جاتا تھا مگر کسی کسی آدمی مین بہت کم

ثم انتشر وشاع قویا وبعد ذلك سیلحقه نقص واختلال حتی لا یبقی الا فی احاد من الناس وقلة منهم وهم
پھر قوی ہو کر پھیل گیا - اسکے بعد پھر عنقریب اوسمین نقصان اور خلل پیدا ہوگا یہان تک کہ نہ باقی رہے گا مگر کسی کسی آدمی مین بہت کم اور وہ

الغرباء فطوبی لهم وقد جاء تفسيرهم في حديث اخر انهم النزاع من القبائل يعني انهم الذين كانوا قليلا
غربا ہین پس انکو خوشی ہو اور غربا کی تفسیر ایک اور حدیث مین آئی ہے یعنی وہ قبیلون مین کوئی کوئی ہین یعنے وہ وہی ہین

فلا يوجد في كل قبيلة منهم الا الواحد والاثنان بل لا يوجد واحد منهم في القبائل والبلدان كما كان كذلك
جو تھوڑے ہین۔ اور ہر قبیلہ مین ایک دو سے سوا نہین بلکہ بہتیرے قبیلون اور شہرون مین ایک بھی نہ ملیگا جیسے کہ

في ابتداء ظهور الاسلام وفي حديث اخر انهم الذين يصلحون اذا فسد الناس يعني انهم قوم صالحون عاملون
ابتدای ظہور اسلام مین بھی یہی حال تھا اور ایک اور حدیث مین ہے کہ غربا وہ ہین کہ جب لوگون مین خرابی پھیل جائے تو وہ اصلاح کرین یعنی وہ صالح لوگ ہین سنت پر عمل

بالسنة في زمان فساد الناس ومنها ان المنفرد بالطاعة بين اهل الغفلة والمعاصي يدفع به البلاء
کرنے والے لوگون کے بگڑ جانے کے وقت اور ایک فائدہ یہ ہے کہ غافلون اور گنہگارون مین جو تنہا عبادت کرنے والا ہے اسکی وجہ سے اُن سب سے بلا دفع ہوتی ہے

عن الناس فكانه يحميهم ويدافع عنهم والاثار في هذا المعنى كثيرة جدا وقد ذكر بصومه
گویا وہ انکا حمایتی ہے اور انکی بلا کو دفع کرتا ہے اور اس مضمون کی بہت سی حدیثین آئی ہین اور حضور علیہ السلام کے ماہ شعبان مین

عليه السلام لشعبان معنى اخر وهو انه عليه السلام كان يصوم من كل شهر ثلثة ايام وربما اخر
روزہ رکھنے کے اور معنی بھی بیان ہوئے ہین وہ یہ کہ حضور علیہ السلام ہر مہینہ مین تین روزے رکھتے تھے اور بعض اوقات تاخیر فرما دیتے تھے

ذلك ليقضيه بصوم شعبان يعني ان صومه عليه السلام ربما كان لا يبلغ ثلثة ايام في بعض
کہ اسکے عوض مین شعبان مین روزے رکھ لین گے یعنی آپ کے روزے بعض مہینون مین تین تک نہ ہو پہنچتے تھے

الشهور فيكمل مافاته من ذلك في شعبان اذ كان اعماله عليه السلام دائمة فكان اذا دخل
تو اُن سب کی کمی ماہ شعبان مین پوری کرتے تھے اسلیے کہ آپکے اعمال دائمی ہوتے تھے تو جب

عليه شعبان وكان عليه بقية من صيام تطوع لم يصمه يقضيه في شعبان حتى يكمل
ماہ شعبان آتا اور کچھ نفل روزے آپ پر باقی ہوتے جنکو ابھی نہین رکھا تو انکی قضا شعبان مین ادا کرتے تھے

نوافله بالصوم قبل دخول رمضان كما كان يقضي مافاته من سنن الصلوة وكما كان
تاکہ تمام نوافل روزے پوری ہوجائین قبل اسکے کہ رمضان شروع ہو جیسا کہ نماز مسنون کو جو رہجاتی تھی قضا کرتے تھے اور جیسا کہ

يقضي بالنهار مافاته من قيام الليل وقالت عائشة رضي الله عنها ربما اردت ان اصوم فلم اطق حتى
رات کی نفلون مین سے جو رہجاتی تھی وہ دن مین پوری کرتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ مین بعض وقت روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتی تھی اور نہ ہوسکتا تھا یہان تک

اذا صام النبي عليه السلام في شعبان صمت معه فانها كانت تغتنم فتقضي ما عليها من
جب پیغمبر علیہ السلام شعبان مین روزے رکھتے تھے تو مین آپکے ساتھ روزے رکھتی تھی سو وہ اس وقت کو غنیمت جانتی تھین اور آپکے ذمے

صوم رمضان لفطرها فيه بالحيض وكان في غيره من الشهور مشتغلة بالنبي عليه السلام
رمضان کے جو روزے بسبب ایام حیض کے قضا ہوجاتے تھے سب اس وقت ادا کرتی تھین اور اور مہینون مین حضور علیہ السلام کی خدمت مین مشغول رہتی تھین

فان المرأة لا تصوم وبعلها شاهد الا باذنه فمن دخل عليه شعبان وقد بقي عليه شيء من
کیونکہ عورت اپنے شوہر کے سامنے اسکی اجازت کے بغیر روزہ نہین رکھ سکتی پس جس شخص کو ماہ شعبان آجائے اور اسپر نفل روزے

نوافل صيامه يستحب له قضاؤه فيه حتى يكمل نوافل صيامه بين رمضانين ومن كان
باقی ہون تو اسکے لیے مستحب ہے کہ ماہ شعبان مین ادا کرے تاکہ اسکے نفل روزے دونون رمضان کے بیچ مین پورے ہوجائین اور جسکے ذمہ

عليه شيء من قضاء رمضان يجب عليه قضاؤه قبل رمضان اخر مع القدرة
کچھ قضا رمضان کی باقی ہو تو اسکو واجب ہے کہ قدرت ہوتے ہی دوسرا رمضان شروع ہونے سے پہلے اُسکی قضا ادا کرے

ولا يجوز له تاخيره الى ما بعد رمضان اخر لغير ضرورة فان كان تاخيره لعذر مستمر بين
اور یہ جائز نہین ہے کہ بلا ضرورت اس رمضان تک ڈال رکھے اور اگر اُسکا عذر تاخیر دوسرے رمضان تک برابر باقی رہے

الرمضانین کان علیہ قضاؤہ بعد الرمضان الثانی ولا شیٔ علیہ مع القضاء وان کان ذلک
تو اسپر اسکی قضا دوسرے رمضان کے بعد واجب ہوگی ۔ اور قضا کے سوا اور کچھ اسپر واجب ہوگا اور اگر یہ تاخیر

لغیر عذر فقیل یقضی ویطعم مع قضاء کل یوم ستین مسکینا وھو قول الشافعیؒ ومالکؒ واحمدؒ
بلا کسی عذر کے ہوئی ہو تو کہتے ہیں کہ قضا کرے اور ہر روزہ کے ساتھ ساٹھ محتاجوں کو کھانا بھی کھلائے۔ یہ قول تو امام شافعیؒ اور احمدؒ اور امام مالکؒ کا ہے

اتباعا للآثار وردت بذلک وقیل یقضی ولا اطعام علیہ وھو قول ابی حنیفۃ وقیل یطعم ولا یقضی
موافق ان حدیثوں کے جو اس بارہ میں آئی ہیں اور کہتے ہیں کہ صرف قضا کرے اور اسپر کھانا کھلانا واجب نہیں یہ قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور بعضے کہتے ہیں صرف کھانا کھلائے اور اسپر قضا نہیں ہے

وھو ضعیف وقیل فی صوم شعبان معنی آخر وھو ان صیامہ کالتمرین علی صیام رمضان
یہ قول ضعیف ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ شعبان کے روزوں کی ایک اور وجہ ہے کہ شعبان کے روزے رمضان کے روزوں کی مشاقی کے لیے ہیں

لئلا یدخل فی صیام رمضان علی مشقۃ وکلفۃ بل یکون قد تمرن علی الصیام واعتاد
تاکہ رمضان کے روزوں میں کچھ دقت اور تکلیف نہ ہو بلکہ پہلے سے روزہ کا خوگر ہو چکا ہو

ووجد بصیام شعبان حلاوۃ الصیام ولذتہ فیدخل فی صیام رمضان برغبۃ ونشاط
اور شعبان ہی سے روزوں کا مزہ اٹھا رہا ہو ۔ پھر رمضان کے روزے رغبت اور خوشی سے رکھے

یسرنا اللہ تعالی عملہ بلطفہ وتوفیقہ المجلس الرابع والعشرون فی بیان فضیلۃ
خدایا ہمپر اسکا عمل اپنے لطف و توفیق سے آسان کردے چوبیسویں مجلس شب برات میں بطریق مسنون

احیاء لیلۃ البراءۃ علی وجہ السنۃ والاحتراز عن البدعۃ المکروھۃ قال رسول اللہ
جاگنے کی فضیلت اور بدعت مکروہہ سے پرہیز کرنے کے بیان میں رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نصف ماہ شعبان کی شب کو آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی شمار سے زیادہ

غنم کلب ھذا الحدیث من حسان المصابیح رواہ ام المؤمنین عائشۃ والمراد بلیلۃ النصف من شعبان
گناہ بخشدیتا ہے۔ یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے اور اسکی راوی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اور نصف شعبان کی رات سے مراد

لیلۃ البراءۃ وانما خص قبیلۃ کلب بالذکر لانھم اکثر نفرا وغنما من سائر القبائل والمعنی انہ تعالی ینتقل فی
شب برات ہے۔ اور خاص قبیلہ کلب کے ذکر کرنے کی یہ وجہ ہے کہ اس قبیلہ میں آدمی اور بکریاں اور سب قبیلوں سے زیادہ ہیں۔ اور معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالی

تلک اللیلۃ من صفۃ الجلال المقتضیۃ لقھر العداوۃ والانتقام من العصاۃ الی صفۃ الجمال المقتضیۃ
اس رات میں صفت جلال سے جو گنہگاروں سے غلبۂ عداوت اور انتقام کی مقتضی صفت جمال کی طرف جو

للرحمۃ والمغفرۃ وانما یحمل لفظ الحدیث علی ھذا المعنی لان النزول والصعود والحرکۃ والسکون لما کانت
رحمت اور مغفرت کی باعث ہے انتقال کرتا ہے اور حدیث کے الفاظ کو ان معنوں پر اسلیے حمل کیا ہے کہ اترنا اور چڑھنا اور حرکت اور سکون چونکہ

من صفات الاجسام المتحیزۃ وقد ثبت بالقواطع العقلیۃ والنقلیۃ انہ تعالی منزہ عن الجسمیۃ والتحیز
جسم مکانی کی صفتیں ہیں اور عقلی و نقلی قطعی دلیلوں سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالے جسمیت اور مکان سے پاک ہے

امتنع علیہ النزول بمعنی الانتقال من موضع اعلی الی ما ھو اخفض منہ فیکون المعنی ما ذکرہ اھل الحق وھو
اسلیے اسکا نزول باین معنی کہ بلند مکان سے پست جگہ کی طرف اترنا محال ہوا۔ پس اس حدیث کے وہی معنی ہونگے جو اہل حق نے ذکر کیے ہیں یعنے

نزول رحمتہ ومزید لطفہ ومغفرتہ علی عبادہ واجابۃ دعوتھم وقبول توبتھم کما ھو دیدن الملوک الکرماء
رحمت کا اترنا اور اسکی مہربانی اور بخشش کا زیادہ کرنا اپنے بندوں پر اور انکی دعا کا منظور کرلینا اور انکی توبہ کا قبول کرلینا جیسا اکرم بادشاہوں

والسادۃ الرحماء اذا نزلوا بقرب قوم فقراء محتاجین یحسنون الیھم وھذا المعنی وان کان قد وعد فی سائر
اور رحیم سرداروں کی عادت ہوتی ہے کہ جب وہ فقیر محتاجوں کے پڑوس میں اترتے ہیں تو انکے ساتھ احسان کرتے ہیں اور اس بات کا اگرچہ اور تمام

اللیالی بضا لما روی انہ علیہ السلام قال ینزل ربنا تبارک وتعالی کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث
رات تو ٹین بھی وعدہ ہو کیونکہ روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا رب تبارک وتعالی ہر رات آسمان دنیا کیطرف نزول فرماتا ہو جبکہ آخری تہائی

اللیل الاخیر یقول من یدعونی فاستجیب لہ من یستغفرنی فاغفر لہ من یسألنی فاعطیہ الا ان
رات رہ جاتی ہے اور فرماتا ہو کہ کون مجھسے دعا کرتا ہو کہ میں اوسکو قبول کردوں کون مغفرت مانگتا ہے کہ میں اسکو بخشدوں کون مجھسے سوال کرتا ہو کہ میں اسکو دوں مگر اتنا فرق ہے

النزول فی سائر اللیالی مقید بوقوعہ حین یبقی من کل لیلۃ ثلثہا الاخیرۃ وفی لیلۃ البراءۃ لیس ھذا
کہ اور تمام راتوں کے اوترنے میں یہ قید ہے کہ پچھلی تہائی رات باقی رہجائے اور شب براءت میں اس کی

التقیید بل المقصود تخصیص ھذہ اللیلۃ بمزید الشرف والفضل لکونہا لیلۃ شریفۃ عظیمۃ کما
قید نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس رات میں شب قدر کے بعد خصوصیت شرافت اور فضیلت کی زیادہ ہو کیونکہ یہ رات بہت شریف ہے چنانچہ

روی عن عطاء بن یسار انہ قال ما من لیلۃ بعد لیلۃ القدر افضل من لیلۃ نصف شعبان وقد
حضرت عطاء ابن یسار سے روایت ہے کہ فرماتے تھے کہ کوئی رات شب براءت سے بہتر نہیں ہے اور

ورد فی فضلہا احادیث اخر متعددۃ وکان التابعون من اھل الشام کخالد بن معدان ومکحول
اس رات کی فضیلت میں اور بھی کئی حدیثیں آئی ہیں اور شام کے تابعی مثلاً خالد بن معدان اور مکحول

ولقمان بن عامر وغیرھم یعظمونہا ویجتھدون بالعبادۃ فیہا فلما اشتہر ذلک عنہم فی البلدان
اور لقمان بن عامر وغیرہ اس رات کی بھی بہت تعظیم کرتے تھے اور اس رات میں عبادت میں بہت کوشش کرتے تھے جبکہ انکا یہ حال ملکوں میں مشہور ہوا

اختلف الناس فی ذلک فمنہم من قبلہ منہم ووافقہم علی تعظیمہا لکن اکثر العلماء من اھل الحجاز
تو لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ بعضوں نے تو اسکو مان لیا اور انکے موافق ہو کر تعظیم کرنے لگے۔ لیکن اکثر علماء حجاز نے

انکروا ذلک وقالوا کل ذلک بدعۃ والحق ان المؤمن اذا اشتغل فی تلک اللیلۃ الخاصۃ نفسہ بانواع
اس کا انکار کیا اور کہنے لگے کہ یہ سب بدعت ہے اور حق یہ ہے کہ اگر مومن خود اس رات میں اقسام

العبادات من الصلوۃ والتلاوۃ والذکر والدعاء یجوز ولا یکرہ واما الاجتماع فیہا فی المساجد والجوامع
عبادت، نماز تلاوت ذکر و دعا میں مشغول رہے تو جائز ہے مکروہ نہیں ہے اور اس رات میں مسجد محلہ یا جامع مسجد میں

للصلوۃ النافلۃ بالجماعۃ الکثیرۃ کما ھو المعتاد فی زماننا فیکرہ وھذا قول الاوزاعی امام اھل الشام و
نماز کیلئے جمع ہونا اور جماعت کے ساتھ نفلیں ادا کرنا جیسا کہ اس زمانہ کی رسم ہے یہ مکروہ ہے اور یہ اوزاعی امام

عالمہم وفقیہہم وکذا اسراج السرج الکثیرۃ فی المساجد وایقاد القنادیل الکثیرۃ فی الجوامع فی تلک
اور عالم اور فقیہ اہل شام کا قول ہے۔ اسی طرح اس رات کو مسجدوں میں بکثرت چراغ جلانا اور جامع مسجدوں میں قندیلیں روشن کرنا

اللیلۃ لا یجوز لما ذکر فی القنیۃ ان اسراج السرج الکثیرۃ لیلۃ البراءۃ فی السکک والاسواق بدعۃ
جائز نہیں ہے کیونکہ قنیہ میں لکھا ہے کہ شب براءت کو کوچوں اور بازاروں میں بکثرت چراغ روشن کرنا بدعت ہے

وکذا فی المساجد ویضمن القیم بل لو کان الواقف شرطہ لا یعتبر ذلک الشرط شرعا وان المتولی من مال الوقف
اور ایسا ہی مسجدوں میں اور متولی تاوان دیگا۔ بلکہ اگر وقف کرنیوالا اسکا ذکر کر کے اسکی شرط کردے تب بھی اس شرط کا اعتبار نہیں ہے اور اگر متولی نے وقف

بل تابع بہ یکون ذلک تبذیرا واضاعۃ المال والتبذیر حرام بنص القرآن وقد نہی النبی علیہ السلام عن
بلکہ اپنے پاس سے جلایا تو اسراف اور مال کا ضائع کرنا ہے اور اسراف از روئے نص قرآن حرام ہے اور جناب رسول خدا علیہ السلام نے بھی

اضاعۃ المال والتنبادات الثلثۃ من اعظم البدع واقبح السیأت وکذا التنفل فی تلک اللیلۃ بالجماعۃ
مال تلف کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور انکو تو اب بہانا بڑی بدعت اور سخت گناہ ہے۔ اور ایسے ہی اس رات میں بڑی جماعت سے نفلیں پڑھنا

الکثیرۃ بدعۃ قبیحۃ یجب الاجتناب عنہا لان الفقہاء قد اتفقوا علی کراھۃ الجماعۃ فی النوافل ما سوا التراویح
سخت بدعت ہے اس سے بچنا چاہئے۔ اسلئے کہ تمام فقہا اس بات پر متفق ہیں کہ نوافل کی جماعت تراویح

ولا استسقاء والکسوف اذا کان سوی الامام اربعة والصلوة التی تصلی فی تلک اللیلة بالجماعة الکثیرة
اور استسقا اور کسوف کے سوا سب مین مکروہ ہے جبکہ امام کے سوا چار آدمی ہون۔ اور جو نماز کہ اس رات کو بڑی جماعت سے پڑھی جاتی ہے

وتسمّی صلوة البراءة بدعة ایضا لعدم وقوعها فی عصر الصحابة والتابعین بل لما ظهرت بعد المائة
جسکو نماز برأت کہتے ہین وہ بھی بدعت ہے۔ کیونکہ وہ صحابہ اور تابعین کے وقت مین نہین ہوئی بلکہ چوتھی صدی

الرابعة من الهجرة النبویة فانها حدثت فی المسجد الاقصی سنة ثمان واربعین واربع مائة واصلها علی
ہجری کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ کیونکہ یہ نماز مسجد اقصی مین ۴۴۸ھ مین شروع ہوئی ہے اور اسکی اصل

ما ذکره الامام الطرطوسی ان رجلا نابلسیا قدم بیت المقدس فقام یصلی لیلة النصف من شعبان فی المسجد الاقصی
امام طرطوسی کے بیان کے موافق یہ ہے کہ ایک شخص نابلسی بیت المقدس مین آیا اور مسجد اقصی مین شب برات کو نماز پڑھنے کھڑا ہوا

فاحرم خلفه واحد ثم ثان ثم ثالث ثم رابع فما ختمها الا وهم جمع کثیر ثم جاء فی العام الثانی فصلی معه خلق
پھر ایک شخص نے اسکے پیچھے نیت کی پھر دوسرا تیسرا چوتھا اور ابھی وہ ختم نہین کرنے پایا تھا کہ بڑی بھاری جماعت ہوگئی۔ پھر وہ شخص دوسرے سال پھر آیا تب بڑی خلقت نے

کثیر ثم شاعت فی المساجد وانتشرت فی البلاد واستقرت سنة بین العباد وقد ذمها العلماء من
اسکے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر اور مسجدون مین جاری ہوگئی اور شہرون شہرون پھیل گئی۔ اور لوگون نے اسکو سنت قرار دے لیا۔ حال آنکہ بڑے بڑے

اعیان المتاخرین فصرحوا بانها بدعة قبیحة مشتملة علی منکرات فعلی هذا ینبغی للعاجز عن تغییر تلک
علماے متاخرین نے اسکی مذمت کی ہے۔ اور صاف کہدیا ہے کہ یہ نماز بدعت قبیحہ ہے اسمین بہت سی برائیان ہین پس چاہیے کہ جو شخص ان برائیون کو دور نہین کر سکتا

المنکرات ان لا یحضر الجماعة فی تلک اللیلة بل یصلی فی بیته ان لم یجد مسجدا سالما من هذه البدع
وہ اس رات کو جماعت ہی مین شریک نہو بلکہ اپنے گھر مین پڑھ لے اگر کوئی مسجد ان بدعتون سے خالی نہ ملے

لان الصلوة فی المسجد بالجماعة سنة وتکثیر سواد اهل البدع منهی عنه وترک المنهی عنه واجب وفعل الواجب متعین
اس لیے کہ مسجد مین جماعت سے نماز پڑھنا تو سنت ہے۔ اور بدعتیون کا گروہ بڑھانا منع ہے اور ممنوع کام کا چھوڑ دینا واجب ہے اور واجب پر عمل کرنا ضروری ہے

لا سیما لمن کان مشهورا بین الناس بالعلم والزهد فان الواجب علیه ان لا یحضر فی مسجد یتأتی فیه
خصوصًا اس شخص کو جسکا علم اور زہد کے اعتبار سے شہرہ ہو۔ ایسے شخص پر یہی واجب ہے کہ جس مسجد مین یہ برائیان دیکھے وہان نجائے

هذه المنکرات لان حضوره مع عدم الانکار یوهم للعامة ان هذه الافعال مباحة او مندوب
اسلیے کہ اسکا وہان جانا اور منع کرنا عام لوگون کو اس وہم مین ڈالے گا کہ یہ افعال سب مباح ہین یا مستحب ہین

الیها فیکون حضوره شبهة عظیمة فی ظن العوام ان تلک الافعال مستحسنة شرعًا فاذا ترک
تو اسکا وہان جانا عام لوگون کے گمان مین بڑا شبہہ ڈالے گا کہ یہ افعال از روے شرع اچھے ہین

عادته ولم یجئ فی المسجد تلک اللیلة وانکر بقلبه لعجزه عن تغییره بیده ولسانه یسلم من الاثم
پس جب اسنے اپنا معمول چھوڑ دیا اور اس رات کو مسجد ہی مین نہ آیا اور دل سے انکار رکھا کیونکہ زبان سے اور ہاتھ سے روکنے کی قدرت نہین تو آپ گناہ سے بچ گیا

ولا یغتر به غیره بل یتشعر بعض الناس من عدم حضوره ان هذه الافعال غیر مرضیة عند الله تعالی
اور دوسرے لوگ بھی دھوکا نہ کھائینگے بلکہ بعض لوگ اسکے نہ شامل ہونے سے یہ سمجھین گے کہ یہ افعال خدا کو پسند نہین ہین

بل هی بدعة لا یتسوغها الشرع ولا یرضاها اهل الدین فربما یمتنع بعض الناس عن ذلک فیحصل له الثواب
بلکہ بدعت ہین کہ انکو شرع جائز نہین رکھتی ہے اور نہ پسند کرتے ہین پس بسا اوقات لوگ اس سے باز آجائینگے۔ اور اسکو ثواب حاصل ہوگا

بفعل ما یقدر علیه من الانکار بالقلب والامتناع عن الحضور والحاصل ان تلک اللیلة وان ورد فی
اسکے اس فعل سے جسپر قدرت تھی یعنی دلی انکار اور شرکت نہ کرنے سے اور حاصل یہ ہے کہ اگرچہ اس رات کی

فضلها احادیث متعددة لکن لیس لاحد ان یعظمها بما ذمه الشرع ونهی عنه مع ان بعض العلماء
فضیلت مین کئی حدیثین آئی ہین۔ لیکن کسی کو یہ حق نہین ہے کہ اسکی عظمت ان چیزون سے کرے جنکو شریعت نے برا کہا اور منع کیا باوجود یکہ بعض علما

قالوا لم يثبت في قيامها شيء عن النبي عليه السلام ولا عن اصحابه فعلى هذا يجب على كل مسلم في هذا
نے کہا ہے کہ اس رات کی نماز کے بارہ میں کوئی حدیث رسول علیہ السلام سے ثابت نہیں اور نہ آپکے صحابہ سے پس اس بنا پر اس زمانہ کے ہر مسلمان کو لازم ہے
الزمان ان يحذر من الاغترار والميل الى شيء من البدع والمحدثات في بيوت دينه من العوائد التي استأنس
کہ بدعت اور نو ایجاد باتوں میں سے کسی طرف توجہ کرنے اور دھوکا کھانے سے بچا رہے اور اپنے دین کو ان بلاؤں سے جنسے مانوس ہو رہا ہو اور جن میں پرورش پائی ہو
بها ونربى عليها فانها سم قاتل قل من سلم من آفاتها وظهر له الحق معها لان البدعة لها حلاوة في
بچاتا ہے اسلیے کہ وہ زہر قاتل ہیں بہت کم ہیں جو ان آفتوں سے بچے ہوں اور باوجود ان امور کے اسپر حق ظاہر ہوا ہو اسلیے کہ بدعتیوں کے دلوں میں
قلوب اهلها يستحسنها طباعهم فلا يتركونها وقد روي عن عكرمة وغيرها من المفسرين ان الليلة المباركة
بدعت کا بڑا مزہ ہوتا ہے کہ انکی طبیعت اسکو پسند کرتی ہے اس لیے وہ اسے نہیں چھوڑتے عکرمہ اور اور مفسرین سے روایت ہے کہ وہ مبارک رات
الواقعة في سورة الدخان قد فسرت بليلة نصف شعبان كما ذهب اليه الاكثرون فانها ليلة
جسکا ذکر سورہ دخان میں ہے انکی تفسیر شعبان کی پندرھویں رات ہی سے کی گئی ہے چنانچہ اکثر مفسرین اسی طرف گئے ہیں کیونکہ یہ ایسی رات ہے کہ
يقدر فيها كل ما يكون في تلك السنة لقوله تعالى فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيمٍ قال عطاء بن يسار
سب کچھ اسی رات میں مقدر کیا جاتا ہے جو اس سال ہونے والا ہے کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ اسی میں تفریق کی جاتی ہے ہر حکم کام سے عطاء بن یسار کہتے ہیں
اذا كان ليلة النصف من شعبان يدفع الى ملك الموت صحيفة فيقال له اقبض روح من في هذه الصحيفة فكم
کہ جب شب برات ہوتی ہے تو فرشتے کو پرچہ دے کر کہتے ہیں کہ جن جن کا نام اسمیں لکھا ہے انکی روح قبض کر لینا
من شخص يبني الدور ويشيد القصور ويغرس الاشجار ويحفر الانهار ويتزوج النسوان وينشغل في
بہتیرے آدمی گھر بناتے ہیں اور محلوں کی استرکاری کرتے ہیں باغ لگاتے ہیں نہریں نکالتے ہیں بیاہ کرتے ہیں اور مکانوں کی دھن میں
البنيان وقد كتب عليه الموت ودفعت نسخته الى ملك الموت وهو في هواه ولا يعلم منتهاه فيا مغرور
رہتے ہیں اور انکی موت لکھی جا چکی اور اسکا پرچہ ملک الموت کو دیا جا چکا اور وہ اپنے ہوا و ہوس میں پھنسا ہوا ہے اور اپنے انجام کی خبر نہیں
بطول الامل ويا مسرورا بسوء العمل كن من الموت على وجل فلا تدري متى يهجم عليك الاجل فكم
بس اے طول امل کے دیوانے اور برے اعمال کے متوالے موت سے ڈرتا رہ تجھے کیا معلوم کہ موت تجھکو کس وقت آ گھیرے گی بہتیرے
من مستقبل يوما لا يستكمله وكم من مؤمل غدا لا يدركه يسر الله تعالى تدارك الموت قبل هجومه
لوگ جو ایک دن کو کم سمجھتے ہیں اسکو بھی پورا نہ کر سکینگے اور بہتیرے کل کے امیدوار کل تک نہ پہونچینگے خدا موت کا تدارک اسکے آنے سے پہلے آسان کرے

المجلس الخامس والعشرون في لزوم طلب رؤية هلال رمضان

پچیسویں مجلس اس بیان میں کہ ماہ رمضان کا چاند ضرور دیکھنا چاہیے

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروا الهلال فان غم عليكم فاقدروا له
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تک چاند نہ دیکھو روزہ نہ رکھو اور نہ بدون چاند دیکھے افطار کرو اور اگر گھٹا ہو جائے تو اندازہ کرو
وفي رواية فاكملوا العدة ثلثين هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابن عمر معناه ان السماء
اور ایک روایت میں ہے کہ تیس دن پورے کرو یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے اور اسکے راوی حضرت ابن عمر ہیں اسکے معنی یہ ہیں کہ جب
اذا كانت مصحية ولم يكن فيها علة فلا تصوموا صوم رمضان حتى تروا هلال رمضان ولا تفطروا
مطلع صاف ہو اور اسمیں کچھ خرابی نہ ہو تو تم رمضان کا چاند دیکھے بغیر روزہ نہ رکھو نہ عید کا چاند دیکھے
يوم الفطر حتى تروا هلال الفطر فان غم عليكم الهلال ولم تروه فقدروا واعدوا الشهر الذي كنتم فيه
بغیر افطار کرو اور اگر چاند بدلی میں آجائے اور تم اسکو نہ دیکھو تو اس مہینہ کے تیس دن پورے کر لو جسمیں تم ہو
ثلثين يوما ثم صوموا ان كان الشهر المقدر شعبان وافطروا ان كان الشهر المقدر رمضان وذلك
پھر روزہ رکھنا شروع کرو اگر وہ مہینہ جسکا تم نے اندازہ کیا ہے شعبان کا ہو اور اگر وہ مہینہ جسکا تم نے شمار کیا ہے رمضان کا ہو تو افطار کرو اور یہ

لان الاصل فی کل ثابت بقاؤه الی ان یوجد دلیل علی عدم بقائه والشهر کان ثابتا بیقین وقد الشك
اسلیے ہے کہ ہر ثابت شئی مین اصل اسکا بقا رہے تاوقتیکہ اسکے عدم کی دلیل نہ ملے اور مہینہ پہلے تو یقینی ثابت تھا اب شک
فی خروجه فلا یخرج الا برؤیة الهلال او کمال العدة ولم یوجد احد منهما فیکون باقیا نظرا الی
اسکے ختم ہو نمین ہے تو چاند دیکھنے ہی سے ختم ہو گا یا کہ تیس دن پورے کرنے سے اور پہلی ان دونون باتون مین سے کوئی امر پایا نہ گیا تو وہی مہینہ باقی رہیگا باعتبار
ما روی انه علیه السلام اشار باصابع یدیه مکشوفة وقال الشهر هکذا وهکذا وهکذا وعقد ابهامه
اس روایت کے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپنے دونو ہاتھ کی انگلیان کھول کر اشارہ کیا کہ ایک مہینہ اتنا اور اتنا اور اتنا ہوا اور تیسری مرتبہ انگوٹھا موڑ لیا
فی الثالث ثم قال الشهر هکذا وهکذا وهکذا من غیر عقد ابهامه فعلم منه ان الشهر قد یکون تسعة
پھر آپنے فرمایا کہ مہینہ اتنا ہے اور اتنا اور اتنا بلا انگوٹھا موڑے تو اس سے معلوم ہوا کہ مہینہ کبھی تو انتیس
وعشرین یوما وقد یکون ثلثین فیقع الشك فی دخول رمضان وخروجه وعلی تقدیر عدم
دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس کا تو رمضان کے آنے اور جانے مین شک رہتا ہے بر تقدیر
خروجه یحرم الفطر وعلی تقدیر عدم دخوله یکره الصوم علی قصد انه صوم رمضان اذ یلزم
رمضان تمام نہ ہونیکے افطار کرنا حرام ہے اور رمضان کا مہینہ نہ شروع ہونیکی صورت مین رمضان کی نیت سے روزہ رکھنا مکروہ ہے کیونکہ لازم آتا ہے
ان یؤدی قبل وانه فهو حرام ولهذا قال عمار بن یاسر من صام یوم الشك فقد عصی ابا القاسم
وقت سے پہلے ادا کرنا اور یہ حرام ہے اور اسی لیے عمار بن یاسر کہتے ہین کہ جسنے شک کے دن روزہ رکھا اسنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی
والشك فیه ان یستوی طرفا العلم والجهل بان یقع الغیم فی التاسع والعشرین من شعبان ولا یدری
اور اسمین شک کے یہ معنی ہین کہ جاننا اور نہ جاننا دونون پہلو برابر ہون اسطرح کہ شعبان کی انتیسوین تاریخ ابر ہو جائے اور یہ نہ معلوم ہو سکے
ان الغد من شعبان او من رمضان فعلی هذا ینبغی للناس ان یطلبوا هلال رمضان فی التاسع
کہ کل کا دن شعبان ہی کا ہے یا رمضان کا پس اس بنا پر لوگون کو چاہیے کہ شعبان کی انتیسوین کا چاند خوب غور سے دیکھین
والعشرین من شعبان فان رأوه صاموا وان لم یروه اکملوا عدة شعبان ثلثین یوما ثم صاموا
پس اگر دیکھ لین تو روزہ رکھین اور اگر نہ دکھائی دے تو ماہ شعبان کے تیس دن پورے کرین اسکے بعد روزے رکھین
لقوله علیه السلام صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته فان غم علیکم الهلال فاکملوا عدة شعبان ثلثین
کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ چاند دیکھکر روزہ رکھو اور چاند دیکھکر روزہ کھولو اور اگر بدلی مین چاند چھپ جائے تو شعبان کے تیس دن پورے کر لو
واما الیوم الذی یشك فیه انه من شعبان او من رمضان فالصحیح ان الصوم فیه غیر مکروه
اور وہ دن جسمین یہ شک ہے کہ وہ شعبان کا ہے یا رمضان کا اسمین صحیح یہ ہے کہ اسمین روزہ مکروہ نہین ہے
اذا کان تطوعا لکونه مستثنی من النهی بقوله علیه السلام لا یصام الیوم الذی یشك فیه انه
اگر نفل ہو اسلیے یہ ممانعت سے الگ ہے بوجہ اس ارشاد نبی علیہ السلام کے جس کا رمضان سے ہونا مشکوک ہو
من رمضان الا تطوعا والمراد بالنهی عن الصوم فیه الصوم بنیة صوم رمضان لانه یلزم ان یؤدی
اس مین روزہ نہ رکھو مگر نفل اور اسمین روزہ رکھنے کی ممانعت سے وہ روزہ مراد ہے جو رمضان کے روزہ کی نیت سے ہو کیونکہ اس سے قبل از وقت
قبل مجیء وقته وقد مر انه حرام لحدیث عمار بن یاسر مع ما فیه من التشبه باهل الکتاب فی زیادتهم
ادا کرنا لازم آتا ہے اور گذر چکا ہے کہ یہ حرام ہے بموجب حدیث عمار ابن یاسر کے علاوہ اسکے اسمین اہل کتاب سے تشبیہ لازم آتی ہے کہ وہ اپنے روزونکی مدت
فی مدة صومهم فعلی هذا ینبغی للمؤمن ان یصبح فی ذلك الیوم منتظرا غیر مفطر ولا عازم علی الصوم
بڑھا لیا کرتے ہین پس اس بنا پر مومن کو چاہیے کہ اس روز صبح کو منتظر رہے نہ تو کچھ کھائے اور نہ روزہ کی نیت کرے
فان ثبت قبل الضحوة الکبری انه من رمضان یعزم علی الصوم لان النیة الی الضحوة الکبری جائزة
پس اگر دوپہر سے پہلے یہ ثابت ہو جائے کہ یہ رمضان کا دن ہے تو روزہ کی نیت کرلے اسلیے کہ دن چڑھے تک

فی صیام رمضان وفی صیام النفل ایضا وان لم یثبت ان شاء صام تطوعا وان شاء افطر ولکن ان
رمضان کے روزون کے اور نفل روزون کی بھی نیت درست ہے۔ اور اگر نہ ثابت ہو تو چاہے افطار کر ڈالے چاہے نفل روزہ رکھ لے لیکن اگر

وافق یوما کان یصومہ بان کان یصوم یوم الاثنین والخمیس والجمعۃ فوافق یوم الشک فالصوم افضل
وہ شک کا دن ایسے دن مین آپڑے جنمین وہ روزہ رکھا کرتا تھا مثلا دو شنبہ یا جمعرات یا جمعہ کو وہ روزہ رکھا کرتا تھا پس اتفاق سے وہ شک کا دن آپڑا تو روزہ رکھنا افضل ہے

لقولہ علیہ السلام لا یتقدمن احدکم رمضان بصوم یوم ولا بصوم یومین الا ان یوافق صوما کان
اسلیے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ رمضان سے پہلے کوئی ہرگز روزہ نہ رکھے نہ ایک دن نہ دو دن لیکن اُس صورت مین کہ اتفاقاً یوم شک ایسے دن مین آپڑے جسمین وہ

یصومہ وکذا ان کان یصوم شعبان کلہ او نصفہ الاخیر وثلثۃ ایام من اخر کل شہر وان لم یوافق
روزہ رکھا کرتا تھا اسی طرح اگر وہ پوری شعبان یا نصف اخیر شعبان یا ہر مہینہ کے اخیر مین تین دن روزہ رکھا کرتا ہے اور اگر اُس دن سے مطابق نہ پڑے

یوما کان یصومہ فقد قیل الفطر افضل احترازا عن ظاہر النہی وقیل الصوم افضل قتداء لعائشۃ رض
جسمین روزہ رکھا کرتا تھا تو بعضے کہتے ہین افطار افضل ہے ظاہر نہی سے احتراز کیلیے۔ اور بعضے کہتے ہین کہ روزہ رکھنا افضل ہے بلحاظ پیروی حضرت عائشہ رض

وعلی رض فانہما کانا یصومانہ ویقولان لان نصوم یوما من شعبان احب الینا من ان نفطر یوما من رمضان
اور حضرت علی رض کے۔ کہ دونون شک کے دن روزہ رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمکو شعبان کا ایک روزہ رکھ لینا اس بات سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ رمضان کا ایک روزہ توڑ ڈالین

والمختار ان یصوم الخواص کالمفتی والقاضی تطوعا لانہم یعرفون کیفیۃ النیۃ ولا یخلطون الکراہۃ فکان
اور فتوی اسپر ہے کہ خاص لوگ مثلا مفتی اور قاضی نفل کا روزہ رکھ لیا کرین کیونکہ ان کو نیت کی کیفیت معلوم ہے اور یہ لوگ کراہت کو نہ ملنے دینگے پس

اللائق بہم ان یصوموا بانفسہم ویأمر العامۃ بالانتظار الی وقت الزوال ثم بالافطار ان لم یثبت الہلال
اُن لوگونکو چاہیے کہ خود روزہ رکھا کرین۔ اور عوام کو زوال تک انتظار کرنیکا حکم دین اُسکے بعد افطار کا حکم دین اگر چاند کا نکلنا ثابت نہو

وکل من یعرف کیفیۃ النیۃ فہو من الخواص وکیفیتہا ان ینوی التطوع ولا یخطر بالہ صوم رمضان
اور جس جس شخص کو نیت کی کیفیت معلوم ہو وہ خواص مین ہے اور نیت کی کیفیت یہ ہے کہ نفل کی نیت کرے اور اس دن مین رمضان کے روزہ کا

او صوم واجب اخر ولا یتردد فیہا فان النیۃ معرفۃ بقلبہ انہ یصوم وہی فی ذلک الیوم علی وجوہ احدہا
یا اور کسی واجب روزہ کا خطرہ بھی نہ لائے اور نہ اسمین کچھ متردد ہو۔ کیونکہ نیت یہ ہے کہ دل سے جانے مین روزہ رکھتا ہون اور اُس دن کی نیت کئی طرح پر ہے ایک یہ

ان ینوی صوم رمضان وہو مکروہ لما مر من حدیث عمار بن یاسر مع ما فیہ من التشبہ باہل الکتاب ثم
کہ رمضان کے روزہ کی نیت کرے یہ تو مکروہ ہے جیسا کہ عمار ابن یاسر کی حدیث مین گذرا باوجودیکہ اسمین اہل کتاب کے ساتھ تشبیہ بھی ہے۔ پھر

ان ظہر انہ من رمضان یجزئہ لانہ نوی ان یکون صومہ عن رمضان وکان ذلک الیوم من رمضان
اگر معلوم ہو جائے کہ وہ رمضان ہی کا دن ہے تو یہی روزہ کافی ہے اسواسطے کہ وہ نیت کر چکا تھا کہ میرا روزہ رمضان کا ہے اور وہ دن رمضان ہی کا نکلا

فیقع عن المستحق واصل الکراہۃ لا یمنع الجواز بل یستلزم عدم الاستحباب بلا عکس لان المباحات
پس حقدار ہی کا ہوگا۔ اور اصل کراہت جواز کو نہین روکتی۔ بلکہ استحباب کو روکتی ہے بدون عکس کے۔ اسلیے کہ مباحات

لا یتصف بہما وان ظہر انہ من شعبان یکون تطوعا ولو افطر لا قضاء علیہ لانہ فی معنی المظنون حیث
ان دونون سے موصوف نہین ہوتے ہین۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ دن شعبان کا ہے تو وہ روزہ نفل ہو جائیگا اور اگر افطار کر ڈالا تو اسپر کچھ قضا نہین ہے۔ اسلیے کہ وہ محض گمان ہی کا دن تھا

ظن ان علیہ صوما وتبین ان لیس علیہ صوم والمظنون لا یقضی لان القضاء منوط بالالتزام او بالالزام
کیونکہ اسنے گمان کیا کہ میرے ذمہ روزہ ہے پھر معلوم ہوا کہ اسپر روزہ نہین تھا اور گمانی روزہ کی قضا نہین ہے۔ اسلیے کہ قضا یا تو اپنے ذمہ لے لینے سے آتی ہے۔ یا شریعت کے لازم کر دینے سے

والثانی ان ینوی عن واجب اخر وہو مکروہ ایضا للحدیث السابق الا انہ ادون فی الکراہۃ لعدم التشبہ
دوسری صورت یہ کہ کسی اور واجب کی نیت کرے اور یہ بھی مکروہ ہے اسی اوپر والی حدیث کی رو سے مگر اسکی کراہت کم درجہ کی ہے کیونکہ اسمین اہل کتاب کے ساتھ تشبیہ نہین ہے

باہل الکتاب لان التشبہ بہم انما یکون اذا صام فیہ بنیۃ صوم رمضان ثم ان ظہر انہ من رمضان
اسلیے کہ انکے ساتھ تشبیہ تو اسوقت ہوتی کہ اُس دن رمضان کی نیت سے روزہ رکھے پھر اگر ظاہر ہو جائے کہ وہ رمضان کا دن ہے

يقع عنه لان صوم رمضان يصح من الصحيح المقيم بمطلق النية وبنية النفل وبنية واجب اخر لكون الوقت
تو یہ روزہ رمضان ہی کا ہو جائیگا اسلیے کہ رمضان کا روزہ تندرست مقیم کے مطلق نیت سے صحیح ہو جاتا ہے اور نفل کی نیت سے بھی اور کسی اور واجب کی نیت سے بھی کیونکہ وہ وقت

متعينا لهذا الصوم فينتفي مشروعية غيره فيه ولا اطلاق في المتعين تعيين ونية النفل في واجب اخر لغو لان
اسی روزہ کیلیے مقرر ہے۔ اُس دن کسے اور روزے کا جواز جاتا رہا ہے۔ اور مقرر مین مطلق نیت بھی بمنزلہ تعیین کے ہے اور نفل اور کسی دوسرے واجب کی نیت لغو ہے اس لیے

الوقت لا يحتملها لعدم مشروعيتها فيه فاذا بطل الوصف بقي نية اصل الصوم فيكون في حكم المطلق
کہ اس وقت مین اُن روزون کی صلاحیت نہین کیونکہ اس دن مین اور کوئی روزہ مشروع نہین ہوا پس جب وصف باطل ہوگیا تو اصل روزے کی نیت باقی رہ گئی اور وہ نیت بحکم مطلق نیت ہوگی

فينصرف الى المشروع في الوقت ونظيره من كان متوحدا في الدار فانه اذا نودي باسم جنسه او باسم غير اسمه يراد به
پس یہ روزہ اسی روزہ کیطرف راجع ہوگا جو اسوقت مین مشروع ہے۔ اسکی نظیر یہ ہے کہ جو شخص اکیلا ہو پس جب اسکو اے مرد کہکر یا کسی دوسرے نام سے پکارا جو نام اسکا نہو تو اس سے

ذلك وان ظهر انه من شعبان يكون تطوعا ولا يكون عما نوى لان الصوم فيه منهي كيوم العيد ولا يتادى
وہی آدمی مراد ہوگا اور اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن شعبان کا تھا تو وہ روزہ نفل ہو جائیگا اور جسکی نیت کی تھی وہ نہوگا اسلیے کہ اس دن روزہ ممنوع ہے جیسے عید کے دن پس وہ روزہ

به ما وجب كاملا والصحيح انه يكون عما نوى لانه ادى في يوم يصح فيه النفل بخلاف يوم العيد فان لم يستبن
جو کہ کامل واجب ہوا ہے اس سے ادا نہین ہو سکتا۔ اور صحیح یہ ہے کہ جسکی نیت کی ہے وہی ہوگا اسلیے کہ اسنے ایسے دن ادا کیا ہے جسمین نفل جائز ہے بخلاف روز عید کے اور اگر حال نہ کھلا

لا يسقط الواجب عن ذمته لاحتمال كونه من رمضان والثالث ان يتردد في وصف النية بان ينوي
تو اسکے ذمہ سے واجب ساقط نہوگا۔ کیونکہ رمضان سے محسوب ہونیکا احتمال ہے۔ تیسرے یہ کہ نیت کے وصف مین متردد ہو۔ یعنی اسطرح نیت کرے

ان كان الغد من رمضان فانا صائم عنه وان كان من شعبان فمن واجب اخر او عن النفل وهو
کہ اگر کل کا دن رمضان کا ہے تو مین رمضان کا روزہ رکھتا ہون۔ اور اگر کل کا دن شعبان کا ہے تو میرا روزہ فلان واجب یا نفل کا ہے اور یہ

مكروه ايضا اما الاول فلتردده بين الامرين المكروهين نية صوم رمضان ونية صوم واجب اخر واما
مکروہ ہے۔ پہلی صورت تو اسلیے کہ اسکو دو مکروہ امرون کے درمیان تردد ہے یعنی رمضان کے روزے کی نیت اور دوسرے واجب روزے کی نیت اور دوسری صورت

الثاني فلكونه ناويا للفرض من وجه ثم ان ظهر انه من رمضان يقع عنه لعدم التردد في اصل النية
اسلیے کہ ایک طرح فرض کی نیت ہے پس اگر وہ دن رمضان کا نکلا تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا اسلیے کہ اصل نیت مین تردد نہین

وهو كاف وان ظهر انه من شعبان لا يكون عن واجب اخر بل يكون تطوعا في كلا الوجهين ولو افطر لا قضاء
اور اتنا ہی کافی ہے اور اگر یہ ظاہر ہوا کہ وہ شعبان کا دن ہے تو وہ واجب سے نہین ہوگا بلکہ دونون حالتون مین نفل ہو جائیگا۔ اور اگر افطار کر ڈالا تو اسپر قضا نہین

عليه اما في الاول فلانه كالمظنون واما في الثاني فلعدم وجود الالتزام من كل وجه والرابع ان ينوي التطوع
پہلی صورت مین تو اسلیے کہ گمان ہی گمان ہے اور دوسری صورت مین اسلیے کہ ہر طرح سے اپنے ذمہ نہین لیا اور چوتھے یہ کہ نفل کی نیت کرے

وقد مر انه يصح بنية النفل من غير كراهة في الصحيح ثم ان ظهر انه من رمضان يقع عنه لما مر انه يصح
اور یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نفل کی نیت صحیح مذہب مین بلا کراہت درست ہے پھر اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہے تو رمضان ہی کا روزہ ہو جائیگا کیونکہ اوپر بیان ہو چکا کہ رمضان کا

بنية النفل وان ظهر انه من شعبان يكون تطوعا وان افطر يلزمه القضاء لانه شرع ملتزما بخلاف
روزہ نفل کی نیت سے بھی ہو جاتا ہے اور اگر ظاہر ہو کہ وہ دن شعبان کا تھا سو نفل ہو جائیگا اور اگر افطار کر ڈالیگا تو قضا لازم آئیگی اسلیے کہ اسنے اپنے ذمے لیکر شروع کیا تھا بخلاف

مسألة المظنون ثم ينبغي ان يعلم ان رؤية الهلال وان كان سببا لوجوب الصوم والفطر لقوله عليه السلام
مسئلہ مظنون کے۔ پھر یہ بھی جاننا چاہیے کہ اگرچہ چاند کا دیکھنا روزے کے واجب ہونے اور کھول ڈالنے کا سبب ہے۔ بوجہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد

صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته لكن العمل به لا يلزم الا بقضاء القاضي ولهذا يلزم المراجعة اليه ثم انه اذا
کہ چاند دیکھکر روزہ رکھو اور چاند دیکھکر روزہ افطار کرو لیکن اسپر عمل کرنا بغیر قاضی کے حکم کے نہین ہو سکتا اسلیے اسکی طرف رجوع کرنا لازم ہے پھر اگر

كان في السماء علة سواء كانت غيما او دخانا او غبارا او نحوها يقبل في هلال رمضان خبر عدل
آسمان پر کچھ خرابی ہو خواہ ابر ہو یا دھوان یا غبار ہو یا بخار یا مثل اسکے تو رمضان کے چاند مین ایک گواہ عادل

مسلم عاقل بالغ حرا كان او عبدا ذكرا كان او انثى لانه مخبر بامر ديني وهو وجوب الصوم على الناس فيقبل

مسلمان عاقل بالغ کی گواہی خواہ وہ آزاد ہو خواہ غلام مرد ہو خواہ عورت مقبول ہے اسلیے کہ وہ ایک دینی کام کی خبر دینے والا ہے یعنی لوگوں پر روزہ کا واجب ہونا تو اسکی

خبره لكن بشرط ان يفسر ويقول رأيته خارج البلد وبين خلال السحاب وامابدون التفسير فلا يقبل لمكان

خبر مان لی جائے گی لیکن اس شرط سے کہ صاف طور سے یوں کہے کہ مین نے شہر کے باہر یا بدلی کے درمیان مین دیکھا ہے اور بدون اس تفصیل کے مقبول نہوگا کیونکہ

التهمة والفاسق اذا ابصر هلال رمضان ينبغي له ان يشهد عند القاضي لاحتمال قبول شهادته لكن

شبہ کی گنجایش ہے۔ اور فاسق کو چاہیے کہ اگر چاند دیکھ لے تو قاضی کے روبرو گواہی دے شاید کہ اسکی گواہی قبول ہو جائے لیکن

القاضي يرد شهادته لان خبر الفاسق في الديانات مردود غير مقبول ويشترط العدالة وقال الطحاوي

قاضی کو چاہیے کہ اسکی گواہی قبول نکرے اسلیے کہ فاسق کی گواہی دینی کامون مین مردود ہے مقبول نہین ہے۔ اور عدالت شرط ہے اور طحاوی نے کہا ہے

لا يشترط العدالة ومن المشائخ من قال اراد به المستور ولا يشترط الدعوى ولا لفظ الشهادة ويقبل في هلال رمضان

کہ عدالت شرط نہین ہے اور بعضے مشائخ کہتے ہین کہ اس سے انکی مراد مستور الحال ہے اور انکا دعوی شرط نہین۔ نہ لفظ شہادت اور رمضان کے چاند مین

شهادة الواحد على شهادة الواحد ومن رأى هلال رمضان في الرستاق ولم يكن هناك وال ولا قاض فان كان

ایک کی گواہی ایک کی گواہی پر مقبول ہے اور جسنے رمضان کا چاند گانون مین دیکھا اور وہان نہ کوئی حاکم ہے نہ قاضی تو اگر وہ

الرائي ثقة يصوم الناس بقوله ثم اذا قبل القاضي شهادة الواحد في هلال رمضان وصام الناس ثلثين

دیکھنے والا معتبر آدمی ہے تو سب لوگ اسی کے کہنے سے روزہ رکھین پھر اگر قاضی نے ایک شخص کی گواہی رمضان کے چاند مین قبول کر لی اور لوگون نے تیس تیس روزے بھی رکھ لیے

يوما ولم يروا هلال الفطر لا يفطرون فيما روي عن ابي حنيفة وابي يوسف لان الفطر لا يثبت بشهادة الواحد

تب بھی عید کا چاند نظر نہ آیا تو ابو حنیفہ و ابو یوسف کی روایت کر روسے اب بھی افطار نکرنا چاہیے۔ اسلیے کہ افطار ایک آدمی کی گواہی سے واجب نہین ہوتا

وعن محمد انهم يفطرون ويثبت الفطر في ضمن ثبوت الرمضانية بشهادة الواحد وان كان لا يثبت ابتداء

اور امام محمد کے نزدیک یہ ہے کہ وہ افطار کر ڈالین اور رمضان کے ثبوت کے ضمن مین ایک ہی گواہی سے افطار کا ثبوت بھی ہو جاتا ہے اگرچہ ابتداءً ثابت نہین ہوتا

فان في هلال الفطر اذا كان في السماء علة لا يقبل الا شهادة حرين او حر وحرتين لتعلق حق العباد به لانهم

کیونکہ شوال کے چاند مین اگر آسمان پر کوئی خرابی ہو تو بدون دو آزاد مرد یا ایک آزاد مرد اور دو آزاد عورتون کی گواہی کے چاند مقبول نہوگا۔ کیونکہ اس سے حق العباد کو تعلق ہے کیونکہ وہی

ينتفعون به فيثبت بما يثبت به سائر حقوقهم بخلاف هلال رمضان فان المتعلق به حق الشرع وهو

اس سے فائدہ اٹھاتے ہین پس اسکا ثبوت بھی اسی طرح ہوگا جس طرح انکے اور حقوق کا ثبوت لیا جاتا ہے بخلاف ہلال ماہ رمضان کے کیونکہ اس سے صرف حق شرع یعنے

الصوم فيكتفى بخبر الواحد واما اذا لم يكن في السماء علة فلا يقبل شهادة الواحد في هلال رمضان

روزہ متعلق ہوتا ہے پس ایک آدمی کی گواہی کافی ہے۔ اور اگر آسمان مین کچھ خرابی نہو تو پھر رمضان کے ہلال مین بھی ایک آدمی کی گواہی مقبول نہین

ولا شهادة الاثنين في هلال الفطر وانما يقبل شهادة جمع كثير يقع العلم بخبرهم واختلفوا في مقدار

اور عید کے چاند مین دو کی گواہی۔ بلکہ بہت سے آدمیون کی گواہی ہوگی جنکے بیان سے یقین آجائے اور اس جماعت کی گواہی کی تعداد مین اختلاف ہے

ذلك فقيل لا بد من اهل محلة وقيل لا بد من خمسين رجلا وعن محمد لا بد ان يتواتر الخبر من كل جانب

بعضے کہتے ہین کہ ایک محلہ کے آدمیون کا ہونا ضروری ہے۔ اور بعضے کہتے ہین کہ پچاس مردون کا ہونا ضرور ہے۔ اور امام محمد سے روایت ہے کہ اسکی خبر پے در پے آئے

والصحيح انه مفوض الى راي الحاكم لان المراد بالعلم الحاصل بخبرهم هو العلم الشرعي الموجب للعمل وهو غلبة

اور صحیح یہ ہے کہ یہ بات حاکم کی راے پر حوالہ ہے اسلیے کہ مراد علم سے جو انکی خبر سے حاصل ہو وہ علم شرعی ہے جس سے عمل کرنا واجب ہو جائے اور وہ ظن غالب

الظن لا العلم بمعنى التيقن وان جاء واحد من خارج المصر فشهد برؤية الهلال ثم ففي ظاهر الرواية

یقینی نہین اور اگر کوئی شخص باہر سے آیا اور اسنے وہان اپنے چاند دیکھنے کی گواہی دی ظاہر روایت مین

لا يقبل شهادته لقيام التهمة وذكر الطحاوي ان شهادته مقبولة لقلة المانع في خارج المصر وكذا لو شهد

اسکی گواہی مقبول نہوگی۔ کیونکہ شبہ موجود ہے۔ اور طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ چونکہ شہر کے باہر مانع کم ہوتا ہے اس لیے اسکی شہادت مقبول ہوگی اسیطرح اگر

برؤية الهلال في المصر على مكان مرتفع ومن رأى هلال رمضان وحده وشهد ولم يقبل شهادته كان عليه

شہر مین کسی اونچے مقام سے چاند دیکھنے کی گواہی دی۔ اور جس نے رمضان کا چاند تنہا دیکھا اور گواہی دی لیکن گواہی مقبول نہ ہوئی ہو تو اُسپر واجب ہے

ان يصوم لقوله عليه السلام صوموا لرؤيته فانه قد رآه فيلزمه الصوم وان افطر كان عليه القضاء دون

کہ روزہ رکھے حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ چاند دیکھکر روزہ رکھو۔ بسبب اسکے کہ اُسنے چاند دیکھا ہے اسلیے اسکو روزہ رکھنا چاہیے اور اگر افطار کر ڈالیگا تو اُسپر قضا لازم آئیگی

الكفارة وان افطر قبل ان ترد شهادته اختلفوا فيه والصحيح ان لا يجب عليه الكفارة والحاكم اذا رأى هلال

کفارہ نہ ہوگا۔ اور اگر شہادت رد ہونے سے پہلے روزہ توڑ ڈالا تو اب اسمین فقہا نے اختلاف کیا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اُسپر کفارہ واجب نہین اور اگر حاکم تن تنہا

رمضان وحده يصوم ولا يأمر الناس بالصوم ولو ان الناس غم عليهم هلال رمضان واكملوا شعبان

رمضان کا چاند دیکھے تو وہ آپ روزہ رکھے لوگونکو روزہ کا حکم نہ دے اور اگر ابر مین چھپ جانیکی وجہ سے رمضان کا چاند لوگون کو نظر نہ آیا اور انھون نے شعبان کے تیس دن

ثلثين يوما ثم صاموا رمضان ثمانية وعشرين يوما ثم رأوا هلال شوال فانهم ان كانوا عدوا شعبان

پورے کر لیے پھر رمضان کے روزے اٹھائیس رکھے تھے کہ شوال کا چاند دیکھ لیا اور انھون نے شعبان کے دن

من غير رؤية قضوا يومين وان كانوا عدوه من رؤية قضوا يوما واحدا فيكون شهر رمضان في تلك

بے چاند دیکھے پورے کیے تھے تو دو دن کے روزے قضا کرین اور اگر چاند دیکھکر شمار پورا کیا تھا تو ایکدن کے قضا کرین۔ اسطرح ماہ رمضان اس

السنة تسعة وعشرين يوما حتى انهم لو كانوا رأوا هلال شوال بعد ما صاموا رمضان تسعة وعشرين

سال انتیس دن کا ہو جائیگا یہانتک کہ اگر انھون نے عید کا چاند رمضان کے انتیس روزے کے بعد دیکھا

يوما لا يلزمهم شيء ولو ان اهل بلدة رأوا هلال رمضان فصاموا تسعة وعشرين يوما فشهد جماعة

اُن پر کچھ لازم نہ آئیگا اور اگر ایک شہر والون نے رمضان کا چاند دیکھکر انتیس روزے رکھے۔ پھر ایک گروہ نے

عند القاضي في اليوم التاسع والعشرين ان اهل بلدة كذا رأوا هلال رمضان في ليلة كذا قبلكم بيوم

انتیسوین دن قاضی کے سامنے یہ گواہی دی کہ فلان شہر والون نے فلان رات رمضان کا چاند تمسے ایک دن پہلے دیکھکر

وصاموا وهذا اليوم يوم الثلثين من رمضان واهل هذه البلدة لم يروا الهلال في تلك الليلة

روزہ رکھا ہے اور اُس حساب سے آج رمضان کی تیسوین ہے اور اس شہر والون نے اس رات کو چاند نہ دیکھا

والسماء مصحية لا يباح لهم الفطر غدا ولا يترك التراويح في تلك الليلة لان هذه الجماعة لم يشهدوا

حالانکہ آسمان بھی صاف تھا تو اُنکو جائز نہیں کہ اگلے دن افطار کرین اور نہ اُس رات مین تراویح ترک کرین۔ کیونکہ اس جماعت نے چاند دیکھنے کی گواہی نہین دی

بالرؤية ولا على شهادة غيرهم وانما حكوا رؤية غيرهم واما لو كانوا شهدوا عند القاضي ان قاضي بلدة

اور نہ دوسرے کی گواہی پر گواہی ہے بلکہ اور دن کے صرف دیکھنے کی خبر بیان کی ہے ہان اگر قاضی کے سامنے شہادت دیتے کہ فلان شہر کے قاضی کے سامنے

كذا شهد عنده شاهدان برؤية الهلال في ليلة كذا وقضى ذلك القاضي بشهادتهما جاز لهذا القاضي

دو گواہون نے چاند دیکھنے کی گواہی دی تھی اور اُس قاضی نے اُنکی گواہی کے موافق حکم دیدیا ہے تو اب اُس قاضی کو جائز ہوتا کہ

ان يقضي بشهادتهما لان قضاء القاضي الاول حجة وهذا على قول من قال لا عبرة باختلاف المطالع

اُن دونون کی گواہی پر حکم دیدے۔ اسلیے کہ پہلے قاضی کا حکم حجت ہے اور یہ اُس شخص کے قول کے بنا پر ہے جو کہتے ہین کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہین

حتى اذا صام اهل بلدة ثلثين يوما للرؤية واهل بلدة اخرى تسعة وعشرين يوما للرؤية ايضا

یہانتک کہ اگر ایک شہر والون نے رویت ہلال سے تیس روزے رکھے اور دوسرے شہر والون نے بھی رویت ہی کے حساب سے انتیس روزے رکھے

فعلى هذا على من صام تسعة وعشرين يوما قضاء يوم والاشبه على ما ذكره الزيلعي ان يعتبر لان

تو اس قول کے بنا پر جن لوگون نے انتیس روزے رکھے ہین اُنپر ایک دن کی قضا واجب ہے اور زیلعی کے بیان کے موافق اختلاف مطالع کا معتبر ہونا ہی ٹھیک ہے کیونکہ

كل قوم يخاطبون بما عندهم والدليل على اعتباره ما روي عن كريب انه قال قدمت الشام واستهل

اُسی بات کا حکم ہوتا ہے جو اُنکے نزدیک ثابت ہو اور اختلاف مطالع کی معتبر ہونے کی دلیل کریب سے مروی ہے۔ کہ وہ کہتے ہین کہ مین شام مین پہونچا اور وہین مجھکو

علی شہر رمضان فرأیت الہلال لیلۃ الجمعۃ ثم قدمت المدینۃ فی آخر الشہر فسألنی عبد اللہ بن عباسؓ
رمضان کا مہینہ آگیا مین نے جمعہ کی رات کو چاند دیکھا پھر آخر مہینہ مین مدینہ مین آیا تو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے مجھسے پوچھا

فقال متی رأیتم الہلال فقلت رأیناہ لیلۃ الجمعۃ فقال نحن رأیناہ لیلۃ السبت فلا نزال نصوم حتی
کہ تمنے کب چاند دیکھا تھا مین نے کہا کہ ہم لوگون نے تو جمعہ کی رات کو دیکھا آپنے فرمایا کہ ہمنے تو سنیچر کی رات کو دیکھا ہے تو ہم روزے رکھتے رہینگے یہانتک

نکمل ثلثین او نراہ فقلت لہ أفلا تکتفی برؤیۃ معاویۃ وصیامہ فقال لا ہکذا أمرنا رسول اللہ علیہ السلام
کہ تیس پورے کرین یا یہ کہ چاند دیکھ لین مین نے کہا کہ کیا آپ معاویہؓ کے دیکھنے اور انکے روزہ رکھنے پر کفایت نکرینگے آپنے کہا نہین اسیطرح ہمکو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم

وذلک لان انفصال الہلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار کما ان دخول الوقت وخروج
ہوا اسلیے کہ ہلال کا شعاع آفتاب سے جدا ہونا اختلاف مسافت کی وجہ سے مختلف ہوتا رہتا ہے جیساکہ وقت کا آجانا

یختلف باختلاف الاقطار فان الشمس اذا زالت فی المشرق لا یلزم منہ ان تزول فی المغرب بل کلما تحرکت
اطراف کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے کیونکہ یہ ضرور نہین کہ جسوقت آفتاب پورب مین ڈھل جائے اسی وقت پچھم مین بھی ڈھل جائے بلکہ آفتاب جب ایک

درجۃ فذلک طلوع لقوم وغروب لآخرین ونصف لیل لبعض وطلوع فجر لغیرہم وروی ان ابا موسی الضریر
درجہ سرکے گا تو وہ ایک قوم کے لیے طلوع ہوتا ہے اور دوسری کے لیے غروب اور بعض کے لیے آدھی رات ہوتی ہے اور دوسرونکے حق مین پو پھٹنا اور روایت ہے کہ ابو موسیٰ

الفقیہ قدم الاسکندریۃ فسئل عمن صعد المنارۃ فرأی الشمس بعد غروبہا فی البلدۃ بزمان طویل
فقیہ اسکندریہ مین تشریف لائے کسی نے اس شخص کا حکم پوچھا جسنے کسی مینار پر چڑھکر آفتاب کو دیکھا حالانکہ شہر مین اس سے بہت پیشتر آفتاب ڈوب چکا تھا

أیحل لہ الافطار فقال لا یحل لہ الافطار ویحل لاہل البلدۃ لان کل احد مخاطب بما عندہ ومن رأی ہلال
کہ آیا اسکو افطار کرنا درست ہے آپنے فرمایا اسکو روزہ کھولنا درست نہین اور شہر والون کو درست ہے اسلیے کہ ہر شخص کو اسکے حال کے مطابق حکم ہے۔ اور جس نے عید کا چاند

الفطر وقت العصر فظن انقضاء مدۃ الصوم وافطر قال فی المحیط اختلفوا فی وجوب الکفارۃ والاکثر
عصر کے وقت دیکھا اور مدت روزے کی گذر جانیکے گمان پر اسنے روزہ کھول ڈالا محیط مین لکھا ہے کہ اسپر کفارہ واجب ہونے مین اختلاف ہے اور اکثر

علی الوجوب وقد ظن بعض الناس ان النہی عن الصوم قبل رمضان بیوم او یومین یراد بہ اغتنام
کفارہ واجب ہونے کے قائل ہین اور بعضے یہ سمجھ گئے کہ روزہ کھولنا رمضان سے ایک دو دن پہلے جو روزہ کی ممانعت ہے اس سے یہ مطلب ہے

الاکل والشرب واخذ النفوس شہواتہا قبل ان تمنع منہا بالصیام وہذا کلہ خطأ وجہل اذ قد ذکرنا
کہ روزہ شروع ہونے سے پہلے کھانے پینے اور اپنی نفسانی خواہشون سے دل خوش کرنے کو غنیمت سمجھین لیکن یہ سب لغو اور جاہلانہ خیال ہین اسلیے کہ اوپر بیان ہوچکا ہے

اصل ذلک منتلقی من النصاری فانہم عند قرب صومہم یفعلون کذلک فیلزم التشبہ بہم فقد کان
اسکی اصل نصاری سے ماخوذ ہے کیونکہ نصاری اپنے روزون کے نزدیک ایسا ہی کیا کرتے تھے بس انسے مشابہت لازم آتی ہے اور اصل وقت

النہی عن الصوم فی ذلک الوقت لمنع التشبہ بالکافر فیما التامتہ بد وہو مذموم شرعا لقولہ علیہ السلام
روزہ کی ممانعت صرف اس وجہ سے تھی کہ کافرون کی مشابہت جس امر مین مجبوری نہو اور وہ شرعاً برا ہو ممنوع ہے اسلیے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

من تشبہ بقوم فہو منہم وربما لا یقتصر بعضہم علی الشہوات المباحۃ بل یتعدی الی المحرمات فمن
کہ جس نے کسی قوم سے مشابہت کی وہ انہی مین سے ہے اور اکثر اوقات بعض لوگ جائز خواہشون ہی پر اکتفا نہین کرتے بلکہ حرام باتون کی طرف بڑھ جاتے ہین تو جسکا

کان ہذا حالہ فالبہائم اعقل منہ ولہ نصیب وافر من قولہ تعالی ولقد ذرأنا لجہنم کثیرا من الجن
یہ حال ہو اس سے تو جانور بھی عقلمند ہین اور اسکو اس ارشاد الٰہی مین سے بڑا حصہ ہے اور بے شک بنائے جہنم کے لیے بہتیرے جن

والانس لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا ولہم اذان لا یسمعون بہا اولئک
اور انسان پیدا کر رکھے ہین جنکے ایسے دل ہین جنسے وہ سمجھتے نہین اور آنکھین ہین پر انسے دیکھتے نہین اور کان ہین جنسے وہ سنتے نہین۔ وہ لوگ

کالانعام بل ہم اضل وبعضہم لا یجتنب کبائر الذنوب الا فی رمضان فیطول علیہ ویکرہ صیامہ فیشق
چوپائے جیسے ہین بلکہ انسے زیادہ گمراہ ہین اور بعض لوگ کبیرہ گناہون سے سوا رمضان کے کبھی پرہیز نہین کرتے انپر رمضان کے دن پہاڑ ہو جاتے ہین اور روزے برے لگتے ہین

على نفسه مفارقتها كما لو فاتت فبعد الايام والليالي ليعود الى المعاصي وبعضهم لا يصلي الا في رمضان فيستثقل
اور گناہونکی جدائی اُنکے دل پر گران گذرتی ہو گویا کہ وہ فوت ہوگئے پس وہ دن اور راتین گنتا رہتا ہو تاکہ پھر گناہون مین لگجائے اور بعضے صرف رمضان مین نمازی ہوتے ہین پس انپر

رمضان لاستثقال العبادات الشرعية فيه من الصلوة والصيام وبعضهم لا يصبر على المعاصي فيواقعها
رمضان بھاری ہوجاتا ہو کیونکہ اُنپر عبادتین روزہ نماز وغیرہ بھاری اور گران معلوم ہوتی ہین اور بعضون کو گناہون پر صبر نہین آتا پس

في رمضان فهذا هو الخسران المبين

المجلس السادس والعشرون في بيان فضيلة رمضان

رمضان مین بھی کرتے رہتے ہین اور یہ بڑے ٹوٹے کی کھلی بات ہو چھبیسوین مجلس رمضان کی بزرگی اور

ورعاية حقه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وفي
اُسکے حق کا خیال رکھنے کے بیان مین رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان آتا ہو تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہین - اور ایک

رواية ابواب الجنة وغلقت ابواب جهنم وصفدت الشياطين هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه
روایت مین ہو جنت کے دروازے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہین اور سب شیطان مقید کر دیے جاتے ہین یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے جسکے راوی

ابو هريرة وهو ان حمل على معناه الظاهر لا يفيد زيادة فائدة لان الانسان ما دام في الدنيا لا يتيسر له الصعود
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہین اور یہ اگر اپنے ظاہری معنی پر رکھی جائے تو کچھ زیادہ فائدہ نہین بتلاتی اسلیے کہ انسان جب تک دنیا مین ہو اُسکو آسمان پر چڑھنا ممکن نہین

الى السماء ولا الدخول في احد الدارين فاي فائدة في فتح الابواب واغلاقها الا ان يقال من مات من
اور نہ ان دو مقامون سے کسی مین داخل ہو سکتا ہو پھر دروازون کے کھولنے بند کرنے سے کیا فائدہ مگر یون کہہ سکتے ہین کہ اہل اسلام سے جو نیک بندے

صلحاء اهل الايمان اذا فتحت ابواب الجنة ياتيهم من روحها ونسيمها فوق ما كان ياتيهم قبل الفتح و
مرچکے ہین جب جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہین تو اُسکی خوشبودار ہوا اُن لوگون تک اس سے زیادہ پہونچتی ہو جیسے کہ دروازہ کھلنے سے پہلے آیا کرتی تھی اور

من مات من عصاتهم اذا غلقت ابواب جهنم لا يصيبهم من حرها وسمومها كما كان يصيبهم من حرها
جو گنہگار مرچکے ہین جب دوزخ کے دروازے بند ہوجاتے ہین تو اُنکو اُسکی گرمی اور لپٹ اسقدر نہین آنے پاتی جتنی کہ اسکی حرارت

وسمومها قبل التغليق وهو بعيد لانه انما ذكر لترغيب الناس فيما امروا به من صوم شهر رمضان وتحريصهم
اور سوزش بند کرنے سے پیشتر آتی تھی لیکن یہ معنی بعید ہین اسلیے کہ یہ مضمون صرف اسکی رغبت دلانے کے لیے ہو جسکا حکم اُنکو ہوا ہو یعنی رمضان کے روزے اور اسپر اُنکو ابھارنے کے لیے

عليه حتى يستعدوا له وتصير ابواب الجنان كانها فتحت لهم وابواب النيران كانها غلقت عليهم فيلزم
تاکہ وہ اسکے لیے تیار ہوجائین اور گویا کہ جنت کے دروازے ایسے ہوگئے کہ اُنکے لیے کھل گئے اور دوزخ کے دروازے گویا اُن پر بند ہو گئے تو اب

الرجوع الى التاويل بان يقال فتح ابواب السماء كناية عن تواتر نزول الرحمة وتوالي صعود الطاعات لان الابواب
کسی تاویل کی طرف رجوع کرنا ضروری ہوا کہ یون کہین کہ آسمان کے دروازے کھلنے سے برابر رحمت کے اترنے اور پے درپے عبادتون کے چڑھنے کا اشارہ ہو اس لیے کہ دروازے

اذا فتحت يخرج ما في داخله متتابعا ويدخل ما في خارجه متواليا ويؤيد هذا التاويل ما جاء في رواية اخرى فتحت
جب کھول دیا جائے تو جو کچھ اُسکے اندر ہو باہر نکلتا رہیگا اور جو اُسکے باہر ہو پے درپے اندر آتا رہیگا اور اس تاویل کا مؤید وہ مضمون ہو جو دوسری روایت مین آیا ہو کہ

ابواب الرحمة وفتح ابواب الجنة كناية عن حصول ما يؤدي الى دخولها من انواع العبادات وتغليق
رحمت کے دروازے کھولے جاتے ہین اور جنت کے دروازے کھلنے مین یہ اشارہ ہو کہ اُن عبادتون کے حاصل ہونے سے جو دخول جنت کا سبب ہین اور دوزخ کے

ابواب جهنم كناية عن انتفاء ما يؤدي الى دخولها من انواع السيئات لان الصائم يتنزه عن الكبائر
دروازون کا بند ہونا یہ کنایہ ہو اُن اقسام کے گناہون کے دور ہوجانے سے جو دخول دوزخ کے باعث ہین اسلیے کہ روزہ دار کبیرہ گناہون سے بچتا ہے

التي من جملتها الاصرار على الصغائر فيغفر له ببركة الصوم سائر الذنوب كما جاء في الحديث الصلوات الخمس
تو منجملہ اُنکے صغیرہ گناہون پر اصرار کرنا بھی ہو پس روزہ کی برکت سے اُسکے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہین جیسا کہ حدیث مین آیا ہے کہ پنجگانہ نمازین

والجمعة الى الجمعة ورمضان الى رمضان مكفرات لما بينهن ان اجتنبت الكبائر وتصفيد الشياطين
اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک مٹا دیتے ہین اُن گناہون کو جو اُنکے درمیان ہون اگر کبیرہ گناہون سے بچا رہے اور شیاطین کا قید ہونا

يحتمل ان يكون المراد به ما هو الظاهر من كون الشياطين مقيدة تعظيما للشهر وعلامة ذلك ان اكثر المنهمكين
شاید اسکے وہی معنے ہون کہ جو ظاہر ہین یعنی شیطانون کا ماہ رمضان کی تعظیم کے لیے قید ہو جانے مین اور علامت اسکی یہ ہو کہ اکثر سرکشی مین غرق رہنے والے

فی الطغیان یجتنبون المعاصی والاوزار بعد حرصهم علیها ویشرعون فی اقامة الصلوة بعد ما کانوا
گناہون اور بدی سے باوجود اسپر حریص ہونے کے بچنے لگتے ہین اور نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہین باوجودیکہ پہلے

یتهاونون بها ویقبلون علی استماع النصیحة وتلاوة القرآن واما ما یرى من بعض الفسقة انهم لا یمتنعون
سستی کرتے تھے اور وعظ و نصیحت سننے پر اور تلاوت قرآن کیطرف متوجہ ہو جاتے ہین اور یہ جو بعض فاسقون کو دیکھا جاتا ہو کہ اپنے فسق سے

عن فسقهم بل ان ترکوا نوعا منه یأتون نوعا آخر فذلك من اثر ما بقی فی نفوسهم الخبیثة من تسویلات
باز نہین آتے بلکہ اگر ایک گناہ چھوڑتے ہین تو دوسرا گناہ کرنے لگتے ہین۔ یہ اثر اُسکا ہو کہ اُنکے خبیث نفسون مین شیطانی وسوسے باقی ہین

الشیاطین وقال بعض العلماء لفظ الشیاطین وان کان عاما الا ان المراد به رؤساؤهم یؤیده ما جاء فی بعض
اور بعض علما کہتے ہین کہ شیاطین کا لفظ اگرچہ عام ہو لیکن اُس سے مراد صرف اُن کو سردار ہین اور اسکی تائید ہوتی ہو اُن الفاظ سے جو اسی حدیث کی بعض

طرق هذا الحدیث وسلسلت مردة الشیاطین فیقع الفساد بتسویلات غیرهم من شیاطین الانس والجن
اور روایت مین واقع ہو کہ سرکش شیاطین جکڑ دیے جاتے ہین۔ تو اُنکے علاوہ اور شیاطین جن و انس کے وسوسہ سے خرابیان واقع ہوتی ہین

وقیل هو مجاز عن امتناع نفوس الصائمین عن قبول وساوسهم وذلك لان رمضان اذا دخل یشتغل الناس بالصوم
اور بعضے کہتے ہین کہ اس سے مجاز اً روزہ دارون کے دلون کا وساوس شیطانی کے قبول سے باز رہنا مراد ہو اور یہ اسلیے کہ جب رمضان آتا ہو تو لوگ روزہ مین مشغول ہو جاتے ہین

فتنکسر قوتهم الحیوانیة التی هی مبدأ الشهوة والغضب المتداعیین الی انواع الفسوق والفجور وتنبعث قوتهم
اور اُنکی قوت حیوانی ٹوٹ جاتی ہو جو کہ شہوت اور غضب کی جڑ ہی جو طرح طرح کے فسق و فجور کیطرف لیجانے والی ہے اور اُنکی قوت

العقلیة داعیة الی الطاعات ناهیة عن المنکرات فتجعلهم مقبلین علی وظائف العبادات معرضین عن
عقلی برانگیختہ ہو کر عبادتون کیطرف بلاتی ہے اور گناہون سے روکتی ہے پھر اُنکو روزمرہ کی مقررہ عبادتون پر متوجہ اور ہر قسم کے

اصناف المنکرات فیصیرون کانهم فتحت لهم ابواب الجنان وغلقت علیهم ابواب النیران ولم یبق
گناہون سے بیزار کر دیتی ہے پس وہ ایسے ہو جاتے ہین کہ بہشت کے دروازے گویا اُنکے لیے کھول دیے گئے اور دوزخ کے دروازے اُنپر بند کر دیے گئے اور اُنپر

علیهم للشیطان سلطان وروی عن ابی هریرة انه علیه السلام قال اذا کان اول لیلة من شهر رمضان
شیطان کا قابو نہین رہا اور حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ماہ رمضان کی پہلی شب آتی ہے

صفدت الشیاطین ومردة الجن وغلقت ابواب جهنم فلم یفتح منها باب وفتحت ابواب الجنة فلم یغلق
تو شیاطین اور سرکش جن زنجیر و نمین جکڑ دیے جاتے ہین۔ اور دوزخ کے سب دروازے بند ہو جاتے ہین پھر ایک دروازہ بھی کھلا نہین رہتا اور بہشت کے دروازے کھول دیے جاتے ہین

منها باب فینادی منادیا باغی الخیر اقبل ویا باغی الشر اقصر ولله فیه عتقاء من النار وذلك فی کل
ایک بھی دروازہ بند نہین رہتا۔ پھر منادی پکارتا ہو اے طالب خیر آگے بڑھ اور اے بدکار باز آ اسمین دوزخ سے آزاد ہونیوالے اللہ کے بہتیرے بندے ہین اور یہ

لیلة ومعنی هذا الحدیث علم من تاویل الحدیث السابق لکن هنا زیادة لا بد من بیان معنی تلك الزیادة
ہر رات کو ہوتا ہو اور اس حدیث کے معنی بھی پہلی حدیث کی تاویل سے معلوم ہو گئے لیکن اس حدیث مین کچھ زیادہ ہے اُس زیادتی کے

وهو ان منادیا ینادی فی لیالی رمضان ویقول یا طالب الخیر تعال اطلب الثواب فانك تعطی ثوابا
معنی کا بیان کرنا ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہو کہ پکارنے والا رمضان کی راتون مین پکارتا ہے اور کہتا ہو کہ ای بھلائی کے چاہنے والے یہان آ اور ثواب کی درخواست کر

کثیرا بالعمل قلیل لشرف الوقت ویا طالب الشر اترك الشر فان عذاب المعصیة فیه اکثر وتب الی الله تعالی
اس وقت کی بزرگی کیوجہ سے تجھکو تھوڑے عمل سے بہت ثواب ملیگا اور ای برائی کے طالب برائی کو چھوڑ کیونکہ رمضان مین گناہ کا عذاب بہت زیادہ ہو اور اللہ کیطرف متوجہ ہو

فانه تعالی یعتق کثیرا من عباده الصائمین من النار ویغفر ذنوبهم الماضیة لحرمة الشهر کما جاء
کیونکہ اللہ تعالی اس مہینہ کی حرمت سے اپنے بہت روزہ دار بندون کو دوزخ سے آزاد کرتا ہو اور اُنکے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ چنانچہ ایک

فی حدیث اٰخر من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه یعنی ان من صامه مصدقا
اور حدیث مین آیا ہی کہ جسنے رمضان بھر روزہ ایمان اور ثواب کے لیے رکھے تو اسکے جو کچھ پہلے کے گناہ ہین سب معاف ہو گئے یعنے جسنے رمضان کے روزے اسکی
بحقیته وفرضیته وطالبا لرضاء الله تعالیٰ وثوابه لا خوفا من الناس واستحیاء منهم یغفر له ذنوبه
حقیت اور فرضیت مان کر اللہ کی خوشنودی اور ثواب کے لیے رکھے نہ لوگون سے ڈر کر اور نہ انکی شرما شرمی تو اسکے تمام پچھلے گناہ معاف ہوجا ئینگے
المتقدمة وذلك النداء یکون فی کل لیلة من لیالی رمضان وروی عن ابی امامة الباهلی انه علیه السلام
اور یہ ندا رمضان کی راتون مین ہر شب کو ہوا کرتی ہے اور ابی امامہ باہلی سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے
قال من صام یوما فی سبیل الله جعل الله بینه وبین النار خندقا کما بین السماء والارض وفی حدیث اٰخر
فرمایا کہ جسنے ایک دن بھی خدا کے واسطے روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اسکے اور دوزخ کے درمیان چوڑی خندق بنادیگا جیسا کہ آسمان و زمین کا فاصلہ ہے۔ اور ایک اور حدیث مین ہے
رواه ابو سعید الخدری انه علیه السلام قال من صام یوما فی سبیل الله بعد الله تعالیٰ وجهه من النار
جسکے راوی ابو سعید خدری ہین کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جسنے ایک دن کا روزہ اللہ کے واسطے رکھا تو اللہ تعالیٰ اسکو دوزخ سے ستر برس کی
سبعین خریفا یعنی ان من صام یوما فی سبیل الله ورضائه ینجیه الله تعالیٰ من النار عبر عن التنجیة
راہ پر دور کردیگا یعنی جسنے ایک روزہ اللہ کی راہ مین اسکی خوشنودی کے لیے رکھا اسکو خدا عذاب دوزخ سے نجات دے گا نجات کو
بطریق التمثیل لیکون ابلغ لان من کان بعیدا عن شیء بهذا المقدار لا یصل الیه البتة والمراد بالخریف
بطور تمثیل بیان کیا۔ تاکہ زیادہ بلیغ ہو جائے۔ کیونکہ جو شخص کسی چیز سے اس قدر فاصلہ پر ہو تو وہ چیز اس تک ہرگز نہ پہونچے گی اور خریف سے مراد
السنة ذکر الجزء وارید الکل وانما عبر عنها به دون غیره من الفصول لکونه وقت بلوغ الثمار وحصول
سال ہے۔ جز کو ذکر کر کے کل مراد لیا۔ اور فصلون کو چھوڑ کر خریف ہی کو اسلیے ذکر کیا کہ وہ پھلون کی تیاری اور
سعة العیش وروی عن ابی هریرة انه علیه السلام قال کل ابن اٰدم یضاعف له الحسنة بعشر امثالها الی
آسایش کی فراخی کا وقت ہوتا ہے اور حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگونکو نیکیون پر دس گونہ سے لیکر سات سو گنے تک
سبعمائة ضعف قال الله تعالیٰ الا الصوم فانه لی وانا اجزی به یدع شهوته وطعامه وشرابه من اجلی
ثواب ملے گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ کو چھوڑ کر کہ یہ میرے لیے ہے اور مین ہی اسکی جزا دونگا وہ میرے ہی لیے اپنی شہوت اور کھانا پینا چھوڑتا ہے
یعنی ان کل طاعة وخیر اذا لم یکن ریاء ونفاقا فاقل ما یعطی لصاحبه من الاجر عشرة لقوله تعالیٰ من
یعنی میری عبادت اور نیکی بشرطیکہ دکھانے اور نفاق سے نہو تو کم از کم اسکے کرنے والے کو دس گونہ ثواب ملے گا۔ بوجہ اس ارشاد الٰہی کے کہ جو شخص
جاء بالحسنة فله عشر امثالها وقد یزاد الی سبعمائة واکثر لقوله تعالیٰ مثل الذین ینفقون اموالهم
لائی نیکی تو اسکے لیے ہے اس سے دس گونہ اور بعض وقت سات سو تک بڑھا دیا جاتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اس قول خداوندی کی وجہ سے ان لوگون کی مثال جو اپنے مال اللہ کی
فی سبیل الله کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة والله یضاعف لمن یشاء واما
راہ مین خرچ کرتے ہین مثل ایک دانہ کے جس سے سات بالیان اوگین اور ہر بالی مین سو دانے ہون اور اللہ زیادہ کر دیتا ہے جسکو چاہتا ہے اور روزہ
الصوم فثوابه بغیر حساب لانه لا یتأدی الا بالصبر فقد قال الله تعالیٰ انما یوفی الصابرون اجرهم
کا ثواب تو بے حساب ہے۔ اس لیے کہ وہ بغیر صبر کیے ادا نہیں ہو سکتا ہے اور تحقیق اللہ فرماتا ہے کہ صبر کرنے والے دیے جاینگے اجر اپنا
بغیر حساب ثم الصبر وان کان یوجد فی غیر الصوم من العبادات لکن لا یوجد فیه کوجوده فی غیره
بے حساب اور صبر اگرچہ اور عبادتون مین بھی پایا جاتا ہے لیکن اسمین اور عبادتون کی طرح نہیں
لانه ثلثة انواع صبر علی طاعة الله تعالیٰ وصبر علی محارم الله تعالیٰ وصبر علی الالام والشدائد وکلها
اسلیے کہ صبر کی تین قسمین ہین۔ ایک تو اللہ کی عبادت پر صبر کرنا۔ دوسرے اللہ کے محارم پر صبر کرنا تیسرے تکلیف اور سختیون پر صبر کرنا اور یہ سب
یوجد فی الصوم اذ فیه صبر علی ما وجب علی الصائم من الطاعات وصبر عما حرم علیه من الشهوات
روزہ مین پائی جاتی ہین اسلیے کہ اسمین ان عبادتون پر صبر کرنا ہوتا ہے جو روزہ دار پر واجب ہین اور جو نفسانی خواہشین حرام ہین انپر بھی صبر کرنا ہوتا ہے۔

وصبر علی ما یصیبه من الجوع وحرارة العطش وضعف البدن لان الصائم تعرض بدنه النحول والنقصان
اور بھوک اور پیاس اور ضعف جسمانی کی جو تکلیفین ہوتی ہین آپر بھی صبر کرنا ہوتا ہے اسلیے کہ روزہ دارون کے بدن کو لاغری اور نقصان

والمفضی الی الهلاك طلبا لرضاء الله تعالی اشیر الیه حیث قیل یدع شهوته وطعامه وشرابه من اجلی
اور ہلاکت مین ڈالنے والی چیزین لاحق ہوتی ہین اللہ تعالے کی رضا جوئی کے لیے اسی بات کی طرف اشارہ ہے جہان فرمایا ہے کہ میری خاطر اپنی شہوت اور کھانا پینا چھوڑتا ہے

وایضا ان الصائم بسبب منع نفسه عن الاکل والشرب والجماع یصیر متخلقا باخلاق الله تعالی لکونه تعالی
اور یہ بھی ہے کہ روزہ دار اپنے تئین کھانے اور پینے اور جماع سے روکنے کی وجہ سے صفات الٰہی کا خوگر ہو جاتا ہے کیونکہ خدا تعالے

منزها عن هذه الاشیاء فلما کان فی الصوم هذه المعانی خصه الله تعالی بذاته وتولی جزاءه بنفسه
ان چیزون سے بری ہے پس چونکہ روزہ مین یہ اوصاف ہین اسلیے اسکو اللہ تعالے نے اپنے ساتھ مخصوص کیا اور خود اسکی جزا کا متولی ہوا

ولم یکله الی غیره فاعطی الصائم من عنده اجرا لیس له حد ولا عد وقیل ان الصوم سر بینه وبین العبد
اور کسی اور کے حوالہ اسکو نہ کیا اور روزہ دار کو اپنی بارگاہ سے اتنا ثواب بخشا کہ جسکی کوئی حد و حساب نہین اور بعضون نے کہا ہے کہ روزہ اللہ اور بندہ کے درمیان ایک راز ہے

یفعله خالصا لوجهه وطالبا لرضائه لا یطلع علیه غیره لکونه نیة وامساکا حتی قیل ان الحفظة
جسکو وہ خالصا لوجہ اللہ محض اسکی رضا جوئی کے لیے کرتا ہے اسکو سوا کسی کو اسکی اطلاع نہین۔ اسلیے کہ روزہ نیت اور باز رہنے کا نام ہے یہانتک کہ کہتے ہین کراما کاتبین

لا تطلع علیه ولا تکتبه بخلاف سائر الطاعات فانها مما یطلع علیه غیره تعالی فلما کان هو العالم به دون
کو بھی اسکی اطلاع نہین ہوتی اور نہ وہ اسکو لکھتے ہین بخلاف اور عبادتون کے کہ انکو اللہ کے سوا اور لوگ بھی جانتے ہین پس چونکہ روزہ کی خبر اللہ ہی کو ہے

غیره خصه بذاته وتولی جزاءه بنفسه ولم یکله الی غیره کانه تعالی قال الصوم لی ولا یطلع علیه
اور کسی کو نہین اسلیے اللہ نے اسکو اپنے ساتھ مخصوص رکھا اور خود اسکی جزا دینے کو کہا اور اسکو دوسرے کے حوالہ کیا گویا اللہ نے یہ ارشاد فرمایا کہ روزہ میرے لیے ہے اور کسی دوسرے کو اسکی خبر نہین

غیری وانا اتولی الجزاء علیه ولا اکله الی غیری والکریم اذا اخبر انه یتولی الجزاء بنفسه یقتضی ان یکون
ثواب مین خود اسکی جزا کا ذمہ دار ہون اور کسی پر حوالہ نہین کرتا اور سخی جب یہ کہے کہ اسکی جزا کا مین خود ذمہ دار ہون تو یہ امر

ذلك الجزاء فی غایة العظمة ونهایة الکثرة بحیث لا یکون له احصاء ولا حساب وروی عن ابی هریرة انه
اُس جزا کی نہایت عظمت اور بے انتہا کثرت کا مقتضی ہے نہ اسکی کوئی حد ہوگی نہ حساب اور حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے

قال للصائم فرحتان فرحة عند فطره وفرحة عند لقاء ربه یعنی ان الصائم له سروران مرتبان علی ان الفرحة
فرمایا کہ روزہ دار کو دو خوشیان ہوتی ہین ایک خوشی روزہ کھولتے وقت دوسری خوشی دیدار الٰہی کے وقت یعنی روزہ دار کے لیے دو دفعہ خوشی ہوتی ہے اسلیے کہ لفظ فرحت

مرة من الفرح وهو السرور اما سروره عند لقاء ربه فبما یجده من ثواب الصوم مدخرا عند الله تعالی
ایک بار کی خوشی کا نام ہے فرح سے مشتق ہے جسکے معنے خوشی کے ہین۔ اور سرور پروردگار کی ملاقات کے وقت روزے کی اُس ثواب پر ہوگا جو خدا کے پاس جمع کیا ہوا پائیگا

فان من ترك طعامه وشرابه وشهوته لله تعالی یعوضه الله تعالی خیرا من ذلك کما قال الله تعالی
اسلیے کہ جسنے اپنا کھانا اور پینا اور شہوت خدا کے واسطے چھوڑ دیا خدا اسکو اسکا بدلہ اس سے بہتر عنایت فرمائیگا چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا

وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا وقال النبی علیه السلام لرجل
اور جو آگے بھیجی تم نے اپنے لیے کوئی نیکی تو پاؤ گے اللہ کے پاس بہتر اور ثواب مین زیادہ اور نبی علیہ السلام نے ایک شخص سے فرمایا

انك لن تدع شیئا اتقاء لله الا اتاك الله خیرا منه وروی ان الصائمین یوضع لهم یوم القیمة مائدة
کہ تو خدا کے لیے ہرگز نہ چھوڑیگا کوئی چیز مگر خدا تجھکو اس سے بہتر عنایت کریگا۔ اور روایت ہے کہ روزہ دارون کے واسطے قیامت کے دن عرش کے تلے دسترخوان

تحت العرش یأکلون علیها والناس فی الحساب فیقول الناس هؤلاء یأکلون ونحن فی الحساب فیقال انهم کانوا
چنا جائیگا جسپر وہ کھا رہے ہونگے اور لوگ حساب مین پھنسے ہونگے پس وہ لوگ کہین گے کہ یہ کیسے لوگ ہین کہ کھانا کھا رہے ہین اور ہم حساب ہی مین پھنسے ہوئے ہین انکو جواب دیا جائیگا کہ یہ لوگ

یصومون وانتم تفطرون وفی الصحیحین انه علیه السلام قال ان فی الجنة بابا یقال له ریان لا یدخل منه
روزہ دار تھے اور تم روزہ نہین رکھتے تھے اور صحیحین مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت مین ایک دروازہ ہے جسکا نام ریان ہے اس دروازہ سے

الا الصائمون والمراد بالصائمين هم الذين يكثرون الصوم فانهم لما تحملوا تعب العطش خصوا بباب فيه الري والامان
صرف روزہ دار لوگ داخل ہوں گے اور روزہ داروں سے وہ لوگ مراد ہیں جو بکثرت روزہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ انھوں نے چونکہ پیاس کی شدت اٹھائی تو انکو سیرابی کے لیے مخصوص ہو جسمیں سیرابی اور
من العطش قبل تمكنهم من الجنة واما سروره عند افطاره فبما يتناوله من الطعام والشراب والجماع لان النفس
پیاس سے پناہ ہے۔ قبل اسکے کہ جنت میں داخل ہوں اور افطار کے وقت کی خوشی کھانے اور پینے اور جماع کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ آدمی کا دل
مجبولة على الميل الى ما يلائمها من المطعم والمشرب والمنكح فاذا امتنعت من ذلك في وقت من الاوقات ثم اذن
خلقی طور پر کھانے پینے اور جماع کی طرف رغبت کرنے پر مجبور ہے اور جب اس سے کسی وقت روکا گیا پھر اسکی اجازت دیگئی
لها في وقت آخر تفرح بذلك طبعا خصوصا عند اشتداد الحاجة اليه لتاثير الجوع والعطش فيها وتقاضيها
کسی دوسری وقت تو اس سے اسکو خود بخود خوشی ہوتی ہے خصوصًا جب اسکو بھوک پیاس کے اثر اور حاجتوں کے تقاضے
باخذ حاجتها يشعر بهذا ما روي عن ابن عمر انه عليه السلام كان اذا افطر يقول ذهب الظمأ وابتلت العروق
کی وجہ سے ان امور کی بہت حاجت ہو حضرت ابن عمرؓ کی روایت اسی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب حضور علیہ السلام افطار کرتے تو فرماتے پیاس بجھ گئی اور رگیں تازہ ہو گئیں
وثبت الاجر ان شاء الله تعالى فان الله تعالى وان حرم على الصائم في نهار صيامه ان يتناول هذه الشهوات
اور ثواب قائم ہو گیا انشاء اللہ تعالیٰ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اگرچہ روزہ دار پر تمام دن کے لیے یہ بات حرام کر دی ہے کہ ان خواہشوں کو پورا کرے
لكن اذن له ان يتناولها في الليل بل احب منه تعجيل الفطر في اول الليل وتاخير السحور الى آخر الليل لما روي عن ابي ذر انه
لیکن رات کے وقت اپنی خواہش پوری کرنے کی اجازت دی بلکہ رات کے آتے ہی جلد افطار کرنا اور آخر شب سے کھانے میں تاخیر کرنا مستحب قرار دیا اسلیے
عليه السلام قال لا تزال امتي بخير ما اخروا السحور وعجلوا الفطر وروي ان الله تعالى وملئكته يصلون على
کہ ابوذرؓ کی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمیشہ میری امت بھلائی پر رہے گی جب تک کہ افطار میں عجلت اور سحری میں تاخیر کرتی رہے اور یہ بھی روایت ہے کہ اللہ اور اسکے فرشتے سحری کھانے والوں پر
المتسحرين وان احب عباده اليه اعجلهم فطرا والحاصل ان الصائم يترك شهواته بالنهار تقربا الى الله تعالى وطاعة له
رحمت بھیجتے ہیں۔ اور اللہ کے محبوب تر بندے وہ ہیں جو جلد افطار کرتے ہیں۔ اور حاصل یہ کہ روزہ دار اپنی خواہشوں کو تو اللہ کے تقرب اور عبادت کے لیے چھوڑ دیتا ہے اور
ويتناولها في الليل تقربا الى الله تعالى وطاعة له فلا يتركها الا بامره ولا يعود اليها الا بامره فهو مطيع في الحالين
رات کو وہی خواہشیں قرب الٰہی اور عبادت سمجھ کر پوری کرتا ہے اس لیے کہ وہ انکو خدا ہی کے حکم سے چھوڑتا ہے اور اسی کی اجازت سے دوبارہ عمل میں لاتا ہے تو دونوں حال میں فرمانبردار ٹھہرا
فان المؤمن الصائم لما علم ان رضى مولاه في ترك شهواته قدم رضى مولاه على هواه فصارت لذته في ترك
کیونکہ مومن روزہ دار نے جب جانا کہ میرے مولیٰ کی خوشی تمام خواہشیں ترک کر دینے میں ہے تو اس نے مالک کی خوشی اپنی ہوا و ہوس پر مقدم رکھی تو اسکو اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی خواہشوں کے چھوڑ دینے میں
شهواته لله تعالى اعظم من لذته في تناولها بل يكون كراهته تناولها عنده في خلوته اشد من كراهته لالم
انکو پورا کرنے سے زیادہ مزہ آگیا بلکہ اسکو تنہائی میں اپنی خواہشوں پر عمل کرنے کی تکلیف سے زیادہ برا معلوم ہوگا اس یقین ہونے کی وجہ سے کہ میرا روزہ توڑنا میرے مولیٰ کو ناپسند ہے
الضرب لعلمه بكراهة مولاه لفطره فيكون لذته فيما يرضي مولاه وان كان مخالفا لهواه ويكون المه فيما يكرهه مولاه
پس اسکو اسی میں لطف آئیگا جسمیں اسکا مالک خوش ہو۔ اگرچہ وہ کام خود اسکی خواہش کے خلاف ہو۔ اور اس بات میں اسکو رنج ہوگا جسے اسکا مولیٰ پسند نہ کرتا ہو اگرچہ وہ بات خود
وان كان موافقا لهواه فاذا كان هذا فيما حرم لعارض الصوم من الطعام والشراب والجماع ينبغي ان يكون ذلك فيما
اسکی خواہش کے موافق ہو تو جب مومن کا یہ حال ان محرمات میں ہے جو روزہ کے سبب عارضی طور پر ممنوع ہیں مثلًا کھانا پینا اور جماع کرنا
حرم على الاطلاق كالزنا وشرب الخمر واخذ اموال الناس بغير حق وكسر اعراضهم فان كل ذلك مما يسخط
تو چاہیے کہ یہی حالت ان امور میں زیادہ محکم ہو جو مطلقًا حرام ہیں مثلًا زنا اور شراب نوشی اور پرایا مال ناحق لے لینا اور کسی کی آبرو ریزی کرنا کیونکہ یہ سب باتیں ہیں جنسے
الله تعالى في كل حين ومكان فاذا كان ايمان المرء كاملا يكره ذلك كله اشد من كراهته لالم الضرب ثم ان
خدا ہمیشہ اور ہر مقام پر ناراض ہے پس جس شخص کا ایمان کامل ہوگا وہ ان سب کو چوٹ کھانے کی تکلیف سے بھی زیادہ بدتر جانتا ہے پھر
المؤمن في حال صومه لما علم ان له ربا يطلع عليه في خلوته وقد حرم عليه ان يتناول شهواته التي جبل
مومن بحالت روزہ جب یہ جانتا ہے کہ ایک پروردگار ہے جو میرے حال سے خلوت میں بھی آگاہ ہے اور میرے لیے ان تمام خواہشوں پر کاربند ہونے کو حرام کر دیا ہے

على الميل اليها اطاع ربه وامتثل امره واجتنب نهيه خوفا من عقابه وميلا الى ثوابه ولهذا كان نومه
جنکی طرف انکی طبیعت طبعاً مائل ہوتی ہے تو اپنے رب کی فرمانبرداری کرتا ہے اور اسکو عذاب کے خوف اور ثواب کی رغبت سے اسکے حکم کی تعمیل کرتا ہے اور اسکی ممنوعات سے بچتا ہے اسلیے اسکا سونا
عبادة كما جاء في الحديث نوم الصائم عبادة قال ابو العالية الصائم في العبادة ما لم يغتب وان كان نائما
بھی عبادت ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ روزہ دار کا سونا بھی عبادت ہے ابو العالیہ کہتے ہیں کہ روزہ دار جب تک غیبت نہ کرے عبادت میں ہے۔ اگرچہ اپنے بستر پر رہا ہو
على فراشه فعلى هذا يكون في ليله ونهاره على عبادة وروى عن ابي هريرة انه عليه السلام قال لخلوف
اس بنا پر وہ رات دن عبادت ہی میں ہے اور حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کے
فم الصائم اطيب عند الله تعالى من ريح المسك يعني ان الخلوف وهو بضم الخاء رائحة حاصلة في
منھ کی بو مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے یعنے خلوف بضم خا　　اور یہ اس بو کو کہتے ہیں جو روزہ دار کے
فم الصائم من تصاعد الابخرة لخلو المعدة من الطعام والشراب وان كانت عند الناس مستكرهة
منھ سے کھانا پانی سے خالی ہونے پر بخارات اٹھنے سے پیدا ہوتی ہے اور وہ اگرچہ آدمیوں کو ناپسند　　ہے
لكنها عند الله احب من ريح المسك حيث كانت ناشئة عن طاعة الله تعالى فلذلك ذهب الشافعي الى
لیکن اللہ کے نزدیک وہ مشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہے۔ کیونکہ اسکا منشا عبادت الٰہی ہے۔ اسی واسطے امام شافعیؒ کے نزدیک
استحباب ستبقائها وكراهة ازالتها بالسواك بخلاف الخلوف الذي يحدث من غير الصوم حيث يلزم
اس بو کا باقی رکھنا مستحب اور مسواک سے اسکا دور کرنا مکروہ ہے۔ بخلاف اس بو کے جو بلا روزہ کے منھ میں پیدا ہوتی ہے
ازالته بالسواك فان من عبد الله تعالى واطاعه وطلب رضاه فنشأ من ذلك العمل آثار مستكرهة النفوس
کہ اسکو مسواک سے دور کرنا ضرور ہے کیونکہ جس شخص نے اللہ کی عبادت کی اور انکی فرمانبرداری کرکے انکی خوشی چاہی اور اس عمل سے کوئی آثار آدمیوں کے خلاف مزاج پیدا ہوگئے
فتلك الآثار غير مستكرهة عند الله تعالى بل هي محبوبة طيبة عنده ويجعلها في الآخرة اطيب من
تو وہ اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ کے نزدیک وہ پسندیدہ اور پاکیزہ ہیں اور اللہ تعالیٰ انکو آخرت میں مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ
ريح المسك فان الصوم لكونه سرا بين العبد وربه في الدنيا يظهره الله تعالى في الآخرة ويكون علانية
پاکیزہ کردیگا۔ کیونکہ روزہ چونکہ دنیا میں بندہ اور رب کے درمیان ایک راز تھا تو اسکو خدا آخرت میں ظاہر کردیگا۔ اور سب پر کھل جائیگا
ويشتهر اهل الصيام بذلك بين الناس لما روي عن انس مرفوعا ان الصائمين يخرجون من قبورهم يعرفون
اور روزہ داروں کی اسی سے تمام لوگوں میں شہرت ہوجائے گی۔ چنانچہ حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت ہے روزہ دار اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو اپنے منھ کی
بريح افواههم فان ريح افواههم اطيب من ريح المسك والحاصل انه عليه السلام لما اراد ان يبين فضل الصيام
بو سے پہچانے جائینگے کیونکہ انکے منھ کی بو مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی۔ اور حاصل یہ ہے کہ جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ روزوں کی فضیلت
ودرجة الصائم شبه ما يستكره منه في الطبائع البشرية من الرائحة باطيب ما يرام ويطلب ويستنشق من
اور روزہ دار کے درجہ بیان کریں تو جو چیز آدمیوں کو ناپسند ہے یعنے بو روزہ دار کے دہن اسکو آپنے تمام خوشبوؤں میں سے اس عمدہ ترین خوشبو سے تشبیہ دی جسکی لوگوں کو خواہش اور جستجو ہوتی اور سونگھی جاتی ہے
الروائح والمقصود من هذا التشبيه الثناء على الصائم وتطييب قلبه لئلا يمتنع عن المواظبة على الصوم
اور اس تشبیہ سے مقصود روزہ دار کی تعریف　　اور اسکا دل خوش کرنا ہے　　تاکہ روزہ کی ہمیشگی سے باز نہ رہے
الجالب للخلوف وحيث فضل ما يستكره منه على اطيب ما يستلذ من جنس الطيب ليقاس عليه ما فوقه من الآثار
کہ بوئے دہن کا باعث ہے اور جب کہ ایک ناپسند چیز کو جنس خوشبو میں سے جس سے لوگوں کو لطف آتا ہے ایک نہایت پاکیزہ خوشبو پر فوقیت دیگئی تو ثواب اس سے بڑھکر آثار کو اسی پر قیاس کرلینا چاہیے
مع ان له عند الافطار دعوة مستجابة كما جاء في الحديث ان للصائم عند فطاره دعوة مستجابة لكن
باوجود اسکے کہ روزہ دار کی دعا افطار کے وقت قبول ہوتی ہے　　جیسا کہ　　حدیث میں آیا ہے کہ افطار کے وقت روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہے
بشرط ان يكون افطاره على حلال فان من صام عما احله الله تعالى وافطر على ما حرمه الله تعالى لا يستجاب
بشرطیکہ افطار حلال پر ہو کیونکہ جو شخص ان چیزوں سے باز رہکر روزہ رکھے جو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمائیں اور انسے افطار کرے جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی ہیں تو اسکی دعا

دعاؤہ ولا یقبل صومہ لما روی عن ابی ھریرۃ انہ علیہ السلام قال من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ
قبول نہوگی۔ اور نہ اسکا روزہ مقبول ہوگا۔ اسلیے کہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص جھوٹ بولنا اور اسپر عمل کرنا نہ چھوڑیگا تو اللہ کو

حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ یعنی ان من لم یترک الکذب والعمل بمقتضاہ لا یقبل اللہ تعالی
اسکی کچھ حاجت نہیں کہ وہ کھانا اور پینا چھوڑے یعنے جو شخص جھوٹ بولنا اور جھوٹے کام نہ چھوڑیگا اللہ اسکے روزے

صومہ ولا ینظر الیہ لانہ امسک عما ابیح لہ فی غیر حال الصوم ولم یمسک عما لا یحل لہ فی جمیع الاحوال
نہ قبول کریگا اور نہ اسکی طرف نظر رحمت سے دیکھیگا۔ اسلیے کہ وہ شخص ان چیزوں سے تو باز رہا جو اسکو بدون روزہ کے حلال تھیں اور ان چیزوں سے نہ باز رہا جو کسی وقت بھی جائز نہیں ہیں

لان المقصود من الصوم لیس نفس الجوع والعطش فقط بل المقصود منہ ما یتبعہ من کسرۃ الشھوۃ وقھر
کیونکہ روزہ سے صرف بھوک پیاس مقصود نہیں ہے بلکہ شہوت کا توڑنا اور نفس امارہ کا مغلوب کرنا جو روزہ سے

النفس الامارۃ بالسوء فاذا لم یحصل شئ من ذلک فای فائدۃ فی ترک الطعام والشراب فعلی ھذا
حاصل ہوتا ہے مقصود ہو جب اسمین سے کوئی بات نہ حاصل ہوئی تو پھر کھانا پینا چھوڑنے سے کیا فائدہ اس تقریر کے موافق

یکون نفی الحاجۃ عبارۃ عن عدم القبول من قبیل نفی السبب وارادۃ المسبب وفی حدیث اٰخر انہ علیہ السلام
حاجت کی نفی سے روزہ کا قبول نہونا مراد ہے سبب کی نفی سے مسبب کی نفی مراد لینے کے قبیل سے اور ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے

قال الصیام جُنۃ فاذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابہ احد او قاتلہ فلیقل
فرمایا روزہ ڈھال ہے پس جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہو تو فحش نہ بکے اور نہ چلائے اور اگر اسکو کوئی گالی دے یا لڑے تو کہدے

انی امرؤ صائم یعنی ان الصوم جنۃ وھی بضم الجیم الترس وانما جعل الصوم ترسا لان الصائم یستتر بہ
کہ مین روزہ دار ہون یعنی روزہ ڈھال ہے۔ جنۃ بضم جیم ڈھال کو کہتے ہین اور اسکو ڈھال اسلیے ٹھہرایا کہ روزہ دار بذریعہ روزہ کے بسبب کثرت ثواب کے آگ سے

عن النار لکثرۃ ثوابہ ویتحفظ بہ عن المعاصی ووسوسۃ الشیطان لانہ یطبق مجاری الدم التی ھی
محفوظ رہتا ہے اور وہ روزون کے سبب سے گناہون اور شیطانی وسوسے سے اپنی حفاظت کرتا ہے اسلیے کہ خون کے جاری ہونے کے مقامات جو کہ شیطان کا رستہ ہے بند ہو جاتے ہین

مجاری الشیطان فان الشیطان یجری من ابن اٰدم مجری الدم فتنکسر الشھوۃ ویسکن الغضب لکن ینبغی
کیونکہ شیطان انسان کے جسم مین خون کی طرح دوڑتا ہے پس شہوت ٹوٹ جاتی ہے اور غصہ فرو ہو جاتا ہے لیکن جاننا چاہیے

ان یعلم ان الجنۃ کما لا یکمل الانتفاع بھا الا اذا کانت محکمۃ من غیر اختلال کذا الصوم لا یتحقق بہ
کہ جس طرح ڈھال سے جب تک کہ خوب مضبوط اور بے سوراخ نہو پورا پورا نفع نہین ہوتا اسی طرح روزہ بھی جب تک کہ وہ خطا

التستر الا علی حسب کونہ محفوظا عن الخطاء والخلل فان وجد فیہ شئ من الخلل ینتقص بمقدارہ
اور خلل سے صاف نہو کچھ مفید نہین کیونکہ اسمین خلل ہوگا تو اسی قدر

ثواب العمل ولھذا قال النبی علیہ السلام فی ھذا الحدیث فاذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب
عمل کا ثواب کم ہو جائے گا۔ اسی لیے نبی علیہ السلام نے اس حدیث مین یہ فرمایا کہ اگر تم مین سے کسی کے روزہ کا دن ہو تو فحش نہ بکو اور نہ جھگڑا کرے

والرفث الفحش من القول وما یضاھیہ من التصریح مما یجب ان یکنی عنہ عن الفاظ الجماع والصخب بالخاء
اور رفث بیہودہ اور مثل اسکے اور ایسی ہی باتون کو کہتے ہین جو جماع کے متعلق صریح باتین کہی جائین۔ جنکو اشارۃً کہنا واجب ہے۔ اور صخب خای

المعجمۃ الصیاح والخصومۃ والمعنی ان الصائم عند الخصومۃ یجب علیہ ان لا یتکلم بالفحش ولا یرفع
معجمہ سے چیخنا اور جھگڑا کرنے کو کہتے ہین اور مطلب یہ ہے کہ روزہ دار کسی تکرار کے وقت فحش اور بیہودہ نہ بکے اور نہ بیہودہ باتون سے

صوتہ بالھذیان بل یلزمہ ان یکون ممسکا عن جمیع المناھی لا من الطعام والشراب فقط فان شتمہ
اپنی آواز بلند کرے بلکہ اسکو چاہیے کہ تمام گناہون سے باز رہے نہ صرف کھانے پینے سے۔ پھر اگر اسکو کوئی گالی دے

احد فلیقل بلسانہ صیانۃ لصیامہ ویسمع شاتمہ انی صائم ولیجعل ھذا القول جوابا لہ وقیل یقول
تو اپنے روزہ کی حفاظت کی غرض سے گالی دینے والے کو سنائے کہ مین روزہ دار ہون اور یہی قول اسکی گالی کا جواب بنائے اور بعضے کہتے ہین

ذلک بقلبہ بان یتفکر فی کونہ صائما لیرتدع نفسہ عن سیئ القول ویقوی علی کظم الغیظ ولا یکافیہ
کرا پنے دل ہی میں کہہ یعنے اپنے روزہ دار ہونے کا خیال کرے تاکہ اُسکا نفس بیہودہ بات سے باز رہے اور غصہ کو پی جانے پر قوی ہو اور گالی کا بدلہ نہ لے

علی شتمہ لئلا یحبط ثواب صومہ ویکون من الذین قال النبی علیہ السلام فیہم کم من صائم لیس من صیامہ
تاکہ اسکے روزہ کا ثواب نہ ضائع ہو جائے اور اُن لوگوں میں شامل ہو جائے جنکی نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہتیرے روزہ دار ہیں جنکو روزہ سے

الا الظمأ وکم من قائم لیس من قیامہ الا السہر فان التقرب الی اللہ تعالی بترک المباحات لایتم الا بعد التقرب
پیاسا رہنے کے سوا کچھ فائدہ نہیں ہے اور بہتیرے شب بیدار ہیں جنکو شب بیداری میں رات بھر جاگنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے اسلیے کہ خدا کی نزدیکی مباحات چھوڑ دینے سے نہیں پوری ہوتی تاوقتیکہ

الیہ بترک المحرمات فان من امتثل امرہ تعالی فی ترک الطعام والشراب فی نہار صیامہ فلیمتثل امرہ فیما
حراموں کو بھی چھوڑ کر اُسکی نزدیکی نہ چاہے کیونکہ جو شخص روزہ کے دن کھانا پینا چھوڑ کر حکم خدا بجا لایا تو اُن چیزوں میں بھی تعمیل ارشاد کرنا چاہیے جو

یحرم علیہ فی کل وقت فی لا یحل لہ بحال من الاحوال فمن تعجل فیما حرم علیہ قبل فوفانہ یعاقب فی الاخرۃ
ہر وقت اسپر حرام ہیں اور کسی حالت میں اُسکو حلال نہیں پس جس شخص نے مرنے سے پہلے منتفع ہونے میں عجلت کی جو اسپر حرام تھی تو آخرت میں اُسکو

بحرمانہ وفواتہ وشاہد ہذا قولہ علیہ السلام من شرب الخمر فی الدنیا لم یشربہا فی الاخرۃ ومن لبس
محرومی اور نہ پانے کا عذاب دیا جائیگا اور اس قول کا شاہد نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا میں شراب پی لے گا وہ آخرت میں نہ پیے گا اور جو شخص

الحریر فی الدنیا لم یلبسہ فی الاخرۃ فاتقوا اللہ یا عباد اللہ فی اقامۃ حدود اللہ اذ کثیر من الناس فی ہذا
دنیا میں حریر پہن لے گا وہ آخرت میں نہ پہنے گا پس اے اللہ کے بندو حدود خداوندی قائم رکھنے میں اللہ سے ڈرو اسلیے کہ بہتیرے لوگ اس

الزمان یمشون علی العوائد الشائعۃ بین الانام لا علی ما یقتضیہ الایمان المجلس السابع والعشرون
زمانے میں رسم و رواج پر چلتے ہیں نہ اُسپر جو ایمان کے مطابق ہو ستائیسویں مجلس

فی بیان کیفیۃ النیۃ بسند عیہ الاسلام قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام
اسلام کی معلوم نیت کے بیان میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے

رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ ومن قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما
رمضان کے روزے ایمان اور ثواب کے لیے رکھے تو اسکے اگلے گناہ معاف ہو جائینگے اور جسنے کہ رمضان میں ایمان اور ثواب کے لیے شب بیداری کی اُسکی اگلی

تقدم من ذنبہ ہذا الحدیث من صحاح المصابیح رواہ ابو ہریرۃ وقد ذکر فیہ نوعان من العبادۃ اختص
خطائیں سب معاف ہونگی۔ یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے جسکے راوی ابو ہریرۃ ہیں اس حدیث میں دو عبادتوں کا ذکر ہے اور ہر ایک کی

کل منہما بشہر رمضان احدہما صیام النہار والاخر قیام اللیالی فلا بد من معرفتہما اما الصوم فہو فی
ماہ رمضان کے ساتھ تخصیص کی گئی ہے ایک تو دن کا روزہ ہے دوسرے راتوں کا جاگ کر عبادت کرنا۔ تو ان دونوں کا سمجھ لینا ضروری ہے پس صوم تو

اللغۃ الامساک مطلقا وفی الشرع الامساک عن المفطرات المعہودۃ التی ہی الاکل والشرب والجماع من
لغت میں مطلق روکنے کو کہتے ہیں اور شریعت میں مفطرات مقررہ روزہ کھانا اور پینا اور جماع سے

الصبح الی غروب الشمس مع النیۃ وہو ثلثۃ اقسام فرض وواجب ونفل اما الفرض فصوم رمضان اداء وقضاء
صبح سے غروب آفتاب تک اُس سے رکے رہنے کو کہتے ہیں مع نیت کے اور اسکی تین قسمیں ہیں فرض واجب و نفل فرض تو رمضان کا روزہ ہے خواہ ادا ہو خواہ قضا

وصوم الکفارۃ واما الواجب فالنذر معینا کان او مطلقا واما النفل فما عداہما ومن شرع فیہ قصدا
اور کفارہ کو روزہ اور واجب نذر کا روزہ ہے خواہ وہ نذر معین ہو یا مطلق ہو اور نفل ان دونوں کے سوا ہے اور جسنے قصدا نفل کو شروع کیا

یلزمہ اتمامہ وان افسدہ فعلیہ قضاؤہ ولا یجوز افطارہ بلا عذر لانہ ابطال العمل وقد قال اللہ تعالی
تو اُسکو پورا کرنا ضروری ہے اور اگر توڑیگا تو اسپر قضا لازم آئیگی اور اُسکا افطار کرنا بلا عذر جائز نہیں ہے اسلیے کہ یہ عمل کا باطل کرنا ہے حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہے

ولا تبطلوا اعمالکم والضیافۃ عذر فی حق الضیف والمضیف ومن ظن ان علیہ صوما فشرع فیہ ثم
کہ اپنے اعمال باطل نہ کرو۔ اور مہمان اور میزبان کے لیے مہمانی بھی ایک عذر ہے اور جسنے یہ گمان کرکے کہ میرے ذمے روزہ ہے روزہ رکھ لیا بعد

علم عدمه فاکل لا یلزمه شیء لانه ظان والمظنون کالا یقضی لان القضاء منوط بالالتزام او بالالزام
معلوم ہوا کہ مجھ پر روزہ نہیں ہے تو اسنے روزہ توڑ ڈالا تو اسپر کچھ نہیں ہے اسلیے کہ اسکو شبہ تھا اور شبہ کی بنا پر قضا نہیں ہے اسلیے کہ قضا تو لازم کر لینے سے ہے یا شرع کے لازم کر دینے سے لازم ہوتی ہے

ولم یوجد واحد منهما واشترط لفرضیة صوم رمضان الاسلام والعقل والبلوغ ولفرضیة ادائه
اور ان میں سے کوئی بات نہیں پائی گئی اور رمضان کے روزے فرض ہونے کے لیے اسلام اور عقل اور بالغ ہونا شرط ہے اور اسکی ادائی کی فرضیت کے لیے

الصحة والاقامة فان المریض والمسافر یجوز لهما الافطار ثم القضاء لکن صوم المسافر افضل وصحة
تندرستی اور مقیم ہونا شرط ہے کیونکہ بیمار اور مسافر کے لیے افطار کر ڈالنا جائز ہے۔ پھر قضا کر لیں لیکن مسافر کو روزہ رکھنا افضل ہے اور اسکی ادا صحیح ہونے کے لیے

ادائه الطهارة عن الحیض والنفاس لا الطهارة عن الجنابة اذ یجوز صوم من اصبح جنبا او نام واحتلم
حیض اور نفاس سے پاک ہونا بھی شرط ہے جنابت سے پاک ہونا شرط نہیں ہے اسلیے کہ اسکا روزہ ہو جاتا ہے جسکو جنابت کی رات میں صبح ہو جائے یا دن میں سو گیا اور احتلام ہو گیا

واما الحائض والنفساء فلا یجوز صومهما بل یلزمهما الافطار ثم القضاء لکن الحائض تفطر سرا لا جهرا وکذا کل
اور حیض اور نفاس والی کا روزہ جائز ہی نہیں ہے۔ بلکہ انکو افطار کرنا پھر قضا کرنا لازم ہے لیکن حیض والی عورت چھپ کر افطار کرے۔ کھلم کھلا افطار نہ کرے اور اور ایسی ہی جس جس کو

من ابیح له الافطار لانه اذا اکل ولم یکن لعذر ظاهر یکون متهما عند الناس بالفسق لان الاکل فی رمضان
افطار کرنا جائز ہے۔ اسلیے کہ اگر وہ کھائے گا اور اسکا عذر ظاہر نہ ہو تو لوگوں میں وہ فسق سے بدنام ہوگا۔ کیونکہ رمضان میں دن کو کھانا بھی فسق ہے

والاحتراز عن مواضع التهم واجب لما روی انه علیه السلام قال من کان یؤمن بالله والیوم الاخر فلا یقفن
اور تہمت کی موقع سے بچنا واجب ہے۔ اس حدیث سے جو مروی ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور قیامت کے دن کا ایمان رکھتا ہو تو تہمت کی جگہوں پر

مواقف التهم وقد ذکر فی البزازیة ان من اکل فی شهر رمضان شهرة عیانا متعمدا یؤمر بقتله لان صنعه دلیل
ہرگز نہ ٹھہرے۔ اور بزازیہ میں ہے کہ جو شخص رمضان میں کھلم کھلا قصداً کھائے اسکے قتل کا حکم دینا چاہیے اسلیے کہ اسکی یہ حرکت اسکے حلال

لاستحلاله ویصح اداؤه بنیة من اللیل الی الضحوة الکبری وبنیة مطلقة وبنیة النفل وبنیة واجب اخر
سمجھنے کی دلیل اور رمضان کے روزہ کا رات ہی کی نیت سے ادا کرنا صحیح ہے چاشت کبریٰ تک اور مطلق نیت سے بھی اور نفل کی نیت سے اور کسی اور واجب کی نیت سے بھی

ثم عندنا لا بد من النیة لکل یوم والافضل التبییت وهو النیة من اللیل لیقع اول جزء من الصوم مع النیة
اور ہمارے نزدیک ہر روزہ کے نیت ضروری ہے اور تبییت افضل ہے یعنے روزہ کی نیت رات سے کرنا تاکہ روزہ کا پہلا حصہ بھی نیت سے گزرے

والنیة ان یعرف بقلبه انه یصوم ولا عبرة بالنیة المتقدمة علی الغروب وانما الاعتبار للنیة المتأخرة عن
اور نیت یہ ہے کہ دل میں ٹھان لے کہ میں روزہ رکھونگا۔ اور غروب سے پہلے کی نیت کا کچھ اعتبار نہیں۔ چونکہ اعتبار اسی نیت کا ہے جو

الغروب حتی لو نوی قبل ان تغیب الشمس ان یکون صائما غدا ثم غفل الی الزوال من الغد لا یجوز صومه
غروب کے بعد ہو۔ یہاں تک کہ اگر اسنے آفتاب ڈوبنے سے پہلے یوں نیت کی کہ میں کل روزہ رکھونگا پھر کل کے دن دوپہر تک بھول گیا تو اسکا روزہ درست نہ ہوگا

ولو نوی بعد غروب الشمس یجوز والنذر المطلق لا یصح الا بالنیة من اللیل واما النذر المعین والنفل فکل
اور اگر سورج ڈوبنے کے بعد نیت کی ہے تو درست ہو جائے گا اور نذر مطلق رات کو نیت کیے بغیر درست نہیں ہے۔ اور نذر معین اور نفل یہ دونوں

منهما کاداء صوم رمضان یجوز بالنیة من اللیل الی الضحوة الکبری لکن النیة من اللیل افضل کما مر
رمضان کے روزے کی طرح ہیں۔ رات سے دن چڑھے تک کی نیت سے صحیح ہو جاتے ہیں لیکن رات سے نیت کرنی افضل ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے

فکل صوم لا یتأدی الا بالنیة من اللیل اذا نواه مع طلوع الفجر یجوز لان الواجب قران النیة بالصوم لا تقدیمها
پھر جو روزہ کہ بلا رات کی نیت کے ادا نہیں ہوتا اگر اسمیں پو پھوٹنے کے ساتھ ہی نیت کر لے گا تو بھی جائز ہے۔ اسلیے کہ واجب نیت کا روزے کے ہمراہ ہونا ہے پہلے سے کرنا واجب نہیں ہے

علیه ولو نوی بعد طلوع الفجر عن القضاء لا یقع عن القضاء بل یکون تطوعا حتی لو افطر یلزمه القضاء
اور اگر طلوع صبح صادق کے بعد قضا کی نیت کرلے تو قضا سے نہ ہوگا بلکہ نفل ہو جائیگا تو اب اگر افطار کر ڈالے گا تو اسکی قضا لازم ہوگی

واذا وجب علی احد قضاء یومین من رمضان واحد اراد ان یقضیهما ینبغی له ان ینوی اول یوم
اور اگر کسی شخص پر ایک ہی رمضان کے دو دن کی قضا واجب ہو اور وہ انکی قضا رکھنا چاہے تو اسکو چاہیے کہ اس طرح نیت کرے کہ اس رمضان کا

وجب علیہ من ہذا الرمضان فان لم یعین الاول یجوز وکذا لو کانا من رمضانین ینبغی لہ ان ینوی
جو پہلا روزہ مجھپر واجب ہوا اسکی قضا کرتا ہوں اور اگر تعیین اول کی نہین کی ہو تب بھی ہو جائیگا۔ اسی طرح اگر دو رمضانون کے ہون تو اسکو چاہیے کہ

قضاء یوم الرمضان الاول وان لم یعین اختلفوا فیہ والمختار انہ یجوز ومن فطر عمدا فی یوم من رمضان
اول رمضان کے روزے کی قضا کی نیت کرے اور اگر معین نکریگا تو اسمین اختلاف ہے اور فتویٰ اسپر ہے کہ جائز ہے۔ اور جسنے رمضان کا کوئی روزہ قصداً توڑ ڈالا

حتی وجب علیہ الکفارۃ وہو فقیر وصام احدی وستین یوما عن القضاء والکفارۃ ولم یعین
حتی کہ اسپر کفارہ واجب ہوا حالانکہ وہ مفلس ہے اور اوس نے اکسٹھ روزے قضا اور کفارہ کے بات رکھے اور قضا کا

یوم القضاء یجوز ویصیر کانہ نوی القضاء فی الیوم الاول وستین یوما بعدہ عن الکفارۃ وتقدیم
روزہ کوئی معین نہین رکھا تو جائز ہو جاتے ہین اور یون سمجھا جائیگا کہ گویا اسنے پہلے دن قضا کا روزہ رکھا اور اسکے بعد ساٹھ روزے کفارہ کے رکھے اور

الکفارۃ علی القضاء ہل یجوز ام لا قال القاضی الامام یجوز والکفارۃ انما یجب بافساد اداء رمضان
کفارہ کا قضا پر مقدم کرنا جائز ہے یا نہین سو قاضی امام نے کہا ہے کہ جائز ہے اور کفارہ صرف روزۂ رمضان ہی توڑنے سے واجب ہوتا ہے

لا بافساد قضائہ ولا بافساد اداء غیرہ او قضائہ وہو اعتاق رقبۃ وان عجز عنہ فصیام شہرین
قضا کے فاسد کرنے سے واجب نہین اور نہ غیر رمضان کے ادا اور قضا سے۔ اور وہ کفارہ ایک غلام کا آزاد کرنا ہے اگر نہو سکے تو دو مہینے کے روزے

متتابعین وان عجز عنہ فاطعام ستین مسکینا بان یعطی لکل واحد منہم نصف صاع من
لگاتار رکھنا اگر یہ بھی نہو سکے تو ساٹھ مسکینون کو کھلانا اس طرح کہ ان مین سے ہر ایک کو آدھا صاع

بر او صاعا من شعیر اذا تقرر ہذا فلا بد من معرفۃ ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ وما یوجب الکفارۃ
گیہون یا پورا صاع جو دیدے جب یہ ثابت ہو چکا تو اسکا جاننا ضروری ہے جو روزہ کو فاسد کر دیتی ہین اور جو فاسد نہین کرتین اور جنسے کفارہ واجب ہوتا ہے

وما لا یوجبہا فاعلم ان من جامع او جومع فی احد السبیلین فی نہار رمضان عمدا یلزمہ القضاء والکفارۃ
اور جنسے نہین واجب ہوتا۔ بس جانو کہ جسنے دن کو قصداً جماع کیا یا جماع کیا گیا دو رستون مین سے کسی مین ہو اسپر قضا اور کفارہ دونون لازم ہین

ولا یشترط الانزال فی المحلین اذا توارت الحشفۃ وکذا لو اکل وشرب غذاء او دواء عمدا یلزمہ القضاء
انزال کا ہونا کسی طرف شرط نہین ہے اگر سر ذکر چھپ جائے۔ اسیطرح اگر کوئی غذا خواہ دوا قصداً کھائے یا پیے تو اسپر بھی قضا

والکفارۃ اما لو اکل وشرب او جامع ناسیا لا یفسد صومہ سواء کان فرضا او نفلا ولو ظن ان صومہ فسد
اور کفارہ لازم ہے۔ ہان اگر بھول کر کھالے یا پی لے یا جماع کرلے تو اسکا روزہ فاسد نہین ہوتا خواہ وہ روزہ فرض ہو خواہ نفل اور اگر یہ گمان ہوا کہ میرا روزہ

فاکل عمدا فی رمضان یلزمہ القضاء دون الکفارۃ وکذا لو افطر مخطئا بان کان ذاکرا للصوم
ٹوٹ گیا اور اس خیال پر اسنے قصداً رمضان مین کھانا کھا لیا تو اب صرف قضا لازم ہوگی کفارہ لازم نہین۔ اسیطرح اگر دھوکے سے ٹوٹ گیا اس طرح کہ روزہ تو یاد تھا

وتمضمض فوصل الماء فی جوفہ یفسد صومہ ویلزمہ القضاء دون الکفارۃ ولو ابتلع البزاق الذی
لیکن غرارہ کیا تو پانی حلق مین چلا گیا تو روزہ فاسد ہو گیا اسپر قضا لازم ہے کفارہ نہین اور اگر تھوک جو

اجتمع فی فیہ لا یفسد صومہ بل یکرہ وکذا لو ابتلع المخاط الذی ینزل من راسہ الی الفم لا یفسد صومہ
اسکے منہ مین جمع ہو گیا تھا نگل گیا تو روزہ تو نہ ٹوٹے گا لیکن مکروہ ہوگا اور ایسے ہی بلغم کو جو سر کی طرف سے منہ کو آتا تھا اگر نگل جائے تو روزہ نہ ٹوٹے گا

وکذا لو بقی فی فیہ بعد المضمضۃ بلل وابتلعہ بالبزاق لا یفسد صومہ لتعذر الاحتراز عنہ وکذا اذا خرج
اور اسی طرح اگر اسکے منہ مین کلی کے بعد کچھ تری رہگئی اسکو تھوک کے ساتھ نگل گیا تو روزہ فاسد نہوگا کیونکہ اس سے بچنا دشوار ہے اور ایسے ہی اگر اسکے

الدم من بین اسنانہ ودخل فی حلقہ وابتلعہ ان کانت الغلبۃ للبزاق ولم یجد طعمہ لا یفسد صومہ
دانتون مین سے خون نکل کر حلق مین چلا گیا اور وہ اسکو نگل گیا۔ اگر تھوک زیادہ تھا اور خون کا مزہ معلوم نہین ہوا تو روزہ فاسد نہوگا

وان کانت الغلبۃ للدم یفسد صومہ ویلزمہ القضاء دون الکفارۃ وکذا لو استویا یفسد صومہ
اور اگر خون زائد تھا تو روزہ فاسد ہو جائیگا۔ اور اسپر قضا لازم ہے کفارہ نہین آتا اور ایسے ہی اگر وہ دونون برابر ہون تو بھی احتیاطاً روزہ

احتياطاً ولو كان بين اسنانه شيء فابتلعه لا يفسد صومه ان كان قليلاً لانه تبع للريق وان كان
فاسد ہے اور اگر اُسکے دانتون مین کچھ رہ گیا تھا اُسکو نگل گیا تو اُسکا روزہ فاسد نہوگا اگر وہ چیز تھوڑی ہو اسلیے کہ وہ تھوک مین شامل ہے اور اگر زیادہ ہے

كثيراً يفسد صومه ويلزمه القضاء دون الكفارة وقدرها الحمصة فما فوقها كثير وما دونها قليل
تو روزہ ٹوٹ جائیگا اور قضا لازم آئے گی کفارہ نہ لازم آئے گا اور چنے کے برابر اور اس سے زیادہ بہت مین داخل ہے اور اس سے کم اور

والدمع وعرق الوجه اذا دخل فمه وابتلعه ان كان قليلاً كالقطرة والقطرتين لا يفسد صومه وان كان
آنسو اور چہرہ کا پسینہ اگر اُسکے منھ مین چلا گیا اور یہ اسکو نگل گیا تو اگر تھوڑا جیسے قطرہ دو قطرہ ہو تو روزہ فاسد نہوگا اور اگر

كثيراً حتى وجد ملوحته في جميع فمه يفسد صومه ويلزم القضاء دون الكفارة وكذا لو ادخل الابريسم
بہت تھا کہ اُس کی شوریت تمام منھ مین معلوم ہو تو روزہ جاتا رہتا ہے اور قضا لازم آتی ہے نہ کفارہ اور ایسے ہی اگر رنگا ہوا ابریشم

المصبوغ في فيه فخرج لون الصبغ واختلط بالريق وابتلعه يفسد صومه ويلزمه القضاء دون الكفارة
منھ مین ڈالا اور اُسکا رنگ نکلکر تھوک مین ملگیا اور اُسکو وہ نگل گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم آئے گی کفارہ نہین

وكذا لو ابتلع شيئاً مما لا يتغذى به ولا يتداوى به عادة كالتراب والحجر ونحوهما يفسد صومه ويلزمه
اور ایسے ہی اگر ایسی چیز نگل گیا جو عادۃً نہ غذا ہے نہ دوا مثلاً مٹی پتھر وغیرہ تو روزہ جاتا رہے گا اور اُسپر قضا

القضاء دون الكفارة وذكر في القنية نقلاً عن الفقيه ابي جعفر ان من افطر في رمضان مرة بعد
لازم آئے گی نہ کفارہ اور قنیہ مین فقیہ ابوجعفر سے منقول ہے کہ جو شخص رمضان مین

اخرى بتراب ومدر لاجل المعصية فعليه الكفارة زجراً له وكتب غيره نعم والفتوى على ذلك وبه اخذ ائمة
مٹی یا کنکر سے گناہ کے طور پر بار بار روزہ توڑے تو اُسپر دھمکی کے طور پر کفارہ بھی ہے اور اوروں نے بھی لکھا ہے کہ اسی پر فتوے ہے اور اسی کو

الامصار وذكر فيها ايضاً ان المحترف المحتاج اذا علم انه لو اشتغل بحرفته يلحقه مرض يبيح للفطر
تمام دنیا کے علما نے اختیار کیا ہے اور اسمین یہ بھی لکھا ہے کہ اگر پیشہ ور محتاج جانے کہ اگر وہ اپنے پیشہ مین مشغول رہیگا تو اسے بیماری ہو جائیگی جس سے روزہ توڑ ڈالنا جائز ہے

يحرم عليه الفطر قبل ان يمرض وذكر فيها ايضاً ان الخباز لا يجوز له ان يخبز خبزاً يوصله الى الضعف مبيح
تو بیماری سے پہلے روزہ توڑنا اُسپر حرام ہے اور یہ بھی اُسمین لکھا ہے کہ نان پز کو یہ جائز نہین ہے کہ اتنی روٹیان پکائے جس سے اتنا ضعف ہو جائے

للفطر بل يخبز نصف النهار ويستريح في النصف وذكر فيها ايضاً ان من اتعب نفسه في عمل حتى اجهده
کہ جس سے روزہ توڑنا مباح ہو۔ بلکہ آدھے دن پکائے اور آدھے دن آرام کرے اور اسی مین یہ بھی بیان ہے کہ جسنے اپنی جان کو کسی ایسی مشقت مین ڈالی کہ اسکو شدت سے پیاس لگ آئی اور

العطش فافطر يلزمه الكفارة لانه ليس بمسافر ولا مريض بخلاف الامة فانها اذا اصابها ضعف
روزہ توڑ ڈالا تو اُسپر کفارہ لازم ہے کیونکہ یہ مسافر نہین نہ مریض ہے بخلاف لونڈی کے کیونکہ لونڈی کو اگر اپنے

من عمل السيد من الطبخ والخبز وغسل الثياب وغيرها وخافت على نفسها وافطرت كان عليها القضاء دون
مالک کے کام کرنے سے ضعف ہو جائے اور اپنی جان کے خوف سے روزہ افطار کرڈالے تو اُسپر قضا آئے گی

الكفارة وكذا الزوجة اذا افطرت لذلك كان عليها القضاء دون الكفارة اذ يجب عليها ديانة ان تفعل
کفارہ نہ آئے گا۔ اسی طرح اگر بی بی اسی حالت مین افطار کرڈالے تو اُسپر صرف قضا ہے نہ کفارہ۔ اسلیے کہ اسپر دیانۃً واجب ہے کہ

كل خدمة في داخل البيت من الطبخ والخبز وغسل الثياب وغيرها حتى لو لم تفعل شيئاً منها تكون آثمة
گھر کے اندر کے سب کام کرنا روٹی پکانا کپڑے دھونا وغیرہ سب کیا کرے یہان تک کہ اگر اُنمین سے کوئی کام نہ کرے گی تو گنہگار ہو گی

وان لم يجبر عليها وكذا الرقيق او الخادم الذي ذهب بسكر النهر او لكريه او لاصلاح المربض وعليها
اگرچہ اُسپر قاضی جبر نہ کرے گا اور ایسے ہی غلام یا خادم جو نہر کے بند کرنے یا اُسکے کھودنے یا فصیل کی درستی کے لیے جائے اور اُسپر

موكل من جانب السلطان واشتد الحر وخاف على نفسه الهلاك فانه لو افطر كان عليه القضاء دون
حاکم کی طرف سے وہ مقرر ہے اور گرمی تیز ہو گئی اور جان جانے کا خوف ہو گیا تو یہ اگر افطار کرڈالے تو اُسپر قضا لازم ہے نہ

الکفارة ومن اکل عمداً حتی لزمته الکفارة ثم مرض تسقط عنه الکفارة وکذا المرأة اذا افطرت عمداً
کفارہ اور جس نے قصداً روزہ توڑ دیا حتی کہ اسپر کفارہ لازم آیا پھر اسی دن بیمار ہو گیا تو کفارہ اسکے ذمہ سے ساقط ہو تا ہے۔ ایسے ہی عورت اگر قصداً روزہ توڑ ڈالے

حتی لزمتها الکفارة ثم حاضت یسقط عنها الکفارة لان الکفارة تسقط بعروض الحیض او المرض ومن
اور اسپر کفارہ لازم آ کر پھر اسی دن حائضہ ہو گئی تو اسکے ذمہ سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے اسلیے کہ کفارہ حیض یا بیماری کے آنے سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اور جسنے

افطر فی اول النهار عمداً حتی لزمته الکفارة ثم سافر باختیاره لا تسقط عنه الکفارة وکذا لو اکرهه السلطان
دن کے اول وقت میں قصداً توڑ ڈالا حتی کہ کفارہ لازم آیا پھر اپنے اختیار سے سفر کیا تو کفارہ اس سے ساقط نہیں ہوگا اور یہی طرح اگر بادشاہ نے اسکو سفر پر مجبور کیا

علی السفر لا تسقط عنه الکفارة فی ظاهر الروایة ومن سافر فی نهار رمضان لا یحل له ان یفطر فی ذلك
ظاہر روایت میں اس سے کفارہ ساقط نہو گا اور جس نے رمضان میں دن میں سفر کیا تو اسکو جائز نہیں کہ اس دن افطار کرے

الیوم لان الوجوب قد ثبت علیه فلا یسقط بفعل باشره باختیاره ولو افطر کان علیه القضاء لا الکفارة
اسلیے کہ اسپر وجوب ثابت ہو چکا ہی تو اب وہ اس کام سے جسکو اسنے اپنے اختیار سے کیا ہو ساقط نہیں ہوگا۔ اور اگر افطار کر ڈالے گا تو اسپر قضا آئے گی نہ کفارہ

ولو لم یفطر حتی تذکر شیئاً نسیه فی منزله فرجع الی منزله فاکل شیئاً ثم خرج من منزله کان علیه القضاء
اور اگر ابھی افطار نہیں کیا تھا کہ اسکو کوئی چیز یاد آئی جو گھر میں بھول آیا ہے۔ پس وہ گھر لوٹ آیا اور کچھ کھا کر روانہ ہوا تو اسپر قضا

والکفارة لکونه مقیماً عند الاکل حیث رفض سفره بالعود الی منزله واذا علم المسافر انه یدخل فی
اور کفارہ دونوں ہیں۔ کیونکہ کھانے کے وقت وہ مقیم ہے کیونکہ گھر کی طرف لوٹنے سے اسکا سفر جاتا رہا اور اگر مسافر کو معلوم ہو جاوے کہ آج ہی میں اپنے گھر

یومه مصره یکره له الفطر لاجتماع حکم الاقامة والسفر فی هذا الیوم فیترجح جهة الاقامة ومن
پہونچ جاؤنگا تو اسکو افطار کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس روز سفر اور قیام دونوں آملے ہیں تو قیام کا پہلو غالب رہے گا

غلبه القیء وقاء سواء کان ملأ الفم او دونه لا یفسد صومه سواء کان فرضاً او نفلاً لقوله علیه السلام
اور جسکو بلا قصد قے ہو گئی منھ بھر ہو خواہ کم تو روزہ نہیں جاتا فرض ہو یا نفل کیونکہ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ

من قاء فلا قضاء علیه وان تقیأ فان کان ملأ الفم یفسد صومه لقوله علیه السلام من تقیأ فعلیه القضاء
جسکو خود قے ہو گئی اسپر قضا نہیں ہے اور اگر آپ سے قے کی تو اگر منھ بھر کے ہے تو البتہ روزہ جاتا رہیگا کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس نے آپ سے قے کی تو اسپر قضا ہے

وان لم یکن ملأ الفم یفسد صومه ایضاً عند محمد لظاهر الحدیث ولا یفسد عند ابی یوسف وینبغی للصائم
اور اگر منھ بھر کے نہو تو بھی امام محمدؒ کے نزدیک روزہ جاتا رہتا ہے حدیث کے ظاہر معنی کے دلیل سے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ نہیں جاتا اور روزہ دار کو چاہیے

ان لا یبالغ فی الاستنجاء ولا یتنفس ولا یقوم من مقامه حتی ینشف ذلك الموضع بخرقة لئلا یصل
کہ استنجے سے طہارت کرنے میں زیادہ مبالغہ نہ کرے نہ زور سے سانس لے۔ اور جب تک استنجے کے مقام کو کپڑے سے خوب نہ پونچھ لے اُسوقت تک اپنی جگہ سے کھڑا نہو

الماء الی باطنه فیفسد صومه فان من بالغ فی الاستنجاء حتی یبلغ موضع الحقنة یفسد صومه
تاکہ پانی اندر نہ چلا جائے جس سے روزہ جاتا رہے کیونکہ جسنے بہت مبالغہ سے استنجا کیا یہاں تک کہ حقنہ کی جگہ پہونچ گیا تو روزہ جاتا رہیگا

لکن لا یلزم الکفارة هذا حکم الصوم المجلس الثامن والعشرون فی بیان کیفیة التراویح
لیکن کفارہ لازم نہ آئے گا یہ روزہ کے احکام ہیں اٹھائیسویں مجلس تراویح کی کیفیت

وفضیلتها واما القیام فی لیالی رمضان فالمراد به احیاء لیالیه او احیاء بعض من کل لیلة
اور اسکی فضیلت کے بیان میں اور رمضان کی راتوں میں قائم رہنے سے تمام رات یا رات کے کچھ حصہ میں جاگ کر

باداء التراویح فانه علیه السلام کان یرغب الناس فی قیام رمضان من غیر ان یأمرهم فیه بعزیمة
تراویح پڑھنا مراد ہے کیونکہ نبی علیہ السلام صحابہ کو رمضان میں شب بیداری کے لیے ترغیب دیا کرتے تھے لیکن عزیمت کا حکم نہیں فرماتے تھے

فیقول من قام رمضان ایماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه یعنی ان من قام الی الصلوة فی
پس یوں ارشاد فرماتے تھے کہ جو شخص رمضان میں ایمان اور ثواب کے خاطر جاگتا ہے تو اسکے سب پچھلے گناہ معاف ہو جاوینگے یعنی کہ جو شخص رمضان کی راتوں میں

لیالی رمضان تصدیقا بحقیته وسنیته وطلبا لرضاء الله تعالیٰ وثوابه لاخوفا من مذمة الناس
اسکو حق اور سنت سمجھکر اللہ کی رضامندی کے لیے اور ثواب کی غرض سے نہ لوگون کی مذمت کے خوف سے

واستحیاء منه یغفر له ذنوبه المتقدمة وهذان الشرطان لاینفك عنهما عمل سواء کان فرضا او
اور نہ اٰنکی شرما شرمی نماز پڑھا ہے تو اُسکے پچھلے گناہ معاف ہو جائینگے اور ان دونون شرطون سے کوئی عمل خالی نہین خواہ فرض ہو یا

نفلا اذهما شرطان لقبول کل عمل والله تعالیٰ لایقبل عملا الا بهما وبعدهما شرط اخر لابد منه وهو ان
نفل - کیونکہ یہ دونون ہر عمل کے قبول ہونے کے لیے شرط ہین - اور اللہ تعالیٰ بغیر انکے کوئی عمل قبول نہین کرتا اور ان دونون کے بعد ایک شرط اور بھی ہو وہ یہ

یکون العمل موافقا للسنة لان العمل متی کان علی خلاف السنة لایقبله الله تعالیٰ والسنة فیها الجماعة
کہ وہ عمل سنت کے موافق ہو اسلیے کہ اگر عمل خلاف سنت ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسکو قبول نہین کریگا - اور سنت تراویح مین یہی بات ہے کہ جماعت کے ساتھ

فی المسجد لکن علی طریق الکفایة حتی لو ترکها اهل مسجد اساءوا وکانوا تارکین بالسنة ولو اقامها
مسجد مین پڑھی جائے - لیکن سنت کفایہ ہے کہ اگر ایک مسجد کے سب لوگ اسکو ترک کردین تو سب گنہگار ہونگے اور تارک سنت سمجھے جائینگے اور اگر بعض نے

البعض فی المسجد بالجماعة وتخلف البعض وصلاها فی بیته فالمتخلف یکون تارکا للفضیلة ولا یکون
مسجد مین جماعت سے پڑھی اور بعض نے گھر مین پڑھ لی تو یہ نہ آنے والے فضیلت کے ترک کرنے والے ہونگے اور گنہگار

مسیئا ولا تارکا للسنة لان بعض الصحابة قد روی عنهم التخلف وعن ابی یوسف ان من قدر
نہونگے - اور نہ تارک سنت اسلیے کہ بعض صحابہ سے جماعت مین نہ آنا بھی مروی ہے اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ جو شخص تراویح کو جماعت کے ساتھ

علی ادائها بالجماعة فی بیته مع مراعاة السنة فالصلوة فی بیته افضل والصحیح ان للجماعة
اپنے گھر مین مع رعایت سنت کے ادا کرنے پر قادر ہو تو اُسکو گھر مین پڑھنا افضل ہے اور صحیح یہ ہے کہ گھر کی جماعت کی

فی بیته فضیلة وللجماعة فی المسجد فضیلة اخری فهو حاز احدی الفضیلتین وترك الفضیلة
اور فضیلت ہے اور مسجد کی جماعت کی اور فضیلت ہے تو اُسنے ایک فضیلت تو لے لی اور زیادہ فضیلت چھوڑ دی

الزائدة لترك الجماعة فی المسجد قال صاحب الخلاصة وهكذا الجواب فی المکتوبات واما نفس التراویح
کیونکہ مسجد کی جماعت ترک کی اور خلاصہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ یہی جواب فرائض مین ہے اور نفس تراویح

فهو سنة مؤکدة علی الاعیان للرجال والنساء توارثها الخلف عن السلف من لدن تاریخ رسول الله علیه السلام
تو ہر شخص پر سنت مؤکدہ ہے خواہ مرد ہو خواہ عورت ہو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اسوقت تک پچھلے لوگ اگلون سے یہی دیکھتے چلے آتے ہین

الی یومنا هذا فلا ینبغی ترکها والدلیل علی هذا ما روی ان النبی علیه السلام اتخذ فی المسجد حجرة
اسلیے انکو چھوڑنا نہین چاہیے - اور اسپر دلیل وہ روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد مین ٹاٹ کا ایک حجرہ بنایا

من حصیر لیصلی فیها السنن وکان یخرج من الحجرة ویصلی التراویح للناس بالجماعة فعل هكذا ثلث
تاکہ اُسکے اندر سنتین پڑھا کرین اور آپ حجرہ سے نکل کر لوگون کو جماعت سے نماز تراویح پڑھاتے تھے - آپ نے تین رات ایسا ہی کیا

لیال فلما کانت اللیلة الرابعة اجتمع ناس کثیر حتی عجز المسجد من اهله فلما رأی رغبة الناس دخل الحجرة
جب چوتھی رات ہوئی تو اسقدر کثرت سے لوگ جمع ہو گئے کہ مسجد مین جگہ نہ باقی رہی جب آپنے لوگون کی اتنی رغبت دیکھی تو آپ فرض پڑھکر

بعد ما صلی الفریضة ولم یخرج الیهم فما زالوا ینتظرون خروجه فظنوا انه نام فجعل بعضهم یتنحنح لیخرج الیهم
حجرہ مین تشریف لے گئے اور پھر نہ نکلے اور یہ لوگ آپکے آنے کے منتظر بیٹھے رہے اور یہ گمان کیا کہ آپ سو گئے پس کوئی تو کھنکھارنے لگا تاکہ آپ باہر تشریف لائین

وبعضهم یقول الصلوة فخرج الیهم فقال ما زال بکم الذی رأیت من صنیعکم حتی خشیت ان یکتب
اور کوئی کہتا تھا کہ نماز تیار ہے بس آپ باہر نکلے اور فرمایا کہ مین تمہارا یہ شوق برابر دیکھتا رہا ہے کہ مجکو یہ خوف ہوا کہ

علیکم ولو کتب علیکم ما قمتم به فصلوا ایها الناس فی بیوتکم فان افضل صلوة المرء فی بیته الا الصلوة
تمپر فرض نہ ہو جائے اور اگر تمپر فرض ہو جائیگی تو ادا نکر و گے - پس اے لوگو اپنے گھرون مین پڑھ لیا کرو - کیونکہ فرض کے سوا اور نمازین گھر ہی مین پڑھنا افضل ہین

المکتوبۃ فتوفی رسول اللہ علیہ السلام والامر علی ذلک ثم کان الامر علی ذلک فی خلافۃ
پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور یہ ہی حال رہا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضہ کے زمانہ مین بھی یہی حال رہا

ابی بکر وصدرا من خلافۃ عمر ثم ان عمر فی ایام خلافتہ رأی الناس یصلون التراویح فی المسجد
اور عمر رضہ کے شروع زمانہ مین بھی۔ پھر حضرت عمر رضہ نے اپنے زمانۂ خلافت مین دیکھا کہ لوگ مسجد مین الگ الگ تراویح پڑھتے ہین

منفردین فامرهم ان یصلوها جماعۃ وامر ابی بن کعب وتمیم الداری لیصلیا بہا بالناس امامۃ فصلیاها
تو آپ نے یہ حکم دیا کہ جماعت سے پڑھا کرو اور ابی ابن کعب ور تمیم داری سے فرمایا کہ تم امام بنکر لوگون کو نماز پڑھایا کرو۔ سو ان دونون نے

بالجماعۃ والصحابۃ رض متوافرون منهم عثمان وعلی وابن مسعود والعباس وابنہ وطلحۃ والزبیر ومعاذ
جماعت سے نماز پڑھائی اور بہت سے اصحاب اسوقت موجود تھے انمین سے حضرت عثمان اور علی اور ابن مسعود اور عباس اور ابن عباس اور طلحہ اور زبیر اور معاذ

وغیرهم من المهاجرین والانصار وما رد علیہ واحد منهم بل ساعدوه ووافقوه وامروا بذلک
انکے علاوہ اور مہاجرین و انصار موجود تھے اور انمین سے کسی نے انپر اعتراض نہین کیا بلکہ سبھون نے ساتھ دیا اور موافقت کی اور اسی کا حکم دیا

وواظبوا علیها حتی ان علیا اثنی علیہ ودعا لہ بالخیر وقال نور اللہ مضجع عمر کما نور مساجدنا
اور سب اسی طرح پڑھتے رہے یہان تک کہ حضرت علی رضہ نے حضرت عمر رضہ کی تعریف کی اور آپکے لیے دعاء خیر کی اور فرمایا کہ خدا عمر کی قبر روشن کرے جیسے کہ انھون نے ہماری مسجدین روشن کرین

وقد قال النبی علیہ السلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی وهی عشرون رکعۃ
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے طریقہ اور خلفاء راشدین جو میرے بعد ہونگے انکے طریقہ کو لازم پکڑو اور تراویح بیس رکعتین ہین

یسمی کل اربع رکعات منها ترویحۃ مجازا لما فی اخرها من الترویحۃ التی هی اسم للجلسۃ وانما سمی بها
اور ان مین سے ہر چار رکعت کو مجازًا ترویحہ کہتے ہین کیونکہ انکے آخر مین ترویحہ ہوتا ہے اور یہ بیٹھنے کا نام ہے اور اسکو ترویحہ اسلیے کہتے ہین

لان الصحابۃ کانوا یستریحون بین کل اربع رکعات من اجل طول قیامهم فی الصلوۃ ولکل ترویحۃ تسلیمتان
کہ صحابہ ہر چار رکعت کے بعد آرام کیا کرتے تھے نماز مین دیر تک قیام کرنے کی وجہ سے اور ہر ترویحہ مین دو دو سلام ہین

فتکون التسلیمات عشرا والترویحات خمسا والامام والجماعۃ یاتون بالثناء فی کل تکبیرۃ الافتتاح ویجلسون
تو کل دس سلام اور پانچ ترویحے ہوئے اور امام اور مقتدی افتتاحی تکبیر کے بعد سبحانک اللهم سے آخر تک پڑھا کرین اور دو ترویحون کے

بین کل الترویحتین قدر ترویحۃ واحدۃ وکذا بین الخامسۃ والوتر لانہ المتوارث من زمن الصحابۃ
بیچ مین مقدار ایک ترویحہ کے بیٹھا کرین اسی طرح پانچوین ترویحہ اور وتر کے درمیان مین۔ کیونکہ صحابہ رضہ کے وقت سے آج تک یہی معمول ہے

الی یومنا هذا وهم فی الانتظار مخیرون ان شاءوا سبحوا وان شاءوا هللوا وان شاءوا سکتوا ای ذلک
اور انتظار کے وقت مین انکو اختیار ہے چاہین سبحان اللہ پڑھین چاہین لا الہ الا اللہ پڑھین اور چاہین چپ رہین۔ ان مین سے جو

فعلوا فهو حسن لقولہ علیہ السلام المنتظر للصلوۃ کانہ فی الصلوۃ واهل مکۃ کانوا یطوفون
کام کرین اختیار ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ نماز کا منتظر گویا نماز ہی مین ہے اور اہل مکہ

بالبیت بین کل ترویحتین اسبوعا ویصلون رکعتین للطواف واهل المدینۃ کانوا یصلون
ہر دو ترویحون کے درمیان مین بیت اللہ کا سات سات پھیرے طواف کرتے تھے اور دو رکعتین طواف کی پڑھتے تھے اور مدینہ والے اسوقت مین

فی ذلک اربع رکعات ثم الافضل فیها استیعاب اکثر اللیل بالصلوۃ والاستراحۃ ویستحب
چار رکعت پڑھا کرتے تھے۔ پھر سمجھو کہ تراویح مین افضل یہ ہے کہ نصف رات ترویحون اور نماز دون مین گزار دے اور

تاخیرها الی انتهاء ثلث اللیل ثم الاصح ان وقتها بعد العشاء الی اخر اللیل قبل الوتر وبعده لانها
تہائی رات کے بعد شروع کرنا مستحب ہے۔ اور اصح یہ ہے کہ اسکا وقت بعد عشا کے آخر شب تک ہے وتر سے پہلے ہو یا پیچھے کیونکہ تراویح

نوافل سنۃ بعد العشاء وهل یحتاج فی کل شفع ان ینوی التراویح قال بعضهم یحتاج لان کل شفع
نفلین اور بعد عشا کے سنتین ہین اور آیا اسکی ضرورت ہے کہ تراویح کے ہر دوگانہ مین نیت کی جائے بعض کہتے ہین کہ ضرورت ہے کیونکہ ہر دوگانہ

صلوٰة علیحدة والاصح انه لا یحتاج لان الکل بمنزلة صلوٰة واحدة فان فاتت لا تقضی اصلا
علیحدہ نماز ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اسکی ضرورت نہیں اسلیے کہ سب بمنزلہ ایک نماز کے ہے۔ اور اگر فوت ہو جائیں تو مطلقا قضا نہیں ہے

لا بالجماعة ولا بدونها لان القضاء من خواص الفرض ومن صلی العشاء وحده فله ان یصلی
جماعت سے نہ بدون جماعت کے اسلیے کہ قضا فرض ہی کا خاصہ ہے اور جس شخص نے عشا کی نماز تنہا پڑھی اسکو جائز ہے کہ

التراویح بالامام ولو ترکوا الجماعة فی الفرض لم یصلوا التراویح بالجماعة ومن لم یصل التراویح بالامام
تراویح پڑھے اور اگر سارے لوگوں نے فرض میں جماعت چھوڑ دی تو تراویح جماعت سے نہ پڑھیں اور جسنے تراویح امام کے ساتھ نہیں پڑھی

یجوز له ان یصلی الوتر معه ولو اقاموا التراویح بامامین فصلی کل امام تسلیمة قال بعضهم یجوز
اسکو جائز ہے کہ وتر جماعت سے اسکے ساتھ پڑھ لے اور اگر تراویح دو اماموں کے پیچھے پڑھی اور ہر ہر امام نے ایک ایک دوگانہ پڑھایا تو بعضے کہتے ہیں درست ہے

والصحیح انه لا یستحب والمستحب ان یصلی کل امام ترویحة فاذا جاز اقامة التراویح بامامین
اور صحیح یہ ہے کہ مستحب کے خلاف ہے اور مستحب یہ ہے کہ ہر امام کم از کم ایک ترویحہ پڑھے جب تراویح کا دو اماموں کے ساتھ

علی هذا الوجه یجوز ان یصلی احدهما الفرض والاخر التراویح ویکره للامام فی هذا الزمان التطویل
اس طرح پر پڑھنا جائز ہوا تو یہ بھی جائز ہے کہ ایک امام فرض پڑھائے اور دوسرا تراویح اور امام کو اس زمانہ میں

الزائد عن حد اقل السنة فی القراءة والاذکار علی وجه یحصل للجماعة ملل لان ذلک سبب للتنفیر
ادنی حد سنت سے زیادہ قرأت کو طول دینا اور ذکر کی اتنی درازی کہ لوگ اکتا جائیں مکروہ ہے کیونکہ یہ جماعت سے لوگوں کو نفرت کا سبب ہے

عن الجماعة والتنفیر عن الجماعة مکروه ولکن لا ینبغی له ان ینقص عن قدر اقل السنة فی القراءة
اور جماعت سے نفرت دلانا مکروہ ہے۔ لیکن یہ بھی مناسب نہیں کہ سنت کی ادنے مقدار سے قراءت

والتسبیحات للملل لانهم غیر معذورین فیه وادنی ما یحصل به السنة فی تسبیحات الرکوع والسجود
اور تسبیح میں اُنکے ملال کے خیال سے کمی کرے کیونکہ اسمیں وہ معذور نہیں اور کم سے کم جس سے تسبیحات رکوع و سجود میں سنت ادا ہو جائے

ثلث لقوله علیه السلام اذا رکع احدکم فلیقل ثلث مرات سبحان ربی العظیم وذلک ادناه و
تین بار ہے - کیونکہ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جسوقت تم میں سے کوئی رکوع کرے تو چاہیے کہ تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہے اور یہ ادنی مقدار ہے اور

اذا سجد فلیقل سبحان ربی الاعلی ثلث مرات وذلک ادناه والمراد به ادنی ما یحصل به السنة
جب سجدہ کرے تو سبحان ربی الاعلےٰ تین بار کہے اور یہ بھی ادنے مقدار ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ یہ حصول سنت کی ادنی مقدار ہے

ولذلک یکره النقص عن الثلث وکذا یکره للامام التعجیل علی وجه یعجز الجماعة عن اکمال اقل
اسی لیے تین سے گھٹانا مکروہ ہے اور اسی طرح امام کو ایسی جلدی بھی مکروہ ہے کہ لوگ کم سے کم مقدار سنت

السنة فی تسبیحات الرکوع والسجود وعن اکمال قراءة التشهد بل یزید الامام علی التشهد ویاتی
رکوع و سجود کی تسبیحات میں پورا کرنے اور قرارت تشہد کی تکمیل سے عاجز رہیں بلکہ امام تشہد پر کچھ زیادہ کرے اور

بالصلوٰة علی النبی علیه السلام ان علم انها لا تثقل علی الجماعة وان علم انها تثقل علیهم لا یاتی بها بل
نبی علیہ السلام پر درود پڑھے بشرطیکہ جانتا ہو کہ جماعت کے لوگوں پر گراں نہ گذریگا اور اگر یہ جانے کہ یہ درود ان پر گراں گذرے گا تو نہ پڑھے بلکہ

یترکها لکن لا جمیعها بل یقتصر فیها علی قوله اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد لانها وان کانت
چھوڑ دے لیکن بالکل نہ چھوڑ دے بلکہ اسمیں اتنا پڑھنے پر اکتفا کرے۔ اللھم صل علی محمد وعلے آل محمد اسلیے کہ درود اگرچہ

سنة عندنا الا انها فرض عند الشافعی وبهذا القدر یتادی القولان ویکره للمقتدی ان یقعد فی التراویح
ہمارے مذہب میں سنت ہے لیکن وہ امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے اور اتنی مقدار سے دونوں قول ادا ہو جاتے ہیں اور مقتدی کو مکروہ ہے کہ تراویح کے وقت بیٹھا رہے

حتی اذا اراد الامام ان یرکع یقوم ویقتدی لان فیه اظهار التکاسل فی الصلوٰة والتشبه
یہاں تک کہ جب امام رکوع کرنے لگے تو کھڑا ہو کر شامل ہو جائے اسلیے کہ اسمیں نماز کی سستی کا ظاہر کرنا ہے اور منافقوں سے

بالمنافقین الذین قال اللہ تعالیٰ واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالیٰ یراءون الناس وکذا اذا غلب
شباہت ہو جنکی نسبت خدا نے تعالیٰ فرماتا ہو کہ جب نماز مین کھڑے ہوتے ہین تو جی ہارے ہوئے کھڑے ہوتے ہین لوگون کو دکھاتے ہین ایسے ہی جب

النوم یکرہ لہ ان یصلی بالنوبل ینبغی لہ ان ینصرف وینام ولا یصلی حتی یستیقظ لان فی
نیند غلبہ کرے تو اونگھتے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ ہو بلکہ اُسکو چاہیے کہ چلا جائے اور سو رہے جبتک ہوشیار نہو نماز نہ پڑھے کیونکہ

الصلوۃ مع النوم تہاونا وغفلۃ وترک التدبر ثم انہ ان نام فی القعدۃ کلہا فانہ اذا انتبہ یفرض
اونگھتے ہوئے نماز پڑھنے مین سستی اور غفلت اور ترک تفکر ہے پھر اگر تمام قعدہ مین سوتا رہا تو جب ہوشیار ہو تو اسپر فرض ہے

علیہ ان یقعد قدر التشہد وان لم یقعد تفسد صلاتہ لان ما حصل من افعال الصلوۃ حالۃ
کہ بقدر تشہد کے بیٹھا رہے اور اگر اتنی دیر نہ بیٹھا رہے گا تو نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ نیند کی حالت کے افعال

النوم لا تعتبر لصدورہا بلا اختیار فیکون وجودہا کعدمہا وہذہ المسألۃ یکثر وقوعہا لا سیما
معتبر نہین ہوتے کیونکہ بے اختیار ہوتے ہین تو انکا ہونا نہونے کے مثل ہو اور یہ مسألہ اکثر واقع ہوتا ہو خاص کر

فی لیالی الصیف والناس عنہا غافلون ثم اختلف المشائخ فی مقدار القراءۃ فقال بعضہم یقرأ
گرمی کی راتون مین اور لوگ اس سے غافل ہین پھر مقدار قرات مین مشائخ کا اختلاف ہو بعضے یہ کہتے ہین کہ

فی کل شفع مقدار ما یقرأ فی المغرب یعنی انہ یقرأ من قصار المفصل وہی من سورۃ لم یکن الذین کفروا
ہر دوگانہ مین اتنا پڑھے جتنا مغرب کی نماز مین پڑھا جاتا ہو یعنی قصار مفصل مین سے پڑھے اور وہ سورۂ لم یکن الذین سے لیکر

الی اخر القران لان التطوع اخف من المکتوبۃ فیعتبر باخف المکتوبات وہی المغرب وہذا القول
آخر قرآن تک ہو اسلیے کہ نفل فرضون سے ہلکے ہوتے ہین اسلیے فرائض مین سب سے ہلکے فرضون پر قیاس کیا جائے گا اور وہ مغرب ہے۔ اور یہ قول

لیس بصحیح لان بہذا القدر لا یحصل الختم والختم فیہا مرۃ واحدۃ سنۃ ولا یترک لکسل الجماعۃ
صحیح نہین ہو اسلیے کہ اتنی مقدار سے ختم نہین ہو سکتا۔ اور تراویح مین ایک ختم کرنا سنت ہو۔ لوگون کی سستی سے چھوڑین نہین

حتی لو قرأ الامام بعض القران فی سائر الصلوات لئلا یمل الجماعۃ من طول القراءۃ فی التراویح یکون
یہانتک کہ اگر امام کچھ حصہ قرآن کا تمام نمازون مین پڑھو کہ لوگ تراویح کی قرات سے اُکتا نہین تو اُنکو

لہ ثواب الصلوۃ ولا یکون لہم ثواب الختم وقیل الافضل فی زماننا ان یقرأ الامام علی حسب
نماز کا ثواب ہوگا اور ختم قرآن کا ثواب نہوگا اور بعضے کہتے ہین کہ اس زمانہ مین افضل یہ ہو کہ امام لوگون کی

حال الجماعۃ من الرغبۃ والنفرۃ فیقرأ قدر ما لا یوجب التنفیر عن الجماعۃ لان تکثیر الجماعۃ
رغبت اور نفرت کے حال کے موافق پڑھے تو اتنا پڑھے کہ لوگون کو جماعت سے نفرت کا موجب نہو اسلیے کہ جماعت کا بڑھانا

افضل من تطویل القراءۃ لکن لا یقتصر بعد الفاتحۃ علی ایۃ قصیرۃ او ایتین قصیرتین لان
قرات کے بڑھانے سے بہتر ہے لیکن سورۂ فاتحہ کے بعد ایک ہی دو آیت پر اکتفا نہ کرے اسلیے

قراءۃ ثلث ایات او ایۃ طویلۃ مع الفاتحۃ واجبۃ وذکر فی التجنیس ان بعض الناس اعتادوا قراءۃ
کہ تین چھوٹی آیتین یا ایک بڑی آیت سورۂ فاتحہ کے ساتھ پڑھنا واجب ہو اور تجنیس مین مذکور ہو کہ بعض لوگون نے

سورۃ الفیل الی اخر القران مرتین وہو احسن فی ہذا الزمان اذ روی عن بعض المشائخ علی
سورۂ فیل سے آخر قرآن تک دو مرتبہ پڑھنے کی عادت کرلی ہو یہ اس زمانہ مین بہت بہتر ہو اسلیے کہ بعض مشائخ سے روایت ہو جنانچہ

ما ذکر فی فتاوی قاضیخان ان لم یکن عارفا باہل زمانہ فہو جاہل لان اکثر الناس فی ہذا الزمان طبائعہم
فتاوی قاضی خان مین مذکور ہو کہ اگر اپنے زمانہ کے لوگون کا یہ حال نہ جانے تو وہ جاہل ہے اسلیے کہ اس زمانہ مین اکثر لوگون کی طبیعتین

جامدۃ صعبۃ الانقیاد ان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا
بندھی ہین سمٹی ہوئی بدشوار نیٔ طاعت قبول کرنے والی ہوتی ہین اگر سیدھی راہ دیکھتے ہین تو اسکو اختیار نہین کرتے اور اگر گمراہی کی راہ دیکھتے ہین تو اسکو اختیار کر لیتے ہین

فانهم قد جعلوا التراویح عادة لا عبادة یتقرب بها الی الله تعالی علی ما شرطه رسول الله علیه السلام
ان لوگون نے تراویح کو عادت بنا رکھا ہے نہ کہ عبادت جس سے قرب الٰہی حاصل کرین اُس شرط کے موافق جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

فیها من القراءة وغیرها فیتخذون صلاتها خلف امام لا یتم الرکوع والسجود والقومة والجلسة
قرات وغیرہ کی تراویح مین شرط کی ہے پس ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہین جو پورے طور سے رکوع اور سجود اور قومہ اور جلسہ نہین کرتا

ولا یرتل القرآن کما امر الله به بل هو من غایة السرعة یقع فی اللحن الجلی بترک بعض حروف الکلمة او
اور قرآن کو صاف صاف جیسا کہ خدا کا حکم ہے نہین پڑھتا بلکہ نہایت جلدی کے سبب بعضے حروف یا حرکات کے رہجانے سے کھلا ہوا غلط ہوتا ہے

حرکاتها وقد ذکر فی البزازیة ان اللحن حرام بلا خلاف وذکر فی الفتاوی ان الامام اذا کان لحانا لا باس
اور فتاوی بزازیہ مین مذکور ہے کہ غلط پڑھنا بالاتفاق حرام ہے۔ اور فتاوی مین مذکور ہے کہ اگر امام غلط خوان ہو تو کچھ مضائقہ نہین کہ

للرجل ان یترک مسجده ویتحول الی مسجد آخر فانه لا یاثم بذلک لانه قصد الصلوة خلف تقی
آدمی اپنی مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد مین چلا جائے کہ وہ اس سے گنہگار نہوگا اسلیے کہ اسکا مقصود پرہیزگار کے پیچھے نماز پڑھنا ہے

وقد قال النبی علیه السلام من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی من الانبیاء وفیه اشارة
اور نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جسنے پرہیزگار عالم کے پیچھے نماز پڑھی اُسنے گویا کسی پیغمبر کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور اسمین اسبات کی طرف اشارہ ہے

الی انه لو ترک مسجده بعذر لا یکون آثما فکیف یکون حال الذین یترکون مسجدهم بلا عذر ویسرعون
کہ اگر عذر سے مسجد محلہ کو چھوڑ دے تو گنہگار نہوگا اب ان لوگون کا کیا حال ہوگا جو بلا عذر مسجد جانا چھوڑ دیتے ہین اور انکی طرف دوڑتے ہین۔

الی مسجد یکون فیه انواع من الانغام والالحان ویطلبون اماما لا یتم الرکوع والسجود ولا یرتل القرآن
جہان طرح طرح کے راگ اور غلطیان ہوتی ہین اور ایسا امام چاہتے ہین جو ٹھیک طور سے رکوع سجدہ نہین کرتا اور نہ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر صحیح طور سے پڑھتا ہے۔

بل ربما ینکرون علی من یتم الرکوع والسجود ویرتل القرآن وینفرون عنه ویکونون من الذین اتخذوا
بلکہ اکثر غافل لوگ اُس امام پر اعتراض کرتے ہین جو پوری طور سے رکوع سجدہ کرتا ہو اور قرآن شریف ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا ہو اور اُس سے بھاگتے ہین اور ان لوگون مین شامل ہوتے ہین جنھون نے اپنے

دینهم لعبا ولهوا وغرتهم الحیوة الدنیا وهم عن الآخرة غفلون ۝ فان من صلی التراویح بترک القومة
دین کو ہنسی کھیل ٹھہرایا اور دنیاوی زندگی نے انکو دھوکا دیا اور وہ آخرت سے غافل ہین سو بیشک جسنے تراویح پڑھی قومہ

والجلسة والطمانینة المقدرة بمقدار تسبیحة فیهما یکون عاصیا مستحقا للعذاب بالنار لان هذه
اور جلسہ اور اطمینان کو چھوڑ کر جسکی مقدار دونون مین ایک تسبیح کے برابر مقرر ہے تو وہ گنہگار عذاب جہنم کا مستحق ہوا اسلیے کہ یہ سب

الاشیاء فرض عند ابی یوسف والشافعی حتی تبطل الصلوة بترکها وواجب عند ابی حنیفة ومحمد فی
چیزین امام ابو یوسف اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہین یہان تک کہ انکے چھوڑنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک

روایة حتی یجب اعادة الصلوة بترکها وفی روایة اخری سنة وعلی هذه الروایة یکون تارکها مستحقا
ایک روایت مین واجب ہے یہان تک کہ انکے چھوڑ دینے سے نماز دوہرانا واجب ہوتی ہے اور دوسری روایت مین ہے کہ سنت ہے اور اس روایت کی موجب انکا ترک کرنیوالا

للعتاب وحرمان الشفاعة فیکون من الذین ضل سعیهم فی الحیوة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون
خفگی اور شفاعت سے محرومی کا مستحق ہے۔ اور ان لوگون مین سے ہوگا جنکی کوشش دنیا مین اکارت ہوئی اور وہ سمجھتے ہین کہ ہم اچھے کام کر رہے ہین

صنعا ومن الذین بدا لهم من الله ما لم یکونوا یحتسبون ۝ وهذا هو الخسران المبین والغبن العظیم ثم
اور وہ ان لوگون مین سے ہونگے جنکو خدا کی طرف سے وہ بات پیش آئی جسکا انکو گمان نہوتا تھا۔ اور یہ کھلا خسارہ اور بڑا نقصان ہے۔ پھر

ان ههنا نکتة لابد من التنبیه علیها حتی یتنصح من کان فیه انصاف ویمیل الی الحق وهی ان التراویح عشرون
یہان ایک نکتہ ہے جس سے آگاہ کرنا ضروری ہے تاکہ جسمین انصاف اور حق کا جانب میلان ہو وہ نصیحت لے اور وہ یہ ہے کہ تراویح بیس

رکعة وفی کل رکعة قومة وجلسة طمانینتهما وفی ترک کل منهما ذنب فلو ترکت طمانینة احدهما یکون
رکعتین ہین اور ہر رکعت مین ایک قومہ اور ایک جلسہ ہے اور ان دونون مین اطمینان درکار ہے اور ہر ایک کا چھوڑ دینا گناہ ہے اگر ان دونون مین سے کسی ایک کی طمانینت جاتی رہی تو

عدد الذنوب عشرين ولو تركت طمانينتهما يصير عدد الذنوب اربعين ولو تركت انفسهما ايضا يصير
شمار مین بیس گناہ ہونگے اور اگر دونون مین اطمینان نہوا تو چالیس گناہ ہونگے اور اگر دہ دونون خود بھی چھٹ گئے تو

مجموع الذنوب ثمانين واذا ضم اليه معصية الاظهار يصير مجموعها مائة وستين ذنبا واذا ضم
سب گناہ اسّی ہوئے اور اگر اسکے ساتھ اظہار کا گناہ بھی ملالین توسب ملکر ایک سو ساٹھ گناہ ہوجائینگے۔ اور اگر

اليه عدم الاعادة الواجبة يصير المجموع مائة وثمانين ذنبا مع ان ترك هذه المذكورات يكون سببا
اسکا دوبارہ نہ پڑھنا جوکہ واجب ہے ملالیا جائے توسب مجموعہ ایک سو اسّی گناہ ہونگے۔ باوجودیکہ ان مذکورات کا ترک کرنا اسکا سبب ہوجاتا ہے

لاتيان الاذكار المشروعة فی الانتقالات بعد تمام الانتقال وفی اتيان الاذكار المشروعة فی الانتقالات
کہ جو ذکر انتقالات کے اندر ہین وہ تمام انتقال کے بعد کیے جائین اور انتقالات کے اندر مقرر کیے ہوے اذکار کو

بعد تمام الانتقال كراهتان تركها عن موضعها وتحصيلها فی غير موضعها فيقع فی كل ركعة اربع مكروهات
بعد تمام انتقال کے ملانے مین دو قباحتین ہین ایک تو اسکے موقع پر نہ کرنا دوسرے بے موقع اُسکو کرنا تو اب ہر رکعت مین چار مکروہ ہوے

فيلزم منه ترك اربع سنن فان من ترك القومة او الطمانينة فيها يقع سمع الله لمن حمده والتكبير حين الانخفاض
اور اس سے چار سنتون کا ترک کرنا لازم آتا ہے کیونکہ جسنے قومہ یا اسکے اطمینان کو چھوڑدیا تو سمع اللہ لمن حمدہ اور اللہ اکبر جھکتے وقت واقع ہوگا

بل يقع التكبير بعد السجدة والسنة ان يقع سمع الله لمن حمده حين رفع الراس من الركوع والتكبير حين
بلکہ اللہ اکبر سجدہ کے بعد واقع ہوگا اور سنت یہ ہے کہ سمع اللہ لمن حمدہ رکوع سے سر اٹھاتے وقت کہے۔ اور اللہ اکبر سجدہ کے لیے

الانخفاض وكذا اذا ترك الجلسة والطمانينة فيها يقع بعض التكبير الاول حين الانخفاض بل يقع بعض
جھکتے وقت اسی طرح اگر جلسہ یا اسکا اطمینان چھوڑ دیا جائے تو پہلی تکبیر کا کچھ حصہ جھکتے وقت ادا ہوگا بلکہ دوسری تکبیر کا کچھ حصہ

التكبير الثانی بعد السجود والسنة اتيان التكبير الاول حين الرفع والثانی حين الانخفاض فيصير عدد المكروهات
سجدہ مین جانے کے بعد پڑیگا۔ حالانکہ سنت پہلی تکبیر کا سر اٹھاتے وقت کہنا ہے اور دوسری تکبیر کا جھکتے وقت تو اب مکروہات کا شمار

فی جميع الركعات ثمانين فيلزم منه ترك ثمانين سنة فاذا ضم الی ذلك اظهارها كل منهما فان اظهار المكروه
تمام رکعتون مین اسّی ہوجائیگا جس سے اسّی سنتون کا چھوڑنا لازم آئیگا۔ اور جب ان مکروہات کے اظہار کا گناہ بھی اسمین شامل کرین کیونکہ مکروہ کا ظاہر کرنا

مكروه ايضا يصير المجموع مائة وستين مكروها فی مائة وستين ترك سنة وهل يعد من العقلاء من يفعل فی
بھی مکروہ ہے تو اب مجموعہ ایک سو ساٹھ مکروہات اور ایک سو ساٹھ سنتون کا ترک ہوا۔ کیا وہ شخص عاقلون مین شمار کیا جاسکتا ہے جو

كل ليلة من ليالی رمضان فی اداء التراويح فقط مائة وثمانين ذنبا ومائة وستين مكروها ومائة وستين ترك
راتون مین ہر رات کو ایک سو اسّی گناہ فقط تراویح مین اور ایک سو ساٹھ مکروہ کام کرتا ہو اور ایک سو ساٹھ سنت چھوڑتا ہو

سنة فان فی ترك كل سنة عتابا وحرمان الشفاعة فهل يرضی العاقل ان يجعل نفسه محروما من شفاعة رسول رب العلمين
کیونکہ ہر سنت کے چھوڑنے مین ایک خاص عتاب ہے اور شفاعت سے محرومی ہے پس کیا کوئی عاقل اس بات کو پسند کرسکتا ہے کہ اپنے کو رسول رب العالمین کی شفاعت سے محروم کردے

التی يرجوها ويطلبها كل الخلائق حتی الانبياء والاولياء والصالحون نسأل الله تعالی ان لا يجعلنا من المحرومين
جسکے تمام خلق اللہ حتی کہ انبیا اور اولیا اور صلحا امیدوار اور خواستگار ہین اللہ سے ہماری دعا ہے کہ خدا ہمکو محروم لوگون مین سے نہ کرے

المجلس التاسع والعشرون فی بيان فضيلة تاخير السحور وتعجيل الافطار

انتیسوین مجلس اس بیان مین کہ سحری کھانے مین دیر کرنا اور افطار مین جلدی کرنا افضل ہے۔

قال رسول الله صلی الله عليه وسلم تسحروا فان فی السحور بركة هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه انس والمحفوظ فيه عند اصحاب
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحر کھایا کرو کیونکہ سحر مین برکت ہے۔ یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے اور اسکے راوی حضرت انس رض ہین اور اسمین محدثین

الحديث فتح السين [illegible] فی السحور [illegible] اسم لما يؤكل فی وقت السحر الذی هو اخر الليل [illegible] سدسها الاخير
[illegible] کا زبر محفوظ ہے اور وہ اس کھانے کا نام ہے جو سحر کے وقت جوکہ آخر رات ہے کھاتے ہین یعنی اسکے آخری چھٹے حصہ مین کھایا جاتا ہے

فیحتاج الی مضاف محذوف وتقدیرہ ان فی اکل السحور برکۃ لان البرکۃ لیست فیما یوکل من الطعام بل فی
سو اسمین ایک مضاف محذوف کی ضرورت ہو اتع مین عبارت یون ہو کہ سحور کے کھانے مین برکت ہو کیونکہ برکت اُس کھانے مین نہین جو کھایا جاتا ہے بلکہ
استعمال السنۃ ویجوز فیہ ضم السین فعلی ھذا یکون مصدرا فلا یحتاج الی تقدیر المضاف والمعنی ان فی الاکل وقت
سنت کے ادا کرنے مین ہو اور اسمین سین کا پیش بھی جائز ہو اسکے موافق صیغہ مصدر کا ہوگا اب مضاف کے ماننے کی ضرورت نہین اور معنی یہ ہوئے کہ سحر کے وقت
السحر برکۃ والمراد بالبرکۃ ھھنا زیادۃ القوۃ علی اداء الصوم بدلیل قولہ علیہ السلام استعینوا بقائلۃ النہار علی قیام
کھانا کھانے مین برکت ہو اور یہان برکت سے مراد یہ ہو کہ روزہ رکھنے کی قوت زیادہ ہو اس دلیل سے حضرت رسول اللہ کا فرمان ہو کہ دن کے سونے سے نماز کیلیے رات کو جاگنے پر مدد چاہو
اللیل وباکل السحور علی صیام النہار ویجوز ان یراد بھا زیادۃ الثواب فی الاخرۃ وقولہ علیہ السلام تسحروا امر وا قل
اور سحر کھانے سے دن کے روزہ پر اور یہ بھی جائز ہو کہ اس سے آخرت مین ثواب کا زیادہ ملنا اور حضور علیہ السلام کا تسحروا کہنا امر کا صیغہ ہو اور اسکا ادنے
مراتبۃ الاستحباب فیکون السحر ھو الاکل فی وقت السحر مستحبا وقد روی عن عمرو بن العاص انہ علیہ السلام قال
استحباب ہے تو سحر یعنے سحر کے وقت کھانا مستحب ہوگا اور عمرو بن عاص سے روایت ہو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
فصل ما بین صیامنا وصیام اھل الکتاب اکلۃ السحر الاکلۃ بالضمۃ اللقمۃ والمعنی ان اللقمۃ التی توکل فی وقت
کہ ہمارے روزہ مین اور اہل کتاب کے روزہ مین فرق سحر کھانے کا ہو اور اُکلہ پیش کے ساتھ لقمہ کو کہتے ہین یعنی جو لقمہ کہ سحر کے وقت
السحر ھو الفارق بین صیامنا وصیام اھل الکتاب لان اللہ تعالی اباح لنا فی لیلۃ الصیام ما حرم علیھم
کھایا جاتا ہو وہی ہماری اور اہل کتاب کے روزون مین فرق ہو کیونکہ اللہ نے ہمارے لیے رمضان کی راتون مین اُن چیزونکو حلال کردیا ہے جو انپر حرام تھین
فان بنی اسرائیل قبل تغیر دینھم وتبدل شریعتھم کانوا لیلۃ صیامھم اذا ناموا کان الطعام والشراب
کیونکہ بنی اسرائیل اپنے دین کے متغیر ہونے اور اپنی شریعت کے بدلجانے سے پیشتر روزون کی راتون مین اگر سو جاتے تو کھانا پینا
والجماع حراما علیھم کما کان الحکم کذلک فی ابتداء الاسلام ثم نسخ ذلک الحکم ورخص لنا فی ھذہ الاشیاء
جماع انپر حرام ہو جاتا جیساکہ ابتدائے اسلام مین بھی یہی حکم تھا بعد کو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور ہمکو ان چیزون کی اجازت مل گئی
ما لم یطلع الفجر وکان سبب ذلک امران احدھما ما روی عن عمر انہ جامع امرأتہ بعد النوم ثم ندم علی
جب تک صبح نہو اور اس منسوخ ہونے کے سبب دو امر ہین ایک تو وہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ انھون نے اپنی بیوی سے سونے کے بعد جماع کیا پھر اس فعل پر نادم ہوئے
ما فعل واتی النبی علیہ السلام واعتذر الیہ فنزل قولہ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم وصارت
اور نبی علیہ السلام کے پاس آکر عذر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی تمکو روزون کی راتون مین اپنی بیبیون سے بے پردہ ملنا حلال کیا گیا
زلتہ رحمۃ فی حق جمیع الامۃ والثانی ما روی عن قیس بن حرمۃ انہ صام ولم یجد وقت الافطار شیئا
اور اُنکی لغزش تمام اُمت کے حق مین رحمت ہو گئی اور دوسری وہ جو قیس ابن حرمۃ سے روایت ہو کہ انھون نے روزہ رکھا اور افطار کے وقت کوئی چیز نہ پائی
یفطر بہ فذھبت امرأتہ فی طلب شیء فغلب علیہ النوم فنام وجاءت امرأتہ بطعام بعد ما کان الطعام
جس سے روزہ کھولتے تو انکی بیوی کچھ کھانے کی تلاش مین گئین اتنے مین انپر نیند غالب آئی تو سو گئے اور بیوی کھانا اسوقت لائی کہ کھانا
علیہ حراما فانتبہ بعد ما مضی وقت الاکل ولم یاکل شیئا فلما کان نصف النہار من الغد غشی علیہ
انپر حرام ہو گیا اور کھانے کے وقت چلے جانے کے بعد بیدار ہوئے اور کچھ نہ کھایا جب دوسرے دن صبح ہوئی تو انکو غش آگیا
فقال لہ النبی علیہ السلام ما لک فقص علیہ القصۃ فنزل قولہ تعالی وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط
پیغمبر علیہ السلام نے اُنسے پوچھا تمھارا کیا حال ہو تو انھون نے سارا قصہ سنایا اسوقت یہ حکم نازل ہوا کھاؤ اور پیو یہان تک کہ نظر آئے تم کو
الابیض من الخیط الاسود من الفجر فانہ تعالی لما احل لنا فی لیلۃ الصیام ھذہ الاشیاء بعد النوم رغب النبی علیہ السلام
سیاہ دھاری مین سے سفید دھاری فجر کے وقت پس اللہ تعالی نے رمضان کی راتون مین سونے کے بعد جب یہ چیزین حلال کردین تو پیغمبر علیہ السلام نے سحر کھانے کی
فی اکل السحور قال تسحروا فان فی السحور برکۃ وبین انہ فصل بین صیامنا وصیام اھل الکتاب ولھذا
ترغیب دی اور فرمایا کہ سحر کھایا کرو اسلیے کہ سحر کھانے مین برکت ہو اور بیان فرمایا کہ ہمارے روزہ اور اہل کتاب کے روزون مین یہی فرق ہو اور اسی لیے

كان مستحبا ومن كان غير محتاج اليه يستحب له ان يأكل شيئا يسيرا ولو تمرة اوتينة او يشرب ماء
مستحب ہوگیا اور جسکو سحر کھانے کی ضرورت بھی نہو اُسکو بھی مستحب ہے کہ کچھ تھوڑا کھا لیا کرے اگرچہ ایک چھوہارا ہو یا ایک انجیر یا ایک گھونٹ پانی

عملا بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم واغتناما للبركة السحور ويستحب تاخيره ايضا لما روى انه عليه السلام
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کے لیے اور سحور کی برکت کو غنیمت جانکر اور سحری کھانے مین تاخیر کرنا بھی مستحب ہے اُس حدیث سے جو مروی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے

قال ثلث من اخلاق المرسلين تعجيل الافطار وتاخير السحور والسواك فان قيل كيف يكون تاخير السحور
فرمایا کہ تین باتین پیغمبرون کی عادت مین سے ہین افطار مین جلدی کرنا اور سحری کھانے مین دیر کرنا اور مسواک کرنا اگر کوئی اعتراض کرے کہ سحر مین تاخیر

من اخلاق المرسلين وهو مخصوص باهل ملتنا فالجواب ان المراد به الاكلة الثانية فانها كانت تجرى
پیغمبرون کی عادتون مین سے کیونکر ہوسکتا ہے حالانکہ یہ تو ہماری امت کے لیے مخصوص ہے اسکا جواب یہ ہے کہ سحری سے مراد دوبارہ کھانا ہے کیونکہ یہ اُنکے حق مین

مجرى السحور في حقهم وفي حديث اخر انه عليه السلام قال لا يزال امتي بخير ما اخروا السحور وعجلوا
بجاے سحری کھانے کے تھا۔ اور ایک اور حدیث مین ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہمیشہ میری امت بھلائی پر رہے گی جب تک کہ سحر مین تاخیر اور افطار مین جلدی کرتی رہین

الفطر لكن ينبغي ان لا يؤخر على وجه يقع الشك في طلوع الفجر فان من شك في طلوع الفجر فالافضل له
لیکن اتنی دیر نکرنی چاہیے کہ صبح ہو جانے کا شبہہ ہو جائے کیونکہ جب کسی کو صبح ہو جانے کا شک ہو تو بہتر یہ ہے

ان يترك الاكل تحرزا عن الوقوع في المحرم ولو اكل فصومه تام لان الاصل بقاء الليل فلا يخرج بالشك وروى
کہ حرام مین مبتلا ہونے سے احتراز کے لیے نہ کھائے اگر کھالیا تو روزہ ٹھیک ہوا اسلیے کہ اصل رات کا باقی رہنا ہے اور شک سے رات نہین جاتی اور

عن ابي حنيفة انه لو كان في موضع يتبين له الفجر لا يلتفت الى الشك ولو كان في موضع لا يتبين فيه
امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ اگر ایسے مقام پر ہو جہان صبح صاف معلوم ہوجاتی ہو تو شک پر کچھ توجہ نکرنا چاہیے اور اگر ایسے مقام مین ہے جہان فجر صاف معلوم

الفجر او كانت الليلة مقمرة او متغيمة او كان ببصره علة تكون مسيئا في الاكل مع الشك لقوله عليه السلام
نہین ہوتی یا چاندنی رات ہو یا بدلی ہو یا اسکی نگاہ مین کچھ فرق ہو تو شک کی صورت مین کھانے سے گنہگار ہوگا کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے

دع ما يريبك الى ما لا يريبك وان كان اكبر رأيه انه اكل والفجر طالع فالاحتياط فيه ان يقضي ذلك اليوم
شک مین ڈالنے والی چیز کو چھوڑ دو اور اسکو لو جسمین تمکو شک نہین اور اگر اسکو گمان غالب یہ ہو کہ طلوع صبح کے وقت کھایا تھا تو اسمین احتیاط یہ ہے کہ اُس دن کے روزہ کی قضا

عملا بغالب الرأي لان اكبر الرأي كاليقين فيما يبنى على الاحتياط وعلى ظاهر الرواية لا قضاء عليه
رکھلے غالب گمان پر عمل کے لیے کیونکہ جو امور احتیاط پر مبنی ہوتے ہین انمین گمان غالب یقین کے مثل ہے اور از روے ظاہر روایت کے اسپر قضا نہین ہے

لان اليقين لا يزول الا بمثله والاصل بقاء الليل ولو ظهر ان الفجر قد كان طالعا يلزمه القضاء ولا
اسلیے کہ بدون یقین کے یقین نہین جاتا اور رات کا باقی ہونا اصل ہے۔ اور اگر یہ ظاہر ہو جائے کہ فجر ضرور ہو گئی تھی تو اسکو قضا لازم ہے اور

كفارة عليه لانه يبنى الامر على الاصل الذي هو بقاء الليل هذا كله حكم التسحر واما الافطار
کفارہ اسپر نہین اسلیے کہ یہ امر اصل پر مبنی ہے یعنے رات کا باقی رہنا یہ سب سحری کے احکام تھے اب رہا افطار

فيستحب تعجيله قبل طلوع النجوم لما روى عن سهل بن سعد انه عليه السلام قال لا يزال الناس
سو اسمین جلدی کرنا مستحب ہے کہ ستارے نکلنے سے پہلے ہو کیونکہ سہل بن سعد سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا لوگ جب تک

بخير ما عجلوا الفطر يعني ان الناس ما داموا يحفظون هذه الخصلة يكونون على خير واذا تركوها
افطار مین جلدی کرتے رہینگے بھلائی کے ساتھ رہینگے یعنی جب تک لوگ اس خصلت کا خیال رکھینگے بھلائی پر رہینگے اور جب اُسکو چھوڑ دینگے

ينقص خيرهم فان السنة ان يعجل الصائم الافطار قبل الصلوة اذا تحقق غروب الشمس لان اهل الكتاب
تو انکی بھلائی کم ہو جائے گی اسلیے سنت یہ ہے کہ روزہ دار افطار مین نماز سے پہلے جلدی کرے جبکہ ثابت ہو جائے کہ آفتاب ڈوب چکا اسلیے کہ اہل کتاب

كانوا يؤخرون الافطار الى اشتباك النجوم ثم صار في ملتنا شعارا لاهل البدعة وسمة لهم وندب
افطار مین ستارے جھٹکنے تک تاخیر کرتے تھے پھر ہماری امت مین یہ بدعتیون کا شعار اور اُنکی علامت ہوگئی اور

تعجيله مخالفة لهم وقد روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال قال الله تعالى احب عبادي الي اعجلهم
اسکی مخالفت کے لیے افطار مین جلدی مستحب ہوئی اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ بندون مین میرا زیادہ محبوب افطار مین جلدی

فطرا فان من كان اكثر تعجيلا في الافطار فهو احب الى الله تعالى لكونه متمسكا بشريعة نبيه ومعرضا
کرنے والا ہے پس جو شخص افطار مین زیادہ جلدی کرتا ہے وہی اللہ کا زیادہ محبوب ہے کیونکہ وہ نبی کی شریعت کا تھامنے والا اور مخالفت

عما يخالفها مع انه اذا افطر قبل الصلوة يؤدي الصلوة عن حضور القلب وطمانينة النفس فمن كان
شریعت سے منھ پھیرنے والا ہو اور یہ بھی ہے کہ جب نماز سے پہلے افطار کر لیا تو نماز حضور قلب اور اطمینان سے ادا کریگا پس جس شخص کی

بهذه الصفة فهو احب الى الله تعالى ممن لم يكن كذلك وينبغي ان يفطر على تمر او ما يقوم مقامه
یہ حالت ہو وہ اللہ کا اس شخص سے زیادہ محبوب ہے جسکا یہ حال نہو اور چاہیے کہ چھوہارے یا اور چیز جو مٹھاس مین اسکے قائم مقام ہو اس سے افطار کرے

في الحلاوة كالتين والزبيب وان لم يجده فعلى ماء لما روي عن انس انه عليه السلام كان يفطر قبل
مثلا انجیر یا مویز اور اگر یہ نہ ملے تو پانی پر اسلیے کہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نماز سے پہلے

الصلوة على رطبات وان لم يكن فتمرات فان لم يكن حسا حسوات من الماء وقال عليه السلام اذا
چند تازہ چھوہارون پر روزہ کھولتے تھے اور اگر یہ بھی نہوتے تو خشک چھوہارے اور اگر یہ بھی نہوتے تو کئی گھونٹ پانی پی لیتے اور آپنے فرمایا ہے کہ جب

افطر احدكم فليفطر على تمر فانه بركة فان لم يجد فليفطر على ماء فانه طهور ويدعو عند الافطار
تم مین سے کوئی افطار کرے تو چھوہارے پر افطار کرے کیونکہ یہ برکت ہے اور اگر نہ ملے تو پانی سے کھول لے کیونکہ یہ پاک ہے اور افطار کے وقت

باهم مهماته فانه من مظان الاجابة كما جاء في الحديث ان للصائم عند فطاره دعوة مستجابة
اپنے بڑے بڑے اہم کامون کے لیے دعا کرے کیونکہ وہ وقت ایسا ہے جسمین دعا کے قبول ہوجانے کا گمان ہے چنانچہ حدیث مین آیا ہے کہ افطار کے وقت روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہے

وروي عن ابن عباس انه عليه السلام كان اذا افطر قال اللهم لك صمت وبك امنت وعلى رزقك
اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام جب افطار کرتے تو فرماتے خدایا مین نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تجھی پر ایمان لایا اور تیرے ہی رزق پر

افطرت ووقت الافطار ما روي عن عمر بن الخطاب انه عليه السلام قال اذا اقبل الليل من ههنا وادبر
مین نے روزہ کھولا اور وقت افطار کا وہ ہے جو کہ حضرت عمرؓ بن خطاب سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب رات یہان سے شروع ہو اور دن اس مقام

النهار من ههنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم فانه عليه السلام اتى باسم الاشارة ههنا في
سے چلا جائے اور سورج ڈوب جائے تو روزہ دار فورًا افطار کر ڈالے سو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دونون مقام پر اسم اشارہ لائے

الموضعين واشار بالاول الى جانب المشرق لان ظلمة الليل تظهر اولا من ذلك الجانب والليل عبارة
پہلا اشارہ پورب کی طرف ہے اسلیے کہ رات کا اندھیرا پہلے پورب سے شروع ہوتا ہے اور رات تاریکی شب

عن ظهور ظلمة الليل من جانب المشرق واشار بالثاني الى جانب المغرب لان ضوء النهار الحاصل من
کا مشرق کی طرف سے ظاہر ہونے کا نام ہے اور دوسرا اشارہ پچھم کی طرف ہے اسلیے کہ دن کی روشنی جو

الشمس يذهب الى ذلك الجانب والنهار عبارة عن بقاء الشمس واذا غربت يذهب النهار وعلى
سورج سے حاصل ہوتی ہے اسی طرف کو جاتی ہے اور دن سورج کے باقی رہنے کا نام ہے اور جب ڈوب جائے تو دن رخصت ہو جاتا ہے اور اس

هذا يكون غروب الشمس معلوما من قوله وادبر النهار لان الادبار بمعنى الذهاب فلا حاجة الى قوله
بناپر آفتاب کا چھپ جانا اس قول ادبر النہار سے معلوم ہوگیا اس لیے کہ ادبار کے معنے چلے جانے کے ہین اور غربت الشمس کہنے کی حاجت نہ رہی

وغربت الشمس لكن اتى به لبيان كمال الغروب حتى لا يظن ان بغروب بعض الشمس يجوز الافطار والمعنى
لیکن یہ لفظ کمال غروب کے بیان کرنے کے لیے لے آیا تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ کچھ آفتاب ڈوب جانے پر افطار جائز ہے اور مطلب

ان غروب الشمس اذا تم وكمل فقد دخل الصائم في وقت الافطار فيجوز له الافطار بل يستحب تعجيله
یہ ہے کہ جب آفتاب کا غروب خوب پورا اور کامل ہو جائے تو روزہ دار کے لیے افطار کا وقت آگیا اب اسکو افطار جائز ہے بلکہ جلدی کرنا مستحب ہے

لکن فی یوم الغیم لا یستحب تعجیله ولا یفطر حتی یغلب علی ظنه غروب الشمس وان اذن للمغرب
لیکن ابر کے دن جلدی مستحب نہیں اور افطار نہ کرے تا وقتیکہ غروب کا غالب گمان نہ ہو جائے اگرچہ مغرب کی

وان شك فی غروب الشمس لا یحل له الافطار لان الاصل بقاء النهار ولو افطر فعلیه القضاء
اذان ہو چکی ہو اور آفتاب کے ڈوبنے میں شک ہو تو اسکو افطار جائز نہیں اسلیے کہ دن کا باقی رہنا اصل ہے اگر روزہ کھول ڈالا تو قضا رکھنی ہوگی

لا سیما اذا افطر واکبر رأیه انه افطر قبل الغروب یجب علیه القضاء عملا بالاصل الذی هو بقاء النهار
خصوصًا جبکہ افطار کرلیا اور اسکی غالب رائے یہ ہو کہ میں نے قبل غروب کے افطار کرلیا ہے اسپر قضا واجب ہے اصل پر عمل کرکے یعنی دن کا باقی رہنا

بخلاف ما تقدم فی اکل السحور لان الاصل فیه بقاء اللیل ولو تبین ان الشمس لم تغرب ینبغی ان
بخلاف اس بیان کے جو سحری کھانے کے متعلق گذرا اسلیے کہ وہاں رات کا باقی رہنا اصل ہے اور اگر معلوم ہوجائے کہ آفتاب غروب نہیں ہوا تھا تو سزاوار ہے

یجب الکفارة نظرا الی الاصل الذی هو بقاء النهار وکل من افطر خطأ او بنی علی ظن یفسد صومه
کہ باعتبار اصل یعنی دن کے باقی رہنے کے کفارہ واجب ہو اور جسنے دھوکے سے روزہ کھول ڈالا یا گمان کی بنا پر تو اسکا روزہ فاسد ہو جاتا ہے

ویلزمه امساك بقیة یومه ویجب علیه القضاء ولا یجب علیه الکفارة ولا یأثم اما فساد صومه
اور اسکو شام تک امساک لازم ہے اور اسپر قضا واجب ہے اور کفارہ اسپر واجب نہیں اور نہ گنہگار ہوتا ہے اور روزہ اسلیے فاسد ہوتا ہے

فلانتفاء رکنه بغلط یمکن الاحتراز عنه واما لزوم امساك بقیة یومه فلقضاء حق الوقت بالقدر
کہ غلطی سے ایک رکن فوت ہوگیا جس سے بچنا ممکن تھا اور بقیہ دن فاقہ سے رہنا اسلیے ہے کہ بقدر امکان وقت کا حق پورا کردے

الممکن ولنفی التهمة عن نفسه لانه اذا اکل ولا عذر به یصیر متهما عند الناس بالفسق والتحرز
اور اپنے ذمہ کی تہمت دفع کرے اسلیے کہ اگر کھالے گا اور کوئی عذر تو ہے نہیں تو لوگوں کے نزدیک اسپر فسق کی تہمت لگے گی اور

عن مواضع التهم واجب لقوله علیه السلام من کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلا یقفن مواقف التهم
تہمت کی جگہ سے بچنا واجب ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہو تو تہمت کی جگہ وہ ہرگز نہ کھڑا ہو

واما وجوب القضاء فلانه حق مضمون بالمثل شرعا فاذا فات یجب قضاؤه واما عدم وجوب الکفارة
اور قضا اسواسطے واجب ہے کہ وہ ایک حق ہے اور شریعت میں اسکا ویساہی تاوان لیا جاتا ہے پس اگر وہ فوت ہوا تو قضا واجب ہے اور کفارہ اسلیے واجب نہیں

فلکون الجنایة قاصرة غیر کاملة لعدم القصد واذا لم یوجد القصد ینتفی الاثم ایضا لما روی عن
کہ خطا کم ہے پوری نہیں ہے کیونکہ بلا قصد ہے اور جب قصد نہیں پایا گیا تو گناہ بھی نہیں اسلیے کہ

عمر رضی انه کان جالسا مع اصحابه فی رحبة مسجد الکوفة عند غروب الشمس فی رمضان فاتی بکأس
حضرت عمر رضی سے روایت ہے کہ آپ اپنے یاروں کے ساتھ رمضان میں مسجد کوفہ کے صحن میں شام کے وقت بیٹھے تھے اتنے میں دودھ کا پیالہ آیا

من اللبن فشرب هو واصحابه فامر المؤذن ان یؤذن فلما صعد المؤذن المئذنة رأی الشمس فقال الشمس
پس آپنے اور آپکے یاروں نے پیا پھر مؤذن کو اذان کا حکم دیا جب مؤذن جاے اذان پر چڑھا اسنے آفتاب کو دیکھا تو اس نے کہا

یا امیر المؤمنین فقال له عمر رضی بعثناك داعیا لا راعیا ما تجانفنا لاثم نقضی یوما مکانه فقضاء
اے امیر المؤمنین آفتاب ہے تو حضرت عمر رضی نے جواب دیا کہ ہمنے تجکو اذان کہنے کیلیے بھیجا ہے نہ کہ نگہبانی کے لیے ہمنے گناہ کا ارادہ نہیں کیا اسکی جگہ ہم کسی دن قضا رکھ لینگے ہمپر

یوم علینا یسیر فان هذا الحدیث یدل علی لزوم القضاء وعدم لزوم الکفارة والاثم
ایک دن کی قضا آسان ہے تو یہ حدیث قضا کے لازم ہونے اور کفارہ اور گناہ کے لازم نہونے پر دلالت کرتی ہے

لان قوله ما تجانفنا لاثم معناه لم نمل الی الاثم وما تعمدنا فی ذلك ارتکاب المعصیة وکذا اکل من
اسلیے کہ انکا یہ قول ہے کہ ہمنے کسی گناہ کا ارادہ نہیں کیا اسکا یہ مطلب ہے کہ ہمنے گناہ کی طرف رغبت نہیں کی اور نہ اس فعل میں گناہ کرنے کا عمدا ارادہ تھا اور ایسے ہی جو شخص

کان اهلا للصوم فی اثناء النهار ولم یکن فی اوله کذلك یلزم امساك بقیة یومه کما اذا اسلم الکافر
دن میں کسی وقت روزہ کے قابل ہوا اور شروع میں ایسا نہیں تھا تو اسکو باقی دن بے دانہ پانی رہنا چاہیے جیسے کوئی کافر مسلمان ہوا

وبلغ الصبي وافاق المجنون وقدم المسافر وبرئ المريض وطهرت الحائض والنفساء فان كل واحد منهم
یا لڑکا بالغ ہوا یا دیوانہ اچھا ہوگیا یا مسافر گھر پہونچ گیا یا بیمار اچھا ہوگیا یا حیض و نفاس والی پاک ہوگئی تو ان میں سے ہر ایک کو
يلزمه امساك بقية يومه تشبها بالصائمين والاصل في هذا ان من كان في اثناء النهار على صفة
باقی دن روزہ داروں کی مشابہت کے لیے رکا رہنا چاہیے اسمیں قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص دن میں کسی وقت ایسی حالت میں ہو گیا
لو كان عليها في اوله يلزمه الصوم فعليه الامساك ومن لم يكن كذلك لا يجب عليه الامساك
کہ اگر دن کے شروع میں ویسا ہوتا تو اسپر روزہ فرض ہوتا تو ایسے شخص کو رکا رہنا لازم ہے اور جو ایسا نہو اسکو امساک واجب نہیں
كمن كان مريضا او مسافرا وحائضا او نفساء فان الامساك لا يجب عليهم لتحقق المانع عنه وهو قيام
مثلا کوئی مریض ہو یا مسافر ہو یا کوئی عورت حیض و نفاس والی ہو انپر امساک واجب نہیں اس لیے کہ روزہ کا مانع موجود ہے اور وہ
هذه الاعذار فيهم فانها كما تمنع عن الصوم تمنع عن التشبه اما في الحائض والنفساء فلان الصوم عليهما
ان عذروں کا انمیں موجود ہونا کہ یہ امور جسطرح روزہ سے مانع ہیں ایسے ہی روزہ داروں کی مشابہت سے مانع ہیں حیض و نفاس والی عورت کو تو اسلیے کہ ان دونوں پر روزہ
حرام والتشبه بالحرام حرام واما المريض والمسافر فلان الرخصة في حقهما باعتبار الحرج ولو الزمناهما
حرام ہے اور حرام کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا بھی حرام ہے اور مریض اور مسافر کو اسلیے کہ حرج کی وجہ سے انکو اجازت ہوئی ہے اگر ہم انپر
التشبه عاد الحرج ثم الحائض تاكل سرا لا جهرا وكذا كل من ابيح له الافطار ياكل سرا لا جهرا الا ان يكون
مشابہت لازم کردیں تو پھر حرج ہو جائیگا پھر حائض چھپ کر کھائے کھلم کھلا نکھائے اور ایسے ہی ہر شخص جسکو افطار جائز ہے چھپ کر کھائے علانیہ نہ کھائے ہاں مگر جسکا
العذر ظاهرا كالمرض والسفر والنفاس لانه اذا اكل ولم يكن العذر ظاهرا يصير عند الناس متهما بالفسق
عذر ظاہر ہو مثلا بیماری یا سفر اور نفاس اسلیے کہ اگر کھائے گا اور عذر ظاہر نہوگا تو لوگ اسپر فسق کی تہمت لگا دینگے
الذي هو اكل رمضان والاحتراز عن مواضع التهم واجب كما مر ثم ينبغي ان يعلم ان المريض نوعان نوع
کہ رمضان میں دن کو کھاتا ہے اور تہمت کے موقع سے بچنا واجب ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا پھر جاننا چاہیے کہ بیمار دو قسم کے ہیں ایک
لا يضره الصوم بل ينفعه ونوع يضره الصوم وهذا هو الذي يبيح الافطار لان الرخصة لا تتعلق بنفس
وہ جسکو روزہ مضر نہیں بلکہ مفید ہے اور ایک وہ جسکو کہ روزہ مضر ہو اور اسی کو روزہ نہ رکھنا معاف ہے اسواسطے کہ اجازت کو صرف نفس بیماری سے تعلق نہیں ہے
المرض بل بوجود المشقة فلابد من معرفته وطريق معرفته قد يكون باجتهاد المريض بان يعلم بنفسه
بلکہ مشقت کی وجہ سے ہے پس مشقت کا معلوم کرنا ضروری ہے کہ اسکے پہچاننے کا کیا طریقہ ہے بعض دفعہ بیمار کے اجتہاد پر ہے کہ وہ خود ہی
بالتجربة انه ان صام يزداد المه ووجعه بالصوم وقد يكون باخبار طبيب حاذق مسلم عدل
تجربہ سے جان لیتا ہے کہ اگر میں روزہ رکھونگا تو میری تکلیف اور درد بوجہ روزہ کے بڑھ جائیگا اور بعض دفعہ مسلمان عادل طبیب حاذق کے کہنے سے
لا فاسق لان خبر الفاسق في الديانات مردود غير مقبول بخلاف السفر فان الرخصة يتعلق بنفسه
نہ فاسق کے اسلیے کہ فاسق کی خبر دینی باتوں میں مردود ہے مقبول نہیں بخلاف سفر کے اسلیے کہ سفر میں اجازت خود سفر ہی سے متعلق ہے
لانه لا يخلو عن المشقة فاقيم مقامها وادير الحكم عليه

المجلس الثلثون في بيان غائلة من افطر يوما من رمضان فيما يجب فيه الكفارة

کیونکہ سفر بھی تکلیف سے خالی نہیں ہوتا پس سفر کو اسکے قائم مقام ٹھہرا کر اسی پر حکم کر دیا۔ تیسویں مجلس اس شخص کے گناہ کے بیان میں جو رمضان کا کوئی روزہ اسطرح توڑ دے کہ کفارہ واجب ہو جائے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من افطر
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے
يوما من رمضان من غير رخصة ولا مرض لم يقض عنه صوم الدهر كله هذا الحديث من حسان
رمضان کا ایک روزہ بلا اجازت شرعی اور بغیر کسی مرض کے توڑ ڈالا تو اسکے عوض تمام عمر کے روزے نہیں ہو سکتے یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے
المصابيح رواه ابو هريرة رض وهو وارد على طريق الانذار والتخويف بما يلحقه من الاثم ويفوته من الاجر
جسکے راوی ابی ہریرہ رض ہیں اور یہ حدیث اس گناہ سے جو ہوگا اور اس ثواب سے جو جاتا رہا ڈرانے اور خوف دلانے کے طور پر آئی ہے

فانه لا یعدل فضیلة الصوم المفروض بصوم الدهر کله نافلة ولیس معناه انه لو صام الدهر کله بنیة قضاء یوم
کیونکہ فرض روزے کی فضیلت تمام عمر کے نفل روزون سے نہین حاصل ہوتی اور یہ مطلب نہین ہے کہ اگر رمضان کے ایک روزے کو بدلے قضا کی نیت سے
من رمضان لا یسقط قضاء ذلک فان الاجماع علی انه یجزیه قضاء یوم مکانه اما مع الکفارة ان کان
تمام عمر روزے رکھے تو بھی اسکی قضا ادا نہو گی کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ ایک دن کی قضا اسکے لیے کافی ہے یا تو کفارہ کے ساتھ اگر
افطاره بما یوجب الکفارة بما هو غذاء او دواء او بغیر الکفارة ان کان افطاره بما لا یوجب الکفارة
روزہ اس طرح سے ٹوٹا ہو کہ کفارہ واجب ہو مثلاً غذا اور دوا سے یا بغیر کفارے کے اگر ایسی چیز سے توڑا جسمین کفارہ واجب نہین ہوتا
مما لیس غذاء ولا دواء من المفسدات للصوم فعلی هذا فالدخان الذی ظهر فی هذا الزمان من قبل الکفرة
یعنی غذا اور دوا نہو جو روزے کی توڑنے والی ہین اس بیان کے روسے دھوان یعنے حقہ جو اس زمانے مین کفار
العدوة لاهل الایمان وابتلی به کافة الانام من الخواص والعوام هل یفسد الصوم ام لا فالجواب فیه ان قول
دشمنان اہل اسلام کی طرف سے پیدا ہوا ہے اور جسمین ساری خلقت خاص و عام سب مبتلا ہو رہے ہین آیا روزہ فاسد کرتا ہے یا نہین اسکا جواب یہ ہے کہ
الفقهاء فی عامة الکتب وان کان نصا علی ان مطلق الدخان اذا دخل الحلق لا یفسد الصوم لکنهم قالوا فی تعلیله
فقہا کا قول عام کتابون مین اگرچہ یہی صریح ہے کہ مطلق دھوان اگر حلق مین اتر جاوے تو روزہ نہین ٹوٹتا لیکن اسکی علت مین یہ کہا ہے
لانه لا یمکن الاحتراز عنه فان الصائم لا یجد بدا من فتح فمه عند التکلم فیدخل الدخان حلقه والقیاس
کہ اس سے بچنا ممکن نہین کیونکہ روزہ دار کو بولنے کے وقت منھ کھولے بغیر چارہ نہین تو دھوان منھ مین گھس جائیگا اور قیاس
ان یفسد صومه لوصول المفطر الی جوفه بفعله وکونه مما لا یتغذی لا ینافی الفساد کالتراب والحصاة وهذا
یہ ہے کہ روزہ جاتا رہے کیونکہ افطار کرنے والی چیز پیٹ مین اسکے فعل سے گئی ہے اور غذا نہونا فساد کے خلاف نہین جیسے کہ مٹی اور کنکر اور اس
التعلیل یقتضی ان یکون ذلک الدخان مفسدا للصوم لانه یصل الی جوفه بفعله ویدل علیه ما قال قاضیخان
دلیل سے لازم آتا ہے کہ حقہ سے روزہ ٹوٹ جایا کرے کیونکہ وہ خود اسی کے فعل سے پیٹ مین جاتا ہے اور اسکی دلیل قاضی خان کا وہ قول ہے جو
فی فتاواه وان صب الماء فی اذنه اختلفوا فیه والصحیح هو الفساد لانه وصل الی جوفه بفعله فانظر کیف
اپنے فتاوی مین کہا ہے کہ اگر اپنے کان مین پانی ڈالے تو اسکے حکم مین اختلاف ہے اور روزہ کا ٹوٹ جانا ہی صحیح ہے کیونکہ اسی کے فعل سے پیٹ مین جاتا ہے اب دیکھو
اعتبر الوصول الی جوفه بفعله فی فساد صومه فانه لو اغتسل فدخل الماء فی اذنه لا یفسد صومه فعلم من
کہ اپنے فعل سے اندر پہونچنا روزہ ٹوٹنے کے لیے کیسا اعتبار کیا گیا کیونکہ اگر نہاتے ہوئے کان مین پانی چلا گیا تو روزہ نہین ٹوٹتا اس سے
هذا ان لفعله دخلا فی فساد صومه بل لو نظر الی ما ادعاه مستعملوه من انه دواء یلزم ان یجب الکفارة
معلوم ہوا کہ روزہ ٹوٹنے مین اپنے فعل کو بڑا دخل ہے بلکہ اگر حقہ نوشون کے اس دعوے کو خیال کرو کہ حقہ دوا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ کفارہ واجب ہو
لان الاصل فی وجوبها وصول الغذاء او الدواء الی الجوف من المسلک المعتاد فی نهار رمضان علی وجه التعمد
کیونکہ قاعدہ کفارہ واجب ہونے کا یہ ہے کہ غذا یا دوا پیٹ مین معمولی راہ سے رمضان مین دن کو قصداً چلی جائے
وهذا المعنی علی تقدیر صدق دعواهم یکون موجودا فیه ثم انه فی غیر حال الصوم حل استعماله ام لا فقد کثر
اور یہ بات انکے دعوے کے سچ ہونے کی تقدیر پر حقے مین موجود ہے پھر یہ بات کہ حالت روزہ کے علاوہ اسکا استعمال جائز ہے یا نہین اسمین
فیه الاقاویل والحق الذی علیه التعویل ان الفعل الاختیاری الصادر عن المکلف ان لم یترتب علیه فائدة
بہت اقوال ہین اور حق بات جسپر اعتماد ہے یہ ہے جو اختیاری کام آدمی کرتا ہے اگر اسمین
دینیة او دنیویة فهو دائر بین العبث واللعب واللهو ولم یفرق بین هذه الثلثة فی کتب اللغة ولا بد من الفرق
کوئی دینی یا دنیوی فائدہ نہو تو وہ کام عبث لعب و لہو مین داخل ہے اور لغت کی کتابون مین ان تینون باتون مین فرق نہین کیا اور انمین فرق ہونا ضرور ہے
لعطف بعضها علی بعض فی القرآن وهو علی ما ذکره بعض الفحول وکان حقیقا بالقبول ان العبث الفعل الذی
اسلیے کہ قرآن مین ایک کو ایک پر عطف کیا ہے اور وہ فرق علما کے بیان کے روسے جو ماننے کے قابل ہے یہ ہے کہ عبث وہ کام ہے

ليس فيه لذة ولا فائدة واما الذى فيه لذة بلا فائدة فهو لعب في مثله اللهو الا ان فيه زيادة حظ النفس
جسمین نہ کوئی لذت ہو اور نہ کوئی فائدہ اور جس کام مین لذت ہو اور فائدہ نہو وہ لعب ہے اور ویسے ہی لہو ہے لیکن اسمین حظ نفس اتنا زیادہ ہوتا ہے

بحيث يشتغل به عما يهمها والكل حرام لانها لم تذكر فى القران الا على طريق الذم فلما علم حرمة اللعب
کہ اسکی دھن مین ضروری کام بھول جاتا ہو اور یہ سب حرام ہے کیونکہ قرآن مین انکا ذکر صرف برائی کے ساتھ ہو سو جب لعب

واللهو والعبث علم حرمة استعمال الدخان لدخوله اما فى اللعب او اللهو او فى العبث بل هو بالعبث انسب
اور لہو اور عبث کی حرمت معلوم ہوئی تو حقہ پینے کی حرمت بھی معلوم ہو گئی کیونکہ وہ لعب مین داخل ہو یا لہو مین یا عبث مین بلکہ اسکو عبث سے زیادہ مناسبت ہے

لخلوه عن اللذة التى فى اللعب واللهو اللهم الا ان يستلذه نفوس بعض المستعملين له بتسويل شيطانى فيدخل
کیونکہ لذت سے خالی ہو جو لعب اور لہو مین ہوتی ہو ہان شاید بعضے حقہ نوشون کو شیطانی آراستگی سے لذت حاصل ہوتی ہوگی پس اس صورت مین

فى اللعب واللهو لكن لا يكون فيه شئ من الفائدة اصلا لا من الفائدة الدينية وهو ظاهر ولا من الفائدة الدنيوية
لعب اور لہو مین داخل ہوگا لیکن اسمین فائدہ کچھ بھی نہین نہ تو دینی فائدہ اور یہ تو ظاہر ہی ہے اور نہ دنیا کی فائدہ

لانه لا يصلح لشئ من الغذاء والدواء اصلا بل هو مضر لاطباق الاطباء على ان مطلق الدخان مضر قال
کیونکہ نہ اسمین غذا کی صلاحیت ہو نہ دوا کی بلکہ مضر ہے کیونکہ تمام اطبا کا اتفاق ہے کہ مطلق دھوان مضر ہے

ابن سينا لولا الدخان والقتام لعاش ابن ادم الف عام وقال جالينوس جتنبوا ثلثة وعليكم باربعة
ابن سینا کہتا ہے کہ اگر دھوان اور دھول نہوتی تو آدمی ہزار برس جیتا اور جالینوس کہتا ہو کہ تین چیزون سے بچتے رہو اور چار چیزین ضروری جانو

ولا حاجة لكم الى الطبيب جتنبوا الدخان والغبار والنتن وعليكم بالدسم والحلوى والطيب والحمام
تو تمکو طبیب کی ضرورت نہوگی دھوین اور غبار اور بدبو سے بچتے رہو اور چکنائی اور مٹھائی اور خوشبو اور حمام کو ضروری جانو

وذكر فى القانون ان جميع اصناف الدخان مجفف بجوهره الارضى وفيه نارية يسيرة قال بعض الفضلاء
اور قانون مین مذکور ہے کہ تمام قسم کے دھوین اپنی جوہر ارضی کی وجہ سے مجفف ہین اور کسی قدر اسمین آگ بھی ہوتی ہے بعضے فاضل کہتے ہین

فاذا كان مجففا يكون مجففا للرطوبات البدنية فيؤدى الى حصول امراض كثيرة فلا يجوز استعماله لوجوب
کہ جب دھوان مجفف یعنی خشک کرنے والی چیز ہو تو بدن کی رطوبت کو بھی خشک کر دیگا پھر بہتیری بیماریان پیدا ہونے کا باعث ہوگا اسلیے اسکا استعمال جائز نہین

صيانة النفس عن لحوق الضرر وقد ذكر فى نصاب الاحتساب ان استعمال المضر حرام فان قيل ان بعض الاطباء
کیونکہ اپنی جان کو نقصان سے بچانا ضروری ہو اور نصاب الاحتساب مین لکھا ہو کہ مضر چیز کا استعمال کرنا حرام ہو اگر کوئی اعتراض کرے کہ بعض طبیب

قد يعالجون بعض الامراض ببعض اصناف الدخان ويشاهد نفعه فكيف يصح المنع عن استعمال جميع اصنافه
بعض اوقات دھوین کے بعض اقسام سے بعض بیماریون کا علاج کرتے ہین اور اسکا نفع مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہو پس ہر قسم کے دھوین کے استعمال سے منع کرنا کیونکر درست ہے

فالجواب انهم يعالجون به لحظة يسيرة لا على الدوام حتى يحصل ما ذكر من التجفيف فان قيل ما ذكر من التجفيف
تو جواب یہ ہو کہ طبیب دھوین سے تھوڑی دیر علاج کرتے ہین نہ ہمیشہ جس سے خشکی پیدا ہو جسکا ذکر ہوا پھر اگر شبہہ ہو کہ خشکی جسکا ذکر ہوا

لا يضر فى البلغمى لكثرة رطوباته وانتفاعه بتجفيفها فما وجه المنع فالجواب ان حد الانتفاع به مجهول فلا بد
بلغمی مزاج کو نقصان نہین کرتی کیونکہ اسمین رطوبت بہت ہوتی ہو اور خشکی سے بلغمی کو فائدہ ہوتا ہو پھر ممانعت کیون ہے اسکا جواب یہ ہے کہ دھوین سے فائدہ ہونے کی حد معلوم نہین پس اسکی

فى معرفته من طبيب حاذق عارف بالامزجة والقدر الذى ينتفع به والا فالاقدام عليه غير جائز
شناخت کے لیے کوئی طبیب حاذق درکار ہو جو مزاجون سے واقف ہو اور اس مقدار کو بھی جانتا ہو کہ جو نافع ہو ورنہ اسکی طرف توجہ کرنا ہرگز جائز نہین

اصلا لوقوع التردد بين السلامة وعدمها فان العدول ممن كانوا استعملوه قد اختلفوا فيه فمنهم من يقول
اسلیے کہ سلامتی اور عدم سلامتی مین شک ہے کیونکہ عادل لوگ جنھون نے اسکو استعمال کیا اسمین اختلاف کیا ہے بعضے

بضرره ومنهم من يقول بعدم ضرره ومنهم من يشك فيه لكن الفريق الاغلب الذى جانب الحق
اسکے نقصان کے قائل اور بعضے کہتے ہین کہ ضرر نہین اور بعضون کو شک ہو لیکن فریق غالب جنکی بات حق سے

الیہ اقرب یقول انہ فی ابتدائہ یحدث قوۃ فی الجسم وحدۃ فی البصر وھضما فی الطعام ونشاطا فی الاعضاء
قریب تر ہے وہ بھی کہتے ہیں کہ حقہ سے شروع میں تو جسم میں قوت اور نگاہ میں تیزی پیدا ہوتی ہے اور کھانے کا ہاضمہ اور بدن میں سرور پھر جب

فاذا حصلت المداومۃ یورث غشاوۃ فی البصر وثقلا فی الاعضاء وامساکا فی الھاضمۃ وضعفا فی البدن وذلک
مداومت ہو جاتی ہے تو بینائی میں دھندلاپن پیدا کرتا ہے اور اعضا میں گرانی اور ہاضمہ میں فتور اور بدن میں ضعف اور یہ

لانہ کما قال الاطباء مجفف مع نوع حرارۃ فیفعل فی ابتدائہ ما ذکروہ اولا وفی انتہائہ ما ذکروہ ثانیا علی انہ
اسلیے ہے کہ دھواں بقول اطبا خشکی کرتا ہے پس ابتدا میں تو وہ اثر ہوتا ہے جو پہلے انھوں نے بیان کیے اور انتہا میں وہ جو ثانیا بیان کیے علاوہ اسکے

لو تحقق نفعہ فبعد النفع یمنع من استعمالہ لانہ یکون دواء ولا یجوز استعمال الدواء بعد زوال المرض لانہ اذا
اگر فائدہ ثابت بھی ہو تو نفع کے بعد بھی اسکی ممانعت ہے اسلیے کہ حقہ اس صورت میں دوا ہے اور دوا کا استعمال بیماری کے بعد جائز نہیں اسلیے کہ دوا اگر

لو یجد مرضا یزیلہ یاخذ من البدن فیؤدی الی الضرر وما یؤدی الی الضرر یمنع من استعمالہ وان کان فیہ
بیماری کو نہیں پاتی جسکو دفع کرے تو بدن میں اثر کرتی ہے جس سے نقصان ہوتا ہے اور جس چیز سے نقصان پہونچتا ہو اسکے استعمال کی ممانعت ہے اگرچہ اسمیں

نفع الا تری ان الخمر المحرمۃ بالنص قد اخبر القرآن بنفعھا کما قال اللہ تعالی یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ
کچھ فائدہ بھی ہو دیکھتے نہیں ہو کہ شراب جو صریح آیت سے حرام ہے خود قرآن میں اسکے نفع کی خبر ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے لوگ تم سے شراب و جوئے کا حکم پوچھتے ہیں

قُلْ فِیْھِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ لکن جانب النفع اذا قابلہ جانب الضرر یجعل جانب الضرر حتی قال الفقھاء
کہدو انمیں بڑا گناہ ہے اور کچھ فائدے بھی لوگوں کو لیکن نفع کی جانب سے اگر نقصان کی جانب مقابل ہو تو نقصان کے پہلو کا زیادہ خیال کیا جاتا ہے یہاں تک کہ فقہا کہتے ہیں

لو کان فی شیء وجوہ شتی توجب الحل والجواز ووجہ واحد یوجب الحرمۃ وعدم الجواز یرجح جانب الحرمۃ احتیاطا
کہ اگر کسی چیز میں حلال اور جائز ہونے کی موجب کئی وجہیں پائی جاتی ہوں اور حرام و ناجائز ہونے کی موجب صرف ایک وجہ ہو تو حرام ہی کے پہلو کو ترجیح ہوگی احتیاط کے لیے

فان قیل ان المستعملین لہ یدعون انھم یجدون عقیب استعمالہ خفۃ فی البدن فکیف یصح القول بعدم
اگر کوئی اعتراض کرے کہ حقہ کے استعمال کرنے والے دعوی کرتے ہیں کہ حقہ پینے کے بعد انکو بدن ہلکا معلوم ہوتا ہے پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ

النفع فیہ فالجواب علی ما ذکرہ بعض المتناولین لتجربۃ نفعہ وضررہ ان المستعملین لہ یحصل لھم حال
اسمیں فائدہ نہیں اسکا جواب بعض ان لوگوں کے بیان کے موافق جنھوں نے اسکے نفع و نقصان کے تجربہ کر لیے پایا ہے یہ ہے کہ حقہ پینے والوں کو پینے کے وقت

استعمالہ الم شدید فعند فراغھم عنہ ینجون من ذلک الالم فیحصل لھم راحۃ فیظن ھؤلاء المساکین
سخت تکلیف ہوتی ہے اور اس سے فراغت کے بعد اس تکلیف سے نجات پاتے ہیں اور ایک طرح کی راحت ملتی ہے تو یہ بیچارے یہ سمجھتے ہیں

ان تلک الراحۃ حصلت من استعمالہ ولا یدرون انھا انما حصلت من خلاصھم عن استعمالہ ثم ان
کہ یہ راحت حقہ پینے کی وجہ سے ملی ہے اور یہ نہیں جانتے کہ یہ آرام حقہ موقوف کرنے سے ملا ہے پھر

لنا فی معرفۃ حرمۃ الاشیاء واباحتھا وجھا حسنا یرجع الی الاصول وھو ان الحق فی الاشیاء قبل البعثۃ
ہمارے پاس چیزوں کی حرمت اور اباحت معلوم کرنے کا ایک اور عمدہ طریق ہے جو اصول سے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ حق یوں ہے کہ بعثت سے پہلے

ان لا یکون فیھا حکم وبعد البعثۃ اختلف العلماء فیھا علی ثلثۃ اقوال الاول انھا متصفۃ بالحرمۃ
اشیاء کا کوئی حکم نہ حلال حرام ہونا تھا اور بعثت کے بعد اسمیں علما کا تین قول پر اختلاف ہوا ہے اول یہ کہ تمام چیزیں حرام ہیں

الا ما دل [illegible] الثانی انھا متصفۃ بالاباحۃ الا ما دل دلیل الشرع علی حرمتہ والثالث
البتہ وہ چیزیں جنکی حلت کسی دلیل شرعی سے معلوم ہو جائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ تمام چیزیں حلال ہیں سوا ان چیزوں کے جنکی حرمت پر کوئی دلیل شرعی دلالت کرے اور تیسرا قول

وھو الصحیح ان یکون فیھا تفصیل وھو ان المضار متصفۃ بالحرمۃ یعنی ان الاصل فیھا الحرمۃ وان المنافع
اور یہی صحیح بھی ہے یہ ہے کہ اسمیں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ تمام مضر چیزیں تو حرام ہیں یعنے اصل انمیں حرمت ہے اور تمام مفید چیزیں

متصفۃ بالاباحۃ لقولہ تعالی ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا فانہ تعالی ذکرہ فی معرض الامتنان
حلال ہیں کیونکہ اللہ فرماتا ہے وہی ذات ہے جسنے تمہارے فائدے کے لیے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالی نے یہ آیت احسان جتانے کے مقام پر بیان کی

ولا یکون الامتنان الا بالمنافع المباح فکانه قیل هو الذی خلق لاجل نفعکم جمیع ما فی الارض من المنافع لتنتفعوا
اور جائز منفعتون کیسوا کسی چیز کا احسان نہین جتایا جاتا پس گویا یون کہا گیا ہے کہ وہ وہی ہے جسنے تمہارے نفع کے لیے تمام منفعت کی چیزین زمین میں پیدا کین تاکہ تم اُن سے فائدہ اُٹھاؤ

بها وعلی هذا القول الثالث الصحیح یخرج حکم هذا الدخان ایضا فانه لو کان نافعا لکان الاصل فیه الاباحة
اور اسی تیسرے قول کے رو سے جو صحیح ہے حقہ کا حکم بھی نکلتا ہے کہ اگر حقہ مفید ہوتا تو اسمین اصل جواز ہوتا

لکن قد ثبت باخبار الحذاق من الاطباء انه مضر ولو فی الاجل فیکون الاصل فیه الحرمة بل لو وقع فیه الشك
لیکن حاذق طبیبون کے بیان سے ثابت ہو چکا ہے کہ یہ مضر ہے اگرچہ انجام ہی مین سہی پس اصل حقہ مین حرمت ہے بلکہ اگر نقصان مین شک بھی ہوتا

لغلب جانب الحرمة کما هو القاعدة الشرعیة فانه علیه السلام قال الحلال بین والحرام بین وبینهما مشتبهات
تو بھی حرمت کا پہلو غالب ہوتا چنانچہ یہی قاعدہ شرعیہ ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حلال ظاہر ہے اور حرام بھی اور اُن دونون کے درمیان مشتبہ چیزین ہین

لا یعلمهن کثیر من الناس فمن اتقی الشبهات فقد استبرأ لدینه وعرضه ومن وقع فی الشبهات وقع
جنکو اکثر لوگ نہین جانتے پس جو شخص مشتبہات سے بچتا رہا اُس نے اپنا دین اور آبرو محفوظ رکھا اور جو شخص شبہات مین پڑ گیا وہ حرام مین

فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشك ان یقع فیه واختلف العلماء فی حکم هذه الشبهات فذهب بعضهم
پڑ گیا جیسے چوپایہ کہ کھیت کے گرد چرتا ہو کہ عنقریب اسمین چلا جائے گا اور علما نے ان مشتبہات کے حکم مین اختلاف کیا ہے بعضے اسکی حرمت کے

الی حرمتها لانه علیه السلام قد اخبر فی هذا الحدیث بان من ترك ما اشتبه علیه حکمه ولم ینکشف امره
قائل ہوے ہین اسلیے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین فرمایا ہے جس شخص نے ایسی چیز کو چھوڑ دیا جسکا حکم اُسپر مشتبہ ہے اور جسکا حال منکشف نہین

یکون دینه سالما مما یفسده او ینقصه ونفسه ناجیا مما یعیبه ویلام علیه ومن لم یترکه بل فعل یقع
اسکا دین خراب اور ناقص کرنے والی چیزون سے اور اسکی جان عیب اور ملامت کی چیزون سے سالم رہا اور جسنے اُسکو نچھوڑا بلکہ کر گذرا وہ حرام مین پھنسا

فی الحرام وهذا الدخان مما اشتبه علیه حکمه ولم ینکشف حقیقة امره فمن ترکه ولم یستعمله یکون دینه
اور حقہ بھی اسی قبیل سے ہے جسکا حکم مشتبہ ہے اور اسکا حقیقت حال کھلا نہین پس جسنے اُسکو چھوڑ دیا اور نہ استعمال کیا تو اسکا دین

سالما من الفساد والنقصان ناجیا من العیب واللوم بین الانام ومن لم یترکه بل یستعمله یقع فی الحرام
فساد اور نقصان سے محفوظ اور خلقت مین عیب اور ملامت سے بری ہے اور جسنے اُسکو نہ ترک کیا بلکہ پیتا رہا وہ حرام مین پھنسا

وذهب بعضهم الی کراهتها لما جاء فی حدیث اخر انه علیه السلام قال الامور ثلثة امر تبین لك رشده فاتبعه و
اور بعض علما مشتبہات کی کراہت کے قائل ہین اسلیے کہ ایک اور حدیث مین آیا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ تین قسم کی چیزین ہین ایک وہ جسکی خوبی تجکو معلوم ہو چکی اسکو تو اختیار کیجیو اور

امر تبین لك غیه فاجتنبه وامر اختلف فیه فدع ما یریبك الی ما لا یریبك ولا شك ان امر الدخان مما ارتاب ووقع
ایک وہ جسکا عیب تجکو معلوم ہو گیا پرہیز کیجیو اور ایک وہ جسمین اختلاف پڑا تو اُس مشکوک کو چھوڑ کر غیر مشکوک کی طرف رغبت کرو اور کوئی شک نہین کہ حقے کا حال بھی اسمین سے ہے جسمین شک اور پریشانی مین ڈال رکھا ہے

فی الاضطراب فاقل مراتبه الکراهة ولا یظن انه ینتهی الی درجة الاباحة بتعلل کثیر ممن یتعاطاه انه نافع لکل
اور کم از کم اسکا مرتبہ کراہت کا ہے اور یہ خیال نہ کرنا کہ وہ جواز کے درجے تک آجائیگا اکثر حقہ نوشون کی اس دلیل سے کہ حقہ ہر مرض کی دوا ہے

داء وانهم وجدوا فی استعماله دواء لامراضهم لان ذلك من تلبیس ابلیس علیهم وتزیینه لهم حتی یتولد من تکاثفه فی
اور انھون نے اسکے استعمال سے بہتیری بیماریون کی دوا پائی اسلیے کہ یہ شیطانی دھوکا اور شیطان کی بناوٹ ہے تاکہ دھوان جمتے جمتے

عاقبة امره داء لا دواء فان تکراره یسود ما یقابله فیتولد منه الحرارة فیکون فی عاقبة امره داء لا دواء ثم یلزم
آخر کو بیماری بنجائے نہ کہ دوا کیونکہ حقہ کا بار بار پینا اس مقام کو سیاہ کر دیتا ہے جس سے دھوان لگتا ہے پھر اس سے گرمی پیدا ہوتی ہے پھر آخر کو بیماری پیدا ہوتی ہے نہ کہ شفا پھر

علی دعونهم ان یکون الناس کلهم مرضی وان یکون مرضهم فی جمیع الفصول الاربعة من نوع واحد وان یکون
انکے دعوے کے موافق لازم آتا ہے کہ تمام لوگ بیمار ہی ہون اور انکی بیماری چارون فصلون مین ایک ہی قسم کی ہو اور انکا

معالجتهم فیها بشیء واحد علی کیفیة واحدة وبطلانه غیر خفی علی احد من العقلاء ثم فیه اضاعة المال
علاج بھی چارون فصلون مین ایک ہی طریقہ سے ہو اور اسکا باطل ہونا کسی عاقل پر پوشیدہ نہین ہے پھر اسمین مال کا ضائع کرنا ہے

لانہ یشتری بثمن غال فیدخل فی الاسراف المحرم مع نتن ریحہ واذیتہ بشامۃ الذین لا یستعملونہ وقد روی
کیونکہ گران قیمت سے خریدا جاتا ہے پس اسراف میں داخل ہوگا جو کہ حرام ہے باوجود اسمیں بدبو ہونے کے جس سے حقہ نہ پینے والوں کو تکلیف ہوتی ہے اور روایت ہے

انہ علیہ السلام قال کل موذ فی النار وقال الکناسی الرائحۃ المنتنۃ تحرق الخیاشیم وتصل الی الدماغ وتؤذی
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ کل ایذا دینے والے دوزخی ہیں اور کناسی کا قول ہے کہ بوے بد نتھنوں کو جلا دیتی ہے اور دماغ میں پہونچکر

الانسان ولذلک قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اکل من ھذہ الشجرۃ فلا یقرب مسجدنا یؤذینا بریحہ المراد من ھذہ
آدمی کو تکلیف دیتی ہے اسی واسطے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے اس درخت میں سے کچھ کھایا ہے وہ ہماری مسجد کے پاس بھی نہ آئے کہ اسکی بدبو سے ہمکو تکلیف پہونچائے اور

الشجرۃ کل ماکان لہ رائحۃ کریھۃ یتاذی منھا الانسان بدلیل تعلیلہ علیہ السلام والمعنی ان من اکل شیئا لہ رائحۃ کریھۃ
بدہ الشجرۃ سے مراد ہر وہ چیز ہے جسمیں بدبو ہو اور جس سے انسان کو تکلیف ہو حضور کی اس علت بیان کرنے کی دلیل سے اور معنی یہ ہیں کہ جو شخص ایسی چیز کھائے جسمیں بدبو ہو

یتاذی منھا الانسان فلا یقربن مسجدنا لانہ یؤذینا برائحتہ الکریھۃ وقد ثبت فی صحیح مسلم انہ علیہ السلام
کہ انسان کو اس سے تکلیف ہوتی ہو تو ہرگز ہماری مسجد کے پاس نہ آئے کیونکہ اسکی بدبو سے ہمکو تکلیف پہونچائیگا اور صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام

کان اذا وجد من رجل فی المسجد ریح البصل والثوم امر بہ فاخرج الی البقیع ولھذا قال الفقھاء
جب کسی شخص سے مسجد میں لہسن یا پیاز کی بو پاتے تو اسکو بقیع کی طرف نکلوا دینے کا حکم فرماتے اسی لیے فقہا نے فرمایا ہے

کل من وجد فیہ رائحۃ کریھۃ یتأذی بھا الانسان یلزم اخراجہ من المسجد ولو جر من یدہ ورجلہ دون لحیتہ
کہ جس شخص میں ایسی بدبو پائی جائے جس سے آدمی کو تکلیف ہو تو اسکو مسجد سے نکالدینا ضرور ہے اگرچہ ہاتھ پیر گھسیٹ کے ہو لیکن داڑھی

وشعر رأسہ فعلی ھذا یلزم اخراج کثیر من الائمۃ والمؤذنین من المسجد فی ھذا الزمان لوجود رائحۃ
اور سر کے بال پکڑ کر نہیں اس بنا پر اس زمانے کے اکثر مؤذنوں اور اماموں کو مسجد سے نکالدینا چاہیے کیونکہ ان میں بدبو پائی جاتی ہے

کریھۃ فیھم بسبب مداومتھم علی استعمال الدخان الکریھۃ الرائحۃ بل ھم قد یستعملونہ فی داخل المسجد الجامع
بوجہ حقہ کی مداومت کے جسمیں بدبو ہوتی ہے بلکہ بعض اوقات تو وہ لوگ جامع مسجد کے اندر پیتے ہیں

فیکون الکراھۃ فی حقھم اشد واکثر وقد کتب بعض المالکیۃ فی الدیار الحجازیۃ جوابا عن سؤال تعلق بالدخان
انکے حق میں اسکی کراہت بہت سخت اور زیادہ ہے اور بعض علماے مالکی نے ملک حجاز میں حقہ کے متعلق ایک سوال کا یہ جواب لکھا ہے

وھو ان استعمال الدخان حرام کاصلہ لان اصلہ الخشبۃ والنار لکونہ اجزاء من الخشب ممزوجۃ باجزاء
کہ حقے کا استعمال کرنا حرام ہے جیساکہ اسکی اصل کا استعمال کیونکہ اسکی اصل لکڑی اور آگ ہے کیونکہ دھواں لکڑی کے چند اجزا ہیں اور آگ بھی مخلوط

من النار فھو من حیث اجزائہ الناریۃ التی فیہ یحرم استعمالہ لقولہ تعالی ان الذین یاکلون اموال الیتمی
پس اجزاے ناری کے اعتبار سے جو اسمیں ہیں اسکا استعمال حرام ہے موافق ارشاد اللہ تعالی کے جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں

ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا فدل النص علی حرمۃ النار فیحرم الدخان الحاصل منھا وایضا انہ تعالی جعلہ
ناحق وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی کھاتے ہیں یہ آیت آگ کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے پس دھواں بھی حرام ہے جو اس سے پیدا ہوتا ہے اور یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے دھوئیں کو

مما یعذب بہ حیث قال فی حق قوم یونس النبی علیہ السلام لما امنوا کشفنا عنھم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا
عذاب کی چیزوں میں سے مقرر کیا ہے چنانچہ یونس کی قوم کے بارہ میں فرماتا ہے کہ جب ایمان لائے تو ہمنے اُنسے ذلت کا عذاب دنیا میں دور کر دیا

فالعذاب المکشوف عنھم کان دخانا وقال فی ایۃ اخری فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس
اور جو عذاب اُنسے موقوف ہوا تھا وہ دھواں تھا اور ایک اور آیت میں فرماتا ہے اور اُس دن کا منتظرہ جبکہ آسمان پر دھواں آئیگا جو لوگوں کو ڈھانک لیگا

ھذا عذاب الیم والمراد بالدخان المذکور فی ھذہ الایۃ معناہ الحقیقی علی قول وعلی ھذا القول یکون النظم
یہ دردناک عذاب ہے اور دھوئیں جو اس آیت میں مذکور ہے ایک قول کے اعتبار سے اسکے معنے حقیقی مراد ہیں اور اس قول کے موافق آیت کی عبارت میں

الکریم صریحا فی کون الدخان عذابا الیما وما بہ التعذیب یحرم استعمالہ فان الفقھاء قد اتفقوا علی وجوب
دھوئیں کے دردناک عذاب ہونے کی تصریح ہے اور جس چیز سے عذاب دیا جائے اسکا استعمال حرام ہے کیونکہ تمام فقہا عذاب کے مقام سے بھاگ جانے کے وجوب پر

الفرار من محل العذاب کبطن محسّر فانہ علی لفظۃ اسم الفاعل من التحسیر اسم واد اھلک اللہ تعالٰی فیہ اصحاب الفیل
متفق ہین جیسے بطن محسر جو تحسیر کے اسم فاعل کے وزن پر ہے ایک وادی کا نام ہے جسمین اللہ تعالے نے اصحاب فیل کو ہلاک کیا تھا

فاذا وجب الفرار من محل العذاب فوجوب الفرار مما بہ العذاب اعلٰی ثم ان المستعملین لہ ترٰیھم انہ
اور جب عذاب کی جگہ سے بھاگنا واجب ہوا تو جس چیز سے عذاب ہوتا ہو اوس سے بھاگنا بطریق اولی واجب ہے پھر حقہ پینے والون کو تم دیکھتے ہو

یخرج من حلوقھم وانوفھم دخان وفیہ تشبہ باھل النار وبالذین یھلکون فی اٰخر الزمان من الاشرار کما
اوسکے حلق اور ناک سے دھوان نکلتا ہے اور اسمین دوزخیون سے مشابہت ہے اور اُن شریرون سے جو آخر زمانے مین ہلاک کیے جاینگے جیسا

جاء فی الحدیث انہ یکون فی اٰخر الزمان دخان یملأ الارض یقیم علی الناس اربعین یوما اما المؤمن فیصیبہ کھیئۃ
حدیث مین آیا ہے کہ آخر زمانے مین ایسا دھوان پیدا ہوگا جو تمام زمین مین بھر جائیگا اور لوگون پر چالیس روز تک قائم رہیگا ایماندارونکو تو اتنا ہی اثر کریگا جیسے

الزکام واما الکافر فیخرج من منخریہ واذنیہ وعینیہ حتی یصیر رأس احدھم کالرأس الحنیذ ای المشوی
زکام ہوتا ہے اور کافر کے دونون نتھنون سے اور دونون کانون سے اور دونون آنکھون سے نکلیگا حتی کہ ہر ایک کا سر بھنی ہوئی سری کی طرح ہو جائیگا

فلا ینبغی للمؤمن ان یتشبہ باھل العذاب ولا ان یستعمل ما ھو من نوع العذاب ولا ما ھو من ملابسات
پس ایمان والون کو نہین چاہیے کہ عذاب والون کے ساتھ مشابہت کرین اور نہ یہ چاہیے کہ اُس چیز کو استعمال کرین جو ایک قسم کا عذاب ہے اور نہ

اھل العذاب وقد کرہ جمیع من العلماء التختم بالحدید والنحاس لما ثبت فی الحدیث انھما حلیۃ اھل النار
عذاب والون کے مناسبات ولوازمات کا اور تمام علما نے لوہے اور تانبے کی انگوٹھی کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ لوہا اور تانبا دوزخیون کا زیور ہے

وصح علی ما ذکرہ الھلالی فی مختصر الاحیاء انہ علیہ السلام کان یکرہ الطعام السخن ویقول ان اللہ تعالٰی لم یطعمنا
اور ہلالی کے مختصر الاحیا مین ذکر کرنے کے موافق یہ بات ثابت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم گرم کھانے کو بُرا جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ نے ہمکو آگ نہین کھلائی

نارا فھذا الدخان اولی بالکراھۃ لانہ مختلط باجزاء ناریۃ کما مر فلو لم یکن فی استعمالہ الا تسوید الثیاب والابدان
پس یہ دھوان بطریق اولے مکروہ ہے کیونکہ اسمین آگ کے اجزا ملے ہوے ہین جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے پھر اگر حقہ پینے مین سوائے جسم اور کپڑون کے سیاہ کرنے

وکراھۃ الرائحۃ والانتان یکفی زاجرا للعاقل عن استعمالہ بل لو لم یکن فی استعمالہ الا احیاء سنۃ الکفار الذین
اور بدبو اور تعفن کے اور کچھ نہوتا تو بھی عاقل کو اسکے پینے سے روکنے کو کافی تھا بلکہ اگر اسکے استعمال مین ان کفار کے طریق کو رواج دینے کے سوا اور کچھ نہوتا

اخرجوہ واظھروہ فی بلاد الاسلام توسلا الی اضرار اھل الاسلام لکان باعثا للعاقل علی اجتنابہ ومانعا
جنھون نے اسکو اسلامی شہرون مین مسلمانون کو نقصان پہونچانے کے لیے نکالا اور پھیلایا ہے تب بھی عاقل کے لیے بچنے کا باعث ہوتا اور اسکے کرنے سے

عن ارتکابہ لکن اکثر اھل الزمان طبائعھم خامدۃ عن صعبۃ الانقیاد مائلۃ دائما الی ما لا یعنیھم ان نصحوا لم یقبلوا وان
مانع ہوتا لیکن اس زمانے کے اکثر لوگون کی طبیعتین بجھی ہوئی اور مشکل سے مطیع ہونے والی ہمیشہ بے فائدہ کامون کی طرف جھکی رہنے والی ہین اگر نصیحت کی جائے تو قبول نہین کرتے اور اگر

عُلّموا لم یتعلموا وان فھموا الحق لم یفھموا وان ترکوا اما فھموا وھم ممن الذین ان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا
سکھاؤ تو سیکھتے نہین اور اگر سمجھاؤ تو سمجھتے نہین اور اگر سمجھتے بھی ہین تو سمجھی سمجھائی بات چھوڑ دیتے ہین اور وہ اُن لوگون مین سے ہین کہ اگر سیدھی راہ دیکھتے ہین تو اسکو نہین اختیار کرتے ہین

وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا نسئل اللہ تعالٰی ان یوفقنا سبیل الرشد ویبعدنا عن سبیل الغی
اور اگر بھٹکی راہ دیکھتے ہین تو اسکو راہ سمجھتے ہین ہم اللہ سے دعا کرتے ہین کہ ہمکو سیدھے راستہ کی توفیق دے اور ٹیڑھے راستہ سے بچائے

المجلس الحادی والثلثون فی بیان سنیۃ الاعتکاف وطلب لیلۃ القدر فیہ وفضیلتہ

اکتیسوین مجلس اعتکاف کے سنت ہونے اور شب قدر کی جستجو اور اسکی فضیلت کے بیان مین

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اعتکفت العشر الاول بطلب ھذہ اللیلۃ ثم اعتکفت العشر الاوسط
پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مین نے رمضان کے پہلے عشرہ مین اس رات کی تلاش مین اعتکاف کیا تھا پھر درمیان کے عشرہ مین اعتکاف کیا

ثم اتیت فقیل لی انھا فی العشر الاواخر فمن کان اعتکف معی فلیعتکف فی العشر الاواخر فقد رأیت ھذہ اللیلۃ ثم
پھر میرے پاس کوئی آیا اور مجھسے کہا گیا کہ وہ پچھلے عشرے مین ہے اسکو تلاش کرو پس جسنے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ پھر پچھلے عشرے مین اعتکاف کرے کہ مجھکو یہ رات دکھائی گئی تھی

أثبتها هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو سعيد الخدري واصله على ما في الصحيحين انه عليه السلام اعتكف
ٹھلادی گئی یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے اور اصل اسکی صحیحین کے موافق یوں ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے

العشر الاول من رمضان ثم اعتكف العشر الاوسط في قبة تركية ثم اطلع رأسه فقال اني اعتكفت العشر الاول لطلب
رمضان کے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا پھر درمیان کے عشرے میں ترکی خیمہ میں پھر سر باہر نکال کر فرمایا کہ میں نے پہلے عشرے میں

هذه الليلة الى اخر الحديث وفيه دليل على ان المقصود من شرعية الاعتكاف طلب ليلة القدر فانها لكونها
اس رات کی تلاش میں اعتکاف کیا (آخر حدیث تک) اور اسمیں اس بات کی دلیل ہے کہ اعتکاف کے مشروع ہونے سے شب قدر کی تلاش مقصود ہے کیونکہ یہ رات

خير من الف شهر بالنص يلزم احياءها باشرف الاعمال وفيه تفريغ القلب عن امور الدنيا وتسليم النفس
نص کے رو سے چونکہ ہزار راتوں سے بہتر ہے تو اس شب میں جاگتے رہنا اچھے اعمال کے ساتھ ضروری ہے کیونکہ اسمیں دنیاوی امور سے دل کو خالی رکھنا اور اپنی جان کو

الى المولى والتحصن بحصن حصين وملازمة بيت رب العلمين فيكون كمن احتاج الى عظيم فلازم بابه
مولی کے حوالے کرنا اور مضبوط قلعہ میں پناہ لینا اور پروردگار عالم کے گھر میں اڑ بیٹھنا ہے تو یہ ایسا ہے جیسے کوئی کسی بڑے کا محتاج ہو کر اسکے دروازے پر اڑ جائے

حتى قضى مآربه فان قيل اذا كان شرعية الاعتكاف لطلب ليلة القدر فلو لم يختص بالليل فالجواب ان
یہاں تک کہ اسکا مطلب پورا کر دے اگر کوئی اعتراض کرے کہ جبکہ اعتکاف کا مشروع ہونا شب قدر کی تلاش کے لیے ہے تو پھر اعتکاف رات ہی سے کیوں نہ مخصوص ہوا جواب یہ

الشافعي قد نص على كون الاجتهاد في يومها كالاجتهاد في ليلتها في الاستحباب ذكره النووي في الاذكار وهذا
کہ امام شافعی رح نے تصریح کر دی ہے کہ دن میں کوشش کرنا ایسا ہی مستحب ہے جیسی کہ رات میں اسے نووی نے اذکار میں بیان کیا ہے اور یہ

الحديث يقتضيه ايضا لانه عليه السلام اعتكف العشر الاول من رمضان لطلب تلك الليلة ثم اعتكف
حدیث بھی اسی کو مقتضی ہے اسلیے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ میں شب قدر کی تلاش کے لیے اعتکاف کیا پھر

العشر الاوسط فلما اتمه اتاه آت من الملئكة فقال انها في العشر الاواخر لا في العشر الاول ولا في العشر
بیچ کے عشرے میں اعتکاف کیا جب اسکو پورا کر چکے تو ملائکہ میں سے کسی نے آکر کہا کہ شب قدر پچھلے عشرے میں ہے نہ پہلے عشرے میں ہے اور نہ

الاوسط فعزم عليه السلام على الاعتكاف في العشر الاواخر وحث على الاعتكاف فيها فانه عليه السلام كان
بیچ والے عشرہ میں تب آنحضرت علیہ السلام نے پچھلے عشرہ میں اعتکاف فرمانے کا قصد کیا اور لوگوں کو بھی اسی میں اعتکاف کرنے کی ترغیب دی پیغمبر صلے اللہ

يعتكف العشر الاواخر من رمضان حتى توفاه الله تعالى ثم اعتكف ازواجه من بعده قال الزهري عجبا
علیہ وسلم رمضان کے پچھلے عشرہ کا ہمیشہ اعتکاف کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو وفات دی پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج اعتکاف کرتی رہیں زہری کہتے ہیں تعجب ہے

من الناس كيف يتركون الاعتكاف ورسول الله عليه السلام كان يفعل الشيء ويتركه ولم يترك الاعتكاف حتى
لوگوں سے کہ اعتکاف کیسے چھوڑے ہوئے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کاموں کو تو کبھی کرتے اور کبھی چھوڑ دیتے اور اعتکاف کو آپ نے کبھی نہیں چھوڑا یہاں تک

قبض ثم الاعتكاف في اللغة الاقامة على الشيء وحبس النفس عليه وفي الشريعة الاقامة في المسجد واللبث فيه
کہ وفات پائی پھر اعتکاف کے معنے لغت میں ایک شی پر ٹھہرا رہنا اور اُس پر اپنی طبیعت کو روک لینے کے ہیں اور شریعت میں نیت کے ساتھ مسجد میں قیام کرنا اور دیر تک ٹھہرا رہنا

مع النية اما اللبث فركنه واما المسجد والنية فشرطه والمعنى اللغوي موجود فيه مع زيادة وصف وهو سنة
پس ٹھہرے رہنا اعتکاف کا رکن ہے اور مسجد اور نیت اسکی شرطیں ہیں اور لغوی معنے بھی شرعی معنوں میں پائے جاتے ہیں مع کسی قدر وصف کی زیادتی کے اور

مؤكدة في العشر الاخير من رمضان لانه عليه السلام واظب عليه بعد ما قدم المدينة الى ان توفاه الله تعالى
اعتکاف رمضان کے پچھلے عشرے میں سنت مؤکدہ ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے اسکی مداومت کی یہانتک کہ اللہ نے آپکو وفات دی

فان قيل المواظبة من غير ترك دليل الوجوب فلم لم يجب الاعتكاف فالجواب انه عليه السلام كان
اگر کوئی اعتراض کرے کہ ہمیشگی مع کبھی نہ چھوڑنے کے وجوب کی دلیل ہوتی ہے پھر اعتکاف واجب کیوں نہوا تو جواب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل

في حق الواجب بعد المواظبة عليه ينكر على تاركه ولم ينكر على من ترك الاعتكاف فعلم انه ليس بواجب بل
واجب کے باب میں یہ حال تھا کہ باوجود مواظبت کے اس عمل کے تارک پر انکار فرماتے تھے اور اعتکاف کے چھوڑنے والے پر کبھی انکار نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ واجب نہیں بلکہ

هو سنة مؤكدة على طريق الكفاية في العشر الاخير من رمضان وفي غيره من الازمنة نفل وانما يجب
رمضان کے پچھلے عشرہ میں بطور کفایہ کے سنت مؤکدہ ہے اور اسکے سوا اور وقتون مین نفل ہے اور واجب تب ہوتا ہے کہ

بالنذر والتعليق بالشرط واما ما كان بالشروع فهو تطوع ثم ان اقل الواجب يوم حتى لو نذر اعتكاف يوم
نذر مانے یا کسی شرط سے متعلق کرے اور جو اعتکاف شروع کرنے سے لازم ہوجاتا ہے سو وہ نفل ہے پھر کم سے کم مدت اعتکاف واجب کی ایک دن ہے یہانتک کہ اگر اعتکاف ایک دن کا نذر مانے

يدخل المسجد قبل طلوع الفجر ولا يخرج الا بعد غروب الشمس فان قطعه قبل ذلك او افسده يقضيه ولو نذر
تو مسجد میں پوہونچنے سے پہلے داخل ہو اور غروب آفتاب کے بعد ہی مسجد سے نکلے سو اگر اس سے پہلے اعتکاف کو چھوڑ دیا یا فاسد کر دیا تو اسکو پھر قضا کرے اور اگر

اعتكاف يومين او اكثر يدخل المسجد في ابتداء شروعه قبل غروب الشمس ولا يخرج عند
دو دن یا زیادہ کے اعتکاف کی نذر مانی تو اعتکاف شروع کرنے کے لیے مسجد میں غروب آفتاب سے پہلے داخل ہو اور

تمامه الا بعد غروبها ولو مات قبل ان يعتكف يلزمه ان يوصي بان يطعم عنه لكل يوم نصف
پورا ہونے پر بعد غروب آفتاب ہی کے نکلے اور اگر اعتکاف کرنے سے پہلے مرجائے تو وصیت کر دینا لازم ہے کہ ہر دن کے بدلے آدھا

صاع من الحنطة ولا يصح ما وجب من الاعتكاف الا بالصوم حتى لو نذر اعتكاف يوم
صاع گیہون کا اسکی طرف سے دیدیا جائے اور جو اعتکاف واجب ہوا بدون روزہ کے ادا نہیں ہوتا یہانتک کہ اگر کسی نے ایک دن کے اعتکاف کی نذر مانی

قد اكل فيه لا يصح نذره ولا يلزمه شيء وكذا لو نذر اعتكاف ليلة لا يصح لان الليل
کہ جسمین کھا تا بھی رہا تو اسکی نذر صحیح نہیں ہے اور اُسپر کچھ لازم نہیں ہے اور ایسے ہی اگر رات کے اعتکاف کی نذر کی تو بھی صحیح نہیں اسلیے کہ رات

ليس محلا للصوم واما النفل فالصوم ليس شرطا فيه في ظاهر الرواية وهو قولهما ايضا فعلى
روزہ کا محل نہیں رہا اعتکاف نفل پس ظاہر روایت کے موافق اسمین روزہ شرط نہیں اور یہی صاحبین کا قول ہے پس

هذه الرواية ليس لاقله تقدير حتى ان من دخل المسجد ونوى الاعتكاف الى ان يخرج يكون
اس روایت کے موافق کم کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے یہانتک کہ جو شخص مسجد مین آئے اور نکلنے تک اعتکاف کی نیت کرلے تو مسجد مین رہنے تک

معتكفا ما دام فيه ويحصل له ثواب المعتكفين فاذا خرج منه ينتهي اعتكافه وروى الحسن عن ابي حنيفة
معتکف ہو جائیگا اور اسکو اعتکاف کرنے والون کا سا ثواب ملیگا اور جب مسجد سے نکلیگا تو اُسکا اعتکاف ختم ہو جائیگا اور حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی

ان الصوم شرط الصحة فعلى هذه الرواية اقله يوم ثم الاعتكاف لا يصح الا في مسجد الجماعة له
کہ روزہ اعتکاف کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے پس اس روایت کی بناپر کم سے کم اعتکاف ایک دن ہے پھر اعتکاف سوا مسجد جماعت کے

امام ومؤذن يصلى فيه الصلوات الخمس بالجماعة لانه عبادة انتظار الصلوة فيختص بمكان
جسکا امام اور مؤذن مقرر ہو اور اسمین پنجوقتہ نماز جماعت سے ہوتی ہو درست نہیں ہوتا اسواسطے کہ اعتکاف نماز کے انتظار کی عبادت ہے سو ایسی جگہ سے مخصوص ہوگا

يصلى فيه ذلك [illegible] في مسجد بيتها اي في موضع صلاتها في بيتها ولا يخرج منه اذا اعتكفت
جہان وہ نمازین ہوتی ہون اور [illegible] اپنے گھر کی مسجد مین اعتکاف کرے یعنے اپنے گھر مین نماز پڑھنے کی جگہ مین اور اُس جگہ سے نہ نکلے جب وہان اعتکاف کرے

فيه وليس لها ان تعتكف في غير موضع صلاتها في بيتها وان لم يكن في بيتها موضع الصلوة لا يجوز لها
اور عورت کو یہ جائز نہیں کہ نماز کی جگہ کے سوا اپنے گھر مین کہین اور اعتکاف کرے اور اگر اُسکے گھر مین کوئی معین مقام نماز کے لیے نہو تو اُسکو گھر مین

الاعتكاف فيه ولا يخرج المعتكف من المسجد الا لحاجة شرعية كالجمعة او طبيعية كالبول والغائط واذا خرج
اعتکاف جائز نہیں اور معتکف مسجد سے نہ نکلے مگر صرف حاجت شرعی کے لیے جیسے نماز جمعہ یا حاجت طبیعی کے لیے جیسے پیشاب اور پاخانہ اور جب

لبول او غائط لا يمكث في منزله بعد الفراغ من الطهور ويخرج الى الجمعة حين زوال الشمس ان كان
پیشاب اور پاخانہ کے لیے باہر آئے تو طہارت سے فراغت کے بعد اپنے گھر مین نہ ٹھہرے اور نماز جمعہ کے لیے آفتاب ڈھلنے کے وقت نکلے اگر

معتكفا قريبا من الجامع بحيث لو انتظر زوال الشمس لا يفوته الخطبة وان كان تفوته الخطبة
مسجد جامع سے اتنا نزدیک معتکف ہو کہ اگر آفتاب ڈھلنے کا انتظار کرے تو خطبہ فوت نہو اور اگر خطبہ فوت ہوتا ہو

لا ینتظر زوال الشمس بل یخرج فی وقت یمکنه ان یاتی الجامع ویصلی اربع رکعات قبل الاذان الذی بین یدی

تو آفتاب ڈھلنے کا انتظار نہ کرے بلکہ ایسے وقت نکلے کہ جامع مسجد میں آکر چار رکعتیں اُس اذان سے پہلے جو منبر کے سامنے ہوتی ہے پڑھ سکے

المنبر وفی روایة ست رکعات رکعتان تحیة المسجد واربع سنة وبعد الجمعة یمکث بقدر ما یصلی اربع

اور ایک روایت میں ہے کہ چھ رکعتیں دو رکعت تحیة المسجد کی اور چار سنتیں اور بعد نماز جمعہ کے چار رکعتیں یا چھ رکعتیں پڑھنے کے مقدار ٹھہرے

رکعات او ست رکعات علی حسب اختلاف الاخبار الواردة فی النافلة بعد الجمعة ولا یمکث اکثر من ذلك

ان احادیث کے اختلاف کے موافق جو بعد جمعہ کے نفلوں کے بارہ میں وارد ہیں اور اس سے زیادہ نہ ٹھہرے

وان مکث لا یفسده ولو یوما او لیلة لکن لا یستحب له ذلك ولا یخرج لعیادة المریض ولا لصلوة الجنازة ولا

اور اگر دیر لگائے گا تو کچھ مضائقہ بھی نہیں ہے اگرچہ ایک دن رات ہو لیکن یہ اسکو مستحب نہیں اور بیمار پرسی کے لیے نہ نکلے اور نہ نماز جنازہ کے لیے اور نہ

لاداء الشهادة وهذا کله قول ابی حنیفة رح لان الخروج من المسجد بلا عذر ولو ساعة یفسد الاعتکاف عنده

گواہی دینے کے لیے اور یہ سب امام ابو حنیفہ رح کے قول ہیں اسواسطے کہ بلا عذر مسجد سے نکلنا اگرچہ ایک ساعت ہو اُنکے نزدیک اعتکاف فاسد کر دیتا ہے

وهو القیاس لان الخروج ینافی اللبث وما ینافی الشیء یستوی فیه القلیل والکثیر کالاکل فی الصوم والحدث

اور یہی قرین قیاس بھی ہے کیونکہ نکلنا اندر ٹھہرنے کے منافی ہے اور جو شے کسی شے کے خلاف ہو وہیں تھوڑا بہت سب برابر ہے جیسے روزہ میں کھانا اور طہارت

فی الطهارة وکذا اذا خرج ساعة بعذر المرض یبطل لان الخروج بعذر المرض من حیث انه لا یغلب وقوعه

میں حدث اور اسیطرح اگر ایک ساعت بیماری کے عذر سے نکلے تو بھی اعتکاف باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ بیماری کے عذر سے نکلنا اس خیال سے کہ یہ کبھی کبھی ہوتا ہے

لم یکن مستثنی عن الایجاب فصار کانه خرج من غیر عذر الا انه لا یاثم بالخروج بعذر المرض وکذا اذا خرج بغیر

وجوب سے مستثنی نہیں ہوگا تو گویا بلا عذر باہر نکل آیا لیکن اتنا ہے کہ بیماری کے عذر سے نکلنے میں گنہگار نہیں ہوتا اور ایسی ہی اگر

عذر ناسیا یبطل اعتکافه وکذا اذا انهدم المسجد وانتقل الی مسجد اخر او اخرجه السلطان کرها او اخرجه

بلا عذر بھول کر نکل آئے تو اعتکاف باطل ہو جاتا ہے اور ایسے ہی اگر مسجد گر پڑے اور معتکف دوسری مسجد میں اٹھ جائے یا اسکو حاکم زبردستی نکالدے یا قرض خواہ

الغریم او خرج هو وحبسه الغریم ساعة یبطل اعتکافه وقالا لا یفسد ما لم یخرج اکثر من نصف یوم وهو

نکالدے یا وہ خود نکلا اور قرض خواہ نے ایک ساعت پکڑ رکھا اعتکاف باطل ہو جائیگا اور صاحبین کہتے ہیں باطل نہوگا جبتک آدھے دن سے زیادہ نکلا نہ رہے یہ

اوسع للناس اذ لا بد لهم من الخروج لاقامة حوائجهم فلو لم یبح القلیل منه لوقعوا فی الحرج ولا حرج فی الکثیر

قول لوگوں کو بہت گنجایش کا ہے کیونکہ اپنے ضروری کاروبار کے لیے لوگوں کا نکلنا ضروری ہے پس اگر تھوڑی مدت مباح نہو تو ضرور تنگی میں پڑینگے اور کثیر

الذی هو اکثر من نصف یوم ویجوز للمعتکف ان یاکل ویشرب وینام ویبیع ویشتری فی المسجد من غیر احضار

یعنے آدھے دن سے زیادہ میں کوئی تنگی نہیں ہے اور معتکف کو جائز ہے کہ مسجد کے اندر کھائے اور پیے اور خرید و فروخت کرے بلا اسکے کہ مسجد میں بکری کا

السلعة فیه قال بعض العلماء المراد به ما لا بد منه کالطعام ونحوه واما اذا اراد ان یتخذه متجرا یکره له

اسباب لاکر رکھے بعضے علما کہتے ہیں کہ اس سے مراد ضروری امور ہیں جیسے کھانا وغیرہ اور اگر معتکف مسجد کو دوکان بنانا چاہے تو یہ مکروہ ہے

ذلك قال الزیلعی وهذا صحیح لانه منقطع الی الله تعالی فلا ینبغی له ان یشتغل فیه بامور الدنیا

زیلعی کہتا ہے کہ یہ قول صحیح ہے کیونکہ وہ سب سے الگ ہو کر اللہ سے لو لگا کے بیٹھا ہے تو اب لائق نہیں کہ مسجد کے اندر دنیاوی امور میں مشغول ہو

ویکره له الصمت والمراد صمت یعتقده عبادة وهو منهی عنه لکونه شریعة منسوخة ویلازم

اور معتکف کو خاموش رہنا مکروہ ہے اور اس سے وہ خاموشی مراد ہے جو عبادت سمجھکر ہو اور یہ منع ہے اسلیے کہ یہ طریقہ منسوخ ہے اور

قراءة القرآن والحدیث وعلم الدین وسیر النبی وقصص الانبیاء وحکایات الصالحین وکتابة امور الدین

قرآن کی تلاوت اور حدیث اور علم دین اور سیرت نبی اور صالحین کی حکایتوں اور امور دینی کے لکھنے پڑھنے کا شغل رکھے

واما التکلم بما لیس بخیر فانه مکروه لغیر المعتکف فی غیر المسجد فما ظنك للمعتکف فی المسجد ویحرم علیه

اور فضول بات منہ سے نکالنا تو بغیر اعتکاف کے مسجد سے باہر بھی مکروہ ہے چہ جائیکہ مسجد کے اندر معتکف کے لیے اور اسپر تو ہمیشہ حرام ہے

الوطي بقوله تعالى وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ وكذا دواعيه كاللمس والقبلة ويبطل
بوجہ اس ارشاد خداوندی کے اور مت لگو تم انسے جب اعتکاف مین بیٹھے ہو مسجدون مین اور ایسے ہی اسباب وطی کے جیسے چھونا اور بوسہ لینا اور وطی

الاعتكاف بالوطي مطلقا وبالدواعي ان انزل والا فلا ولو اراد ايجاب الاعتكاف على نفسه
مطلقاً اعتکاف باطل ہو جاتا ہے اور وطی کے اسباب سے اگر انزال ہو تب ورنہ نہین اور اگر اپنے اوپر اعتکاف واجب کرنا چاہے تو

ينبغي ان يذكر بلسانه ولا يكتفي بنية القلب لان النذر عمل اللسان فلا يكون الا به بخلاف النية فانها
زبان سے بھی کہنا چاہیے صرف دل کی نیت پر اکتفا نکرے اسواسطے کہ نذر ماننا زبان کا کام ہے اور زبان ہی سے ہو گی بخلاف نیت کے کہ یہ

عمل القلب ولو اعتكف رجل من غير ان يوجبه على نفسه ثم خرج لا شيء عليه في ظاهر الرواية
دل ہی کا کام ہے اور اگر کسی نے اعتکاف کیا بغیر اسکے کہ پہلے اپنے اوپر واجب کرتا پھر مسجد سے نکل گیا تو ظاہر روایتا مین اسپر کچھ لازم نہین

المجلس الثاني والثلثون في بيان صدقة الفطر واحكام العيدين وبيان البدع فيه

بتیسوین مجلس صدقۂ فطر کے بیان مین اور دونون عیدون کے احکام اور انکی بدعتون کے بیان مین

فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكوة الفطر طهرة للصائم من اللهو واللغو والرفث وطعمة للمساكين
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ فطر کی روزہ دار کو لہو اور لغو اور بدزبانی کی آلودگی سے پاک کرنے اور مساکین کی روزی کی غرض سے فرض فرمائی ہے

هذا الحديث من حسان المصابيح رواه ابن عباس وهو يدل على وجوب صدقة الفطر لان الفرض في
یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین سے ہے ابن عباسؓ اسکے راوی ہین یہ حدیث صدقۂ فطر کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ

اللغة بمعنى التقدير وفي الشرع بمعنى الايجاب ولفظ الشارع اذا دار بين المعنى الشرعي والمعنى اللغوي
لغت مین فرض کے معنے اندازہ کرنے کے ہین اور شرع مین واجب کرنے کے معنے ہین اور شارع کا کلام اگر معنی شرعی اور معنی لغوی کے درمیان

يتعين حمله على المعنى الشرعي ما امكن لان الغالب من حال النبي عليه السلام تعريف الاحكام دون
دائر ہو تو حتی الامکان شرعی معنون پر محمول ہوتا ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اکثر احکام شرعی بیان فرماتے تھے سوا

اللغات فعلى هذا يكون المعنى ان وجوب صدقة الفطر على الانسان لفائدتين احديهما كونها كفارة لخطايا
لغات کے تو اس بنا پر معنی حدیث کے یہ ہوئے کہ صدقہ فطر کا انسان پر واجب ہے دو فائدون کے لیے ایک تو اسکی خطاؤن کا کفارہ ہونا

وتطهيرا لهما صدر عنه في حال الصوم من اللهو واللغو الذين ليس في واحد منهما فائدة دينية او دنيوية ومن الرفث الذي
اور اس عمل سے اسکی پاکیزگی جو روزہ کی حالت مین اس سے ہوا ہو لہو اور لغو جنمین کوئی دینی دنیوی فائدہ نہین اور رفث سے

هو الكلام القبيح وما يضاهيه من الفاظ الجماع لان الحسنات يذهبن السيئات والثانية كونها قوتا للمساكين
یعنے کلام بد اور جو اسکے مانند الفاظ جماع مین سے ہین کیونکہ نیکیان برائیون کو دور کرتی ہین اور دوسرا فائدہ مساکین کی روزی کا سبب

حتى يكون الفقير في هذا اليوم كالغني في وجدان القوت وعدم الاحتياج الى السؤال لانه عليه السلام قال اغنوهم عن
یہان تک کہ اس دن فقیر بھی غنی کے مثل ہو جاتا ہے باعتبار قوت کے موجود ہونے اور سوال کی حاجت نرہنے کے کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا انکو

المسألة في مثل هذا اليوم واشار الى ان هذا اليوم انما يكون عيدا للفقراء اذا استغنوا فيه عن السؤال بحصول صدقة
سوال کرنے سے اسدن غنی کر دیا کرو اور یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ دن فقیرون ہی کے حق مین عید جب ہی ہے کہ تونگرون سے صدقہ پانے سے سوال کرنے کی

الاغنياء اليهم لان الاغنياء مكلفون بانفاق المال في سبيل الخير وسر ذلك التكليف ان المال محبوب الخلق وهم
حاجت نرہے اسواسطے کہ تونگرون کو راہ خیر مین مال خرچ کرنے کا حکم ہے اس حکم مین بھید یہ ہے کہ مال تمام خلقت کا محبوب ہے اور ہم انکو

مامورون بحب الله تعالى وقد ادعوا ذلك بنفس الايمان لان قولهم لا اله الا الله معناه انا قد علمنا واعتقدنا
محبت الٰہی کا حکم ہے اور وہ محض ایمان کی رو سے محبت کے مدعی ہین اسلیے کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے کے یہ معنے ہین کہ ہمنے جان لیا اور اعتقاد کر لیا

ان لا معبود ولا محبوب الا الله فالتزمنا عبادته ومحبته ولا نعبد ولا نحب الا اياه فجعل بذل المال معيارا
کہ ماسوا اللہ کے نہ کوئی معبود ہے اور نہ کوئی محبوب تو ہمنے اسکی عبادت اور محبت کو اپنے اوپر لازم کیا اور ہم اسکے سوا کسی کی عبادت نکرینگے نہ کسیکو محبوب سمجھینگے سو مال کا خرچ کرنا

لحبهم معهدا فالصدق فيهم من حيث ان جميع المحبوبات تبذل في سبيل المحبوب الذي غلب حبه في قلبه

انکی محبت کی علامت بتائی گئی اور انکی صداقت کی تصدیق ہو کیونکہ تمام محبوب چیزین ایسے محبوب کے واسطے جسکی محبت دل مین غالب ہو خرچ کر دی جاتی ہین

فمن بذل فهو من الذين صدقوا ما عاهدوا الله عليه ومن لم يبذل يكون من الذين يقولون بافواههم

پس جسنے خرچ کر دیا وہ اُن لوگون مین سے ہوا کہ جو اللہ سے عہد کیا تھا وہ سچا کر دکھایا اور جسنے نہ خرچ کیا وہ اُن لوگون مین ہوا جو زبانی باتین بناتے ہین جو

ما ليس في قلوبهم بل من اتبع هواه وجعله الها لنفسه حتى كأنه يعبده فان من يعمل بهوى نفسه لا يهوى

اُنکے دل مین نہین ہین بلکہ انہین جیسا جو اپنی خواہش نفس کے تابع ہین وہ اسی کو اپنا معبود بنا لیا ہو گویا اسی کی عبادت کرتا ہو کیونکہ جو اپنی ہوائے نفسانی پر عمل کرتا ہے

نفسه شيئا الا يرتكبه فيخالف مولاه ولهذا قال النبي عليه السلام ابغض اله عبد في الارض عند الله تعالى هو الهوى

تو اسکا نفس جو چاہتا ہو وہی کرتا ہو اور اپنے مولی کی خلاف کرتا ہو اسی واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدتر معبود کہ زمین پر پوجا گیا خدا ہی تعالی کے نزدیک ہوائے نفسانی ہے

فعلى هذا يجب على المكلف في هذا العيد عدة الاشياء الاول ترك المعاصي فان المعصية وان كان تركها لازما وواجبا

اس بنا پر اس عید مین مکلف پر کئی چیزین واجب ہین اول گناہون کا ترک کرنا کیونکہ گناہون کا ترک کرنا اگرچہ ہر وقت مین لازم اور واجب ہے

في جميع الازمنة الا ان تركها في بعض الازمان الزم واوجب لقوله تعالى ان عدة الشهور عند الله

لیکن بعضے وقت مین اور بھی زیادہ تر لازم اور واجب ہوتا ہے اس ارشاد الہی سے کہ بیشک گنتی مہینون کی اللہ کے نزدیک

اثنا عشر شهرا في كتاب الله يوم خلق السموات والارض منها اربعة حرم ذلك الدين القيم فلا

کتاب اللہ مین بارہ مہینے ہین جس دن آسمان و زمین پیدا کیے اُن مین چار حرمت والے ہین یہی دین سیدھا ہے سو اُن مین

تظلموا فيهن انفسكم يعني ان عدة الشهور القمرية التي عليها يدور كثير من الاحكام الشرعية في حكمه تعالى

ظلم نہ کرو اپنی جانون پر یعنے قمری مہینون کی گنتی جنپر بہت سے احکام شرعیہ کا دار و مدار ہے از روئے حکم الہی کے

اثنا عشر شهرا مثبتا في اللوح المحفوظ منذ خلق السموات والارض من تلك الشهور الاثنى عشر اربعة حرم

بارہ مہینے لوح محفوظ مین ثبت ہین جب سے کہ اللہ تعالی نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہو اُن بارہ مہینون مین سے چار معزز ہین

وهي ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب وكون هذه الشهور الاربعة المعينة حرما هو الدين المستقيم

اور وہ ذی قعدہ اور ذی حجہ اور محرم اور رجب اور ان چارون معین مہینون کا معزز ہونا یہی دین مستقیم

دين ابراهيم واسمعيل عليهما السلام فلا تظلموا فيهن انفسكم بهتك حرمتها وارتكاب المعاصي فيها

دین ابراہیم اور اسمعیل علیہما السلام کا ہو پس ان مہینون کی حرمت توڑ کر اور ان مین گناہ کر کے اپنی جانون پر ظلم مت کرو

فان العمل الصالح كما انه اعظم اجرا فيهن كذلك المعصية فيهن اعظم وزرا من المعصية في غيرهن وكذا

کیونکہ نیک کام جیسے کہ ان مہینون مین ثواب مین زیادہ تر ہو ایسے ہی انمین گناہ از روی عذاب کے نسبت اور مہینون کے زیادہ ہو اور ایسے ہی

المعصية في شهر رمضان ويوم الجمعة ويوم عرفة ولياليها وليلة القدر وايام العيدين ولياليهما اكثر

ماہ رمضان اور جمعہ کے دن اور عرفہ کے روز اور انکی راتون اور شب قدر اور دونون عید کے دن اور انکی راتون مین معصیت

وزرا لانه تعالى فضل هذه الازمنة بما خصها من العبادات التي تفعل فيها وجعل ثواب العبادات ونزول

باعتبار گناہ کے زیادہ ہے اسواسطے کہ اللہ تعالی نے ان اوقات کو فضیلت بخشی ہو کہ ان وقتون کو اُن عبادتون سے مخصوص فرمایا جو اُن مین کی جاتی ہین اور عبادات کا

الرحمة ووصول المغفرة فيها اكثر من غيرها رحمة لهذه الامة فمن لم يعرف هذه النعمة التي كانت عليه فيها

ثواب اور رحمت کا نزول اور مغفرت کا دینا بہ نسبت اور وقت کے اسمین اس امت پر ترحما زیادہ مقرر فرمایا پس جسنے اس رحمت کو نہ پہچانا جو ان وقتون مین اُسپر ہو

بل هتك حرمتها بارتكاب انواع الذنوب فيها فقد استحق ان يكون عذابه اشد وعقابه اعظم فعلى

بلکہ ان اوقات کی حرمت انمین طرح طرح کے گناہ کر کے کھو دی تو بیشک وہ اسکا مستحق ہو کہ اسکا عذاب سخت تر اور عقاب زیادہ تر ہو پس

المؤمن ان يعرف ما انعم عليه ويعظم ما عظمه الله تعالى حتى يكون عند الله عظيما وتعظيم هذه الاوقات

مومن کو لازم ہے کہ جو اسپر انعام ہوا ہو اسکو پہچانے اور جسکو اللہ نے عظمت دی اسکی تعظیم کرے تاکہ اللہ کے نزدیک وہ معظم ہو اور ان اوقات کی تعظیم

انما يكون بزيادة الاعمال الصالحات فيها فمن عجز عنها فاقل حاله في التعظيم ان يحترز عما يحرم عليه ويكره
صرف انہین نیک اعمال کی زیادتی سمجھے اور جو اس سے عاجز ہو تو پھر کم سے کم اسکی تعظیمی حالت یہ ہو کر اُن امور سے احتراز کرے جو اُسپر حرام اور مکروہ ہین

له فيترك البدع والمنكرات وما لا ينبغي له فيها من المنهيات وكثير من الناس في بعض هذه الازمان فقد
پس تمام بدعتین اور بری باتین سب کام جو اسکو ان اوقات مین زیبا نہین ممنوعات مین سے سب ترک کردے اور اس زمانے کے اکثر لوگون نے

اخذوا ضد هذا المعنى حيث كانوا يسارعون في ايام العيدين ولياليها الى اللهو واللعب وغيرهما من انواع
اسکے برخلاف اختیار کیا ہے کیونکہ ایام عیدین اور انکی راتون مین لہو ولعب وغیرہ طرح طرح کے گناہون کی طرف

السيئات بعضهم بالمباشرة وبعضهم بالمشاهدة مع ان للسيئة الواحدة عشر اشياء من الضرر على
دوڑتے ہین بعضے تو خود کرکے اور بعضے تماشائی بنکر حالآنکہ ایک گناہ کی دس مضرتین ہین اس بیان کے موافق

ما ذكره الفقيه ابو الليث في تنبيه الغافلين الاول سخاط خالقه بمخالفة امره والثاني تفريح ابليس الذي
فقیہ ابو اللیث نے تنبیہ الغافلین مین کہا ہے اول اپنے خالق کو ناراض کرنا اُسکے حکم کے خلاف کرکے دوسرے ابلیس کا خوش کرنا جو

هو عدوه وعدو الله تعالى والثالث بعده من الجنة والرابع قربه من جهنم والخامس جفاء من هو
اسکا اور خدا کا دشمن ہے تیسرے جنت سے اُسکی دوری چوتھے دوزخ سے نزدیکی پانچوین اسپر ظلم کرنا جو

احب اليه وهو نفسه والسادس تنجيس نفسه التي جعلها الله تعالى طاهرة والسابع ايذاء الحفظة الذين
سب سے زیادہ اسکا محبوب ہے اور وہ اپنی جان ہے چھٹے جان کا ناپاک کرنا جسکو اللہ تعالی نے پاک پیدا کیا ہے ساتوین محافظون کو ایذا دینا

لا يؤذونه والثامن احزان النبي عليه السلام في قبره والتاسع اشهاد الارض والليل والنهار على نفسه
جو اسکو ایذا نہین دیتے آٹھوین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف مین غمگین کرنا نوین زمین اور رات دن کو اپنی برائی پر گواہ بنانا

والعاشر خيانته لجميع الخلائق لان المطر يقل بالذنب فاذا كان حال من فعل سيئة واحدة هذا فما ذا يكون
دسوین تمام عالم کی بدخواہی کیونکہ گناہون کی شامت سے بارش کم ہوتی ہے پس جب ایک گناہ کرنے والے کا یہ حال ہے تو اس شخص کا

حال من يفعل فنونا من السيئات لا سيما في هذه الايام المباركات مع ان الخطباء ينادون على المنابر ويقولون
کیا حال ہوگا جو طرح طرح کے گناہ کرتا رہتا ہے خاصکر ان مبارک دنون مین باوجودیکہ واعظ لوگ منبرون پر منادی کرتے ہین اور کہتے ہین

ليس العيد لمن لبس الجديد انما العيد لمن امن الوعيد ليس العيد لمن تبخر بالعود انما العيد لمن تاب ولا
کہ عید اُسکی نہین ہے جو نئے کپڑے پہن لے عید تو اسی کی ہے جو وعید سے پناہ مین رہے عید اُسکی نہین ہے جو خوشبو مین بسے عید تو اُسی کی ہے جو توبہ کرکے

لا يعود ليس العيد لمن تزين بزينة الدنيا انما العيد لمن تزود بزاد التقوى ليس العيد لمن ركب المطايا
پھر نہ لوٹے عید اُسکی نہین جو دنیا کی زینت سے آراستہ ہو عید تو اُسی کی ہے جو توشہ تقوے سے توشہ لے عید اُسکی نہین جو اونٹنیون پر سوار ہو

انما العيد لمن ترك الخطايا ليس العيد لمن يبسط البساط انما العيد لمن جاوز الصراط وقد قال النبي عليه السلام
عید تو اسی کی ہے جسنے گناہ چھوڑ دے عید اُسکی نہین جو فرش فروش بچھائے عید تو اُسی کی ہے جو صراط پر سے گذر جائے اور بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہین

استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر وروي انه عليه السلام ادخل اصبعيه في اذنيه
کہ ملاہی کا سُننا معصیت ہے اور وہان کا بیٹھا رہنا فسق ہے اور اُس سے مزہ لینا کفر ہے اور روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاہی کی آواز سنکر کانون مین

عند سماعه وهم يسمعون امثال تلك الكلمات ولا يلتفتون اليها بل يدعون الاسلام ومحبة الله ورسوله
اُنگلیان دے لی تھین اور یہ لوگ اس قسم کے کلمات کو سنتے ہین اور اسکی کچھ پروا نہین کرتے بلکہ اسلام اور اللہ اور رسول کی محبت کا دعوی کرتے ہین

ومع هذا يخالفونهما في الاوامر والنواهي فيكون الحال مشكلا والحكام يتباعدون امتثال
اور باوجود اسکے تمام اوامر و نواہی مین اللہ و رسول کے خلاف کیے جاتے ہین یہ مشکل کی بات ہے اور حاکم وقت اس قسم کے ممنوعات کو

تلك المنهيات ولا يمنعون شيئا منها بل يساعدون فيها فمن كان باكيا فليبك على الاسلام وغربته
دیکھتے ہین اور کسی بات کو منع نہین کرتے بلکہ اونمین اور مدد دیتے ہین اب جو روئے تو چاہیے کہ اسلام اور اسکی غربت پر روئے

اذ قد عاد الاسلام غريبا كما بدأ غريبا نعم ان هذه الايام فرح وسرور لكن ينبغي ان يكون
کیونکہ اسلام اب ویسا ہی غربت مین ہوگیا جیسے غربت مین شروع ہوا تھا۔ ہان بیشک یہ دن فرح اور سرور کے ہین لیکن یون مناسب ہے کہ ایمین

اظهار الفرح والسرور فيها بما كان مباحا او مستحبا كالاغتسال والتطيب ولبس احسن الثياب المباح
خوشی اور سرور کا اظہار اُن امور سے ہو جو مباح یا مستحب ہون جیسے نہانا اور خوشبو لگانا اور اچھے اچھے مباح کپڑے پہننا

التي تكون جديدة او غسيلة على ما سيجئ لا بما كان حراما كلبس الحرير والخوض في الباطل لان العيد
کہ جو نئے ہون یا دھوئے ہوئے چنانچہ آگے آتا ہے نہ اُسسے جو حرام ہین جیسے حریر پہننا اور واہیات باتون مین گھسنا کیونکہ عید کو

انما سمي عيدا لانه تعالى يعود فيه على المؤمنين بالمغفرة والاحسان فيجب عليهم ان يجتنبوا المعصية
اسی لیے عید کہتے ہین کہ اللہ تعالے مومنون پر دوبارہ مغفرت اور احسان کرتا ہے تو انپر واجب ہے کہ معصیت

والطغيان حتى يكونوا من اهل السعادة والرضوان لا من اهل الشقاوة والخذلان فقد حكي عن بعض العارفين
اور سرکشی سے باز رہین تاکہ سعادت اور رضامندی کے لائق ہون نہ کہ بدبخت اور خذلان کے لئے بعض عارفون سے حکایت ہے

انه مر يوم العيد بقوم يلعبون ويضحكون فقال ان كان قد تقبل من هؤلاء لزمهم ان يشكروا وليس هذا فعل
کہ عید کے دن ایک قوم پر اُنکا گذر ہوا جو کھیل رہے تھے اور ہنستے تھے پس فرمایا اگر انکی عید مقبول ہوئی ہے تو انکو لازم ہے کہ شکر کرین اور یہ

الشاكرين وان كان لم تقبل منهم لزمهم ان يخافوا وليس هذا فعل الخائفين ثم ينبغي ان يعلم ان بعض الناس
شکر گزارون کے کام نہین اور اگر قبول نہین ہوئی تو لازم ہے کہ خدا کا خوف کرین اور یہ ڈرنے والون کے کام نہین ہین پھر جاننا چاہیے کہ بعضے لوگ

قد زعموا ان ضرب الدف والغناء يوم العيد جائز لما روي عن عائشة ان ابا بكر دخل عليها يوم العيد
زعم کرتے ہین کہ دائرہ بجانا اور گانا عید کے دن جائز ہے اُس حدیث سے جو حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اُنکے یہان عید کے دن آئے

وعندها جاريتان تغنيان بالدف ورسول الله عليه السلام متغش بثوبه فزجرهما ابو بكر فكشف النبي عم
اور اسوقت اُنکے پاس دو لڑکیان دف پر گاتی تھین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے ہوئے تھے پس ان لڑکیون کو ابوبکر نے جھڑکا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

وجهه فقال دعهما يا ابا بكر فان لكل قوم عيدا وهذا عيدنا فان هذا الحديث وان كان يدل على ما زعموا
نے منھ کھول کر فرمایا اے ابوبکر رہنے دو کیونکہ ہر قوم کی ایک عید ہے اور یہ ہماری عید ہے پس یہ حدیث اگرچہ اُنکے زعم پر دلالت کرتی ہے

لكن ليس كما زعموا اذ قد ذكر في نصاب الاحتساب ان هذا الحديث متروك غير معمول به لقوله تعالى ومن
لیکن ایسا نہین جیسا کہ اُنکا گمان ہے کیونکہ نصاب الاحتساب مین مذکور ہے کہ یہ حدیث متروک ہے اسپر عمل نہین اس قول خداوندی کیوجہ سے اور بعضے

الناس من يشتري لهو الحديث فان المراد من لهو الحديث على ما ذكر في معالم التنزيل عن ابن مسعود وابن عباس
وہ لوگ ہین جو کہ خریدتے ہین کھیل کی باتین کیونکہ مراد لہو الحدیث سے موافق اس بیان کے جو معالم التنزیل مین ابن مسعود اور ابن عباس

وعكرمة وسعيد بن جبير الغناء وما في معناه من المعازف والمزامير والمراد من الاشتراء اختياره والمعنى ان
اور عکرمہ اور سعید بن جبیر سے مروی ہے غنا ہے اور جو اُسکے مثل معازف ومزامیر ہین اور اشترا سے مراد ہے اختیار کرنا معنے یہ ہین کہ

بعضا من الناس يختار الغناء وما في معناه من المعازف والمزامير ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزوا اولئك
بعضے لوگ گانا اور جو اسکے مثل معازف ومزامیر کو اختیار کرتے ہین تاکہ بے سمجھے بوجھے اللہ کی راہ سے بہکا دین اور اسکو ہنسی کھیل بنا دین

اولئك لهم عذاب مهين فدلت الاية على تحريم الغناء وما في معناه من الملاهي ويدل على هذا ايضا ان
اُن ہی لوگون کو ذلت والا عذاب ہے پس یہ آیت غنا اور جو اُسکے مثل لہو کی چیزین ہین اُنکی حرمت پر دلالت کرتی ہے اور اسکی یہ بھی دلیل ہے کہ

عائشة بعد بلوغها لم ينقل عنها الا ذم الغناء والمعازف والثاني مما يجب على المكلف في هذا العيد صدقة الفطر فانها
حضرت عائشہ رضہ سے بعد بلوغ کے بجز غنا اور معازف کی برائی کے اور کچھ منقول نہین ہے اور دوسری جو اس عید مین بندہ مکلف پر واجب ہے صدقۂ فطر ہے کہ یہ

تجب على كل مسلم حر غني والغنى الذي هو شرط لوجوبها ان يملك نصابا او ما يكون قيمته نصابا فاضلا
ہر ہر مسلمان آزاد تونگر پر واجب ہے اور وہ غنا جو اُسکی وجوب کی شرط ہے یہ ہے کہ نصاب کا یا ایسی شے کا مالک ہو کہ جسکی قیمت نصاب کے برابر ہو لیکن

عن حاجتہ الاصلیۃ ولا یعتبر فیہ وصف النماء فمن کانت لہ دار لا یسکنہا فیواجرہا او لا یواجرہا تعتبر

حاجت اصلی سے زیادہ اور بڑھنے کا وصف اسمین معتبر نہیں پس جسکے پاس ایک گھر ہو کہ جسمین رہتا نہیں کرایہ پر دیتا ہو یا نہ دیتا ہو غنا کے باب مین اُسکی

قیمتہا فی الغنی وکذا اذا اسکنہا وفضل عن سکناہ شیٔ یعتبر قیمۃ الفاضل فی الغنی لان ما کان من حاجتہ الاصلیۃ

قیمت معتبر ہوگی اور ایسے ہی اگر اُسمین رہتا ہو اور سکونت سے کوئی طبقہ فاضل ہو تو اس فاضل کی قیمت اس غنا مین معتبر ہوگی حاجت اصلی مین ہونے کے لیے

لا بد ان یکون مشغولا بہا لا بما سیحتاج الیہ اذ ما من مال الا وقد یقع الحاجۃ الیہ فی وقت من الاوقات حتی

ضرور ہو کہ اُسکے برتاؤ مین ہو نہ یہ کہ آگے کو حاجت پڑیگی کیونکہ کوئی مال نہیں جسکی حاجت کبھی نہ کبھی نہ پڑے یہان تک کہ

لو کان فی دار بکراء فاشتری قطعۃ ارض بمائتی درھم وبنی فیہا دار الیسکنہا فہو غنی بہا لانہا فاضل عن حاجتہ

اگر کرایہ کے گھر مین رہتا ہو اور ایک قطعہ زمین کا دو سو درہم کو مول لے کر رہنے کے لیے گھر بنایا ہو تو اس گھر کی وجہ سے یہ غنی ہوگا کیونکہ اسوقت اُسکی حاجت

الحالیۃ وانما یحتاج الیہا فی المستقبل ومن کان لہ دار فیہا بیتان صیفی وشتوی لا یکون بہا غنیا

سے زائد ہے اُسکی حاجت تو زمانہ آیندہ مین ہوگی اور جسکے مکان مین دو قطعہ ہون ایک گرمی کا اور ایک جاڑے کا تو اس سے غنی نہیں ہوگا

ولو کان فیہا ثلثۃ بیوت یعتبر قیمۃ الثالث فی الغنی فصاحب الثیاب لا یکون غنیا بثلث دستجات

اور اگر اس مکان مین تین قطعہ ہون تو تیسرے کی قیمت غنا مین اعتبار کی جائے گی اور کپڑون کا مالک تین جوڑے کپڑے سے غنی نہیں ہوگا

احدہا للبذلۃ والثانیۃ للمہنۃ والثالثۃ للجمع والاعیاد وکذا بالفراشین وما زاد علی

ایک روزمرہ کا اور دوسرا کام کرنے کے وقت کا اور تیسرا جمعہ اور عید کے دنون کا اور ایسے ہی دو بچھونون سے اور

الدستجات الثلث من الثیاب وعلی الفراشین یعتبر قیمتہ فی الغنی والغازی بفرسین لا یکون

تین جوڑے اور دو بچھونون سے جو زیادہ ہوگا وہ غنی ہونے مین اُسکی قیمت اعتبار کی جائیگی اور غازی دو گھوڑون سے

غنیا وان کان لہ ثلثۃ افراس یعتبر قیمۃ احدہا فی الغنی وما زاد علی الواحد من الدواب لغیر الغازی

غنی نہیں ہوگا اور اگر اُسکے تین گھوڑے ہون تو ایک کی قیمت غنی ہونے مین اعتبار کیجائیگی اور ایک چوپایہ سے جو زیادہ ہوگا غازی کے سوا اور کے لیے

فرسا کان او حمارا للدہقان وغیرہ او الخادم الواحد یعتبر قیمتہ فی الغنی وکذا کتب التفسیر والحدیث

گھوڑا ہو یا گدھا کسان کے لیے یا اور کوئی یا ایک خادم سے زیادہ ہو تو غنی ہونے کے لیے اس زائد کی قیمت معتبر ہوگی اور ایسی ہی تفسیر اور حدیث

والفقہ لاہلہ ما زاد علی نسخۃ واحدۃ من روایۃ واحدۃ یعتبر قیمتہ فی الغنی وکذا ما زاد

اور فقہ کی کتابین اُنکی اہل کے لیے کہ جو ایک ایک نسخہ سے زیادہ ہو ایک روایت مین غنی ہونے مین اسکی قیمت معتبر ہوگی اور ایسے ہی جو

علی الواحد من المصاحف لمن یحسن القراءۃ یعتبر قیمتہ فی الغنی والزارع بثورین والۃ الحراثین

ایک قرآن سے زیادہ قاری کے پاس ہو تو غنا کے باب مین اُسکی قیمت معتبر ہے اور کسان دو بیلون اور کھیتی کے آلات سے

لا یکون غنیا وان کان لہ ثلثۃ ثیران یعتبر قیمۃ احدہا فی الغنی والبقرۃ الواحدۃ یعتبر قیمتہا فی الغنی

غنی نہیں ہوتا اور اگر تین بیل ہونگے تو ایک کی قیمت غنا مین معتبر ہوگی اور ایک گائے کی قیمت غنا مین معتبر ہوگی

والخباز اذا کان لہ حنطۃ او ملح یعتبر قیمتہا فی الغنی وکذا القصار اذا کان لہ اشنان او صابون یعتبر

اور نان پز کے پاس اگر گیہون یا نمک ہو تو اُنکی قیمت غنا مین معتبر ہوگی اور اسیطرح دھوبی اگر اُسکے پاس اشنان یا صابون ہو تو

قیمتہ فی الغنی ومن کان لہ قوت سنۃ یساوی نصابا ففیہ کلام والظاہر انہ لا یعد من الغنی ذکرہ قاضیخان

غنا مین قیمت اُسکی اعتبار کیجائیگی اور جسکو پاس ایک سال کا کھانا ہو جسکی قیمت نصاب کے برابر ہو تو اسمین گفتگو ہے اور ظاہر یہ ہے کہ غنی مین اُسکا شمار نہیں اُسکو قاضی خان نے

فی فتاواہ والمرأۃ اذا کانت لہا جواہر ولآلی تلبسہا فی الاعیاد وتتزین بہا للزوج یعتبر قیمتہا فی الغنی وکذا

اپنے فتاوی مین ذکر کیا ہے اور جس عورت کے پاس جواہر اور موتی ہون کہ عید کے روز پہنتی ہو اور خاوند کے لیے سنگار کرتی ہو تو غنا مین اُسکی قیمت معتبر ہوگی اور اسیطرح

ان کانت لہا دار تسکن فیہا مع زوجہا یعتبر قیمتہا فی الغنی ان قدر الزوج علی الاسکان وفی ما یتعلق بہذا النصاب

اگر عورت کی ملک مین گھر ہو جسمین اپنے خاوند کے ساتھ رہتی ہو اس گھر کی قیمت غنا مین معتبر ہوگی اگر خاوند گھر دینے کی قدرت رکھتا ہو اور اسی نصاب

حرمة اخذ الزكوٰة ووجوب صدقة الفطر والاضحية لان الغنى على ثلث واتب غنى يحرم عليه السؤال واخذ
زکوٰۃ لینے کی حرمت اور صدقۂ فطر اور قربانی کا وجوب متعلق ہے کیونکہ غنی تین قسم کے ہیں ایک وہ غنی جس پر سوال کرنا اور
الصدقة ويجب عليه صدقة الفطر والاضحية والزكوة وهو من يملك نصابا كاملا ناميا وغنى يحرم عليه
صدقہ لینا حرام ہے اور اسپر صدقۂ فطر اور قربانی اور زکوٰۃ واجب ہے اور یہ وہ ہے جو پوری نصاب نامی کا مالک ہو اور ایک وہ غنی ہے جسپر
السؤال واخذ الصدقة ويجب عليه صدقة الفطر والاضحية دون الزكوة وهو من يملك ما قيمته نصاب
سوال اور صدقہ لینا حرام ہے اور صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہے نہ زکوٰۃ اور یہ وہ ہے جو ایسی چیز کا مالک ہو جسکی قیمت نصاب کے برابر ہو
من غير ان يكون فيه نماء وغنى يحرم عليه السؤال لا اخذ الصدقة ولا يجب عليه شئ مما ذكر
بدون اس کے کہ اسمیں نمو ہو اور ایک وہ غنی ہے جس کو سوال تو حرام ہے نہ کہ صدقہ لینا اور
من صدقة الفطر والاضحية والزكوة وهو من يملك قوت يومه وما يستر عورته ثم الواجب عندنا
صدقۂ فطر اور قربانی اور زکوٰۃ جنکا ذکر ہوا کچھ واجب نہیں اور یہ وہ ہے جو ایک دن کے گزارہ کا اور بدن ڈھکنے کے کپڑے کا مالک ہو پھر جاننا کہ ہمارے مذہب میں
نصف صاع من بر او صاع من تمر او شعير والصاع ما يسع فيه الف واربعون درهما وهو صاع عمرؓ
گیہوں کا آدھا صاع واجب ہوتا ہے یا پورا صاع چھوہارے اور جو کا صاع وہ ہے جسمیں ایک ہزار چالیس درہم سما جائیں یہ صاع حضرت عمرؓ والا ہے
وكان قد فقد فاخرجه الحجاج ولذلك سمي حجاجيا والظاهر انه كان صاع رسول الله صلى الله عليه وسلم
اور یہ گم ہو گیا تھا اور حجاج نے نکالا تھا اسی ہی لیے صاع حجاجی اسکا نام ہوا۔ اور ظاہر یوں ہے کہ یہ صاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا
اذ كان عمرؓ لا يخالفه في شئ هذا اذا اعطى صدقة الفطر بالصاع ولو اعطاها بالوزن يجوز ايضا لان تقدير
کیونکہ حضرت عمرؓ کسی باب میں آپ کی مخالفت نہیں کرتے تھے یہ جب ہے کہ صدقۂ فطر صاع سے ناپ کر دے اور اگر صدقۂ فطر تول کر دے تو بھی جائز ہے کیونکہ
الصاع لما كان بالوزن جاز الاعطاء بالوزن والزبيب عند ابي حنيفةؒ كالبر وعندهما كالشعير وذكر في
صاع کا اندازہ جب وزن ہی سے ہے تو ادا کرنا بھی وزن سے جائز ہے اور مویز امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گیہوں کے مثل ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جو کی طرح اور
الجامع الصغير ان دقيق البر وسويقه كالبر الا ان العلماء قالوا الاولى ان يراعى فيهما القدر والقيمة احتياطا
جامع صغیر میں مذکور ہے کہ گیہوں کا آٹا اور اسکے ستو گیہوں کے مثل ہیں لیکن علما یوں کہتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ اسمیں اندازہ اور قیمت دونوں کا لحاظ کیا جائے احتیاطًا
لضعف الآثار الواردة فيهما والمعتبر في الخبز القيمة ولا يراعى فيه القدر اذ لم يرد فيه اثر والاصل في هذا
ان حدیثوں کے ضعف کی وجہ سے جو اس باب میں آئی ہیں اور روٹی میں قیمت کا اعتبار ہے اسمیں اندازہ کی رعایت نہیں اسواسطے کہ اس بارہ میں کوئی حدیث نہیں آئی
الباب ان ما هو منصوص عليه لا يعتبر فيه القيمة وانما يعتبر فيه القدر حتى لو ادى مكان نصف صاع
ہے اور قاعدہ صدقۂ فطر میں یہ ہے کہ اسمیں قیمت کا اعتبار نہیں یہانتک کہ اگر کسی نے گیہوں کے آدھے صاع کی جگہ آدھا صاع
بر نصف صاع من تمر لا يجوز وان كان قيمة التمر اكثر من قيمة البر واما ما ليس بمنصوص عليه فانما يلحق
چھوہارے کا ادا کر دیا تو جائز نہیں ہے اگرچہ چھوہاروں کی قیمت گیہوں سے بہت زیادہ ہو اور جو چیز صراحةً مذکور نہیں تو وہ قیمت کے اعتبار سے
بالمنصوص عليه باعتبار القيمة لا بالقدر وعن ابي يوسفؒ ان الدقيق اولى من البر لكونه اقرب الى المقصود
اسکے ساتھ ملحق کر دی جاتی ہے جنکا صراحةً ذکر ہے نہ کہ مقدار کے اعتبار سے اور ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ آٹا گیہوں سے بہتر ہے کیونکہ مقصود سے زیادہ قریب ہے
والدراهم اولى من الكل لكونها ادفع للحاجة وعلى المكلف الغني ان يعطي ما ذكر من القدر او القيمة
اور نقد سب سے بہتر ہے کیونکہ اس سے حاجتیں خوب پوری ہوتی ہیں اور مکلف غنی پر لازم ہے کہ اس اندازہ یا قیمت کو جسکا ذکر ہوا
عن نفسه وعن ولده الصغير ذكرا كان او انثى ان لم يكن للصغير مال حتى لو كان للصغير مال يؤديه
اپنی طرف سے اور اپنی اولاد نابالغ کی طرف سے لڑکا ہو یا لڑکی ادا کرے بشرطیکہ نابالغ کی ملک میں مال نہو یہانتک کہ اگر نابالغ کے پاس مال ہو تو
عنه ابوه او وصيه من ماله ولا يجب عليه صدقة ولده الكبير وان كان في عياله ولا صدقة زوجته
انکی طرف سے اسکا باپ یا وصی اسکے مال میں سے ادا کرے اور اولاد بالغ کی طرف سے صدقۂ فطر اسپر واجب نہیں اگرچہ اسکے عیال میں ہے اور نہ جورو کا فطرہ

ولو ادى عنهما بغير امرهما يجوز استحسانا لانه ماذون فيه عادة ويعطي عن مملوكه للخدمة ولو مدبرا
اور اگر انکی طرف سے انکے بے کہے ادا کردیا تو استحسانا جائز ہے کیونکہ عادۃً اسکی اجازت ہوتی ہے اور اپنے خدمتی غلام کیطرف سے بھی ادا کرے اگرچہ مدبر ہو

او ام ولد او كافرا ولا يعطي عن عبده للتجارة وعن مملوكه الابق فان عاد مملوكه عن الاباق بعد ما مضى
یا ام ولد ہو یا کافر اور غلام تجارت کی طرف سے دینا لازم نہیں ہے اور نہ بھاگے ہوئے غلام کی طرف سے پھر اگر غلام بھاگا ہوا عید کا دن

يوم الفطر كان عليه صدقة ما مضى ووقت وجوبها طلوع الفجر من يوم الفطر حتى ان من مات من مماليكه او
گذر جانے کے بعد واپس آیا تو اسپر گذشتہ فطرہ واجب ہے اور اسکے وجوب کا وقت یوم فطر کی صبح صادق ہے یہان تک کہ اسکے غلامون مین سے یا

اولاده قبله لا يجب صدقته وكذا لو ولد له ولد او ملك عبدا بعده لا يجب عليه صدقته ولو ولد له او ملك عبدا
اولاد مین سے صبح صادق سے پہلے جو مرجائے تو اسکا فطرہ واجب نہین اور اسی طرح بعد صبح صادق کے جو بچہ پیدا ہوا یا کسی غلام کا مالک ہوا تو صدقہ واجب نہین اور اگر صبح صادق سے پہلے بچہ پیدا ہوا یا غلام کا مالک ہوا

قبله كان عليه صدقته وكذا لو صار غنيا قبله وبعده لا والمستحب اداؤها قبل صلوة العيد ولا تسقط بتاخيرها
تو اسکا صدقہ واجب ہے اور ایسے ہی اگر پہلے غنی ہوگیا اور بعد مین ہوا تو نہین اور عید کی نماز سے پہلے اسکا ادا کرنا مستحب ہے اور دیر کرنے سے ساقط نہین ہوتا

وان افتقر وطال المدة لانها متعلقة بالذمة دون المال ويجوز تقديمها عن وقت وجوبها بلا تفصيل فيه
اگرچہ فقیر ہو جائے اور مدت دراز گذر جائے کیونکہ یہ مکلف کے ذمہ سے متعلق ہے مال پر نہین ہے اور صدقہ فطر وقت وجوب سے پہلے دیدینا صحیح مذہب مین بلا کسی تفصیل

بين مدة ومدة في الصحيح ويجب دفع فطرة كل شخص الى فقير واحد حتى لو فرقت الى فقيرين لا يجوز لان
کے مدت مین جائز ہے اور ہر ایک شخص کا فطرہ ایک ہی فقیر کو دینا واجب ہے حتی کہ اگر دو فقیرون کو تقسیم کردیگا تو جائز نہین کیونکہ

المنصوص عليه الاغناء لقوله عليه السلام اغنوهم عن المسئلة في مثل هذا اليوم ولا يستغني بما دون
نص صریح مین غنی کردینا ہے چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انکو سوال سے آج کے دن غنی کردو اور اس سے کم مین مستغنی نہین ہوتا

ذلك وقيل يجوز دفعها الى فقيرين لكن الاول اولى ويجوز دفع ما وجب على جماعة الى فقير لكن الاولى ان يكون
اور بعضے کہتے ہین کہ ایک فطرہ دو فقیرون کو بھی دینا جائز ہے لیکن اول مذہب بہتر ہے اور ایک جماعت کا فطرہ جو کہ ان پر واجب ہے ایک فقیر کو دینا جائز ہے لیکن اولی یہ ہے کہ

الدفع بدفعات لا دفعة واحدة لان نصف الصاع من ادنى المقادير بمنع النقصان لا الزيادة فاذا وقع
کئی دفعہ کرکے دے ایک ہی دفعہ نہ دیدے کیونکہ آدھا صاع کم سے کم مقدار ہے کہ ممانعت کی گئی ہے نہ زیادتی کی سو جب دینے مین

التفريق في الدفع يكون الفقير في الدفعة الثانية في حكم مسكين اخر ولا يجوز دفعها الى اصوله وفروعه ومماليكه
الگ کردیا تو وہی فقیر دوسری دفعہ مین حکماً اور مسکین ہے اور صدقہ فطر کا اپنے اصل یعنی مان باپ وغیرہ کو اور اپنے فروع یعنے بیٹا بیٹی کو اور اپنے غلامون کو

وغيرهم ممن لا يجوز دفع الزكوة اليهم ويجوز صرفها الى فقراء اهل الذمة لكن يكره بخلاف الزكوة حيث لا يجوز
اور انکے علاوہ جن جن کو زکوۃ کا دینا نا جائز ہے جائز نہین اور ذمی فقیرون کو دینا جائز ہے لیکن مکروہ ہے برخلاف زکوۃ کے کیونکہ زکوۃ کا دینا انکو جائز نہین

دفع الزكوة اليهم الثالث مما يجب على المكلف في هذا العيد الصلوة وقبل الصلوة يستحب للرجل السواك
تیسری چیز جو اس عید مین مکلف پر واجب ہے نماز ہے اور نماز سے پہلے مرد کو مستحب ہے مسواک کرنا

والاغتسال والتطيب ولبس احسن الثياب المباحة بان يكون جديدا او غسيلا لا حريرا فانه حرام
اور نہانا اور خوشبو لگانا اور اچھے مباح کپڑے پہننا اس طرح کہ نئے ہون یا دھوئے ہوئے ہون ریشمی نہون کیونکہ یہ مردون پر

على الرجال حتى الصبيان لكن الاثم على من البسهم والافطار بالحلو واداء صدقة الفطر وصلوة الغداة
حرام ہے حتی کہ بچون کو بھی لیکن اسکا گناہ اسپر ہے جو انکو پہنائے اور شیرینی کھانا اور صدقہ فطر ادا کرنا اور نماز صبح کی

في مسجد حيه والتبكير وهو سرعة الانتباه والابتكار وهو المسارعة الى المصلى والتوجه اليه ماشيا
مسجد محلہ مین اور تبکیر یعنے جلد مستعد ہونا اور ابتکار یعنے عیدگاہ کی طرف جلد روانہ ہونا اور پیادہ پا جانا

والرجوع من طريق اخر ثم الخروج الى الجبانة سنة وان وسعهم الجامع لكن يستخلف الامام من
اور دوسری راہ سے لوٹنا پھر عیدگاہ جانا مسنون ہے اگرچہ جامع مسجد مین سب کی گنجائش ہو لیکن امام کسی کو اپنا خلیفہ کردے جو

يصلي في المصر بالضعفاء والمرضى بناء على ان صلوة العيد في الموضعين جائزة بالاتفاق بخلاف الجمعة
جو شہر کے اندر ناتوانون اور بیمارون کو نماز پڑھائے اس بنا پر کہ عید کی نماز ایک شہر مین دو جگہ بالاتفاق جائز ہے بخلاف جمعہ کے

فانها جامعة للجماعات والتفرق ينافيه ويستحب التكبير في طريق المصلى لكن عند ابي حنيفة لا يجهر به
کہ وہ جماعتون کا جامع ہے اور تفرقہ اسکے منافی ہے اور عیدگاہ کے راستے مین تکبیر پڑھنا مستحب ہے لیکن امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک پکار کے نہ پڑھے

في هذا العيد وعندهما يجهر به وهو رواية عنه ايضا وعن ابي جعفر انه قال لا ينبغي ان يمنع
اس عید مین اور صاحبین رح کے نزدیک پکار کر کہے یہ بھی امام ابو حنیفہ رح سے ایک روایت ہے اور ابو جعفر رح سے روایت ہے کہ فرمایا عام لوگون کو اس سے منع نہ کرنا

العامة عن ذلك لقلة رغبتهم في الخيرات فعلى هذا كان الاولى بهم ان يكبروا لكن لا على هيأة
چاہیے کیونکہ نیک کامون کی رغبت انکو کم ہوتی ہے تو اس بنا پر بہتر ہے کہ تکبیر پڑھا کرین لیکن نہ سب

الاجماع والاتفاق في الصوت ومراعات الانغام فان ذلك كله حرام بل يكبر كل واحد بنفسه واذا
ملکر اور آواز ملاکر راگنی کی رعایت کر کے کیونکہ یہ سب حرام ہے بلکہ ہر ایک خود تکبیر پڑھے اور جب

بلغ المصلى قطع التكبير وروي عن ابي موسى الرضا انه يكبر في كل عشر خطوات مرة حتى يبلغ الجبانة
عیدگاہ مین جا پہونچے تو تکبیر موقوف کرے اور ابو موسی رضا سے روایت ہے کہ وہ ہر دس قدم پر ایک بار تکبیر پڑھتے تھے یہان تک کہ عیدگاہ پہونچ جاتے

ولو توجه الرستاقي الى المصلى البلد من فرسخ ونحوه يبدأ بالتكبير اذا طلع الفجر ثم اذا دخل وقت الصلوة
اور اگر کوئی گرد و نواح کا رہنے والا رات کو عیدگاہ کوس بھر یا کم زیادہ فاصلے سے چلے تو صبح صادق سے تکبیر پڑھنا شروع کرے پھر جب نماز کا وقت آ جائے

وخرج وقت الكراهة بارتفاع الشمس يصلي الامام بالناس ركعتين بلا اذان ولا اقامة يكبر اولا للافتتاح
اور وقت مکروہ آفتاب بلند ہونے سے چلا جائے تو امام لوگون کے ساتھ دو رکعت بدون اذان اور تکبیر کے پڑھے پہلے تکبیر تحریمہ کہے

ثم يضع يديه تحت سرته ثم يثني ثم يكبر ثلث تكبيرات يفصل بين كل تكبيرة بقدر ثلث تسبيحات لانها
پھر دونون ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لے پھر سبحانک اللہم پڑھے پھر تین دفعہ تکبیر کہے ہر ہر تکبیر کے بیچ مین بقدر تین تسبیح کے فرق رکھے کیونکہ

تقام بجمع عظيم فبالموالاة يشتبه على من كان بعيدا ويرفع يديه عند كل واحدة من تلك
یہ نماز بڑی مجمع سے پڑھی جاتی ہے پے در پے کہنے مین دور کے آدمیون کو اشتباہ ہوگا اور ہر ہر تکبیر کے ساتھ تینون تکبیرون مین دونون ہاتھ اٹھائے

التكبيرات الثلث ويرسلهما في اثنائهن ثم يضعهما تحت سرته بعد الثالثة ويتعوذ ويسمي ثم يقرأ
اور بیچ مین دونون ہاتھ چھوڑ دے پھر بعد تیسری بار کے ناف کے تلے باندھ لے اور اعوذ باللہ پڑھے اور بسم اللہ پڑھکر سورہ

الفاتحة وسورة ثم يكبر ويركع فاذا قام الى الركعة الثانية يبدأ بالقراءة ثم يكبر بعدها ثلثا يفصل بينهن
فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے پھر اللہ اکبر کہکر رکوع کرے پھر جب دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو قرارت شروع کرے پھر بعد اسکے تین بار کہے انکے بیچ مین فاصلہ رکھے

بقدر ما ذكرنا ويرفع يديه ويرسلهما عند كل تكبيرة وليس هنا وضع ثم يكبر ويركع فيكون تكبيرات
جس قدر ابھی ذکر ہوا ہے اور ہر تکبیر پر دونون ہاتھ اٹھائے اور چھوڑ دے اسوقت مین ہاتھ کا باندھنا ثابت نہین ہے پھر تکبیر کہکر رکوع کرے پس تکبیرین

الركعتين تسعا ثلث منها اصليات تكبيرة الافتتاح وتكبيرتان للركوع وستة منها زوائد ثلث في الركعة
دونون رکعتون کی نو ہوئین تین تو انمین سے اصلی ہین ایک تکبیر تحریمہ اور دو تکبیرین رکوع کی اور چھ ان مین سے زائد ہین تین پہلی رکعت مین

الاولى قبل القراءة وثلث في الركعة الثانية بعد القراءة ولو نسي التكبير في الركعة الاولى حتى قرأ بعض
قرارت سے پہلے اور تین دوسری رکعت مین قرارت کے بعد اور اگر پہلی رکعت مین تکبیر کہنا بھول گیا یہان تک کہ بعض

الفاتحة او كلها ثم تذكر يكبر ويعيد الفاتحة وان تذكر بعد قراءة الفاتحة والسورة يكبر ولا يعيد القراءة
یا کل سورہ فاتحہ پڑھ لی اسکے بعد یاد آئے تو اب تکبیر کہے اور فاتحہ کو دوبارہ پڑھے اور فاتحہ اور دوسری سورت پڑھنے کے بعد یاد آئی تو تکبیر کہہ لے اور قرارت کو دوبارہ نہ پڑھے

لانها تمت وبعد التمام لا يقبل النقص بالاعادة بخلاف الاول والثاني فانها لم تتم فيهما فصار كأنه
اس واسطے کہ قرارت پوری ہوگئی اور پوری ہونے کے بعد لوٹا کر نقص کرنے کی قابلیت نہین برخلاف پہلی صورت اور دوسری صورت کے کیونکہ قرارت دونون صورتون مین پوری نہین ہوئی پس گویا

لو يشرع فيها فيعيدها رعاية للترتيب ثم يخطب بعد الصلوة خطبتين يبدأ فيهما بالتكبير ويفصل بينهما
قراءت کو شروع ہی نہین کیا پس ترتیب کی رعایت سے لوٹائے پھر امام نماز کے بعد دو خطبہ پڑھے دونون خطبہ تکبیر سے شروع کرے اور دونون خطبون مین

بجلسة خفيفة مقدارها ان يستقر كل عضو منه في موضعه ويسن فيهما ما يسن في خطبة الجمعة
ایک جلسۂ خفیف سے فصل کرے جسکی مقدار یہ ہے کہ ہر جوڑ توڑ بدن کے اپنی اپنی جگہ پر درست ہو جائین اور اس خطبہ مین وہ باتین مسنون ہین جو جمعہ کے خطبہ مین مسنون ہین

ويكره فيهما ما يكره فيها وفي هذه العيد يعلم فيهما احكام صدقة الفطر ومن لم يدرك صلوة العيد مع الامام
اور وہی باتین مکروہ ہین جو اُس مین مکروہ ہین اور اس عید یعنی عید الفطر مین خطبہ کے اندر فطرہ کے احکام بتائے اور جو عید کی نماز امام کے ساتھ نہ پاوے

لا يقضيها ومن ادرك الامام في الركوع كبر للافتتاح قائما لان تكبيرة الافتتاح شرع في القيام المحض ثم
اسکی قضا نہ کرے اور جو امام کو رکوع مین پائے تو تکبیر تحریمہ حالت قیام مین کہے کیونکہ تکبیر تحریمہ صرف قیام ہی مین مشروع ہے پھر

للعيد ان ظن انه يدرك الامام في الركوع لان المحل الاصلي لتكبيرات العيد القيام المحض وان خاف فوت
عید کی تکبیرین کہے اگر جانتا ہو کہ رکوع مین امام کے ساتھ ملجائیگا اسلیے کہ اصلی جگہ عید کی تکبیرون کی محض قیام ہی ہے اور اگر

الركوع مع الامام يكبر للركوع ويركع ثم يكبر تكبيرات العيد في الركوع لانها واجبة والاشتغال بها اولى
امام کے ساتھ رکوع نہ ملنے کا خوف ہو تو بعد تکبیر تحریمہ کی تکبیر رکوع کی کہکر رکوع مین چلا جائے پھر رکوع مین تکبیرین عید کی کہے اسلیے کہ یہ واجب ہین اور انکا ادا کرنا اولی ہے

ويترك تسبيحات الركوع لكونها سنة ولا يرفع يديه في الركوع لان الرفع سنة ووضع الكف على الركبة سنة
اور تسبیحات رکوع کی چھوڑ دے کیونکہ سنت ہین اور رکوع مین دونون ہاتھ نہ اٹھائے کیونکہ رفع یدین سنت ہے اور ہاتھون کا گھٹنون پر رکھنا بھی سنت ہے

ايضا ولا وجه لاشتغال سنة فيه ترك سنة اخرى واذا رفع الامام رأسه فيسقط عنه ما بقي من التكبيرات
اور ایسی سنت ادا کرنے کی کوئی وجہ نہین جسمین دوسری سنت کا ترک ہوتا ہو اور جب امام رکوع سے سر اٹھائے تو اسکے ذمہ سے بقیہ تکبیرین عید کی ساقط ہو جاتی ہین

فلا يتمها في الركوع ولا في القومة بل يبادر في متابعة الامام لانها فرض فلا يترك للواجب ولو ادرك الامام
اب اُس تکبیر کو رکوع مین پوری نہ کرے اور نہ قومہ مین بلکہ امام کی متابعت مین عجلت کرے کیونکہ متابعت فرض ہے لہذا واجب کے لیے ترک نہین کیجا سکتی اور اگر امام کو

في القومة لا يكبر فيها لانه يقضي تلك الركعة مع التكبيرات ومن فاتته ركعة اذا قام الى قضاء ما سبق يبدأ
قومہ مین پایا تو اسمین تکبیر عید کی نہ کہے کیونکہ اس رکعت کو مع تکبیرات قضا کریگا اور جسکی ایک رکعت جاتی رہی تو جب فوت شدہ کو قضا کرنے کھڑا ہو تو اول

بالقراءة ثم يكبر بعدها تكبيرات العيد ويركع ولو ادرك الامام في التشهد او بعد السلام في سجدة السهو فانه يقوم
قراءت شروع کرے پھر اسکے بعد تکبیرین عید کی کہے پھر رکوع مین جائے اور اگر امام کو التحیات مین پایا یا سلام کے بعد سہو کے سجدہ مین تو کھڑا ہو کر

ويصلي باتيان التكبير في محلها ويستحب تاخير الصلوة في هذا العيد وتعجيلها في عيد الاضحى وفي القنية تقدم
تکبیرات عید کو اپنے ٹھکانے پر کہہ کے نماز پڑھے اور اس عید کی نماز مین کچھ دیر کرنا اور بقرعید مین جلدی کرنا مستحب ہے اور قنیہ مین ہے کہ

صلوة العيد على صلوة الجنازة اذا اجتمعا وصلوة الجنازة على الخطبة وفي البزازية اذا اجتمع العيد
جنازہ اور عید کی نماز اگر جمع ہو جائین تو عید کی نماز نماز جنازہ پر مقدم کرینگے اور نماز جنازہ کو خطبہ پر اور بزازیہ مین ہے اگر عید

والكسوف يقدم العيد لانه واجب كما يقدم على الجنازة لكون وجوبه عينا ووجوب الجنازة كفاية
اور نماز کسوف جمع ہو جائین تو عید کی نماز مقدم ہے کیونکہ وہ واجب ہے جسطرح کہ جنازہ کی نماز پر مقدم ہے کیونکہ عید کی نماز کا وجوب عینی ہے اور جنازہ کی نماز کا وجوب کفایہ ہے

ويكره التنفل في المصلى قبل صلوة العيد وبعدها للامام وغيره وان غم هلال الفطر وشهدوا بعد الزوال
اور عیدگاہ مین نفلین پڑھنی مکروہ ہین نماز عید سے پہلے اور بعد نماز عید کے بھی امام وغیرہ سب کو مکروہ ہین اور اگر ہلال عید پر گھٹا چھا جائے اور گواہ ہون دوپہر ڈھلے

عند الامام برؤية الهلال فانه يصلي بالناس صلوة العيد من الغد لان هذا تاخير بعذر وقد روى
امام کے پاس چاند دیکھنے کی گواہی دی تو اب امام عید کی نماز لوگون کو اگلے دن پڑھائے کیونکہ یہ تاخیر عذر سے ہے اور روایت ہے

ان قوما شهدوا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الزوال برؤية الهلال فامر النبي عليه السلام
کہ ایک قوم نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین دوپہر ڈھلے چاند دیکھنے کی گواہی دی تھی تو نبی علیہ السلام نے

بالخروج الی المصلی من الغد واما التاخیر بغیر عذر فلا یجوز فان حدث عذر یمنع من الصلوة بعد الغد

کل عید گاہ جانے کا حکم فرمایا اور بلا عذر تاخیر جائز نہین ہے اور اگر ایسا کوئی عذر پیش آگیا کہ اگلے دن بھی نماز سے مانع ہوا

لا یصلی بعده لان الاصل فیها ان لا یصلی فی الیوم الثانی ایضا لکون یوم الفطر واحدا لکن قد ورد الحدیث

تو اب اسکے بعد نماز نہ پڑھین کیونکہ اصل عیدین یہی تھا کہ اگلے دن بھی نماز نہ پڑھین کیونکہ یوم فطر ایک ہی ہے لیکن حدیث شریف

بالتاخیر الی الیوم الثانی عند العذر فیبقی ما وراءه علی قضیة القیاس ثم ینبغی ان یعلم ان رؤیة

عذر کے وقت دوسرے دن تک تاخیر کی آگئی ہے سوا اسکے ماسوا مقتضاے قیاس پر باقی رہے گا پھر جاننا چاہیے کہ

الهلال وان کان سببا لوجوب الصوم والفطر لقوله علیه السلام صوموا لرؤیته وافطروا

چاند دیکھنا اگرچہ روزہ اور افطار کے وجوب کا سبب ہے نبی علیہ السلام کے اس ارشاد سے کہ روزہ رکھو چاند دیکھکر اور افطار کرو

لرؤیته لکن العمل به لا یلزم الا بعد قضاء القاضی ولهذا یلزم المراجعة الیه ثم انه اذا کان فی السماء

چاند دیکھکر لیکن اس حدیث پر بلا حکم قاضی کے عمل واجب نہین اسلیے قاضی کے پاس جانا ضروری ہے پھر سمجھو کہ اگر آسمان

علة سواء کان غیما او دخانا او بخارا او غبارا او نحو ذلک لا یقبل فی هلال الفطر الا شهادة رجلین

صاف نہو خواہ ابر ہو یا دھوان یا گرد و غبار یا مثل اسکے تو ہلال فطر مین گواہی مقبول نہین ہان مگر دو مردون

او رجل وامرأتین کما یشترط فیه العدد یشترط الحریة والعدالة ولفظ الشهادة لتعلق حق العباد به لانهم

یا ایک مرد اور دو عورتون کی اور جیسے یہ عدد اسمین شرط ہے ایسی ہی آزاد ہونا اور عادل ہونا اور لفظ شہادت بھی شرط ہے اس حق العباد متعلق ہونے کی وجہ سے اسلیے کہ وہی

ینتفعون به فیثبت بما یثبت به سائر حقوقهم بخلاف هلال رمضان فانه المتعلق به حق الشرع وهو

اس سے نفع اٹھاتے ہین لہذا اسی دلیل سے ثابت ہوگا جس سے انکے اور حقوق ثابت ہوتے ہین برخلاف ہلال رمضان کے کیونکہ اس سے صرف حق شرع متعلق ہے اور وہ

الصوم فیکتفی فیه بخبر الواحد العدل حرا کان او عبدا ذکرا کان او انثی واما اذا لم یکن فی السماء علة فلا یقبل

روزہ ہے پس اسمین ایک شخص عادل کی خبر کافی ہے آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت ہان اگر آسمان مین کوئی خرابی نہو تو اب

شهادة الواحد فی هلال رمضان ولا شهادة الاثنین فی هلال الفطر وانما تقبل شهادة جماعة یقع العلم بخبرهم

گواہی ایک شخص کی رمضان کے چاند مین مقبول نہین اور نہ گواہی دو شخصون کی عید الفطر کے چاند مین اب جماعت کثیر کی گواہی مقبول ہوگی جنکی خبر سے یقین آجائے

واختلفوا فی مقدار ذلک فقیل لا بد من اهل محلة وقیل لا بد من خمسین رجلا وعن محمد لا بد ان یتواتر الخبر

اور اسکی مقدار مین اختلاف ہے بعض کہتے ہین ضرور ہے کہ ایک محلہ والے ہون اور بعض کہتے ہین پچاس مرد ہونا چاہیے اور امام محمد سے روایت ہے کہ

من کل جانب والصحیح انه مفوض الی رأی الحاکم لان المراد بالعلم الحاصل بخبرهم العلم الشرعی الموجب

ہر طرف سے خبر لگاتار آنا ضرور ہے اور صحیح یہ ہے کہ اسکا حوالہ حاکم کی رائے پر ہے کیونکہ علم سے مراد جو انکی خبر سے حاصل ہو علم شرعی ہے جو عمل واجب کردنے

للعمل وهو غلبة الظن لا العلم بمعنی التیقن ومن رأی هلال الفطر وحده وشهد عند القاضی ولم یقبل

یعنے ظن غالب علم یقینی مراد نہین اور اگر کسی نے عید کا چاند اکیلے دیکھا اور قاضی کے روبرو گواہی دی اور اسکی

شهادته فانه یصوم ولا یفطر وان افطر یقضی ولا کفارة علیه ولو رأی الامام هلال الفطر وحده لا یفطر

گواہی مقبول نہوئی تو وہ روزہ رکھے اور افطار نکرے اور اگر افطار کیا تو قضا کرے اور اسپر کفارہ نہین اور اگر فقط امام نے عید کا چاند دیکھا تو افطار نکرے

ولا یخرج لصلوة العید ومن رأی هلال الفطر وقت العصر فظن انقضاء مدة الصوم فافطر قال فی المحیط اختلفوا

اور نہ عید کی نماز کو جائے اور اگر کسی نے عید کا چاند عصر کے وقت دیکھکر خیال کیا کہ مدت روزونکی تمام ہوگئی اور روزہ افطار کرڈالا محیط مین ہے کہ بابت

فی وجوب الکفارة والاکثر علی الوجوب ولو ان اهل بلدة رأوا هلال رمضان صاموا تسعة وعشرین یوما

وجوب کفارہ کے اختلاف ہے اکثر فقیہ کفارہ واجب بتاتے ہین اور اگر ایک شہر والون نے رمضان کا چاند دیکھکر انتیس روزہ رکھے تھے

فشهد جماعة عند القاضی فی الیوم التاسع والعشرین ان اهل بلدة کذا رأوا هلال رمضان فی لیلة

کہ ایک گروہ نے انتیسوین تاریخ قاضی کے پاس گواہی دی کہ فلان شہر والون نے رمضان کا چاند فلانی شب مین

كن اقبلكم بيوم فصاموا وهذا اليوم يوم الثلثين من رمضان واهل هذه البلدة لم يروا الهلال في تلك الليلة
تم سے ایک دن پہلے دیکھ کر روزے رکھے ہین اور آج رمضان کا تیسوان دن ہے فقط اور اس شہر والون نے اُس شب چاند نہین دیکھا تھا
والسماء مصحية لا يباح لهم الفطر غدا ولا يترك التراويح لان هذه الجماعة لم يشهدوا بالرؤية ولا على
حالانکہ آسمان صاف تھا تو اُن لوگون کو اگلے دن افطار کرنا مباح نہین اور نہ تراویح ترک کی جائے کیونکہ اس جماعت نے چاند دیکھنے کی گواہی نہین دی ہے اور نہ
شهادة غيرهم وانما حكوا رؤية غيرهم واما لو كان شهدوا عند القاضي ان قاضي بلدة كذا شهد
اورون کی گواہی پر گواہی دی صرف اورون کی رویت نقل کی ہے البتہ اگر قاضی کے سامنے یہ گواہی دیتے کہ فلان شہر کے قاضی کے
عنده شاهدان برؤية الهلال في ليلة كذا وقضى ذلك القاضي بشهادتهما جاز لهذا القاضي ان
سامنے دو گواہون نے فلانی شب چاند دیکھنے کی گواہی دی تھی اور اس قاضی نے انکی گواہی کے موافق حکم دیدیا تو اب اس قاضی کو بھی جائز ہوتا کہ
يقضي بشهادتهم لان قضاء القاضي الاول حجة فيجوز العمل به يسرنا الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه و
انکی گواہی کے موافق حکم دے اسلیے کہ پہلے قاضی کا حکم حجت ہے تو اُسپر عمل جائز ہے اللہ تعالی ہمپر اپنی رضا کے موافق اعمال اپنے لطف اور کرم سے آسان کرے اور
كرمه آمين يا معين

المجلس الثالث والثلثون في بيان فضيلة صوم شوال

قبول کرلے اے مدد کرنے والے — تینتیسوین مجلس روزہ ماہ شوال کی فضیلت کے بیان مین

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے رمضان کے روزے رکھے پھر اُسکے پیچھے چھ شوال کے تو ایسا ہے جیسے تمام سال کے روزے یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے راوی اسکے ابو ہریرہؓ
وابو ايوب الانصاري وانما كان ذلك كصيام الدهر لان الحسنة تضاعف بعشر امثالها فمن صام رمضان
اور ابو ایوبؓ انصاری ہین اور یہ ایک سال کے روزون کے برابر اسلیے ہین کہ حسنات دس گونہ زیادہ کیے جاتے ہین لہذا جسنے رمضان کے روزے رکھے
يصير كانه صام عشرة اشهر ثم اذا صام بعده ستة ايام من شوال يصير كانه صام شهرين
تو ایسا ہوا کہ گویا دس مہینے کے روزے رکھے پھر جب بعد اسکے شوال کے چھ روزے رکھے تو ایسا ہوا گویا دو مہینے کے روزے رکھے
فيكون المجموع كاثني عشر شهرا فان قيل يفهم من هذا الكلام ان المراد من الدهر السنة لكن استعمال
تو سب مجموعہ گویا بارہ مہینے کے مثل ہوا اگر کوئی کہے کہ اس کلام سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دہر سے مراد سال ہے لیکن
الدهر بمعنى السنة غير متعارف في كلامهم بل هو عند اهل اللغة يطلق على الابد وقد اتفق
دہر کا استعمال سال کے معنون مین کلام عرب مین متعارف نہین بلکہ اہل لغت کے نزدیک اسکا اطلاق ہمیشگی پر آتا ہے اور
ابو حنيفة وصاحباه على ان الدهر المعرف باللام يكون للعمر فالظاهر ان يحمل على مدة العمر
امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کا اسپر اتفاق ہے کہ دہر کا لفظ الف لام کے ساتھ بمعنے عمر ہوتا ہے لہذا ظاہر یہ ہے کہ مدتِ عمر پر محمول کرین
ولا وجه لحمله على السنة فالجواب ان الحمل على السنة هو الحمل على مدة العمر لان المكلف لا بد له ان يصوم
سال کے معنون پر حمل کرنے کی کوئی وجہ نہین تو جواب یہ ہے کہ سال کے معنے لینا مدت عمر کے معنے لینا ہے کیونکہ مکلف آدمی کو
رمضان ثم اذا اعتاد ان يصوم بعده ستة ايام من شوال يكون كمن صام مدة عمره فان قيل
رمضان کے روزے رکھنا تو ضروری ہین پھر جب یہ عادت ہوگئی کہ بعد اُسکے شوال کے چھ روزے رکھا کرے تو ایسا ہے کہ گویا اپنی تمام عمر روزے رکھے ۔ اگر کوئی اعتراض کرے
من صام شهرا كاملا اي شهر كان ثم صام بعده ستة ايام يكون كصيام سنة بمقتضى قوله تعالى من جاء
کہ جو ایک پورے مہینے کے روزے رکھے کوئی مہینا ہو پھر بعد اُسکے چھ روزے رکھ لے تو یہ بھی سال بھر کے روزے کے برابر ہو جاینگے بمقتضی اس ارشاد اللہ تعالی کے جو کوئی لایا
بالحسنة فله عشر امثالها فما وجه تخصيص رمضان وشوال بالذكر فالجواب ان شهر رمضان
نیکی اُسکو ہے اس سے دس گونہ پھر خاص رمضان اور شوال ہی کے ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے تو جواب یہ ہے کہ ماہ رمضان
متعين للصوم وشهر شوال لوقوعه عقيبه كان صيامه كصيامه في الفضل وملحقا به في الشرف
روزے کے لیے مقرر ہے اور ماہ شوال چونکہ اُسکے بعد ہی واقع ہے تو اُسکے روزے بھی فضیلت مین رمضان کے برابر ہین اور شرافت مین اُسکے ساتھ ملحق ہین

حتی قیل صیام ستۃ ایام من شوال یلتحق بصیام رمضان ویکون لمن صامها مع رمضان کصیام الدهر
یہاں تک کہ بعضے کہتے ہیں کہ چھ دن کے روزے عید کے رمضان ہی کے روزوں میں داخل ہوجاتے ہیں اور جسنے یہ روزے رمضان کے ہمراہ ادا کرلیے اسکو سال بھر کے

فرضا فلذلک خص ایامها بالذکر من بین سائر الشهور ثم الافضل ان یکون صومها بعد یوم الفطر متوالیۃ
فرض روزے کے برابر ثواب ہوا اسلیے بیان میں ان دنوں کو اور مہینوں میں سے خاص کیا پھر افضل یہ ہے کہ یہ روزے بعد عید الفطر کے پے در پے ہوں

وحکی عن بعض العلماء کراهۃ صومها متصلا به حرزا عن التشبیه باهل الکتاب فی زیادتهم
اور بعضے علماء سے عید سے متصل ان روزوں کی کراہت منقول ہے فرض پر بڑھا دینے میں اہل کتاب کی مشابہت سے احتراز کے لیے

علی الفرض لکن لا کراهۃ فیه فی المختار لان الکراهۃ انما تکون فیما لا یؤمن ان یعد ذلک من رمضان ویکون
لیکن مختار مذہب میں کچھ کراہت نہیں کیونکہ کراہت جب ہے کہ انکے رمضان میں شمار کیے جانے سے امن نہو اور

تشبیها بالنصاری فی زیادتهم علی الفرض وقد زال هذا المعنی لانتفاء الاتصال بفصل یوم الفطر
فرض پر بڑھا لینے میں نصاری سے مشابہت ہوجاتے اور یہ بات بوجہ روزہ عید کے فاصل ہوجانے کے اتصال جاتی رہی

مع ان کلامهم یشیر الی ان الکراهۃ فی حق العوام لا فی حق اهل العلم وروی عن ابی حنیفۃ انه ...
باوجودیکہ فقہا کا کلام اشارہ کرتا ہے کہ کراہت عوام کے حق میں ہے نہ اہل علم کے حق میں اور ابو حنیفہ رح سے روایت ہے کہ ...

متتابعا ومتفرقا والمتاخرون من علماء مذهبه لم یروا به باسا لکنهم اختلفوا فی ان الافضل التتابع ...
پے در پے کو اور جدا جدا کو برا جانتے تھے اور انکے مذہب کے متاخرین علماء اسمیں کچھ باک نہیں رکھتے لیکن انہوں نے اختلاف کیا ہے کہ آیا افضل پے در پے ہے

او التفرق فان فرقها او اخرها عن اوائل الشهر یحصل له فضیلۃ الاتباع ویکون ابعد من شبهۃ الالحاق
یا جدا جدا پس اگر جدا جدا رکھے یا اول ماہ سے مؤخر کردیا تو اسکو اتباع کی فضیلت ملجائے گی اور الحاق کے شبہہ سے بھی دور رہے

واما ما قیل هذا شئ وضعه الجهال وکل حدیث یروی فیه فهو موضوع فلا ینبغی ان یسمع من ...
اور جو یہ کہتے ہیں کہ اس بات کو جاہلوں نے بنایا ہے اور جو حدیثیں اسمیں مروی ہیں وہ موضوع ہیں تو یہ طعن سننے کے لائق نہیں

الطعن لان هذا الحدیث ثابت فی صحیح مسلم وکل حدیث ثبت فی احد الصحیحین لا یسمع طعن الوضع فیه
کیونکہ یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے اور جو حدیث صحیح مسلم یا صحیح بخاری میں ہو اسمیں وضعی ہونے کا عیب مسموع نہیں ہے

ثم ینبغی ان یعلموا ان بعض الناس کانوا لا یرون یمنا فی التزوج فی شوال ویتطیرون به وهذا من امر الجاهلیۃ
پھر یہ جاننا چاہیے کہ بعضے آدمی شوال میں نکاح کرنے کو مبارک نہیں جانتے اسمیں بدفالی لیتے ہیں سو یہ جاہلیت کی بات ہے

فانهم کانوا یتشاءمون بشوال من النکاح فیه وسبب ذلک علی ما قیل ان طاعونا وقع فی شوال فی سنۃ
کہ وہ شوال میں نکاح کرنے کو نحس جانتے تھے اور اسکا سبب بعضوں کے قول کے موافق یہ ہے کہ ایک سال ماہ شوال میں طاعون ہوگیا تھا

من السنین ومات فیه کثیر من العرائس فتشاءم به اهل الجاهلیۃ وقد ورد فی الشرع بابطاله کما ...
اور اسمیں بہت سی دلہنیں مرگئی تھیں اسلیے اہل جاہلیت نے اس سے بدفالی لی اور شرع میں اسکا بطلان آیا ہے

عن عائشۃ انها قالت تزوجنی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی شوال وبنی بی فی شوال فای نساء رسول الله صلی الله علیه
حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ماہ شوال میں نکاح کیا اور ماہ شوال ہی میں میری رخصتی کی پھر کون سی بی بی رسول اللہ صلی اللہ

وسلم کان احظی عنده منی قال النووی انها قصدت بهذا رد ما کان علیه اهل الجاهلیۃ
علیہ وسلم کی مجھ سے زیادہ حضور کے نزدیک بہرہ مند تھی نووی کہتے ہیں کہ انکا مقصود اس سے اس اعتقاد کا رد کرنا ہے جسپر اہل جاہلیت تھے

من تطیر التزوج فی شوال فانهم کانوا یتشاءمون بشهر شوال فی النکاح خاصۃ کما کانوا یتشاءمون بشهر صفر
یعنے ماہ شوال میں نکاح کرنے کی بدشگونی کیونکہ وہ ماہ شوال کو فقط نکاح کرنے کے بارہ میں نحس جانتے تھے جس طرح کہ ماہ صفر کو

مطلقا ویقولون انه شهر مشئوم وکثیر من الناس فی هذا الزمان یوافقونهم فی یتشاءمون بشهر صفر
مطلقا بدفالی لیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ مہینہ منحوس ہے اور بہت لوگ اس زمانے کے انکی موافقت کرتے ہیں اور ماہ صفر کو منحوس سمجھتے ہیں

ویمتنعون فیه عن السفر والتزوج وغیرهما فان تخصیص الشوم بزمان دون زمان کشهر شوال وغیره غیر صحیح
اور اسمین سفر اور نکاح وغیرہ کرنے سے منع کرتے ہین پس بیشک نحوست کی خصوصیت کر اس وقت ہو اور اس وقت نہو جیسے ماہ شوال وغیرہ صحیح نہین
فان الزمان کله من خلق الله تعالی ویقع فیه افعال العباد فکل زمان شغله العبد بطاعة فهو زمان مبارک
کیونکہ زمانہ کل کا کل اللہ تعالی کا پیدا کیا ہوا ہے اور اسمین تمام بندون کے افعال ہوتے ہین سو جس زمانے کو آدمی نے عبادت مین مشغول رکھا وہ اسپر بابرکت زمانہ ہے
علیه وکل زمان شغله العبد بمعصیة فهو زمان مشئوم علیه والشوم والیمن فی الحقیقة هو المعصیة و
اور جس زمانہ کو آدمی نے معصیت مین مشغول رکھا وہ اسکے حق مین منحوس زمانہ ہے اور نحس اور مبارک حقیقت مین معصیت اور
الطاعة کما قال عدی بن حاتم یمن المرء وشومه بین لحییه یعنی لسانه وقال ابن مسعود ان کان
اور طاعت ہی ہے جیسا کہ عدی بن حاتم نے کہا ہے کہ آدمی کی برکت اور نحوست اسکے دونون جبڑون کے درمیان ہے یعنی اسکی زبان اور ابن مسعود نے فرمایا
الشوم فی الشیٔ ففیما بین اللحیین یعنی اللسان وما شیٔ احوج الی طول السجن من اللسان وروی عن
کہ اگر کسی چیز مین نحوست ہے تو اسمین جو دونون کلون کے درمیان ہے یعنے زبان اور کوئی چیز زبان سے زیادہ قید کی حاجتمند نہین اور
عائشة انه علیه السلام قال الشوم سوء الخلق فلا شوم فی الحقیقة الا المعاصی والذنوب فانه تسخط
حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ نحوست بدخلقی ہے پس اب حقیقت مین نحوست معاصی اور گناہون کے سوا کچھ نہین کیونکہ یہ
الله تعالی فانه تعالی اذا سخط علی عبد یکون لك شقیا فی الدنیا والاخرة واذا رضی عن عبد یکون
اللہ تعالے کو بیزار کر دیتے ہین پس جب اللہ تعالی کسی بندے سے ناراض ہوتا ہے تو وہ دنیا و آخرت مین بدبخت ہوتا ہے اور جب کسی بندہ سے راضی ہوتا ہے
ذلك العبد سعیدا فی الدنیا والاخرة وبعض الصالحین قد شکی الیه عن بلاء وقع الناس
تو وہ بندہ دنیا اور آخرت مین نیک بخت ہوتا ہے اور بعضے صلحا سے شکایت کی گئی ایک مصیبت کی جسمین تمام خلق گرفتار تھی
فیه فقال ما اری ما انتم فیه من البلاء الا بشوم الذنوب فعلی هذا یکون العاصی مشوما علی
تو جواب دیا جس بلا مین تم مبتلا ہو سوائے نحوست گناہون کے اور کسی وجہ سے مین نہین جانتا اس بنا پر نافرمان آپ
نفسه وعلی غیره فانه لا یؤمن ان ینزل علیه عذاب فیعم الناس خصوصا من لم ینکر عمله
اپنی جان پر اور دوسرون پر منحوس ہوتا ہے کیونکہ اس سے امن نہین کر اسپر عذاب نازل ہو پھر سب پر عام ہو جائے خصوصا اسپر جسنے اسکے عمل پر انکار نہین کیا
فالبعد عنه لازم وکذلك الاماکن التی یفعل فیها المعاصی یلزم البعد عنها والهرب منها خشیة
پس اس سے دور رہنا لازم ہے اور ایسے ہی وہ مقامات جہان معاصی کیے جاتے ہین ان سے دور رہنا اور بھاگنا لازم ہے اس خوف سے کہ جو
نزول العذاب علی من کان فیها کما قال النبی صلی الله علیه وسلم لاصحابه حین مر علی دیار ثمود بالحجر
اس مقام مین ہین انپر عذاب نازل نہو جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یارون سے فرمایا جبکہ حجر مین دیار قوم ثمود پر گزرے
لا تدخلوا اماکن هؤلاء المعتدین الا ان تکونوا باکین خشیة ان یصیبکم ما اصابهم فان هجران اهل العصیان
کہ ان حد سے بڑہے ہوے لوگون کے مکانون مین داخل نہو ہان مگر روتے ہوے اس خوف سے کہ تمپر بھی آجائے جو انپر آیا تھا کیونکہ بیشک اہل عصیان کا چھوڑ دینا بھی
من جملة الهجرة المامور بها التی سبب لمغفرة الذنوب والخطایا الا تری ان الذی قتل مائة نفس من بنی اسرائیل
من جملہ اس ہجر کے ہے جسکا حکم ہوا اور گناہون اور قصورون کے بخشش کا سبب ہے کیا نہین دیکھتے کہ جسنے سو آدمی بنی اسرائیل کے قتل کر کے
سأل عالما من علمائهم هل له توبة فقال له العالم نعم وامره ان ینتقل من قریة الفساد الی قریة الصلاح وادرکه
انکے عالمون مین سے ایک عالم سے پوچھا تھا کہ آیا میرے لیے کوئی توبہ ہے پس عالم نے اسکو جواب دیا ہان اور اسکو حکم دیا کہ مفسد گانون سے صالح گانون مین منتقل ہو جائے پھر
الموت بینهما واختصم فیه ملئکة الرحمة وملئکة العذاب فاوحی الله الیهم ان قیسوا بینهما والی ایهما کان
دونون گانون کے درمیان اسکو موت آگئی تو رحمت اور عذاب کے فرشتے اسکے بارہ مین جھگڑنے لگے اور اللہ تعالی نے انکو وحی بھیجی کہ دونون کے بیچ مین اندازہ کرو اور دونون
اقرب فالحقوه بها فوجدوه الی القریة الصالحة اقرب برمیة الحجر فالحقوه بها برحمة الله تعالی ومغفرته
مین جس سے زیادہ نزدیک ہو ادھر ملا دو پس اسکو صالح گانون کی طرف اتنا نزدیک پایا جتنا ڈھیلا پھینکنے کا فاصلہ پس اللہ کی رحمت اور مغفرت سے ادھر ہی ملا دیا

المجلس الرابع والثلثون فی بیان فضیلۃ العشر الاول من ذی الحجۃ

چونتیسوین مجلس ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی فضیلت کے بیان مین

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مامن ایام العمل الصالح فیھن احب الی اللّٰہ تعالٰی من ھٰذہ الایام ھٰذا الحدیث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی دن ایسے نہین جنمین عبادت کرنا اللہ تعالےٰ کو ان دنون سے زیادہ پسند ہو یہ حدیث

من صحاح المصابیح رواہ ابن عباسؓ والمراد من ھٰذہ الایام العشر الاول من ذی الحجۃ بدلیل قولہ عم وحدیث
مصابیح کی صحیح حدیثون مین لکھی ہے ابن عباسؓ اسکے راوی ہین اور مراد ہٰذہ الایام سے ذی الحجہ کا پہلا عشرہ ہے ایک اور حدیث مین اس ارشاد کے دلیل سے

آخر مامن ایام احب الی اللّٰہ تعالٰی ان یتعبد لہ فیھا من عشر ذی الحجۃ یعدل صیام کل یوم منھا بصیام سنۃ
کہ کوئی دن نہین ہین کہ جنمین اللہ تعالےٰ کی عبادت کرنا عشرۂ ذی الحجہ سے زیادہ اللہ کے نزدیک محبوب ہو اسکے ہر دن کا روزہ سال بھر کے روزون کے برابر ہے

وقیام کل لیلۃ منھا بقیام لیلۃ القدر وانما کان العمل الصالح فی ھٰذہ الایام افضل لانھا ایام زیارۃ بیت اللّٰہ تعالٰی
اور اسکی ہر شب کا قیام لیلۃ القدر کے قیام کے برابر اور ان دنون مین عمل صالح صرف اس لیے افضل ہے کہ یہ بیت اللہ

والمسجد الحرام والبلد الحرام والوقت اذا کان افضل یکون العمل الصالح فیہ افضل وروی عن
اور مسجد حرام اور مکہ کے زیارت کے دن ہین اور وقت جب افضل ہوتا ہے تو اسمین عمل صالح بھی افضل ہوتا ہے اور

ابی الدرداء انہ قال علیک بصوم ایام العشر واکثار الدعاء والاستغفار والصدقۃ فیھا فانی سمعت رسول اللّٰہ
ابوالدرداء سے روایت ہے کہ فرمایا اپنے اوپر روزہ ان دس دن کے اور دعا اور استغفار اور خیرات کی کثرت لازم کرلو کیونکہ مین نے رسول اللہ

صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول الویل لمن حرم خیر ایام العشر وعلیک بصوم الیوم التاسع خاصۃ فان فیہ من الخیرات اکثر
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ افسوس ہے اس شخص کو جو ان دس دن کی خوبی سے محروم رہا اور اپنے اوپر خاصکر نوین تاریخ کا روزہ لازم کرلو کیونکہ اسمین خوبیان

من ان یحصیھا العادون وروی انہ علیہ السلام قال یوم عرفۃ احتسب علی اللّٰہ تعالٰی ان یکفر السنۃ التی
شمار کرنے والون کی شمار سے زیادہ ہین اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا مین اللہ تعالیٰ سے اُمید کرتا ہون کہ یوم عرفہ ایک سال

قبلھا والسنۃ التی بعدھا یعنی ان من صام یوم عرفۃ رجوت من اللّٰہ تعالٰی ان یغفر ذنوبہ الصغائر الواقعۃ فی السنۃ
گذشتہ اور ایک سال آیندہ کا کفارہ ہوجاے یعنے جسنے عرفہ کے دن روزہ رکھا تو اللہ تعالےٰ سے اُمید ہے کہ اُسکے تمام صغیرہ گناہ معاف ہوجائین جو سال

الماضیۃ ویکون فی حفظ اللّٰہ تعالٰی وکنفہ من اقتراف الذنوب فی السنۃ الآتیۃ قال قاضی خان فی فتاواہ
گذشتہ مین ہوئے ہین اور سال آیندہ مین گناہون کی نزدیکی سے اللہ تعالےٰ کی حفاظت مین رہے قاضی خان اپنے فتاوے مین کہتا ہے

ولا بأس بصوم یوم عرفۃ سواء کان فی الحضر او السفر اذا کان یقوی علیہ ویکرہ صوم عرفۃ بعرفات وکذا
عرفہ کے دن کے روزہ مین کچھ مضائقہ نہین ہے خواہ مقیم ہو یا مسافر بشرطیکہ روزہ رکھنے کی طاقت ہو اور عرفات مین عرفہ کا روزہ مکروہ ہے اور ایسے ہی

یوم الترویۃ لانہ یعجز عن اداء افعال الحج فاذا اراد العبد ان ینال الثواب والفضائل التی ذکرھا النبی علیہ السلام
ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ کا روزہ اسلیے کہ ارکان حج ادا کرنے سے عاجز ہوجائیگا پس اگر آدمی چاہے کہ وہ ثواب و فضیلت پائے جو نبی علیہ السلام نے بیان کی ہے

ینبغی لہ ان یعرف حرمۃ الوقت وشرفہ ویحفظ فیہ لسانہ عن الکذب والغیبۃ وقبیح الکلام وجوارحہ عن
تو چاہیے کہ وقت کی عزت اور شرافت کا لحاظ رکھے اسمین اپنی زبان کو جھوٹ اور غیبت اور بیہودہ کلام سے محفوظ رکھے اور اپنے اعضا کو

الخطایا والآثام وقلبہ عن العجب والکبر وعداوۃ الانام ھٰذا ما بینہ النبی علیہ السلام من العبادۃ فی یوم عرفۃ واما
قصورون اور گناہون سے بچائے اور اپنے دل کو خودپسندی اور تکبر اور خلقت کی دشمنی سے یہ وہ عبادت ہے جو نبی علیہ السلام نے عرفہ کے دن بیان فرمائی ہے

الاجتماع فی ذلک الیوم فی الجامع او فی مکان خارج المصر تشبیھا بالوقف فلیس بشیء لان الوقوف عبادۃ مخصوصۃ بعرفات
اس دن مین مسجد جامع مین یا شہر سے باہر مخصوص عبادت عرفات والون کی مشابہت کے لیے جمع ہونا یہ کچھ نہین ہے اسواسطے کہ ٹھہرنا عرفات مین مخصوص عبادت ہے

فلا یکون عبادۃ فی غیرہ کسائر المناسک حتی ان احدا طاف حول المسجد سوی الکعبۃ یخشی علیہ الکفر وروی
پس وہ اسکے ماسوا مین عبادت نہین ہوسکتی جیسے حج کے اور احکام یہان تک کہ اگر کوئی شخص کعبہ کے سوا کسی مسجد کے گرد طواف کرے تو اسپر کفر کا اندیشہ ہے اور

عن ام سلمة ان النبی علیه السلام قال اذا دخل العشر واراد ان یضحی فلا یمس من شعره وبشرته شیئا وفی روایة من رأی
ام سلمہ سے روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب عشرہ ذی الحجہ کا آئے اور قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو اپنے بال اور بدن کو بالکل نہ چھوئے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ
هلال ذی الحجة واراد ان یضحی فلا یأخذ من شعره واظفاره قال فی شرح السنة اختلف العلماء فی العمل بظاهر هذا
جو ذی الحجہ کا چاند دیکھے اور قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو اپنے بال اور اپنے ناخن نہ تراشے شرح السنہ میں مذکور ہے کہ اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرنے میں علما اختلاف
الحدیث فذهب قوم الی ان من یرید التضحیة لا یجوز له بعد دخول العشر ان یأخذ من شعره وظفره ما لم یذبح وقالوا النهی
کرتے ہیں پس ایک گروہ تو اس طرف گیا ہے کہ جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اسکو ماہ ذی الحجہ شروع آنے کے بعد ناخن اور بال ترشوانا جائز نہیں جب تک قربانی ذبح نہ کرے اور کہتے ہیں ممانعت
فیه للتحریم وکان ابو حنیفة ومالک والشافعی یری ذلک علی الندب والاستحباب قال فی شرح المنیة یندب لمن
اس حدیث میں حرمت کے لیے ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور امام مالک اور امام شافعیؒ اسکو مندوب اور مستحب جانتے تھے شرح منیہ میں ہے
اراد ان یضحی تاخیر تقلیم الاظفار وحلق الرأس الی ان یضحی ولا یجب وان استلزم التاخیر الکراهة لا یؤخره وما
قربانی کے ارادہ کرنے والے کو مستحب ہے کہ قربانی ذبح کرنے تک ناخن تراشنے اور سر مونڈانے کو موخر کرے اور واجب نہیں اور اگر تاخیر سے کراہت لازم آتی ہو تو تاخیر نہ کرے اور وہ
زاد علی الاربعین اذ قد ذکر فی القنیة ان الافضل للعبد ان یقلم اظفاره ویقص شاربه ویحلق عانته وینظف بدنه
یہ کہ چالیس دن سے بڑھ جائے اسلیے کہ قنیہ میں مذکور ہے کہ ہر آدمی کو افضل یہ ہے کہ ہر ہفتہ میں اپنے ناخن تراشے اور لبیں کترواے اور موے زیر ناف مونڈے اور
بالاغتسال فی کل اسبوع فان لم یفعل ففی کل خمسة عشر یوما ولا عذر فی ترکه وراء الاربعین فالاسبوع هو الافضل
نہا دھو کر بدن کو پاک صاف کرے پھر اگر ہر ہفتہ نہ کیا تو ہر پندرھویں دن اور چالیس دن کے بعد چھوڑنے میں کوئی عذر نہیں پس ہفتہ افضل مدت ہے
والخمسة عشر الاوسط والاربعون الابعد ولا عذر فیما وراء الاربعین ویستحق الوعید ثم ان النهی لیس للتشبه
اور پندرہ دن درمیانی مقدار اور چالیس دن انتہائی چالیس دن سے زیادہ میں کوئی عذر نہیں ہے پھر وہ وعید کا مستحق ہے پھر یہ ممانعت
بالحجاج المحرمین کما ذهب الیه بعض العلماء اذ لو کان للتشبه لشاع فی سائر محظورات الاحرام ولم یختص بما یؤخذ من
حجاج احرام والوں سے مشابہت کی غرض سے نہیں جیسا کہ بعض علما کا مذہب ہے کیونکہ اگر مشابہت کے لیے ہوتی تو احرام کے اور ممنوعات میں بھی جاری ہوتی اور
اجزاء البدن بل علة النهی علی ما ذکره التوربشتی ان المضحی یجعل اضحیته فدیة یفتدی بها نفسه من عذاب
اجزاے بدنی کے دور کرنے سے خصوصیت نہوتی بلکہ نہی کی علت توربشتی کے بیان کے موافق تو یہ ہے کہ قربانی کرنے والا اپنی قربانی کو فدیہ کرتا ہے اپنی جان کے عوض میں کہ قیامت کے دن
یوم القیمة ویزداد بها قربة الی الله تعالی فکان بما اکتسب من السیئات وبما اتی به فی حقوق الله تعالی من التقصیرات
عذاب سے بچے اور اس سے قربت الٰہی زیادہ ہوتی ہے پس گویا گناہوں کے کرنے اور حقوق اللہ میں کوتاہی کرنے سے
رأی نفسه مستوجبة لاعظم العقوبات وهو القتل غیر انه احجم عن الاقدام علیه لانه لم یأذن له فیه فیجعل
اپنی جان کو بڑے سے بڑے عذاب کا سزاوار جانتا ہے اور وہ قتل ہے اتنی بات ہے کہ اسپر پیش قدمی سے اسلیے رک گیا کہ اسکو اسکی اجازت نہیں لہذا
قربانه فداء لنفسه فصار کل جزء من قربانه فداء لکل جزء من بدنه فعمت برکة القربان جمیع اجزاء
قربانی کو اپنی جان کا بدلہ دیتا ہے سو ہر ہر جز قربانی کا اسکے بدن کے ہر ہر جز کا بدلہ ہے پس قربانی کی برکت تمام اجزاے بدن کو شامل ہو گئی
البدن فلم یخل منها ذرة ولم یحرم منها شعرة فلما کانت هذه الفضیلة ملحقة بالاجزاء المتصلة بالمضحی
کہ کوئی ذرہ بدن کا خالی نہیں رہا اور نہ کوئی بال محروم رہا پس چونکہ یہ فضیلت متصل اجزا کو ملحق ہے
دون المنفصلة عنه رأی النبی علیه السلام ان لا یمس شیئا من شعره وبشرته لئلا یفقد من ذلک شیء
نہ اجزاے منفصل سے لہذا نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے بال اور بدن کو نہ چھوئے تاکہ اسمیں سے کوئی چیز
ما عند نزول الرحمة وفیضان النور الالهی فیتم له الفضائل وینزع عنه النقائص فعلی هذا ینبغی للناس
نزول رحمت اور فیضان نور الٰہی کے وقت کم نہو تمام فضائل پورے ہوں اور نقائص جاتے رہیں اس بنا پر لوگوں کو چاہیے
ان یطلبوا هلال ذی الحجة ویعدوا ایامه لیعلموا وقت ذبح الاضحیة ویستعدوا لها لکن ثبوت
کہ ماہ ذی الحجہ کا چاند تلاش کیا کریں اور اسکے دن گنتے رہیں تاکہ قربانی کے ذبح کا وقت معلوم ہو اور اسکی تیاری کریں لیکن

رویۃ الھلال لما توقف علی حکم القاضی لزم الرجعۃ الیہ ثم انہ اذا کان فی السماء علۃ سواء کان غیما او دخانا
چاند کا قرار پانا چونکہ قاضی کے حکم پر موقوف ہوا اسلیئے قاضی کے پاس جانا لازم ہوا پھر اگر آسمان مین کچھ خرابی ہو خواہ ابر ہو یا دھوان

او بخارا او غبارا او نحو ذلک لا یقبل الا شہادۃ رجلین او رجل و امرأتین فی ظاہر الروایۃ وھو الاصح لتعلق حق العباد
یا بخار یا غبار یا ایسا ہی اور کچھ تو ظاہر سے روایت مین گواہی قبول نہین مگر دو مرد یا ایک مرد دو عورتون کی اور یہی صحیح تر ہے بسبب تعلق حق العباد کے

بہ بالتوسعۃ بلحوم الاضاحی و یثبت بما یثبت بہ سائر حقوقھم وکما یشترط فی العدد یشترط الحریۃ والعدالۃ
قربانیون کے گوشت کی وسعت کی وجہ سے اور اسی دلیل سے ثابت ہوگا جس سے انکی اور حقوق ثابت ہوتے ہین اور جیسے کہ اسمین عدد شرط ہے ویسے ہی آزاد ہونا اور عدالت

و لفظ الشہادۃ وان لم یکن فی السماء علۃ لا یقبل الا شہادۃ جمع کثیر یقع العلم بخبرھم و اختلفوا فی مقدار
اور شہادت کا لفظ بھی شرط ہے اور اگر آسمان مین کوئی علت نہو تو پھر نہ مقبول ہوگی مگر جماعت کثیر کی گواہی جنکی خبر سے علم ہو جائے اور اسکی مقدار مین اختلاف ہے

ذلک فقیل لا بد من اہل محلۃ وقیل لا بد من خمسین رجلا و عن محمد رح لا بد ان یتواتر الخبر من کل جانب
بعضے کہتے ہین کہ ایک محلہ کے لوگ چاہیے اور بعضے کہتے ہین کہ پچاس آدمی ہونا ضرور ہے اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ پے در پے ہر طرف سے خبر آنی چاہیے

والصحیح انہ مفوض الی رای الحاکم لان المراد بالعلم الحاصل بخبرھم العلم الشرعی الموجب للعمل وھو غلبۃ
اور صحیح یہ ہے کہ حاکم کی رائے پر ہے اسلیئے کہ علم سے مراد جو انکی خبر سے حاصل ہو وہ علم شرعی ہے جس سے عمل واجب ہو جائے اور وہ

الظن لا العلم بمعنی الیقین و لو وقع الشک ان ھذا الیوم کان من عاشر ذی الحجۃ او تاسع ذی الحجۃ فالاحوط
ظن غالب ہے علم بمعنے یقین مراد نہین اور اگر یہ شبہہ پڑجائے کہ یہ دن دسوین ذی الحجہ ہے یا نوین ذی الحجہ تو احتیاط اسمین ہے

ان یضحی فی الغد بعد الزوال و لا یؤخر الذبح بعدہ الی الیوم الثالث لاحتمال ان یقع فی غیر وقتہ وان اخر کان
کہ قربانی اگلے روز دوپہر ڈھلے ذبح کرے اور اسکے بعد ذبح کو تیسرے دن تک مؤخر نکرے کیونکہ غیر وقت مین ذبح ہو جانے کا احتمال ہے اور اگر مؤخر کر دیا تو پھر یون

المستحب ان یتصدق بجمیع لحمہ و لا یأکل منہ
مستحب ہے کہ سب گوشت صدقہ کر دے اور خود اسمین سے نہ کھائے

المجلس الخامس والثلثون فی بیان فضیلۃ ہراقۃ دم القربان فی ایام النحر ونوعہ وکیفیتہ

پینتیسوین مجلس
ایام نحر مین قربانی کرنے کی فضیلت اور اسکے اقسام اور کیفیت کے بیان مین

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما عمل
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ

ابن ادم من عمل یوم النحر احب الی اللہ تعالی من ہراقۃ الدم وانہ لیأتی یوم القیمۃ بقرونھا و اشعارھا و اظلافھا
ابن آدم نے یوم نحر مین کوئی عمل ایسا نہین کیا جو اللہ تعالے کے نزدیک قربانی کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہو اور وہ قیامت کے روز مع اپنی سینگون اور بالون اور سمون کے آویگا

وان الدم لیقع من اللہ تعالی بمکان قبل ان یقع علی الارض فطیبوا بھا نفسا ھذا الحدیث من حسان المصابیح
اور بیشک وہ خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالی کے یہان قبول ہو جاتا ہے پس اس سے دل خوش کرو یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین سے ہے

روتہ ام المؤمنین عائشۃ رض ومعناہ ان افضل العبادات یوم النحر اراقۃ دم القربان وانہ لیأتی یوم القیمۃ
ام المؤمنین حضرت عائشہ رض کی روایت ہے اور معنے اسکے یہ ہین کہ سب سے عمدہ عبادت یوم نحر مین قربانی کا ذبح کرنا ہے اور وہ قربانی قیامت کے دن

کما کان فی الدنیا من غیر ان ینقص منہ شیء لیکون لکل عضو منہ اجر و یصیر مرکبہ علی الصراط و کل وقت یختص بعبادۃ
جیسے دنیا مین تھی بعینہ موجود ہوگی بدون اسکے کچھ اسمین سے کم ہو تاکہ اسکے ہر ہر عضو کے بدلے مین اجر حاصل ہو اور پل صراط پر اسکی سواری بنے اور ہر وقت ایک عبادت سے مخصوص ہوتا ہے

و ھذا الیوم اختص بعبادۃ فعلھا ابراھیم النبی علیہ السلام و لو کان شیء افضل منہ لما فدی بہ اسمعیل النبی عم
اور اس دن مین وہ عبادت مخصوص ہے جسکو حضرت ابراہیم نبی علیہ السلام نے کی تھی اور اگر کوئی اور عبادت اس سے افضل ہوتی تو حضرت اسماعیل نبی علیہ السلام کو کیون فدیہ دیتے

و لھذا قال صاحب الخلاصۃ شراء الاضحیۃ بعشرۃ و ذبحھا افضل من التصدق بالف لان القربۃ التی تحصل
اور اسی واسطے صاحب خلاصہ نے کہا ہے کہ دس درہم کو قربانی خرید کرنا اور ذبح کرنا ہزار درہم کے تصدق کرنے سے بہتر ہے کیونکہ جو قرب الٰہی

باراقۃ الدم لا تحصل بالصدقۃ لکن ینبغی ان یعلموا ان اراقۃ الدم فی ھذا الیوم وان کانت افضل العبادات
خون بہانے سے حاصل ہوتا ہے وہ خیرات کرنے سے نہین ہوتا لیکن سمجھنا چاہیے کہ اس دن خون بہانا اگرچہ سب عبادات سے افضل ہے

الا ان قوله تعالى لن ينال الله لحومها ولا دماؤها ولكن يناله التقوى منكم يشير الى ان المعتبر ليس مجرد اراقة الدم
اللہ تعالے کا ارشاد کہ اللہ تعالے کو ہرگز نہیں پہونچتا اسکا گوشت اور نہ خون لیکن اسکو پہونچتا ہے تقوے تمھاری طرف سے اشارہ کرتا ہے کہ صرف خون بہانا

واطعام اللحوم بل المعتبر تحصيل التقوى التي هي شرط لقبول الطاعات كلها كما قال الله تعالى انما يتقبل الله من
اور گوشت کا کھلانا معتبر نہیں ہے بلکہ اعتبار تقوی کا حاصل کرنا ہے جو تمام عبادات کے مقبول ہونے کی شرط ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اللہ صرف

المتقين والتقوى لا تحصل الا بالاجتناب عن جميع المنهيات والاتيان بجميع المامورات واذا لم يحصل ذلك لا يغني
تقوے والوں ہی سے قبول کرتا ہے اور تقوے بدون تمام منہیات سے بچنے اور تمام احکام کے بجالانے کے حاصل نہیں ہوتا اور جب یہ نہ حاصل ہوا تو

عنهم اراقة الدم والتصدق باللحم وان كثر منهم ذلك فعلى هذا يجب على المكلف في هذا العيد عدة اشياء الاول
خون بہانا اور گوشت خیرات کرنا اُنکے کچھ کام نہ آئے گا اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو پس اس بنا پر اس عید میں مکلف پر کئی چیزیں واجب ہیں اول

ترك المعاصي فان المعصية وان كانت قبيحة في جميع الازمنة الا انها في بعض الازمان يكون اكثر قبحا واكثر جرما
معاصی کا ترک کرنا اسلیے کہ گناہ کرنا اگرچہ ہر وقت برا ہے لیکن بعضے وقت قباحت میں بہت زیادہ ہے اور جرم میں سخت

لشرف الزمان فيكون تركها الزم واوجب لقوله تعالى ان عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا في كتب الله يوم خلق
بسبب شرافت اُسوقت کے لہذا اُسکا ترک کرنا زیادہ لازم اور زیادہ واجب ہے بسبب قول خداوند تعالی کے شمار مہینوں کا اللہ کے نزدیک بارہ ہے کتاب اللہ میں جبدن

السموت والارض منها اربعة حرم ذلك الدين القيم فلا تظلموا فيهن انفسكم يعني ان عدد الشهور القمرية
آسمان اور زمین کو پیدا کیا انمیں سے چار ماہ حرام ہیں یہی سیدھا دین ہے پس انمیں اپنے اوپر ظلم مت کرو یعنے قمری مہینوں کا عدد

التي عليها يدور كثير من الاحكام الشرعية في حكمه تعالى اثنا عشر شهرا مثبتا في اللوح المحفوظ منذ خلق السموت
جنپر بہت سے احکام شرعی کا مدار ہے ازروی حکم الٰہی بارہ مہینے لوح محفوظ میں ثابت ہیں جب سے اللہ تعالی نے آسمان

والارض من تلك الشهور الاثني عشر اربعة حرم هي ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب وكون هذه الاشهر
اور زمین پیدا کیے ان بارہ مہینوں میں سے چار محترم ہیں ذیقعدہ اور ذیحجہ اور محرم اور رجب اور ان

الاربعة المعينة حرما هو الدين المستقيم دين ابراهيم النبي عليه السلام فلا تظلموا فيهن انفسكم بهتك حرمتها
چاروں مقررہ مہینوں کا محترم ہونا یہی سیدھا دین دین ابراہیم نبی علیہ السلام کا ہے پس ان میں تم اپنی جانوں پر ظلم مت کرو انکی حرمت توڑ کر

وارتكاب المعاصي فيها فان العمل الصالح كما ان اعظم اجرا فيهن كذلك المعصية فيهن اعظم من المعصية في غيرهن
اور اسمیں گناہ کرکے کیونکہ عمل نیک ان مہینوں میں جیسے کہ ثواب میں زیادہ ہے ایسے ہی معصیت انمیں اور وقت کی معصیت سے گناہ میں زیادہ ہے

وكذلك المعصية في شهر رمضان ويوم الجمعة ويوم عرفة ولياليها وليلة القدر وايام العيدين ولياليهما
اور ایسے ہی معصیت ماہ رمضان اور جمعہ کے دن اور عرفہ کے روز اور انکی راتوں میں اور شب قدر میں اور دونوں عید کے دن اور انکی راتوں میں معصیت کا

اكثر وزرا لانه تعالى فضل هذه الازمنة بما خصها من العبادات التي تفعل فيها وجعل ثواب العبادات
گناہ بہت ہے کیونکہ اللہ تعالی نے ان اوقات کو ان عبادتوں سے فضیلت دی جنسے انکو مخصوص کیا ہے جو ان اوقات میں کیجاتی ہیں اور اسمیں عبادات کا ثواب

ونزول الرحمة ووصول المغفرة فيها اكثر من غيرها رحمة لهذه الامة المرحومة فمن لم يعرف النعمة التي
اور رحمت کا نزول اور مغفرت کرنا بہ نسبت اور اوقات کے زیادہ فرمایا ہے اس امت مرحومہ پر رحمت کے لیے پس جسنے اس نعمت کو

كانت عليه فيها بل هتك حرمتها بارتكاب انواع الذنوب فيها فقد استحق ان يكون عذابه اشد
جو اسوقت میں اسپر ہے نہ پہچانا بلکہ اسوقت کی حرمت طرح طرح کے گناہ کرکے توڑ دی تو بیشک وہ اس لائق ہے کہ اسکا عذاب سخت

وعقابه اعظم فعلى المسلم ان يعرف النعمة التي كانت عليه ويعظم ما عظمه الله حتى
اور عقاب بڑا ہو پس مسلمان کو لازم ہے کہ اس نعمت کو جانے جو اسپر ہے اور جسکو اللہ نے عظمت دی ہے اسکی تعظیم کرے تاکہ

يكون عند الله تعالى عظيما وتعظيم هذه الازمنة انما يكون بزيادة الاعمال الصالحات
اللہ تعالی کے نزدیک عظمت والا ہو اور ان اوقات کی تعظیم اسمیں نیک اعمال کی کثرت ہی سے ہے

فيها فمن عجز عن ذلك فاقل احواله في التعظيم ان يجتنب عما يحرم عليه ويكره له فيترك البدع والمنكرات وما لا ينبغي له فيها
پھر جو شخص اس سے عاجز ہو تو کم از کم اسکی تعظیمی حالت یہ ہے کہ ان اوقات میں ان چیزوں سے بچے جو اسپر حرام اور اسکے لیے مکروہ ہیں لہذا تمام بدعات و منکرات اور جو کام ناپسند ہیں

من المنهيات وكثير من الناس في بعض هذه الازمنة فارتكبوا ضد هذا المعنى حيث كانوا يسارعون
یعنے ممنوعات ترک کرے اور بہتیرے لوگ کبھی کبھی ان اوقات میں اسکے خلاف کیا کرتے ہیں چنانچہ

في ايام العيدين ولياليهما الى اللهو واللعب وغيرهما من انواع السيئات بعضهم بالمباشرة وبعضهم بالمشاهدة
ایام عیدین اور انکی راتوں میں لہو و لعب وغیرہ طرح طرح کے گناہوں کی طرف دوڑتے ہیں بعضے خود کرکے بعضے تماشائی بن کر

مع ان السيئة الواحدة عشرة من الضرر على ما ذكره الفقيه ابو الليث في تنبيه الغافلين الاول اسخاط الخالق
باوجودیکہ ایک گناہ کے دس ضرر ہیں جیسا کہ فقیہ ابو اللیث نے تنبیہ الغافلین میں ذکر کیا ہے اول اپنے خالق کو آزردہ کرنا اپنے

عليه بمخالفة امره والثاني تفريح ابليس الذي هو عدوه وعدو الله تعالى والثالث بعده من الجنة والرابع
اوپر اسکے حکم کے مخالفت کی وجہ سے اور دوسرے ابلیس کا خوش کرنا جو کہ اسکا اور اللہ تعالے کا دشمن ہے تیسرے جنت سے اسکا دور ہونا چوتھے

قربه من جهنم والخامس جفاء من هو احب اليه وهو نفسه والسادس تنجيس نفسه التي قد خلقها الله
دوزخ سے نزدیک ہو جانا پانچویں اسپر ظلم کرنا جو سب سے زیادہ اسکا محبوب ہے اور وہ اپنی جان ہے چھٹے اپنی جان کو نجس کرنا جسکو اللہ

تعالى طاهرة والسابع ايذاء الحفظة الذين لا يؤذونه والثامن احزان النبي عليه السلام في قبره والتاسع اشهاد
تعالی نے پاکیزہ پیدا کیا ہے ساتویں نگہبان فرشتوں کو ستانا جو اسکو نہیں ستاتے آٹھویں نبی علیہ السلام کو رنجیدہ کرنا قبر شریف کے اندر نویں

الارض والليل والنهار على نفسه والعاشر خيانة لجميع الخلائق لان المطر يقل بالذنب فاذا كان حال من فعل سيئة واحدة
زمین اور رات اور دن کو اپنی برائی پر گواہ مقرر کرنا دسویں تمام خلق اللہ کی بدخواہی کیونکہ گناہوں کی شامت سے بارش کم ہوتی ہے پس جب یہ اسکا حال ہے جو ایک گناہ کرے

هذا فماذا يكون حال من يفعل فنونا من السيئات سيما في هذه الايام المباركات مع ان الخطباء ينادون على المنابر
تو بھلا اسکا کیا حال ہوگا جو طرح طرح کے گناہ کرتا ہو خصوصا ان مبارک ایام میں باوجودیکہ واعظ لوگ منبروں پر پکارتے ہیں

ويقولون ليس العيد لمن لبس الجديد انما العيد لمن امن الوعيد ليس العيد لمن تبخر بالعود انما العيد للتائب الذي لا يعود
اور کہتے ہیں کہ عید اسکی نہیں جس نے نئے کپڑے پہنے عید تو اسی کی ہے جو وعید سے امن میں ہو عید اسکی نہیں جو خوشبو میں بسے عید تو اس توبہ کرنے والے کی ہے جو پھر نہ پھرے

ليس العيد لمن تزين بزينة الدنيا انما العيد لمن تزود بزاد التقوى ليس العيد لمن ركب المطايا انما العيد لمن
عید اسکی نہیں ہے جو دنیا کی زیب و زینت سے آراستہ ہوا عید تو اسی کی ہے جسنے تقوی کا توشہ لیا عید اسکی نہیں جو اونٹنیوں پر سوار ہوا عید تو اوسی کی ہے

ترك الخطايا ليس العيد لمن جلس على البساط انما العيد لمن جاوز الصراط وقال النبي عليه السلام استماع الملاهي معصية
جسنے خطائیں چھوڑ دیں عید اسکی نہیں جو فرش پر بیٹھے عید تو اسی کی ہے جو صراط پر سے گذر جائے اور نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ملاہی سننا معصیت ہے

والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر وروي انه عليه السلام ادخل اصبعيه في اذنيه عند سماعه وهم يسمعون
اور اسپر بیٹھا رہنا فسق ہے اور اس سے مزہ لینا کفر ہے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے اسکی آواز سنکر اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈالیں اور یہ لوگ

امثال تلك الكلمات ولا يلتفتون اليها بل يدعون الاسلام ومحبة الله تعالى ورسوله ومع هذا يخالفونها في
اس قسم کے کلمات سنتے ہیں اور کچھ پروا نہیں کرتے بلکہ اسلام کا اور خدا اور رسول کی محبت کا دعوی کرتے ہیں اور پھر بھی اون کی مخالفت

الاوامر والنواهي فيكون الحال مشكلا والحكام يشاهدون امثال تلك المنهيات ولا يمنعون شيئا منها بل
اوامر و نواہی میں کیے جاتے ہیں یہ بڑی اشکال کی بات ہے کہ حاکم وقت ایسے ایسے ممنوعات کو دیکھتے ہیں اور اسمیں سے کسی بات کو منع نہیں کرتے بلکہ انہیں

يساعدون فيها فمن كان باكيا فليبك على الاسلام وغربته اذ قد عاد الاسلام غريبا كما بدا غريبا نعم ان هذه
اور انکی موافقت کرتے ہیں اب جو رونے تو چاہیے کہ اسلام اور اسکی غربت پر روئے کیونکہ اب اسلام غربت پر ہوگیا جیسے کہ غربت پر شروع ہوا تھا ہاں بیشک یہ

الايام ايام فرح وسرور ولكن ينبغي ان يكون الفرح والسرور فيها بما كان مستحبا او مباحا كالاغتسال والتطيب ولبس
ایام خوشی اور مسرت کے ہیں لیکن لائق یہ ہے کہ خوشی اور مسرت ان اوقات میں انہی امور سے ہو جو مستحب ہوں یا مباح جیسے نہانا خوشبو لگانا

احسن الثیاب التی تکون جدیدۃ او غسیلۃ لا بما کان حراما او مکروہا کلبس الحریر والخوض فی الباطل لان العید
اچھے اچھے کپڑے بدلنا جو نئے ہوں یا دھوئے ہوئے ہوں نہ ان امور سے جو حرام ہیں یا مکروہ جیسے ریشمی پہننا اور واہیات کاموں میں گھسنا۔ کیونکہ عید کا
انما سمی عیدا لان اللہ تعالیٰ یعود فیہ علی المؤمنین بالمغفرۃ والاحسان فیجب علیہم ان یجتنبوا المعصیۃ والطغیان
اسی لیے عید نام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ مومنین پر مغفرت اور احسان فرمایا ہے پس انپر واجب ہے کہ گناہ اور نافرمانی سے پرہیز کریں
حتی یکونوا من اہل السعادۃ والرضوان لا من اہل الشقاوۃ والخذلان ثم ینبغی ان یعلموا ان بعض الناس
تاکہ سعادتمند اور اہل رضوان ہوجائیں نہ کہ بدبخت اور خذلان والے ہوجائیں پھر جاننا چاہیے کہ بعضے لوگ گمان کرتے ہیں
قد زعموا ان ضرب الدف والغناء بہ فی یوم العید جائز لما روی عن عائشۃ ان ابا بکر دخل علیہا یوم العید و
کہ دف بجاکر گانا عید کے روز جائز ہے اس دلیل سے جو حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ عید کے روز انکے یہاں آئے اور
عندہا جاریتان تغنیان بالدف ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متغش بثوبہ فزجرہما ابوبکر فکشف النبی علیہ السلام
انکے پاس دو لڑکیاں دف پر گاتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کپڑا اوڑھے ہوئے تھے سو ان دونوں کو حضرت ابوبکرؓ نے جھڑکا پس نبی علیہ السلام نے
وجہہ فقال دعہما یا ابابکر فان لکل قوم عیدا فہذا عیدنا فان ہذا الحدیث وان کان یدل علی زعمہم لکن لیس کما
اپنا منھ کھول دیا اور فرمایا اے ابوبکر جانے دو کیونکہ ہر قوم کے لیے عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے کیونکہ یہ حدیث اگرچہ انکے زعم پر دلالت کرتی ہے لیکن ایسا نہیں ہے جو
زعموا اذ قد ذکر فی نصاب الاحتساب ان ہذا الحدیث متروک غیر معمول بہ لقولہ تعالیٰ ومن الناس من یشتری لہو الحدیث
وہ سمجھے اسواسطے کہ نصاب الاحتساب میں مذکور ہے کہ یہ حدیث متروک ہے اسپر عمل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے اور ایک وہ لوگ ہیں جو خریدتے ہیں کھیل کی چیزیں
فان المراد من لہو الحدیث علی ما ذکر فی معالم التنزیل عن ابن مسعود وابن عباس وعکرمۃ وسعید بن جبیر
کیونکہ لہو الحدیث سے مراد حسب بیان معالم التنزیل کے بروایت ابن مسعود اور ابن عباس اور عکرمہ اور سعید بن جبیر
الغناء وما فی معناہ من المعازف والمزامیر والمراد من اشترائہ اختیارہ والمعنی ان بعضا من الناس یختار
غنا ہے اور جو اسکے مثل ہے معازف اور مزامیر وغیرہ سے اور اشترا سے مراد پسند کرنا ہے اور معنے اسکے یہ ہیں کہ بعضے لوگ پسند کرتے ہیں
الغناء وما فی معناہ من المعازف والمزامیر لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذہا ہزوا اولئک لہم عذاب مہین
غنا کو اور جو اسکی مثل ہے معازف اور مزامیر وغیرہ سے تاکہ بہکائیں راہ خدا سے بے جانے بوجھے اور ٹھہرائیں اسکو ہنسی ٹھٹھا ان ہی لوگوں کو ذلت کا عذاب ہے
فدلت الآیۃ علی تحریم الغناء وما فی معناہ من الملاہی ویدل علی ہذا ایضا ان عائشۃ بعد بلوغہا لم ینقل عنہا الا
پس یہ آیت غنا اور جو ملاہی اسکے مثل ہیں سب کی حرمت پر دلالت کرتی ہے اور اسکی حرمت پر یہ بھی دلیل ہے کہ حضرت عائشہؓ سے بلوغ کے بعد
ذم الغناء والمعازف والثانی مما یجب علی المکلف فی ہذا العید الاضحیۃ فانہا یجب علی مسلم حر مقیم موسر
غنا اور معازف کی مذمت کے سوا اور کچھ منقول نہیں اور دوسرا امر جو اس عید میں مکلف پر واجب ہے قربانی ہے پس قربانی مسلمان آزاد مقیم تونگر پر واجب ہے
والیسار فیہا ان یملک نصابا او ما یکون قیمتہ نصابا فاضلا عن حاجتہ الاصلیۃ ولا یعتبر فیہ وصف النماء فمن کانت لہ
اور اس بارہ میں تونگری یہ ہے کہ نصاب کا مالک ہو یا ایسی چیز کا کہ اسکی قیمت نصاب کے برابر ہو حاجت اصلی سے زائد اور اسمیں نامی ہونے کی صفت معتبر نہیں پس جسکے
دار لا یسکنہا فیؤاجرہا یعتبر قیمتہا فی الغنی وکذا اذا سکنہا وفضل عن سکناہ شیء یعتبر قیمۃ الفاضل فی الغنی
ملک میں کوئی گھر ہو جسمیں خود نہیں رہتا کرایہ پر دیتا ہو تو غنا میں اسکی قیمت کا اعتبار کیا جائیگا اور اسیطرح اگر اسمیں رہتا ہو لیکن اسکی سکونت سے کچھ فاضل ہو تو اس فاضل کی قیمت اس غنا کے باب میں اعتبار کیجائیگی
لان ما کان من حاجتہ الاصلیۃ لا بد ان یکون مشغولا بہا لا بما سیحتاج الیہ اذ ما من مال الا ویقع الحاجۃ الیہ
کیونکہ جسقدر اسکی حاجت اصلی ہے تو ضرور ہے کہ فی الحال اسکے برتاؤ میں ہو نہ یہ کہ آئندہ اسکی حاجت پڑے کیونکہ ایسا مال کوئی نہیں کہ اسکی
فی وقت من الاوقات حتی لو کان فی دار بکراء فاشتری قطعۃ ارض بمائتی درہم فبنی فیہا دارا یسکنہا فہو غنی
کبھی نہ کبھی حاجت پیش نہ آسکے یہانتک کہ اگر ایک شخص کرایہ کے گھر میں رہتا ہو پھر ایک قطعہ زمین کا دو سو درہم کو خریدکر رہنے کے لیے گھر بنایا تو اب یہ شخص اس گھر کے سبب سے غنی ہے
بہا لانہا فاضلۃ عن حاجتہ الحالیۃ وانما یحتاج الیہا فیما سیجیء ومن کان لہ دار فیہا بیتان صیفی وشتوی لا یکون
کیونکہ اسوقت اسکی حاجت سے زائد ہے اسکی حاجت تو آئندہ ہوگی اور جسکے پاس کوئی ایسا مکان ہو جسمیں دو قطعہ ہوں ایک گرمی کا اور ایک جاڑے کا

غنیا وان کان فیہا ثلث بیوت یعتبر قیمۃ الثالث فی الغنی وصاحب الثیاب لا یکون غنیا بثلثۃ دستجات
تو غنی نہین ہے اور اگر اسمین تین قطعہ ہون تو اس گھر کی قیمت اس غنا مین اعتبار کیجائیگی اور کپڑون کا مالک تین جوڑی کپڑے سے غنی نہین ہوگا

احدہا للبذلۃ والثانیۃ للمہنۃ والثالثۃ للجمع والاعیاد وکذا بالفراشین وما زاد علی الدستجات الثلث
ایک روزمرہ کے پہننے کے لیے اور دوسرا کام کرنے کے وقت کا اور تیسرا جمعہ اور عیدون کا اور اسی طرح دو بچھونے سے غنی نہین ہوگا اور جسقدر تین جوڑے

من الثیاب وعلی الفراشین یعتبر قیمتہ فی الغنی والغازی لا یکون غنیا بفرسین وان کان لہ ثلثۃ افراس
کپڑے اور دو بچھونون سے زیادہ ہوگا تو غنی ہونے کے لیے اسکی قیمت حساب کیجائیگی اور غازی دو گھوڑون سے غنی نہین ہوتا اور اگر اسکے تین گھوڑے ہون تو ایک گھوڑے کی

یعتبر قیمۃ احدہا فی الغنی وما زاد علی الواحد من الدواب لغیر الغازی فرسا کان او حمارا للدہقان وغیرہ او
قیمت اس غنا مین حساب کی جائے گی اور جسقدر ایک جانور سے زیادہ ہو غازی کے علاوہ اور شخص کے پاس گھوڑا ہو یا گدھا کسان کا ہو یا اور کسی کے لیے یا

الخادم الواحد یعتبر قیمتہ فی الغنی وکذا کتب التفسیر والحدیث لاہلہ ما زاد علی نسخۃ واحدۃ من روایۃ وحدۃ
ایک خادم سے زیادہ ہو تو اس غنا مین اسکی قیمت معتبر ہوگی اور اسیطرح تفسیر اور حدیث کی کتابین اہل کے لیے جو ایک ایک نسخہ سے زیادہ ہو ایک روایت سے

یعتبر قیمتہ فی الغنی وکذا ما زاد علی الواحد من المصاحف لمن یحسن القراءۃ یعتبر قیمتہ فی الغنی والزراع لا یکون
غنا کی بابت اسکی قیمت اعتبار کیجائیگی اور اسی طرح جو ایک قرآن سے زیادہ ہو اسکے پاس جو اچھی طرح پڑھ سکتا ہے تو غنا کے باب مین اسکی قیمت معتبر ہوگی اور کسان

غنیا بثورین والۃ الحراثین وان کان لہ ثلث ثیران یعتبر قیمۃ احدہا فی الغنی والبقرۃ الواحدۃ یعتبر قیمتہا فی
دو بیلون اور کھیتی کے آلات سے غنی نہین ہوتا اور اگر تین بیل ہون تو ایک بیل کی قیمت غنا مین معتبر ہوگی اور ایک گائے کی قیمت

الغنی ومن کان لہ قوت سنۃ یساوی نصابا ففیہ کلام والظاہر انہ لا یعد من الغنی ذکرہ قاضی خان فی فتاواہ
غنا مین معتبر ہے اور جسکے پاس ایک سال کا گذارا ہو جو نصاب کے برابر ہو تو اسمین گفتگو ہے اور ظاہر یہ ہے کہ غنا مین اسکا شمار نہین اسکو قاضی خان نے اپنے فتاویٰ مین ذکر کیا ہے

والمرأۃ ان کانت لہ جواہر ولالی تلبسہا للاعیاد وتتزین للزوج یعتبر قیمتہا فی الغنی وکذا ان کان لہا دار تسکن
اور عورت کے پاس اگر جواہر اور موتی ہون جنکو عید کے روز پہنتی ہے اور خاوند کے واسطے سنگار کرتی ہے تو غنا مین انکی قیمت معتبر ہے اور اسیطرح اگر عورت کی ملک مین گھر ہو جسمین

فیہا مع زوجہا یعتبر قیمتہا فی الغنی اذا کان الزوج قادرا علی الاسکان ویتعلق بہذا النصاب حرمۃ اخذ الزکوۃ ووجوب
اپنے خاوند کے ساتھ رہتی ہے تو اسکی قیمت غنا کے لیے معتبر ہوگی بشرطیکہ اسکا خاوند گھر دینے پر قدرت رکھتا ہو اور اسی نصاب سے زکوۃ لینے کی حرمت اور

صدقۃ الفطر والاضحیۃ لان الغنی علی ثلث مراتب غنی یحرم علیہ السؤال واخذ الصدقۃ ویجب علیہ صدقۃ
صدقۂ فطر اور قربانی کا وجوب متعلق ہے اس واسطے کہ غنی کے تین مرتبے ہین ایک وہ غنی ہے جسکو سوال کرنا اور صدقہ لینا حرام ہے اور اسپر صدقۂ

الفطر والاضحیۃ والزکوۃ وہو من یملک نصابا کاملا نامیا وغنی یحرم علیہ السؤال واخذ الصدقۃ ویجب علیہ
فطر اور قربانی اور زکوۃ واجب ہوتی ہے اور وہ وہ ہے جو پورے نصاب نامی کا مالک ہو اور ایک وہ غنی جسکو سوال کرنا اور صدقہ لینا حرام ہے اور اسپر

صدقۃ الفطر والاضحیۃ دون الزکوۃ وہو من یملک ما قیمتہ نصاب من غیر ان یکون فیہ نماء وغنی یحرم
صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہے اور زکوۃ واجب نہین اور یہ وہ شخص ہے جو ایسی چیز کا مالک جسکی قیمت نصاب کے برابر ہو بلا اسکے کہ اسمین نمو ہو اور ایک وہ غنی ہے

علیہ السؤال لا اخذ الصدقۃ ولا یجب علیہ شیء مما ذکر من صدقۃ الفطر والاضحیۃ والزکوۃ وہو من یملک
جسکو سوال کرنا تو حرام ہے نہ کہ صدقہ لینا اور اس پر اشیاے مذکورۂ بالا صدقۂ فطر قربانی زکاۃ مین سے کچھ واجب نہین اور یہ وہ ہے جسکے پاس

قوت یومہ وما یستر عورتہ ثم المعتبر فی الفقر والغنی اخر ایام النحر واذا جاء یوم النحر ولا مال لہ ثم استفاد
ایک دن کا گذارا ہو اور بدن ڈھکنے کو کپڑا پھر مفلسی اور غنا مین قربانی کے آخر دن کا اعتبار ہے اور جب ایام نحر پیش آئین ایسے وقت کہ اسکے پاس کچھ مال نہین تھا پھر اسکو

قدر النصاب قبل مضی ایام النحر ولا دین علیہ تجب علیہ الاضحیۃ وان جاء یوم النحر وہو غنی فہلک ما لہ او
نصاب کے برابر ایام قربانی گذرنے سے قبل مل گیا اور اوسکے ذمہ کچھ قرض بھی نہین تو قربانی اوسپر واجب ہے اور اگر ایام نحر تونگری کی حالت مین آگئے پھر اسکا مال سب ہلاک ہو گیا یا

نقص عن النصاب قبل مضی ایام النحر لا تجب علیہ الاضحیۃ ومن کان لہ علی الناس دیون مؤجلۃ ولم یکن
نصاب سے کم رہ گیا ایام نحر گذرنے سے پیشتر تو اوس پر قربانی واجب نہین ہے اور جس کا قرض لوگون پر کبھی کے وعدے پر ہو اور

فی یده ایام الاضحیة مایشتری به الاضحیة لا تجب علیه الاضحیة وکذا لو کان له دین علی مفلس مقر لا تجب
ایام نحر مین اسکے ہاتھ مین اتنا نہو کہ قربانی خرید لے تو اُسپر قربانی واجب نہین ہے اور اسی طرح اگر اسکا قرض کسی مفلس پر آتا ہو جو قرض کا اقرار بھی کرتا ہے تو
علیه الاضحیة مالم یصل الیه الدین وکذا لو کان له دین علی مقر ملیء ولیس فی یده ما یمکنه شراء الاضحیة لا یلزمه
اُسپر قربانی واجب نہین جبتک وہ قرض وصول نہو جائے اور اسیطرح اگر اسکا قرض کسی غنی پر آتا ہو جو اقرار بھی کرتا ہے اور اسکے ہاتھ مین اتنا نہین جس سے قربانی خرید سکے تو اسکو ضرور نہین
ان یستقرض فیضحی ولا قیمتها اذا وصل الیه الدین لکن یلزمه ان یسأل عنه ثمن الاضحیة اذا غلب علی ظنه انه
کہ قرض لے کر قربانی کرے اور نہ قرض کے ملنے کے وقت قربانی کی قیمت دینی لازم ہے لیکن اسکو یہ لازم ہے کہ قرضدار سے قیمت قربانی کی مانگے اگر ظن غالب ہو کہ وہ
یعطیه ولو کان له مال کثیر غائب فی ید شریکه او مضاربه ومعه مایشتری به الاضحیة من الحجرین
دیدیگا اور اگر اُسکا بہت سا مال اسکے قبضہ سے باہر اسکے شریک یا مضارب کے قبضہ مین ہے اور اُسکے قبضہ مین سونا یا چاندی اتنی ہے کہ قربانی خرید کرے
او متاع البیت یلزمه الاضحیة واول وقتها بعد طلوع الفجر من یوم النحر لکن یشترط تقدیم صلوة العید
یا گھر کا اسباب ہے تو اسکو قربانی واجب ہے اور اسکا اول وقت دسوین تاریخ طلوع فجر کے بعد سے ہے لیکن نماز عید کا قربانی پر مقدم کرنا شرط ہے
علیها فی حق اهل الامصار حتی لا یجوز الذبح لمن کان فی المصر الا بعد فراغ الامام من الصلوة ولو ضحی
شہر والون کے لیے یہان تک کہ جو شہر مین رہتا ہو اُسکو نماز سے پیشتر قربانی جائز نہین تاوقتیکہ امام نماز سے فارغ نہو اور اگر
قبل صلوة الامام لا یصح ولو خرج الامام بطائفة الی الجبانة وامر رجلا ان یصلی بالضعفاء فی المصر
امام کی نماز سے پیشتر قربانی کی تو درست نہین اور امام جماعت کے ہمراہ عیدگاہ کی طرف روانہ ہوا اور ایک شخص کو نائب بنایا کہ ناتوانون کو شہر مین نماز پڑھا دے
وضحی البعض بعد ما صلی احد الفریقین یجوز استحسانا وان کانت بلدة لا یصلی فیها صلوة العید
اور بعضون نے ان دو مین سے ایک کے نماز پڑھ لینے کے بعد قربانی کر دی تو استحساناً جائز ہے اور اگر ایسا شہر ہے کہ اسمین عید کی نماز نہین ہوتی
اما لعدم الامام او لغلبة اهل الفتنة یجوز التضحیة فی الیوم الاول بعد الزوال وفی الیوم الثانی والثالث یجوز
یا تو اس لیے کہ امام نہین ہے یا اہل فتنہ کے غلبہ کے وجہ سے تو قربانی پہلے دن دوپہر ڈھلنے کے بعد جائز ہے اور دوسرے اور تیسرے دن
قبل الزوال وبعده وقال بعضهم فی ذلک المکان یجوز التضحیة فی ای وقت کان لوقوع الیأس عن الصلوة
دوپہر ڈھلنے سے پہلے بھی اور بعد بھی جائز ہے اور بعضے کہتے ہین کہ ایسی جگہ قربانی جائز ہے جس وقت ہو کیونکہ نماز کی توقع نہین ہے
وان اخر الامام الصلوة یوم العید ینبغی للناس ان یؤخروا التضحیة الی وقت الزوال ولو خرج الامام الی
اور اگر امام عید کے روز نماز مین دیر لگائے تو لوگون کو بھی چاہیے کہ قربانی کو دوپہر ڈھلے تک مؤخر کرین اور اگر امام نماز کے لیے
الصلوة فی الغد وبعد الغد وقد ضحی بعض الناس قبل ان یصلی الامام یجوز لانه فات وقت الصلوة
اگلے دن یا اسکے بھی بعد نکلے اور بعضے لوگون نے امام کی نماز سے پہلے قربانی ذبح کر دی تو جائز ہے کیونکہ نماز کا وقت مسنون
علی وجه السنة ثم المعتبر مکان المذبوح لا مکان المالک حتی لو کانت الاضحیة فی المصر وصاحبها فی السواد
تو جاتا رہا پھر اعتبار قربانی کے مکان کا ہے نہ مالک کے مکان کا یہان تک کہ اگر قربانی شہر مین ہو اور اُسکا مالک گانؤن مین پس اُسنے
فامر رجلا بالذبح فذبح الوکیل قبل الصلوة لا یجوز ولو کانت الاضحیة فی السواد وصاحبها فی المصر وامر اهله
کسی شخص کو ذبح کا حکم دیا پس اُسنے نماز سے پہلے ذبح کر دیا تو جائز نہین اور اگر قربانی گانؤن مین ہو اور مالک شہر مین اور اسنے اپنے اہل کو کہدیا کہ
بالذبح فذبح الاهل قبل الصلوة یجوز وکذا لو کان رجل فی مصر واهله فی مصر آخر وکتب الیهم ان یضحوا
ذبح کر دینا اور اسکے اہل نے نماز سے پہلے ذبح کر دیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر ایک شخص ایک شہر مین ہے اور اسکی اہل دوسرے شہر مین ہو اور اس شخص نے اپنی اہل کو لکھا کہ میری طرف سے قربانی کر دو
عنه یلزمهم ان یذبحوا عنه بعد صلوة الامام فی البلد الذی هم فیه اعتبار المکان الذبیحة ومن اراد ان یتعجل
تو انپر لازم ہے کہ اس شہر کے امام کی نماز کے بعد اسکی طرف سے ذبح کرین جسمین وہ رہتے ہین مکان قربانی کے اعتبار کی وجہ سے اور جسنے چاہا کہ گوشت جلدی ملجائے
له اللحم فاخرج اضحیته من المصر وذبحها قبل الصلوة قالوا ان اخرجها مقدار ما یباح للمسافر قصر الصلوة
اور قربانی کو شہر سے باہر لیجا کر نماز سے پہلے ذبح کر لیا تو علما کہتے ہین اگر وہ قربانی کو اتنی دور لے گیا ہے جسمین مسافر کو قصر نماز مباح ہوتی ہے

فیه یجوز والا فلا هذا کله فی حق اهل الامصار واما اهل السواد والقری فیجوز لهم الذبح بعد الفجر الثانی من الیوم
توجائز ہی ورنہ جائز نہیں یہ سب شہروالون کے حق مین ہی اور گرد ونواح اور گانؤن کے لوگون کو دسوین تاریخ ذی حجہ کی صبح صادق کے بعد سے

العاشر من ذی الحجة واما اهل البوادی فهم لا یذبحون الا بعد صلوٰة اقرب الائمة الیهم و آخر وقتها
ذبح کرنا جائز ہے اور جنگل کے رہنے والے اپنے سے قریب تر امام کے نماز سے بدون فراغت کیے ذبح نہ کرین اور اسکا آخر وقت

فی حق الکل قبیل غروب الشمس من الیوم الثالث من ایام النحر وافضل وقت التضحیة الیوم الاول وادنیها الیوم
سب کے حق مین تیسرے دن ایام قربانی کے آفتاب ڈوبنے سے کچھ پہلے تک ہی اور قربانی کا افضل وقت پہلا دن ہی اور ادنیٰ وقت پچھلا دن

الاخر ویکره الذبح لیلا وان جاز لاحتمال الغلط فی ظلمة اللیل فلو وقع الشک ان هذا الیوم کان من عاشر
اور رات کو ذبح کرنا مکروہ ہی اگرچہ جائز ہی کیونکہ رات کی اندھیری مین غلطی کا احتمال ہی اگر یہ شبہ ہو جائے کہ یہ دن ذی حجہ کی دسوین

ذی الحجة او تاسع ذی الحجة فالاحوط ان یضحی فی الغد بعد الزوال قال قاضی خان فی فتاواه فی کتاب
ہے یا نوین تو احتیاط یون ہی کہ اگلے دن دوپہر ڈھلے ذبح کرے قاضی خان نے اپنے فتاوے کی کتاب

الصوم شهر رمضان اذا اهل یوم الخمیس و یوم عرفة جاء یوم الخمیس ایضا کان ذلک الیوم یوم عرفة لا یوم النحر
الصوم مین کہا ہی کہ غرۂ رمضان اگر جمعرات کے دن ہو اور عرفہ کا دن بھی جمعرات کے روز آپڑے تو وہ دن بیشک عرفہ ہی کا ہی نہ کہ یوم النحر

حتے لا یجوز التضحیة فی هذا الیوم اعتمادا علی قول علی یوم نحرکم یوم صومکم لان ذلک محتمل یحتمل
یہان تک کہ اُس دن قربانی ذبح کرنا جائز نہیں ہی حضرت علی رضؓ کے اس قول پر توثق کرکے کہ دسوین ذی حجہ کی پہلی رمضان کی ہی یہ قربانی کرنا درست نہیں کیونکہ یہ قول محتمل ہی اسمین یہ

انه اراد به ذلک العام دون الابد ثم الاضحیة انما تجوز من اربعة اصناف من الحیوان الابل والبقر
احتمال ہی کہ آپ نے اس ہی سال کا حال ارشاد کیا ہو نہ ہمیشہ کا قاعدہ پھر قربانی چار قسم کے حیوان کی جائز ہے اونٹ اور گائے

والغنم والمعز ذکورها واناثها الا ان الانثی من الابل والبقر افضل والذکر من الغنم والمعز افضل ثم المعتبر من
اور بکری اور دنبہ نر اور مادہ دونون لیکن اتنی بات ہے کہ اونٹنی اور گائے مین مادہ افضل ہی اور بکری اور دنبہ مین نر افضل ہی پھر معتبر

هذه الاصناف الاربعة الثنی وهو من الغنم والمعز ما تمت له سنة وطعن فی الثانیة ومن البقر ما تمت له سنتان
ان چارون قسمون مین ثنی ہی اور ثنی بکری اور دنبہ مین وہ ہے جسکا ایک سال پورا ہو گیا ہو اور دوسرا شروع ہوا ہو اور گائے مین وہ ہی جسکو دو برس پورے ہو چکے ہون

وطعن فی الثالثة ومن الابل ما تمت له خمس سنین وطعن فی السادسة ولا یجوز ما دون ذلک من هذه الاصناف
اور تیسرا شروع ہوا ہو اور اونٹ مین سے وہ ہی جسکے پانچ برس پورے ہو چکے ہون اور چھٹا شروع ہوا ہو اور اس عمر سے چھوٹا ان قسمون سے جائز نہین

الا الجذع من الضان اذا کان عظیما بحیث لو اختلط بالثنیات لم یتمیز من بعید وهو ما کان له الیة وانی علیه
مگر جذع دنبہ کا جبکہ خوب بڑا ہو ایسا کہ اگر ایک برس کی عمر والون مین ملجائے تو دور سے پہچانا نہ جائے اور جذع وہ ہی کہ جسکی چکتی ہوتی ہے اور

ستة اشهر وشیء من الشهر السابع وذکر فی الخلاصة ان التضحیة بالدیک والدجاجة فی ایام النحر ممن لا اضحیة
چھ مہینے پورے ہو چکے ہون اور کچھ دن ساتوین مہینے کے اور خلاصہ مین مذکور ہی کہ ایام نحر مین مرغ اور مرغی کی قربانی کرنا اس آدمی کو جسپر افلاس کی سبب سے قربانی واجب نہین

علیه بعسارة تشبها بالمضحین مکروه لانه من رسوم المجوس ولو اشتری فقیر شاة الاضحیة و لم یضح حتے
قربانی کرنے والون کی مشابہت حاصل کرنے کو مکروہ ہی کیونکہ یہ مجوسیون کی رسم ہی اور اگر کسی فقیر نے قربانی کے لیے بکری خریدی اور ذبح نہ کی یہانتک کہ

مضت ایام النحر کان علیه ان یتصدق بتلک الشاة حیة او بقیمتها ولو انه ذبحها بعد ایام النحر و تصدق
ایام نحر گذر گئے تو اُسپر لازم ہی کہ وہ بکری زندہ خیرات کر دے یا اُسکی قیمت دیدے اور اگر بعد ایام نحر کے ذبح کیا اور گوشت خیرات کر دیا

بلحمها یجوز لکن ان کان قیمتها حیة اکثر یلزمه ان یتصدق بالفضل فان اکل منها یغرم قیمته
تو بھی جائز ہی لیکن اگر زندہ کی قیمت زیادہ ہو تو اُتنی فاضل قیمت بھی خیرات کر دے اور اگر اسمین سے کچھ خود کھالے تو اُسکو قیمت اور دینی پڑے گی

وان لم یفعل شیئا من ذلک حتے جاء یوم النحر من القابل فضحی بها عن العام الاول لا یجوز لان اراقة الدم
اور اگر اُسنے ان امور مین سے کچھ بھی نہ کیا یہان تک کہ اگلے سال کا یوم النحر آگیا پس اب اُسنے پہلے سال کی طرف سے بھی ذبح کیا تو جائز نہین کیونکہ ذبح کرنا

قربة عن اداء او قضاء ویجوز الابل والبقر من احد الی سبعة اذا اراد کلهم القربة اتفقت جهة القربة او
جو عبادت ہو تو ادا ہونے پر خواہ بطور قضا کے اور اونٹ اور گائے ایک سے لیکر سات آدمیوں تک جائز ہے بشرطیکہ ان سب کا ارادہ تقرب کا ہو ایک ہی طرح کی عبادت ہو یا
اختلف کالاضحیة والقران والمتعة والعقیقة والتقدیر بالسبعة یمنع الزیادة لا النقصان حتی یجوز عن ستة
مختلف جیسے قربانی اور قران اور متعہ اور عقیقہ اور سات کی حد سے زیادتی کی ممانعت ہے نہ کہ کمی کی یہاں تک کہ چھ
وخمسة واربعة وثلثة واثنین ان لم یکن لاحدهم اقل من السبع کما اذا مات رجل وترک ابنا وامرأة و
یا پانچ یا چار یا تین یا دو آدمیوں کی طرف سے بھی جائز ہے بشرطیکہ کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہو جیسے کہ کوئی مرگیا اور اسنے ایک بیٹا اور بیوی وارث اور ترکہ میں
بقرة وضحیا بها لا یجوز وکذا لو اشتری ثلثة نفر ودفع احدهم اربعة دنانیر والاخر ثلثة دنانیر والثالث
گائے چھوڑی انھوں نے وہ گائے قربانی کی تو یہ جائز نہیں اور ایسے ہی اگر تین آدمیوں نے ملکر قربانی خریدی ایکنے چار دینار اور دوسرے نے تین دینار اور تیسرے نے
دینارا واشتروا بقرة علی ان یکون البقرة بینهم بقدر اموالهم وضحوا بها لا یجوز ولو اشترک سبعة فی بقرة
ایک دینار دیا اور ایک گائے مول لی اس شرط پر کہ ہر ایک کی شرکت بقدر مال کے ہو اور انکی قربانی کردی یہ جائز نہیں اور اگر سات آدمی ایک گائے میں شریک ہوے
ونوی بعض الشرکاء التطوع وبعضهم الاضحیة لهذه السنة وبعضهم قضاء عن السنة الماضیة یجوز
اور بعضوں نے نفل کی نیت کی اور کسی نے اسی سال کی قربانی کی اور کسی نے پچھلے سال کی قضا کی یہ سب جائز ہے
الکل لکن یکون تطوعا عمن نوی القضاء عن السنة الماضیة فلا یقع عن قضائه بل یلزمه ان یتصدق
لیکن جسنے گذشتہ سال کی قضا کی نیت کی تھی اسکی نفل ہوگی لہذا اسکی قضا کی طرف سے نہوگی بلکہ اسکو لازم ہے کہ
بقیمة شاة وسط لما مضی ولو مات احد السبعة وقال ورثته اذبحوها عنه وعنکم یجوز استحسانا ولو
ایک متوسط بکری کی قیمت سال گذشتہ کے عوض خیرات کردے اور اگر ان ساتوں میں سے ایک مرگیا تو اسکے وارثوں نے کہا کہ اسکی طرف سے اور اپنی طرف سے ذبح کرلو تو استحسانا جائز ہے اور اگر
اشترک سبعة وضحوا البقرة واقتسموا اللحم وزنا یجوز ولو اقتسموه جزافا لا یجوز الا ان یضم الی اللحم شیء من
سات آدمیوں نے ملکر گائے قربانی کی اور گوشت تول کر بانٹا تو جائز ہے اور اگر انکل سے بانٹا تو یہ جائز نہیں ہے ہاں جبکہ گوشت کے ساتھ کچھ
الاکارع او الجلد سواء کان فی کل جانب شیء من اللحم وشیء من الاکارع او کان فی کل جانب شیء من اللحم و
کلے پائے یا چمڑا ملالیں تو جائز ہے خواہ ہر طرف کچھ گوشت اور کچھ پائے ہوں یا ہر طرف کچھ گوشت اور
شیء من الجلد او کان فی جانب لحم واکارع وفی اخر لحم وجلد وانما یجوز جزافا صرفا للجنس الی خلاف
کچھ چمڑا یا ایک طرف گوشت اور پائے ہوں اور دوسری طرف گوشت اور چمڑا اس صورت میں انکل سے اسلیے جائز ہے کہ ہر جنس کا خلاف جنس سے مقابل
الجنس ولو لم یضموا الی اللحم شیئا وحلل کل واحد منهم لصاحبه الفضل لا یجوز لان تحلیل الفضل هبة و
ہو جائیگا اور اگر گوشت کے ساتھ کچھ نہ ملایا اور ہر ایک نے دوسرے سے کمی بیشی کو معاف کرالیا یہ بھی جائز نہیں اسلیے کہ زیادتی معاف کرانا ہبہ ہے اور مشترک چیز کا
المشاع فیما یحتمل القسمة لا یجوز وان اقتسموا اللحم وزنا وتصدقوا بالجلد علی فقیر او وهبوا للغنی یجوز ولو
ہبہ جس صورت میں کہ تقسیم ممکن ہو جائز نہیں اور اگر گوشت تول کر بانٹ لیا اور چمڑا اسنے ملکر کسی فقیر کو خیرات کردیا یا کسی غنی کو ہبہ کردیا یہ جائز ہے اور اگر
جعلوا اللحم والشحم سبعة اسهم وقسموه بینهم جزافا یجوز ویجوز الخصی والجماء التی لا قرن لها والثولاء
گوشت اور چربی ملاکر سات حصے کیے اور آپس میں انکل سے تقسیم کرلیا تو جائز ہے اور بدھیا اور منڈھا جسکے سینگ پیدائشی نہوں اور
المجنونة ولا یجوز العمیاء التی لیس لها عینان ولا العوراء التی لیس لها عین واحدة ولا العجفاء التی لا مخ فی عظمها
باؤلا جائز ہے اور اندھا جانور جسکی دونوں آنکھیں نہیں جائز نہیں اور نہ کانا جسکی ایک آنکھ نہو اور نہ ایسا دبلا جسکی ہڈی کے اندر مغز نرہا ہو
ولا العرجاء التی تمشی بثلث قوائم وتجافی الرابعة عن الارض فان کانت تضع الرابعة علی الارض وضعا
اور نہ لنگڑا جو تین پیر سے چلتا ہو اور چوتھا زمین سے اٹھائے رہتا ہو جائز نہیں اور اگر چوتھا پاؤں زمین پر
خفیفا وتستعین بها الا انها تمایل عند المشی تجوز ولا یجوز ما ذهب اکثر من ثلث اذنها والیتها او عینها
آہستہ سے رکھ کر مدد لیتا ہو لیکن چلتے وقت لنگڑاتا ہو تو جائز ہے اور جس کا تہائی سے زیادہ کان یا چکتی یا آنکھ جاتی رہی ہو جائز نہیں

وطريق معرفة ذهاب الثلث من العين ان يشد عينها المفقوءة بعد كونها جائعة فيقرب اليها العلف فينظر
اور طریقہ تہائی بینائی جانے کے دریافت کا یہ ہے کہ جب وہ بھوکی ہو اوسکی ناقص شدہ آنکھ بند کریں پھر اوسکو گھاس دکھائیں پھر خیال رکھیں کہ
من اي مكان ترى العلف ثم يشد عينها الصحيحة ويقرب اليها العلف فينظر من اي مكان ترى العلف
کتنی دور سے گھاس دیکھ لیتی ہے پھر اچھی آنکھ بند کریں اور گھاس دکھائیں اور یہ خیال کریں کہ کتنی دور سے گھاس دیکھ لیتی ہے
ثم ينظر تفاوت ما بين المكانين فان كان نصفا فالذاهب نصف وان كان ثلثا فالذاهب ثلث وهكذا
پھر دیکھیں کہ دونوں مکان میں کتنا تفاوت ہے اگر آدھا فرق ہو تو آدھی بینائی نہیں اور اگر تہائی ہو تو تہائی بینائی جاتی رہی اور ایسے ہی حساب پر
وشق الاذن والكي لا يمنع جواز الاضحية وكذا كسر القرن الا اذا بلغ المخ ولو ذهب عينها او كسرت
اور کان کا پھٹا ہونا اور داغدار ہونا قربانی کے جواز کا مانع نہیں اور ایسے ہی سینگ کا ٹوٹا ہونا ہاں اگر مغز تک پہونچ جائے تو جائز نہیں اور اگر ذبح کرنیکے لیے پچھاڑنے میں
رجلها في معالجة الذبح فانه ان لم يرسلها يجوز وان ارسلها وضحى بها في وقت آخر في ذلك اليوم او في يوم آخر
آنکھ جاتی رہے یا پیر ٹوٹ گیا تو اگر اوس کو چھوڑا نہیں تو جائز ہے اور اگر چھوڑ دیا اور دوسرے وقت اسی دن میں
من ايام النحر اختلفوا فيه وعن ابي يوسف انه يجوز وبه اخذ الزعفراني ولو ولدت الاضحية كان
یا ایام نحر کے اور کسی دن میں ذبح کیا تو اوس میں اختلاف ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی کو زعفرانی نے اختیار کیا ہے اور اگر قربانی کے بچہ ہو پڑے تو لازم ہے
عليه ان يذبح الولد ايضا وان لم يذبحه حتى مضت ايام النحر فعليه ان يتصدق به حيا والافضل ان
کہ بچے کو بھی ذبح کر دے اور اگر بچے کو نہ ذبح کیا یہانتک کہ ایام نحر جاتے رہے تو اوسکو لازم ہے کہ وہ بچہ زندہ خیرات کر دے اور افضل یہ ہے کہ
يذبح اضحيته بيده ان قدر لانه عبادة فالاولى ان يفعلها بنفسه وان لم يقدر يأمر غيره ولا يأمر
اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اگر قدرت ہو کیونکہ یہ عبادت ہے تو اولی یہ ہے کہ خود ادا کرے اور اگر قدرت نہیں تو دوسرے کو کہدے اور
الكتابي لانه قربة وهو ليس من اهلها ولو امره فذبح يجوز لانه من اهل الذكوة والقربة يحصل باقامته
کتابی شخص کو نہ کہے کیونکہ یہ عبادت ہے اور وہ اسکا اہل نہیں اور اگر اوسکو حکم دیا اور اوسنے ذبح کر دیا تو جائز ہو گیا اسلیے کہ آخر وہ ذبح کا اہل تو ہے اور یہ تقرب اوسکی نیابت
ونيته لكن يكره ويستحب حد الشفرة قبل الاضجاع ويكره بعده لما روي انه عليه السلام مر على رجل
اور نیت سے ہو جائے گا لیکن مکروہ ہے اور چھری کا تیز کرنا پچھاڑنے سے پہلے مستحب ہے اور بعد اسکے مکروہ ہے اوس حدیث سے جو مروی ہو کہ پیغمبر علیہ السلام کا ایک شخص پر گذر ہوا
اضجع شاته وهو يحد شفرته وهي تلحظ اليه ببصرها فقال اتريد ان تميتها موتات هلا احددت شفرتك
جو بکری پچھاڑ کر چھری تیز کر رہا تھا اور بکری اپنی آنکھوں سے اوسے دیکھ رہی تھی پس آپ نے فرمایا تو چاہتا ہے کہ اسکو کئی موت سے مارے اسکے پچھاڑنے سے
قبل ان تضجعها ويكره جرها برجلها الى المذبح وترك التوجه الى القبلة ويكره النخع وهو ان يبلغ بالسكين
پہلے چھری کیوں نہ تیز کی تھی اور قربانی کو ٹانگ پکڑ کر مذبح تک کھینچتے ہوئے لانا اور قبلہ کی طرف منہ نہ کرنا مکروہ ہے اور نخع بھی مکروہ ہے اور وہ ایسا سخت ذبح کرنا ہے
حتى يبلغ النخاع ويكره السلخ قبل ان يسكن عن الاضطراب ويستحب ان يحضر الانسان اضحيته عند
کہ حرام مغز تک نوبت پہونچ جاوے اور تڑپنے سے سکون ہونے سے پہلے کھال کھینچنا مکروہ ہے اور مستحب ہے کہ آدمی اپنی قربانی کے ذبح ہوتے وقت پاس حاضر رہے
الذبح ولو وضع صاحب الشاة يده مع يد القصاب في الذبح حتى يكون ذابحا مع القصاب قال الشيخ الامام
اور اگر بکری کے مالک نے بھی اپنا ہاتھ قصاب کے ساتھ ذبح کیوقت چھری پر رکھا تاکہ قصائی کے ہمراہ ذابح ہو شیخ امام
محمد بن الفضل تجب على كل واحد منهما التسمية حتى لو ترك احدهما لا يحل المذبوح لان شرط حله التسمية عليه
محمد بن الفضل نے فرمایا ہے کہ اون دونوں پر بسم اللہ کہنا واجب ہے یہانتک کہ اگر دونوں میں سے ایک نے تکبیر نہ کہی تو مذبوح حلال نہیں کیونکہ شرط حلال ہونیکی اوسپر بسم اللہ کا
لقوله تعالى ولا تأكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه فالذابح اذا ترك التسمية عمدا يكون الذبيحة ميتة لا يحل اكلها ولو
کہنا ہے اس آیت کے روسے اور نہ کھاؤ اوسمیں سے جسپر اللہ کا نام نہ لیا جائے لہذا ذبح کرنے والا جب بسم اللہ قصدا ترک کرے تو ذبیحہ مردار ہے اور اسکا کھانا حلال نہیں
ذكر مع اسم الله تعالى غيره ان كان بالعطف مثل ان يقول بسم الله ومحمد رسول الله يحرم وان كان بغير
اور اگر اللہ تعالی کے نام کے ساتھ اور کچھ بھی کہا تو اگر عطف کے ساتھ ہو مثلا یوں کہا بسم اللہ ومحمد رسول اللہ تو ذبیحہ حرام ہو جائیگا اور اگر بغیر

العطف لا یحرم بل یکرہ ویکرہ ایضا ان یدعو بشیئ بعد التسمیۃ قبل الذبح مثل ان یقول بسم اللہ اللہم تقبل

عطف کے ہو تو حرام نہین بلکہ مکروہ ہو اور یہ بھی مکروہ ہے کہ بسم اللہ کے بعد ذبح سے قبل کچھ دعا کرے مثلاً یون کہے کہ بسم اللہ الٰہی مجھ سے فلانے

منی او من فلان واما بعد الذبح فلا باس بہ لما روی انہ علیہ السلام قال بعد الذبح اللہم تقبل ہذہ عن

سے قبول کر لے یا ان ذبح کے بعد اسکا کچھ مضائقہ نہین کیونکہ مروی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے ذبح کے بعد فرمایا الٰہی یہ قربانی قبول کر لے

امۃ محمد ممن شہد لک بالوحدانیۃ ولی بالبلاغ وما تداولتہ الالسن عند الذبح بسم اللہ واللہ اکبر فہو جائز

محمد کی تمام امت کی طرف سے جس جس نے تیری وحدانیت اور میری تبلیغ کی گواہی دی اور ذبح کرتے ہوئے جو زبانون پر چڑھا ہوا ہے بسم اللہ واللہ اکبر تو وہ جائز ہے

لکن ذکر فی القنیۃ ان المستحب ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر بدون الواو ومع الواو یکرہ ولو ذبح رجل ضحیۃ غیرہ

لیکن قنیہ مین مذکور ہو کہ مستحب یہ ہو کہ بسم اللہ اللہ اکبر بدون واؤ کے کہے اور واؤ کے ساتھ مکروہ ہے اور اگر کسی شخص نے غیر کی قربانی

بغیر اذنہ یجوز استحسانا ولو کان بین الاثنین شاتان فذبحہما عن نسکہما یجوز ویاکل من لحمہا ویؤکل

بے اسکی اجازت ذبح کر دی تو استحساناً جائز ہو اور اگر دو آدمیون مین دو بکریان مشترک ہون پھر دونون نے بلا تعین اپنی اپنی طرف سے ذبح کر دین تو جائز ہو اور اسکا گوشت آپ بھی کھائے

غیرہ من الاغنیاء والفقراء ویہب لمن یشاء ولا یعطی اجر الجزار منہا وندب التصدق بثلثہا وندب ترک

اور دون کو کھلائے غنی ہو یا فقیر اور جسکو چاہے ہبہ کرے اور قصاب کی مزدوری اسمین سے نہ دے اور تہائی کا خیرات کر دینا مستحب ہے اور صاحب عیال کو

التصدق لذی عیال توسعۃ علیہم ویجوز الانتفاع بجلدہا بان یتخذ جرابا او غربالا او بساطا او

بال بچون پر فراغت کے لیے خیرات نہ کرنا بھی مستحب ہے اور اسکے چمڑے سے فائدہ اٹھانا جائز ہو اس طرح کہ اسکا تھیلا یا چھلنی یا بچھونا یا

غیرہا ولہ ان یبدلہ بما ینتفع بہ مع بقاء عینہ کالخف ونحوہ لا بما لا ینتفع بہ الا باستہلاک عینہ کالخل

اور کچھ بنالے اور اسکو یہ بھی جائز ہو کہ اسکے بدلی مین ایسی چیز لے لے جس سے بعینہ باقی رکھکر نفع اٹھائے جیسے موزہ اور اسکی مثل نہ ایسی چیز کہ بدلنا جیسے بدون ہلاک کیے فائدہ نہو سکے جیسے

ونحوہ ولا باس بیعہ بالدراہم لیتصدق بہا علی الفقراء ولیس لہ ان یبیعہ بالدراہم لینفقہا علی نفسہ وعیالہ

وغیرہ اور چمڑے کو فقیرون کو خیرات دینے کے لیے بیچنے کا کچھ مضائقہ نہین اور یہ جائز نہین کہ اپنے اوپر یا اپنے عیال پر خرچ کرنے کو دراہم کے عوض بیچے

وان فعل ذلک یتصدق بثمنہ ولو اراد ان یبیع لحمہا لیتصدق بثمنہ فلیس لہ فی اللحم الا الاکل والاطعام ولیس

اور اگر ایسا کیا تو اسکا ثمن خیرات کر دے اور اگر ثمن خیرات کرنے کو اسکا گوشت بیچنا چاہے تو اسکو گوشت مین اتنا ہی حق ہے کہ کھالے اور کھلا دے اور

علی الرجل ان یضحی عن ولدہ الصغیر فی ظاہر الروایۃ وان کان للصغیر مال قال بعض مشائخنا یضحی عنہ

ظاہر روایت مین کسی پر یہ لازم نہین کرتا بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرے اگرچہ نابالغ اولاد کا مال بھی ہو ہمارے بعضے علما کہتے ہین کہ انکی طرف سے

ابوہ او وصیہ من مال الصغیر عند ابی حنیفۃ قیاسا علی صدقۃ الفطر وقال الامام السرخسی رحمہ اللہ بعض المشائخ

انکا باپ یا وصی صغیر کے مال مین سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قربانی کرے صدقہ فطر پر قیاس کرکے اور امام سرخسی نے کہا ہے کہ بعضے مشائخ کہتے ہین

ان علی الاب والوصی ان یضحی من مال الصغیر عند ابی حنیفۃ علی قیاس صدقۃ الفطر والاصح انہ لیس لہ ان

کہ باپ یا وصی کے ذمہ ہے کہ صغیر کے مال مین سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک قربانی کرے صدقہ فطر پر قیاس کے موافق اور صحیح تر یہ ہے کہ اسکو

یفعل ذلک وان فعل ہذا القول بعض المشائخ لا یتصدق بشیئ منہ بل یاکل منہ الصغیر وما بقی یبدل

اسکا اختیار نہین اور اگر بعضے مشائخ کے قول کو اختیار کرکے قربانی کی تو اسمین سے کچھ خیرات نہ کرے بلکہ اسمین سے وہی صغیر کھائے اور جو بچا اسکے بدلے مین

بما ینتفع بہ الصغیر مع بقاء عینہ کالثوب ونحوہ لا بما لا ینتفع بہ الصغیر الا باستہلاک عینہ کالخبز

ایسی چیز لے لے جسکو بعینہ باقی رکھکر صغیر نفع اٹھائے جیسے کپڑا وغیرہ نہ ایسی چیز کہ جس سے صغیر کو بدون ہلاک ذات کے فائدہ حاصل نہو جیسے روٹی

ونحوہ لا ذلک لان الواجب اراقۃ الدم [illegible] التبرع وانما جاز التبدیل قیاسا

وغیرہ اسلیے کہ واجب تو صرف ذبح کرنا ہو [illegible] اور چمڑے کی تبدیل پر قیاس کرکے

علی الجلد فان الجلد یجوز ان ینتفع [illegible] بما ینتفع بہ [illegible] لان البدل یکون فی حکم المبدل

جائز ہو کیونکہ چمڑے سے فائدہ لینا بھی جائز ہو اور ایسی چیز سے [illegible] لینا بھی جسکو بعینہ باقی رکھکر نفع اٹھائین کیونکہ بدلے کی چیز اس صورت مین مبدل کے حکم مین ہے

فيكون كالاصل بعينه فلما كان الحكم في الجلد هذا قاسوا عليه اللحم اذا كان للصبي ضرورة والثالث مما يجب

لہذا یہ بعینہ اصل ہی سے نفع اوٹھانے کے حکم میں ہے پس جب یہ چمڑے کا حکم تھا اسی پر گوشت کو قیاس کر لیا جب کہ صغیر کو کچھ ضرورت ہو اور تیسری چیز جو

على المكلف في هذا العيد تكبير التشريق فانه عند ابي حنيفة يجب على الاحرار المقيمين في الامصار عقيب كل فريضة

مکلف پر اس عید میں واجب ہو تکبیرات تشریق ہیں کیونکہ یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آزاد شہر میں مقیم لوگوں پر ہر فرض نماز کے بعد جو

اديت بجماعة فلا يجب على اهل القرى ولا على المسافر ولا على العبد ولا على المنفرد ولا على المرأة الا اذا اقتدى هؤلاء

جماعت سے ادا کیجائے واجب ہیں پس نہ گاؤن والون پر واجب ہیں اور نہ مسافر پر اور نہ غلام پر اور نہ اکیلے نماز پڑھنے والے پر اور نہ عورت پر ہان مگر جبکہ یہ لوگ انکے مقتدی ہنین جنپر یہ

بمن يجب عليه التكبير فح يكبرون معه تبعا له الا ان المرأة لا ترفع صوتها لان صوتها عورة وغيرها يجهرون به لان

واجب ہین تو اب انکے ساتھ تکبیر کہین انکی طبیعت مین مگر عورت اپنی آواز بلند نکرے کیونکہ اسکی آواز بھی عورت ہے اور سوا اسکے سب پکار کر کہین اسلیے کہ

السنة فيه الجهر ولا مانع ولا يجب عقيب صلوة العيد ولا عقيب الوتر ولا عقيب النوافل لان تلك الصلوات ليست

سنت اسمین زور سے کہنا ہو اور کوئی مانع بھی نہین اور عید کی نماز کے بعد واجب نہین ہو اور نہ وتر کے بعد اور نہ نفلون کے بعد کیونکہ یہ نمازین

بفريضة ويجب عقيب صلوة الجمعة لانها فريضة وعندهما يجب على كل من يصلي المكتوبة ولو كان قرويا او مسافرا او عبدا

فرض نہین ہین اور جمعہ کی نماز کے بعد واجب ہے کیونکہ یہ فرض ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک ہر شخص پر جو نماز فرض ادا کرے واجب ہے اگرچہ گاؤن کا باشندہ ہو یا مسافر ہو یا غلام

او منفردا او امرأة وابتداؤه من فجر يوم عرفة الى عصر يوم النحر عند ابي حنيفة فيكون التكبير عقيب ثمان صلوات

یا تنہا نماز پڑھی ہو یا عورت ہو اور ابتدا اسکی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نوین تاریخ کی فجر سے دسوین کی عصر تک ہے پس تمام تکبیرین آٹھ نمازون کے بعد ہوتین

وعندهما الى عصر اخر ايام التشريق وهو الثالث عشر من ذي الحجة فيكون التكبير عقيب ثلث وعشرين

اور صاحبین کے نزدیک آخر ایام تشریق کی عصر تک اور وہ ذی الحجہ کی تیرہوین تاریخ ہے اب تکبیرین تیئیس

صلوة والعمل في هذا الزمان على قولهما احتياطا في باب العبادات وكيفيته ان يقول مرة واحدة بعد السلام

نمازون کے بعد ہوئین اور عمل اس زمانے مین صاحبینؒ کے قول پر ہے باب عبادت مین احتیاط کی وجہ سے اور اسکی کیفیت یہ ہے کہ ایک دفعہ سلام کے بعد

قبل الكلام الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد واصله ان ابراهيم النبي عليه السلام

کلام کرنے سے پہلے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد اور اسکی اصل یون ہے کہ ابراہیم نبی علیہ السلام نے

لما اضجع ولده اسمعيل النبي عليه السلام للذبح امر الله تعالى جبريل عليه السلام ان يذهب بالفداء فلما جاء

جب اسماعیل نبی علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے لٹایا تو اللہ تعالے نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ فدیہ لیجائین تو جب

جبريل عليه السلام بالقربان خاف ان يعجل ابراهيم عليه السلام فقال الله اكبر الله اكبر فلما سمع ابراهيم النبي عم

جبرئیل علیہ السلام قربانی لیکر آئے تو ابراہیم علیہ السلام کی عجلت کا اندیشہ ہوا اسلیے بول اٹھے کہ اللہ اکبر اللہ اکبر پس جب ابراہیم نبی علیہ السلام نے

صوت جبريل عليه السلام وقع في قلبه انه اتيه بالبشارة فهلل وذكر الله تعالى بالوحدانية والكبرياء فقال

جبریل علیہ السلام کی آواز سنی تو انکے دل مین یہ خیال آیا کہ کوئی بشارت لائے ہین اسلیے انھون نے تہلیل کی اور اللہ کو وحدانیت اور بڑائی سے یاد کیا اور فرمایا

لا اله الا الله والله اكبر فلما سمع اسمعيل النبي عليه السلام كلامهما تفطن بالفداء فحمد الله تعالى وشكره فقال

لا الہ الا اللہ واللہ اکبر پس جب اسماعیل نبی علیہ السلام نے دونون کا کلام سنا تو سمجھ گئے کہ فدیہ آیا پس اللہ تعالے کی حمد کی اور شکر بجا لائے لہذا کہا

الله اكبر ولله الحمد فصار ذلك منهم ميراثا لنا في هذه الايام وان نسي الامام التكبير وقام وذهب قبل ان يخرج

اللہ اکبر وللہ الحمد اسلیے ہمارے لیے یہان ایام مین انکی میراث ہوگئی اور اگر امام تکبیر بھول جائے اور کھڑا ہو کر روانہ ہوجائے تو جب تک

من المسجد يعود ويكبر [illegible] لا يعود ولا يكبر [illegible]

مسجد سے باہر نہ نکلے لوٹ کر تکبیر کہے اور اگر باہر ہوگیا تو نہ لوٹے اور تکبیر بھی نہ کہے [illegible] دونون مین قضا کرے

فيها يكبر ولو تركها في غيرها وقضاها فيها او تركها فيها وقضاها في غيرها لا يكبر لانه لو تركها بعضها بعضها فيها في عام

تو تکبیر کہے اور اگر اور کبھی کی نماز چھوٹی ہوئی ان دنون مین قضا کرے یا ان دنون کی نماز چھوٹی ہو اور دنون [illegible] تو تکبیر نہ کہے اور اسیطرح اگر ان دنون کی نماز چھوٹی اور دوسرے سال کہے ان ہی

اخر لا يكبر ومن احدث عمدا يسقط عنه التكبير ومن سبقه الحدث يكبر بلا وضوء ولو اجتمع سجود السهو والتكبير
دنون مین قضا کرے تو تکبیر نہ کہو اور جسنے قصداً نماز مین حدث کردیا تو تکبیر اُس سے ساقط ہوگئی اور جسکا وضو بے اختیار ٹوٹ گیا وہ بے وضو تکبیر کہلے اگر سجدۂ سہو اور تکبیر تشریق

والتلبية يبدأ بسجود السهو لانه يؤدى فى تحريمة الصلوة ثم بالتكبير لانه يؤدى بعد الصلوة متصلا بها
اور تلبیہ جمع ہوجائین تو سجدۂ سہو سے ابتدا کرے کیونکہ سجدۂ سہو نماز کے اندر ادا ہوتا ہے پھر تکبیر کہے کیونکہ یہ نماز کے بعد ادا ہوتی ہے اسی سے متصل

ثم بالتلبية لانها يؤدى خارج الصلوة من كل وجه ولو قدم التكبير يسجد لانه لا ينافى الصلوة ولو قدم
پھر لبیک کہے کیونکہ تلبیہ بہر صورت نماز سے باہر ادا ہوتا ہے اور اگر اُسنے تکبیر کو مقدم کردیا تو سجدہ کرے کیونکہ تکبیر نماز کی منافی نہیں ہے اور اگر

التلبية يسقط التكبير والسجود لانها كلام فيقطع الوصل والمسبوق يكبر عقيب قضاء ما فاته لا مع الامام فانه
تلبیہ کو مقدم کیا تو تکبیر اور سجدہ دونون ساقط ہوجاینگے کیونکہ تلبیہ کلام ہے لہذا وصل کو قطع کردیتا ہے اور مسبوق اپنی نماز فوت شدہ پوری کرکے تکبیر کہے امام کے ساتھ نہ کہے کیونکہ وہ

وان كان يتابع الامام فى سجود السهو الا انه لا يتابعه فى التكبير والمتطوع اذا اقتدى بالمفترض فى ايام التكبير يكبر
اگرچہ سجدۂ سہو مین امام کی موافقت کریگا لیکن تکبیر مین امام کی موافقت نکرے اور نفلین پڑھنے والا اگر تکبیر کے دنون مین فرض پڑھنے والے کی اقتدا کرے تو تکبیر کہے

متابعا له والرابع مما يجب على المكلف فى هذا العيد الصلوة وقبل الصلوة يستحب للرجل السواك والاغتسال
امام کی موافقت کی وجہ سے چوتھے جو امر اس عید مین مکلف پر واجب ہے نماز عید ہے اور نماز سے پہلے مرد کو مستحب ہے مسواک کرنا اور نہانا

والتطيب ولبس احسن الثياب المباحة بان يكون جديدا او غسيلا لا حريرا فانه حرام على الرجال
اور خوشبو لگانا اور اچھے کپڑے مباح پہننا اسطرح کہ نئے ہون یا دُھلے ہوے حریر نہو کیونکہ یہ مردون پر حرام ہے

حتى الصبيان الا ان الاثم على من البسهم وصلوة الغداة فى مسجد حيه والتبكير وهو سرعة الانتباه والابتكار
حتی کہ بچون کو بھی لیکن گناہ اسکو ہوتا ہے جو اُنکو پہنائے اور صبح کی نماز محلہ کی مسجد مین ادا کرنا اور تبکیر یعنے صبح دم جلد تیار ہوجانا اور ابکار

هو المسارعة الى المصلى والتوجه اليه ماشيا والرجوع من طريق اخر ثم الخروج الى المصلى سنة وان وسعهم الجامع
یعنے جلدی ہی عیدگاہ کی طرف پیادہ پا جانا اور دوسرے راستہ سے پلٹنا پھر عیدگاہ مین جانا مسنون ہے اگرچہ جامع مسجد مین سب کی گنجایش ہو

لكن الامام يستخلف من يصلى فى المصر بالضعفاء والمرضى بناء على ان صلوة العيد فى الموضعين جائزة بالاتفاق
لیکن امام کسیکو اپنا خلیفہ کردے جو شہر کے اندر ناتوانون اور بیمارون کو نماز پڑھادے اس بنا پر کہ عید کی نماز دو جگہ بالاتفاق جائز ہے

بخلاف الجمعة فانها جامعة للجماعات والتفرق ينافيه ويستحب فى هذا العيد تاخير الاكل حتى يصلى
بخلاف جمعہ کے کیونکہ وہ سب جماعتون کا جامع ہے اور متفرق ہونا اسکی منافی ہے اور مستحب ہے اس عید مین کھانے کو مؤخر کرنا عید کی نماز

صلوة العيد قيل هذا فى حق من يضحى ليأكل من اضحيته اولا لان السنة ان يأكل من كبدها اولا واما
پڑھ چکنے تک بعضے کہتے ہین کہ یہ تاخیر قربانی کرنے والے کے حق مین ہے تاکہ پہلے اپنی قربانی مین سے کھائے کیونکہ پہلے قربانی کی کلیجی کھانا مسنون ہے

فى حق غيره فلا والاول اصح لما روى ان الصحابة كانوا يمنعون صبيانهم عن الاكل والاطفال عن الرضاع الى ان
اور دون کے حق مین نہین ہے اور اول روایت صحیح ہے کیونکہ روایت ہے کہ صحابہ اپنے بچون کو کھانے سے اور چھوٹے بچون کو دودھ پلینے سے منع کیا کرتے تھے

يصلوا ويستحب فى هذا العيد ايضا التكبير جهرا فى طريق المصلى بالاتفاق لا على هيئة الاجتماع والاتفاق فى الصوت
نماز پڑھنے تک اور اس عید مین بھی تکبیر بالاتفاق مستحب ہے پکار کر عیدگاہ کے راستے مین نہ سب ملکر اور آواز ملا کر

ومراعاة الانغام فان ذلك كله حرام بل يكبر كل احد بنفسه واذا بلغ الى المصلى يقطع التكبير وروى عن
اور راگنی کی رعایت کرکے کیونکہ یہ سب حرام ہے بلکہ ہر ایک خود تکبیر پڑھے اور جب عیدگاہ مین جائے تو تکبیر موقوف کرے اور روایت ہے

ابى موسى الرضا انه كان يكبر فى كل عشر خطوات مرة حتى يبلغ الجبانة ولو توجه رستاقى الى المصلى لبعد من
ابو موسیٰ رضا سے کہ وہ ہر دس قدم پر ایکبار تکبیر پڑھتے تھے یہان تک کہ عیدگاہ پہونچ جاتے اور اگر کوئی گرد نواح کا رہنے والا رات کو ایک

فرسخ ونحوه يبدأ بالتكبير اذا طلع الفجر ثم اذا دخل وقت الصلوة وخرج وقت الكراهة بارتفاع الشمس
کوس بھر یا اسکے مثل فاصلہ سے روانہ ہو تو جب صبح ہو اُسوقت تکبیر کہنا شروع کرے پھر جب نماز کا وقت آجائے اور آفتاب بلند ہونے سے وقت مکروہ گذر جائے

يصلي الامام بالناس ركعتين بلا اذان ولا اقامة يكبر اولا للافتتاح ثم يضع يديه تحت سرته ويثني ثم يكبر ثلث
تو امام لوگون کو دو رکعت بدون اذان اور اقامت کے پڑھائے پہلے تکبیر تحریمہ کہے پھر دونون ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لے اور سبحانک اللہم پڑھے پھر تین بار
تکبيرات يفصل بين كل تكبيرتين بقدر ثلث تسبيحات لانها تقام بجمع عظيم فبالموالاة يشتبه على من كان
تکبیر کہے ہر دو تکبیر کے درمیان مین بقدر تین تین تسبیح کے فرق رکھے اسواسطے کہ یہ بڑے مجمع کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اور پے درپے بے فاصلہ کہنے مین دور کے آدمیون کو شبہہ
بعيدا ويرفع يديه عند كل واحدة من تلك التكبيرات الثلث ويرسلهما في اثنائهن ثم يضعهما تحت سرته
پڑیگا اور اپنے دونون ہاتھ ان تکبیرون مین ہر تکبیر کے وقت اٹھائے اور بیچ مین دونون ہاتھ چھوڑ دیا کرے پھر دونون ہاتھ تیسری دفعہ کے بعد ناف کے نیچے
بعد الثالثة ويتعوذ ويسمي ثم يقرأ الفاتحة وسورة ثم يكبر ويركع واذا قام الى الركعة الثانية يبدأ بالقراءة ثم
باندھ لے اور اعوذ باللہ پڑھے اور بسم اللہ پڑھکر سورۂ فاتحہ اور ایک سورت پڑھے پھر اللہ اکبر کہے اور رکوع کرے اور جب دوسری رکعت کیلئے کھڑا ہو تو قرات سے ابتدا کرے پھر
يكبر بعدها ثلثا يفصل بينهن بقدر ما ذكر آنفا ويرفع يديه ويرسلهما عند كل تكبيرة وليس هناك وضع ثم
بعد اسکے تین بار تکبیر کہے انکے درمیان اسقدر فاصلہ رکھے جو ابھی ذکر کیا گیا ہے اور ہر تکبیر پر دونون ہاتھ اٹھائے اور چھوڑ دے اس وقت ہاتھ کا باندھنا ثابت نہیں پھر
يكبر ويركع فيكون تكبيرات الركعتين تسعا ثلث منها اصليات تكبيرة الافتتاح والتكبيرتان للركوع وست
تکبیر کہکر رکوع کرے پس کل تکبیرین دونون رکعت کی نو ہوئین تین تو انمین سے اصلی ہین تکبیر تحریمہ اور دو تکبیرین رکوع کی اور چھ
زوائد ثلث في الركعة الاولى قبل القراءة وثلث في الركعة الثانية بعد القراءة ولو نسيت التكبير في الركعة الاولى
زائد ہین تین پہلی رکعت مین قرات سے پہلے اور تین دوسری رکعت مین قرات کے بعد اور اگر پہلی رکعت مین تکبیر کہنا بھول گیا
حتى قرأ بعض الفاتحة او كلها ثم تذكر يكبر ويعيد الفاتحة وان تذكر بعد قراءة الفاتحة والسورة يكبر ولا يعيد
یہان تک کہ کچھ یا تمام سورۂ فاتحہ پڑھ چکا اسوقت یاد آیا تو تکبیر کہکر سورۂ فاتحہ کو دوہرا لے اور اگر سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھ چکنے کے بعد یاد آئے تو صرف تکبیر کہے اور
القراءة لانها تمت وبعد التمام لا تقبل النقض بالاعادة بخلاف الوجه الاول والثاني فانها لو لم تتم فيها فصار
قرات کو نہ دوہرائے کیونکہ قرات پوری ہو چکی اور پوری ہونے کے بعد دوہرا کر نقض کی قابلیت نہین بخلاف پہلی صورت اور دوسری صورت کے کیونکہ قرات انمین پوری نہین ہوئی
كانه لم يشرع فيها فيعيدها رعاية للترتيب ثم يخطب بعد الصلوة خطبتين يبدأ فيهما بالتكبير ويفصل بينهما
لہذا ایسا ہوا کہ گویا قرات ابھی شروع ہی نہین کی تو ترتیب کی رعایت کیلئے قرات کو لوٹائے پھر نماز کے بعد دو خطبے پڑھے دونون کو تکبیر سے شروع کرے اور دونون مین
بجلسة خفيفة مقدارها ان يستقر كل عضو منه في موضعه والخطبة في العيدين سنة ويسن فيهما ما يسن
ایک خفیف جلسے سے فصل کرے جسکی مقدار یہ ہے کہ اسکا ہر عضو اپنی اپنی جگہ درست ہو جائے اور خطبہ دونون عیدون مین سنت ہے اور اس خطبہ مین وہ امور مسنون ہین جو
في خطبة الجمعة ويكره فيهما ما يكره فيها ويعلم في هذا العيد احكام الاضحية وتكبير التشريق ومن
جمعہ کے خطبے مین مسنون ہین اور وہ امور اسمین مکروہ ہین جو جمعہ کے خطبہ مین مکروہ ہین اور اس عید مین قربانی اور تکبیرات تشریق کے مسائل تعلیم کرے اور جسنے
لا يدرك صلوة العيد مع الامام لا يقضيها ومن ادرك الامام في الركوع يكبر للافتتاح قائما لان تكبيرة الافتتاح
عید کی نماز امام کے ساتھ نہ پائی تو قضا نہ پڑھے اور جسنے امام کو رکوع مین پایا تو کھڑے کھڑے تکبیر تحریمہ کہے کیونکہ تکبیر تحریمہ صرف
شرع في القيام المحض ثم للعيد ان ظن انه يدرك الامام في الركوع لان المحل الاصلي لتكبيرات العيد القيام المحض و
قیام ہی مین مشروع ہے پھر عید کی تکبیرین کہے اگر یہ گمان ہو کہ امام کو رکوع مین پا جاویگا کیونکہ اصلی جگہ عید کی تکبیرون کی خاص قیام ہی ہے اور
ان خاف فوت الركوع يكبر للركوع ويركع ثم يكبر تكبيرات العيد في الركوع لانها واجبة والاشتغال بها اولى
اگر رکوع فوت ہو جانے کا خوف ہو تو بعد تکبیر تحریمہ کے تکبیر رکوع کی کہکر رکوع مین چلا جائے پھر رکوع مین عید کی تکبیرین کہہ لے کیونکہ یہ تکبیرین واجب ہین اور انکی ادا مین مشغولی اولیٰ
ويترك تسبيحات الركوع لكونها سنة ولا يرفع يديه في الركوع لان الرفع سنة ووضع الكف على الركبة
اور رکوع کی تسبیحات ترک کر دے کیونکہ وہ سنت ہین اور رکوع مین رفع یدین نکرے کیونکہ ہاتھ اٹھانا سنت ہے اور ہتھیلی کا گھٹنون پر رکھنا بھی
سنة ايضا ولا وجه لاتيان سنة فيه ترك سنة اخرى واذا رفع الامام رأسه يسقط ما بقي من التكبيرات
سنت ہے اور ایسی سنت کے ادا کرنے کی کوئی وجہ نہین جسمین دوسری سنت کا ترک ہوتا ہو اور جب امام رکوع سے سر اٹھالے تو پھر جو تکبیرین باقی رہگئی ہون ساقط ہو جاتی ہین

فلا یتمہا فی الرکوع ولا فی القومۃ بل یسارع فی متابعۃ الامام لانہا فرض فلا یترک للواجب ولو ادرک الامام
لہذا اسکو تمام نکرے نہ تو رکوع میں اور نہ قومہ میں بلکہ امام کی موافقت میں جلدی کرے کیونکہ پیروی امام کی فرض ہے لہذا واجب کے لیے ترک نہوگی اور اگر امام کو

فی القومۃ لا یکبر فیہا لانہ یقضی تلک الرکعۃ مع التکبیرات ومن فاتتہ رکعۃ واحدۃ اذا قام الی قضاء ما
قومہ میں پایا تو قومہ میں تکبیر عید کی نہ کہے کیونکہ یہ رکعت مع تکبیروں کے قضا کریگا اور جسکی ایک رکعت جاتی رہی تو جب فائتہ کو قضا کرنے کھڑا ہو

سبق یبدأ بالقراءۃ ثم یکبر بعدہا تکبیرات العید ویرکع ولو ادرک الامام فی التشہد وبعد السلام فی
تو اول قرارت شروع کرے پھر اسکے بعد تکبیریں عید کی کہے اور رکوع کرے اور اگر امام کو التحیات میں پایا یا سلام کے بعد سہو کے

سجود السہو فانہ یقوم ویصلی ویأتی بالتکبیرات فی محلہا ویستحب تعجیل الصلوۃ فی ہذا العید وتاخیرہا
سجدے میں تو وہ کھڑا ہو اور تکبیریں عید کی اپنے ٹھکانے سے کہکر نماز پڑھے اور اس عید کی نماز میں تعجیل اور عید الفطر میں اسکی تاخیر

فی عید الفطر وفی القنیۃ تقدم صلوۃ العید علی صلوۃ الجنازۃ اذا اجتمعتا وصلوۃ الجنازۃ علی الخطبۃ
مستحب ہے اور قنیہ میں ہے کہ عید کی نماز جنازہ کی نماز سے مقدم کیجائے جبکہ دونوں جمع ہو جائیں اور نماز جنازہ کو خطبہ سے مقدم کریں

وفی البزازیۃ ان اجتمع العید والکسوف یقدم العید لانہ واجب کما تقدم علی الجنازۃ لکون وجوبہ
اور بزازیہ میں ہے اگر نماز عید اور نماز کسوف جمع ہو جائیں تو عید کی نماز مقدم پڑھیں کیونکہ یہ واجب ہے جیسے کہ نماز جنازہ پر مقدم کیجاتی ہے کیونکہ عید کی نماز کا وجوب

عینا ووجوب الجنازۃ کفایۃ ویکرہ التنفل فی المصلی قبل صلوۃ العید وبعدہا للامام وغیرہ وان وقع
عینی ہے اور جنازہ کی نماز کا وجوب کفایہ ہے اور عیدگاہ میں عید کی نماز سے پہلے نفلیں پڑھنی مکروہ ہیں اور بعد نماز عید کو بھی امام وغیر امام سب کو اور اگر اس عید میں

فی ہذا العید عذر یمنع من صلوۃ العید تصلی من الغد وبعد الغد ولا تصلی بعد ذلک لانہا موقتۃ بوقت الاضحیۃ
کوئی عذر پیش آجائے جو نماز عید سے مانع ہو تو دوسرے اور تیسرے دن پڑھ لیں اسکے بعد نہ پڑھیں کیونکہ اسکا وقت قربانی کا وقت ہے

فتجوز ما دام وقتہا باقیا ولا تجوز بعد خروج وقتہا ثم العذر ہہنا لیس لنفی الجواز بل لنفی الکراہۃ حتی
پس جبتک قربانی کا وقت باقی ہو نماز جائز ہے اور اسکا وقت چلے جانے کے بعد جائز نہیں پھر اس عید میں عذر کا ہونا نفی جواز کے لیے نہیں ہے بلکہ نفی کراہت کے لیے ہے یہانتک

لو کان تاخیرہا الی الغد وبعد الغد بغیر عذر یجوز الصلوۃ لکن یلزم الاساءۃ بخلاف الفطر فان العذر
کہ اگر دوسرے یا تیسرے دن تک اسکی تاخیر بے عذر ہو تو بھی نماز جائز ہے لیکن گناہ کا باعث ہے برخلاف عید الفطر کے کیونکہ عذر

فیہ لنفی الجواز حتی لو کان تاخیرہا الی الغد بغیر عذر لا یصح یسرنا اللہ تعالی عملا موافقا لرضائہ بلطفہ وکرمہ
اسمین نفی جواز کے لیے ہے یہانتک کہ اگر اس نماز میں تاخیر اگلے دن تک بے عذر ہو تو درست نہیں ہے اللہ تعالی ہمیں اپنی رضا کے موافق اعمال اپنے لطف اور کرم سے آسان فرمائے

المجلس السادس والثلثون فی بیان فضیلۃ شہر اللہ المحرم وصوم یوم عاشوراء
چھتیسویں مجلس ماہ الہی محرم اور یوم عاشوراء کے روزے کی فضیلت کے بیان میں

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصیام بعد رمضان شہر اللہ المحرم ہذا الحدیث من صحاح المصابیح رواہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل روزے بعد ماہ رمضان کے ماہ الہی محرم کے ہیں یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے

ابوہریرۃ واضافۃ الشہر الی اللہ تعالی لتعظیم شان الشہر والمضاف محذوف وتقدیرہ ان افضل الصیام بعد صیام رمضان
ابوہریرہ اسکے راوی ہیں اور شہر کی اضافت اللہ کی طرف مہینہ کا مرتبہ بڑھانے کے لیے ہے اور مضاف محذوف ہے اصل میں یوں عبارت ہے افضل روزے رمضان کے روزوں کے بعد

صیام شہر اللہ المحرم وہو صریح فی ان افضل ما تطوع بہ من الصیام بعد رمضان شہر اللہ المحرم لکن یحتمل ان یراد بہ انہ
روزے ماہ الہی محرم کے ہیں اسمین تصریح ہے کہ رمضان کے بعد نفل روزوں میں سب سے افضل ماہ الہی محرم کے روزے ہیں لیکن اسکا بھی احتمال ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ یہ

افضل شہر تطوع بصیامہ کاملا بعد رمضان واما التطوع ببعض الشہر فقد یکون غیرہ افضل منہ کصیام یوم عرفۃ او
محرم افضل مہینہ ہے جسکے پورے نفل روزے رکھے جائیں بعد رمضان کے سوا مہینہ کے کچھ دنوں میں نفلی روزہ رکھنا تو یہ کبھی غیر محرم محرم سے افضل ہوتا ہے جیسے یوم عرفہ کا روزہ یا

عشر ذی الحجۃ او ستۃ شوال ونحو ذلک ویشہد لہذا ما روی عن علی ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ
عشرہ ذی الحجہ کے روزے یا چھ روزے شوال کے اور اسکے مثل اور اسکی سند حضرت علی کی اس روایت سے ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ

اخبرنی بشهر اصومه بعد رمضان فقال له النبی علیه السلام ان کنت صائما شهرا بعد رمضان فصم المحرم فانه
مجھے ایسا مهینه بتلائیے جسمین بعد رمضان کے روزے رکھا کرون آپنے فرمایا اگر تو کسی مهینے کے روزے بعد رمضان کے رکھنا چاہتا ہو تو محرم مین رکھ کیونکه یه اللہ کا
شهر اللہ وفیه یوم تاب اللہ فیه علی قوم ویتوب علی آخرین لکن قد کان النبی علیه السلام یصوم شهر شعبان
مهینه ہو اور اسمین ایک دن ایسا ہو جسمین اللہ تعالی نے ایک قوم کی خطا معاف کی اور اورون کی بھی خطا معاف فرمائیگا لیکن نبی صلی اللہ علیه وسلم ماہ شعبان کے روزے رکھا کرتے تھے
ولم ینقل عنه انه کان یصوم المحرم وانما کان یصوم منه یوم عاشوراء وقوله علیه السلام فی حدیث ابن عباس ان
اور یه آپ سے منقول نهین که آپ محرم مین روزے رکھتے تھے محرم مین سے صرف یوم عاشورا کو روزه رکھتے تھے اور آپکا ارشاد ابن عباس کی حدیث مین که اگر مین
بقیت الی قابل لاصومن التاسع یدل علی انه علیه السلام کان لا یصوم التاسع لکن روی انه علیه السلام امر
آینده سال تک زنده رہا تو نوین تاریخ ضرور روزه رکھونگا اس بات کی دلیل ہو که نوین تاریخ روزه نهین رکھتے تھے لیکن روایت ہو که آپنے ایک شخص کو فرمایا
رجلا ان یصوم الاشهر الحرم وافضل صیام الاشهر الحرم صیام شهر اللہ المحرم وافضل شهر اللہ المحرم عشرة الاول
که محترم مهینون کے روزے رکھے اور محترم مهینون مین سے افضل روزے ماہ خداوندی محرم کے روزے ہین اور ماہ الٰہی محرم مین سے افضل پہلی دہائی کے ہین
فلما کان هذا الشهر من بین الشهور مضافا الی اللہ تعالی ناسب ان یختص بعمل مضاف الی اللہ تعالی وهو الصوم
اور چونکه یه مهینه تمام اور مهینون مین سے اللہ کی طرف منسوب ہے لهذا مناسب ہے که ایسے عمل کے ساتھ مخصوص ہو جو اللہ کی طرف منسوب ہو اور وه روزه ہے
فان الصوم سر بین العبد وربه یفعله خالصا لوجهه طالبا رضائه ولا یطلع علیه غیره لکونه نیة وامساکا حتی
کیونکه روزه بندے اور اسکے رب کے درمیان ایک بھید ہوتا ہو که خاص خدا کے واسطے اور اسکی رضا جوئی کے لیے رکھتا ہو اور غیر کو اسکی اطلاع نهین ہوتی کیونکه وه نیت اور امساک کا نام ہے یہانتک
قیل ان الحفظة لا یطلع علیه ولا تکتبه بخلاف سائر العبادات فانها مما یطلع علیه غیره تعالی ولکونه هو لعالیه
که کهتے ہین که نگهبان فرشتون کو بھی خبر نهین ہوتی اور نه وه لکھتے ہین بخلاف اور عبادات کے که اسپر غیر خدا کے تعالی کو بھی اطلاع ہوتی ہو اور چونکه روزے کو ذاتی تعلق ہے
دون غیره خصه بذاته وتولی جزاءه بنفسه ولم یکله الی غیره کما روی عن ابی هریرة انه علیه السلام قال لکل عمل ابن
نه کوئی اور اسی لیے اسکو اپنی ذات سے خاص کیا اور اسکے ثواب کا بذات خود ذمه دار ہوا اور کسی کے سپرد نهین کیا چنانچه ابوهریره سے روایت ہو که پیغمبر صلی اللہ علیه وسلم نے فرمایا که ابن آدم کے ہر ایک عمل کا ثواب
آدم یضاعف الحسنة بعشر امثالها الی سبعمائة ضعف قال اللہ تعالی الا الصوم فانه لی وانا اجزی به یدع شهوته
دس گونه سے سات سو گونه تک بڑھایا جاتا ہو اللہ تعالی نے فرمایا مگر روزه که میرے لیے ہو اور مین ہی اسکی جزا دونگا میرے لیے اپنی خواہش
وطعامه وشرابه من اجلی والمعنی ان کل طاعة وخیر اذا لم یکن ریاء فاقل ما یعطی لصاحبه من الاجر عشرة
اور کھانا اور پینا سب چھوڑ دیتا ہو مطلب یه که ہر طاعت اور نیک عمل جسمین ریا نهو کم سے کم اسکے کرنے والے کو جو ثواب دیا جاتا ہو دس گونه ہے
لقوله تعالی من جاء بالحسنة فله عشر امثالها وقد یزاد الی سبعمائة واکثر لقوله تعالی مثل الذین ینفقون
کیونکه اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہو جو کوئی لایا نیکی اسکو ہو اسکے دس برابر اور کبھی سات سو گونه اور اس سے زیاده بڑھا دیا جاتا ہو کیونکه اللہ تعالی فرماتا ہو مثال انکی جو خرچ کرتے ہین
اموالهم فی سبیل اللہ کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة واللہ یضاعف لمن یشاء
اپنے مال اللہ کی راه مین ایسی ہو جیسے ایک دانه جس سے سات بالیان اُگتی ہین ہر بالی مین سو دانے اور اللہ اور بڑھا دیتا ہے جسکے واسطے چاہے
واما الصوم فثوابه بغیر حساب لانه لا یتأتی الا بالصبر وقد قال اللہ تعالی انما یوفی الصابرون اجرهم بغیر حساب
اب رہا روزه پس اسکا ثواب تو بیحساب ہے کیونکه وه بدون صبر کے نهین ہوسکتا اور اللہ تعالی فرماتا ہو دیے جائینگے صبر کرنے والے اپنا ثواب بے حساب
ثم الصبر وان کان یوجد فی غیر الصوم من العبادات لکن وجوده فی غیره لیس کوجوده فیه لان ثلثة انواع
پھر صبر اگرچه سوا روزے کے اور عبادات مین بھی پایا جاتا ہو لیکن صبر اور عبادات مین ایسا نهین ہوتا جیسے که روزه مین کیونکه صبر تین قسم پر ہے
صبر علی طاعة اللہ تعالی وصبر عن محارم اللہ تعالی وصبر علی الآلام والشدائد وکلها یوجد فی الصوم اذ
طاعت الٰہی پر صبر کرنا اور اللہ تعالی کی محرمات سے صبر کرنا اور رنج اور سختیون پر صبر کرنا اور یه سب روزے مین پائے جاتے ہین کیونکه
فیه صبر علی ما وجب علی الصائم من الطاعات وصبر عما حرم علیه من الشهوات وصبر عما یصیبه من الم الجوع
اسمین ان طاعتون پر صبر ہو جو روزه دار پر واجب ہین اور ان خواہشون سے صبر ہے جو اسپر حرام ہین اور جو تکلیف بھوک

وحرارة العطش وضعف البدن فانه يعرض بدنه للنحول والنقصان الذي يفضي الى الهلاك طلبا لرضائه تعالى
پیاس کی گرمی اور بدن کی سستی جو اسکو پہونچتی ہے اسپر صبر کرے کیونکہ اسکے بدن مین لاغری اور نقصان ایسا آجاتا ہے جو ہلاک کا سبب ہو جاتا ہے اللہ تعالی کی رضا جوئی کے لیے
اشير اليه حيث قيل يدع شهوته وطعامه وشرابه لاجلي بخلاف سائر الطاعات ثم انه بسبب منع نفسه عن
اسی طرف اشارہ ہے جہان یہ فرمایا کہ وہ اپنی شہوت کھانا پینا میرے لیے چھوڑ دیتا ہے برخلاف اور عبادتون کے پھر روزہ دار اپنے نفس کو کھانے اور پینے
الاكل والشرب والجماع يصير متخلقا باخلاق الله تعالى لكونه منزها عن هذه الاشياء فلما كان في الصوم هذه
اور جماع سے باز رکھنے کے سبب صفات الٰہی سے متصف ہوتا ہے کیونکہ وہ ان تمام صفات سے پاک و صاف ہے پس چونکہ روزے مین یہ اوصاف ہین
المعاني خصه الله تعالى بذاته وتولى جزاءه بنفسه لم يكله الى غيره والكريم اذا اخبر انه يتولى الجزاء بنفسه
اسی لیے اللہ تعالی نے روزہ کو اپنی ذات پاک سے خاص کیا اور اسکے ثواب کا آپ مدار ہوا اور کسی دوسرے کے سپرد نہین کیا اور کریم جب یہ خبر دے کہ مین آپ اسکے عوض کا ذمہ دار ہون
يقتضي ان يكون ذلك الجزاء في غاية العظمة ونهاية الكثرة بحيث لا يكون له حد ولا عد وقد روى
تو اس بات کو مقتضی ہے کہ وہ عوض بہت ہی بڑا اور نہایت کثرت سے ہو اسطرح کہ اسکی نہ کچھ حد ہو نہ شمار اور ابو امامہ باہلی
عن ابي امامة الباهلي انه عليه السلام قال من صام يوما في سبيل الله جعل الله بينه وبين النار خندقا كما بين السماء
سے روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا جسنے ایک روز اللہ کے لیے روزہ رکھا تو اللہ تعالی اسکے اور دوزخ کے درمیان ایک ایسی چوڑی خندق بناویگا جیسے کہ
والارض وفي حديث اخر رواه ابو سعيد الخدري انه عليه السلام قال من صام يوما في سبيل الله باعد الله وجهه
آسمان و زمین کے درمیان کا فاصلہ اور ایک اور حدیث مین ہے جسکو ابو سعید خدری نے روایت کیا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا جسنے ایک روز اللہ کے واسطے روزہ رکھا تو اللہ اسکا منہہ دوزخ
عن النار سبعين خريفا ومعنى الحديث ان من صام يوما لوجهه ورضائه ينجيه الله تعالى من النار عبر عن التنجية
ستر سال کے فاصلہ پر دور رکھیگا اور معنے حدیث کے یہ ہین کہ جسنے ایک روز صرف اللہ اور اسکی رضامندی کے لیے روزہ رکھا اللہ تعالے اسکو دوزخ سے نجات دیگا نجات دینے کو
بطريق التمثيل ليكون ابلغ لان من كان بعيدا عن شيء بهذا المقدار لا يصل اليه البتة والمراد بالخريف السنة
بطور تمثیل کے بیان کیا تاکہ زیادہ مبالغہ ہو کیونکہ جو شخص کسی چیز سے اتنی مقدار دور ہو تو وہ چیز اس تک ہرگز نہ پہونچے گی اور خریف سے مراد سال ہے
ذكر الجزء واريد الكل وانما عبر به عنها دون غيره من الفصول لكونه وقت بلوغ الثمار وسعة العيش وروي عن
جزو کو ذکر کرکے کل مراد لیا ہے اور صرف خریف ہی سے سال کا مفہوم ادا کیا نہ اور فصلون سے اسلیے کہ یہ میووں کے پکنے اور عیش کی فراخی کا وقت ہے اور ابو ہریرہ سے
ابي هريرة انه عليه السلام قال للصائم فرحتان فرحة عند فطره وفرحة عند لقاء ربه ومعنى هذا الحديث
روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روزہ دار کو دو خوشیان ہوتی ہین ایک خوشی تو افطار کرتے وقت اور ایک خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت اور اس حدیث کے معنے یہ ہین
ان للصائم سرورا مرتين على ان الفرحة مرة من الفرح وهو السرور واما سروره عند لقاء ربه فيما يجد من ثواب الصوم
کہ روزہ دار کو دو مرتبہ سرور ہوتا ہے اسواسطے کہ فرحۃ کا لفظ ایک مرتبہ فرح کے معنون مین ہے اور فرح کے معنے سرور کے ہین اما سرور روزہ دار کا رب سے ملاقات کے وقت یہ اسکے ثواب کی وجہ سے ہے جو
مدخرا عند الله تعالى فان من ترك لله تعالى طعامه وشرابه وشهوته يعوضه الله تعالى خيرا منه كما قال الله
اللہ تعالی کے یہان ذخیرہ کیا ہوا پائیگا کیونکہ جسنے اللہ تعالی کے لیے اپنا کھانا اور پینا اور شہوت چھوڑ دی اللہ تعالی اسکو اس سے بہتر عوض عطا فرمائیگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے
تعالى وما تقدموا لانفسكم من خير تجدوه عند الله هو خيرا واعظم اجرا وقال النبي عليه السلام لرجل انك لن تدع
اور جو آگے بھیجو گے اپنے واسطے کوئی نیکی پاؤگے اسکو اللہ کے پاس بہتر اور ثواب مین زیادہ اور نبی علیہ السلام نے یکشخص سے فرمایا کہ تو ہرگز کسی امر کو
شيئا اتقاء الله تعالى الا اتاك الله خيرا منه وروي ان الصائمين يوضع لهم يوم القيمة مائدة تحت العرش يأكلون
خدا کے خوف سے نہ ترک کریگا مگر اللہ تعالے تجکو اس سے بہتر عنایت کریگا اور روایت ہے کہ روزہ دارون کے واسطے قیامت کے دن عرش کے نیچے دسترخوان چنا جائیگا یہ
عليها والناس في الحساب فيقول الناس هؤلاء يأكلون ونحن في الحساب فيقال لهم انهم كانوا يصومون
کھائینگے حالانکہ اور لوگ حساب مین ہونگے پس وہ لوگ کہینگے انکو کیا ہوا کہ یہ بیٹھے کھا رہے ہین اور ہم حساب ہی مین مبتلا ہین اسوقت انسے کہا جائیگا کہ یہ لوگ روزہ رکھتے تھے
وانتم تفطرون وفي الصحيحين انه عليه السلام قال ان في الجنة بابا يقال له ريان لا يدخل منه الا الصائمون والمراد
اور تم روزہ نہ رکھتے تھے اور صحیح بخاری اور مسلم مین ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ جنت مین ایک دروازہ ہے اسکو ریان کہتے ہین اسمین سے صرف روزہ دار داخل ہونگے اور مراد

بالصائمين هم الذين يكثرون الصوم فانهم لما تحملوا تعب العطش خصوا بباب فيه الري والامان من العطش قبل تمكنهم
روزہ داروں سے وہ لوگ ہیں جو روزہ بکثرت رکھتے ہیں کیونکہ انھوں نے چونکہ پیاس کی تکلیف اٹھائی اسلیے ایسے دروازہ کے لیے مخصوص ہوے جسمیں جنت میں جانے سے پہلے سیرابی اور
من الجنة واما سروره عند فطاره فيما يتناوله من الطعام والشراب لان النفس مجبولة على الميل الى ما يلائمها من المطعم والمشرب
پیاس سے امن ہو اور روزہ کھولتے وقت خوشی اُن چیزوں میں ہے جو اسکو ملتی ہیں کھانے اور پینے کی چیزیں کیونکہ نفس کی پیدایش اپنی مرغوب اشیا کی طرف مائل ہونے پر ہوئی ہے کھانے اور پینے
والمنكح فاذا منعت من ذلك في وقت من الاوقات ثم اذن لها في وقت اخر تفرح بذلك طبعًا خصوصًا عند اشتداد
اور بی بی کی طرف لہذا جب نفس کو کسی وقت اس سے روک دیا جائے پھر اسکو اور وقت میں اجازت دیجائے تو بالطبع خوش ہوتا ہے خاص کر جبکہ اسکا نہایت
الحاجة اليه لتاثير الجوع والعطش فيها وتقاضيها باخذ حاجتها يشعر بهذا ما روي عن ابن عمر انه عليه السلام
حاجتمند ہو بھوک اور پیاس کی تاثیر اور اپنی حاجات کے تقاضا ہونے کے سبب سے اسیطرف اشارہ کرتی ہے وہ حدیث جو ابن عمر سے مروی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
كان اذا افطر يقول ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء الله تعالى مع ان له عند فطاره دعوة
افطار کے وقت یہ فرمایا کرتے تھے بجھ گئی پیاس اور تر ہوئیں رگیں اور ثابت ہوگیا ثواب انشاءاللہ تعالی اِسکے ساتھ یہ بھی ہے کہ افطار کے وقت اوسکی دعا
مستجابة كما جاء في الحديث ان للصائم عند فطاره دعوة مستجابة بل يكون نومه عبادة قال ابو العالية
مقبول ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ روزہ دار کی دعا افطار کے وقت مقبول ہے بلکہ اسکا سونا بھی عبادت ہے ابو العالیہ نے کہا ہے کہ روزہ دار
الصائم في العبادة ما لم يغتب وان كان نائما على فراشه فعلى هذا يكون في ليله ونهاره على العبادة ثم في صوم
عبادت ہی میں رہے جب تک غیبت نکرے اگرچہ اپنے بستر پر پڑا سوتا ہو اس بنا پر شب و روز وہ عبادت ہی میں ہے پھر محرم کے روزے میں
المحرم معنى اخر وهو ان الاشهر الحرم لما كانت افضل الشهور بعد رمضان وكان صوم كلها مندوبا لامر النبي عليه السلام
ایک اور بات ہے اور وہ یہ کہ ماہہاے حرام چونکہ بعد رمضان کے تمام مہینوں سے افضل ہیں اور اُن سب کے روزے مستحب ہیں نبی علیہ السلام کو اسکا حکم
به وكان بعضها ختام السنة الهلالية وبعضها مفتاحها لزم ان يكون من صام ذا الحجة سوى الايام المحرم فيها الصيام و
فرمانے کے سبب اور بعضے ان میں سے مہینہ قمری سال کا آخری مہینہ ہے اور بعض قمری سال کا شروع تو لازم آیا کہ جسنے ذی الحجہ میں سوا اون دنوں کے جنمیں روزہ حرام ہیں روزے
المحرم قد ختم السنة بالطاعة وافتتحها بالطاعة فيرجى ان يكتب سنة كلها طاعة وعبادة يسر الله تعالى عمله بلطفه وكرمه
رکھے پھر محرم کے روزے رکھے تو اوسنے سال عبادت ہی میں تمام کیا اور عبادت ہی سے شروع کیا اس سے امید ہے کہ سارا سال کا سال طاعت و عبادت میں لکھا جائے خدا ہمیں اعمال اپنے لطف و کرم سے نصیب کرے

المجلس السابع والثلثون في بيان فضيلة يوم عاشوراء وبيان ما يفعل فيه

سینتیسویں مجلس یوم عاشورا کی فضیلت اور جو امور اس روز کرنا چاہیے اوس کے بیان میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صيام يوم عاشوراء احتسب على الله تعالى ان يكفر السنة التي قبلها هذا الحديث من
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوم عاشورا کے روزے رکھنے سے اللہ تعالی سے امید ہے کہ سال گزشتہ کا کفارہ کردے یہ حدیث
صحاح المصابيح رواه ابو قتادة ومعناه ان من صام يوم عاشوراء ارجو من الله تعالى ان يغفر ذنوبه التي وقعت في السنة
مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے ابو قتادہ اسکے راوی ہیں اور معنے اسکے یہ ہیں کہ جس نے یوم عاشورہ میں روزہ رکھا تو میں اللہ تعالی سے امید کرتا ہوں کہ اوسکے
الماضية والمراد من الذنوب الصغائر لان الكبيرة لا يكفرها الا التوبة وفي حديث اخر رواه ابو هريرة انه عليه السلام
گناہ معاف کردے جو کہ سال گزشتہ میں ہوئے ہیں اور گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں کیونکہ کبیرہ کا سوائے توبہ کے اور کچھ کفارہ نہیں اور ایک اور حدیث میں ہے جسکو ابو ہریرہ نے روایت کیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
قال افضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم يعني ان افضل الصيام بعد صيام رمضان صيام شهر الله المحرم وهو وان كان
نے فرمایا افضل روزے بعد رمضان کے ماہ الٰہی محرم کے ہیں یعنی رمضان کے بعد افضل روزے ماہ الٰہی محرم کے روزے ہیں اور یہ حدیث اگرچہ بظاہر ماہ رمضان
ظاهرا في فضيلة صيام شهر الله المحرم بعد صيام رمضان لكن قيل المراد به صيام يوم عاشوراء وانما كان صيام ذلك
کے روزوں کے بعد تمام ماہ الٰہی محرم کے روزوں کی فضیلت میں ہے لیکن کہتے ہیں کہ اس سے یوم عاشورا کا روزہ مراد ہے اور اوس دن کا روزہ اسلیے
اليوم افضل لكونه فرضا في اوائل الاسلام ثم نسخت فرضيته بوجوب صوم رمضان وفي العبادة التي نسخت
افضل ہے کہ وہ شروع اسلام میں فرض تھا پھر رمضان کے روزوں کے فرض ہونے سے اسکی فرضیت منسوخ ہوگئی اور جس عبادت کی فرضیت

فرضیتها افضل من العبادۃ التی لم تکن فرضا اصلا فان قیل قد ذکر فی الاصول ان الجواز یزول بنسخ الوجوب فکیف
منسوخ ہوگئی وہ اوس عبادت سے افضل ہو جو کبھی فرض نہوئی ہو اگر کوئی اعتراض کرے کہ اصول میں مذکور ہے کہ وجوب کے نسخ سے جواز بھی زائل ہو جاتا ہے پھر اوس میں
یکون الصیام فیہا افضل فالجواب ان ذلک الیوم لما نسخ وجوب الصیام فیہ صار کسائر الایام فی جواز الصیام فیہ
روزہ رکھنا افضل کیونکر ہو سکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ اس دن میں جب وجوب روزے کا منسوخ ہوگیا تو وہ دن روزے کے جواز کے بارے میں اور دنوں کے مثل ہوگیا
فیکون افضل قال ابن عباس ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتحری صیام یوم فضلہ علی غیرہ الا ھذا الیوم
پس افضل ہی ہوگا ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ اوس دن کے روزہ کو تلاش کرتے ہوں جسکو اوروں پر فضیلت دی ہو سوا اوس دن
یعنی عاشوراء فانہ علیہ الصلوۃ والسلام کان یبالغ فی تفضیل صومہ ما لم یبالغ فی تفضیل صوم غیرہ وقال ابن عباس
یعنی یوم عاشورا کے کیونکہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام روزۂ یوم عاشورا کی فضیلت میں اتنا مبالغہ فرماتے تھے جو اور روزے کی فضیلت میں نہیں فرماتے تھے اور ابن عباس
ایضا حین صام رسول اللہ علیہ السلام یوم عاشوراء وامر بصیامہ قالوا یا رسول اللہ انہ یوم یعظمہ
یہ بھی کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشورا کا روزہ رکھا اور صحابہ کو اس روزے کا حکم دیا تو صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ وہ دن ہے کہ جسکی
الیہود والنصاری فقال النبی علیہ السلام ان بقیت الی قابل لاصومن التاسع قیل انما اراد ان یضم الیہا یوما اخر لیکون
یہود اور نصاری تعظیم کرتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آیندہ سال تک میں زندہ رہا تو بالضرور نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھونگا کہتے ہیں کہ اوسکے ساتھ ایک اور دن ملانا چاہتے تھے
ھذا مخالفا لھدی اھل الکتاب فلم یأت العام القابل الا توفی رسول اللہ علیہ السلام فعلم من ھذہ الاخبار ان یوم
تاکہ یہ طریق اہل کتاب کے طریق کے خلاف رہے لیکن وہ سال نہ آنے پایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی پس ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ یوم
عاشوراء یوم مبارک ینبغی للمؤمن ان یصومہ لکن المستحب ان یصوم معہ التاسع او الحادی عشر مخالفۃ للیہود والنصاری
عاشورا مبارک دن ہے مومن کو چاہیے کہ اوس روز روزہ رکھے لیکن مستحب یہ ہے کہ اوسکے ساتھ نویں یا گیارھویں کا بھی روزہ رکھے یہود اور نصاری کی مخالفت کرنے کے لیے
ویتصدق علی الفقراء بما قدر واما الصلوۃ فی ھذا الیوم لارضاء الخصوم علی ما وقع فی بعض الکتب فقد ذکر فی البزازیۃ
اور جو میسر ہو فقیروں کو خیرات دے اور اس دن مدعیوں کے رضامند کرنے کو نماز پڑھنا جو بعضی کتابوں میں مذکور ہے۔ سو بزازیہ میں لکھا ہے کہ
انہا لا تفید لان خصمہ ان کان عافیا فھو لا یواخذ بما علیہ یوم القیمۃ فما الفائدۃ ح وان کان لم یعف یأخذ من
یہ کچھ مفید نہیں اسلیے کہ مدعی اگر معاف کر چکا ہو تو جو کچھ اوس کے ذمہ ہے اوسکا قیامت کے دن کچھ مطالبہ نکریگا پھر اب کیا فائدہ ہوا اور اگر معاف نہیں کیا تو قیامت کو دن اوسکی
حسناتہ یوم القیمۃ ان کان لہ حسنات وان لم یکن لہ حسنات یؤخذ من سیأت خصمہ فیحمل علیہ ثم یطرح فی
نیکیوں میں سے لے لیگا بشرطیکہ اسکے پاس حسنات ہوں اور اگر اسکے پاس حسنات نہوں تو اوس مدعی کے گناہ لیکر اوسکے سر پر لاد دیے جائینگے پھر آگ میں
النار کما جاء فی حدیث رواہ ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ علیہ السلام قال اتدرون من المفلس قالوا المفلس فینا من لا درھم معہ ولا متاع
جھونک دیے جائینگے چنانچہ حدیث میں ابو ہریرہ کی روایت سے آیا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے پوچھا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے عرض کیا مفلس ہم میں وہ ہے جسکے پاس نہ درہم ہو اور نہ اسباب
قال المفلس من امتی من یأتی یوم القیمۃ بصلوۃ وزکوۃ وصیام ویأتی قد شتم ھذا وقذف ھذا وضرب ھذا
آپ نے فرمایا مفلس میری امت میں وہ ہے جو قیامت کے دن نماز اور زکوۃ اور روزے لیکر آئیگا اور اس صورت سے آئیگا کہ اوسکو گالی دی تھی اور اوسکو تہمت لگائی تھی اور اوسکو مارا تھا
واکل مال ھذا فیعطی ھذا من حسناتہ وھذا من حسناتہ فان فنیت حسناتہ قبل ان یقضی ما علیہ اخذ
اور اسکا مال کھا لیا تھا لہذا اوسکی کچھ نیکیاں اوسکو دی جائینگی اور کچھ اسکو پس اگر اوسکی نیکیاں سب حقوق جو اوسکے ذمہ ہیں ادا ہونے سے پہلے ہی ختم ہوگئیں تو اونکے
من خطایاھم فطرحت علیہ ثم طرح فی النار وفی حدیث اخر رواہ ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ ایضا انہ علیہ السلام قال من کانت
گناہ لیکر اسکے سر پر لاد دیے جائینگے پھر آگ میں پھینکدیا جائیگا اور ایک اور حدیث میں ہے اوسکو بھی ابو ہریرہ نے روایت کیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکے ذمے
عندہ مظلمۃ لاخیہ من عرض او مال فلیتحلل منہ الیوم قبل ان یؤخذ منہ یوم لا دینار فیہ ولا درھم ان کان لہ
کوئی حق تلفی کسی بندہ کی ہو آبرو کی یا مال کی تو آج اوس سے معاف کرا لے اس سے پہلے کہ ایسے دن اوس سے مواخذہ کیا جائے جسمیں نہ دینار ہوگا نہ درہم اگر اوس کے پاس
عمل صالح اخذ منہ بقدر مظلمتہ وان لم یکن لہ حسنات یؤخذ من سیأت صاحبہ فیحمل علیہ قبل یؤخذ
نیک عمل ہونگے تو اونسے بقدر حق تلفی کے لے لیا جائیگا اور اگر کچھ نیکیاں اوسکی نہونگی تو اوس مدعی کے گناہ لیکر اوسکے ذمے رکھے جائینگے کہتے ہیں کہ۔

بقدر دانق وھو سدس درھم سبعمائۃ صلوٰۃ مقبولۃ ادیت بجماعۃ فیعطی للخصم واما خلط الحوائج فی ھذا الیوم فقد ذکر
ایک دانق کے بدلے کہ وہ چھٹا حصہ درہم کا ہوتا ہے سات سو مقبول نمازیں جو جماعت سے ادا کی گئی ہوں لے لی جائینگی اور مدعی کو دیدی جائینگی اور اس دن کھچڑی پکانا سو قنیہ میں

فی القنیۃ انہ لم یرد فیہ اثر قوی لکن لا بأس بہ بل ربما یثاب علیہ وکان الاکتحال فیہ سنۃ لکن لما صار علامۃ
مذکور ہے کہ اس باب میں کوئی قوی روایت وارد نہیں ہے لیکن اسکا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ شاید اسپر ثواب ہو اور سرمہ لگانا اسمیں سنت تھا لیکن جو کہ اب یہ دشمنان اہلبیت کی

المبغضی اھل البیت وجب ترکہ وکرہ فعلہ حتی قیل لبعض السلف ھو سنۃ من غیر ذلک یوم عاشوراء فقال نعم سنۃ
علامت ہو گئی ہے لہذا اسکا ترک واجب ہے اور اسکا کرنا مکروہ ہے یہاں تک کہ بعض متقدمین سے پوچھا گیا سرمہ لگانا بغیر بغض اہلبیت کے عاشورے کے دن سنت ہے جواب دیا کہ یہ

المخنثین واما اتخاذہ ماتما لاجل قتل الحسین بن علی کما یفعلہ الروافض فھو من عمل الذین ضل سعیھم فی الحیوٰۃ الدنیا
زنانوں کا طریقہ ہے اور اس دن کو امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے سبب ماتم بنانا جیسے کہ رافضی کرتے ہیں سو یہ ان لوگوں کا عمل ہے جنکی کوشش دنیا میں رائگان گئی

وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا اذ لم یأمر اللہ ولا رسولہ باتخاذ ایام مصائب الانبیاء وموتھم ماتما فکیف
اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اپنا کام خوب بنا رہے ہیں کیونکہ اللہ نے انبیا کے مصائب اور انکی موت کے دنوں کو ماتم بنانے کا حکم نہیں دیا اور نہ اسکے رسول نے تو انسے ادنیٰ لوگوں کا

بما دونھم والقاص الذی یذکر للناس قصۃ القتل یوم عاشوراء ویخرق ثوبہ ویکشف رأسہ ویأمرھم
کیا پوچھنا اور قصہ خوان جو لوگوں سے شہادت کا واقعہ عاشورے کے دن بیان کرتے ہیں اور اپنے کپڑے پھاڑتے ہیں اور ننگے سر ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو حکم کرتے ہیں

بالقیام والتسبیع تاسفا علی المصیبۃ یجب علی ولاۃ الدین ان یمنعوھم والمستمعون لا یعذرون فی الاستماع
کہ کھڑے ہو جائیں اور درد و تاسف ظاہر کرنے کے لیے بیہودہ کلمات بکیں سو دین کے حاکموں پر واجب ہے کہ انکو منع کریں اور سننے والے بھی اسکے سننے پر معذور نہونگے

قال الامام الغزالی وغیرہ یحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل حسین وحکایۃ ما جری بین الصحابۃ من التشاجر
امام غزالی وغیرہ فرماتے ہیں کہ واعظوں وغیرہ پر امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی روایات اور ان حالات کا بیان کرنا جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان واقع ہوئے

والتخاصم فانہ یھیج علی بغض الصحابۃ والطعن فیھم وھم اعلام الدین تلقی ائمۃ الدین عنھم وتلقینا من الائمۃ
جھگڑے اور خصومت حرام ہے کیونکہ ایسی کہانیوں سے صحابہ کے بغض اور انپر طعنہ کرنے کا ہیجان ہوتا ہے حالانکہ وہ لوگ دین کے پیشوا ہیں بزرگان دین نے انسے دین سیکھا اور ہمنے ان بزرگوں سے سیکھا

فالطاعن فیہ طاعن فی نفسہ ودینہ وقال الشافعی وغیرہ من السلف تلک دماء طھر اللہ تعالی عنھا ایدینا
پس جو ان میں عیب لگانے والا ہے وہ اپنے آپ کو اور اپنے دین کو عیب لگاتا ہے اور امام شافعی اور انکے سوا اور متقدمین کہتے ہیں کہ وہ ایسے خون ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ پاک رکھے

فلنطھر عنھا السنتنا وقد روی عن عبد اللہ بن مغفل انہ علیہ السلام قال اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا
تو چاہیے کہ ہم اپنی زبانیں بھی ان سے پاک رکھیں اور عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا سے ڈرو خدا سے ڈرو میرے یاروں کے بارہ میں میرے بعد انکو نشانہ

من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ
نہ بنانا جسنے انسے محبت کی سو مجھسے محبت ہونے کی وجہ سے ان سے محبت رکھی اور جسنے انسے بغض رکھا سو اسنے مجھسے بغض ہونے کی وجہ سے انسے بغض رکھا اور جسنے انکو ستایا تو اسنے مجھکو ستایا اور جسنے مجھکو ستایا تو بیشک اسنے

تعالی ومن اذی اللہ تعالی فیوشک ان یأخذہ وفی حدیث اخر رواہ ابو سعید الخدری انہ علیہ السلام قال لا تسبوا
اللہ تعالیٰ کو ستایا اور جسنے اللہ تعالیٰ کو ستایا عنقریب اللہ اسکو پکڑیگا اور ایک اور حدیث میں آیا ہے جسکو ابو سعید خدری نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا میرے یاروں کو برا

اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ فعلی ھذا یجب علی المؤمن تعظیمھم وذکرھم
مت کہو کیونکہ اگر کوئی تم میں سے احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو صحابہ میں سے کسی کے مد کے برابر بھی نہ پہونچیگا اور نہ اسکے آدھے کے برابر پس اس حدیث کی رو سے مومن پر انکی تعظیم اور بھلائی سے یاد کرنا

بالخیر وکف اللسان عن الطعن فیھم اذ بسبب قتل عثمان وقتل حسین جرت فتن کبیرۃ واکاذیب کثیرۃ وظھرت
اور انپر طعن و طنز سے زبان بند رکھنا واجب ہے کیونکہ شہادت حضرت عثمان اور شہادت امام حسین کے سبب سے بڑے بڑے فتنے برپا ہوئے اور بہت جھوٹی باتیں مشہور ہوگئیں اور بہت سے

اھواء وبدع وقع فیھا طوائف من المتقدمین والمتاخرین وصارت الاکاذیب والاھواء والبدع لا تزال تزداد حتی
جھوٹے مذہب اور بدعتیں پیدا ہوئیں جنمیں بہتیرے متاخرین اور متقدمین پڑ گئے اور وہ جھوٹے قصے اور باطل مذہب اور بدعتیں ہمیشہ بڑھتی ہی چلی گئیں یہانتک

حدثت امور یطول شرحھا فمن جملتھا ما ابتدعہ کثیر من الناس یوم عاشوراء فجعلوہ ماتما یظھرون فیہ النیاحۃ
ایسے امور پیدا ہوئے جنکی شرح و تفصیل طویل ہے اسمیں سے ایک وہ ہے جسکو بہت سے لوگوں نے یوم عاشورا کے دن ایجاد کیا ہے کہ اسکو ماتم بنا رکھا ہے اس روز نوحہ کرتے ہیں

والجزع وتعذیب النفوس وسب من مات من اولیاء اللہ تعالیٰ والکذب علیٰ اہل البیت وغیرہ من المنکرات التی منعنی عنہا کتاب

اور رونا پیٹنا اور جانون پر تکلیف اٹھانا اور جو اولیاء اللہ مرچکے ہین انکو برا کہنا اور اہلبیت کی نسبت جھوٹ باندھنا اور علاوہ اسکو اور بہت سو منکرات جو انکو روکی

اللہ تعالیٰ وسنۃ رسولہ واتفاق المسلمین فان الحسین قد اکرمہ اللہ تعالیٰ بالشہادۃ فی ذلک الیوم وہو واخوہ الحسن سیدا

کتاب اللہ اور سنت رسول اور باتفاق مسلمانون کو ممنوع ہین بیشک حضرت امام حسینؓ کو اللہ تعالیٰ نے اوس دن شہادت سو سرفراز فرمایا اور وہ اور انکو بھائی امام حسنؓ

شباب اہل الجنۃ وقتلہما وان کانت مصیبۃ عظیمۃ الا انہ تعالیٰ شرع للمسلمین عند المصیبۃ الاسترجاع بقولہ تعالیٰ

جو انان بہشت کے سردار ہین اور انکا قتل اگرچہ بڑی مصیبت ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانون کو لیے مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا مقرر کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ

اور خوشخبری دو ان صبر کرنیوالونکو کہ جب انکو مصیبت پہونچتی ہو تو کہتے ہین انا للہ وانا الیہ راجعون ان ہی لوگو نپر اللہ کیطرف سو شاباشیان ہین اور مہربانی

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ وروی عن سعید بن جبیر انہ قال لم یعط الاسترجاع لامۃ من الامم الا لہذہ الامۃ ولو اعطی

اور یہی ہین راہ پر اور سعید بن جبیرؓ سے روایت ہو کہ فرمایا کہ استرجاع تمام امتون مین سو کسیکو عطا نہین ہوئی سوا اس امت کے اور اگر عطا ہوتی

لاعطی یعقوب النبی علیہ السلام الا تری انہ قال فی مقام الاسترجاع یا اسفی وفی الصحیحین انہ علیہ السلام قال ما من مسلم یصاب

تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو عطا ہوتی تم نہین دیکھتے کہ حضرت یعقوبؑ نے استرجاع کی جگہ ہائے افسوس کہا اور بخاری ومسلم مین ہو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین ہو کوئی مسلمان کہ اسپر

مصیبۃ فیقول انا للہ وانا الیہ راجعون اللہم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منہا الا اجرہ اللہ فی مصیبتہ واخلف لہ خیرا

مصیبت آجاوے تو کہے انا للہ وانا الیہ راجعون الٰہی مجھکو میری مصیبت کا اجر دے اور اس سے بہتر مجھکو اسکا بدلہ دے مگر اللہ تعالیٰ اسکی مصیبت کا اجر دیتا ہے اور اسکو اس سے بہتر بدلا

منہا وقد روی الامام احمد وابن ماجۃ عن فاطمۃ بنت الحسین عن ابیہا الحسین انہ علیہ السلام قال ما من مسلم

دیتا ہے اور امام احمدؒ اور ابن ماجہؒ نے فاطمہ بنت حسینؓ سے اور انھون نے اپنے باپ امام حسینؓ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا پیغمبر علیہ السلام نے کہ نہین کوئی مسلمان جسکو کچھ

یصاب بمصیبۃ فیذکرہا وان قدم عہدہا فیحدث لہا الاسترجاع الا کتب اللہ لہ من الاجر مثلہا یوم اصیب وہذا الحدیث

مصیبت پہونچی ہو پھر وہ اسکو یاد کرے اگرچہ مدت دراز ہو چکی ہو پھر اسپر از سر نو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے مگر اللہ تعالیٰ اوسکو واسطے اتنا ہی اجر لکھتا ہے جتنا کہ مصیبت کے دن دیا تھا اور یہ حدیث

رواہ عن النبی علیہ السلام الحسین وعنہ بنتہ فاطمۃ التی شہدت مصرعہ وقد ثبت فی علم اللہ تعالیٰ ان المصیبۃ بالحسین یذکر مع تقادم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے امام حسین رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے اور انسے انکی بیٹی فاطمہؓ نے جو کہ انکی مقتل مین بوقت شہادت موجود تھین روایت کی ہے اور علم الٰہی مین ثابت ہو چکا تھا کہ حضرت امام حسینؓ کی مصیبت باوجود مدت گذر جانے کے یاد

العہد فکان من محاسن الاسلام ان تجری ہذہ السنۃ کلما ذکر تلک المصیبۃ بان یسترجع لہا فیکون للانسان من الاجر الذی

ہوا کریگی تو یہ اسلام کی خوبیون مین سے ہے کہ جب وہ مصیبت یاد آئے تو یہ طریقہ جاری رکھا جائے اسطرح کہ اسکے لیے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا جائے تو انسان کو اتنا ہی ثواب ملے جتنا

کان لمن استرجع یوم اصیب المسلمون بہا واما من یفعل من تقادم العہد بہا ما نہی عنہ النبی علیہ السلام عند حدثان العہد بہا فعقوبتہ

اسکو ملا تھا جسنے مسلمانون پر اس مصیبت کے آنے کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہا تھا اور جو لوگ باوجود اس مدت دراز کو وہ باتین کرتے ہین جنسے نبی علیہ السلام نے ابتداء عہد مین منع کیا ہو انکی

اشد مثل لطم الخدود وشق الجیوب ودعوی بدعوی الجاہلیۃ فکیف اذا انضم الی ذلک ظلم المؤمنین ولعنہم وسبہم واعانۃ اہل

عقوبت بہت سخت ہے جیسے منھ پیٹنا اور گریبان پھاڑنا اور جاہلیت کو زمانہ کی طرح پکارنا پھر کیا حال ہوگا اگر اس پر مؤمنین پر ظلم کرنا اور انپر لعنت کرنا اور برا کہنا اور ملحدین اور

الشقاق والالحاد علی ما یقصدونہ للدین من الفساد وغیر ذلک مما لا یحصیہ الا اللہ تعالیٰ فالواجب علیٰ کل مسلم ان یجتنب عن حضور

مخالفین کے دین مین فساد کے قصد مین اعانت کرنا اور سوا اسکے اور منکرات بڑھ جائین جنکو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شمار نہین کرسکتا پس ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ایسے مقام مین جہان

ہذہ المواضع التی یفعل فیہا امثال ہذہ المعاصی والمحرمات والانکار علیٰ مرتکبیہا بقدر الاستطاعۃ یسر نا اللہ تعالیٰ الاجتناب عنہا

ایسے ایسے گناہ اور حرام کاریان کی جاتی ہون جانے سے باز رہے اور بقدر طاقت کے اس عمل والون کو منع کرے اللہ تعالیٰ ہمپر ان معاصی سے بچنا آسان کرے

المجلس الثامن والثلثون فی بیان عدم سرایۃ المرض وعدم جواز الطیرۃ

قال

اڑتیسوین مجلس اس بیان مین کہ ایک کی بیماری دوسرے مین سرایت نہین کرتی اور یہ کہ بد شگونی لینا جائز نہین ہے رسول اللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا عدوی ولا صفر ولا غول ہذا الحدیث من صحاح المصابیح رواہ جابر

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ تو عدویٰ ہے اور نہ صفر اور نہ غول یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے جابرؓ اسکے راوی ہین

والمراد بالعدوى سراية العلة من صاحبها الى من يقارنه من الاصحاء واختلف العلماء ان المنفي هل هو عين السراية
اور عدوی سے ایک بیمار کی بیماری کا دوسرے بھلے چنگوں کو جو اسکی ہمنشین ہوں لگ جانا ہے مراد ہے اور علما کا اختلاف ہے کہ منفی آیا بجنسہ سرایت ہے

او اضافتها الى العلة فذهب بعضهم الى ان المنفي نفس السراية فانه عليه السلام اراد نفيها وابطالها لتخلفها وجودا وعدما
یا سرایت کو بیماری کی طرف منسوب کرنا پس بعضوں کا مذہب تو یہ ہے کہ منفی خود سرایت ہے کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے اسی کی نفی اور اسکا باطل کرنا مراد لیا کیونکہ وجود و عدم دونوں اعتبار سے متخلف ہین

اما تخلفها وجودا فلان كثيرا ما يقارن الشخص مع مجذوم او اجرب ولا يتعدى اليه مرضه كما اشير اليه فيما روي
وجود مین متخلف تو اسلیے ہے کہ اکثر اوقات کوئی شخص جذامی یا خارشتی کے پاس رہتا ہے اور وہ مرض اسمین نہیں آتا چنانچہ اس حدیث مین اسکا اشارہ ہے جو جابر رضی سے

عن جابر انه عليه السلام اخذ بيد مجذوم فوضعها معه في القصعة واما تخلفها عدما فلان كثيرا ما يعرض هذه الامراض
روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے ایک جذامی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ پیالے مین رکھدیا اور اسکا عدما متخلف ہونا اسلیے ہے کہ اکثر اوقات یہ بیماریاں انمین پیدا ہو جاتی ہین

فيما لا احتمال فيه للسراية كما اشير اليه فيما روي عن ابي هريرة رض ان اعرابيا قال للنبي عليه السلام ما بال الابل تكون في
جسمین سرایت کا شبہہ بھی نہین جیسا کہ اس حدیث مین اسکا اشارہ ہے جو ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کیا حال ہے اونٹ کا کہ ریگستان مین

الرمل كانها الظبي فيخالطها البعير الاجرب فيجربها فقال النبي عم فمن اعدى الاول فانه عم اشار بهذا القول الى ان الجرب
ہرن کی مثل ہوتا ہے پھر اس سے خارشتی اونٹ ملجاتا ہے تو اسکو بھی خارشتی کر دیتا ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلے اونٹ کو کسنے خارشتی بنایا پس نبی علیہ السلام نے اس ارشاد سے طرف اشارہ کیا

في البعير الاول ان حصل من بعير اخر اجرب يلزم التسلسل الى ما لا نهاية له وهو محال وان لم يحصل عنه بل بسبب
کہ پہلے اونٹ مین اگر خارشش دوسرے خارشتی اونٹ سے آئی ہے تو تسلسل لازم آئیگا جسکی کہیں انتہا نہیں اور یہ محال ہے اور اگر اس سے حاصل نہین ہوئی بلکہ کسی اور سبب سے

اخر فالذي اوصله الى البعير الاول هو الذي يوصل الى غيره من الاصحاء وهو الله الخالق لكل شيء القادر على كل شيء
ہوئی تو پھر جسنے پہلے اونٹ مین پہونچایا ہے وہی اور بھلے چنگے اونٹوں مین پہونچا سکتا ہے اور اللہ تعالے ہر شے کا پیدا کرنے والا اور تمام چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہے

وذهب بعضهم الى ان المنفي ليس نفس السراية لما روي انه عليه السلام قال لا يورد ممرض على مصح والممرض صاحب الابل
اور بعضوں کا یہ مذہب ہے کہ خود سرایت منفی نہین ہے کیونکہ روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا بیمار اونٹوں والا اچھے اونٹوں والے پر نہ ملائے اور ممرض بیمار اونٹوں والے کو

المريضة والمصح صاحب الابل الصحيحة والمراد النهي عن ايراد الابل المريضة على الصحيحة وفي حديث اخر انه عليه السلام
کہتے ہین اور مصح بھلے چنگے اونٹوں والے کو اور مقصود ممانعت ہے بیمار اونٹوں کو اچھے اونٹوں مین ملانے سے منع کرنا ہے اور ایک اور حدیث مین ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے

قال فر من المجذوم فرارك عن الاسد فعلم من هذين الحديثين ان المنفي ليس نفس السراية بل المنفي اضافتها الى العلة
فرمایا بھاگ مجذوم سے شیر سے بھاگنے کی طرح پس ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ خود سرایت منفی نہین ہے بلکہ اسکا بیماری کی طرف منسوب کرنا منفی ہے

وهذا القول الثاني اولى لما فيه من التوفيق بين الاحاديث الواردة فيه مع ما فيه من صيانة الاصول الطبية
اور یہ دوسرا مذہب اولی ہے کیونکہ اسمین ان حدیثوں مین جو اس باب مین وارد ہین تطبیق ہے اور اسکے ساتھ اسمین طبی قاعدون کے بیکار ہوجانے سے

عن التعطيل بخلاف القول الاول فانه يفضي الى تعطيلها ولم يرد الشرع بتعطيلها بل ورد باثباتها واعتبارها
بچاؤ ہے برخلاف پہلے مذہب کے کہ وہ طبی قاعدون کو بیکار کیے دیتا ہے حالانکہ شریعت نے انکو بیکار نہین ٹھہرایا بلکہ انکو ثابت کیا ہے اور اعتبار کیا ہے

على وجه لا يناقض اصول التوحيد فانه عليه السلام اراد ابطال ما كان اهل الجاهلية يعتقدونه من ان العلة
اسطرح کہ اصول توحید کے برخلاف نہوں پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض اسکا باطل کرنا ہے جسکا اہل جاہلیت عقیدہ رکھتے تھے کہ بیماری

تسري بطبعها فقال لا عدوى وبين بقوله هذا ان الامر ليس كما زعموا بل العلة تحصل بقضاء الله تعالى وقدره
خودبخود اثر کر جاتی ہے سو آپنے فرمایا کہ عدوی نہیں ہے اور اپنے اس ارشاد سے شرح کردی کہ یون نہیں ہے جیسے اہل جاہلیت زعم کرتے ہین بلکہ بیماری حکم الہی سے اور اسکی تقدیر سے ہوتی ہے

لكن قد تكون المداناة من الاسباب المقدرة لحصول العلة بالنسبة الى بعض الاشخاص ولذلك نهى النبي عم
لیکن کبھی نزدیک ہونا بعضوں کے اعتبار سے بیماری پیدا ہونے کا سبب تقدیری ہو جاتا ہے اور اسی لیے نبی علیہ السلام نے بیمار اونٹوں کو

عن ايراد ممرض على مصح وامر بالفرار عن المجذوم فان ذلك من باب الاجتناب عن الاسباب التي خلقها الله تعالى
اچھے اونٹوں مین ملانے سے منع کر دیا اور مجذوم سے دور رہنے کا حکم فرمایا کیونکہ یہ ان اسباب سے پرہیز کرنے کی قبیل سے ہے جنکو اللہ تعالے نے پیدا کرکے

وجعلها اسباباً للبلايا والعبد مامور بالاجتناب عن اسباب البلايا اذا كان فی عافية منها فانكما يؤمر
بلا کا سبب قرار دیا ہے بچاؤ ہے اور بندے کو بلا کے اسباب سے جبکہ وہ اس سے بچا ہوا ہو بچے رہنے کا حکم ہے کیونکہ جسطرح اپنے آپ کو

بعدم القاء نفسه فی الماء او فی النار وبعدم دخوله تحت الهدم ونحوه مما هو من اسباب الهلاك كذلك يؤمر
پانی یا آگ میں نہ ڈالنے اور گرتے ہوئے مکان کے نیچے نہ آنے کا حکم ہے اور اسی کے مثل اور چیزیں جو اسباب ہلاکت ہیں ایسے ہی یہ

بالاجتناب عن مقاربة الاجرب والمجذوم ونحوهما مما هو من العلل المتعدية باذن الله تعالى فان هذه الاسباب
خارشتی اور مجذوم کے قرب سے دور رہنے کا حکم ہے اور اسکے مثل اور بیماریوں سے جو باذن الٰہی متعدی ہیں کیونکہ یہ امور بیماری

اسباب للمرض والتلف والله تعالى يخلق المسببات عندها لا بها فانه تعالى هو خالق الاسباب ومسبباتها لا خالق
اور موت کے اسباب ہیں اور اللہ تعالےٰ ہی سبب کے وقت مسبب کو پیدا کر دیتا ہے نہ کہ انکی تاثیر سے کیونکہ اللہ تعالےٰ اسباب و مسببات سب کا خالق ہے اُسکے سوا

سواه لكن الاسباب نوعان النوع الاول اسباب الخير فان النعم لا تضاف الى الاسباب بل انما تضاف الى مسببها ومقدرها
کوئی خالق نہیں لیکن اسباب دو قسم پر ہیں پہلی قسم تو بھلائی کے اسباب ہیں پس نعمتیں اسباب کی طرف منسوب نہیں ہوتیں بلکہ مسبب الاسباب اور مقدر الاسباب کی طرف منسوب ہوتی ہیں

فما ظهر منها ينبغى ان يفرح بها ويستبشر عند ظهورها ولا يسكن اليها بل الى خالقها ومسببها كما قال الله تعالى فی امداد
پس انمیں سے جو سبب پیش آئے تو چاہیے کہ اُس سے خوش ہو اور اس سے فرحت حاصل کرے لیکن اسکی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ اسکے خالق اور مسبب کی طرف متوجہ ہو چنانچہ فرشتوں سے

المؤمنين بالملئكة وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ واكثر الناس فی هذا الزمان
مؤمنین کو امداد دینے کے بارہ میں خدا فرماتا ہے - اور یہ تو اللہ نے محض تمہاری خوشی کے لیے کیا ہے اور تاکہ تمہارے دل مطمئن ہیں اور مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اس زمانہ کے اکثر لوگ

يركنون بقلوبهم الى الاسباب وينسون مسببها فمن اضاف شيئا من النعم الى غير الله تعالى ان كان مع اعتقاده
اسباب کی طرف تو دل سے متوجہ ہوتے ہیں اور مسبب الاسباب کو بھول جاتے ہیں سو جسنے نعمت کو سوا اللہ کے اور طرف منسوب کیا اگر یہ اعتقاد بھی ہو

انه ليس من الله تعالى فهو شرك حقيقى وان كان مع اعتقاده انه من الله تعالى فهو نوع من شرك خفى والنوع الثانى
کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے نہیں ہے تو یہ حقیقی شرک ہے اور اگر اُسکے ہمراہ اعتقاد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو یہ ایک قسم کا شرک خفی ہے اور دوسری قسم

اسباب الشر فان المصائب لا تضاف الا الى الذنوب كما قال الله تعالى وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وما
شر کے اسباب ہیں پس تمام مصیبتیں صرف گناہوں ہی کیطرف منسوب ہوتی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اگر تمپر کوئی سختی پڑے تو وہ اُسی سے ہے جسکو تمہارے ہاتھوں نے کمایا ہے اور جو

ظهر منها ينبغى ان يتقى عنها بقدر ما ورد به الشرع مثل اتقاء مقاربة الاجرب والمجذوم والفرار من مكان الطاعون واما
انمیں سے پیدا ہوں اس سے پرہیز کرنا چاہیے جسقدر کہ شریعت میں آیا ہے جیسے خارشتی اور مجذوم کی ہمنشینی سے اور وبا کی جگہ آنے سے بچنا اور جو

ما خفى منها فلا يشرع اتقاؤها واجتنابها لان ذلك من الطيرة المنهى عنها التى من اعمال الشرك والكفر كما حكاها الله تعالى
انمیں سے پوشیدہ اسباب ہیں تو اُنسے بچنا اور پرہیز کرنا مشروع نہیں ہے کیونکہ یہ بدشگونی میں داخل ہے جسکی ممانعت ہے اور شرک وکفر کا عمل ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسکو قرآن کی

عنهم فی مواضع من كتابه فانهم كانوا يتطيرون ويتشاءمون بالرسل واتباعهم سبب تشاؤمهم بهم ان الرسل
کئی جگہ اُن کفار سے نقل فرمایا ہے کیونکہ وہ لوگ رسولوں اور انکی پیروی کرنے والوں سے بدشگونی لیتے تھے اور منحوس سمجھا کرتے تھے اور انکو منحوس سمجھنے کا یہ سبب تھا کہ انبیا علیہم السلام نے

لما دعوهم الى دين غير مالوف لهم استغربوه واستقبحوه ونفرت عنه طباعهم اذ من عادة العوام ان يتيمنوا بكل
جب ان لوگوں کو ایسے دین کی دعوت کی جس سے وہ مانوس نہ تھے تو وہ لوگ نئی بات سمجھکر بُرا سمجھنے لگے اور انکی طبیعتیں اس سے متنفر ہوئیں کیونکہ عوام کی عادت ہے کہ جسکی آرزو کیا کرتے ہیں

ما يوافق هواهم وان كان جالبا لكل شر و وبال وان يتشاءموا بكل ما يخالف هواهم وان كان جالبا لكل خير
جو انکی خواہش کے موافق ہو اگرچہ اسمیں سراسر بدی اور وبال ہو اور جو انکی مرضی کے مخالف ہو اسکو نحس جانتے ہیں اگرچہ اسمیں سراسر خیر

ونوال وقد ثبت انه عليه السلام قال لا طيرة وفی حديث اخر انه عليه السلام قال الطيرة من الشرك والبحث عن
اور نعمت ہو اور ثابت ہو چکا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدشگونی کوئی چیز نہیں ہے اور ایک اور حدیث میں ہے کہ آپنے فرمایا بدشگونی شرک کی بات ہے اور

اسباب الستر بالرمل والنظر فی النجوم وضرب الحصى والشعير وغير ذلك هو الطيرة المنهى عنها والباحثون عنها لا يشتغلون
رمل اور نجوم کے ذریعہ سے یا کنکریاں اور جو کے دانے پھینک کر غیب کی باتیں بتانا یہ ممنوع بدفالی ہے اور اسمیں گفتگو کرنے والے اُن عبادات میں

لم يدفع البلاء من الطاعات بل يشتغلون بلزوم البيت وعدم الحركة وهذا لا يمنع نزول القضاء والقدر ومنهم
مشغول نہین ہوتے جس سے بلا دفع ہو بلکہ گھر مین بیٹھے رہنا اور نقل و حرکت نہ کرنے کو اختیار کرتے ہین اور یہ قضا و قدر کے نزول کو مانع نہین اور بعضے لوگ

من يشتغل بالمعاصي وهذا مما يقوي وقوع البلاء ونفوذه والذي جاءت به الشريعة هو ترك البحث عن ذلك
گناہون مین مشغول ہوتے ہین اور یہ تو بلا کو اور اسکی تاثیر کو اور قوت دیتی ہے اور اس بارہ مین جو حکم شرع مین آیا ہے وہ یہ ہے کہ اسمین گفتگو نہ کرے

والاعراض عنه والاشتغال بما يدفع البلاء من الدعاء والذكر والصدقة والتوكل على الله تعالى والايمان بقضائه
اور ادھر توجہ نکرے اور وہ شغل اختیار کرے جو بلا کا دافع ہو یعنی دعا اور یاد الٰہی اور خیرات اور خدا سے تعالے پر توکل اور قضا و قدر پر

وقدره فانه عليه السلام عند ظهور اسباب العقوبات السماوية المخوفة كالكسوف والخسوف كان يأمر
ایمان لانا کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خوفناک عذاب آسمانی کے سامان ظاہر ہونے کے وقت جیسے سورج گہن اور چاند گہن اورون کو بھی حکم فرماتے اور

يشتغل باعمال البر من الصلوة والدعاء حتى ينكشف ذلك عن الناس وهذا كله مما يدل على ان اسباب العذاب اذا
آپ بھی نیک اعمال نماز و دعا مین مصروف ہوتے تھے یہان تک کہ وہ سامان خلقت پر سے جاتا رہتا تھا یہ سب اسکی دلیل ہے کہ جب عذاب کے سامان

ظهرت فالمشروع الاشتغال بما يرجى ان يدفع به العذاب المخوف من اعمال البر والتقوى فان هذه الاشياء كلها
ظاہر ہون تو شرع مین ایسے امور مین مشغول ہونا مقرر ہے جس سے کہ عذاب خوفناک موقوف ہوجانے کی امید ہو یعنی نیک و پرہیزگاری کے اعمال کہ بیشک یہ تمام باتین

من اعظم ما يستدفع به البلاء فانه تعالى يخلق اسباب العذاب واسباب الرحمة اما اسباب العذاب فيخوف الله تعالى
سب سے بڑی ہین جنسے بلا کا دفعیہ مطلوب ہو کیونکہ اللہ تعالی عذاب اور رحمت دونون کے سامان پیدا کرتا ہے عذاب کے سامان سے تو اللہ تعالی اپنے بندون کو

بها عباده ليتوبوا اليه ويتضرعوا اليه كالرياح الشديدة فان الريح من روح الله تعالى تاتي بالرحمة وتاتي بالعذاب
ڈراتا ہے تاکہ اسکے سامنے توبہ کرین اور گریہ و زاری کرین جیسے تند آندھیان بیشک ہوا اللہ تعالے کا فیض ہے کبھی رحمت لاتی ہے اور کبھی عذاب لاتی ہے

وعند اشتدادها امر النبي عليه السلام ان يسأل الله تعالى خيرها وخير ما ارسلت به ويستعيذ به تعالى
اور تندی ہوا کے وقت نبی علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ اللہ تعالے سے ہوا کی خیریت اور جس لیے وہ بھیجی گئی ہے اسکی خیریت کی دعا کرین اور اسکے شر سے

من شرها وشر ما ارسلت به فانه عليه السلام قد كان اذا رأى ريحا وغيما تغير وجهه واقبل وادبر فاذا امطر
اور اس شر سے جس لیے روانہ کی گئی پناہ مانگین پس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب آندھی یا ابر دیکھتے تھے تو آپکا چہرہ متغیر ہوجاتا اور کبھی آتے اور کبھی جاتے پھر اگر مینھ برس جاتا

سري عنه ويقول قد عذب قوم بالريح ورأى قوم السحاب فقالوا هذا عارض ممطرنا فنزل منه العذاب واما
تو خوش ہوجاتے اور فرماتے کہ ایک قوم کو عذاب آندھی سے ہوا تھا اور ایک قوم ابر کو دیکھکر کہنے لگی یہ ابر ہے ہمپر برسے گا لیکن اسمین سے عذاب نازل ہوا اور رحمت کے

اسباب الرحمة فيرجي الله تعالى بها عباده كالريح الطيبة والمطر المعتاد عند الحاجة اليه ولهذا يقال عند نزوله اللهم
سامان سے اللہ تعالے اپنے بندون کو امید دلاتا ہے جیسے نرم ٹھنڈی ہوا اور عادت کے موافق حاجت کے وقت پانی برسنا اور اسی لیے مینھ برسنے کے وقت یہ دعا کرتے تھے خداوندا

سقيا رحمة لا سقيا عذاب واما من نفى عن اسباب الضرر بعد ظهورها بالاسباب المنهي عنها فلا ينفعه بل
رحمت کا پانی پلانا نہ عذاب کا اور جو شخص اسباب ضرر کے ظاہر ہونے کے وقت ممنوع طریقون سے بچنا چاہے تو یہ اسکو کچھ مفید نہین بلکہ

كثيرا ما يقع فيما يخاف منها واما قوله عليه السلام ولا صفر فقد اختلف في تفسيره والقول الاشبه ان المراد به شهر
اکثر اوقات خوفناک بلا مین پڑ جائیگا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ صفر نہین ہے سو اسکی تفسیر مین اختلاف ہے ظاہر تر یہ ہے کہ اس سے مراد ماہ

صفر فان اهل الجاهلية كانوا يتشاءمون به ويقولون انه شهر مشئوم فابطل النبي عليه السلام ذلك وكثير من الناس
صفر ہے کیونکہ اہل جاہلیت اسکو منحوس جانتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ مہینہ منحوس ہے سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو باطل فرمایا اور بہتیرے لوگ

في هذا الزمان يتشاءمون به وربما يمتنعون فيه من السفر والتزوج وغيرهما والتشاؤم به من جنس الطيرة المنهي عنها
اس زمانہ مین بھی اسکو منحوس جانتے ہین اور بعضے اس مہینے مین سفر نہین کرتے اور نہ نکاح کرتے ہین اور نہ کچھ اسکے سوا اور اسکو نحوست ماننا بھی بدشگونی کی قسم ہے جسکی ممانعت ہے

وكذلك التشاؤم بيوم من الايام فان تخصيص الشؤم بزمان دون زمان كشهر صفر وغيره غير صحيح لان الزمان عبارة عن مدة
اور ایسے ہی نحوست کسی دن کو تمام ایام مین سے کیونکہ نحوست کی خصوصیت کسی وقت کے ساتھ اسطرح ہونا جیسے ماہ صفر وغیرہ جائز نہین ہے کیونکہ زمانہ سے مراد ایک مدت

ممتدة یعرف مقدارها بحرکة الافلاک والکواکب وهو فی ذاته امر واحد متشابه الاجزاء لا یحصل الا بخلق الله تعالی
وقت ہے جسکا اندازہ افلاک کی حرکت اور ستاروں سے معلوم ہوتا ہے اور وہ اپنی ذات میں ایک متصل چیز ہے جسکے سب جز یکسان ہیں بے خدا تعالی کے پیدا کیے ہو حاصل نہیں ہوتا

ویقع فیه افعال العباد فلا یکون فیه یمن ولا شوم الا باعتبار افعال العباد فکل زمان شغله العبد بالطاعة فهو
اور اسمین بندون کے افعال واقع ہوتے ہین پس خود اسمین نہ کوئی برکت ہے نہ کچھ نحوست ہان مگر بندون کے افعال کے اعتبار سے پس جس زمانے کو انسان نے عبادت مین مشغول رکھا

زمان مبارک علیه وکل زمان شغله العبد بالمعصیة فهو زمان مشئوم علیه فالیمن والشوم فی الحقیقة هو الطاعة
زمانہ اسپر مبارک ہے اور جس زمانے کو انسان نے گناہون مین مشغول رکھا وہ زمانہ اسپر منحوس ہے اور حقیقت مین مبارک اور منحوس عبادت

والمعصیة کما قال عدی بن حاتم یمن المرء وشومه بین لحییه یعنی لسانه وقال ابن مسعود ان کان الشوم فی شیء
اور معصیت ہی ہے جیساکہ عدی بن حاتم نے کہا ہے کہ آدمی کی برکت اور نحوست اسکے دونون جبڑون کے درمیان یعنی اسکی زبان مین ہے اور ابن مسعود کہتے ہین اگر بالفرض کسی شے مین نحوست ہے

ففیما بین اللحیین یعنی اللسان وقال ایضا ما شیء احوج الی طول السجن من اللسان وروی عن عائشة انه علیه السلام
تو اسمین ہے جو دونون جبڑون کے درمیان ہے یعنے زبان اور یہ بھی کہا زبان سے زیادہ کوئی شے قید کی حاجتمند نہین اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے

قال الشوم سوء الخلق فعلی هذا الا الشوم الا المعاصی والذنوب فانها تسخط الله تعالی فانه اذا سخط علی عبد یکون ذلک
فرمایا نحوست بدخلقی ہے پس اس بیان کے موافق بجز معاصی اور گناہون کے نحوست کچھ اور نہین ہے کیونکہ یہ اللہ تعالے کو ناخوش کرتے ہین پس جب کسی بندے سے اللہ بیزار ہوتا ہے تو وہ

العبد شقیا فی الدنیا والاخرة واذا رضی عن عبد یکون ذلک العبد سعیدا فی الدنیا والاخرة وبعض الصالحین قد شکی الیه
بندہ دنیا اور آخرت مین بدبخت ہو جاتا ہے اور جب کسی بندے سے اللہ تعالی راضی ہوتا ہے تو وہ بندہ دنیا اور آخرت مین نیکبخت ہوتا ہے اور کسی صالح مرد سے ایسی مصیبت کا شکوہ کیا گیا

عن بلاء وقع الناس فیه فقال اری ما انتم فیه من البلاء الا بشوم الذنوب فالعاصی مشئوم علی نفسه وعلی غیره اذ لا یؤمن ان
جسمین سب لوگ مبتلا تھے پس انھون نے کہا جس مصیبت مین تم لوگ ہو مجکو بجز نحوست ذنوب کے اور کسی سبب سے معلوم نہین ہوتی پس گنہگار آدمی اپنے حق مین بھی اور غیر کے حق مین بھی منحوس ہوتا ہے اسلیے کہ اس بات سے امن نہین ہے

ینزل علیه العذاب فیعم الناس خصوصا من لم ینکر عمله والبعد عنه لازم وکذلک الاماکن التی یفعل فیها المعاصی
اسپر عذاب نازل ہو پھر سب خلق پر پھیل جائے خاص کر ان لوگون پر جو اسکے عمل پر انکار نکرتے ہون اور اس سے دور رہنا لازم ہے اور اسیطرح ان مقامات سے جنمین معاصی کیے جاتے ہین

یلزم البعد عنها والهرب منها خشیة نزول العذاب علی من یوجد فیها کما روی انه علیه السلام حین مر علی دیار ثمود بالحجر
بھاگ کر دور رہنا ضروری ہے اس خوف سے کہ مبادا عذاب انپر نازل ہو جائے جو وہان موجود ہون جیساکہ روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر جسوقت حجر مین دیار ثمود پر ہوا

قال لاصحابه لا تدخلوا اماکن هؤلاء المعذبین الا ان تکونوا باکین خشیة ان یصیبکم ما اصابهم فان هجران اهل
تو اپنے اصحاب سے فرمایا ان عذاب کیے ہوے لوگون کے مکانون مین نجانا مگر اس حالت سے کہ تم روتے ہو اس خوف سے کہ مبادا تمپر بھی آجائے وہی جو انپر آیا تھا اسلیے کہ ترک کرنا اہل

العصیان واماکنهم من جملة الهجرة المامور بها والعدوی عند التحقیق فی مخالطة من ترتکب المعاصی ویحسنها ویزینها
عصیان اور انکے مکانات کا بھی اس ہجرت مین داخل ہے جسکا حکم ہے بلکہ درحقیقت عدوی یعنی بیماری کا لگ جانا اس شخص کے ملاپ مین ہے جو معاصی کرتا ہو اور انکو اچھا جانتا ہو اور اسکو زینت دیتا ہو

ویدعو الیها من شیاطین الانس الذین هم اضر من شیاطین الجن فان شیاطین الجن یستعاذ منه بالله تعالی
اور لوگون کو اس طرف بلاتا ہو یعنی انسانی شیطان کہ وہ جنی شیطانون سے زیادہ ترضرر رسان ہے کیونکہ جنی شیاطین تو اللہ تعالے کی پناہ لینے سے

فینصرف واما شیاطین الانس فلا یبرح حتی یوقعک فی المعصیة وقد جاء فی الحدیث انه علیه السلام قال یحشر المرء علی دین
دور ہو جاتے ہین اور انسانی شیاطین نہین ہٹتے یہان تک کہ تجکو گناہ مین ڈال کر چھوڑتے ہین اور حدیث مین آیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کا حشر اپنے دوستون کے

خلیله فلینظر احدکم من یخالل وفی الحدیث الاخر انه علیه السلام قال لا تصحب الا مؤمنا ولا یاکل طعامک الا تقی واما الغول فهو
دین پر ہوگا لہذا دیکھ بھال لو کہ کس سے دوستی کرتے ہو اور ایک اور حدیث مین ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مومن کے سوا کسی کا ہمنشین مت ہو اور سوا پرہیزگار کے کوئی اور تمہارا کھانا نہ کھائے اور غول غین کے پیش کے ساتھ

فهو من زعمات الجاهلیة فانهم کانوا یقولون انه نوع من الجن یتراای للناس فی الفلوات باشکال مختلفة ویضلهم
یہ جاہلیت کی باتین ہین اہل جاہلیت کہا کرتے تھے کہ غول ایک قسم کا جن ہے جو آدمیون کو جنگل مین مختلف شکلون مین دکھائی دیتا ہے اور راستے سے

عن الطریق ویهلکهم وقوله علیه السلام لا غول یحتمل ان یکون المراد منه نفی وجوده کما هو ظاهر من لفظه لان المتبادر
بھٹکا دیتا ہے اور ہلاک کر دیتا ہے اور نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ غول نہین ہے محتمل ہے کہ اس سے اسکے وجود کی نفی مراد ہو جیساکہ لفظون سے ظاہر ہوتا ہے کیونکہ کسی شے کی

من نفي الشيء نفي وجوده لكن قال بعض العلماء ليس المراد به نفي وجوده بل المراد به نفي ما كان يعتقده اهل الجاهلية من
نفی سے اول نظر میں اُس چیز کی نفی ہی معلوم ہوتی ہے لیکن بعضے علماء کہتے ہیں کہ اُسکے وجود کی نفی مراد نہیں ہے بلکہ مراد اُسکی وہ ہے جو اہل جاہلیت اعتقاد رکھتے تھے یعنی
التشكل باشكال مختلفة والاضلال عن الطريق والاهلاك فيكون المعنى انه لا يستطيع ان يضل احدا عن الطريق ولا
طرح طرح کی شکلیں بنا لینا اور راستے سے بہکا دینا اور ہلاک کر دینا اب حدیث کے معنے یہ ہوئے کہ غول کسی کو راستے سے بہکانے کی قدرت نہیں رکھتے اور
ان يفعل شيئا مما ذكر وهذا الوجه اولى الوجهين لورود اخبار تدل على وجوده من جملتها ما روي انه عليه السلام
ان مذکورہ باتوں میں سے کچھ کر سکتے ہیں یہ معنی دونوں میں سے اولی ہیں کیونکہ ایسی حدیثیں بھی آئی ہیں جو غول کے وجود پر دلالت کرتی ہیں منجملہ انکے ایک یہ روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے
قال اذا تغولت الغيلان فبادروا بالاذان فانه عليه السلام بين ان شرها يدفع بذكر الله تعالى فعلى المؤمن ان يشتغل
فرمایا جس وقت غول شرارت کریں تو فوراً اذان کہہ دیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کر دیا کہ انکی شرارت ذکر الٰہی سے دفع ہو جاتی ہے پس مومن کو لازم ہے کہ اللہ تعالے کی
بطاعة الله تعالى ويتوكل عليه ويترك كل ما شاع بين الانام مما كان مخالفا لدين الاسلام ونهى عنه النبي عليه السلام
عبادت میں مشغول رہے اور اسی پر توکل کرے اور جو باتیں لوگوں میں مشہور ہیں جو کہ دین اسلام کے خلاف ہیں اور جنسے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا ہے سب چھوڑ دے
يسرنا الله تعالى على موافقة رضائه بلطفه وكرمه

الٰہی ہم پر اپنی رضا کے موافق عمل اپنے لطف و کرم سے آسان کر دے

المجلس التاسع والثلثون في ذم الطيرة والفال المذموم

انتالیسویں مجلس شگون بد اور فال بد کی برائی

ومدح الفال المسنون وانواعه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا طيرة وخيرها الفال
اور مسنون فال کی مدح اور اسکے اقسام کے بیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شگون بد کوئی چیز نہیں اور اسمیں سے بہتر فال ہے
قالوا وما الفال يا رسول الله قال الكلمة الصالحة يسمعها احدكم هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة
سب نے پوچھا یا رسول اللہ فال کیا چیز ہے فرمایا پسندیدہ بات کہ جو تم سنو یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے ابو ہریرہ اسکے راوی ہیں
ومعناه ان الطيرة لا يجوز العمل بها لعدم الخير فيها وانما الخير في الفال الذي هو الكلمة الصالحة يسمعها
اور اسکے معنے یہ ہیں کہ بدشگونی پر عمل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اسمیں بہتری نہیں ہوتی بہتری تو صرف فال ہی میں ہے یعنی کلمۂ خیر جو تمہارے کان پڑ جائے
احدكم وليس معناه ان في الطيرة خيرا والفال خير منها اذ لا خير في الطيرة اصلا وهي مصدر بمعنى التطير
اور یہ معنی نہیں ہیں کہ بدشگونی میں خیر ہے اور فال اس سے بہتر ہے کیونکہ بدشگونی میں بالکل خیر نہیں ہے اور طیرہ مصدر ہے تطیر کے معنوں میں
ماخوذة من الطير لان العرب في الجاهلية كانوا يتبركون بسنوحها اي بمرورها من مياسرك الى ميامنك و
طیر سے مشتق ہے اسلیے کہ عرب کے لوگ جاہلیت میں اسکے سنوح یعنی بائیں طرف سے داہنی طرف چلے جانے کو مبارک جانتے تھے اور
يتشاءمون ببروحها اي بمرورها من ميامنك الى مياسرك اذ كان من عادتهم اذا خرجوا لحاجة فان رأوا الطير
اسکے بروح یعنی داہنی طرف سے بائیں طرف چلے جانے کو منحوس جانتے تھے کیونکہ انکی یہ عادت تھی کہ جب کسی کام کو نکلتے تو اگر کسی پرندے
او الوحش يمر يمينه يتبركون به ويذهبون في حاجتهم وان رأوا الطير او الوحش يمر يسرة يتشاءمون به ويرجعون
یا وحشی کو دیکھتے کہ داہنی طرف کو گیا ہے تو اُسے مبارک جانتے اور اپنے کام کو چلے جاتے اور اگر دیکھتے کہ پرندہ یا وحشی جانور بائیں طرف کو گیا تو اسکو منحوس جانتے اور اپنے گھر
الى بيوتهم وربما كانوا ينفرون الطيور والوحوش فينظرون انها ان اخذت ذات اليمين يتبركون به فيمضون في
لوٹ آتے اور بعضی دفعہ پرندوں اور وحشی جانوروں کو اڑاتے اور دیکھتے کہ اگر اسنے داہنی طرف کو اختیار کیا تو مبارک جانتے اور اپنے
سفرهم وحاجتهم فان اخذت ذات الشمال يتشاءمون بها ويرجعون عن سفرهم وحاجتهم والحاصل انهم كانوا يتبركون
سفر اور کاروبار کو چلے جاتے اور اگر اسنے بائیں طرف کی راہ لی تو اسکو منحوس سمجھ کر اپنے سفر اور ضرورت سے پلٹ آتے۔ اور حاصل یہ ہے کہ وہ لوگ سوانح کو نیک
بالسوانح ويتشاءمون بالبوارح والسانح ما يمر من الطير والوحش بين يديك من جهة يسارك الى يمينك والبارح
بابرکت جانتے اور بوارح کو منحوس سمجھتے اور سانح وہ پرندہ یا جانور یا وحشی ہے جو سامنے بائیں جانب سے داہنی طرف کو چلا جائے اور [illegible]
كانوا يتيمنون به لامكان رميه وصيده من غير الانحراف والبارح ما يمر من الطير او الوحش من جهة يمينك الى يسارك
اسکو مبارک جانتے تھے کیونکہ اسکو تیر مارنا اور شکار کرنا بلا موڑے ہوئے ممکن ہے اور بارح وہ پرندہ جانور یا وحشی ہوتا ہے کہ داہنی طرف سے بائیں طرف کو چلا جائے

والعرب كانوا يتشاءمون به لعدم امكان رميه وصيده من غير الانحراف فنفى النبي عليه السلام ذلك وابطل
اور عرب کے لوگ اسکو منحوس جانتے تھے کیونکہ اسکا تیر مارنا اور شکار کرنا بلا موڑکر ہوے ممکن نہیں پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی نفی کردی اور ابطال کردیا

واخبر انه ليس له تاثير بنفع ولا ضر فهذا معنى قوله لا طيرة فان الطيرة على ما مر مصدر بمعنى التطير واصل
اور خبر دیدی کہ اسمیں نفع نقصان کی کچھ تاثیر نہیں پس یہی معنی ہیں لا طیرۃ کے کیونکہ طیرہ جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے مصدر ہے تطیر کے معنوں میں اور اصل میں

التطير التفاؤل بالطير ثم استعمل في كل ما يتفاءل به ويعد شؤما سواء كان طيرا وغيره وقد روي انه عليه السلام
تطیر طیر سے فال لینے کو کہتے ہیں پھر اسکا استعمال ہر اس چیز میں ہوگیا جس سے فال لیجائے اور فال میں جو منحوس سمجھا جائے خواہ طیر ہو یا اور کچھ اور روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

قال الطيرة من الشرك يعني انها من اعمال اهل الشرك والكفر كما حكاها الله تعالى عنهم في مواضع من كتابه فانهم كانوا
فرمایا بدشگونی شرک کی بات ہے یعنی یہ مشرکوں اور کفار کے اعمال میں سے ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے انکی حال کو کئی جگہ اپنی کتاب میں نقل فرمایا ہے کیونکہ وہ کفار

يتشاءمون بالرسل واتباعهم وسبب تشاؤمهم ان الرسل لما دعوهم الى دين غير ما الفوه استبعدوه واستقبحوه
رسولوں اور انکے ساتھیوں سے بدفالی لیتے تھے اور انکے منحوس سمجھنے کا سبب یہ تھا کہ رسول جو انکو ایسا دین سکھاتے تھے جس سے مانوس نہ تھے لہذا اسکو عجیب بعید جانتے تھے

ونفرت عنهم طباعهم اذ من عادة الجهلة ان يتيمنوا بكل ما يوافق هواهم وان كان جالبا لكل شر ووبال
اور ان سے دلی نفرت ہوجاتی تھی کیونکہ جہال کی یہ عادت ہے کہ جو بات انکی مرضی کے موافق ہو اسکو مبارک جانتے ہیں اگرچہ وہ ساری خرابیوں کی باعث ہو

وان يتشاءموا بما يخالف هواهم وان كان جاذبا لكل خير ونوال ومن عادتهم ايضا التشاؤم ببعض الايام والشهر
اور جو بات انکی مرضی کے خلاف ہو تو اسکو منحوس جانتے ہیں اگرچہ اسمیں ہر طرح کی خیر اور نعمت حاصل ہو اور بعضی تاریخوں اور بعضے مہینوں سے بدفالی لینا بھی انکی عادت ہے

كشهر صفر فان كثيرا من الناس في هذا الزمان يتشاءمون به وربما يمتنعون فيه من السفر والتزوج ونحوهما والتشاؤم به من
مثلاً صفر کا مہینہ کہ بہتیرے لوگ اس زمانے میں بھی اسکو منحوس جانتے ہیں اور اکثر اوقات اس مہینے میں سفر اور نکاح اور اسکی مثل کام کرنے سے باز رہتے ہیں یہ بدشگونی بھی

جنس الطيرة المنهي عنها فان تخصيص الشؤم بزمان دون زمان غير صحيح لان الزمان عبارة عن [illegible]
اسی طیرہ کی قبیل سے ہے جس سے ممانعت ہے کیونکہ نحوست کی خصوصیت کسی وقت کے ساتھ کرنی صحیح نہیں ہو نہ درست نہیں اسلیے کہ زمانہ ایک ممتد وقت ہے جسکی مقدار

يقدر بحركة الافلاك والنجوم وهو في ذاته امر واحد متشابه الاجزاء يحصل بخلق الله تعالى [illegible]
افلاک اور ستاروں کی حرکت سے معلوم ہوتی ہے اور زمانہ اصل میں ایک چیز ہے کہ جسکے اجزا سب یکساں ہیں خدا کے پیدا کرنے سے حاصل ہوکر [illegible]

فلا يكون فيه يمن ولا شؤم الا باعتبار افعال العباد فكل زمان شغله العبد بالعبادة فهو زمان مبارك عليه وكل زمان
پس نہ اسمیں کچھ برکت ہے نہ کوئی نحوست مگر بندوں کے اعمال کے اعتبار سے پس جس وقت کو بندہ نے عبادت میں مشغول رکھا وہ زمانہ اسکے حق میں مبارک ہے اور جس وقت کو

شغل العبد بالمعصية فهو زمان مشؤوم عليه ففي الحقيقة اليمن هو الطاعة والشؤم هو المعصية كما قال [illegible]
بندے نے معصیت میں مشغول رکھا وہ زمانہ اسکے حق میں منحوس ہے اور حقیقت میں مبارک عبادت ہی ہے اور نحوست گناہ ہی ہیں جیسا کہ [illegible]

حاتم [illegible] وشؤمه [illegible] لسانه وقال ابن مسعود رض ان كان الشؤم في شيء ففيما بين اللحيين يعني
حاتم نے کہا کہ انسان کی برکت و نحوست دونوں چیزیں اسکی زبان میں ہے اور ابن مسعود رض کہتے ہیں اگر نحوست کسی چیز میں ہے تو اسمیں ہے جو دونوں جبڑوں کے درمیان ہے یعنی

اللسان وروي عن عائشة رض انه عليه السلام قال الشؤم سوء الخلق فعلى هذا ليس الشؤم الا المعاصي و
زبان اور حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نحوست بدخلقی ہے سو اس بیان کی بنا پر منحوس صرف معاصی اور

الذنوب فانها تسخط الله تعالى فانه تعالى اذا سخط على عبد يكون ذلك العبد شقيا في الدنيا والآخرة واذا رضي
گناہ ہیں کیونکہ خدای تعالے کو غصہ دلاتے ہیں پس جب اللہ تعالے کسی بندہ پر غضبناک ہوا تو وہ شخص دنیا اور آخرت میں شقی بدبخت ہے اور جس بندہ سے اللہ تعالے

عن عبد يكون ذلك العبد سعيدا في الدنيا والآخرة وبعض الصالحين قد شكي اليه عن بلاء وقع
راضی ہوا تو وہ شخص دنیا اور آخرت میں نیکبخت ہے اور کسی نیک آدمی کے پاس لوگوں نے ایک بلا کی شکایت کی جسمیں سب لوگ

فيه الناس فقال ما ارى ما انتم فيه من البلاء الا بشؤم الذنوب والمعاصي فالعاصي مشؤوم على
مبتلا ہوگئے تھے انھوں نے جواب دیا کہ جس بلا میں تم لوگ ہو مجکو صرف گناہوں اور معاصی کی نحوست سے معلوم ہوتی ہے پس گنہگار کی نحوست اسپر بھی

نفسه علی غیرہ اذ لا یؤمن ان ینزل علیه العذاب فیعم الناس خصوصاً من لم ینکر عمله فالبعد عنه لازم وکذا
ہوتی ہے اور غیرون پر بھی ہو واسطے کہ اس سے امن نہین کہ اس گنہگار پر عذاب نازل ہوکر سب خلق پر پھیل جاتا ہو خصوصاً ان لوگون پر جو اسکے عمل پر انکار نہین کرتے تھے اسلیے اس سے الگ رہنا لازم ہے اور ایسا ہی

الاماکن التی یفعل فیها المعاصی یلزم البعد عنها والهرب منها خشیة نزول العذاب علی من یوجد فیها فان
ان مقامات سے جہان معاصی کیے جاتے ہون انسے بھاگتے رہنا اس ڈر سے کہ مبادا عذاب ان سب پر نازل ہو جو وہان موجود ہون کیونکہ

هجران اهل العصیان واماکنهم من جملة الهجرة المامور بها ومن عادتهم ایضاً البحث عن اسباب الشر بالرمل وضرب الحصی
ترک کرنا گنہگارون کا اور انکے مکانون کا اسی ہجرت مین داخل ہے جسکے لیے حکم ہے اور یہ بھی انکی عادت ہے کہ رمل اور کنکریان

والشعیر والنظر فی النجوم وغیر ذلک وذلک کله من قبیل الطیرة المنهی عنها ومن قبیل الاستقسام بالازلام ومعنی
اور دانہ جو پھینک کر اور نجوم وغیرہ کے ذریعے سے شر کے اسباب کی تفتیش کرتے ہین یہ تمام بدشگونی کی قبیل سے ہے جسکی ممانعت ہے اور استقسام بالازلام کی جنس سے ہے

الاستقسام طلب معرفة ما قسم لهم او لم یقسم والازلام القداح التی کان اهل الجاهلیة یکتبون علیها الامر والنهی یکتبون
اور استقسام کے معنے یہین طلب کرنا علم تقسیم شدہ اور بے تقسیم شدہ چیز کا اور ازلام وہ تیر ہین جنپر اہل جاہلیت امر اور نہی لکھدیتے تھے کہ بعضے پر

علی بعضها افعل وامرنی ربی وعلی بعضها لا تفعل ونهانی ربی ویضعونها فی وعاء فاذا اراد احدهم امراً ادخل یده
کر یا میرے خدا نے مجھے حکم دیا ہے لکھتے تھے اور بعضو پر مت کر یا اللہ نے مجھے منع کیا ہے لکھتے پھر انکو ایک برتن مین رکھتے پھر جب کوئی کسی کام کا ارادہ کرتا تو اس برتن مین

فی ذلک الوعاء واخرج قدحاً فان خرج ما فیه الامر مضی لما قصده وان خرج ما فیه النهی کف عما قصده وقال سعید
ہاتھ ڈالتا اور ایک تیر نکال لیتا پس اگر وہ تیر نکلا جسمین حکم تھا تو وہ اس کام کو چلا جاتا جسکا ارادہ ہے اور اگر وہ تیر نکلا جسمین ممانعت تھی تو اس کام سے باز رہتا جسکا ارادہ کیا تھا اور سعید

ابن جبیر کان لاهل الجاهلیة حصیات قدام اصنامهم اذا اراد احدهم امراً من السفر وغیره استقسم بها ای
ابن جبیر کہتے ہین کہ بتون کے سامنے اہل جاہلیت کی کنکریان تھین کہ جب کوئی سفر وغیرہ کا ارادہ کرتا تو استقسام کرتا یعنے

طلب بها علم ما قسم له من الاقدام والاحجام وقال ابو اسحق الزجاج وغیره الاستقسام بالازلام حرام لانه دخول فی
کرنا یا نہ کرنا جو انکی قسمت مین ہو اسکا علم حاصل کرتا اور ابو اسحاق زجاج وغیرہ کہتے ہین کہ استقسام بالازلام حرام ہے اسلیے کہ یہ گویا علم الٰہی

علمه تعالی وهو غیب عنا ویدخل فیه ما یفعل فی زماننا ویسمونه فال القران وفال دانیال ونحوهما فانها لیست من الفال
مین مداخلت کرنا ہے حالانکہ وہ ہمسے پوشیدہ ہے اور اسی مین وہ بھی داخل ہے جو اس زمانہ مین کیا جاتا ہے اور اسکا نام قرآن کی فال اور دانیال کی فال اور بلنداسکو رکھا ہے کیونکہ یہ وہ فال نہین

المحمود فی الشرع بل هی من قبیل الاستقسام بالازلام فلا یجوز استعمالها ولا اعتقادها حقا لان فیها الخبر عن
جو شرع مین محمود ہو بلکہ یہ بھی استقسام بالازلام کی جنس سے ہے سو اسکا استعمال کرنا جائز نہین اور نہ اسکا حق سمجھنا کیونکہ اسمین غیب کی خبر

الغیب والتطیر بالقران العظیم وانما الفال المحمود فی الشرع التیمن والتبرک بالکلمة الموافقة للمراد کالراشد والنجیح علی ما
اور قرآن کیساتھ تطیر ہے اور فال جو شرع مین محمود ہے وہ یہ ہے کہ کسی کلمے سے جو مقصود کے موافق ہو جیسے راشد یعنی راہ پانے والا اور نجیح یعنی کامیاب اس سے مبارکی اور برکت لیجائے چنانچہ

روی عن انس انه علیه السلام کان یعجبه اذا خرج لحاجة ان یسمع یا راشد یا نجیح وفی حدیث اخر انه علیه السلام
انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کام کو جاتے تو خوش ہوتے کہ سن لیوین یا راشد یا نجیح اور ایک اور حدیث مین ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

کان یتفاءل ولا یتطیر وفی حدیث اخر انه علیه السلام کان یحب الفال ویکره الطیرة قال العلماء انما کان النبی علیه الصلوة
فال لیا کرتے تھے اور تطیر نہین کیا کرتے تھے اور ایک اور حدیث مین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فال کو پسند فرماتے تھے اور تطیر کو برا جانتے تھے علما کہتے ہین کہ نبی صلی اللہ علیہ

والسلام یحب التفاءل ویکره الطیرة لان الطیرة فیها الحکم علی الغیب وسوء الظن بالله تعالی وتوقع البلاء واما الفال فلیس فیه
وسلم فال کو محبوب اور تطیر کو مکروہ اسلیے جانتے تھے کہ تطیر مین غیب کا حکم اور اللہ تعالے سے بدگمانی اور بلا کی توقع ہوتی ہے رہی فال سو اسمین غیب کا

الحکم علی الغیب بل فیه طلب الخیر وحسن الظن بالله تعالی ورجاء حصول المراد فان الانسان عند ظهور سبب انی رجا و
حکم نہین بلکہ اسمین صرف خیر کی خواستگاری اور اللہ تعالی کی جناب مین نیک گمانی اور حصول مطلب کی امید ہوتی ہے کیونکہ کسی سبب کے ہوتے ہوئے اگر اللہ سے خیر اور

امل من الله تعالی خیرا ونعمة عند سبب قوی او ضعیف فهو خیر له واذا قطع رجاءه واملهٔ من الله تعالی فهو شر له بقوله تعالی
نعمت کی آرزو کرے سبب قوی کے وقت یا ضعیف کے وقت اسکے حق مین بہتر ہے اور اگر اللہ تعالی کی اپنی امید آرزو منقطع کرلی تو یہ اسکے حق مین برا ہے اللہ تعالے کے ارشاد کے موافق

إِنَّهُ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ه وقد ذكر فی نصاب الاحتساب ان الرجل اذا خرج الی السفر فصاح العقعق
بیشک نا امید نہین ہوتے اللہ کے فیض سے مگر کافر لوگ اور نصاب الاحتساب مین لکھا ہے کہ آدمی جب سفر کو نکلے اور کوّا بول اُٹھے

ورجع من سفره یکفر عند بعض المشائخ وذكر فی المحیط ان الهامة اذا صاحت فقال رجل یموت المریض یکفر القائل
اور شخص سفر موقوف رکھے تو بعضے مشائخ کے نزدیک کافر ہو جاتا ہے اور محیط مین مذکور ہے کہ اُلّو جب آواز کرے تو کوئی شخص کہے بیمار مرجائیگا تو وہ شخص بعضے مشائخ کے نزدیک

عند بعض المشائخ ومثال التفاؤل ان یکون له حاجة فیسمع من یقول یا واجد فیقع فی قلبه رجاء الوجدان او یکون
کافر ہو جاتا ہے اور فال کی مثال یہ ہے کہ کسیکو کوئی حاجت تھی اُسنے سُنا کہ کوئی کہتا ہے یا واجد یعنی اے پانے والے پس اُسکے دل مین اسکے ملجانے کی اُمید پیدا ہو گئی یا اُسکو

له مرض فیسمع من یقول یا سالم فیقع فی قلبه رجاء السلامة والفرق بین الفال والطیرة مع کون کل واحد منهما استدلالا
کوئی بیماری تھی اور سُنا کہ کوئی کہتا ہے یا سالم یعنی اے سلامت رہنے والے اب اسکے دل مین سلامتی کی اُمید پیدا ہو گئی اور فال اور طیرة مین باوجودیکہ ہر ایک مین کام انجام اور نتیجے پر

بالعلامة علی عاقبة الامر ومآله ان الکلمة الحسنة التی تجری علی لسان الانسان لدلالتها علی المعنی الموافق للمراد
علامت سے استدلال کرتے ہین لیکن دونون مین فرق یہ ہے کہ نیک کلمہ جو انسان کی زبان سے نکلتا ہے اپنے مطلب کے موافق معنون پر دلالت کرتا ہے

یمکن الاستدلال بها علی المراد بخلاف طیران الطیر وحرکات البهائم واصواتها فانها لعدم دلالتها علی معنی لا یمکن
اس لیے اس سے اپنی مراد پر استدلال کرنا ممکن ہے بخلاف جانور کے پر واز اور وحشیون کی حرکات اور انکی آوازون کے کیونکہ وہ چونکہ کسی معنے پر دلالت نہین کرتے تو اُس سے

الاستدلال بها علی شئ وان کان اهل الجاهلیة جعلوا العبرة فیها تارة بحرکاتها وتارة باصواتها وتارة بالوانها وتارة باسمائها
کسی بات پر استدلال کرنا ممکن نہین اگرچہ اہل جاہلیت نے اسمین کبھی اُنکے حرکات کا اعتبار کیا اور کبھی آوازون کا اور کبھی رنگون کا اور کبھی ناموں کا

ویتشاءمون ببعضها ویتیمنون ببعضها فانهم کانوا یتشاءمون بالعقاب علی العقوبة وبالغراب علی الغربة ویتیمنون بالهدهد علی الهدایة
اور بعضون سے نحوست خیال کرتے ہین اور بعضون کو برکت سمجھتے ہین کیونکہ اہل جاہلیت عقاب سے نحوست لیتے یعنے عذاب کی نحوست لیتے تھے اور غراب سے غربت یعنے مسافری کی اور ہدہد سے ہدایت کی برکت لیتے تھے

وکذلک کانوا یتبرکون بالسانح ویتشاءمون بالبارح والسانح ما مر من الطیر والوحش من جهة یسارک الی جهة یمینک وفی العرب
اور ایسے ہی سانح سے برکت اور بارح سے نحوست لیتے تھے اور سانح وہ پرندہ یا وحشی ہے جو بائین طرف سے داہنی طرف کو چلا جائے اور عرب کے لوگ

کانوا یتیمنون به لامکان رمیه وصیده من غیر انحراف والبارح ما مر من الطیر والوحش من جهة یمینک الی جهة یسارک والعرب
اسکو مبارک سمجھتے تھے اسلیے کہ اسکو تیر مارنا اور اسکا شکار کرنا بدون پھیر کر ہوئے ممکن ہے اور بارح وہ پرندہ یا وحشی ہوتا ہے جو داہنی طرف سے بائین طرف چلا جائے اور عرب کے لوگ

کانوا یتشاءمون لعدم امکان رمیه وصیده من غیر الانحراف اذ کان من عادتهم انهم اذا خرجوا لحاجة ورأوا الطیر او الوحش
اُسکو نحس جانتے تھے کیونکہ اُسکو تیر مارنا اور اسکا شکار کرنا بدون گھومے ہوئے ممکن نہین کیونکہ اُن لوگون کی عادت یہ تھی کہ جب وے کسی کام کو نکلتے اور کسی پرندہ یا وحشی کو دیکھتے

مر یمینه یتبرکون به ویذهبون فی حاجتهم وان رأوا الطیر والوحش بیسره یتشاءمون به ویرجعون الی بیوتهم وربما کانوا
کہ داہنی طرف کو جاتا ہے تو اسکو مبارک جانتے اور اپنے کام کو چلے جاتے اور اگر کسی پرندہ یا وحشی کو دیکھتے کہ بائین طرف جاتا ہے تو اسکو منحوس جانتے اور لوٹ کر گھر آتے اور کبھی

ینفرون الطیور والوحوش فینظرون انها ان اخذت ذات الیمین یتبرکون بها ویذهبون فی حاجتهم وان اخذت ذات الشمال
پرندہ اور وحشی کو ہنکا کر دیکھتے کہ اگر اُسنے داہنی طرف کی راہ لی تو اُسکو مبارک جانتے اور اپنے کام کو چلے جاتے اور اگر اسنے بائین طرف کی راہ لی

یتشاءمون بها ویرجعون عن حاجتهم فنهی النبی علیه الصلوٰة والسلام عن ذلک بقوله اقروا الطیر علی مکناتها
تو اُس سے بد فالی لیتے اور بے کام کیے لوٹ آتے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے اُس سے منع کر دیا کہ چڑیون کو اپنے گھونسلا مین بیٹھے رہنے دو

وروی عن معاویة بن حکم انه قال قلت یا رسول اللّٰه کنا نتطیر قال ذلک شئ یجده احدکم فی نفسه فلا یصدنکم
اور معاویہ بن حکم سے روایت ہے وہ کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم بد فالی لیا کرتے تھے آپنے فرمایا یہ ایک بات ہے کہ تمہارے دل مین آتی ہے یہ تمہارا کام بند نہ کرے

یعنی ان ذلک شئ یوجد فی النفوس من قبیل الظنون التی تعرض لکم بمقتضی البشریة من غیر ان یکون له تاثیر فی شئ من
یعنے ایسی باتین جو دلون مین گذرتی ہین تو یہ بمقتضاے بشریت وہم سے پیدا ہوتی ہین انمین کوئی تاثیر

النفع والضر فلا یصدنکم عما تتوجهون الیه من مقاصدکم وقد جاء فی حدیث آخر انه علیه السلام قال من ردته
نفع و ضرر کی نہین سو یہ وہم تمکو اس مقصود سے نہ روکے جسکی طرف تم جاتے تھے اور ایک حدیث مین آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسکو کام سے باز رکھے

الطيرة من حاجة فقد اشرك قيل وما كفارة ذلك يا رسول الله فقال ان يقول اللهم لا طير الا طيرك ولا خير الا خيرك

بدشگونی نے روک دیا تو بیشک اسنے شرک کیا کسی نے پوچھا یا رسول اللہ اسکا کفارہ کیا ہے آپنے فرمایا یہ کہنا یا اللہ کوئی فال نہین بجز تیری فال کے اور نہ کوئی خیر ہے سوا تیری خیر کے

ولا اله غيرك ثم يمضي الى حاجته يعني ان كل ما يصيب الانسان من الخير والشر والنفع والضر واليمن

اور نہین کوئی معبود سوا تیرے پھر اپنے کام کو چلا جائے یعنی انسان کو جو بھلائی اور برائی اور نفع اور نقصان اور برکت

والشوم لا يصيبه الا بقضائك وتقديرك وحكمك ومشيتك وفي حديث آخر رواه ابن مسعود رض انه

اور نحوست پیش آتی ہے بدون تیری قضا اور تیری تقدیر اور تیری حکم اور تیری مشیت کے نہین پیش آتی اور ایک اور حدیث مین جسکو ابن مسعودؓ نے روایت کیا ہے آیا ہے

عليه السلام قال الطيرة شرك الطيرة شرك قال ثلثا وما منا الا ولكن الله تعالى يذهبه بالتوكل وقيل قول ما

کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا فال بد شرک ہے فال بد شرک ہے تین بار فرمایا اور کوئی ایسا نہین جو دل مین خیال نہ لائے لیکن اللہ تعالی اسکو توکل سے دور کر دیتا ہے اور بعضے کہتے ہین کہ یہ قول

منا الا ليس من كلام النبي عليه السلام بل هو من كلام ابن مسعود رض وفيه حذف اختصار ومعناه ليس منا الا من يقع

ما منا الا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مین سے نہین ہے بلکہ یہ ابن مسعودؓ کے کلام مین سے ہے اسمین سے اختصار کے لیے حذف ہوگیا ہے اسکے معنی یہ ہین کہ ہم مین سے کوئی نہین مگر

في قلبه عند ذلك شئ من ذلك على ما جرت به العادة لكن لا يستقر فيه بل يحسن اعتقاده بان لا موثر الا الله فيسأله

دل مین اسوقت کچھ نہ کچھ اس قسم کا خیال بمقتضاے عادت ضرور آجاتا ہے لیکن وہ دل مین جمتا نہین بلکہ اپنا اعتقاد اسطرح درست کر لیتا ہے کہ سوا اللہ تعالی کے کوئی موثر نہین پس اسی سے

الخير ويستعيذ به من الشر ويمضي على مقصوده متوكلا عليه يسرنا الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه وفضله وكرمه

بھلائی طلب کرتا ہے اور بدی سے پناہ مانگتا ہے اور اسپر بھروسا کر کے اپنے مقصود کے لیے چلا جاتا ہے اللہ تعالے اپنے لطف اور فضل اور کرم سے ہمپر اپنی مرضی کے موافق عمل آسان فرمائے

المجلس الاربعون في بيان استحسان التاني في عمل الدنيا دون الآخرة

چالیسوین مجلس دنیا کے کامون مین دیر کرنے کے بہتر ہونے کے بیان مین نہ آخرت کے کامون مین

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التؤدة في كل شئ الا في عمل الآخرة هذا الحديث من حسان المصابيح رواه مصعب

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تامل ہر کام مین چاہیے مگر آخرت کے عمل مین یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین سے ہے مصعب بن سعد نے

ابن سعد عن ابيه ومعناه ان التاني مستحسن في جميع الامور الا في عمل الآخرة فان التاني فيه غير مستحسن اذ لا شك

اپنے باپ سے اسکو روایت کیا ہے اور اسکے معنی یہ ہین کہ تامل تمام امور مین بہتر ہے سواے عمل آخرت کے کہ اسمین سوچ بچار اچھا نہین ہے اسلیے کہ اسکے خیر

في كونه خيرا فلا خير في تاخيره بل المستحسن فيه المسارعة اليه بقوله تعالى وسارعوا الى مغفرة من ربكم وجنة عرضها

ہونے مین شک نہین لہذا اسکی تاخیر مین بھلائی نہین بلکہ اسمین جلدی بہتر ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے اور اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو جسکا پھیلاؤ

السموات والارض اعدت للمتقين ه واما امور الدنيا فلا يعلم انها خير فيعمل بها او شر فيحترز عنها فلذلك شرعت

آسمان اور زمین ہے اور پرہیزگارون کے لیے تیار ہوئی ہے- رہے دنیا کے کاروبار سو انکی یہ معلوم نہین ہوتا کہ بہتر ہے کہ کیا جائے یا برا ہے کہ اس سے بچا جائے لہذا اسمین درنگی

المناة فيها فان هم بامر يستحب له ان يشاور فيه لما روي انه عليه السلام كان يشاور اصحابه في جميع الامور حتى

مشروع ہوئی پس جب کسی کام کا قصد کرے تو مستحب ہے کہ اسمین مشورہ کرے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام اپنے اصحاب سے تمام امور مین مشورہ کیا کرتے تھے یہانتک

حوائج بيته وروي عن علي انه قال ما هلك امرؤ عن المشاورة وقيل لو شاور آدم عليه السلام الملئكة في اكله من الشجرة

گھر کی ضرورتون مین اور علیؓ سے روایت ہے کہ آپنے فرمایا کہ مشورہ کرنے سے کوئی شخص خراب نہین ہوا اور کہتے ہین کہ اگر آدم علیہ السلام فرشتون سے اس درخت ممنوع کو کھانے کے بابت مین

المنهية لما وقع فيما وقع وقيل افراد الانسان ثلثة اقسام رجل ونصف رجل ولا شئ فالرجل من له راي صائب ويشاور ونصف

مشورہ کر لیتے تو جس مصیبت مین پڑ گئے نہ پڑتے اور کہتے ہین کہ انسان تین قسم کے ہین مرد اور ادھورا مرد اور ناکس مرد وہ ہے جو خود صائب الراے ہو پھر بھی مشورہ کرے اور ادھورا

الرجل من له راي صائب لكن لا يشاور او يشاور لكن ليس له راي صائب ولا شئ من ليس له راي صائب ولا يشاور فباجتماع الامرين

مرد وہ ہے جو دانا تو ہو لیکن مشورہ نکرے یا مشورہ تو کرے لیکن اسکی راے صائب نہو اور ناکس وہ ہے جو نہ خود دانا ہو اور نہ مشورہ کرے پس دونون باتون کے جمع ہونے سے

الرجل تام وبانتفاء احدهما نصف وبانتفائهما لا شئ والاحاديث الصحيحة الواردة في المشاورة كثيرة

مرد پورا ہوتا ہے اور ایک بات سے آدھا ہوتا ہے اور دونون نہونے سے ناکس اور صحیح حدیثین جو مشورہ کے باب مین آئی ہین بہت ہین

ويغني عن جميعها وشاورهم في الامر فانه عليه السلام مع كونه اكمل الخلق ولم يكن احد افطن منه أمر بالمشاورة
اور ان سب کے بدلے یہ آیت کافی ہے اور مشورہ لے انسے کام مین پس نبی علیہ السلام کو باوجودیکہ آپ سب خلقت سے زیادہ کامل تھے اور آپسے زیادہ کوئی فہمیدہ نہین اس آیت مین مشورہ کرنیکا حکم

في هذه الاية فما الظن لغيره لكن من يريد المشاورة لامر يستحب له ان يشاور فيه جماعة من اهل البصيرة
کیا گیا تو اور ونپر کیا خیال ہوسکتا ہے لیکن جو شخص کسی کام مین مشورہ کا ارادہ کرے تو اسکو مستحب ہے کہ اہل بصیرت کی ایک جماعت سے مشورہ کرے

يكون اقلهم عشرة ويعلم من حالهم النصيحة والشفقة ويثق بدينهم وصدقهم وورعهم وعلمهم ويعرفهم
کم سے کم دس تو ہون اور انکی حالت سے خیرخواہی اور شفقت معلوم ہوتی ہو اور انکے دین اور راستی اور پرہیزگاری اور علم پر اعتماد ہو اور اس کام مین

مقصوده من ذلك الامر ويبين لهم ما فيه من المصلحة والمفسدة ان علم شيئا من ذلك وان لم يجد منهم الا واحد
اپنا مقصود انکو تبلادے اور جو اسمین مصلحت اور خرابی ہو اگر کچھ جانتا ہو تو سب انسے بیان کر دے اور اگر سوا ایک شخص کے کوئی نہ ملے

يشاور ذلك الواحد عشر مرات وان لم يجد واحدا يرجع الى امرأته او الى امرأة اخرى يجوز مكالمته
تو اسی ایک سے دس مرتبہ مشورہ کرلے اور اگر ایک بھی نہ ملے تو اپنی عورت کے پاس آئے یا کسی اور عورت کے پاس جس سے بات چیت کرنا درست ہو

ويشاورها وبعد المشاورة يخالفها وفي مخالفتها خير وبركة وقد روي انه عليه السلام قال شاوروهن
اور اس سے مشورہ کرے اور بعد مشورہ کے اسکی رائے کے خلاف کرے اسکے خلاف مین خیر اور برکت ہوتی ہے اور مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ عورتون سے مشورہ کرو

وخالفوهن وحكي ان واحدا من اهل الشام شاور امرأته في ايام فتنة يزيد ان يطرح نفسه من السطح
اور انکے خلاف کرو اور حکایت ہے کہ اہل شام مین سے کسی نے اپنی بی بی سے یزید کے فتنہ کے ایام مین یہ مشورہ کیا کہ مین اپنے کو چھت پر سے گرا دون

فقالت لا تطرح فخالفها وطرح نفسه من السطح فانكسر رجله فلما اصبح جاء اعوان يزيد ليرسلوه الى محاربة
بی بی نے کہا مت گر لیکن اسنے اسکی مخالفت کی اور چھت پر سے گر پڑا لہذا اسکی ٹانگ ٹوٹ گئی پس جب صبح ہوئی تو یزید کے نوکر چاکر آئے تاکہ اسکو حضرت امام

الحسين رضي فلما رأوا حاله تركوه فنجى من شقاوة الدنيا والاخرة ببركة عمله بالحديث لان من اكره بقتل او
حسین رضی سے لڑنے کو روانہ کرین پس جب اسکا یہ حال دیکھا تو اسکو چھوڑ دیا لہذا اس شخص نے دنیا اور دین کی بدبختی سے اس حدیث پر عمل کی برکت سے نجات پائی کیونکہ جسپر کسی مسلمان کے قتل کے لیے

قطع عضو على قتل مسلم لا يجوز له ان يقتله بل يلزمه ان يصبر حتى يقتل فان قتله يكون آثما اذ لا يباح
قتل کی یا قطع اعضا کی دھمکی دیجائے تو اسکو جائز نہین کہ کسی مسلمان کو قتل کرے بلکہ اسکو یہ لازم ہے کہ صبر کرے حتی کہ مقتول ہوجائے اور اگر اسکو قتل کیا تو گنہگار ہوگا کیونکہ کسی ضرورت

قتل مسلم بضرورة ما ثم يجب على المستشار بذل الوسع واعمال الفكر في النصيحة وترك الخيانة في المشاورة
سے مسلمان کا قتل کرنا جائز نہین پس مشورہ دینے والے پر واجب ہے کہ خیرخواہی مین پوری فکر کرے اور قوت صرف کردے اور مشورے مین خیانت نہ کرے

لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال المستشار مؤتمن وفي حديث آخر انه عليه السلام قال لا يؤمن
کیونکہ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے اور ایک اور حدیث مین ہے کہ آپنے فرمایا کہ تم مین کا کوئی مومن نہین

احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب لنفسه وفي حديث آخر قال من اشار الى اخيه بامر يعلم ان الرشد
ہوتا جبتک کہ اپنے بھائی کے لیے وہ بات پسند نکرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور ایک اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے اپنے کسی بھائی کو کوئی رای دی حالانکہ جانتا تھا کہ بہتری

في غيره فقد خانه فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان من استشار اخاه المسلم في امر فقال المستشار
دوسرے کام مین ہے تو اسنے اسکی خیانت کی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین بیان فرما دیا کہ جسنے کسی بھائی مسلمان سے کسی باب مین مشورہ لیا اور مشورہ دینے والے نے کہا

ان المصلحة في فعله وهو يعلم او يظن ان المصلحة في عدم فعله فقد خانه واذا شاور وظهر كون المصلحة يلزمه
کہ بہتری اسکے کرنے مین ہے حالانکہ جانتا ہے یا گمان غالب ہے کہ مصلحت اسکے نہ کرنے مین ہے تو اسنے اسکی خیانت کی اور جب مشورہ کرے اور اسکا مصلحت ہونا معلوم ہوجائے تو لازم ہے

ان يقبل ذلك من المستشار لكن بعد ان يستخير الله تعالى في ذلك بالاستخارة التي رواه البخاري في صحيحه
کہ مشورہ دینے والے کا وہ مشورہ مان لے لیکن اس بارہ مین اللہ تعالی سے استخارہ کرنے کے بعد وہ استخارہ جسکو امام بخاری نے اپنی صحیح مین جابر سے

عن جابر انه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا الاستخارة في الامور كلها كما يعلمنا السورة من القران فيقول
روایت کیا ہے کہ انھون نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمکو تمام امور میں استخارہ اسطرح سکھاتے تھے جیسے کہ قرآن کی سورت ہمکو سکھاتے تھے پس فرماتے تھے

اذا ھمّ احدکم بالامر فلیرکع رکعتین من غیر الفریضۃ ثم لیقل اللّٰھم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک
اجب تم مین سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو دو رکعت پڑھے فرض کے علاوہ پھر یہ دعا پڑھے یا اللہ مین تیرے علم کے موافق بھلائی چاہتا ہون اور تیری قدرت سے قدرت چاہتا ہون اور
واسئلک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللّٰھم ان کنت تعلم ان
تیرے بڑے فضل مین سے مانگتا ہون کیونکہ تو قدرت والا ہے اور مجھ مین کچھ طاقت نہین اور تو جانتا ہے اور مین بیخبر ہون تو تمام غیب کا جاننے والا ہے خدایا اگر تو جانتا ہو کہ
ھذا الامر خیر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری وعاجلہ واٰجلہ فاقدرہ لی ویسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنت
یہ کام میرے حق مین میرے دین اور دنیا اور آخرت اور اسوقت اور آیندہ کے لیے بہتر ہو تو مجھکو اسکی قدرت دے اور میرے لیے آسان کر دے پھر اسمین مجھکو برکت دے اور اگر تو
تعلم ان ھذا الامر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری وعاجلہ واٰجلہ فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ
جانتا ہو کہ یہ کام میرے حق مین میرے دین اور دنیا اور آخرت اور اسوقت اور آیندہ کے لیے برا ہو تو اسکو مجھسے اور مجھکو اس سے پھیر دے
واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہ قال العلماء یستحب الاستخارۃ بالصلوۃ والدعاء المذکور فی جمیع
اور میرے لیے بھلائی مقدر فرما جہان کہین ہو پھر اسپر مجھکو راضی رکھ علما کہتے ہین کہ استخارہ نماز اور دعاے مذکور سے تمام امور مین
الامور کما صرح بہ فی الحدیث المذکور ویکون الصلوۃ رکعتین من النافلۃ والظاھر انھا تحصل برکعتین
مستحب ہے جیسا کہ حدیث مذکور مین مصرح ہے اور نماز دو رکعت نفل سے ہون اور ظاہر یون ہے کہ مقررہ سنت کی
من السنن الرواتب وفی تحیۃ المسجد وغیرھا من النوافل ولو تعذرت الصلوۃ یستخیر بالدعاء المذکور واذا
دو رکعت اور تحیۃ المسجد وغیرہ نوافل مین سے بھی استخارہ ہو سکتا ہے اور اگر نماز دشوار ہو تو صرف دعای مذکور ہی سے استخارہ کرے اور جب
استخار یستخیر سبع مرات ثم یمضی بعدھا لما ینشرح لہ صدرہ لما روی عن انس ان نبی علیہ السلام قال لہ یا انس
استخارہ کرے سات مرتبہ استخارہ کرے پھر بعد اسکے وہ کام کرے جسکے لیے اسکا دل کھلجاے کیونکہ انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے انسے فرمایا اے انس
اذا ھممت بامر فاستخر ربک فیہ سبع مرات ثم انظر الی الذی سبق الی قلبک فانہ الخیر فیہ ھکذا یکون فعل
جب تو کسی کام کا ارادہ کرے تو اسکے بارہ مین اپنے رب سے سات مرتبہ استخارہ کر پھر اسکو دیکھ جو تیرے دلمین آ ٹھہرا ہو کہ اسی مین بھلائی ہے اللہ کے مومن بندون کا فعل
عباد اللہ المؤمنین اذا عرض لھم امر من امور الدین والدنیا فیکون الاستخارۃ فی امور الدین کالحج والجھاد وسائر
ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب انکو کام دین یا دنیا کا پیش آتا ہے اور استخارہ امور دینی مین مثلاً حج اور جہاد اور اور نیک
الخیرات علی تعیین الوقت لا علی نفس الفعل وفی امور الدنیا علی نفس الفعل واما الجھلۃ والفسقۃ الذین ضلوا
کام وقت مقرر کرنے کے لیے ہوتا ہے محض اس کام کے لیے نہین ہوتا اور امور دنیاوی مین نفس اس فعل کے لیے ہوتا ہے اور جہال اور فاسق جو راہ حق سے
عن طریق الحق وخرجوا عن سواء السبیل اذا عزم احدھم علی امر یذھب الی صاحب الرمل والحصی والشعیر
بہکے ہوے اور سیدھی راہ سے گمراہ ہین جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتے ہین تو رمال اور کنکریون والے اور جو والے
والباقلاء فیلعبون بعقلہ ویزداد بسؤالھم جھلا وخسارۃ بتصدیقھم فیما یقولون لہ ویعطیھم علی ذلک اجرۃ
اور باقلا والے کے پاس جاتے ہین وہ لوگ اسکو احمق بنا لیتے ہین اور انسے پوچھکر جو کچھ کہتے ہین اسمین انکی تصدیق کے سبب سے اسکا جہل اور نقصان زیادہ ہوجاتا ہے
ولا یعلم ذلک المسکین انہ بذلک ینھدم دینہ ودنیاہ لما ذکر فی شرح العقائد ان تصدیق الکاھن بالخبر
اور اس بیچارے کو یہ خبر نہین کہ اسمین اسکا دین اور دنیا سب تباہ ہوگئے اسلیے کہ شرح عقائد مین مذکور ہے کہ کاہن کو سچا جاننا اُن خبرون مین
عن الغیب کفر لقولہ علیہ السلام من اتی کاھنا فصدقہ بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد والکاھن ھو المخبر
جو غیب کی بیان کرتا ہے کفر ہے کیونکہ حدیث مین آیا ہے کہ جو شخص کاہن کے پاس جاکر جو وہ کہتا ہے اسکو سچ مانے بیشک اسنے کفر کیا اس حکم کا جو محمد پر نازل ہوا اور کاہن وہ ہے جو
عن الغیب سواء کان بالرمل والحصی والشعیر او غیر ذلک کل ذلک حرام لکونہ من قبیل الطیرۃ المنھی عنھا ومن قبیل
غیب کی خبر دے رمل سے ہو یا کنکریون سے یا جو سے یا سوا اسکے اور کسی چیز سے اور یہ سب حرام ہے کیونکہ یہ طیرہ کی قبیل سے ہے جسکی ممانعت ہے اور استقسام
الاستقسام بالازلام والطیرۃ مصدر بمعنی التطیر واصل التطیر التفاؤل بالطیر ثم استعمل فی کل ما یتفاءل بہ ویعد
بالازلام کے مانند ہے اور طیرہ مصدر ہے تطیر کے معنون مین اصل مین تطیر کے معنی طیر سے فال لینا ہے پھر اسکا استعمال ہر اس چیز مین ہوگیا جس سے فال لیتے ہون اور منحوس

شوما سواء کان طیرا او غیره وقد روی انه علیه السلام قال الطیرة شرک یعنی انها من اعمال الشرک کما حکاها
سمجھی جائے خواہ طیر ہو یا اور چیز اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ طیرہ شرک ہے یعنی یہ طیرہ شرک کے کامون مین سے ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے
اللہ تعالےٰ عنہم فی مواضع من کتابه فانهم کانوا یتشأمون بالانبیاء واتباعهم وسبب تشأمهم ان الانبیاء
اسکو اپنی کتاب مین کئی جگہ انسے نقل کیا ہے پس وہ لوگ انبیا علیہم السلام اور انکے متبعین سے بد فالی لیتے تھے اور انکے منحوس سمجھنے کا سبب یہ تھا کہ انبیا نے
لما دعوا الی دین غیر مالوف لهم استغربوه واستقبحوه ونفرت عنه طباعهم اذ من عادة الجهلة والفسقة
جب انکو ایسے دین کی طرف بلایا جس سے مانوس نہ تھے لہذا انکو نیا دیکھکر قبیح جانا اور انکی طبیعتوں نے اس سے نفرت کی کیونکہ جاہلوں اور فاسقوں کی عادت ہے کہ
ان یتیمنوا بکل ما یوافق هواهم وان کان جالبا لکل شر ووبال وان یتشأموا بکل ما یخالف هواهم وان کان جاذبا
اپنی خواہش کے موافق چیزوں کو مبارک جانتے ہین اگرچہ سب برائیوں اور وبال کا سبب ہو اور اپنی خواہش کے خلاف چیزوں کو منحوس سمجھتے ہین اگرچہ وہ
لکل خیر ونوال والاستقسام طلب معرفة ما قسم له مما لم یقسم والازلام القداح التی کان اهل الجاهلیة یکتبون
ہر خیر و برکت کا سبب ہو اور استقسام کے معنی علم طلب کرنا اس چیز کا جو اسکی قسمت مین ہو اس چیز سے جو اسکی قسمت مین نہین اور ازلام تیر ہین جنپر جاہلیت کے لوگ امر و نہی
علیها الامر والنهی او یکتبون علی بعضها افعل وامرنی ربی وعلی بعضها لا تفعل ونهانی ربی ویضعونها فی وعاء
لکھدیتے تھے یا یہ کہ کسی پر لکھتے کر یا اللہ نے مجھے حکم کیا ہے اور کسی پر لکھدیتے مت کر یا اللہ نے مجھے منع کیا ہے اور انکو ایک برتن مین رکھدیتے تھے
فاذا اراد احدهم امرا ادخل یده فی ذلک الوعاء واخرج قدحا فان خرج ما فیه الامر مضی لما قصد وان خرج ما فیه النهی
پھر جب کوئی کچھ کام کرنے کا قصد کرتا تو اس برتن مین ہاتھ ڈالکر ایک تیر نکالتا پس اگر ایسا تیر نکلتا جسپر اجازت ہو تو اپنے کام کو چلا جاتا جسکا قصد تھا اور اگر ایسا نکلتا جسمین ممانعت
کف عما قصده وقال سعید بن جبیر کان لاهل الجاهلیة حصیات قدام اصنامهم اذا اراد احدهم امرا من السفر
تو جسکا قصد تھا اس سے رک جاتا اور سعید بن جبیر کہتے ہین کہ بتون کے سامنے اہل جاہلیت چند کنکریان رکھتے تھے جب کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرتا سفر ہو
وغیره استقسم بها ای طلب بها علم ما قسم له من الاقدام والاحجام وقال ابو اسحٰق الزجاج وغیره الاستقسام
یا کچھ اور تو استقسام کرتا یعنی اس سے علم طلب کرتا اس امر کا جو مقدر مین ہو یعنی کرنے اور نکرنے کا اور ابو اسحاق زجاج وغیرہ کہتے ہین کہ ازلام سے خیر اور شر
بالازلام حرام لانه دخول فی علم الله تعالےٰ وهو غیبنا وبالجملة ما یفعل فی زماننا ودیته وقال دانیال ونحوها
دریافت کرنا حرام ہے کیونکہ یہ علم الٰہی مین مداخلت ہے جو ہم سے پوشیدہ ہے اور اسمین وہ بھی داخل ہے جو اس زمانہ مین کرتے ہین اور اسکا نام فال دانیال وغیرہ رکھتے
فانها لیست من الفال المحمود فی الشرع بل هی من قبیل الاستقسام بالازلام فلا یجوز استعمالها ولا اعتقاد حقیتها
کیونکہ یہ وہ فال نہین جو شرع مین محمود ہے بلکہ یہ تیرون سے قسمت دریافت کرنے کی قبیل سے ہے پس نہ انکا استعمال جائز ہے اور نہ اسکو حق جاننا
لان فیها الخبر عن الغیب والتطیر بالقرآن العظیم انما الفال المحمود فی الشرع التیمن والتبرک بالکلمة الموافقة
کیونکہ اسمین غیب کی خبر دینا اور قرآن عظیم سے تطیر کرنا ہے اور شرع مین فال محمود کسی کلمہ سے جو مراد کے موافق ہو جیسے راشد اور نجیح
للمراد کالراشد والنجیح علی ما روی عن انس انه علیه السلام کان یعجبه اذا خرج لحاجة ان یسمع یا راشد یا نجیح
اس سے خیر و برکت لینے کا نام ہے موافق روایت انس کے کہ نبی علیہ السلام کو پسند آتا تھا جب کسی کام کو تشریف لیجاتے کہ یا راشد یا نجیح کا لفظ سنین
وفی حدیث آخر انه علیه السلام کان یتفاءل ولا یتطیر وفی حدیث آخر انه علیه السلام کان یحب الفال
اور ایک اور حدیث مین ہے کہ نبی علیہ السلام فال لیا کرتے تھے اور بد فالی نہین لیتے تھے اور ایک اور حدیث مین ہے کہ نبی علیہ السلام فال کو پسند کرتے تھے
ویکره الطیرة قال العلماء انما کان النبی علیه السلام یحب التفاؤل ویکره التطیر لان الطیرة فیها الحکم علی الغیب
اور بد فالی کو برا جانتے تھے علما کہتے ہین کہ نبی علیہ السلام اسلیے فال کو پسند فرماتے اور طیرہ کو برا جانتے تھے کہ طیرہ مین غیب پر حکم ہوتا ہے
وسوء الظن بالله وتوقع البلاء واما الفال فلیس فیه الحکم علی الغیب بل فیه مجرد طلب الخیر وحسن الظن بالله تعالےٰ
اور اللہ کے ساتھ بدگمانی اور بلا کی توقع اور فال مین غیب پر حکم نہین ہوتا بلکہ اسمین صرف خیر کی طلب اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ گمان نیک
ورجاء حصول المراد فان الانسان عند ظهور سبب اذا رجا واهل من الله تعالےٰ خیرا ونعمة فهو خیر له واذا قطع
اور مراد حاصل ہونے کی امید ہوتی ہے کیونکہ انسان کسی سبب کے ظاہر ہونے کے وقت اگر اللہ تعالےٰ سے خیر اور نعمت کی آرزو کرے اور امیدوار ہو تو یہ اسکے لیے بہتر ہے اور اگر اللہ تعالےٰ سے

رجاءه وامله من الله تعالى فهو شر له لقوله تعالى وَلَا يَايْئَسُ مِن رَّوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۞ وتذکر فی نصاب الاحتساب
اپنی امید منقطع کرے اور نا امید ہو جائے تو برا ہے اوسکے لیے بوجہ اس ارشاد خداوندی کے کہ نہیں نا امید ہوتے اللہ تعالی کی رحمت سے مگر کافر لوگ اور نصاب الاحتساب میں ہے کہ

ان الرجل اذا خرج الی سفر فصاح العقعق ورجع من سفره یکفر عند بعض المشائخ وذکر فی المحیط ان الهامة اذا
کوئی شخص اگر سفر کے لیے روانہ ہوا تھا کہ اتنے میں کوا بول اٹھا اور وہ اپنے سفر سے لوٹ آیا تو بعض مشائخ کے نزدیک کافر ہو جاتا ہے اور محیط میں مذکور ہے کہ اگر

صاحت فقال رجل یموت المریض یکفر القائل عند بعض المشائخ ومثال التفاؤل ان یکون له حاجة فیسمع
الو بولا اور کسی نے کہا کہ بیمار مر جائیگا تو یہ کہنے والا بعض مشائخ کے نزدیک کافر ہو جاتا ہے اور فال کی مثال یہ ہے کہ اسکو کچھ کام تھا کہ اتنے میں سنا

من یقول یا واجد فیقع فی قلبه رجاء الوجدان او یکون له مرض فیسمع من یقول یا سالم فیقع فی
کوئی کہتا ہے یا واجد لہذا اسکے دلمیں کام بنجانے کی امید پیدا ہو گئی یا اسکو کوئی بیماری ہو اور یہ سنے کہ کوئی کہتا ہے یا سالم لہذا اسکے

قلبه رجاء السلامة والفرق بین الفال والطیرة مع کون کل واحد منهما استدلالا بالعلامة علی عاقبة
دلمیں توقع سلامتی کی پیدا ہو جائے اور فال اور طیرہ میں فرق باوجودیکہ ہر ایک میں علامت سے انجام اور مآل کار پر استدلال

الامر ومآله ان الکلمة الحسنة التی تجری علی لسان الانسان لدلالتها علی المعنی الموافق للمراد یمکن الاستدلال
کرنا ہے یہ ہے کہ نیک کلمہ جو انسان کی زبان پر جاری ہوتا ہے چونکہ وہ مراد کے موافق معنی پر دلالت کرتا ہے اسیلیے اس سے مراد پر

بها علی المراد بخلاف طیران الطیر وحرکات البهائم واصواتها فانها لعدم دلالتها علی معنی لا یمکن الاستدلال
استدلال ممکن ہے بخلاف جانوروں کے اڑنے اور چارپایوں کے حرکات اور آوازوں کے کہ یہ چونکہ کسی معنی پر دلالت نہیں کرتے لہذا اس سے کسی شے پر

بها علی شیء وان کان اهل الجاهلیة جعلوا العبرة فیها تارة بحرکاتها وتارة باصواتها وتارة بالوانها وتارة
استدلال ممکن نہیں اگرچہ اہل جاہلیت نے اسمیں کبھی انکی حرکات کا اعتبار کیا اور کبھی آوازوں کا کبھی انکے رنگوں کا کبھی انکے

باسمائها ویتشاءمون ببعضها ویتیمنون ببعضها فانهم کانوا یتشاءمون بالغراب علی الغربة وبالعقاب علی العقوبة
ناموں کا اور بعضوں کو منحوس جانتے اور بعضوں کو مبارک سمجھتے کیونکہ جاہلیت والے غراب سے غربت کی نحوست مانتے تھے اور عقاب سے عقوبت کی

ویتیمنون بالهدهد علی الهدی وکذلک کانوا یتبرکون بالسانح ویتشاءمون بالبارح والسانح ما یمر من الطیر
اور ہدہد سے ہدایت کی برکت سمجھتے اور ایسے ہی سانح کو مبارک اور بارح کو منحوس جانتے تھے اور سانح وہ پرندہ

او الوحش من جهة یسارک الی جهة یمینک والعرب کانوا یتیمنون به لامکان رمیه وصیده من غیر
یا وحشی جانور ہے جو تیرے بائیں طرف سے داہنی طرف کو چلا جائے اور عرب اسکو مبارک جانتے تھے کیونکہ اسپر تیر لگانا اور شکار کرنا بدون

انحراف والبارح ما یمر من الطیر او الوحش من جهة یمینک الی جهة یسارک والعرب کانوا یتشاءمون
پھرنے کے ممکن ہے اور بارح وہ پرندہ یا وحشی جانور ہے جو تیرے داہنی طرف سے بائیں طرف کو چلا جائے اور عرب اسکو منحوس مانتے تھے

به لعدم امکان رمیه وصیده من غیر الانحراف اذ کان من عادتهم انهم کانوا اذا خرجوا لحاجة ورأوا الطیر او
کیونکہ اسپر تیر لگانا اور شکار کرنا بدون پھیرے ہوئے ممکن نہیں کیونکہ انکی عادت تھی کہ جب وہ کسی کام کو نکلتے اور کسی پرندے یا

الوحش یمر بیمینه یتبرکون به ویذهبون فی حاجتهم وان رأوا الطیر او الوحش یمر بیسره یتشاءمون به ویرجعون
چوپائے کو داہنی طرف کو جاتا ہوا دیکھتے تو اسکو مبارک جانتے اور اپنے کام کو چلے جاتے اور اگر کسی پرندے یا وحشی کو بائیں طرف کو جاتا ہوا دیکھتے تو اسکو منحوس مانتے اور اپنے گھر

الی بیوتهم وربما کانوا ینفرون الطیور او الوحوش فینظرون انها ان اخذت ذات الیمین فیتبرکون بها ویذهبون فی
لوٹ آتے اور کسی وقت پرندوں اور چارپایوں کو ہشکا کر دیکھتے کہ انہوں نے اگر داہنی طرف کی راہ لی تو اسکو مبارک سمجھکر اپنے کار و بار کو

حاجتهم وان اخذت ذات الشمال یتشاءمون بها ویرجعون عن حاجتهم فنهی النبی علیه السلام عن ذلک بقوله
چلے جاتے اور اگر انہوں نے بائیں طرف کی راہ لی تو اسکو منحوس خیال کرکے اپنے کام سے واپس چلے آتے سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بذریعہ اس ارشاد کے منع فرما دیا کہ

اقروا الطیر علی وکناتها وروی عن معاویة بن حکم انه قال قلت یا رسول الله کنا نتطیر قال ذلک شیء یجده احدکم
جانوروں کو اپنے گھونسلوں میں بیٹھا رہنے دو اور معاویہ بن حکم سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم بدفالی لیا کرتے تھے آپ نے فرمایا یہ ایک شے ہے جو تمہارے دلمیں آتی ہے

في نفسه فلا يصدنكم يعني ان ذلك شيء يوجد في النفوس من قبل الظنون التي تقتضيكم بحكم البشرية من غير
پیدا ہوتی ہے یہ تمکو کام سے بند نکر دے یعنی یہ بات دلمین اُن اوہام کی قبیل سے پیدا ہوتی ہے جو بمقتضائے بشریت تمکو پیش آتے ہین بغیر اسکے

ان يكون له تاثير في شيء من النفع والضر فلا يصدنكم عما تتوجهون اليه من مقاصدكم وقد جاء في حديث
کہ اسمین کچھ نفع ونقصان کی تاثیر ہو لہذا یہ خیال تمکو اپنے مقصود سے جسکو تم جاتے تھے باز نہ رکھے اور ایک اور حدیث مین

آخر انه عليه السلام قال من ردته الطيرة عن حاجته فقد اشرك فقيل وما كفارته يا رسول الله فقال ان يقول
آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسکو طیرہ نے کاروبار سے روک دیا بیشک اُسنے شرک کیا کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اسکا کفارہ کیا ہے فرمایا یہ کہ یوں کہے

اللهم لا طير الا طيرك ولا خير الا خيرك ولا اله غيرك ثم يمضي الى حاجته يعني ان كل ما يصيب الانسان من الخير
الٰہی نہین کوئی طیر سوا تیرے طیرہ کے اور نہین کچھ خیر سوا تیرے خیر کے اور نہین کوئی معبود سوا تیرے پھر اپنے کام کو چلا جائے یعنی انسان کو جو خیر اور

والشر والنفع والضر واليمن والشوم لا يصيبه الا بقضائك وتقديرك وحكمك ومشيتك وفي حديث
شر اور نفع اور نقصان اور برکت اور نحوست پیش آتی ہے وہ بدون تیرے حکم اور تیری تقدیر اور تیرے فرمان اور تیری مشیت کے نہین پیش آتی اور ایک اور حدیث مین

آخر رواه ابن مسعود انه عليه السلام قال الطيرة شرك قاله ثلثا وما منا الا ولكن الله يذهبه
ہے جسکو ابن مسعودؓ نے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا طیرہ شرک ہے طیرہ شرک ہے اسکو تین بار فرمایا اور ہم مین کوئی ایسا نہین جو خیال نکرے لیکن اللہ تعالی

بالتوكل وقيل قوله وما منا الا ليس من كلام النبي صلى الله عليه وسلم بل هو من كلام ابن مسعود وفيه
توکل سے دفع کر دیتا ہے کہتے ہین کہ یہ لفظ وما منا الا نبی علیہ السلام کے ارشاد مین سے نہین ہے بلکہ یہ ابن مسعودؓ کا کلام ہے اور اسمین اختصار کیا ہے

حذف واختصار ومعناه ليس منا احد الا من يقع في قلبه عند ذلك شيء من ذلك على ما جرت به العادة لكن
حذف ہوا ہے معنی اسکے یہ ہین کہ ہم مین سے کوئی نہین ہے مگر اسوقت دل مین کچھ وہم وخطرہ اس قسم کا بمقتضائے عادت ہونے کے ضرور آتا ہے لیکن وہ دلمین

لا يستقر فيه بل يحسن اعتقاده بان لا مؤثر الا الله فيسأله الخير ويستعيذ به من الشر ويمضي على
ٹھہرتا نہین بلکہ اسطرح اپنا اعتقاد درست کرلیتا ہے کہ سواے اللہ تعالے کے کوئی موثر نہین لہذا وہ بندہ خدا ہی سے خیر مانگتا ہے اور اسی سے برائی سے پناہ مانگتا ہے اور پھر اپنا

مقصوده متوكلا عليه يسر الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه وكرمه وفضله
کرکے اپنے کام کو چلا جاتا ہے خداوند عالم اپنی مرضی کے موافق عمل اپنے لطف اور کرم اور فضل سے ہمپر آسان کردے

المجلس الحادي والاربعون في سبب نزول البليات وسبب دفعها من التوبة والدعوات
اکتالیسوین مجلس نزول بلا کے اسباب اور اسکے دفع کے ذریعے یعنی توبہ اور استغفار اور دعا کے بیان مین

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا فعلت امتي خمس عشرة خصلة حل بها البلاء هذا الحديث من صحاح
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت جب پندرہ عادتین اختیار کریگی تو اُنپر بلا نازل ہوگی یہ حدیث مصابیح کی

المصابيح رواه علي بن ابي طالب وعد هذه الخصال فقال اذا اتخذ الفيء دولا والامانة مغنما والزكوة
صحیح حدیثون مین سے ہے حضرت علی بن ابی طالب سے مروی ہے اور وہ عادتین شمار کردین اور فرمایا جب فئی یعنی غنیمت کو دولت سمجھین اور امانت کو لوٹ اور زکوۃ کو

مغرما واطاع الرجل امرأته وعق امه وبر صديقه وجفا اباه وظهر الاصوات في المسجد وساد القبيلة
تاوان اور مرد جورو کے فرمانبردار ہوجائین اور ماں کی نافرمانی کرین اور دوست سے احسان کرین اور باپ سے بدسلوکی کرین اور مسجد مین باتون کی آوازین آنے لگین اور قبیلہ کا فاسق

فاسقهم وكان زعيم القوم ارذلهم واكرم الرجل مخافة شره وظهرت المغنيات والمعازف وشرب
انکا سردار بنے اور قوم مین کا ذلیل تر انکا رئیس ہو اور شر کے اندیشے سے مرد کی عزت کیجاے اور گانے والیان اور تال طنبورہ وغیرہ ظاہر ہون اور شراب

الخمر ولبس الحرير ولعن آخر هذه الامة اولها فعند ذلك يكون الناس مستحقين لنزول البلاء عليهم فعلى
پی جانے لگے اور حریر پہنا جاے اور پچھلی امت پہلی امت پر لعنت کرنے لگے تو اب یہ لوگ بلا نازل ہونے کے مستحق ہین اس حدیث کے

هذا ما توجه على قوم من البلاء فليس ذلك البلاء الا بسبب ذنوبهم كما قال الله تعالى وما اصابكم من مصيبة
موافق جو بلا کسی قوم پر آتی ہے وہ بلا صرف انکے گناہون کے سبب سے ہے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے اور جو پہنچے تمکو کوئی مصیبت

فبما کسبت ایدیکم وفی اٰیۃ اخری انہ تعالیٰ قال وما کنا مھلکی القری الا واھلھا ظٰلمون ۵ فیلزمھم ان یترکوا ما

سو وہ اسی سبب سے ہے کہ کمایا تمہارے ہاتھوں نے اور ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور ہم نہیں ہیں ہلاک کرنیوالے بستی کے مگر اسیوقت کہ اسکے لوگ نافرمان ہوں لہذا انکو لازم ہے کہ جو گناہ اختیار

ارتکبوہ من الاوزار ویشتغلوا بالتوبۃ والاستغفار لیدفع عنھم ما توجہ علیھم من البلاء لما روی عن عبد اللہ

کر رکھے ہیں وہ سب ترک کر دیں اور توبہ اور استغفار میں مشغول ہوں تاکہ انسے وہ بلا جو انپر آئی ہے دور ہو جائے کیونکہ عبد اللہ بن عمر رضی سے

ابن عمر رض انہ علیہ السلام قال من لزم الاستغفار جعل اللہ لہ من کل ضیق مخرجا ومن کل ھم فرجا ورزقہ من حیث لا

روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص استغفار کو لازم کر لے تو اللہ تعالیٰ اسکے لیے ہر تنگی سے خلاصی اور ہر غم سے کشایش پیدا کر دیگا اور اسکو روزی دیگا جہاں سے

یحتسب بل یلزمھم ان یقوموا الی الصلوۃ فی اوقات الاسحار التی ھی اوقات استجابۃ الدعاء لما روی انہ علیہ السلام

کہ گمان نہو بلکہ انکو لازم ہے کہ صبح کے اوقات میں جو کہ دعا کی قبولیت کے اوقات ہیں نماز کے لیے اٹھا کریں اسلیے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کو

کان اذا احزنہ امر فزع الی الصلوۃ ثم یشتغل بالدعاء لما روی عن عبد اللہ بن عمر رض انہ علیہ السلام قال الدعاء ینفع

جب کسی کام سے غم پیش آتا تو نماز شروع کر دیتے پھر دعا میں مشغول ہوتے کیونکہ عبد اللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ دعا نفع دیتی ہے اس بلا سے

مما نزل ومما لم ینزل فعلیکم عباد اللہ تعالیٰ بالدعاء فان علیہ السلام بین فی ھذا الحدیث ان الدعاء یرفع

جو نازل ہو چکی اور جو ابھی نازل نہیں ہوئی تو اے اللہ کے بندو تمہارے اوپر دعا لازم کر لو پس اس حدیث میں نبی علیہ السلام نے بیان کر دیا کہ دعا اٹھا دیتی ہے

البلاء النازل ویدفع البلاء الذی توجہ الی النزول فداوموا یا عباد اللہ بالدعاء فلا تترکوہ فان البلاء ینزل فیلقاہ

اس بلا کو جو نازل ہو چکی اور اس بلا کو دفع کرتی ہے جو نازل ہونے کو ہو پس اے اللہ کے بندو ہمیشہ دعا کرتے رہو اور اسکو مت چھوڑو کیونکہ بلا نازل ہوتی ہے تو اس سے دعا

الدعاء فیعتلجان الی یوم القیامۃ کما جاء فی الحدیث ان الدعاء والبلاء یلتقیان بین السماء والارض فیعتلجان الی یوم القیامۃ

ملتی ہے پھر قیامت تک دونوں لڑتی رہتی ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ دعا اور بلا زمین و آسمان کے درمیان میں ملجاتی ہیں پھر قیامت تک دونوں لڑتی رہتی ہیں

وفی حدیث اخر رواہ سلمان الفارسی انہ قال لا یرد القضاء الا الدعاء فان القضاء وان کان لا یرد لکن

اور ایک اور حدیث میں جسکو سلمان فارسی رض نے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قضا کو سوا دعا کے کوئی رد نہیں کر سکتا سو بیشک قضا کا اگرچہ رد ہونا ممکن نہیں ہے لیکن

من جملۃ القضاء رد البلاء بالدعاء فیحصل بلاء قدر ان یندفع بالدعاء یکون الدعاء سببا لرد ذلک البلاء کالترس لدفع

دعا سے بلا کا رد ہو جانا بھی منجملہ حکم الٰہی کے ہے پس جس بلا کا دعا سے دفع ہو جانا مقدر ہے وہ دعا اس بلا کے رد ہونے کا سبب ہو جاتی ہے جیسے ڈھال کہ

یکون سببا لرد السھم فکما ان الترس یدفع السھم کذلک الدعاء یدفع البلاء وکذا الصدقۃ تدفع البلاء لما روی عن

تیر کے رک جانے کا ذریعہ ہوتی ہے تو جسطرح ڈھال تیر کو دفع کرتی ہے اسیطرح دعا بلا کو دفع کر دیتی ہے اور ایسے ہی خیرات کرنا بلا کو دفع کرتا ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

علی رض انہ علیہ السلام قال باکروا بالصدقۃ فان البلاء لا یتخطاھا وفی حدیث اخر انہ علیہ السلام قال لکل یوم نحس

سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تڑکے صدقہ دیا کرو کیونکہ بلا اس سے آگے قدم نہیں بڑھاتی اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہر دن میں نحوست

فادفعوا نحس ذلک الیوم بالصدقۃ فان الصدقۃ تمنع وقوع البلاء بعد انعقاد اسبابہ وکذا التسبیح یمنع من وقوع البلاء

سو اس دن کی نحوست صدقہ سے دور کر دیا کرو کیونکہ صدقہ بلا کو آنے کے بعد تیار ہو جانے اسباب کے روک دیتا ہے اور ایسے ہی تسبیح بلا واقع ہونے سے بند کر دیتی ہے

لما روی عن کعب انہ قال سبحان اللہ یمنع العذاب ویدل علیہ قولہ تعالیٰ فی حق یونس النبی علیہ السلام فلولا انہ

اسلیے کہ کعب سے روایت ہے کہ فرمایا سبحان اللہ عذاب کو روک دیتا ہے اور اسپر اللہ تعالیٰ کا یونس نبی علیہ السلام کے حق میں یہ فرمانا دلالت کرتا ہے پھر اگر نہوتی یہ بات

کان من المسبحین للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون ۵ وکان تسبیحہ ما حکاہ اللہ تعالیٰ بقولہ فنادی فی الظلمٰت ان لا الٰہ الا

کہ وہ تسبیح پڑھنے والوں میں تو ٹھہرے رہتے اسکے پیٹ میں روز حشر تک۔ اور تسبیح حضرت یونس کی یہ ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نقل فرمایا ہے پھر پکارا اندھیروں میں کہ کوئی معبود نہیں سوا

انت سبحانک انی کنت من الظٰلمین ۵ ثم انہ تعالیٰ عقیب ذلک قال فاستجبنا لہ ونجینٰہ من الغم وکذلک

تیرے تو بے عیب ہے بیشک میں تھا گنہگاروں میں سے پھر اللہ تعالیٰ نے اسکے بعد یہ فرمایا پس سن لی ہم نے اسکی پکار اور نجات دیدی ہم نے اسکو غم سے اور یوں ہی

ننجی المؤمنین ۵ وروی انہ علیہ السلام قال ما من مکروب یدعو بھذا الدعاء الا استجیب وفی روایۃ اخری انہ علیہ السلام

ہم نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں کوئی مصیبت زدہ کہ یہ پڑھکر دعا مانگے مگر ضرور قبول ہوتی ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام

قال الا اخبركم بشيء اذا نزل باحدكم كرب وبلاء فدعا به فرج الله عنه قيل بلى يا رسول الله قال دعاء ذي النون لا اله الا

فرمایا کہ تمکو ایک ایسی دعا نہ بتاؤں کہ اگر تم میں سے کسی پر کچھ سختی یا بلا نازل ہو پھر اسکے وسیلہ سے دعا مانگے تو اللہ اس سے وہ بلا دفع کرے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ فرمایا ذی النون کی دعا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں

انت سبحانك اني كنت من الظالمين ه وذكر عن بعض الصالحين ان من اعظم الاشياء الدافعة للبلاء كثرة الصلوة على

تو بے عیب ہے میں گنہگاروں میں سے ہوں۔ اور بعضے صلحا سے نقل کرتے ہیں کہ تمام بلا کی دور کرنے والی چیزوں میں سب سے بڑی چیز درود کی کثرت ہے نبی علیہ الصلوۃ

النبي عليه السلام فان كثرة الصلوة على النبي عليه السلام من الوسائل للامن من المخوفات وللفوز باعلى الدرجات يدل على

والسلام پر کیونکہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر درود کی کثرت کرنا خوفناک چیزوں سے بچنے اور بلند درجوں پر فتحمندی کا وسیلہ ہے اس مضمون پر

ذلك حديث ابي بن كعب ان رجلا التزم ان يجعل صلاته كلها للنبي عليه السلام فقال له النبي عليه السلام اذا تكفى همك

ابی بن کعب کی حدیث دلالت کرتی ہے کہ ایک شخص نے عہد کیا تھا کہ اپنا تمام تر وظیفہ صرف نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر درود کو مقرر کرے پس نبی علیہ السلام نے اُسکو فرمایا اب تیرا کام بنجائیگا

ويغفر ذنوبك والحاصل ان البلاء اذا توجه فالمشروع الاشتغال بالتوبة والاستغفار وبما يرجى ان يدفع البلاء من

اور تیرے گناہ معاف ہو جائینگے حاصل یہ ہے کہ بلا جب سامنے آئے تو توبہ اور استغفار اور اُن اعمال میں مشغول ہونا مشروع ہے جنسے بلا کے دور ہو جانے کی امید ہے یعنے

اعمال البر والتقوى لقوله تعالى ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب فانه تعالى بين في هذه الآية ان من يتق

اعمال نیک اور پرہیزگاری اس ارشاد الٰہی کی دلیل سے اور جو شخص اللہ سے ڈرتا رہیگا اللہ اسکے لیے خلاصی کر دیگا اور ایسی جگہ سے روزی دیگا جہاں سے اسکو خیال بھی نہ ہو پس اللہ تعالی نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالی

الله تعالى في كل ما يأتي وما يذر يجعل الله تعالى له مخرجا ومخلصا من غموم الدنيا والآخرة وروي انه عليه السلام قال

سے ڈرتا رہیگا ہر کام کے کرنے اور نہ کرنے میں تو اللہ تعالی اُسکے لیے راہ نکالدیگا اور دنیا اور آخرت کے غموں سے نجات دیگا اور مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا

اني لاعلم آية لو اخذ الناس بها لكفتهم ومن يتق الله فما زال يقرأها ويعيدها وروي ان عوف بن مالك الاشجعي اسر

کہ تحقیق مجھکو ایک ایسی آیت معلوم ہے کہ اگر لوگ اسکو اختیار کریں تو اُنکو وہی کافی ہے ومن یتق اللہ پھر دیر تک اُسکو پڑھتے اور تکرار فرماتے رہے اور روایت ہے کہ عوف بن مالک اشجعی کے بیٹے کو

المشركون ابنا له يقال له سالم فاتى النبي عليه السلام فقال اسر ابني يا رسول الله وشكا اليه الفاقة فقال له النبي عليه السلام

جسکو سالم کہتے ہیں مشرکوں نے گرفتار کر لیا وہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا بیٹا پکڑ لیا گیا اور آپ سے فاقہ کی شکایت کی پس نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا

اتق الله واكثر لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم ففعل فبينا هو في بيته اذ قرع ابنه الباب ومعه مائة من الابل

خدا سے ڈرتا رہ اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کی کثرت کر پس انھوں نے یہی کیا ایکدن وہ اپنے گھر میں تھے کہ اتنے میں اُنکے بیٹے نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اُسکے ساتھ سو اونٹ تھے

غفل عنها العدو فاستاقها وعلم من هذا كله ان كل خير وطاعة من اعظم ما يستدفع به البلاء واما الاشتغال

کہ دشمن اونٹوں سے غافل ہو گئے تھے لہذا اُنکو یہ ہانک لائے ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ تمام نیکیاں اور طاعت بلا کی بڑی دفع کرنے والی ہیں اور گناہوں اور

بالمعاصي والمناهي فلا يمنع نزول البلاء بل يقوي وقوعه لما روي انه عليه السلام قال لا يصيب العبد نكبة فما

منہیات میں مصروف ہونا یہ بلا کے آنے کو نہیں روکتا بلکہ اسکے آنے کو اور قوت دیتا ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں پہنچتی انسان کو کوئی تکلیف بڑی ہو

فوقها وما دونها الا بذنب وما يعفو الله عنه اكثر ثم قرأ قوله تعالى وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم ويعفو

یا چھوٹی مگر وہ گناہ ہی کے سبب سے آتی ہے اور جس سے اللہ تعالی معاف کر دیتا ہے وہ بہت ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اور تمپر جو مصیبت آتی ہے وہ تمھارے ہی ہاتھوں کی کمائی کے سبب سے ہے اور معاف کر دیتا ہے اللہ

عن كثير فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان العبد لا يصيبه مشقة في الدنيا الا بسبب ذنب صدر عنه وتكون

بہت پس نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس حدیث میں بیان فرمادیا کہ انسان کو دنیا میں کوئی مشقت نہیں پہونچتی مگر اُس گناہ ہی کے سبب سے جو اُس سے ہوا ہے اور وہ مصیبت

تلك المصيبة التي تحقق في الدنيا كفارة لذنبه والذي يعفو الله تعالى عنه من الذنوب من غير ان يجازيه في الدنيا ولا في الآخرة

جو دنیا میں اُسکو پیش آئی ہے اُسکے گناہ کا کفارہ ہو جاتی ہے اور وہ گناہ جسکو اللہ تعالی معاف کر دیتا ہے بلا دنیا میں سزا دینے کے اور نہ آخرت میں اُس سے

اكثر من ذلك وقال علي كرم الله وجهه للمؤمن عند الله خمس نقمات فاولها المرض ثم المصائب فان كانت ذنوبه اكثر من ذلك

زیادہ ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں مومن کے لیے اللہ کے ہاں پانچ قسم کی عقوبت ہے پہلے تو بیماری پھر مصیبتیں پھر اگر اُسکے گناہ اس سے بھی زیادہ ہوں تو

يعذب في قبره فان كانت اكثر من ذلك يحبس على الصراط فان كانت اكثر من ذلك يعذب في جهنم على قدر ذنوبه ثم يخرج منها بالتوحيد

قبر میں عذاب کیا جاتا ہے پھر اگر گناہ اس سے بھی زیادہ ہوں تو پل صراط پر روکا جائیگا پھر اگر اس سے بھی زیادہ ہوں تو بقدر اپنے گناہوں کے دوزخ میں عذاب دیا جائیگا پھر توحید کی برکت سے وہاں سے نکال لیا جائیگا

ان كان توحيده صحيحا وان لم يكن توحيده صحيحا لا يخرج منها بل يبقى فيها ابد الآباد لان الناس في الآخرة ينقسم الى ثلاثة
اگر اسکی توحید صحیح ہوگی اور اگر اسکی توحید ٹھیک نہیں ہے تو دوزخ سے نہیں نکلے گا بلکہ اسمین ہمیشہ رہیگا کیونکہ آخرت مین آدمیون کی تین قسمین ہونگی

اقسام القسم الاول قسم الفائزين وهم الذين قال الله تعالى فيهم فلا تعلم نفس ما اخفي لهم من قرة اعين جزاء
پہلی قسم تو کامیاب لوگون کی قسم ہوگی اور یہ وہ لوگ ہین جنکے حق مین اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ پس کوئی نہین جانتا جو چھپا کر کے چھوڑا گیا ہے انکے لیے آنکھون کی ٹھنڈک بدلہ اسکا

بما كانوا يعملون ٥ وقال النبي عليه السلام اخبارا عن الله تعالى اني اعددت لعبادي الصالحين ما لا عين رأت
جو کیا کرتے تھے اور نبی علیہ السلام نے اللہ تعالے کی طرف سے خبر دیکر فرمایا ہے کہ مین نے اپنے نیک کردار بندون کے لیے وہ چیزین تیار کر رکھی ہین کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی

ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر والقسم الثاني قسم الهالكين وهم الذين كذبوا بالحق ولم يصدقوا به فان
اور نہ کسی کان نے سنی اور نہ کسی بشر کے دل مین گذری اور دوسری قسم تباہ کارون کی قسم ہے اور یہ وہ لوگ ہین جنھون نے حق کو جھٹلایا اور اسکو سچ نہ جانا پس بیشک

سعادة الآخرة لا تكون الا في القرب من الله تعالى والنظر الى وجهه الكريم وذلك لا يحصل الا بالمعرفة التي يعبر عنها
سعادت اخروی قرب الٰہی اور مشاہدۂ ذات کریم کے سوا اور کسی چیز سے نہیں ہوتی اور یہ بات بغیر معرفت کے جسکو ایمان اور تصدیق کہتے ہین حاصل

بالايمان والتصديق وهم لما كذبوا بالحق ولم يصدقوا به كانوا بعيدا عنه فهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون وكل محجوب
نہین ہوتی اور ان لوگون نے چونکہ حق کو جھٹلایا اور اسپر ایمان نہ لائے اسلیے اس سے دور ہو گئے اور وہ اپنے رب سے اس دن آڑ مین ہونگے اور جو شخص اپنے

عن ربه يكون هالكا محترقا بنار الفراق ونار جهنم ابد الآباد والقسم الثالث قسم المعذبين وهم الذين تحلوا باصل
رب سے اوٹ مین ہوا وہ ہلاک ہوا آتش فرقت اور دوزخ کی آگ مین ہمیشہ جلتا رہیگا اور تیسری قسم معذب لوگونکی قسم ہے اور یہ وہ لوگ ہین کہ اصل ایمان سے تو

الايمان لكنهم قصروا في العمل بمقتضاه فان رأس الايمان هو التوحيد والتوحيد نفي الشرك باعتقاد العبد ان الله تعالى
آراستہ ہین لیکن انھون نے بمقتضاے ایمان عمل کرنے مین کوتاہی کی کیونکہ اصل ایمان تو توحید ہے اور توحید شرک کا مٹا دینا ہے بندہ کے اس اعتقاد سے کہ اللہ تعالے

واحد في ذاته وصفاته وافعاله فما يظهر شيء في العالم الا بعلمه وارادته وخلقه ولا يستحق العبادة الا هو فعلى
اپنی ذات اور صفات و افعال مین یکتا ہے لہذا عالم مین بدون اسکے علم و ارادہ اور آفرینش کے کوئی چیز پیدا نہین ہوسکتی اور نہ کوئی قابل عبادت ہے سوا اسکے پس اس بیان

هذا كل من يقول لا اله الا الله بصيرا كانه يقول اني اعتقد ان الله تعالى واحد في ذاته وصفاته وافعاله ولا يظهر
کی روسے جو شخص یہ اقرار کرتا ہے کہ سوا اللہ کے کوئی معبود نہین تو گویا یون کہتا ہے کہ مین نے یقین کیا کہ اللہ تعالے اپنی ذات اور صفات اور افعال مین ایک ہے اور عالم مین

في العالم شيء الا بعلمه وارادته وخلقه ولا يستحق العبادة الا هو فاني التزمت عبادته ولا اعبد الا اياه
کوئی شے بدون اسکے علم و ارادہ اور آفرینش کے پیدا نہین ہوتی اور سوا اسکے کوئی پرستش کے قابل نہین پس مین نے اسکی عبادت اپنے ذمہ لازم کرلی اور سوا اسکے کسی کی عبادت نہ کرونگا

وبعد هذا الاعتراف كل من اتبع هواه فقد اتخذ الهه هواه فهو موحد بلسانه فقط والتوحيد لا يكمل الا بالاستقامة
اور بعد اس اقرار کے جو شخص اپنی خواہش کا پیرو ہوا تو اُسنے اپنی خواہش کو معبود بنا لیا پس وہ شخص صرف زبانی موحد ہے اور توحید بلا اسپر قائم رہے کامل نہین

عليه ومن لم يستقم عليه ولو في امر يسير بل تبع هواه ولو في فعل قليل يكون خارجا عن سواء السبيل وذلك قادح
ہوتی اور جو اسپر نہ رہا گو ذرا سی بات مین ہو بلکہ اپنی خواہش کا تابع ہوا گو ذرا سے کام مین ہو تو وہ سیدھی راہ سے نکل گیا اور یہ کمال توحید مین

في كمال توحيده وعدم خلو بشر عن ذلك قال الله تعالى وان منكم الا واردها فيكون الورود على النار لكل احد حتما
عیب لگاتا ہے اور چونکہ کوئی بشر اس سے خالی نہین اسلیے اللہ تعالے نے فرمایا اور نہین تم مین سے کوئی مگر ضرور آنے والا ہے اسپر پس آگ پر ہر ایک کا گذر یقینی ہے

وانما الشك فيمن ينجو منها وفي اي وقت يخرج منها وقد جاء في بعض الاخبار ما يدل على ان آخر من يخرج بعد سبعة آلاف
شک صرف یہی ہے کہ کون اسمین سے نجات پائیگا اور کسوقت اسمین سے نکلے گا اور بعض حدیثون مین ایسا مضمون آیا ہے جو دلالت کرتا ہے کہ سب سے آخر مین جو نکلے گا سات ہزار برس کے بعد

سنة وبعضهم يجوز عليها كالبرق الخاطف ولا يوجد له فيها لبث نرجو الله تعالى ان يجعلنا منهم بلطفه وفضله وكرمه
نکلے گا اور بعضے اسپر سے کوندتی بجلی کی طرح گذر جائینگے انکو اسمین ذرا دیر نہوگی ہم اللہ تعالے سے امید کرتے ہین کہ اپنے لطف و فضل اور کرم سے ہمکو انہی مین سے کرے

المجلس الثاني والاربعون في بيان دفع الدعاء البلاء حين نزول البلاء وبعد النزول

بیالیسوین مجلس دعا کے دفع کر دینے کے بیان مین بلا کو آنے کے وقت اور بعد آنے کے بھی

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الدعاء ينفع مما نزل ومما لم ينزل فعليكم عباد الله بالدعاء هذا الحديث
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا آئی ہوئی بلا اور آنے والی بلا کے دور کرنے مین نافع ہے پس اے بندگان خدا دعا کو اپنے اوپر لازم کرلو یہ حدیث

من حسان المصابیح رواه عبد الله بن عمر و معناه ان الدعاء يدفع البلاء النازل ويدفع البلاء الذي كان في
مصابیح کی حسن حدیثون مین سے ہے عبد اللہ بن عمر کی روایت ہے اور معنے اسکے یہ ہین کہ دعا آئی ہوئی بلا کو دفع کردیتی ہے اور اُس بلا کو بھی دور کردیتی ہے جو آنے پر

صدد النزول فدوموا يا عباد الله بالدعاء فلا تتركوه فان البلاء ينزل فيلقاه الدعاء فيعتلجان الى يوم القيمة
تیار ہو پس اے اللہ کے بندو ہمیشہ دعا کرتے رہا کرو اور اسکو نہ چھوڑو کیونکہ بلا آتی ہوتی ہے کہ اتنے مین اُس سے دعا جا ملتی ہے پس دونون قیامت تک لڑتی رہتی ہین

كما جاء في الحديث ان الدعاء والبلاء يلتقيان بين السماء والارض فيعتلجان الى يوم القيمة وقد روى عن سلمان الفارسي
جیسا کہ حدیث مین آیا ہے کہ دعا اور بلا آسمان اور زمین کے درمیان ملتی ہین پھر قیامت تک لڑتی رہتی ہین اور سلمان فارسی سے روایت ہے

انه عليه السلام قال لا يرد القضاء الا الدعاء فان القضاء وان كان محكما لا يرد لكن من جملة القضاء رد البلاء
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قضا کو کوئی چیز نہین رد کرتی مگر دعا کیونکہ قضا کا اگرچہ ٹلنا ممکن نہین لیکن دعا سے بلا کا رد ہوجانا بھی منجملہ قضا ہے

بالدعاء فكل بلاء قدر ان يندفع بالدعاء يكون الدعاء سببا لرد ذلك البلاء كالترس الذي يكون سببا لرد السهم
پس جس بلا کا دعا سے دفع ہوجانا مقدر ہے اس بلا کے دفعیہ کیلئے دعا ذریعہ ہوجائے گی جیسے کہ ڈھال جو تیر کو رک جانے کا ذریعہ ہے

فكما ان الترس يدفع السهم كذلك الدعاء يدفع البلاء وقد روى عن ابن مسعود انه عم قال سلوا الله من فضله فان الله
پس جسطرح کہ ڈھال تیر کو روک دیتی ہے اسیطرح دعا بلا کو دفع کردیتی ہے اور ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ سے اُسکا فضل مانگو کیونکہ اللہ تعالے کو

يحب ان يسأل يعني ان الله تعالى كريم قادر على قضاء الحوائج يحب ان يطلب منه قضاء الحوائج فاطلبوا منه
پسند ہے کہ سوال کرین یعنے اللہ تعالے کریم ہے اور حاجات روا کرنے پر قادر ہے اُسکو یہ پسند ہے کہ حاجت روائی طلب کیجائے پس اے ایمان والو اُسی سے

قضاء حوائجكم ايها المؤمنون وفي حديث آخر رواه ابو هريرة انه عليه السلام قال من لم يسأل الله يغضب عليه لان من لم يطلب منه تعالى
اپنی حاجت روائی مانگا کرو اور ایک دوسری حدیث مین آیا ہے جسکو ابو ہریرہ نے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اللہ سے سوال نہین کرتا تو اللہ اسپر غصہ ہوتا ہے کیونکہ جو اللہ تعالے سے حاجتین نہین

حاجته يكون في صورة الاستغناء عنه تعالى ولا يجوز للعبد ان لا يعرض حاجته على الله تعالى بل ينبغي له ان يعرض جميع حوائجه على
مانگتا وہ ظاہر مین اللہ تعالی سے بے پرواہ ہوتا ہے اور بندے کو یہ جائز نہین ہے کہ اللہ تعالے سے کوئی حاجت عرض نکرے بلکہ اُسکو چاہیے کہ اپنی تمام حاجتین اللہ تعالے سے

الله تعالى ليكون هذا اعترافا بعبوديته وفقره وعجزه واحتياجه الى الله تعالى في قضاء حوائجه فان احب العباد الى الله تعالى من يسأله
عرض کیا کرے تاکہ یہ اپنی بندگی اور فقیری اور عاجزی اور تمام حاجتون مین اللہ تعالی کا محتاج ہونے کا اقرار ہوجائے کیونکہ اللہ تعالے کے نزدیک سب بندون مین محبوب وہ ہے جو اُس سے مانگتا ہے

وابغض العباد اليه من يستغني عنه واحب العباد الى الناس من يستغني عنهم ولا يسأل لهم شيئا وابغض العباد اليهم
اور سب بندون مین اللہ کا مبغوض وہ ہے جو اُس سے بے پروائی کرے اور عند الناس سب سے زیادہ پسندیدہ آدمی وہ ہے جو اُنسے بے پرواہ ہے اور ان سے کچھ نہ مانگے اور اُنکے نزدیک مبغوض وہ ہے

من يسأل لهم وقد روى عن ابي هريرة انه عليه السلام قال ليس شيء اكرم على الله تعالى من الدعاء يعني ان اكرم العبادات
جو اُن سے سوال کرے اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے نزدیک دعا سے زیادہ عزت کی کوئی چیز نہین یعنی سب عبادات سے زیادہ باعزت

على الله تعالى الدعاء بل جاء في حديث آخر انه عليه السلام قال الدعاء هو العبادة ثم قرأ قوله تعالى ادعوني استجب لكم
اللہ تعالے کے نزدیک دعا ہے بلکہ ایک اور حدیث مین آیا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا دعا ہی عبادت ہے پھر اللہ تعالے کا یہ قول پڑھا مجھسے دعا کرو مین تمھاری دعا قبول کرونگا

فانه عليه السلام لما حكم في هذا الحديث ان الدعاء هو العبادة استدل عليه بالاية لان في الاية امرا بالدعاء
پس نبی علیہ السلام نے اس حدیث مین جب یہ حکم دیا کہ دعا ہی عبادت ہے تو اُسپر آیت سے استدلال کیا کیونکہ آیت مین دعا کا حکم ہے

وامتثال الامر عبادة يحصل للداعي في مقابلتها ثواب وان لم يحصل مراده لكن ظاهر عبارته عليه السلام
اور تعمیل حکم عبادت ہے دعا کرنے والے کو اُسکے عوض مین ثواب ملیگا اگرچہ اسکی مراد نہ ملے لیکن نبی علیہ السلام کی ظاہر عبارت

يدل على ان لا عبادة الا الدعاء وليس كذلك بل معنى الحديث ان الدعاء معظم العبادة لان في الدعاء اظهار العجز
دلالت کرتی ہے کہ دعا کے سوا اور عبادت ہی نہین حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ حدیث کے معنے یہ ہین کہ دعا افضل عبادت ہے کیونکہ دعا مین عجز کا اظہار

والاعتراف بالفقر والاقبال علی الله تعالی والرجاء منه والاعراض عما سواه وهذه الاشیاء عین العبادة ویقرب من هذا المعنی
اور فقر کا اقرار اور اللہ تعالی کی طرف توجہ اور اسی سے امیدواری اور اسکے ماسوا سے اعراض ہوتا ہے اور یہ سب باتیں عبادت کی ہیں اور اسی مضمون کے قریب قریب وہ ہے
ما روی عن انس انه علیه السلام قال الدعاء مخ العبادة فان مخ الشئ خالصه وروی عن ابی هریرة ان علیه السلام
جو حضرت انس رضی سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا دعا عبادت کا مغز ہے کیونکہ مغز شے کے معنے خالص کے ہوتے ہیں اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے
قال من سره ان یستجیب الله دعاءه عند الشدائد فلیکثر الدعاء عند الرخاء فعلی هذا ینبغی للعبد ان یواظب علی
فرمایا جسکو یہ بات پسند ہو کہ اسکی دعا سختی و مصیبت میں اللہ تعالے قبول کرے تو فراخی و آسائش میں دعا کیا کرے اس بیان کی رو سے بندے کو چاہیے کہ نعمت
الدعاء ویکثره فی حالة النعمة والرخاء لینال النجاح فی حال الضیق والبلاء فان من یداوم علی الدعاء فی الرخاء یصیر
اور عیش کی حالت میں ہمیشہ اور بکثرت دعا کیا کرے تاکہ تنگی اور بلا کے وقت کامیابی حاصل ہو کیونکہ جو شخص عیش میں دعا کی مداومت کرتا ہے تو وہ
من حزب الله تعالی ومن عادة العظماء ان ینصروا حزبهم عند الشدائد ثم انه اذا دعا ینبغی له ان یکون موقنا
اللہ والوں میں داخل ہو جاتا ہے اور بڑے لوگوں کی عادت ہے کہ سختیوں میں اپنے متعلقین کی مدد کرتے ہیں پھر جب دعا مانگے تو اسکو چاہیے کہ قبولیت کا
بالاجابة لانه تعالی وعد بالاجابة قال ادعونی استجب لکم وروی عن ابی هریرة انه علیه السلام قال ادعوا الله و
یقین ہو کیونکہ اللہ تعالے نے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے فرمایا مجھکو پکارو گے ہو مینون تمھاری پکار کو اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالی سے دعا کرو اس وقت
انتم موقنون بالاجابة فان الداعی اذا لم یکن موقنا بالاجابة لایکون مستحقا فی الرجاء فلا یکون رجاؤه صادقا ولا دعاؤه
کہ تم قبولیت کا یقین کرتے ہو اس لیے کہ دعا مانگنے والے کو جب قبولیت کا یقین نہو گا امیدواری کا مستحق نہیں تو اسکی امید سچی نہو گی اور نہ اسکی دعا
خالصا لان الرجاء هو الباعث علی الطلب فاذا لم یتحقق الرجاء لا یتحقق الطلب فان قیل کیف یمکن للداعی ان یکون موقنا
خالص ہو گی کیونکہ امید ہی طلب کی باعث ہوتی ہے لہذا جب امید ہی ثابت نہیں تو طلب بھی نہو گی اگر کوئی یہ کہے کہ دعا مانگنے والے کو اپنی دعا کی قبولیت کا یقین
باجابة دعائه مع وقوع التخلف فی الاجابة بحیث یری ان بعض الدعاء یستجاب وبعضه لا یستجاب فالجواب ان الداعی
ہونا کیونکر ممکن ہے باوجودیکہ قبولیت میں خلاف واقع ہوتا ہے اسلیے کہ دیکھتا ہے کہ بعضی دعا قبول ہوتی ہے اور بعضی دعا قبول نہیں ہوتی تو اسکا جواب یہ ہے کہ دعا مانگنے
لا یکون محروما عن الاجابة البتة فان الاجابة المطلقة حاصلة له بحیث ما ورد الوعد الصدق ولکن امرها الی الله تعالی
ہرگز قبولیت سے محروم نہیں رہتا مطلق اجابت اسکے لیے بیشک حاصل ہے جسطرح کہ سچا وعدہ آیا ہے لیکن اسکا حال مشیت الہی میں ہے
ان یجعلها ما یشاء فی ای وقت شاء فان ما سأل الداعی ان کان حصوله مقدرا فی الحال یحصل فی الحال وان کان
کہ اسکو جو چاہے اور جسوقت چاہے کر دے کیونکہ جو چیز دعا مانگنے والے نے مانگی ہے اگر ابھی حاصل ہونا تقدیر میں ہے تو ابھی حاصل ہو جائے گی اور اگر
حصوله مقدرا فی وقت آخر یحصل فی ذلک وان لم یکن مقدرا یدفع عنه من البلاء مثل ما سأله عوضا عما سأل او
اسکا اور وقت میں حاصل ہونا تقدیر میں ہے تو اور وقت ہو گا اور اگر اسکی تقدیر ہی میں نہیں تو اسپر سے کوئی بلا اسکے بدلے میں سوال کے برابر دفع ہو جاتی ہے یا
یحصل له فی الآخرة من الثواب عوض ما سأل لان الدعاء عبادة والعبادة لا یکون فاعلها محروما من الثواب وقد
اسکو آخرت میں اس سوال کے بدلے ثواب ملیگا اسلیے کہ دعا عبادت ہے اور عبادت کا کرنے والا ثواب سے محروم نہیں رہتا اور
روی عن یزید الرقاشی انه قال اذا کان یوم القیمة عرض الله تعالی للعبد دعوات دعا بها فی الدنیا ولم یستجب له فیقول عبدی
یزید رقاشی سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالی بندے کو اسکی دعائیں جو دنیا میں مانگی تھیں پر قبول نہیں ہوئی تھیں دکھائے گا اور فرمائے گا اے میرے بندے
دعوتنی یوم کذا وکذا فامسکت علیک دعاءک فخذ مکان دعائک ما ادخرت لک من الثواب فلا یزال العبد
تو نے فلانے فلانے دن مجھسے یہ دعا مانگی تھی تو میں نے تیری وہ دعا روک رکھی تھی اب تو اپنی دعا کے عوض یہ لے جو میں نے تیرے لیے ثواب جمع کر رکھا ہے بس اسکو ثواب
یعطی من الثواب حتی یتمنی لیته تعالی لم یقض له حاجة قط فاذا کان کذلک یلزم للداعی ان یکون موقنا فی اجابة دعائه
برابر ملے جائیگا یہاں تک کہ یہ آرزو کریگا کاش اللہ تعالے میری کبھی کوئی حاجت پوری نکرتا تو جب یہ حال ہے تو دعا مانگنے والے کو لازم ہے کہ اس دعا کی قبولیت کا یقین
بها وبعوضها فی الدنیا او فی الآخرة لما روی انه علیه السلام قال ما من مسلم یدعو بدعوة لیس فیها اثم
کرے یا اسکے بدلے کا یا دنیا میں یا آخرت میں کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں کوئی مسلمان جو ایسی دعائیں مانگے جسمیں کچھ گناہ ہو

ولا قطیعۃ رحم الا اعطاہ اللہ بہا احدیٰ ثلث اما ان یعجل لہ دعوتہ واما ان یدخرھا لہ فی الاخرۃ واما ان یصرف عنہ
اور نہ قطع رحم مگر اللہ تعالے اسکو تین باتوں میں سے ایک ایک ضرور دیتا ہے یا تو اسکی دعا فوراً دیدیگا یا اسکو آیندہ پر رکھیگا آخرت میں اور یا اس سے کوئی مصیبت

من السوء مثلہا وفی لفظ آخر اما ان یکفر عنہ من ذنوبہ بقدر ما دعاہ وفی حدیث آخر انہ علیہ السلام قال ما من
اُسکے برابر دفع کردیگا اور دوسری عبارت میں یوں ہے کہ یا دعا کے برابر اُسکے گناہ کا کفارہ ہوجائیگا اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں کوئی

مسلم یدعو بدعاء الا اعطاہ اللہ ما سأل وکف عنہ من السوء مثلہ مالم یدع باثم او قطیعۃ رحم فالدعاء بالاثم مثل
مسلمان جو کوئی دعا مانگے مگر اسکو اللہ تعالیٰ وہ عطا فرماتا ہے جو مانگیگا یا کوئی مصیبت اسکے برابر اُس سے دور کردیتا ہے جب تک کہ گناہ کی یا قطع رحم کی دعا نکرے پس گناہ کی دعا تو اسطرح ہے

ان یقول اللہم ارزقنی شرب الخمر او قتل انسان او وطی غلام او غیر ذلک مما یحرم علیہ فعلہ والدعاء بقطیعۃ الرحم
کہ کہے الٰہی مجکو شراب کا پینا نصیب کر یا انسان کا قتل یا لڑکے سے بدفعلی یا اسکے سوا جسکا کرنا اُسپر حرام ہے اور قطع رحم کی دعا

مثل ان یقول اللہم باعد بینی وبین ابی وامی واخی وغیر ذلک فان الدعاء بہذین الوجہین لا یقبل ثم انہ اذا اراد
اسطرح ہو کہ کہے الٰہی مجھسے میرے باپ کو دور کردے یا ماں کو یا بھائی کو جدا رکھ یا اور اُسکے علاوہ بیشک یہ دونوں قسم کی دعا قبول نہیں ہوتی پھر آدمی جب مانگنے کا

ان یدعو ینبغی لہ ان یتوب اولا عن خطایاہ والآثام ویرد المظالم وحقوق الانام ثم یتوضأ ویستقبل القبلۃ ویجثو علی
ارادہ کرے تو چاہیئے کہ پہلے اپنے گناہوں اور قصوروں سے توبہ کرے اور حق تلفیاں اور لوگوں کے حقوق ادا کرے پھر وضو کرکے قبلہ رو دوزانو

رکبتیہ ثم یرفع یدیہ ویدعو بالخضوع والخشوع ویسألہ ما ادعی بہ ثلثا لما روی عن ابن مسعود ان علیہ السلام
بیٹھے پھر دونوں ہاتھ اٹھائے اور نہایت انکساری اور عاجزی سے دعا مانگے اور جو دعا کرے تین بار سوال کرے کیونکہ حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام

کان اذا دعا دعا ثلثا واذا سأل سأل ثلثا ویختار فی الدعاء الجوامع والمراد بالجوامع ما کان لفظہ قلیلا ومعناہ
جب دعا مانگتے تھے تو تین بار دعا کرتے تھے اور جب سوال کرتے تھے تین بار سوال کرتے تھے اور دعا میں جامع دعا کو پسند فرماتے اور جامع دعا سے وہ مراد ہے جسکے لفظ تھوڑے ہوں اور معنے

کثیرا وقد جمع فیہ خیر الدنیا والاخرۃ کما فی قولہ تعالی ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار ویجتنب
بہت ہوں جسمیں دنیا اور آخرت کی سب خوبیاں آجائیں جیسا کہ قول الٰہی میں ہے اے رب ہمارے دے تو ہم کو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی اور بچا ہمکو دوزخ کے عذاب سے اور دعا میں

الاعتداء فیہ وھو التجاوز عن حد المشروع فالاولی ان لا یتجاوز الدعوات المأثورۃ کیلا یعتدی فی دعائہ فیسأل ما لا یلیق بہ
زیادتی سے بچے اور زیادتی یہ ہے کہ حد شرعی سے بڑھ جائے لہذا اولی یہ ہے کہ جو دعائیں حدیثوں میں ہیں اُن سے تجاوز نکرے تاکہ دعا کے اندر زیادتی نہو پائے کہ ایسا سوال کرے جو جائز نہیں

اذ لیس کل احد یحسن الدعاء وقیل ان العلماء کانوا لا یزیدون فی الدعاء علی سبع کلمات ویشہد ہذا آخر سورۃ
کیونکہ ہر ایک اچھی دعا نہیں کرسکتا اور کہتے ہیں کہ اگلے علما دعا میں سات کلموں سے زیادہ نہیں بڑھاتے تھے اور اسکی شہادت آخر سورۂ بقرہ

البقرۃ فانہ تعالی لم یخبر فی موضع من ادعیۃ عبادہ اکثر من ذلک حیث بین فیہا انہم قالوا ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا
میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی جگہ بندوں کی دعا کو اس سے زیادہ نہیں بڑھایا جہاں یہ بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے یہ کہا اے ہمارے پروردگار نہ پکڑ ہمکو اگر ہم بھول جائیں

او اخطأنا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ واعف
یا چوک جائیں اے ہمارے پروردگار اور نہ رکھ ہمپر بوجھ جیسا کہ تونے ہمسے اگلے لوگوں پر رکھا تھا اے ہمارے پروردگار ہمپر اتنا بار نہ رکھ جسکی ہمکو طاقت نہیں اور ہم سے

عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولنا فانصرنا علی القوم الکفرین ۵ یسرنا اللہ تعالی عملا موافقا لرضائہ بلطفہ
درگذر کر اور ہمکو بخشدے اور ہمپر رحم کر تو ہمارا مالک ہے پس کفار پر ہماری مدد کر اللہ تعالی اپنی رضامندی کے موافق عمل کرنا ہمپر اپنی مہربانی سے آسان کرے

المجلس الثالث والاربعون فی بیان مسنونیۃ الصلوٰۃ عند ظہور الآیۃ المخوفۃ
تینتالیسویں مجلس مسنون ہونے کے بیان میں ظاہر ہونے کے وقت نماز کے خوفناک علامت

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم آیۃ فاسجدوا ہذا الحدیث من حسان المصابیح رواہ ابن عباس والمراد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کوئی علامت دیکھو تو سجدہ کرو یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں ہے ابن عباس اسکے راوی ہیں اور علامت سے

بالآیۃ العلامۃ التی یخوف اللہ تعالی فیہا عبادہ والمراد بالسجود الصلوٰۃ کانہ علیہ السلام قال یا ایہا الناس اذا رأیتم
مراد وہ علامت ہے جسمیں اللہ تعالی اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اور سجدہ سے مراد نماز ہے گویا نبی علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ اے لوگو جب تم کوئی ایسی

علامة من العلامات التي يخوف الله تعالى بها عباده فقوموا الى الصلوة فهذا اذا ظهر علامة من العلامات المخوفة
علامت علامتون مین سے دیکھو جس سے اللہ تعالے اپنے بندون کو ڈراتا ہو تو نماز کو کھڑے ہوجاؤ پس اس بناپر جب کوئی علامت خوفناک علامتون سے ظاہر ہو

كالكسوف والخسوف والزلازل والصواعق والامطار الدائمة والرياح الشديدة والظلمة الهائلة بالنهار والضوء الهائل
جیسے سورج گہن اور چاندگہن اور بھونچال اور بجلی کی کڑک اور بارش کی جھڑی اور سخت آندھیان اور دن مین ہولناک اندھیرا ہوجانا اور رات کو ہولناک

بالليل وعموم الامراض والخوف الغالب من العدو ونحو ذلك من الاهوال والافزاع ينبغي للناس ان يقوموا الى الصلوة
روشنی اور بیماریون کا پھیل جانا اور دشمن کا قوی خوف اور اسکے مثل اور ہول اور خوف تو لوگون کو چاہیے کہ نماز کو کھڑے ہون

ويصلون ان شاءوا ركعتين وان شاءوا اربعا لان كل ذلك من الآيات المخوفة التي يخوف الله تعالى بها عباده كما قال تعالى
اور نماز پڑھین چاہین دو رکعت اور چاہین چار رکعت کیونکہ یہ تمام خوفناک باتین ہین جنسے اللہ تعالے اپنے بندون کو ڈراتا ہو جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا

وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ اِلَّا تَخْوِيفًا وقد روي انه عليه السلام قال اذا رأيتم شيئا من هذه الافزاع فافزعوا الى الصلوة
اور نہین بھیجتے ہین ہم نشانیان مگر ڈرانے کے لیے اور روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب تم ان ہولناک چیزون مین سے کوئی چیز دیکھو تو نماز پڑھنے لگو پس نبی

فانه عليه السلام كان اذا حزنه امر فزع الى الصلوة وعند ظهور علامة من علامات العقوبات كان يأمر
علیہ السلام کو جب کسی بات سے رنج ہوتا تو نماز شروع کردیتے اور عذاب کی نشانیون مین سے کسی علامت کے ظاہر ہونے کے وقت نماز

بالصلوة والدعاء والاستغفار ويشتغل بها حتى ينكشف ذلك عن الناس لانه تعالى قد يرسل علامة من علامات
پڑھنے اور دعا مانگنے اور توبہ کرنے کا حکم دیتے اور آپ بھی انھیں مشغول رہتے یہانتک کہ لوگون پر سے وہ بات ٹل جاتی کیونکہ اللہ تعالی کبھی علامات عذاب مین سے کوئی علامت

العذاب ويخوف بها عباده ليتوبوا اليه ويتضرعوا اليه فعلم من هذا كله ان علامة من علامات العذاب اذا ظهرت
اسلیے بھیجتا ہو اور اپنے بندون کو ڈراتا ہو تاکہ اسکی طرف رجوع کرین اور اسکی درگاہ مین انکساری کرین اس تمام بیان سے معلوم ہوا کہ علامات عذاب مین سے جب کوئی علامت ظاہر ہو

فالمشروع الاشتغال بالتوبة والاستغفار وبما يرجى ان يرفع به العذاب المخوف من اعمال البر والتقوى فان كل
تو توبہ اور استغفار اور ان نیک اعمال اور تقوی مین مشغول ہونا مشروع ہو جن سے خوفناک عذاب کے دور ہوجانے کی امید ہو کیونکہ یہ

ذلك من اعظم ما يستدفع به البلاء واما الاشتغال بالمعاصي والملاهي فلا يمنع نزول البلاء بل يقوي
سب دفعیہ بلا کے لیے زبردست چیز ہو معاصی اور لہو ولعب مین مشغول ہونا پس یہ بلا کو نہین ٹالتا بلکہ بلا کی آمد کو اور قوت

وقوعه كما يدل عليه قوله تعالى وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ وقد روي ان بعض الصالحين
دیتا ہو جیسا کہ اللہ تعالی کا یہ قول دلالت کرتا ہو اور جو پہونچتی ہو تمکو کوئی مصیبت پس وہ اس سبب سے ہو جسکو کمایا تمھارے ہاتھون نے اور روایت ہو کہ کسی صالح مرد کے پاس

قد شكي اليه عن بلاء وقع فيه الناس فقال ما ارى ما انتم فيه من البلاء الا بشوم المعاصي فالعاصي مشوم
عام بلا کی کسی نے شکایت کی جسمین تمام خلقت مبتلا تھی پس اس صالح مرد نے فرمایا اس بلا کی وجہ میرے نزدیک تمھارے گناہون کی نحوست کے سوا اور کچھ نہین ہو پس گنہگار آدمی منحوس ہوتا ہے

على نفسه وعلى غيره اذ لا يؤمن ان ينزل عليه العذاب فيعم الناس خصوصا على من لم ينكر عمله لان النهي عن
اپنی جان پر بھی اور غیرون پر بھی اسلیے کہ یہ اندیشہ ہو کہ اسپر عذاب نازل ہو کر سب خلقت مین پھیل جائے خصوصًا ان لوگون پر جو اسکے عمل پر انکار نہین کرتے تھے کیونکہ بُری بات سے

المنكر واجب فاذا تركه الناس يكون جميعهم مستحقين للعذاب كما روي عن جرير بن عبد الله رض انه عليه السلام
منع کرنا واجب ہو تو جب اسکو لوگ چھوڑ دین تو سب عذاب کے مستحق ہونگے چنانچہ جریر بن عبد اللہ سے روایت ہو کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نے

قال ما من رجل يكون في قوم يعمل فيهم بالمعاصي وهم يقدرون على ان يغيروا عليه ولا يغيرون الا اصابهم منه
فرمایا نہین کوئی شخص کہ کسی قوم مین رہکر معاصی کیا کرتا ہو اور وہ لوگ اسکے منع کرنے پر قادر ہون لیکن منع نہین کرتے مگر ان سب پر مرنے سے پہلے الہی

بعقاب قبل ان يموتوا وفي حديث آخر انه عليه السلام قال ان الله تعالى لا يعذب العامة بذنوب الخاصة
اللہ کی طرف سے عذاب آئیگا اور ایک اور حدیث مین ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالے بعض لوگون کے گناہون کے سبب سے ساری خلقت کو عذاب نہین دیتا

حتى يروا المنكر بين اظهرهم وهم قادرون على ان ينكروه فلا ينكروه فاذا فعلوا ذلك عذب الله العامة
یہانتک کہ وہ لوگ اس فعل کو اپنے سامنے دیکھین اور باوجود یکہ اسکے روک دینے کی قدرت رکھتے ہون لیکن نہ روکین جب وہ ایسا کرتے ہین تو پھر اللہ تعالے عوام و خواص سب کو عذاب

والخاصة فان المنكر اذا ظهر بين الناس يجب على كل من يراه ان يغيره فان لم يغيروه فكلهم عاص بعضهم بفعله
دیتا ہے کیونکہ فعل بد جب لوگون مین ظاہر ہو تو جو دیکھے اُسپر اُسکا منع کرنا واجب ہے پس اگر منع نکرین تو سبکے سب گنہگار ہین بعضے تو خود عمل بد کرنے کی وجہ سے

وبعضهم برضائه وقد جعل الله تعالى بحكمه وحكمته الراضي بمنزلة العاصي ولهذا قال الله تعالى واتقوا فتنة
اور بعضے اُسکے پسند کرنے کی وجہ سے اور اللہ تعالی نے بمقتضا اپنے حکم اور حکمت کے پسند کرنے والے کو گنہگار کے برابر ٹھہرایا ہے اور اسی لیے اللہ تعالی نے فرمایا او بچتے رہو اُس فساد سے

لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة قال ابن عباس رضی فی تفسیر هذه الآیة قد امر الله المؤمنین ان لا یقروا المنکر
کہ نہ پہونچیگا تم مین سے صرف ظالمون پر ابن عباس رضی اُس آیت کی تفسیر مین کہتے ہین کہ اللہ تعالی نے مؤمنون کو حکم کیا ہے کہ برا کام اپنے درمیان

بين اظهرهم فيعمهم العذاب فانظر ايها العاقل ان عاقر الناقة كان واحدا من قوم صالح النبي عليه السلام
نرہنے دین جس سے سبکو عذاب عام ہو جائے پس اے دانشمند دیکھ تو کہ حضرت صالح پیغمبر علیہ السلام کی قوم مین اونٹنی کا کاٹنے والا ایک ہی تھا

كما اخبر الله به حيث قال فنادوا صاحبهم فتعاطى فعقر فتبعه ثمانية فكانوا تسعة كما بينه الله حيث قال وكان
جیساکہ اللہ تعالی نے اُسکی خبر دی ہے جہان فرمایا پھر پکارا اپنے رفیق کو پس اُسنے ہاتھ لپکایا اور کاٹا پھر اُسکے ساتھ آٹھ آدمی ہو گئے تو وہ کل نو ہو گئے جیساکہ اللہ تعالی نے بیان کیا جہان فرمایا اور

في المدينة تسعة رهط يفسدون في الارض ولا يصلحون فانزل الله تعالى العذاب على قوم صالح النبي عليه السلام
اُس شہر مین نو شخص تھے کہ فساد کرتے تھے زمین مین اور بھلائی نکرتے تھے پھر اللہ تعالے نے حضرت صالح نبی علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کیا

واهلكهم وشمل الاصاغر والبهائم من العذاب ما شمل الاكابر حين لم ينهوا عاقر الناقة عن عقرها وكذلك
اور سبکو ہلاک کر دیا اور بچون اور جانورون پر وہ عذاب آیا جو بڑون پر اونٹنی کے قاتل کو قتل سے منع نکرنے کے وقت آیا تھا اور ایسے ہی

سائر الامم المهلكة شمل العذاب صغارهم وكبارهم ونساءهم وحيواناتهم ولهذا كان الله تعالى يامر الانبياء عليهم السلام
اور تمام امتیں جو ہلاک ہوئین کہ اُنکے بچون اور بڑون اور عورتون اور جانورون کو عذاب نے گھیر لیا اور اسی لیے اللہ تعالے انبیا علیہم السلام کو حکم دیتا تھا

ان يخرجوا مع المؤمنين من بين قومهم قبل نزول العذاب مع كون القدرة صالحة لانجائهم وان قعدوا في اماكنهم لكن لا تبديل
کہ مسلمانون کو ساتھ لیکر عذاب آنے سے پیشتر اپنی قوم مین سے نکل جائین باوجودیکہ اُسکو قدرت ہے کہ اُنکو بچالے اگرچہ وہ اپنے مکانون ہی مین بیٹھے رہین لیکن عادت الٰہی

لسنة الله تعالى وقد كان من قاعدة العذاب انه اذا نزل بقوم يعم المستحق وغيرهم ثم يبعثون على نياتهم كما جاء في
مین تبدیلی نہین ہوتی اور قاعدہ عذاب کا یون ہی جاری تھا کہ جب کسی قوم پر نازل ہوتا تو مستحق وغیرہ سب پر عام ہو جاتا پھر اپنی اپنی نیت پر اُٹھائے جاتے جیساکہ صحیح بخاری اور

الصحيحين عن عبد الله بن عمر رضی انه عليه السلام قال اذا انزل الله بقوم عذابا اصاب من كان فيهم ثم يبعثون على نياتهم
مسلم مین عبداللہ بن عمر رضی کی روایت سے آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب اللہ تعالے کسی قوم پر عذاب بھیجتا ہے تو جتنے وہان ہون سبکو پہنچتا ہے پھر اپنی اپنی نیتون پر اٹھائے جاتے

وروي عن مالك بن دينار انه قرأ هذه الآية وكان في المدينة تسعة رهط يفسدون في الارض ولا يصلحون
اور مالک بن دینار رحمہ سے روایت ہے کہ اُنھون نے یہ آیت پڑھی اور اُس شہر مین نو شخص تھے جو ملک مین خرابی پھیلاتے تھے اور اصلاح نکرتے تھے

قال فكم اليوم في كل محلة وكل جماعة من يفسد في الارض ولا يصلح مع انه تعالى يقول فليحذر الذين يخالفون عن
فرمایا آج ہر محلہ اور ہر جماعت مین کتنے ہین جو زمین مین فساد کرتے ہین اور اصلاح نہین کرتے باوجودیکہ اللہ تعالے فرماتا ہے پس ڈرتے رہین وہ لوگ کہ مخالفت کرتے ہین اُسکے

امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم وقد روي عن ام سلمة رضی انها قالت سمعت رسول الله صلى الله
حکم کی اس بات سے کہ پہونچے اُنکو کوئی فتنہ یا پڑے اُنپر سخت عذاب اور ام سلمہ رضی سے روایت ہے کہ وہ کہتی ہین کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے

عليه وسلم يقول اذا ظهرت المعاصي في امتي عمهم الله بعذاب من عنده فقلت يا رسول الله اما فيهم ناس صالحون
سنا کہ فرماتے تھے کہ جب میری امت مین گناہ ظاہر ہونگے تو اللہ تعالے اپنے پاس سے سب پر عام عذاب کریگا مین نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اُنمین نیک لوگ نہونگے

قال بلى قلت كيف يصنع اولئك قال يصيبهم ما اصاب الناس ثم يصيرون الى مغفرة الله
فرمایا کیون نہین مین نے عرض کیا اُنکا کیا حال ہوگا فرمایا اُنپر بھی وہی آئیگا جو سب لوگون پر آیا پھر اللہ تعالے اُنکو بخشدیگا

ورضوانه فالظاهر من هذا الحديث ان المؤمن اذا انكر بقدر استطاعته ولم يغير المنكر يعمه العقاب
اور راضی ہو جائیگا اب اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مؤمن جب حتی الامکان بیزار رہے اور برائی بند نکرے تو دنیا مین عذاب اُسکو بھی

في الدنيا دون الآخرة ويدل عليه ايضا ما روي عن عائشة رضي الله عنها انها قالت يا رسول الله ان الله تعالى اذا

شامل ہو جائیگا لیکن آخرت میں نہوگا اور اسپر وہ مضمون بھی دلالت کرتا ہے جو حضرت عائشہ رضی سے مروی ہے کہ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ اپنا قہر

انزل سطوته باهل الارض وفيهم صالحون افيهلكون بهلاكهم فقال يا عائشة ان الله تعالى اذا انزل

جب زمین والوں پر اتاریگا اور انمیں نیک لوگ بھی ہونگے توکیا وہ بھی انکے ساتھ ہلاک کردیے جائینگے تو فرمایا اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ جب اپنا قہر

سطوته باهل نقمته وفيهم صالحون فيصيبون معهم ثم يبعثون على نياتهم والمرء لا يسمى صالحا الا اذا انكر بقدر

عذاب والوں پر نازل کرتا ہے اور انمیں نیک لوگ بھی ہوتے ہیں تو وہ بھی انکے ساتھ مصیبت میں آجاتے ہیں پھر اپنی اپنی نیتوں پر اٹھائے جاتے ہیں اور آدمی صالح نہیں کہا جاتا مگر جب ہی کہ اپنی مقدور بھر

وسعه واما من داهن واحتنب عن الانكار مع استطاعته فانه يصير من الفاسقين لا من الصالحين وقد ضرب رسول الله

انکار کرتا رہے اور جسنے سستی کی اور قدرت کے ہوتے انکار نہ کیا تو وہ فاسقوں میں ہو جاتا ہے نہ نیکوں میں اور رسول اللہ صلے اللہ

صلى الله عليه وسلم للمداهن في حدود الله والواقع فيها مثلا فقال عليه السلام مثل المداهن في حدود الله تعالى

علیہ وسلم نے حدود الٰہی میں سستی کرنے والے اور خود اسمیں پڑنے والے کی ایک مثال بیان فرمائی ہے پس فرمایا آنحضرت علیہ السلام نے کہ حدود الٰہی میں سستی کرنیوالے

والواقع فيها مثل قوم استهموا سفينة فصار بعضهم في سفلها وجاء بعضهم في علاها فكان الذي في اسفلها

اور خود اسمیں پڑنے والے کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کہ ایک قوم نے ایک کشتی بانٹ لی پھر کوئی تو نیچے کے درجے میں ہو گیا اور کوئی اوپر کے درجے میں آیا اور جو نیچے کے درجے میں

يمر بالماء على الذين في علاها فتاذوا به فاخذ فاسا فجعل ينقر السفينة فاتوه فقالوا مالك فقال تاذيتم بي

وہ پانی لینے کے لیے اوپر والوں کے پاس ہوکر گذرا کرتا تھا پس انکو اس سے ایذا ہوئی لہٰذا ایک کلہاڑا لے کر وہ کشتی میں چھید کرنے لگا تب وہ اسکے پاس آگئے اور کہا یہ تو کیا کرتا ہے کہا تمکو میرے ہونے سے ایذا

ولا بد لي من الماء فان اخذوا على يديه انجوه ونجوا انفسهم وان تركوه اهلكوه واهلكوا انفسهم فانه

اور پانی مجھے ضرور ہی چاہیے اب اگر انھوں نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا تو اسکو بچا لیا اور اپنی جان بھی بچائی اور اگر اسکو چھوڑ دیا تو اسکو ہلاک کیا اور اپنی جان بھی ہلاک کی پس

عليه السلام قد ادرج في تمثيله هذا جملة من الفوائد منها ان الدين كالسفينة فان السفينة كما تكون

نبی علیہ السلام نے اس تمثیل میں کئی فائدے بیان کر دیے ایک یہ ہے کہ دین جہاز کے مثل ہے پس جیسے جہاز

سببا للنجاة في الدنيا كذلك الدين يكون سببا للنجاة في الآخرة ومنها ان سكوت اهل السفينة عمن يريد

دنیا میں ڈوبنے سے نجات کا سبب ہے ایسے ہی دین آخرت میں نجات کا سبب ہے اور ایک یہ ہے کہ کشتی والوں کا کشتی میں چھید کرنے والے سے

ان ينقرها كما يكون سبب هلاكهم في الدنيا كذلك سكوت المسلمين عن الفاسق وعدم الانكار عليه يكون

خاموش رہنا جسطرح دنیا میں انکی ہلاکت کا سبب ہے ایسے ہی فاسق سے مسلمانوں کا خاموش رہنا اور اسکو منع نہ کرنا دنیا

سببا لهلاكهم في الدنيا والآخرة ومنها ان قول الناقر انما انقر في حصتي كما لا ينجي من كان في السفينة من

اور آخرت میں انکی ہلاکت کا سبب ہے اور ایک یہ ہے کہ سوراخ کرنے والے کا یہ کہنا کہ میں تو خاص اپنے حصے میں چھید کرتا ہوں جیسے اوروں کو جو کشتی میں ہیں

الهلاك كذلك لا ينجي المؤمنين من الاثم والعقوبة قول الجاني انما اجني على ديني لا على دينكم عليكم انفسكم

ہلاکت سے نہیں بچاتا ایسے ہی اور مومنین کو گنہگار کا یہ قول گناہ اور عقوبت سے نہیں بچا تاکہ میں تو صرف اپنے دین میں خرابی کرتا ہوں نہ کہ تمہارے دین میں تم اپنی خبر رکھو

ما تريدون مني لي عملي ولكم عملكم كل شاة تعلق بعرقوبها ونحو هذه الكلمات التي تجري على السنة العوام

تم کو مجھسے کیا مطلب میرا کیا میرے لیے ہے اور تمہارا کیا تمہارے لیے ہر ایک بکری اپنے پیر سے بندھتی ہے اور ایسی ایسی اور باتیں جو عوام کی زبان پر آیا کرتی ہیں

الذين لا يعلمون ان شوم فعله وسوء عاقبته فساده يشمل الجميع ومنها ان قيام اهل السفينة ومنع من يريد

جنکو یہ خبر نہیں کہ انکے فعل کی نحوست اور انجام بد کی خرابی سب کو شامل ہو جاتی ہے اور ایک یہ ہے کہ اہل سفینہ کا کھڑے ہوکر اسکا منع کرنا جو کشتی

خرقها كما يكون سببا لنجاة جميع اهل السفينة من الغرق كذلك قيام اهل الدين ومنع المنكر يكون سببا

توڑتا ہو جسطرح کہ تمام اہل سفینہ کے ڈوبنے سے نجات کا سبب ہے ایسے ہی دینداروں کا مستعد ہوکر کھڑا ہونا اور برائی سے روکنا گناہ اور

لنجاة جميع المسلمين من الاثم والعقوبة ومنها ان خرق السفينة كما لا يقدم عليه الا من هو احمق يستحسن

عقوبت سے تمام مسلمانوں کی نجات کا سبب ہوتا ہے اور ایک یہ ہے کہ کشتی کے توڑنے پر جسطرح پیشقدمی وہی کریگا جو احمق ہوکر درحقیقت بری چیز

ما هو قبیح فی الحقیقة ولا یعلمه هلاکه کذلک لا یقدم علی المعصیة الا من یستحسنها ولا یعلم ما فیها من
بُری ہو اُسکو اچھا سمجھے اور اپنے ڈوبنے کی خبر نہو ایسے ہی معصیت پر وہی پیشقدمی کریگا جو اسکو اچھا سمجھے اور اسمین جو بڑا گناہ
عظیم الاثم والیم العقاب اذ لو علم یقینا انه بمعصیته یفعل فی دینه من الضرر ما یفعله خارق السفینة لما اقدم
اور دردناک عذاب ہو اسکو نجانے کیونکہ اگر یقینا یہ جانتا کہ اپنی معصیت سے اپنے دین کا اسقدر نقصان کریگا جسقدر کہ کشتی کا توڑنے والا کرتا ہو تو معصیت پر کبھی
علیها ابدا ومنها ان واحدا من اهل السفینة اذا انکر علی الذی یرید خرقها واعترض علیه احد منهم فان ذلک
قدم نہ اٹھاتا اور ایک یہ ہو کہ کوئی اہل سفینہ میں سے جب اسکو منع کرے جو کشتی توڑتا ہو اور اُس منع کرنے والے پر کوئی انمین سے اعتراض کرے کہ تجھ سے کیا مطلب تو بیشک جیسا کہ
المعترض کما ینسب الی الحمق وقلة العقل وعدم العلم بعاقبة هذا الفعل من جهة کون المانع من الخرق
یہ اعتراض کرنے والا احمق اور بیوقوف اور اس حرکت کے انجام سے ناواقف سمجھا جائے گا اسوجہ سے کہ کشتی کے توڑنے سے منع کرنے والا
ساعیا فی نجاة المعترض وغیره من الهلاک کذلک من یعترض علی من یغیر المنکر لا یعترض علیه الا من عظیم
اس معترض اور اسکے سوا سب کی ہلاکت سے نجات مین کوشان ہو اسی طرح جو شخص اسپر اعتراض کرے جو برائی سے منع کرتا ہو تو اُسپر اعتراض اپنی بڑی حماقت
حمقه وقلة عقله وعدم علمه بعاقبة المعصیة وشومها فان من یغیر المنکر یکون قائما باسقاط الفرض
اور کم عقلی اور معصیت کے انجام اور نحوست کی نادانی ہی کیوجہ سے ہے کیونکہ جو شخص برے کاموں سے روکتا ہو تو وہ اُس فرض کو ساقط کرتا ہے
المتوجه علی المعترض وغیره وساعیا فی نجاتهم من الاثم وخلاصهم من العقوبة ومنها ان اهل السفینة اذا سکتوا عمن
جو معترض وغیرہ سب پر ہے اور اُنکو گناہ سے بچانے اور عقاب سے چھڑانے مین کوشش کرتا ہو اور ایک یہ ہو کہ کشتی والے اگر اُس سے خاموش رہین جو
یرید خرقها ولم یمنعوه فانهم کما یکونون سواء فی الهلاک معه لا یمیز الخارق من غیره ولا الصالح من الطالح
اسکو توڑنا چاہتا ہو اور اُسکو منع نکرین تو جسطرح کہ یہ سب اُسکے ساتھ ہلاکت مین برابر ہونگے اور توڑنے والے وغیر توڑنے والے مین کچھ فرق نہوگا اور نہ نیک اور بد مین اسیطرح
اهل الاسلام اذا سکتوا عن تغییر المنکر یعمهم العذاب ولا یمیز بین مرتکب الاثم وغیره ولا بین الصالح منهم وغیره ولذلک
اہل اسلام جب گناہ کے روکنے سے سکوت کرینگے تو سب پر عذاب آیگا اور اُس گناہ کو کرنے والے اور غیر کرنے والے مین کوئی فرق نہوگا اور نہ اُنکے نیک و غیر نیک مین اور اسی لیے
قال النبی علیه السلام لا تزال لا اله الا الله ینفع من قالها وترد عنهم العذاب والنقمة ما لم یستخفوا بحقها قالوا یا رسول الله
نبی علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ ہمیشہ اُنکو فائدہ دیتا رہیگا جو اسکو پڑھے اور اُسپر سے عذاب اور قہر کو ہٹاتا رہیگا جبتک کہ اُسکے حق کو خفیف نسمجھین عرض کیا یا رسول اللہ
وما الاستخفاف بحقها قال تظهر العمل بمعاصی الله تعالی فلا ینکر ولا یغیر فانه علیه الصلوة والسلام اخبر فی هذا
اُسکے حق کا کیونکر استخفاف ہوتا ہو فرمایا جب اعمال بد ظاہر ہونے لگین اور کوئی اُسکو منع نکرے اور نہ کوئی اُسکو بند کرے پس نبی علیہ السلام نے اس حدیث مین
الحدیث ان ترک الانکار والتغییر یکون استخفافا بکلمة التوحید فلا یرد العذاب عن الناطقین بها لکن ینبغی
بتلا دیا کہ انکار اور تغیر کے ترک کرنے مین کلمۂ توحید کا استخفاف ہوتا ہے پس کلمہ پڑھنے والون سے عذاب کو دفع نہین کریگا لیکن یہ بھی
ان یعلم ان الفعل الذی یجب انکاره یشترط ان یکون منکرا سواء کان من الصغائر او من الکبائر لان وجوب
جاننا چاہیے کہ جس کام سے انکار کرنا واجب ہو اسکا برا ہونا شرط ہو خواہ صغیرہ ہو خواہ کبیرہ اسواسطے کہ انکار کا واجب
الانکار لا یختص بالکبائر بل یعم الصغائر ایضا ولا یشترط فی کونه منکرا ان یکون معصیة فان من رای صبیا او مجنونا
ہونا کبیرہ گناہون کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ صغائر کو بھی شامل ہے اور برا ہونے مین یہ شرط نہین کہ معصیت ہو کیونکہ جو شخص چھوٹے لڑکے یا پاگل کو
یشرب الخمر فعلیه ان یریق خمره ویمنعه عن الشرب وکذا لو رای واحدا منهما یفعل شیئا من المنکرات یجب
شراب پیتا دیکھے تو اُسکو چاہیے کہ شراب گرا دے اور اُسکو پینے سے منع کرے اور ایسے ہی اگر کسی کو اُن دونون مین سے کوئی اور برا کام کرتے ہوئے دیکھے تو اُسپر
علیه ان یمنعه ولیس هذا المنع لکون فعلهما معصیة اذ لا یسمی فعلهما معصیة بل لکونه منکرا ومما ینبغی ان
واجب ہے کہ اُسکو منع کرے اور یہ ممانعت اسلیے نہین کہ اُنکا فعل معصیت ہو اسلیے کہ اُن دونو کے فعل کو معصیت نہین کہتے بلکہ اسلیے ہو کہ یہ فعل برا ہو اور یہ بھی جاننے کی
یعلم ایضا ان تغییر المنکر لا یختص بالحاکم ولا یتوقف علی اذنهم بل یجب علی کل احد بحسب استطاعته
بات ہے کہ بری بات سے روکنا حاکم کے ساتھ مخصوص نہین اور نہ اُنکی اجازت پر موقوف ہے بلکہ ہر ایک پر اُسکی قدرت کے موافق واجب ہے

وان لم يكن ماذونا من جهتهم سواء كان رجلا او امرأة او حرا او عبدا كما عليه الاجماع لما روي عن ابي سعيد الخدري رض
اگرچہ انکی طرف سے اجازت نہ دیگئی ہو خواہ مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام چنانچہ اسی پر اجماع ہوا اسلیئے کہ ابو سعید خدری سے روایت ہو

انه عليه السلام قال من رأى منكم منكرا فليغيره بيده وان لم يستطع فبلسانه وان لم يستطع فبقلبه وذلك
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو کوئی تم مین سے برا کام دیکھے تو چاہیئے کہ ہاتھ سے روک دیوے اور اگر یہ طاقت نہو تو زبان سے اور اگر یہ بھی طاقت نہو تو دل سے اور یہ

اضعف الايمان فقوله عليه السلام فليغيره امر ايجاب بالاجماع وقوله من رأى منكم عام يشمل الوجوب على
ادنی ایمان ہی پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ روک دیوے بالاتفاق ایجاب کا حکم ہے اور آپکا یہ قول کہ جو کوئی تم مین سے دیکھے عام ہے تمام امت کو یہ

جميع الامة لكن قوله تعالى ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر يدل على
وجوب شامل ہو لیکن اللہ تعالی کا یہ قول اور چاہیئے کہ رہے تم مین ایک جماعت جو نیک کام کی طرف لوگون کو بلاتی رہے اور عمدہ باتین سکھاتی اور بری باتون سے منع کرتی رہے اس بات پر دلالت کرتی ہے

انه فرض كفاية وفرض الكفاية اهم من فرض العين والاشتغال به افضل من الاشتغال بفرض العين لان من
کہ یہ فرض کفایہ ہے اور فرض کفایہ فرض عین سے زیادہ قابل اہتمام ہے اور فرض کفایہ مین مشغولی فرض عین مین مشغولی سے افضل ہے اسواسطے کہ جو

يترك فرض العين يختص هو بالاثم ومن يفعله يختص هو باسقاط الفرض عن نفسه واما فرض الكفاية فلو ترك
فرض عین چھوڑیگا تو خاص وہی گنہگار رہوگا اور جو شخص اسکو ادا کریگا تو وہ اپنے ذمے کا فرض ساقط کرنے کے ساتھ وہی مخصوص ہوگا اور فرض کفایہ کو اگر ترک کریگا

ياثم الجميع ولو فعل يسقط الاثم عن الجميع ففاعله ساع في صيانة جميع الامة عن الاثم ولا شك ان من قام
تو سب گنہگار رہونگے اور اگر ادا کریگا تو سب سے گناہ ساقط ہو جایگا پس فرض کفایہ کا کرنے والا تمام امت کو گناہ سے بچانے مین سعی کرتا ہے اور اسمین شک نہین کہ جو شخص

مقام جميع المسلمين في اقامة مهم من مهمات الدين يكون افضل ولذلك قال النبي عليه السلام من امر بالمعروف
ضروری دینی کام کے قائم کرنے مین تمام مسلمانون کا قائم مقام ہو وہ افضل ہے اسی واسطے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ جو شخص نیک کام بتلاوے

ونهى عن المنكر فهو خليفة الله تعالى في ارضه وخليفة كتابه ورسوله وانما كان كذلك لان الانبياء ما بعثوا الا للامر
اور بد کام سے روکے وہ اللہ کی زمین مین اللہ تعالی اور اسکی کتاب اور رسول کا خلیفہ ہے اور یہ اسلیئے ہے کہ انبیا علیہم السلام نیک کام سکھانے اور

بالمعروف والنهي عن المنكر وذلك وظيفتهم التي جاءوا بها فمن تبعهم فيها وامر ونهى يكون نائبا عنهم في هذا الامر
بری کامون سے روکنے ہی کیلیئے بھیجے گئے ہین اور یہی انکا مقررہ کام ہے جسکو وہ لیکر آئے ہین سو جو شخص اس بات مین انکی پیروی کی اور نیک کام بتلاوے اور برے کام سے منع کیا وہ اس بڑے کام مین انکا

العظيم وتلي منزلته منزلتهم في هذا الخطب الجسيم سواء كان حاكما او ماذونا من جهته او غير ماذون نعم من كان
نائب ہوا اور اس کا درجہ اس کار عظیم مین انکے درجہ سے قریب جا ملا خواہ وہ حاکم ہو یا انکی طرف سے اجازت دیگئی ہو یا غیر ماذون ہو ہان جو شخص

حاكما او ماذونا من جهته يتعين عليه ذلك ويكون له من اقامة الحدود والتعزير ما ليس لغيره من المسلمين
حاکم ہو یا حاکم کی طرف سے ماذون ہو تو اسکے ذمہ بات متعین ہے اور اسکو حدود اور تعزیر کے قائم کرنے مین وہ اختیارات ہونگے جو اور کسی مسلمان کو نہین

واذا اهمل فعلى كل مسلم ان يأمر بالمعروف وينهى عن المنكر بمقدار طاقته ثم ان كان الوالي راضيا به فبها و
اور جب وہ سستی کرے تو ہر ایک مسلمان کو لازم ہے کہ نیک کام کا حکم اور برے سے ممانعت اپنی قدرت کے موافق کرے پھر اگر حاکم اسپر خوش ہو تو خیر اور

ان لم يكن راضيا بل كان ساخطا فسخطه منكر يجب الانكار عليه لان العلماء قد فهموا من العمومات الواردة في الامر
اگر راضی نہو بلکہ ناخوش ہو تو اسکی ناخوشی بھی ایک برا فعل ہے اسپر انکار چاہیئے اس لیئے علما نے ان عمومات سے جو امر بالمعروف اور

بالمعروف والنهي عن المنكر دخول الامراء والسلاطين تحت تلك العمومات فكيف يحتاج الى اذنهم في الانكار عليهم
نہی عن المنکر کے بارہ مین آئی ہین امرا اور سلاطین کا بھی ان عمومات مین داخل ہونا سمجھا ہے پھر بھلا انپر انکار کے لیئے انکی اجازت کی کیا حاجت ہے

وقد كان من عادات السلف الانكار على الامراء والسلاطين كما روي ان المامون بن هارون الرشيد بلغه ان
اور امرا و سلاطین کا منع کرنا متقدمین کی عادت مین داخل تھا جیساکہ روایت ہے کہ مامون بن ہارون رشید کو خبر پہنچی کہ

رجلا يطوف في الناس ويامرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر ولم يكن مامورا بذلك من عنده فامر ان يدخل عليه فلما قام
ایک شخص لوگون مین گشت کیا کرتا ہے اور بھلی بات کا حکم اور برائی سے ممانعت کیا کرتا ہے حالانکہ مامون کیطرف سے مامور نہین ہے پس مامون نے اسکے حاضر کرنیکا حکم دیا جب وہ سامنے آکر

بین یدیہ قال بلغنی انک رأیت نفسک اھلا للامر بالمعروف والنھی عن المنکر وکان المامون جالسا علی کرسیہ ینظر
کھڑا ہوا تو مامون نے کہا مجھکو خبر ملی ہے کہ تو اپنے کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لائق سمجھتا ہے اور مامون کرسی پر بیٹھا ہوا ایک کتاب دیکھ رہا

فی کتاب فغفل فوقع منہ الکتاب فصار تحت قدمہ من حیث لا یشعر فقال لہ الرجل ارفع قدمک عن اسماء اللہ ثم
تھا کہ اسنے مین غافل ہوگیا اور کتاب اُس سے گر پڑی اور پیر کے نیچے آگئی اسطرح کہ اُسکو خبر نہوئی تو اُس شخص نے اُس سے کہا اللہ کے نامون پر سے اپنا پیر اُٹھا پھر

قال ما شئت فلم یفھم المامون مرادہ فقال ماذا تقول حتی اعادہ ثلثا ولم یفھم فقال ھل ترفع ام تاذن لی حتی ارفع
جو چاہے وہ کہہ مامون اُسکا مطلب نہ سمجھا پس کہا تو کیا کہتا ہے آخر اُس شخص نے تین بار یہی کہا اور وہ نہ سمجھا پھر اُس شخص نے کہا کہ کیا تو اُٹھاتا ہے یا مجھکو اجازت دیتا ہے کہ مین

فقال اذنت فلما توجہ الرجل الی الرفع نظر المامون فرای الکتاب تحت قدمہ واخذہ وقبلہ ثم عاد وقال لم تامر بالمعروف
اُٹھا دون مامون نے کہا کہ مین نے اجازت دی جب وہ شخص اُٹھانے کو جھکا تو مامون کی نظر پڑی تو کتاب پیر کے نیچے دیکھا اور اُٹھا کر چوم لیا اور وہی کہنے لگا تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

وتنھی عن المنکر وقد جعل اللہ ذلک الینا ونحن من الذین قال اللہ تعالی فیھم الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ
کیون کرتا ہے یہ کام تو اللہ تعالے نے ہمارے حوالے کیا ہے اور ہم اُن لوگون مین سے ہین جنکے حق مین اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ وہ لوگ ہین کہ اگر ہم اُنکو دنیا مین قدرت دین تو نماز پڑھین اور

واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر فقال الرجل صدقت یا امیر انت کما وصفت نفسک من السلطان
زکوۃ دین اور حکم کرین بھلے کام کا اور منع کرین برے کام سے تب اُس شخص نے کہا اے امیر المومنین تم سچ کہا واقعی تم ویسے ہی ہو جیسا کہ تمنے اپنا وصف سلطنت اور قدرت کا

والتمکن غیر انا اعوانک واولیاؤک فیہ لا ینکر ذلک الا من لا یعرف کتاب اللہ تعالی وسنۃ رسولہ اما الکتاب فقولہ تعالی
بیان کیا لیکن ہم بھی تمہارے اس باب مین مددگار اور ساتھی ہین اسکا انکار وہی کریگا جو اللہ تعالی کی کتاب اور اُسکے رسول کی حدیث کو نہین جانتا ہو قرآن مین تو یہ آیت ہے

والمؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واما السنۃ فقولہ علیہ السلام
اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتین ایک دوسرے کے مددگار ہین بتلاتے ہین نیک بات اور منع کرتے ہین بری بات سے اور حدیث مین پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ ارشاد ہے

المؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضا وھذا کتاب اللہ وسنۃ رسولہ فان انقدت لھما شکرت لمن اعانک بحرمتھما
مسلمان بمنزلہ عمارت کے ہین کہ ایک دوسرے کو قوت اور مدد دیتا ہے یہ اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول کی حدیث ہے پس اگر تو ان دونوکا مطیع ہے تو اُسکا شکرگزار ہو جو اُنکی تعمیل مین تیری مدد کرے

وان لم تنقد لھما لزمک منھما فان الذی الیہ امرک وبیدہ عزک قد شرط ان لا یضیع اجر من احسن عملا فافعل الآن
اور اگر تو ان دونون کا مطیع نہین ہے تو ان دونون کا وبال تیرے سر ہے بیشک جسکی طرف تیرا مآل ہے اور جسکے ہاتھ مین تیری عزت ہے اُسنے شرط کی ہے کہ نیکوکار کا اجر ضائع نہین کرتا اب جو چاہے

ما شئت فتعجب المامون من کلامہ وسر بہ وقال مثلک یلیق ان یامر بالمعروف وینھی عن المنکر فامض علی ما کنت علیہ
سو کر پس مامون کو اُسکے کلام سے تعجب آیا اور اُس سے خوش ہو کر کہا تجھ جیسا شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لائق ہے جا اُسی مین لگا رہ جس پر تو قائم تھا

فاستمر الرجل علی ذلک وقد جری کثیر من ذلک الجماعۃ من السلف وقالوا لیس من مقتضی رحمۃ اھل المعاصی ترک
سو وہ شخص اُسی حال پر رہا اور ایسے بہت لوگ سلف مین گذرے ہین وہ یہ کہتے ہین کہ گنہگارون پر رحمت کا یہ مقتضا نہین کہ اُنکو

الانکار علیھم وعدم التعرض لھم بل من کمال الرحمۃ لھم الانکار علیھم وردھم الی المنھج القویم والصراط المستقیم فان المؤمن
منع نکرے اور اُنکے حال سے متعرض نہو بلکہ اُنکے حال پر بڑی رحمت یہی ہے کہ اُنکو منع کرتا رہے اور اُنکو روک کر شاہ راہ استوار اور طریق راست پر لائے کیونکہ

اذا سمع باسیر من اساری المسلمین فی ارض العدو یرحمہ ویبذل مالہ ونفسہ فی تخلیصہ فکیف لا یجتھد فی تخلیص
ایمان والا جب دشمن کے ملک مین مسلمان قیدیون مین سے کسی قیدی کو سنتا ہے تو اُسپر رحم کرتا ہے اور اپنا مال اور جان اُسکے چھڑانے مین خرچ کرتا ہے پھر بھلا اپنے بھائی مسلمان کو چھڑانے اور بچانے

اخیہ المسلم وانقاذہ اذا راٰہ اسیر نفسہ وشیطانہ وھما اعدی عدوہ فان اعرض عنہ وترک اسیرا لھما فذلک
مین کیونکر کوشش نکرے جب اُسکو اپنے نفس اور شیطان کا قیدی دیکھے حالانکہ یہ دونون سب سے بڑے دشمن ہین پس اگر اُس سے اعراض کرے اور نفس اور شیطان کا قیدی رہنے دے تو یہ

من جھلہ فان المؤمن بانقاذ اسیر من ید عدوہ الاصغر یکون ثوابہ ما ذکرہ اللہ تعالی فی کتابہ بقولہ ومن
اُسکی جہالت ہے کیونکہ چھوٹے سے دشمن سے قیدی کے چھڑانے مین جب مومن کو یہ ثواب ہے جسکو اللہ تعالے نے اپنی کتاب مین ذکر کیا ہے اس قول مین اور جسنے

احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا فما ظنک بمن انقذ اسیر المعاصی من ید عدوہ الاکبر وقد اقام العلماء
جلائی ایک جان تو گویا جلایا سب لوگون کو تو پھر بھلا اُسکی نسبت تیرا کیا خیال ہے جو معاصی کے قیدی کو بڑے دشمن کے ہاتھ سے خلاصی دے اور بیشک علمانے

الامر بالمعروف والنہی عن المنکر مقام جہاد لان منع المسلمین من المعاصی التی تفضی الی دخول النار افضل من قتال الکفار
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو جہاد کے قائم مقام مقرر کیا ہے کیونکہ مسلمانوں کو معاصی سے روکنا جو دوزخ میں داخل ہونے کے سبب ہیں کفار کے قتال سے افضل ہے

فکما لا یجوز فی الجہاد ان یفر واحد من اثنین کذلک فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر من رأی رجلین علی منکر
پس جیسے جہاد میں جائز نہیں کہ ایک شخص دو کے مقابلے سے بھاگ جائے ایسی ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں جو شخص دو شخصوں کو کسی برائی پر دیکھے

لا یجوز له ان یترکہما علی منکر بل یجب علیه ان یأمر وینہی وان کانوا اکثر وخاف علی نفسه فہو فی سعة من
تو اسکو جائز نہیں کہ انکو برائی پر چھوڑ دے بلکہ اسپر واجب ہے کہ حکم کرے اور منع کرے اور اگر زیادہ ہوں اور اسکو اپنی جان کا خوف ہو تو چھوڑ دینے کی اسکو

ترکہم لکن الانکار اولی وافضل اذ قد قیل من قدر علی انکار المعاصی مع الخوف علی نفسه کان انکارها
گنجائش ہے لیکن منع کرنا اولے اور افضل ہے اسلیے کہ کہتے ہیں جسکو معاصی پر انکار کرنے کی طاقت ہو باوجودیکہ جان کا خوف ہے تو اسکی ممانعت ہی

مندوبا الیه ومحثوثا علیه لان المخاطرة بالنفوس فی اعزاز الدین مأمور بها کما فی قتال الکفار والبغاة وقد روی
مستحب ہے اور نہایت مرغوب کیونکہ اعزاز دین کے لیے جان کو خطرہ میں ڈالنے کا حکم ہے جیسے کفار اور باغیوں کے قتل میں اور روایت ہے

ان رجلا سأل النبی علیه السلام ای الجہاد افضل فقال کلمة حق عند سلطان جائر فانه علیه السلام جعل
کہ کسی شخص نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے پوچھا کونسا جہاد افضل ہے فرمایا حق بات ظالم حاکم کے سامنے پس نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے حق بات کو

کلمة حق عند سلطان جائر افضل الجہاد لان قائلہا یجود بنفسه لاعلاء کلمة الحق ونصرة الدین مع کونه عند بخلاف
ظالم حاکم کے سامنے جہاد سے افضل ٹھہرایا اسواسطے کہ حق بیان کرنے والا بلندی کلمہ حق اور امداد دین کے لیے اپنی جان پر کھیلتا ہے باوجودیکہ حاکم اپنا ہاتھ اسکے روکنے پر ہے برخلاف

من یلاقی عدوه فی القتال فانه یبسط یده الیه ویرجو ان یغلب ویقتله فلا یکون بذله لنفسه مع رجائه سلامتها
اسکے جو لڑائی میں دشمن کا مقابلہ کرتا ہے کیونکہ وہ دشمن اسپر ہاتھ چلاتا ہے اور امید کرتا ہے کہ غالب آجائے اور اسکو مار ڈالے پس اسکا اپنی جان کی سخاوت کرنا سلامتی کی امید کے وقت

کمن یبذلها مع یأسه من سلامتها لکن ینبغی ان یراعی فیه التدریج فیبدأ فی الانکار اولا بالاسہل والارفق
اسکے برابر نہیں جو سلامتی سے مایوسی کے وقت جان کی سخاوت کرنے لیکن اس باب میں آہستگی اور سہولت کی رعایت لائق ہے کہ پہلے سہل سہولت اور نرمی سے ممانعت کرے

فانه یبدأ اولا بالوعظ والنصیحة والتخویف بالله تعالی وینظر الی العاصی بنظر الرحمة ویری اقدامه علی المعصیة
پس پہلے وعظ اور نصیحت سے ابتدا کرے اور اللہ تعالی سے ڈرائے اور عاصی کو نظر رحمت سے دیکھے اور معصیت میں اسکا مبتلا ہونا اپنی

مصیبة علی نفسه لکون المسلمین کنفس واحدة فان امرته بالمعروف ونہیته عن المنکر فہو علی شفیر
مصیبت سمجھے کیونکہ سب مسلمان ایک جان کے مثل ہیں پس جسکو تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے وہ دوزخ کے کنارے پر

جہنم فایاک ان تدفعه فترمی به فی قعر جہنم اذ قد یتعلق بک فیقع معه فیہا وذلک انک ان امرته بالغلظة
کھڑا ہوا ہے پس اس سے بچے رہو کہ اسکو دھکا دیکر دوزخ کی تہ میں پھینک دو کیونکہ شاید وہ تجھکو پکڑ لے پس تو بھی اسکے ساتھ گر پڑے اور یہ اسلیے کہ اگر تو نے پہلے ہی اسکو سختی اور

والعنف اول مرة فلعله یتعدی علیک بالاذی بالید واللسان فتکون قد زدته شرا علی شر فتہلکه بعد
شدت سے کہا تو شاید وہ تجھپر ہاتھ اور زبان سے ایذا رسانی کی زیادتی کرے اب تو نے خرابی پر خرابی بڑھادی اب تو نے اپنی جان ہلاک کرنے کے بعد

اہلاک نفسک واما اذا لم یرجع بالوعظ والنصیحة وعلم منه الاصرار علی المعصیة فلا بد ان یغلظ له الکلام
اسکو ہلاک کیا ہاں اگر وعظ اور نصیحت سے باز نہ آئے اور اسکی طرف سے معصیت پر اصرار معلوم ہو تو ضرور ہے کہ سختی سے کہا جائے

ویسب من غیر فحش مثل ان یقال یا فاسق یا جاہل یا احمق یا ظالم نفسه یا من لا یخاف الله تعالی ونحو هذا
اور برا بھلا کہا جائے جسمیں فحش نہو مثلا یہ الفاظ کہ ای فاسق ای جاہل ای بیوقوف ای اپنی جان کے دشمن ای وہ شخص جو خدا سے نہیں ڈرتا اور ایسے ہی

الکلام ویراعی فیه الصدق فان مثل هذا الکلام صدق فی الحقیقة اذ کل من یرتکب المنکر فاسق جاہل احمق
اور لفظ اور اسمیں سچ کی رعایت کرتا رہے کیونکہ یہ الفاظ حقیقت میں سچے ہیں اسلیے کہ جو گناہ کرتا ہے فاسق جاہل احمق ہوتا ہے

لان الاحمق من اتبع نفسه ہواہا وتمنی علی الله تعالی کما ورد فی الحدیث ولیحترز من استرسال الغضب
کیونکہ احمق وہ ہے جو اپنے کو اپنی خواہش کا تابع کر دے اور خدا سے آرزوئیں کرتا ہو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور غصے جاری کرنے اور کلام ناجائز

وخروج الكلام الى ما لا يجوز مما هو كذب صريح وفحش قبيح ومن لم يتمكن من ازالة المنكر الا بضرب
کہنے سے بچتا رہے جو کہ صاف جھوٹ ہو اور فحش قبیح ہو اور جو برائی کے دور کرنے پر بلا اُسکے فاعل کے مارے
مرتكبه فليضرب بيده ورجله ونحو ذلك فاذا اندفع المنكر يجب ان يكف ويحترز مما يفعل كثير من الناس من الاسترسال
قدرت نہو تو چاہیے کہ مُکّے لات وغیرہ مارے پھر جب وہ منکر جاتا رہے تو واجب ہے کہ باز رہے اور اس سے بچتا رہے جو اکثر لوگ کیا کرتے ہیں کہ بعد
فی الضرب بعد زوال المنكر فان ذلك ليس الا للحاكم ومن لم يستطع ان يغير المنكر بيده ولا بلسانه يكره له تحريما ان
دور ہونے منکر کے مارپیٹ میں لگے رہتے ہیں کیونکہ یہ حق حاکم کے سوا کسیکو نہیں اور جو شخص منکر کو دور نہیں کر سکتا نہ ہاتھ سے اور نہ زبان سے تو اسکو مکروہ تحریمی ہے کہ
يذكر مساوى اخيه المسلم لاحد سوى اهل القوة يقدر على منعه لانه اذا لم يطع الله تعالى بازالة المنكر فلا يعصيه بغيبة المسلم
اپنے بھائی مسلمان کے عیوب کسیکے سامنے بیان کرتا پھرے سوا اُسکے جو اُسکے منع کرنے پر قادر ہو اسلیے کہ جب اللہ تعالی کی فرمانبرداری منکر کے دور کرنے میں نہوئی تو مسلمان کی غیبت کرکے نافرمانی بھی نکرے

المجلس الرابع والاربعون فی بیان صلوٰۃ الکسوف والخسوف فی ظھور الامور المخوفۃ

چوالیسوین مجلس سورج گہن اور چاند گہن کی نماز کا بیان خوفناک باتون کے ظہور میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الشمس والقمر ايتان من ايات الله تعالى لا ينخسفان بموت احد ولا لحياته
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالی کی دو نشانیان ہین نشانیون مین سے کسیکی موت اور حیات کے سبب سے گہن نہین لگتا
فاذا رأيتم ذلك فاذكروا الله تعالى هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه عبد الله بن عباس رض وسبب
جب تم یہ بات دیکھو تو اللہ تعالی کی یاد کرو یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے عبداللہ ابن عباس رض کی روایت سے اور اس حکم کے
وروده على ما جاء فی حديث اخر رواه ابو مسعود الانصاری رض ان الشمس انكسفت يوم مات ابراهيم بن رسول الله صلى الله عليه وسلم
ارشاد کا سبب اُس مضمون کی رو سے جو اور حدیث مین ابو مسعود انصاری رض کی روایت سے آیا ہے یہ ہے کہ حضرت ابراہیم بن رسول اللہ کی وفات کے دن سورج گہن ہوا
فقال الناس انكسفت لموته فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الشمس والقمر ايتان من ايات الله تعالى
تو لوگون نے کہا ابراہیم کی موت سے سورج گہن ہوا ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آفتاب اور ماہتاب اللہ تعالی کی نشانیون مین سے دو نشانیان ہین
لا ينكسفان لموت احد ولا لحياته فاذا رأيتم شيئا من هذه الافزاع فافزعوا الى الصلوٰة فانه عليه السلام
کسیکی موت اور حیات سے انکین گہن نہین لگتا پس جب تم ایسے ہولناک امور دیکھو تو نماز پڑھنی شروع کردو پس نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے
قد امر فی هذا الحديث بالصلوٰة عند ظهور شیء من هذه الاهوال التی من جملتها كسوف الشمس وعلم من
اس حدیث مین ان ہولناک امور ظاہر ہونے کے وقت جنمین سورج گہن بھی داخل ہے نماز کا حکم فرمایا اور اس سے معلوم ہوا
هذا ان المراد من الامر بذكر الله تعالى فی الحديث السابق الامر بالصلوٰة فانه عليه السلام قد صلاها
کہ یاد الٰہی سے مراد جو پہلی حدیث مین مذکور ہے نماز کا حکم ہے کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صلوٰۃ کسوف
بالجماعة وكان القياس ان تكون صلوٰة الكسوف واجبة كما ذهب اليه بعض العلماء واختاره صاحب
جماعت سے پڑھی ہے اور قیاس تو یہ تھا کہ صلوۃ کسوف واجب ہوتی جیسا کہ بعضے علما کا یہی مذہب ہے، اور اسرار کے مصنف نے
الاسرار لكون الامر للوجوب لكن الجمهور قالوا انها سنة لانها ليست من شعائر الاسلام وانما توجد
اسیکو اختیار کیا ہے کیونکہ امر وجوب کے لیے ہے لیکن جمہور علما کہتے ہین کہ یہ سنت ہے کیونکہ یہ نماز اسلام کی علامات سے نہین صرف گہن کے عارض ہونے سے
بعروض الكسوف الا انه عليه السلام لما صلاها بالجماعة كانت سنة مشروعة بالجماعة من غير
ہوتی ہے مگر چونکہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے جماعت سے پڑھی ہے لہذا سنت ہے جماعت سے بلا کراہت مشروع
كراهة وحملوا الامر على الندب فعلى هذا ينبغی لامام الجمعة اذا انكسفت الشمس ان يصلی بالناس
ہے اور علمانے اس امر کو استحباب پر محمول کیا ہے پس اس بیان کے موافق امام جمعہ کو چاہیے کہ جب سورج گہن ہو تو لوگون کے ہمراہ
فی الجامع او فی المصلى ركعتين كل ركعة بركوع واحد كهيأة النافلة بلا اذان ولا اقامة ولا خطبة
جامع مسجد یا عیدگاہ مین دو رکعت پڑھے ہر رکعت ایک رکوع سے نفل کی طرح بے اذان اور بے تکبیر اور بے خطبہ کے

ويقرأ فيهما ما شاء من القرآن ويخفي القراءة عند ابي حنيفة وعندهما يجهر والافضل تطويل القراءة فيهما لان

اور اُن دونون رکعتون مین جسقدر چاہے قرآن مجید پڑھے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قرات چپکے سے پڑھے اور صاحبین کے نزدیک پکار کر اور اُن دونون رکعتون مین قرات کی درازی افضل ہے اسلیے کہ

فيه متابعة النبي عليه السلام اذ قد ثبت ان قيامه عليه السلام كان في الركعة الاولى بقدر قراءة

اسی مین نبی علیہ السلام کی متابعت ہے کیونکہ ثابت ہوچکا ہے کہ نبی علیہ السلام کا قیام پہلی رکعت مین سورۂ بقرہ کے پڑھنے کے مقدار

سورة البقرة وفي الثانية بقدر سورة آل عمران ويجوز تخفيفها لان السنة استيعاب الوقت بالصلوة

تھا اور دوسری رکعت مین سورۂ آل عمران کے پڑھنے کے مقدار تھا اور اسمین تخفیف بھی جائز ہے اسلیے کہ نماز اور دعا مین سارے وقت کا ختم کردینا

والدعاء لما روي عن مغيرة بن شعبة انه عليه السلام قال ان الشمس والقمر آيتان من آيات الله تعالى

مسنون ہے کیونکہ مغیرہ بن شعبہ رض سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالے کی نشانیون مین سے دو نشانیان ہین

لا ينكسفان لموت احد ولا لحياته فاذا رأيتموها فادعوا الله تعالى وصلوا حتى تنجلي الشمس وهذا الحديث

کسی کی موت سے انمین گہن نہین لگتا اور نہ کسی کی حیات سے جب تم اسکو دیکھو تو اللہ تعالے سے دعا کرتے اور نماز پڑھتے رہو یہان تک کہ سورج صاف ہوجائے یہ حدیث

يفيد استيعاب الوقت بالصلوة والدعاء فان خفف احدهما يطول الآخر وبعد الصلوة يدعو حتى

نماز اور دعا مین پورے وقت کو ختم کردینے کا فائدہ دیتی ہے پس اگر ایک مین تخفیف کرے تو دوسرے مین بڑھادے اور نماز کے بعد دعا کرتا رہے یہان تک

تنجلي الشمس لان السنة في الادعية تاخيرها عن الصلوة ثم هو في الدعاء مخير ان شاء دعا جالسا

کہ سورج صاف ہوجائے کیونکہ دعاؤن کو نماز سے مؤخر کرنا مسنون ہے پھر امام کو دعا مین اختیار ہے چاہے قبلہ رخ بیٹھکر دعا

مستقبل القبلة وان شاء دعا قائما مستقبل الناس بوجهه او مستقبل القبلة والناس قاعدون

مانگے اور چاہے کھڑا ہوکر لوگون کی طرف اپنا منھ کرکے یا رو بقبلہ ہوکر دعا مانگے اور لوگ بہرحال قبلہ رخ

مستقبلوا القبلة على كل حال وان لم يوجد امام الجمعة يصلي الناس فرادى ان شاؤا ركعتين

بیٹھے رہین اور اگر امام جمعہ موجود نہو تو لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھین چاہین دو رکعت

وان شاؤا اربعا لان هذه الصلوة تطوع والاصل في التطوعات ذلك وكذا في خسوف القمر يصلي الناس

اور چاہین چار رکعت کیونکہ یہ نماز نفل ہے اور نوافل مین اصل یہی ہے اور ایسے ہی چاند گہن مین لوگ جدا جدا

فرادى وليس فيه جماعة لتعذر الاجتماع بالليل وربما يكون سببا للفتنة بل يصلي كل واحد بنفسه وكذلك

نماز پڑھین اور اسمین جماعت نہین ہے کیونکہ رات کے وقت آدمیون کا جمع ہونا دشوار ہے اور بعضے وقت فتنہ کا سبب ہوجاتا ہے بلکہ ہر ایک خود نماز پڑھ لے

في انتثار الكواكب والضوء الهائل بالليل والظلمة الهائلة بالنهار والرياح الشديدة والامطار الدائمة

اور ایسے ہی ستارون کے ٹوٹنے مین اور رات کو خوفناک روشنی مین اور دن کو خوفناک اندھیرے مین اور تند آندھیون اور برابر کی بارش

والصواعق والزلازل وعموم الامراض والخوف الغالب من العدو ونحو ذلك من الافزاع والاهوال

اور بجلی کے گرنے اور بھونچال اور بیماریون کی کثرت اور دشمن کے سخت خوف مین اسکے سوا اور ہولناک امور اور خوفناک باتون مین

يصلي كل واحد بنفسه لعموم قوله عليه السلام فاذا رأيتم شيئا من هذه الافزاع فافزعوا الى الصلوة فان

ہر ایک خود جدا جدا نماز پڑھے اس ارشاد نبی علیہ السلام کے عام ہونے کی وجہ سے کہ جب تم یہ خوفناک باتین دیکھو تو ڈر کر نماز شروع کردو کیونکہ

كل ذلك من الآيات المخوفة التي يخوف الله تعالى بها عباده كما قال الله تعالى وما نرسل بالآيات الا

یہ سب خوف کے علامات ہین جنسے اللہ تعالے اپنے بندون کو ڈراتا ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا اور نہین بھیجتے ہین ہم علامات کو مگر

وجاء في الحديث انه عليه السلام قال هذه الآيات التي يرسل الله تعالى بها لا تكون لموت

اور حدیث مین آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ نشانیان جنکو اللہ تعالے بھیجتا ہے کسی کی موت سے نہین

احد ولا لحياته ولكن يخوف بها عباده فاذا رأيتم شيئا من ذلك فافزعوا الى ذكر الله تعالى ودعائه

ہوتین اور نہ کسی کی حیات سے بلکہ اپنے بندون کو اس سے ڈراتا ہے پس جب تم انمین سے کوئی بات دیکھو تو ڈر کر خدا کی یاد اور اس سے دعا

واستغفاره وفي حديث آخر انه عليه الصلوة والسلام قال ان الشمس والقمر آيتان من آيات الله تعالى
اور استغفار کرو اور ایک حدیث مین ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا بیشک سورج اور چاند اللہ تعالے کی نشانیون مین سے دو نشانیان ہین

لا ينخسفان لموت احد ولا لحياته فاذا رأيتم ذلك فادعوا الله وكبروا وصلوا وتصدقوا فان كل خير في مثل هذه
کسی کی موت سے انکو گہن نہین لگتا اور نہ کسی کی حیات سے پس جب تم اسکو دیکھو تو اللہ تعالے سے دعا مانگو اور اللہ اکبر کہو اور نماز پڑھو اور خیرات کرو کیونکہ ہر نیک کام کا ان

الاهوال والافزاع مامور به لكون الخيرات دافعة للبليات وروي عن ابن عمر رض انه عليه السلام كان
ہولناک اور خوفناک باتون مین حکم ہے اسلیے کہ نیک کام آفتون کو دفع کرتے ہین اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام جب

اذا سمع صوت الرعد والصواعق يقول اللهم لا تقتلنا بغضبك ولا تهلكنا بعذابك وعافنا قبل ذلك
گرج اور بجلیون کی آواز سُنتے تو کہتے الٰہی ہمکو اپنے غضب سے مت قتل کر اور اپنے عذاب سے مت ہلاک کر اور ہمکو اس سے پہلے عافیت عطا فرما

وروي عن عائشة رض انه عليه السلام كان اذا ابصر سحابا ترك عمله واستقبله وقال اللهم اني اعوذ بك من
اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام جب ابر دیکھتے تو اپنا کام چھوڑ دیتے اور اسکی طرف متوجہ ہو جاتے اور یہ فرماتے الٰہی مین تیری پناہ لیتا ہون

شر ما فيه فان كشفه الله تعالى حمد الله تعالى وان مطر قال اللهم سقيا نافعا وروي عن عائشة رض ايضا
اُس برائی سے جو اسمین ہے پھر اگر اللہ تعالی اسکو کھول دیتا تو اللہ تعالی کی حمد کرتے اور اگر برستا تو یہ فرماتے الٰہی بارش سیرابی اور فائدہ مند دیجیو اور حضرت عائشہ سے یہ بھی مروی ہے

انه عليه السلام كان اذا عصفت الريح قال اللهم اني اسئلك خيرها وخير ما فيها وخير ما ارسلت به واعوذ
کہ جب تند ہوا چلتی تو نبی علیہ السلام کہا کرتے تھے یا اللہ مین تجھ سے اسکی بھلائی مانگتا ہون اور اسکی بھلائی جو اسکے اندر ہے اور اسکی بھلائی جسکے لیے بھیجی گئی ہے اور تیری پناہ

بك من شرها وشر ما فيها وشر ما ارسلت بها وروي عن ابن عباس رض ان رجلا لعن الريح عند النبي عليه السلام
مانگتا ہون اسکی برائی سے اور اسکی برائی سے جو اسکے اندر ہے اور اسکی برائی سے جسکے لیے یہ بھیجی گئی ہے اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی علیہ السلام کے روبرو ہوا پر لعنت کی

فقال له النبي عليه السلام لا تلعن الريح فانها مامورة وانه من لعن شيئا ليس له باهل رجعت اللعنة عليه
تب نبی علیہ السلام نے فرمایا ہوا پر لعنت کر کیونکہ یہ مامور ہے اور جو شخص ایسی چیز پر لعنت کرتا ہے کہ اُسکے لائق نہین تو وہ لعنت اسی پر لوٹ آتی ہے

وروي عن ابي هريرة رض انه عم قال الريح من روح الله تاتي بالرحمة وبالعذاب فلا تسبوها واسألوا الله خيرها
اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہوا اللہ تعالے کی مہربانی ہے کہ کبھی رحمت لاتی ہے اور کبھی عذاب سو اسکو برا نہ کہو اللہ تعالی سے اسکی بھلائی طلب کرو

وعوذوا من شرها يعني ان الريح من الاشياء التي تجئ من عند الله تعالى كالمطر والبرودة والحرارة وغير ذلك
اور اُسکے شر سے پناہ مانگو یعنی ہوا اُن چیزون مین سے ہے جو خدا کی طرف سے آتی ہین جیسے مینہ اور سردی اور گرمی اور علاوہ اسکے

تجئ تارة للرحمة وتارة للعذاب فاذا كان مجيئها بامر الله تعالى فلا يجوز سبها بحصول ضرر منها بل سبيل
کہ کبھی رحمت کے واسطے آتی ہے اور کبھی عذاب کے لیے تو جب اسکا آنا اللہ تعالے کے حکم سے ہوا تو کسی ضرر ہونے سے اسکو برا کہنا جائز نہین بلکہ جسکا اسمین

العباد فيما يتوهم منها الا لتجاء الى الله والاعتصام بحبله والاستعاذة به من شرها ومن شر ما فيها كما روي
وہم ہے اُسکے بارہ مین بندون کا طریق اللہ تعالے کی طرف التجا کرنا ہے اور اسکی رسی کو مضبوط پکڑنا اور اسکے شر سے اور اس شر سے جو اُسکے اندر ہے خدا کی پناہ مانگنا جیسا کہ

ابي بن كعب رض انه عليه السلام قال لا تسبوا الريح فاذا رأيتم ما تكرهون فقولوا اللهم انا نسألك خير هذه الريح
ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہوا کو برا مت کہو پس جب ایسی چیز دیکھو جو تم پسند نہین کرتے تو یہ کہو الٰہی ہم تجھ سے اس ہوا کی خوبی مانگتے ہین

وخير ما فيها وخير ما امرت به ونعوذ بك من هذه الريح وشر ما فيها وشر ما امرت به وكذا من نزل منزلا
اور خوبی اسکی جو اسکے اندر ہے اور خوبی اسکی جسکا اسکو حکم ہے اور اس ہوا سے تیری پناہ مانگتے ہین اور اُس برائی سے جو اسکے اندر ہے اور اس برائی سے جسکا اسکو حکم ہے اور اسیطرح جو کوئی کہین منزل کرے

يستعيذ بالله تعالى لما روي انه عليه السلام قال من نزل منزلا فقال اعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق
تو اللہ تعالے سے پناہ مانگے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو کوئی کسی منزل مین اُترے اور یہ کہے مین پناہ لیتا ہون اللہ تعالی کے کامل کلمات کی اسکی برائی سے جسکو اُسنے پیدا کیا

لم يضره شئ حتى يرتحل منه منزلا وروي عن ابن عباس رض انه عليه السلام كان يقول عند الكرب لا اله الا الله
تو اسکو کوئی ضرر نہین پہنچتا یہان تک کہ وہان سے چل کر دوسرا مکان بدلے اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام سختی کے وقت فرمایا کرتے تھے نہین کوئی معبود سوائے اللہ

العظیم الحلیم لا اله الا الله رب العرش العظیم لا اله الا الله رب السموٰت السبع ورب الارض ورب العرش الکریم
عظیم بردبار کے نہیں کوئی معبود سوائے اللہ پروردگار عرش بزرگ کے نہیں کوئی معبود سوائے اللہ پروردگار ساتوں آسمان کے اور پروردگار زمین اور پروردگار عرش بزرگ کے

وفهم من هذا الحدیث ان ذکر الله تعالی واوصافه العظام سبب لزوال النقم فقد روی انه علیه السلام قال الا اخبرکم
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی اور اسکے بزرگ وصاف کا ذکر کرنا عقوبت کے دور ہو جانے کا سبب ہے، اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا میں تمکو ایسی دعا نہ بتاؤں

بشیء اذا نزل بکم کرب وبلاء فدعا به فرج الله عنه قیل بلی یا رسول الله قال دعاء ذی النون لا اله الا انت
کہ جب تمپر کوئی سختی یا بلا آئے پھر وہ دعا پڑھو تو اللہ تعالے اس سے کشایش دے عرض کیا گیا کیوں نہیں یا رسول اللہ فرمایا ذوالنون کی دعا کہ کوئی معبود نہیں سوا تیرے

سبحانك اني كنت من الظالمين فاستجبنا له ونجيناه من الغم وكذلك ننجي المؤمنين وروی انه علیه
تو بے عیب ہے میں ہوں گنہگاروں سے۔ پھر سن لی ہمنے اسکی پکار اور بچا دیا اسکو غم سے اور یوں ہی ہم نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو اور روایت ہے نبی علیہ الصلوٰۃ

السلام قال ما من مکروب یدعو بهذا الدعاء الا استجیب له یسر نا الله تعالی دعوة مستجابة بلطفه وکرمه
والسلام نے فرمایا نہیں کوئی مصیبت زدہ جو یہ دعا پڑھے مگر قبول ہی ہوگی الٰہی ہمپر دعا مستجاب اپنے لطف وکرم سے آسان کیجیو

المجلس الخامس والاربعون فی بیان مسنونیۃ صلوٰۃ الاستسقاء عند امساک المطر

پینتالیسویں مجلس بارش رک جانے کے وقت نماز استسقا کے مسنون ہونے کے بیان میں

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیست السنة بان لا یمطروا ولکن السنة ان تمطروا ولا تنبت الارض
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کال اس سے نہیں پڑتا کہ مینھ نہ برسے بلکہ کال اس سے پڑتا ہے کہ مینھ تو برسے لیکن زمین سے کچھ

شیئا هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه ابو هریرة ومعناه ان القحط لیس بان لا ینزل علیکم
نہ پیدا ہو یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے ابو ہریرہ اسکے راوی ہیں اور اسکے معنے یہ ہیں کہ قحط اسطرح نہیں ہوتا کہ تمپر مینھ

المطر بل القحط ان ینزل علیکم المطر لکن لا ینبت من الارض شیء او ینبت ولکن یهلك ولا یدخل
نہ برسے بلکہ کال یوں پڑتا ہے کہ تمپر مینھ تو برسے لیکن زمین سے کچھ نہ پیدا ہو یا پیدا تو ہو لیکن تباہ ہو جائے اور تمہارے

فی ایدیکم شیء فان وقوع الشدة بعد توقع السعة وحصول اسبابها اقطع مما کان الیاس حاصلا
ہاتھوں میں کچھ نہ آئے بیشک فراخی کی امید اور اسکے اسباب حاصل ہونے کے بعد سختی کا آنا اس سے زیادہ ناگوار ہے کہ پہلے ہی سے

من اول الامر ولیس هذا نهی عن الاستمطار والاستسقاء بل هو نهی عن اعتقاد حصول الرزق
مایوسی حاصل ہو اور یہ مینھ مانگنے اور استسقا کی دعا کرنے سے ممانعت نہیں بلکہ ممانعت مینھ سے رزق ملنے اور بارش نہ ہونے سے

بالمطر وعدم حصوله بعدم المطر فاللازم علی العبد ان یسلم نفسه الی مولاه ویعتقد ان الخیر له
رزق نہ ملنے کے اعتقاد کی ہے پس بندے کو لازم ہے کہ اپنے کو اپنے مولے کے حوالے کر دے اور یہ عقیدہ رکھے کہ جو کچھ میرے

فی جمیع ما یجیء الیه من مولاه وان کان مخالف المراده وهواه فعلی هذا ینبغی للعبد ان یستمطر ویستسقی
مولا کی طرف سے آتا ہے سب میرے لیے بہتر ہے اگرچہ میری مطلب وخواہش کے مخالف ہے پس اس بنا پر آدمی کو چاہیے کہ بارش مانگے اور استسقا کی دعا کرے

ویعلم ان الرزق من الله تعالی فان الاستمطار والاستسقاء سنة لورود الاخبار والآثار الکثیرة
اور یہ سمجھے کہ رزق اللہ تعالی کی طرف سے ہے اسلیے کہ مینھ مانگنا اور استسقا کی دعا سنت ہے کیونکہ اس باب میں بہت حدیثیں اور آثار وارد ہیں

فیه فیستحب للحاکم ان یأمر الناس ولا بصیام ثلثة ایام ثم یخرج بهم فی الیوم الرابع الی الصحراء قیل
پس حاکم کو مستحب ہے کہ پہلے سب لوگوں کو تین دن کے روزے کا حکم دے پھر چوتھے دن سب کے ہمراہ میدان کی طرف جائے کہتے ہیں

ینبغی لهم ان یخرجوا ثلثة ایام متوالیات لانها مدة ضربت لارباب الاعذار ولم ینقل اکثر من ذلك
کہ تین روز لگاتار جانا چاہیے کیونکہ یہ ایسی مدت ہے جو عذر والوں کے لیے مقرر کی گئی ہے اور اس سے زیادہ منقول نہیں

ویخرجون مشاة فی ثیاب البذلة التی تلبس کل یوم لا بثیاب الزینة کالعید بل یخرجون
اور پیادہ پا معمولی کپڑے جو روزمرہ پہنتے ہوں پہن کر جائیں عید کی طرح زینت کے کپڑے پہن کر نہ جائیں بلکہ

متذللين متواضعين خاشعين لله تعالى ناكسين رؤسهم ويقدمون الصدقة في كل يوم قبل خروجهم
ذلیل بنکر انکساری اور خدا کا خوف کرتے ہوئے سر جھکائے ہوئے جائیں اور ہر روز عیدگاہ کو روانہ ہونے سے پہلے خیرات

الى المصلى فان كل خير في مثل هذه الاوقات مامور به تكون الخيرات دافعة للعقوبات ويردون المظالم
کیا کریں کیونکہ ایسے ایسے وقتوں میں ہر نیک کام کرنے کا حکم ہوا اسلیے کہ نیک کام عقوبت کو دفع کرتے ہیں اور لوگوں کے حقوق ادا کریں

ويجددون التوبة فان ذلك هو السبب القريب في الاجابة اذ روى عن كعب الاحبار انه قال اصاب الناس
اور از سرنو توبہ کریں کیونکہ دعا کی قبولیت کا یہی سبب قریب ہوا اسلیے کہ کعب احبار سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت موسے نبی

قحط شديد على عهد موسى النبي عليه السلام فخرج موسى النبي عليه السلام ببني اسرائيل الى الاستسقاء
علیہ السلام کے زمانے میں۔ لوگوں پر بڑا ہی سخت کال پڑا پس موسٰی نبی علیہ السلام استسقا کے واسطے بنی اسرائیل کے ہمراہ

ثلثة ايام فلم يسقوا فاوحى الله تعالى الى موسى النبي عليه السلام اني لا استجيب لكم وفيكم نمام فقال موسى
تین دن گئے مگر بارش نہوئی تو اللہ تعالے نے موسٰی نبی علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ میں تمھاری دعا قبول نکرونگا کہ تم میں ایک چغلخور ہے تو موسٰی نبی

النبي عليه السلام يا رب من هو حتى نخرجه من بيننا فاوحى الله تعالى يا موسى اني انهاكم عن النميمة فاكون نماما فقال
علیہ السلام نے فرمایا یا الٰہی وہ کون ہے تاکہ ہم اسکو اپنے میں سے نکالدیں تو اللہ تعالی نے یہ وحی بھیجی اے موسٰی میں تمکو چغلخوری سے منع کرتا ہوں پھر میں خود ہی چغلخور بنوں

موسى النبي عليه السلام لبني اسرائيل توبوا باجمعكم من النميمة فتابوا فارسل الله تعالى عليهم الغيث
پھر موسے نبی علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا تم سب چغلخوری سے توبہ کرو پس اُنھوں نے توبہ کی پھر اللہ تعالے نے اُنپر مینھ برسایا

وروي عن سفيان انه قال بلغني ان بني اسرائيل قحطوا سبع سنين حتى اكلوا الجيف والاطفال وكانوا
اور سفیان سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجکو خبر ملی ہے کہ بنی اسرائیل سات برس قحط میں رہے یہاں تک کہ مردار اور بچوں کو کھا گئے اور وہ

يخرجون الى الجبال ويتضرعون الى الله تعالى فاوحى الله الى انبيائهم اني لا اجيب لكم داعيا ولا ارحم لكم
پہاڑوں میں جاکر اللہ تعالے سے تضرع وزاری کیا کرتے پس اللہ تعالی نے اُنکے نبیوں کو وحی بھیجی کہ میں نہ تمھاری دعا قبول کرونگا اور نہ تمھارے کسی رونیوالے پر

باكيا حتى تردوا المظالم الى اهلها ففعلوا فمطروا وروي ان عيسى النبي عليه السلام خرج مع قومه ليستسقي فلما فجروا
رحم کرونگا جبتک کہ تم حقداروں کے حقوق نہ ادا کردو پس اُنھوں نے حق ادا کیے تو مینھ برسا اور روایت ہے کہ عیسٰے نبی علیہ السلام اپنی قوم کے ہمراہ دعاء استسقا کے لیے نکلے جب بارش نہوئی

قال لهم عيسى النبي عليه السلام من اصاب منكم ذنبا فليرجع فرجعوا كلهم ولم يبق معه الا رجل
تو اُن سے عیسٰی نبی علیہ السلام نے کہا تم میں سے جسنے کوئی گناہ کیا ہو وہ لوٹ جائے پس سب کے سب لوٹ گئے اور اُسکے ساتھ سوا ایک شخص کے کوئی

واحد فقال له عيسى النبي عليه السلام اما لك ذنب فقال والله لا اعلم لي من ذنب غير اني كنت ذات
باقی نرہا تو عیسٰی نبی علیہ السلام نے اس سے کہا کہ تمھارا کوئی گناہ نہیں کہا اللہ کی قسم مجکو اپنا کوئی گناہ معلوم نہیں سوا اسکے کہ میں ایک دن

يوم اصلي فمرت بي امرأة فنظرت اليها بعيني هذه فلما جاوزت ادخلت اصبعي في عيني فانتزعتها
نماز پڑھتا تھا کہ اتنے میں میری پاس سے ایک عورت گذری تو میں نے اُسکی طرف اس آنکھ سے دیکھا پس جب وہ چلی گئی تو میں نے اپنی انگلی آنکھ میں ڈالکر آنکھ نکال لی

فاتبعت المرأة بها فقال له عيسى عليه السلام فادع حتى اؤمن على دعائك فدعا فتجللت السماء
اور اس عورت کے پیچھے پھینکدی پس اس سے عیسٰے علیہ السلام نے کہا کہ تو دعا مانگ کہ میں تیری دعا پر آمین کہوں پس اُسنے دعا کی پس آسمان پر بادل آگیا

سحابا فسقوا وروي عن عطاء السلمي انه قال منعنا الغيث فخرجنا نستسقي فاذا نحن بسعدون
اور بارش ہوئی اور عطاء سلمی سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ ہمپر بارش بند ہوگئی پس ہم استسقا کے واسطے نکلے ناگاہ گورستان میں سعدون

المجنون في المقابر فنظر الي فقال يا عطاء هذا يوم النشور او بعث من في القبور فقلت لا لكنا
مجنون ملگئے پس میری طرف دیکھا اور کہا اے عطا یہ نشر کا دن ہے یا قبروں سے مردے اُٹھ پڑے میں نے کہا نہیں تو لیکن

منعنا الغيث فخرجنا نستسقي فقال يا عطاء بقلوب سماوية او بقلوب ارضية فقلت
ہمپر بارش بند ہوگئی اسلیے استسقا کے واسطے نکلے ہیں پس کہا اے عطا آسمانی دل لے کر یا زمینی دل میں نے کہا

لا بل بقلوب سماویة فقال هیهات یا عطاء قل للبهرجین لا یبهرجوا فان الناقد بصیر ثم
نہین بلکہ آسمانی دل پس کہا افسوس ہے اے عطا کھوٹے شخصون سے کہدے کہ کھوٹے نکرین کیونکہ پرکھنے والا بینا ہے پھر

نظر الی السماء فقال الٰهی و سیدی لا تهلک بلادک بذنوب عبادک ولکن بالمکنون من اسمائک
آسمان کی طرف دیکھکر کہا الٰہی اے سیدی اپنے شہرون کو اپنے بندون کے گناہون سے ہلاک مت کر لیکن اپنے پوشیدہ نامون کی برکت

وما وارت الحجب من الائک اسقنا ماء غدقا تحیی به البلاد وتروی به العباد یا من هو علی
اور ان نعمتون کی بدولت جو پس پردہ ہین ہمکو پانی بے انتہا پلا جس سے تمام شہر زندہ اور بندے سیراب ہوجائین اے وہ جو

کل شیء قدیر قال العطاء فما استتم الکلام حتی ارعدت السماء وابرقت وجاءت بمطر کافواه القرب
ہر شئے پر قدرت رکھتا ہے عطا کہتے ہین کہ انھون نے ابھی دعا پوری نکی تھی کہ آسمان گرجا اور چمکا اور مشکون کے دہانے کی طرح بارش ہونے لگی

وروی عن ابن المبارک انه قال قدمت المدینة فی عام شدید القحط فخرج الناس یستسقون وخرجت معهم
اور ابن مبارک سے روایت ہے فرمایا کہ مین مدینہ مین بڑی سخت قحط کے سال مین آیا سو لوگ استسقا کے لیے نکلے اور مین بھی انکے ساتھ نکلا

اذا اقبل غلام اسود علیه قطعتا الخلس قد اتزر باحدیهما والقی الاخری علی عاتقه فجلس الی جنبی فسمعته یقول
ناگاہ ایک حبشی لڑکا جسپر دو کملی کے ٹکڑے تھے ایک کا تہبند باندھا تھا اور دوسرا اپنے مونڈھے پر ڈال رکھا تھا آکر میرے برابر بیٹھ گیا پس مین نے اسکو سنا یہ کہتا تھا

الٰهی خلقت الوجوه عند کثرة الذنوب ومساوی الاعمال وقد حبست عنا غیث السماء لتؤدب
الٰہی گناہون کی کثرت اور اعمال کی برائی سے چہرے بگڑ گئے اور پھر آسمان کی بارش تو نے موقوف کر دی تاکہ اپنے بندون کو

بذلک عبادک فاسألک یا حلیما ذا اناة یا من لا یعرف عباده عنه الا الجمیل ان تسقیهم الساعة
اس سے تنبیہ کرے پھر مین تجھسے اس بات کا سوال کرتا ہون کہ اے حلیم بردبار اے وہ ذات جسکے بندے تیری طرف سے رحمت کے سوا کچھ نہین جانتے انکو ابھی سیراب کردے

فلم یزل یقول الساعة الساعة حتی اکتست السماء بالغمام واقبل المطر من کل مکان ففی هذا
پھر وہ یہی کہتا رہا ابھی ابھی یہان تک کہ آسمان مین گھٹا گھر گئی اور ہر طرف سے بارش ہونے لگی پس اس بیان کی رو سے

ینبغی للحاکم ان یستسقی بصلحاء الناس وضعفائهم وفقرائهم لاجل الدواب الصائمة والانعام السائمة
حاکم کو چاہیے کہ صلحا اور ضعیفون اور فقیرون کے ذریعہ سے پیاسے چوپایون اور چرندے مواشیون اور بچون جلد پانی مانگنے والون کے واسطے

والاطفال المعجلة لما روی انه علیه السلام قال لولا صبیان رضع وبهائم رتع وعباد رکع لصب
استسقا کی دعا کرے اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر دودھ پیتے بچے اور چرندہ جانور اور عابد بندے نہوتے تو تمپر

علیکم العذاب صبا ویقول فی دعائه کما قال النبی علیه السلام اللهم اسق عبادک وبهائمک وانشر
عذاب ٹوٹ پڑتا اور دعا مین ویسا ہی کہے جیسے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا الٰہی پانی دے اپنے بندون کو اور اپنے بہائم کو اور

رحمتک واحی بلدک المیت ویستقبل القبلة بالدعاء قائما والناس قاعدون مستقبلین القبلة
اپنی رحمت پھیلا اور اپنے مردہ شہر کو زندہ کر اور دعا کے وقت روبقبلہ کھڑا ہو جائے اور باقی لوگ روبقبلہ بیٹھے رہین

لما روی انه علیه السلام استقبل القبلة ودعا فاذا دعا یوقن بالاجابة ویصدق رجاءه لما روی
اسواسطے کہ مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے روبقبلہ ہوکر دعا کی تھی اور جب دعا مانگے تو قبولیت کا یقین کرے اور اپنی امید درست رکھے کیونکہ مروی ہے

انه علیه السلام قال ادعوا الله وانتم موقنون بالاجابة وقد قال الله تعالی اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ سے دعا مانگو اس حال مین کہ تمکو قبولیت کا یقین ہو اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے مجھکو پکارو کہ مین پہنچون تمہاری پکار کو

وقال فی ایة اخری وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ وحثنا
اور ایک اور روایت مین فرمایا ہے اور جب تجھسے پوچھین میرے بندے مجھکو تو مین نزدیک ہون پہنچتا ہون پکارنے والے کی پکار کو جسوقت مجھکو پکارے اور

فی الدعاء سرا ویقول اللهم انک امرتنا بدعائک ووعدتنا اجابتک فقد دعوناک
پوشیدہ دعا کی کوشش سکھائی اور کہے الٰہی تو نے ہمکو اپنے سے دعا کرنے کا حکم کیا اور قبولیت کا ہمسے وعدہ کیا سو ہمنے تو تیرے حکم کے موافق

کما امرتنا فاجبنا کما وعدتنا اللهم فامنن علینا بمغفرة ما قرفنا واجابتك فی سقیانا وسعة رزقنا
دعا مانگی اب تو اپنے وعدے کے موافق قبول کر الٰہی ہمارے قصوروں کو معاف کر اور بارش و فراخی رزق کے بارہ میں ہماری دعا قبول فرما کر ہم پر احسان

ویستحب للناس اذا کان فیہم رجل مشہور بالصلاح ان یستسقوا بہ ویقولوا اللهم انا نستسقی
اور لوگوں کو مستحب ہے کہ جب کوئی شخص انمین نیکبختی مین مشہور ہو تو اسکے توسل سے دعا کریں اور یوں کہیں الٰہی ہم تجھسے مینھ مانگتے ہین

ونستشفع الیك بعبدك فلان اذ روی فی صحیح البخاری ان عمر بن الخطاب کان اذا قحطوا استسقی
اور تیری سامنے تیرے فلانے بندے سے شفاعت لاتے ہین اسلیے کہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ جب لوگوں پر قحط پڑتا تو حضرت عمرؓ بن خطاب حضرت

بالعباسؓ ویقول اللهم انا کنا نتوسل الیك بنبینا محمد علیہ السلام فتسقینا وانا نتوسل الیك بعم
عباس کے وسیلے سے استسقا کرتے اور یوں کہتے الٰہی ہم تیرے سامنے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ کیا کرتے تھے سو تو مینھ برساتا تھا اب ہم تیرے سامنے اپنے نبی

نبینا محمد علیہ السلام فاسقنا فیسقون ولیس فی الاستسقاء عند ابی حنیفة رح صلوة مسنونة
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو وسیلہ کرتے ہین سو ہمکو پانی دے پس مینھ برستا تھا اور استسقا میں امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک کوئی نماز مسنون

بالجماعة فان صلی الناس وحدانا جاز وانما الاستسقاء عنده دعاء واستغفار بقوله تعالی فقلت
جماعت سے ثابت نہیں ہے پس اگر لوگ جدا جدا نماز پڑھ لیں تو جائز ہے امام کے نزدیک استسقا صرف دعا اور استغفار کا نام ہے اس ارشاد الٰہی کی دلیل سے تو میں نے کہا

اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ
گناہ بخشواؤ اپنے رب سے بیشک وہ ہے بخشنے والا چھوڑ دے گا آسمان کی تم پر دھاریں اور بڑھتی دیگا تمکو مال اور بیٹوں سے اور بنا دیگا تمہارے لیے باغ

وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا فہذه الایة وان کانت حکایة لما قال نوح النبی علیہ السلام لقومہ لکن یصح الاستدلال
اور بنا دیگا تمہارے لیے نہرین پس یہ آیت اگرچہ اس قول کی حکایت ہے جو نوح نبی علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا لیکن اس آیت سے استدلال صحیح ہے

بہا لان شریعة من قبلنا شریعة لنا اذا قصہا اللہ تعالی فی کتابہ ولم ینکرہا ولم یرد فیہا النسخ
اسلیے کہ پہلے اگلوں کی شریعتیں بھی ہمارے لیے شریعت ہین جب اسکو اللہ تعالی اپنی کتاب میں بیان فرمائے اور اسکا انکار نکرے اور نہ اسکے بارہ میں نسخ وارد ہوا ہو

کما فی ہذہ الایة فانہ تعالی بین فیہا ان الاستغفار سبب لارسال السماء وہو المطر اذ روی ان نوحا
جیسے کہ اس آیت میں ہے پس اللہ تعالی نے اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ استغفار مینھ برسنے کا سبب ہے کیونکہ مروی ہے کہ نوح

النبی علیہ السلام کذبہ قومہ بعد تکرار الدعوة دہرا طویلا فحبس اللہ تعالی علیہم المطر واعقم ارحام
نبی علیہ السلام کو انکی قوم نے باوجود زمانہ دراز تک تکرار دعوت کے تکذیب کی پس اللہ تعالی نے چالیس برس تک اور بعضے کہتے ہین

نسائہم اربعین سنة وقیل سبعین سنة فوعدہم نوح النبی علیہ السلام انہم ان استغفروا من ذنوبہم
ستر برس تک انپر بارش بند کر دی اور عورتوں کو بانجھ کر دیا پھر نوح نبی علیہ السلام نے انسے یہ وعدہ کیا کہ اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرینگے

یرزقہم اللہ تعالی الخصب ویرفع عنہم ما کانوا فیہ فعلم ان المسنون فی الاستسقاء الدعاء والاستغفار
تو اللہ تعالی انکو فراخی دیگا اور جس بلا میں ہین اسکو دور کر دے گا اس سے معلوم ہوا کہ استسقا میں دعا اور استغفار ہی مسنون ہے

وروی عن انسؓ ان رجلا دخل المسجد یوم الجمعة ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخطب فقال یا رسول اللہ
اور انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص جمعے کے دن مسجد میں آیا اسوقت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے پس عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہلك المواشی وخشینا الہلاك علی انفسنا فادع اللہ تعالی ان یسقینا ورفع رسول اللہ صلی اللہ
مویشی تو مر گئے اور ہم کو اپنی جانوں کا اندیشہ ہے پس اللہ تعالی سے دعا کیجیے کہ ہمکو پانی عنایت کرے پھر رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم یدیہ قال اللهم اسقنا غیثا مغیثا مریئا غدقا مغدقا عاجلا غیر اجل قال الراوی فما
علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا الٰہی ہم پر مینھ برسا اچھا مینھ تازہ کرنے والا بہت فائدے مند ابھی بلا تاخیر راوی کہتا ہے کہ

کان فی السماء قزعة فارتفع السحاب من ہہنا وہہنا حتی صار کالماء ثم مطرت سبعا من الجمعة الی الجمعة
آسمان میں کوئی ٹکڑا نہ تھا پھر ادھر ادھر سے ابر بلند ہونے لگا یہانتک کہ گھٹا گھر گئی پھر سات دن بارش ہوئی اس جمعے سے آیندہ جمعے تک

ودخل فی ذلک الرجل المسجد فی الجمعة القابلة ورسول الله علیہ السلام یخطب والسماء تسکب فقال یا رسول الله

پھر وہی شخص اگلے جمعے کو مسجد میں آیا ایسے وقت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے اور مینہ برس رہا تھا پس عرض کیا یا رسول اللہ

تہدم البنیان وانقطعت السبل فادع الله تعالیٰ ان یمسکہ فتبسم رسول الله صلی الله علیہ وسلم

گھر کے گھر گر پڑے اور رستے بند ہو گئے پس اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ مینہ بند کر دے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے

لملالة بنی آدم ثم رفع یدیہ فقال اللهم حوالینا ولا علینا اللهم علی الآکام والظراب وبطون الاودیة ومنابت الشجر

بنی آدم کے اکتا جانے کی وجہ سے پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی الٰہی ہمارے گرد و نواح پر مینہ برسا نہ ہم پر الٰہی ٹیلوں اور پہاڑوں پر اور نالوں کے اندر اور درختوں کی جگہ

قال الراوی فما کان فی السماء خرق فانجابت السحابة عن المدینة حتی صارت حولها کالاکلیل قال الراوی

راوی کہتا ہے آسمان کہیں کھلا نہ تھا پس مدینہ کے اوپر سے ابر کھل گیا یہاں تک کہ اسکے گرد تاج کی مثال ہو گیا پس راوی نے

لم یذکر فی هذا الخبر غیر الدعاء فعلم منہ ان الصلوة فی الاستسقاء غیر مسنونة وقد ثبت ان عمر رض

اس خبر میں دعا کے سوا اور کچھ بیان نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ استسقا میں نماز مسنون نہیں ہے اور بیشک ثابت ہوا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے

استسقی ولم یصل ولو کانت الصلوة سنة لما ترکها لانہ کان اشد الناس اتباعا لسنة رسول الله علیہ السلام

استسقا کی دعا کی اور نماز نہیں پڑھی اور اگر نماز سنت ہوتی تو عمر رضی اللہ عنہ نہ چھوڑتے اسلیے کہ حضرت عمر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں سب سے زیادہ تھے

وما روی انہ صلی فیہ رکعتین کصلوة العید فذلک انما یدل علی الجواز ولیس الکلام فیہ بل الکلام فی کونها سنة

اور وہ جو مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے اسمیں دو رکعت نماز عید کی طرح پڑھی سو اس سے جواز معلوم ہوتا ہے اور اسمیں گفتگو نہیں بلکہ گفتگو سنت ہونے میں ہے

والسنة لا تثبت بمثلہ بل انما تثبت بالمواظبة ولم یوجد المواظبة لانہ علیہ السلام فعلہ مرة وترکہ

اور سنت ہونا اسطرح کی روایت سے ثابت نہیں ہوتا سنت تو مداومت سے ثابت ہوتا ہے اور مداومت پائی نہ گئی اسلیے کہ نبی علیہ السلام نے کبھی اسکو کیا اور کبھی

اخری ولم یکن فعلہ اکثر من ترکہ حتی یکون مواظبة وقالا یصلی الامام بالناس رکعتین کصلوة العید

چھوڑ دیا اور عمل کرنا چھوڑ دینے سے زیادہ نہیں تھا تاکہ مداومت ہو اور صاحبین کہتے ہیں کہ امام لوگوں کے ہمراہ نماز عید کی طرح دو رکعت پڑھے

بلا اذان ولا اقامة مع التکبیرات الزوائد والجهر بالقراءة ثم یخطب خطبتین یفصل بینهما بجلسة

بلا اذان اور تکبیر کے مع تکبیرات زوائد کے اور قرات پکار کر پھر دو خطبے پڑھے دونوں کے بیچ میں خفیف جلسہ سے فرق

خفیفة ویکون الاستغفار معظم الخطبتین فاذا فرغ من الخطبة یستقبل القبلة ویحول رداءہ

کرے اور استغفار دونوں خطبوں میں اکثر حصہ ہو جب خطبہ پڑھ چکے تو رو بقبلہ ہو کر چادر کو الٹے

فی هذہ الساعة تفاؤلا بتحویل الحال فیجعل ما علی الیمین علی الشمال وما علی الشمال

حالت بدل جانے کی فال نیک کے لیے پس داہنی طرف کا پلہ بائیں طرف کرے اور بائیں طرف کا پلہ

علی الیمین ثم یدعو ویقول فی دعائہ اللهم اسق عبادک وبهائمک وانشر رحمتک واحی

داہنی طرف کرے پھر دعا مانگے اور دعا کے اندر یہ کہے یا اللہ اپنے بندوں اور اپنے حیوانات کو پانی دے اور اپنی رحمت کو پھیلا اور اپنے

بلادک المیت اللهم انک امرتنا بدعائک ووعدتنا اجابتک فقد دعوناک کما امرتنا فاجبنا

مردہ شہر کو زندہ کر الٰہی تو نے ہمکو اپنے سے دعا کرنے کا حکم دیا اور قبول کرنے کا ہم سے وعدہ فرمایا سو ہم تیرے حکم کے موافق دعا مانگتے ہیں اب تو اپنے

کما وعدتنا اللهم فامنن علینا بمغفرة ما قارفنا واجابتک فی سقیانا وسعة رزقنا اللهم لا تهلک بلادک

وعدے کے موافق قبول کر الٰہی ہمارے قصوروں کو معاف کر اور پانی دینے اور رزق کی فراخی کے بارہ میں اپنی قبولیت سے ہم پر احسان کر الٰہی اپنے بندوں کے گناہ سے

بذنوب عبادک ولکن برحمتک الشاملة ونعمتک الکاملة اسقنا ماء غدقا تحیی بہ البلاد وتروی بہ

اپنے شہروں کو برباد مت کر ولیکن اپنی رحمت شاملہ اور نعمت کاملہ سے ہمکو بہت پانی دے جس سے شہر زندہ اور تیرے تمام بندے

العباد انک علی کل شیء قدیر ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار

سیراب ہو جائیں تو بیشک ہر شے پر قادر ہے اے ہمارے پروردگار ہمکو دنیا میں خوبی دے اور آخرت میں خوبی دے اور ہمکو دوزخ کے عذاب سے بچا

المجلس السادس والاربعون فی بیان وجوب تعلیم الفرائض والقرآن وفی اللحن الخفی والجلی

چھیالیسوین مجلس تعلیم فرائض اور قرآن کے واجب ہونے اور لحن پوشیدہ اور ظاہر کے بیان مین

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم تعلموا الفرائض والقرآن فانی مقبوض هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه ابوهریرة

رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم نے فرمایا سیکھو فرائض اور قرآن کو کیونکہ مین قبض کیا جانے والا ہون یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین ہے ابوہریرہ کی روایت

وفیه تحریض للامة علی تعلم النوعین من العلم لانهما لا یتلقفان التلقف بمعنی الاخذ الا منه علیه السلام فانه علیه

اور اسمین امت کو علم کی دونون قسمون کے سیکھنے کی ترغیب ہے کیونکہ ان دونون کا تلقف نبی علیہ السلام کے سوا اور کسی سے نہین ہوتا تلقف کی معنی لینے کے ہین کیونکہ نبی

السلام اذا قبض لا یحصل الناس منهما شیئ بعده الا ما تعلموا منه وهما الفرائض والقرآن اما الفرائض فقد ذهب

علیہ السلام کو وفات ہو جائیگی تو پھر بعد انکے لوگون کو ان دونون مین سے کچھ حاصل نہوگا مگر اتنا ہی جو سیکھ چکے ہین اور وہ دونون علم فرائض اور قرآن ہین اور فرائض مین تو بعضے لوگ

بعض الناس الی ان المراد بها قسمة المواریث ولا دلیل له فی هذا التخصیص علی ما ذکره التوربشتی بل الصحیح ان

اسطرف گئے ہین کہ اس سے میراث کا تقسیم کرنا مراد ہے اور اس خصوصیت کی انکے پاس کوئی دلیل نہین جیساکہ توربشتی نے بیان کیا ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ

المراد بها الفرائض التی فرضها اللّٰه تعالی علی عباده واما القرآن علی ما ذکر فی الاصول فهو ما کان منقولا بالتواتر کالقراءة

اس سے وہ ضروری امور مراد ہین جو اللّٰہ تعالے نے اپنے بندون پر فرض کیے ہین اور رہا قرآن علم اصول کی بیان کی رو سے وہ ہے جو تواتر سے منقول ہو جیسے ساتون

السبع المعروفة التی اختارها الائمة السبعة من القراء الا ما کان منقولا بلا تواتر فانه لیس بقرآن بل هو من القراءة

مشہور قراءتین جسکو قرارت کے ساتون امامون نے اختیار کیا ہے وہ نہین ہے جو بلا تواتر منقول ہے پس یہ قرآن نہین بلکہ وہ شاذ قرارت

الشاذة سواء نقلت بطریق الشهرة او بطریق الآحاد والنقل بالتواتر شرط فی کون المنقول قرآنا سواء کان فی جوهر اللفظ

ہے خواہ بطریق شہرت منقول ہو یا بطریق آحاد اور قرآن ہونے مین متواتر منقول ہونا شرط ہے خواہ جوہر لفظ مین ہو

او فی هیأته والمراد من جوهر اللفظ ان یختلف خطوط المصاحف فی القراءات السبع نحو مالک یوم الدین و ملک یوم الدین و

یا اسکی ہیئت مین اور جوہر لفظ سے مراد یہ ہے کہ قرارت سبعہ مین مصاحف کے خطوط مختلف ہون جیسے مالک یوم الدین اور ملک یوم الدین اور

المراد من هیأة اللفظ ان لا یختلف خطوط المصاحف فی القرآن السبع کالتفخیم والامالة ونحوهما فاذا کان

ہیأة سے یہ مراد ہے کہ مصاحف کے خطوط قرارت سبعہ مین مختلف نہون جیسے پر پڑھنا اور امالہ کرنا اور مانند اسکے اور جب

النقل بالتواتر شرطا فی کون المنقول قرآنا ظهر ان الشاذ سواء نقل بطریق الشهرة او بطریق الاحاد لا یکون له

منقول کے قرآن ہونے مین نقل بالتواتر شرط ہوئی تو ظاہر ہوا کہ قرارت شاذ خواہ بطریق مشہور منقول ہو یا بطریق آحاد اسکو

حکم القرآن حتی لا یجوز قراءته فی الصلوة والحاصل ان المشهورین من ائمة القراء هم السبعة المذکورون

قرآن کا حکم نہین ہوگا یہانتک کہ اسکو نماز کے اندر پڑھنا جائز نہین خلاصہ یہ ہے کہ قرارت کے مشہور امام وہی سات ہین جو

فی التیسیر والشاطبی وهم عاصم وحمزة والکسائی هذه الثلثة من الکوفة وابن کثیر من مکة ونافع من المدینة

تیسیر اور شاطبی مین مذکور ہین اور وہ یہ ہین عاصم اور حمزہ اور کسائی یہ تینون تو کوفہ کے ہین اور ابن کثیر مکہ کے اور نافع مدینہ کے

وابو عمرو من البصرة وابن عامر من الشام وقد ثبت شیوخ ثلثة اخرون وهم یعقوب بن اسحق ویزید بن

اور ابو عمرو بصرہ کے اور ابن عامر شام کے اور تین استاد اور بھی ثابت ہین وہ یہ ہین یعقوب بن اسحاق اور یزید بن

القعقاع وخلف بن هشام والصحیح ان احکام القرآن من جواز الصلوة وغیره جاریة فی هذه الثلثة ایضا

قعقاع اور خلف بن ہشام اور صحیح یہ ہے کہ قرآن کے احکام یعنی نماز کا جائز ہونا وغیرہ ان تینون مین بھی انہی ساتون کے مانند

کالسبعة واما ما وراءها من القراءة الشاذة مشهورا کان او غیر مشهور فلا خلاف فی عدم جواز قراءته

جاری ہین اور رہین انکے علاوہ اور شاذ قرائتین مشہور ہون یا غیر مشہور پس نماز مین اُسکے پڑھنے کے ناجائز ہونے مین

فی الصلوة وانما الخلاف فی فسادها قال الاصفهانی ما لم یتواتر من القرات الشاذة فحکمها فی الصلوة حکم کلام الآدمی

اختلاف نہین اختلاف تو صرف اُسکے فاسد ہو جانے مین ہے اصفہانی کہتے ہین کہ قرارت شاذہ جبتک متواتر نہو تو نماز مین اسکا حکم آدمی کے کلام کا سا حکم ہے

وإذا لم يكن للشاذ فيه حكم القرآن ولم يجز قراءته في الصلوة فما ظنك بالقراءة التي ليست من القراءة المتواترة
اور جب قرارت شاذہ میں قرآن کا حکم نہیں ہے اور نہ اسکا نماز میں پڑھنا جائز ہے تو بھلا اس قرارت کے باب میں تیرا کیا گمان ہے جو نہ قرارت متواترہ سے ہے
ولا من القراءة الشاذة بل هي لحن محض هل يكون له حكم القرآن وهل يجوز قراءته في الصلوة التي هي فرض على الناس
اور نہ قرارت شاذہ سے بلکہ وہ محض غلط ہے تو کیا اسکو حکم قرآن کا ہو سکتا ہے اور کیا اسکا پڑھنا نماز میں جائز ہے جو کہ لوگوں کے ذمے پر
بعد الايمان واحد اركانها قراءة القرآن الذي انزل بافصح اللغات فلا بد ان يقرأ بافصح اللغات ولا يتحقق ذلك
ایمان کے بعد فرض ہے اور اسکے ارکان میں سے ایک رکن قرارت قرآن ہے جو کہ بڑی فصیح زبان میں نازل ہوا ہے پس ضرور ہے کہ فصیح زبان میں پڑھا جائے اور یہ بات
الا بالتجويد فعلى هذا يكون العمل بالتجويد فرضا لازما لانه تعالى انزل القرآن بالتجويد حيث قال ورتل القرآن ترتيلا
بدون تجوید کے نہیں ہو سکتی تو اس بنا پر تجوید فرض لازم ہوئی اسلیئے کہ اللہ تعالی نے قرآن کو تجوید کے ساتھ نازل کیا ہے اسلیئے کہ فرمایا ہے اور پڑھ سنایا ہمنے اسکو ٹھہر ٹھہر
والمراد بالترتيل التجويد بدليل ان عليا سئل عن قوله تعالى ورتلناه ترتيلا فقال الترتيل تجويد الحروف ومعرفة الوقوف
اور مراد ترتیل سے تجوید ہے اس دلیل سے کہ حضرت علی رضی سے کسی نے اس آیت کا مطلب پوچھا ورتلناه ترتيلا پس حضرت علی رضی نے فرمایا حروف کی تجوید ہے اور وقفوں کا معلوم کرنا
وليس المراد بالتجويد قراءة تمضيغ اللسان وتقصير الفم وتعويج الفك وترديد الصوت اذ هي قراءة تنفر عنها الطباع
اور یہ تجوید سے مراد کہ زبان کو چبا کر اور منہ کو دبا کر اور جبڑے کو ٹیڑھا کر کے اور آواز کو گردش دیکر پڑھنا نہیں ہے کیونکہ ایسی قرات سے طبیعتوں کو نفرت ہوتی ہے
ولا تقبلها القلوب والاسماع بل هو قراءة سهلة لطيفة لا مضغ فيها ولا تعسف ولا تكلف فاذا كان التجويد فرضا يكون
اور دل اور کان اسکو پسند نہیں کرتے ہیں بلکہ تجوید سہل لطیف پڑھنے کا نام ہے اسمیں نہ زبان کا چبانا ہے اور نہ بناوٹ ہے اور نہ کچھ تکلیف ہے پس جب تجوید فرض ہوئی
ما ينافيه حراما لان القرآن انما كان معجزا بفصاحة لفظه وبلاغة معناه فقراءته بالتجويد قراءة له بالفصاحة واذا لم يقرأ
تو اسکے برخلاف حرام ہوا اسلیئے کہ قرآن تو اپنی فصاحت الفاظ اور بلاغت معنی کیوجہ سے معجز ہے پس اسکا تجوید کے ساتھ پڑھنا فصاحت کا پڑھنا ہوا اور جب
بالفصاحة يكون لحنا واللحن في لغة العرب يجيء على معان والمراد به هنا الخطاء والميل عن الصواب وهو جلي وخفي
فصاحت کے ساتھ نہ پڑھا تو پھر لحن ہو گیا اور لحن لغت عرب میں کئی معنوں میں آتا ہے اور لحن سے مراد یہاں خطا ہے اور راستی سے الگ ہو جانا اور لحن ایک جلی ہے اور ایک خفی
اما الجلي فهو خطأ يطرأ الالفاظ ويخل بالمعنى في بعض المواضع فيفسد الصلوة وهذا اللحن يشترك في معرفته علماء القراءة
لیکن لحن جلی وہ غلطی ہے جو الفاظ میں ہو اور بعض جگہ معنی بگاڑ دیتا ہے پس نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لحن کی پہچان میں قرارت کے علما وغیرہ سب شریک ہیں
وغيرهم اذ هو قد يكون بتغيير الحركات والسكنات الاعرابية والبنائية وقد يكون بنقص حرف وزيادته وابداله الى
اسواسطے کہ لحن کبھی تو حرکات اور سکنات اعرابی اور بنائی کے بدلنے سے ہوتا ہے اور کبھی حرف کی کمی بیشی سے ہوتا ہے اور ایک حرف سے
حرف آخر واما الخفي فهو خلل يطرأ الالفاظ لكن لا يخل بالمعنى ولا يفسد الصلوة بل يخل بالفصاحة ويورث القباحة
دوسرا حرف بدلنے سے اور لحن خفی سو خلل الفاظ میں ہے لیکن معنی میں کوئی خلل نہیں آتا اور نماز کو فاسد نہیں کرتا بلکہ فصاحت میں خلل اور قباحت پیدا کرتا ہے
ولذا حرم في القرآن كما ذكر في البزازية ان اللحن فيه حرام بلا خلاف اذ قال الله تعالى قرآنا عربيا غير ذي عوج و
اور اسی لیے قرآن کے اندر حرام ہے جیسا کہ بزازیہ میں مذکور ہے کہ قرآن میں لحن بلا خلاف حرام ہے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ قرآن ہے عربی زبان کا جسمیں کجی نہیں اور
هذا اللحن يختص بمعرفته علماء القراءة اذ هو انما يكون بتكرير الراءات وتطنين النونات وتغليظ اللامات و
اس لحن کو صرف علماے قرات ہی پہچانتے ہیں اسلیئے کہ یہ لحن حرف را کے تکرار سے اور نون کی گنگناہٹ سے اور لام کو پر کرنے سے اور
تشقيق الغنة وغير ذلك من ترك الادغام في محل الادغام وترك الاخفاء في محل الاخفاء وترك الاظهار في محل الاظهار
غنہ کو ناک میں لیجانے سے ہوتا ہے اور اسکے علاوہ جیسے ادغام کی جگہ فک ادغام اور اخفا کی جگہ ترک اخفا اور اظہار کے مقام پر ترک اظہار اور بدلنے کی جگہ نہ بدلنا
وترك الاقلاب في محل الاقلاب وترك التفخيم في محل التفخيم وترك الترقيق في محل الترقيق فان ذلك كله وان لم
اور پر کرنے کی جگہ پر نہ کرنا اور باریک کرنے کی جگہ باریک نہ کرنا بیشک تمام باتیں اگرچہ معنی میں مخل نہیں
يخل بالمعنى بل انما يخل باللفظ لفساد رونقه وذهاب حسنه لكن يخل بالفصاحة ولا قائل من اهل الايمان بعدم
بلکہ لفظ بگڑ جاتا ہے کیونکہ لفظ کی رونق اور حسن جاتا رہتا ہے لیکن فصاحت میں خلل پڑتا ہے اور اہل ایمان میں سے کوئی قرآن کے فصیح نہونے کا قائل نہیں ہے

فصاحة القرآن ولذلك حرمت هذه التغييرات كلها فی الصلوٰة وغيرها لما بيّنا من ان القرآن انما انزل بافصح اللغات
اور اسی لیے ایسے سب تغیرات نماز اور غیر نماز مین حرام ہین اسکا بیان یہ ہو کہ قرآن فصیح تر زبان مین نازل ہوا ہے

التی هی لغة العرب العرباء وهی لغة قريش وهذيل وهوازن وطی وثقيف واليمن وبنی تميم فلابد ان يراعی فيه
جو خالص عربون کی بولی ہو اور وہ قریش اور ہذیل اور ہوازن اور طی اور ثقیف اور یمن اور بنو تمیم کی ہین پس ضرور ہو کہ انکی زبان کے

قواعد لغتهم من اخراج الحروف من مخارجها ومحافظة صفاتها من ترقيق المرقق وتفخيم المفخم ومد الممدود
قاعدون کی رعایت کیجائے یعنی حرفون کو انکے مخرج سے نکالنا اور انکی صفات کا خیال رکھنا کہ نرمی کی جگہ نرمی اور پُر کی جگہ پُر اور مد کی جگہ مد اور

قصر المقصور وادغام المدغم واظهار المظهر واخفاء المخفی وغير ذلك مما هو لازم فی كلامهم الذی هو سليقة لهم
قصر کی جگہ قصر اور ادغام کی جگہ ادغام اور اظہار کی جگہ اظہار اور اخفا کی جگہ اخفا اور اسکے علاوہ جو جو انکے کلام مین ضروری ہو اور جو انکے کلام کا طریقہ ہے

لا يحسنون غيره فالقاری اذا لم يراع ذلك بصير كانه قرأ القرآن بغير لغة العرب وهو ان كان قاريًا سوٰة
کہ اسکے علاوہ انکو پسند نہین پس قاری اگر ان امور کی رعایت نکرے تو اسنے قرآن کو گویا زبان عرب کے علاوہ اور کسی زبان مین پڑھا اب وہ اگرچہ ظاہر مین قاری ہے

لكنه ليس بقاری حقيقة بل هو هازی وعدم قراءته اولی من قراءته لانه بهذه القراءة يصير من الذين
لیکن حقیقت مین قاری نہین بلکہ وہ جُہّل باز ہوا اسکے پڑھنے سے اسکا نہ پڑھنا ہی بہتر ہے اس لیے کہ اس قرأت سے

ضل سعيهم فی الحيوٰة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعًا ولهذا قال الامام ابن الجوزی فی كتابه
ان لوگون مین سے ہوگا جنکی سعی ضائع ہوگئی دنیا کی زندگی مین اور وہ سمجھتے ہین کہ خوب بناتے ہین کام۔ اسی لیے امام ابن جوزی اپنی کتاب مین

المسمی بالنشر لا شك ان الامة كما هم متعبدون بفهم معانی القرآن واقامة حدوده كذلك هم متعبدون
جسکا نام نشر ہے کہتے ہین بیشک امت کو جسطرح قرآن کے معانی کا سمجھنا اور اسکے حدود قائم رکھنا عبادت ہے اسی طرح اسکے الفاظ کا صحیح پڑھنا اور حروف کو

بتصحيح الفاظه واقامة حروفه علی الصفة المتلقية من ائمة القراءة المتصلة بالحضرة النبوية الافصحية
ٹھیک ادا کرنا اُس طریقہ سے عبادت ہے جو قرأت کے امامون سے منقول ہے اور حضرت نبوی تک سلسلہ متصل ہوا ہے جو فصیح تر عربیت ہے

العربية التی لا تجوز مخالفتها ولا العدول عنها الی غيرها والناس فی ذلك بين محسن ماجور ومسیٔ اٰثم
جسکی مخالفت جائز نہین ہے اور نہ اسکو چھوڑ کر دوسرا امر اختیار کرنا اور اس باب مین بعضے محسن ہین قابل ثواب کے اور بعضے خطاکار قابل گناہ ہین اور

او معذور فمن قدر علی تصحيح كلام الله تعالی باللفظ الصحيح العربی الفصيح وعدل عنه الی اللفظ الفاسد
بعضے معذور و ناچار پس جسکو کہ کلام اللہ کے الفاظ اسکے صحیح پڑھنے پر قدرت ہو جو کہ صحیح عربی فصیح ہے پھر اُس کو چھوڑ کر لفظ فاسد

العجمی القبيح فانه مقصر بلا شك واٰثم بلا ريب واما من كان لا يطاوعه لسانه او لا يجد من يرشده الی الصواب
عجمی قبیح اختیار کرے تو بیشک قصوروار اور بے شبہہ گنہگار ہے اور جس شخص کی زبان قابو مین نہین ہے یا کوئی راستی پر لانے والا اسکو نہین ملا

فان الله تعالی قال لا يكلف الله نفسًا الا وسعها لكن يجب عليه ان يجتهد جهده لعل الله يحدث بعد ذلك
تو اللہ تعالی خود فرماتا ہے کہ اللہ تکلیف نہین دیتا کسی شخص کو مگر اُسکی طاقت کے موافق لیکن ایسے شخص کو واجب ہے کہ پوری محنت کرے کہ شاید اللہ تعالی بعد اسکے قدرت پیدا کر دے

امرًا وقد ذكر فی فتاوی قاضی خان ان الرجل اذا كان لا يحسن بعض الحروف ينبغی ان يجتهد ولا يعذر فی
اور فتاوی قاضی خان مین مذکور ہے کہ آدمی جبکہ بعض حرفونکو اچھی طرح نہ پڑھ سکے تو اسکو لازم ہے کہ خوب محنت کرے اسمین وہ معذور نہ سمجھا جائے گا

ذلك وان كان لا ينطلق لسانه فی تلك الحروف فان وجد اٰية ليس فيها تلك الحروف فقرأها فی صلاته
اور اگر اسکی زبان ان حرفونمین نہ چلتی ہو تو اگر ایسی آیت پائے جسمین وہ حرف نہین ہین اور وہی آیت اپنی نماز مین پڑھ لے

تجوز عند الكل وان قرأ الاٰية التی فيها تلك الحروف تجوز صلاته لكن لا يؤم غيره و
تو سب کے نزدیک جائز ہے اور اگر ایسی آیت پڑھے جسمین وہ حروف ہین تو اسکی نماز جائز ہے لیکن اور کی امامت نکرے اور

كذا اذا كان الرجل لا يقف مواضع الوقف وكان يتنحنح عند القراءة لا يؤم غيره
ایسی ہی جو شخص وقف کی جگہ وقف نہین کرتا یا قرأت مین کھنکھارا کرتا ہو تو اور کی امامت نکرے

المجلس السابع والاربعون في جواز التغني في القرآن وما لا يجوز فيه وفي غيره

سینتالیسوین مجلس قرآن مین تغنی کے جائز ہونے اور ان امور کے بیان مین جو اسمین جائز نہین اور اسکے علاوہ باتین

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس منا من لم يتغن بالقرآن هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه سعد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم مین نہین ہے جو قرآن مین تغنی نکرے یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے سعد

بن ابي وقاص والمراد بالتغني المذكور فيه ليس هو المشهور المعروف بوجوه الاول ان الحديث هو قوله عليه السلام
بن ابی وقاص رض کی روایت سے اور تغنی سے جو اس حدیث مین مذکور ہے تغنی مشہور و معروف مراد نہین کئی وجہ سے پہلی وجہ یہ ہے کہ حدیث کا پہلا حصہ وہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے

ليس منا يمنع عنه لكون معناه ليس من اهل ملتنا ومن يتبعنا في امرنا وهو من قبيل الوعيد ولا خلاف بين الامة
لیس منا اس مراد سے مانع ہے کیونکہ اسکے معنی یہ ہین کہ ہمارے دین اور ان لوگو مین سے نہین ہے جو ہماری بات مانتے ہین اور یہ وعید کے قبیل سے ہے اور تمام امت مین کسی کو

ان قارئ القرآن من غير التغني يثاب وما جور فكيف يستحق الوعيد والثاني ان الفقهاء صرحوا بكون قراءة القرآن
خلاف نہین ہے کہ بغیر تغنی کے قرآن پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے اور اجر دیا جاتا ہے پھر بھلا وعید کا مستحق کیسے ہو سکتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ قرآن کا پڑھنا

بالتغني معصية ويكون التالي والسامع اثمان بل يكون المستحل كافرا وذلك لان التغني حرام في جميع الاديان وكذا
تغنی کے ساتھ گناہ ہے اور پڑھنے والا اور سننے والا دونون گنہگار ہین بلکہ اسکو حلال سمجھنے والا کافر ہو جاتا ہے اور یہ اسلیے کہ تغنی سب دینون مین حرام ہے اور ایسی ہی

اللحن حرام بالاجماع قال البزازي اللحن حرام بلا خلاف وذكر ابو البركات في شرح النافع ان التغني حرام في جميع
لحن بالاتفاق حرام ہے بزازی کہتے ہین لحن بلا خلاف حرام ہے اور ابو البرکات نے نافع کی شرح مین ذکر کیا ہے کہ تغنی تمام دینون مین حرام ہے

الاديان وحكي عن ظهير الدين المرغيناني ان من قال لمقرئ زماننا عند قراءته احسنت يكفر ووجه كون التحسين
اور ظہیر الدین مرغینانی سے حکایت ہے کہ ہمارے وقت کے قاری کو جسنے اسکو پڑھنے کیوقت کہا واہ خوب پڑھا کافر ہو جاتا ہے اور اچھا کہنے کے کفر کی یہ وجہ ہے

كفران قراء هذا الزمان قلما يخلو قراءتهم في المجالس والمحافل عن التغني والتغني للناس لما كان حراما بالاجماع كان
کہ اس زمانے کے قاریون کی قرات مجلس اور محفلون مین تغنی سے بہت کم خالی ہوتی ہے اور لوگون کے لیے تغنی چونکہ بالاتفاق حرام ہے تو یہ

قطعيا ولذلك سماه صاحب الذخيرة كبيرة وكذا صاحب الهداية حيث قال فيها ولا يقبل شهادة من يغني للناس
قطعی ہوئی اور اسی لیے صاحب ذخیرہ نے اسکو کبیرہ کہا ہے اور ایسا ہی صاحب ہدایہ نے اسطرح تغنی کے باب مین کہا ہے کہ جو لوگون کو لیے تغنی کرے اسکی گواہی مقبول نہین

لانه يجمع على ارتكاب كبيرة فدل كلامه هذا على ان استماع التغني كبيرة فاذا كان استماع التغني كبيرة فلون
کیونکہ وہ انکو گناہ کبیرہ پر جمع کرتا ہے پس اسکا کلام دلالت کرتا ہے کہ تغنی کا سننا گناہ کبیرہ ہے تو جب تغنی کا سننا کبیرہ ہوا

التغني كبيرة اولى فالمغني مرتكب لهذه الكبيرة فتحسينه تحليل للحرام القطعي وهو كفر فظهر من هذا ان
تو خود تغنی بدرجہ اولے کبیرہ ہے پس مغنی اس کبیرہ کا مرتکب ہے اب اسکا اچھا کہنا حرام قطعی کو حلال کرنا ہے اور یہ کفر ہے اب اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ

من يحضر الجمعة والجماعة في هذا الزمان فلما ينجو عن ارتكاب كبيرة لان كثيرا من الخطباء والقراء قلما
اس زمانہ مین جمعہ اور جماعت مین آتے ہین ارتکاب کبیرہ سے بہت کم خالی ہوتے ہین اسلیے کہ اکثر خطیب اور قاریون کے

يخلو خطبتهم وقراءتهم عن التغني بل هم ياخذون في الخطبة والقرآن ما اخذهم في الشعر والغزل حتى
خطبے اور قرات تغنی سے بہت کم خالی ہین بلکہ وہ خطبے اور قرآن مین شعر اور غزل کا طرز اختیار کرتے ہین

لا يكاد يفهم ما يقولون وما يقرؤن من كثرة النغمات والتقطيعات وكذا حال المؤذنين في التصلية والترضية
یہانتک کہ کثرت نغمات اور ادھر کٹے الفاظ سے سمجھ مین نہین آتا کہ کیا کہتے ہین اور کیا پڑھتے ہین اور ایسے ہی صلی اللہ علیہ وسلم اور رضی اللہ عنہ

والتامين وتكبيرات الانتقالات والسامعون الحاضرون مرتكبون لهذه الكبيرة وربما يستحسنهم بعضهم
اور آمین کہنے مین اور انتقالات کی تکبیر مین مؤذنون کا حال ہے اور سننے والے جو موجود ہوتے ہین اس کبیرہ کے مرتکب ہین اور کبھی بعضے انکی تعریف کرتے ہین

بل هو الاكثر في اكثرهم لغلبة الهوى وعدم مبالاتهم في امر الدين فيلزم ان يكفروا على ما حكي عن ظهير الدين المرغيناني
بلکہ غلبہ ہوائے نفسانی اور دین کی باتو مین بے پروائی کو سبب اکثر اشخاص مین اکثر یہی ہوتا ہے پس لازم آتا ہے کہ حکایت ظہیر الدین مرغینانی کی رو سے سب کافر ہو جائین

وكذا من يحضر التراويح في ليالي رمضان لاستماع تسبيحات المؤذنين في الجوامع والمساجد فان اسماء الله الواقعة
اور ایسی ہی جو ماہ رمضان کی راتون کو جامع مسجدون اور مساجد مین موذنون کی تسبیحات سننے کے واسطے تراویح مین آتے ہین چونکہ خدا کے نام جو تسبیحات مین آتے ہین
فيها مثل يا حنان يا منان يا ذا الجود والاحسان ونحو سبحان ذي الملك والملكوت سبحان ذي العزة و
جیسے یاحنان یامنان یاذالجود والاحسان اور جیسے سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ
الجبروت وغير ذلك من الاسماء الحسنى والصفات العليا بكثرة الانغام والالحان يغيرونها ويحرفونها
والجبروت اور اسکے علاوہ اور اسماے حسنے اور بزرگ صفات انمین کثرت سے نغمے اور الحان کیوجہ سے تغیر اور تحریف
ويخفونها الى مرتبة لا يمكن تمييزها وتشخيصها مثل قولهم سوبحان المليكي الحانان سوبحان المليكي المانان
اور اخفا کردیتے ہین اسقدر کہ انمین تمیز اور تعیین کرنا غیر ممکن ہے چنانچہ اس قول کیطرح سوبحان الملیکی الحانان سوبحان الملیکی المانان
بافراط المد في ضمة السين وفتحة النون والميم وفي كسرة اللام والكاف وغير ذلك وكذا الحان الصوفية مثل
سین کے ضمہ اور نون اور میم کے فتحہ اور لام اور کاف کے کسرہ کو خوب کھینچکر اور سوا اسکے اور ایسا ہی صوفیون کا الحان ہے
قولهم عقب الطعام بزعم الشكر الحمد لليله والشكر لليله بمد الدال والراء واللام ونحوها فينبغي للمسلم ان
جیسے کھانیکے بعد شکر کے خیال پر انکا یہ کہنا الحمد لیلہ والشکر لیلہ دال اور را اور لام وغیرہ کو خوب کھینچکر پس مسلم کو چاہیے کہ وہ ان
يحترز عن حضورها وسماعها ويطلب مسجدا خاليا عنها اذ صوتها عبادة وحقيقتها معصية كبيرة فلعله
جانے اور اسکے سننے سے احتراز کرے اور کوئی مسجد جو ان باتون سے خالی ہو تلاش کرے کیونکہ صورت مین تو یہ عبادت ہے اور حقیقت مین گناہ کبیرہ ہے شاید
يستحسنها وينهدم دينه وهو لا يشعر والحال ان الجهل لا يكون عذرا ولا يظن احد ان المراد بالتغني للناس قراءة
کہ انکو اچھا سمجھے اور اسکا دین بیخبری مین برباد ہوجائے اور حال یون ہو کہ نادانی کوئی عذر نہین ہے اور کوئی یہ خیال نکرے کہ لوگون کو لیے تغنی سے یہ مراد ہے
الابيات والاشعار بالاصوات الموزونة دون قراءة القرآن والاذكار فانه ظن فاسد بل هو يعم التغني بالقرآن وغيره
کہ بیتین اور شعر موزون آواز بنا کر پڑھے نہ کہ قرآن اور ذکر کیونکہ یہ خیال فاسد ہے بلکہ قرآن وغیرہ سب کے تغنی کو شامل ہے
الا ان الفقهاء صرحوا بكون قراءة القرآن بالالحان معصية وبكون التالي والسامع آثمين قال البزازي
اس لیے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ قرآن کو الحان سے پڑھنا گناہ ہے اور پڑھنے والا اور سننے والا دونون گنہگار ہین بزازی کہتے ہین
قراءة القرآن بالالحان معصية والتالي والسامع آثمان فالوجه الثالث من تلك الوجوه المذكورة ان الحديث المذكور
کہ قرآن الحان سے پڑھنا گناہ ہے اور پڑھنیوالا اور سننے والا دونون گنہگار ہین اور تیسری وجہ ان وجوہات مذکورہ مین سے یہ ہے کہ یہ حدیث مذکور
يكون معارضا لما اخرجه الترمذي عن حذيفة انه عليه السلام قال اقرؤا القرآن بلحون العرب واصواتها واياكم
اس حدیث سے معارض ہوجائیگی جو ترمذی نے حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن کو عرب کے لہجے اور آواز سے پڑھا کرو اور
ولحون اهل الفسق ولحون اهل الكتابين فانه سيجيء بعدي قوم يرجعون القرآن في ترجيع الغناء والرهبانية والنوح
فاسقون کی لحن اور یہود اور نصاریٰ کے لحن سے بہت بچو کیونکہ عنقریب میرے بعد ایک ایسی قوم ہوگی جو قرآن مین غنا اور راہبون اور نوحہ کیطرح ترجیع کیا کرینگی
لا يجاوز حناجرهم مفتونة قلوبهم وقلوب من يعجبهم شانهم ذكر هذا الحديث الامام الجعبري
اور قرآن انکے گلے سے نیچے نہ اتریگا انکے دل فتنہ مین ہین اور انکے دل جو انکا یہ انداز پسند کرتے ہین اس حدیث کو امام جعبری نے
في شرح الشاطبي وهو اصل عظيم في هذا الباب الذي هو جواز التغني بالقرآن وعدم جوازه وعليه
شاطبی کی شرح مین ذکر کیا ہے اور اس باب مین یہ بڑی اصل ہے یعنی قرآن مین تغنی جائز ہونے اور نہ جائز ہونے مین اور اسی سے
يتفرع مسائل هذا الباب ومن لم يقف على هذا الاصل يغلط كثيرا اذ جعل بعضهم التغني حراما في جميع
اس باب کے سارے مسائل نکلتے ہین اور جو شخص اس اصل سے واقف نہین ہے وہ بہت غلطی کرتا ہے کیونکہ بعضون نے تو تغنی کو سب دینون مین حرام بتایا ہے
الاديان فيلزم اكفار مستحله وبعضهم اجازه في الشريعة المحمدية وكذا اللحن فتحير الناظر
پس لازم آتا ہے کہ حلال جاننے والا کافر ہوجائے اور بعضون نے شریعت محمدیہ مین اسکی اجازت دی ہے اور ایسی ہی لحن ہے پس ان اقوال کو دیکھنے والا

الى هذه الاقوال فلا بد من معرفة معنى التغني واللحن وما هو المراد منهما عند القائلين بالجواز والقائلين بعدم

پس ان اقوال کو دیکھنے والا حیران ہوجاتا ہے پس تغنی اور لحن کے معنی کا سمجھنا ضروری ہے اور جو انکی جواز کے قائل ہیں اور جو نا جائز ہونے کے قائل ہیں اون کے نزدیک

الجواز حتى يتخلص من ورطة التحير والهلاك اما التغني فهو اما من الغنى بالكسر والقصر او من الغناء بالكسر

ان دونوں سے کیا مراد ہے تاکہ وہ حیرانی اور ہلاکت کی بھنور سے خلاصی پائے بہر حال تغنی پس وہ یا تو غنی سے مشتق ہے جو غین کے زیر سے ہے

والمد فان كان من الاول فهو بمعنى الاستغناء وان كان من الثاني فهو بمعنى الترنم والترجيع والتطريب

بدون مد کے اور یا غناء سے مشتق ہے اور مد کے ساتھ پس اگر اول سے مشتق ہو تو اسکے معنے بے نیازی کے ہیں اور اگر دوسرے سے مشتق ہو تو اسکے معنے ترنم اور آواز کا بلند

اذ الغناء هو الصوت الموزون الرقيق الحزين والتغني والترنم والترجيع والتطريب استعمال ذلك الصوت

اور پست کرنا اور ہوجانا کیونکہ غنا موزون نرم اور دردناک آواز ہے اور تغنی اور ترنم اور ترجیع اور تطریب اور اس آواز

الموزون وترديده في الحلق بادخاله داخل الحلق مرة واخراجه اخرى على الطريقة المستفادة من الموسيقى

موزون کا برتنا اور اوسکا حلق میں پھرانا ہے کہ ایک بار حلق کے اندر لیجانا اور پھر اس کا باہر لانا اس طریق سے جو موسیقی سے نکلا ہے

وهذا هو المشهور المعروف المراد بالتغني المحرم في جميع الاديان سواء اقترن بالقرآن او بالاذان او بالخطبة

اور یہی تغنی سے مشہور معروف مراد ہے جو کہ تمام دینوں میں حرام ہے خواہ قرآن میں جاری ہو یا اذان میں یا خطبہ میں

او بالاذكار او بالاشعار ولو لم يقترن بشئ منها ولذلك لما بين صاحب مجمع الفتاوى ان استماع صوت

یا ذکروں میں یا شعروں میں یا انمیں سے کسی میں بھی نہو اور اسی لیے جب صاحب مجمع الفتاوی نے بیان کیا کہ بیشک

الملاهي كالضرب بالقصب وغير ذلك هي حرام ومعصية لقوله عليه السلام استماع الملاهي معصية

ملاہی کی آواز کا سننا جیسے ڈنڈی بجانا وغیرہ یہ سب حرام اور معصیت ہے نبی علیہ السلام کے اس قول کیوجہ سے سننا ملاہی کا معصیت ہے

والجلوس عليها فسق والتلذذ بها من الكفر ومن سمع بغتة فلا اثم عليه لكن يجب ان يجتهد كل الجهد

اور وہاں بیٹھنا فسق ہے اور اس سے مزہ اٹھانا کفر ہے اور جو اچانک سن لے اس پر گناہ نہیں لیکن واجب ہے کہ نہ سننے کی تمام تر

حتى لا يسمع لما روي انه عليه السلام ادخل اصبعيه في اذنيه عند سماعه قال لنا المسألة تدل على ان مجرد

کوشش کرے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے آواز سنکر اپنے کانوں میں انگلیاں دے لی تھیں تو اس بیان کے بعد کہا ہے کہ اس مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے

الغناء والاستماع اليه معصية وان لم يقترن بشئ من القرآن وغيره ووجه الدلالة ان الحاصل من

کہ غنا اور اوسکا سننا مطلقاً معصیت ہے اگرچہ قرآن وغیرہ میں سے کسی میں نہ جاری ہوا اور وجہ دلالت کی یہ ہے

الملاهي مجرد الصوت الموزون لا غير فيكون مجرد رفع الصوت الموزون وخفضه وترديده في الحلق من غير

کہ ملاہی سے صرف آواز موزون ہی حاصل ہوتی ہے نہ اور کچھ تو صرف آواز موزون کا بلند کرنا اور پست کرنا اور حلق میں اوسکا پھرانا بدون اسکے

اقتران بشئ من القرآن وغيره كما يفعله الخشخوانون معصية وكذا اذا اقترن بالقرآن او الاذان والخطبة

کہ قرآن وغیرہ میں جاری ہو جیسے کہ خوشخوان کرتے ہیں گناہ ہے اور ایسی ہی جب قرآن یا اذان یا خطبہ

وغيرها من الاذكار بل هو اسوأ واشنع لانه خلط المعصية بالعبادة وتلعب بالدين وان اعتقد هذا

یا اذکار میں برتا جائے بلکہ یہ بدتر اور زیادہ بُرا ہے کیونکہ یہ معصیت کو عبادت میں ملاتا ہے اور دین کو کھیل بناتا ہے اور اگر

الصنيع الشنيع عبادة فهو معصية اخرى اشد استقباحا من الاولى واما اللحن فهو على ما فهم من كلام

اس عمل بد کو عبادت اعتقاد کرے تو یہ دوسرا گناہ ہے پہلے سے بھی زیادہ بُرا ہے اور رہا لحن سو وہ اس بنا پر

صدر الشريعة في باب الاذان انه قد يكون بتحريف الكلمات بان ينقص حرفا من حروفها سواء كان حرف مد

جو صدر الشریعت کے کلام سے باب اذان میں مفہوم ہوتا ہے یہ ہے کہ کبھی تو کلمات کی تغیر سے ہوتا ہے اسطرح کہ کوئی حرف اوسکے حرفوں میں سے کم کردے خواہ وہ حرف مد ہو

وغيره او بان يزيد فيها حرفا من حروف المد وغيرها وقد يكون بتغيير صفات حروفها بان ينقص شيئا من كيفيات

یا اور کوئی یا اسطرح کہ انمیں کوئی حرف حروف مد وغیرہ میں سے بڑھا دے اور کبھی حرفوں کے صفات کو بدلنے سے ہوتا ہے اسطرح کہ کیفیات حروف میں سے کچھ گھٹا دے

الحروف او یزید کالحرکات والسکنات والمدات وغیر ذلک من الادغام والاخفاء واشباع الحرکات وتوفیر الغنات

یا بڑھا دے جیسے حرکات اور سکنات اور مدات اور اس کے علاوہ ادغام اور خفی کرنا اور حرکات کا بڑھانا اور غنا کا زیادہ کرنا

ونحوها مما یطول تعدادها علی ما ذکر فی کتب التجوید وقد یستعمل اللحن بمعنی التغنی وقد یطلق کل من هذه الالفاظ

اور اسکے مثل جنکا شمار بہت ہے چنانچہ کتب تجوید میں مذکور ہے اور کبھی لحن تغنی کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے اور کبھی یہ سب الفاظ بول کر

ویراد به مجرد حسن الصوت من غیر تغییر لفظ فعلی هذا متی قیل یجوز قراءة القرآن بالالحان یراد به حسن الصوت

صرف خوش آوازی بلا تغیر لفظ کے مراد ہوتی ہے پس اس بنا پر جب کہا جائے کہ قرآن کا الحان سے پڑھنا جائز ہے تو اس سے خوش آوازی

ولحون العرب کما فی قوله علیه السلام اقرؤوا القرآن بلحون العرب فالمراد بلحون العرب اصواتهم الطبیعیة التی منها المد ودو

اور عرب کا لہجہ مراد ہوگا جیسا کہ اس حدیث میں ہے قرآن کو عرب کے لہجہ میں پڑھو اور عرب کے لہجہ سے انکی طبعی آوازیں مراد ہیں یعنی دراز کرنا ممدود کا اور

قصر المقصور وترقیق المرقق وتفخیم المفخم وادغام المدغم واظهار المظهر واخفاء المخفی وغیر ذلک مما هو لازم فی کلامهم

قصر کرنا مقصور کا اور ہلکا کرنا ہلکے کا اور پُر پڑھنا پُر کا اور ادغام کرنا قابل ادغام کا اور ظاہر کرنا قابل اظہار کا اور خفی کرنا قابل اخفا کا اور اسکے علاوہ اور جو انکے کلام میں لازم ہے

الذی هو سلیقة لهم لا یحسنون غیره ومتی قیل قراءة القرآن بالالحان حرام یراد به لحون اهل الفسق کما

جو انکا طریقہ ہے کہ اوسکے غیر کو اچھا نہیں سمجھتے اور جب کہا جائے کہ قرآن کا الحان سے پڑھنا حرام ہے تو اس سے فاسقوں کے الحان مراد ہیں

فی قوله علیه السلام ایاکم ولحون اهل الفسق والمراد بلحون اهل الفسق الانغام المستفادة من الموسیقی اذ من یفعلها یکون من اهل الفسق

موافق اس قول نبی علیہ السلام کے فاسقوں کے لحن سے بچتے رہو اور فاسقوں کے لحن سے وہ نغمات مراد ہیں جو قواعد موسیقی سے مستفاد ہیں اسلیے کہ جو شخص یہ کرتا ہے فاسق ہے

لارتکابه کبیرة الا تری ان ابا حنیفة وغیره من المشائخ یبیحون قراءة القرآن بالالحان علی ما ذکر فی بعض الفتاوی وعلی تقدیر

کیونکہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے دیکھتا نہیں کہ امام ابوحنیفہ وغیرہ مشائخ الحان سے قرآن پڑھنے کو مباح کہتے ہیں جیسا کہ بعضے فتاووں میں مذکور ہے اور حسن صوت میں

کون المراد بها الانغام المستفادة من الموسیقی کیف یبیحونها مع صریح النهی عنها بقوله علیه السلام ایاکم ولحون اهل الفسق

کہ اس سے وہ نغمات مراد ہوں جو علم موسیقی سے نکلتے ہیں تو بھلا کیونکر مباح کہہ سکتے ہیں حالانکہ اس حدیث میں صاف ممانعت ہے فاسقوں کے لحن سے بچتے رہو

وعلی تقدیر کون المراد بها حسن الصوت ولحون العرب کیف لا یبیحونها وقد امر بها النبی علیه السلام بقوله اقرؤوا القرآن بلحون العرب وقد

اور جس صورت میں اس سے خوش آوازی اور عرب کا لہجہ مراد ہو تو بھلا کیونکر اجازت نہ دیں کہ نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں حکم کیا ہے قرآن کو عرب کے لہجے میں پڑھو اور

یقع الغلط علی افهام بعض الناس فیظنون ان المراد بحسن الصوت المطلوب فی قراءة القرآن والخطبة والاذان

بعضے لوگوں کی سمجھ میں کبھی غلطی ہو جاتی ہے پس وہ یہ گمان کر لیتے ہیں کہ مراد خوش آوازی سے جو قرآن کے پڑھنے اور خطبہ اور اذان میں مطلوب ہے

هی التغنی المعروف المشهور هیهات هیهات لما یزعمون کلا انهم عن هذا المعنی لمعزولون ثم انهم لا یکتفون بما ارتکبوا

وہی تغنی ہے جو مشہور و معروف ہے افسوس صد افسوس انکی سمجھ پر ایسا ہرگز نہیں کہ وہ ان معنوں سے بہت دور ہیں پھر وہ لوگ اسی فعل پر اکتفا نہیں کرتے

بل یقعون فی طعن السلف الصالحین وینسبون الیهم الفعل المحرم فی جمیع الادیان حیث یعتقدون ان الغناء الذی یفعلونه

بلکہ سلف صالحین کے مطعون کرنے میں پڑ جاتے ہیں اور انہیں ایسے فعل کو منسوب کرتے ہیں جو تمام مذہبوں میں حرام ہے کیونکہ یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ یہ غنا جسکو آج کل

الیوم هذا الذی کان السلف یفعلونه ومعاذ الله ان یظن بهم هذا ومن وقع له ذلک یتعین علیه ان یتوب عنه ویرجع

کیا کرتے ہیں اسی کو سلف بزرگ کیا کرتے تھے خدا کی پناہ انکی طرف ایسے گمان سے اور جسکو ایسا پیش آیا ہو تو اسکو ضرور ہے کہ اس سے توبہ کرے اور خدا کی طرف

الی الله تعالی والا فهو من الهالکین الا تری ان حسن الصوت فی الاذان مندوب مطلوب مع ان التغنی فیه حرام ومکروه

رجوع کرے نہیں وہ ہلاک ہونیوالوں میں سے ہے کیا تو دیکھتا نہیں کہ حسن صوت اذان میں مستحب اور مقصود ہے باوجودیکہ اس میں تغنی حرام اور مکروہ ہے

منصوص کراهته فی عامة الکتب من المتون والشروح والفتاوی مع ضرب من التاکید والتهدید وقد صح الانکار علی فاعله

اسکی کراہت تمام متون اور شرحوں اور فتاووں کی کتابوں میں مع تاکید اور تہدید کے صاف صاف مذکور ہے اور اسکے کرنے والے پر انکار

عن النبی علیه السلام وعن الصحابة والتابعین وغیرهم من السلف والخلف اذ روی عن ابن عباس رضی الله عنه انه علیه السلام کان له

نبی علیہ السلام سے اور صحابہ اور تابعین وغیرہ اگلے اور پچھلوں سے پایا گیا ہے اس واسطے کہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کا

مؤذن يطرب في اذانه عن ابن عمر وروي ان رجلا قال لابن عمر اني احبك في الله فقال له ابن عمر اني لابغضك في الله انك تتغنى في اذانك فظهر من هذه
ایک مؤذن تغنی کرتا تھا تو اسکو آپ نے منع کیا اور روایت ہے کہ ایک شخص نے ابن عمر سے کہا کہ میں اللہ کے واسطے دوست رکھتا ہوں پس ابن عمر نے اسکو جواب دیا کہ میں تجھے خدا کے واسطے بغض رکھتا ہوں اسلیے کہ تو اذان میں تغنی

الوجوه كلها ان المراد بالتغني في الحديث المذكور سابقا ليس ما هو المعروف والمشهور بل المراد به الاعلان
پس ان تمام وجوہات سے ظاہر ہوا کہ اُس حدیث میں جو مذکور ہوئی تغنی سے وہ مراد نہیں جو معروف و مشہور ہے بلکہ اس سے قرآن کا ظاہر کرکے پڑھنا

بالقران والافصاح به كانه عليه السلام جعل الجهر به تبعا للاقرار بتوحيد الله تعالى ونبوة انبيائه وكونه
اور فصیح طور پر پڑھنا مراد ہے گویا نبی علیہ السلام نے قرآن کو بلند آواز سے پڑھنے کو شعائر اسلام ہونے میں اللہ تعالی کی توحید اور انبیا کی نبوت کے اقرار کے

من شعائر الاسلام كالاعلام بالشهادتين في صحة الايمان والمراد به الاستغناء بالقران عن الاشعار واحاديث
تابع ٹھہرایا جیسے صحت ایمان میں دونوں کلمہ شہادت کا ظاہر کرنا یا قرآن کی وجہ سے شعروں اور لوگوں کے قصہ کہانیوں سے بے نیاز ہونا اس سے مراد ہے

الناس فقد ورد التغني بهذا المعنى وان كان مجيء تفعّل بمعنى استفعل قليلا لكن قلة الاستعمال لا يمنع احتمال
کیونکہ تغنی اس معنی میں بھی آئی ہے اگرچہ وزن تفعل کا استفعل کے معنوں میں کم آتا ہے لیکن قلت استعمال مراد ہونے کی احتمال کو مانع نہیں

الارادة والمراد به التجويد او الترتيل فانه تزيين للقران لاسيما مع حسن الصوت فان التغني بمعنى حسن
اور مراد اس سے تجوید یا ترتیل ہے کیونکہ یہ قرآن کی زینت ہے خصوصا جب خوش آوازی سے ہو کیونکہ تغنی بمعنے خوش

الصوت مندوب على ما ذكر في التاتارخانية ان التغني بالقران ان لم يغير الكلمة عن وضعها بل يحسنه بتحسين
آوازی مستحب ہے جیسا کہ تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ تغنی قرآن میں اگر کلمات کو اپنی وضع سے نہ بدل دے بلکہ بوجہ خوش آوازی

الصوت وتزيين القراءة فذلك مستحب عندنا في الصلوة وخارجها وان كان يغير الكلمة عن وضعها يوجب
اور زینت قرارت کے اُسکو آراستہ کرے تو یہ تغنی ہمارے نزدیک نماز میں اور نماز سے باہر بھی مستحب ہے اور اگر کلمات کو اپنی وضع سے بدل ڈالے تو

فساد الصلوة لان ذلك منهي عنه وقال التوربشتي القراءة على لحون التي يهيج الوجد في قلوب السامعين
نماز کو فاسد کر دیتی ہے اسلیے کہ یہ ممنوع ہے اور توربشتی کہتے ہیں کہ اس طرح کی قرارت کرنی سننے والوں کے دلوں میں محبت کا جوش بڑھا دے

ويورث الحزن ويجلب الدموع مستحبة ما لم يخرجه التغني عن التجويد ولم يصرفه عن مراعات النظم في الكلمات
اور اندوہ پیدا کردے اور آنسو بہائے مستحب ہے جبتک کہ تغنی قاری کو تجوید سے نہ نکالدے اور کلمات اور حروف میں نظم کی رعایت سے نہ پھیر دے

والحروف فاذا انتهى الى ذلك عاد الاستحباب كراهة اذا تمهد هذا ينبغي ان يعلم ان الفقهاء لما صرحوا بكون
پھر جب یہاں تک نوبت پہونچے تو یہ مستحب مکروہ بن جائیگا جب یہ ثابت ہوچکا تو اب جاننا چاہیے کہ فقہانے قرآن میں

التغني في القران حراما وشددوا فيه مع ظواهر بعض الاحاديث التي توهم جوازه فيه فكونه حراما في غير
تغنی کی حرمت کی تصریح کردی ہے اور اس باب میں تشدد کیا ہے باوجودیکہ بعض احادیث کی ظاہر معنوں سے ناجائز کا وہم ہوتا ہے تو غیر

القران من الاذان والخطبة والاذكار وغيرها مع عدم ورود شيء مما يوهم جوازه فيها اصلا من ظواهر
قرآن اذان اور خطبہ اور اذکار وغیرہ میں باوجودیکہ کوئی روایت نہیں جس سے جواز کا اوس میں وہم ہوتا نہ کوئی ظاہر

الاحاديث واقوال العلماء اولى لانه بقي على الحظر الاصلي المستفاد من قولهم التغني حرام في جميع الاديان
حدیث نہ قول کسی عالم کا بطریق اولے حرام ہے اسواسطے کہ وہ اصلی ممانعت پر باقی ہے جو اُنکے اس قول سے مفہوم ہو کہ تغنی تمام دینوں میں حرام ہے

المجلس الثامن والاربعون في بيان فضيلة المؤذن وفي بيان سبب وضع الاذان
اڑتالیسوین مجلس مؤذن کی فضیلت اور اذان کے مقرر ہونے کے سبب کے بیان میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يسمع مدى صوت المؤذن جن ولا انس ولا شيء الا شهد له يوم القيمة هذا الحديث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں سنیگا انتہائی آواز کو مؤذن کی کوئی جن اور نہ کوئی انسان اور نہ کوئی اور شئی مگر مؤذن کیلیے قیامت کے روز گواہی دیگا یہ حدیث

من صحاح المصابيح رواه ابو سعيد الخدري وفيه حث على استفراغ الجهد في رفع الصوت بالاذان ليكثر الشهود من الجن
مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے ابو سعید خدری کی روایت سے اور اذان میں آواز بلند کرنے میں اپنی قوت ختم کر دینے کی اسمین ترغیب ہے تاکہ جن

والانس وغيرهما من الحيوانات والجمادات يوم القيمة فان المؤذن كلما جعل صوته اجهر يكون شهوده يوم القيمة
وانس وغیرہ حیوانات اور جمادات قیامت کے روز گواہ زیادہ ہوجائیں کیونکہ مؤذن جسقدر زیادہ آواز بلند کریگا اوسیقدر قیامت کے دن اوسکے گواہ

اکثر وانما قال لا يسمع مدى صوته لان مدى الصوت غايته وغاية الصوت تكون اخفى لا محالة فاذا شهد له من
زیادہ ہونگے اور لا یسمع مدی صوتہ اسلیے فرمایا کہ مدی صوت انتہائے آواز ہے اور انتہا آواز ضرور ہی بہت خفی ہوتی ہے تو جب اوسکی گواہی وہ چیزیں دینگی جو اوس سے

بعد عنه ووصل اليه همس صوته فاولى ان يشهد له من قرب منه وسمع منادى صوته والمراد من شهادة الشهود له
دور کی ہوں اور اوسکی آواز کی گنگناہٹ وہاں پہونچی ہو تو جو چیزیں قریب ہیں اور آواز کی ندا انکی ہے بطریق اولی گواہی دینگی اور قیامت کے دن کی لیے گواہ ہونگی گواہی دینے

يوم القيمة اشهاده في ذلك اليوم فيما بين اهل المحشر بالفضل وعلو الدرجة فانه تعالى كما يفضح قوما
اوس روز اہل محشر کے سامنے اوسکی فضیلت اور بلندی مرتبہ کی گواہی دلانا مراد ہے کیونکہ اللہ تعالی جسطرح بعض قوم کو قیامت کے دن سب لوگوں کے سامنے

يوم القيمة بشهادة الشهود عليهم تحقيقا لفضوحهم على رؤس الاشهاد وتسويدا لوجوههم فكذلك يكرم قوما
فضیحت کرنے اور اونکا منھ کالا کرنے کے لیے اونکے حق میں گواہوں کی بُری گواہی دلاکر ذلیل کرے گا اسیطرح بعض قوم کو

في ذلك اليوم بشهادة الشهود لهم تكميلا لسرورهم تطييبا لقلوبهم ثم انهم بكثرة شهادة الشهود لهم يزداد
اوس روز گواہوں کی اچھی گواہی سے اونکی خوشی پوری کرنے اور دل خوش کرنے کے لیے عزت کریگا پھر اس قوم کی فرحت و سرور ان گواہوں کی کثرت کیوجہ سے

سرورهم وفرحهم فان قيل الاذان ذكر والاصل في الاذكار الاخفاء لقوله تعالى واذكر ربك في نفسك تضرعا
زیادہ ہوگی پس اگر کوئی کہے کہ اذان ذکر ہے اور اذکار میں پوشیدہ ہونا اصل ہے اس آیت کی رو سے اور یاد کر اپنے رب کو دل میں گڑ گڑا کر

وخيفة ودون الجهر من القول ولقوله عليه السلام للذي رفع صوته بالذكر انك لن تدعو اصم ولا غائبا فما
اور ڈر کر اور پکار سے کم آواز بولتے ہیں اور اس لیے کہ نبی علیہ السلام نے اوس شخص کو جو بلند آواز سے ذکر کرتا تھا فرمایا تو ہرگز نہیں پکارتا بہرے کو اور نہ غائب کو

وجه الجهر فيه فالجواب ان الاذان وان كان ذكرا وكان الاصل في الاذكار الاخفاء الا ان فيه معنى زائدا
تو اذان میں پکارنے کی کیا وجہ ہے تو جواب یہ ہے کہ اذان اگرچہ ذکر ہے اور ذکروں میں اخفا اصل ہے لیکن اذان میں ایک بات زائد ہے

يوجب الجهر على خلاف الاصل وهو كونه اعلاما لاوقات الصلوات فهذا المعنى الزائد اوجب فيه حكما عارضا على
جس سے پکار کر کہنا اصل کے برخلاف واجب ہے اور وہ اذان سے نماز کے اوقات کی اطلاع کرنا ہے اس زائد بات نے اوسمیں اصل پر عارضی حکم واجب کر دیا ہے

الاصل وهو الجهر لانه لا يتصور ان يكون اعلاما الا بصفة الجهر بيانه ان الاذان وان كان ذكرا يوجب الاخفاء
یعنی پکار کر کہنا کیونکہ اذان سے بدون پکار کر کہنے کے اطلاع نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کا بیان یہ ہے کہ اذان اگرچہ ذکر ہے جس میں اخفا واجب ہے

الا ان الاخفاء امتنع فيه لمانع قوي وهو كونه اعلاما لان الاعلام لا يمكن حصوله الا بصفة الجهر ووجود علة
لیکن اس میں اخفا ایک قوی مانع کیوجہ سے ممنوع ہو گیا وہ مانع اذان کا اعلام ہونا ہے کیونکہ بدون پکار کر کہنے کے اعلام حاصل ہونا ممکن نہیں اور ایک علت کا

توجب حكما على وجه لا يمنع وجود علة اخرى توجب حكما آخر مخالفا للاول بل سمه ايضا يدل على وجوب
پایا جانا جو ایک حکم ایک طریق پر واجب کرے اوسکو مانع نہیں کہ دوسری علت موجود ہو جو دوسرا حکم واجب کرے جو اول کی مخالف ہو بلکہ اسکا نام بھی (یعنی اذان) بھی اوسمیں

الجهر فيه لانه في اللغة الاعلام مطلقا وفي الشريعة اعلام مخصوص على وجه مخصوص بالفاظ مخصوصة
جہر واجب ہونے پر دلالت کرتا ہے اسلیے کہ اذان کے معنے لغت میں مطلق اعلام کے ہیں اور شریعت میں ایک خاص اعلام ایک خاص طریق سے خاص لفاظ سے

وقد سبق ان الاعلام يمتنع حصوله بدون الجهر بل سببه ايضا يدل على لزوم الجهر فيه وهو انه عليه
اور یہ اوپر گذر چکا ہے کہ بدون جہر کے اعلام ہونا محال ہے بلکہ اسکا سبب بھی اسمیں جہر لازم ہونے پر دلالت کرتا ہے وہ یہ ہے کہ نبی علیہ

السلام لما قدم المدينة وبنى المسجد شاور اصحابه فيما يجعل علامة لمعرفة وقت الصلوة وحضور الجماعة
السلام جب مدینہ میں تشریف لائے اور مسجد بنائی تو صحابہؓ سے اوقات نماز اور تیاری جماعت کی علامت میں مشورہ کیا کہ کیا مقرر کیا جائے

فذكر له ضرب الناقوس فقال هو من شعائر النصارى فذكر له النفخ في القرن فقال هو من شعائر اليهود فذكر
پس کسی نے تو ناقوس کا بجانا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ نصاری کا طریقہ ہے پھر صور پھونکنے کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ یہود کا طریق ہے

له ایقاد النار فقال هو من شعائر المجوس فتفرقوا من غیر ان یتفقوا علی شیٔ وکان فیهم عبد اللّٰه بن زید الانصاری
پھر کسی نے آگ جلانے کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے پھر یہی اختلاف رہا کسی ایک بات پر متفق نہو کر اور اس مجمع میں عبد اللّٰہ بن زید انصاری بھی تھے

فاهتم هما شدیدا لهم رسول اللّٰه علیه السلام فلم یاکل الطعام تلك اللیلة فبات مهتما فلما اصبح اتی رسول اللّٰه
سو انکو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی فکر کی وجہ سے بڑی سخت فکر ہوئی کہ اس رات کو انھوں نے کھانا نہ کھایا اور مغموم سو رہے جب صبح ہوئی تو رسول اللّٰہ

صلی اللّٰه علیه وسلم فقال یا رسول اللّٰه انی کنت بین النوم والیقظة اذ رأیت نازلا من السماء علیه بردان
صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللّٰہ میں نیم خواب اور بیداری کی بیچ میں تھا کہ آسمان سے ایک اترنے والے کو دیکھا جو دو

اخضران فقام علی جرم حائط واستقبل القبلة وقال اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر الی تمام کلمات الاذان فقال رسول اللّٰه
چادر سبز اوڑھے ہوئے تھا پھر وہ گھر کی دیوار پر روبقبلہ ہو کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اذان کی آخر عبارت تک پس رسول اللّٰہ

صلی اللّٰه علیه وسلم هذا الرؤیا حق فالق ما رأیته علی بلال فانه امد منك صوتا فالقیته علیه فقام
صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خواب سچ ہے پس جو تو نے دیکھا ہے بلال کو سکھا دے کیونکہ بلال تجھ سے بلند آواز ہے سو میں نے اسکو سکھلا دیا

علی ارفع سطح فاذن فسمعه عمر بن الخطاب وکان فی بیته فخرج یجر رداءه حتی اتی رسول اللّٰه صلی اللّٰه
پھر بلال نے ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر اذان دی پس عمر بن الخطاب نے اسکو سنا اور وہ اپنے گھر میں تھے پس چادر کھینچتے ہوئے گھر سے نکل کر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ

علیه وسلم فقال یا رسول اللّٰه والذی بعثك بالحق لقد رأیت مثل ما قال فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم
علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا یا رسول اللّٰہ قسم ہے اس اللّٰہ کی جس نے آپکو برحق بھیجا ہے میں نے بھی یہی دیکھا ہے جیسا کہ بلال نے کہا ہے تب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا

فلله الحمد وروی انه رأی فی المنام تلك اللیلة احد عشر رجلا من الصحابة مثل ما رآه عبد اللّٰه بن زید فلما
فللّٰہ الحمد اور روایت ہے کہ اس رات کو صحابہ میں سے گیارہ لوگوں نے خواب میں یہی دیکھا تھا جو عبد اللّٰہ بن زید نے روایت کیا پس چونکہ

ثبت شرعیة الاذان بهذه الرؤیة التی شهد بحقیتها النبی علیه السلام کان من شعائر الاسلام حتی لو اصر
اذان کا شروع ہونا اس خواب سے ثابت ہوا جسکے حق ہونے کی نبی علیہ السلام نے گواہی دی ہے لہذا یہ شعائر اسلام سے ہے یہاں تک کہ اگر کسی

علی ترکه اهل مصر او اهل قریة او اهل محلة اجبرهم الامام علی الاتیان به وان لم یفعلوا قاتلهم لانه
شہر یا گاؤں والے یا محلہ والے اذان چھوڑ دینے پر اصرار کریں تو امام وقت اذان دینے پر انکو مجبور کریگا اور اگر نہ مانیں تو ان پر جہاد کرے اسواسطے

لما کان من اعلام الدین کان الاصرار علی ترکه استخفافا بالدین فیلزم القتال وقد روی عن انس انه علیه السلام
کہ یہ جب اعلام دین سے ہے تو اسکا ترک پر اصرار کرنا دین کا استخفاف ہے لہذا جہاد لازم ہے اور انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کا

کان اذا طلع الفجر وکان یسمع الاذان فان سمع الاذان امسك والا اغار یعنی انه علیه السلام اذا اراد ان
یہ دستور تھا کہ جب صبح ہوتی تو اذان کی طرف کان لگاتے اگر اذان کی آواز سنتے تو رک جاتے ورنہ حملہ کرتے یعنی نبی علیہ السلام جب کفار پر

یغیر الکفار کان من عادته ان یسیر باللیل فاذا وصل الی بلدة لا یعرف حالها ینتظر الصبح ویستمع
غارت گری کا ارادہ کرتے تو آپکی یہ عادت تھی کہ رات کو روانہ ہوتے پس جب کسی ایسے شہر پر پہونچ کر اسکا حال معلوم نہوتا تو صبح تک منتظر رہتے اور

الاذان لیعلم ان تلك البلدة بلدة المسلمین او بلدة الکفار فان سمع الاذان امسك عن الاغارة وترکها
اذان کی طرف کان لگاتے تاکہ معلوم ہو کہ یہ مسلمانوں کا شہر ہے یا کفار کا شہر پس اگر اذان سن لیتے تو غارتگری سے باز رہتے اور اسکو چھوڑ دیتے

وان لم یسمع الاذان اغار فهذا الحدیث دل علی کون الاذان من اعلام الدین ومع هذا یفهم منه کونه واجبا
اور اگر اذان نہ سنتے تو غارت کرتے پس یہ حدیث اذان کے اعلام دین ہونے پر دلالت کرتی ہے اور باوجود اسکے اس سے اسکا واجب ہونا بھی معلوم ہوتا ہے

لکن عند عامة المشایخ وهو الصحیح انه سنة مؤکدة وکذا الاقامة سنة مؤکدة للصلوات الخمس اذا صلیت
لیکن اکثر مشائخ کے نزدیک اور یہی صحیح بھی ہے یہ ہے کہ اذان سنت مؤکدہ ہے اور ایسی ہی تکبیر پانچوں نماز کے لیے سنت مؤکدہ ہے بشرطیکہ

بالجماعة اداء او قضاء وللجمعة لانها فرض لا للواجبات کصلوة الوتر والعیدین ولا للسنن کالتراویح
باجماعت ہوں ادا ہو یا قضا اور جمعہ کے لیے بھی کیونکہ جمعہ فرض ہے اور نماز واجب کے واسطے سنت نہیں جیسے وتر اور عیدین کی نماز اور نہ سنتوں کے واسطے جیسے تراویح

ولا للنوافل کصلوٰۃ الکسوف والاستسقاء اذا صلیت بالجماعۃ کل واحد من تلک الصلوات ویزید المؤذن
اور نہ نفلوں کے واسطے جیسے سورج گہن اور استسقا کی نماز جبکہ یہ سب نمازیں باجماعت پڑھیں اور مؤذن فجر کی اذان میں

بعد فلاح الاذان فی الفجر قوله الصلوٰۃ خیر من النوم مرتین لما روی ان بلالا جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم دو بار زیادہ کہے اسواسطے کہ روایت ہے کہ حضرت بلال نبی علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ کو

فوجدہ نائما فقال الصلوٰۃ خیر من النوم فقال النبی علیہ السلام ما احسن ھذا اجعلہ فی اذانک وانما خص
سوتے پایا پس کہا الصلوٰۃ خیر من النوم پس نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا خوب بات ہے اسکو تو اپنی اذان میں داخل کر لے

الفجر بہ لانہ وقت نوم وغفلۃ فاحتیج الی زیادۃ الاعلام والاقامۃ مثل الاذان الا انہ یزید بعد فلاحھا قوله
فجر اسواسطے مخصوص ہوئی کہ وہ نیند اور غفلت کا وقت ہے سو اسمیں زیادہ تنبیہ کی حاجت ہے اور تکبیر اذان کیطرح ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ تکبیر میں حی علی الفلاح کے بعد یہ قول زیادہ کرے

قد قامت الصلوٰۃ مرتین ویترسل فی الاذان ویحدر فی الاقامۃ لما روی انہ علیہ السلام قال لبلال رض اذا اذنت
قد قامت الصلوٰۃ دو مرتبہ اور اذان میں ٹھہر ٹھہر کر کہے اور تکبیر میں جلدی جلدی کہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے بلال رض سے فرمایا جب تو اذان کہے

فترسل واذا اقمت فاحدر والترسیل ان یفصل بین کلمات الاذان بسکتۃ والحدر ان یوصل بین کلمات
تو ٹھہر ٹھہر کر اور جب تو تکبیر کہے تو جلدی کر اور ترسیل یہ ہے کہ اذان کے کلمات میں ایک سکتہ کا فرق کرتا جائے اور حدر یہ ہے کہ تکبیر کے کلمات کو جلد جلد

الاقامۃ بسرعۃ ویترک الاعراب فیھما لما روی عن ابراھیم النخعی انہ قال شیئان مجزومان کانوا لا یعربونھما الاذان
ملاتا جائے اور اعراب یعنی حرکات کو دونوں میں ترک کرے کیونکہ ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ کہا دو چیزیں جزم سے ہیں وہ لوگ انکو اعراب نہیں دیتے تھے اذان

والاقامۃ قال الزیلعی یعنی علی الوقف لکن فی الاذان حقیقۃ وفی الاقامۃ ینوی الوقف قال الھروی وعوام الناس
اور تکبیر زیلعی نے کہا ہے یعنے وقف پر ہیں لیکن اذان میں حقیقۃً وقف ہے اور تکبیر میں وقف کی نیت کرے یہ ہروی نے کہا ہے اور عوام لوگ

یقولون اللہ اکبر اللہ اکبر بضم الراء الاولی وکان ابو العباس المبرد یفتحھا بنقل فتحۃ ھمزۃ اسم اللہ تعالی الیھا
یوں کہتے ہیں اللہ اکبر اللہ اکبر پہلے را کے ضمہ کے ساتھ اور ابو العباس مبرد اسکو زبر پڑھتا ہے اللہ کے الف کا زبر را پر نقل کر کے

لالتقاء الساکنین کما یفتح المیم فی قوله تعالی الم اللہ لا الہ الا ھو مع ان الاصل فی الحروف المقطعۃ الاسکان ویرتب
اجتماع ساکنین کی وجہ سے جیسے اس آیت میں میم مفتوح ہوتا ہے الم اللہ لا الہ الا ھو باوجودیکہ حروف مقطعات میں سکون اصل ہے اور اذان کے کلمات کو اسی ترتیب سے کہے

بین کلماتھما کما شرع حتی لو قدم بعضا واخر بعضا فالافضل الاعادۃ مراعاۃ للترتیب ولا یتکلم فیھما ویستقبل بھما
جسطرح مشروع ہے یہانتک کہ اگر کسی کو مقدم کر دیا اور کسی کو مؤخر تو ترتیب کی رعایت سے دوہرانا بہتر ہے اور دونوں کے بیچ میں نہ بولے اور دونوں میں قبلہ رخ ہو جائے

القبلۃ ویلتفت فی الاذان مع ثبات قدمیہ فی مکانہ یمینا عند قوله حی علی الصلوٰۃ وشمالا عند قوله حی علی
اور اذان میں دونوں پانون اپنی جگہ میں برقرار رکھے ہوئے حی علی الصلوٰۃ کہنے کے وقت داہنی طرف منھ پھیر لے اور حی علی

الفلاح لان طرفی الاذان مناجاۃ ووسطہ مناداۃ ففی المناجات یستقبل القبلۃ لانہ احسن احوال
الفلاح کہنے کے وقت بائیں طرف کیونکہ اذان کے اول اور آخر میں مناجات ہے اور اسکے بیچ میں پکارنا سو مناجات میں رو بقبلہ ہے کیونکہ یہ حال

الذاکرین استقبال القبلۃ وفی المنادات یلتفت الی من ینادیھم لان الخطاب لھم فیتوجہ الیھم فاذا کان فی
یاد الٰہی کرنے والوں کا رو بقبلہ ہونا ہے اور پکارتے وقت انکی طرف منھ پھیرے جنکو پکارتا ہے اسلیے کہ یہ انکو خطاب ہے سو انکی طرف توجہ کرے اور اگر منارہ کے اندر

المنارۃ ولم یحصل تمام الفائدۃ بتحویل وجھہ مع ثبات قدمیہ فی مکانہ یستدیر فیھا ویجعل اصبعیہ
ہو اور دونوں پیر جمائی رکھ کر منھ پھرانے سے پورا فائدہ حاصل نہو تو اسکے اندر گردش کرے اور اپنی دونوں انگلیاں

فی اذنیہ لما روی انہ علیہ السلام قال لبلال رض اجعل اصبعیک فی اذنیک فانہ ارفع لصوتک وان
کانوں میں کر کر اسواسطے کہ روایت ہے نبی علیہ السلام نے بلال رض کو فرمایا اپنی دونوں انگلیاں دونوں کانوں میں دے کیونکہ اس سے تیری آواز

لم یجعل اصبعیہ فی اذنیہ بل جعل یدیہ علی اذنیہ فحسن لما روی ان ابا محذورۃ ضم اصابعہ
بلند ہو جائے گی اور اگر انگلیاں کانوں میں نہ دے بلکہ دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لے تو بھی بہتر ہے کیونکہ روایت ہے کہ ابو محذورہ نے اپنے

الاربع ووضعها على اذنيه وعن ابي حنيفة انه قال ان جعل احدى يديه على اذنه فحسن ولا يؤذن للصلوة
چاروں انگلیاں ملا کر کانوں پر رکھ لی تھیں اور ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ فرمایا اگر اپنا ایک ہاتھ اپنے کان پر رکھ لے تو بھی اچھا ہے اور کسی نماز کے لیے
قبل دخول وقتها ويعيد في الوقت ان اذن قبله لان الاذان للاعلام بدخول الوقت والاذان قبله يكون تجهيلا لا اعلاما
وقت آنے سے پیشتر اذان نہ کہی جاوے اور وقت کے اندر دوہرائی جائے اگر پہلے اذان کہہ دی ہو کیونکہ اذان تو وقت آجانے کی اطلاع کے لیے ہے پس وقت سے پہلے اذان دینا غلطی میں ڈالنا ہے نہ کہ اطلاع
وعند ابي يوسف وهو قول الشافعي يجوز للفجر في النصف الاخير من الليل لتوارث اهل الحرمين اهل مكة و
اور ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول شافعی کا ہے فجر کے لیے رات کے نصف آخر میں اذان جائز ہے بسبب عمل درآمد حرمین اہل مکہ اور
اهل المدينة والحجة على الكل قوله عليه السلام لبلال لا تؤذن حتى يستبين لك الفجر هكذا ومد يديه عرضا
اہل مدینہ کے اور سب کے مقابلہ میں حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد فرمانا بلالؓ سے دلیل ہے کہ اذان مت دینا جب تک تجکو فجر اس طور پر ظاہر نہو جائے پھر اپنا ہاتھ عرض میں کھینچا
ولظهور التواني في الامور الدينية استحسن المتاخرون التثويب بين الاذان والاقامة في الصلوات كلها سوى
اور امور دینی میں سستی ظاہر ہو جانے کے سبب سے متاخرین علما نے بجز مغرب کے تمام نمازوں میں اذان اور تکبیر کے درمیان تثویب کو مستحسن کہا ہے
المغرب وهو العود الى الاعلام بعد الاعلام بحسب ما تعارفه كل قوم لانه مبالغة في الاعلام فلا يحصل ذلك الا بما يتعارفونه
اور تثویب دوبارہ آگاہ کرنا ہو ایک دفعہ آگاہ کرکے ہر ایک قوم کے دستور اور اصطلاح کے موافق ہے کیونکہ اعلام میں مبالغہ کرنا ہے بدون اسکے جسکا انہیں دستور ہے حاصل نہیں ہو سکتا
وابو يوسف خص به من له زيادة اشتغال بامور المسلمين كالامير والقاضي والمفتي لانهم لا يعرفون وقت
اور امام ابو یوسف تثویب کو اس شخص کے واسطے مخصوص کرتے ہیں جو مسلمانوں کے کام میں لگا رہتا ہو جیسے حاکم اور قاضی اور مفتی اس لیے کہ ان کو وقت حاضری کا
الحضور ولو حضروا كما سمعوا الاذان ولم يحضر الجماعة يحتاجون الى الانتظار فيتعطل مصالح المسلمين وينبغي
معلوم نہیں ہوتا اور اگر یہ لوگ اذان سنتے ہی چلے آئیں اور جماعت تیار نہو تو انتظار کرنا ہوگا پھر مسلمانوں کے کاروبار ملتوی رہینگے اور
للمؤذن ان يفصل بين الاذان والاقامة ويكره وصلهما لان المقصود من الاذان اعلام الناس بدخول
مؤذن کو چاہیے کہ اذان اور اقامت کے بیچ میں کچھ فاصلہ رکھا کرے دونوں کا متصل کہنا مکروہ ہے اسلیے کہ اذان سے مقصود لوگوں کو وقت نماز آجانے کی اطلاع
وقت الصلوة ليتهيأوا لها بالطهارة فيحضروا المسجد لاقامتها وبالوصل ينتفي هذا المقصود وطريق الفصل
کرنا ہے تاکہ نماز کی طہارت کرکے تیاری کریں اور مسجد میں نماز پڑھنے آئیں اور دونوں کے ملادینے میں یہ غرض نہیں رہتی اور فصل کرنے کا طریقہ
ان الصلوة ان كانت مما يتطوع قبلها يفصل بينهما بصلوة سنة كانت او غيرها لما روي عن عبد الله بن مغفل
یہ ہے کہ اگر نماز ایسی ہو کہ اس سے پہلے نفلیں پڑھی جاتی ہیں تو انکے بیچ میں نماز پڑھنے لگے خواہ سنت ہو خواہ اور کچھ اسواسطے کہ عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے کہ
انه عليه السلام قال بين كل اذانين صلوة بين كل اذانين صلوة ثم قال في الثالثة لمن شاء والمراد بالاذانين
نبی علیہ السلام نے فرمایا ہر دو اذانوں کے درمیان میں نماز ہے ہر دونوں اذانوں کے درمیان میں نماز ہے پھر تیسری دفعہ فرمایا جو شخص پڑھنا چاہے اور مراد دو اذانوں سے
الاذان والاقامة على طريق التغليب والمراد بالصلوة التطوع سواء كان سنة او غيرها من النوافل لا الفرض
اذان اور تکبیر ہے بطور تغلیب کے اور مراد نماز سے نفل ہے خواہ سنت ہو یا اور کوئی نفل فرض مراد نہیں ہے
بدليل تخييره عليه السلام في المرة الثالثة بقوله لمن شاء وهو حث على التنفل بين الاذان والاقامة لان
تیسری دفعہ نبی علیہ السلام کے اختیار دینے کی وجہ سے اس لفظ سے لمن شاء اور اسمیں اذان اور تکبیر کے درمیان نفل پڑھنے کی ترغیب ہے اسواسطے کہ اذان
الدعاء لا يرد بينهما على ما روي عن انس انه عليه السلام قال لا يرد الدعاء بين الاذان والاقامة فاذا كان
اور تکبیر کے درمیان دعا رد نہیں ہوتی اس بنا پر جو حضرت انس سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ دعا درمیان اذان اور تکبیر کے مردود نہیں ہوتی پس جب اذان اور تکبیر کے
الدعاء غير مردود بينهما يكون العبادة بينهما افضل وان لم يفصل بينهما بصلوة يفصل بينهما بجلسة مقدارها
درمیان میں دعا مردود نہیں ہوتی تو عبادت انکے درمیان افضل ہوگی اور اگر انکے بیچ میں نماز سے فاصلہ نکرے تو دونوں کے درمیان ایک جلسہ سے فرق کرے
ما يتمكن فيه قراءة عشرين اية او مقدار ما يصلي اربع ركعات لحصول المقصود وان كانت
جسکی مقدار اتنی ہو کہ اسمیں بیس آیتوں کی تلاوت کرسکیں یا چار رکعت پڑھنے کی مقدار کیونکہ اس سے بھی مقصود حاصل ہوجاتا ہے اور اگر وہ

الصلوٰة كما لا يتطوع قبلها كصلوٰة المغرب فعند ابي حنيفةؒ يفصل بينهما قائما بسكتة مقدار ما يتمكن فيه
نماز ایسی ہے کہ اس سے پہلے نفلین نہین پڑھی جاتین جیسے مغرب کی نماز سو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دونون کے درمیان مین کھڑے کھڑے ایک سکتہ سے فصل کردے اتنی مقدار
من قراءة ثلث ايات قصار او اية طويلة وفي رواية عنه مقدار ما يخطو ثلث خطوات ثم يقيم لان
کہ اسمین تین چھوٹی آیتین یا ایک بڑی آیت پڑھ سکے اور ایک روایت امام سے یہ ہے اتنی دیر کہ جسمین تین قدم چل پھر لے پھر تکبیر کہے سو واسطے کہ
التعجيل مامور به والتاخير مكروه فيكتفي بادنى الفصل ليكون اقرب الى التعجيل وعندهما يفصل
تعجیل کا حکم ہے اور دیر لگانا مکروہ ہے سو ادنے فاصلہ پر اکتفا کرینگے تاکہ تعجیل ہی کے قریب قریب رہے اور صاحبین کے نزدیک
بينهما بجلسة خفيفة لان الوصل مكروه ولا يحصل الفصل بالسكتة لوجودها بين كلمات الاذان
ان دونون مین تھوڑی سی نشست کا فاصلہ کرے اسلیے کہ ملا دینا مکروہ ہے اور سکتہ سے کچھ فصل نہین ہوتا کیونکہ سکتہ تو اذان کے کلمات مین بھی موجود ہے
فيجلس مقدار ما يجلس الخطيب في الخطبتين ويقضي الفائتة باذان واقامة لانهما من سنن الصلوٰة
پس اتنی دیر بیٹھ جائے جتنی دیر خطیب دونون خطبون کے درمیان بیٹھتا ہے اور قضا نماز بھی اذان اور اقامت سے پڑھی جائے اسلیے کہ دونون نماز کی سنتین ہین
لا من سنن الوقت فان كانت الفائتة واحدة تقضى بهما ليكون القضاء على سنن الاداء وقد روي
وقت کی سنتین نہین پس اگر قضا ایک ہی ہو تو اذان اور تکبیر دونون سے قضا پڑھین تاکہ قضا ادا کے طریقہ پر ہو جائے اور روایت ہے
انه عليه السلام قضى صلوٰة الفجر غداة ليلة التعريس مع الجماعة باذان واقامة وان كانت
کہ نبی علیہ السلام نے لیلۃ التعریس کی صبح کو فجر کی نماز جماعت کے ساتھ اذان اور تکبیر سے قضا کی اور اگر
متعددة واريد قضاؤها متوالية يؤذن ويقيم للاولى منها ويكون مخيرا في الباقي ان شاء اذن واقام ليكون
کئی ہون اور سب کو لگاتار قضا کیا چاہے تو پہلے کے لیے تو اذان اور تکبیر دونون کہے اور باقی نمازون مین مختار ہے چاہے اذان اور تکبیر دونون کہے
القضاء على حسب الاداء وان شاء اقتصر على الاقامة لما روي انه عليه السلام شغله المشركون
تاکہ قضا ادا کے موافق ہو جائے اور چاہے اقامت ہی پر اکتفا کرے اسلیے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کو مشرکون نے
يوم الخندق عن اربع صلوات سوى الفجر فقضى الاولى مع الجماعة باذان واقامة وما سواها باقامة فقط
جنگ خندق مین نماز فجر کے سوا چار نمازون کی فرصت نہ دی پس آپ نے پہلی نماز تو با جماعت اذان اور تکبیر سے قضا کی اور اسکے ماسوا فقط تکبیر سے
واهل السفر في المفازة يصلون بهما ويكره لهم تركهما لانهما من سنن الجماعة والسفر لا يسقط الجماعة ولا يسقط
اور مسافر جنگل مین اذان اور تکبیر دونون سے نماز پڑھا کرین اور انکو دونون کا چھوڑ دینا مکروہ ہے اسلیے کہ دونون جماعت کی سنتین ہین اور سفر جماعت کو نہین ساقط کرتا اور نہ اسکو ساقط کرتا ہے
ما هو من سننها ولو اكتفوا بالاقامة وتركوا الاذان لا يكره لان الاذان للاعلام بدخول الوقت ليحضر الغائبون
جو جماعت کی سنت ہے اور اگر مسافر فقط تکبیر ہی پر اکتفا کرین اور اذان نہ کہین تو مکروہ نہین اسلیے کہ اذان وقت کے آجانے کی خبر دینے کے واسطے ہے تاکہ غائب لوگ
والذين هم في اشغالهم متفرقون والرفقة حاضرون وفي محل نزولهم مجتمعون ولا حاجة الى جمعهم لحضارهم
اور وہ لوگ جو اپنے کاروبار مین جابجا متفرق ہین وہ سب آجائین اور سفر کے رفیق حاضر ہی ہین اور اپنی فرودگاہ مین جمع ہین تو انکے جمع کرنے کی اور بلانے کی ضرورت نہین ہے
واما الاقامة فهي للاعلام بالشروع في الصلوٰة وهم اليه محتاجون ويكره اداء المكتوبة مع الجماعة في المسجد
اور تکبیر سو وہ نماز شروع ہو جانے کی اطلاع کے لیے ہے اور اسکی حاجت انکو ہے اور فرض نماز جماعت سے مسجد مین
بغير اذان واقامة ولا يكره في البيوت والكروم وضياع القرية لان ما كان في المصر والقرية من الاذان
بدون اذان اور تکبیر کے ادا کرنا مکروہ ہے اور گھرون کے اندر اور باغون مین اور باہر متصل قریہ سے مکروہ نہین ہے اسلیے کہ شہر اور قریہ کی اذان
والاقامة يكفيهم والمقيم في المصر اذا صلى في بيته وحده ينبغي له ان يصلي باذان واقامة ليكون الاداء
اور تکبیر انکو کافی ہے اور شہر کے اندر مقیم اگر تنہا اپنے گھر مین نماز پڑھے تو اسکو چاہیے کہ اذان اور تکبیر سے پڑھے تاکہ ادا
على هيأة الجماعة وان تركهما معا لا يكره ان صلى في مسجد محلة لانه وان كان مصليا بغير اذان واقامة
جماعت کی وضع پر ہو اور اگر اسنے دونون کو ترک کر دیا تو مکروہ نہین ہے بشرطیکہ محلہ کی مسجد مین پڑھتی ہو کیونکہ اسنے اگرچہ حقیقت مین بدون اذان اور تکبیر کے نماز پڑھی ہے

حقیقة لکنه مصل بهما حکما لان المؤذن فی المحلة نائب عن اهل المحلة فی الاذان والاقامة لنصبهم ایاه لذلک
لیکن حکماً اُسنے اذان اور تکبیر سے پڑھی ہے کیونکہ محلہ مین مؤذن اذان اور تکبیر مین اہل محلہ کا نائب ہوتا ہو کیونکہ اُنھون نے اُسکو اسی لیے مقرر کیا ہے

فیکون اذانه واقامته کاذان الکل واقامتهم ولهذا حین اراد ابن مسعود ان یصلی فی بیته بعلقمة والاسود
تو اب اُسکی اذان اور تکبیر کل کی اذان اور تکبیر کے مثل ہے اسی لیے جب ابن مسعودؓ نے اپنے گھر مین علقمہ اور اسود کے ہمراہ نماز پڑھنے کا ارادہ کیا

فقیل له الا تؤذن وتقیم قال اذان الحی یکفینا واما المسافر اذا صلی فی المفازة وحده بغیر اذان واقامة
تو کسی نے اُن سے کہا اذان اور تکبیر کیون نہین کہتے تو جواب دیا محلہ کی اذان ہمارے لیے کافی ہے اور مسافر اگر جنگل مین اکیلا بدون اذان اور تکبیر کے نماز پڑھے

یکره له ذلک لکونه مصلیا بغیر اذان واقامة حقیقة وحکما لان المکان الذی هو فیه لیس فیه احد
تو اُسکو یہ مکروہ ہو کیونکہ اُس نے بدون اذان اور تکبیر کے نماز پڑھی حقیقةً بھی اور حکماً بھی اس لیے کہ جس جگہ وہ ہے وہان کوئی نہین جو اُس نماز کے لیے

یؤذن ویقیم لتلک الصلوة اصلا والمصلی فی المسجد ان صلی جماعة یصلی باذان واقامة ویکره له ترک کل منهما
اذان اور اقامت کہتا ہو اور مسجد مین نماز پڑھنے والا اگر جماعت سے نماز پڑھتا ہو تو اذان اور تکبیر سے پڑھے اور اُسکو دونون کا ترک کرنا مکروہ ہو

وان صلی منفردا فحکمه حکم المصلی فی بیته واما القری فان کان فیها مسجد وکان فی ذلک المسجد اذان واقامة
اور اگر تنہا نماز پڑھتا ہے تو اُسکا حال اپنے گھر مین نماز پڑھنے کے مثل ہے رہے گانؤن اور دیہات سو اُنمین مسجد ہو اور اس مسجد مین اذان اور تکبیر ہوتی ہے

فحکم من یصلی فیه او فی بیته کما مر وان لم یکن فیها مسجد کذلک فحکم المصلی فیها حکم المسافر ثم ینبغی ان
تو اُسمین نماز پڑھنے یا اپنے گھر مین پڑھنے والے کا وہی حکم ہے جو گذر چکا اور اگر اُسمین اپنی مسجد نہین ہو تو اُسمین پڑھنے والے کا حکم مسافر کے حکم کی طرح ہو پھر جاننا چاہیے

یعلم ان السنة فی الاذان ان یکون بلا لحن ولا تغن لان المقصود منه دعوة الخلق الی الصلوة باعلام دخول
کہ مسنون اذان مین لحن اور تغنی کا نہونا ہے اس لیے کہ اذان سے مقصود خلقت کا نماز کے لیے بلانا ہے

وقتها فلا بد ان یکون علی وجه یفهم السامع الفاظه حتی یظهر فائدة معنی قوله حی علی الصلوة حی علی
وقت آجانیکی خبر دیکر تو ضرور اسطرح ہونا چاہیے کہ الفاظ کو سننے والا سمجھے تا کہ اس قول کے معنون کا فائدہ ظاہر ہو حی علی الصلوة حی علی

الفلاح فان معناهما اسرعوا الی الصلوة اسرعوا الی ما فیه نجاتکم من النار وبقاؤکم فی الجنة لکن قد غیرت
الفلاح کیونکہ معنی اُسکے یہ ہین جلد آؤ نماز کے لیے جلد آؤ ایسے کام کو جسمین آگ سے تمھاری نجات ہے اور جنت مین ہمیشہ کو رہنا ہے لیکن

هذه السنة فی هذا الزمان فی اکثر البلدان لان اهلها یؤذنون بانواع النغمات والالحان بحیث لا یفهم
یہ سنت اس زمانے مین اکثر شہرون مین بدل ڈالی گئی ہے کیونکہ اکثر شہری طرح طرح کے نغمات اور الحان سے اذان کہتے ہین اسطرح کہ سمجھ مین

ما یقولون من الفاظ الاذان ولا یسمع منها الا اصوات ترفع وتخفض کصوت المزمار وهی علی ما ذکر فی المدخل
نہین آتے کہ الفاظ اذان مین سے کیا کہتے ہین اور کچھ سننے مین نہین آتے سوائے آواز کے کہ کبھی بلند ہو جاتی ہو اور کبھی پست جیسے مزمار کی آواز اور بطرز مدخل کے بیان کے رو سے

بدعة قبیحة احدثها بعض الامراء فی مدرسة بناها ثم سری ذلک منها الی غیرها ثم انهم لم حرصهم علی التغنی لم یکتفوا
بدعت قبیحہ ہے اسکو بعضے امیرون نے اپنے بنا کردہ مدرسہ مین نکالا تھا پھر وہان سے اور جگہ پھیل گیا پھر اُن لوگون نے تغنی کے حرص کی مارے اذان کے الفاظ پر اکتفا نہ کی

بکلمات الاذان بل زادوا علیها بعض الکلمات من الصلوة والتسلیم علی النبی علیه السلام فان الصلوة والتسلیم
بلکہ اذان پر اور نبی علیہ السلام پر درود اور تسلیم کے لیے بعضے اور کلمات بڑھا لیے بیشک درود اور تسلیم

وان کان مشروعا بنص الکتاب والسنة وکان من اکبر العبادات واجلها لکن اتخاذها عادة فی الاذان علی المنارة
اگرچہ کتاب اور حدیث کی تصریح سے مشروع ہے اور بڑی اور بہتر عبادت مین سے ہو پر اس کا اذان کے اندر منارہ کے اوپر عادت کر لینا

لم یکن مشروعا اذ لم یفعلها احد من الصحابة والتابعین ولا غیرهم من ائمة الدین ولیس لاحد ان یضع العبادات
مشروع نہین ہے اسواسطے کہ اسکو صحابہ اور تابعین مین سے کسی نے نہین کیا اور نہ پیشوایان دین مین سے کسی اور نے اور کسیکو یہ اختیار نہین کہ عبادات کو اور

الا فی مواضعها التی وضعها فیها الشرع ومضی علیها السلف الا تری ان قراءة القران مع کونها من اعظم العبادات
جگہ ٹھہرائے سوا اُن مقامات کے جہان شرع نے اُنکو مقرر کیا ہو اور اُسکو سلف کرتے چلے آئے ہین کیا نہین دیکھتے کہ تلاوت قرآن باوجودیکہ عمدہ ترین عبادات ہے

لایجوز للمکلف ان یقرأها فی الرکوع ولا فی السجود ولا فی القعدة لان کلا منها لیس محلا للتلاوة ثم انظر الی هذه
مکلف کو جائز نہین کہ رکوع مین اُسے پڑھے اور نہ سجود مین اور نہ قعدہ مین اسواسطے کہ اُنمین سے کوئی تلاوت کا محل نہین ہے تو اس

البدعة التی احدثوها فی الاذان من النغمات والالحان کیف تعدت الی محرم آخر وهو انهم جعلوها فی الصلوة
بدعت کو دیکھ جسکو ان لوگون نے اذان مین ایجاد کیا ہے یعنی نغمات اور الحان کہ ایک اور حرام کیطرف کیونکر بڑھ گئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ لوگ نغمات کو نماز کے اندر

حال التبلیغ فی الانتقالات وفی ذلک کلام فی الصلوة علی طریق العمد فیبطل صلوتهم فاذا بطلت صلاتهم یسری
تکبیرات انتقالات کی تبلیغ کے وقت کیا کرتے ہین اور یہ نماز کے اندر عمداً کلام کرنا ہے سو انکی نماز باطل ہو جاتی ہے اور جب انکی نماز باطل ہو گئی تو اب

ذلک الفساد الی من یقتدی بالامام بتسمیعهم التکبیر فی الافتتاح والانتقالات لان المأموم لایجوز له الاقتداء
یہ فساد اُن تک پہونچیگا جو تکبیر تحریمہ اور تکبیر انتقالات اُنکے سُنانے سے سُنکر امام کے ساتھ اقتدا کرتے ہین اسواسطے کہ مقتدی کی اقتدا

الا باحد اربعة اشیاء فان لم یوجد لایوجد الاقتداء فی تلک الصلوة اولها وهو اعلاها ان یری افعال الامام
چار چیزون مین سے ایک چیز کے بغیر صحیح نہین ہے پس اگر انمین سے کوئی نہو تو اُس نماز مین اقتدا نہو گی سب سے اول اور یہی افضل ہے کہ مقتدی امام کے افعال کو دیکھتا ہو

فان تعذر فسماع اقواله فان تعذر فرؤیة افعال المأموم فان تعذر فسماع اقواله فهؤلاء لبطلان صلاتهم
پس اگر یہ ممکن نہو تو اُسکی آواز سنتا ہو اور اگر یہ بھی دشوار ہو تو اور مقتدیون کے افعال دیکھتا ہو اور اگر یہ بھی نہو تو مقتدیون کی آواز سنتا ہو پس یہ لوگ

بالنغمات والالحان لایکونون من المأمومین وانتقال المأموم من رکن الی رکن بسماع اصواتهم من غیر
بوجہ نغمات کے نماز باطل ہونے سے مقتدی نرہے اور مقتدی کا ایک رکن سے دوسرے رکن مین انکی آواز سن کے جاتا بلا

رؤیة افعال الامام وسماع اقواله لایصح صلاته وههنا مفسدة اخری هی ان الامام اذا کبر للصلوة ودخل
اپنے امام کے افعال دیکھنے اور اسکی آواز سننے کے اس سے نماز صحیح نہین ہوتی اور یہان ایک اور مفسدہ ہے وہ یہ ہے کہ امام جب تکبیر کہکر نماز مین داخل ہو جاتا ہے

فیها یکبرون خلفه قبل ان یدخلوا فی الصلوة لیسمع الناس تکبیرهم فیدخلوا فی الصلوة فمن احرم من الناس
تو امام کے پیچھے قبل اسکے کہ خود نماز مین داخل ہون تکبیر کہدیتے ہین تاکہ اور لوگ انکی تکبیر سنکر نماز مین داخل ہو جائین پس جو کوئی انکی

بتکبیرهم من غیر سماع تکبیر الامام یدخل فی صلاته خلل من هذا الوجه ایضا لما تقدم ان الاقتداء لایصح الا
تکبیر پر بدون امام کی تکبیر سننے کے تکبیر تحریمہ کہیگا اُسکی نماز مین اسوجہ سے بھی خلل رہیگا اسواسطے کہ اوپر گذر چکا ہے کہ اقتدا بدون ایک کے

باحد اربعة اشیاء وهذا لیس بواحد منها یسرنا الله تعالی العمل بالسنة والاجتناب عن البدعة
چار چیزون مین سے صحیح نہین ہوتی اور یہ اُن چارون مین سے کچھ بھی نہین ہے اللہ تعالی سنت پر عمل کرنا اور بدعت سے اجتناب کرنا ہم پر آسان فرما

المجلس التاسع والاربعون فی بیان فضیلة الجمعة وفی تفضیل یومها علی سائر الایام

انچاسوین مجلس جمعہ کی فضیلت اور جمعہ کے روز کا تمام ایام پر افضل ہونے کا بیان

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خیر یوم طلعت علیه الشمس یوم الجمعة فیه خلق آدم وفیه ادخل الجنة
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا دن جس پر آفتاب نکلا ہے جمعہ کا دن ہے اسیمین آدمؑ پیدا ہوئے اور اسیمین جنت مین داخل کیے گئے

وفیه اخرج منها ولا تقوم الساعة الا فی یوم الجمعة هذا الحدیث من صحاح المصابیح رواه ابو هریرة رضی الله عنه
اور اسیمین جنت سے نکلے اور قیامت نہین ہو گی مگر جمعہ کے دن یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے ابو ہریرہؓ نے روایت کی ہے

وقد بین فیه ان یوم الجمعة خیر الایام اذ فیه خلق آدم النبی علیه السلام وفیه ادخل الجنة وفیه اخرج
اور اسیمین یہ بیان فرمایا کہ جمعہ کا دن سب دنون سے بہتر ہے کیونکہ اسیمین آدم نبی علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسیمین جنت مین داخل ہوئے اور اسیمین جنت سے نکلے

منها فان قیل دخول آدم النبی علیه السلام الجنة خیر وحسن لکن خروجه منها کیف یکون خیرا وحسنا
پس اگر کوئی کہے کہ آدم نبی علیہ السلام کا جنت مین داخل ہونا تو بہتر ہے اور نیک ہے لیکن انکا جنت سے نکلنا کیونکر اچھا اور خوب ہو سکتا ہے

فالجواب ان خروجه منها المتضمنة للفوائد الکثیرة والمصالح یکون خیرا وحسنا لان بواسطة خروجه
تو جواب یہ ہے کہ انکا جنت سے نکلنا بھی بہت سے فائدون اور خوبیون کو شامل ہے اور مصالح بہتر اور خوب ہوتے ہین اسواسطے کہ جنت سے انکے نکلنے کی وجہ سے

منها حصل منه عليه السلام اولاد كثيرة وتناسلوا وبعث الله تعالى من نسله على ذريته الانبياء وانزل فيهم
ان سے بہت سی اولاد پیدا ہوئی اور آگے کو نسل چلی اور اللہ تعالی نے انکی نسل سے انکی اولاد پر نبی بھیجے اور ان میں اتارین

الكتب وجعل منهم الاخيار والابرار واظهر منهم عبادات مرضية وطاعات مرعية وهذا كله خير كثير
کتابین اور انھین سے صلحا اور نیک لوگ بنائے اور ان سے پسندیدہ عبادتین اور رعایت کے قابل طاعتین ظہور مین آئین اور یہ سب خیر کثیر ہے

بالنسبة الى خروجه من الجنة فعلى هذا يكون يوم الجمعة خير الايام وقد عظم الله تعالى به دين الاسلام وخص
جو بہشت کے نکلنے سے ہوئین اس بنا پر جمعہ کا دن سب دنون سے بہتر ہوا اور بیشک اللہ تعالے نے اس سے دین اسلام کو عظمت دی

بالمسلمين من بين الانام لما روي عن ابي هريرة انه عليه الصلوة والسلام قال هذا يومهم الذي فرض عليهم
اور تمام خلق مین سے مسلمانون کے لیے اسکو خاص کیا کیونکہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا یہ وہ دن ہے جو انپر فرض تھا

واختلفوا فيه فهدانا الله له والناس لنا تبع اليهود غدا والنصارى بعد غد يعني انه تعالى امر عباده
اور انھون نے اسمین اختلاف کیا تھا سو اللہ تعالی نے ہمکو اسکی ہدایت کی اور اور لوگ اسکے تابع ہین یہود تو کل اور نصاری پرسون یعنی اللہ تعالی نے اپنے بندونکو

ان يجتمعوا في يوم الجمعة ويعظموه بالطاعة ولم يعينه لهم بل امرهم ان يعينوه باجتهادهم فاختلفوا فيه
یہ حکم دیا کہ جمعہ کے دن جمع ہوا کرین اور طاعت سے اسکی تعظیم کیا کرین اور اسکو معین نہین کیا تھا بلکہ حکم دیا تھا کہ اپنے اجتہاد سے معین کرلین سو انھون نے اسمین اختلاف کیا

فقالت اليهود هو يوم السبت لانه تعالى فرغ في هذا اليوم من خلق المخلوقات ونحن نفرغ فيه من الاشغال
یہود تو کہنے لگے وہ شنبہ کا روز ہے کیونکہ اللہ تعالے نے شنبہ کے روز تمام مخلوقات کی پیدائش سے فراغت پائی اور ہم بھی اس دن دنیا کے کاروبار

الدنيوية ونشتغل بالعبادة وقالت النصارى هو يوم الاحد لانه تعالى ابتدأ في هذا اليوم بخلق المخلوقات
چھوڑ کر فراغت کرتے ہین اور عبادت مین مشغول رہتے ہین اور نصاری کہنے لگے کہ وہ یکشنبہ کا دن ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اس دن مین مخلوقات کی

فهو اولى بالتعظيم فهدى الله تعالى هذه الامة ووفقهم بالاصابة حتى عينوه وقالوا ان الله
پیدائش کی ابتدا کی ہے تو اسی دن کی تعظیم اولی ہے آخر اللہ تعالی نے اس امت کو ہدایت کی اور ٹھیک سمجھنے کی توفیق دی یہانتک کہ جمعہ کی تعیین کر دی اور کہا کہ اللہ

تعالى وجد في سائر الايام ما ينتفع به الانسان وفي يوم الجمعة اوجد نفس الانسان والشكر
تعالے نے تمام دنون مین تو وہ چیزین پیدا کین جن سے انسان فائدہ اٹھائے اور جمعہ کے دن مین انسان کی ذات کو پیدا کیا اور

على نعمة الوجود اهم واقدم وقد بين الله تعالى كيفية الشكر في هذا اليوم فقال اذا نودي للصلوة
نعمت وجود کی شکر گزاری بہت ضرور اور بہت مقدم ہے اور اللہ تعالی نے اس دن مین شکر کی کیفیت بیان کی اور فرمایا جب اذان ہو نماز کے لیے

من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع فانه تعالى امر اولا بالسعي الى الجمعة ثم امر بترك الاشتغال
جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑو بیچنا سو اللہ تعالی نے اول جمعہ کیطرف سعی کا امر فرمایا پھر دنیاوی کاروبار

بالامور الدنيوية الصارفة عن السعي الى الجمعة وقد روي عن عبد الله بن عمر انه عليه السلام قال لينتهين
جو جمعہ کیطرف سعی سے روکتے ہین انمین مشغول نہونے کا حکم کیا اور عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

اقوام عن تركهم الجمعة وليختمن الله على قلوبهم ثم ليكونن من الغافلين فانه عليه السلام بين في هذا
البتہ باز آئین لوگ جمعہ ترک کرنے سے یا بیشک اللہ تعالے انکے دلون پر مہر لگا دیگا پھر وہ ہوجائینگے غافلون مین سے پس نبی علیہ السلام نے اس حدیث مین بیان

الحديث ان احد الامرين كائن لا محالة اما الانتهاء عن تركهم الجمعة او ختم الله على قلوبهم ثم ليكونون
فرمایا کہ دو نون بات مین سے ایک ضرور ہونیوالی ہے جمعہ ترک کرنے سے باز آنا یا اللہ کا انکے دلون پر مہر لگا دینا پھر ہو جائینگے

من الغافلين لان العبد اذا ترك امرا من اوامر الله تعالى مرة يحصل في قلبه نكتة سوداء واذا ترك
وہ غفلت والون سے اسواسطے کہ آدمی جب کوئی حکم اللہ کے حکمو نمین سے ایک بار ترک کرتا ہے تو اسکے دل مین ایک سیاہ داغ پیدا ہوجاتا ہے اور جب

مرة اخرى يحصل في قلبه نكتة سوداء اخرى ثم كذلك حتى يسود قلبه فاذا اسود قلبه يغلب عليه
اسنے دوبارہ ترک کیا تو اسمین دوسرا سیاہ داغ پڑ جاتا ہے پھر اسی طور سے ہوتا رہتا ہے یہانتک کہ سارا دل سیاہ ہوجاتا ہے پھر جب دل سیاہ ہوگیا تو اسپر

الغفلة وینسی الموت ویکون من اهل القبور ویهلک فی الفسوق والفجور فان تاب وانتهی عن ترک ما امر
غفلت چھا جاتی ہے اور موت کو اور گور میں جانیکو بھول جاتا ہے اور فسق و فجور میں غرقاب ہوجاتا ہے پھر اگر اُسنے توبہ کی اور ترک کرنے سے باز آیا

بہ تزول تلک النکتة عن قلبه نکتة نکتة فیعرض عن ارتکاب المنہیات ویشتغل باداء المامورات التی من
جسکا حکم تھا تو وہ داغ اُسکے دل سے ایک ایک کر کے دور ہونے لگتا ہے پھر گناہ کرنے سے منہ پھیر لیتا ہے اور ادائے مامورات میں مشغول ہوتا ہے

جملتها صلوة الجمعة فانها فرض ثبت فرضیتها بالکتاب والسنة واجماع الامة اما الکتاب فقوله تعالی
کہ منجملہ اُنکے جمعہ کی نماز ہے کیونکہ یہ فرض ہے اُسکی فرضیت قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قرآن کی تو یہ آیت ہے

یا ایها الذین امنوا اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله فانه تعالی امر فی هذه الایة
کہ اے ایمان والو جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ تعالے کی یاد کو پس اللہ تعالے نے اس آیت میں

بالسعی الی ذکر الله تعالی والامر للوجوب والمراد بذکر الله تعالی الخطبة وهی شرط لجواز صلوة الجمعة
ذکر الٰہی کے لیے سعی کا حکم فرمایا اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے اور ذکر الٰہی سے مراد خطبہ ہے اور خطبہ نماز جمعہ کی صحت کی شرط ہے

فاذا کان السعی الی الخطبة التی هی شرط لجواز صلوة الجمعة واجبا فیکون السعی الی ما هو المقصود الاصلی
پھر جب خطبہ کے لیے سعی جو نماز جمعہ کی صحت کی شرط ہے واجب ہوئی تو جو مقصود اصلی ہے

وهو صلوة اولی واحری ثم ان الله تعالی لتاکید هذا الجواز امر بترک البیع المباح فقال وذروا البیع
اور وہ نماز جمعہ ہے بطریق اولے واجب اور سزاوار ہوگی پھر اللہ تعالی نے اس جواز کی تاکید کیلیے بیع مباح کو چھوڑ دینے کا امر کیا پس فرمایا ترک کرو بیع کو

لان ذلک لا یکون الا لامر واجب واما السنة فقوله علیه الصلوة والسلام اعلموا ان الله تعالی
اسواسطے کہ یہ بات نہیں ہوتی مگر واجب کیلیے رہی حدیث سو وہ نبی علیہ الصلوة والسلام کا یہ قول ہے جان لو اللہ تعالے نے

کتب علیکم الجمعة فی یومی هذا فی شهری هذا فی مقامی هذا فمن ترکها تهاونا بها واستخفافا بحقها وله
تم پر جمعہ فرض کیا ہے اسی دن میں اس مہینے میں اس مقام میں پھر جس نے اسکو ترک کیا حقیر جانکر اور اُسکے حق کو خفیف سمجھکر حالانکہ

امام جائر او عادل الا فلا جمع الله شمله الا فلا صلوة له الا فلا زکوة له الا فلا صوم له الا ان یتوب فمن
اُسکا کوئی امام ظالم یا عادل تھا پس خبردار ہو جاؤ اللہ اُسکی پریشانی کو جمعیت نہ بخشے خبردار ہو جاؤ کہ نہیں ہے اُسکی نماز خبردار ہو جاؤ نہیں ہے اُسکی زکوة خبردار ہو جاؤ کہ نہیں ہے اُسکا روزہ مگر یہ کہ توبہ کرے

تاب تاب الله علیه واما الاجماع فلان الامة قد اجتمعت من لدن رسول الله صلی الله علیه وسلم
پھر جس نے توبہ کی اللہ تعالے اُسکی توبہ قبول کرتا ہے اور اجماع امت یہ ہے کہ تمام امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے

الی یومنا هذا علی فرضیتها ولم یختلفوا فیها وانما اختلفوا فی اصل الفرض هل هو الظهر ام الجمعة ایاما
آج کے دن تک اُسکی فرضیت پر متفق ہے اور اسمیں اختلاف نہیں کیا اور اختلاف تو صرف اصلی فرض میں ہے آیا ظہر ہے یا جمعہ اور جو کچھ ہو

کان یسقط الفرض باداء احدهما ولها شروط زائدة علی شروط سائر الصلوات وهی اثنا عشر شرطا ستة منها
دونوں میں سے ایک کے ادا کرلینے سے فرض ساقط ہوجاتا ہے اور اُسکی کئی شرطیں اور نمازوں کی شرطوں سے زیادہ ہیں اور وہ بارہ شرطیں ہیں چھ اُنمیں سے

فی المصلی وهی شروط وجوب صلوة الجمعة لا لادائها ولا لصحتها الاول الذکورة فلا تجب علی المرأة والثانی
مصلی میں ہیں اور یہ نماز جمعہ کی وجوب کی شرطیں ہیں نہ اُسکے ادا کی اور نہ اُسکے صحت کی اول شرط مرد ہونا ہے پس عورت پر واجب نہیں ہے دوسرے

الاقامة فلا تجب علی المسافر وکل من وجد یوم الجمعة خارج المصر فهو فی حکم المسافر والثالث الحریة
مقیم ہونا ہے پس مسافر پر واجب نہیں ہے اور جو شخص جمعہ کے دن شہر سے باہر ہو وہ مسافر کے حکم میں ہے تیسرے آزاد ہونا پس غلام پر

فلا تجب علی العبد اتفاقا واختلف فی المکاتب والماذون والعبد الذی حضر باب الجامع لیحفظ دابة مولاه
بالاتفاق واجب نہیں ہے اور مکاتب اور ماذون اور اُس غلام کے حق میں جو جامع مسجد کے دروازہ پر اپنے آقا کے گھوڑے کی حفاظت کیلیے حاضر ہو اختلاف ہے

والرابع الصحة فلا تجب علی المریض اذا خاف زیادة المرض وبطوء البرء بالذهاب الیها ومثل الشیخ الکبیر
چوتھے صحیح و سالم ہونا پس بیمار پر واجب نہیں جبکہ جمعہ میں جانے سے بیماری کے بڑھ جانے یا دیر میں صحت ہونے کا خوف ہو اور اسی کے مثل پیر فرتوت ہے

الضعیف عن السعی والخامس سلامۃ العینین فلا تجب علی الاعمی عند ابی حنیفۃ رح وعندہما تجب ان وجد

جو چلنے مین ناتوان ہو پانچوین آنکھون کی سلامتی پس اندھے پر امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک واجب نہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے اگر کوئی

قائدا والسادس سلامۃ الرجلین فلا تجب علی المقعد وان وجد من یحملہ الی الجمعۃ والمرض کالمریض علی الاصح ان بقی

لیجانے والا ملجائے چھٹے دونون پاؤن کی سلامتی پس لنجے پر واجب نہین اگرچہ ایسا شخص ملجائے کہ اٹھا کر جمعہ مین لیجائے اور بیمار دار اصح قول پر بیمار کے مثل ہے اگر مریض

المریض ضائعا والتمریض من جملۃ الاعذار المبیحۃ للتخلف عن الجمعۃ وکذا الخوف من ظالم ونحوہ والمطر والثلج والوحل

حیران رہ جائے اور بیمار داری انکی اعذار مین سے ہے جس سے جمعہ مین نہ جانا مباح ہے ایسے ہی کسی ظالم وغیرہ کا خوف اور بارش اور برف اور کیچڑ

ونحوہا فہؤلاء الذین لم یستکملوا الشرائط لا تجب علیہم الجمعۃ لکنہم لو حضروہا وصلوہا یجزیہم

وغیرہ پس یہ لوگ جن مین یہ شرطین پوری نہین ہین انپر جمعہ واجب نہین ہے لیکن اگر جمعہ مین آگئے اور پڑھ لیا تو وقتی فرض کی

عن فرض الوقت وستۃ منہا فی غیر المصلی وہی شروط لادائہا وصحتہا الاول المصر فلا یجوز اداؤہا فی

طرف سے ہو جائیگا اور چھ شرطین ان مین سے غیر مصلی مین ہین اور یہ اسکی ادا اور اسکی صحت کی شرطین ہین پہلی شرط شہر ہے پس جنگل اور گانون مین

المفازۃ والقری لکن ان صلیت فی القریۃ وکنت فیہا یلزمک ان تحضرہا وتعمل لقول علی رض ایاک

اسکا ادا کرنا جائز نہین لیکن اگر گانون کے اندر جمعہ پڑھا جائے اور تو وہان موجود ہو تو تجھکو جمعہ مین جانا اور علی رض کے قول پر عمل کرنا لازم ہے بچتا رہ ایسی بات سے

وما یسبق الی القلوب انکارہ وان کان عندک اعتذارہ فلیس کل سامع نکرا تطیق ان تسمعہ عذرا او

جسکا انکار لوگون کے دلون مین سبقت کرتا ہو اگرچہ تیرے پاس عذر رہو کیونکہ ہر ایک سامع منکر ایسا نہین کہ تو اپنا عذر اسکو سنا سکنے پر قادر ہو اور

قد جاء فی الحدیث انہ علیہ السلام قال من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یقعدن مواقع التہم واختلفوا فی

حدیث مین آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ تہمت کے مواقع مین نہ بیٹھا کرے اور مصر کی

تفسیر المصر والصحیح انہ الموضع الذی یکون فیہ بیوت وسکک واسواق وامیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم

تعریف مین اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ مصر وہ موضع ہے جس مین گھر اور کوچے اور بازارین ہون اور حاکم اور قاضی ہو جو احکام جاری کرتا ہو اور حدود

الحدود ولیس من شرط ادائہا المسجد الجامع لجواز ادائہا فی فناء المصر وہو ما اتصل بہ معدا لمصالحہ کرکض

قائم کرتا ہو اور ادا کی شرطون مین سے مسجد جامع کا ہونا نہین ہے اس واسطے کہ فنا ئے مصر مین جمعہ جائز ہے اور فنا وہ میدان ہے جو شہر کے قریب مصالح کیلئے مقرر کیا گیا ہو

الخیل وجمع العسکر ودفن الموتی وصلوۃ الجنازۃ ونحوہا ویجوز للخلیفۃ وامیر الحاج اقامتہا بمنی فی الموسم

جیسے گھوڑ دوڑ کا میدان اور لشکر کا جمع کرنا اور مردون کا دفن کرنا اور جنازہ کی نماز پڑھنی اور مانند اسکے اور خلیفہ اور امیر حاج کو منی مین موسم کے دنون مین جمعہ پڑھنا جائز ہے

لانہا تکون مصرا فی ایام الموسم لاجتماع شرائط المصر فیہا من الامیر والقاضی والابنیۃ والاسواق الا انہا

اسلیے کہ منی موسم کے دنون مین مصر ہو جاتا ہے کیونکہ مصر کی تمام شرائط اس مین جمع ہو جانے کی وجہ سے جیسے امیر اور قاضی اور مکانات اور بازارین البتہ

لا تبقی مصرا بعد انقضاء الموسم وبقاؤہا مصرا لیس بشرط ولا یجوز اقامتہا بعرفات لانہا لیست بمصر

موسم گذر جانے کے بعد وہ مصر باقی نہین رہتا اور مصر کا باقی رہنا شرط نہین اور عرفات مین جمعہ قائم کرنا جائز نہین کیونکہ وہ مصر نہین

ولا من فنائہ بل ہو فضاء ومفازۃ وفی ظاہر الروایۃ عن ابی حنیفۃ رح لا یجوز اقامتہا فی المصر الا فی موضع

اور نہ فنائے مصر ہے بلکہ وہ میدان اور جنگل ہے اور ظاہر روایت مین امام ابو حنیفہ رح سے یہ منقول ہے کہ مصر مین ایک جگہ کے سوا جمعہ قائم کرنا جائز نہین

واحد فان ادیت فی موضعین واکثر فالجمعۃ للاولین تحریمۃ وقیل فراغا وقیل فیہما جمیعا وان لم یعلم ایہما

پس اگر دو جگہ یا زیادہ مین پڑھا جائے تو جمعہ انکا ہے جو نیت باندھنے مین اول ہون اور بعضے کہتے ہین جو فراغت مین اول ہون اور بعضے کہتے ہین دونون مین اور اگر یہ معلوم نہو کہ کون

الاول تبطل صلوۃ الکل فی روایۃ عنہ وہو قول محمد یجوز اقامتہا فی مواضع متعددۃ وفی روایۃ ابی یوسف رح

اول ہے تو سب کی نماز باطل ہے اور ایک روایت ابو حنیفہ سے یہ ہے اور یہی امام محمد کا قول ہے کہ کئی جگہ جمعہ پڑھنا جائز ہے اور ابو یوسف رح کی روایت مین

لا یجوز اقامتہا فی موضعین الا اذا کان بینہما نہر عظیم کدجلۃ فی بغداد وفی روایۃ عنہ لا یجوز اقامتہا

دو جگہ جمعہ پڑھنا جائز نہین مگر جبکہ دونون کے بیچ مین بڑی نہر حائل ہو جیسے بغداد مین دجلہ اور ایک روایت مین ابو یوسف سے یہ ہے کہ جمعہ پڑھنا بغداد مین دو جگہ جائز نہین

اذا كان عليه جسر حتى روی عنه انه کان یامر یوم الجمعة برفع الجسر وقت الصلوة لیکون کمصرین وفی
اگر اس نہر پر پل ہو یہاں تک کہ اُنسے روایت ہے کہ جمعہ کے دن نماز کے وقت پل اُٹھا دینے کا حکم فرماتے تھے تاکہ وہ جگہ دو شہروں کے مثل ہو جائے اور

کل موضع وقع الاشتباه فی صحة الجمعة لتعددها او لوقوع الشك فی المصر اذا اقامها اهله ینبغی لهم ان یصلوا
جس جگہ صحت جمعہ میں تعدد کے سبب یا مصر میں شک واقع ہونے کے سبب اشتباہ ہو تو جب وہاں کے لوگ جمعہ پڑھیں تو مناسب ہے کہ

بعدها فرادی اربع رکعات قائلا کل واحد منهم نویت ان اصلی اخر ظهر ادرکت وقته ولم اصله بعد
بعد اسکے چار رکعت الگ الگ پڑھ لیں ہر ایک یہ نیت کرے نیت کرتا ہوں کہ نماز پڑھوں اُن سب سے آخر ظہر کی جسکا وقت تو میں نے پایا ہے لیکن اب تک پڑھی نہیں

واصل هذا علی ما ذکر فی القنیة ان اهل مرو لما ابتلوا باقامة الجمعتین فیها مع اختلاف العلماء فی
اور اسکی اصل اس بنا پر جو قنیہ میں مذکور ہے یہ ہے کہ مرو کے باشندے جب ان دو جگہ جمعہ ہونے میں مبتلا ہوئے باوجودیکہ علماء کا دو جمعہ کے جواز میں اختلاف

جوازهما امرهم ائمتهم باداء کل واحد منهم اربع رکعات بهذه النیة حتما احتیاطا لان الجمعة التی صلاها
تھا تو انکے اماموں نے ہر ایک کو اس نیت سے چار رکعت پڑھنے کا احتیاط کے لیے وجوباً حکم دیا کیونکہ وہ جمعہ جو اسنے ادا کیا ہے

ان لم تجز یخرج عن عهدة فرض الوقت بیقین وان جازت فان کان علیه ظهر فائت یسقط عنه ذلك
اگر جائز نہیں ہوا تو فرض وقتی کے وجوب سے یقیناً پاک ہو جائے گا اور اگر جمعہ جائز ہو گیا تو پھر اسکے ذمے کوئی ظہر قضا ہو گی تو وہ ساقط ہو جائیگی

الفائت وان لم یکن علیه ظهر فائت تکون تلك الاربع نفلا فلاحتمال کونها نفلا الاولی ان یقرأ فی الاخریین
اور اگر اسکے ذمے کوئی ظہر قضا نہیں ہے تو یہ چاروں رکعتیں نفل ہو جائیںگی پس چونکہ اسکے نفل ہونے کا احتمال ہے اسلیے ضرور ہے کہ پچھلی دونوں رکعتوں میں

بعد الفاتحة سورة لانهما ان وقعتا فرضا فقراءة السورة لا تضر وان وقعتا نفلا فقراءة السورة واجبة والثانی
سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھے اسواسطے کہ اگر دو فرض ہوئیں تو سورت کا پڑھنا کچھ مضر نہیں ہے اور اگر وہ رکعتیں نفل ہوئیں تو سورت کا پڑھنا واجب ہے اور دوسری

من الشروط التی فی غیر المصر السلطان او نائبه والمتغلب الذی لا منشور له من السلطان یجوز له اقامة
شرط جو غیر مصر میں ہے سلطان یا اُس کے نائب کا ہونا ہے اور وہ متغلب جس کے پاس سلطانی سند نہیں اسکو جمعہ کا قائم کرنا جائز ہے

الجمعة اذا کان سیرته فی رعیته سیرة الامراء وکان یحکم بینهم بحکم الولایة اذ بذلك یثبت السلطنة
اگر اسکا معاملہ رعیت سے بطور امرا کے ہو اور اسکے درمیان فیصلہ حاکموں کے طور پر کرتا ہو کیونکہ اس سے سلطنت ثابت ہو جاتی ہے

فیتحقق الشرط وللمامور بالجمعة ان یستخلف وان لم یؤذن له فی الاستخلاف ولا فرق فی ذلك بین وجود
لہذا شرط موجود ہوئی اور جو شخص جمعہ کے لیے مامور ہو اسکو اپنا خلیفہ کر دینا بھی جائز ہے اگرچہ اسکو اسکی اجازت نہ ہو اور اسمیں عذر ہونے اور

العذر وعدم وجوده ولا بین الخطبة والصلوة ولا اذن فی الخطبة اذن فی الصلوة وبالعکس ولیس
نہ ہونے کا کچھ فرق نہیں اور نہ خطبہ اور نماز میں اور خطبہ کی اذان نماز کی اذان ہے اور بالعکس اور

للقاضی ان یصلی الجمعة بالناس اذا لم یؤمر بها وکذا صاحب الشرط لیس له ان یصلیها بهم فان مات
قاضی کو اختیار نہیں کہ لوگوں کو جمعہ پڑھائے جبکہ اسکو اسکا حکم نہ دیا گیا ہو اور ایسا ہی محتسب کو یہ جائز نہیں کہ لوگوں کو جمعہ پڑھائے پس اگر حاکم شہر

والی المصر فقبل ان یأتی وال اخر لو صلی بهم خلیفته او القاضی وصاحب الشرطة یجوز لان امر العامة فوض
مر جائے تو دوسرے حاکم کے مقرر ہونے سے پہلے اگر لوگوں کو نائب یا قاضی یا محتسب جمعہ پڑھائے تو جائز ہے کیونکہ عوام کا انتظام اُن ہی کے سپرد

الیهم فان لم یکن احد من هؤلاء فاجتمع الناس علی احد فصلی بهم یجوز ومع وجود احد منهم لا یجوز
ہے اور اگر ان میں سے کوئی نہ ہو اور لوگوں نے جمع ہو کر ایک کو امام کر لیا اور اُسنے پڑھا دی تو بھی جائز ہے اور ان میں سے کسی کے موجود ہوتے وقت جائز نہیں

الا باذنه ولو شرع المامور بها فیها ثم حضر اخر مکانه مضی علیها ولو حضر قبل شروعه لا یصح شروعه
مگر اُن ہی کی اجازت سے اور جسکو اسکی اجازت تھی اگر وہ نماز شروع کر چکا پھر اسکی جگہ دوسرا مقرر ہو کر آیا تو اگر شروع کرنے سے پہلے آگیا تو شروع کرنا صحیح نہیں

والثالث من تلك الشروط الوقت وهو وقت الظهر فلا یجوز قبل الزوال ولا بعد دخول وقت العصر
اور تیسری شرط اُن شرطوں میں سے وقت ہے اور وہ ظہر کا وقت ہے سو دوپہر ڈھلنے سے پہلے جائز نہیں اور نہ وقت عصر کے آجانے کے بعد

ولو خرج الوقت وهو فيها يستانف الظهر ولا يبنيه عليها لاختلافهما كمية وشروطا والرابع من تلك الشروط
اور اگر وقت جاتا رہا اور وہ نماز ہی میں ہے تو از سر نو ظہر کو پڑھے اسی کو پڑھا کر ظہر نہ کرے کیونکہ یہ دونوں مقدار اور شرطوں میں مختلف ہیں اور چوتھی اُن شرطوں میں سے

الخطبة ولها شرط وركن وواجب وسنة اما شرطها فكونها في الوقت حتى لو خطب قبله لا تصح وكونها
خطبہ ہے اور اسکی بھی شرط اور رکن اور واجب اور سنت ہیں خطبہ کی شرط تو اسکا وقت کے اندر ہونا ہے یہان تک کہ اگر وقت سے پہلے خطبہ پڑھا تو صحیح نہیں اور اسکا

بحضرة الجماعة حتى لو خطب وحده ثم حضر الجماعة لا تصح وكونها جهرا بحيث يسمعها
جماعت کے سامنے ہونا یہان تک کہ اگر خطبہ تنہا پڑھا پھر جماعت جمع ہو گئی تو صحیح نہیں ہے اور پکار کر پڑھنا اتنا کہ جو اسکے پاس ہون

من يكون عنده اذا لم يكن مانع واما ركنها فمطلق ذكر الله تعالى بنيتها حتى لو قال الحمد لله
سن لیں بشرطیکہ کوئی مانع نہو اور خطبہ کا رکن مطلق ذکر اللہ تعالے ہے خطبہ کی نیت سے یہان تک کہ اگر خطبہ کی نیت سے الحمد للہ

او سبحان الله او لا اله الا الله على قصد الخطبة يجزى عند ابي حنيفة رح اما لو قال بعد العطاس او
یا سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک کافی ہے اور اگر چھینک کر

تعجب فلا يجزئ وعندهما لا بد من ذكر طويل يسمى خطبة وهو مقدار ثلث آيات في قول او قدر التشهد
تعجب سے کہے تو کافی نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک ذکر دراز ضرور ہے جسکو خطبہ کہتے ہون اور وہ تین آیتون کی مقدار ہے اور بعضے کہتے ہیں تشہد کی مقدار

من قوله التحيات لله الى قوله عبده ورسوله لان الخطبة واجبة بالاجماع والتحميدة الواحدة والتسبيحة
التحیات للہ سے لیکر عبدہ ورسولہ تک ہے اسواسطے کہ خطبہ بالاجماع واجب ہے اور الحمد للہ ایک بار اور سبحان اللہ

الواحدة والتهليلة الواحدة لا تسمى خطبة واما واجبها فالطهارة والقيام وستر العورة واما سننها
ایک بار اور لا الہ الا اللہ ایک بار خطبہ نہیں کہلاتا اور خطبہ میں واجب طہارت اور کھڑا ہونا اور عورت کا ڈھانپنا ہے اور خطبے میں سنت

فكونها خطبتين بجلسة بينهما يشمل كل منهما على الحمد والتشهد والصلوة على النبي صلى الله
دو خطبون کا ہونا ہے بیچ میں ایک جلسہ ہو اور ہر ایک خطبہ حمد اور تشہد اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود کو شامل ہو

عليه وسلم والاولى على تلاوة آية والوعظ والثانية على الدعاء للمؤمنين والمؤمنات بدل الوعظ
اور پہلا خطبہ تلاوت آیت کو اور پند کو اور دوسرا وعظ کے بدلے مسلمان مرد اور عورتون کے لیے دعا کو شامل ہو

والخامس من تلك الشروط الجماعة واقلهم ثلثة سوى الامام ويشترط كونهم رجالا عاقلين بالغين
اور پانچوین شرط اُن شرطون میں سے جماعت ہے اور کم سے کم جماعت تین آدمی ہیں امام چھوڑ کر اور انکا مرد عاقل بالغ ہونا شرط ہے

فلا ينعقد بالنساء والصبيان والمجانين ولا يشترط كونهم احرارا او مقيمين فتنعقد بالعبيد والمسافرين
پس نری عورتون اور بچون اور دیوانون سے جمعہ نہیں ہوتا اور انکا آزاد یا مقیم ہونا شرط نہیں پس غلامون اور مسافرون سے جمعہ ہوجاتا ہے

ويشترط بقاؤهم الى السجدة الاولى عند ابي حنيفة فلو نفروا قبلها او نقصوا عن ثلثة يستقبل الظهر
اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک پہلے سجدہ تک انکا باقی رہنا شرط ہے پس اُس سے پہلے بھاگ گئے یا تین سے کم رہ گئے تو ظہر ادا کرے

وعندهما لو نفروا بعد التحريمة يتم الجمعة والسادس من تلك الشروط الاذن العام وهو ان
اور صاحبین کے نزدیک اگر بعد تکبیر تحریمہ کے چلے گئے ہیں تو جمعہ پورا کرے اور چھٹی شرط اُن شرطون میں سے اذن عام ہے اور وہ یہ کہ

يفتح باب الجامع ويؤذن للناس حتى لو اجتمع في الجامع واغلقوا بابه وصلوا فيه الجمعة لا يجوز
مسجد جامع کا دروازہ کھول دیا جائے اور لوگون کو آنے کی اجازت دی جائے یہان تک کہ اگر مسجد میں جمع ہو کر دروازہ اُسکا بند کر لیا اور اُسمین جمعہ کی نماز پڑھی تو صحیح نہیں

وكذا السلطان لو اغلق باب قصره وصلى فيه بحشمه لا يجوز لانها من شعائر الاسلام وخصائص
اور ایسے ہی سلطان نے اگر اپنے محل کا دروازہ بند کر لیا اور اپنی فوج کے ہمراہ نماز پڑھی تو جائز نہیں ہے کیونکہ جمعہ شعائر اسلام اور دین کے خاص امور میں سے

الدين فلا بد من اقامتها على طريق الاشتهار فان فتح باب قصره واذن للناس بالدخول فيه يجوز سواء
ہے سو اسکو بالضرور بطریق شہرت قائم کرنا چاہیے اور اگر اپنے محل کا دروازہ کھول دے اور لوگون کو اجازت آنے کی دیدے تو جائز ہے خواہ

يدخلوا اولا لكن يكره لعدم قضاء حق المسجد الجامع فاذا وجدت هذه الشروط كلها يجب السعي وترك
اسمین جائیں یا نہ لیکن جامع مسجد کا حق ادا نکرنے کی وجہ سے یہ مکروہ ہو پس جب یہ سب شرطیں پائی جائیں تو اصح قول پر سعی اور بیع کا ترک کرنا

البيع بالاذان الاول وهو الذي يكون على المنارة بعد دخول الوقت في الاصح لانه المعتبر في هذا الزمان
پہلی اذان پر واجب ہو یعنی وہ اذان جو منارہ پر وقت ہو جانے کے بعد ہوتی ہے اسلیے کہ یہی اذان اس زمانے میں معتبر ہے

وان كان حادثا غير واقع في عهد النبي صلى الله عليه وسلم لما روي انه عليه السلام والامامين
اگرچہ نو ایجاد ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھی کیونکہ روایت ہو کہ نبی علیہ السلام اور آپ کے بعد دونوں امام

بعده كانوا يصعدون المنبر بعد الزوال قبل النداء فيؤذن المؤذن بين ايديهم فلما كان زمن خلافة عثمان رض
زوال کے بعد اذان سے پہلے منبر پر چڑھ جاتے تھے پھر مؤذن اُنکے سامنے اذان کہتا تھا پس جب زمانہ حضرت عثمان رض کی خلافت کا ہوا

وكثر الناس رأى ان يؤذن المؤذن قبل صعود الامام المنبر لينتهي الصوت اليهم فيحضروا وزاد اذانا
اور لوگوں کی کثرت ہوگئی تو اُنکی رائے میں یہ آیا کہ امام کے منبر پر جانے سے پہلے مؤذن اذان کہا کرے تاکہ اُن لوگوں تک آواز پہونچے اور وہ آجائیں اور دوسری

ثانيا على دار في سوق المدينة بقرب المسجد يقال له زوراء وكان هذا الاذان سنة ايضا لقوله عليه السلام
اور اذان بڑھا دی ایک گھر پر جو مدینہ کے بازار میں مسجد کے پاس تھا اُسکو زورا کہتے تھے اور یہ اذان بھی سنت ہو نبی علیہ السلام کا اس ارشاد کی وجہ سے

عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدي واما النداء الذي يكون في وقت الضحى للتنبيه
لازم کرلو اپنے اوپر میرا طریقہ اور میرے بعد خلفاے راشدین کا طریقہ اور وہ اذان جو چاشت کے وقت اس اطلاع دینے کے لیے ہوتی ہو

على ان هذا اليوم يوم الجمعة فبدعة احدثها الحجاج كذا ذكر في مجمع الفوائد والحاصل ان كل اذان
کہ آج جمعہ کا دن ہے سو یہ بدعت ہو اسکو حجاج نے ایجاد کیا تھا جیسا کہ کتاب مجمع الفوائد میں مذکور ہو اور حاصل یہ ہو کہ جو اذان

يكون قبل الزوال فهو غير معتبر بل المعتبر الاذان الاول الذي يكون بعد الزوال اذ به يحصل الاعلام
دوپہر ڈھلے سے پہلے ہو وہ غیر معتبر ہو بلکہ معتبر پہلی اذان ہو جو دوپہر ڈھلے کے بعد ہوتی ہے اسلیے کہ اسی سے اعلام حاصل ہوتا ہو

فان كل من يجب عليه الجمعة اذا اذن هذا الاذان يلزمه السعي الى الجمعة فاذا حضر المسجد الجامع يصلي
پس جسپر جمعہ واجب ہو جب یہ اذان دی جائے اُسکو جمعہ کی طرف دوڑنا لازم ہے پس جب جامع مسجد میں حاضر ہو جائے تو بیٹھنے سے

قبل القعود ركعتين تحية المسجد ثم اربع ركعات سنة الجمعة واذا توجه الامام الى صعود المنبر يحرم الصلوة
پیشتر دو رکعت تحیۃ المسجد پھر چار رکعت جمعہ کی سنتیں پڑھے جب امام منبر پر جانے کو متوجہ ہو تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک

والكلام عند ابي حنيفة رح حتى يتم الخطبة وعندهما لا بأس بالكلام قبل الشروع في الخطبة واذا جلس على المنبر يؤذن
نماز اور بات چیت سب حرام ہو جاتی ہو یہاں تک کہ خطبہ تمام ہو جائے اور صاحبین کے نزدیک خطبہ شروع کرنے سے پہلے کلام کرنے میں کچھ مضایقہ نہیں اور جب منبر پر بیٹھ جائے تو مؤذن

المؤذن بين يديه الاذان الثاني واذا تم الاذان يقوم ويخطب خطبتين يفصل بينهما بجلسة خفيفة مقدارها
اُسکے سامنے دوسری اذان کہو اور جب یہ اذان تمام ہو جائے تو امام کھڑا ہو اور دو خطبے پڑھے دونوں کے بیچ میں ہلکے سے جلسے کا فاصلہ کرے مقدار اُسکی یہ ہو

ان يستقر كل عضو منه في موضعه ويستحب للقوم ان يستقبلوا الامام عند الخطبة لكن الرسم الان انهم
کہ بدن کا ہر جوڑ اپنی اپنی جگہ پر درست ہو جائے اور قوم کو مستحب ہے کہ خطبہ کے وقت امام کی طرف منھ کرکے بیٹھیں لیکن آج کل رسم یہ ہی ہے کہ

يستقبلون القبلة للحرج في تسوية الصفوف لكثرة الزحام كذا ذكر في شرح الهداية
رو بقبلہ بیٹھتے ہیں اسواسطے کہ صفیں سیدھی کرنے میں زیادتی مجمع کے سبب حرج ہوتا ہے ایسا ہی ہدایہ کی شرح میں جو

للسروجي واذا فرغ من الخطبة وشرع المؤذن في الاقامة ينزل من المنبر ويصلي بالناس
سروجی کی ہو مذکور ہو اور جب خطبہ پڑھ چکے اور مؤذن تکبیر کہنے لگے تو امام منبر پر سے اُترے اور لوگوں کو

ركعتي صلوة الجمعة ولو وقع الاشتباه في صحتها بتعددها ووقوع الشك في المصر
دو رکعت نماز جمعہ پڑھائے اور اگر جمعہ کی صحت میں کچھ شبہہ پیدا ہو جائے کئی جگہ ہونے یا مصر میں شک ہونے کے سبب سے

فليصل بعد ذلك كل واحد منهم فرادى اربع ركعات اخر للظهر كما سبق ثم اربع ركعات بنية السنة
تو اس کے بعد ہر ایک آدمی الگ الگ چار رکعت پچھلی ظہر کی نیت سے پڑھے جیسے کہ اوپر مذکور ہو چکا پھر چار رکعت سنت کی نیت سے

عند ابي حنيفة وعندهما ستة ركعات ومن ادرك الامام فيها ولو في التشهد او في سجود السهو يصلي
امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک چھ رکعت اور جس نے امام کو نماز جمعہ میں پایا اگرچہ تشہد یا سجدۂ سہو میں تو امام کے ساتھ پڑھے

معه ما ادرك ويبني عليه الجمعة وقال محمد ان ادرك في الركوع في الركعة الثانية يبني عليه الجمعة وان ادرك
جس قدر پایا ہو اور نماز جمعہ پوری کرے اور امام محمد کہتے ہیں اگر دوسری رکعت کے رکوع میں پایا ہو تو نماز جمعہ پوری کرے اور اگر

بعد ما رفع راسه من الركوع في الركعة الثانية يبني عليه الظهر ومن لا عذر له اذا صلى الظهر
دوسری رکعت میں امام کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ملا ہو تو اب ظہر کی نماز پوری کرے اور جس کو کوئی عذر نہیں ہے اگر وہ ظہر کی نماز پڑھ دے

قبل ان يصلي الامام الجمعة يصح ظهره لكن يكون عاصيا لترك الجمعة ويكره للمعذورين والمسجونين
قبل اسکے کہ امام جمعہ کی نماز پڑھے تو اس کی ظہر صحیح ہے لیکن جمعہ چھوڑنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا اور معذور لوگوں کو اور قیدیوں کو

اداء الظهر في المصر بالجماعة سواء كان قبل فراغ الامام من الجمعة او بعده لان الجمعة جامعة
مصر میں ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنی مکروہ ہے نماز جمعہ سے امام کی فراغت سے پہلے ہو یا اس کے بعد اس واسطے کہ جمعہ جماعات کا

للجماعات وفي اداء الظهر بالجماعة تفريق الجماعة عن الجمعة وتقليلها فيها بخلاف اهل القرى اذ
جمع کرنے والا ہے اور ظہر کو جماعت سے پڑھنے میں جمعہ کی جماعت کی تفریق ہے اور اس میں کمی پڑتی ہے بخلاف گاؤں والوں کے کیونکہ

لا جمعة عليهم ولا يفضي اداء الظهر بالجماعة الى تفريق الجمعة وتقليلها فيكون ذلك في حقهم كسائر الايام
اُن پر جمعہ نہیں ہے اور ظہر کو باجماعت پڑھنا جمعہ کی تفریق جماعت کا سبب نہیں اور نہ اس کی کمی کا سو جمعہ کا دن ان کے حق میں اور دنوں کے مثل ہے

في جواز اداء الظهر بالجماعة من غير كراهة ويستحب للمريض ان لا يصلي الظهر قبل فراغ الامام من الجمعة
ظہر کی ادا جماعت سے بلا کراہت جائز ہونے کے باب میں اور بیمار کو مستحب ہے کہ نماز جمعہ سے امام کے فارغ ہونے سے پیشتر ظہر نہ پڑھے

لرجاء البرء في كل ساعة ومن جاء الى الجمعة ووجد المسجد ملآن واراد ان يتخطى الناس ان كان يؤذيهم بالتخطي
اس واسطے کہ ہر آن میں صحت کی امید ہے اور جو شخص جمعہ میں آیا اور مسجد بھری ہوئی پائی اور اوروں کو پھاند جانے کا ارادہ کیا اگر پھاندنے سے اُن کو ایذا ہوتی ہو

لا يتخطى وان كان لا يؤذي احدا بان لا يطأ ثوبا ولا جسدا لا باس ان يتخطى ويدنو من الامام وذكر الفقيه ابو جعفر
تو نہ پھاندے اور اگر کسی کو کچھ ایذا نہیں اس طور سے کہ نہ پاؤں کے تلے کسی کا کپڑا دبتا ہے اور نہ کسی کا کچھ بدن تو کچھ مضایقہ نہیں کہ پھاند کر جاوے اور امام سے قریب ہو جاوے اور فقیہ ابو جعفر

عن اصحابنا رض ان التخطي لا باس به ما لم ياخذ الامام في الخطبة ويكره اذا اخذ فعلى هذا يكون جواز التخطي مشروطا
ہمارے اصحاب سے نقل کرتے ہیں کہ پھاندنے کا کچھ مضایقہ نہیں جب تک امام نے خطبہ شروع نہ کیا اور اگر خطبہ شروع کر دیا ہے تو مکروہ ہے پس اس بنا پر پھاندنے کے جواز کے لیے دو شرطیں

بشرطين احدهما ان لا يؤذي احدا والثاني ان لا يكون الامام في الخطبة يسرنا الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه وكرمه
ہیں ایک تو یہ کہ کسی کو ایذا نہ ہو اور دوسرے یہ کہ امام خطبہ میں نہ ہو اللہ تعالے اپنی رضا کے موافق عمل کرنا اپنے لطف اور کرم سے آسان فرمائے

المجلس الخمسون في بيان المصافحة وبيان كيفيتها وفوائدها وبدعتها في غير محلها

پچاسویں مجلس مصافحہ کے بیان میں اور اس کی کیفیت اور طرز اور اس کے فائدے اور بے محل اس کے بدعت ہونے کے بیان میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان الا غفر لهما قبل ان
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کوئی دو مسلمان کہ ملیں اور مصافحہ کریں مگر دونوں جدا ہونے سے پہلے بخشے جاتے

يتفرقا وفي رواية اذا التقى المسلمان فيتصافحان وحمدا الله واستغفرا الله غفر لهما
ہیں اور ایک روایت میں ہے جب دو مسلمان ملیں اور مصافحہ کریں اور اللہ تعالے کی حمد کریں اور اللہ تعالے سے مغفرت مانگیں تو ان کی بخشش ہو جاتی

هذا الحديث من حسان المصابيح رواه البراء بن عازب والفاء فيه لفظ خاص للتعقيب
یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے براء بن عازب نے روایت کیا ہے اور فاء اس میں لفظ خاص ہے تعقیب کے لیے

موجبہ تعقیب المصافحۃ للالتقاء والتصافح علی ما ذکرہ فی صحاح الجوہری المصافحۃ فیثبت شرعیۃ
انکا مقتضی مصافحہ کا ملاقات سے پیچھے ہوتا ہے اور تصافح بنا بر اُس مضمون کے جو صحاح جوہری نے ذکر کیا ہے مصافحہ ہے پس اپنے

المصافحۃ عند لقاء المسلم لاخیہ وتکون من تمام التحیۃ بینہما لما روی عن ابی امامۃ انہ
بھائی مسلمان سے ملنے کے وقت مصافحہ کا مشروع ہونا ثابت ہوا اور یہ اُن دونوں میں سلام کی تمامی ہے اس واسطے کہ ابو امامہ سے روایت ہے کہ نبی

علیہ الصلوۃ والسلام قال تمام تحیاتکم بینکم المصافحۃ وھذا الحدیث ایضا یدل علی کون
علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تمامی تمہارے آپس کے سلاموں کی مصافحہ ہے یہ حدیث بھی ملاقات کے وقت مصافحہ کے

شرعیۃ المصافحۃ عند الملاقاۃ لانہ علیہ السلام جعلہا من تمام التحیات والتحیات جمع التحیۃ
مشروع ہونے پر دلالت کرتی ہے اس واسطے کہ نبی علیہ السلام نے مصافحہ کو سلام کی تمامی ٹھہرایا اور تحیات تحیہ کی جمع ہے

وھی السلام والسلام انما یکون عند الملاقاۃ وکذا ما ھو من تمامہ فینبغی ان توضع حیث وضعہا
اور تحیہ سلام کو کہتے ہیں اور سلام ملاقات ہی کے وقت ہوتا ہے اور ایسے ہی جو چیز سلام کی تمامی ہو پس سزاوار یہ ہے کہ مصافحہ اسی جگہ ہو اکرے جہاں اس کو

الشرع ویراعی سننہا والسنۃ فیہا ان تکون بکلتا الیدین واما فی غیر حال الملاقاۃ مثل کونہا
شرع نے قائم کیا ہے اور اُسکی سنتوں کی رعایت کی جائے اور سنت اُس میں یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے ہو اور وقت ملاقات کے علاوہ جیسے

عقیب صلوۃ الجمعۃ والعیدین کما ھو العادۃ فی زماننا فالحدیث ساکت عنہ فیبقی بلا دلیل
بعد نماز جمعہ اور عیدین کے جیسی کہ اس زمانے میں عادت ہے سو حدیث سے ثابت نہیں ہے پس یہ بلا دلیل رہا

وقد تقرر فی موضعہ ان ما لا دلیل علیہ فھو مردود ولا یجوز التقلید فیہ بل یردہ ما روی عن
اور اپنی جگہ میں یہ ثابت ہے کہ جس امر کی کچھ دلیل نہیں وہ مردود ہے اُس میں تقلید جائز نہیں بلکہ وہ روایت اس کو رد کرتی ہے جو

عائشۃ انہ علیہ السلام قال من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد ای مردود فان الاقتداء
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات پیدا کی جو دین میں سے نہیں سو وہ سب رد ہے یعنی مردود ہے کیونکہ پیروی

لا یکون الا بالنبی علیہ السلام اذ قال اللہ تعالی وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ
نبی علیہ السلام کے سوا کسی کی نہیں اس واسطے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے اور جو دیا تم کو رسول نے سو لے لو اُس کو اور جس سے منع کیا

فانتھوا وقال فی ایۃ اخری فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبہم فتنۃ او یصیبہم عذاب الیم
اُس سے باز رہو اور ایک اور آیت میں فرمایا پس چاہیے کہ ڈرتے رہیں وہ لوگ جو خلاف کرتے ہیں اُسکے حکم سے کہ پڑے اُن پر کچھ خرابی یا پہونچے اُن کو دکھ کی مار

علی ان الفقہاء من الحنفیۃ والشافعیۃ والمالکیۃ صرحوا بکراھتہا وکونہا بدعۃ قال فی الملتقط یکرہ
علاوہ اس کے کہ حنفی اور شافعی اور مالکی مذہبوں کے فقہا نے اس کے مکروہ اور بدعت ہونے کی تصریح کر دی ہے ملتقط میں ہے کہ نماز کے بعد

المصافحۃ بعد الصلوۃ بکل حال لان الصحابۃ ما صافحوا بعد الصلوۃ ولانہا من سنن الروافض وقال ابن حجر من الشافعیۃ
مصافحہ بہر حال مکروہ ہے اس واسطے کہ صحابہ نے بعد نماز کے مصافحہ نہیں کیا اور اس لیے کہ یہ رافضیوں کا طریقہ ہے اور ابن حجر شافعی مذہب کہتے ہیں

ما یفعلہ الناس من المصافحۃ عقیب الصلوات الخمس بدعۃ مکروھۃ لا اصل لہا فی الشریعۃ المحمدیۃ ینبغی ان ینبہ فاعلہا اولا
یہ جو لوگ پنجگانہ نمازوں کے پیچھے مصافحہ کیا کرتے ہیں بدعت مکروہ ہے شریعت محمدیہ میں اسکی کچھ اصل نہیں اس کے کرنے والے کو پہلے بتلایا جائے

بانہا بدعۃ مکروھۃ ویعزر ثانیا ان فعلہا وقال ابن الحاج من المالکیۃ فی المدخل ینبغی ان یمنع الامام ما احدثوہ
کہ یہ بدعت مکروہ ہے اور اگر پھر کرے تو تنبیہ کرنی چاہیے اور ابن الحاج مالکی مذہب مدخل میں کہتے ہیں چاہیے کہ امام اسکو منع کرے جس کو لوگوں نے ایجاد کیا ہے

من المصافحۃ بعد صلوۃ الصبح وبعد صلوۃ الجمعۃ وبعد صلوۃ العصر بل زاد بعضہم فعل ذلک بعد الصلوات الخمس
یعنی نماز صبح اور نماز جمعہ اور نماز عصر کے بعد مصافحہ کرنا بلکہ بعضے بڑھا کر پنجگانہ نماز کے بعد کرنے لگے ہیں

وذلک کلہ من البدع وموضع المصافحۃ فی الشرع انما ھو عند لقاء المسلم لاخیہ لا فی ادبار الصلوات فحیث وضعہا الشرع
اور یہ سب بدعت ہے اور شرع میں مصافحہ کا موقع صرف مسلمان کے اپنے بھائی سے ملاقات کا وقت ہے نہ کہ نمازوں کے بعد پس جس جگہ شرع نے مقرر کیا ہے



نفسها و ینهی عنها و یزجر فاعلها لما اتی من خلاف السنة وهذا التصریح منهم یشعر بالاجماع فلا یجوز المخالفة بل یلزم
اسی جگہ رکھنا چاہیے اور مصافحہ سے منع کرنا چاہیے اور اس کے کرنے والے کو زجر کرنا چاہیے جب کہ خلاف سنت کرنے لگا اور ان کی تصریح سے اجماع معلوم ہوتا ہے جس کی مخالفت جائز نہیں بلکہ

الاتباع لقوله تعالی ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم
اتباع لازم ہے ارشاد اللہ تعالی کی وجہ سے اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی بعد اس کے کہ کھل چکی اس پر ہدایت کی بات اور چلے غیر مسلمانوں کی راہ سو ہم اس کو حوالہ کریں گے اسی کی جو اس نے پکڑا اور ڈالیں گے اس کو دوزخ میں

وساءت مصیرا اه وما ذکره النووی فی الاذکار وان کان مشعرا باباحة المصافحة بعد صلوة الصبح والعصر الا انه یفصح عن
اور بہت بری جگہ پہونچا اور وہ جو نووی نے اذکار میں ذکر کیا ہے اگرچہ اس سے نماز صبح اور عصر کے بعد مصافحہ کا مباح ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن وہ مضمون اس کا غیر مشروع ہونا

عدم مشروعیتها لانه بعد بیان کون المصافحة سنة ومستحبة عند الملاقاة قال واما ما اعتاده الناس من المصافحة
ظاہر کرتا ہے اس لیے کہ نووی نے ملاقات کے وقت مصافحہ کے سنت اور مستحب ہونے کے بعد یہ کہا ہے اور وہ بات جو لوگوں نے

بعد صلوة الصبح والعصر فلا اصل له فی الشرع علی هذا الوجه لکن لا باس به فانظر کیف اعترف بان لا اصل له فی الشرع
نماز صبح اور عصر کے بعد مصافحہ کی عادت کر لی ہے سو شرع میں اس طرح پر اس کی کچھ اصل نہیں لیکن اس کا کچھ مضائقہ نہیں سو دیکھو تو کیسے اقرار کر لیا کہ شرع میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے

وبعد هذا الاعتراف لا یفید ما ذکره بعده من قوله لکن لا باس به الی اخر ما قال ولو لم یصرح الفقهاء بکراهتها بل کانت مباحة
اور اس اقرار کے بعد ان کو وہ مضمون کچھ مفید نہیں جو اس کے بعد یہ قول ذکر کیا ہے لیکن اس کا کچھ مضائقہ نہیں آخر تک اگر فقہا اس مصافحہ کو مکروہ نہ کہتے بلکہ فی نفسہ مباح

فی نفسها لحکمنا فی هذا الزمان بکراهتها اذ واظب علیها الناس واعتقدوها سنة لازمة بحیث لا یجوزون ترکها حتی
ہوتا تو بھی ہم اس زمانے میں اس کے مکروہ ہونے کا حکم لگاتے اس لیے کہ لوگ اس کو ہمیشہ کرتے ہیں اور اس کو ضروری سنت جانتے ہیں اس طور سے کہ اس کا چھوڑنا جائز نہیں سمجھتے یہاں تک

وصل الینا من بعض من اشتهر بالعلم انه قال هی من شعائر الاسلام فکیف یترکها من کان من اهل الایمان فانظروا یا اهل
کہ ہم کو ایک ایسے شخص سے جو صاحب علم مشہور ہیں یہ خبر پہونچی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ شعائر اسلام میں سے ہے پس جو ایمان والا ہو اس کو کیسے چھوڑ سکتا ہے پس اے انصاف والو

الانصاف اذا کان اعتقاد الخواص هکذا فاعتقاد العوام ماذا یکون وکل مباح ادی الی هذا فهو مکروه حتی افتی بعض الفقهاء
دیکھو تو جب خواص کا ایسا اعتقاد ہو تو عوام کا اعتقاد کیا ہوگا اور جو امر مباح اس حد کو پہونچ جائے تو وہ مکروہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ بعضے فقہا نے

حین شاع صوم ایام البیض فی زمانه بکراهیته لئلا یؤدی الی اعتقاد الوجوب مع ان صوم ایام البیض مستحب ورد فیه اخبار
جب ان کے زمانے میں ایام بیض کے روزوں کا رواج ہوگیا تو اس کے مکروہ ہونے کا فتوی دیا تاکہ واجب اعتقاد کر لینے کی نوبت نہ پہونچ جائے باوجودیکہ ایام بیض کے روزے مستحب ہیں اس میں بہت حدیثیں

کثیرة فما ظنک بالمباح وما ظنک بالمکروه ولیس هذا الا الفتنة التی قال فیها عبد الله بن مسعود کیف انتم اذا اتتکم فتنة
آئی ہیں پھر بھلا مباح کے باب میں تیرا کیا خیال اور کیا گمان ہے مکروہ میں اور نہیں ہے یہ مگر وہی فتنہ جس کے بارہ میں عبد اللہ بن مسعود رضی نے کہا ہے تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسا فتنہ آوےگا

یهرم فیها الکبیر وینشأ فیها الصغیر تجری علی الناس یتخذونها سنة اذا غیرت قیل غیرت السنة وهذا منکر قال
جس میں سن رسیدہ بڈھا اور صغیر جوان ہو جاوےگا لوگوں میں ایسی بدعت پھیل جاوے گی کہ اس کو سنت سمجھ لیں گے اگر اس کو بدلو تو کہیں گے سنت بدل ڈالی کیا یہ بری بات ہے

ابن القیم فی اغاثته هذا یدل علی ان العمل اذا جری علی خلاف السنة فلا اعتبار به ولا التفات الیه قد جری العمل علی
ابن قیم نے اپنی کتاب اغاثہ میں لکھا ہے کہ یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جب خلاف سنت کسی عمل کا رواج ہو جائے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں اور نہ اس کی طرف کچھ التفات ہے اور بہت زمانہ سے خلاف سنت عمل تو

خلاف السنة منذ زمن طویل فاذن لا بد لک ان تکون شدید التوقی من محدثات الامور وان اتفق علیه الجمهور
مدت دراز سے جاری ہو رہا ہے سو اب تجھ کو ضرور ہے کہ نئی نئی باتوں سے بہت ہی ڈرتا رہے اگرچہ اس پر جمہور کا اتفاق ہو

فلا یغرنک اطباقهم علی ما احدث بعد الصحابة بل ینبغی لک ان تکون حریصا علی التفتیش عن احوالهم واعمالهم فان اعلم
سو ان امور پر جو بعد صحابہ کے ایجاد ہوئے ہیں ان کا اتفاق فریب نہ دے بلکہ تجھ کو یہ لائق ہے کہ ان کے احوال اور اعمال کی تفتیش پر حریص رہے کیونکہ

الناس واقربهم الی الله تعالی اشبههم بهم واعرفهم بطریقهم اذ منهم اخذ الدین وهم اصول فی نقل الشریعة عن صاحب الشرع
سب لوگوں سے علم میں زیادہ اور بڑا مقرب جناب باری تعالی کا وہ ہے جو صحابہ سے بہت مشابہت اور ان کے طریقے سے خوب واقف ہو کیونکہ دین انہی سے حاصل ہوا ہے اور شریعت کو صاحب شرع سے نقل کرنے میں وہی اصل ہیں

ینبغی لک ان لا تکترث بمخالفتک لاهل عصرک فی موافقتک لاهل عصر النبی علیه الصلوة والسلام اذ قد جاء فی الحدیث
سو تجھ کو لائق ہے کہ اس کی کچھ پروا نہ کرے کہ نبی علیہ الصلوة والسلام کے زمانہ کے لوگوں کی موافقت کرنے میں اپنے زمانے کے لوگوں سے مخالفت ہوگی اس واسطے کہ حدیث میں آیا ہے

اذا اختلف الناس فعليكم بالسواد الاعظم قال عبد الرحمن بن اسمعيل المعروف بابي شامة وحيث جاء الامر بلزوم
جب لوگون مین اختلاف پڑ جائے تو بڑے گروہ کے ساتھ ہو عبد الرحمن بن اسمعیل جو ابو شامہ مشہور ہین کہتے ہین جس جگہ لزوم جماعت کا حکم

الجماعة فالمراد به لزوم الحق واتباعه وان كان المتمسك به قليلا والمخالف له كثيرا لان الحق ما كان عليه الجماعة الاولى وهم
آیا ہو تو اس سے حق کا لازم کر لینا اور اس کا اتباع مراد ہوا اگرچہ وہ تھوڑے لوگ ہون اور مخالف حق کے بہت ہون کیونکہ حق وہی ہے جس پر پہلی جماعت یعنے

الصحابة ولا عبرة الى كثرة اهل الباطل بعدهم وقد قال الفضيل بن عياض ما معناه الزم طرق الهدى ولا يضرك قلة السالكين واياك
صحابہ تھے اور انکے بعد اہل باطل کی کثرت کا کچھ اعتبار نہین ہے اور فضیل بن عیاض نے کہا ہے جس کے یہ معنی ہین ہدایت کی راہون کو لازم رکھو اور راہ چلنے والون کی کمی تمکو کچھ ضرر نہین اور دور رہو

وطرق الضلالة ولا تغتر بكثرة الهالكين وقال ابن مسعود انتم في زمان خيركم فيه المتسارع في الامور وسياتي زمان بعدكم
گمراہی کی راہ سے اور ہالکین کی کثرت سے دھوکا نہ کھانا اور ابن مسعود نے فرمایا ہے کہ تم ایسے زمانے مین ہو کہ کامون مین جلدی کرنے والا تم مین کا بہتر ہے اور عنقریب تمھارے بعد

خيرهم فيه المتثبت المتوقف لكثرة الشبهات قال الامام الغزالي لقد صدق لان من لم يتثبت في هذا الزمان ووافق الجماهير
ایسا زمانہ آتا ہے کہ ان مین بہتر وہ ہوگا جو توقف کرے بسبب کثرت شبہات کے امام غزالی کہتے ہین بے شک سچ فرمایا کیونکہ جو شخص اس زمانے مین توقف نہ کرے اور جمہور کی موافقت کرے

فيما هم فيه وخاض فيما خاضوا فيه فيهلك كما هلكوا فان اصل الدين وعمدته وقوامه ليس بكثرة العبادة والتلاوة والمجاهدة
اس بات مین کہ وہ پڑے ہین اور جس مین وہ گھسے ہین یہ بھی گھس جائے تو ہلاک ہو جائیگا جیسے وہ ہلاک ہوئے ہین کیونکہ اصل دین اور اس کی خوبی اور ثبات کثرت عبادت اور تلاوت اور بھوک کھینچنے

بالجوع وغيره وانما هو باحرازه من الآفات والعاهات التي تأتي عليه من البدع والمحدثات التي تؤدي الى تبدله وتغيره فانها
وغیرہ سے نہین ہے بلکہ دین کو ان تمام آفات اور صدمات سے بچانے سے ہے جو دین پر آتی ہین یعنی بدعتین اور نئی نئی باتین جس سے دین مین تبدل اور تغیر پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ ان کی

لكثرتها وشيوعها صارت كانها من شعائر الدين او من الامور المفروضة علينا فيا ليتنا كنا نباشرها على انها بدع اذ لو كان
کثرت اور رواج کی وجہ سے گویا دین کی نشانیان ہین یا ہمارے اوپر ان کا عمل فرض ہے کاش ہم ان کو بدعت ہی جان کر کرتے ہوتے اس واسطے اگر ایسا

كذلك يرجى من التوبة والاستغفار لكنا اخذناها طاعة وعبادة وجعلناها دينا مقتفين في ذلك آثار من سها او
ہوتا تو توبہ اور استغفار کی امید ہوتی لیکن ہم نے تو انکو طاعت اور عبادت بنا رکھا ہے اور دین ٹھہرا لیا ہے اس مین ہم ان لوگون کی پیروی کر رہے ہین جن سے سہو ہو گیا یا

غفل وغلط ممن بعد ان تقدمنا وجعلناه قدوة في ديننا فاذا جاء احد وانكر علينا ما ارتكبنا من تلك الامور فان كان له
ایسے شخص کی کی ہے جس سے یا ان سے غفلت کی یا غلطی کی ان لوگون مین سے جو ہم سے پہلے گذرے اور ہم نے اس کو اپنے دین کا پیشوا ٹھہرا لیا ہے پس اگر کوئی آکر ہم کو اس سے منع کرے جو ہم ان باتون مین کیا

توقير في قلوبنا نقول له هذا جائز ذهب الى جوازه فلان ونذكر له بعض من تقدمنا ممن سها او غفل او غلط او
تو اس کی اگر ہمارے دل مین عزت ہے تو ہم اس کو جواب دینگے کہ صاحب تو جائز ہے اس کے جواز کا فلان شخص قائل ہے اور اس کے روبرو ہم بعض متقدمین کا نام لیوین جس نے سہو کیا یا غفلت کی یا غلطی کی

ان كان ممن لا توقير له في قلوبنا يسمع منا من الكلمات المنكرة ما لا يظن ولا يخطر بباله كل ذلك بسبب الجهل المركب فينا
اگر وہ مانع ایسا ہے کہ ہمارے دل مین اسکی کچھ عزت نہین تو ہم سے ایسے برے الفاظ سنے گا کہ اس کو گمان بھی نہ ہوگا اور نہ اس کے دل مین گذرا ہوگا یہ سب ہماری جہل مرکب کے سبب سے ہے

لانا لو رأينا انفسنا على ما هي عليه من الجهل لقبلنا جواب من ارشدنا الى الحق وما اقمنا من سها او غلط حجة في ديننا
کیونکہ اگر ہم اپنے دل مین اپنی جہالت کو سمجھتے تو اس کا جواب جو ہمین حق کا راستہ بتاتا ہے بے شک مان لیتے اور اس سہو اور غفلت اور غلطی کرنے والے کو اپنے دین کی حجت نہ بناتے

اذ لا يجوز ان يقلد الانسان في دينه الا من هو صاحب الشريعة او من شهد له صاحب الشريعة بالخير لا من شهد له بالكذب
اس واسطے کہ انسان کو اپنے دین مین کسی کی پیروی کرنا جائز نہیں مگر اسی کی جو صاحب شریعت ہو یا اس کی جس کے حق مین صاحب شریعت نے بھلائی کی گواہی دی ہو نہ اس کی جس کے حق مین صاحب شریعت نے کذب کی گواہی دی

ونهى عن الاعتماد له بقوله عليه السلام خير القرون قرني الذين بعثت فيهم ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يفشو
اور اس پر بھروسا کرنے سے منع کیا ہے نبی علیہ السلام کے اس قول مین بہتر سب زمانون سے وہ زمانہ ہے جس مین مبعوث ہوا ہون پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہین یعنی تابعی پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہین یعنی تبع تابعین پھر جھوٹ پھیل

الكذب فلا تعتمدوا اقوالهم وافعالهم فان كل من اتى بعدهم يقول في بدعة انها مستحبة ثم ياتي على ذلك بدليل خارج عن اصولهم
جائیگا پس تم ان کے قول و فعل پر بھروسا نہ کرنا کیونکہ ان کے بعد جو آیا ہے بدعت کو یہی کہتا ہے کہ یہ مستحب ہے پھر اس پر ایک دلیل ان کے اصول کے مخالف قائم کر دیتا ہے

فذلك غير مقبول منه لان التقليد والاقتداء بالغير بمجرد حسن الظن انما يجوز لمن كان مجتهدا عدلا لا لمن كان مقلدا
پس وہ مقبول نہین ہے اس واسطے کہ غیر کی تقلید اور پیروی صرف حسن ظن سے اسی کی جائز ہے جو مجتہد اور عادل ہو نہ اس کی جو خود مقلد ہو

لكن لما انقطع الاجتهاد من مدة زمان طويل نعم طريق معرفة مذهب المجتهد في نقل كتاب معتبر متداول بين العلماء
لیکن چونکہ مدت دراز سے اجتہاد منقطع ہو گیا لہذا مجتہد کے مذہب جاننے کا طریقہ کسی معتبر کتاب سے جو علما میں مروج ہو نقل کرنے

واخبار عدل موثوق بدينه وعلمه وعمله فلا يجوز العمل بكل كتاب اذ ظهر في هذا الزمان كتب جمعها ضعفاء الرجال ولا بقول
اور ایسے عادل کی خبر دینے میں منحصر ہے جس کے علم اور عمل کا اعتبار ہو سو ہر کتاب پر عمل کرنا جائز نہیں کیونکہ اس زمانہ میں ایسی کتابیں ظاہر ہو گئی ہیں جن کو غیر معتبر لوگوں نے جمع کیا ہے اور نہ ہر عالم کے

كل عالم اذ غلب الفسق في الناس بعد القرون الثلثة والمستور في حكم الفاسق فلا بد من العدالة المرجحة لجانب
قول پر کیونکہ بعد قرون ثلثہ کے لوگوں میں فسق غالب ہو گیا ہے اور شخص مستور بھی فاسق کے حکم میں ہے پس ضرور عدالت ہونا چاہیے جس سے صدق کی جانب کو

الصدق حتى يقبل قوله في الديانات يسرنا الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه وكرمه
ترجیح دیدے تاکہ اس کا قول دیانات میں مقبول ہو اللہ تعالے اپنی رضا کے موافق عمل اپنے لطف اور کرم سے ہم پر آسان کرے

المجلس الحادي والخمسون في بيان فرضية الصلوة بالكتاب والسنة واجماع الامة والوعيد في حق تاركها
مجلس پنجاہ و یکم بیان میں فرضیت نماز کے کتاب اور حدیث اور اجماع امت سے اور تارک نماز کے وعید میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بين العبد والكفر ترك الصلوة هذا الحديث من صحاح المصابيح
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرق درمیان بندہ اور کفر کے نماز چھوڑ دینا ہے یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے

رواه جابر بن عبد الله ومعناه ان بين العبد وبين ان يصل الى الكفر ان يترك الصلوة وعلم من هذا ان الصلوة اهم
جابر بن عبد اللہ کی روایت سے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ فرق درمیان بندہ کے اور اس میں کہ وہ کفر تک پہونچ جائے یہ ہے کہ نماز کو چھوڑ دے اس سے معلوم ہوا کہ نماز

اركان الاسلام واقوى الذرائع في دخول دار السلام وهي فريضة على كل مسلم عاقل بالغ سواء كان رجلا وامرأة لا على
اسلام کا بڑا ضروری رکن ہے اور بہشت میں جانے کا بڑا قوی ذریعہ ہے اور وہ نماز ہر ایک مسلمان صاحب عقل بالغ پر فرض ہے خواہ مرد ہو یا عورت نہ کافر پر

كافر ولا على مجنون ولا على صبي الا ان الصبي اذا بلغ سبع سنين يؤمر بها واذا بلغ عشر سنين ولم يصلها يضرب عليها
فرض ہے اور نہ دیوانے پر اور نہ بچے پر لیکن بچہ جب سات برس کا ہو جائے تو اسکو نماز پڑھنے کا حکم دیں اور جب دس برس کا ہو جاوے اور نماز نہ پڑھے تو اسکو مارنا چاہیے

لما روي انه عليه السلام قال مروا اولادكم بالصلوة وهم ابناء سبع سنين واضربوهم عليها وهم ابناء عشر سنين فانهم وان
اس لیے کہ روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا حکم کرو اپنی اولاد کو نماز کا جب وہ سات برس کے ہوں اور انکو مار کر نماز پڑھاؤ جب وہ دس برس کے ہوں کیونکہ اگرچہ

لم تكن الصلوة فرضا عليهم الا انهم عند بلوغهم عشر سنين يستحقون بتركها عقوبة الشرع في الدنيا ليعتادوها ويستأنسوا بها
نماز فرض نہیں ہے لیکن دس برس کے ہو جانے کے وقت نماز چھوڑنے پر دنیا میں شرعی سزا کے مستحق ہیں تاکہ نماز کے خوگر ہو جائیں اور لڑکپن میں اس سے

في صغرهم حتى لا يتركوها في كبرهم وقد ثبت فرضيتها بالكتاب والسنة واجماع الامة اما الكتاب فقوله تعالى ان الصلوة كانت
دل لگا رہے تاکہ بڑے ہو کر ترک نہ کریں اور بے شک فرضیت نماز کی قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قرآن میں تو یہ قول اللہ تعالے کا ہے بیشک نماز ہے

على المؤمنين كتابا موقوتا اي فرضا موقتا فدل النص على ان الصلوة فرض موقت محدود باوقات لا يجوز اخراجها عنها
ایمان والوں پر فرض وقت مقرر کی ہوئی پس یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ نماز فرض ہے وقت بندھی ہوئی وقتوں کی حد مقرر کر دی گئی ہے بلا عذر وقت سے ٹال دینا جائز

بلا عذر لما روي انه عليه السلام قال من ترك الصلوة حتى مضى وقتها ثم قضى عذب في النار حقبا والحقب ثمانون سنة
نہیں اس واسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ اس کا وقت نکل گیا پھر قضا کی تو دوزخ میں ایک حقبہ عذاب کیا جائیگا اور حقبہ اسی

والسنة ثلثمائة وستون يوما كل يوم كان مقداره الف سنة والعذر الشرعي المبيح لتاخير الصلوة عن وقتها ستة اشياء
برس کا ہے اور برس تین سو ساٹھ دن کا ہر ہر دن ہزار ہزار برس کے برابر اور عذر شرعی جو نماز کا وقت سے ٹالنا مباح کر دیتا ہے چھ چیزیں ہیں

احدها النسيان والثاني النوم والثالث الاغماء والرابع الجنون والخامس الحيض والسادس النفاس وفيما عدا هذه
ایک تو بھول جانا دوسرے سو جانا تیسرے بیہوشی چوتھے دیوانگی پانچویں حیض چھٹے نفاس اور بجز ان عذرات

الاعذار المذكورة لا يجوز تاخيرها عن وقتها حتى ذكر في الذخيرة ان المرأة اذا خرج رأس ولدها وخافت فوت الصلوة
مذکورہ کے نماز کو وقت سے مؤخر کر دینا جائز نہیں ہے یہاں تک کہ ذخیرہ میں مذکور ہے کہ اگر حاملہ عورت کے بچے کا سر نکل چکا ہو اور نماز کا وقت جاتا رہنے کا اندیشہ ہو

تتوضأ ان قدرت والا تتيمم وتجعل رأس ولدها في قدر او حفرة وتصلي قاعدة بركوع وسجود فان لم تستطع بهما تومي
تو وضو کرے اگر کر سکے ورنہ تیمم کرے اور اس بچے کا سر ہنڈیا یا گڑھے میں رکھ دے اور نماز بیٹھ کر رکوع اور سجود سے ادا کرے اور اگر رکوع و سجود کی قدرت نہ ہو تو اشارہ

ايماء يعني انها تصلي بحسب طاقتها ولا تترك الصلوة لان الصلوة لا تسقط عنها ما لم تصر نفساء وذلك بخروج اكثر الولد
کر کے پڑھے یعنی عورت بقدر اپنی طاقت کے نماز ادا کرے اور نماز کو نہ چھوڑے اس واسطے کہ نماز جب تک وہ صاحب نفاس نہ ہو ساقط نہیں ہوتی اور نفاس بچہ کا اکثر حصہ اور

والدم وكذا من وقع في البحر على لوح وخاف خروج وقت الصلوة يدخل اعضاء الوضوء في الماء بنية الوضوء ويصلي بالايماء
خون نکلنے سے ہے اور ایسے ہی جو دریا کے اندر تختہ پر گر پڑا اور نماز کے وقت چلے جانے کا اندیشہ ہو تو اعضاء وضو کو وضو کی نیت سے پانی میں داخل کرے پھر اشارہ سے نماز پڑھے

ولا يترك الصلوة وكذا من شلت يداه ولم يكن معه احد يوضيه وتيممه يمسح وجهه وذراعيه على الحائط بنية التيمم
اور نماز کو نہ چھوڑے اور ایسے ہی جس کے دونوں ہاتھ شل ہو جائیں اور اس کے ساتھ کوئی ایسا نہیں جو وضو یا تیمم کرائے تو اپنا منھ اور ہاتھ تیمم کی نیت سے دیوار پر ملے

ويصلي ولا يجوز له ترك الصلوة ولا تاخيرها عن وقتها فانظر ايها العاقل وتامل في هذه المسائل التي بينها الفقهاء
اور نماز پڑھے اور اس کو نماز کا ترک کرنا جائز نہیں اور نہ وقت سے مؤخر کرنا پس دیکھ تو اے عاقل اور ان مسائل میں غور کر جو فقہا نے بیان کیے ہیں

هل تجد فيها عذرا غير العجز التام لتاخير الصلوة عن وقتها فضلا عن تركها والحاصل ان المكلف لا وسعة له في ترك
کیا تجھکو پوری مجبوری کے سوا کوئی عذر نماز کو وقت سے مؤخر کر دینے کا ملتا ہے چہ جائے کہ نماز کے چھوڑ دینے کا حاصل یہ کہ مکلف کو نماز ترک کرنے میں گنجائش نہیں ہے

الصلوة ولا في تاخيرها عن وقتها مهما كان ادائها في وقتها باي وجه كان هذا بيان كونها فرضا موقتا واما كونها خمسا
اور نہ وقت سے تاخیر کرنے کی جب کہ وقت پر اس کا ادا کرنا ممکن ہو جس طرح ہو یہ نماز کے فرض موقت ہونے کا بیان ہے اور رہا پنجگانہ ہونا

فلقوله تعالى حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى وهذه الاية قاطعة الدلالة على كون الصلوات المفروضات خمسا لانه
سو اس آیت سے ہے محافظت کرو نمازوں کی اور بیچ والی نماز کی اور یہ آیت فرض نمازوں کے پانچ ہونے کی قطعی دلیل ہے اس واسطے کہ اللہ تعالے نے

تعالى فرض جمعا من الصلوة التي معها وسطى واقل جمع صحيح معه وسطى هو الاربع لا الثلث فكان الامر بمحافظة
نماز کا ایسا مجموعہ فرض کیا ہے جس کے ساتھ نماز درمیانہ ہو اور کم سے کم جمع سالم جس کے ساتھ درمیانہ ہو چار ہیں نہ کہ تین سو ان نمازوں کی

الصلوة التي معها وسطى امرا بالصلوات الخمس ضرورة وقد قال الله تعالى فسبحان الله حين تمسون وحين تصبحون
محافظت کا حکم جس کے ساتھ درمیانہ بھی ہو بالضرورۃ پانچ نمازوں کا حکم کرنا ہے اور بے شک اللہ تعالے نے فرمایا ہے اللہ کی پاکی بیان کرو جب شام کرو اور جب صبح کرو

وله الحمد في السموات والارض وعشيا وحين تظهرون ه والمراد من الامر بالتسبيح في هذه الاوقات
اور اسی کو حمد ہے آسمان و زمین میں اور شام کے وقت اور جب دوپہر کرو اور ان اوقات میں تسبیح کے حکم سے

الامر بالصلوة فيها على طريق ذكر الجزء وارادة الكل كانه قيل صلوا لله في هذه الاوقات وروى عن ابن
ان میں نماز کا حکم کرنا مراد ہے جزو کو ذکر کر کے کل مراد لینے کے طریق سے گویا یہ کہا گیا خدا کی نماز ان اوقات میں ادا کرو اور ابن

عباس رض انه قيل له هل تجد ذكر الصلوة الخمس في القران قال نعم وتلا هذه الاية فالمراد بقوله تعالى حين
عباس رض سے مروی ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا تم پانچوں نماز کا ذکر قرآن میں پاتے ہو جواب دیا ہاں اور یہ آیت پڑھ دی پس مراد اس قول الٰہی میں حین

تمسون صلوة المغرب والعشاء وبقوله حين تصبحون صلوة الفجر وبقوله عشيا صلوة العصر وبقوله حين
تمسون سے مغرب اور عشا کی نماز ہے اور حین تصبحون سے فجر کی نماز اور عشیا سے عصر کی نماز اور قول باری حین

تظهرون صلوة الظهر واما السنة فقوله عليه السلام ان الله تعالى فرض على كل مسلم ومسلمة في كل يوم
تظہرون سے ظہر کی نماز مراد ہے اور حدیث نبی علیہ السلام کا یہ قول ہے بے شک اللہ تعالے نے ہر مرد مسلم اور عورت مسلمہ پر ہر رات

وليلة خمس صلوات وهذا الحديث من جملة الاحاديث المشهورة التي ثبت بها الاحكام واما اجماع الامة فقد
اور دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور یہ حدیث احادیث مشہورہ میں سے ہے جس سے احکام ثابت ہوتے ہیں رہا اجماع سو

اجمع الامة من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم الى يومنا هذا على فرضية الصلوات الخمس فاذا ثبت
تمام امت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت سے آج کے دن تک پانچ نمازوں کے فرض ہونے پر متفق ہے پس جب

فرضيتها بهذه الادلة القطعية لا يجوز تركها وقد وردت وعيدات شديدة وتهديدات غليظة لتاركها من
نماز کی فرضیت ان دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکی تو اس کا چھوڑنا جائز نہیں اور بے شک نماز چھوڑنے والے کے لیے سخت وعیدیں اور تشدید دھمکیاں آئی ہیں

جملتها ما روي انه عليه السلام قال من ترك الصلوة متعمدا فقد كفر جهارا وفي حديث آخر انه عليه الصلوة والسلام
منجملہ اُن کے یہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس شخص نے نماز قصداً ترک کی تو وہ کھلم کھلا کافر ہو گیا اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے

قال لا تتركوا الصلوة متعمدا فمن تركها فقد خرج من الملة وفي حديث آخر انه عليه السلام قال الصلوة عماد الدين
فرمایا قصداً نماز نہ چھوڑو کیونکہ جس نے نماز چھوڑی وہ دین سے باہر ہو گیا اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نماز دین کا ستون ہے

فمن اقامها فقد اقام الدين ومن تركها فقد هدم الدين فلورود امثال هذه الوعيدات اختلف العلماء في كفر
پس جس نے نماز قائم رکھی اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے نماز چھوڑی اس نے دین کو گرا دیا پس ایسی ایسی وعیدوں کے آنے کی وجہ سے قصداً اس کے چھوڑنے والے کے کفر کے باب میں علما کا

تاركها عمدا فذهب جماعة من الصحابة ومن بعدهم الى الكفر اما الصحابة فمنهم عمر وعبد الله بن مسعود وعبد الله بن
اختلاف ہے پس صحابہ میں سے ایک جماعت اور ان کے بعد کے لوگ کفر کے قائل ہوئے ہیں صحابہ میں سے یہ لوگ ہیں حضرت عمرؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ اور عبد اللہ بن

عباس ومعاذ بن جبل وجابر بن عبد الله وابو الدرداء وابو هريرة وعبد الرحمن بن عوف واما غير الصحابة فمنهم
عباسؓ اور معاذ بن جبل اور جابرؓ بن عبد اللہ اور ابو الدرداء اور ابو ہریرہ اور عبد الرحمٰن بن عوف اور صحابہ کے علاوہ یہ لوگ ہیں

احمد بن حنبل واسحق بن راهويه وعبد الله بن المبارك والنخعي والحكم بن عتبة وابو ايوب السختياني وابو داود
احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اور عبد اللہ بن المبارک اور نخعی اور حکم بن عتبہ اور ابو ایوب سختیانی اور ابو داؤد

الطيالسي وابو بكر بن ابي شيبة وغيرهم وذهب الآخرون الى انه لا يكفر وحملوا الاحاديث التي تدل على كفر تاركها
طیالسی اور ابو بکر بن ابی شیبہ اور ان کے سوا اور علاوہ ان کے اور لوگ اس طرف گئے ہیں کہ کافر نہیں ہوتا اور جو حدیثیں اس کے چھوڑنے والے کے کفر پر دلالت کرتی ہیں انکو اس معنے پر محمول کرتے ہیں

على تركها جاحدا او على الزجر والوعيد يعني ان المؤمن لا يتركها ومن ادلتهم على عدم كفره قوله عليه الصلوة والسلام
کہ بطور انکار کے ترک کرے یا تنبیہ اور وعید پر محمول کرتے ہیں یعنی مومن شخص نماز نہیں ترک کرتا اور اس کے کافر نہ ہونے پر ان کی دلیلوں میں سے ایک دلیل نبی علیہ السلام کا یہ قول ہے

خمس صلوات افترضهن الله تعالى من احسن وضوئهن وصلاهن لوقتهن واتم ركوعهن وسجودهن وخشوعهن كان
پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں جس نے اچھی طرح ان کا وضو کیا اور وقت پر ان کو ادا کیا اور ان کا رکوع اور سجود اور خشوع پورا پورا کیا تو

له على الله عهد ان يغفر له ومن لم يفعل فليس له على الله عهد ان شاء غفر له وان شاء عذبه فقوله عليه السلام ان شاء
اللہ پر اس کا ذمہ ہے کہ اس کو بخشیگا اور جس نے یہ نہ کیا تو اس کا اللہ پر کچھ ذمہ نہیں چاہے اس کو بخش دے اور چاہے عذاب کرے نبی علیہ السلام کا یہ قول اگر چاہے

غفر له دليل على عدم كفره للاجماع على ان الكافر لا مغفرة له وقد قال الله تعالى ان الله لا يغفر ان يشرك به
اس کو بخشے اس کے کافر نہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ کافر کی مغفرت نہ ہونے پر اجماع ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے البتہ اللہ نہیں بخشتا اس کو کہ اس کا شریک ٹھہرائے

ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء وايضا قد اختلف الفقهاء في حد تاركها عمدا بلا عذر فقال حماد بن زيد
اور بخشتا ہے اس کے سوا جس کو چاہے اور فقہا نے بلا عذر قصداً اس کے چھوڑنے والے کی سزا کے بارہ میں بھی اختلاف کیا ہے پس حماد بن زید

ومكحول والشافعي ومالك واحمد بن حنبل تاركها عمدا بلا عذر يقتل الا انه عند احمد يقتل كفرا وعند غيره من
اور مکحول اور شافعی اور مالک اور احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ قصداً بلا عذر نماز کا چھوڑنے والا قتل کر دیا جائے اتنا فرق ہے کہ احمد کے نزدیک کفر کی وجہ سے قتل ہو اور ان کے سوا

هؤلاء يقتل حدا لا كفرا وحملوا الاحاديث الدالة على كفر تاركها على استحقاق جزاء الكفر وليس للكفر في الدنيا
اور لوگوں کے نزدیک سزا کے سبب قتل ہوگا نہ کفر کے سبب سے اور ان احادیث کو جو بے نمازی کے کفر پر دلالت کرتی ہیں ان معنوں پر محمول کیا ہے کہ وہ کفر کی سزا کا مستحق ہے اور کفر کا بدلہ دنیا میں

جزاء غير القتل وعند ابي حنيفة لا يكفر ولا يقتل بل يحبس ابدا وقيل يضرب ضربا شديدا حتى يسيل منه الدم مبالغة
قتل کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک نہ کافر ہے اور نہ قتل ہوگا بلکہ ہمیشہ قید رکھا جائے اور بعضے کہتے ہیں اس کو بہت ماریں یہاں تک کہ خون بہنے لگے خوب

في الزجر وقيل يضرب حتى يصلي او يموت وقيل يعزر باخذ المال لو رأى الحاكم فيه مصلحة لاطلاعا اذ قيل في كيفيته
تنبیہ کے لیے اور بعضے کہتے ہیں خوب مارا جائے یہاں تک کہ نماز پڑھے یا مر جائے اور بعضے کہتے ہیں جرمانہ کی سزا دی جائے اگر حاکم اس میں مصلحت سمجھے کسی طرح کی اسواسطے کہ اسکی کیفیت بیان

انه ياخذه فيمكسه حتى يتوب فاذا تاب يرد عليه كما في موال البغاة وان الشمن بهته يعني الذى في هذا باب
کر اس کا مال لیکر دبا رکھے یہاں تک کہ وہ توبہ کرے پس جب توبہ کرے تو وہ مال اس کو پھیر دے جیسے باغیوں کے مال میں حکم ہے اور اگر تو بہ سے مایوسی ہو جائے تو جہاں مناسب سمجھے صرف کرے پس اس بیان کی رو سے

على المؤمن ان يحافظ على اداء الصلوات الخمس فيصليها كما امر باحسان وضوئها ورعاية وقتها واتمام ركوعها وسجودها
مومن پر واجب ہے کہ پانچوں نماز کی ادا پر محافظت رکھے پس جیسا حکم ہوا ان کو اسی طرح ادا کرے اچھی طرح وضو کرکے اور وقتوں کی رعایت رکھے رکوع اور سجود کو پورے کرکے

وخشوعها وان غفل عن شئ منها فليجتهد في سنن ونوافل ولا يتساهل فيها حتى يكمل بها فرضه لما روى انه عليه
نہایت فروتنی سے اور اگر ان میں سے کسی امر میں غفلت ہو جائے تو اسکی سنن اور نوافل میں خوب کوشش کرنی چاہیے اور اس میں سستی نہ کرے تاکہ اسی سے اس کے فرض کامل ہو جائیں اسوجہ سے کہ روایت ہے

السلام قال اول ما يحاسب به العبد يوم القيمة صلاته فان وجدت تامة كتبت تامة وان نقص منها شئ قال الله
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا سب سے اول بندے سے قیامت کے دن جس کا حساب لیا جائیگا وہ نماز ہے پس اگر وہ پوری نکلی تو پوری لکھی جائیگی اور اگر اس میں کچھ نقصان نکلا تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا

تعالى انظروا هل لعبدي من تطوع فان كان له تطوع يكمل له ما ضيع من فرضه من تطوعه يعني ان من
دیکھو تو اس بندے کی کچھ نفلیں بھی ہیں پس اگر اس کی نفلیں ہونگی تو اپنے فرض میں جو خراب کر دیا تھا وہ نفلوں سے پورا کر دیا جائیگا یعنی جس نے

صلى صلاة المفروضة ووقع فيها نقصان يكمل ذلك النقصان بالتطوع ان كان تطوعه ولكن من لا يحسن
فرض نماز پڑھی تھی اور اس میں کچھ نقصان ہو گیا تھا وہ نقصان نفلوں سے پورا کر دیا جائیگا اگر نفلیں ہونگی لیکن جو فرضوں کو ٹھیک نہ پڑھیگا

الفرض كيف يحسن النفل بل هو في النقصان اشد لخفة النفل عند الناس وعدم مبالاتهم له اذ قد يشاهد
بھلا وہ نفلوں کو کب ٹھیک پڑھیگا بلکہ وہ زیادہ تر خراب ہونگی کیونکہ نفلیں لوگوں کی نظروں میں بہت خفیف ہوتی ہیں اور ان کی کچھ پروا نہیں کرتے کیونکہ بہتیرے لوگ

كثير ممن يظن به العالم انه في نفله بل في فرضه يترك تعديل الاركان وينقر نقر الديك فكيف العوام الذين هم كالهوام
جن کو لوگ عالم خیال کرتے ہیں دیکھے جاتے ہیں کہ وہ اپنی نفلوں بلکہ فرضوں میں ارکان کی تعدیل چھوڑ دیتے ہیں اور مرغ کی سی ٹھونگ دیتے ہیں تو بھلا عوام کا کیا حال جو جانور کی طرح

لا يعلمون الدين ولا الاسلام فان تعديل الاركان عند ابي يوسف والشافعي فرض يبطل الصلوة بتركه وعند ابي حنيفة
نہ دین کو جانتے ہیں نہ اسلام کو بے شک تعدیل ارکان ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک فرض ہے اس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور امام ابو حنیفہ

ومحمد واجب في رواية الكرخي لا يبطل الصلوة بتركه بل ان ترك سهوا يلزم سجدة السهو وان ترك عمدا يلزم الاثم ويجب الاعادة
اور محمد کے نزدیک واجب ہے اور امام کرخی کی روایت میں ہے کہ اس کے ترک سے نماز باطل نہیں ہوتی بلکہ اگر بھول کر ترک کیا تو سجدہ سہو کا لازم آتا ہے اور اگر قصداً ترک کیا تو گناہ ہوا اور دوہرا کر پڑھنا واجب ہے

كما هو الحكم في كل صلوة اديت مع الكراهة التحريمية وسنة في رواية الجرجاني فعلى هذه الرواية لا يلزم سجدة السهو بتركه
جیسا کہ ہر نماز کا حکم ہے جو کراہت تحریمی سے ادا کی جائے اور تعدیل جرجانی کی روایت میں سنت ہے پس اس روایت کے موافق سجدہ سہو کا لازم نہیں آتا ہے سہواً چھوڑنے

سهوا ولا يجب الاعادة بتركه عمدا بل يستحب مع استحقاق العتاب وحرمان الشفاعة فاذا كان كذلك فمن يصلي النوافل بغير
سے اور نہ دوہرانا واجب ہوتا ہے عمداً چھوڑنے سے بلکہ دوہرانا مستحب ہے بسبب عتاب اور محرومی شفاعت کا سزاوار ہے پس جب یہ حال ہے تو جو شخص نفلیں بغیر

تعديل الاركان فعلى رواية الوجوب يكون عاصيا مستحقا للعذاب بالنار ويجب عليه اعادتها وان لم يعدها يكون
تعدیل ارکان کے پڑھتا ہے تو روایت وجوب کی بنا پر گنہگار عذاب دوزخ کا مستحق ہے اور اس پر دوہرانا واجب ہے اور اگر دوہرا کر نہ پڑھیگا تو یہ

معصية اخرى مثل الاولى ولو تنزلنا الى السنة يكون مستحقا للعتاب وحرمان الشفاعة فاذا كان الحال هذا فكيف يكمل
دوسرا گناہ ہو پہلے گناہ کے مثل اور اگر ہم سنت مان لیں تو عتاب اور محرومی شفاعت کا مستحق ہے پس جب یہ حال ہے تو ایسی نفلیں

امثال هذه النوافل ما نقص من الفرض هيهات هيهات بل لو لم يصل تلك النوافل لم يكن مستحقا للعذاب ولا للعتاب
فرضوں کے نقصان کو بھلا کیونکر پورا کرینگی یہ بات بعید ہے بہت ہی بعید بلکہ اگر ایسی نفلیں نہ پڑھتا تو عذاب و عتاب

ولا الحرمان الشفاعة وقد روي انه عليه الصلوة والسلام رأى رجلا يصلي وهو لا يتم ركوعه وينقر في سجوده فقال لو مات
اور شفاعت سے محرومی کا مستحق نہ ہوتا اور روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وہ رکوع پورا نہ کرتا تھا اور سجدہ میں ٹھونگ سی مار دیتا تھا آپ نے فرمایا اگر یہ شخص

هذا على حالته هذه مات على غير ملة محمد وقد اغتر بعض الغافلين بكلمة الجواز الواقع في كتب الائمة لمن ترك القومة والجلسة
اس حالت میں مر جاتا تو ملت محمدی کے خلاف پر مرتا اور بعض غافل لوگوں کو لفظ جواز سے شبہہ پڑا ہے جو ائمہ کی کتابوں میں اس شخص کے حق میں واقع ہوا ہے جو قومہ اور جلسہ

والطمانينة فيهما ولم يعرف ما ذكر في اصول الفقه من ان الجواز في العبادات بمعنى سقوط فرضية القضاء لا ان يحل
اور اُن کے بیچ میں اطمینان کو ترک کرے اور جو اصول فقہ میں مذکور ہے اُس کی خبر نہیں کہ عبادات میں جواز کے معنے قضا کی فرضیت ذمہ سے ساقط ہو جانے کے ہیں نہ یہ کہ حلال ہے

ولا يحصل الاثم كيف وقد صرحوا بكراهة ترك القومة والجلسة والطمانينة فيهما وقال القرطبي في تذكرته نقلا عن
اور اُس سے گناہ نہیں ہوتا بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے حال آنکہ قومہ اور جلسہ اور اُس کے بیچ کے اطمینان کو ترک کے مکروہ ہونے کی تصریح کر دی ہے اور قرطبی نے اپنے تذکرہ میں اپنے اُستاد سے

شيخه فلا اعتبار بقول من قال ان الواجب من اركان الصلوة اقل ما يطلق عليه الاسم لان من اقتصر على ذلك يصدق
نقل کر کے کہا ہے کہ اُس کے قول کا کچھ اعتبار نہیں جو کہتا ہے کہ ارکان نماز میں کم سے کم وہ مقدار واجب ہے جسکو رکن کہہ سکیں اس واسطے کہ جو اتنے ہی پر اکتفا کریگا تو اُس پر صادق

عليه انه ينقر في الصلوة ويدخل في الذم المرتب على ذلك بقوله عليه السلام تلك صلوة المنافق يجلس يرقب الشمس
آئیگا کہ نماز میں ٹھونگیں لگاتا ہے اور اُس مذمت میں داخل ہو جائیگا اس فعل پر جو اس حدیث میں مرتب ہو یہ منافق کی نماز ہو کہ بیٹھا ہوا آفتاب کا منتظر رہتا ہے

حتى اذا كانت بين قرني الشيطان قام فنقر فاذا كانت الصلوة بهذه الصفة يدخل صاحبها تحت قوله تعالى فخلف من
یہان تک کہ جب وہ شیطان کے سینگون کے درمیان ہو جاتا ہو تو اُٹھا پھر ٹھونگیں مار لیں پس جب کہ نماز اس طرح کی ہوتی تو نمازی اس آیت کے مضمون میں داخل ہو پھر اُن کے

بعدهم خلف اضاعوا الصلوة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيا فان جماعة من العلماء قالوا ليس المراد باضاعة الصلوة
بعد ناخلف آئے جنھوں نے گنوائی نماز اور پیچھے پڑے مزون کے سو عنقریب ملینگے گمراہی سے بیشک علما کے ایک گروہ نے کہا ہو کہ نماز ضائع کرنے سے اُس کا چھوڑ دینا

تركها بل هو ان لا يقيم حدودها بعدم رعاية وقتها وطهارتها وعدم اتمام ركوعها وسجودها ونحوها وقد روى
مراد نہیں بلکہ یہ مراد ہو کہ نماز کے حدود کو قائم نہ رکھے اس طرح کہ وقت کی رعایت نہ رکھے اور نہ طہارت کی اور نہ رکوع اور سجود وغیرہ کو پورا پورا کرے اور اسکی مثال

عن ابن مسعود الانصاري انه عليه السلام قال لا تجزئ صلوة لا يقيم الرجل فيها صلبه في الركوع والسجود والاخبار في
ابن مسعودؓ انصاری سے روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ نماز کافی نہیں ہو جس کے اندر آدمی رکوع اور سجود میں پیٹھ سیدھی نہ رکھے اور اسی معنی میں

هذا المعنى كثيرة وهي تبين المراد من قوله تعالى واضاعوا الصلوة فان من لم يحافظ على وقت الصلوة وطهارتها وركوعها
بہت حدیثیں آئی ہیں کہ وہ قول باری تعالی واضاعوا الصلوة کے معنی کو بیان کرتی ہیں کیونکہ جو شخص نماز کے اوقات اور اس کی طہارت اور رکوع

وسجودها لا يحافظ عليها ومن لم يحافظ فقد ضيعها فهو لما سواها اضيع وقد روي انه عليه السلام قال اذا احسن الرجل
اور سجود کی محافظت نہیں کرتا تو وہ نماز کی محافظت نہیں کرتا اور جس نے اسکی محافظت نہ کی تو بیشک اُسنے نماز کو ضائع کیا سو وہ اسکے سوا کو زیادہ تر ضائع کرنے والا ہوگا اور روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب کبھی نماز کو

الصلوة فاتم ركوعها وسجودها قالت الصلوة حفظك الله كما حفظتني فترفع واذا اساء الصلوة فلم يتم ركوعها وسجودها
اچھی طرح ادا کرتا ہو اُسکا رکوع اور سجود پورا کرتا ہو تو نماز کہتی ہو خدا تیری حفاظت کرے جیسے تو نے میری حفاظت کی پس مقبول ہو جاتی ہو اور اگر نماز بری طرح پڑھی رکوع اور سجود پورا نہ کیا

قالت الصلوة ضيعك الله كما ضيعتني فتلف كما يلف الثوب الخلق فيضرب بها وجهه وروي عن ابي هريرةؓ انه عليه السلام
تو نماز کہتی ہو اللہ تجھکو برباد کرے جیسا تو نے مجھکو برباد کیا پس وہ نماز پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر اُس کے منھ پر پھینک ماری جاتی ہو اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے

قال ان الرجل ليصلي ستين سنة ولا يقبل له صلوة لعله يتم الركوع ولا يتم السجود او يتم السجود ولا يتم الركوع فمن اراد
فرمایا کہ بعضا آدمی ساٹھ برس نماز پڑھتا رہتا ہو اور اُس کی ایک نماز بھی مقبول نہیں ہوتی کہ کبھی رکوع پورا کرتا ہو تو سجدہ پورا نہیں کرتا یا سجدہ پورا کرتا ہو تو رکوع پورا نہیں کرتا پس جو شخص

ان يعرف صلاته مقبولة ام لا فلينظر الى قوله تعالى ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر فان كان يصلي الصلوات
جاننا چاہے کہ اسکی نماز مقبول ہو یا نہیں تو اللہ تعالے کی اس ارشاد میں غور کرے بے شک نماز روکتی ہے بیحیائی اور بری بات سے پس اگر وہ شخص پنجگانہ نماز

الخمس ولم يكن بعد ذلك حسن حاله مع ربه بل يقع منه بعض من الفواحش والمنكرات فليعلم ان صلاته غير
پڑھتا ہو اور پھر بھی اُس کا حال اپنے رب کے ساتھ درست نہیں ہوتا بلکہ اُس سے بعضے فواحش اور منکرات عمل میں آتے ہیں تو جان لے کہ اُس کی نماز

مقبولة بل هي وبال عليه ومبعدة من الله كما قال ابن مسعودؓ وابن عباسؓ من لم تأمره صلاته بالمعروف ولم تنهه
مقبول نہیں بلکہ وہ نماز اُس پر وبال اور خدا سے دور کرنے والی ہے چنانچہ ابن مسعود و ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جس کی نماز بھلے کام کا حکم نہ کرے اور برائیوں سے

عن المنكر لم يزدد بصلاته من الله الا بعدا وقال الحسن وقتادة من لم تنهه صلاته عن الفحشاء والمنكر فصلاته وبال
منع نہ کرے وہ نماز اللہ سے دوری کے سوا کچھ نہ بڑھائیگی اور حسنؒ اور قتادہ کہتے ہیں جس کو نماز فحش اور منکر سے نہ روکے تو وہ نماز اُس پر وبال ہے

علیہ فانّ من یصلی الصلوات برعایة شرائطہا وارکانہا وواجباتہا وسننہا وآدابہا یعصمہ اللہ تعالیٰ عن
پس جو شخص تمام نمازیں اُن کی شرائط اور ارکان اور واجبات اور سنن اور آداب کی رعایت کرکے پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو

الفحشاء والمنکر کما روی وعن انس انہ قال کان فتی من الانصار یصلی الصلوٰت الخمس مع رسول اللہ صلی اللہ
فحش اور منکرات سے محفوظ رکھتا ہے چنانچہ انس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک انصاری جوان پنجگانہ نماز رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ثم لم یدع شیئا من الفواحش الا رکبہ فوصف ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال علیہ السلام
علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتا تھا پھر بھی کوئی برا کام نہیں چھوڑتا تھا اُس کو کیا کرتا تھا یہ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا گیا آپ نے فرمایا

ان صلاتہ تنہاہ یوما فلم یلبث حتی تاب فحسن حالہ اللہم حول حالنا الی احسن الحال المجلس
بے شک اُس کی نماز کسی دن اُسکو روک دیگی پھر کچھ دیر نگی کہ اُس نے توبہ کی اور اسکا حال سنور گیا الٰہی ہمارا حال نیک انجام کی طرف بدل دے مجلس

الثانی والخمسون فی بیان فرضیة الصلوٰة المفروضة وارکانہا تفصیلا قال رسول اللہ
پنجاہ و دوم فرض نماز کی فرضیت کا اور اس کے ارکان کے تفصیلی بیان میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ما من امرئ مسلم یحضرہ صلوٰة مکتوبة فیحسن وضوءہا وخشوعہا ورکوعہا الا کانت کفارة
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کوئی مسلمان جس پر نماز مفروضہ کا وقت آئے پھر وہ اُس کے وضو اور خشوع اور رکوع کو خوب پورا کرے مگر وہ اُس کے

لما قبلہا من الذنوب ما لم یات کبیرة وذلک الدہر کلہ ہذا الحدیث من صحاح المصابیح رواہ عثمان بن عفان
پہلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے جب تک کبیرہ گناہ نہ کرے اور یہ کفارہ ہمیشہ ہوتی ہے یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے عثمان بن عفان کی روایت سے

وقد بین فیہا من یصلی الصلوات المفروضة عند دخول وقتہا باحسان فی وضوءہا وخشوعہا ورکوعہا
اور اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص فرض نمازیں اس کے وقت آنے پر اچھی طرح وضو کرکے اور اس کا خشوع اور رکوع

وسائر ارکانہا تکون کفارة الذنوب الماضیة ما لم یعمل بکبیرة وذلک التکفیر یکون فی جمیع الزمان وانما
اور تمام ارکان بطور پورے کرکے ادا کرتا ہے تو اُس کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے جب تک کبیرہ گناہ نہ کرے اور یہ کفارہ تمام زمانے میں ہوا کرتا ہے اور

اکتفی بذکر الرکوع دون سائر الارکان لان الشارع اذا امر باحسان رکن واحد من ارکان الصلوٰة یفہم
صرف رکوع کے ذکر پر اکتفا کیا اور ارکان کو بیان نہیں کیا اس لیے کہ شارع نے جب ایک رکن نماز کی درستی کا حکم کیا تو اور ارکان کی

منہ احسان سائر ارکانہا وان وقعت فی کتاب اللہ تعالیٰ متفرقة حیث تثبت فرضیة تکبیرة الافتتاح
درستی بھی اُس سے سمجھی جاتی ہے کیونکہ ارکان اگرچہ قرآن میں متفرق جگہ آئے ہیں اس واسطے کہ تکبیر تحریمہ کی فرضیت

بقولہ تعالیٰ فی سورة المدثر وربک فکبر وفرضیة القیام بقولہ تعالیٰ فی سورة البقرة وقوموا للہ قانتین وفرضیة
سورۂ مدثر کے اس قول سے ثابت ہے اور اپنے رب کی بڑائی بول اور قیام کی فرضیت سورہ بقرہ کے اس قول سے اور کھڑے رہو اللہ کے آگے دب کر اور

القراءة بقولہ تعالیٰ فی سورة المزمل فاقرؤا ما تیسر من القرآن وفرضیة الرکوع والسجود بقولہ تعالیٰ فی سورة
کی فرضیت سورۂ مزمل کے اس قول سے سو پڑھو جتنا آسان ہو قرآن سے اور رکوع اور سجود کی فرضیت سورہ حج کے اس قول باری سے

الحج یا ایہا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا ولکن علم الترتیب بتعلیم النبی علیہ الصلوٰة والسلام تارة بفعلہ وتارة بقولہ
اے ایمان والو رکوع کرو اور سجدہ کرو لیکن ترتیب نبی علیہ السلام کی تعلیم سے معلوم ہوئی ہے کبھی فعل سے اور کبھی ارشاد کرنے سے

علی ما بینہ العلماء فی کتبہم فعلی ہذا ینبغی للمؤمن ان یداوم علیہا فی وقتہا باتمام جمیع فرائضہا وہو ست الاولی تکبیرة
جیسا کہ اُس کو علما نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے اب اس بیان کی رو سے مومن کو چاہیے کہ نماز کو وقت پر تمام فرائض پورے کرکے ادا کرنے کی مداومت کرے اور فرائض چھ ہیں اول

الافتتاح ولا دخول فی الصلوٰة الا بہا وہی ان یقول من یرید الدخول فی الصلوٰة اللہ اکبر بلا ادخال مد فی ہمزة اللہ وہمزة
افتتاح ہے اور بدون اس کے نماز شروع نہیں ہوتی اور وہ یہ ہے کہ جو شخص نماز شروع کرنے کا ارادہ کرتا ہے کہے اللہ اکبر اللہ کے ہمزہ اور اکبر کے

اکبر وبائہ اذ لو حصل المد فی احدی الہمزتین لا یصح الدخول فی الصلوٰة بل تفسد لو وقع فی اثنائہا ولو تعمد یکفر لانہ یصیر
ہمزہ اور بے پر مد کرے کیونکہ اگر دونوں ہمزہ میں سے ایک پر مد ہو جائیگا تو نماز شروع نہ ہوگی بلکہ اگر درمیان نماز میں بیچ کی تکبیروں میں آجائیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر قصداً ایسا کریگا تو کافر ہو جائیگا اس واسطے کہ وہ

استفهاما ومقتضاه الشك في كبرياء الله وقال محمد بن مقاتل ان كان لا يميز بين المد وعدمه لا يكون داخلا في الصلوة
استفہام ہوجائیگا اور اُس کا مقتضا اللہ کی بڑائی میں شک ہے اور محمد بن مقاتل کہتے ہیں اگر مد اور بے مد میں کچھ تمیز نہو تو نماز میں داخل ہوجائیگا

ولا تفسد لو وقع في اثنائها والاستفهام يحتمل ان يكون للتقرير والاول اصح لان مثل هذا الجهل لا يصلح ان يكون
اور نماز بھی فاسد نہوگی اگر بیچ کی تکبیروں میں آجائے اور استفہام میں تقریر کے لیے ہونے کا احتمال ہے اور اول قول زیادہ صحیح ہے اس لیے کہ ایسی جہالت قابل عذر نہیں

عذرا والتقرير المستفاد من الاستفهام معناه حمل المخاطب على الاقرار بما يعرف والانسان لا يصلح ان يحمل نفسه على
ہے اور تقریر جو استفہام سے مستفاد ہے اُس کے معنی مخاطب کو اُس امر کے اقرار پر ابھارنا ہے جس کو خود جانتا ہے اور انسان کے لائق نہیں کہ اس کے نفس کو

الاقرار بان الله تعالى اكبر ولو وقع المد في باء اكبر بان يقول اكبار بزيادة الالف الممال بين الباء والراء لا يصير داخلا
اس اقرار پر ابھارے کہ اللہ بڑا ہے اور اگر مد اکبر کی باء پر واقع ہو کہ اس طرح سے اکبار باء اور راء کے بیچ میں الف بڑھا کر کہے تو نماز میں داخل

في الصلوة وتفسد لو وقع في اثنائها اذ قيل انه اسم من اسماء الشيطان وقيل لانه جمع كبر بفتحتين وهو الطبل وقيل يصير
نہوگا اور اگر بیچ کی تکبیروں میں آجائے تو نماز فاسد ہوجائیگی سواسطے کہ کہتے ہیں کہ یہ شیطان کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور کوئی کہتا ہے اسلیے کہ اکبار جمع کبر کا ہے دو فتح سے اور اسکے معنے طبل کے ہیں اور بعضے کہتے ہیں

داخلا في الصلوة ولا تفسد لو وقع في اثنائها لانه اشباع والاول اصح لان الاشباع انما يكون في الاخر لا الوسط ومحل
کہ نماز میں داخل ہوجائیگا اور نماز فاسد نہ ہوگی اگر مد نماز کے بیچ میں آجائے اس واسطے کہ یہ اشباع ہے اور اول قول زیادہ صحیح ہے اس واسطے کہ اشباع صرف اخیر میں ہوتا ہے نہ کہ بیچ میں اور

التكبير القيام المحض حتى لو ادرك الامام في الركوع وكبر حال الانحطاط لا يصير داخلا في الصلوة لان شرط الدخول فيها
تکبیر کا موقع محض قیام ہے یہاں تک کہ اگر امام کو رکوع میں پایا اور جھکتے ہوئے تکبیر کہی تو نماز میں داخل نہوگا اس واسطے کہ نماز میں داخل ہونے کی شرط

وقوع التكبير في محض القيام ولو قال في القيام الله وفي الركوع اكبر لا يصير داخلا فيها ايضا والثانية من فرائض الصلوة
تکبیر کا خالص قیام میں واقع ہونا ہے اور اگر قیام میں اللہ کہا اور رکوع میں اکبر تو بھی نماز میں داخل نہ ہوگا اور دوسرا امر نماز کے فرضوں میں سے

القيام وهو ركن في الفرض والواجب دون النفل ومطلق عن التقدير نظرا الى الدليل وهو قوله تعالى وقوموا لله قانتين
قیام ہے اور یہ فرض اور واجب میں رکن ہے نہ نفل میں اور اس کی مقدار باعتبار دلیل کے کچھ معین نہیں ہے دلیل یہ ہے اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے

حتى لو كبر قائما ولم يقف يصير مؤديا فرض التكبير والقيام جميعا ولا يلزمه التوقف بعده قائما لان قدر ما وجد من القيام
یہاں تک کہ اگر تکبیر کھڑے کھڑے کہی اور پھر توقف نہ کیا تو فرض تکبیر اور قیام دونوں ادا کرچکا بعد اس کے قیام میں توقف کرنا اُس کو لازم نہیں ہے اس لیے کہ جس قدر قیام پایا گیا

يكفيه ويظهر نفعه في الامي والاخرس ومدرك الامام في الركوع الا ان المتعارف في حق القارئ تقديره في الاوليين
وہی کافی ہے اور اس کا فائدہ ناخواندہ اور گونگے اور امام کو رکوع میں پانے والے کے حق میں ظاہر ہوتا ہے اتنا ہی کہ قاری کے حق میں پہلی دو رکعت میں قیام کی مقدار

بالقراءة وفي الاخريين قول المتقدمين ان شاء قرأ وان شاء سبح وان شاء سكت يشير الى عدم التقدير فيهما
قرات کی رو سے مقرر ہے اور پچھلی دو رکعت میں متقدمین کا قول کہ چاہے کچھ قرآن پڑھے چاہے سبحان اللہ کہے اور چاہے چپکا رہے ان دونوں میں بھی قیام کی مقدار مقرر نہونے کی طرف اشارہ

ايضا لكن ذكر في القنية انه مقدر بمقدار ثلث تسبيحات سواء سبح او سكت هذا كله عند القدرة على القيام فان المريض
ہے لیکن قنیہ میں مذکور ہے کہ قیام کم سے کم تین تسبیحات کے برابر ہے خواہ تسبیح کہے یا چپ رہے یہ سب قیام پر قادر ہونے کے وقت ہے کیونکہ بیمار

اذا قدر على القيام لو صلى قاعدا لا يجوز ولو قدر على بعض قيامه دون كله يلزمه ذلك حتى لو قدر على التكبير
باوجود قیام پر قدرت ہونے کے بیٹھکر نماز پڑھے تو جائز نہیں ہے اور اگر کچھ تھوڑے قیام کی طاقت ہو پورے قیام کی نہو تو اتنا ہی اُس پر لازم ہے یہاں تک کہ اگر کھڑے کھڑے تکبیر کہنے کی

يكبر قائما ثم يقعد واما المريض الذي يعجز عن القيام حقيقة بحيث لو قام لسقط او خاف زيادة مرضه او بطوء برئه
طاقت ہو تو تکبیر کھڑے ہوکر لے پھر بیٹھ جائے اور وہ بیمار جو درحقیقت قیام سے عاجز ہو ایسا کہ اگر کھڑا ہو تو گر پڑے یا مرض کے بڑھنے یا دیر میں اچھے ہونے کا خوف ہو

او كان يجد الما شديدا فان استطاع القعود يقعد كما يقعد في التشهد هو قول زفر وعليه الفتوى بانه المعهود
یا سخت تکلیف ہوتی ہو تو اگر بیٹھنے کی طاقت ہو تو بیٹھ جائے جیسے تشہد میں بیٹھتے ہیں یہ قول زفر کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ یہ طریقہ نماز میں

في الصلوة وفي رواية محمد عن ابي حنيفة يقعد كما يشاء من التربع وغيره وقيل يقعد فيما عدا التشهد كما يشاء وفي التشهد
مقرر ہے اور امام محمد کی روایت میں جو ابو حنیفہ سے ہے یہ ہے کہ جیسے چاہے بیٹھے چار زانو وغیرہ اور بعضے کہتے ہیں کہ سوا تشہد کے تو جس طرح چاہے بیٹھا رہے اور تشہد میں

كسائر الصلوات في الظاهر هو الاول عند الاستطاعة وعند عدم الاستطاعة يقعد بحسب قدرته ويصلي قاعدا
اور نمازوں کے مثل بیٹھے اور طاقت ہوتے ہوئے ظاہر اول روایت ہے اور جب طاقت نہو تو پھر جیسی قدرت ہو اور نماز بیٹھکر پڑھے

بركوع وسجود لان الطاعة بحسب الطاقة لقوله تعالى لا يكلف الله نفسا الا وسعها وان لم يستطع الركوع والسجود
رکوع اور سجدہ کرکے اس واسطے کہ طاعت طاقت کے موافق ہے بوجہ اس قول باری تعالی کے کہ اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر اس کی گنجائش کے موافق اور اگر رکوع اور سجدہ کی قدرت نہو

يومي برأسه قاعدا ويجعل سجوده اخفض من ركوعه ليتحقق الفرق بينهما ولا يرفع اليه شيء ليسجد عليه اذ لو رفع اليه
تو بیٹھا ہوا سر سے اشارہ کرے اور سجدہ کو رکوع کی بہ نسبت نیچا کرے تاکہ دونوں میں فرق ہو جائے اور کوئی چیز اونچی نہ کرے تاکہ اس پر سجدہ کرے اس واسطے کہ اگر کوئی چیز اونچی کی ہو

فسجد عليه ان كان خفض رأسه يصح ويكون صلاته بالايماء والا فلا وان لم يستطع القعود يستلقي على ظهره وتجعل
اور اس پر سجدہ کیا تو اگر اس نے سر کو نیچا کیا ہو تو درست ہے اور اس کی نماز اشارہ سے ہوگی ورنہ نہیں ہوئی اور اگر طاقت بیٹھنے کی نہیں تو چت لٹایا جائے اور اس کے

رجليه نحو القبلة ويومي برأسه للركوع والسجود لكن ينبغي ان يوضع تحت رأسه وسادة ليمكنه الايماء بالرأس
پاؤں قبلہ کی طرف کر دیے جائیں اور وہ رکوع اور سجود کے لیے سر سے اشارہ کرے لیکن مناسب ہے کہ اس کے سر کے تلے تکیہ رکھدیں تاکہ سر سے اشارہ کر سکے

لان حقيقة الاستلقاء يمنع الايماء للصحيح فكيف للمريض وان لم يستطع الايماء بالرأس لا يومي بعينه ولا بحاجبه ولا
اس لیے کہ چت لیٹنا اچھے بھلے کو بھی اشارہ سے مانع ہے پھر بھلا بیمار کا کیا کہنا اور اگر سر سے اشارہ کرنے کی بھی قدرت نہیں تو آنکھ سے اشارہ نہ کرے نہ ابرو سے نہ

بقلبه بل ان كان يعقل الصلوة في تلك الحالة تؤخر عنه الى زمان القدرة ولا تسقط وهو الصحيح على ما ذكر في الهداية
دل سے بلکہ اگر اس حالت میں نماز کی سمجھ باقی ہے تو قدرت کے وقت تک ملتوی رکھی جائیگی اور ساقط نہو گی ہدایہ کے بیان کی بنا پر یہی صحیح ہے

لانه يفهم مضمون الخطاب وان كان لا يعقلها اكثر من يوم وليلة تسقط ان لم يفق في المدة وان افاق وكان للافاقة
اس واسطے کہ حکم کا مضمون سمجھتا ہے اور اگر ایک رات دن سے زیادہ غفلت میں رہا تو نماز ساقط ہو جاتی ہے اگر اس مدت کے اندر افاقہ نہوا اور اگر افاقہ ہوا اور کسی ایک

وقت معلوم مثل ان يفيق عند الصبح قليلا ثم يعاوده الاغماء فهو افاقة معتبرة في بطلان حكم ما قبلها من الاغماء و
وقت معین پر مثلا صبح کے وقت کچھ افاقہ ہو کر پھر بیہوشی ہو جاتا ہے تو یہ افاقہ پہلی بیہوشی کے حکم کے باطل کرنے کے لیے معتبر ہے اور

ان لم يكن للافاقة وقت معلوم بل يفيق بغتة ثم يعود الاغماء فلا اعتبار لهذه الافاقة ومن كان في السفينة الجارية
اگر افاقہ کا کوئی وقت معین نہیں بلکہ ناگاہ کبھی افاقہ ہو کر پھر بیہوشی ہو جاتی ہے تو ایسے افاقہ کا اعتبار نہیں ہے اور جو شخص چلتی کشتی میں ہو

اذا صلى الفرض قاعدا بركوع وسجود مع القدرة على القيام لا يجوز عندهما لان القيام ركن فلا يسقط الا بعذر محقق وعند
اگر فرض نماز بیٹھکر رکوع اور سجود کے ساتھ باوجود قیام پر قدرت ہونے کے پڑھے تو صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے اس لیے کہ قیام رکن ہے لہٰذا بدون عذر واقعی کے ساقط نہو

ابي حنيفة رح يجوز لان دوران الراس فيها غالب والغالب كالمحقق لكن الافضل القيام واما في المربوطة في الشط فلا يجوز
امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک جائز ہے اس لیے کہ اس میں دوران سر کا غالب گمان ہے اور غالب گمان بھی واقعی بات کا مثل ہے لیکن قیام افضل ہے اور رہی وہ کشتی جو کنارہ پر بندھی ہوئی ہو اس میں

بالاجماع والثالثة من فرائض الصلوة القراءة وهي فرض في جميع ركعات النفل والوتر والفرض من ذوات الركعتين وفي ليست
بالاجماع جائز نہیں اور تیسرا فرض نماز کے فرائض میں سے قراءت ہے اور یہ نفل اور وتر اور دوگانہ فرض کی سب رکعتوں میں فرض ہے اور

بفرض في جميع ركعات الفرض من ذوات الاربع والثلث بل في الركعتين من غير تعيين وانما عينت في الاوليين لقوله عليه الصلوة
چار رکعت یا تین رکعت والے فرضوں کی سب رکعتوں میں فرض نہیں بلکہ دو دو رکعت میں فرض ہے بلا تعیین اور پہلی دو رکعت میں اس نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے

والسلام القراءة في الاوليين قراءة في الاخريين وادنى ما يجزي منها عند ابي حنيفة رح اية وان كانت من الفاتحة او كانت قصيرة
ارشاد کی وجہ سے معین ہو گئی پہلی دو رکعت میں قراءت پڑھنا پچھلی دو رکعت میں پڑھنا ہے اور کم سے کم قراءت جو کافی ہے ابوحنیفہ رح کے نزدیک ایک آیت ہے اگرچہ سورۂ فاتحہ کی ہو یا چھوٹی دو

مركبة من كلمتين كقوله تعالى ثم نظر او من كلمات كقوله تعالى فقتل كيف قدر والمكتفي بها مسيء لان قراءة الفاتحة وضم
کلموں سے مرکب ہو جیسے قول اللہ تعالی کا ثم نظر یا کئی کلمات جیسے یہ قول اللہ تعالی کا فقتل کیف قدر لیکن اسی قدر پر اکتفا کرنے والا گنہگار ہے اس واسطے کہ الحمد کا پڑھنا اور کسی

سورة او ثلث ايات اليها واجب وفي الاكتفاء بها ترك الواجب فيما لو كانت كلمة واحدة كمدهامتان او حرفا واحدا
سورت کا یا تین آیت کا اس کے ساتھ ملانا واجب ہے اور اسی قدر پر اکتفا کرنے میں واجب ترک ہوتا ہے اور اگر آیت ایک ہی کلمہ کی ہو جیسے مدہامتان یا ایک ہی حرف کی ہو

كحٰمٓ وق وصٓ ونٓ فقد اختلف فيه والاصح انه لا يجوز عنده ولو قرأ نصف آية طويلة كآية الكرسي وآية المداينة في ركعة
جیسے حمٓ اور قٓ اور نٓ سو اس مین اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک جائز نہین اور اگر بڑی آیت کا آدھا ایک رکعت مین پڑھا جیسے آیۃ الکرسی اور آیۃ مداینہ

ونصفها في ركعة اخرى اختلفوا فيه قال بعضهم لا يجوز لانه لم يقرأ آية تامة في كل ركعة وقال عامتهم يجوز لان
اور آدھی دوسری رکعت مین تو اس مین اختلاف ہے بعضے کہتے ہین جائز نہین اس واسطے کہ اس نے کسی رکعت مین پوری آیت نہین پڑھی اور عام فقہا کہتے ہین جائز ہے اس واسطے کہ

بعض هذه الآيات يزيد على ثلث آيات قصار او تعدلها فلا تكون ادنى من آية وعندهما ادنى ما يجزئ منها ثلث
ان آیتون کا ٹکڑا چھوٹی چھوٹی تین آیت سے زیادہ ہے یا برابر ہے تو ایک آیت سے کم نہین ہے اور صاحبین کے نزدیک کم سے کم قراءت جو کافی ہے تین

آيات قصار او آية طويلة تقوم مقامها لان القرآن معجز وادنى ما يقع به الاعجاز سورة لقوله تعالى فأتوا بسورة من
چھوٹی آیتین ہین یا ایک بڑی آیت جو تین کے برابر ہو اس واسطے کہ قرآن معجز ہے اور کم سے کم جس مین اعجاز واقع ہوا ایک سورت ہے اس لیے اللہ تعالی کے قول کی وجہ سے لاؤ کوئی سورت

مثله واقل السورة سورة الكوثر وهي ثلث آيات ومن كان أمّيا ولم يطاوعه لسانه على تعلم القرآن ان كان
اس کے مثل اور سورتون مین سب سے چھوٹی سورت کوثر ہے اور وہ تین آیتین ہین اور جو شخص ان پڑھ ہو کہ اس کی زبان قرآن سیکھنے مین قابو مین نہ ہو اگر وہ

يجتهد آناء الليل واطراف النهار تجوز صلاته وفي وان ترك الاجتهاد لا تجوز صلاته فعلى هذا كل من كان
رات دن سیکھنے مین محنت کرتا ہو تو اس کی نماز جائز ہے اور محنت چھوڑ دینے کے وقت نماز جائز نہ ہوگی اس بنا پر جو شخص

في دار الاسلام وترك التعلم وبقي أميا واعتاد ان يصلي صلوة الامي لا تجوز صلاته لان الامي انما تجوز صلاته
دار الاسلام مین ہو اور قرآن سیکھنا چھوڑ دے اور امی رہ جائے اور امیون کی سی نماز کی عادت کرے تو اس کی نماز جائز نہین ہے کیونکہ امی کی نماز جبھی جائز ہے

اذا بلغ او زال جنونه او اسلم وهجم الوقت ولم يتمكن من التعلم واما اذا تمكن من التعلم ولم يتقيد به فلا تجوز صلاته
جب کہ بالغ ہوا یا جنون سے ہوش مین آیا یا مسلمان ہوا اور فوراً نماز کا وقت آگیا اور قرآن سیکھنے کی قدرت نہ ہوئی اور جس صورت مین سیکھنے پر قادر ہوا اور محنت مین نہ لگے تو اسکی نماز جائز نہین

والرابع من فرائض الصلوة الركوع وهو طأطأة الرأس مع انحناء الظهر فمن طأطأ رأسه مع انحناء الظهر
اور چوتھا فرض نماز کے فرضون مین سے رکوع ہے اور وہ سر جھکانا مع کمر ٹیڑھی کرنے کے پس جس نے سر کو جھکایا کچھ تھوڑی کمر ٹیڑھی کرکے

قليلا ان كان الى الركوع اقرب تجوز وان كان الى القيام اقرب لم تجز او وجد طأطأة رأسه مع الميلان في منكبيه
اگر وہ رکوع کے قریب قریب ہو تو جائز ہے اور اگر قیام سے قریب ہو اس طور کہ سر جھکایا کچھ مونڈھون کو مائل کرکے

ولا يوجد انحناء ظهره لا تجوز لانه يعد قائما لا راكعا ومن كان احدب فبلغ حدبه حد الركوع يخفض
لیکن کمر نہین جھکی تو جائز نہین ہے اس لیے کہ وہ قائم سمجھا جائیگا نہ رکوع کرنے والا اور جو شخص کبڑا ہو اور اس کا کوبڑ رکوع کی حد کو پہونچ چکا ہو تو وہ

رأسه في الركوع تحقيقا للانتقال من القيام الى الركوع والخامسة من فرائض الصلوة السجدة وهي وضع الجبهة
رکوع مین سر کو جھکائے قیام سے رکوع کی طرف انتقال کے ثابت کرنے کے لیے پانچوان نماز کے فرائض مین سے سجدہ ہے اور وہ پیشانی کا

على الارض وما يتصل بها والكمال فيها وضع الجبهة والانف واليدين والركبتين واطراف القدمين لقوله
زمین پر یا زمین کے قائم مقام چیز پر رکھنا ہے اور کامل سجدہ مین پیشانی اور ناک کا رکھنا ہے اور دونون ہاتھون کا اور دونون گھٹنون کا اور دونون پانون کی انگلیون کا بسبب ارشاد نبی

عليه السلام امرت ان اسجد على سبعة عظام على الجبهة واليدين والركبتين واطراف القدمين والانف
علیہ السلام کے مجھکو حکم ہے کہ سات ہڈیون پر سجدہ کرون پیشانی پر اور دونون ہاتھون پر اور دونون گھٹنون پر اور دونون پانون کی انگلیون پر اور ناک

داخل في الجبهة لكون عظمها واحدا ولو وضع جبهته دون انفه يجوز لكن يكره ان كان من غير عذر وكذلك
پیشانی مین آگئی اس لیے کہ دونون کی ہڈی ایک ہی ہے اور اگر پیشانی رکھدے اور ناک نہ رکھے تو جائز ہے لیکن مکروہ ہے اگر بے عذر ہو اور ایسے ہی

لو وضع انفه دون جبهته يجوز عند ابي حنيفة لكن يكره ان كان من غير عذر وعندهما لا يجوز الا ان يكون
اگر ناک رکھدے اور پیشانی نہ رکھے تو ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہے لیکن اگر بے عذر ہو تو مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین مگر اس صورت مین کہ

في جبهته علة يمنع السجود بها ووضع اليدين والركبتين ليس بفرض بل هو سنة واما وضع القدمين
اس کی پیشانی مین کوئی عذر ہو جو سجدہ کرنے سے مانع ہو اور دونون ہاتھ اور دونون گھٹنون کا رکھنا فرض نہین بلکہ سنت ہے اور رہا دونون قدم کا رکھنا

فقد ذكر القدوري والكرخي والخصاف انه فرض حتى لو سجد ولم يضع قدميه او احدهما على الارض بل رفعهما
سو قدوری اور کرخی اور خصاف نے بیان کیا ہے کہ فرض ہے یہانتک کہ اگر سجدہ کیا اور دونوں پاؤن یا ایک پاؤن زمین پر نہ رکھا بلکہ دونوں زمین سے

عن الارض لا يجوز سجوده ولو وضع احدهما يجوز ولكن يكره وذكر التمرتاشي ان وضع اليدين والقدمين سواء في عدم
اٹھا لیے تو اسکا سجدہ جائز نہیں ہوا اور اگر ایک پاؤن رکھے رہا تو جائز ہے ولیکن مکروہ اور تمرتاشی نے بیان کیا ہے کہ دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤن کا رکھنا فرض نہ ہونے

الفرضية وقال اكمل الدين في شرح الهداية انه الحق وذكر في شرح المنية انه بعيد عن الحق والمراد بوضع القدمين
مین یکسان ہے اور اکمل الدین نے شرح ہدایہ مین کہا ہے کہ یہی حق ہے اور شرح منیہ مین مذکور ہے کہ یہ حق سے دور ہے اور مراد دونوں پاؤن کے رکھنے سے

على ما ذكر في الخلاصة وضع اصابعهما والمراد بوضع الاصابع توجيهها نحو القبلة ليكون الاعتماد عليها حتى لو وضع
خلاصہ کے بیان کی بنا پر دونوں پاؤن کی انگلیون کا رکھنا ہے اور انگلیون کے رکھنے سے قبلہ کی طرف ان کا متوجہ کرنا مراد ہے تاکہ انہی پر زور پڑے یہانتک کہ اگر دونوں

ظهر القدمين ولم يوجه اصابعهما او اصابع احدهما نحو القبلة لا يصح سجوده وهذا مما يجب حفظه واكثر
پاؤن کی پشت رکھدی اور دونوں پاؤن کی یا ایک پاؤن کی انگلیان قبلہ کیطرف نہ کین تو سجدہ صحیح نہوگا اور اس کا یاد رکھنا واجب ہے اور اکثر

الناس عنه غافلون ولو كان موضع السجود ارفع من موضع القدمين مقدار نصف ذراع يجوز وان كان اكثر
لوگ اس سے غافل ہین اور اگر سجدہ کی جگہ پاؤن کی جگہ سے آدھا ہاتھ اونچی ہو تو جائز ہے اور اگر اس سے زیادہ

منه لا يجوز ولو سجد على كور عمامته ان كان كورها متصلا بالجبهة ولم يكن غليظا بحيث يوجد حجم الارض يجوز لكن
ہو تو جائز نہین اور اگر پگڑی کے پیچ پر سجدہ کیا تو اگر وہ پیچ پیشانی سے لگا ہوا ہے اور موٹا نہین ہے ایسا کہ زمین کی سختی معلوم ہوتی ہے تو جائز ہے لیکن

يكره ولو لم يكن متصلا بالجبهة بل كان فوق الجبهة او كان غليظا لا يوجد حجم الارض لا يجوز وكذلك لا يجوز السجدة على
مکروہ ہے اور اگر پیشانی سے لگا ہوا نہین بلکہ پیشانی سے اوپر ہے یا ایسا موٹا ہے کہ سختی زمین کی معلوم نہین ہوتی تو جائز نہین اور ایسے ہی کسی ایسی چیز پر سجدہ

كل شيء لا يوجد فيه حجم الارض كالقطن المحلوج والثلج والدخن ونحو ذلك لعدم استقرار الجبهة على الارض وما
جائز نہین جس مین سختی زمین کی معلوم نہو جیسے دھنی ہوئی روئی اور برف اور چینا اور اسی طرح کی چیز پیشانی زمین پر یا قائم مقام زمین پر نہ جمنے کی

يتصل بها ولو سجد على فاضل ثوبه او بسط خرقة على الارض وسجد عليها فلا كلام في الجواز وانما الكلام في الكراهة
وجہ سے اور اگر لٹکتے کپڑے پر سجدہ کیا یا زمین پر کوئی کپڑا بچھا لیا اور اس پر سجدہ کیا تو اس کے جواز مین کوئی کلام نہین گفتگو تو صرف کراہت مین ہے

والصحيح عدم الكراهة لما روي عن ابي حنيفة انه صلى في المسجد الحرام وسجد على خرقة فقال له رجل لا يجوز هذا
اور صحیح مکروہ نہ ہونا ہے اس لیے کہ ابو حنیفہ رح سے روایت ہے کہ انھون نے مسجد حرام مین نماز پڑھی اور رومال پر سجدہ کیا پس کسی شخص نے کہا یہ جائز نہین

فقال له الامام من اين انت فقال من خوارزم فقال جاء التكبير من ورائي يعني انكم تتعلمون منا ثم تعلموننا هل تصلون
تو امام نے اس سے کہا تو کہان کا رہنے والا ہے اس نے کہا خوارزم کا پس امام نے کہا میرے پیچھے سے تکبیر ہوئی یعنی کہ تم لوگ ہم ہی سے سیکھتے ہو پھر ہم ہی کو سکھاتے ہو بھلا

على البردي في دياركم قال نعم فقال تجوزون الصلوة على الحشيش ولا تجوزونها على الخرقة والسادس من فرائض
تم اپنے ملک مین بردی گھاس پر نماز پڑھتے ہو کہا ہان پس امام نے کہا تم گھاس پر نماز جائز رکھتے ہو اور کپڑے پر نہین جائز رکھتے اور چھٹا فرض نماز کے فرائض

الصلوة القعدة الاخيرة سواء تقدمها قعدة اخرى او لم تتقدم كما في الثنائية وقدر الفرض فيها مقدار ما يتمكن فيه
مین سے قعدہ اخیرہ ہے خواہ اس سے پیشتر کوئی قعدہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو جیسے دوگانہ نماز مین اور فرض کی مقدار اس مین اتنی مقرر ہے جس مین

من قراءة التشهد الى قوله عبده ورسوله لقوله عليه الصلوة والسلام لابن مسعود رض حين علمه التشهد
عبدہ ورسولہ تک تشہد پڑھ سکے نبی علیہ الصلوة والسلام کے ابن مسعود رض سے اس فرمانے کی وجہ سے تشہد سکھاتے وقت

اذا قلت هذا او فعلت هذا فقد تمت صلاتك فانه عليه الصلوة والسلام علق تمام بالفعل قرأ او لم يقرأ لان
جب تو یہ پڑھ چکا یا یہ کر چکا تو نماز تیری بے شک پوری ہو گئی کیونکہ نبی علیہ الصلوة والسلام نے نماز پورا ہونے کو فعل پر معلق کیا کچھ پڑھے یا نہ پڑھے اس واسطے

معنى قوله اذا قلت هذا اي قرأت التشهد وانت قاعد اذ لم يشرع قراءة التشهد الا في القعود ومعنى قوله
کہ معنے اذا قلت ہذا کے یہ ہین کہ پڑھا تو نے تشہد کو بیٹھ کر کیونکہ تشہد کا پڑھنا بجز قعود کے مشروع نہین ہے اور معنے

وقلت هذا ای قعدت ولم تقرأ شیئا فصار التخییر فی القول لا الفعل لان الفعل ثابت فی الحالین وفی المعلق بالشرط
اور قلت ہذا کے یہ ہین کہ تو بیٹھ گیا اور کچھ پڑھا نہین پس اختیار قول مین ہوا نہ فعل مین اسواسطے کہ فعل دونون حالتون مین ثابت ہے اور جو امر شرط پر موقوف ہو

لا یوجد قبل وجود الشرط ووجه اخر ان الصلوة متناهیة والتناهی لا یکون الا بالتمام والتمام لا یکون الا بالاتمام
وہ شرط سے پہلے نہین موجود ہوتا اور ایک اور وجہ ہے یہ کہ نماز متناہی ہے اور تناہی بدون تمام ہوئے نہین ہوتی اور تمام ہونا بدون تمام کیے نہین ہوتا

والاتمام لا یعلم ما لم یبینه الشارع فقد نبه به فیکون فرضا فان قیل الفرضیة لا تثبت بخبر الواحد فما وجه ثبوتها
اور تمام کرنا بے شارع کے بتلانے معلوم نہین ہوتا سو شارع نے قعدہ بتادیا سو فرض ہوگیا پس اگر کوئی کہے خبر واحد سے فرضیت ثابت نہین ہوتی پھر یہان خبر واحد سے اس ثبوت کی

به ههنا قال الجواب عدم ثبوتها به لیس علی الاطلاق بل اذا ثبت به ابتداء واما اذا لم یثبت به ابتداء بل بین به المجمل فتثبت
کیا وجہ ہے پس جواب یہ ہے کہ فرضیت کا خبر واحد سے ثابت نہ ہونا ہر صورت مین نہین ہوتا بلکہ جبکہ خبر واحد سے از سر نو ثابت کرین اور اگر ابتداءً ثابت نہ کرین بلکہ خبر واحد سے اجمال کا بیان کردے تو ثابت ہوتی ہے

بیانه ان نفس الصلوة ثابتة بالکتاب فتمامها منها فیلزم کون تمامها ثابتا بالکتاب ایضا وهذا الخبر بین کیفیته فیکون
اس کی تفصیل یہ ہے کہ خود نماز تو قرآن سے ثابت ہے اور نماز کا تمام ہونا بھی اسی مین داخل ہے پس اس کا اتمام بھی قرآن سے ثابت ہونا لازم آیا اور اس خبر نے کیفیت اتمام کی بیان کردی پس

فرضا ویظهر ثمرة کونها فرضا فی مسائل الاولی من تلك المسائل ان من صلی الظهر ونحوها خمسا بان قید الخامسة
فرض ہوا اور اس کے فرض ہونے کا فائدہ کئی مسائل مین ظاہر ہوگا ان مسائل مین سے اول یہ ہے کہ جس نے ظہر یا اس کی مثل نمازین پانچ رکعت پڑھین اس طرح کہ پانچوین رکعت کا

بالسجدة ولم یقعد علی رأس الرابعة تبطل فرضیة صلاته وتتحول نفلا عند ابی حنیفة رح وابی یوسف رح وعند
سجدہ کرچکا اور چوتھی رکعت پر قعدہ نہ کیا تو اس نماز کی فرضیت باطل ہوجائیگی اور نفل ہوجائیگی امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اور امام

محمد رح تبطل فرضیتها وتخرج من کونها صلوة وکذا لو لم یقعد علی ثالثة المغرب وثانیة الفجر والثانیة من تلك
محمد رحمہ کے نزدیک فرضیت باطل ہوگئی اور نماز ہی نہ رہی اور ایسے ہی اگر مغرب کی تیسری رکعت یا فجر کی دوسری رکعت پر قعدہ نہ کیا اور دوسرا ان مسائل

المسائل ان المسافر اذا اقتدی بمقیم فی فائتة غیر ثنائیة لا یصح اقتداؤه لان القعدة الاولی فرض فی حق المسافر
مین سے یہ ہے کہ مسافر اگر قضا نماز مین مقیم کا مقتدی بنے تو اس کی اقتدا صحیح نہین ہے اس واسطے کہ بیچ کا قعدہ مسافر کے حق مین فرض ہے

دون المقیم فیکون اقتداؤه به من قبیل اقتداء المفترض بالمتنفل وهو غیر جائز عندنا وانما یجوز اقتداؤه به فی الوقتیة
نہ مقیم کے حق مین لہذا اس کے ساتھ اس کا اقتدا کرنا نفل پڑھنے والے کے ساتھ فرض پڑھنے والے کی اقتدا کی قبیل سے ہوا اور یہ ہمارے مذہب مین جائز نہین ہان مسافر کو مقیم کی اقتدا فرض وقتی مین جائز ہے

لان صلاته یصیر اربعا باقتدائه به فی الوقت لا بعده والثالثة من تلك المسائل ان المصلی بعد القعود قدر التشهد
اس لیے کہ مسافر کی نماز اقتدا کے سبب وقت مین چار رکعت ہوجائیگی نہ وقت کے بعد تیسرا ان مسائل مین سے یہ ہے کہ نمازی کو بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد

فی اخر الصلوة لو تذکر سجدة التلاوة وسجدها ارتفع القعدة حتی لو لم یقعد قدر التشهد بعد ما سجد سجدة التلاوة
آخر نماز مین اگر سجدہ تلاوت یاد آیا اور اس نے وہ سجدہ کیا تو وہ قعدہ باطل ہوگیا یہان تک کہ اگر بعد سجدہ تلاوت کے بقدر تشہد قعدہ نہ کریگا

تفسد صلاته لفوات ما هو فرض منها وهو القعدة الاخیرة والرابعة من تلك المسائل ان المصلی اذا نام فی القعدة الاخیرة
تو اس کی نماز نماز کے ایک رکن یعنی قعدہ اخیرہ کے فوت ہونے کی وجہ سے فاسد ہوجائیگی اور چوتھا ان مسائل مین سے یہ ہے کہ اگر نمازی پورے قعدہ اخیرہ مین

کلها فحین انتباهه یفرض علیه ان یقعد قدر التشهد وان لم یقعد تفسد صلاته لان ما حصل من الافعال فی
سو گیا تو جو نکلنے کے وقت اس پر فرض ہے کہ بقدر تشہد بیٹھے اور اگر نہ بیٹھا تو نماز فاسد ہوجائیگی اسواسطے کہ جو نماز کے افعال

الصلوة حالة النوم لا تعتبر لصدورها من غیر اختیار فیکون وجودها کعدمها وهذه المسألة یکثر وقوعها
سونے کی حالت مین ادا ہوے ہین ان کا اعتبار نہین ہے کیونکہ وہ بلا اختیار ہوے ہین ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور یہ مسائلہ اکثر واقع ہوتا ہے

لا سیما فی التراویح وخصوصا فی لیالی الصیف لکن الناس عنها غافلون یسرنا الله تعالی عملا موافقا لرضائه بلطفه وکرمه
خاص کر تراویح مین اور بالخصوص گرمیون کی راتون مین لیکن لوگ اس سے غافل ہین اللہ تعالی اپنی رضامندی کے موافق عمل اپنے لطف اور کرم سے ہم پر آسان فرماوے

المجلس الثالث والخمسون فی بیان فضیلة الصلوات الخمس وکونها کفارة للذنوب

مجلس پنجاہ وسوم پنجگانہ نماز کی فضیلت مین اور گناہون کے واسطے ان کے کفارہ ہونے کے بیان مین

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أرأيتم لو ان نهرا بباب احدكم يغتسل فيه كل يوم خمسا هل يبقى من درنه شيء قالوا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھلا دیکھو تو اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہتی ہو وہ ہر روز اس میں پانچ دفعہ نہایا کرے کیا اس پر کچھ میل باقی رہے گا لوگوں نے عرض کیا

لا قال فذلك مثل الصلوات الخمس يمحو الله بهن الخطايا هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة وقد بين
نہیں آپ نے فرمایا پس یہی پنجگانہ نمازوں کی مثال ہے اللہ تعالی ان سے خطاؤں کو مٹا دیتا ہے یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے ابوہریرہ کی روایت سے اور اس میں بیان ہے

فيه ان من صلى الصلوات الخمس يغفر الله تعالى ذنوبه ببركات تلك الصلوات فلابد للمؤمن ان يداوم عليها
کہ جو پنجگانہ نمازیں پڑھتا ہے اللہ تعالی اس کے گناہ ان نمازوں کی برکت سے بخش دیتا ہے پس مومن کو لازم ہے کہ نمازوں کو

في اوقاتها باتمام ركوعها وسجودها وسائر ما يفعل فيها فانه تعالى قد امر بها في مواضع من كتابه لكن ذكر
وقتوں پر رکوع اور سجود اور تمام ارکان کو جو نماز کے اندر ہیں پورا پورا کرکے مداومت رکھو کیونکہ اللہ تعالی نے اگرچہ اپنی کتاب میں کئی جگہ اس کا حکم فرمایا ہے لیکن اس

اركانها فيها متفرقة حيث بين فرضية تكبيرة الافتتاح بقوله تعالى في سورة المدثر وربك فكبر وفرضية
ارکان کو اس میں متفرق ذکر کیا ہے چنانچہ تکبیر تحریمہ کی فرضیت سورہ مدثر کے اس قول میں اور اپنے رب کی بڑائی کر اور قیام

القيام بقوله تعالى في سورة البقرة وقوموا لله قانتين وفرضية القراءة بقوله تعالى في سورة المزمل فاقرؤوا ما
کی فرضیت سورہ بقرہ کے اس قول میں اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے اور قرات کی فرضیت اس ارشاد سے سورہ مزمل کے اندر پس پڑھو جتنا

تيسر من القرآن وفرضية الركوع والسجود بقوله تعالى في سورة الحج يا ايها الذين آمنوا اركعوا واسجدوا وانما
آسان ہو قرآن سے اور رکوع اور سجود کی فرضیت سورہ حج کے اس قول میں اے ایمان والو رکوع کرو اور سجدہ کرو اور

عرفت الترتيب بتعليم النبي عليه السلام تارة بفعله وتارة بقوله على ما بينه العلماء في كتبهم وقالوا من يريد
ترتیب صرف نبی علیہ السلام کی تعلیم سے معلوم ہوئی ہو کبھی تو آپ کے کرنے سے اور کبھی آپ کے بتانے سے جیسا کہ علما نے اپنی اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے اور علما کہتے ہیں جو شخص

الدخول في الصلوة يكبر ويقول الله اكبر من غير ادخال المد في همزة الله وهمزة اكبر وبائه اذ لو حصل
نماز کے شروع کرنے کا ارادہ کرے تو تکبیر کہے اور یوں کہے اللہ اکبر اللہ کے ہمزہ اور اکبر کے ہمزہ اور اس کی با پر مد نہ کھینچے اس واسطے کہ اگر ان

المد في احدى الهمزتين لا يصير شارعا في الصلوة بل لو وقع في اثنائها تفسد صلاته ولو تعمده يكفر لانه يصير
دو ہمزوں میں سے ایک پر مد پیدا ہوگا تو نماز شروع نہ ہوگی بلکہ اگر نماز کے بیچ کی کسی تکبیر پر مد ہو جائیگا تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر قصدا کریگا تو کافر ہو جائیگا اس واسطے کہ

استفهاما ومقتضاه الشك في كبريائه تعالى وقيل ان كان لا يميز بين المد وغيره يكون شارعا في الصلوة ولا تفسد
استفہام ہو جائیگا اور اس کا مضمون اللہ تعالی کی بڑائی میں شک ہونا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ اگر اس کو مد اور غیر مد میں کچھ تمیز نہو تو نماز شروع ہو جائیگی اور اگر

ولو وقع في اثنائها ولان الاستفهام يحتمل ان يكون للتقرير لكن الاول اصح لان مثل هذا الجهل لا يصلح ان يكون عذرا
درمیان نماز میں مد آجائے تو فاسد بھی نہ ہوگی اور استفہام میں احتمال ہے کہ تقریر کے لیے ہو لیکن اول مذہب اصح ہے اس واسطے کہ ایسی جہالت کو مثل میں عذر ہونے کی صلاحیت نہیں

والتقرير المستفاد من الاستفهام معناه حمل المخاطب على الاقرار بما يعرفه والانسان لا يصلح ان يحمل نفسه
اور تقریر جو استفہام سے حاصل ہوتی ہے اس کے معنی مخاطب کو ابھارنے کے ہیں اس چیز کے اقرار پر جس کو خود جانتا ہے اور انسان کو لائق نہیں کہ اس کا نفس

على الاقرار بان الله تعالى اكبر ولو وقع المد في باء اكبر بان يقول اكبار بزيادة الالف لما بين الباء والراء لا يصير
اللہ تعالی کی بڑائی کے اقرار پر ابھارا جائے اور اگر اکبر کی با میں مد واقع ہوا اور اکبار کہا الف کو با اور را کے درمیان بڑھا کر تو بھی

شارعا في الصلوة ايضا ولو وقع في اثنائها تفسد اذ قيل انه اسم من اسماء الشيطان وقيل انه جمع كبر بفتحتين
نماز شروع نہ ہوگی اور اگر بیچ میں ایسا ہوگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اس لیے کہ کہتے ہیں کہ یہ شیطان کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور کوئی کہتا ہے کہ یہ کبر کی جمع ہے دو زبر سے

وهو الطبل وقيل يصير شارعا في الصلوة ولا تفسد لو وقع في اثنائها لانه اشباع والاول اصح لان الاشباع انما
اور وہ نقارہ کو کہتے ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ نماز شروع ہو جاتی ہے اور اگر بیچ میں آجائے تو فاسد نہیں ہوتی اس واسطے کہ یہ اشباع ہے اور اول مذہب اصح ہے اس واسطے کہ اشباع

يكون في الآخر لا في الوسط ومحل التكبير القيام المحض حتى لو ادرك الامام في الركوع وكبر حال الانحطاط
آخر کلمہ میں ہوتا ہے نہ کہ بیچ میں اور تکبیر کا محل خالص قیام ہے یہاں تک کہ اگر امام کو رکوع میں پایا اور جھکتے ہوئے اللہ اکبر کہکر رکوع میں چلا گیا

لا يصير شارعا في الصلوة لان شرط الشروع فيها وقوع التكبير في محض القيام ولو قال في القيام الله وفي الركوع اكبر لا يصير
تو نماز شروع نہ ہوگی کیونکہ نماز شروع ہونے کے لیے تکبیر کا خالص قیام میں واقع ہونا شرط ہے اور اگر اللہ کھڑے کھڑے کہا اور رکوع میں اکبر کہا تو بھی

شارعا ايضا ورفع اليدين عند التكبير سنة حتى لو ترك رفعهما دائما من غير عذر يأثم ولا يأثم ان تركه احيانا
نماز شروع نہ ہوگی اور تکبیر کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا سنت ہے یہاں تک کہ اگر بلا عذر ہمیشہ کو انکا اٹھانا چھوڑ دے تو گنہگار ہوگا اور نہ گنہگار ہوگا اگر کبھی کبھی چھوڑ دیا

فعلى هذا ينبغي لمن يريد الشروع في الصلوة ان يرفع يديه حتى يحاذي بابهاميه شحمتي اذنيه بلا ضم اصابعه ولا
اس بنا پر نماز شروع کرنے والے کو لائق ہو کہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ دونوں انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل ہو جائیں بلا انگلیوں کے بند کرنے اور نہ

تفريجها بل تركها على حالها قال قاضيخان ويمس بطرفي ابهاميه شحمتي اذنيه ويجعل بطن كفيه نحو
کشادہ کرنے کے بلکہ اپنے حال پر چھوڑ دے قاضی خان کہتے ہیں کہ انگوٹھوں کے سرے کانوں کی لو سے لگائے اور ہتیلیاں دونوں ہاتھ کی قبلہ کی طرف

القبلة اكمالا للاقبال عليها وقال بعضهم يجعل بطن كل كف الى الكف الاخرى ثم يكبر وهو الاصح لان في فعله معنى النفي
رکھے کمال درجہ قبلہ رو ہونے کے لیے اور بعضے کہتے ہیں کہ ہتیلی ہر ایک ہاتھ کی دوسری ہتیلی کی طرف رکھکر اللہ اکبر کہے اور یہی اصح ہے اس واسطے کہ اس کے عمل میں نفی کے معنی ہیں

وفي قوله الله اكبر معنى الاثبات وهو بفعله الذي هو رفع اليدين ينفي الكبرياء عن غيره تعالى وبقوله اكبر يثبته له
اور اس کے قول اللہ اکبر میں اثبات کے معنی اور نمازی اپنے عمل سے جو کہ ہاتھ اٹھانا ہے غیر اللہ تعالی سے بڑائی کی نفی کرتا ہے اور اللہ اکبر کہکر اللہ تعالی کو واسطے بڑائی ثابت

تعالى والنفي مقدم على الاثبات كما في كلمة التوحيد ولو كبر ولم يرفع يديه حتى فرغ من التكبير لا يرفعهما
کرتا ہے اور نفی اثبات پر مقدم ہوتی ہے جیسا کہ کلمہ توحید میں ہے اور اگر تکبیر کہی اور ہاتھ نہ اٹھائے یہاں تک کہ تکبیر سے فراغت کر چکا تو پھر نہ اٹھائے

لفوات محله وان ذكره في اثناء التكبير يرفعهما لعدم فوات محله وان لم يمكنه رفعهما الى الموضع المسنون يرفعهما
اس واسطے کہ اس کا محل جاتا رہا اور اگر درمیان تکبیر میں یاد آگیا تو اٹھائے اس واسطے کہ محل ابھی فوت نہیں ہوا ہے اور اگر مقام مسنون تک اٹھانے پر قادر نہ ہو تو جس قدر

قدر ما يمكنه وان امكنه رفع احدهما دون الاخرى يرفعه وحده لما روي انه عليه السلام قال اذا امرتكم
ممکن ہو اٹھائے اور اگر ایک ہاتھ اٹھا سکتا ہو نہ دوسرا تو ایک ہی کو اٹھائے اس لیے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب میں تم کو کسی بات کا

بامر فأتوا منه ما استطعتم فان لم يمكنه رفعهما الا بالزيادة على [illegible] يرفعهما [illegible] لا يستطيع
حکم کروں تو اس میں سے جتنا ہو سکے بجا لاؤ اور اگر اس سے دونوں ہاتھ نہیں اٹھ سکتے بدون [illegible]

ان يمتنع عن الزيادة والمرأة ترفعهما الى منكبيها هو الصحيح لكونه استر لها [illegible] بطن كفه
زیادتی سے باز رہنے کی طاقت نہیں اور عورت اپنے دونوں مونڈھوں تک اٹھائے یہی صحیح ہے کیونکہ اس کے لیے یہی زیادہ پردہ پوشی ہے [illegible] تو داہنی

اليمنى على ظاهر كفه اليسرى ويحلق بالخنصر والابهام على الرسغ [illegible] في كل
ہتیلی بائیں ہتیلی کی پشت پر رکھے اور چھنگلیا اور انگوٹھے سے گٹے پر ناف سے نیچے حلقہ باندھ لے اور [illegible]

قيام فيه ذكر مسنون وما الذي ليس فيه ذكر فالسنة فيه الارسال كما في القومة [illegible]
مسنون ذکر ہو اور جو ایسا نہیں اس میں چھوڑ دینا مسنون ہے جیسے رکوع کے بعد قومہ میں اور [illegible]

تضعهما على صدرها لانه استر لها ثم يقول سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا اله غيرك
دونوں ہاتھ اپنے سینہ پر رکھے کیونکہ یہ اس کے لیے پردہ پوشی ہے پھر کہے پاکی یاد کرتا ہوں تیری یا الہی [illegible] تیرے حمد کے اور بابرکت ہے تیرا نام اور برتر ہے تیری بڑائی اور نہیں کوئی معبود سوا تیرے

ولا يقول وجل ثناؤك لانه لم يذكر في الاحاديث المشهورة وذكر في الكافي انه لو سكت عنه لا يؤمر به
اور جل ثناؤک نہ کہے اس واسطے کہ اس کا احادیث مشہورہ میں ذکر نہیں ہے اور کافی میں مذکور ہے کہ اس کلمہ کو نہ کہے تو حکم نہ کریں گے

ولو اتى به لا يمنع عنه ثم يقول اعوذ بالله من الشيطن الرجيم وهو تبع للقراءة دون الثناء عند ابي حنيفة ومحمد حتى
اور اگر کہے تو منع بھی نہ کریں گے پھر پڑھے پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی شیطان راندے گئے سے اور یہ قراءت کے ہمراہ ہے نہ ثنا کے ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک یہاں تک

ياتي به المسبوق دون المؤتم ثم يقول بسم الله الرحمن الرحيم وهو سنة في اول كل ركعة في رواية ابي يوسف عن ابي حنيفة ولا ياتي به
کہ مسبوق تو اس کو پڑھے نہ مؤتم پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے اور یہ ہر رکعت کے اول میں مسنون ہے ابو یوسف کی روایت میں ابو حنیفہ سے اور اس کو

المقتدی ثم یقرأ الفاتحة ویقول فی اخرها آمین ثم یضم الیها سورة او ثلث آیات من ای سورة شاء فان قرأ معها آیة
مقتدی نہ پڑھے پھر سورۂ فاتحہ پڑھے اور اس کے آخر میں آمین کہے پھر اس کے ساتھ کوئی سورت ملائے یا تین آیتیں جس سورت میں سے چاہے پس اگر سورۂ فاتحہ کے ساتھ ایک

قصیرة او آیتین قصیرتین لا یخرج عن الکراهة التحریمیة لترک الواجب لان الواجب فی الرکعتین الاولیین بعد قراءة
چھوٹی یا دو چھوٹی آیتیں پڑھے تو کراہت تحریمی سے خالی نہیں ہے واجب کے ترک کرنے کی وجہ سے اس واسطے کہ دونوں پہلی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد واجب

الفاتحة ان یضم الیها سورة او ثلث آیات قصارا او آیة طویلة تعدل ثلث آیات قصار فهذا یخرج عن الکراهة التحریمیة
ہے کہ اس کے ساتھ کوئی سورت یا چھوٹی تین آیتیں یا ایک بڑی آیت جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہو ملائے پس اتنی مقدار کراہت تحریمی سے باہر کر دیتی ہے

لکن لا یدخل فی حد السنة بل یدخل فی الکراهة التنزیهیة لانه لا یخلو اما ان یکون فی السفر او الحضر فان کان فی
لیکن حد مسنون میں نہیں پہونچتا بلکہ کراہت تنزیہی میں آجاتا ہے اس لیے کہ دو حال سے خالی نہیں یا وہ سفر میں ہوگا یا حضر میں اگر سفر

السفر ففی حال الضرورة من خوف وعجلة یقرأ بفاتحة الکتاب وای سورة شاء او مقدار سورة من ای محل تیسر
میں ہے تو ضرورت کے وقت خوف ہو یا جلدی سورۂ فاتحہ پڑھے اور جون سی سورت چاہے یا ایک سورت کے مقدار جس جگہ سے آسان ہو

وفی حال الاختیار وعدم الضرورة یقرأ فی صلوة الفجر مع الفاتحة سورة البروج ونحوها وفی الظهر کذلک وفی
اور اختیار اور ضرورت نہ ہونے کے وقت تو فجر کی نماز میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورۂ بروج اور اسی کے مثل اور ظہر میں بھی ایسے ہی اور

العصر والعشاء دون ذلک وفی المغرب یقرأ بالقصار جدا کالعصر والکوثر وان کان فی الحضر وخاف فوت الوقت یقرأ
عصر اور عشا میں اس سے کچھ کم اور مغرب میں بہت چھوٹی سورتیں جیسے سورۂ عصر اور سورۂ کوثر پڑھے اور اگر مقیم ہو اور وقت کے گذر جانے کا خوف ہو تو اس قدر

قدر ما لا یفوته الصلوة وان لم یخف فوت الوقت یقرأ فی صلوة الفجر فی الرکعتین اربعین آیة وهو ادنی السنة او
پڑھے کہ اس کی نماز فوت نہ ہو جائے اور اگر وقت کے جانے کا خوف نہیں تو فجر کی نماز کی دونوں رکعتوں میں چالیس آیتیں پڑھے اور یہ سنت کا ادنے درجہ ہے یا

ستین آیة وهو اوسطها او مائة وهو اعلاها لما روی انه علیه الصلوة والسلام کان یقرأ فی صلوة الفجر اربعین
ساٹھ آیتیں اور یہ اوسط درجہ ہے یا سو آیتیں اور یہ اعلی درجہ ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوة والسلام فجر کی نماز میں چالیس آیتیں

آیة او ستین آیة او مائة آیة واحیانا کان یقرأ والصّٰفّٰت واحیانا کان یقرأ سورة ق وقد کان ابن عمر رض قال
یا ساٹھ آیتیں یا سو آیتیں پڑھا کرتے تھے اور بعض دفعہ سورۂ والصافات پڑھتے اور کبھی سورۂ ق پڑھتے اور حضرت ابن عمر رض کہتے تھے کہ

کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یأمرنا بالتخفیف ویؤمنا بالصّٰفّٰت فعلم من هذا ان قراءة الصّٰفّٰت من باب
نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ہم کو قرات میں تخفیف کا حکم فرماتے تھے اور خود والصافات سے امامت کیا کرتے تھے تو اس سے معلوم ہوا کہ والصافات کا پڑھنا تخفیف میں

التخفیف فاذا فرغ من القراءة یکبر للرکوع مع الانحطاط فلو لم یکبر حال الانحطاط لا یکبر فی الرکوع لفوات
داخل ہے پھر جب قرات سے فارغ ہو تو جھکتے ہوئے رکوع کی تکبیر کہے اور اگر جھکتے وقت تکبیر نہ کہی تو رکوع میں جا کر تکبیر نہ کہے اس واسطے کہ اس کا محل

محله وقد ذکر فی المنیة ان اتیان الاذکار المشروعة فی الانتقالات بعد تمام الانتقال کراهتین ترکها عن
فوت ہو گیا اور منیہ میں مذکور ہے کہ جو اذکار انتقالات کے اندر شرع میں مقرر ہیں ان کو انتقالات کے بعد ادا کرنے میں دو کراہتیں ہیں ایک تو ان کو اپنی جگہ

موضعها وتحصیلها فی غیر موضعها وبعد التکبیر یضع یدیه علی رکبتیه مع تفریج اصابعه ولا یندب تفریج الاصابع
سے ٹلا دینا اور دوسرے بے محل ادا کرنا اور تکبیر کے بعد دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر انگلیاں کشادہ کر کے رکھے اور انگلیوں کا کشادہ کرنا

الا فی هذه الحالة ویبسط ظهره بحیث لو وضع علی ظهره قدح مملو بالماء لاستقر ویستوی راسه بظهره
سوا اس جگہ کے اور کہیں مستحب نہیں اور اپنی پیٹھ کو برابر کر دے اس طرح کہ اگر اس کی پیٹھ پر پانی بھرا ہوا پیالہ رکھ دیا جائے تو ٹھہرا رہے اور سر کو پیٹھ کے برابر کر دے

ولا یرفعه کالحیة ولا ینکسه کالخنزیر ویقول فی رکوعه سبحان ربی العظیم ثلث مرات وذلک ادنی کمال
نہ اونچا کرے سانپ کے مانند اور نہ نیچے جھکائے سور کی طرح اور رکوع کے اندر سبحان ربی العظیم تین بار کہے اور یہ کمال سنت کا ادنے

السنة ویکره ان ینقص منها وان زاد علیها فهو افضل ان کان منفردا او کان اماما علی وتر ثم یرفع
درجہ ہے اور اس سے گھٹانا مکروہ ہے اور اگر اس سے زیادہ کہے تو افضل ہے بشرطیکہ تنہا پڑھتا ہو اور عدد طاق پر پورا کرے پھر

راسه قائلا سمع الله لمن حمده واذا استوى قائما يقول في القيام ربنا لك الحمد ان كان منفردا ثم يكبر للسجود مع
سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہوا سر اُٹھائے اور جب سیدھا کھڑا ہو جائے تو قیام میں ربنا لک الحمد کہے اگر تنہا ہو پھر سجدہ کے لیے جھکتا ہوا تکبیر

الانحطاط وان لم يكبر حال الانحطاط لا يكبر في السجدة لفوات محله ثم يضع يديه على الارض مع ضم اصابعه
کہے اور اگر جھکتے وقت تکبیر نہ کہی تو سجدہ میں جا کر نہ کہے اُس کے محل فوت ہو جانے کی وجہ سے پھر اپنے دونوں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر زمین پر رکھے

ولا يندب ضم الاصابع الا في هذه الحالة ثم يضع وجهه بين كفيه بحيث يكون ابهاماه حذاء اذنيه ويبدي ضبعيه
اور انگلیوں کا ملانا سوا اس محل کے اور کہیں مستحب نہیں ہے پھر پیشانی دونوں ہاتھوں کے بیچ میں رکھے اس طرح کہ اُس کے دونوں انگوٹھے کانوں کے مقابل ہوں اور دونوں پہلوؤں کو ظاہر رکھے

الا في الازدحام ويجافي بطنه عن فخذيه ويوجه اصابع رجليه نحو القبلة ويقول في سجوده سبحان ربي الاعلى
مگر انبوہ میں اور اپنے پیٹ کو دونوں رانوں سے الگ رکھے اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف کر دے اور سجدہ کے اندر سبحان ربی الاعلی

ثلث مرات وذلك ادنى كمال السنة حتى يكره ان ينقص منها وان زاد عليها فهو افضل ان كان منفردا او كان
تین مرتبہ کہے اور یہ کمال سنت کا ادنے درجہ ہے یہاں تک کہ اس سے کم کرنا مکروہ ہے اور اگر اس سے زیادہ کہے تو افضل ہے بشرطیکہ مصلی منفرد ہو اور

اماما على قوم والمرأة في السجود كالرجل الا انها لا تبدي ضبعيها ولا تجافي بطنها عن فخذيها بل تلزق
[illegible] پر تمام کرے اور عورت سجدہ کرنے میں مرد کے مثل ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ عورت اپنے بہو کو ظاہر نہ رکھے اور نہ پیٹ کو ران سے الگ رکھے بلکہ اپنے

بطنها بفخذيها لكونه استر لها وتمام السجدة يكون بوضع الجبهة والانف ويكره باحدهما وكذا يكره
پیٹ رانوں سے ملا دے کیونکہ یہ اُس کے لیے زیادہ پردہ پوشی ہے اور پورا سجدہ پیشانی اور ناک دونوں کے لگانے سے ہوتا ہے اور ایک سے مکروہ ہے اور ایسا ہی

السجود على كور عمامته ان كان كورها متصلا بالجبهة ولم يكن غليظا بحيث يوجد حجم الارض ولو لم يكن
پگڑی کے پیچ پر سجدہ مکروہ ہے اگر پیشانی سے ملا ہوا ہو اور موٹا نہ ہو ایسا کہ زمین کی سختی معلوم ہوتی ہو اور اگر

متصلا بجبهته بل كان فوق الجبهة او كان غليظا لا يوجد فيه حجم الارض لا يجوز وكذا لا يجوز السجود
پیشانی پر نہ ہو بلکہ پیشانی سے اوپر ہو یا اتنا موٹا ہو کہ زمین کی سختی اس میں معلوم نہ ہوتی ہو تو سجدہ جائز نہیں ہے اور ایسے ہی سجدہ ایسی

على كل شيء لا يوجد فيه حجم الارض كالقطن المحلوج والثلج والدخن ونحو ذلك لعدم استقرار الجبهة على
کسی چیز پر جائز نہیں ہے جس میں زمین کی سختی محسوس نہ ہو جیسے دھنی ہوئی روئی اور برف اور چینا اور اسی طرح کی چیز کیونکہ پیشانی زمین پر یا جو

الارض او ما يتصل بها ووضع اليدين والركبتين على الارض في السجدة ليس بفرض بل هو سنة واما
زمین کے مثل ہو نہیں پہونچتی اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنوں کا زمین پر رکھنا سجدہ میں فرض نہیں ہے بلکہ یہ سنت ہے اور رہا

وضع القدمين فقد ذكر القدوري والكرخي والخصاف انه فرض حتى لو سجد ولم يضع قدميه او احدهما
دونوں پاؤں کا رکھنا سو قدوری اور کرخی اور خصاف نے ذکر کیا ہے کہ فرض ہے یہاں تک کہ اگر سجدہ کیا اور دونوں پیر یا ایک پیر

على الارض بل رفعهما عن الارض لا يجوز ولو وضع احدهما يجوز لكن يكره وذكر التمرتاشي ان وضع اليدين
زمین پر نہ رکھا بلکہ دونوں کو زمین سے اٹھائے رہا تو جائز نہیں اور اگر ایک پیر رکھدیا ہے تو جائز ہے لیکن مکروہ ہے اور تمرتاشی کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں اور

والقدمين سواء في عدم الفرضية وقال اكمل الدين في شرح الهداية هو الحق وذكر في شرح المنية انه بعيد عن الحق
دونوں پیروں کا رکھنا فرض نہ ہونے میں دونوں یکساں ہیں اور اکمل الدین نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ یہی حق ہے اور شرح منیہ میں مذکور ہے کہ یہ حق سے دور ہے

والمراد بوضع القدمين على ما ذكر في الخلاصة وضع اصابعهما والمراد بوضع الاصابع توجيهها نحو القبلة ليكون الاعتماد
اور دونوں پاؤں کے رکھنے سے مراد بنا بر خلاصہ کے بیان کے پاؤں کی انگلیوں کا رکھنا مراد ہے اور انگلیوں کے رکھنے سے انگلیوں کا قبلہ کی طرف متوجہ رکھنا مراد ہے تاکہ زور

عليها حتى لو وضع ظهر القدمين ولم يوجه اصابعهما او احدهما نحو القبلة لا يصح سجوده وهذا مما يجب حفظه
انہی پر رہے یہاں تک کہ اگر پشت دونوں پاؤں کی زمین پر رکھدے اور انگلیاں دونوں پاؤں کی یا ایک پاؤں کی قبلہ کی طرف نہ رکھے تو اُس کا سجدہ صحیح نہیں ہے اور اس کا یاد رکھنا واجب ہے

واكثر الناس عنه غافلون ثم يرفع راسه مكبرا ويقعد ويضع يديه على فخذيه فاذا اطمأن جالسا وسكن
اور اکثر لوگ اس سے غافل ہیں پھر تکبیر کہتے ہوئے سر اٹھائے اور بیٹھ جائے اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے پس جب بیٹھکر اطمینان ہو جائے اور اعضا کی

اضطراب اعضائه بان يمكث مقدار تسبيحة يكبر ويسجد سجدة ثانية كالسجدة الاولى اختلفوا في مقدار الرفع من السجدة

حرکت باقی نہ رہے اس طرح کہ ایک تسبیح کی مقدار ٹھہر جائے تو تکبیر کہکر دوسرا سجدہ پہلے سجدہ کی طرح کرے اور پہلے سجدہ سے دوسرے سجدہ کے واسطے سر اٹھانے میں

الاولى للسجدة الثانية والاصح على ما ذكر في الهداية ان كان الى السجدة اقرب لا يجوز لانه لا يعد جالسا فلا يتحقق

علمانے اختلاف کیا ہے اور راجح روایت ہدایہ کے بیان کی رو سے یہ ہے کہ اگر سجدہ سے قریب ہو تو سجدہ ثانی جائز نہیں ہے اسلئے کہ یہ بیٹھا نہیں سمجھا جاتا سو سجدہ

السجدة الثانية بل يصير كانه سجد سجدة واحدة وان كان الى الجلوس اقرب يجوز لانه يعد جالسا فيتحقق السجدة

دوسرا ثابت نہ ہوگا بلکہ ایسا ہے کہ گویا ایک ہی سجدہ کیا اور اگر بیٹھنے سے قریب ہو تو جائز ہے اس لیے کہ یہ بیٹھا شمار کیا جاتا ہے سو دوسرا سجدہ ثابت

الثانية وقيل اذا رفع راسه مقدار ما يمر الريح بين جبهته والارض يجوز لكن الاقتصار عليه يكره اشد

ہو جائیگا اور بعضے کہتے ہیں کہ اگر اتنا سر اٹھالے کہ اس کی پیشانی اور زمین کے بیچ میں سے ہوا گذر جائے تو جائز ہے لیکن اتنی مقدار پر کفایت کرنا سخت مکروہ

الكراهة لمخالفته ما واظب النبي عليه الصلوة والسلام مدة حياته واذا فرغ من السجدة الثانية يكبر ويقوم

ہے اس واسطے کہ اس کے مخالف ہے جس کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام زندگی بھر برابر کرتے رہے اور جب دوسرے سجدہ سے فراغت پائے تو تکبیر کہے اور سیدھا

مستويا ولا يعتمد بيديه على الارض من غير عذر بل يعتمد على ركبتيه ويفعل في الركعة الثانية كما فعل في الركعة

کھڑا ہو جائے اور بلا عذر اپنے ہاتھوں کا سہارا زمین پر نہ دے بلکہ اپنے گھٹنوں پر سہارا کرکے کھڑا ہو اور دوسری رکعت میں وہی کرے جیسا کہ اول رکعت میں

الاولى الا انه لا يستفتح ولا يتعوذ ولا يرفع يديه فاذا اتمها ورفع راسه من سجدتها الثانية يفترش رجله اليسرى

کیا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ سبحانک اللہم نہ پڑھے اور نہ اعوذ باللہ پڑھے اور نہ ہاتھ اٹھائے پس جب دوسری رکعت پوری کر چکے اور اسکے دوسرے سجدہ سے سر اٹھائے تو بایاں پاؤں بچھائے

ويجلس عليها وينصب رجله اليمنى ويوجه اصابعه نحو القبلة ويضع يديه على فخذيه ويبسط اصابعه ويوجهها

اور اس پر بیٹھ جائے اور داہنا پاؤں کھڑا رکھے اور اس کی انگلیاں قبلہ رخ کردے اور اپنے دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو پھیلا دے اور

نحو القبلة لان السنة توجيه الاعضاء الى القبلة ما استطاع والمرأة تتورك بان تخرج رجليها من جانب الايمن

قبلہ رخ کردے اس لیے کہ تمام اعضا کا جہاں تک ہو سکے قبلہ کی طرف رکھنا سنت ہے اور عورت سرین پر بیٹھے اس طرح کہ دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دے

وتجلس على اليتها اليسرى لانه استر لها ثم تشهد وهو قول التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك

اور اپنی بائیں سرین پر بیٹھ جائے کیونکہ اس کے لیے اس میں خوب پردہ ہے پھر تشہد پڑھے اور وہ کہنا ہے التحیات للہ سے اور رحمت اور برکت تک السلام علیک

ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله

اے نبی اور رحمت اللہ کی اور برکتیں اس کی سلام ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں

ثم ان كان ما يصلي فرضا زائدا على الركعتين لا يزيد بعد التشهد على هذا القدر في القعدة الاولى بل يكبر

پھر اگر وہ نماز جو پڑھتا ہے فرض ہو دو رکعت سے زائد تو اتنے تشہد سے زیادہ پہلے قعود میں کچھ نہ پڑھے بلکہ تکبیر کہے

ويقوم الى الركعة الثالثة بلا اعتماد بيديه على الارض [illegible] ثم هو في [illegible] بعد الاوليين مخير ان شاء

اور تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے بلا زمین پر اپنے ہاتھوں کے سہارا دیے ہوئے اگر اس کو [illegible] نہیں پر وہ پچھلی دو رکعتوں میں مختار ہے چاہے

قرأ الفاتحة فقط وهو افضل لكون قراءتها فيما بعد الاوليين سنة في ظاهر الرواية حتى لو تركها الخ

فقط سورۂ فاتحہ پڑھے اور یہی افضل ہے کیونکہ سورۂ فاتحہ پڑھنا پچھلی دو رکعتوں میں ظاہر روایت میں سنت ہے یہاں تک کہ اگر اس کو ترک کردے یا اس کے ساتھ

سورة سهوا لا يلزمه سجود السهو وان شاء سبح ثلث مرات وان شاء سكت مقدارها الا انه ان سكت

بھولے سے کوئی سورت ملالے تو سہو کا سجدہ لازم نہیں آتا اور چاہے تین مرتبہ تسبیح کہے اور چاہے اتنی دیر چپکا کھڑا رہے لیکن یہ بات ہے کہ اگر قصدًا چپکا

عمدا يكون مسيئا لترك السنة وان لم يكن ما يصلي فرضا بل كان نفلا او سنة مؤكدة مثل سنة الظهر والجمعة

کھڑا رہیگا تو ترک سنت کی وجہ سے گنہگار ہوگا اور اگر وہ نماز جو پڑھ رہا ہے فرض نہیں ہے بلکہ نفل ہے یا سنت مؤکدہ جیسے ظہر کی اور جمعہ کی سنتیں

لا يكون مخيرا بين هذه الثلثة بل يتعين عليه قراءة الفاتحة مع ضم سورة اليها لكون القراءة فرضا في جميع

تو اب ان تینوں باتوں میں مختار نہیں ہے بلکہ اس پر سورۂ فاتحہ کا پڑھنا مع کسی سورت کے ملانے کے مقرر ہے نفل اور سنتوں کی تمام رکعتوں میں

رکعات النفل والسنۃ ثم انہ فی النفل یزید علی التشہد ان یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدۃ الاولی
قرأت فرض ہونے کی وجہ سے پھر نفلوں میں تشہد پر زیادہ کردے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھی پڑھے پہلے قعدہ میں
ویأتی بالثناء والتعوذ اذا قام الی الثالثۃ لکون کل شفع صلوٰۃ علی حدۃ واما سنۃ الظہر والجمعۃ فلکون کل منہما
اور جب تیسری رکعت میں کھڑا ہو تو سبحانک اللہم اور اعوذ بھی پڑھے کیونکہ ہر دوگانہ الگ الگ نماز ہے ظہر اور جمعہ کی سنتیں پس چونکہ ہر ایک انمیں سے
صلوٰۃ علی حدۃ لا یاتی فیہا بالثناء والتعوذ اذا قام الی الثالثۃ ولا یزید علی التشہد فی القعدۃ الاولی حتی ذکر فی القنیۃ
علیحدہ مستقل نماز ہے تو اسمیں سبحانک اللہم اور اعوذ باللہ جب تیسری رکعت پر کھڑا ہو نہ پڑھے اور نہ پہلی قعدہ میں تشہد پر کچھ زیادہ کرے یہاں تک کہ قنیہ میں مذکور ہے
انہ لو صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدۃ الاولی من سنۃ الظہر ففی وجوب سجود السہو قولان ثم انہ یقعد
کہ اگر کسی نے نبی علیہ السلام پر درود پڑھ دیا ظہر کی سنتوں کے پہلے قعدہ میں تو سجدہ سہو کے واجب ہونے میں دو قول ہیں پھر قعدہ اخیرہ
فی القعدۃ الاخیرۃ کما یقعد فی القعدۃ الاولی ویتشہد وبعد التشہد یصلی علی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یقول
میں اسیطرح بیٹھے جسطرح کہ پہلے قعدہ میں بیٹھا تھا اور تشہد پڑھے اور بعد تشہد کے نبی علیہ السلام پر درود پڑھے اور کہے
اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید اللہم بارک علی محمد وعلی آل محمد
یا اللہ رحمت نازل فرما محمد اور آل محمد پر جیسے رحمت نازل کی تو نے ابراہیم و آل ابراہیم پر بیشک تو صاحب حمد اور بزرگی والا ہے اے اللہ برکت بھیج محمد اور آل محمد پر
کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید ثم یستغفر لنفسہ ولوالدیہ ان کانا مؤمنین ولجمیع المؤمنین و
جیساکہ برکت دی تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر بیشک تو صاحب حمد اور بزرگی والا ہے پھر استغفار کرے اپنے لیے اور اپنے ماں باپ کے واسطے اور اگر وہ دونوں مومن ہوں اور سب مومن مرد اور
المؤمنات فیقول اللہم اغفر لی ولوالدی ولجمیع المؤمنین والمؤمنات یوم یقوم الحساب ویدعو بالدعوات
مومنہ عورتوں کے لیے اور یوں کہے کہ الٰہی بخشدے مجھکو اور میرے ماں باپ کو اور تمام مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو جسدن قائم ہو حساب اور وہ دعائیں پڑھے
الماثورۃ عن النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وما یشبہ الفاظ القرآن مثل ان یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ
جو نبی علیہ السلام سے منقول ہیں اور جو کہ قرآن کے الفاظ سے ہوئی ہوں مثلاً یہ کہے اے رب ہمارے دے ہمکو دنیا میں خوبی اور آخرت میں
حسنۃ وقنا عذاب النار ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب
خوبی اور بچا ہمکو دوزخ کے عذاب سے اے رب ہمارے نہ پھیر ہمارے دل بعد اسکے کہ ہمکو ہدایت دے چکا تو اور دے ہمکو اپنے پاس سے مہربانی تو ہی ہے دینے والا
ونحو ذلک فانہ اذا قصد بہا الدعاء لا القراءۃ تکون الفاظا مشبہۃ بالفاظ القرآن ولا یکون قرآنا حتی یجوز
اور اسی کے مثل کیونکہ جب نمازی ان آیات سے دعا کی نیت کرے نہ تلاوت کی تو یہ الفاظ قرآن کے الفاظ کے مشابہ ہونگے اور قرآن نہ ہونگے یہاں تک کہ ان الفاظ سے
الدعاء بہا مع الجنابۃ والحیض ولا یدعو بما یشبہ کلام الناس وہو ما لا یستحیل طلبہ منہم مثل ان یقول
جنابت اور حیض میں دعا مانگنی درست ہے اور ایسی دعا نہ مانگے جو آدمیوں کے کلام سے ملتی ہوئی ہو اور یہ وہ دعا ہے جسکا آدمیوں سے مانگنا محال نہو مثلاً یہ کہے
اللہم اعطنی مالا اللہم ارزقنی جاریۃ اللہم زوجنی امرأۃ فانہ اذا دعا بہا تکون صلاتہ ناقصۃ لخروجہ
الٰہی مجھکو مال دے الٰہی مجھکو لونڈی دے الٰہی کسی عورت سے میرا نکاح کردے پس اگر یہ دعا مانگے گا تو اسکی نماز ناقص ہوگی اسلیے کہ نماز سے
منہا بدون السلام الذی ہو واجب فاذا فرغ من الادعیۃ التی بعد التشہد یسلم اولا عن یمینہ وثانیا
بدون سلام کے جو کہ واجب تھا باہر آیا پھر جب دعاؤں سے جو کہ تشہد کے بعد ہیں فراغت پائے تو سلام پھیرے پہلے اپنی داہنی طرف اور دوسری بار
عن یسارہ ویقول فی کل واحد منہما السلام علیکم ورحمۃ اللہ ولا یقول فی واحد منہما وبرکاتہ فانہ من عادۃ
اپنی بائیں جانب اور ہر ایک میں یہ کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور دونوں میں سے کسی میں وبرکاتہ نہ کہے کیونکہ یہ جاہلوں کی
الجہال ولو سلم عن یسارہ اولا یسلم عن یمینہ ما لم یتکلم ولا یعید السلام عن یسارہ ولو سلم تلقاء وجہہ یسلم
عادت ہے اور اگر بائیں طرف پہلے سلام پھیر دیا تو داہنی طرف سلام پھیرے جب تک کلام نہ کیا ہو اور بائیں طرف کا سلام دوبارہ نہیں اور اگر چہرہ کے سامنے سلام پھیرا
عن یسارہ وہو مروی عن علی کذا ذکرہ الزیلعی فی شرح الکنز وینوی المنفرد فی خطاب علیکم جمیع من معہ من الملئکۃ
تو بائیں طرف پھیر دے یہ حضرت علی سے منقول ہے اسی طرح زیلعی نے شرح کنز میں ذکر کیا ہے اور اکیلا نمازی علیکم کے خطاب میں سب فرشتوں کی نیت کرلے جو اسکے ہمراہ ہیں

ولا ینوی عدد ا محصوا فیہم لاختلاف الاخبار فی عددهم فقیل مع کل مؤمن خمسة من الملئکة وقیل ستون وقیل
اور انھیں کسی معین عدد کی نیت نہ کرے کیونکہ عدد مین حدیثوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے گنتی نہیں کہتے ہین ہر مومن کے ساتھ پانچ فرشتے ہین اور بعضی کہتے ہین ساٹھ اور بعضی

مائة وستون وقیل ثنان وقیل غیر ذلک واصح الاقاویل انهم خمسة واحد عن یمینه یکتب الحسنات وواحد
ایک سو ساٹھ ہین اور کوئی کہتا ہو دو ہین اور کوئی کچھ اور کہتا ہو اور سب قولون مین صحیح یہ ہے کہ وہ پانچ ہین ایک واہنے طرف جو نیکیان لکھتا ہے اور ایک

عن یساره یکتب السیئات وواحد امامه یلقنه الخیرات وواحد وراءه یرفع عنه المکاره وواحد عند ناصیته
بائین طرف جو برائیان لکھتا ہو ایک اسکے سامنے جو نیک بات کی تلقین کرتا ہو اور ایک اسکے پیچھے جو تکلیف کی چیزون کو دور کرتا ہو اور ایک اسکی پیشانی کے پاس

یکتب ما یصلی علی النبی صلی اللہ علیه وسلم ویبلغه ومما ینبغی للمصلی بطریق الادب ان یکون نظره فی حال قیامه الی
جو اس درود کو لکھتا ہو جو نبی علیہ السلام پر بھیجا ہو اور حضور تک اسے پہونچاتا ہو اور نمازی کو بطور آداب کے یہ مناسب ہے کہ قیام کی حالت مین اپنی نگاہ

موضع سجوده وفی رکوعه الی ظهر قدمیه وفی حال سجوده الی ارنبة انفه وفی حالة قعوده الی حجره وهو ما یکون
سجدہ کی جگہ پر رکھے اور رکوع کی حالت مین پانون کی پشت پر اور سجدہ کی حالت مین ناک کے نتھنون پر اور بیٹھنے کی حالت مین اپنی گود پر جہان

علی مجمع فخذیه من ثوبه وعند التسلیمة الاولی الی منکبه الایمن وعند التسلیمة الثانیة الی منکبه الایسر لان
دونون زانوؤن کے جوڑ پر کپڑا رہتا ہو اور پہلا سلام پھیرتے وقت واہنے مونڈھے پر اور دوسرا سلام پھیرتے وقت بائین مونڈھے پر اسلیے کہ

المقصود الخشوع وترک التکلف وذلک کله مقتضی الخشوع ان المصلی اذا ترک التکلف یقع بصره فی هذه المواضع
مقصود انکسار ہے اور بناوٹ کا ترک کر دینا اور یہ تمام باتین انکسار کی ہین کیونکہ نمازی جب بناوٹ چھوڑ دیگا تو اسکی نگاہ ان ہی مقامون پر پڑے گی

سواء قصد اولم یقصد ومما ینبغی له ایضا ان یکون ما بین قدمیه فی حال القیام قدر اربع اصابع مضمومة
خواہ قصد کرے یا نہ کرے اور اسکو یہ بھی مناسب ہے کہ دونون پانون کے بیچ مین قیام کے وقت چار ملی ہوئی انگلیون کے مقدار فرق رکھے

ویکره له التمایل علی یمناه مرة وعلی یسراه اخری لانه من العبث المنافی للخشوع یسر نا اللہ عمل الخاشعین
اور کبھی داہنے پانون پر جھک جانا اور کبھی بائین پر مکروہ ہے کیونکہ یہ عبث مین سے ہے جو انکسار کے خلاف ہے اللہ ہمپر خاشعین کے عمل آسان کر دے

المجلس الرابع والخمسون فی بیان فضیلة الجماعة وذکر الوعید فی ترکها

مجلس پنجاہ و چہارم جماعت کی فضیلت اور اسکے ترک کرنے کی وعید کے بیان مین

قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم صلوة الجماعة تفضل صلوة الفذ بسبع وعشرین درجة هذا الحدیث من
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کی نماز اکیلی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ہے یہ حدیث

صحاح المصابیح رواه ابن عمر ومعناه ان الصلوة مع الجماعة تزید فی الثواب علی صلوة المنفرد بسبع وعشرین درجة
مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہو ابن عمر رض کی روایت سے اور معنی اسکے یہ ہین کہ جماعت کی نماز ثواب مین اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ہے

فعلی هذا ینبغی للمؤمن ان یداوم علی اداء الصلوات الخمس بالجماعة لینال الثواب الموعود فان الجماعة فیها سنة
پس اس بنا پر مومن کو چاہیے پانچون نمازون کو جماعت سے ادا کرنے پر ہمیشگی رکھے تاکہ وعدہ کیا ہوا ثواب پائے کیونکہ نماز مین جماعت سنت

مؤکدة غایة التاکید فی قوة الواجب حتی لو ترکها اهل بلدة یجب قتالهم بالسلاح لکونها من شعائر الاسلام
مؤکدہ ہے بہت ہی تاکید قریب واجب کے ہے یہان تک کہ اگر کسی شہر والے جماعت چھوڑ دین تو ہتھیار سے انکے ساتھ لڑنا واجب ہے کیونکہ یہ شعائر اسلام

وخصائصه التی لم تکن فی سائر الادیان وان ترکها بعضهم بغیر عذر یجب تعزیره ولا یقبل شهادته ویاثم
اور اسلام کی خصوصیات سے ہو جو تمام دینون مین نہ تھی اور اگر بعضے لوگ جماعت کو بلا عذر ترک کر دین تو انکو تنبیہ دینا واجب ہے اور اسکی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اسکے

الجیران بالسکوت عنه والمطر والطین والبرد الشدید والظلمة الشدیدة عذر وتکرار الفقه ومطالعة
ہمسائے اس سے خاموش رہنے یعنی منع نہ کرنے سے گنہگار ہونگے اور مینھ اور کیچڑ کی کثرت اور جاڑے کی شدت اور اندھیرے کی زیادتی عذر ہے اور فقہ کی بحث اور فقہ کی کتابون کا

کتبه لیس بعذر وقیل عذر اذا لم یکن عن تکاسل وقلة مبالاة بها ولم یواظب علی ترکها واختلف العلماء
مطالعہ عذر نہین اور کوئی کہتا ہو یہ بھی عذر ہے بشرطیکہ سستی کے مارے اور جماعت کی بے پروائی سے نہ ہو اور ترک جماعت کی عادت نہ کرے اور علما

فی اقامتها فی البیت والاصح انها کاقامتها فی المسجد الا فی الفضیلة ومن فاتته فی مسجد لا یجب علیه الطلب فی مسجد اخر

گھر کے اندر جماعت کرنے مین اختلاف کرتے ہین اصح مذہب یہ ہے کہ گھر کے اندر جماعت بھی مسجد مین قائم کرنے کے مثل ہے لیکن اتنی فضیلت نہین اور جسکو اُسکی مسجد مین نملی تو اور مسجد مین تلاش کرنا اُسپر واجب نہین

بل ان جاء الی مسجد اخر وصلی مع الجماعة فهو حسن وان صلی فی مسجده فهو حسن وان دخل منزله وصلی فیه باهله

بلکہ اگر اور کسی مسجد مین آیا اور جماعت سے نماز پڑھی تو یہی بہتر ہے اور اگر اپنی ہی مسجد مین پڑھ لی تو بھی بہتر ہے اور اگر اپنے گھر گیا اور اپنے اہل کے ساتھ

جماعة فهو حسن واولی الناس بالامامة اعلمهم باحکام الصلوة وان تساووا فاقرؤهم وان تساووا فی

جماعت سے پڑھے یہ بھی بہتر ہے اور امامت کے واسطے وہ شخص اولے ہے جو نماز کے احکام زیادہ جانتا ہو اور اگر علم مین سب برابر ہون تو اچھا قاری اور اگر علم اور

العلم والقراءة فاورعهم وان تساووا فی هذه الاوصاف الثلثة فاکبرهم سنا وان تساووا فی هذه الاربعة فاحسنهم

قرارت دونون مین برابر ہون تو بڑا پرہیزگار اور اگر ان تینون صفتون مین برابر ہون تو عمر مین بڑا اور اگر ان چارون مین برابر ہون تو سب سے زیادہ

خلقا وان تساووا فی هذه الخمسة فاحسنهم وجها وان تساووا فی هذه الستة فاشرفهم نسبا وان تساووا فی هذه

نیک سیرت اور اگر ان پانچون مین برابر ہون تو سب سے زیادہ خوش رو اور اگر ان چھون وصف مین برابر ہون تو نسب مین زیادہ شریف اور اگر ان ساتون مین

السبعة فانظفهم ثوبا وان تساووا فی هذه الصفات کلها یقرع او یکون الخیار الی الجماعة ویکره تقدیم الفاسق

برابر ہون تو جسکے کپڑے زیادہ ستھرے ہون اور اگر ان تمام اوصاف مین برابر ہون تو قرعہ ڈالا جائے یا جماعت والون کو اختیار ہے اور فاسق کو آگے کرنا مکروہ

کراهة تحریم لانه لا یهتم لامر دینه مع ان تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب اهانته شرعا وکذا یکره تقدیم

تحریمی ہے کیونکہ وہ خود اپنے ہی دینی کام کا اہتمام نہین کرتا اور اسمین یہ بھی بات ہے کہ امامت کے لیے اسکو آگے کرنے مین اُسکی تعظیم ہوتی ہے اور شرع مین اُسکی اہانت واجب ہے اور ایسے ہی بدعتی

المبتدع وهذا اذا لم یؤد بدعته الی حد الکفر واما اذا ادت الیه فلا کلام فی عدم جواز تقدیمه ومن دخل

آگے کرنا مکروہ ہے اور یہ جب ہے کہ اُسکی بدعت حد کفر تک نہ پہونچاتی ہو اور اگر کفر تک پہونچا دے تو پھر اُسکی امامت کو ناجائز ہونے مین کچھ کلام نہین اور جو شخص

المسجد ورأی ان الجماعة قد قامت فانه یقوم بالفصل الجانبین من الصف حتی یصیر الامام بحذاء وسط الصف

مسجد مین آیا اور دیکھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو یہ شخص صف کے اُس طرف کھڑا ہو جدھر آدمی کم ہون یہان تک کہ امام صف کے بیچ بیچ مین ہو جائے

فان استویا یقوم فی جانب الایمن والقیام فی الصف الاول افضل من الثانی وفی الثانی افضل من الثالث هکذا

پھر جب دونون جانب برابر ہو جائین تو دہنی طرف کھڑا ہو اور پہلی صف مین کھڑا ہونا دوسری سے افضل ہے اور دوسری مین تیسری سے افضل ہے اسی طرح

الی اخر الصفوف لما روی فی الاخبار ان الله تعالی اذا انزل الرحمة علی الجماعة ینزلها اولا علی الامام ثم تتجاوز عنه

آخر صفون تک اسواسطے کہ حدیثون مین روایت ہے کہ اللہ تعالے جب جماعت پر رحمت نازل کرتا ہے تو پہلے امام پر اُتارتا ہے پھر اس سے ہٹ کر

الی من یحاذیه فی الصف الاول ثم الی المیامن ثم الی المیاسر ثم الی الصف الثانی وروی انه علیه الصلوة والسلام قال

اُسپر آتی ہے جو اُسکے سیدھ پر پہلی صف مین ہو پھر اُسکے دہنی طرف پھر بائین طرف پھر دوسری صف [illegible] اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

یکتب للذی خلف الامام بحذائه مائة صلوة وللذی فی الجانب الایمن خمس وسبعون وللذی فی الجانب الایسر خمسون وللذی

اُسکے لیے جو امام کے مقابل پیچھے ہوتا ہے سو نمازین لکھی جاتی ہین اور اُسکے لیے جو داہنی طرف ہو پچھتر نمازین اور اُسکے لیے جو بائین طرف ہو پچاس نمازین اور اُسکے لیے

فی سائر الصفوف خمس وعشرون ومن دخل المسجد ورأی ان الصف الاول قد تکامل فانه لا یزاحم فیه لانه ایذاء والقیام

جو اور صفون مین ہو پچیس نمازین اور جو مسجد مین آئے اور دیکھے کہ پہلی صف پوری ہو چکی تو یہ شخص اُسمین نہ گھسے کیونکہ یہ ایذا دینا ہے اور دوسری

فی الصف الثانی خیر من الایذاء وان وجد فی الصف الاول فرجة دون الثانی یخرق الثانی اذ لا حرمة لهم لتقصیرهم وارتکابهم

صف مین کھڑا ہونا ایذا دینے سے بہتر ہے اور اگر پہلی صف مین جگہ باقی پائے اور دوسری مین نہین تو دوسری کو چیر کر چلا جائے اسواسطے کہ اب انکی کچھ عزت نہین کیونکہ انہون نے قصور کیا اور گناہ

الاثم حیث لم یسدوا الصف الاول فان السنة اتمام الصف الاول ثم الذی یلیه فما کان من نقص فلیکن فی الصف الاخیر

اختیار کیا کیونکہ اول صف کو پورا نہ کیا کیونکہ سنت یہ ہے کہ پہلی صف کو پورا کرلین پھر اُسکے پاس والی کو پس جو کچھ نقصان رہے تو سب سے پچھلی صف

لما روی انه علیه السلام قال اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیه فما کان من نقص فلیکن فی الصف المؤخر وروی

مین کیونکہ مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا پوری کرو اگلی صف کو پھر اسکو جو اُس سے متصل ہو پس جو کچھ نقصان ہے تو چاہیے پچھلی صف مین ہے اور حضرت

عن عائشة رضي الله عنها انه عليه الصلوة والسلام قال لا يزال قوم يتأخرون عن الصف الاول حتى يؤخرهم الله تعالى في النار
عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ہمیشہ لوگ پہلی صف سے پیچھے ہٹتے رہینگے یہانتک کہ اللہ انکو آگ مین پیچھے رکھیگا (یعنے دوزخ سے سب کے بعد نکالے گا)

يعني ان المتأخر عن الصف الاول تأخر عن الخير والثواب فمن تأخر عن الخير والثواب يتأخر عن رحمة الله تعالى وعن
یعنی صف اول سے پیچھے رہنا خیر اور ثواب سے پیچھے رہنا ہے پھر جو شخص خیر اور ثواب سے پیچھے رہا وہ رحمت الٰہی اور دخول جنت سے

دخول الجنة فيلزم دخوله في النار الا ان يغفر الله تعالى له والسنة ايضا تسوية الصفوف والتراص فيها والمقاربة
پیچھے رہیگا پس اسکا دوزخ مین جانا لازم آیا مگر یہ کہ اللہ اسکو بخشدے اور صفون کا سیدھا کرنا اور خوب ملکر پاس پاس کھڑا ہونا بھی سنت

بينها لما روي عن انس رضي الله عنه انه عليه الصلوة والسلام قال سووا صفوفكم فان تسوية الصفوف من تمام الصلوة وفي
ہے اسواسطے کہ انسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا سیدھا کرلو اپنی صفونکو کیونکہ صفون کا سیدھا کرنا تمامی نماز سے ہے اور

رواية من اقامة الصلوة وعن النعمان بن بشير رضي الله عنه انه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يسوي صفوفنا
ایک روایت مین ہے کہ نماز کی درستی مین سے ہے اور نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے کہتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفون کو سیدھا کیا کرتے تھے

حتى كانما يسوي بها القداح فرأى رجلا باديا صدره من الصف فقال عباد الله لتسون صفوفكم او ليخالفن الله بين وجوهكم
یہانتک کہ جیسے تیر سیدھا کیا جاتا ہے پھر ایک شخص کو صف سے باہر سینہ نکالے ہوے دیکھا تو فرمایا اے اللہ کے بندو اپنی صفین سیدھی کرو نہین تو اللہ تعالے تمہارے چہرے بگاڑ دیگا

قيل المراد بالوجوه القلوب بدليل قوله عليه السلام في حديث اخر لا تختلفوا فتختلف قلوبكم فان اختلاف القلوب
بعضے کہتے ہین چہرون سے مراد دل ہین ایک اور حدیث مین نبی علیہ السلام کے اس قول کی دلیل سے آگے پیچھے نہ ہونا کہ تمہارے دل مختلف ہو جائینگے کیونکہ دلون کا اختلاف

يفضي الى اختلاف الوجوه باعراض بعضهم عن بعض لان تقدم الخارج عن الصف تفوق على الداخل فيه وتأخر الخارج
سبب ہوجاتا ہے چہرے کے اختلاف کا اسطرح کہ ہر ایک دوسرے سے منہ پھیرتا ہے اسواسطے کہ صف سے باہر ہونیوالے کا آگے بڑھنا صف کے برابر والون سے اپنی فوقیت جتلانا ہے اور صف سے باہر پیچھے والے کا پیچھے ہٹنا

عنه ايذاء لمن خلفه وكلاهما سبب البغض والعداوة فكانه عليه الصلوة والسلام قال ان لم تتفقوا في الظاهر عند اقامة
اور انکو ایذا دینا ہے جو اسکے پیچھے ہین اور یہ دونون باتین بغض اور عداوت کی سبب ہین پس گویا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ ارشاد کیا اگر تم ظاہر مین نماز کے

الصلوة بالجماعة ولم تطيعوا امر الله تعالى ورسوله فيها يقع بينكم العداوة والبغضاء وروي عن انس رضي الله عنه انه عليه الصلوة
با جماعت قائم کرنے کے وقت اتفاق نکروگے اور اسمین اللہ اور رسول کے حکم کی اطاعت نکروگے تو تمہارے درمیان عداوت اور بغض واقع ہو جائیگا اور انسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ

والسلام قال رصوا صفوفكم وقاربوا بينها وحاذوا بالاعناق فوالذي نفسي بيده اني لارى الشيطان يدخل في خلل الصف
والسلام نے فرمایا اپنی صفون مین خوب ملکر کھڑے ہو اور گردنین برابر رکھا کرو قسم اسکی جسکے قبضے مین میری جان ہے بیشک مین شیطان کو دیکھتا ہون کہ وہ صف کی خالی جگہ مین گھس جاتا ہے

كانها الحذف والحذف بفتحتي الحاء المهملة والذال المعجمة غنم سود صغار من غنم الحجاز فكان الشيطان يتصور ليدخل في
گویا سیاہ بکری کا بچہ ہے اور حذف حاء مہملہ اور ذال معجمہ کے زبر سے سیاہ بکریان حجاز کی چھوٹی چھوٹی بکریون مین سے گویا شیطان یہ تاکتا رہتا ہے کہ صف کی خالی جگہ مین

خلل الصف فيشوش على المصلين ويقطع عليهم صلاتهم ومن اتى الجماعة يكره له القيام خلف الصف وحده حتى وجد
گھس جائے اور نمازیون کے دل پریشان اور انکی نماز خراب کردے اور جو شخص جماعت مین آئے تو اسکو صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہونا مکروہ ہے جب تک کہ صف

في الصف فرجة وان لم يوجد في الصف فرجة ينتظر الى الركوع فان جاء واحد يقوم احدهما في جنب الاخر بحذاء
مین کوئی خالی جگہ ملے اور اگر صف مین خالی جگہ نہ ملے تو رکوع تک منتظر کھڑا رہے اگر کوئی اور آجائے تو ایک دوسرے کے اغل بغل امام کی سیدھ پر کھڑے

الامام ولا يجذب واحدا من الصف الى نفسه فيقف في جنبه لكن الاولى في زماننا القيام وحده بحذاء الامام لغلبة الجهل على
ہوجائین اور صف مین سے ایک کو اپنی طرف کھینچ لے اور اسکے برابر کھڑا ہوجائے پر اس زمانے مین تنہا امام کی سیدھ پر کھڑا ہونا اولی ہے کیونکہ لوگون پر جہالت کا

الناس فلو جذب واحدا يفسد الصلوة ومن يصلي مع واحد يقيمه عن يمينه ولا يجوز للمقتدي ان يتقدم على امامه
غلبہ ہے پس اگر کسی کو پیچھے کھینچے گا تو وہ نماز توڑ دیگا اور جو شخص ایک شخص کے ہمراہ نماز پڑھے تو اسکو اپنی داہنی طرف کھڑا کرلے اور مقتدی کو جائز نہین کہ امام سے آگے بڑھکر کھڑا ہو

والمعتبر موضع القدم حتى لو كان المقتدي اطول من امامه بحيث يقع سجوده قدام الامام لكن قدمه غير متقدمة
اور اسمین اعتبار قدم کی جگہ کا ہے یہانتک کہ اگر مقتدی امام سے لنبا ہو اتنا کہ اسکا سجدہ امام سے آگے واقع ہوتا ہے لیکن اسکا قدم امام کے قدم سے آگے

على قدم الامام يجوز والمعتبر في القدم العقب حتى لو كان عقب المقتدي غير متقدم على عقب الامام لكن قدمه اطول
بڑھا ہوا نہیں تو جائز ہے اور قدم میں ایڑی کا اعتبار ہے یہاں تک کہ اگر مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے بڑھی ہوئی نہیں لیکن اسکا قدم امام کے

من قدم الامام بحيث يقع اصابعه قدام اصابع الامام يجوز وعن محمد يجعل المقتدي الواحد اصابعه عند عقب الامام
قدم سے بڑا ہے اتنا کہ اسکی انگلیاں امام کی انگلیوں سے آگے ہیں تو جائز ہے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اکیلا مقتدی اپنی انگلیاں امام کی ایڑی کے پاس رکھے

ومن يصلي مع الاثنين يتقدم عليهما وعن ابي يوسفؒ انه يتوسطهما فلو اقام الواحد خلفه او عن يساره يكره ولو توسط
اور جو شخص دو کے ہمراہ نماز پڑھے تو اُنسے آگے بڑھکر کھڑا ہو اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دونوں کے بیچ میں کھڑا ہو پس اگر ایک مقتدی کو پیچھے کھڑا کیا یا اپنی بائیں طرف تو مکروہ ہے اور امام دو کے بیچ میں

الاثنين لا يكره ولو توسط الاكثر يكره ومن دخل المسجد ووجد الامام في الجهر بالقراءة يقتدي به ولا ياتي
کھڑا ہو تو مکروہ نہیں ہے اور اگر دو سے زیادہ کے بیچ میں کھڑا ہو تو مکروہ ہے اور جو شخص مسجد میں آیا اور امام کو جہری قرارت میں پایا تو اسکی اقتدا کرلے اور سبحانک اللھم

بالثناء بل يسمع وينصت وان وجده في الركوع يكبر للافتتاح قائما ثم يركع لكن ان وقع ركوعه مع رفع الامام راسه
نہ پڑھے بلکہ سُنے اور چپ رہے اور اگر امام کو رکوع میں پائے تو تکبیر تحریمہ کھڑے کھڑے کہے پھر رکوع میں چلا جائے لیکن اسکا رکوع اگر امام کے سر اٹھانے کے ہمراہ ہوگا

لا يكون مدركا لتلك الركعة بل يكون مسبوقا بها لان ادراك الركعة انما يتحقق اذا وجد المشاركة مع الامام في
تو اسکو وہ رکعت نہیں ملی بلکہ اس رکعت میں مسبوق ہوگا اسواسطے کہ رکعت کا پانا جب ہی ہوتا ہے کہ امام کے ساتھ شرکت ہوجائے سارے

الركوع كله او في مقدار تسبيحة ولو توجه وان كبر حال كونه الى الركوع اقرب لا يصير شارعا في الصلوة لان الشرط وقوع
رکوع میں یا ایک مرتبہ سبحان ربی العظیم کہنے کے برابر اور وہ نہیں ہوئی اور اگر رکوع سے قریب ہونے کی حالت میں تکبیر کہی تو اس نماز میں داخل نہ ہوگا اسواسطے کہ تکبیر تحریمہ

تكبيرة الافتتاح في محض القيام ولم يوجد ومن اتى المسجد ووجد الامام في السجدة او القعدة يلزم ان يكبر للافتتاح
خالص قیام میں ہونا شرط ہے اور وہ نہیں ہوا اور جو شخص مسجد میں آیا اور امام کو سجدے میں پایا یا قعدہ میں تو لازم ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے کھڑے

قائما ثم يبادر الى متابعة الامام في السجدة او القعدة وان لم يكن تلك السجدة وتلك القعدة محسوبة من صلاته
کہے پھر جلدی سے متابعت امام کے لیے سجدے میں یا قعدے میں چلا جائے اگرچہ وہ سجدہ اور وہ قعدہ اسکی نماز میں مجرا نہ ہوگا

لكن يلزمه ان يكبر للافتتاح قائما ثم يبادر الى متابعة الامام في السجدة والقعدة وكثير من الناس لا يفعلون ذلك
لیکن اسکو لازم ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے کھڑے کہکر جلدی سے امام کی موافقت کے لیے سجدے میں اور قعدے میں چلا جائے اور بہتیرے لوگ ایسا نہیں کرتے

بل يجيء احدهم المسجد فيجد الامام في السجدة او في القعدة فيقف منتظرا اياه حتى يفرغ من السجدة او القعدة ويعود الى
بلکہ بعضا مسجد میں آتا ہے اور امام کو سجدے یا قعدے میں پاتا ہے تو منتظر کھڑا رہتا ہے یہاں تک کہ سجدے یا قعدے سے فارغ ہوکر قیام کی طرف

القيام ثم يقتدي به فمن يفعل كذلك فانه يضيع على نفسه اجرا كبيرا وثوابا كثيرا فاللازم لمن يكبر للافتتاح قائما
لوٹتا ہے تب اسکی اقتدا کرتا ہے پس جو شخص ایسا کرتا ہے تو اپنا بڑا ہی ثواب اور اجر عظیم کھوتا ہے لہذا اسکو لازم ہے کہ کھڑے کھڑے تکبیر تحریمہ کہکر

ثم يسارع الى متابعة الامام في اي حال كان لما روي عن ابي هريرةؓ انه عليه السلام قال اذا جئتم الى الصلوة ونحن
امام کی متابعت میں جلدی کرے جس حال میں ہو اسواسطے کہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم نماز کو آؤ اور ہم

سجود فاسجدوا ولا تعدوها شيئا وروي عن ابن مسعودؓ انه قال في المسبوق المذكور لعله لا يرفع راسه حتى يغفر
سجدے میں ہوں تو تم بھی سجدہ کرو اور اسکو مجرا نہ سمجھو اور ابن مسعود سے روایت ہے کہ وہ ایسے مسبوق کے حق میں کہتے تھے شاید سر اٹھانے پائے یہاں تک کہ اللہ

له ويكره للمقتدي ان يسابق الى الركوع والسجود قبل الامام وان يرفع راسه من الركوع والسجود قبل الامام لما روي
اسکو بخشدے اور مقتدی کو مکروہ ہے کہ امام سے پہلے رکوع اور سجدہ میں جلدی کرے اور امام سے پہلے رکوع اور سجدے سے سر اٹھائے اسلیے کہ

عن ابي هريرةؓ انه عليه الصلوة والسلام قال انما جعل الامام ليؤتم به فلا تختلفوا عليه فاذا ركع فاركعوا واذا قال سمع الله
ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا امام اسی واسطے مقرر ہوا ہے کہ اسکی پیروی کریں پس اسکے خلاف نہ کرو لہذا جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ

لمن حمده فقولوا ربنا لك الحمد واذا سجد فاسجدوا وفي حديث اخر انه عليه الصلوة والسلام قال اما يخشى احدكم اذا رفع راسه
لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تم میں کوئی نہیں ڈرتا کہ امام سے پہلے

من الركوع والسجود قبل الامام ان يجعل الله راسه راس حمار او يجعل صورته صورة حمار وفي هذين الحديثين وعيد شديد
رکوع اور سجدے سے اپنا سر اٹھائے اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ اسکا سر گدھے کا بنادے اور اسکی صورت گدھے کی سی کر دے اور ان دونوں حدیثوں میں بڑی سخت وعید ہے

على ما ذكره الكرماني لان المسخ عقوبة لا تشبه سائر العقوبات فلذلك ضرب بها المثل ليتقي هذا الصنع ويحذر
جیسا کہ کرمانی نے ذکر کیا ہے اسلیے کہ صورت کا بدل دینا عذاب اور عقوبتوں کی طرح نہیں اسی لیے اسکو ضرب المثل کیا تاکہ اس کام سے بچیں اور باز رہیں

ومن دخل المسجد ووجد القوم قد شرعوا في الصلوٰة يكره له ان يدخل في خلال الصف ويصلي السنة مخالطا للصف فيخالفهم
اور جو شخص مسجد میں آیا اور لوگوں کو پایا کہ نماز شروع کر چکے ہیں تو اس کو مکروہ ہے کہ صف کے اندر گھس کر صف میں ملے ہوئے سنتیں پڑھنے لگے اور

في القيام والقعود والركوع والسجود بل السنة ان يصلي السنة في بيته وهو افضل او في خارج المسجد وخلف سطوانة
قیام اور قعود اور رکوع اور سجود میں انکی مخالفت کرے بلکہ سنت یہ ہے کہ سنتیں اپنے گھر میں پڑھے تو یہ سب سے بہتر ہے یا مسجد سے باہر پڑھے یا ستون کی آڑ میں

او ما اشبه ذلك في كونها حائلا لان الاتيان بها خلف الصف من غير حائل مكروه وفي خلال الصف اشد كراهة ويكره
یا جو ستون کے مشابہ ہو اوٹ ہونے میں اسلیے کہ صف کے پیچھے سنتوں کا بلا حائل ہونے کسی چیز کے پڑھنا مکروہ ہے اور صف کے اندر ملکر تو بہت سخت کراہت ہے اور

للامام ان يثقل على القوم بالطويل الزائد عن حد اقل السنة في القراءة والاذكار على وجه يحصل الملل للقوم لان ذلك
امام کو مکروہ ہے کہ قوم پر قرات اور اذکار میں مسنون کی ادنے مقدار سے زیادہ بڑھاکر بوجھ ڈالے اسطرح کہ لوگ اکتا جائیں اسواسطے کہ یہ

سبب للتنفير عن الجماعة والتنفير عن الجماعة يؤدي الى حرمان الثواب الزائد على صلوٰة الفرد بسبع وعشرين
جماعت سے نفرت ہو جانے کا سبب ہے، اور جماعت سے نفرت ہو جانا اس ثواب سے محرومی کا باعث ہے جو اکیلے کی نماز پر ستائیس درجہ زیادہ ہوتا ہے

درجة ويكون مكروها لكن لا ينبغي ان ينقص عن قدر اقل السنة في القراءة والتسبيحات لانهم غير معذورين فيه وسنة القراءة
اور مکروہ ہوگا لیکن قرات اور تسبیحات کو مسنون کی ادنے مقدار سے گھٹانا نہیں چاہیے یا الٰہی شاید اسواسطے کہ وہ اس میں معذور نہیں اور فجر کی نماز میں

في صلوٰة الفجر في الركعتين ادناها بعد الفاتحة اربعون اية واوسطها ستون اية واعلاها مائة اية لما روي انه عليه السلام
دونوں رکعتوں کے اندر قرات مسنون کا ادنی درجہ سورۂ فاتحہ کے بعد چالیس آیتیں ہیں اور اوسط درجہ ساٹھ آیتیں اور اعلے درجہ سو آیتیں ہیں اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام

كان يقرأ في صلوٰة الصبح بعد الفاتحة مقدار اربعين اية او ستين اية او مائة اية واحيانا كان يقرأ سورة ق واحيانا
صبح کی نماز میں بعد سورۂ فاتحہ کے تخمیناً چالیس آیتیں یا ساٹھ آیتیں یا سو آیتیں پڑھا کرتے تھے اور بعضی دفعہ سورۂ ق پڑھتے تھے اور کبھی

كان يقرأ سورة الروم وقد ثبت على ما ذكر في سفر السعادة ان ابن عمر رضي الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يامرنا بالتخفيف
سورۂ روم پڑھتے تھے اور ثابت ہو چکا ہے جیسا کہ سفر السعادۃ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو تخفیف کا حکم دیا کرتے تھے

ويؤمنا بالصّٰفّٰت فيعلم من هذا ان قراءة والصّٰفّٰت من باب التخفيف الذي امر به النبي صلى الله عليه وسلم وادنى ما يحصل
اور آپ امامت میں والصّٰفّٰت پڑھتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ والصّٰفّٰت کا پڑھنا تخفیف میں داخل ہے جسکا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حکم کرتے تھے اور

به السنة في تسبيحات الركوع والسجود ثلث لما روي انه عليه الصلوٰة والسلام قال اذا ركع احدكم فليقل ثلث مرات
رکوع اور سجود کی تسبیحات میں ادنے درجہ جس سے سنت ادا ہوتی ہے تین بار ہے اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب کوئی تم میں کا رکوع کرے تو تین بار

سبحان ربي العظيم وذلك ادناه واذا سجد فليقل سبحان ربي الاعلى ثلث مرات وذلك ادناه والمراد ادنى ما يحصل به
سبحان ربی العظیم کہے اور یہ ادنے درجہ ہے اور جب سجدہ کرے تو تین بار سبحان ربی الاعلے کہے اور یہ ادنے مقدار ہے اور مراد وہ ادنے درجہ ہے جس سے

السنة ولذلك يكره النقص عن الثلث وان زاد على الثلث فهو افضل لان الثلث اذا كان الادنى فلا شك ان الزيادة
سنت ادا ہوتی ہے اور اسی لیے تین بار سے کم کرنا مکروہ ہے اور اگر تین بار سے زیادہ کہے تو افضل ہے اسلیے کہ تین مرتبہ جبکہ ادنے درجہ ہے تو بیشک ادنے مرتبہ سے

على الادنى تكون افضل لكن الامام لا يزيد على الثلث الا برضى الجماعة فاذا زاد برضاهم فالسنة ان يختم على وتر
زیادہ کہنا افضل ہوگا لیکن امام تین بار سے زیادہ بدون جماعت کی خوشی کے نہ بڑھائے پس جبکہ انکی مرضی سے زیادہ پڑھے تو پھر سنت یہ ہے کہ طاق پر ختم کرے

وهو اما خمس او سبع لان الثلث لما كان الادنى وكان المستحب الايتار ناسب ان يكون الاوسط خمسا والاكمل سبعا ويكره
اور وہ یا تو پانچ ہے یا سات اسلیے کہ تین مرتبہ جب ادنے درجہ ہے اور طاق عدد مستحب ہے تو مناسب ہوا کہ بیچ کا درجہ پانچ ہو اور کامل سات اور امام کو

للامام ان يعجلهم عن كمال قدر السنة في تسبيحات الركوع والسجود وقراءة التشهد لكن لو رفع الامام راسه من الركوع والسجود
مکروہ ہے کہ جلدی کر کر قوم کو اُنکے مرتبہ سنت کا رکوع اور سجود کی تسبیحات مین اور تشہد کے پڑھنے مین پورا کرنے دے لیکن اگر امام اپنا سر رکوع اور سجود مین سے اُٹھا لے

قبل ان يسبح المقتدي ثلثا فانه يتابع واما لو قام الامام من القعدة الاولى الى الركعة الثالثة قبل ان يتم المقتدي التشهد فانه
قبل اسکے کہ مقتدی تین بار تسبیح کہے تو مقتدی متابعت ہی کرے ہان اگر امام قعدۂ اولیٰ سے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اُس سے پہلے کہ مقتدی تشہد پورا کرے پس تو مقتدی

يتمه ثم يقوم وان قام قبل ان يتمه يجوز وكذا لو سلم الامام في القعدة الاخيرة قبل ان يتم المقتدي التشهد فانه يتمه ثم يسلم
تشہد پورا کرلے پھر کھڑا ہو اور اگر پورا کرنے سے پہلے کھڑا ہو جاوے تو بھی جائز ہے اور اسیطرح اگر قعدۂ اخیرہ مین امام سلام پھیر دے اس سے پہلے کہ مقتدی تشہد پورا کرے تو مقتدی تشہد پورا کرے تب سلام پھیرے

وان سلم قبل ان يتمه يجوز ولو سلم الامام قبل ان ياتي المقتدي بالصلوة والدعاء يتابعه لانها سنة بخلاف التشهد فانه واجب
اور اگر تشہد پورا کرنے سے پہلے سلام پھیر دے تو بھی جائز ہے اور اگر امام نے سلام پھیر دیا اس سے پہلے کہ مقتدی درود اور دعا پڑھے تو امام کی متابعت ہی کرے اسواسطے کہ یہ سنت ہے بخلاف تشہد کے کہ وہ واجب ہے

المجلس الخامس والخمسون في بيان صلوة الجنازة وكيفيتها
مجلس پنجاہ و پنجم نماز جنازہ اور اُسکی کیفیت کے بیان مین

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء هذا الحديث من حسان المصابيح رواه
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مُردے پر نماز پڑھو تو اُسکے لیے خالص دعا کرو یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین سے ہے

ابو هريرة وقد ذكر فيه الصلوة على الميت مع اخلاص الدعاء له فيها فلا بد من معرفتها وهي فرض كفاية لقوله تعالى
ابو ہریرہؓ کی روایت سے اور اسمین مرد ے پر نماز کا اور نماز مین مردے کے واسطے خالص دعا کرنے کا ذکر ہے لہذا اسکا جاننا ضرور ہے اور وہ فرض کفایہ ہے بسبب قول اللہ تعالے کے

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ فانه تعالى امر بها في هذه الاية فتكون فرضا وانما كانت فرضيتها على الكفاية
اور نماز پڑھ اُنپر بیشک تیری نماز اُنکے لیے تسکین ہے کیونکہ اللہ تعالے نے اس نماز کا اس آیت مین امر فرمایا ہے تو فرض ہو گئی اور اُسکی فرضیت علی الکفایہ ہے

لان في ايجابها على الجميع استحالة او حرجا فاكتفي بالبعض ولو كان واحدا لكن الافضل ان تكون بالجماعة ويقصد
اسلیے کہ تمام خلق پر واجب کرنا تو محال اور حرج ہے لہذا بعض پر اکتفا کیا گیا اگرچہ ایک ہی شخص ہو لیکن افضل یہ ہے کہ جماعت سے ہو اور لوگون کی کثرت

كثرتهم لما روي عن ابن عباس انه عليه الصلوة والسلام قال ما من رجل يموت فيقوم على جنازته اربعون رجلا
مطلوب اسواسطے کہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہین کوئی جو مرجائے پھر اُس کے جنازہ پر چالیس مرد مومن

لا يشركون بالله شيئا الا شفعهم الله فيه وفي حديث اخر روته ام المؤمنين عائشة انه عليه الصلوة والسلام قال ما من
جو اللہ کیساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہون کھڑے ہون مگر اللہ اُنکی شفاعت اُسکے حق مین مان ہی لیتا ہے اور ایک اور حدیث مین ام المومنین عائشہؓ نے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا نہین کوئی

ميت يصلي عليه امة من المسلمين يبلغون مائة كلهم يشفعون له الا شفعهم الله فيه وسبب وجوبها الميت
مردہ کہ اُسپر ایک جماعت مسلمانون کی جو سو تک پہونچ جاوے نماز پڑھے وہ سب اُسکی شفاعت کرین مگر اُنکی شفاعت اسکے حق مین اللہ قبول ہی کرلیتا ہے اور اسکے وجوب کا سبب میت کی ہے

لاضافتها اليه اذ يقال صلوة الجنازة وشرط صحتها شرائط الصلوة واسلام الميت وطهارته وكونه امام
میت کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے کیونکہ صلوۃ الجنازہ کہتے ہین اور اسکے صحیح ہونے کے لیے نماز ہی کی شرطین ہین اور مردے کا مسلمان اور پاک ہونا اور نمازیون کے سامنے

المصلي وركنها القيام عند عدم العذر واربع تكبيرات والدعاء الا ان الامام ينوب عن المسبوق فانه اذا
ہونا اور اُس نماز کا رکن قیام ہے عذر نہ ہوتے وقت اور چار تکبیرین اور دعا مگر اتنا فرق ہے کہ مسبوق کی طرف سے امام کافی ہو جاتا ہے پس جب یہ

خشي ان ترفع الجنازة يترك الدعاء ويكتفي بالتكبيرات فلو ترك واحدة من هذه التكبيرات لا يجوز صلاته
خوف ہو کہ جنازہ اُٹھا لینگے تو مسبوق دعا ترک کرے اور تکبیرات ہی پر اکتفا کرے اور اگر تکبیرات مین سے ایک کو بھی ترک کردیگا تو اسکی نماز جائز نہ ہو گی

لكون كل تكبيرة منها قائمة مقام ركعة ولهذا قيل اربع كاربع الظهر ومحل الدعاء ينبغي ان يكون بعد ثلث
اسواسطے کہ ہر ایک تکبیر قائم مقام ایک ایک رکعت کے ہے اور اسی لیے کہتے ہین یہ چارون ظہر کی چار کی طرح سے ہین اور دعا کا محل مناسب ہے کہ تین تکبیرون کے

تكبيرات لكون البداية بالثناء على الله تعالى ثم بالصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم سنة الدعاء وارجى
بعد ہو اسواسطے کہ ابتدا اللہ تعالے کی ثنا سے ہوتی ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود دعا کا طریقہ ہے اور قبولیت کی اُمید

للقبول فيلزم ان يكون بعد التكبيرة الاولى الثناء على الله تعالى كما في سائر الصلوات وبعد التكبيرة الثانية الصلوٰة
زیادہ ہوتی ہے لہذا لازم ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد اللہ کی ثنا ہو جیسیکہ اور نمازون مین ہوتی ہے اور دوسری تکبیر کے بعد

على النبي صلى الله عليه وسلم كما في ما بعد التشهد وبعد التكبيرة الثالثة الدعاء لنفسه وللميت ولسائر المومنين
نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہو جیسے کہ تشہد کے بعد اور تیسری تکبیر کے بعد اپنے لیے اور مردے کے لیے اور تمام مومنین کے واسطے دعا ہو

وبعد التكبيرة الرابعة التسليم وليس بعدها دعاء سوى السلام لانه اوان التحلل وذلك بالسلام لا غير وينوي به
اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام اور اسکے بعد سوا سلام کے کوئی دعا نہین ہے اسلیے کہ یہ وقت نماز سے فارغ ہونے کا ہے اور یہ فراغت سلام ہی سے ہو نہ کہ دوسری چیز سے اور سلام مین مردے کی

الميت مع القوم وصفة الدعاء ان يقول اللهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا وذكرنا
نیت کرے مع اور لوگون کے اور دعا کی کیفیت یہ ہے کہ کہے یا اللہ بخشدے ہمارے زندہ کو اور مرے ہوؤن کو اور ہمارے حاضر کو اور غائب کو اور چھوٹے کو اور بڑے کو اور مرد کو

وانثانا اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام ومن توفيته منا فتوفه على الايمان وخص هذا الميت
اور عورت کو الٰہی ہم مین سے جسکو تو زندہ رکھے تو اسکو اسلام پر زندہ رکھ اور ہم مین سے جسکو تو موت دے تو اسکو ایمان پر موت دے اور اس مردے کو

بالروح والراحة والرضوان اللهم ان كان محسنا فزد في احسانه وان كان مسيئا فتجاوز عنه ولقه الامن
آرام اور راحت اور رضامندی کے ساتھ مخصوص کر الٰہی اگر نیکوکار ہو تو اسکی بھلائی زیادہ کر دے اور اگر گنہگار ہو تو اس سے درگذر فرما اور اسکو امن

والبشرى والكرامة والزلفى برحمتك يا ارحم الراحمين ويجوز غيره من الادعية اذ ليس له دعاء معين فان
اور بشارت اور بزرگی اور قرب اپنی رحمت سے عنایت کر اے سب سے زیادہ مہربان اور اسکے سوا اور دعائین بھی جائز ہین اسلیے کہ اسکی کوئی دعا معین نہین ہے اور اگر

كان الميت صبيا او مجنونا لا يستغفر لهما اذ لا ذنب لهما بل يقول بعد قوله ومن توفيته منا فتوفه على الايمان
وہ بچہ ہو یا دیوانہ ہو تو انکے لیے آمرزش کی دعا نہین چاہیے کیونکہ انکا کوئی گناہ نہین ہے بلکہ من توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان کے بعد یہ دعا پڑھے

اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ
الٰہی اسکو ہمارے لیے پیش منزل بنا دے الٰہی ہمارے لیے محنت کا پھل و سامان بنا دے الٰہی اسکو ہمارے لیے سفارشی اور سفارش قبول کیا ہوا بنا دے اپنی رحمت سے اے سب سے زیادہ مہربان

ومن جاء بعد ما كبر الامام للافتتاح لا يكبر بل يمكث حتى يكبر الامام الثانية فيكبر معه ويكون هذا التكبير
اور جو شخص امام کے تکبیر تحریمہ کہہ چکنے کے بعد آئے تو یہ ابھی تکبیر نہ کہے بلکہ ٹھہرا رہے یہان تک کہ امام دوسری تکبیر کہے تو اسکے ساتھ تکبیر کہے اور یہ تکبیر اسکے

في حقه تكبيرة الافتتاح فيصير مسبوقا بتكبيرة فاذا سلم الامام يقضيها قبل ان ترفع الجنازة وان جاء
حق مین تکبیر تحریمہ ہو جائے گی لہذا یہ شخص اس تکبیر مین مسبوق ہوگا پس جب امام سلام پھیرے تو اسکو قضا کر لے قبل اسکے کہ جنازہ اٹھایا جائے اور اگر امام کے

بعد ما كبر الامام تكبيرتين لا يكبر حتى يكبر الامام الثالثة فيكبر معه فيصير مسبوقا بتكبيرتين فاذا سلم الامام
دو تکبیر کہہ چکنے کے بعد آیا تو بھی تکبیر نہ کہے یہان تک کہ امام تیسری تکبیر کہے تو اسکے ساتھ تکبیر کہے لہذا یہ دو تکبیرون کا مسبوق ہوگا پس جب امام سلام پھیرے

يقضيهما قبل ان ترفع الجنازة وان جاء بعد ما كبر الامام ثلثا لا يكبر حتى يكبر الامام الرابعة فيكبر معه فيصير
تو دونون کو قضا کر لے قبل اسکے کہ جنازہ اٹھایا جائے اور اگر امام کے تین تکبیر کہہ چکنے کے بعد آیا تو بھی تکبیر نہ کہے یہان تک کہ امام چوتھی تکبیر کہے تو اسکے ساتھ تکبیر کہے سو یہ

مسبوقا بثلث تكبيرات فاذا سلم الامام يقضيهن متوالية بلا دعاء قبل ان ترفع الجنازة اذ لو رفعت قبل اتمامهن
تین تکبیرون کا مسبوق ہوگا پھر جب امام سلام پھیرے تو تکبیرین پے در پے بغیر دعا کے قضا کر لے قبل اسکے کہ جنازہ اٹھایا جاوے اسلیے کہ اگر تکبیرین پوری ہونے سے پہلے اٹھا لیا جاوےگا

تبطل صلاته وان جاء بعد ما كبر الامام الرابعة فقد فاته صلوٰة الجنازة بخلاف من كان حاضرا قائما
تو اسکی نماز باطل ہو جائیگی اور اگر امام کے چوتھی تکبیر کہہ چکنے کے بعد آیا تو اسکی نماز جنازہ فوت ہوئی برخلاف اسکے جو حاضر ہو صف مین کھڑا ہو

بالصف ولم يكبر مع الامام لغفلته او لكونه مشغولا بالنية فانه يكبر ولا ينتظر تكبير الامام لانه
لیکن امام کے ساتھ بسبب غفلت کے یا نیت مین مشغولی کی وجہ سے تکبیر نہ کہنے پائے تو یہ تکبیر کہے اور امام کے تکبیر کہنے کا منتظر نہ رہے کیونکہ یہ شخص

بمنزلة المدرك لتلك التكبيرة اذ لا يمكنه ان يكبر معه الا بحرج وان لم يكبر الاولى حتى يكبر الامام الثانية
اس تکبیر کے مدرک کے مثل ہے اسواسطے کہ امام کے ساتھ ہی تکبیر نہین کہہ سکتا مگر مشکل سے اور اگر پہلی تکبیر نہ کہی یہان تک کہ امام نے دوسری تکبیر کہدی

يكبر مع الامام ولا يكبر للاولى حتى يسلم الامام لانه لو كبر للاولى يكون قضاء والمسبوق لا يشتغل بقضاء ما قد سبق
تو اب امام کے ساتھ تکبیر کہے اور تکبیر اولے نہ کہے یہانتک کہ امام سلام پھیرے اسلیے کہ اگر اب پہلی تکبیر کہیگا تو قضا ہوگی اور مسبوق کو گذشتہ فوت شدہ کی قضا مین

قبل فراغ الامام وان لم يكبر حتى يكبر الامام اربعا يكبر هو للافتتاح قبل ان يسلم الامام واذا سلم الامام يكبر ثلاثا
امام کے فارغ ہونے سے پیشتر مشغول ہونا چاہیے اور اگر تکبیر اولی نہ کہی یہانتک کہ امام نے چاروں تکبیرین کہلین تو ایسا شخص امام کے سلام سے پہلی تکبیر افتتاح کہے اور جب امام سلام پھیرے تو تینون تکبیرین

متتابعا بلا دعاء قبل ان ترفع الجنازة وان كبر مع الامام التكبيرة الاولى ولم يكبر الثانية والثالثة يكبرهما ثم يكبر
لگاتار بدون دعا کے کہ قبل اسکے کہ جنازہ اٹھایا جائے اور اگر امام کے ساتھ تکبیر اولی تو کہی اور دوسری اور تیسری تکبیر نہ کہی تو پہلے دونون تکبیرین کہے پھر امام کے ساتھ

مع الامام الرابعة وقال ابو يوسف من جاء بعد ما كبر الامام تكبيرة الافتتاح يكبر كما جاء ولا ينتظر التكبيرة الثانية
چوتھی تکبیر کہے اور امام ابو یوسف کہتے ہین کہ جو شخص امام کی تکبیر اولی کہنے کے بعد آیا تو آتے ہی تکبیر کہکر شامل ہو جائے اور دوسری تکبیر کا منتظر نہ رہے

قال ابراهيم الحلبي في شرح المنية وبقوله ناخذ وان جاء بعد ما كبر الامام الرابعة يكبر للافتتاح قبل ان يسلم
ابراہیم حلبی غنیہ کی شرح مین کہتے ہین کہ ہم انہی کا قول لیتے ہین اور اگر امام کے چوتھی تکبیر کہہ چکنے کے بعد آیا تو امام کے سلام پھیرنے سے پہلی تکبیر افتتاح کہے

الامام واذا سلم يقضي ثلث تكبيرات عنده قال ابراهيم الحلبي وعليه الفتوى ومن دفن قبل ان يصلى عليه يصلى
اور جب امام سلام پھیرے تو تینون تکبیرین قضا کرے امام ابو یوسف کے نزدیک ابراھیم حلبی کہتے ہین اور اسی پر فتوی ہے اور جو دفن کر دیا گیا قبل اسکے کہ اُسپر نماز پڑھی جائے

على قبره ما لم يتفسخ اقامة للواجب بقدر الامكان والمعتبر في معرفة عدم تفسخه اكبر الرأي على الصحيح لان
تو اُسکی قبر پر نماز پڑھی جائے جبتک بدن نہ پھٹے واجب کو بقدر امکان ادا کرنیکے لیے اور بدن کے نہ سڑنے کے باب مین صحیح مذہب پر غالب رائے معتبر ہے اسلیے کہ یہ حالت

يختلف باختلاف الازمان من الحر والبرد وباختلاف حال الميت من السمن والهزال واولى الناس بالامامة
زمانے کی گرمی اور سردی کے اعتبار سے اور مردے کے موٹاپے اور دُبلے پن کو اختلاف حال سے مختلف ہوا کرتی ہے اور نماز جنازہ کی امامت کے لیے سب سے اولے

في الصلوة عليه السلطان ان حضر ثم القاضي ثم امام الحي ثم الولي على ترتيب العصبات في الارث فان سبب العصوبة
سلطان ہے اگر بروقت موجود ہو پھر قاضی پھر محلے کا امام پھر ولی عصبات وراثت کی ترتیب کے اعتبار سے پس سبب عصوبت کا ارث مین

فيه اولا البنوة ثم الابوة ثم الاخوة ثم العمومة واذا انتهى الحق اليه يجوز له ان ياذن لغيره ان يصلي عليه وليس
اول بنوت ہے پھر ابوت پھر اخوت پھر عمومت اور جب امامت کسی کا حق ٹھیر چکے تو اُسکو اختیار ہے کہ اور کسیکو اجازت دیدے کہ وہ نماز پڑھے

لغيره ان يصلي بغير اذنه وان صلى غيره بغير اذنه فله ان يعيد ان شاء وبعد ما صلى عليه هو او من كان مقدما عليه من
اور کسی دوسرے کو یہ جائز نہین کہ اُسکی بے اجازت نماز پڑھائے اور اگر غیر شخص نے بے اجازت نماز پڑھا دی تو ولی کو اختیار ہے اگر چاہے تو پھر آپ پڑھے اور جب ولی یا ولی سے جو مقدم ہے یعنی

السلطان وغيره لا يصلي عليه غيره اذ بصلوة من هو اولى يتادى حق الميت ويسقط فرض صلوة الجنازة فلو صلى عليه
سلطان وغیرہ نماز پڑھ چکے تو اب اور کوئی نماز نہ پڑھے اسواسطے کہ اُنکے نماز پڑھنے سے جو کہ اولے ہے میت کا حق ادا ہو چکا اور نماز جنازہ کا فرض ساقط ہو چکا تو اب کوئی دوسرا نماز پڑھے گا

غيره بعده يكون نفلا والتنفل بها غير مشروع ولهذا من صلى عليه مرة قبل اذن الولي لا يصلي عليه مرة اخرى مع الولي
تو نفل ہو گی اور جنازہ کی نفل مشروع نہین اور اسی لیے جو شخص ایکبار ولی کی بلا اجازت نماز جنازہ پڑھ چکا ہو تو پھر دوسری دفعہ ولی کے ساتھ نہ پڑھے

ولو اوصى بان يصلي عليه فلان فالوصية باطلة وليس له ان يصلي عليه الا برضى وليه وان لم يكن له ولي فالجيران اولى
اور اگر وصیت کی ہو کہ میری نماز فلان شخص پڑھائے تو یہ وصیت باطل ہے اس فلان کو بدون رضامندی ولی کے نماز پڑھنے کی اجازت نہین ہے اور اگر اُسکا کوئی ولی نہین تو ہمسایہ کے لوگ اولی ہین

ويقوم الامام بحذاء صدر الميت ذكرا كان الميت او انثى لان الصدر اشرف الاعضاء في البدن لكونه مع القلب الذي
اور امام میت کے سینہ کے برابر کھڑا ہو مردہ مرد ہو یا عورت اسلیے کہ سینہ سب اعضا سے اشرف ہے اسواسطے کہ سینہ مین دل ہے

فيه نور الايمان فيكون القيام بازائه اشارة الى ان الشفاعة له انما يكون لاجل ايمانه ليعفو به عن عصيانه
جسمین ایمان کا نور ہوتا ہے اب اُسکے برابر کھڑے ہونے مین یہ اشارہ ہے کہ شفاعت اس مردے کی اُسکے ایمان کیوجہ سے ہے تاکہ اُسکی خطاؤن کو اُسکا پروردگار معاف کر دے

ولو وضعوا رأس الميت مما يلي يسار الامام يجوز لكن لو تعمدوه يكونون مسيئين ويستحب ان يصفوا ثلثة صفوف
اور اگر میت کا سر امام کے بائین ہاتھ کی طرف رکھدین تو بھی جائز ہے لیکن اگر قصداً ایسا کیا ہے تو سب خطاوار ہین اور مستحب ہے کہ تین صفین کر لین

حتی لو کانوا سبعۃ یتقدم احدهم للامامۃ ویقف ثلثۃ وراءہ واثنان وراءهم وواحد وراءهما وافضل
یہانتک کہ اگر سات ہون تو ایک شخص امامت کے لیے آگے بڑھے اور تین اُسکے پیچھے کھڑے ہون اور دو اُنکے پیچھے اور ایک اُن دو کے پیچھے اور

الصفوف فی صلوٰۃ الجنازۃ اٰخرها وفی سائر الصلوات اولها ولو جهز المیت صبیحۃ یوم الجمعۃ یکرہ تاخیرہ
اور نماز جنازہ کی تمام صفون مین افضل پچھلی صف ہوتی ہے اور اور نمازون مین اول صف افضل ہے اور اگر جمعہ کے دن صبح کو جنازہ تیار ہو گیا ہو تو جمعہ کے وقت تک

الی وقت الجمعۃ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد الجمعۃ ولا یجوز الصلوٰۃ علیہ عند طلوع الشمس وعند استوائها
اس غرض سے ملتوی رکھنا کہ اسپر جمعہ کے بعد جماعت کثیر نماز پڑھے مکروہ ہے اور نماز جنازہ طلوع آفتاب کے وقت اور ٹھیک دوپہر کے وقت اور

وعند غروبها ان حضر قبل هذہ الاوقات وان حضر فیها یجوز من غیر کراهۃ لانها تؤدی کما وجبت
غروب کے وقت جائز نہین ہے بشرطیکہ جنازہ ان اوقات سے پہلے آچکا ہو اور اگر ان ہی اوقات مین آیا ہو تو بلا کراہت جائز ہے اسلیے کہ جیسی واجب ہوئی ویسی ہی ادا ہوگی

لان الوجوب بالحضور وهو افضل والتاخیر مکروہ لقولہ علیہ السلام لا تؤخرن وذکر منها الجنازۃ ولو حضر
کیونکہ وجوب آنے سے ہوا ہے اور یہی افضل ہے اور تاخیر مکروہ ہے موافق ارشاد نبی علیہ السلام کے اس قول کیوجہ سے دیر نکرنا اور اسمین سے جنازہ کو ذکر فرمایا اور اگر

بعد غروب الشمس یبدأ بالمغرب ثم بصلوٰۃ الجنازۃ ثم بسنۃ المغرب وقیل یقدم سنۃ المغرب ایضا ویکرہ الصلوٰۃ
بعد غروب آفتاب کے آیا ہو تو پہلے مغرب کی فرض پڑھین پھر جنازہ کی نماز پھر مغرب کی سنتین پڑھین اور بعض کہتے ہین کہ مغرب کی سنتین بھی پہلے پڑھین اور جنازہ کی نماز

علی الجنازۃ فی المسجد ان کانت الجنازۃ فیہ وان کانت الجنازۃ والامام وبعض القوم خارج المسجد والباقی فیہ
مسجد مین مکروہ ہے اگر جنازہ مسجد کے اندر ہو اور اگر جنازہ اور امام اور کچھ لوگ مسجد سے باہر ہون اور باقی مسجد مین تو

لا یکرہ ولو کان الامام علی غیر طهارۃ والقوم علی طهارۃ تعاد الصلوٰۃ لعدم صحتها واما لو کان الامام علی
مکروہ نہین اور اگر امام بے وضو ہو اور لوگ باوضو تو نماز دوہرا کر پڑھین صحیح نہونیکی وجہ سے اور اگر امام

طهارۃ والقوم علی غیر طهارۃ فلا تعاد لان صلوٰۃ الامام صحیحۃ وبها یترحق للمیت ویسقط فرض صلوٰۃ
با وضو ہو اور لوگ بے وضو تو نہ دوہرائین اسلیے کہ امام کی نماز صحیح ہوگئی اور اسی سے میت کا حق ادا ہوگیا اور فرضیت نماز جنازہ کی ساقط ہوگئی کیونکہ

الجنازۃ لعدم کون الجماعۃ شرطا فیها وان لم یوجد من یصلی علیہ من الرجال وصلت علیہ النساء وحدهن جماعۃ
اسمین جماعت شرط نہین ہے اور اگر مردون مین سے کوئی نماز پڑھنے والا نہین ملا اور صرف عورتون نے جماعت کرکے نماز پڑھی

یجوز وان امت المرأۃ الرجال فیها لا تعاد لان صلوٰۃ الرجال وان کانت فاسدۃ لکن صلاتها صحیحۃ وبها یترحق
تو یہ جائز ہے اور اگر عورت اسنماز مین مردون کی امام بنی تو نماز نہ دوہرائین اسواسطے کہ مردون کی نماز اگرچہ فاسد ہوئی لیکن اُس عورت کی نماز تو صحیح ہوگئی اور اسی سے میت کا حق پورا ہو گیا

المیت وبتادی فرض صلوٰۃ الجنازۃ فلا تعاد لان تکرارها غیر مشروع عندنا ومن ولد وظهر منہ عند ولادتہ
اور نماز جنازہ کا فرض ادا ہوگیا لهذا دوبارہ نہ پڑھی جائے اسلیے کہ اسکا مکرر پڑھنا شرع مین ہمارے نزدیک ثابت نہین ہوا اور جو بچہ پیدا ہوا اور پیدا ہوتے وقت ایسی باتین ظاہر ہون

ما یدل علی حیاتہ من رفع صوت او تحریک عضو یسمی ویغسل ویصلی علیہ وان لم یظهر منہ عند ولادتہ ما
جو اسکی زندگی پر دال ہین جیسے رونیکی آواز یا کسی عضو کا ہلانا تو اُسکا نام رکھا جائے اور نہلائین اور نماز جنازہ پڑھین اور اگر پیدا ہوتے وقت کوئی چیز ظاہر نہین ہوئی

یدل علی حیاتہ لا یصلی علیہ واختلف فی تسمیتہ وغسلہ والمختار انہ یسمی ویغسل ویدرج فی خرقۃ
جو اسکی حیات پر دلالت کرتی ہو تو اسپر نماز نہ پڑھین اور اسکے نام رکھنے اور نہلانے مین اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ نام رکھین اور نہلائین اور کپڑے مین لپیٹ کر

ویدفن تکریما لبنی اٰدم ولو سبی صبی ومات ان لم یسب معہ احد ابویہ یصلی علیہ لکونہ تبعا للسابی
دفن کردین بنی آدم کی عظمت کیوجہ سے اور اگر لوٹ مین بچہ پکڑ آیا اور مرگیا تو اگر اسکے ساتھ اسکے ماں باپ مین سے کوئی قید ہوکر نہین آیا تو اسپر نماز پڑھین کیونکہ اب وہ گرفتار کرنے والے کا

او الدار وان سبی مع احد ابویہ لا یصلی علیہ لکونہ کافرا تبعا لمن سبی معہ من احد ابویہ الا ان یقر هو
یا دار الاسلام کا تابع ہے اور اگر وہ کسی ماں یا باپ کے ساتھ گرفتار ہوا ہو تو نماز نہ پڑھین کیونکہ وہ ماں باپ مین سے جسکے ساتھ گرفتار ہوا ہو اسکی تبعیت مین کافر ہے ہان اگر وہ بچہ اسلام کا اقرار کرے اور وہ

بالاسلام وهو یعقل صفتہ المذکورۃ فی قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لجبریل علیہ السلام حین سألہ عن الایمان
اسلام کی وہ صفت جانتا ہو جو کہ نبی علیہ السلام نے جبرئیل علیہ السلام سے ایمان کے بارہ مین اُنکے سوال کے وقت فرمایا تھا

ان تؤمن بالله وملئكته وكتبه ورسله واليوم الآخر وبالقدر خيره وشره او يسلم من سبي معه من احد ابويه فحينئذ

کہ ایمان یہ ہے کہ تو ایمان لاوے اللہ پر اور اسکے فرشتوں پر اور اسکی کتابوں پر اور اسکے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور نیک و بد کے تقدیر پر یا اسکے ماں باپ میں سے جسکے ساتھ وہ گرفتار ہو اہے کوئی مسلمان ہو جائے

يصلى عليه اذ قد جاء فيه الخبران الولد يتبع خير الابوين دينا وان مات في دار الاسلام بعد موت ابيه فيها لا

تو اب اسپر نماز پڑھیں اسلیئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ بچہ ماں باپ میں سے باعتبار دین کے اچھے کا تابع ہوتا ہے اگر وہ بچہ دار الاسلام میں اپنے باپ کے دار الاسلام میں مرجانے کے بعد مرجائے

يصلى عليه لتقرب التبعية بموت ابيه ومن مات في السفينة ولم يكن في قربها ارض يغسل فيكفن فيصلى عليه

تو اب اسپر نماز نہ پڑھیں کیونکہ باپ کی موت سے ابھی تبعیت قریب ہے اور جو شخص کشتی میں مرجائے اور کہیں قرب و جوار میں زمین نہیں ہے تو غسل دیکر اور کفنا کر اور نماز پڑھکر

ويلقى في البحر ومن قتل في حد او قصاص يغسل ويصلى عليه لما روي ان ماعزا رض لما رجم جاء عمه الى النبي صلى الله

دریا میں ڈالدیں اور جو شخص حد یا قصاص میں مارا جاوے تو اسکو نہلائیں اور اسپر نماز پڑھیں کیونکہ روایت ہے کہ ماعز جب رجم کیے گئے تو انکے چچا نے نبی صلی اللہ

عليه وسلم فقال يا رسول الله قتل ماعز كما يقتل الكلاب فما تأمرني اصنع به فقال النبي عليه الصلوة والسلام لا تقل

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ماعز کتے کی موت مارے گئے اب جو حکم ہو کروں پس نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا یہ مت کہہ

هذا لانه تاب توبة لو قسمت على اهل الارض لوسعتهم اذهب فاغسله وكفنه وصل عليه ومن يقتل من البغاة وقطاع

کیونکہ اسنے تو ایسی توبہ کی ہے کہ اگر تمام روے زمین کے باشندوں پر تقسیم کیجائے تو سب کو کافی ہو جاوے اور اسکو نہلاؤ اور کفناؤ اور اسپر نماز پڑھو اور جو شخص باغیوں اور رہزنوں میں سے

الطريق لا يغسل ولا يصلى عليه لما روي ان عليا رضي الله عنه لم يغسل البغاة ولم يصل عليهم فقيل له اهم كفار فقال

مارا جاوے تو نہ نہلایا جاوے اور نہ اسپر نماز پڑھی جاوے کیونکہ روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے باغیوں کو غسل نہیں دیا اور نہ انپر نماز پڑھی تو کسی نے ان سے پوچھا کیا یہ لوگ کافر ہیں تو جواب دیا

لا بل هم بغوا علينا اشار الى انه انما ترك غسلهم والصلوة عليهم لبغيهم ليكون عقوبة لهم وزجرا لغيرهم قيل هذا في حق

نہیں بلکہ انھوں نے ہمپر بغاوت کی ہے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انکا غسل اور نماز بغاوت کے لیے ترک ہوئی ہے تاکہ انکو سزا ہو اور اوروں کو تنبیہ ہو اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ انکے حق میں ہے

من يقتل في حال المحاربة قبل ان تضع الحرب اوزارها اما من يقتل بعد ثبوت يد الامام عليه فانه يغسل ويصلى عليه قال الزيلعي

جو عین جنگ میں لڑائی موقوف ہونے سے پہلے مقتول ہو نہ اسکے لیے جو امام کے قبضہ کے بعد مارا جائے پس اسے غسل دیں اور اسپر نماز پڑھیں زیلعی کہتے ہیں

هذا تفصيل حسن اخذ به الكبار من المشائخ ومشائخنا جعلوا حكم المقتولين بالعصبية حكم اهل البغي وكذلك حكم

یہ خوب تفصیل ہے اسکو بڑے بڑے مشائخ نے اختیار کیا ہے اور ہمارے مشائخ نے معصیت کے مقتولوں کو باغیوں کے حکم میں ٹھہرایا ہے اور ایسے ہی انکا حکم ہے

الواقفين الناظرين اليهم ان اصابهم حجر او سهم وماتوا في تلك الحالة لا يصلى عليهم ان تفرقوا فيصلى عليهم ومن يقتل

جو کھڑے رہکر باغیوں کا تماشا دیکھیں اگر انکے پتھر یا تیر لگ جاوے اور اسی حالت میں مرجاوے تو انپر بھی نماز نہ پڑھی جاوے اور اگر متفرق ہو جانے کے بعد مریں تو انپر نماز پڑھی جاوے اور جو شخص اپنے آپ کو

نفسه عمدا يصلى عليه عند ابي حنيفة ومحمد وهو الاصح لانه وان كان باغيا على نفسه الا انه غير ساع في الارض بالفساد

قصدا قتل کرے تو ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اسپر نماز پڑھی جاوے اور یہی صحیح ہے کیونکہ وہ اگرچہ اپنی جان پر باغی ہے لیکن ملک میں فساد نہیں پھیلاتا

بل هو فاسق كسائر فساق المسلمين ومن يقتله السبع او يحترق بالنار او يتردى من الجبل او يموت تحت الهدم يغسل

بلکہ فاسق ہے جیسے اور فاسق مسلمان ہیں اور جسکو درندہ پھاڑ ڈالے یا آگ میں جلجاوے یا پہاڑ سے گر پڑے اور مرجاوے یا مکان کے تلے دب کر مرجاوے تو اسکو نہلائیں

ويصلى عليه ومن يقتله اهل الحرب او اهل البغي وقطاع الطريق ولم يكن جنبا لا يغسل لكونه شهيدا بل يصلى عليه ويدفن بدمه وثيابه التي

اور اسپر نماز پڑھیں اور جسکو حربی لوگ یا باغی یا رہزن مار ڈالیں اور وہ جنبی (یعنی ناپاک) نہ ہو تو اسکو غسل نہ دیں اسلیے کہ وہ شہید ہے بلکہ اسپر نماز پڑھیں اور اسکے خون سمیت ان ہی کپڑوں میں دفن کریں جنمیں

قتل فيها الا ما ليس من جنس الكفن كالفرو والحشو والخف والقلنسوة فان كان ما عليه من الثياب ناقصا عن كفن السنة يزاد عليه

قتل ہوا ہے بجز اسکے جو کفن کے قسم کا نہو جیسے پوستین اور روئی دار کپڑا اور موزہ اور ٹوپی اور اگر اسکے بدن پر کے کپڑے مسنون کفن سے کم ہوں تو زیادہ کر دیں

وان كان زائدا ينقص منه رعاية للسنة ولا يصلى على عضو الا اذا كان في حكم الكل بان يوجد اكثر الميت او

اور اگر زیادہ ہوں تو سنت کی رعایت کی غرض سے کم کر دیں اور مقتول کے کسی عضو پر نماز نہ پڑھیں ہاں مگر جبکہ وہ عضو کل کے حکم میں ہو اس طور کہ مردے کا اکثر حصہ یا

نصفه مع رأسه بخلاف ما لو وجد راسه ونصفه مشقوقا بالطول فانه لا يغسل ولا يصلى عليه والمصلوب

سر سمیت آدھا ہو برخلاف اس صورت کے کہ فقط سر ہی ملے یا آدھا طول کیجانب سے چرا ہوا ہو پس اسکو غسل نہ دیں اور نہ اسپر نماز پڑھیں اور سولی دیا ہوا

يترك على خشبته ثلثة ايام عقوبة له وزجرا لغيره ثم لما تم له ثلثة ايام يخلى بينه وبين اهله ليدفنوه
تین دن تک سولی پر لٹکا رہے اسکی سزا اور اوروں کی تنبیہ کے لیے پھر جب تین دن پورے ہو چکیں تو وارثوں کو دیدیا جائے تاکہ اسکو دفن کریں

ولو مات كافر ولم يكن له ولي من الكفار وله قريب مسلم يغسله القريب المسلم ويدفنه لما روي ان عليا لما مات ابوه
اور اگر کوئی کافر مرجائے اور اسکا کوئی کافر والی وارث نہو اور اسکا ایک عزیز مسلمان ہو تو وہی عزیز مسلمان اسکو غسل دیکر دفن کرے کیونکہ روایت ہے کہ جب حضرت علیؓ کا باپ مرگیا

جاء الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله ان عمك الضال قد مات فقال له النبي صلى الله عليه وسلم
تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا یارسول اللہ آپ کا گمراہ چچا مرگیا آپ نے فرمایا

اذهب فاغسله وكفنه وواره لكن لا يغسل كغسل المسلم بل يصب عليه الماء كغسل الثوب النجس من غير
جاؤ اسکو نہلاؤ اور کفنا کر دفن کر دو لیکن اسکو مسلمان کے غسل کیطرح نہ نہلائیں بلکہ اسپر پانی بہادیں اور نجس کپڑے کیطرح دھوئیں

وضوء ولا بداية من التيامن ويلف في خرقة من غير مراعاة سنة الكفن ويحفر حفرة من غير لحد ويلقى فيها ولا يوضع
بلا وضو کے اور بلا داہنی طرف سے ابتدا کرنیکے اور کفن میں بغیر سنت کے رعایت کرنیکے ایک کپڑے میں لپیٹیں اور ایک گڑھا بدون لحد کے کھود کر اسمیں ڈالدیں اور مردہ کیطرح نہ اتاریں

ويجوز دفعه الى اهل دينه وان كان له ولي من الكفار لا ينبغي للمسلمين ان يتولى امره بل يخلى بينه وبينهم
اور جائز ہے کہ اسکی لاش اسکے ہم مذہبوں کے حوالے کردیں اور اگر کفار میں سے اسکا کوئی وارث ہو تو مسلمان کو نہیں چاہیے کہ اسکے کاروبار کا ذمہ دار ہو بلکہ انہی کو دیدیں

ليصنعوا به ما يصنعون بموتاهم هذا اذا لم يكن كفره بالارتداد واما اذا كان كفره بالارتداد فلا يدفع الى اهل
تاکہ جیسا وہ اپنے مردوں کے ساتھ کرتے ہوں اسکے ساتھ کریں یہ جب ہے کہ اسکا کفر ارتداد سے نہو اور اگر وہ مرتد ہو کر کافر ہوا ہو تو اسکی ملت والوں کو

الدين الذي انتقل اليه بل يلقى في حفرة كالكلب بلا غسل ولا كفن تيسر الله تعالى لنا النجاة من زوال الايمان بلطفه وكرمه
جس کے دین میں ملگیا ہے نہ دیں بلکہ کتے کیطرح بے غسل اور بے کفن ایک گڑھے میں ڈالدیں اللہ ہمکو زوال ایمان سے نجات اپنے لطف و کرم سے آسان فرما

المجلس السادس والخمسون في بيان قوله عليه السلام من كان آخر كلامه

مجلس پنجاہ و ششم نبی علیہ السلام کے اس قول کے بیان میں جسکا آخر کلام

لا اله الا الله دخل الجنة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان آخر كلامه لا اله الا الله
لا الہ الا اللہ ہے وہ جنتی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا آخر کلام لا الہ الا اللہ ہو

دخل الجنة هذا الحديث من حسان المصابيح رواه معاذ بن جبل رضه ومعناه ان كل من كان آخر كلامه عند الموت
وہ جنتی ہے یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے معاذ بن جبلؓ کی روایت سے اور معنی اسکے یہ ہیں کہ جس کا آخر کلام مرتے وقت

كلمة التوحيد يدخل الجنة اما قبل ان يعذب بعفو ذنوبه او بعد ان يعذب بقدر ذنوبه فعلى هذا كل من
کلمۂ توحید ہو وہ داخل ہوگا جنت میں یا تو عذاب سے پہلے اسطرح کہ خطائیں معاف ہو جائیں یا گناہوں کے برابر عذاب بھگت چکنے کے بعد پس اس بیان کی رو سے جسکو

يأس من حياته ينبغي له ان يكثر الاستغفار ويتوب عن ذنوبه ويستحضر في ذهنه ان هذا آخر اوقاته من الدنيا
اپنی زندگی سے مایوسی ہو جائے تو اسکو چاہیے کہ استغفار کی کثرت کرے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور اپنے دل میں خیال رکھے کہ دنیا سے میرا یہی آخر وقت ہے

ويجتهد ان يختمها بخير ويسارع في قضاء دينه لئلا يبقى في قبره مرتهنا بدينه كما اخبر به النبي عليه الصلوة والسلام
اور یہ کوشش کرے کہ اس وقت کو نیکی پر تمام کرے اور اپنے قرض کی ادائی میں جلدی کرے تاکہ اپنی قبر میں قرض کیوجہ سے پھنسا نہ رہے جیسا کہ نبی علیہ السلام نے اسکی خبر دی ہے

وقال نفس المؤمن معلقة بدينه حتى يرضى عنه ويبادر في اداء سائر الحقوق الى اهلها من رد المظالم والودائع والعواري
اور فرمایا ہے کہ مومن کی جان قرض کیوجہ سے اٹکی رہتی ہے یہانتک کہ قرضخواہ راضی ہو جائے اور تمام حقداروں کے حق ادا کرنے میں جلدی کرے جس سے ناحق لیا ہو پھیرے اور امانتیں اور مانگی ہوئی چیزیں

واستحلال اهله من زوجته ووالديه واولاده وغلمانه وجيرانه واصدقائه وكل من كان معه معاملة او مصاحبة
لوٹا دینا اور اپنے لوگوں سے یعنی اپنی بیوی اور ماں باپ اور اولاد اور غلاموں اور ہمسایوں اور دوستوں سے اور جسکے ساتھ کچھ معاملہ پڑتا ہو یا ہمنشینی ہو معاف کرائے

ويوصي بما لا يتمكن من ادائه في الحال حتى لو كان عليه حق من حقوق الله تعالى كالصلوة والزكوة والصوم والحج
اور جو حق کہ بالفعل ادا نہیں ہو سکتا اسکی وصیت کردے یہانتک کہ اگر اسکے ذمہ حقوق اللہ ہوں جیسے نماز اور زکوۃ اور روزے اور حج

وغیرھا یجب علیہ ان یوصی لھذہ الحقوق بثلث مالہ ان احتیج الیہ وان لم یکن علیہ حق من ھذہ الحقوق لا

وغیرہ تو اسپر واجب ہے کہ تہائی مال میں سے ان حقوق کے ادا کرنیکی وصیت کردے اگر ضرورت پڑے اور اگر اسکے ذمہ ان حقوق میں سے کوئی حق نہیں تو اس پر

یجب علیہ الوصیۃ بل ینبغی لہ ان ینظر الی حال الورثۃ فان ھم ان کانوا صغارا فالافضل لہ ترک الوصیۃ وکذلک

اور کوئی وصیت واجب نہیں ہے بلکہ اسکو یہ چاہیے کہ ورثہ کے حال کو لحاظ کرے کیونکہ اگر ورثہ بچے ہوں تو وصیت نہ کرنا افضل ہے اور ایسے ہی

لو کانوا کبارا وھم فقراء ولا یستغنون بحصتھم من الترکۃ کان ترک الوصیۃ افضل لہ وان کانوا اغنیاء او یستغنون

اگر بالغ ہوں اور محتاج ہوں کہ ترکہ میں سے اپنا اپنا حصہ لیکر بھی غنی نہو سکیں تو بھی وصیت نہ کرنی اسکے حق میں افضل ہے اور اگر غنی ہوں یا ترکہ میں سے

بحصتھم من الترکۃ فالافضل لہ ان یوصی باقل من الثلث فیما ھو طاعۃ لا معصیۃ فیہ فیبدأ بمن لیس بوارث

اپنے اپنے حصہ سے غنی ہو جائیں تو افضل یہ ہے کہ تہائی مال سے کم کی ایسے کام کی جو طاعت ہو اور معصیت نہو وصیت کر دے پس (اپنے قرابتیوں میں سے)

من اھل قرابتہ ان کانوا فقراء وان لم یکونوا فقراء بل کانوا اغنیاء فبالجیران وقدر الاستغناء عند ابی حنیفۃ علی ما ذکر

ایسے سے شروع کرے جو وارث نہو اگر وہ محتاج ہوں اور اگر وہ محتاج نہوں بلکہ غنی ہوں تو ہمسایوں سے شروع کرے اور مقدار استغنا کی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک

فی وصایا الخلاصۃ والبزازیۃ ان یبقی لکل وارث بعد الوصیۃ اربعۃ الاف وعن الفضلی عشرۃ الاف وبعد

جو خلاصہ اور بزازیہ کے وصایا میں بیان کی روسے یہ ہے کہ وصیت ادا کرنیکے بعد چار ہزار ہر ایک وارث کے لیے بچ رہیں اور فضلی سے روایت ہے کہ دس ہزار اور

الوصیۃ ینبغی لہ ان یحسن ظنہ باللہ تعالی بانہ یرحمہ ویغفر ذنوبہ ویستحضر فی ذھنہ انہ حقیر فی مخلوقاتہ

وصیت کرنیکے بعد چاہیے کہ اپنا گمان اللہ تعالی کے ساتھ درست رکھے کہ مجھپر اللہ رحمت کریگا اور میرے گناہ معاف کردیگا اور اپنے دل میں یہ خیال کرے کہ میں اسکی مخلوقات میں سب سے ادنی

تعالی وانہ تعالی غنی عن عذابہ وطاعتہ وینبغی لہ ان یکون مشغولا بقراءۃ ایات من القران العظیم

اور اللہ تعالے کو میرے عذاب اور طاعت کی کچھ حاجت نہیں ہے اور چاہیے کہ قرآن شریف کی اُن آیتوں کے پڑھنے میں مشغول رہے

فی الرجاء او یقرؤھا غیرہ عندہ وھو یسمع وکذلک یستقرئ احادیث الرجاء او یقرأ غیرھا عندہ

جن میں رجا اور امید واری ہے یا اسکے پاس اور لوگ پڑھیں اور یہ سنتا رہے اور ایسے ہی رجا کی حدیثیں پڑھوائے یا اور لوگ اسکے پاس پڑھیں

وھو یسمع وحکایات الصالحین واثارھم عند الموت وینبغی لہ ان یحافظ علی الصلوات الخمس

اور یہ سنتا رہے اور صلحا کی حکایتیں اور انکے مرتے دم کے حالات سنے اور اسکو چاہیے کہ پنجگانہ نماز کی

وغیرھا من وظائف الدین بقدر طاقتہ فانہ اذا عجز عن القیام فی الصلوۃ یصلی قاعدا

اور اس کے سوا اور دین کے وظیفے اپنی طاقت کے موافق ہمیشہ پڑھتا رہے پس جب وہ نماز میں قیام سے عاجز ہو جائے تو بیٹھ کر

برکوع وسجود وان لم یقدر علی الرکوع والسجود یصلی بالایماء قاعدا ویجعل سجودہ اخفض

رکوع اور سجود کے ساتھ پڑھے اور اگر رکوع اور سجود کی قدرت نہو تو بیٹھکر اشارہ سے پڑھے اور سجدہ کو بہ نسبت رکوع کے

من رکوعہ لیحصل الفرق بینھما وان لم یقدر علی القعود یصلی بالایماء مضطجعا او مستلقیا

پست کرے تاکہ دونوں میں فرق ہو جائے اور اگر بیٹھنے کی قدرت نہو تو اشارہ سے پڑھے یا چت لیٹ کر

لان الطاعۃ بحسب الطاقۃ لقولہ تعالی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا ویجتنب النجاسات ما استطاع حتی اذا

اسلیے کہ طاعت طاقت کے موافق ہوتی ہے اس قول باری تعالی کی روسے کہ تکلیف نہیں دیتا اللہ تعالی کسی کو مگر اسکی گنجایش کے موافق اور گندگی سے جہانتک ہوسکے بچے یہانتک کہ جب

عجز عن استعمال الماء یصلی بالتیمم واذا کان علی بدنہ وثوبہ او موضع صلاتہ نجاسۃ وعجز عن ازالتھا یصلی

پانی کے استعمال کی قدرت نہو تو تیمم سے نماز پڑھے اور اگر اسکے بدن یا کپڑے یا نماز کی جگہ پر نجاست ہو اور اسکو دور نہ کر سکے تو اسی طرح نماز پڑھ لے

معھا ولا یترک الصلوۃ ولا یؤخرھا عن وقتھا مادام عقلہ ثابتا خوفا من حضور اجلہ بغتۃ وقد حصل منہ التقصیر فی

اور نماز کو قضا نہ کرے اور نہ وقت سے ملتوی کرے جب تک کہ اسکی عقل قائم ہو اس خوف سے کہ ناگاہ موت ایسے وقت آجائے کہ بقدر طاقت

اتیان ما وجب علیہ بقدر استطاعتہ ولیحذر من التساھل فی ذلک اذ من اقبح القبائح ان یکون اخر عھدہ من الدنیا

واجبات کے ادا کرنے میں تقصیر ہو اور اس میں سستی کرنے سے احتراز کرے کیونکہ یہ بڑی قباحت ہے کہ دنیا کے آخر وقت میں

التي هي مزرعة الآخرة التفريط فيما وجب عليه او ندب اليه وفي ليختم عمره باكمل الحالات ويوصي اهله واصحابه
جو آخرت کا کھیت ہے اپنے اوپر واجب یا مستحب چیز کے ادا میں کوتاہی ہوا ور چاہیئے کہ اپنی عمر کو اچھی سے اچھی حالت پر ختم کرنیکی کوشش کرے اور اپنے اہل اور اصحاب کو اُن حرکات پر

بالصبر والاحتمال على ما يصدر منه في مرضه ويوصيهم بالصبر وترك البكاء عليه ويقول لهم قد صح انه عليه الصلوة
جو اُس سے بیماری میں واقع ہوں صبر اور تحمل کی وصیت کر دے اور صبر کرنے اور نہ رونیکی وصیت کر دے اور انسے کہدے کہ صحیح روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ

والسلام قال الميت يعذب ببكاء اهله عليه فاياكم يا احبائي والسعي في اسباب عذابي ويوصيهم ايضا باجتناب
والسلام نے فرمایا ہے کہ میت کو اسکے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے پس ای یار و میرے عذاب میں کوشش کرنے سے بچیو اور یہ جنازہ کے باب میں

ما جرت به العادة من البدع في الجنائز ويؤكد عليهم ذلك وينبغي لهم ان يقول في وقت بعد وقت متى رأيتموني تقصيرا
جو جو بدعتیں رواج پا گئیں اُنسے بچنے کی بھی وصیت کر دے اور انکو خوب تاکید کر دے اور چاہیئے کہ دم بدم یہ کہتا رہے کہ جب تم کسی بات میں میرا قصور دیکھو

في شيء نبهوني عليه برفق فاني معرض للغفلة والكسل والاهمال واذا قصرت فنشطوني وعاونوني على اهبة سفري هذا
تو مجکو نرمی سے جتا دیا کرو کیونکہ اب میں غفلت اور کاہلی اور سستی میں پھنسا ہوں اور جب میں کوتاہی کروں تو مجکو بچاؤ اور اس میرے سفر کے سامان پر میری مدد کرو

فاذا احضر الموت يوجه نحو القبلة على شقه الايمن قال الزيلعي والمختار في زماننا ان يلقى على قفاه وقدماه الى القبلة
پھر جب دم نکلنے لگے تو داہنی کروٹ پر اسکو قبلہ رخ کر دیں زیلعی کہتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں مختار یہ تھا کہ چت لٹا کر اسکے پاؤں قبلہ کی طرف کر دیتے ہیں

ويرفع راسه قليلا ليكون وجهه الى القبلة دون السماء وانما اختير ذلك وان كان الاول سنة كونه ايسر لخروج
اور کچھ تھوڑا سا اسکا سر اونچا کر دیتے ہیں تاکہ اُسکا منھ قبلہ کی طرف ہو جائے آسمان کی طرف نہ ہو اور اسکو اسلیے اختیار کیا اگرچہ پہلی صورت مسنون ہے کیونکہ اس سے روح نکلنے میں آسانی

الروح ويلقن الشهادة لانه موضع يتعرض الشيطان فيه لافساد اعتقاده فيحتاج الى مذكر ومنبه على التوحيد
ہوتی ہے اور کلمہ شہادت تلقین کریں کیونکہ اسوقت شیطان اُسکے اعتقاد خراب کرنیکو لپٹا رہتا ہے لہذا توحید یاد دلانیوالے اور بتلانیوالے کی حاجت ہے

وكيفية التلقين ان يذكر عنده كلمة التوحيد ولا يؤمر بها مخافة ان يضجر ويردها لكون الحال صعبا عليه واذا قالها
اور تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ اسکو سنا کر کلمۂ توحید پڑھیں اور اسکو حکم نہ کریں اس خوف سے کہ کہیں دل تنگ ہو کر رد کر دے کیونکہ اسپر یہ وقت بہت سخت ہے اور جب وہ ایکبار بھی کہہ لے

مرة لا تعاد عليه الا ان يتكلم بكلام آخر فحينئذ يلقن مرة اخرى حتى يكون آخر كلامه كلمة التوحيد واما التلقين
تو پھر اسپر دوہرائیں ہاں اگر اسکے بعد اور بات چیت کی ہو تو اب دوبارہ تلقین کریں تاکہ اُسکا آخر کلام کلمہ توحید ہو اور

بعد الموت فقد اختلفوا فيه فقيل يلقن لظاهر ما روي عن ابي سعيد الخدري رضي انه عليه الصلوة والسلام قال
رہا بعد موت کے تلقین کرنا سو اس میں اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں کہ تلقین کریں اُس روایت کے ظاہری معنوں کے اعتبار سے جو ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ

لقنوا موتاكم لا اله الا الله وقيل لا يلقن لعدم الفائدة فيه بعد الموت لان ان مات مؤمنا لا يحتاج الى التلقين وان
والسلام نے فرمایا اپنے مردوں کو لا اله الا الله تلقین کیا کرو اور کوئی کہتا ہے تلقین نکریں کیونکہ بعد موت کے اسمیں کچھ فائدہ نہیں ہے اسلیے کہ اگر وہ مومن مرا ہے تو تلقین کی حاجت نہیں اور اگر

مات كافرا لا يفيده التلقين وما ذكر من الحديث فالجواب عنه ان المراد بالموتى هم الذين حضرهم الموت وقيل لا يؤمر به
کافر مرا ہے تو اسکو تلقین سے کچھ فائدہ نہیں اور جو حدیث مذکور ہوئی اسکا جواب یہ ہے کہ مردوں سے مراد وہ آدمی ہے جسکا دم ٹوٹ رہا ہو اور بعضے کہتے ہیں کہ نہ تو اُسکا حکم کریں

ولا ينهى عنه واذا مات يغمض عيناه ويشد لحياه بعصابة عريضة من فوق راسه لان فيه تحسينا اذ لو ترك على حاله
اور نہ منع کریں اور جب مر جائے تو اُسکی دونوں آنکھیں بند کر دی جائیں اور اسکے دونوں جبڑے چوڑی پٹی سے اُس کے سر کے اوپر باندھ دیں کیونکہ اسمیں خوبصورتی ہے اسلیے کہ اگر اسکو یونہی حال پر چھوڑ دیں

يبقى فظيع المنظر ولا يؤمن من دخول الهوام في جوفه والماء عند غسله ويمد اطرافه ويوضع على بطنه حديد لئلا
تو بد ہیئت اور (منھ کھلا) رہجائیگا اور اُس میں امن نہیں کہ اسکے پیٹ میں کیڑے وغیرہ گھس جائیں اور نہلاتے ہوئے پانی چلا جاوے اور اسکے ہاتھ پاؤں کھینچکر سیدھے کر دیں اور اسکے پیٹ پر لوہا رکھدیں تا

ينتفخ ويقول مغمضه بسم الله وعلى ملة رسول الله اللهم يسر عليه امره وسهل عليه ما بعده واسعده بلقائك واجعل ما
پھول نجائے اور آنکھیں بند کرنیوالا یہ کہے بسم الله وعلى ملة الخ ساتھ نام الله کے اور رسول الله کے دین پر اے الله اسپر اسکا حال آسان فرما اور اسپر اسکا مابعد سہل کر دے اور اسکو اپنے دیدار سے سعادتمند کر

خرج اليه خيرا مما خرج عنه ويكره قراءة القران عنده حتى يغسل ثم ان غسله شريعة قديمة لما روى ان آدم النبي عليه الصلوة
اُسکے لیے وہ جگہ جہاں گیا ہے اُس منزل سے کہ جہاں سے نکلا ہے بہتر کر دے اور اسکے پاس قرآن پڑھنا مکروہ ہے جبتک نہلا نہ چکیں پھر نہلانا پرانا طریقہ ہے اسواسطے کہ روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوۃ

والسلام لما قبض نزل جبرئيل عليه السلام بالملئكة وغسلوه وقالوا لولده هذا سنة موتاكم والمراد بالسنة المذكورة
والسلام نے جب وفات پائی تو جبریل علیہ السلام فرشتون کو لیکر آئے اور انکو نہلایا اور انکے بیٹے سے کہا یہ تمھارے مُردون کی سنت ہو اور سنت سے مراد

ههنا الطريقة لان غسله واجب عملا بكلمة على في قوله عليه الصلوة والسلام للمسلم على المسلم ستة حقوق ومن جملتها
اسجگہ طریقہ ہو کیونکہ میت کا غسل واجب ہو از روی کلمہ علی کے جو نبی علیہ السلام کے اس قول میں ہو مسلمان کے حقوق مسلمان پر چھ ہین ان مین سے ایک یہ ہو

ان يغسله بعد موته لكن اذا قام به البعض سقط عن الباقين لحصول المقصود فاذا اريد غسله يوضع على سرير لينصب
کہ اسکو مرنیکے بعد نہلائے لیکن اسکو جب بعضے کرلین تو اور ونسے ساقط ہوجاتا ہی کیونکہ جو مقصود تھا وہ حاصل ہوگیا پس جب اسکے نہلانیکا ارادہ کرین تو تختہ پر لٹائین تاکہ

عنه الماء ويجمر سريره وترا تعظيما للميت وازالة للرائحة الكريهة عنه وكيفية التجمير ان يدار المجمر حول السرير مرة
اسپر سے پانی بہجائے اور اس تختہ کو طاق عدد کی رعایت سے خوشبو کی دھو نی دین میت کی تعظیم اور بدبو دور ہوجانیکی غرض سے اور دھونی کا طریقہ یہ ہو کہ لوبان وا انکو مع خوشبو کے تختہ کے گرد ایکبار

او ثلثا او خمسا قال الزيلعي ولا يزاد عليها ويخلع ثيابه ويستر عورته لان سترها واجب والنظر اليها حرام لقوله عليه السلام لعلي رضي
یا تین بار یا پانچ بار پہرائین زیلعی کہتا ہو اس سے زیادہ نہ بڑھائین اور اسکے کپڑے اتارین اور شرم گاہ ڈھانکین کیونکہ ستر عورت واجب ہے اور اسکا دیکھنا حرام ہو جیسا کہ نبی نے حضرت علی رضی

لا تنظر الى فخذ حي وميت ويوضأ بلا مضمضة ولا استنشاق لان الوضوء سنة الغسل لكن في الميت يتعذر المضمضة
کہ کسی زندہ اور مردہ کی ران نہ دیکھنا اور وضو کرانا بدون کلی کے اور ناک مین پانی ڈالنا اسواسطے کہ وضو غسل مین سنت ہو لیکن مردے مین کلی کرانا اور ناک مین پانی ڈالنا

والاستنشاق لتعذر اخراج الماء منه فيبدأ بغسل وجهه لا بغسل يديه ولا يؤخر غسل قدميه واختلف في استنجائه
چھوڑ دین اُس پانی کے نکالنے کے دشوار ہونیکی وجہ سے پس منھ دھولانیسے شروع کرین نہ ہاتھ دھولانیسے اور پاؤنکا دھونا آخر پر نرکھین اور اسکے استنجا کرانے

ومسح رأسه والصحيح انه يستنجي ويمسح رأسه لكن الغاسل لا يمس عورته لان مس العورة حرام بل يلف خرقة
اور سر کے مسح مین اختلاف ہو صحیح یہ ہو کہ استنجا اور سر کا مسح بھی کرین لیکن نہلانیوالا اسکی عورت کو نہ چھوئے کیونکہ عورت کا چھونا حرام ہے بلکہ

على يده ويغسل المخرج حتى يطهر ثم يفاض عليه الماء مغلى بسدر او حرض فان لم يوجد ماء كذلك
اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لے اور مخرج کو یہانتک دھوئے کہ پاک ہوجائے پھر بیری کے پتون کا یا اشنان کا جوش دیا ہوا پانی اسپر بہائین اور اگر ایسا پانی نہ ملے

يغسل بالماء القراح وهو الخالص لان المقصود الذي هو الطهارة يحصل به واما اذا وجد فالترتيب
تو خالص پانی سے نہلائین کیونکہ مقصود یعنی طہارت اس سے بھی حاصل ہوجاتا ہو اور جب وہ مل جائے

على ما ذكر في مبسوط شيخ الاسلام وهو مروي عن ابن مسعود رض ان يبدأ بالماء القراح حتى يبتل ما على البدن
تو پھر شیخ الاسلام کے مبسوط مین بیان کرنے کے روسے اور یہی ابن مسعود رض سے روایت بھی ہے ترتیب ہو کہ اول خالص پانی سے ابتدا کرین یہانتک کہ جو کچھ بدن پر

من الدرن والنجاسة ثم بماء السدر او الحرض ليزول ما على البدن لكونه ابلغ في التنظيف ثم بماء فيه كافور ان وجد
میل کچیل اور نجاست ہو بھیگ جائے پھر بیری یا اشنان کے جوش دیے ہوئے پانی سے تاکہ جو کچھ بدن پر ہو سب چھوٹ جائے کیونکہ یہ صفائی ستھرائی مین خوب ہوتی ہو پھر اس پانی سے جسمین کافور پڑا ہوا اگر ملجائے

تطييبا لبدن الميت ثم يغسل رأسه ولحيته بالخطمي لانه ابلغ في استخراج الوسخ لكونه مثل الصابون في التنظيف فان لم
میت کے بدن کی خوشبودار ہوجانیکی غرض سے پھر اسکا سر اور داڑھی گل خیرو سے دھوئین کیونکہ یہ میل کے چھڑانیمین خوب چیز ہے اسلیے کہ صاف کرنے مین صابون کے مثل ہو اور اگر یہ نہ ملے

يوجد فبالصابون ثم يضجع على يساره ويغسل حتى يصل الماء الى ما يلي التخت منه ولا يكب على وجهه ليغسل ظهره ثم
تو صابون سے پھر بائین کروٹ پر لٹاکر اور نہلائین یہانتک کہ پانی نیچے کی طرف تختے تک بہ جائے اور پیٹھ دھونے کے لیے منھ کے بھل اوندھا نکرین

يجلسه الغاسل ويسنده اليه ويمسح بطنه برفق وان خرج منه شيء يغسله ولا يعيد غسله ولا وضوءه لان غسله عرف
پھر اسکو نہلانیوالا اٹھادے اور اپنی ٹیک اسکو لگاکر کے نرمی سے پیٹ کو ملے اور اگر کچھ نکلے تو دھو ڈالے اور غسل نہ دوہرائے اور نہ وضو کو کیونکہ اس کا غسل

بالنص وهو قوله عليه الصلوة والسلام للمسلم على المسلم ستة حقوق وذكر منها غسله بعد موته وقد حصل مرة فلا يعاد
جو نص سے معلوم ہوا ہو اور وہ نبی علیہ الصلوة والسلام کا یہ قول ہو مسلمان کے لیے مسلمان پر چھ حق ہین اور ان مین سے اسکے مرجانیکے بعد نہلانیکو ذکر فرمایا سو ایکبار حاصل ہوگیا اب دوہرایا نجائے

ثم ينشف بثوب لئلا يبتل اكفانه ويجعل على رأسه ولحيته الحنوط وهو عطر مركب من اشياء طيبة ولا بأس بسائر انواع الطيب
پھر کپڑا لیسے بدن پوچھ ڈالین تاکہ کفن تر نہ ہوجائے اور اسکے سر اور داڑھی پر ارگجہ لگا دین اور وہ ایک عطر ہو جو چند خوشبودار چیزون سے مرکب ہوتا ہی اور سب قسم کی خوشبو لگا بھی

غير الزعفران والورس فانهما يكرهان في حق الرجال دون النساء ويجعل الكافور على مساجده وهي جبهته وانفه
سوا ے زعفران اور کسم کے کیونکہ یہ دونوں مردوں کے حق میں مکروہ ہیں نہ عورتوں کے حق میں اور اعضاے سجدہ پر کافور ملدیں اور وہ اعضا اسکی پیشانی ہے اور ناک اور

ويداه وركبتاه وقدماه لانه كان يسجد بهذه الاعضاء فكانت اولى بزيادة الكرامة ولا يسرح شعره ولحيته ولا يقص
دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے اور دونوں قدم اسلیے کہ اُن اعضا سے سجدہ کرتا تھا لہذا انکی زیادتی تعظیم اولی ہے اور بالوں میں اور داڑھی میں کنگھی نہ کریں اور نہ اُس کے ناخن

ظفره وشعره لان هذه الاشياء انما تفعل للزينة وقد استغنى عنها وما روي انه عليه الصلوة والسلام قال اصنعوا
ترا شیں اور نہ بال کتریں کیونکہ یہ باتیں زینت کے لیے کیجاتی ہیں اور اسکی ضرورت نہیں اور وہ جو روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے مردوں کو ویسا ہی بناؤ

بموتاكم كما تصنعون بعروسكم محمول على التطييب والتنظيف لا على التنقيص وازالة الجزء لكون ذلك غير مسنون في الميت وروي
جیسا اپنی دلہنوں کو بناتے ہو یہ خوشبودار کرنے اور طہارت پر محمول ہے نہ کچھ کم کرنے اور کسی جزء کے دور کرنے پر کیونکہ یہ میت کے حق میں مسنون نہیں اور

عن ابي حنيفة وابي يوسف ان الظفر ان كان منكسرا فلا بأس باخذه ومن مات ولم يوجد ماء لغسله يتيمم ويصلى عليه ثم ان
ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ناخن اگر ٹوٹا ہوا ہو تو اسکے کتر دینے کا کچھ مضایقہ نہیں اور اگر کوئی شخص مرجائے اور غسل دینے کے لیے پانی نہ ملے تو اسکو تیمم کرا دیں اور اسپر نماز پڑھیں اگر

وجد ماء يغسل وتعاد صلاته وقيل لا تعاد وان جرى الماء على الميت او اصابه مطر عن ابي يوسف انه لا ينوب عن الغسل
پانی ملجائے تو نہلائیں اور نماز دوہرا کر پڑھیں اور بعضے کہتے ہیں کہ دوہرا کر نہ پڑھیں اور اگر میت پر خود بخود پانی بہگیا یا بارش میں بھیگ گیا تو ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ غسل کے قائم مقام نہوگا

لانا امرنا بالغسل وجريان الماء واصابة المطر ليس بغسل والغريق يغسل ثلاثا في قول ابي يوسف وعند محمد في رواية ان نوى
کیونکہ ہمکو غسل دینے کا حکم ہے اور پانی کا بہجانا اور مینہ میں بھیگجانا غسل نہیں ہے اور ڈوبے ہوئے کو ابو یوسفؒ کے قول پر تین بار غسل دیں اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک روایت میں اگر

الغسل عند الاخراج من الماء يغسل مرتين وان لم ينو يغسل ثلاثا وفي رواية عنه يغسل مرة واحدة وغاسل الميت ينبغي
پانی سے نکالتے ہوئے غسل کی نیت کرلی ہو تو پھر دو بار نہلائیں اور اگر نیت نہیں کی تو تین بار نہلائیں اور ایک روایت میں انکے منقول ہے کہ ایک ہی دفعہ نہلائیں اور میت کے نہلانیوالے کو

ان يكون على طهارة وان يكون اقرب الناس اليه فان لم يوجد فاهل الورع والصلاح واذا تم غسله يكفن ولكل واحد من الرجل
چاہیے کہ باوضو ہو اور میت کا سب سے زیادہ قریب کا رشتہ دار ہو اور اگر ایسا شخص نہ ملے تو پرہیزگار اور نیک آدمی اور جب نہلا چکیں تو کفن پہنائیں اور ہر ایک کے لیے

والمرأة كفن السنة وكفن الكفاية وكفن الضرورة في حقهما ما يوجد وكفن السنة للرجل قميص وازار ولفافة فالقميص
عورت ہو یا مرد ایک تو کفن سنت ہے اور ایک کفن کفایت اور لاچاری کا کفن دونوں کے لیے وہ ہے جو میسر آئے اور مرد کے لیے مسنون کفن قمیص ہے (یعنی کفنی) اور تہبند اور چادر پوٹ کی اس قمیص کو

من المنكبين الى القدمين بلا دخريص ولا جيب ولا كمين وكل واحد من الازار واللفافة من الفرق الى القدم فاذا اريد
دونوں مونڈھوں سے لیکر پاؤں تک ہو بغیر کلی اور بے گریبان اور بے آستینوں کے اور تہبند اور پوٹ میں سے ہر ایک سر سے پاؤں تک ہو پس جب کفنا دینا ارادہ کریں

تكفينه يبسط اللفافة اولا ثم الازار ثم القميص ثم يوضع الميت فيه ويقمص ثم يعطف الازار من جهة اليسار
تو پہلے پوٹ کی چادر بچھائیں پھر اسکے اوپر تہبند پھر قمیص پھر اسکے اوپر میت کو رکھکر کفنی پہنائیں پھر تہبند بائیں طرف سے لپیٹیں

ثم من جهة اليمين ثم اللفافة كذلك وان خيف انتشار الكفن يعقد صيانة عن الكشف وكفن الكفاية
پھر داہنی طرف سے پھر پوٹ کی چادر اسی طرح سے اور اگر کفن کے اڑنے کا خوف ہو تو کھلنے سے بچاؤ کے لیے گرہ لگا دیں اور کفن کفایت

له ازار ولفافة ويكره اقل من ذلك الا عند الضرورة وكفن السنة للمرأة درع وخمار وازار ولفافة وخرقة
مرد کے واسطے تہبند اور پوٹ کی چادر ہے اس سے کم مکروہ ہے مگر لاچاری کے وقت اور کفن سنت عورت کے لیے پیراہن ہے اور اوڑھنی اور تہبند اور پوٹ کی چادر

تربط على ثدييها فانها تلبس الدرع اولا ثم يجعل شعرها ضفيرتين على صدرها فوق الدرع ثم يوضع الخمار
اور سینہ بند جس سے اسکے پستان باندھے جائیں پس عورت کو پہلے پیراہن پہنائیں پھر اسکی بالوں کی دو لٹیں کرکے اسکے سینہ پر پیراہن کے اوپر سے ڈالدیں پھر اوڑھنی

على رأسها منشورة كالمقنعة فوق ذلك ثم يعطف الازار واللفافة كما ذكر في حق الرجال ثم تربط الخرقة فوق
اسکے سر پر مقنع کی طرح پیراہن کے اوپر پھیلا کر رکھیں پھر تہبند اور پوٹ کی چادر کو اسیطرح لپیٹیں جسطرح کہ مردوں کے حق میں بیان کیا گیا پھر سینہ بند

الاكفان وعرضها ما بين الثدي الى السرة وكفن الكفاية لها ازار ولفافة وخمار ويكره اقل من ذلك الا
سب کفنوں کے اوپر لپیٹیں اور اسکا چوڑان پستان سے ناف تک ہو اور کفن کفایت عورت کا تہبند اور پوٹ کی چادر اور اوڑھنی اور اس سے کم مکروہ ہے مگر

عند الضرورۃ ویجمر الاکفان قبل ان یدرج فیہا المیت وترا ولا یزاد علی خمس علی ما ذکرہ الزیلعی وقال المرغینانی علی ما ذکر

لاچاری کے وقت اور کفنون کو میت کے داخل کرنے سے پہلے خوشبو کی دھونی دین طاق دفعہ اور پانچ بار سے نہ بڑھائین زیلعی کے بیان کے رو سے اور مرغینانی نے حسب بیان

فی شرح المنیۃ ان کان فی المال کثرۃ وفی الورثۃ قلۃ فکفن السنۃ اولی والا فکفن الکفایۃ اولی مع جواز کفن السنۃ

شرح منیہ کے کہا ہے کہ اگر ترکہ بہت ہو اور وارث کم تو کفن سنت اولی ہے ورنہ کفن کفایت اولی ہے اگرچہ کفن سنت بھی جائز ہے

والمراھق فی الکفن بمنزلۃ البالغ والطفل الذی لم یبلغ حد الشھوۃ والاحسن ان یکفن فیما یکفن البالغ وان

اور مراہق کفن کے باب مین بمنزلہ بالغ کے ہے اور وہ لڑکا جو ابھی حد شہوت کو نہین پہونچا تو بہتر یہ ہے کہ اسکو وہ کفن دین جو بالغ کو دیا جاتا ہے اور اگر

کفن فی ثوب واحد یجوز وبعد تکفینہ یصلی علیہ والصلوۃ علیہ فرض کفایۃ ان اداھا البعض ولو رجلا واحدا

اسکو ایک ہی کپڑے مین کفنا دین تو بھی جائز ہے اور کفنانے کے بعد اسپر نماز پڑھین اور اسپر نماز پڑھنا فرض کفایہ ہے اگر بعضے ادا کرلین اگرچہ ایک ہی مرد ہو

او امرأۃ واحدۃ تسقط عن الباقین والا یاثم الکل واذا حمل علی سریرہ فالسنۃ ان یحملہ اربعۃ نفر من جوانبہ الاربع

یا ایک ہی عورت تو اوروں کے ذمہ سے ساقط ہوجاتی ہے اور نہین تو سب گنہگار ہونگے اور جب جنازہ کو اٹھا کر لیچلین تو سنت یہ ہے کہ چار آدمی چارون طرف سے اٹھائین

اذ فیہ تخفیف للحاملین وصیانۃ للمیت عن السقوط والانقلاب وتکثیر الجماعۃ حتی لو لم یتبعہ احد یکون ھؤلاء جماعۃ

کیونکہ اسمین اٹھانیوالون کو آسانی ہے اور میت کے گرنے اور الٹ پڑنے سے حفاظت ہے اور جماعت بڑھانا ہے یہانتک کہ اگر اور کوئی ساتھ نہ چلے تو یہی جماعت ہے

ویسرعون بہ فی المشی بلا خبب وعند کثرۃ الناس یتناوبھم فی حملہ یستحب لکل من یحملہ ان یحملہ من کل جانب

اور چلنے مین جلدی کرین نہ دوڑ کر اور لوگون کی کثرت اور باری باری اٹھانے کے وقت مستحب یہ ہے کہ ہر ایک چارون طرف سے

عشر خطوات لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من حمل جنازۃ اربعین خطوۃ کفرت عنہ اربعون کبیرۃ وکیفیۃ حملہ

دس دس قدم لے چلے نبی علیہ السلام کے اس قول کی دلیل سے جو کوئی چالیس قدم جنازہ لے چلے تو اسکے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہوجاینگے اور اسکے لے چلنے کی صورت یہ ہے

ان یبتدی بالمقدم الایمن فیضعہ علی عاتقہ الایمن ثم بالمؤخر الایمن فیضعہ علی عاتقہ الایمن ثم بالمقدم الایسر

کہ آگے کی داہنی طرف سے شروع کرے اور اپنے داہنے مونڈھے پر رکھے پھر پچھلے داہنی جانب سے اور اسکو بھی داہنے مونڈھے پر رکھے پھر اگلا بائین جانب سے

ویضعہ علی عاتقہ الایسر ثم بالمؤخر الایسر ویضعہ علی عاتقہ الایسر فالافضل لبقیۃ الناس مشیہم خلفہ لانہ ابلغ

اور اسکو اپنے بائین مونڈھے پر رکھے پھر پچھلے بائین جانب سے اور اسکو اپنے بائین مونڈھے پر رکھے اور باقی لوگون کو جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے کیونکہ یہ عبرت مین

فی الاتعاظ واذا بلغوا قبرہ یکرہ لھم الجلوس قبل وضعہ علی الارض ولا یکرہ بعد وضعہ ھذا فی حق من یمشی مع الجنازۃ

بہت خوب ہے اور جب اسکی قبر کے پاس پہونچین تو جنازہ زمین پر اتارنے سے پہلے انکو بیٹھ جانا مکروہ ہے اور زمین پر اتارنے کے بعد مکروہ نہین یہ انکے حق مین ہے جو جنازہ کے ساتھ ساتھ جاتے تھے

فلو ذھب قوم الی المصلی وجلسوا ینتظرونھا فجیٔ بھا فالصحیح انھم لا یقومون قبل الوضع وکذا من کان قاعدا علی

اور اگر کچھ لوگ نمازگاہ مین آگے چلے گئے اور بیٹھکر انتظار کرنے لگے پھر جنازہ وہان لیکر آئے تو صحیح یہ ہے کہ یہ لوگ جنازہ زمین پر رکھنے سے پہلے نہ کھڑے ہون اور ایسی ہی جو شخص رستہ پر بیٹھا ہے

الطریق فمرت بہ الجنازۃ الا اذا اراد ان یتبعھا وما ورد فی الاحادیث من القیام لھا منسوخ ولا ینبغی لمن یتبعہا

اور وہان جنازہ آگیا ہان اگر اسکے ساتھ جانیکا ارادہ ہو تو البتہ اور حدیثون مین جو کہ جنازہ کے لیے کھڑا ہونا آیا ہے وہ منسوخ ہے اور جو ساتھ جائے اسکو نچاہیے

ان یرجع قبل ان یصلی علیہا وبعد ان یصلی علیہا قالوا لا یرجع الا باذن اھلہا وذکر فی المحیط ان الرقیق یسعہ الرجوع

کہ نماز جنازہ پڑھے جانے سے پہلے لوٹ آئے اور نماز پڑھی جانیکے بعد علماء نے کہا ہے کہ بلا ولی جنازہ کی اجازت کے نہ لوٹین اور محیط مین مذکور ہے کہ غلام کو اجازت ہے

بغیر اذنھم وھو الاوجہ والاولی علی ما ذکر فی شرح المنیۃ ویحفر القبر واختلف فی مقدار عمقہ فقیل قدر نصف القامۃ

کہ بے اجازت ولی میت کے لوٹ آئے اور شرح منیہ کے بیان کے رو سے یہی ٹھیک اور اولی ہے اور قبر کھودی جائے اور اسکی گہرائی مین اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ آدھے قد کی مقدار ہو

وقیل الی الصدر وان زادوا الی القامۃ فھو افضل واحسن ثم الافضل فیہ اللحد وھو ان یحفر فی جانب القبلۃ منہ

اور کوئی کہتا ہے سینہ تک اور اگر قد آدم کے برابر گہری کردین تو افضل اور احسن ہے پھر اسمین لحد یعنی بغلی بنانا افضل ہے اور وہ اسطرح ہے کہ قبر کے اندر قبلہ کی طرف

حفیرۃ ویوضع المیت فیہا وان کانت الارض رخوۃ فلا باس بالشق وھو ان یحفر فی وسط الارض حفیرۃ کالنھر ویبنی جانباھا

گڑھا کھود کر اسکے اندر مردہ کو رکھین اور اگر زمین نرم ہو تو صندوقی کا کچھ مضائقہ نہین اور وہ یہ ہے کہ قبر کے بیچ مین نہر کی وضع پر گڑھا کھودین اور اسکے دونون طرف

باللبن ویوضع المیت فیہا وتسقف باللبن ولا یمس السقف المیت والسنۃ ان یوضع المیت فی قبرہ من جانب القبلۃ
کچی اینٹ سے چن دین اور اسکے اندر مردہ کو رکھین اور کچی اینٹ سے چھت پاٹ دین اور چھت میت سے قریب ہو اور سنت یہ ہو کہ میت کو قبر مین قبلہ کی طرف سے اتارین

ولا تعیین فی عدد الواضعین بل المعتبر حصول الکفایۃ وترا کانوا او شفعا ویقول جمیعہم عند الوضع بسم اللہ وعلی
اور اتارنے والون کا کوئی عدد مقرر نہین ہو بلکہ یہی معتبر ہو کہ جسقدر کفایت کرین طاق ہون یا جفت اور اتارتے وقت سب کے سب یہ پڑھین بسم اللہ وعلی

ملۃ رسول اللہ ویوجہ الی القبلۃ ولا یلقی علی ظہرہ وتحل العقد لانہا کانت لخوف انتشار الکفن وقد حصل الامن
ملۃ رسول اللہ اور میت کا منھ قبلہ کی طرف کر دین پیٹھ کے بھل نہ لٹائین اور گرہ کھول دین کیونکہ وہ کفن کھل جانیکے خوف سے تھی سو اُس سے امن حاصل ہو چکا

منہ ویسوی اللبن والقصب علی اللحد ویکرہ الاجر والخشب لانہما لاحکام البناء والقبر موضع البلاء والفناء وذو الرحم
اور لحد پر کچی اینٹ اور بانس چنین اور پکی اینٹ اور لکڑی مکروہ ہو کیونکہ یہ دونون چنائی کی مضبوطی کے غرض سے ہین اور قبر کہنگی اور فنا کی جگہ ہے اور

المحرم اولی بوضع المرأۃ فان لم یکن فاہل الصلاح من الاجانب ویسجی قبرہا بثوب حال الوضع حتی یجعل اللبن ونحوہ
عورت کو اتارنیکے لیے محرم عزیز اولی ہو لیس اگر وہ نہو تو اجنبی لوگون سے پرہیزگار اور عورت کی قبر پر اتارتے وقت کپڑے سے پردہ کیے رہین یہانتک کہ کچی اینٹ وغیرہ قبر پر رکھ چکین

علی اللحد لان مبنی حالہن علی الستر ولا یسجی قبر الرجل لان مبنی حالہم علی الکشف ثم یہال علیہ التراب ویسنم القبر قدر
اسلیے کہ عورتونکے حال سے مناسب پردہ ہو اور مرد کی قبر اپر پردہ نکرین اسلیے کہ مردونکے حال کے مناسب ظہور ہے پھر اُسپر مٹی ڈھکیل دین اور قبر کو اونٹ کی لپشت کی طرح بنائین

شبر ولا یسطح ولا یزاد علی التراب الذی خرج من القبر ولا باس برش الماء علیہ کیلا ینتشر التراب بالریح ویکرہ ان یبنی
ایک بالشت اونچی اور ہموار نہ کرین اور جو مٹی قبر سے نکلی ہو اُس سے زیادہ نہ کرین اور اُسپر پانی چھڑکنے کا کچھ مضایقہ نہین تاکہ مٹی ہوا سے پھیل نجائے اور مکروہ ہو کہ اُسپر

علیہ بیت او قبۃ او نحو ذلک وکذا یکرہ وطؤہ والجلوس علیہ والنوم لدیہ والصلوۃ الیہ لما روی عن مرثد الغنوی
کوئی مکان یا برج وغیرہ بنائین اور اسی طرح اُسکا پامال کرنا اور اُسپر بیٹھنا اور اُسکے پاس سونا اور اُسکی طرف نماز پڑھنا مکروہ ہو کیونکہ مرثد غنوی سے روایت ہے کہ

انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیہا ویکرہ الذبح عندہ لما روی عن انس رض انہ علیہ الصلوۃ
نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ قبرون پر مت بیٹھو اور نہ اُنکی طرف نماز پڑھو اور قبر کے پاس ذبح کرنا مکروہ ہو کیونکہ انس رض سے روایت ہو کہ نبی علیہ الصلوۃ

والسلام قال لا عقر فی الاسلام وہو الذی کان یعقر عند القبر بقرۃ او شاۃ ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اہل المیت لکن
والسلام نے فرمایا کہ اسلام مین عقر نہین ہو اور عقر یہ ہو کہ گائے یا بکری قبر کے پاس ذبح کیا کرتے تھے اور میت والون سے مہمانی لینا مکروہ ہو لیکن

یستحب لجیران المیت واقربائہ الاباعد تہیئۃ الطعام لہم والحاحہم فی الاکل لما روی عن ابن مسعود رض انہ علیہ السلام
میت کے ہمسایون اور دور کے ناتے وارون کو اُنکے واسطے کھانا تیار کرنا اور اُنکو کھلانے مین اصرار کرنا مستحب ہے اسواسطے کہ ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام

لما جاء نعی جعفر بن ابی طالب قال اصنعوا لال جعفر طعاما فقد اتاہم ما یشغلہم ویستحب التعزیۃ لما روی عن
جب جعفر رض بن ابی طالب کی موت کی خبر پہونچی تو فرمایا عیال جعفر کے لیے کھانا پکاؤ کیونکہ اُنکو ایسی خبر آئی ہو جسنے اپنے مین لگا لیا ہو اور تعزیت مستحب ہے اسلیے کہ

ابن مسعود رض انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال من عزی مصابا فلہ مثل اجرہ وکیفیۃ التعزیۃ ان یقال للمعزی لہ اعظم اللہ
ابن مسعود رض سے روایت ہو کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جسنے مصیبت زدہ کی تعزیت کی تو اُسکو اُسیکے برابر ثواب ہے اور تعزیت کا طریقہ یہ ہو جسکا قریبی گیا ہو اُس سے کہے کہ خدا

اجرک واحسن عزاک وغفر لمیتک ان کان المیت مکلفا والا لا یقول وغفر لمیتک ومن مات ولم یدفن ایاما بان وضع
تجکو اجر عظیم عنایت کرے اور تیری صبر اچھا کرے اور تیری میت کو بخشدے اگر میت مکلف ہو اور نہین تو یہ نکہے تیری میت کو بخشدے اور جو شخص مرگیا اور چند روز دفن نکیا گیا بطرح

فی التابوت لیحمل من مصر الی مصر آخر فما لم یدفن لا یسأل لان السؤال لا یکون الا فیما یستقر فیہ المیت حتی لو اکلہ السبع
ایک شہر سے دوسرے شہر مین لیجانیکی غرض سے تابوت مین رکھدیا گیا تو جب تک دفن نہوگا سوال منکر نکیر کا بھی نہوگا اسواسطے کہ سوال نہین ہوتا ہو مگر جہان میت کو قرار ہو یہانتک کہ اگر اُسکو درندہ کھا جائے

یکون السؤال فی بطنہ وہو لکل ذی روح من بنی آدم حتی الرضیع فانہ یسأل فیلہمہ اللہ الجواب وہل للانبیاء فی القبر
تو سوال اُسکے پیٹ مین ہوگا اور یہ سوال بنی آدم کے ہر جاندار سے ہے یہانتک کہ دودھ پیتا بچہ کہ اُس سے بھی سوال ہوتا ہو لیس اللہ تعالی اُسکو جواب سکھا دیتا ہو اور آیا انبیا سے بھی قبر مین

سؤال قد ذکر فی الظہیریۃ ان الزاہد الصفار قال لیس فی ہذا نص ولا خبر ودلیل نفی ذلک عنہم اوضح یسر نا اللہ تعالی
سوال ہوتا ہو سو ظہیریہ مین مذکور ہو کہ زاہد صفار کہتے ہین کہ اس باب مین نہ کوئی نص ہے اور نہ کوئی خبر اور اُنسے اسکی نفی کی دلیل زیادہ ظاہر ہو اللہ تعالی ہمارا مرتے وقت

حسن الخاتمة عند الممات

خاتمہ بالخیر آسان فرمائے

المجلس السابع والخمسون فی بیان جواز زیارة القبور وعدم جوازها

مجلس پنجاہ و ہفتم زیارت قبور کے جواز اور عدم جواز کے بیان مین

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه بريدة وفيه تصريح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مین نے تمکو قبرون کی زیارت سے منع کیا تھا سو اب قبرون کی زیارت کیا کرو یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے بریدہ کی روایت سے اور اسمین تصریح

بوقوع النهي في اوائل الاسلام عن زيارة القبور لكونها مبدأ عبادة الاصنام وكان ابتداء ذلك الداء العضال في

ہے کہ ابتدائے اسلام مین زیارت قبور سے ممانعت ہوئی تھی اسلیے کہ یہ بت پرستی کی ابتدا ہے اور اس سخت مرض کی ابتدا

قوم نوح النبي عليه السلام كما اخبر الله تعالى في كتابه وقال نوح رب انهم عصوني واتبعوا من لم يزده

نوح علیہ السلام کی امت مین ہوئی تھی جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب مین خبر دی ہے اور کہا نوح نے اے رب میرے انھون نے میرا کہا نہ مانا اور پیرو ہوئے ایسے کے جس کو

ماله وولده الا خسارا ه ومكروا مكرا كبارا ه وقالوا لا تذرن الهتكم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا يغوث

اسکے مال اور اولاد نے نہین بڑھایا مگر ٹوٹا اور داؤ کیا ہے بڑا داؤ اور بولے نہ چھوڑیو اپنے خداؤن کو اور نہ چھوڑیو ودّ کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث

ويعوق ونسرا ه قال ابن عباس وغيره من السلف كان هؤلاء قوما صالحين في قوم نوح النبي عليه السلام فلما ماتوا

اور یعوق اور نسر کو ابن عباسؓ وغیرہ سلف کہتے ہین کہ یہ لوگ نوح نبی علیہ السلام کی امت مین نیک لوگ تھے پس جب یہ مرگیے تو لوگون نے

عكف الناس على قبورهم ثم صوروا تماثيلهم ثم طال عليهم الامد فعبدوهم فلما كان منشأ عبادة الاصنام من جهة القبور

انکی قبرون پر بیٹھے رہنا اختیار کیا پھر انکی صورت کی مورتین بنالین پھر اسیطرح انپر مدت گذر گئی پھر ہوتے ہوتے انکی پرستش کرنے لگے پس جونکہ بت پرستی کی ابتدا قبرون سے ہے

نهى النبي عليه الصلوة والسلام اصحابه في اوائل الاسلام عن زيارة القبور سدا لذريعة الشرك لكونهم حديث العهد

لہذا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے یارون کو شروع اسلام مین زیارت قبور سے منع کر دیا تھا شرک کے وسیلہ کو بند کر دینے کیلیے کیونکہ انکو کفر چھوڑے ہوے تھوڑا زمانہ گذرا تھا

بالكفر ثم لما تمكن التوحيد في قلوبهم اذن لهم في زيارتها وعلمهم كيفيتها تارة بفعله وتارة بقوله وذلك في الاحاديث

پھر جب توحید انکے دلونمین جم گئی تو انکو زیارت قبور کی اجازت ہو گئی اور اسکی کیفیت سکھائی کبھی تو فعل سے اور کبھی قول سے اور یہ مضمون بہت حدیثون مین ہے

الكثيرة بعضها في الاذن وبعضها في التعليم وفي ضمنها بيان لفائدة اما التي في الاذن فمنها ما روي عن ابي سعيد رضي الله عنه

بعضی اجازت کے بارے مین ہین اور بعضی تعلیم کے بارہ مین اور انکے شمول مین فوائد کا بیان ہے جو حدیثین اجازت کے باب مین ہین انمین سے ایک وہ ہے جو ابو سعید سے روایت ہے کہ

عليه الصلوة والسلام قال اني كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فان فيها عبرة ومنها ما روي عن علي بن ابي طالب رض

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا مین نے تمکو قبرون کی زیارت سے منع کیا تھا سو تم زیارت کیا کرو کیونکہ اسمین عبرت ہوتی ہے اور انمین سے ایک وہ ہے جو علی ابن ابی طالب سے روایت ہے

انه عليه الصلوة والسلام قال اني كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فانها تذكركم الاخرة ومنها ما روي عن ابن مسعود

کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا مین نے تمکو قبرون کی زیارت سے منع کیا تھا سو تم زیارت کیا کرو کیونکہ یہ تمکو آخرت یاد دلاتی ہے اور انمین سے ایک وہ ہے جو ابن مسعودؓ سے روایت ہے

انه عليه الصلوة والسلام قال كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فانها تزهد في الدنيا ومنها ما روي عن ابي هريرة رض

کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا مین نے تمکو زیارت قبور سے منع کر دیا تھا سو تم زیارت کیا کرو کیونکہ یہ دنیا سے بے رغبت کرتی ہے اور انمین سے ایک وہ ہے جو ابی ہریرہؓ سے روایت ہے

انه عليه الصلوة والسلام قال زوروا القبور فانها تذكر الموت ومنها ما روي عن بريدة رض انه عليه السلام قال كنت

کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا قبرون کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ موت کو یاد دلاتی ہے اور انمین سے ایک وہ ہے جو بریدہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

نهيتكم عن زيارة القبور فمن اراد ان يزور فليزر ولا تقولوا هجرا واما التي في التعليم فمنها ما روي عن بريدة رض انه

مین نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب جو زیارت کا ارادہ کرے تو زیارت کیا کرے اور بیہودہ نہ کہا کرو اور وہ حدیثین جو تعلیم کے باب مین ہین سو انمین سے ایک وہ ہے جو بریدہؓ سے روایت ہے کہ

عليه الصلوة والسلام كان يعلمهم اذا خرجوا الى المقابر ان يقولوا السلام عليكم يا اهل الديار من المؤمنين والمسلمين

نبی علیہ الصلوۃ والسلام سکھایا کرتے تھے جب لوگ مقابر کو جاتے کہ کہا کرین السلام علیکم اے اہل قبور مومنین ومسلمین

وانا ان شاء الله بكم لاحقون انتم لنا سلف ونحن لكم تبع نسأل الله لنا ولكم العافية ومنها ما روي عن ام المؤمنين رض

اور ہم انشاء اللہ تعالی تم سے آکر ملتے ہین تم ہمسے آگے ہو اور ہم تمسے پیچھے اور ہم اللہ سے اپنے اور تمھارے لیے عافیت مانگتے ہین اور انمین سے وہ ہے جو ام المومنین

عائشۃ رضی اللہ عنہا انہا قالت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف اقول یا رسول اللہ فی زیارۃ القبور قال قولی السلام علی
عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ مین زیارت قبور مین کیا کہا کرون آپ نے فرمایا کہہ سلام

اہل الدیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا ومنکم والمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون ومنہا
گھر والون (مومنین اور مسلمین) پر اور اللہ رحمت کرے ہم مین سے اور تم مین سے آگے جانیوالون پر اور پیچھے رہنے والون پر اور ہم انشاء اللہ تم ہی سے آکر ملتے ہین اور انھین سے

ما روی عن ابی ہریرۃ رضہ انہ علیہ الصلوۃ والسلام خرج الی المقبرۃ فقال السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ عن
ایک وہ ہے جو ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام قبرستان مین تشریف لے گئے سو آپ نے فرمایا سلام تمپر اے دار قوم مومنین اور ہم انشاء اللہ

قریب منکم لاحقون ومنہا ما روی عن ابن عباس رضہ انہ علیہ الصلوۃ والسلام مر بقبور المدینۃ فاقبل علیہم فقال
عنقریب تم سے آکر ملتے ہین اور انھین سے ایک وہ ہے جو ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا مدینہ کی قبرون کی طرف گذر ہوا تو ادھر متوجہ ہوئے اور فرمایا

السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر فانہ علیہ الصلوۃ والسلام بین فی ہذہ الاحادیث
سلام تمپر اے قبر والو خدا ہماری اور تمھاری مغفرت فرمائے تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمھارے پیچھے ہین پس نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ان حدیثون مین

فائدۃ زیارۃ القبور وہا احسان الزائر الی نفسہ والی اہل القبور اما احسانہ الی نفسہ فتذکر الموت والاخرۃ والزہد
زیارت قبور کا فائدہ بیان فرمادیا ہے اور وہ زیارت کرنے والے کا سلوک کرنا ہے اپنے حق مین اور اہل قبور کے حق مین آپنے حق مین سلوک تو موت کا او آخرت کا یاد کرنا ہے اور بیرغبتی ہے

فی الدنیا والاتعاظ والاعتبار بہا اما احسانہ الی اہل القبور فالسلام علیہم والدعاء لہم بالرحمۃ والمغفرۃ وسؤال العافیۃ
دنیا مین اور پند پذیری اور عبرت اور اہل قبور کے حق مین سلوک انپر سلام بھیجنا ہے اور انکے لیے رحمت اور مغفرت کی دعا کرنا اور عافیت کا سوال کرنا

قال عامۃ العلماء ہذا فی حق الرجال واما النساء فلا یحل لہن ان یخرجن الی المقابر لما روی عن ابی ہریرۃ رضہ انہ
عامہ علما کہتے ہین کہ یہ مردون کے حق مین ہے اور رہین عورتین سو انکو جائز نہین کہ مقابر مین جائین اسلیے کہ ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ نبی

علیہ الصلوۃ والسلام لعن زوارات القبور وذکر فی نصاب الاحتساب ان القاضی سئل عن جواز خروج المرأۃ الی المقابر فقال
علیہ الصلوۃ والسلام نے قبرون کی زیارت کرنے والی عورتون پہ لعنت فرمائی ہے اور نصاب الاحتساب مین مذکور ہے کہ قاضی سے کسی نحو تو نکی قبرستان مین جانیکے جواز کو پوچھا تو جواب دیا

لا تسأل عن الجواز فی مثل ہذا وانما تسأل عن مقدار ما یلحقہا من اللعن فانہا اذا نوت الخروج کانت فی لعنۃ اللہ
کہ ایسے مقام مین جواز کو کیا پوچھتے ہو یہ پوچھو کہ اسپر کتنی لعنت برستی ہے پس جب عورت جانے کی نیت کرتی ہے تو اللہ

تعالی وملئکتہ واذا خرجت لحقتہا الشیاطین واذا اتت القبر یلعنہا روح المیت واذا رجعت تکون فی لعنۃ اللہ تعالی
تعالی اور اسکے فرشتون کی لعنت مین آجاتی ہے اور جب نکل پڑتی ہے تو شیاطین اسکے ساتھ ہو لیتے ہین اور جب قبر پر پہونچتی ہے تو میت کی روح لعنت کرتی ہے اور جب لوٹتی ہے تو خدا

وملئکتہ حتی تعود الی منزلہا وقد روی فی الخبر ایما امرأۃ خرجت الی المقبرۃ یلعنہا ملئکۃ السموات السبع والارضین
اور اسکے فرشتون کی لعنت مین رہتی ہے یہانتک کہ اپنے گھر مین آجائے اور حدیث مین روایت ہے کہ جو عورت قبرستان کو جاتی ہے تو اسپر ساتون آسمان اور ساتون زمین کے فرشتے

السبع وایما امرأۃ دعت للمیت بخیر ولم تخرج من بیتہا یعطیہا اللہ تعالی ثواب حجۃ وعمرۃ وروی عن سلمان وابی ہریرۃ رضہ
لعنت کرتے ہین اور جو عورت میت کے لیے دعای خیر کرتی ہے اور اپنے گھر سے نہین نکلتی ہے اسکو اللہ تعالی ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب دیتا ہے اور سلمان اور ابو ہریرہ رضہ سے مروی ہے

انہ علیہ الصلوۃ والسلام ذات یوم خرج من المسجد فوقف علی باب دارہ فاتت ابنتہ فاطمۃ رضہ فقال لہا من این
کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام ایک روز مسجد سے نکلکر اپنے گھر کے دروازے پر ٹھہر گئے اتنے مین حضرت کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آگئین پس آپنے فرمایا کہان سے

جئت فقالت خرجت الی منزل فلانۃ التی ماتت فقال ہل ذہبت قبرہا فقالت معاذ اللہ ان افعل شیئا بعد
آتی ہو عرض کیا فلانی عورت کے گھر گئی تھی جو مرگئی ہے فرمایا کیا اسکی قبر پر گئین تھین پس آپنے عرض کیا خدا کی پناہ اس سے کہ مین ایسا کام کرون بعد اسکے کہ

ما سمعت منک ما سمعت فقال لو ذہبت قبرہا لم ترحی رائحۃ الجنۃ فعلی ہذا کل من یرید ان یزور القبور من الرجال
مین سن چکی ہون آپ سے جو کچھ سن چکی ہون آپنے فرمایا اگر تو اسکی قبر پر جاتی تو جنت کی خوشبو نہ پاتی اس بنا پر مردون مین سے جو قبرون کی زیارت کا ارادہ کرے

ینبغی ان لا یکون حظہ من زیارتہا الطواف علیہا کالبہائم بل ینبغی لہ اذا جاءہا ان یسلم علی اہلہا ویخاطبہم
تو چاہیے کہ اپنا حصہ انکی زیارت مین سے بہائم کی طرح قبر کا طواف نہ بنائے بلکہ جب قبر کے پاس آئے تو اسکو چاہیے کہ قبر والون پر سلام بھیجے اور حاضرون کی طرح

خطاب الحاضرين ويسأل لهم الرحمة والمغفرة والعافية كما تقدم في الاحاديث ثم يعتبر بمن كان تحت التراب وانقطع
خطاب کرے اور اُنکے لیے رحمت اور مغفرت اور عافیت مانگے جیسا کہ احادیث میں اوپر آچکا ہے پھر اُنکی حالت سے عبرت کرے جو مٹی تلے پڑے ہیں اور

عن الاهل والاحباب وانه حين دخل القبر وابتلى بالسؤال هل اصاب في الجواب فكان قبره روضة من رياض الجنة
عزیزوں اور دوستوں سے جدا ہو گئے ہیں کہ یہ جب قبر میں داخل ہو کر اور سوال سے آزمایش کی گئی تو آیا ٹھیک جواب پایا کہ اسکی قبر بہشت کے باغ کا ایک چمن ہو گئی

او اخطأ في الجواب وكان قبره حفرة من حفر النار ثم يجعل نفسه كأنه مات ودخل القبر وذهب عنه ماله واهله و
یا جواب میں چوک گیا کہ اُسکی قبر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہو گئی پھر اپنے آپ کو ایسا سمجھے کہ گویا مر گیا ہے اور قبر میں داخل ہوا اور اُسکا مال اور اہل اور

ولده ومعارفه وبقي وحيدا فريدا وهو الآن يسأل فماذا يجيب وماذا يكون حاله فيكون مشغولا بهذا الاعتبار ما دام
اولاد اور دوست سب چلے گئے ہیں اور اکیلا تن تنہا رہ گیا ہے اور اب سوال ہو رہا ہے اب کیا جواب دوں اور میرا کیا حال ہوگا اس ہی عبرت میں مشغول رہے جب تک

هناك ويتعلق بمولاه في الخلاص من هذه الامور الخطيرة العظيمة ويلتجأ اليه واما قراءة القرآن هناك فجوزها بعض
وہاں رہے اور ان امور نہایت خوفناک کی رستگاری میں اپنے مولی سے لو لگائے اور اُسی کی طرف التجا کرے رہا قبر پر قرآن کا پڑھنا سو بعضے علما نے اجازت دی ہے

العلماء ومنعها البعض الآخر وقالوا لا بد للزائر ان يكون مشغولا بالاعتبار وقراءة القرآن يحتاج صاحبها الى التدبر
اور بعضے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زائر کو ضرور ہے کہ عبرت میں لگا رہے اور قرآن پڑھنے والے کو جسمیں لگا ہے اُسمیں غور

واحضار الفكر فيما يتعلق والاعتبار والفكر لا يجتمعان في قلب واحد في زمان واحد فان قال قائل انا اعتبر في وقت واقرأ
اور فکر لگانا ضرور ہے اور عبرت اور فکر دونوں ایک دل میں ایک وقت میں جمع نہیں ہوتے پس اگر کوئی معترض کہے کہ میں ایک وقت عبرت پکڑونگا اور

في وقت آخر والقرآن اذا قرئ ينزل الرحمة فيرجى ان يلحق باهل القبور من تلك الرحمة شيء ينفعهم فالجواب عنه
دوسرے وقت قرآن پڑھونگا اور جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو رحمت اُترتی ہے لہذا امید ہے کہ اُس رحمت میں سے کچھ اہل قبور کو پہونچکر اُنکو نفع بخشے تو اُسکا جواب

من وجوه الاول ان قراءة القرآن وان كانت عبادة لكن كون الزائر مشغولا بما تقدم من الفكر والاعتبار في الموت وسؤال
کئی طرح سے ہے اول یہ کہ قرآن کا پڑھنا اگرچہ عبادت ہے لیکن زیارت کرنے والے کا اسوقت گذشتہ چیزوں یعنی سوچ اور موت سے عبرت ہونے میں اور

الملكين وغير ذلك عبادة ايضا والوقت ليس محلا الا لهذه العبادة فقط فلا يخرج من عبادة الى عبادة اخرى لا سيما
منکر نکیر کے سوال وغیرہ میں مشغول رہنا بھی عبادت ہے اور اسوقت میں سوائے اس عبادت کے اور کسی کا موقع نہیں لہذا ایک عبادت کو چھوڑ کر دوسری عبادت کو نہ جائے

لاجل الغير والثاني ان لو قرأ في بيته واهدى ثوابها اليهم بان قال بلسانه بعد فراغه من قراءته اللهم اجعل ثواب ما
خاص کر دوسرے کے واسطے دوسرا جواب یہ ہے کہ زیارت کرنے والا اگر اپنے گھر میں قرآن پڑھتا اور اُسکا ثواب اُنکو بخشدیتا اسطرح کہ قرآن پڑھنے سے فارغ ہو کر اپنی زبان سے کہدیتا الٰہی جو میں نے پڑھا ہے اسکا ثواب

قرأته لاهل القبور لوصل اليهم لان هذا دعاء بوصول الثواب اليهم والدعاء يصل بلا خلاف فلا يحتاج ان يقرأ على قبورهم
اہل قبور کو پہونچا دے تو بھی یہ ثواب اُنکو پہونچ جاتا کیونکہ یہ اہل قبور کو ثواب پہونچنے کی دعا ہے اور دعا بلا خلاف پہونچتی ہے سو اسکی حاجت نہیں کہ قرآن اُنکی قبروں پر پڑھے

والثالث ان قراءته على قبورهم قد يكون سببا للعذاب بعضهم اذ كلما مرت آية لم يعمل بها يقال له اما قرأتها اما سمعتها
اور تیسرا جواب یہ ہے کہ قبروں پر قرآن پڑھنا کبھی مردہ کو عذاب کا سبب ہو جاتا ہے اسواسطے کہ جب ایسی آیت آتی ہے جسپر عمل نہیں کیا تھا تو اُسکو کہا جاتا ہے کہ کیا اسکو تو نے نہیں پڑھا تھا کیا اسکو نہیں سنا تھا

فكيف خالفتها ولم تعمل بها فيعذب لاجل مخالفته بها والرابع ان السنة لم ترد بها وكفى بها منعا فاذا كان كذلك فاللائق
پھر تو نے کیسے اسکے خلاف کیا اور اسپر عمل نہ کیا سو اُسکی مخالفت کی باعث عذاب ہوتا ہے اور چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث میں نہیں آیا ہے اور منع کرنے کو یہی کافی ہے پس جب یہ بات ہے تو

بالزائر ان يتبع السنة ويقف عند ما شرع له ولا يتعداه ليكون محسنا الى نفسه والى اهل القبور لان زيارة القبور نوعان
زیارت کرنے والے کو لائق یہ ہے کہ سنت کا تابع رہے جو شرع میں مقرر ہوا ہے اُسی پر ٹھہرا رہے اور اُس سے آگے نہ بڑھے تاکہ اپنا اور اہل قبور کا محسن بنے اسلیے کہ زیارت قبور دو طرح پر ہے

زيارة شرعية وزيارة بدعية اما الزيارة الشرعية التي اذن فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم فالمقصود منها
زیارت شرعی اور زیارت بدعی زیارت شرعی تو وہ ہے کہ جسکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے پس مقصود اس سے

شيئان احدهما راجع الى الزائر وهو الاتعاظ والاعتبار والثاني راجع الى اهل القبور وهو ان يسلم عليهم الزائر ويدعو لهم
دو باتیں ہیں ایک فائدہ تو زیارت کرنے والے کی طرف لوٹتا ہے یعنی پند پذیری اور عبرت اور دوسرا اہل قبور کی طرف اور وہ یہ کہ زیارت کرنیوالا اُنکو سلام پہونچائے اور اُنکے لیے

واما الزیارۃ البدعیۃ فھی زیارۃ القبور لاجل الصلوۃ عندھا والطواف بھا وتقبیلھا واستلامھا وتعفیر الخدود علیھا
اور زیارت بدعی یہ ہے کہ قبرون کے پاس نماز پڑھنے کو زیارت کرنا اور اُسکے طواف کرنے کو اور اُنکے بوسہ دینے اور چومنے کو اور قبرون پہ مُنھ ملنے کو

واخذ ترابھا ودعاء اصحابھا والاستغاثۃ بھم وسؤالھم النصر والرزق والعافیۃ والولد وقضاء الدین وتفریج
اور وہان کی مٹی لینے کو اور اہل قبور کو پکارنے اور اُنسے مدد مانگنے کو اور اُنسے یاری اور رزق اور عافیت اور اولاد اور ادائے قرض اور دفع ہوجانا

الکربات واغاثۃ اللھفان وغیر ذلک من الحاجات التی کان عباد الاصنام یسألون من اصنامھم فان اصل ھذہ
سختیون کا اور فریادیون کی امداد اور اسکے سوا اور اور حاجتین جنکو بت پرست اپنے بتون سے مانگتے ہین پس اس

الزیارۃ البدعیۃ الشرکیۃ ماخوذ منھم ولیس شیء من ذلک مشروعا باتفاق علماء المسلمین اذ لم یفعلہ رسول رب
زیارت بدعی شرکی کی اصل اُنہی سے لی ہوئی ہے اور کوئی امر اس مین سے باتفاق تمام علمای مسلمین کے جائز نہین ہے اسواسطے کہ اسکو نہ تو رسول رب

العالمین ولا احد من الصحابۃ والتابعین وسائر ائمۃ الدین بل قد انکر الصحابۃ ما ھو دون ذلک بکثیر کما روی عن
العالمین نے کیا اور نہ صحابہ اور تابعین اور تمام ائمہ دین مین سے کسی نے بلکہ صحابہ نے تو اکثر اس سے کم مین انکار کیا ہے جیسا کہ

المعرور بن سوید ان عمر صلی صلوۃ الصبح فی طریق مکۃ ثم رأی الناس یذھبون مذھبا فقال این یذھب ھؤلاء
معرور بن سوید سے روایت ہے کہ عمر نے صبح کی نماز مکہ کے راستہ مین پڑھی پھر لوگون کو دیکھا کہ ایک طرف کو جاتے ہین پس پوچھا یہ لوگ کہان جاتے ہین

فقیل مسجد صلی فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھم یصلون فیہ فقال انما ھلک من کان قبلکم بمثل ھذا کانوا
پس کسی نے کہا اس مسجد مین جسمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے لہذا یہ لوگ بھی وہان نماز پڑھینگے پس فرمایا پہلی امتین ایسی ہی باتون سے ہلاک ہوئی ہین

یتبعون آثار انبیائھم ویتخذونھا کنائس وبیعا فمن ادرکتہ الصلوۃ فی ھذہ المساجد فلیصل فیھا ومن لا
کہ اپنے انبیا کے آثار کے پیرو ہوتے اور اُنکو کنیسا اور بیعہ (یعنے عبادت گاہ) بنالیا کرتے تھے لہذا جسکو نماز کا وقت ان مسجدون مین آجائے اُسکو چاہیے کہ وہین نماز پڑھ لے اور جسکو

فلیمض ولا یتعمدھا وکذلک لما بلغہ ان الناس ینتابون الشجرۃ التی بویع تحتھا النبی علیہ الصلوۃ والسلام ارسل الیھا
وقت وہان نہو تو چلا جائے اور قصدا وہان نہ جائے اور ایسے ہی جب حضرت عمرؓ کو خبر پہونچی کہ لوگ اُس درخت کے پاس آتے رہتے ہین جسکے تلے نبی علیہ السلام سے بیعت کی گئی تھی تو آدمی بھیجکر

فقطعھا فاذا کان عمرؓ فعل ھذا بالشجرۃ التی بایع الصحابۃ تحتھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکرھا اللہ تعالی فی القرآن حیث
اُسکو کٹوا ڈالا پس جب حضرت عمرؓ نے اُس درخت کے ساتھ ایسا کیا جسکے تلے صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی اور اللہ تعالی نے اُسکو قرآن مین ذکر کیا ہے جہان

قال لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فماذا یکون حکمہ فیما عداھا ولقد جرد السلف الصالح التوحید
کہا اللہ خوش ہوا ایمان والون سے جب بیعت کرنے لگے تجھسے اُس درخت کے نیچے تو اب اور کا کیا حکم ہوگا اور بیشک گذشتہ نیکون نے توحید کو خوب صاف کیا ہے

وحموا جانبہ حتی کانت الصحابۃ والتابعون حیث کانت الحجرۃ النبویۃ منفصلۃ عن المسجد الی زمن الولید
اور توحید کی جانب کی حفاظت کی ہے یہان تک کہ صحابہ اور تابعین جب کہ حجرۂ نبوی مسجد سے الگ تھا ولید

ابن عبد الملک لا یدخل فیھا احد لا لصلوۃ ولا لدعاء ولا لشیء آخر مما ھو من جنس العبادۃ بل کانوا یفعلون جمیع ذلک فی
بن عبد الملک کے زمانہ تک اُسوقت کوئی اسمین نہین جاتا تھا نہ نماز کے لیے نہ دعا کے لیے اور نہ کسی اور کام کے لیے جو عبادت کی جنس سے ہو بلکہ یہ تمام عبادتین

المسجد وکان احدھم اذا سلم علی النبی علیہ السلام واراد الدعاء استقبل القبلۃ وجعل ظھرہ الی جدار القبر ثم دعا
مسجد مین کیا کرتے تھے اور ہر ایک کا یہ حال تھا کہ جب نبی علیہ السلام پر درود پڑھ کر دعا مانگنے کا ارادہ کرتا تو قبلہ کے رُخ ہوجاتا اور اپنی پشت قبر شریف کی دیوار کی طرف کرلیتا تب دعا مانگتا

وھذا مما لا نزاع فیہ بین العلماء وانما تنازعھم فی وقت السلام علیہ قال ابو حنیفۃ یستقبل القبلۃ عند السلام ایضا
اور یہ تو وہ بات ہے جسمین علما کو کچھ اختلاف نہین ہے اختلاف تو صرف حضور پہ سلام پڑھتے وقت مین ہے کہ امام ابو حنیفہ کہتے ہین سلام کے وقت بھی قبلہ کیطرف منھ کرے

ولا یستقبل القبر وقال غیرہ لا یستقبل القبر عند الدعاء بل قالوا انہ یستقبل القبلۃ وقت الدعاء ولا یستقبل القبر
اور قبر کی طرف مُنھ نہ کرے اور اور لوگ کہتے ہین کہ دعا کے وقت قبر کے جانب مُنھ نکرے بلکہ کہتے ہین کہ دعا کے وقت قبلہ کیطرف متوجہ ہو اور قبر کی طرف مُنھ نہ کرے

حتی لا یکون الدعاء عند القبر فان الدعاء عبادۃ کما ثبت بالحدیث المرفوع ان الدعاء ھو العبادۃ والسلف الصالح
دعا قبر کی طرف نہو کیونکہ دعا عبادت ہے جیسا کہ حدیث مرفوع سے ثابت ہے کہ دعا ہی عبادت ہے اور سلف صالح

من الصحابة والتابعين جعلوا العبادة خالصة لله تعالى فلم يفعلوا عند القبور شيئا منها الا ما اذن فيه النبي عليه الصلوة

یعنے صحابہ رض اور تابعین نے عبادت کو خاص اللہ ہی کے واسطے مقرر کیا ہو اور عبادات مین سے قبرون پر جا کر کچھ نہین کیا ہو مگر وہ ہی جسکی نبی علیہ الصلوۃ

والسلام من السلام على اصحابها وسؤال الرحمة والمغفرة والعافية من الله لهم وسبب ذلك ان الميت قد انقطع عمله

والسلام نے اجازت دی ہے یعنی قبر والون پر سلام کرنا اور اللہ سے اُنکے لیے رحمت اور مغفرت اور عافیت مانگنا اور اسکا سبب یہ ہے کہ میت کا عمل تو بند ہو چکا ہے

وهو يحتاج الى من يدعو له ويشفع لاجله ولهذا شرع في الصلوة عليه من الدعاء وجوبا او ندبا ما لم يشرع

اور وہ اسکا محتاج ہو کہ کوئی اسکے لیے دعا مانگے اور اُسکی شفاعت کرے اور اسی لیے نماز جنازہ مین اُسکے واسطے دعا بطور وجوب یا استحباب کے مقرر ہے کہ اُسکے

مثله في الدعاء للحي فانا لما كنا اذا قمنا الى جنازته ندعو له ونشفع لاجله فبعد الدفن اولى ان ندعو له ونشفع لانه

مثل زندہ کے واسطے جائز نہین پس جیسا ہم لوگ جنازہ پر کھڑی ہونے کے وقت اُسکے واسطے دعا کرتے ہین اور اُسکی شفاعت کرتے ہین تو دفن کے بعد زیادہ بہتر ہو کہ اُسکے لیے دعا مانگین اور شفاعت کرین کیونکہ وہ

في قبره بعد الدفن اشد احتياجا الى الدعاء له منه على نعشه لانه حينئذ معرض للسؤال وغيره على ما روي عن عثمان رض

قبر کے اندر دفن کے بعد اپنے لیے دعا کا اُس سے زیادہ محتاج ہو جو کہ اُسکی نعش پر دعا کی گئی تھی کیونکہ اب اُس کو سوال وغیرہ کا سامنا ہے جیسا کہ حضرت عثمان رض

ابن عفان انه عليه الصلوة والسلام كان اذا فرغ من دفن الميت وقف عليه وقال استغفروا لاخيكم واسألوا له

ابن عفان سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہین ٹھہر رہتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لیے مغفرت مانگو اور اُسکے لیے ثابت قدم رہنے کی

التثبيت فانه الان يسأل وروي عن سفيان الثوري انه قال اذا سئل الميت من ربك تراأى له الشيطان في صورة

دعا کرو کیونکہ اسوقت اُس سے سوال ہو رہا ہو اور سفیان ثوری رض سے روایت ہو وہ کہتے ہین جب میت سے پوچھا جاتا ہو کہ تیرا رب کون ہے، تو اُسکو شیطان ایک صورت مین دکھائی دیتا ہے

ويشير الى نفسه اني انا ربك قال الترمذي هذا فتنة عظيمة ولذلك كان النبي عليه الصلوة والسلام يدعو بالثبات

اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہی کہ مین تیرا رب ہون ترمذی رض کہتے ہین کہ یہ بڑا فتنہ ہے اور اسی لیے نبی علیہ الصلوۃ والسلام ثبات قدم کی دعا مانگا کرتے تھے

اللهم ثبت عند المسئلة منطقه وافتح ابواب السماء لروحه وكانوا يستحبون اذا وضع الميت في اللحد ان يقال اللهم

الٰہی سوال کے وقت اُسکی بات کو ثابت رکھ اور اُسکی روح کے واسطے آسمان کے دروازے کھولدے اور وہ لوگ میت کو لحد کے اندر رکھنے کے وقت بہتر جانتے تھے کہ یہ دعا مانگین الٰہی

اعذه من الشيطان الرجيم فهذه سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم في اهل القبور بضعا وعشرين سنة وهذه سنة

اسکو شیطان راندہ سے پناہ دے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ اہل قبور کے حق مین بیس سال سے زائد رہا اور یہی

الخلفاء الراشدين وطريقة جميع الصحابة والتابعين فبدل اهل البدع والضلال قولا غير الذي قيل لهم فانهم

خلفاے راشدین اور تمام صحابہ رض اور تابعین کا طریقہ ہے پھر گمراہ بدعتیون نے وہ بات جو اُنسے کی گئی تھی بدل ڈالی پس وہ اُنکی

قصدوا بالزيارة التي شرعها رسول الله صلى الله عليه وسلم احسانا الى الميت والى الزائر سؤالهم بالميت والاستغاثة

زیارت سے جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی زیارت کرنے والے کے حق مین نیکی اور سلوک کرنے کے لیے جائز رکھا تھا میت سے سوال کرنے کا قصد رکھتے ہین اور اُن سے مدد مانگنے کا

وليس هذا الا الفتنة التي قال فيها عبد الله بن مسعود رض كيف اذا لبستكم فتنة يهرم فيها الكبير وينشأ فيها الصغير

اور نہین ہو یہ مگر وہی فتنہ جسکے باب مین حضرت عبد اللہ بن مسعود رض نے کہا ہو کیا حال ہوگا جب تمکو فتنہ ڈھانپ لے گا جسمین بڑا بڈھا ہو جائیگا اور بچہ جوان ہو جائیگا

تجري على الناس يتخذونها سنة اذا غيرت قيل غيرت السنة قال ابن القيم في اغاثته هذا يدل على ان العمل اذا جرى

جو لوگون مین رواج پڑ جائیگا اُسکو سنت ٹھہرا لینگے اگر اُسکو بدل دو تو کہینگے سنت بدل ڈالی ابن قیم نے اپنے اغاثہ مین کہا ہو کہ یہ بات پر دلالت کرتا ہی کہ جب عمل

على خلاف السنة فلا اعتبار به ولا التفات اليه وقد جرى العمل على خلاف السنة منذ زمن طويل فاذن لا بد ان

سنت کے خلاف ہونے لگے تو اُسکا کچھ اعتبار نہین اور نہ اُس طرف کچھ توجہ ہے اور مدت دراز سے عمل سنت کے خلاف ہو رہا ہے سو اب ضرور

تكون شديد التوقي من محدثات الامور وان اتفق عليه الجمهور فلا يغرنك اطباقهم على ما حدث بعد الصحابة

نو ایجاد امور سے بہت پرحذر رہ اگرچہ اُسپر جمہور متفق ہون پس صحابہ کے بعد ایجاد ہوئی باتون پر اُنکے اطباق کو نہ بھولنا

بل ينبغي لك ان تكون حريصا على التفتيش عن احوالهم واعمالهم فان اعلم الناس واقربهم الى الله اشبههم بهم

بلکہ تجکو چاہیے کہ اُنکے احوال اور اعمال کی تلاش مین حریص رہ کیونکہ سب سے بڑا عالم اور اللہ تعالے کا مقرب وہی ہو جو اُنکے ساتھ ملتا جلتا ہوا ہو

واعلمهم بطريقتهم اذ منهم اخذ الدين وهم اصول في نقل الشريعة من صاحب الشرع فلا بد لك ان لا تكترث
اور انکے طریقہ سے خوب واقف ہو اسواسطے کہ دین انہی سے لیا گیا ہے اور وہی صاحب شرع سے شریعت نقل کرنے مین اصل ہین لہذا تجکو ضرور ہے

بمخالفتك لاهل عصرك في موافقتك لاهل عصر النبي عليه السلام اذ قد جاء في الحديث اذا اختلف الناس فعليكم بالسواد
کہ اپنے اہل عصر کی مخالفت کی نبی علیہ السلام کے زمانہ والون کی موافقت مین کچھ پروا نکرے کیونکہ حدیث مین آیا ہے کہ جب لوگون مین اختلاف پڑجاے تو

الاعظم قال عبد الرحمن بن اسمعيل المعروف بابي شامة حيث جاء الامر بلزوم الجماعة فالمراد به لزوم الحق واتباعه وان كان
بڑی جماعت کو پکڑو عبد الرحمن بن اسمعیل جو ابو شامہ مشہور ہین کہتے ہین جس جگہ لزوم جماعت کا حکم ہے تو اس سے لزوم حق اور اسکا اتباع مراد ہے اور اگرچہ

المتمسك به قليلا والمخالف له كثيرا لان الحق ما كان عليه الجماعة الاولى وهم الصحابة رض ولا عبرة الى كثرة الباطل
اسکے اختیار کرنے والے تھوڑے ہون اور اسکے مخالف بہت ہون یاد رکھو کہ حق وہی ہے جسپر جماعت اولی رہی ہے اور وہ صحابہ ہین اور انکے بعد باطل زیادہ ہوجانے کا

بعدهم وقد قال الفضيل بن عياض ما معناه الزم طرق الهدى ولا يضرك قلة السالكين واياك وطرق الضلالة
کچھ اعتبار نہین اور فضیل بن عیاض نے کہا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ راہ ہدایت کو لازم کرلے اور اسکے چلنے والون کی کمی سے تجکو کچھ ضرر نہین اور گمراہی کے رستون سے بچتا رہ

ولا تغتر بكثرة الهالكين وقال ابن مسعود انتم في زمان خيركم فيه المتسارع في الامور وسياتي زمان بعدكم
اور ہالکین کی کثرت سے دھوکے مین مت آنا اور ابن مسعود رض کہتے ہین تم ایسے زمانہ مین ہو جسمین تم مین کا بہتر عمل مین جلدی کرنے والا ہے اور عنقریب تمہارے بعد وہ زمانہ آئیگا

خيركم فيه المتثبت المتوقف لكثرة الشبهات قال الامام الغزالي لقد صدق لان من لم يتثبت في هذا الزمان بل
کہ تم مین کا بہتر اسمین ثابت رہنے والا اور توقف کرنے والا ہوگا کثرت شبہات کے وجہ سے امام غزالی کہتے ہین کہ بیشک سچ کہا اسلیے کہ جو شخص اس زمانہ مین توقف نکرے بلکہ

وافق الجماهير فيما هم فيه وخاض فيما خاضوا فيه يهلك كما هلكوا فان اصل الدين وعمدته وقوامه ليس بكثرة
جمہور کا ساتھ دے اس باتمین جو وہ کر رہے ہین اور وہ بھی گھس پڑے جسمین وہ گھسے ہوے ہین تو ہلاک ہوجائیگا جیسے وہ ہلاک ہوے کیونکہ دین کی اصل اور اسکی عمدگی اور استواری

العبادة والتلاوة والمجاهدة بالجوع وغيره وانما هو باحترازه من الآفات والعاهات التي ياتي عليه من البدع
عبادت اور تلاوت کی کثرت سے اور بھوک وغیرہ کی مشقت سے نہین ہے دین کی استواری صرف ان آفات اور صدمات کے بچنے سے ہے جو اسپر بدعتین اور

والمحدثات التي تؤدي الى تبدله وتغيره كما تبدل وتغير اديان الرسل عليهم السلام من قبل بسبب ذلك فعلى هذا
نئی نئی باتین پیش آتی ہین جو دین کو بدل دیتی اور بگاڑ دیتی ہین جیسے کہ پہلے رسولون (علیہم السلام) کے دین اسی سبب سے بدل گئے اور بگڑ گئے پس اس بنا پر

ينبغي للمؤمن ان لا يغتر ويستدل بقوة تصميمه على شئ وكثرة عبادته انه على الحق فان تصميمه عليه وعدم رجوعه
مؤمن کو چاہیے کہ دھوکا نکھائے اور کسی بات پر پختگی کی مضبوطی اور اپنی کثرت عبادت سے یہ استدلال نکرے کہ وہ حق پر ہے کیونکہ اسپر مضبوط جما رہنا اور اس سے رجوع نکرنا

عنه ولو نشر بالمناشير لا يدل على كونه على الحق فيه لان جزمه وتصميمه عليه ليس من حيث كونه حقا بل من حيث
اگرچہ آرون سے چیر دیا جائے اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ اس باب مین وہ حق پر ہے کیونکہ اسکا جزم اور اس بات پر پختگی اسکے حق ہونے کی وجہ سے نہین ہے بلکہ

نشاته بين قوم يدينون به وللنشاة والمخالطة اثر عظيم في تصميم شئ حقا كان او باطلا الا ترى ان مثل هذا التصميم
اس قوم مین اسکی پیدایش کی وجہ سے ہے جنکا یہی دین ہے اور پیدایش اور رلنے ملنے کو ہر بات مین بڑا اثر ہے حق ہو یا باطل کیا دیکھتا نہین کہ ایسی پختگی

يوجد عامة من ذوي الجهل المركب كاليهود والنصارى ومن في معناهم وان كان كذلك فالواجب على كل مسلم
تمام جہل مرکب والون مین ہے جیسے یہود اور نصارے اور جو انکے مثل ہین اور جب یہ بات ہے تو ہر مسلمان پر

في هذا الزمان ان يحترز عن الاغترار والميل الى شئ من البدع والمحدثات ويصون دينه من العوائد التي
اس زمانے مین واجب ہے کہ دھوکے مین آنے اور بدعات اور نوایجاد کی رغبت سے بچتا رہے اور اپنے دین کو ان عادات سے بچائے جنسے

استانس بها وتربي عليها فانها سم قاتل قل من سلم منها وظهر له الحق معها الا ترى ان قريشا لاجل العوائد التي
مانوس ہو رہا ہے اور اسمین پرورش پائی ہو کیونکہ یہ زہر قاتل ہے بہت کم ہین جو اس سے بچے ہون اور اس حال مین حق انپر ظاہر ہوا ہو کیا دیکھتا نہین کہ قریش نے ان ہی عادات کے مارے جنکی

الفتها نفوسهم انكروا على النبي صلى الله عليه وسلم ما جاء به من الهدى والبيان وكان ذلك سببا لكفرهم وطغيانهم ولذلك
الفت انکے دلون مین تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا اور اس ہدایت اور بیان کا جسکو آپ لائے تھے اور یہی انکے کفر اور سرکشی کا سبب ہوا اور اسی لیے

كان ابن مسعودؓ يقول اياكم وما يحدث من البدع فان الدين لا يذهب بمرة من القلوب بل الشيطان يحدث لكم

ابن مسعودؓ کہا کرتے تھے کہ بدعات سے بچو کیونکہ دین ایک بارگی دلون سے نہین جائیگا بلکہ شیطان تمہارے لیے بدعتین نکالے گا

بدعًا حتى يذهب الايمان من قلوبكم نسأل الله تعالى ان يرينا الحق حقا ويرزقنا اتباعه ويرينا الباطل باطلا ويرزقنا

آخر ہو گئے ہوتے تمہارے دلون سے ایمان جاتا رہیگا ہم خدا سے چاہتے ہین کہ ہمپر حق کو حق ظاہر کردے اور اُسکا اتباع نصیب کرے اور ہمپر باطل کو باطل ظاہر کر دے اور

اجتنابه

اس سے اجتناب نصیب کرے

المجلس الثامن والخمسون في بيان ذكر الموت ولزوم الاستعداد له

مجلس پنجاہ وہشتم موت کی یادگاری اور اُسکی تیاری کی ضروری ہونے کے بیان مین

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اكثروا ذكر هاذم اللذات الموت هذا الحديث من حسان المصابيح رواه ابو هريرةؓ ومعناه ان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لذتون کی توڑنے والی موت کو بکثرت یاد کیا کرو یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین سے ہے ابو ہریرہؓ کی روایت ہے اور اُسکے معنے یہ ہین

الموت يكسر كل لذة فاكثروا ذكره حتى تستعدوا له فان قوله عليه الصلوة والسلام اكثروا ذكر هاذم اللذات

کہ موت ہر لذت کو توڑ دیتی ہے سو اُسکو کثرت سے یاد رکھو تاکہ اُسکے سامان مین لگو بیشک نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ قول لذات کی توڑنے والی کا ذکر زیادہ کیا کرو

كلام وجيز مختصر لكن جمع فيها جميع المواعظ فان من ذكر الموت حقيقة ينقص عليه لذة الحاضرة ويمنعه من تمنيها ما

نہایت مختصر کلام ہے لیکن اسمین تمام نصیحتین بھر دی ہین کیونکہ جو شخص موت کو یاد رکھیگا تو اُسپر موجودہ لذت کم ہو جائیگی اور اُسکو آئندہ کی آرزو سے دور کریگی اور جو امیدین

في المستقبل ويزهده فيما كان يؤمل منها لكن النفوس الراكدة والقلوب الغافلة تحتاج الى تكثير اللفظ وتطويل

بیکار ہو گا سب مین بے رغبت کردیگی لیکن نفوس بستہ اور غافل دل زیادتی کلام اور

الوعظ والا ففي قوله عليه الصلوة والسلام اكثروا ذكر هاذم اللذات الموت مع قوله تعالى كل نفس ذائقة الموت ما يكفي

وعظ کے محتاج ہین نہین تو نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد زیادہ کرو لذت توڑنے والی موت کی یاد اس اللہ تعالے کے قول کے ساتھ ہر جان چکھنے والی ہے موت کو

السامع له والناظر فيه لان ذكر الموت يورث استشعار الانزعاج عن هذه الدار الفانية والتوجه في كل لحظة

اسقدر مضمون ہے کہ سمجھنے والے کو اور غور کرنے والے کو کافی ہے اسلیے کہ موت کی یاد اس دار فانی سے اُکھیڑتی ہے اور ہر لحظہ دار باقی کیطرف متوجہ رہنے کا شعور

الى الدار الباقية اذ قد قال العلماء الموت ليس بعدم محض وفناء صرف وانما هو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقته

پیدا کرتی ہے اسواسطے کہ علما کہتے ہین کہ موت محض عدم اور صرف فنا ہی نہین ہے بلکہ موت صرف روح کا تعلق بدن سے چھوٹ جانا اور اُسکا بدن سے جدا ہونا

عنه وتبدل من حال الى حال وانتقال من دار الى دار وهو من اعظم المصائب وقد سماه الله تعالى مصيبة حيث قال

اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف بدل جانا اور ایک گھر سے دوسرے گھر مین چلا جانا ہے اور موت سب سے بڑی مصیبت ہے اور اللہ تعالے نے بھی اسکا نام مصیبت رکھا ہے جہان

فَاَصَابَتْكُم مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ فالموت هي المصيبة العظمى واعظم منه الغفلة عنه وعدم ذكره وقلة التفكر فيه مع ان

فرمایا پھر آگرتم پر مصیبت موت کی پس موت بڑی مصیبت ہے اور اس سے بڑھکر اُس سے غافل رہنا اور اُسکو یاد نکرنا اور اسمین فکر نہ لگانا ہے باوجودیکہ

فيه وحده لعبرة لمن اعتبر وقد قال القرطبي في تذكرته ان الامة اجتمعت على ان الموت ليس له سن معلوم ولا زمن

فقط اُسمین عبرت پکڑنے والے کو بڑی عبرت ہے اور قرطبی نے اپنے تذکرہ مین کہا ہے کہ تمام امت کا اسپر اتفاق ہے کہ موت کا کوئی سال معین نہین اور نہ کوئی زمانہ

معلوم ولا مرض معلوم وانما كان كذلك ليكون المرء على هيبة منه مستعدا له لكن من غلب عليه حب الدنيا والانهماك

معلوم اور نہ کوئی مرض مقرر اور یہ اسلیے ہے تاکہ آدمی اس سے ہر دم ڈرتا رہے اور اُسکے لیے تیار رہے لیکن جسپر دنیا کی محبت اور اُسکی لذتون مین کھپا رہنا

في لذائذها لا محالة يغفل عن ذكره ولا يذكره بل اذا ذكر عنده يكرهه وينفر عنه طبعه لان غلبة حب الدنيا في قلبه و

غالب ہے وہ ناچار اُسکی یاد سے غفلت کرتا ہے اور یاد نہین کرتا بلکہ جب اُسکے پاس ذکر آئے تو برا مانتا ہے اور اُسکی طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اسلیے کہ اُسکے دل مین دنیا کی محبت کا غلبہ

رسوخ علائقها فيه يمنع عن التفكر في الموت الذي هو سبب مفارقتها ولا يحب ذكره وان ذكره يذكره للتاسف على الدنيا

اور دنیا کے علاقون کا دل مین گڑ جانا موت کی فکر سے مانع ہوتا ہے جو کہ دنیا کی مفارقت کا سبب ہے اور اُسکے ذکر کو پسند نہین کرتا اور اگر اُسکو یاد بھی کرتا ہے تو دنیا کے تاسف پر اُسکو یاد کرتا ہے

ويشتغل بمذمته ويزيده ذكره بعدا من الله تعالى وقد ورد في الحديث ان من كره لقاء الله تعالى كره الله لقاءه ومع هذا

اور اُسکی مذمت مین مشغول ہو جاتا ہے اور اُسکا یاد کرنا اللہ تعالے سے اور بھی دور کر دیتا ہے سو اسواسطے حدیث مین آیا ہے کہ جو کوئی اللہ تعالے کی ملاقات کو مکروہ جانتا ہے اللہ تعالی بھی اُسکے ملنے کو برا جانتا ہے تسپر بھی

فتذكرة الموت خير له لان تذكر الموت ينقص عليه نعيمه ويكدر عليه صفو لذته فكل ما يكدر على الانسان لذته و
موت کا یاد کرنا اسکے لیے بہتر ہوا اسلیے کہ موت کی یاد دنیا کی نعمت کو گھٹا دیتی ہے اور صاف لذت کو مکدر کر دیتی ہے پس جو چیز انسان کی لذت کو مکدر اور خواہش کو
ينقص عليه شهوته فهو من اسباب سعادته ولذا قال النبي عليه الصلوة والسلام اكثروا ذكر هاذم اللذات لان الانسان
ناقص کرے اُسکے اسباب سعادت مین سے ہے اور اسی لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہو بہت یاد کرو لذت کی توڑنے والی کو اسلیے کہ انسان
لا ينفك عن حالتين اما في ضيق ومحنة او في سعة ونعمة فان كان في ضيق ومحنة فذكر الموت يسهل عليه ما هو فيه بانه
دو حالتون سے خالی نہین یا تنگی اور محنت مین ہو یا فراخی اور نعمت مین پس اگر تنگی اور محنت مین ہے تو موت کی یاد اُسپر تنگی اور محنت کو آسان کر دیگی اسطرح
يزول ولا يدوم والموت اصعب منه وان كان في سعة ونعمة فذكر الموت يمنعه عن الاغترار بها والسكون اليها كما
کہ یہ سب فنا ہونے والا ہو اور ہمیشہ نہ رہیگا اور موت اس سے بھی سخت ہو اور اگر فراخی اور نعمت مین ہو تو موت کی یاد اُسکو دُنیا پر فریفتگی سے اور اُدھر دل کے لگاؤ سے باز رکھیگی جیسا کہ
روی انه عليه الصلوة والسلام قال كفى بالموت واعظا وقال الدقاق من اكثر ذكر الموت اكرم بثلثة اشياء تعجيل التوبة
روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ موت کافی نصیحت کرنے والی ہو اور دقاق کہتے ہین جو شخص موت کو بہت یاد رکھیگا وہ تین چیزون سے اعزاز دیا جائیگا توبہ مین جلدی
وقناعة القلب ونشاط العبادة ومن نسي الموت عوقب بثلثة اشياء تسويف التوبة والحرص على الدنيا
اور دل مین قناعت اور عبادت مین سرور اور جو شخص موت کو بھولا رہیگا وہ تین چیزون سے سزا دیا جائیگا توبہ کا ٹالنا اور دُنیا کا لالچ
والتكاسل في العبادة وقالت ام المؤمنين عائشة رض يا رسول الله هل يحشر مع الشهداء احد قال نعم من يذكر الموت
اور عبادت مین سستی اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی نے کہا یا رسول اللہ کوئی شہدا کے ساتھ بھی اُٹھیگا فرمایا ہان جو ہر روز
في اليوم والليلة عشرين مرة وسبب النيل الى هذه الفضيلة ان ذكر الموت يوجب التجافي عن الدنيا والاستعداد
رات دن مین بیس دفعہ موت کو یاد کیا کرے اور اُسکے فضیلت کے پانے کا سبب یہ ہے کہ موت کی یادگاری دُنیا سے الگ کر دیتی اور
للآخرة والغفلة عنه تدعو الى الانهماك في شهوات الدنيا ولذاتها ونسيان الآخرة وقد قال النبي عليه الصلوة و
آخرت کے لیے تیاری کی باعث ہو اور اس سے غفلت دنیا کی شہوات اور لذات مین ڈوب جانے اور آخرت کو بھول جانے کو مقتضی ہے اور نبی علیہ الصلوۃ
والسلام لابن عمر رض كن في الدنيا كانك غريب وعابر سبيل فكانه عليه الصلوة والسلام قال له انك مسافر ستسافر
والسلام نے ابن عمر رض سے فرمایا دنیا مین ایسا رہ جیسے کہ تو مسافر یا رستہ چلتا ہو پس گویا نبی علیہ السلام نے اُن سے یہ کہا تو مسافر ہے عنقریب
الى الآخرة فلا تتخذ الدنيا وطنا ولا تمل الى حظوظها وحطامها واغتنم صحتك واصرفها في طاعة الله تعالى واجتهد
آخرت کا سفر کریگا سو دنیا کو گھر مت بنا اور اُسکے لذات اور مال و اسباب پر نہ مائل ہو اور اپنی صحت کو غنیمت سمجھکر اللہ تعالی کی طاعت مین صرف کر اور اسکی کوشش کر
ان تقدم في حياتك ما تقر به عينك يوم الجزاء وذلك انما يحصل بذكر الموت فلذلك كان ذكر الموت افضل
کہ اپنی زندگی مین ایسے اعمال آگے بھیجدے جس سے قیامت کے دن تیری آنکھ ٹھنڈی رہے اور یہ موت ہی کی یاد سے حاصل ہوتا ہے پس اسلیے موت کی یاد افضل
وانفع وغفلة الناس عنه لقلة فكرهم فيه وعدم ذكرهم له ومن يذكره لا يذكره بقلب فارغ بل بقلب مشغول
اور بہت نافع ہے اور لوگون کا اس سے غافل رہنا اسمین فکر کم کرنے اور یاد نکرنے سے ہو اور جو یاد کرتا ہو تو فراغت دل سے یاد نہین کرتا بلکہ ایسے دل سے یاد کرتا ہے
بالاشتغال بالدنيا فلا ينفع ذكره في قلبه مع ان الواجب على العبد ان يفرغ قلبه عن كل شيء الا عن ذكر الموت الذي
جو دُنیا کے مشغلون مین پھنسا ہے لہذا اُسکے دل مین یہ یاد کرنا فائدہ نہین کرتا باوجودیکہ بندے پر واجب ہو کہ اپنے دل کو سوائے موت کے جو سامنے کھڑی ہو سب چیزون سے
هو بين يديه فانه اذا ذكره بقلب فارغ يوشك ان يؤثر فيه وعند ذلك يقل فرحه وسروره بالدنيا وينكسر قلبه فان
خالی کرے پس جب فارغ دل ہوکر موت کو یاد کریگا تو بہت جلد اسمین تاثیر ہوگی اور اب دُنیا کی فرحت اور خوشی کم ہوگی اور دل ٹوٹ جائیگا پس
من كان اسير النفس مصرا على الذنوب يجب عليه ان يجتهد في اصلاح نفسه بمداواة قلبه فان مداواة القلوب
جو شخص نفس کا قیدی گناہون پر اڑا ہوا ہو اُسکو واجب ہے کہ اپنے دل کے علاج سے اصلاح نفس مین کوشش کرے کیونکہ دلون کی دوا کرنا
واجبة لا سيما اذا كانت قاسية فعلاجها باربعة اشياء اذ قد قال العلماء اذا كانت القلوب قاسية فعلى
واجب ہے خاص کر جب سخت ہو گئے ہون تو اُنکا علاج چار چیزون سے ہے اسلیے کہ علماء نے کہا ہے کہ جب دل سخت ہو جاتین

اصحابها ان یلتزموا باربعة الاول حضور مجالس العلم التی یکثر فیها دعوة الخلق من الدنیا الی الآخرة ومن
تو اُن دل والوں کو چاہیے کہ چار چیزوں کو لازم کرلیں اول علم کی مجلسوں میں حاضر ہونا جنمیں خلق کی رہنمائی زیادہ ہوتی ہو دنیا سے آخرت کی طرف اور
المعصیة الی الطاعة فان ذلک مما تلین القلوب وتخشع فیها والثانی ذکر الموت الذی هو هادم اللذات ومفرق الجماعات
گناہ سے طاعت کی طرف کیونکہ یہ دلوں کو نرم کرتی ہے اور انمیں درد پیدا کرتی ہے اور دوسرے موت کا یاد رکھنا جو کہ لذتوں کو توڑنے والی اور جماعتوں کو
وموتم للبنین والبنات والثالث مشاهدة المحتضرین فان النظر الی المحتضر ومشاهدة سکراته ونزعاته وتامل
پراگندہ کرنے والی ہے اور بیٹے بیٹیوں کو چھوڑ جانے والی ہے اور تیسرے دیکھنا اُن لوگوں کا جنکا دم ٹوٹ رہا ہو کیونکہ دم ٹوٹتے ہوئے کا دیکھنا اور اُسکی سکرات اور نزع کا دیکھنا اور
صورته بعد موته یقطع عن النفوس لذاتها وعن القلوب مسراتها ویمنع الاجفان من النوم والابدان من
مرنے کے بعد اُسکی موت میں غور کرنا نفوس کو لذات سے اور قلوب کو مسرتوں سے الگ کردیتا ہے اور پلکوں کو نیند سے اور بدنوں کو
الراحة ویبعث علی الطاعات فهذه ثلثة امور ینبغی لمن کان قاسی القلب واسیر النفس مصرا علی الذنوب
آرام سے باز رکھتا ہے اور طاعت پر ابھارتا ہے سو یہ تین طریقے ہیں جو شخص سخت دل نفس کا قیدی گناہوں پر اڑا ہوا ہو اُسکو چاہیے
ان یستعین بها علی دوائه فان انتفع بها فذاک وان عظم علیه رین القلوب واستحکمت دواعی الذنوب
کہ ان چیزوں سے اپنے دل کے علاج میں مدد لے پس اگر نفع ہوگیا تو خیر اور اگر دل کے عیب جم گئے اور گناہوں کے اسباب مضبوط ہوگئے
فزیارة القبور یؤثر فی ذلک ما لم یؤثر الاول والثانی ولذلک قال النبی علیه الصلوة والسلام زوروا القبور
تو پھر اُمیں قبروں کی زیارت اسقدر اثر کرتی ہے کہ اول اور ثانی طریقہ بھی اثر نہیں کرتا اور اسی لیے نبی علیہ الصلوة والسلام نے فرمایا ہے قبروں کی زیارت کیا کرو
فانها تذکر الموت والآخرة وتزهد فی الدنیا فان الاول سماع بالاذن والثانی خبر بالقلب بما الیه المصیر وفی
کیونکہ یہ موت اور آخرت کو یاد دلاتی ہے اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہے کیونکہ اول طریقہ کانوں سے سننے کا ہے اور دوسرا طریقہ دل سے اُس انجام کی خبر دینے کا ہے جسکی طرف جاتا ہے
مشاهدة من احتضر وزیارة من قبر معاینة ولذلک کانا ابلغ من الاول والثانی وقد قال النبی صلی الله علیه وسلم
اور دم ٹوٹتے ہوئے شخص کو دیکھنے اور دفن کیے ہوئے کی زیارت میں انجام کا معاینہ ہے اور اسی لیے یہ دونوں اول اور ثانی سے بہت نافع ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
لیس الخبر کالمعاینة لکن الاعتبار والاتعاظ بحال المحتضر غیر ممکن فی کل وقت من الاوقات وقد لا یتفق لمن یرید
سنا ہوا دیکھے ہوئے کے برابر نہیں ہوتا لیکن عبرت اور نصیحت دم ٹوٹتے ہوئے کے حال سے ہر وقت ہونا غیر ممکن ہے اور جو اپنے دل کا علاج کیا چاہے
علاج قلبه فی ساعة من الساعات واما زیارة القبور فوجودها اسرع والانتفاع بها اوسع لکن ینبغی لمن یقصد زیارة
تو اسکو ہر گھڑی اسکا اتفاق نہیں ہوتا اور زیارت قبور کی تو یہ جلدی ہوسکتا ہے اور اسکا نفع عام لیکن جو شخص قبروں کی زیارت کا قصد کرے اُسکو چاہیے کہ زیارت
القبور ان یحترز من الزیارة البدعیة التی یقصدها اکثر الناس فی هذا الزمان وهی زیارة قبور بعض المتبرکین لاجل
بدعی سے بچا رہے جسکا اس زمانہ میں اکثر لوگ قصد کیا کرتے ہیں اور وہ بعضے متبرک لوگوں کی قبروں کی زیارت کرنا ہے
الصلوة عندها والطواف بها وتقبیلها واستلامها وتعفیر الخدود علیها واخذ ترابها ودعاء اصحابها والاستعانة
نماز پڑھنے اور اُسکے طواف کرنے اور چومنے اور بوسہ دینے اور اسپر گال ملنے اور وہاں کی مٹی لینے اور اُن مردوں سے دعا مانگنے اور اُن سے مدد چاہنے
بهم وسؤالهم النصر والرزق والولد والعافیة وقضاء الدیون وتفریج الکربات واغاثة اللهفان وغیر ذلک
اور ان سے امداد اور رزق اور اولاد اور عافیت اور قرضوں کی ادائی اور سختیوں کی کشایش اور فریادیوں کی مدد مانگنے کے لیے اور اسکے سوا
من الحاجات التی کان عباد الاوثان یسألونها من اوثانهم اذ لیس شیء منها مشروعا باتفاق علماء المسلمین
اور حاجتوں کے لیے جو بت پرست اپنے بتوں سے مانگا کرتے ہیں اسواسطے کہ اُمیں سے کوئی چیز بھی تمام علماے اہل اسلام کے نزدیک بالاتفاق جائز نہیں ہے
اذ لم یفعله رسول رب العلمین ولا احد من الصحابة والتابعین وسائر ائمة الدین بل یتأدب بآدابها ویکون حاضر
کیونکہ اُسکو نہ رسول رب العالمین نے کیا اور نہ کسی صحابہ اور تابعین میں سے اور نہ کسی نے ائمہ دین میں سے بلکہ زیارت کے طریقے بجا لائے اور بحضور دل
القلب فی اتیانها ولا یکون حظه منها الطواف علیها فقط لانه حالة تشارکه فیها البهائم بل یقصد بزیارة وجه الله تعالی
ادا کرے اور زیارت سے صرف طواف ہی اسکا حصہ نہو کیونکہ اس حالت میں تو چوپائے بھی اسکے شریک ہیں بلکہ زیارت سے صرف خداے تعالی کی خوشنودی کا قصد کرے

واصلاح نفسه ودواء قلبه ويجتنب المشي على المقابر والجلوس عليها ويخلع نعليه ان دخلها كما جاء في الحديث
اور اپنے حال کی اصلاح اور اپنے دل کے علاج کا اور قبروں کے اوپر چلنے اور انپر بیٹھنے سے بچے اور اگر قبروں میں جائے تو جوتا اتار ڈالے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے
ويسلم على اهلها ويخاطبهم خطاب الحاضرين ويقول السلام عليكم دار قوم مؤمنين فانه عليه الصلوة والسلام
اور مردوں پر سلام بھیجے اور حاضروں کی طرح انسے خطاب کرے اور کہے سلام تم پر اے گھر والو مومن لوگ کیونکہ نبی علیہ الصلوة والسلام
كان يقول كذلك واذا وصل الى ميت ينبغي له ان يأتيه من تلقاء وجهه ويسلم عليه ايضا لكن اذا اراد ان يدعو
یہی کہا کرتے تھے اور جب کسی مردے تک پہونچے تو چاہیے کہ اسکے منھ کے سامنے سے جائے اور اسپر سلام بھی کرے لیکن جب دعا کرنے کا قصد کرے
يدعو قائما مستقبل القبلة وكذلك الكلام في زيارة النبي عليه الصلوة والسلام ثم يعتبر بمن كان تحت التراب وانقطع
تو رو بقبلہ ہوکر دعا کرے اور ایسی ہی گفتگو نبی علیہ السلام کی زیارت میں ہے پھر انسے عبرت پکڑے جو مٹی کے تلے ہیں اور
عن الاهل والاحباب بعد ان نافر الاصحاب والعشائر وجمع الاموال والذخائر وجاءه الموت في وقت لم يحتسب وفي
اہل وعیال اور یاروں سے جدا ہو گئے ہیں بعد اسکے کہ یاروں اور کنبے میں ملا جلا تھا اور مال اور ذخیرہ جمع کیا تھا اور اسکو ایسے وقت موت آگئی کہ گمان بھی نہ تھا اور
حال لم يرتقبه فانه حين دخل القبر وابتلي بالسؤال هل صاب في الجواب وكان قبره روضة من رياض الجنة
ایسے حال میں کہ توقع نکرتا تھا پھر یہ جب قبر میں گیا اور سوال سے امتحان ہوا تو ٹھیک جواب دیا اور اسکی قبر بہشت کے باغ میں سے ایک چمن ہو گئی
او اخطأ في الجواب وكان قبره حفرة من حفر النيران ثم يجعل نفسه كأنه مات ودخل القبر وذهب عنه اهله وولده
یا جواب میں چوک گیا اور اسکی قبر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہو گئی پھر اپنے آپکو تصور کرے کہ گویا مرگیا اور گور میں داخل ہوا اور اہل اور اولاد
ومعارفه وبقي وحيدا فريدا وهو الان يسأل فماذا يجيب وماذا يكون حاله ثم يتأمل حال من مضى من اخوانه واقرانه
اور جان پہچان سب چلے گئے اور اکیلا تن تنہا رہ گیا اور اب سوال ہو رہا ہے تو کیا جواب دیگا اور میرا کیا حال ہوگا پھر انکے حال میں غور کرے جو اسکے بھائیوں اور ہمسروں میں سے گذر گئے
الذين املوا الامال وجمعوا الاموال كيف انقطعت امالهم ولم تغن عنهم اموالهم وغير التراب محاسن وجوههم وافترقت في القبور
جنھوں نے بڑی بڑی امیدیں کی تھیں اور خوب مال جمع کیا تھا کیونکر انکی امیدیں ٹوٹ گئیں اور انکے مال ومتاع نے انکو کچھ فائدہ ندیا اور مٹی نے انکے چہرے کی خوبصورتی بگاڑ دی اور گور میں
اجزاؤهم وترملت بعدهم نساؤهم وشمل اليتم اولادهم واقتسم غيرهم اموالهم ويعلم ان ميله الى الدنيا كميلهم
انکے اجزا بکھر گئے اور انکی بیبیاں انکے بعد رانڈ ہو گئیں اور انکی اولاد میں یتیمی پھیل گئی اور اوروں نے انکا مال بانٹ لیا اور یہ یقین کرے کہ میری رغبت دنیا میں انکی سی رغبت ہے
وغفلته كغفلتهم وانه لابد صائر الى مصيرهم ويتحقق ان حاله كحالهم وان الموت القطيع والهلاك السريع بين يديه
اور میری غفلت انکی سی غفلت ہے اور بیشک انہی کی جگہ جاؤنگا اور ٹھیک سمجھ لے کہ میرا حال انکے حال کی طرح ہونیوالا ہے اور موت ناگوار اور ہلاک سریع سامنے موجود ہے
فهذا التذكر والاعتبار يلين قلبه ويخشع جوارحه ويزول عنه هموم الاعتبار الدنيوية ويقبل على الاعمال الاخروية ويترك
اور اس یاد اور عبرت سے اسکا دل نرم ہو جائیگا اور ہاتھ پیر کانپ جائینگے اور دنیا کی تمام فکریں جاتی رہینگی اور اخروی اعمال پر متوجہ ہو جائیگا اور اپنی
هواه ويتوجه الى طاعة مولاه ثم ينبغي له في كل حين وزمان ان يكثر ذكر اقرانه وامثاله الذين مضوا قبله فيتذكر
ہوا وہوس کو چھوڑ دیگا اور اپنے مولی کی طاعت کی طرف توجہ کریگا پھر اسکو چاہیے کہ دم بدم اپنے ہمسروں اور اپنے مثل لوگوں کا جو اس سے پہلے گذر گئے ہیں ذکر کیا کرے بس انکی
سرورهم ونشاطهم وعيشهم وعشرتهم وطول املهم واعتمادهم الى القوة والشباب وميلهم الى الضحك واللعب
سرور اور انکے نشاط اور انکی عیش اور عشرت اور بڑی بڑی امیدیں اور قوت اور جوانی پر انکا بھروسا اور ہنسی اور کھیل کی طرف انکی رغبت کو یاد کیا کرے
ثم يتأمل كيف كانت حالهم وخلت منهم مجالسهم وديارهم وانقطعت اثارهم وضاعت اموالهم ثم ينظر في نفسه فانه
پھر یہ سوچے کہ کیسا انکا حال تھا اور اب انکی مجلسیں اور گھر بار انسے خالی رہ گئے اور انکے نشان مٹ گئے اور انکے مال تباہ ہو گئے پھر اپنے کو دیکھے کہ میرا بھی
سيكون عاقبة امره كعاقبة امرهم فيسعى في اصلاح نفسه باسقاط ما في ذمته من الفرائض والواجبات والاجتناب
انجام انہی کے انجام کیطرح ہونے والا ہے پس اپنی نفس کی درستی میں کوشش کرے اسکے ذمہ جو فرائض اور واجبات ہیں انکو ساقط کرکے اور
عن المحرمات والمكروهات والتوبة عن الذنوب والسيئات يسر الله لنا التوبة والاستغفار اناء الليل واطراف النهار
حرام اور مکروہات سے بچکے اور گناہوں اور برے کاموں سے توبہ کرے الہی ہمکو رات کے اوقات اور صبح وشام توبہ اور استغفار کی توفیق دے

المجلس التاسع والخمسون فی بیان ماهیة الطاعون وعدم التقدم علیه وعدم الفرار منه

انسٹھویں مجلس طاعون کی حقیقت اور وہاں نہ جانے اور وہاں سے نہ بھاگنے کے بیان میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الطاعون رجز ارسل على طائفة من بنى اسرائيل فاذا سمعتم به بارض فلا تقدموا عليه
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طاعون عذاب ہو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر بھیجا گیا تھا پس جب تم کسی سرزمین میں اسکی خبر سنو

واذا وقع وانتم فيه فلا تخرجوا منها فرارا منه هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه اسامة بن زيد والمراد
تو وہاں نجاؤ اور جب آجائے اور تم وہاں ہو تو طاعون سے بھاگنے کی غرض سے وہاں سے مت نکلو یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہو اسامہ بن زید کی روایت سے اور مراد

بالطائفة المذكورة هم الذين امرهم الله تعالى ان يدخلوا الباب سجدا او يقولوا حطة فدخلوا الباب قائلين
گروہ مذکور سے وہ لوگ ہیں جنکو اللہ تعالی نے حکم دیا تھا کہ دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے گھسیں اور حطة کہیں سو وہ دروازے میں حنطة کہتے ہوئے داخل ہوئے

حنطة فخالفوا امر الله تعالى فارسل الله تعالى عليهم الطاعون فمات منهم فى ساعة واحدة اربعة وعشرون الفا من
پس حکم الہی کی مخالفت کی لہذا اللہ تعالی نے انپر طاعون بھیجا پس گھڑی بھر میں انمیں سے چوبیس ہزار مرگئے

شيوخهم وكبرائهم فدل الحديث على ان سبب ظهور الطاعون هو المخالفة لامر الله تعالى وقد وقع فيه النهى عن
شیوخ اور بڑے بڑے آدمی مرگئے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طاعون ظاہر ہونیکا سبب امر الہی کی مخالفت ہے اور اس حدیث میں وہاں جانے

القدوم عليه وعن الفرار منه فالنهى الاول لبيان لزوم الحذر عن التعرض للتلف اذ لا يجوز للعبد ان يلقى نفسه الى
اور وہاں سے بھاگنے کی ممانعت ہو پہلی ممانعت تو ہلاکت میں پڑنے سے احتراز لازم ہونیکے بیان کے لیے ہے اسلیے کہ بندہ کو جائز نہیں ہو کہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالدے

التهلكة لقوله تعالى ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة والنهى الثانى لبيان لزوم التوكل والرضاء بقضاء الله تعالى و
اس قول اللہ تعالی کیوجہ سے اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں اور دوسری ممانعت توکل اور حکم خداوندی اور تقدیر الہی پر رضا لازم ہونیکے بیان کے لیے ہے

قدره ولبيان ان العذاب الواقع بسبب المعصية لا يدفعه الفرار وانما يدفعه التوبة والاستغفار واختلف فى هذا النهى فقال
اور اس بیان کے واسطے کہ جو عذاب گناہوں کے سبب نازل ہوتا ہو بھاگ جانا اسکو دفع نہیں کرتا اسکو تو صرف توبہ اور استغفار ہی دفع کرتا ہو اور اس نہی میں اختلاف ہے

القاضى تاج الدين السبكى مذهبنا هو الذى عليه الاكثرون ان النهى عن الفرار منه للتحريم وقال بعض العلماء هو
سو قاضی تاج الدین سبکی کہتے ہیں ہمارا مذہب وہی ہے جسپر اکثر علما ہیں کہ بھاگنے کی ممانعت حرمت کے لیے ہو اور بعض علما کہتے ہیں

للتنزيه واتفقوا على جواز الخروج لشغل غرض غير الفرار لقوله عليه السلام فى اخر الحديث ولا تخرجوا منها فرارا منه
کہ تنزیہی ممانعت ہے اور بھاگنے کے سوا کسی اور کام کی غرض سے جانیکے جواز پر سب متفق ہیں آخر حدیث میں نبی علیہ السلام کے اس قول کیوجہ سے اور وہاں سے مت نکلو طاعون سے بچنے کو

ويدل على التحريم ما روى عن ام المؤمنين عائشة رضى الله عنها انه عليه السلام قال الفار من الطاعون كالفار من الزحف واخرج
اور حرمت پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ طاعون سے بھاگنے والا جہاد سے بھاگنے والے کے برابر ہے اور

ابن خزيمة فى صحيحه ان الفرار منه من الكبائر والله تعالى يعاقب عليه ان لم يعف واختلف العلماء فى حكمة ذلك النهى
ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہو کہ اس سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہو اور اللہ تعالی اس پر عذاب کریگا اگر نہ معاف کیا اور اسکی حکمت میں علما نے اختلاف کیا ہے

فقيل هو تعبدى لا يعقل معناه لان الفرار من المهالك مامور به وقد وقع النهى عنه فيه لسر لا يعلمه الا الله تعالى وقيل
کوئی کہتا ہو کہ بندگی کا حکم ہے اس کے معنی عقل میں نہیں آسکتے اسلیے کہ ہلاکت کے مقام سے بھاگنے کا تو حکم ہو اور اسمیں ممانعت آگئی ہو تو اسمیں کوئی بھید ہو کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا

هو معلل بان الطاعون اذا وقع فى بلاد عم من كان فيه بمداخلة سببه فلا يفيد الفرار منه بل ان كان اجله حضر
اور کوئی کہتا ہو اسکی علت یہ ہو کہ طاعون جب کسی ملک میں ہوتا ہو تو جو وہاں ہوتا ہو سب پر عام ہوتا ہے طاعون کی مداخلت کیوجہ سے لہذا اس سے بھاگنا کچھ مفید نہیں ہوتا بلکہ اگر اسکی موت آگئی ہو

فالطاعون سبب موته سواء اقام او رحل فلما تعين المفسدة ولا انفكاك عنها تعين الاقامة لما فى الخروج من العبث
تو طاعون اسکی موت کا سبب ہو خواہ وہ رہے یا چلا جائے پس جب فساد معین ہے اور اس سے بچنا ممکن نہیں لہذا رہنا ہی مقرر ہوا اسلیے کہ چلا جانا بے فائدہ حرکت ہے

الذى لا يليق بالعقلاء مع ان فى الفرار من حكم قدر الله تعالى وامر بالصبر عليه وجعل لمن يموت به اجر الشهيد بل
جو عقلا کے مناسب نہیں باوجودیکہ اسمیں اس حکم سے بھاگنا ہو جو تقدیر الہی میں مقرر ہو کہ اس پر صبر کرنیکا حکم ہو اور جو اسمیں مرجائے اسکے لیے شہید کا ثواب مقرر ہے بلکہ

جعل للمقیم فیہ صابرا اجر الشہید ولو لم یمت بالطاعون والفرار من مثل ہذا الاجر خسارۃ عظیمۃ مع انہ لا یعلم ان
جو اسمیں صبر سے قائم رہے اُسکے لیے شہید کا ثواب ہے اگرچہ طاعون سے نہ مرے اور ایسے ثواب سے بھاگنا بڑا ہی نقصان ہے باوجودیکہ یہ خبر نہیں

الموت الذی فر منہ ہل یسلم منہ ام لا ونقل ابو الحسن المدائنی عن ابیہ قال قلما فر احد من الطاعون فسلم قال
کہ جس موت سے بھاگتا ہوں اس سے سلامت بچ نکلا یا نہیں اور ابو الحسن مدائنی اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ بہت کم ہے جو طاعون سے بھاگا ہو پھر بچ گیا ہو

تاج الدین السبکی والذی حکاہ مجرب ولیس ببعید ان یجعل اللہ الفرار منہ سببا لقصر العمر وقد جاء فی الکتاب الکریم
تاج الدین سبکی نے کہا ہے یہ جو بیان کیا آزمودہ ہے اور کچھ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالے اس سے بھاگنے کو اُسکی عمر کوتاہ ہو جانیکا سبب کردے چنانچہ قرآن مجید میں یہ مضمون آیا ہے

ما یؤخذ منہ ان الفرار من الجہاد سبب لقصر العمر وہو قولہ تعالی قُلْ لَنْ یَنْفَعَکُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ
جس سے یہ نکلتا ہے کہ جہاد سے بھاگنا عمر کی کوتاہی کا سبب ہے اور وہ اللہ تعالی کا یہ قول ہے تو کہہ ہرگز نہ فائدہ دیگا انکو بھاگنا اگر بھاگے تم موت سے یا مارے جانے سے

وَاِذًا لَا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا وحکی ان والدہ استنبط ذلک من ہذہ الآیۃ وقال اہل التفسیر فی قولہ تعالی اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا
اور اب نہ پھل پاؤگے مگر تھوڑے دنوں اور نقل کیا ہے کہ میرے باپ نے یہ مضمون اس آیت سے نکالا ہے اور اس قول خداوندی میں کیا نہیں دیکھا تو نے اُن لوگوں کو جو نکلے

مِنْ دِیَارِہِمْ وَہُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ان اہل قریۃ وقع فیہم طاعون فخرجوا منہا ہاربین فاماتہم اللہ تعالی ثم احیاہم لیعتبروا ویعلموا
اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ ایک گاؤں میں طاعون واقع ہوا سو وہ لوگ وہاں سے بھاگ کر چلے گئے تو اللہ تعالی نے انکو موت دی پھر زندہ کیا تاکہ عبرت پکڑیں اور جان لیں

ان لا ینفر من قضاء اللہ تعالی وقدرہ وقد ورد فی الحدیث انہ وخز اعدائنا من الجن علی ما روی عن ابی موسی الاشعری رضی
کہ حکم خداوندی اور تقدیر الہی سے نہیں بھاگا جاتا اور حدیث میں آیا ہے کہ یہ ہمارے دشمنوں جنات کی نیزہ زنی ہے روایت ابو موسی اشعری کے موافق

انہ علیہ السلام قال فناء امتی بالطعن والطاعون قیل یا رسول اللہ ہذا الطعن قد عرفناہ فما الطاعون قال وخز اعدائکم
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میری امت کی موت طعن اور طاعون سے ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اس طعن کو تو ہم جانتے ہیں لیکن طاعون کیا ہے فرمایا نیزہ زنی ہے تمہارے دشمنوں

یعنی الجن وفی کل منہما شہادۃ قال ابن القیم فی کون الطاعون وخز اعدائنا من الجن حکمۃ بالغۃ وہی ان اعداءنا منہم
یعنی جنوں کی اور ان دو میں سے ہر ایک میں شہادت ہے ابن القیم کہتے ہیں کہ طاعون کے ہمارے دشمنوں جنات کی نیزہ زنی ہونے میں ایک بڑی حکمت ہے وہ یہ ہے کہ انہیں سے ہمارے دشمن

شیاطینہم واما اہل الطاعۃ منہم فہم اخواننا فی الدین وقد امرنا اللہ تعالی بمعاداۃ اعدائنا من الجن والانس وان
شیاطین ہیں اور جو انہیں سے اہل اطاعت ہیں وہ ہمارے دینی بھائی ہیں اور ہمکو اللہ تعالی نے حکم کیا تھا کہ اپنے دشمنوں کی انسان ہوں یا جن دشمنی کریں اور

نحاربہم طلبا لمرضاتہ فابی اکثر الناس الا مسالمتہم وموالاتہم فسلطہم اللہ تعالی علیہم عقوبۃ لہم لانہم لما استجابوا حین خذ
اللہ کی رضامندی کیلیے اُن سے لڑتے رہیں اور اکثر لوگ اس حکم سے انکار کرکے ان سے صلح اور محبت کرنے لگے سو انکی عقوبت کیلیے مقرر انکو اللہ تعالی نے کر دیا کیونکہ انہوں نے جب انکا کہا مانا ہمکا انہوں نے ان کو

وامروہم بالفسق والفجور واطاعوہم فی الفساد والشرور اقتضت الحکمۃ الالہیۃ ان یسلطوا علیہم بالطعن فیہم کما یسلط
اور انکی شہادت کے لیے انکو فسق و فجور کا حکم دیا اور فساد اور شروروں میں مطیع ہو گئے تو حکمت الہی نے یہ چاہا کہ انکو انپر مقرر کردے انمیں نیزہ زنی کے لیے جیسے کہ

علیہم اعداؤہم من الانس حین افسدوا فی الارض ونبذوا کتاب اللہ تعالی وراءہم فہذہ المحاربۃ ملحمۃ من الانس
انپر انکے انسانی دشمن مقرر کردیتا ہے جب وہ ملک میں فساد برپا کرتے ہیں اور کتاب اللہ کو پس پشت ڈالدیتے ہیں پس یہ لڑائی انسان کی لڑائی ہے

والطاعون ملحمۃ من الجن وکل منہما یسلط علیہم بتقدیر العزیز الحکیم عقوبۃ لمن یستحق العقوبۃ وشہادۃ لمن ہو
اور طاعون جنات کی لڑائی ہے اور ہر ایک انہیں سے اللہ عزیز حکمت والے کی تقدیر سے مقرر ہوتا ہے جو مستحق عذاب ہیں انکے عذاب کے لیے اور جو شہادت کے مستحق ہیں

اہل لہا فہذہ سنۃ اللہ تعالی فی العقوبات التی تقع عامۃ فیکون طہرۃ للمتقین وعذابا للفاجرین وقد ثبت فی الحدیث
یہی اللہ تعالی کی عادت ہے اُن عقوبتوں میں جو عام نازل ہوتی ہیں پس متقیوں کے واسطے طہارت اور بدکاروں کے لیے عذاب ہوتے ہیں اور حدیث میں ثابت ہو چکا ہے

ان سبب وقوع الطاعون ظہور الفاحشۃ واعلان المنکرات علی ما روی عن ابن عمر رض انہ علیہ السلام قال لن یظہر
کہ طاعون ہونے کا سبب فحش باتوں کا ظاہر ہونا اور برائیوں کا برملا عمل میں آنا ہے موافق روایت ابن عمر کے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہرگز

الفاحشۃ فی قوم قط حتی یعلنوا بہا الا فشا فیہم الطاعون واخرج مالک عن ابن عباس رض موقوفا والطبرانی مرفوعا ما فشا
کسی قوم میں فحش ظاہر نہیں ہوا یہاں تک کہ کھلم کھلا کرنے لگیں مگر ضرور انمیں طاعون پھوٹتا ہے اور مالک نے ابن عباس سے موقوفا اور طبرانی نے مرفوعا نقل کیا ہے کہ نہیں ظاہر ہوتا ہے

الزنا في قوم قط الا كثر فيهم الموت قال ابن حجر الحكمة في ذلك ان حد الزنا في المحصن ازهاق الروح بصفة مخصوصة وهي

زنا بھی کسی قوم مین مگر انمین موت کی کثرت ہوئی ہے ابن حجر کہتے ہین کہ حکمت اسمین یہ ہو کہ زنا کی حد محصن کے حق مین جان کا نکال دینا ہے ایک خاص طریقہ سے اور وہ

الرجم فاذا لم يقم فيه الحد يسلط عليهم الجن ليقتلوهم قال السيوطي ومن تتمة ذلك ان الزنا لما كان في غالب الاحوال يقع

سنگسار کرنا ہو پس جب اسمین یہ حد قائم نہین ہوتی تو جن انپر معین ہوتے ہین تاکہ انکو قتل کرین سیوطی کہتے ہین کہ اسکا بقیہ یہ ہے کہ زنا چونکہ اکثر اوقات

سرا يسلط الله عليهم عدوا يقتلهم سرا من حيث لا يرونه وقاعدة العذاب انه اذا نزل بقوم يعم المستحق وغيره ثم يبعثون

پوشیدہ ہوتا ہو تو اللہ تعالی بھی انپر ایسا دشمن مقرر کرتا ہو کہ پوشیدہ طور پر قتل کرے اسطرح کہ اسکو دیکھ پائین اور عذاب کا قاعدہ یہ ہو کہ جب کسی قوم پر نازل ہوتا ہو تو مستحق غیر مستحق سبکو عام ہوتا ہے

على نياتهم كما روي عن عبد الله بن عمر رضا انه عليه السلام قال اذا انزل الله بقوم عذابا اصاب العذاب من كان فيهم ثم يبعثون

پھر وہ اپنی اپنی نیتون کے موافق مبعوث ہون گے جیسا کہ عبد اللہ بن عمر رضہ سے روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب اللہ تعالی کسی قوم پر عذاب اتارتا ہو تو جو وہان ہوتا ہو سب کو پہونچتا ہے

على نياتهم قال العلماء انما يصيب العذاب جميع الناس لظهور المنكرات في الاعلان بها لان انكارها وتغيرها يصير واجبا

پھر وہ اپنی اپنی نیتون پر مبعوث ہون گے علما نے کہا ہو کہ سب لوگون کو عذاب برائیون کے ظاہر ہونے اور برملا عمل مین آنے کی وجہ سے پہونچتا ہو کیونکہ اسکا منع کرنا اور اصلاح کرنا

عليهم فمن رأى ولم ينكر صار كمن فعل في استحقاق العقوبة كما روي عن ابن عباس رض انه قيل يا رسول الله اتهلك القرية

انپر واجب ہو جاتا ہو پس جسنے دیکھا اور منع نکیا وہ استحقاق عقوبت مین گناہ کرنے والے کے مثل ہے جیسا کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا تمام گانون ہلاک

وفيها الصالحون قال نعم قيل بم يا رسول الله قال بتهاونهم وسكوتهم عن معاصي الله تعالى ثم ان الطاعون

کردیا جاتا ہو حالانکہ اسمین نیک لوگ ہوتے ہین فرمایا ہان عرض کیا کس وجہ سے یا رسول اللہ فرمایا خدا کی نافرمانیون پر انکی سستی اور چپ رہنے کی وجہ سے پھر بیشک طاعون

وان كان يقع عذابا لهم بسبب سكوتهم عن المنكرات عند ظهورها لكن لما جعل لهم كفارة وطهرة كان لهم رحمة

اگرچہ انکے لیے منکرات کے ظہور پر چپ رہنے کی سزا مین عذاب آتا ہو لیکن چونکہ انکے لیے کفارہ اور طہارت بنا دیا گیا ہو تو انکے حق مین رحمت ہے

كما روي عن ام المؤمنين عائشة رض انه عليه الصلوة والسلام قال اذا كثر ذنوب العبد ولم يكن له ما يكفرها ابتلاه الله تعالى

جیسا کہ ام المؤمنین عائشہ رض سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جب بندہ کے گناہ بہت ہوجاتے ہین اور اسکا کوئی ایسا عمل نہیں جو کفارہ ہو جائے تو اللہ تعالے

بالحزن ليكفرها ويجوز ان يكون في حق من لم يقصر فيما وجب عليه من الامر بالمعروف والنهي عن المنكر لزيادة حسناته كما جاء

اسکو غم مین مبتلا کردیتا ہے تاکہ کفارہ ہوجائے اور احتمال ہو کہ اسکے حق مین جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مین جو اس پر واجب ہے قصور نکرے حسنات کی زیادتی کے لیے ہو جیسا کہ

في الحديث ان الرجل لتكون له عند الله تعالى منزلة فما يبلغها بعمله فما يزال الله يبتليه بما يكرهه حتى يبلغه

حدیث مین آیا ہو کسی آدمی کا علم الہی مین ایک مرتبہ ہوتا ہے پس وہانتک اپنے عمل سے نہین پہونچتا تو اللہ تعالی اسکو ہمیشہ ایسی چیز مین مبتلا رکھتا ہو جسکو وہ پسند نہین کرتا یہانتک

اياه وقد ورد في الحديث ان الطاعون شهادة للمؤمنين ورحمة لهم ورجز على الكافرين وهو صريح في ان كونه شهادة

کہ وہ اس مرتبہ پر پہونچ جاتا ہو اور حدیث مین آیا ہے کہ طاعون مؤمنین کے لیے شہادت ہو اور انکے واسطے رحمت ہے اور کافرون کے لیے عذاب ہو اور یہ حدیث نص ہو مؤمنین کے لیے طاعون کی شہادت

ورحمة خاصة بالمؤمنين واذا وقع في الكافر فانما هو عذاب يعجل عليه في الدنيا وله في الآخرة اشد العذاب

اور رحمت ہونے مین صریح ہو اور جب کافر پر پڑے تو وہ عذاب ہو کہ اس پر جلدی سے دنیا مین آگیا اور آخرت مین اسکے لیے بڑی سخت عذاب ہے

واما العاصي المرتكب الكبيرة من هذه الامة اذا كان مصرا عليها ولم يتب عنها فكون الطاعون شهادة له محل نظر

اور رہا اس امت مین سے بیرہ گناہ کرنے والا جبکہ وہ کبیرہ گناہوں پر اڑا ہوا ہو اور توبہ نکرے تو اسکے حق مین طاعون کی شہادت ہونے مین تامل ہے

اذ يحتمل ان يقال انه لا ينال درجة الشهادة لشؤم ما كان متلوثا به من الذنوب قد قال الله تعالى ام حسب

اسواسطے کہ ہو سکتا ہو کہ کوئی کہے یہ شخص ان گناہوں کے وبال سے جسمین ملوث ہوا تھا شہادت کا درجہ نہ پائیگا اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے کیا گمان کرتے ہین

الذين اجترحوا السيئات ان نجعلهم كالذين آمنوا وعملوا الصالحات وايضا قد سبق ان الطاعون ينشأ عن ظهور

جنھون نے کمائی ہین برائیان کہ ہم کردین گے انکو برابر انکے جو ایمان لائے اور کیے بھلے کام اور یہ بھی گذر چکا ہے کہ طاعون

الفاحشة ووقع عقوبة بسبب المعصية فكيف يكون شهادة ويحتمل ان يقال انه ينال درجة الشهادة لعموم الاخبار

فواحش کے ظاہر ہونے سے پیدا ہوتا ہو اور گناہ کے سبب سے بطور عقوبت کے آتا ہو تو شہادت کیونکر ہو سکتی ہے اور یہ بھی احتمال ہو کہ اسکو شہادت کا درجہ ملے کیونکہ حدیثین عام ہین

الواردة فيها لا سيما الحديث الوارد عن انس رضي انه عليه الصلوة والسلام قال الطاعون شهادة لكل مسلم فانه صريح في العموم

جو اس باب میں آئی ہیں خاص کر وہ حدیث جو حضرت انس رض کی روایت سے آئی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ طاعون ہر مسلمان کے لیئے شہادت ہے کہ یہ عام حکم ہونیمین بہت صاف ہے اور

بالقياس على شهيد المعركة ان يحكم له بالشهادة ولو كان له ذنوب كثيرة لم يتب عنها الا التبعات الآدميين للحديث الوارد ان

معرکہ جنگ کے شہید پر قیاس کر کے حکم شہادت کا کر سکتے ہیں اگرچہ اسکے ذمے بہت گناہ ہوں جیسے توبہ نہ کی ہو مگر آدمیوں کے حقوق کہ سوا اس حدیث کی دلیل سے اس مضمون کی آئی ہے

الشهيد يغفر له كل ذنب الا الدين وسائر التبعات في معنى الدين ولا يلزم من حصول درجة الشهادة لمن اكتسب السيئات

کہ شہید کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر قرض اور تمام حقوق عباد بمنزلہ قرض کے ہیں اور جو گناہ کرتا رہا اسکی شہادت کا درجہ پالینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ

ان ساوى المؤمن الكامل في المنزلة لان درجات الشهداء متفاوتة نعم يستفاد من الحديث ان الشهادة لا تكفر التبعات

مومن کامل سے درجے میں برابر ہو جائے اسواسطے کہ شہیدونکے مرتبہ میں تفاوت ہوتا ہے البتہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شہادت حقوق کا کفارہ نہیں ہوتی

لكن التبعات لا تمنع الشهادة اذ ليس الشهادة معنى الا انها اذا حصلت لشخص يثيبه الله تعالى ثوابا مخصوصا

لیکن حقوق شہادت سے مانع نہیں اسواسطے کہ شہادت کے معنے صرف یہی ہیں کہ جب کسیکو حاصل ہو جائے تو اللہ تعالے اسکو ایک خاص ثواب دیتا ہے

ويغفر له ذنوبه غير التبعات ثم ان كان له اعمال صالحة فهي تنفعه في موازنة ما عليه من التبعات وتبقى له درجة الشهادة

اور اسکے تمام گناہ سوائے حقوق کے معاف کر دیتا ہے پھر اگر اسکے اور نیک اعمال صالح ہیں تو وہ ان حقوق کے مقابلہ میں فائدہ دینگے جو اسپر ہیں اور درجہ شہادت کا اسکے لیئے بچا رہیگا

وان لم يكن له اعمال صالحة فالشهادة تكفر اعماله السيئة غير التبعات وهو في حق التبعات يبقى في مشية الله تعالى فانه

اور اگر کچھ نیک اعمال نہیں ہیں تو شہادت اسکے گناہوں کو سوائے حقوق کے تو مٹا دیگی اور حقوق کے بابت اللہ تعالی کی مشیت میں رہیگا پس اگر

تعالى اذا اراد ان لا يعذبه يرضي عليه خصمه كما روي انه عليه الصلوة والسلام بينما هو جالس اذ ضحك حتى بدت

اللہ تعالے چاہیگا کہ اس پر عذاب نکرے تو مدعیونکو راضی کر دیگا جیسا کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام ایک وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ہنس پڑے یہانتک

ثناياه فقيل له لم تضحك يا رسول الله قال رجلان من امتي جثيا بين يدي رب العزة فيقول احدهما يا رب خذ لي

کہ اگلے دندان مبارک کھل گئے پس کسی نے کہا یا رسول اللہ آپ کیوں ہنسے فرمایا میری امت کے دو شخص رب العزت کے سامنے لائے گئے تو ایک کہتا ہے اے رب میرے میرا حق

مظلمتي من هذا الاخ فيقول الله تعالى اعط اخاك مظلمته فيقول يا رب لم يبق من حسناتي شيء فيقول الله تعالى

اس بھائی سے دلا دے پس اللہ تعالے فرماتا ہے اپنے بھائی کا حق ادا کر دے تو وہ جواب دیتا ہے الٰہی میرے پاس تو نیکیوں میں سے کچھ باقی نہیں رہا پس اللہ تعالے مدعی سے کہیگا

للطالب ما تصنع باخيك لم يبق من حسناته شيء فيقول يا رب فليحمل عني اوزاري ففاضت عينا رسول الله صلى الله عليه وسلم

اب تو اپنے بھائی سے کیا معاملہ کریگا اسکے پاس تو نیکیوں میں سے کچھ رہا نہیں پھر وہ کہیگا یا رب پھر وہ میرا بوجھ یعنی گناہ اٹھالے پس دونوں آنکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹپک پڑیں

قال ان ذلك اليوم ليوم عظيم يحتاج الناس فيه ان يحمل عنهم اوزارهم ثم قال فيقول الله تعالى للطالب حقه ارفع

فرمایا بیشک وہ دن بڑا سخت ہے لوگونکو اس روز اسکی حاجت ہوگی کہ انکے گناہ اورونپر لادے جائیں پھر آپنے فرمایا پھر اللہ تعالی اپنا حق مانگنے والے سے فرمائیگا

بصرك فانظر الى الجنان فيرفع بصره فيرى مدائن من فضة وقصورا من ذهب مكللة باللؤلؤ فيقول لمن هذا يا

نگاہ اٹھا کر جنت کی طرف تو دیکھ پس وہ آنکھ اٹھائیگا تو شہر کے شہر چاندی کے اور محل سونیکے تمام موتی جڑے ہوئے دکھائی دینگے پھر عرض کریگا یہ

رب فيقول الله تعالى هذا لمن يعطي ثمنه فيقول فمن يملك ثمنه يا رب فيقول الله تعالى انت تملكه فيقول بماذا

کسکے ہیں اے میرے پروردگار پھر اللہ تعالی فرمائیگا یہ اسکے ہیں جو کوئی انکی قیمت ادا کرے پس عرض کریگا اسکی قیمت کا کون مالک ہے اے میرے رب پھر اللہ تعالی فرمائیگا اسکی قیمت تیرے پاس ہے پھر عرض کریگا

يا رب فيقول الله تعالى بعفوك عن اخيك فيقول يا رب قد عفوت عنه فيقول الله تعالى خذ بيد اخيك فادخله الجنة

کس چیز کے بدلے پھر اللہ تعالی فرمائیگا اس بھائی کی تیرے معاف کر دینے کے بدلے میں پھر عرض کریگا الٰہی میں نے بیشک اسکو معاف کر دیا پھر اللہ تعالی فرمائیگا اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ اور جنت میں لیجا

ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فاتقوا الله واصلحوا ذات بينكم فان الله تعالى يصلح بين المؤمنين يوم القيمة

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور آپس میں ملاپ رکھو کیونکہ اللہ تعالی قیامت کے روز مومنوں میں صلح کرا دیگا

قال القرطبي نقلا عن شيخه هذا لبعض الناس ممن اراد الله تعالى ان لا يعذبه وكذا ما روي عنه عليه الصلوة

قرطبی نے اپنے استاد سے نقل کر کے کہا ہے کہ یہ بعضے لوگوں کے لیے ہے جسکو اللہ تعالی چاہیگا کہ اسکو عذاب نہ دے اور ایسی ہی وہ جو نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت ہے

وان منادیا ینادی یوم القیمۃ من تحت العرش یا امۃ محمد اما ما کان لی قبلکم فقد وھبتہ لکم وبقیت التبعات

کہ ایک منادی قیامت کے دن عرش کے تلے سے آواز دیگا ای محمد کی امت جو کچھ میرا حق تمھارے ذمے تھا تمکو بخشدیا اب حقوق عباد باقی رہ گئے

فتواھبوا وادخلوا الجنۃ برحمتی فھذا ایضا لبعض الناس ذلو کان فی جمیعھم لما دخل احد النار وقد وردت اخبار صحیحۃ

سو ہر ایک دوسرے کو معاف کرکے میری رحمت سے جنت میں چلے جاؤ سو یہ بھی بعضے لوگوں کے واسطے ہے کیونکہ اگر سب کیلیے یہی ہو تو کوئی بھی دوزخ میں نجاتا حالانکہ صحیح حدیثیں آئی ہیں

نقلھا ثقات ولا بد من الایمان بھا ان من کان من اھل الایمان لا یبقی فی النار بسبب العصیان بل یخرج منھا ولو بعد حین

جنکو معتبر لوگوں نے نقل کیا ہے اور انپر ایمان لانا ضرور ہے کہ جو ایمان والا ہوگا وہ گناہوں کے سبب سے دوزخ میں پڑا نرہیگا بلکہ دوزخ سے نکال لیا جاویگا اگرچہ کچھ مدت

وزمان والخروج منھا لا یکون الا بعد الدخول فیھا عصمنا اللہ تعالی عن الدخول فیھا المجلس الستون فی بیان فضیلۃ

اور کچھ زمانہ کے بعد ہی سہی اور دوزخ سے باہر آنا بدون اسمین داخل ہوئے نہیں ہوسکتا اللہ تعالی ہم کو دوزخ میں جانے سے بچائے ساٹھویں مجلس

الصبر فی موضع الطاعون و عدم جواز الدعاء لرفعہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس من احد یقع الطاعون

طاعون کے مقام میں صبر کی فضیلت اور اسکے دفع کرنیکو دعا ناجائز ہونے کے بیان میں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی نہیں کہ طاعون واقع ہو

فیمکث فی بلدہ صابرا محتسبا یعلم انہ لا یصیبہ الا ما کتب اللہ لہ الا کان لہ مثل اجر الشھید ھذا الحدیث من صحاح المصابیح

پھر اسی شہر میں صبر کرکے ثواب کے لیے یہ سمجھکر ٹھہرا رہے کہ مجکو وہی پہونچے گا جو اللہ تعالی لکھ چکا ہے مگر اسکے واسطے ثواب شہید کے برابر ہوگا یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے

رواہ ام المومنین عائشۃ رضی اللہ عنہا قال ابن الحجر مقتضی ھذا الحدیث ان اجر الشھید یکون لمن لا یخرج من البلد الذی وقع

ام المومنین عائشہ رض کی روایت سے ابن حجر نے کہا ہے مقتضا اس حدیث کا یہ ہے کہ شہید کا ثواب اسکو ہوتا ہے جو اس شہر سے نہ نکلے جہاں

فیہ الطاعون ویکون فی حال اقامتہ قاصدا ثواب اللہ تعالی راجیا موعدہ عارفا بان ما یقع لہ فھو بتقدیر اللہ تعالی وما

طاعون واقع ہوا ہے اور وہاں ٹھہرے رہنے کی حالت میں اللہ تعالی سے ثواب کا ارادہ ہو اور اسکے وعدہ کا امیدوار رہے یہ سمجھکر کہ مجپر جو گذرے گا وہ اللہ تعالی کی تقدیر سے اور جو

یصرف عنہ فھو بتقدیر اللہ تعالی غیر متضجر بوقوعہ معتمدا علی ربہ فی کل حال فمن اتصف بھذہ الصفات فمات

ٹل جائے گا وہ بھی تقدیر الٰہی سے ہوا اسکے واقع ہونے سے دل تنگ نہو اپنے رب پر ہر حال میں بھروسا کیے رہے پس جو شخص ان صفات سے موصوف ہو پھر وہ

بغیر الطاعون فظاھر الحدیث ان اجر الشھید یحصل لہ ویؤیدہ روایۃ من مات فی الطاعون فھو شھید الحدیث حیث لم

بلا طاعون مرجائے تو بھی ظاہر حدیث کے موافق اسکو شہید کا ثواب ملے گا اور اسکی تائید یہ روایت کرتی ہے کہ جو شخص طاعون میں مرجائے پس وہ شہید ہے آخر حدیث تک اسلیے یہ نہیں

یقل بالطاعون ثم قال لو وجدت فی شخص ھذہ الصفات ثم مات بعد انقضاء زمن الطاعون فظاھر الحدیث انہ یکون شھیدا و

فرمایا کہ طاعون سے مرجائے پھر کہا کہ جس شخص میں یہ صفتیں پائی جائیں پھر وہ زمانۂ طاعون کے بعد مرے تو ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی شہید ہوگا اور

نیۃ المؤمن خیر من عملہ ثم قال ومما یستفاد من ھذا الحدیث ان الصابر فی الطاعون المتصف بالصفات المذکورۃ یامن

مومن کی نیت اسکے عمل سے بہتر ہوتی ہے پھر کہا اور اس حدیث سے نکلتا ہے کہ طاعون میں صبر کرنیوالا جو ان صفات مذکورہ سے موصوف ہو

فتنۃ القبر لانہ نظیر المرابط فی سبیل اللہ تعالی وقد صح ذلک فی المرابط کما فی حدیث مسلم وغیرہ ثم قال

قبر کے فتنہ سے محفوظ رہیگا اسلیے کہ یہ شخص خدا کی راہ میں مرابط کے مثل ہے اور یہ ثواب مرابط کے حق میں ثابت ہوچکا ہے جیسا کہ حدیث مسلم وغیرہ میں موجود ہے پھر فرمایا

واما من لم یتصف بالصفات المذکورۃ تراہ یشتد تضجرہ ویشتغل بوجوہ من الحیل فی دفعہ بانواع الاشیاء التی

اور جو شخص ان صفات مذکورہ سے موصوف نہو تو دیکھو اسکے دل میں کتنی تنگی بڑھ جاتی ہے اور طاعون کے دفع کرنے میں قسم قسم کے حیلوں طرح طرح کی باتوں میں مشغول ہوتا ہے جنکی

یقال انھا تدفعہ کالرقی والخواتم والتعویذات التی تعلق فی الرؤس وتکتب علی الابواب ویتشاءم بانواع الطیرۃ التی

نسبت کہا جاتا ہے کہ یہ طاعون کو دفع کردیتی ہیں جیسے منتر اور انگوٹھیاں اور تعویذ جو گلے میں ڈالے جاتے ہیں اور دروازوں پر لکھے جاتے ہیں اور طرح طرح کی باتوں سے شگون بد لینا

نھی الشارع عنھا ویحیل امرہ علی الھواء والماء من غیر نظر الی السبب الحقیقی الذی ھو ظھور الفاحشۃ واعلان المنکرات

جس سے شارع نے منع کیا ہے اور اپنے حال کو آب وہوا پر حوالہ کرتا ہے اور حقیقی سبب کو نہیں دیکھتا جو کہ فواحش کا ہونا ہے اور برائیوں کا کھلم کھلا ہونے لگنا

ویجتنب عن عیادۃ المرضی وحضور الجنائز التی ترقق القلوب وتستجلب الدموع وتورث الخشیۃ والخشوع واکثرھم

اور بیماروں کی عیادت اور جنازہ پر جانے سے پرہیز کرتا ہے جو کہ دل کو نرم کرتا ہے اور آنسو کو بہاتا ہے اور خوف اور خشیت پیدا کرتا ہے اور ایسے لوگ اکثر

يموتون في زمن الطاعون بالطاعون وغيره فتفوتهم درجة الشهادة بسبب عدم امتثالهم بالامر بالصبر عليه بحيث لا
طاعون کے زمانہ میں طاعون اور غیر طاعون سے مرجاتے ہیں اور انکو درجہ شہادت کا نہیں ملتا طاعون واقع ہونیکے وقت اسپر صبر کے حکم کی تعمیل نہ کرنے کی وجہ سے

وقوعه وقد يموت بعض منهم فيزعمون انه يقوم بعد موته ويخرج من قبره ليلا ويدور ويهيب الناس ويدعو بعض
اور کبھی ان میں سے بعض مرجاتا ہے تو گمان کرتے ہیں کہ موت کے بعد یہ اٹھے گا اور رات کو اپنی قبر میں سے نکل کر لوگوں کے گھروں پر پھرے گا اور بعض بعض گھر والوں کو

اصحابها ويموت من دعاه وبهذا الزعم ينبشون قبره ويذبحونه بل ربما يخرجونه ويحرقونه كما يفعله كفار
پکاریگا پھر جسکو وہ پکاریگا وہ مرجائیگا اور اس گمان پر اسکی قبر اکھیڑ دیتے ہیں اور اسکو ذبح کرڈالتے ہیں بلکہ بعضی دفعہ اسکو نکال کر پھونک دیتے ہیں جیسا کہ کفار

الهند مع كون هذه الافعال كلها مما ورد النهي عنها في الشرع المحمدي وانما يرتكبونها لنفرتهم عن الطاعون وكراهتهم
ہند کے کرتے ہیں باوجودیکہ یہ سب حرکات ایسے ہیں کہ شرع محمدی میں انسے ممانعت آئی ہے اور یہ حرکات صرف طاعون سے نفرت اور اسکو برا سمجھنے کی وجہ سے کرتے ہیں

له وقد ثبت انه عليه السلام دعا به امته وقال اللهم اجعل فناء امتي بالطعن والطاعون وبعضهم وان استشكل هذا
حالانکہ ثابت ہوچکا ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی امت کے لیے اسکی دعا کی ہے اور فرمایا ہے کہ الٰہی میری امت کی موت طعن اور طاعون سے دے اور بعضوں کو اگرچہ یہ حدیث مشکل معلوم ہو

الحديث بان اكثر الامة يموتون بغيرهما لكن اجيب بانهما الغالب على فناء الامة وهو صحيح بلا شك اذ لو ستقرأ الامر
کیونکہ اکثر امت کی موت تو بغیر طعن اور طاعون کے ہوتی ہے لیکن جواب دیا گیا ہے کہ موت اکثر انہی دونوں سے ہوتی ہے اور یہ بات بیشک صحیح ہے کیونکہ اگر تحقیق کیا جائے تو

لوجد العدد الذي مات في الطاعون اكثر من العدد الذي مات فيما بينه وبين الطاعون الذي قبله فكيف اذا انضم
یقیناً جو طاعون سے مرے ہیں ان کا شمار ان کے شمار سے زائد ہوگا جو درمیان میں اس طاعون کے اور پہلے طاعون کے مرے ہوں پھر جب اسپر شامل کر لیں

اليه القتل الحاصل في الجهاد وفي الفتن فان قيل كيف دعا على امته بالهلاك فالجواب ان المقصود من هذا الدعاء ليس
قتل کو جو جہاد یا فتنہ میں ہوا ہو تو کیونکر نہ زیادہ ہوں گے پھر اگر کوئی یہ کہے کہ اپنی امت کی ہلاک کی کیسی دعا کی تو جواب یہ ہے کہ مقصود اس دعا سے

دعاء عليهم بالهلاك وان كان من لوازمه الهلاك بل المراد منه حصول الشهادة لهم بكل من الامرين لان الموت امر لازم
ہلاکت کی بددعا نہیں ہے اگرچہ ہلاکت اسکی لوازم سے ہے بلکہ مراد اس سے بوسیلہ ان دونوں اسباب کے ان کے لیے شہادت مطلوب ہے کیونکہ موت تو ایسی لازم چیز ہے

لا خلاص منه فكان محط الدعاء على جعل كل منهما سببا للموت الذي قدره الله تعالى ولا مفر منه حتى يحصل بكل
کہ اس سے چھٹکارا نہیں پس مطلب دعا کا یہ ہے کہ طعن اور طاعون ہی اس موت کا سبب ہوا کرے جو اللہ تعالیٰ نے مقدر کی ہے اور اس سے کوئی بچاؤ نہیں ہے تاکہ

منهما الشهادة اما حصولها بالطعن الذي هو القتل الحاصل في الجهاد والفتن فظاهر واما حصولها بالطاعون
ان دونوں کی وجہ سے شہادت ہوا کرے پھر شہادت کا طعن سے ملنا جو عین جہاد میں یا فتنہ میں ہوتا ہے یہ تو ظاہر ہی ہے رہا طاعون سے شہادت کا ملنا

فلما ثبت بالحديث انه وخز اعدائنا من الجن فيكون شهادة بلا ريب ولهذا كان الدعاء برفعه غير مشروع
سو اسلیے کہ حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ یہ ہمارے دشمن جنوں کا کوچا ہے پس بیشک شہادت ہی ہوگا اور اسی لیے اسکی رفع کی دعا جائز نہیں ہے

قال المنبجي يكره لان معاذا امتنع منه واعتل بان الطاعون شهادة ورحمة ودعوة نبينا محمد صلعم عليه السلام على
منبجی کہتا ہے کہ مکروہ ہے اسلیے کہ معاذ رض نے دعا نہ کی اور یہ دلیل بیان کی کہ طاعون شہادت اور رحمت ہے اور ہمارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے بنا بر اس کے جو

روي عن عبد الله بن رافع ان ابا عبيدة بن الجراح لما اصيب في طاعون عمواس استخلف معاذا واشتد الامر فقال الناس
عبداللہ بن رافع سے روایت ہے کہ ابوعبیدہ بن جراح کو جب عمواس میں طاعون ہوا تو معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب کیا اور اس امر میں بہت شدت ہوئی تو لوگوں نے

لمعاذ رض ادع الله برفع هذا الرجز فقال انه ليس برجز ولكنه دعوة نبيكم وموت الصالحين قبلكم وشهادة يخص الله تعالى
معاذ رض سے کہا کہ اللہ سے اس عذاب کے اٹھا لینے کی دعا کرو تو فرمایا یہ عذاب نہیں ہے بلکہ یہ تمہارے نبی کی دعا ہے اور اگلے نیکوں کی موت اور شہادت ہے تم میں سے جسکو

بها من شاء منكم اللهم آت آل معاذ نصيبهم الاوفر من هذه الرحمة فهذا القول من معاذ صريح بان الدعاء برفعه
اللہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے الٰہی معاذ کے اہل کو اس رحمت میں سے بڑا حصہ عطا کر پس معاذ رض کا یہ فرمانا صریح ہے کہ اسکے دور ہوجانے کی دعا

غير مشروع وقد صح ان معاذا اعلم الامة بالحلال والحرام وانه امام الفقهاء يوم القيمة فلو كان مشروعا لما
جائز نہیں ہے اور تحقیق ہوچکا ہے کہ معاذ تمام امت میں حرام اور حلال کو زیادہ جانتے تھے اور قیامت کے روز تمام فقہا کے پیشوا ہوں گے پس اگر یہ جائز ہوتی

أحوجهم إلى سؤاله بل كان يفعل من تلقاء نفسه بل لو كان مباحا لبادر بفعله عند سؤال الرعية عنه ما ظنوا أنه
تو لوگون کو اس کہنے کی حاجت نہونے دیتے بلکہ وہ خود اپنی طرف سے دعا کرتے بلکہ اگر دعا مباح ہوتی تو لوگون کے اس سوال کے وقت جس کو وہ لوگ

مصلحة لهم وقد صرح الحنابلة بالمسألة وقال صاحب الفروع منهم لا يقنت لأنه لم يثبت القنوت في طاعون عمواس
اپنے لیے مصلحت سمجھے تھے اسکے کرنے مین جلدی فرماتے اور حنبلیون نے اس مسئلہ کی تصریح کر دی ہے اور صاحب فروع نے جو انہین سے ہے کہا ہے کہ اسکے لیے قنوت نہ پڑھین اسلیے کہ طاعون عمواس

وغيره وابن حجر مال إلى مشروعيته فرادى إلا أنه منع الاجتماع له وقال وأما الاجتماع للدعاء برفعه كما في
وغیرہ مین قنوت ثابت نہین اور ابن حجر اگرچہ تنہا اسکی دعا کرنے کی جواز کی طرف مائل ہوئے ہین لیکن اجتماع کو وہ بھی منع کرتے ہین اور کہتے ہین کہ دفع کی دعا کے لیے جمع ہونا

الاستسقاء فبدعة حدثت بدمشق في الطاعون الكبير سنة تسع وأربعين وسبعمائة ولم يفد شيئا بل زاد الأمر
نماز استسقا کی طرح تو یہ بدعت ہے دمشق مین بڑے طاعون کے زمانہ مین سنہ سات سو انچاس مین ایجاد ہوا ہے اور کچھ فائدہ بھی نہوا بلکہ حال اور بھی

شدة ثم قال ولو أنه كان مشروعا لم يخف على السلف ولا على فقهاء الأمصار وأتباعهم في الأعصار الماضية فلم يبلغنا
تباہ ہو گیا پھر کہا اور اگر یہ بات جائز ہوتی تو سلف پر پوشیدہ نرہتی اور نہ ملک کے فقہا پر اور نہ زمانہ گذشتہ مین اُنکی پیروی کرنے والون پر سو

في ذلك خبر ولا أثر عن المحدثين ولا فرع مسطور عن أحد من الفقهاء وأئمة الدين وقد تمسك قوم على مشروعيته بقول
اس باب مین ہم کو محدثین سے کوئی روایت نہین ملی ہے اور نہ کوئی اثر اور نہ کوئی جزئی کسی فقیہ اور دین کے امام سے لکھی گئی اور ایک قوم نے اس کے جواز پر تمسک کیا ہے

بعض الفقهاء أن القنوت في الصلوة كلها مشروع عند النوازل وأن الاجتماع والدعاء لعموم الأمراض جائز وقالوا إن تصريحهم
بعض فقہا کے اس قول سے کہ دعاے قنوت تمام نمازون مین حوادث کے وقت مشروع ہے اور امراض عام ہو جانے کے وقت جمع ہونا اور دعا کرنا جائز ہے وہ قوم یہ کہتی ہے

بالمرض العام بمنزلة التصريح بالوباء الذي يشمل الطاعون وهو أيضا من أشد النوازل والجواب أن كلا من الوباء والنوازل
کہ تصریح عام مرض کی بمنزلہ وبا کی تصریح کے ہے جس مین طاعون بھی داخل ہے اور یہ بھی بڑا حادثہ ہے اور جواب یہ ہے کہ وبا اور حوادث

وإن كان عاما يشمل الطاعون وغيره إلا أن الطاعون اختص بكونه شهادة ورحمة ودعوة نبينا محمد عليه الصلوة والسلام
اگرچہ ہر ایک عام ہے کہ طاعون وغیرہ کو بھی شامل ہے لیکن طاعون مین شہادت ہونے اور رحمت ہونے اور ہمارے نبی محمد علیہ الصلوۃ والسلام کی دعا ہونے کی خصوصیت ہے

بخلاف الوباء والنوازل ولهذا شرع الدعاء برفعهما ولم يشرع برفع الطاعون ويؤيد ذلك ورود النهي عن الفرار منه دون
برخلاف وبا اور حوادث کے اور اسی لیے انکے رفع کی دعا جائز ہے اور طاعون کے رفع کی جائز نہین اور طاعون سے بھاگنے سے ممانعت ہونا

الوباء وسائر النوازل فإنه قد وقع في القرن الأول مرات متعددة والصحابة يومئذ متوافرون والأكابر موجودون ولم ينقل
وبا سے اور تمام حوادث سے اسکی تائید کرتا ہے کیونکہ طاعون اول زمانہ مین کئی بار واقع ہوا ہے اور صحابہ اُسوقت بہت اور بڑے بڑے موجود تھے اور کسی سے یہ منقول نہین

عن واحد منهم أنه فعل شيئا من ذلك أو أمر به والمراد من قول معاذ رضـ دعوة نبيكم حديث اللهم اجعل فناء أمتي بالطعن والطاعون و
کہ کسی نے اس مین سے کچھ بھی کیا ہو یا کسی کو حکم دیا ہو اور معاذؓ کی اس قول سے مراد کہ تمھارے نبی کی دعا ہے یہ حدیث ہے الٰہی کر دے میری امت کی موت طعن اور طاعون سے

المراد بالصالحين قبلكم قد تكلم عليه الكلاباذي فقال يجوز أن يكون المراد بهم بني إسرائيل فإن الطاعون وإن كان
اور اگلے نیکون سے مراد مین کلاباذی نے گفتگو کی ہے پس کہا کہ ممکن ہے کہ اُن سے بنی اسرائیل مراد ہون کیونکہ طاعون اگرچہ اُن پر

قد وقع عذابا لهم بسبب سكوتهم عن المنكرات عند ظهورها إلا أنه قد جعل كفارة لهم وطهرة لما كان منهم من
بطور عذاب کے آیا تھا بری باتون سے سکوت کرنے کے سبب سے اُن کے برملا ہو جانے کے وقت لیکن اُن کے حق مین کفارہ اور طہارت تھا اُسی

السكوت كما كان قتل بعضهم بعضا كفارة لمن كان منهم عبد العجل فإنهم تائبون صالحون مستسلمون وقد علم من
سکوت سے جو اُنسے صادر ہوا تھا جیسے کہ بعض کا بعض کو قتل کرنا اُن لوگون کے لیے کفارہ تھا جنھون نے اُن مین گوسالہ پرستی کی تھی کیونکہ یہ سب تائب اور صلحا اور مطیع تھے اور اس سے معلوم ہوا

هذا أن الواجب على كل مسلم أن يسعى في صلاح نفسه باسقاط ما في ذمته من الفرائض والواجبات والاجتناب عن
کہ یہ ہر مسلم پر واجب ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح مین کوشش کرے اسکو ادا کرکے جو اسکے ذمے فرائض اور واجبات ہین

المحرمات والمكروهات والتوبة عن الذنوب والسيئات والمبادرة إلى رد المظالم والتخلص من التبعات وهو مطلوب في كل وقت
محرمات اور مکروہات سے بچکر اور گناہون اور برائیون سے توبہ کرکے اور حقوق کو ادا کرکے اور حقوق سے رستگاری حاصل کرکے اور یہ بات تو ہر وقت درکار ہے

ويتأكد ذلك عند وقوع الوباء عموما ولمن وقع به الطاعون خصوصا لا سيما الوصية من غير أن تقع فيه حيف لقوله عليه السلام

اور وبا واقع ہوجانیکے وقت عموماً اسکی تاکید ہوجاتی ہے اور جو طاعون میں مبتلا ہوا اسکو اور بھی خصوصیت کے ساتھ وصیت بلا اسکے کہ اس میں کسی طرح کی بے انصافی ہو واسطے فرمانے نبی علیہ السلام

ما حق امرئ مسلم له شيء يوصي فيه يبيت ليلتين إلا ووصيته مكتوبة عنده فإن معناه إذا كان لامرئ مسلم شيء يريد أن يوصي

نہیں حق ہے شخص مسلمان کا جسکی کوئی چیز قابل وصیت ہو کہ وہ دو شب بسر کرے مگر وصیت اسکی لکھی ہوئی اسکے پاس ہو اسکے یہ معنی ہیں کہ جب کسی مرد مسلمان کو لیے ایسی کوئی چیز ہو کہ اس میں وصیت کرنا

فيه فحقه ليس إلا أن يكون وصيته مكتوبة عنده لأنه لا يدري متى يوافيه منيته ويحول بينه وبين ما يريد وقيد ليلتين غير

چاہتا ہو تو اسکا حق اور نہیں ہے مگر یہی کہ اسکی وصیت لکھی ہوئی اسکے پاس ہو کیونکہ نہیں جانتا ہو کہ اسکی موت کب بیچ میں آکر اسکے ارادہ کو روک لے اور دو شب کی قید کچھ

مقصود بل هو تنبيه على أنه لا ينبغي أن يمضي عليه زمان وإن كان قليلا إلا ووصيته مكتوبة عنده لا سيما إذا كان عليه

مقصود نہیں ہے بلکہ یہ اسکی تاکید ہے کہ اسپر کچھ زمانہ گذرنا نچاہیے اگرچہ کم ہو مگر اس کی وصیت لکھی ہوئی اس کے پاس ہو خصوصاً جبکہ اس پر

دين أو وديعة أو غير ذلك من الحقوق فح يلزم الوصية ويستحب تعجيلها لأنه لا يأمن أن يشتد مرضه فيعتقل

قرض ہو یا امانت یا کوئی اور حق ہو تو اب اسپر وصیت ضروری ہے اور اس میں جلدی مستحب ہے کیونکہ اس سے امن نہیں کہ مرض بڑھ جائے اور زبان بند ہوجائے

لسانه فيموت بغير وصية فيكون آثما بترك ما وجب عليه إن كانت الوصية واجبة عليه بأن كان عليه حق من حقوق الله تعالى

پس بے وصیت مرجائے اب اپنے ذمہ کا واجب ترک کرنے سے گنہگار رہوگا اگر اسپر وصیت واجب تھی اسطرح کہ اسکے ذمے کوئی حق اللہ تعالے

أو حقوق الناس وإن لم يكن عليه من هذين الحقين بشيء لا يجب عليه الوصية بل يستحب وفي محلها لمن كان له مال ولم يكن له

یا کوئی حق العباد ہو اور اگر اسکے ذمے ان دونوں حقوں میں سے کچھ نہیں ہے تو اسپر وصیت واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور محل وصیت کا اس شخص کے لیے جسکے پاس مال تو ہے لیکن

وارث جميع المال ولو كان له وارث فثلث المال ويستوفيه في الوصية الواجبة إن احتيج إليه وينقص منه في الوصية

وارث نہیں تمام مال ہے اور اگر وارث ہے تو تہائی مال اور واجب وصیت میں اگر حاجت پڑے تو پوری تہائی کی وصیت کردے اور وصیت مستحب میں

المستحبة وطريقها أن يذكرها بلسانه عند عدلين ويبين قدرها وجنسها وصفتها أو يكتبها ويقرأها عليهما أو يشهدهما

تہائی سے کم رکھے اور طریقہ وصیت کا یہ ہے کہ اپنی زبان سے دو عادل کے سامنے ذکر کرے اور اسکی مقدار اور جنس اور صفت بیان کردے اور اگر وصیت لکھکر دونوں کو پڑھکر سنائے اور انکو گواہ کرے

عليها كان أولى لكن ينبغي له أن يحترز غاية الحذر أن يخص واحدا من ورثته بشيء على وجه التمليك والإقرار فيكون خاتمته

اسپر تو بہت بہتر ہے لیکن اس سے حد درجہ احتراز کرے کہ اپنے وارثوں میں سے کسی ایک وارث کو خاص کرکے کوئی چیز دیدے بطور تملیک کے یا اقرار کرے کہ اس کا خاتمہ

شر الا خاتمة بخير لأن الله تعالى تولى قسمة المواريث بنفسه وأعطى كل ذي حق حقه وعينه في كتابه الذي أنزل على رسوله

برا ہو نہ کہ خاتمہ بخیر اسلیے کہ اللہ تعالی بذات خود قسمت مواریث کا ذمہ دار ہوا ہے اور ہر ایک حق دار کے لیے اپنی کتاب میں جو اپنے رسول پر نازل کی ہے حصہ معین کر چکا ہے

وتوعد من عصاه وبدل حكمه بدخول النار والخلود فيها فقال في آخر آيات المواريث ومن يعص الله ورسوله

اور نافرمان کے حق میں جو اسکے حکم کو تبدیل کرے دوزخ میں جانیکا اور اسمیں ہمیشہ رہنے کی وعید فرمائی ہے چنانچہ مواریث کے آخر آیات میں فرمایا ہے اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ کی اور اسکے رسول کی

ويتعد حدوده يدخله نارا خالدا فيها وله عذاب مهين وعن أبي هريرة أنه عليه الصلوة والسلام قال إن الرجل والمرأة

اور بڑھے اسکی حدوں سے اسکو داخل کریگا آگ میں ہمیشہ رہیگا اس میں اور اسکو ذلت کا عذاب ہے اور ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نے فرمایا بیشک بعضے مرد اور عورت

ليعمل بطاعة الله ستين سنة ثم يحضرهما الموت فيضاران في الوصية فيجب لهما النار ثم قرأ أبو هريرة قوله تعالى من بعد وصية

ساٹھ برس تک اللہ کی عبادت کرتے رہتے ہیں پھر جب انکی موت آتی ہے تو وصیت میں اوروں کو نقصان پہونچاتے ہیں پس انکے لیے دوزخ واجب ہوجاتی ہے پھر ابوہریرہ نے یہ آیت پڑھی بعد وصیت کے

يوصى بها أو دين غير مضار إلى آخر الآية يسر لنا الله تعالى من الأعمال ما يوافق رضاه

کہ وصیت کیا جاتا ہے ساتھ اسکے یا قرض کے بلا اوروں کا نقصان کیے آخر تک الٰہی اپنی رضا کے موافق اعمال ہم پر آسان کر

المجلس الحادي والستون في بيان فضيلة الصبر عند البلاء والمصائب وفضيلة الاسترجاع عندها

اکسٹھویں مجلس بلیات اور مصائب پر صبر کی فضیلت اور اسوقت انا للہ وانا الیہ راجعون کے پڑھنے کی فضیلت کے بیان میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يزال البلاء بالمؤمن والمؤمنة في نفسه وماله وولده حتى يلقى الله تعالى وما عليه من خطيئة هذا الحديث من حسان المصابيح رواه أبو هريرة

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ مومن مرد اور عورت کو ساتھ بلا لگی رہتی ہے اسکی جان میں اور اسکے مال میں اور اسکی اولاد میں یہاں تک کہ اس حال میں اللہ تعالی سے ملتا ہے کہ اسپر کوئی گناہ نہیں ہوتا یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے ابوہریرہ رض کی روایت سے

ومعنى ما ورد ما يزال البلاء بالمؤمن في نفسه وماله وولده حتى يموت ولا يبقى له ذنب بل يكون ذنوبه كلها
اور اسکے معنے یہ ہیں کہ ہمیشہ مومن کی جان اور مال اور اولاد پر آفت آتی رہتی ہو یہانتک کہ وہ اس حالت میں مرجاتا ہو کہ اسپر کوئی گناہ نہیں رہتا بلکہ اُس کے سب گناہ

زائلة عنه بسبب ما اصابه من البلايا والمحن وقد روي عن ام المؤمنين عائشة انه عليه الصلوة والسلام قال اذا
محو ہوجاتے ہیں اُن بلاؤں اور مشقتوں کے سبب سے جو اسکو ہوچکیں اور ام المؤمنین عائشہ رضہ سے روایت ہو کہ نبی علیہ الصلوة والسلام نے فرمایا جب

كثر ذنوب العبد ولم يكن له ما يكفرها ابتلاه الله تعالى بالحزن ليكفرها وروي عن ابي موسى الاشعري انه عليه الصلوة
کسی بندہ کے گناہ بہت ہوتے ہیں اور اسکے پاس کوئی عمل ایسا نہیں ہوتا جو ان کا کفارہ ہو تو اللہ تعالی اسکو غم میں مبتلا کردیتا ہو تاکہ کفارہ ہوجائے اور ابو موسی اشعری رضہ سے روایت ہو کہ نبی علیہ الصلوة

والسلام قال لا يصيب العبد نكبة فما فوقها او دونها الا بذنب وما يعفو الله تعالى عنه اكثر وقرأ قوله تعالى وما اصابكم
والسلام نے فرمایا بندے پر کوئی گزند تھوڑا ہو یا بہت نہیں پہونچتا مگر گناہوں کے سبب سے اور جو اللہ تعالی معاف کردیتا ہو وہ بہت ہیں اور یہ آیت پڑھی جو پڑے تم پر

من مصيبة فبما كسبت ايديكم ويعفو عن كثير يعني ان ما اصابكم من مصيبة اي مصيبة كانت فهي بسبب
کوئی سختی سو بدلا اُس کا ہو جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے اور معاف کرتا ہو بہت یعنے تم پر جو مصیبت آتی ہے کیسی ہی ہو سو وہ

معاصيكم التي اكتسبتموها والله تعالى يعفو عن كثير من الذنوب فلا يعاقب عليها في الدنيا وقال علي رض للمؤمن عند الله
تمہاری نافرمانی کے سبب سے ہو جو تم کرچکے ہو اور اللہ تعالی بہتیرے گناہ معاف کردیتا ہو پس دنیا میں اسپر سزا نہیں دیتا اور حضرت علی رضہ کہتے ہیں مومن کے لیے اللہ

تعالى خمس نقمات فاولها المرض ثم المصائب فان كان ذنوبه اكثر يعذب في قبره فان كانت اكثر من ذلك يجلس على
تعالی کے یہاں پانچ عقوبتیں ہیں سب سے پہلی بیماری ہو پھر مصیبتیں پھر اگر اُسکے گناہ زیادہ ہوں تو قبر میں عذاب ہوگا پھر اگر اس سے بھی زیادہ ہوں تو پل صراط پر روک

الصراط وان كانت اكثر من ذلك يعذب في جهنم على قدر ذنوبه ثم يخرج منها وهذا كله يختص بالمجرمين واما غير المجرمين
رکھا جائیگا اور اگر اس سے بھی زائد ہوں تو اپنے گناہوں کے موافق دوزخ میں عذاب دیا جائیگا پھر اُس میں سے نکال لیا جائیگا یہ سب گنہگاروں کے ساتھ مخصوص ہے [illegible]

من المؤمنين فانما يصيبهم المصائب في الدنيا ليرفع درجاتهم في العقبى كما جاء في الحديث ان الرجل لتكون له عند الله
مومن اُن پر مصائب دنیا میں اسلیے آتے ہیں تاکہ اُنکے درجات عقبی میں بلند کردیے جائیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ بعضے شخص کا مرتبہ اللہ کے نزدیک

منزلة فما يبلغها بعمل فما يزال الله تعالى يبتليه بما يكره حتى يبلغه اياها والاحاديث في هذا المعنى كثيرة لكن
مقرر ہوتا ہو سو وہ عمل کے لحاظ سے وہاں تک نہیں پہونچ سکتا پس اللہ تعالی اسکو ان باتوں میں پھنسا دیتا ہے جنکو برا جانتا ہے یہاں تک کہ وہ مرتبہ پا لیتا ہے اور اس معنی میں حدیثیں بہت ہیں لیکن

ينبغي ان يعلم ان الثواب الوارد لاهل البلاء في هذه الاحاديث وغيرها منوط بالصبر لا على نفس المصيبة على ما روي
سمجھنا چاہیے کہ ثواب اہل بلا کے لیے جو ان حدیثوں اور اور جگہ آیا ہے اُس کا مدار صبر پر ہے عین مصیبت پر نہیں ہے موافق روایت

عن سفيان الثوري انه قال انما الاجر على قدر الصبر والصبر خلق كسبي يتخلق به الانسان ويختص به ولا يتصور في
سفیان ثوری کے کہ وہ کہتے ہیں کہ ثواب بقدر صبر کے ہوتا ہو اور صبر کسبی صفت ہو جس سے انسان موصوف ہوجاتا ہو اور انسان ہی سے خاص ہو اور

الملائكة والبهائم وهو ثبات القلب على احكام القدر والشرع وحبس النفس عن الجزع واللسان عن الشكوى والجوارح
فرشتے اور جانوروں میں نہیں ہوسکتا اور وہ ثابت قدم رہنا ہو تقدیری اور شرعی احکام پر اور نفس کو بے صبری سے اور زبان کو شکوہ و شکایت سے اور اعضا

عن فعل ما لا ينبغي قال الشيخ الامام عز الدين بن عبد السلام قد ظن بعض الناس ان المصاب ماجور على مصيبته
بیہودہ محل سے روکنا شیخ امام عز الدین بن عبد السلام کہتے ہیں بعضے لوگ گمان کرتے ہیں کہ مصیبت زدہ مصیبت پر ماجور ہوتا ہو

وهذا خطاء لان المصائب ليس من كسبه اصلا لا مباشرة ولا تسببا وقد قال الله تعالى انما تجزون ما كنتم تعملون
اور یہ غلط ہو اسلیے کہ مصیبت انسان کی اختیاری بالکل نہیں نہ باعتبار عمل کے اور نہ باعتبار سبب کے اور بیشک اللہ تعالی فرماتا ہو وہی بدلہ پاؤگے جو تم کرتے تھے

فمن مات ولده وتلف ماله واصيب ببلاء في بدنه فهذه المصائب ليست من كسبه ولا من تسببه حتى يوجر عليها
پس جس کا بیٹا مرگیا اور مال لٹ گیا اور بدن پر کوئی آفت آگئی تو یہ سب مصیبتیں اُسکے اختیار سے نہیں ہیں اور نہ اُسکے سبب پیدا کرنے سے تاکہ اُسپر ثواب ملے

بل ان صبر عليها يكون له اجر الصابرين وان رضي بها يكون له اجر الراضين لكن قد ورد في الحديث انما الصبر
بلکہ اگر اُسپر صبر کرے گا تو اسکو صابروں کا ثواب ملے گا اور اگر اسپر رضامند ہوگا تو رضامندوں کا اجر ملے گا لیکن حدیث میں آیا ہے کہ صبر

عند الصدمة الاولى كما روي عن انس رضي الله عنه ان النبي عليه السلام مر بامرأة تبكي عند قبر فقال لها اتقي الله واصبري فقالت اليك عني

پہلے صدمہ کے وقت ہوا کرتا ہے جیسا کہ انس رضہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کا ایک عورت پر گذر ہوا کہ ایک قبر پر رو رہی تھی تو اس سے فرمایا خدا سے ڈرو اور صبر کرو اس نے جواب دیا الگ رہو

فانك لم تصب بمصيبتي ولم تعرفه فقيل لها انه النبي عليه السلام فاتت النبي عليه السلام فقالت لم اعرفك يا رسول الله

تجھ پر میری سی مصیبت نہیں پڑی ہے اور آپ کو اس نے پہچانا نہیں کسی نے کہا کہ یہ نبی علیہ السلام ہیں تو وہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں

فقال النبي عليه السلام انما الصبر عند الصدمة الاولى وانما قال كذلك لان بعدما مضى عليه زمان يحصل الصبر لكل

پس نبی علیہ السلام نے فرمایا صبر تو پہلی صدمہ کے وقت ہوتا ہے اور یہ اسلیے فرمایا کہ کچھ دیر گذر جانے کے بعد تو ہر مصیبت زدہ کو صبر آ ہی جاتا ہے

مصاب شاء ام ابى وقال ابن مبارك المصيبة واحدة فان جزع صاحبها صارت اثنتين احدهما المصيبة نفسها

خواہ چاہے یا نہ چاہے اور ابن مبارک کہتے ہیں کہ مصیبت ایک ہوتی ہے پھر اگر وہ بیصبری کرتا ہے تو دو مصیبتیں ہو جاتی ہیں ایک تو وہ خود ہی مصیبت

والاخرى ذهاب اجرها وهو اعظم من المصيبة نفسها فان الجزع لا يرد ما فات ولا يرفع الحزن بل يبطل ثواب المصيبة

دوسرے ثواب کا جاتا رہنا اور یہ اس مصیبت سے بڑھکر ہے کیونکہ بیصبری گذشتہ بات کو نہیں پھیر لاتی اور نہ غم کو دور کرتی ہے بلکہ مصیبت کا ثواب باطل کر دیتی ہے

لان من يجزع على المصيبة فهو انما يشكو ربه ويريد ان يرد قضاءه وقد ورد في الحديث ان الميت ليعذب ببكاء اهله

اسلیے کہ جو مصیبت پر بیصبری کرتا ہے وہ پروردگار کی شکایت کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ حکم الٰہی پھر جائے اور بیشک حدیث میں آیا ہے کہ میت پر اہل و عیال کے رونے سے عذاب ہوتا ہے

عليه وذلك اذا كان على طريق النوح وكان الميت راضيا به قبل موته واما اذا لم يكن كذلك فلا باس بالبكاء عليه

لیکن یہ عذاب جب ہے کہ بطور نوحہ کے ہو اور میت بھی مرنے سے قبل اسکو پسند کرتی ہو اور اگر ایسا نہو تو پھر اس پر بطور شفقت و رحمت کے رونے کا

رحمة له وشفقة عليه لما هو فيه من السؤال المحتوم والعقاب الموهوم فان النبي عليه السلام حين مات ابنه ابراهيم

کچھ مضایقہ نہیں اسلیے کہ وہ سوال و جواب واجبی اور عقوبت موہوم میں مبتلا ہوتا ہے کیونکہ نبی علیہ السلام جب آپکے بیٹے ابراہیم رضہ انتقال فرما گئے

بكى وقال له عبد الرحمن بن عوف وانت تبكي يا رسول الله فقال النبي عليه السلام يا ابن عوف انها رحمة جعلها

تو روتے تھے تو عبد الرحمن بن عوف نے عرض کیا آپ روتے ہیں یا رسول اللہ تب نبی علیہ السلام نے فرمایا اے ابن عوف یہ وہ رحمت ہے جس کو

الله تعالى في قلوب عباده فانما يرحم الله من عباده الرحماء وفي حديث اخر انه عليه السلام قال القلب يحزن والعين

اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیا ہے اور اللہ اپنے رحیم بندوں ہی پر رحمت کرتا ہے اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ دل غمگین ہوتا ہے اور آنکھیں

تدمع ولا نقول ما يسخط الرب وفي رواية ولا نقول الا ما يرضى ربنا وفي حديث اخر انه عليه السلام قال ان الله لا يعذب

روتی ہیں اور ہم وہ کلمہ نہیں کہتے کہ پروردگار کو ناخوش کرے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم وہی کہتے ہیں جس میں ہمارا پروردگار راضی ہو اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالی

بدمع العين ولا بحزن القلب ولكن يعذب بهذا واشار الى لسانه وفي حديث اخر انه عليه السلام قال ليس منا

آنکھوں کے آنسو سے عذاب نہیں دیتا اور نہ دل کے غم سے لیکن عذاب تو اس سے دیتا ہے اور زبان کی طرف اشارہ کیا اور ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہم میں سے نہیں ہے

من ضرب الخدود وشق الجيوب ودعا بدعوى الجاهلية والمراد بدعوى الجاهلية قولهم واويلاه واثبوراه واكاسباه

جو شخص منہ کو پیٹے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی سی باتیں بکے اور جاہلیت کی باتوں سے یہ اقوال مراد ہیں ہائے ہائے ہائے مرنے والے ہائے پوشاک والے

واناصراه ونحو ذلك وروي انه عليه السلام قال الضرب على الفخذ عند المصيبة يحبط الاجر وفي هذا التعزية وهي الحمل على

ہائے مددگار اور مانند اسکے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا زانو کا پیٹنا مصیبت کے وقت ثواب کو کھو دیتا ہے اور اسی لیے تعزیت مستحب ہے اور وہ

العزاء وهو الصبر بوعد الاجر والدعاء للميت والمصاب بالمغفرة وقال الزيلعي لا باس بتعزية اهل الميت وترغيبهم في الصبر لقوله

عزا یعنی صبر پر ابھارنا ہے ثواب کو وعدہ سے اور میت کیلیے دعا اور مصیبت رسیدہ کیلیے دعاء مغفرت کر دینے زیلعی کہتے ہیں کہ اہل میت کی تعزیت کرنی اور انکو صبر کی رغبت دلانی میں کچھ مضایقہ نہیں کیونکہ ارشاد

عليه السلام من عزى مصابا فله مثل اجره وكيفية التعزية ان يقال لمن اصابته المصيبة عظم الله اجرك واحسن

نبی علیہ السلام کے جسنے مصیبت رسیدہ کی تعزیت کی تو اسکے لیے بھی اسکے برابر ثواب ہے اور تعزیت کا یہ طرز ہے کہ جسکو مصیبت پہونچی ہو اس سے کہو خدا تجھکو بڑا اجر عنایت کرے اور

عزاك وغفر لميتك وقال الفقيه ابو الليث ان العبد لا يدرك منزلة الاخيار الا بالصبر على الشدة والاذى

تیرا صبر اچھی طرح کرے اور تیرے مردہ کو بخشدے اور فقیہ ابو اللیث کہتے ہیں کہ انسان نیکوں کا درجہ نہیں پاتا مگر سختی اور تکلیف پر صبر ہی کے بدولت

وقد امر الله تعالى نبيه بالصبر فقال فاصبر كما صبر اولوا العزم من الرسل فالامر للنبي امر لامته فيجب على من كان

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو صبر کا حکم فرمایا ہے چنانچہ یہ کہا سو تو صبر کر جیسے صبر کیا ہے ہمت والوں رسولوں نے پس نبی کو حکم کرنا آپکی امت کو حکم کرنا ہے سو جو

من الامة ان يقتدي بنبيه ويصبر على ما يصيبه من الاذى ويعلم ان ما دفعه الله تعالى عنه من البلاء اكثر مما

امت میں داخل ہے اسپر واجب ہے کہ اپنے نبی کی پیروی کرے اور جو رنج کہ اسکو پہونچے اسپر صبر کرے اور یقین کرے کہ جو بلائیں اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دفع کی ہیں وہ زیادہ ہیں اُنسے

اصابه ويحمد الله تعالى على ذلك اذ روي انه عليه السلام قال اذا مات ولد العبد يقول الله تعالى للملئكة اقبضتم

جو اسکو پہونچی ہیں اور اسپر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاوے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کسی کا بچہ مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے کیا تم نے

ولد عبدي فيقولون نعم فيقول اقبضتم ثمرة قلبه فيقولون نعم فيقول ماذا قال عبدي فيقولون حمدك

میرے بندے کے بچے کی جان نکال لی وہ عرض کرتے ہیں ہاں پھر فرماتا ہے کیا جان لے لی اسکے دل کے ثمرے کی وہ عرض کرتے ہیں ہاں پھر پوچھتا ہے میرے بندہ نے کیا کہا پھر وہ کہتے ہیں تیری حمد کی

واسترجع فيقول الله تعالى ابنوا لعبدي بيتا في الجنة وسموه بيت الحمد وقد ذكر ان اهل الاعمال من الصلوة

اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہا پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ کے لیے ایک گھر جنت میں بناؤ اور اسکا نام بیت الحمد رکھدو اور مذکور ہے کہ نماز

والزكوة والصوم والحج يؤتى بهم يوم القيمة فيوفى لهم اجورهم بالميزان ثم يؤتى باهل البلاء فلا ينصب

اور زکوۃ اور روزہ اور حج کے عمل والے لوگ قیامت کے دن حاضر کیے جائینگے تو اُن کا ثواب میزان سے تول کر پورا دیا جائے گا پھر مصیبت والے لوگ بلائے جائینگے

لهم الميزان ولا ينشر لهم الديوان بل يصب الاجر صبا فيتمنى اهل العافية لو ان جلودهم كانت قرضت في الدنيا

تو اُنکے لیے نہ ترازو کھڑی کی جائیگی اور نہ نامۂ اعمال کھولے جائینگے بلکہ اُن کا اجر بہانے کی طرح بہایا جائے گا لہذا عافیت والے آرزو کرینگے کہ کاش ہماری کھالیں دنیا میں قینچیوں سے کتر دی جاتی

بالمقاريض يرون ما يعطى لاهل البلاء من الثواب بغير حساب فذلك قوله تعالى انما يوفى الصبرون اجرهم بغير

کیونکہ دیکھیں گے کہ اہل بلا کو بے حساب ثواب عطا ہوتا ہے یہی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد صبر کرنے والوں ہی کو ملتا ہے اُن کا ثواب

حساب ولهذا كان السلف الصالح يفرحون بالبلاء في الدنيا لما تحققوا ان في الصبر عليه اجرا جزيلا لا نهاية فان قيل

ان گنت اور اسی لیے متقدمین صلحا دنیا میں بلا پر خوش ہوتے تھے کیونکہ انکو تحقیق تھا کہ بلا پر صبر کرنے میں بڑا ہی ثواب بیحد ہے اگر کوئی اعتراض کرے

ان كان المراد بالصبر على البلاء الرضى به وعدم الكراهة فلا قدرة للادمي عليه وان كان المراد به الفرح بوجوده

کہ بلا پر صبر کرنے سے اگر اسپر راضی ہونا اور ناخوش نہونا مراد ہے تو یہ آدمی کے اختیار میں نہیں ہے اور اگر اس پر خوش ہونا مراد ہے

فهو ابعد من الاول فالجواب ان الشارع لم ينه عن شيء لا يدخل تحت الوسع وانما نهى عن المكتسب كشق الجيوب

تو یہ اول سے بھی زیادہ بعید ہے تو جواب یہ ہے کہ شارع نے ایسی چیز سے منع نہیں کیا جو اسکے اختیار میں نہو ممانعت تو کسبی باتوں سے ہے جیسے گریبان پھاڑنا

وضرب الخدود والقول باللسان كالندب والنياحة واما ما ذكر من فرح الصالحين به فذلك فرح شرعي مكتسب من قوة

اور گلے پیٹنا اور زبان سے بکنا جیسے چیخنا اور نوحہ کرنا وہ جو بلا پر صلحا کی فرحت مذکور و منقول ہے سو یہ فرح شرعی ہے

الايمان واليقين مثاله مثل رجل قال له الملك كلما اضربك سوطا اعطيك مائة دينار فان ذلك الرجل يفرح بكثرة ضرب

ایمان اور یقین کی قوت سے حاصل ہوتی ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص سے بادشاہ کہے کہ میں جب تجھکو ایک کوڑا ماروں تو سو اشرفی دونگا سو یہ شخص باوجود مار کی چوٹ معلوم ہونیکے

الملك له مع وجود الم الضرب لما يرجو من جزيل العطاء فكذلك الصالحون لما سمعوا قوله تعالى انما يوفى الصبرون اجرهم

بادشاہ کی کثرت ضرب سے خوش ہوگا اس بڑی بخشش کی امید کی وجہ سے اسی طرح نیک بندوں نے جب ارشاد خداوندی سنا کہ صبر کرنیوالوں ہی کو دیا جاتا ہے اُن کا اجر

بغير حساب وقوله تعالى وجزاهم بما صبروا جنة وحريرا وتيقنوا بحصول جزيل الثواب هان عليهم ما اصابهم في الدنيا

بے حساب اور یہ ارشاد اللہ تعالیٰ کا اور بدلہ دیا اُن کو صبر کرنے کا باغ اور پوشاک ریشمی اور بڑے ثواب کا یقین کیا تو اُن پر دنیا میں جو مصیبتیں گذری ہیں سب

من المصائب كما حكي عن بعض النساء الصلحت انها عثرت يوما فانقطع ظفرها فضحكت فقيل لها اما تجدين مرارة

آسان ہوگئیں چنانچہ کسی صالح عورت کا قصہ ہے کہ ایک روز ٹھوکر لگی تو اس کا ناخن ٹوٹ گیا وہ ہنس پڑی کسی نے کہا کیا تجھکو درد کا

الوجع فقالت ان لذة الثواب الحاصل من الله تعالى بالصبر والرضا ازالت عني مرارة الوجع قال العلماء حقيقة

دُکھ نہیں معلوم ہوتا جواب دیا ثواب کی لذت نے جو اللہ تعالیٰ سے صبر اور رضا پر ملے گا دُکھ کی تلخی کو میرے دل سے دور کردیا ہے علما کہتے ہیں حقیقت

الرضیٰ ما علمنا الله تعالیٰ ان نقوله عند المصیبة انا لله وانا الیه راجعون فهذا استرجاع باللسان ولابد مع ذلک
رضا کی وہ ہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمکو بتلایا ہو یہ کہ مصیبت کے وقت ہم سب کہا کریں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم کو اُسی کی طرف لوٹنا ہے اور یہ زبانی استرجاع ہو تو عاقل کو اس کیساتھ ضرور ہے
عند اتیانه به ان یتفکر فی ثواب المصیبة لیسهل علیه المصیبة فان ثواب المصیبة اذا استقبل یوم القیامة یود لو ان جمیع
کہ اس مصیبت کے ثواب کو تصور کرے تاکہ اسپر مصیبت آسان ہوجائے کیونکہ مصیبت کا ثواب جب قیامت کے روز اسکے سامنے آئے گا تو یہ آرزو کرے گا کہ
اولاده واقربائه ماتوا قبله فی الدنیا لینال ثواب مصیبتهم فقد عد الله تعالیٰ فی المصیبة ثوابا عظیما حیث قال ولنبلونکم
کاش میری ساری اولاد اور تمام ناتے دار دنیا میں میرے سامنے مرجاتے کہ انکی مصیبت کا ثواب ملتا اور بیشک اللہ تعالیٰ نے مصیبت میں بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ولنبلونکم البتہ ہم آزمائینگے تمکو
بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصیبة قالوا انا
تھوڑے سے ڈر سے اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور میووں کے نقصان سے اور خوشخبری دیدے صبر کرنیوالوں کو کہ جب پہونچتی ہو اُن کو کچھ مصیبت تو کہتے ہیں ہم
لله وانا الیه راجعون ○ اولئک علیهم صلوات من ربهم ورحمة واولئک هم المهتدون یعنی ان کل من اصابه مصیبة
اللہ ہی کے ہیں اور ہم کو اُسی کی طرف جانا ہے ایسے لوگ اُن ہی پر ہیں شاباشیں اُن کے رب کی طرف سے اور مہربانی اور وہی ہیں راہ پر یعنی جس کو کوئی مصیبت پہونچی
فی ماله او ولده او نفسه او عرضه کالکلمة القبیحة التی یسمعها فی حقه والهم الذی یهمه او الغم الذی یغمه من ضیق معیشة
اسکے مال میں یا اسکے اولاد میں یا اسکی جان پر یا آبرو پر جیسے بُرا کلمہ اپنے حق میں سنایا اندوہ جسنے سوچ میں لگا دیا یا غم جس سے مغموم ہو گیا معاش کی تنگی
او قلة قوته او تعذر کسبه او عدم نبات زرعه او غیر ذلک فانه اذا صبر واحتسب ثواب مصیبته التی اصیب بها یعطیه الله تعالیٰ
یا قلت روزی کی یا کمائی کا نہ چلنا یا کھیتی کا نہ اگنا یا اسکے سوا کچھ اور پس اسپر صبر کرے گا اور مصیبت کے ثواب کا جو اسپر گذری ہو امید رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اسکو عطا کریگا
ما وعد له فی کتابه من الصلوٰة والرحمة والهدایة لانه تعالیٰ لا یخلف المیعاد وروی عن عکرمة انه علیه السلام طفی
مغفرت اور رحمت اور ہدایت جو کچھ کہ اسکے لیے اپنی کتاب میں وعدہ فرمایا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اور حضرت عکرمہ رضی سے روایت ہو کہ نبی علیہ السلام کا
سراجه فقال انا لله وانا الیه راجعون فقیل له امصیبة هی یا رسول الله فقال نعم کل شیء یؤذی المؤمن فهو له
چراغ بجھ گیا تو آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ مصیبت ہو فرمایا ہاں جو چیز مومن کو ایذا دے وہی اُس کی
مصیبة وفی حدیث آخر انه علیه السلام قال اذا انقطع شسع احدکم فلیسترجع فانها من المصائب وروی عن ام سلمة رض
مصیبت ہو اور ایک اور حدیث میں ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو انا للہ پڑھے کیونکہ یہ بھی مصیبت ہو اور حضرت ام سلمہ رض سے روایت ہے
انه علیه السلام قال ما من مسلم یصیبه مصیبة فیقول انا لله وانا الیه راجعون اللهم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس مسلم پر کچھ مصیبت پہونچے پھر وہ کہے ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم کو اسی کی طرف لوٹنا ہے الٰہی مجھکو میری مصیبت کا اجر دے اور مجھکو اس سے
خیرا منها الا اجره الله فی مصیبته واخلف له خیرا منها وروی عن ابن عباس رض انه علیه السلام قال من استرجع عند المصیبة
بہتر عوض دے تو اللہ تعالیٰ اسکو اسکی مصیبت کا اجر اور اس سے بہتر عوض دیتا ہو اور حضرت ابن عباس رض سے روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسنے مصیبت کیوقت انا للہ
جبر الله مصیبته واحسن عقباه وجعل له خلفا صالحا یرضاه وروی عن الحسین انه علیه السلام قال ما من مسلم یصاب
پڑھا تو اللہ تعالیٰ اسکی مصیبت کو رفع کردیتا ہو اور اسکا انجام بہتر کرتا ہو اور اسکا اچھا بدلہ دیتا ہو کہ وہ خوش ہوجاتا ہو اور حضرت حسین علیہ السلام سے روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں کوئی مسلمان جسپر
بمصیبته فیذکرها وان قدم عهدها فیحدث لها استرجاعا الا کتب الله له مثلها من الاجر یعنی انه تعالیٰ یعطیه من الاجر مثل
مصیبت گذری ہو پھر وہ اسکو یاد کرے اگرچہ مدت گذر گئی ہو پھر وہ از سر نو انا للہ پڑھے مگر اللہ تعالیٰ اسکے لیے اُتنا ہی ثواب لکھدیتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اسکو اُتنا ہی اجر دیتا ہے جتنا کہ
الاجر الذی اعطاه یوم اصیب بها وروی عن سعید بن جبیر ان الاسترجاع لم یعط الامة من الامم الا لهذه الامة ولو اعطی
مصیبت کے روز عطا کیا تھا اور حضرت سعید ابن جبیر رض سے روایت ہے کہ استرجاع سوائے اس امت کے اور کسی امت کو عطا نہیں ہوا اگر
لاحد لاعطی یعقوب النبی علیه السلام الا تری انه حین اصابه لم یسترجع بل قال یا اسفی علی یوسف وروی عن ابن عباس رض
کسی کو ملتا تو البتہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملتا کیا نہیں دیکھتے جب اُنکو مصیبت پہونچی تو انا للہ نہیں پڑھا بلکہ کہا ہائے افسوس یوسف پر اور حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے
انه نعی الیه ابنة له وهو فی السفر فاسترجع ثم نزل فصلی رکعتین ثم قال قد صنعنا ما امرنا الله تعالیٰ فانه تعالیٰ قال استعینوا
کہ اُنکو سفر میں بیٹی کی موت کی خبر آئی تو انا للہ پڑھا پھر اُترکر دو رکعت نماز پڑھی پھر کہا اللہ تعالیٰ نے جو حکم کیا ہو وہ ہم کر چکے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مدد لو

بالصبر والصلوٰۃ فینبغی للمؤمن ان یفعل کذلک فانہ علیہ السلام کان اذا حزبہ امر فزع الی الصلوٰۃ لکونہا

صبر سے اور نماز سے لہذا مومن کو لازم ہے کہ یونہی کیا کرے کیونکہ نبی علیہ السلام کو جب کسی بات سے غم ہوتا تو گھبرا کر نماز شروع کر دیتے اسلیے کہ نماز سب

ام العبادات و معراج المؤمنین و مناجات رب العالمین قال علیہ السلام ان اعظم الجزاء مع عظم البلاء وان اللہ

عبادات کی اصل اور مومنین کے لیے معراج اور پروردگار سے سرگوشی ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے بیشک بڑا ثواب بڑی بلا پر ہوتا ہے۔ اور بیشک اللہ

تعالی اذا احب قوما ابتلاہم فمن رضی فلہ الرضی ومن سخط فلہ السخط یعنی ان کثرۃ الثواب یحصل بحصول کثرۃ البلاء

تعالی جب کسی قوم کو محبوب کرتا ہے تو انکی آزمائش کرتا ہے پس جو کہ اسپر راضی ہوا اسکے لیے رضامندی ہے اور جو بیزار ہوا اسکے لیے بیزاری ہے یعنی ثواب کی کثرت بلا کی کثرت سے حاصل ہوتی ہے

فمن یرضی بہ وصبر علیہ یحصل لہ رضاء اللہ تعالی ومن کرہ البلاء وجزع ولم یرض بحکمہ تعالی یحصل لہ

پس جو راضی ہوا اور اسپر صبر کیا تو اسکو اللہ تعالی کی رضامندی حاصل ہوتی ہے اور جسنے بلا کو برا جانا اور واویلا کیا اور اللہ تعالی کے حکم پر راضی نہ ہوا تو اُس کو

سخط اللہ وغضبہ لکن ینبغی ان یعلم ان الرضی والسخط محلہما القلب وہما یتعلقان بہ لا باللسان فلہذا

اللہ کی بیزاری اور غضب حاصل ہوتا ہے لیکن سمجھنا چاہیے کہ رضامندی اور بیزاری دونوں کا ٹھکانا دل ہے یہ دونوں دل سے علاقہ رکھتے ہین نہ زبان سے اسی لیے

تری کثیرا من الناس یکون لہ انین من وجع او شدۃ المرض مع ان فی قلبہ الرضی والتسلیم باللہ تعالی فعلی ہذا کل

اکثر لوگون کو دیکھتے ہو کہ درد کے مارے یا بیماری کی شدت سے آہ اُف کرتے ہین حالانکہ اُنکے دل مین اللہ تعالی کی رضا و تسلیم ہے اس بیان کے موافق

من یسمع منہ انین لا یجوز ان یقال فی حقہ انہ غیر صابر وغیر راض بحکم اللہ تعالی اذ لا یطلع احد علی قلب احد

جس سے آہ اُف سنا جائے اُسکے حق مین یہ کہنا جائز نہین کہ صابر نہین اور اللہ کے حکم پر راضی نہین ہے اسلیے کہ کوئی کسی کے دل کا حال نہین جانتا

وروی عن عامر الرامی انہ علیہ السلام قال ان المؤمن اذا اصابہ السقم ثم عافاہ اللہ تعالی کان کفارۃ لما مضی

اور عامر رامی سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ مومن کو جب بیماری آتی ہے پھر اسکو اللہ تعالی عافیت دیتا ہے تو گذشتہ گناہون کا کفارہ

من ذنوبہ وموعظۃ لہ فیما یستقبل وان المنافق اذا مرض ثم اعفی کان کالبعیر الذی عقلہ اہلہ ثم ارسلوہ فلم یعلم

اور آیندہ کے واسطے نصیحت ہوجاتی ہے اور منافق جب بیمار پڑتا ہے پھر صحت پاتا ہے تو اُس اونٹ کی مثل ہوتا ہے جسکو اسکے مالکون نے باندھ دیا پھر اسکو چھوڑ دیا پس وہ نہین جانتا

لم عقلوہ ولم ارسلوہ فعلم من ہذا انہ تعالی انما یبتلی عبدہ المؤمن لمحو سیأتہ او لرفع درجاتہ التی لم یبلغہا

کہ کیون اسکو باندھا تھا اور کیون چھوڑ دیا تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی اپنے مومن بندے کو اسکے گناہ کے مٹانے اور درجات کی ترقی ہی کے لیے مبتلا کرتا ہے جن پر

الا بانواع البلایا فانہ تعالی یرسل علیہ فی الدنیا شدائدہا ومحنہا حمیۃ لہ عن الافتتان بہا وتزہیدا لہ عنہا

بدون ان طرح طرح کے مصائب کے نہین پہونچ سکتا تھا سو اللہ تعالی اسپر دنیا مین سختیان اور محنتین دنیا کی فتنہ سے بچانیکو اور دنیا سے بے رغبت بنانے کو ڈال دیتا ہے

لئلا یطمئن الیہا ویألف محبتہا فیقطعہ ذلک عن منازل الآخرۃ لانہ متی ابتلی بضعف سورۃ نفسہ و تذہب

تاکہ اسپر اطمینان نہ کرے اور اسکی الفت مین نہ پھنس جائے کہ یہ اُخروی مرتبون سے اسکو الگ کر دے کیونکہ جب بلا مین پڑتا ہے تو اسکے نفس کی تیزی سست ہوجاتی ہے

صفات بشریتہ وینقطع عنہ مواد الہوی ولذۃ الدنیا فیتوجہ فی کل حال فی السراء والضراء الی مولاہ ویألف

اور بشری صفات جاتی رہتی ہین اور ہوا و ہوس اور دنیا کی لذت کا مادہ منقطع ہوجاتا ہے پھر راحت اور رنج ہر حال مین اپنے مولی کی طرف متوجہ رہتا ہے اور ادھر ہی متوجہ

الاقبال علیہ ویستوطن بالصبر والرضی بین یدیہ الی ان یرفع الی درجات الاحباب والاولیاء وہذا معنی ما روی عن انس

رہنے سے مانوس ہوجاتا ہے اور اللہ تعالی کے سامنے صبر اور رضا کا عادی ہوجاتا ہے یہانتک کہ اسکو دوستون اور اولیا کے درجون تک بلند کر دیتے ہین اور یہی معنی ہین اسکے جو حضرت انس سے روایت ہے

انہ علیہ السلام قال ان اللہ تعالی اذا اراد بعبد خیرا واراد ان یصافیہ صب علیہ من البلاء صبا ومن جملۃ ما یصب علیہ من البلاء

کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالی جب کسی بندے کی بھلائی یا اسکو محبوب کرنا چاہتا ہے تو اسپر بہت بلا ڈال دیتا ہے اور منجملہ اُن بلاؤن کے جو

انہ تعالی یقیض لہ ویسلط علیہ من بعض خلقہ من یقصدہ بالاذی حتی لو اختفی فی جحر ضب او فارۃ یقیض اللہ تعالی لہ

اللہ تعالی اسپر ڈالتا ہے یہ ہے کہ اپنی بعض مخلوق مین سے ایسے کو اسپر مقرر اور معین کر دیتا ہے کہ اسکی ایذا کا کو نشان رہے یہانتک کہ اگر وہ گوہ یا چوہے کے بل مین جا کر چھپ رہے تو اللہ تعالی اُس جگہ ایسے کو مقرر کر دیگا

من یؤذیہ کما روی عن علی رض انہ علیہ السلام قال لو کان المؤمن فی جحر ضب لیقیض اللہ تعالی لہ فیہ من یؤذیہ وروی

جو اسکو ایذا پہونچائے جیسا کہ حضرت علی رض سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر مومن گوہ کے بھٹ مین ہو تو اُسی مین اللہ تعالی ایسے کو مقرر کر دے گا جو تکلیف دے اور ایسا ہی

مثله عن انس بلفظ لو ان المؤمن كان فى جحر فارة يقيض له فيه من يؤذيه والحكمة فى ذلك ان البلاء يصير سببا لتطهير

حضرت انس سے مروی ہے ان الفاظ سے اگر مومن چوہے کے بل میں ہو تو اسی میں اللہ تعالیٰ ایسے کو مقرر کر دیتا ہے جو ایذا دے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ بلا بندہ کی صفات کو جلا دیتی

العبد فكانه تعالى يسبك نفس عبده المؤمن بنار المحنة والبلاء ليصفيه من كدورات اخلاق بشرية ليصلح لولايته

تو گویا اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کے نفس کو محنت اور بلا کی آگ میں گلا کر صفات بشری کی کدورتوں سے صاف کرتا ہے تاکہ وہ خدا کی ولایت اور

ومحبته

محبت کے لائق ہو جائے

المجلس الثانى والستون فى بيان تحقيق قوله عليه السلام اغتنم خمسا قبل خمس

باسٹھویں مجلس نبی علیہ السلام کے اس قول کی تحقیق کے بیان میں کہ غنیمت جان تو پانچ کو پانچ سے پہلے

الحديث وما يتفرع عليه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لرجل يعظه اغتنم خمسا قبل خمس شبابك

آخر حدیث تک اور جو اس سے متعلق ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا جسکو نصیحت فرما رہے تھے غنیمت جان پانچ کو پہلے پانچ کے جوانی کو

قبل هرمك وصحتك قبل سقمك وغناك قبل فقرك وفراغك قبل شغلك وحياتك قبل موتك هذا الحديث من

بڑھاپے سے پہلے اور صحت کو بیماری سے پہلے اور توانگری کو فقر سے پہلے اور فرصت کو مشغولی سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے یہ حدیث

حسان المصابيح رواه ميمون بن مهران فانه عليه السلام بين فيه ان الانسان فى حال شبابه يقدر على الاعمال

مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے میمون بن مہران نے روایت کیا ہے پس نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں یہ بیان فرما دیا کہ آدمی اپنی جوانی میں وہ اعمال کر سکتا ہے

التى لا يقدر عليها فى حال هرمه فلا بد له ان يغتنم الفرصة ويشتغل بالطاعات فى حال شبابه قبل هرمه

جو بڑھاپے میں نہیں کر سکتا تو اسکو لازم ہے کہ فرصت کو غنیمت جانے اور جوانی ہی میں بڑھاپے سے پہلے عبادت میں مشغول رہے

لانه فى حال شبابه ان ترك العمل واتبع هواه وتعود بالمعصية لا يقدر على تركها فى حال هرمه فينبغى ان يترك

کیونکہ جوانی میں اگر عمل خیر ترک کر دیا ہے اور ہوا و ہوس کا پیرو رہا اور معصیت کی عادت کر لی تو پھر بڑھاپے میں گناہ چھوڑنے پر قادر نہیں ہو سکتا تو اسکو لائق ہے کہ

المعاصى فى حال شبابه ويعود نفسه باعمال الخير حتى يسهل عليه فى حال هرمه وبين ايضا انه فى حال صحته

معاصی کو جوانی ہی میں ترک کر دے اور اعمال خیر کی عادت ڈالے تاکہ پیری میں جا کر سہولت رہے اور یہ بھی فرما دیا ہے کہ انسان اپنی صحت میں

يقدر على كسب الخيرات بماله وبدنه فينبغى له ان يغتنم صحته ويجتهد فى كسب الخيرات بماله وبدنه لانه اذا مرض يضعف

اپنے مال اور بدن سے ثواب حاصل کرنے پر قادر ہے تو اسکو لازم ہے کہ اپنی صحت کو غنیمت جانے اور اپنے مال اور بدن سے کسب خیرات میں کوشش کرے کیونکہ جب بیمار ہو جائے گا تو

بدنه فلا يقدر على الطاعات ببدنه وينقص يده عن ماله فيما زاد على الثلث فلا يقدر على التصرف فى ماله الا فى مقدار ثلثه

بدن ناتواں ہو جائیگا پھر بدن سے طاعات کے کرنے کی قدرت نہ ہوگی اور اسکا ہاتھ تہائی مال سے زیادہ سے تنگ ہو جائے گا پھر اپنے مال میں تصرف کی قدرت نہ ہوگی مگر صرف تہائی مقدار میں

وبين ايضا انه فى حال غناه وفى حال فراغه يقدر على الطاعات بلا مانع فاذا ابدل الغنى بالفقر والفراغ بالشغل يظهر

اور یہ بھی بیان فرما دیا کہ آدمی توانگری اور فرصت میں بلا موانع طاعات کر سکتا ہے اور جب توانگری فقر سے بدل گئی اور فرصت دھندے سے تو پھر

الموانع فلا يقدر على الطاعات بل يكون مشتغلا بامر المعاش فينبغى له ان يغتنم غناه وفراغه فى تحصيل الاعمال

موانع پیدا ہو جاتے ہیں پھر طاعات کی طاقت نہیں رہتی بلکہ اپنی معاش کی فکر میں لگا رہتا ہے سو لائق یہی ہے کہ توانگری اور فرصت کو صالح اعمال کے لیے غنیمت سمجھے

الصالحات لان الغنى يعقبه الفقر والفراغ يعقبه الشغل وبين ايضا انه فى حال حياته يقدر على العمل فاذا مات ينقطع

اسلیے کہ غنا کے پیچھے فقر آیا کرتا ہے اور فرصت کے پیچھے دھندا لگا ہوا ہے اور یہ بھی بیان فرما دیا کہ آدمی اپنی زندگی میں عمل کر سکتا ہے اور جب مرا تو

عن العمل فينبغى له ان يغتنم حياته ولا يضيع عمره فيما لا يعنيه فان كل نفس من انفاس العمر جوهرة نفيسة لا قيمة

عمل سے الگ ہوا پس لازم یہ ہے کہ اپنی زندگی کو غنیمت جانے اور بیہودہ باتوں میں اپنی عمر نہ کھوئے کیونکہ عمر کی سانسوں کا ایک ایک دم نفیس جوہر ہے جس کی کوئی قیمت نہیں

لها اذ يمكن ان يشترى بها كنز من كنوز الجنة التى لا يتناهى نعيمها ابد الآباد فاضاعة تلك الانفاس واشتراء صاحبها

اسلیے کہ اسکے بدلے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ خریدا جا سکتا ہے جسکی نعمتیں کبھی ختم نہ ہونگی پھر ایسے انفاس کو ضائع کرنا اور ہوا و ہوس کی پیروی کر کے ان سے ایسی چیز کا خریدنا

بها ما يكون سبب الهلاكه باتباع هواه غاية الخسران ونهاية الخذلان فان من يتبع هواه يفعل ما يضره ويهلكه حالا

کہ اس کی ہلاکت کا سبب ہو بڑا ہی زیاں اور نہایت ہی نقصان ہے کیونکہ جو شخص ہوا و ہوس کی پیروی کرتا ہے تو وہ وہی کام کرتا ہے جو حال و مآل کو ضرر رساں اور ہلاک کرنیوالا

او کان وهو لا یشعر او یشعر لکن لخفة عقله یرجح اللذة الحاضرة التی لا بقاء لها علی العقوبات الاخرویة التی لا نهایة
اور وہ بے خبر ہے یا جانتا ہو لیکن بیوقوفی سے حال کی ناپایدار لذت کو اخروی عقوبات پر جن کی کوئی انتہا نہین ہے ترجیح دیتا ہے

لها ویظن لعمی بصیرته وتناهی حماقته انه ظفر بشیء من اللذائذ ولا یعلم ذلک الاحمق انه یخرج من الدنیا
اور اپنے اندھے پن اور کمال بیوقوفی سے یہ خیال کرتا ہو کہ کچھ عیش اڑا لیا اور وہ احمق یہ نہین جانتا کہ وہ دنیا سے نکلکر

ویری انه لم یظفر بشیء من اللذائذ اصلا لا من لذائذ الدنیا لانها عنه تزول ولا من لذائذ الاخرة اذ لیس له
دیکھے گا کہ کچھ بھی عیش نہ کمایا نہ تو دنیا کی عیش ولذت کیونکہ وہ سب جاتی رہین گی اور نہ آخرت کی لذت کیونکہ وہان تک اسکی رسائی نہین

الیها الوصول فیبقی فی حسرة وندامة حین لا ینفعه الندم وقد روی انه علیه السلام قال ما من احد یموت
پھر حسرت اور ندامت ہی مین رہ جائیگا اور ایسے وقت کی ندامت سے کچھ فائدہ نہوگا اور روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہین کوئی مرتا ہے

الا ندم قالوا وما ندامته یا رسول الله قال ان کان محسنا ندم ان لا یکون ازداد وان کان مسیئا ندم ان لا
مگر ضرور نادم ہوتا ہو لوگون نے عرض کیا یا رسول اللہ ندامت کس بات کی فرمایا اگر نیکوکار ہوتا ہو تو پشیمان ہوتا ہو کہ زیادہ کیون نہ کیا اور اگر بدکار ہوتا ہو تو یہ پشیمانی ہوتی ہو کہ

یکون تنزع فیا ایها العاقل لا تضیع عمرک فی الغفلة واجتهد فی تحصیل متعة الاخرة قبل ان یجیء یوم لا تقدر
کیون نہ باز آیا پس ای عاقل اپنی عمر غفلت مین ضائع نہ کر اور اخروی سامان حاصل کرنے مین کوشش کر قبل اسکے کہ وہ دن آجائے

علی تحصیلها فی ذلک الیوم فانک عن قریب تعاین ذلک الیوم فیندم علی ما فات من عمرک بغیر طاعة
جسدن انکو حاصل نہ کرسکے گا بیشک تو عنقریب اُس دن کو دیکھے گا پھر تو اُس عمر پر نادم ہوگا جو بدون عبادت

ربک ولا ینفعک الندم فان العبد اذا کان فی شغل من اشغال الدنیا وکان شغله یمنعه من العمل
پروردگار کے گذری اور ندامت سے کچھ فائدہ نہوگا کیونکہ آدمی جب دنیا کے کاروبار مین مشغول ہو اور وہ شغل اُس کو عمل نیک سے باز رکھے

واحال ذلک العمل علی فراغه وقال اذا فرغت عملت فذلک من حماقته من وجهین احدهما ایثار الدنیا
اور اُس عمل نیک کو فرصت کے وقت پر حوالہ کرے اور کہے جب فرصت ہوگی تو کرونگا سو یہ اسکی بیوقوفی کی وجہ سے ہو دو وجہ سے ایک تو دنیا کو

علی الاخرة ولیس هذا من شان العاقل فقد قال الله تعالی بل تؤثرون الحیوة الدنیا والاخرة
آخرت پر مقدم کرنا اور یہ عاقل کی شان نہین ہو اور بیشک اللہ تعالے فرماتا ہو بلکہ تم مقدم رکھتے ہو دنیا کا جینا اور پچھلا گھر

خیر وابقی والثانی تسویفه العمل الی وان فراغه فانه قد لا یجد مهلة بل یختطفه الموت قبل فراغه
بہتر ہو اور رہنیوالا اور دوسری وجہ عمل کو فرصت کے وقت پر ٹال رکھنا کیونکہ شاید مہلت ملے بلکہ موت اچانک فرصت سے پہلے آپہونچے

او یزداد شغله لان اشغال الدنیا یستلزم بعضها بعضا فیبقی بلا زاد لیوم المعاد فالواجب علی العبد
یا وہ دھندا بڑھ جائے کیونکہ دنیا کے کام کا سلسلہ ایک سے ایک لگا ہوا ہو پس آخرت کے توشہ سے خالی رہ جائیگا سو بندے پر واجب ہے

ان یبادر الی الاعمال الصالحات علی ای حال کان قبل وصول الموت وحصول الفوت لقوله تعالی وسارعوا
کہ اعمال صالح مین عجلت کرے کسی حال مین ہو موت آنے سے پہلے اور فوت سے بیشتر اس آیت کے مطابق اور دوڑو

الی مغفرة من ربکم وجنة عرضها السموت والارض اعدت للمتقین فان من تعلق قلبه بالدنیا
اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف جس کا پھیلاؤ آسمان اور زمین ہے تیار ہوئی ہے پرہیزگارون کے واسطے بیشک جس کا دل دنیا مین لگ گیا

واخذ منها القدر الزائد علی حاجته من الطعام والشراب واللباس یکون مضرة علیه الا ان یستعین به
اور دنیا مین سے کچھ مقدار کھانا اور پینا اور پوشاک اپنی حاجت سے زائد لیا تو اُسکے حق مین نقصان ہوگا ہان اگر اُس سے

علی طاعة الله تعالی لان کل ما احبه الانسان وظفر به لا بد ان یفارقه فان کان احبه لغیر الله یعذب به
طاعت الٰہی مین مدد لے اسلیے کہ آدمی جس چیز سے محبت کرتا ہو اور اُسکو حاصل بھی کرلیا بالضرور اُس سے جدا ہوگا پھر اگر اُس سے غیر اللہ کے لیے محبت رکھی تھی تو اسکی

بفواته ان یحصل الالم الا بقدر ما تعلق به قلبه ولهذا قال بعض السلف من احب الدنیا فلیوطن نفسه علی
جدائی سے معذب ہوگا اور اتنا ہی الم پیدا ہوگا جس قدر اُس سے اُسکا دل لگا ہوا تھا اسی لیے بعض متقدمین نے فرمایا ہو کہ جو شخص دنیا کی محبت کرے تو چاہیے کہ اپنی جان کو

تحمل المصائب فان محبها لا ينفك عن ثلث مصائب هم لازم وتعب دائم وحسرة لا تنقضي فلو لم يكن لمحبها
مصیبتوں کے جھیلنے پر مستعد کر رکھے کیونکہ دنیا سے محبت کرنیوالا تین مصیبتوں سے چھوٹ نہیں سکتا فکر دائمی اور ہمیشہ کا رنج اور بڑی انتہا حسرت پس اگر دنیا دار کو کوئی
العذاب العاجل الا هذا لكفى له مصيبة فكيف اذا حيل بينه وبين محبوباته ولذاته كلها بالموت وصار
عذاب فی الحال سوا اسکے نہو تو بھی اسکے لیے کافی مصیبت ہے پھر کیا حال ہوگا جب موت اسمیں اور اسکے سب محبوبات اور لذات کے بیچ میں آجائے اور
معذباً بنفس ما كان متلذذاً به على قدر لذته التي شغلته عن سعيه في طلب زاده ليوم معاده اذ لو كان
خود اسی سے عذاب میں مبتلا ہو جائے جس سے مزے اڑاتا تھا موافق اس لذت کے جس کی باعث قیامت کی زاد راہ کی کچھ سعی نہ کی اسلیے اگر
لاحد الف محبوب ينزل به عند الموت في وقت واحد الف مصيبة لانه كان يحب جميعها ويسلب في
کسی کے ہزار محبوب ہوں تو موت کے آتے ہی اسپر ہزار مصیبتیں ایکبارگی پڑ جاتی ہیں کیونکہ وہ سب سے محبت رکھتا تھا اور وہ سب کے سب
لحظة واحدة كلها ويبقى في حسرة وندامة بعد موته وهذا اول ما يلقاه عقيب موته من الالم فضلاً عما
دم بھر میں اس سے چھین جائینگی اور مرنے کے بعد حسرت و ندامت میں رہ جائے گا اور یہ تو پہلا الم ہے جو مرتے ہی پیش آئیگا علاوہ اس کے وہ عذاب اخروی ہے
اعده الله تعالى للذين استحبوا الحيوة الدنيا ورضوا بها من عذاب الاخرة والحاصل ان من احب
جو اللہ تعالی نے اُن کے لیے تیار کر رکھا ہے جنہوں نے حیات دنیا کو پسند کر رکھا ہے اور اسی پر راضی رہے اور حاصل یہ ہے کہ جو شخص
شيئاً سوى الله تعالى ولم يكن محبته له لله تعالى ولا لكونه معيناً على طاعة الله تعالى يحصل له به الضرر
سوائے اللہ تعالی کے اور چیز سے محبت کرے گا اور وہ محبت خدا کے واسطے نہو گی اور نہ طاعت الٰہی پر مددگار ہونے کی وجہ سے تو اس کو اس سے ضرر ہوگا
سواء ظفر به اولم يظفر فانه ان لم يظفر به يعيش بغصة ولا يستريح من التعب وان ظفر به يكون
کہ وہ شی اسکو مل جاسے یا نہ ملی ہو کیونکہ اگر وہ نہ حاصل ہوئی تو اس کے غم میں بسر کرے گا اور رنج سے آرام نہ پائے گا اور اگر وہ حاصل ہو گئی تو وہ
ما حصل له من الالم قبل حصوله ومن الحسرة عليه بعد فواته اضعاف ما حصل له من اللذة ولو نال
الم جو اس کے حصول سے پہلے حاصل ہوا اور وہ حسرت جو فوت ہونے کے بعد اسپر ہوگی چند در چند اس لذت سے زیادہ ہے جو اسسے حاصل ہوئی اور اگر
العبد كل حظة من حظوظ الدنيا وكل لذة من لذاتها ومضى عمره عليها ولم يسع في تحصيل السعادة
بندہ دنیا کے تمام عیش اور آرام اور ساری اسکی لذتیں پا جائے اور عمر بھر حاصل رہیں اور آخرت کی سعادت میں کچھ سعی نہ کرے
الاخرة يصير عند الموت كانه لم يظفر بشيء من حظوظها ولذاتها وتعود تلك الحظوظ واللذات عذاباً
تو وہ مرتے وقت ایسا ہو جائے گا کہ دنیا کے کچھ بھی مزے اور لذتیں نہ پائیں اور وہ ہی مزے اور لذتیں اسکے حق میں عذاب ہو جائیں گی
له ويصير معذباً بنفس ما كان متنعماً به من جهتين من جهة فوته مع شدة تعلق قلبه به ومن جهة
اور جن چیزوں سے عیش میں تھا خود ان ہی سے اب عذاب میں ہوگا دو وجہوں سے ایک تو باوجود اس کے دل کے شدید تعلق کے فوت ہو جانے کے سبب سے اور دوسرے
عدم حصول ما هو له انفع وادوم فالمحبوب الحاصل يفوت عنه والمحبوب الاعظم لا يحصل له
اس کا حاصل نہونا جو اسکے لیے مفید اور ہمیشہ رہنے والی ہے پس جو محبوب حاصل تھا وہ جاتا رہا اور محبوب اعظم اسکو میسر نہوا
وهذا اول ما يلحقه من العذاب قبل عذاب النار اذ قد قال العلماء ليس الموت بعدم محض ولا
اور یہ پہلا وہ عذاب ہے جو دوزخ کے عذاب سے پہلے اسکو پیش آئے گا اسواسطے کہ علما کہتے ہیں کہ موت عدم محض اور نری
فناء صرف وانما هو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقته عنه وتبدل من حال الى حال وانتقال من دار
فنا نہیں ہے بلکہ موت یہی روح کا بدن سے الگ ہو جانا اور اس سے جدا ہو جانا اور ایک حال سے دوسرا حال بدل جانا اور ایک جگہ سے
الى دار وهو اعظم المصائب وقد سماه الله تعالى مصيبة حيث قال فاصابتكم مصيبة الموت فالموت
دوسری جگہ منتقل ہو جانا ہے اور یہ بڑی ہی مصیبت ہے اور اللہ تعالی نے موت کا نام مصیبت رکھا ہے چنانچہ فرمایا پھر پہونچی تم پر مصیبت موت کی پس موت
هو المصيبة العظمى واعظم منه الغفلة عنه وعدم ذكره وقلة التفكر فيه وترك العمل له واتباع
ہی بڑی مصیبت ہے اور اس سے بڑھکر مصیبت اس سے غفلت اور اسکو یاد نہ رکھنا اور نہ اسکی کچھ فکر کرنا اور نہ اسکے لیے کچھ عمل کرنا اور ہوا و ہوس کا پیرو رہنا ہے

الهوى فان اتباع الهوى سم من سموم الدين يفضي الى الهلاك يوم الدين مع ان المؤمن بنفس الايمان

رہتا ہے کیونکہ خواہش کی پیروی دین کے حق مین ایسا زہر ہے کہ قیامت کے روز ہلاک کر ڈالے گا حالانکہ مومن نے صرف بواسطہ ایمان کے

قد عاهد الله تعالى ان لا يعصيه وذلك لان الايمان قبول والتزام فمن يقول لا اله الا الله يصير كانه يقول

اللہ تعالی سے یہ عہد کیا کہ نافرمانی نہ کرونگا اور یہ اس لیے کہ ایمان قبول کرنا اور مان لینا ہے پس جو شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو گویا وہ یہ کہتا ہے

اني علمت واعتقدت انه تعالى واحد في ذاته وصفاته وافعاله ولا يظهر في العالم شيء الا بعلمه وارادته

کہ مین نے یقین کیا اور اعتقاد لایا کہ اللہ تعالی اپنی ذات اور صفات اور افعال مین یگانہ ہے اور عالم مین کوئی شئے بغیر اسکے علم اور ارادہ

وخلقه ولا يستحق العبادة الا هو واني التزمت عبادته ولا اعبد الا اياه فبعد هذه المعاهدة يحرم

اور پیدائش کے ظاہر نہین ہوتی اور سوا اسکے کوئی بندگی کا سزاوار نہین اور مین نے اسکی بندگی اپنے ذمہ لی اسکے سوا کسی کی عبادت نکرونگا لہذا اب اس معاہدہ کے بعد اسکو حرام ہے

عليه ان يعصيه في شيء من اوامره ونواهيه حتى اذا دعته نفسه الى نقض عهد مولاه يلزمه

کہ امر و نہی مین سے کسی بات مین اسکی نافرمانی کرے یہان تک کہ اگر اسکا نفس اپنے مولی کے عہد توڑنے کی طرف بلائے تو اسکو لازم ہے

ان يقول لها كما قال يوسف النبي عليه السلام لامرأة العزيز حين دعته الى نفسه معاذ الله انه

کہ اپنے جی سے وہی کہے جیسے یوسف نبی علیہ السلام نے عزیز کی جورو سے کہا تھا جب اسنے اپنی طرف طلب کیا تھا خدا کی پناہ وہ عزیز

ربي احسن مثواي انه لا يفلح الظالمون فانه من اشتد ميل نفسه الى ما يشتهيه وتركه مع قدرته عليه

میرا مالک ہے مجھے اچھی طرح رکھا ہے البتہ بھلائی نہین پاتے بے انصاف لوگ۔ بیشک جسکا دل اپنی مرغوب چیز پر ٹوٹ پڑا اور یہ باوجود اسپر قادر رہنے کے اسکو چھوڑ دے

في موضع لا يطلع عليه الا الله تعالى يكون دليلا على صحة معاهدته مع ربه في ايمانه فان المؤمن اذا علم ان

ایسے مقام مین کہ سوائے اللہ تعالے کے کوئی مطلع ہو نہین سکتا تو یہ اپنے رب کے ساتھ سچے معاہدہ ایمانی کی دلیل ہے کیونکہ مومن جب یہ سمجھتا ہے کہ

رضى مولاه في ترك هواه يقدم رضى مولاه على هواه ويكون لذته وصفاه فيما يرضى مولاه وان كان مخالفا

مولی کی خوشی ہوا و ہوس کے ترک مین ہے تو اپنے مولی کی خوشی اپنی خواہش پر مقدم رکھتا ہے اور اسکی لذت اور صفائی مولے کی رضامندی مین ہوتی ہے اگرچہ خواہش کے مخالف ہو

لهواه ويكون المه وجفاه فيما لا يرضى مولاه وان كان موافقا لهواه بل يكون لذته في ترك شهواته لله تعالى

اور اسکا الم اور ناخوشی مولے کی ناخوشی مین ہوتی ہے اگرچہ خواہش کے موافق ہو بلکہ خدائے تعالے کیلیے ترک شہوات مین اسکی لذت

اعظم من لذة تناولها بل يكون كراهة تناولها عنده في خلوته اشد من كراهة الم الضرب

انکی حصول کی لذت سے زیادہ ہوتی ہے بلکہ اسکے نزدیک خلوت مین انکی حصول کی ناگواری مار اور قید کے الم کی ناگواری سے زیادہ ہوتی ہے

والحبس الا ترى ان يوسف النبي عليه السلام حين قالت امرأة العزيز في حقه وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَا آمُرُهُ

کیا نہین دیکھتے کہ یوسف نبی علیہ السلام نے جب انکے حق مین عزیز کی بیوی نے یہ کہا اور اگر نہ کریگا اسکو جو مین کہتی ہون

لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ كيف قال رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْ اِلَيْهِ فان امرأة العزيز لما كان

تو البتہ قید کیا جائے گا اور ہوگا بے عزت تو کیسے فرمایا اے میرے رب مجھکو قید پسند ہے اس بات سے جسطرف مجھکو بلاتی ہین کیونکہ عزیز کی بیوی کا

قلبها خاليا عن الايمان مالت الى السوء والفحشاء مع كونها ذات زوج ويوسف النبي عليه السلام لما كان

دل چونکہ ایمان سے خالی تھا لہذا بدی اور فحش کیطرف جھکی باوجودیکہ شوہر والی تھی اور یوسف نبی علیہ السلام کا چونکہ

قلبه غالبا بالايمان اعرض عما ارادت منه مع كونه شابا عزبا فان من يعمل بمقتضى الايمان يكون لذته

دل ایمان مین کامل تھا تو اسکا کہنا نہ مانا باوجودیکہ جوان اور مجرد تھے کیونکہ جو شخص ایمان کے مطابق عمل کرتا ہے تو اسکو اس چیز سے صبر کرنے مین مزا آتا

في الصبر عما يميل اليه نفسه اذا كان فيه سخط الله تعالى ويتقيد بمحاسبة نفسه ليكون الحساب عليه

جسکی طرف اسکا نفس راغب ہو جبکہ اسمین خدا کی ناراضی ہو اور خود اپنے حساب مین لگا رہتا ہے تاکہ کل اسپر حساب

اهون غدا وطريق المحاسبة ان ينظر في احواله هل عليه من حقوق الله تعالى وحقوق الناس شيء

آسان ہو جائے اور طریق حساب لینے کا یہ ہے کہ اپنے حال کو دیکھتا رہے کہ اسپر کوئی حق اللہ تعالے کا یا حقوق عباد مین سے کچھ باقی ہے

ام لا فينظر ما فاته من فرائض الله تعالى فيقضيها ويرد المظالم حبة حبة ويستحل كل من تعرض
یا نہیں پس فرائض الٰہی سے جو کچھ فوت ہوا ہو تو اسکی قضا کرے اور دانہ دانہ لوگون کے حقوق ادا کرے اور جس کو

بيده ولسانه ويطيب قلوبهم بالاحسان اليهم حتى اذا مات لا يبقى عليه فريضة ولا مظلمة ويدخل الجنة
ہاتھ یا زبان سے ستایا ہو اُس سے معاف کرالے اور اُنکے ساتھ احسان کرکے اُنکا دل خوش کرے یہان تک کہ جب مرے تو اُسپر کوئی فریضہ اور دعوے باقی نہو اور

بغير حساب لانه ان مات قبل رد المظالم يحيط به خصماؤه ويتشبثون فيه ويجرونه فهذا يقول ضربتني
بے حساب وکتاب بہشت مین چلا جائے کیونکہ اگر حقوق ادا کیے بغیر مرگیا تو اسکے حق خواہ اسکو گھیر لینگے اور اسکو نوچینگے یہ کہیگا تونے مجکو مارا تھا

وهذا يقول شتمتني وهذا يقول سخرتني وهذا يقول اخذت مالي وهذا يقول وجدتني مظلوما
وہ کہے گا تونے مجکو گالی دی تھی یہ کہے گا تونے مجکو بیگار پکڑا تھا وہ کہے گا تونے میرا مال چھینا تھا یہ کہے گا تونے مجکو مظلوم پایا تھا

وكنت قادرا على دفع الظلم فما دفعت عني الظلم وهذا يقول رأيتني على منكر فما نهيتني عنه فبينما هو
اور تو رفع ظلم پر قادر تھا پھر بھی مجھسے ظلم کو دور نہ کیا اور یہ کہے گا تونے مجکو گناہ مین دیکھا اور مجکو اس سے منع نہ کیا اب وہ

كذلك مبهوت متحير من كثرة الخصماء وقد ضعف عن مقاومتهم ومد عنق الرجاء الى المولى الغفار
اسی حال مین مدعیون کی کثرت سے بیحواس اور حیران انکی جواب دہی اور مقابلے سے تھک کر لولاے غفار کی طرف امیدوار ہوگا

لعل يخلصه من ايديهم اذ يقرع سمعه نداء الجبار اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ فعند
شاید کہ اُنکے ہاتھ سے اسکو بچالے کہ ناگاہ اُسکے کان مین خداے جبار کی آواز آئے گی آج بدلہ پائیگا ہر جی جیسا کما یا ظلم نہین ہے آج اب

ذلك ينخلع قلبه ويوقن بهلاك نفسه فتفكر ايها الغافل ما انزل الله تعالى في كتابه حيث قال وَلَا
اسوقت اسکا دل چھوٹ جائیگا اور اپنی ہلاکت کا یقین کرلے گا پس اے غافل اسکو سوچ جو اللہ تعالے نے اپنی کتاب مین نازل کیا ہے جہان فرمایا اور مت

تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ولا تتبع وسوسة الشيطان لانه عدو لبني آدم يريد
خیال کر اللہ کو بے خبر اُن کامون سے جو کرتے ہین بے انصاف لوگ اور شیطان کے وسوسے کی پیروی مت کر کیونکہ وہ بنی آدم کا دشمن ہے اُنکو

اضلالهم ليجرهم مع نفسه الى النار فيجب على المؤمن ان يدفع وسوسته ويتخذه عدوا كما
بہکانا چاہتا ہے تاکہ اپنے ساتھ دوزخ مین کھینچ لیجائے لہذا مومن پر واجب ہے کہ اسکے وسوسہ کو دور کرے اور اسکو دشمن سمجھے جیسا کہ

قال الله تعالى اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا وذكر الفقيه ابو الليث في التنبيه ان لك
اللہ تعالے نے فرمایا بتحقیق شیطان تمھارا دشمن ہے سو تم سمجھ رکھو اسکو دشمن اور فقیہ ابو اللیث نے تنبیہ مین بیان کیا ہے کہ تیرے

اربعة من الاعداء يحتاج ان تجاهد مع كل واحد منهم احدهم الدنيا وهي غدارة مكارة فلذلك
چار دشمن ہین انمین سے ہر ایک کے ساتھ لڑنا ضرور ہے ایک تو دنیا ہے اور وہ عہد شکن اور مکارہ ہے اسی لیے

قال الله تعالى فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا والثاني نفسك وهي شر الاعداء عندما روي عن ابن عباس عن النبي عليه السلام
اللہ تعالی نے فرمایا ہے پس نہ بہکائے تمکو دنیا کا جینا اور دوسرا دشمن تیرا نفس ہے یہ سب دشمنون سے بدتر ہے اسلیے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے

قال اعدى عدوك نفسك التي بين جنبيك وقد اخبر الله تعالى انها امارة بالسوء حيث قال ان النفس
فرمایا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونون پہلو مین ہے اور بیشک اللہ تعالے نے خبر دی ہے کہ نفس بنفسہ برائی کا حکم دیتا ہے اسلیے کہ فرمایا بیشک نفس

لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ والامر بالسوء دابها وعادتها لانها خلقت ظالمة جاهلة والعلم والعدل طارئ عليها وان لم
بہت حکم کرتا ہے برائی کا اور برائی کا حکم دینا اسکا طریق اور عادت ہے اسلیے کہ وہ ظالم اور جاہل پیدا کیا گیا ہے اور علم اور عدل اسپر عارضی ہوتا ہے اور اگر

يدركها رحمة الله تعالى وفضله تبقى على جهلها وظلمها وتكون من حزب الشيطان وتجر من اطاعها
اسپر اللہ تعالے کی رحمت اور فضل نہو تو جاہل کا جاہل اور ظالم کا ظالم ہی رہے اور شیطان کی جماعت مین بھرتی ہو اور اپنے فرمانبردار کو

الى العصيان ومخالفة الرحمن لانها تجري بطبعها في ميدان المخالفة والعبد يجهد ليمنعها عن سوء المطالبة
گناہون مین اور رحمن کی مخالفت کی طرف کھینچ لیجائے کیونکہ وہ بالطبع مخالفت کے میدان مین چلتا ہے اور آدمی اپنی کوشش سے اسکو بری خواہش سے روکتا ہے

فمن اطلق عنانها فهو شریکها فی فسادها والثالث شیطان الجن فاستعذ بالله تعالی منه والرابع شیطان
پس جسنے اسکی باگ ڈھیلی چھوڑدی تو فساد مین وہ اسکا شریک ہو اور تیسرا دشمن جنی شیطان ہے سو اُس سے خدا کی پناہ مانگا کرو اور چوتھا دشمن شیطان
الانس فاحذره فانه اشد علیک من شیطان الجن لان شیطان الجن یکون اغواؤه بالوسوسة واما شیطان
انسانی ہے سو اس سے بچا رہ کیونکہ یہ جنی شیطان سے تیرے لیے زیادہ سخت ہے اسلیے کہ جنی شیطان کا تو بہکانا صرف وسوسے سے ہوتا ہے اور انسی شیطان
الانس فهو رفیقک السوء یکون اغواؤه بالمعاینة والمواجهة لا یزال یطلب علیک وجها یزیلک عما کنت علیه
تیرا رفیق بد ہوتا ہے اسکا اغوا آمنے سامنے رو در رو ہوتا ہے ہر دم ایسی وجہ کی تلاش رکھتا ہے کہ جس حال پر تو ہے اُس سے تجکو ٹلا دے
کما قال بعض السلف انک تستعیذ بالله من الشیطان الرجیم فینصرف واما شیطان الانس فلا یبرح حتی یوقعک فی
جیسا کہ بعضے متقدمین نے کہا ہے کہ تو شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ لیتا ہے تو وہ ٹل جاتا ہے اور رہا انسانی شیطان سو وہ نہین ٹلتا یہان تک کہ تجکو
المعصیة ولهذا قال النبی علیه السلام لا تصحب الا مؤمنا ولا یأکل طعامک الا تقی فانه علیه السلام حث فی هذا
گناہ مین ڈالدیتا ہے اسی لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے سوائے مومن کے کسی کے پاس مت بیٹھ اور تیرا کھانا سوائے پرہیزگار کے کوئی نہ کھائے پس نبی نے اس
الحدیث عن مصاحبة من لیس تقی وعن مخالطته لان الصحبة والمخالطة توقع الالفة والمحبة فی القلب فیلزم
حدیث مین جو پرہیزگار نہو اسکی ہمنشینی اور ملنے جلنے سے روکا ہے اس لیے کہ ہمنشینی اور میل جول دلمین الفت و محبت پیدا کرتا ہے پس ضرور ہے کہ
ان یکون کما قال النبی علیه السلام یحشر المرء علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل وقد قال الله تعالی الاخلاء
ایسا ہی ہو جیسا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا آدمی اپنے دوست کے دین پر اٹھے گا پس دیکھ بھال لو کہ کس سے دوستی کرتے ہو اور اللہ تعالے نے فرمایا ہے سب دوست
یومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقین فان کل واحد من الاخلاء غیر المتقین یقول یوم القیمة یویلتی لیتنی
اُسدن ایک دوسرے کے دشمن ہونگے مگر متقی لوگ پس بیشک جو غیر پرہیزگار دوست ہین کا ہر ایک قیامت کے دن یہ کہے گا اے خرابی میری کاش مین نے
لم اتخذ فلانا خلیلا لیت بینی وبینک بعد المشرقین فخلیل الانسان ومحبه من یسعی فی عمارة آخرته وان کان فیه
فلانے کو دوست نہ بنایا ہوتا کاش میرے اور تیرے درمیان مشرقین کے برابر دوری ہوتی سو انسان کا دوست اور محب وہی ہے جو آخرت کی بھلائی مین سعی کرے اگرچہ اسمین
ضرر لدنیاه وعدوه من یسعی فی خسارة آخرته وان کان فیه نفع لدنیاه فعلی هذا ینبغی للمؤمن ان لا یتخذ
اسکی دنیا کا ضرر ہوتا ہو اور اسکا دشمن وہی ہے جو آخرت کی بربادی مین کوشش کرے اگرچہ اسمین اُسکی دنیا کا فائدہ ہو پس اس بیان کے مطابق مومن کو لازم ہے کہ کسی کو
خلیلا الا من یثق بدینه وامانته ویعرف صلاحه وتقواه لان المرء یکون یوم القیمة مع من احب روی انه علیه السلام
دوست نہ بنائے مگر ایسے کو جسکے دین اور امانت پر اعتماد ہو اور اُسکی صلاحیت اور تقوی معلوم ہو اسلیے کہ آدمی قیامت کے روز اُسکے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا تھا کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام
قال المرء مع من احب قال الحسن البصری لا یغرنکم ظاهر قوله علیه السلام المرء مع من احب فانکم لن تلحقوا
فرمایا آدمی اُسکے ساتھ ہے جس سے محبت کرے حسن بصری کہتے ہین اس حدیث کے ظاہری معنون پر نہ دھوکا کھانا کہ آدمی محبوب کے ساتھ ہوگا کیونکہ تم
الابرار الا باعمالکم فان الیهود والنصری یحبون انبیاءهم ولا یکونون معهم یوم القیمة وهذا القول منه
بدون اعمال کے ابرار سے نہین مل سکتے ہو کیونکہ یہود اور نصاری اپنے انبیا سے محبت رکھتے تھے اور قیامت کے دن اُنکے ساتھ نہونگے اور یہ قول انکا
یشیر الی ان مجرد المحبة من غیر الموافقة فی العمل لا ینفع فان تعظیم الانبیاء والعلماء والصلحاء ومحبتهم انما
اشارہ کرتا ہے کہ نری محبت بدون اعمال مین موافقت کیے مفید نہین ہے کیونکہ انبیا اور علما اور صلحا کی تعظیم اور اُنکی محبت تو اُنکی
یکون باتباعهم فیما دعوا الیه من العلم النافع والعمل الصالح واقتفاء آثارهم وسلوک طریقتهم لان من اتبعهم
اطاعت ہی مین ہے اُس علم نافع اور عمل صالح مین جسکی طرف وہ بلاتے ہین اور اُنکے قدم بقدم چلنے اور انکا طریق اختیار کرنے مین اسلیے کہ جو شخص اُنکی پیروی کرے
واقتفی آثارهم فیکون سببا لتکثیر اجورهم بمقتضی قوله علیه السلام من دعا الی هدی کان له من الاجر مثل اجور من
اُنکے قدم بہ قدم چلے گا تو انکی زیادتی ثواب کا سبب ہوگا موافق ارشاد نبی علیہ السلام کے جسنے بلایا ہدایت کی طرف تو اسکو ثواب ہوگا اُن لوگون کے ثواب کے برابر
تبعه ولا ینقص ذلک من اجورهم شیئا واما من لم یتبعهم ولم یقتف آثارهم بل خالفهم فی العمل واشتغل بتقبیل
جنھون نے اسکی پیروی اختیار کی اور انکے ثواب مین سے کچھ کم نہ کیا جائیگا اور جسنے انکی پیروی نہ کی اُنکے قدم بقدم نہ چلا بلکہ عمل مین اُنسے مخالف رہا اور انکے

ايديهم وتقبيل نعالهم والتملق بين ايديهم والقيام عند رؤيتهم فليس ذلك من التعظيم والمحبة لانه جعلهم
ہاتھ پاؤن چومنے اور جوتیان سیدھی کرنی اور انکے سامنے خوشامد کرنی اور انکو دیکھ کے تعظیم کے لیے کھڑے ہو جانے مین لگا تو یہ کچھ تعظیم اور محبت نہین ہے کیونکہ اسنے

مع نفسه محرومًا من الاجر فاي تعظيم ومحبة في ذلك
اپنے ساتھ انکو بھی ثواب سے محروم رکھا تو اسمین کون سی تعظیم اور محبت ہوئی

المجلس الثالث والستون في بيان محاسبة العبد يوم القيمة والمناقشة في الحساب

ترسٹھوین مجلس قیامت کے دن بندہ کے محاسبہ اور حساب کے مناقشہ کے بیان مین

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تزال
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین ٹل سکینگے

قدما عبد يوم القيمة حتى يسأل عن اربع خصال عن عمره فيما افناه وعن جسده فيما ابلاه وعن ماله من
دونون پاؤن کسی بندہ کے قیامت کے روز جب تک نہ پوچھا جائیگا چار چیزون سے اپنی عمر سے کہ کس مین کھوئی اور اپنے بدن سے کہ کس مین پرانا کیا اور اپنے مال سے کہ

اين اكتسبه وفيما انفقه وعن علمه ما عمل فيه هذا الحديث من حسان المصابيح رواه ابن مسعود رضه
کہان کمایا اور کس مین خرچ کیا اور اپنے علم سے اسپر کیا عمل کیا یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین سے ہے ابن مسعودؓ کی روایت سے

والعبد المذكور فيه وان كان عامًا لكونه نكرة في سياق النفي لكنه مخصوص بقوله عليه السلام يدخل
اور بندے سے مراد جو اس حدیث مین آیا ہے اگرچہ عام ہے کیونکہ نکرہ نفی کے تحت مین ہے لیکن اس قول علیہ السلام سے مخصوص ہے

الجنة من امتي سبعون الفا بغير حساب فعلى هذا يكون السؤال المذكور فيه لغير هؤلاء السبعين الفا
کہ میری امت مین سے ستر ہزار بے حساب جنت مین جائینگے پس اس حدیث کے موافق یہ سوال مذکور ان ستر ہزار کے سوا اورون سے ہونگے

فلا بد لكل من يؤمن بالله واليوم الآخر ان يعلم انه يسأل يوم القيمة ويناقش في الحساب ويطالب
پس ہر شخص کو جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو ضرور ہے کہ جان رکھے کہ قیامت کے دن سوال ہوگا اور حساب مین جرح کیا جائیگا اور

بمثاقيل الذر من الخطرات واللحظات ويتحقق انه لا ينجيه من هذه الاخطار الا لزوم محاسبة النفس
ذرہ ذرہ سے خطرہ اور نگاہ کا مواخذہ ہوگا اور ثابت ہے کہ ان خطرات سے کوئی چیز نجات نہ دیگی مگر نفس کی

في تجارتها الاخروية ومطالبتها في انفاسها وساعاتها وحركاتها وسكناتها فان من حاسب نفسه قبل
تجارت اخروی مین اسکے محاسبہ کا لازم کر لینا اور اسکی سانسون اور وقتون اور حرکات اور سکنات کا مطالبہ کرنا کیونکہ جسنے حساب لیے جانے سے پہلے اپنا

ان يحاسب يخفف عليه يوم القيمة حسابه ويحضر عند السؤال جوابه ويحسن منقلبه ومآبه ومن لم يحاسبها
حساب کر لیا تو اسپر قیامت کے دن حساب ہلکا ہوگا اور سوال کے وقت جواب حاضر رہیگا اور اسکا مآل اور انجام نیک ہوگا اور جسنے حساب نفس کا نہ کیا

يدوم حسراته ويطول في عرصات القيمة وقفاته ويقوده الى الخزي والمقت سيئاته فاذن لا بد للمؤمن ان لا يغفل
تو اسکی حسرت ہمیشہ رہے گی اور مدت دراز تک قیامت کے میدان مین کھڑا رہیگا اور اسکے تمام گناہ اسکا انجام رسوائی اور عقوبت ہوگی سو اب مومن کو ضرور ہے کہ

في تجارته الاخروية عن مراقبة نفسه في حركاتها وسكناتها ولحظاتها وخطراتها لان هذه التجارة ربحها
آخرت کی تجارت مین اپنے نفس کی نگہبانی سے اسکی حرکات اور سکنات اور لحاظات اور خطرات مین غفلت نہ کرے کیونکہ اس تجارت کا فائدہ

الفردوس الاعلى وبلوغ سدرة المنتهى مع النبيين والصديقين والشهداء فتدقيق الحساب في هذه
فردوس برین اور انبیا اور صدیقین اور شہدا کے ساتھ سدرة المنتہی تک پہونچنا ہے پس اس

التجارة اهم من تدقيقه في تجارة الدنيا لان ارباح تجارة الدنيا بالقياس الى النعيم المقيم في العقبى قليلة
تجارت کے حساب کی صفائی بہ نسبت دنیاوی تجارت کے زیادہ ضروری ہے اسلیے کہ دنیا کی تجارت کے فائدے بہ نسبت اخروی دائمی نعمتون کے کم اور

سريعة الزوال ولا خير في خير لا يدوم بل شر لا يدوم خير من خير لا يدوم لان الشر الذي لا يدوم اذا زال يبقى
جلدی فنا ہو جانے والی ہین اور اس بھلائی مین کچھ خوبی نہین جو ہمیشہ نہ رہے بلکہ ناپایدار برائی ناپائدار بھلائی سے بہتر ہے اسلیے کہ ناپائدار برائی جب ٹل جائے گی تو پھر

الفرح دائمًا والخير الذي لا يدوم اذا زال يبقى الاسف دائمًا فعلى هذا ينبغي للمؤمن اذا اصبح وفرغ
دائمی فرحت رہے گی اور عیش ناپائدار جب جاتا رہیگا تو ہمیشہ کو افسوس باقی رہے گا پس اس بیان کی رو سے مومن کو لازم ہے کہ جب صبح ہو اور

من فريضة الصبح ان يفرغ قلبه ساعة فيقول لنفسه يا نفس ليس لي بضاعة الا العمر فاذا فني راس

اور فجر کی نماز سے فارغ ہو ایک دم اپنے دل کو خالی کرکے اپنے نفس سے کہے کہ اے نفس میرے پاس سوائے عمر کے کوئی سرمایہ نہیں ہے سو جبکہ جاتی رہیگی تو راس

المال ويقع الياس عن التجارة وطلب الربح وهذا اليوم يوم جديد قد امهلني الله تعالى فيه واخر في

المال جاتا رہیگا اور تجارت اور حصول منفعت سے مایوسی ہو جائیگی اور آج کا دن نیا دن ہے کہ اللہ تعالی نے مجھکو اس میں مہلت عطا کی ہے اور

اجلي ولو كان توفاني لكنت اتمنى ان يرجعني الى الدنيا يوما واحدا حتى اعمل فيه صالحا فاحسب يا نفس

میری موت میں تاخیر کردی اگر وفات دیدیتا تو میں یہی آرزو کرتا ہوتا کہ ایک دن کے لیے مجھکو دنیا میں پھر بھیجدے تاکہ اس میں نیک عمل کروں پس اے نفس

انك توفيت ثم رددت الى الدنيا فاياك ثم اياك ان تضيع هذا اليوم فان كل ساعة من ساعات العمر بل كل

تو یہی سمجھ لے کہ مرکر پھر دنیا میں لوٹایا گیا ہے پس خبردار خبردار اس دن کو ضائع مت کر کیونکہ عمر کی ایک ایک گھڑی بلکہ

نفس من انفاسه جوهرة نفيسة لا بدل لها يمكن ان يشترى بها كنز من كنوز الجنة لا يتناهى نعيمها ابد الاباد

عمر کا ایک ایک دم جوہر نفیس ہے جسکا کوئی عوض نہیں کہ اسکے بدلے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ مول لے سکتے ہیں جسکی نعمتیں کبھی تمام نہوں گی

فاتلاف هذه [illegible] او صرفها الى المعاصي نهاية الخسران ونهاية الخذلان فان عمر الانسان

پس ایسے انفاس کا بیکار گنوانا یا معاصی میں لگانا بڑا [illegible] اور نہایت ہی بے توفیقی ہے کیونکہ انسان کی زندگی

زمان الاعمال الصالحة المقربة الى الله تعالى الموجبة لجزيل الثواب في يوم الحساب وهذه هي

نیک اعمال کا زمانہ ہے جو کہ اس کو اللہ تعالی سے قریب کرنیوالی ہیں [illegible] اس دن ان کے لیے بڑے ہی ثواب کی واجب کرنیوالی ہیں اور یہی وہ

السعادة التي [illegible] الا ما سعى كما قال الله تعالى وان ليس

سعادت ہے جسکا حاصل کرنے میں انسان کو سعی کرنی چاہیے [illegible] کہ انسان کو وہی ملیگا جسکی سعی کی ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے اور یہ کہ نہیں ہے

للانسان الا ما سعى فمن ضيع [illegible] من العمر خاليا عن عمل صالح يفوت من سعادة الاخرة بقدره ولهذا

آدمی کو مگر جو [illegible] جو دم عمل صالح سے خالی گذرتا ہے اتنی ہی سعادت آخروی گھٹتی ہے اور اسی لیے

عظمت مراعاة السلف لانفاسهم ولحظاتهم وبادروا الى اغتنام ساعاتهم واوقاتهم ولم يضيعوا اعمارهم في

متقدمین میں اپنے انفاس اور لحظہ لحظہ کی خبرگیری بہت تھی اور ہر دم اپنے ساعات اور اوقات کو غنیمت جاننے میں عجلت کرتے تھے اور اپنی عمر کو

البطالة والتقصير قال الحسن البصري ادركت قوما كانوا على ساعاتهم اشفق منكم على دنانيركم ودراهمكم

بیکاری اور تقصیر میں نہ کھوتے تھے حسن بصری کہتے ہیں کہ میں نے ایسی قوم کو پایا ہے کہ وہ اپنے ساعات کے اس سے زیادہ قدردان تھے کہ تم اپنی اشرفی روپیہ کے

فان واحدا منكم كما لا يحب ان يخرج منه درهم واحد الا فيما يعود اليه نفعه وهم كذلك كانوا لا يحبون ان يخرج

کیونکہ جیسے تم میں سے کوئی پسند نہیں کرتا کہ ایک روپیہ خرچ ہو مگر ایسے کام میں کہ اس کا نفع اپنی طرف عائد ہو وہ لوگ بھی ایسے ہی پسند نہ کرتے تھے کہ

من اعمارهم ساعة الا فيما يعود اليهم نفعه فان اليوم والليلة اربع وعشرون ساعة وقد ورد في الحديث على

انکی عمر میں سے ایک ساعت گذر جائے مگر اسی میں جس کا نفع انکی طرف عائد ہو کیونکہ دن رات چوبیس گھنٹہ کا ہوتا ہے اور حدیث میں بنا بر

ما ذكره الامام الغزالي في الاحياء ان العبد يعرض عليه يوم القيمة لكل يوم وليلة اربع وعشرون خزانة

امام غزالی رحمہ کے احیا میں بیان کرنے کے وارد ہوا ہے کہ قیامت کے دن آدمی کو ہر ہر دن رات کے چوبیس چوبیس خزانے کی قطاریں

مصفوفة فيفتح له منها خزانة فيراها مملوءة نورا من حسناته التي عملها في تلك الساعة فيناله من الفرح

پیش کی جائینگی پھر اسکے لیے ان میں سے ایک خزانہ کھولا جائیگا تو دیکھے گا کہ حسنات کے نور سے پر ہے جو اس ساعت میں کیا تھا پس اس کو اتنی خوشی

والسرور ما لو وزع على اهل النار لادهشهم ذلك الفرح والسرور عن احساس الم النار ويفتح له خزانة

اور سرور حاصل ہوگا کہ اگر وہ دوزخیوں پر تقسیم کردیں تو بے حواسی سے دوزخ کے الم کا ادراک نہ کرسکیں اور اسکے لیے اور خزانہ کھولا جائیگا

اخرى فيراها سوداء مظلمة يفوح نتنها ويتغشاه ظلمتها وهي الساعة التي عصى الله تعالى فيها فيناله

تو اس کو سیاہ اور تاریک دیکھے گا کہ بدبو پھیل رہی ہے اور اندھیرا اس پر چھا رہا ہے یہ وہ ساعت ہے جسمیں اللہ تعالی کی نافرمانی کی تھی پس اسکو

من الحزن والغم ما لو قسم على اهل الجنة لنغص عليهم نعيمها ويفتح له خزانة اخرى فيريها فارغة ليس فيها
اتنا غم و ملال پیدا ہوگا کہ اگر جنتیوں پر تقسیم کردیں تو ان پر تمام جنت کی نعمتیں بے مزہ اور تلخ ہوجائیں اور ایک اور خزانہ اسکے لیے کھولا جائیگا تو اسکو خالی دیکھیگا نہ اس میں

ما يسره وما يسوءه وهي الساعة التي نام فيها او اشتغل بشيء من مباحات الدنيا فيتحسر على خلوها وينا له
وہ چیز ہو جو خوش کرے اور نہ وہ جو رنجیدہ کرے اور یہ وہ ساعت ہوگی جسمیں سو رہا تھا یا دنیا کی کسی مباح چیز میں مشغول ہو رہا تھا پس اسکے خالی ہونے پر حسرت کریگا اور اتنا

من الالم ما ينال من قدر على الربح الكثير والملك الكبير واهمله وتساهل فيه حتى فاته وهكذا يعرض عليه
الم پہونچے گا جتنا اس شخص کو جو بہت فائدے اور بڑے ملک کے حاصل کرنے پر قادر ہو اور اسکو چھوڑ دے اور سستی کرے یہانتک کہ وہ ہاتھ سے جاتا رہے اسی طرح

خزائن اوقاته طول عمره فينبغي له ان يجتهد في تعميرها ولا يدعها فارغة عن الكنوز التي هي اسباب سعادته
مدۃ العمر کے ساعات کے خزانے پیش کیے جائیں گے لہذا اسکو سزاوار ہے کہ اوقات عمر کو آباد کرنے کی کوشش کرے اور ان خزانوں کو خالی نہ چھوڑے جو کہ اسکی سعادت

وملكه فيسعى في حفظ جوارحه السبعة التي هي العين والاذن واللسان والبطن والفرج واليد والرجل
اور ملک کے باعث ہیں اور ساتوں اعضا کی حفاظت میں سعی کرے کہ وہ آنکھ ہے اور کان اور زبان اور پیٹ اور شرم گاہ اور ہاتھ اور پاؤں

لانه ان فعل بواحد منها معصية يكون كافر النعمة الله تعالى في جميع الاسباب التي لا بد له منها في قدامه
کیونکہ ان میں سے اگر کسی سے بھی گناہ کرے گا تو اللہ کی نعمتوں کا تمام اسباب میں منکر ٹھیرے گا جن جن اسباب کی

على العمل لان المراد من خلق الدنيا وما فيها ان يستعين الانسان على الوصول الى طاعة الله تعالى ولا
عمل میں ضرورت ہوتی ہے اسلیے کہ مقصود دنیا اور دنیا کے سامان کی پیدائش سے یہی ہے کہ انسان اللہ تعالی کی طاعت کے حصول میں مدد حاصل کرے

يمكن الوصول الى طاعة الله تعالى الا بدوام البدن ولا يبقى البدن الا بالغذاء ولا يحصل الغذاء الا بالماء
اور طاعت الہی تک پہونچنا بدون قیام بدن کے ممکن نہیں ہے اور بدن بدون غذا کے باقی نہیں رہتا اور غذا بدون پانی

والهواء ولا يتم ذلك الا بخلق الارض والسماء فمن استعمل شيئا من اعضائه في غير طاعة الله تعالى يكون كافرا
اور ہوا کے حاصل نہیں ہوتی اور یہ سب بدون پیدائش زمین و آسمان کے پورا نہیں ہوتا پھر جسنے کوئی عضو سوائے عبادات کے کسی کام میں استعمال کیا تو وہ

انعم الله تعالى في جميع ذلك فلا بد من حفظ الجوارح لان حفظها هو راس المال والربح بعد ذلك فمن لم يكن له
اللہ تعالی کی ان تمام نعمتوں میں ناشکر ہوا لہذا حفاظت سارے اعضا کی ضرور ہے کیونکہ ان کی حفاظت ہی راس المال ہے اور فائدہ اسکے بعد ہوگا پس جس کے پاس

راس المال كيف يحصل له الربح وهذه الجوارح السبعة الة للهلاك والنجاة فمن يهلك يهلك باهمالها وعدم حفظها
اصل مال ہی نہیں ہے تو اسکو فائدہ کیونکر ہوگا اور یہی ساتوں اعضا ہلاکت اور نجات کے سبب ہیں پس جو ہلاک ہوا تو انکے چھوڑ دینے اور حفاظت نکرنے سے ہلاک ہوا

ومن ينجو ينجو بحفظها وعدم ارسالها فحفظها اساس كل خير واهمالها اساس كل شر ولجهنم سبعة ابواب فانها
اور جسنے نجات پائی تو انکی حفاظت اور نہ چھوڑنے سے نجات پائی پس انکی حفاظت تمام خوبیوں کی جڑ ہے اور انکا چھوڑ دینا تمام برائیوں کی جڑ ہے اور دوزخ کے سات دروازے

[illegible] الابواب لمن عصى الله تعالى بتلك الجوارح فيلزم حفظها عن معاصيها اما العين فيحفظها عن النظر
دروازے [illegible] واسطے ان اعضا کے نام سے مقرر ہیں پس انکا انکے گناہوں سے بچانا ضرور ہے پس آنکھ کو اس سے بچائے

الى ما [illegible] الى كل فضول مستغن عنه لان الله تعالى يسأل العبد عن فضول النظر كما يسأله
[illegible] فضول بات سے جس میں کچھ فائدہ نہو کیونکہ اللہ تعالی بندے سے فضول نگاہ کا بھی سوال کریگا جیسے کہ

عن فضول [illegible] اذا [illegible] عنه لا يقنع به بل يصرف فضل ما خلقت له من النظر الى عجائب صنع الله تعالى
فضول کلام [illegible] جب [illegible] تو اسی پر قناعت کرکے بیٹھ رہے بلکہ انمیں لگائے جس لیے نگاہ پیدا کی گئی ہے یعنی عجائب صنعت الہی کو دیکھکر

ليستدل [illegible] وحدته وقدرته وارادته وعلمه وحياته والنظر في كتابه وسنة رسوله وسائر
اسکی [illegible] اور قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات پر استدلال کرے اور اسکی کتاب اسکے رسول کی سنت اور تمام

[illegible] ويتعظ وهكذا يفعل في كل عضو لا سيما فيما هو رئيس الاعضاء وهو القلب الذي يلزم
دینی [illegible] امور دینی سیکھے و پند پذیر ہو اور اسی طرح ہر عضو میں کرے خصوصاً اس میں جو تمام اعضا کا رئیس ہے یعنی دل جس کا

تطهيره من الاخلاق الذميمة وتزيينه بالاخلاق الحميدة وتكميله بالعلم المقرون بالعمل فان من تعلم مسألة
بری عادات سے پاک رکھنا اور نیک خصلتوں سے آراستہ کرنا اور علم با عمل سے کامل بنانا لازم ہے کیونکہ جو کوئی

من مسائل الدين ينبغي له ان يكون عاملا بها والا يسأل يوم القيمة عنها يدل عليه قوله عليه السلام وعن علمه
مسائل دینی میں سے ایک مسئلہ بھی سیکھے تو چاہیے کہ اسپر عمل کرے ورنہ قیامت کے دن اسکا سوال ہوگا اسپر نبی علیہ السلام کا یہ قول دلالت کرتا ہے وعن علمه

ما عمل فيه فانه مخوف لانه عليه السلام لم يقل ما قال فيه فلينظر العبد فيما علم هل عمل به وكان من الصادقين الذين
ما عمل فیہ پس بیشک یہ خوفناک امر ہے اسلیے کہ نبی علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا ما قال فیہ پس اب انسان اپنی دانستہ چیز کو دیکھے آیا اسپر عمل کیا اور صادقین میں داخل ہوا جنکی

اثنى الله تعالى عليهم بقوله اولئك الذين صدقوا او خالف علمه بفعله فدخل في قوله عليه السلام اشد الناس عذابا
اللہ تعالی نے تعریف کی ہے اپنے اس قول سے یہ لوگ ہیں جو سچے رہے یا عمل اپنے علم کے برخلاف کیا اور اس قول نبی علیہ السلام میں داخل ہوا عذاب میں سخت تر

يوم القيمة عالم لم ينفعه الله بعلمه روي عن ابن مسعود رضي الله عنه انه قال ما منكم من احد الا سيخلو الله به كما يخلو
قیامت کے دن عالم ہے جس کو علم سے اللہ تعالی نے نفع نہ دیا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہتے تھے نہیں ہے تم میں سے کوئی مگر فرد و تنہائی میں بلائیگا اسکو اللہ تعالی جیسے خلوت کرتا ہے ہر ایک تم میں کا

احدكم بالقمر ليلة البدر ثم يقول ما غرك بي يا ابن ادم ما عملت بما علمت يا ابن ادم ماذا اجبت المرسلين يا ابن ادم
چاند سے چودھویں رات کو پھر فرمائیگا کس چیز نے دھوکا دیا مجھکو ای ابن آدم تو نے موافق علم کے عمل نہ کیا ای ابن آدم تو نے مرسلین کا کہنا کیا مانا اے ابن آدم

الم اكن رقيبا على عينيك وانت تنظر بها الى ما لا يحل لك الم اكن رقيبا على اذنيك وهكذا على سائر الاعضاء فتفكر يا
کیا میں تیری دونوں آنکھوں کا نگہبان نہ تھا اور تو اس سے وہ دیکھتا تھا جو تجھکو حلال نہیں کیا میں تیرے کان نگہبان نہ تھا اسی طرح تمام اعضا پر پس اے

مسكين في عظيم حيائك اذ ذكرك الله تعالى ذنوبك شفاها اذ يقول لك يا عبدي اما استحييت مني فبادرتني بالقبيح
مسکین اپنی آتی بڑی خطاؤں کو ذرا سوچ جب اللہ تعالی تیرے گناہوں کو منھ در منھ یاد دلائیگا جب فرمائیگا اے بندے کیا تجھکو مجھسے شرم نہ آئی اور جلدی سے خطا کر بیٹھا

واستحييت من خلقي واظهرت لهم الجميل اكنت اهون عليك من سائر عبادي استخففت بنظري اليك ولم
اور میری خلقت سے شرم آئی کہ انکے سامنے اپنی نیکوکاری ظاہر کی کیا میں تیرے نزدیک تمام اپنے بندوں سے ہلکا ٹھہرا کیا تو نے اپنی طرف میرے دیکھنے کو ہلکا سمجھا اور

تكترث به واستعظمت نظر غيري فكيف يكون حالك وخجالتك اذا عدد عليك نعمه ومعاصيك
اسکی کچھ پروانہ کی اور اوروں کے دیکھنے کو بہت بڑا سمجھا اسوقت تیرا کیا حال ہوگا اور کیسی شرم ساری ہوگی جب تجھپر اپنی نعمتیں اور تیرے گناہ

ومساويك فان انكرت شيئا يشهد عليك جوارحك فتفتضح على ملأ الخلائق بشهادة
اور اپنے انعامات اور تیری خطائیں شمار فرمائیگا پھر اگر تو کسی بات کا انکار کرے گا تو تیرے اعضا تجھپر گواہی دینگے تو تمام مخلوق کے سامنے اعضا کی گواہی سے رسوا ہوگا

الاعضاء الا ان الله تعالى وعد المؤمن ان يستر عليه ذنبه ولا يطلع عليه غيره كما روي عن
ہاں مگر اللہ تعالی نے مومن سے وعدہ کیا ہے کہ اسکی خطا چھپائے اور غیر کو اس پر مطلع نہ کرے جیسا کہ

ابي هريرة رضي الله عنه انه عليه السلام قال يدني الله العبد منه يوم القيمة ويضع عليه كنفه ويستره من
ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالی قیامت کے دن بندے کو اپنے قریب بلائیگا اور اس پر اپنا پردہ ڈال کر

الخلائق كلها ويدفع اليه كتابه في ذلك الستر فيقول له اقرأ كتابك فيمر بالحسنة فيبيض لها وجهه ويمر
تمام خلائق سے چھپالیگا اور اسی پردہ کے اندر اسکے نامہ اعمال دیکر فرمائیگا اپنا نامہ اعمال پڑھ پس حسنات پر نظر کا گذر ہوگا تو اسکا منھ روشن ہوجائیگا اور

بالسيئة فيسود بها وجهه فيقول الله تعالى اتعرف يا عبدي فيقول نعم يا رب اعرف فيقول اني اعرف بها
گناہوں پر گذر ہوگا تو چہرہ سیاہ ہوجائیگا پھر اللہ تعالی فرمائیگا کچھ جانتا بھی ہے عرض کریگا ہاں ای پروردگار میں جانتا ہوں پس اللہ فرمائیگا میں تجھسے زیادہ تجھکو جانتا ہوں

منك قد غفرتها لك فلا يزال حسنة تقبل فيسجد وسيئة تغفر فيسجد فلا يرى الخلائق منه الا ذلك
بیشک وہ گناہ میں نے تجھکو معاف کر دیے پھر اسکو برابر یہی ہوگی یعنی نیکی قبول ہوگی پس یہ سجدہ کریگا اور بدی پر گذر ہوگا تو بخشدی جائیگی پس یہ سجدہ بجا لائیگا پس خلقت کو اسکا صرف یہی حال نظر آئیگا

حتى ينادي الخلائق بعضها بعضا طوبى لهذا العبد الذي لم يعص قط ولا يدرون ما جرى بينه
یہانتک کہ مخلوق آپس میں ایک دوسرے سے پکار کر کہے گی خوش نصیبی ہے اس شخص کے لیے جسنے گناہ کبھی نہیں کیا اور یہ معلوم نہیں کہ اس میں

وبين الله تعالى فيما وقف عليه والاخبار بهذا المعنى كثيرة وذلك بفضل منه فانه يخاطبه خطاب
اور اللہ تعالی مین اور وہان کھڑے کھڑے کیا معاملہ گذر گیا اور اس مضمون کی حدیثین بہت ہین اور یہ اسکا فضل ہے کیونکہ اسکو نرمی سے مخاطب ہو کر
الملاطفة فيقول له هل تعرف عبدي فيقول اعرف يا ربي ويقول ممتنا عليه ومظهرا فضله لديه فاني
فرمائیگا اے میرے بندے تو جانتا ہے عرض کریگا اے میرے پروردگار مین جانتا ہون پھر منت رکھکر اور اسپر اپنے فضل کا اظہار کرکے فرمائیگا مین نے
سترتها عليك في الدنيا ولم افضحك بها وانا اغفرها لك اليوم قيل هذه ذنوب تاب عنها كما ذكر ابو نعيم
دنیا مین تیری پردہ پوشی کی اور تجھکو انسے رسوا نہ کیا تھا اور آج تجھکو معاف کیے دیتا ہون بعض کہتے ہین یہ وہ گناہ ہین جنسے توبہ کر لی تھی جیسا کہ ابو نعیم نے
عن الاوزاعي عن هلال بن سعد ان الله تعالى يغفر الذنوب لكن لا يمحوها عن الصحيفة حتى يوقفه عليها يوم
اوزاعی سے اور وہ ہلال بن سعد سے روایت کرتے ہین کہ اللہ تعالی گناہ معاف کر دیتا ہے لیکن نامۂ اعمال سے نہین مٹاتا تاکہ قیامت کے دن اسکو اس سے آگاہ کرے
القيمة وان تاب منها قال القرطبي في تذكرته نقلا عن شيخه ولا يعارض هذا ما في التنزيل والحديث من
اگرچہ توبہ کر چکا ہو قرطبی اپنے تذکرے مین اپنے استاد سے روایت کرکے کہتے ہین اور یہ روایت اس مضمون کے خلاف نہین جو قرآن اور حدیث مین آیا ہے
ان السيئات تبدل بالتوبة حسنات فلعل ذلك بعد ما يوقف عليها ويدل على هذا ما روي عن ابن مسعود
کہ خطائین بوجہ توبہ کے حسنات سے بدل دی جاتی ہین کیونکہ شاید یہ بات آگاہ کرنے کے بعد ہوتی ہو اور اسپر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو حضرت ابن مسعود رض سے روایت ہے
انه قال يقرأ الانسان يوم القيمة في كتابه فيرى في اوله المعاصي وفي اخرها حسنات فلما رجع في اوله راى
کہ وہ کہتے ہین کہ انسان قیامت کے دن اپنے نامۂ اعمال مین نظر کریگا تو اسکے اول مین معاصی نظر آئینگے اور آخر مین حسنات پھر جب ابتدائے نامہ کی طرف دوبارہ دیکھیگا تو
كلها حسنات وروي عن ابن عباس انه قال اذا تاب العبد تاب الله عليه وانسى الحفظة ما كانوا علموا من مساوي
سراسر حسنات ہی دیکھیگا اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ کہتے ہین جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ بھی اسپر رحمت کرتا ہے اور نگہبان فرشتون کو بھلا دیتا ہے جو اسکے برے عمل
عمله وانسى جوارحه ما عملت من الخطايا وانسى مقامه من الارض ومأبه من السماء ليجيء يوم القيمة وليس
جانتے تھے اور اسکے اعضا کو بھلا دیتا ہے جو جو خطائین کی تھین اور زمین کا وہ مقام اور آسمان کے تلے کی جگہ سب بھلا دیتا ہے تاکہ قیامت کے دن اس حال مین آئے کہ
من المخلوقات شيء يشهد عليه قيل هي ذنوب كانت بينه وبين الله تعالى واما ما كان بينه وبين العباد فلا بد فيها
مخلوقات مین سے کوئی اسکی مخبری گواہی دینے والا نہو کہتے ہین یہ وہ گناہ ہین جو صرف بندے اور اللہ تعالی کے درمیان مین ہین اور وہ گناہ جو اسکے اور بندون کے درمیان ہین سو انکین
من القصاص بالحسنات كما روي عن ابي هريرة رض انه عليه السلام قال من كانت عنده مظلمة لاخيه من
حسنات مین سے بدلہ ہونا ضرور ہے چنانچہ ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس کے ذمہ کوئی حق اپنے بھائی کا ہو
عرض او مال فليتحلل منه اليوم قبل ان يؤخذ منه يوم لا دينار فيه ولا درهم ان كان له عمل صالح اخذ منه
آبرو کا یا مال کا تو آج اس سے معاف کرا لے قبل اسکے کہ اس سے اس روز مواخذہ کیا جائے جسدن نہ دینار ہوگا اور نہ درہم اگر اسکے پاس عمل صالح ہونگے تو
بقدر مظلمته وان لم يكن له حسنات اخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه وروي عن ابي هريرة رض ايضا
بقدر حقوق کے اس سے لے لیے جائینگے اور اگر اسکے پاس حسنات نہین تو حق خواہ کے گناہ لیکر اسپر ڈالدیے جائینگے اور ابو ہریرہ رض سے یہ بھی روایت ہے کہ
انه عليه السلام قال تدرون من المفلس قالوا المفلس فينا من لا درهم معه ولا متاع قال ان المفلس من
نبی علیہ السلام نے فرمایا جانتے ہو مفلس کون ہے عرض کیا مفلس ہم مین وہ ہوتا ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ کچھ سامان فرمایا مفلس
امتي من ياتي يوم القيمة بصلوة وزكوة وياتي قد شتم هذا وقذف هذا وضرب هذا واكل مال هذا فيعطى
میری امت مین وہ ہے جو قیامت کے روزہ نماز اور زکوۃ لائیگا اور اسطرح آئیگا کہ اسکو گالی دی تھی اور اسکو تہمت لگائی تھی اور اسکو مارا تھا اور اسکا مال کھا گیا تھا پس
هذا من حسناته وهذا من حسناته فان فنيت حسناته قبل ان يقضي ما عليه اخذ من خطاياهم
نیکیان کچھ اسکو دیجائینگی اور کچھ اسکو پس اگر اسکے حسنات ہو چکین قبل اسکے کہ جو حقوق اسکے ذمہ ہین ادا ہو چکین تو انکے گناہ لیکر اس کے
فطرحت عليه ثم طرح في النار فاذا تقرر هذا يجب على كل مسلم البدار الى تدارك حاله فينظر هل عليه من
ذمہ ڈالے جائینگے پھر وہ دوزخ مین پھینک دیا جائیگا جب یہ ثابت ہوا تو ہر ایک مسلمان پر اپنے حال کے تدارک کرنے مین عجلت کرنا واجب ہے پس غور کرے کہ میرے ذمہ

حقوق الله تعالی وحقوق الناس شیء ام لا فیتدارک ما فاته من فرائض الله تعالی فیقضیها ویرد المظالم
حقوق اللہ تعالی اور حقوق العباد مین سے کچھ ہے یا نہین جو فرائض الہی مین سے فوت ہوا ہو اُن کا تدارک کرے کہ قضا کرے اور تمام حقوق

حبة حبة ویستحل من تعرض له بیده ولسانه وسائر جوارحه ویطیب قلوبهم حتی یموت ولم یبق علیه
رتی رتی واپس کر دے اور جسکو ہاتھ سے یا زبان سے یا اور اعضا سے ستایا ہو اُس سے معاف کرالے اور اُنکا دل خوش کر دے آخر اسطرح مرے کہ اُسپر نہ کوئی

فریضة ولا مظلمة ویدخل الجنة بغیر حساب لانه ان مات قبل رد المظالم یحیط به خصماؤه ویتشبثون
فریضہ باقی ہو اور نہ کوئی حق اور بہشت مین بے حساب چلا جائے اسلیے کہ اگر وہ حقوق ادا کرنے سے پہلے مرگیا تو حق خواہ گھیر لین گے اور اُس کو

فیه مخالبهم فهذا یقول ضربتنی وهذا یقول سخرتنی وهذا یقول شتمتنی وهذا یقول استهزأت بی
نوچین گے پس یہ کہے گا تو نے مجھکو مارا تھا اور یہ کہے گا تو نے مجھسے بیگار لی تھی اور یہ کہے گا تو نے مجھکو گالی دی تھی اور یہ کہے گا تو نے مجھسے چہل کی تھی

وهذا یقول اغتبتنی وهذا یقول اخذت مالی وهذا یقول بایعتنی واخفیت عنی عیب متاعک وهذا
اور یہ کہے گا تو نے میری غیبت کی تھی اور یہ کہے گا تو نے میرا مال چھینا تھا اور یہ کہے گا تو نے میرے ہاتھ مال بیچا تھا اور اُسکا عیب ظاہر نہ کیا تھا اور یہ

یقول کذبتنی فی سعر متاعک وهذا یقول وجدتنی مظلوما وکنت قادرا علی دفع الظلم فما دفعت عنی الظلم
کہے گا اپنے مال کے بھاؤ مین تو نے مجھسے جھوٹ بولا تھا اور یہ کہے گا تو نے مجھے مظلوم پایا تھا اور تو دفع ظلم کر سکتا تھا لیکن تو نے مجھسے ظلم کو نہ ہٹایا

وهذا یقول رأیتنی علی منکر فما نهیتنی عنه فبینما هو کذلک مبهوت متحیر من کثرة الخصماء اذ لم یبق فی عمره
اور یہ کہے گا مجھکو تو نے گناہ مین مبتلا دیکھا تھا لیکن مجھکو منع نہ کیا تھا پس وہ اسی حال مین حق خواہون کی کثرت سے حیران پریشان ہوگا اسواسطے کوئی باقی نہوگا جسکے تمام عمر مین

احد ممن عامله بدرهم او جالسه فی مجلس الا وقد استحق علیه مظلمة بغیبة او استهزاء او خیانة او نظر
کبھی کچھ معاملہ کیا ہو درہم سے یا بیٹھا ہو مجلس مین مگر وہ مستحق ہوگا اُسپر کسی دعوی کا غیبت کا یا چہل کا یا خیانت کا یا نظر

بعین حقارة وقد عجز عن مقاومتهم ومد عنق الرجاء الی مولاه الغفار لعله یخلصه من ایدیهم اذ یقرع سمعه
حقارت سے دیکھنے کا اور اُنکے مقابلے سے عاجز رہے گا اور مولائے غفار کی طرف امیدوار ہوگا کہ شاید وہ انکے ہاتھ سے اُسکو بچائے کہ اتنے مین اسکے کان مین

نداء الجبار الیوم تجزی کل نفس بما کسبت لا ظلم الیوم فعند ذلک ینخلع قلبه ویوقن بهلاکه فتذکر ایها الغافل
خدائے جبار کی یہ آواز آئیگی آج بدلہ پائیگا ہر جی جیسا کمایا تھا ظلم نہین آج اب اسوقت اسکا دل چھوٹ جائیگا اور اپنی ہلاکت کا یقین کریگا پس اے غافل یاد کر اُسکو

ما انذرک الله به فی کتابه حیث قال ولا تحسبن الله غافلا عما یعمل الظالمون فما اشد فرحک الیوم
جس سے اللہ تعالی نے اپنی کتاب مین ڈرایا ہے جہان فرمایا اور مت خیال کر کہ اللہ تعالی کو بے خبر ان کامون سے جو کرتے ہین بے انصاف لوگ پس آج کے دن تو کیسا زیادہ خوش ہوتا ہے

بتمزیق اعراض الناس وتناول اموالهم وما اشد حسرتک فی ذلک الیوم اذا وقفت علی بساط العدل وشوفهت
لوگون کی آبرو بگاڑ کر اور اُن کا مال چھین کر اور اُس روز تجھکو کسقدر زیادہ حسرت ہوگی جب تو عدالت کے فرش پر کھڑا ہوگا اور

بخطاب السیاسة وانت مفلس فقیر عاجز لا تقدر ان ترد حقا او تظهر عذرا فعند ذلک تؤخذ حسناتک التی
سیاست کا خطاب رو در رو کیا جائیگا اور تو مفلس فقیر ہوگا یہ طاقت نہوگی کہ کوئی حق ادا کرے یا عذر پیش لائے سو اُسوقت تیرے حسنات جس مین

صرفت فیها عمرک وتعطی لخصمائک عوضا عن حقوقهم کما ورد فی الاحادیث فانظر الی مصیبتک فی مثل
تو نے اپنی عمر صرف کی لے کر حقوق کے بدلے مین تیرے مدعیون کو دیے جائین گے چنانچہ حدیثون مین آیا ہے سو اپنی مصیبت کو

ذلک الیوم اذ قلما یوجد لک حسنة سلمت من آفات الریاء ومکائد الشیطان وان سلمت حسنة واحدة
ایسے دن مین غور کر اسلیے کہ بہت کم ایسا نیک عمل ہوگا جو ریا کی آفت اور شیطان کے مکر سے سلامت بچا ہو اور اگر

فی مدة طویلة یبتدرها خصماؤک ویاخذونها وقد قیل لو کان للرجل ثواب سبعین نبیا وکان له خصم واحد
مدت دراز مین کوئی نیکی بچ بھی گئی تو تیرے مدعی جھپٹین گے اور چھین لین گے اور کہتے ہین اگر کسی شخص کے پاس ستر نبیون کا ثواب ہو اور اُسکا ایک ہی مدعی

بنصف دانق لا یدخل الجنة حتی یرضی خصمه وقیل یوخذ بدانق قسط سبعمائة صلوة مقبولة فتعطی للخصم ذکره
نیم دانگ کا ہو تو بغیر حق خواہ کے راضی کیے جنت مین نہ جائیگا اور کہتے ہین کہ ایک دانگ کے بدلے سات سو مقبول نمازون کا ثواب لیکر مدعی کو دیا جائیگا اور یہ

القشیری فی التحبیر وقال الامام الغزالی فی الاحیاء ولعلك حاسبت نفسك وانت مواظب علی قیام اللیل وصیام
امام قشیری نے تحبیر مین ذکر کیا ہے اور امام غزالی نے احیا مین کہا ہے اور کاشکے تو اپنی ذات کا حساب کیا کرے اور رات کو قیام اور دن کو صیام پر مداومت کرتا ہو

النهار لعلمت انك لا ینقضی علیك یوم لا وتجری علی لسانك من غیبة المسلمین ما یستوفی جمیع حسناتك
اس اطلاع کی وجہ سے کہ تجھپر کوئی دن ایسا نہین گذرتا کہ تیری زبان پر مسلمانون کی غیبت اسقدر نہ آتی ہو جو کہ تمام حسنات کو پورا کر لیتی ہے

فکیف بقیة السیئات من اکل الحرام والشبهات والتقصیر فی العبادات وکیف الخلاص من المظالم یوم یقتص
پھر باقی گناہون سے کیونکر نجات ہوگی یعنی مال حرام اور مشتبہ کا کھایا ہوا اور عبادت مین کوتاہی کرنا اور حقوق سے کیونکر رستگاری ہوگی حبس روز

فیه للجماء من القرناء ویقول الکافر یلیتنی کنت ترابا فاتق الله ایها المسکین فی مظالم العباد فان کان بینك
بدلہ لیا جائیگا منڈے جانور کا سینگ والے سے اور کہوگا کافر ای کاش مین مٹی ہوتا سو ای مسکین حقوق العباد مین خدا کا خوف کر کیونکہ جو حقوق خاص تیرے

وبین الله تعالی خاصة فالمغفرة الیه اسرع واما ما کان علیك من حقوق العباد فلابد من استحلال اربابها
اور اللہ تعالی کے درمیان ہین تو اسکی مغفرت جلد ہو سکتی ہے اور جو تجھپر حقوق العباد ہین تو اُس مین مالکون سے معاف کرانا ضروری ہے

فمن عسر علیه الاستحلال فعلیه ان یکثر ما قدر علیه من الاعمال الصلحت ویستغفر لمن ظلمه من
اور جس کو معاف کرانا دشوار ہو تو جسقدر ہو سکے اعمال صالح کی زیادہ کثرت کرے اور اپنے مظلوم

المؤمنین والمؤمنات فی عامة الاوقات فانه اذا فعل کذلك یرجی من فضل الله تعالی وکرمه ان یرضی
مومنین اور مومنات کے لیے تمام اوقات مغفرت مانگا کرے بیشک اگر ایسا کرے گا تو اللہ تعالی کے فضل و کرم سے امید ہو کہ

خصمه یوم القیمة لما روی عن ابی هریرة انه علیه السلام بینما هو جالس اذ ضحك حتی بدت ثنایاه فقیل له
قیامت کے دن اُسکے مدعی کو راضی کر دے کیونکہ ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہو کہ نبی علیہ السلام بیٹھے تھے کہ ناگاہ ہنس پڑے اتنا کہ دندان مبارک ظاہر ہو گئے کسی نے پوچھا

مم تضحك یا رسول الله فقال رجلان من امتی جیئا بین یدی رب العزة فیقول احدهما یا رب خذ
یارسول اللہ آپ کس لیے ہنستے ہین فرمایا میری امت کے دو شخص رب العزت کے سامنے حاضر کیے گیے پھر ایک کہنے لگا ای میرے رب

مظلمتی من هذا الاخ فیقول الله تعالی اعط اخاك مظلمته فیقول یا رب ما بقی من حسناتی شیء فیقول
میرا حق اس بھائی سے دلا دے اللہ تعالے نے فرمایا اپنے بھائی کا حق ادا کر دے عرض کیا ای رب میرے نیکیون مین سے کچھ باقی نہین رہا پس

الله تعالی ما تصنع باخیك لم یبق من حسناته شیء فیقول یا رب فلیحمل عنی من اوزاری ففاضت
اللہ تعالی نے فرمایا اب تو اپنے بھائی سے کیا معاملہ کریگا اسکے پاس تو کوئی نیکی باقی نہین رہی عرض کیا تو میرے گناہ ہی اپنے اوپر لے لے پس

عینا رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم قال ان ذلك الیوم لیوم یحتاج الناس فیه ان یحمل عنهم من
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بہ پڑے پھر فرمایا بیشک وہ ایسا دن ہوگا کہ لوگون کو یہ حاجت ہوگی کہ اُن کے گناہ اورون پر پڑ جائین

اوزارهم ثم قال فیقول الله تعالی للطالب حقه ارفع بصرك الی الجنان فیرفع بصره فیری ما یعجبه من الخیر
پھر فرمایا پس اللہ تعالی نے حق خواہ سے کہا جنت کی طرف تو نظر اٹھا وہ آنکھ اٹھائے گا تو خیر

والنعمة فیقول لمن هذا یا رب فیقول الله تعالی هذا لمن یعطینی ثمنه فیقول ومن یملك ثمنه یا رب فیقول انت
اور نعمت دیکھے گا کہ پھڑک اٹھے گا پس پوچھے گا الہی یہ کس کا ہے اللہ تعالی فرمائیگا یہ اسکا ہو جو اسکی قیمت ادا کرے عرض کریگا الہی اسکی قیمت کا کون مالک اللہ فرمائیگا

فیقول بماذا یا رب فیقول بعفوك عن اخیك فیقول قد عفوت عنه یا رب فیقول الله تعالی خذ بید
تو عرض کریگا الہی کسطرح اللہ فرمائیگا اپنے بھائی کو معاف کرنے سے عرض کریگا الہی مین نے اسکو معاف کیا پھر اللہ تعالی فرمائے گا اپنے

اخیك وادخل الجنة ثم قال رسول الله علیه السلام فاتقوا الله واصلحوا ذات بینکم فان الله تعالی
بھائی کا ہاتھ پکڑ اور جنت مین جا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس تم اللہ سے ڈرو اور آپس مین صلح رکھو کیونکہ اللہ تعالے

یصلح بین المؤمنین یوم القیمة قال القرطبی فی تذکرته نقلا عن شیخه هذا لبعض الناس ممن اراد الله تعالی
قیامت کے دن مسلمانون مین صلح کرائے گا قرطبی نے اپنے تذکرہ مین اپنے شیخ سے نقل کرکے کہا ہے یہ بعضے لوگون کے لیے ہو جنکو اللہ تعالی چاہیگا

ان لا یعذبہ بل یرادان یعفو عنہ ویغفر لہ ویرضی خصمہ وکذلک مار وی عنہ علیہ السلام ان منادیا
کہ عذاب نہ کرے بلکہ یہ چاہیگا کہ اُس کو معاف کردے او ربخشدے اور مدعی کو راضی کردے اور ایسے ہی یہ جو نبی علیہ السلام سے مروی ہو کہ منادی

ینادی من تحت العرش یوم القیمۃ یا امۃ محمد اما ما کان لی قبلکم فقد وھبتہ لکم وبقیت التبعات فتواھبوا
قیامت کے دن عرش کے تلے سے آواز دے گا اے امت محمد جو میرا حق تمھارے ذمہ پر ہو سو مین نے بخشدیا اب حقوق عباد باقی رہو سو تم آپسمین معاف کردو

وادخلوا الجنۃ برحمتی فانہ ایضا لبعض الناس لا لکل احد اذ لو کان ذلک لکل احد لما دخل احد النار وقد ورد
اور میری رحمت سے جنت مین چلے جاؤ اور یہ بھی بعضے شخصون کے لیے ہو ہر ایک کے لیے نہین ہو کیونکہ اگر ہر ایک کیلیے ہوتا تو کوئی بھی دوزخ مین نہ جاتا حالانکہ

اخبار صحیحۃ نقلھا ثقات ولا بد من الایمان بھا ان من کان من اھل الایمان لا یبقی فی النار بکسب الاوزار بل یخرج
صحیح حدیثین آئی ہین جنکو ثقات نے نقل کیا ہو اور اُن پر ایمان لانا ضرور ہو کہ جو ایمان والا ہوگا سو گناہون کی وجہ سے دوزخ مین ہمیشہ نہین رہیگا بلکہ دوزخ سے نکال

منھا والخروج منھا لا یکون الا بعد الدخول فیھا قال القرطبی فی تذکرتہ وقد ظن بعض العلماء ان الصیام
لیاجائیگا اور دوزخ سے نکلنا بدون داخل ہوے نہین ہو سکتا قرطبی نے اپنے تذکرہ مین کہا ہو کہ بعضے علما یہ گمان کرتے ہین کہ روزہ

یختص بعاملہ موفر الہ اجرہ ولا یؤخذ منہ شیٔ لمظلمۃ ظلمھا متمسکا بما قال اللہ تعالی فی الحدیث
صرف روزہ دار کے کام آئیگا اُسی کے ثواب کو بڑھائیگا اُسمین سے کسی کے حق کے بدلے مین کچھ نہ لیاجائیگا اس دلیل سے کہ اللہ تعالی نے حدیث

القدسی الصوم لی وانا اجزی بہ لکن احادیث القصاص یرد ھذا الظن فان الحقوق تؤخذ من جمیع
قدسی مین فرمایا ہو کہ روزہ میرے لیے ہو اور مین ہی اُسکی جزا دونگا لیکن بدلہ لینے کی حدیثین اس گمان کو رد کرتی ہین کیونکہ حقوق تمام

الاعمال صوما کان اوغیرہ وقیل الصوم سر بین العبد وربہ لا یطلع علیہ احد سواہ لکونہ نیۃ وترک المفطرات
اعمال سے ادا کیے جائینگے روزہ ہو یا کچھ اور رہا اور بعضے کہتے ہین روزہ بندہ اور پروردگار کے درمیان راز ہو اُسپر اُسکے سوا کوئی مطلع نہین ہوتا کیونکہ وہ نیت ہو اور افطار کی چیزونکا نہ کھانا

والملئکۃ الکتبۃ لا یطلعون علیہ ولا علم لھم فیہ فاذا لم یکن معلوما لاحد ولا مکتوبا فی الصحیفۃ یسترہ
اور فرشتے کراما کاتبین اُس پر مطلع نہین ہوتے جس کا اُنکو علم نہین پس جب روزہ کسی کو معلوم نہوا اور نہ نامۂ اعمال مین لکھا ہوا ہو تو

اللہ تعالی ویخبوہ حتی یکون لہ جنۃ من النار فانھم یطرحون علیہ سیاتھم فتذھب عنھم فلا تضرھم
اللہ تعالی اُسکو چھپا رکھے گا تاکہ اُسکے لیے دوزخ کی ڈھال بن جائے کیونکہ وہ لوگ اُسپر اپنے گناہ ڈالدین گے سو اُنسے اتر جائینگے پس اُنکو کچھ ضرر نہ کرین گے

لزوالھا عنھم ولا یضرہ ایضا لکون الصوم جنۃ لہ قال القاضی ابو بکر بن العربی فی سراج المریدین ھذا تاویل
کیونکہ اُنکے ذمہ سے جاتے رہی اور اُسکو بھی ضرر نہ کرین گے اسلیے کہ روزہ اسکے لیے ڈھال موجود ہو قاضی ابوبکر بن عربی سراج المریدین مین کہتے ہین یہ تاویل

حسن ان شاء اللہ تعالی ولا تعارض والحمد للہ

المجلس الرابع والستون فی بیان لزوم محاسبۃ

خوب ہو انشاء اللہ تعالی اور کچھ تعارض نہین ہے اور اللہ کا شکر ہے چونسٹھوین مجلس اس بیان مین کہ

العبد نفسہ قبل ان یحاسب ویناقش فیھلک

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس
بندے کو اپنا محاسبہ ضروری ہے قبل اسکے کہ حساب لیاجائے اور مناقشہ کیاجائے اور ہلاک ہوجائے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین

احد یحاسب یوم القیمۃ الا ھلک ھذا الحدیث فی صحاح المصابیح روتہ ام المؤمنین عائشۃ فانھا لما سمعتہ
کوئی جس سے قیامت کے دن حساب طلب ہو مگر ہلاک ہو جائیگا یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون سے ہو ام المومنین حضرت عائشہ کی روایت سے حضرت عائشہ نے جب یہ سنا

قالت ولیس یقول اللہ تعالی فسوف یحاسب حسابا یسیرا فقال النبی علیہ السلام فذلک العرض ولکن
تو عرض کیا کیا اللہ تعالی یہ نہین فرماتا پس اُس سے حساب لیاجائے گا آسان حساب پس نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ تو پیش آنا ہے و لیکن

من نوقش فی الحساب یھلک والمناقشۃ فی الحساب ان یستقصی فیہ بحیث لا یترک قلیل ولا کثیر ولا صغیر
حساب مین جس سے مناقشہ کیا گیا وہ ہلاک ہوا اور حساب مین مناقشہ یہ ہو کہ اُسکی خوب جانچ کی جائے کہ کچھ نہ چھوٹے اور نہ تھوڑا چھوڑا جائے نہ بہت اور نہ چھوٹی

ولا کبیر الا یسأل عنہ واما العرض فھو ان یعرض علی العبد عملہ ولا یستقصی فی حسابہ والحدیث یحتمل
نہ بڑی کہ اُس سے سوال نہو اور پیش کرنا یہ ہو کہ بندے کے سامنے اُس کے اعمال پیش کردین اور پورا پورا حساب نہو اور یہ حدیث

معنیین احدهما ان یکون نفس المناقشة هلاکا لما فیها من التوبیخ وثانیهما ان تفضی الی الهلاک فاذا ثبت ان
دو معنی کے محتمل ہے ایک کہ خود مناقشہ ہی ہلاکت ہے کیونکہ اُس مین زجر و توبیخ ہے اور دوسرے یہ کہ انجام کو ہلاکت پر پہونچا دے پس جب ثابت ہوا کہ

العبد یسأل یوم القیمة عن کل شیء حتی عن سمعه وبصره وفؤاده کما قال الله تعالی ان السمع والبصر
آدمی سے قیامت کے دن ہر شے کا سوال ہوگا یہانتک کہ کان اور آنکھ اور دل سے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے بیشک کان اور آنکھ

والفؤاد کل اولئک کان عنه مسئولا فیجب علیه ان یحاسب نفسه قبل ان یناقش فی الحساب لانه هو تاجر فی
اور دل ان سب سے سوال کیا جائے گا پس آدمی پر واجب ہے کہ خود اپنا حساب کر لے قبل اسکے کہ حساب مین سختی کی جائے کیونکہ وہ

طریق الاخرة وبضاعته عمره وربحه صرف عمره فی الطاعات والعبادات وخسرانه صرفه فی المعاصی والسیئات و
آخرت کے رستے کا سوداگر ہے اور اسکا مال اسکی عمر ہے اور عمر کو طاعات اور عبادات مین صرف کرنا اس تجارت کا فائدہ ہے اور اسکا معاصی اور گناہون مین صرف کرنا خسارہ ہے اور

نفسه شریکه فی هذه التجارة وهی وان کانت تصلح للخیر والشر لکنها الی المعاصی اقبل والی الشهوات امیل فلا بد له من مراقبتها و
اس تجارت مین نفس اسکا ساجھی ہے اور اگرچہ وہ نیکی بدی دونون کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن وہ معاصی کو زیادہ قبول کرتا ہے اور شہوات کی طرف زیادہ جھکتا ہے سو اسکی حفاظت اور

محاسبتها لانه ان اهملها لحظة تسرع فی الخیانة وان تمادی فی الاهمال تمادت فی الخیانة حتی یذهب رأس المال کله
محاسبہ کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر دم بھر بھی اسکو چھوڑ دیگا تو وہ فوراً خیانت کریگا اور اگر مدت دراز تک چھوڑ رکھا تو خیانت مین بڑھتا رہیگا یہانتک کہ سارا اصل مال جاتا رہے گا

واما من لم یهملها بل راقبها وحاسبها یتبین له الربح والخسران والزیادة والنقصان ودلیل وجوب محاسبتها
اور جس نے مطلق اسکو نہ چھوڑا بلکہ دیکھتا رہا اور حساب لیتا رہا تو اسکو نفع و نقصان اور زیادتی و کمی معلوم ہوجائے گی اور محاسبہ واجب ہونے کی دلیل یہ

قوله تعالی یایها الذین امنوا اتقوا الله ولتنظر نفس ما قدمت لغد ففی هذه الایة اشارة الی لزوم
قول الٰہی ہے اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چاہیے کہ دیکھ لے ہر جی کہ کیا بھیجا ہے کل کے واسطے سو اس آیت مین گزرے ہوئے

محاسبة النفس علی ما مضی من الاعمال فکانه تعالی قال لینظر احدکم ما قدم لیوم القیمة من
اعمال پر محاسبۂ نفس کے لازم ہونے کا اشارہ ہے پس گویا اللہ تعالی نے یہ فرمایا کہ ہر ایک تم مین سے خیال کرے کہ قیامت کے دن کے لیے

الاعمال اهی من الصالحات التی تنجیه ام هی من الطالحات التی تردیه فان الحساب یوم القیمة
کیا عمل کر رکھا ہے آیا وہ عمل نیک ہے جس سے نجات ہو یا وہ اعمال بد مین سے ہے جو کہ ہلاک کروائے کیونکہ بیشک قیامت کے دن حساب

انما یخف علی من یحاسب نفسه فی الدنیا وانما یشق علی من یهملها ولا یحاسبها فان من یحاسب نفسه فی الرخاء
اسی شخص پر آسان ہوگا جو اپنے نفس کا حساب دنیا مین لیتا رہتا ہے اور اسپر دشوار ہوگا جسنے اسکو چھوڑ رکھا ہے اور حساب نہین لیتا رہا کیونکہ جو شخص اپنے نفس کا حساب آرام کے وقت

قبل حساب الشدة یعود امره الی الرضاء والغبطة ومن یهملها ولا یحاسبها یعود امره الی الندامة والحسرة فان
سختی حساب سے پہلے لیتا ہے تو اسکا انجام رضامندی اور رشک کی طرف ہے اور جو چھوڑے رکھتا ہے اور اسکا حساب نہین لیتا تو اسکا انجام ندامت اور حسرت کی طرف ہے کیونکہ

الانسان اذا مات ینکشف له بالموت ما لم یکن له مکشوفا فی حیاته کما ینکشف للمستیقظ ما لم یکن مکشوفا فی نومه
انسان جب مریگا تو موت سے وہ سب باتین کھل جائین گی جو زندگی مین معلوم نہ تھین جیسے نیند سے جاگتے ہی وہ باتین کھل جاتی ہین جو سوتے مین معلوم نہ تھین

والناس نیام فاذا ماتوا انتبهوا فینکشف له اولا ما ینفعه من حسناته وما یضره من سیئاته فلا ینظر الی السیئة
اور آدمی اب سو رہے ہین جب مرین گے تو جاگین گے پس انکو پہلی پہل حسنات نفع رسان اور معاصی ضرر رسان معلوم ہونگے پھر کسی بدی پر نظر نہ پڑیگی

الا یتحسر علیها تحسرا یختار ان یخوض غمرة النار للخلاص منها فانه مادام فی الدنیا کان یشغله شواغل الدنیا عن
مگر اتنی حسرت سے دیکھے گا کہ یہ پسند کریگا کہ اُس سے بچنے کے لیے آگ کے دریا مین ڈوب جاؤن کیونکہ وہ جب تک دنیا مین رہا دنیا کے مشغلے

الاطلاع علیها فبالموت ینقطع الشواغل وینکشف له جمیع اعماله عند انقطاع النفس قبل الدفن وتشتعل فیه
اسپر مطلع ہونے سے باز رکھتے تھے پس موت سے وہ سب مشغلے چھوٹ جائین گے اور جان الگ ہوتے ہی دفن سے پہلے اسکے سب اعمال اسپر کھل جائین گے اور

نار الفرقة عما کان یطمئن الیه من لذائذ الدنیا الفانیة وهذا نوع من العذاب یهجم علیه قبل الدفن وبعد
لذائذ دنیائے فانی مین سے جسکی طرف دل لگائے تھا اُس کی جدائی کی آگ بھڑک اُٹھے گی اور یہ بھی ایک طرح کا عذاب ہے جو دفن سے پہلے دفعۃً آ ہجوم کریگا اور بعد

الدفن يرد روحه الى جسده لنوع اخر من العذاب فيكون حاله كحال من تنعم زمانا في دار ملك من الملوك
دفن کے ایک اور طرح کے عذاب کے واسطے اسکے بدن میں پھر جان ڈالی جائیگی اور اس کا حال اسکے مثل ہوگا جو کچھ دیر تک بادشاہ کے گھر میں

عند غيبته اعتمادا على ان الملك يتساهل في امره ولا يدري ما يتعاطاه من قبيح افعاله فاخذه الملك بغتة
اسکے پیچھے اس بھروسے پر عیش اڑانے لگا کہ بادشاہ اس باب میں درگذر کرے گا یا اسکو اسکے برے افعال کی جو کر رہا ہے خبر نہو گی پھر اسکو بادشاہ نے ایک روز اچانک گرفتار کر لیا

وعرض عليه جريدة قد دونت فيها جميع فواحشه وجناياته ذرة ذرة وخطوة خطوة والملك قاهر غيور على جرمه
اور اسکے عمل کی فرد پیش کی جسمیں اسکی تمام برائیاں اور خطائیں ذرہ ذرہ اور قدم قدم کی لکھی ہوئی ہیں اور بادشاہ بڑا زبردست اور اسکے جرم پر صاحب غیرت ہے

منتقم من الجنايات على ملكه غير ملتفت الى من يتشفع اليه من العصاة عليه فتفكر في امر هذا الشخص ما
اپنی سلطنت میں خطاؤں کا سزا دینے والا ہے گنہگار کی سفارش پر توجہ نہیں کرتا اب تو اس شخص کے حق میں خیال کر

يكون له حاله قبل وقوع عذاب الملك عليه من الخوف والخجالة والانكسار والندامة وهكذا يكون حال الميت المغتر
کہ بادشاہ کے عذاب کرنے سے پہلے مارے خوف اور خجالت اور رنج اور ندامت کے اس کا کیا حال ہوگا اور یہی حال میت کا ہے

بلذائذ الدنيا المطمئن اليها قبل نزول عذاب القبر عند موته فاما من احترز شهوات الدنيا واشتغل بالطاعات
جو دنیا کی لذتوں پر اطمینان سے بھولا ہوا تھا عذاب قبر سے پہلے موت کے وقت ہوگا اور جو شخص دنیا کی شہوات سے الگ رہا اور طاعات میں مصروف رہا

ولم يكن له انس الا بذكر الله تعالى فيكون حاله كحال من كان محبوسا في مكان ضيق مظلم ففتح له باب يخرج
اور اسکو سوا یاد الہی کے کسی سے انس نہ تھا سو اسکا حال اسکے مثل ہوگا جو تنگ تاریک مکان میں قید ہو پھر اسکے لیے ایک دروازہ کھل جائے

منه الى بستان واسع لا يرى منتهاه وفيه انواع الاشجار والازهار والطيور والثمار والحياض والانهار
اسمیں سے ایک اتنے وسیع باغ میں چلا جائے جسکی کہیں انتہا نظر نہیں آتی اور اسمیں قسم قسم کے درخت اور پھول اور پرند اور میوے اور حوض اور نہریں ہوں

فعلى هذا ينبغي للعاقل ان يقبل على نفسه ويقول لها يا نفس اما تعرفين ان بين يديك الجنة والنار وانت
تو اس صورت میں عاقل کو لازم ہے کہ اپنے نفس پر متوجہ ہو اور اس سے کہے اے نفس کیا تجھکو خبر نہیں ہے کہ تیرے آگے بہشت ہے اور دوزخ اور تو

ذاهبة الى احدهما عن قريب فما لك لا تستعد للموت وهو اقرب اليك من كل قريب فانك ان تراه بعيدا لكن
عنقریب انمیں سے کسی ایک میں جانیوالا ہے پھر تجھکو کیا ہوا کہ موت کا سامان نہیں کرتا حالانکہ وہ ہر نزدیک سے زیادہ تیرے نزدیک ہے پس تو اگرچہ اسکو دور جانتا ہے لیکن

الله تعالى يراه قريبا اذ قال إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ وعساه ان يختطفك اليوم او غدا
اللہ تعالی کے علم میں بہت پاس ہے کیونکہ فرماتا ہے بیشک موت جس سے تم بھاگتے ہو سو وہ تم سے ملی ہوئی ہے اور شاید تمکو اچانک آج آجائے یا کل

فانه اذا جاء يجيء بغتة من غير تقديم رسول اذ ليس لمجيئه سن معين ولا وقت معلوم لا في الصيف ولا
کیونکہ وہ جب آئیگی تو آجائیگی پہلے کوئی ایلچی نہ آئیگا کیونکہ اسکی آمد کا نہ کوئی سال مقرر ہے اور نہ کوئی وقت معلوم ہے اور نہ موسم گرمی کا اور نہ

في الشتاء ولا في الليل ولا في النهار ولا في الصبى ولا في الشباب بل كل نفس من انفاسك يمكن ان يجيء الموت فيه
جاڑے کا اور نہ رات اور نہ دن اور نہ لڑکپن اور نہ جوانی بلکہ ہر وقت تیری اوقات میں سے ممکن ہے کہ ناگاہ اس میں موت آجائے

فجاءة ولو لم يجيء الموت فيه فجاءة فالمرض يجيء فجاءة وهو يفضي الى الموت فما اعجب غفلتك عنه اما تتامل قوله تعالى اقْتَرَبَ
اور اگر اسمیں موت ناگاہ نہ آئے تو مرض ناگاہ پیدا ہو جاتے اور وہ موت تک لیجائے اسمیں تجھکو غفلت ہونا نہایت عجیب ہے کیا تو اس آیت میں غور نہیں کرتا نزدیک آگیا ہے

لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُعْرِضُونَ وما اعجب حالك انك تدعي الايمان بلسانك واثر النفاق ظاهر عليك فان
لوگوں کو انکے حساب کا وقت اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں اور تیرا عجب حال ہے کہ زبانی تو ایمان کا دعوی کرتا ہے اور حال سے تجھپر نفاق کا اثر ظاہر ہے کیونکہ

سيدك ومولاك قد تكفل لك في امر الدنيا حيث قال وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وانت تكذبه
تیرا سید اور تیرا مولی دنیا کے امور کا ذمہ دار ہو چکا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اور نہیں کوئی چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اسکی روزی اور تو اسکو اپنے

بافعالك وتتكالب عليها تكالب المدهوش المستهتر ووكل امر الاخرة الى سعيك حيث قال وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا
حرکات سے جھٹلاتا ہے اور اسپر دیوانہ بنا جاتا ہے جیسے مدہوش چہل باز اور اسنے آخرت کے معاملہ کو تیری سعی پر حوالہ کیا ہے کیونکہ فرماتا ہے اور یہ کہ نہیں ہے آدمی کو مگر

ما ینبغی وانت تعرض عنها اعراض المغرور المستحقر ولیس هذا من علامات الایمان فلو کان الایمان باللسان یکفی
وہی جو کہا یا ہو اور تو اس سے منھ پھیرتا ہو مغرور حقارت کرنے والے کے منھ پھیرنے کی طرح اور یہ ایمان کی علامت نہیں کیونکہ اگر ایمان کا زبانی دعوی کفایت کرتا

فلماذا یکون المنافقون فی الدرک الاسفل من النار فما اجرأک علی معصیة اللہ تعالیٰ ان کان مع اعتقادک انہ
تو منافق لوگ دوزخ کی تہ مین کیون جاتے پس خداے تعالی کی معصیت پر یہ کیسی تیری جرأت ہو اگر یہ جرأت اس اعتقاد سے ہے کہ

تعالیٰ لا یراک فما اعظم کفرک وان کان مع علمک بانہ تعالیٰ یراک فما اشنع قباحتک وما اشد حماقتک فبای
اللہ تعالی تجھکو نہین دیکھتا تو تیرا کتنا بڑا کفر ہے اور اگر با وجود اس جاننے کے ہو کہ اللہ تعالی تجھکو دیکھتا ہو تو تیری کیا ہی بڑی قباحت ہو اور کیسی سخت حماقت ہو پس تو

جسارة تتعرض لمقتہ وغضبہ وشدید عقابہ والیم عذابہ افتظن انک تطیق عذابہ وعقابہ ھیہات ھیہات
کس دلیری پر خدا کے بغض اور غضب اور عقاب شدید اور دردناک عذاب کے سامنے آتا ہو کیا تو یون جانتا ہو کہ اسکے عذاب اور عقاب کو سہ لیگا افسوس افسوس

کانک لا تؤمن بیوم الحساب فان یہودیا لو اخبرک فی الذ اطعمتک انہ یضرک فی مرضک لصبرت عنہ
تو تو گویا قیامت کے دن پر ایمان ہی نہین لایا کیونکہ ایک یہودی اگر تجھے لذیذ سے لذیذ تیرے طعام کو کہدے کہ تیرے مرض مین یہ تجھکو نقصان کریگا تو تو اس سے صبر کر لیگا

وترکتہ افکان قول اللہ تعالیٰ فی کتبہ المنزلة وقول الانبیاء المؤیدین بالمعجزة اقل عندک تاثیرا من قول
اور اسکو چھوڑ دیگا تو کیا اللہ تعالی کا قول اپنی اتاری ہوئی کتابون مین اور انبیا کا ارشاد جنکی معجزہ سے تائید ہو چکی ہے تیرے نزدیک

یہودی یخبرک عن ظن وتخمین مع نقصان عقلہ ودینہ بل لو اخبرک طفل من الاطفال بان فی ثوبک
یہودی کے قول سے تاثیر مین کم ہو جو محض گمان اور اٹکل سے کہتا ہو با وجودیکہ نہ اسکی عقل درست ہو اور نہ دین بلکہ اگر تجھسے ایک بچہ یہ کہدے کہ تیرے کپڑے مین

عقربا لرمیت ثوبک فی الحال من غیر توقف ولا سؤال افکان قول الانبیاء والعلماء اقل عندک من قول
بچھو ہو تو تو فورا بے تامل اپنے کپڑے کو پھینکدے بے سوچے اور بے پوچھے تو کیا انبیا اور علما کا قول تیرے نزدیک

صبی وصار نار جہنم واغلالہا وافاعیہا وعقاربہا احقر عندک من عقرب لا تحس بالمہ الا یوما واقل منہ
بچہ کے قول سے بھی کم ہے یا دوزخ کی آگ اور زنجیرین اور اسکے سانپ اور بچھو تیرے نزدیک اس بچھو سے بھی کم درجہ کے ہین جنکی تکلیف صرف ایکدن یا اس سے بھی کم ہوتی ہو

فان کنت تعرف جمیع ذلک وتؤمن بہ فما بالک تشتغل بالشہوات وتسوف العمل والموت لک بالمرصاد فلعلہ
پس اگر تو یہ سب جانتا ہو اور اسکا یقین کرتا ہو پھر تجھکو کیا ہوا کہ شہوات مین مشغول رہتا ہو اور نیک عمل مین تاخیر کرتا ہو حالانکہ موت تیرے گھات مین ہے شاید کہ وہ

یختطفک من غیر مہل فہما ذا امنت من استعجالہ فکم من مستقبل یوما لم یستکملہ وکم من مؤمل غد
تجھکو ابھی بلا کسی مہلت کے اُچک لے پھر تو اسکی جلدی سے کس لیئہ بے خوف ہو گیا کیونکہ اکثر صبح کرنیوالے دن پورا نہین کرنے پاتے اور بہتیرے اگلے دن کے امیدوار اس دن تک

لم یبلغہ وعلی تقدیر انک وعدت بالامہال مائة سنة واخرت العمل الی اخرہا فما ظنک ان من لم یطعم الدابة
نہین پہونچ سکتے اور مانا کہ تجھکو سو برس کی عمر کا وعدہ کیا گیا اور تو آخر تک عمل مین تاخیر کرتا رہا تو تیرا کیا گمان اسمین ہو کہ جو شخص اپنے ٹٹو کو کھانا دانہ کبھی نہ دے

الا فی حضیض العقبة ھل تقدر علی قطع العقبة بہا وھل المانع عن المبادرة والباعث علی التسویف سبب غیر عجزک
سواے دامن کوہ کے کیا وہ اتنی طاقت رکھتا ہو کہ اس ٹٹو سے پہاڑ پر چڑھ جائے اور عمل مین جلدی کرنے سے روکنے والا اور تاخیر کرنے کا باعث

عن مخالفة ھواک لما فی ذلک من التعب والمشقة وھل تجد یوما یاتیک ولا یعسر فیہ مخالفة الہوی ھذا یوم
دشواری اور مشقت کی وجہ سے اپنی خواہش کی مخالفت سے تیرے عاجز ہونے کے سوا کوئی اور سبب ہے اور کیا تجھکو کوئی ایسا دن ملیگا جو تجھپر آئے اور خواہش کی مخالفت تجھپر دشوار نہو ایسا دن تو

لم یخلقہ اللہ تعالیٰ ولا یخلقہ الا فی الجنة والجنة محفوفة بالمکارہ والمکارہ لا تکون خفیفة علی النفوس قط ھذا
اللہ تعالی نے کوئی نہین پیدا کیا اور نہ پیدا کریگا سواے جنت کے اور جنت ناپسند باتون سے ڈھک دی گئی ہو اور ناگوار باتین نفس پر کبھی ہلکی نہین ہوتین

محال وجودہ فان کنت لا تفہم ھذہ الامور الجلیة وترکن الی التسویف فای حماقة تزید علی ھذہ الحماقة
اسکا وجود محال ہو پس اگر تو ان کھلی باتون کو نہین سمجھتا اور عمل مین تاخیر ہی کی طرف مائل ہوتا ہو تو اس سے زیادہ کونسی حماقت اور نادانی ہوگی

وان کنت تعتمد علی کرم اللہ تعالیٰ وفضلہ فما بالک لا تعتمد علی کرمہ وفضلہ فی امور دنیاک اما تستعد
اور اگر تجھکو اللہ تعالی کے کرم اور فضل پر بھروسا ہو تو کیا وجہ ہے کہ دنیا کے کاروبار مین اللہ تعالی کے کرم اور فضل پر بھروسا نہین کرتا بھلا کیا تو

للشتاء بقدر طول مدته فيجمع له القوت والحطب والكسوة وغيرها من اللوازم ولا تتكل على فضل الله وكرمه
جاڑے کے لیے بقدر موسم کے تیاری نہین کر لیتا پس کھانا اور ایندھن اور پوشاک وغیرہ ضروریات سب جمع کر لیتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر بھروسا نہین کرتا

حتى يدفع عنك برد الشتاء من غير جبة ونحوها فانه قادر على ذلك افتظن ان برد زمهرير جهنم اخف بردا
کہ اللہ تعالیٰ یون ہی جاڑے کی سردی بغیر جبہ وغیرہ کے دفع کر دے گا کہ وہ اسپر بھی قادر ہو کیا تیرا یہ گمان ہو کہ طبقۂ جہنم زمہریر کی ٹھنڈک

واقل مدة من برد زمهرير الشتاء ام تظن انك تنجو منها من غير سعي هيهات هيهات فان برد الشتاء كما لا يندفع
چلے کے جاڑون کی سردی سے ہلکی اور مدت مین کم ہوگی یا تجھکو یہ خیال ہے کہ اس سے بے محنت کئے بچ جائیگا ہرگز نہین ہرگز نہین بیشک جاڑے کی ٹھنڈک جیسے

عنك الا بالجبة والحطب وسائر اللوازم كذلك لا يندفع عنك حر نار جهنم وبرد زمهريرها الا بالتحصن بحصن
بدون جبہ اور ایندھن اور اور لوازم کے دفع نہین ہوتی ایسی ہی دوزخ کی گرمی اور اسکے طبقۂ زمہریر کی ٹھنڈک بغیر

الطاعات والعبادات مع ترك المنكرات وانما كرم الله تعالى وفضله في ان يعرفك طريق التحصين لا في ان يدفع
طاعات اور عبادات سے پناہ لینے اور برائیون کو چھوڑ دینے کے ہرگز تجھسے دفع نہوگی اور اللہ تعالیٰ کا کرم اور فضل یہی ہے کہ تجھکو طریقہ پناہ لینے کا بتایا نہ یہ کہ

عنك العذاب بدون التحصن فان كرم الله تعالى وفضله في دفع برد الشتاء عنك ان خلق لك النار ويهديك
بدون پناہ لینے کے تجھسے عذاب کو دور کر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کرم اور فضل جاڑا دفع کرنے کے باب مین یہ ہو کہ تیرے لیے آگ پیدا کر دی اور

طريق استخراجه من بين الحجر والحديد حتى تدفع عن نفسك برد الشتاء فكما ان شراء الجبة والحطب وسائر
چقماق اور لوہے سے اسکے نکالنے کا طریقہ تجھکو ہدایت کر دیا تاکہ تو اپنی جان سے جاڑے کی سردی دفع کرے پس جیسے کہ جبہ اور ایندھن اور اور تمام

اللوازم مما يستغني عنه خالقك ومولاك وانما تشتريه لنفسك اذ جعله سببا لاستراحتك كذلك طاعتك
لوازم کے خریدنے سے تیرا خالق اور مولیٰ مستغنی ہے اور تو اپنے لیے صرف اسیلیے خریدتا ہو کہ اللہ نے اسکو تیری راحت کا سبب بنایا ہو ایسی ہی تیری طاعت

ومجاهدتك مما يستغني عنها خالقك ومولاك وانما هي طريق نجاتك من عذاب اليم ووصولك الى النعيم المقيم
اور مجاہدہ سے تیرا خالق اور مولیٰ مستغنی ہے یہ تو عذاب الیم سے تیرے نجات کا اور عیش دائمی تک تیرے پہونچنے کا صرف طریقہ ہے

فمن احسن فلنفسه ومن اساء فعليها والله غني عن العالمين ولعلك تقول لا يمنعني عن الاستقامة
سو جسنے بھلائی کی سو اپنی جان کے لیے اور جسنے برا کیا سو اپنے نقصان کو اور اللہ بے پرواہ ہو عالمین سے اور شاید تو یہ کہے کہ مجھکو ثابت قدمی سے

الا حرصي على لذة الشهوات وقلة صبري على الالام والمشقات فان كنت صادقا في ذلك فما اشد حمقك و
بجز شہوات کی لذتون کے حرص اور تکلیفون اور مشقتون پر صبر کم ہونیکے اور کوئی نہین روکتا اگر تو اسمین سچا ہو تو تیری کتنی بڑی نادانی ہے اور

ما اقبح عذرك فان شهوات الدنيا فانية سريعة الزوال غير خالية عن الكدرات في حال من الاحوال فما
کیا ہی برا تیرا عذر ہو کیونکہ دنیا کی شہوات تو فانی ہین جلدی چلی جانیوالی ہین کبھی کسی وقت کدورات سے خالی نہین ہین پس

بالك لا تطلب الدخول في الجنة للتنعم فيها بالشهوات الباقية الدائمة الصافية عن الكدرات في جميع
تجھے کیا ہوا کہ جنت مین جانا طلب نہین کرتا تاکہ اس مین شہوات باقیہ دائمی سے عیش کیا کرے جو ہمیشہ بہر حال کدورات سے صاف ہین

الاحوال فان الاخرة خير وابقى فاستعد للاخرة على قدر بقائك فيها فان بضاعتك ايام عمرك وقد
کیونکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہو پس تو آخرت کا سامان دنیا مین باقی رہنے تک کرے کیونکہ تیرا سرمایہ تیری زندگی کے دن ہین سو تو

ضيعت اكثرها وما بقي منها الا ايام معدودة فان اتجرت فيما بقي ربحت وان ضيعت الباقية واستمررت
اکثر حصہ تو کھو چکا ہو اس مین سے اب صرف چند روز باقی رہ گئے ہین پس اس بقیہ مین اگر تو تجارت کر لیگا تو فائدہ ہوگا اور اگر باقی کو بھی کھو دے گا اور

على عادتك لقد خسرت خسرانا مبينا فانتبه يا مسكين من نوم الغفلة فان الموت موعدك والقبر بيتك
اپنی قدیم عادت پر چلتا رہیگا تو خوب کھلا ہوا نقصان ہوگا پس اے مسکین خواب غفلت سے بیدار ہو کیونکہ موت تیرا وعدہ ہو اور گور تیرا گھر ہے

والتراب فراشك والفزع الاكبر امامك وعسكر الموتى في خارج البلد ينتظرونك وكلهم الوا بالايمان
اور مٹی تیرا بچھونا ہو اور بڑا خوف تیرے سامنے ہو اور مردون کا لشکر شہر سے باہر تیرا منتظر ہے وہ سب سخت سخت قسمین کھائے ہوئے ہین

المغلطة ان لا یرجعوا من مکانهم حتی یاخذوک ویضموا الی نفسهم اما تعلم انهم یتمنون الرجعة الی
کہ تجھکو بیہ بغیر اپنی جگہ سے نہ ٹلین یہانتک کہ تجھکو اپنے ساتھ ملا لین . کیا تجھے خبر نہین کہ وہ ایکدن کے واسطے

الدنیا یوما لیشتغلوا فیه بتدارک ما فرطوا منهم وانت تضیع ایامک وتظن انهم دعوا الی الآخرة وانت من
دنیا مین آنیکی آرزو کرتے ہین تاکہ جو کچھ انسے کوتاہی ہوئی ہو اسدن مین اسکا عوض کرلین اور تو اپنے دن ضایع کرتا ہو اور یہ خیال کرتا ہو کہ وہ تو آخرت مین بلائے گئے ہین اور تو

الخالدین هیهات هیهات فانک فی هدم عمرک منذ خرجت من بطن امک تبنی علی ظهر الارض قصرک و
ہمیشہ یہین رہے گا کبھی نہین کبھی نہین کیونکہ جب سے تو اپنی ماں کے پیٹ سے نکلا ہو اپنی عمر کی بربادی مین لگا ہو زمین پر اپنا محل بنوا رہا ہے اور

عن قریب یکون بطنها قبرک تفرح کل یوم بزیادة مالک ولا تحزن بنقصان عمرک تعرض عن الآخرة وهی مقبلة
عنقریب زمین کا گڑھا تیری قبر ہونے کو ہو ہر روز مال بڑھنے سے خوش ہوتا ہو اور عمر گھٹنے سے رنجیدہ نہین ہوتا آخرت سے منھ پھیرتا ہو اور وہ تیری سامنے چلی آرہی ہو

علیک وتقبل علی الدنیا وهی معرضة عنک فما اعجب حالک انک مع کونک مرتکبا لانواع الخطایا
اور تو دنیا پر متوجہ ہو رہا ہو اور وہ تجھسے الگ ہوتی جاتی ہو تیرا کیا ہی عجیب حال ہو کہ باوجود یکہ تو قسم قسم کے گناہون کا کرنیوالا ہے

لا تجتهد فی عمارة آخرتک بل تشتغل بعمارة دنیاک کانک غیر مرتحل عنها فاحذر یا مسکین یوما الی الله
آخرت کی درستی مین کوشش نہین کرتا بلکہ دنیا کی درستی مین ایسا لگا ہوا ہو کہ گویا کبھی وہان سے جانیوالا نہین سو ڈر اے مسکین

تعالی علی نفسک لا یترک فیه عبدا امره فی الدنیا ونهاه فیها حتی یسأله عن عمله قلیله وکثیره دقیقه
اپنی جان پر اسدن سے کہ جائیگا تو خدا کی طرف کہ وہ اسدن مین کسی بندہ کو جسکو دنیا مین کچھ حکم کیا تھا یا دنیا مین ممانعت کی تھی نہ چھوڑیگا یہانتک کہ اس سے تھوڑی بہت ادنی

وجلیله خفیه وجلیه فانظر ایها الغافل بای قلب تقف بین یدیه بای لسان تجیب عن سؤاله واعد
داعلی پوشیدہ وظاہر کی پرسش کرے گا سو دیکھ تو اے غافل کیا منھ لیکر اسکے سامنے کھڑا ہوگا اور کس زبان سے اسکے سوال کا جواب دے گا اور

للسؤال جوابا وللجواب صوابا واصرف بقیة عمرک الی العمل الصالح فی ایام قصار لایام طوال فی دار الفناء
سوال کا جواب تیار رکھ اور جواب کی درستی اور اپنی باقی عمر چھوٹے چھوٹے دنون مین بڑے بڑے دنون کے واسطے دار فنا مین

لدار البقاء فان قلت ان نفسی لا تطاوعنی علی المجاهدة والمواظبة علی الطاعات فما سبیل معالجتها فاعلم
دار بقا کیواسطے نیک کام مین صرف کر اگر تو یہ کہے کہ میرا نفس مجاہدے کو اور دائمی طاعات کو نہین مانتا تو اسکے علاج کا کیا طریقہ ہے تو سمجھ لے

ان انفع اسباب علاجها علی ما ذکره الامام الغزالی فی الاحیاء ان تختار صحبة عبد یجاهد فی طاعة الله
کہ اس کا بڑا مفید علاج امام غزالیؒ کے احیاء العلوم مین بیان کے موافق یہ ہو کہ تو ایسے شخص کی صحبت اختیار کر جو طاعات الٰہی مین مجاہدہ کرتا ہو

تعالی وتلاحظ احواله وتقتدی به لکن هذا العلاج متعذر فی هذا الزمان لفقد من یجتهد فی العبادة
اور اسکے حالات کو ملاحظہ کرکے اسکی پیروی کرے لیکن یہ علاج اس زمانے مین دشوار ہو کیونکہ ایسا شخص جو متقدمین کی طرح عبادت مین مجاہدہ کرتا ہو مفقود ہو

اجتهاد الاولین فلا علاج انفع لک فی هذا الزمان من سماع احوالهم ومطالعة اخبارهم وما کانوا فیه
سو اب تیرے لیے اس زمانے مین انکے حالات سننے اور اخبار دریافت کرنے سے زیادہ مفید علاج کوئی نہین ہے کہ وہ کیا کیا

من الجهد الجهید وقد انقضی تعبهم وبقی ثوابهم ونعیمهم لا ینقطع ابد الآباد وما اشد حسرة من لا یقتدی
دشوار مجاہدہ کرتے تھے اور بیشک انکی محنت تو ہو چکی اور ثواب اور عیش باقی رہگیا جو کبھی تمام نہوگا اور کتنی بڑی حسرت ہو اسکو جو انکی پیروی نہین کرتا

بهم فیتمتع نفسه ایاما قلائل بشهوات مکدرة ثم یاتیه الموت ویحال بینه وبین ما یشتهیه فعلیک ان تطالع احوال
پس اپنے نفس کو چند روز مکدر شہوات سے منتفع کرتا ہو پھر اسکو موت آجاتی ہے اور اسکے اور شہوات کے درمیان مین آڑ ہو جاتی ہو سو تجھکو ضرور ہے کہ

الصحابة والتابعین ومن بعدهم من المجاهدین وبالوقوف علی احوالهم یستبین لک بعدک وبعد اهل
صحابہ اور تابعین اور انکے بعد کے مجاہدین کے احوال کا مطالعہ کرے اور ان کا احوال دیکھکر تجھپر یہ کھل جائے گا کہ تو اور تیرے زمانے کے لوگ

عصرک عن اهل الدین فان حدثتک نفسک وقالت انما تیسر الخیر فی ذلک الزمان لکثرة الاعوان واما
دین داروں سے کتنا دور ہین پھر ترا نفس اگر تجھکو وسوسہ دلائے اور یہ کہے کہ عبادت اسی زمانہ مین ہو سکتی تھی کیونکہ اسباب بہت تھے اور رہا

هذا الزمان فان خالفت اهل عصرك يسخرون بك ويقولون انه مجنون فوافقهم فيما هم فيه فلا يجرى
یہ زمانہ سواب اگر تو اہل عصر کے خلاف کریگا تو وہ مسخراپن کرینگے اور باؤلا کہینگے سوا نکے موافق جو وہ کرتے ہین کیے جا جو انکا حال
عليك الا ما يجرى عليهم والبلية اذا عمت طابت فاياك ان تتدلى بحبل غرورها وتنخدع بتزويرها
سو تیرا حال مرگ انبوہ جشنے دارد تو بچتے رہنا پس خبردار اسکے حیلے اور فریب اور مکر زور مین آنے سے بچا رہ
وقل لها ارايت لو هجم سيل يغرق كل من صادفه وثبت اهل البلد على كانهم لم ياخذوا حذرهم
اور تو اسکو یہ جواب دے کہ اگر پانی کی ایسی رو چڑھ جائے کہ جو سامنے آئے اسکو لے لے اور ایک گانون والے اپنی جگہ پر ٹھہرے رہین اور اپنا بچاؤ نکرین
وانت تقدر على ان تفارقهم وتركب سفينة وتتخلص بها من الغرق فهل يختلج فى قلبك ان المصيبة
اور تجکو اتنی قدرت ہو کہ انسے الگ ہو کر کشتی پر سوار ہو کر ڈوبنے سے بچ جائے تو کیا اب بھی تیرے دل مین یہ خدشہ آئیگا کہ مرگ
اذا عمت طابت ام تترك موافقتهم وتستجهلهم فى صنيعهم وتاخذ حذرك مما دهاك فاذا كنت لا توافقهم
انبوہ جشن ہوتا ہو یا انکا ساتھ چھوڑ کر اس حرکت سے انکو نادان بنائیگا اور اس سے اپنا بچاؤ کر لیگا جو تجھپر بلائے ناگہانی آئی ہے پھر جب تو ڈوبنے کے
خوفا من الغرق وعذاب الغرق لا يتمادى الا ساعة من ليل ونهار فكيف لا تهرب من عذاب الابد فانت متعرض له
خوف سے انکا ساتھ چھوڑتا ہو حالانکہ ڈوبنے کی تکلیف رات یا دن مین ایک ساعت سے زیادہ نہین ہوتی پھر دائمی عذاب سے کیون نہین بچتا اور تو ہر وقت اسکے سامنے
فى كل حال ومن اين تطيب المصيبة اذا عمت فان الكفار لم يهلكوا الا بموافقة اهل زمانهم حيث قالوا انا
چلا آتا ہے اور مرگ انبوہ کیسے جشن ہوتا ہے کیونکہ کفار اہل زمانہ ہی کی موافقت سے ہلاک ہوئے ہین کیونکہ وہ یہی کہتے تھے کہ ہمنے
وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ فاياك ثم اياك ان تنظر الى اهل عصرك ومن مضى
اپنے باپ دادون کو ایک راہ پر پایا اور ہم انہی کے قدمون پر چلتے ہین پھر بچیو پھر بچیو اپنے اہل زمانہ اور جو پہلے گذر گئے ہین انکے دیکھنے سے
قبلك فانك ان تطع اكثر من فى الارض يضلوك عن سبيل الله نسأل الله ان يعصمنا من الضلال
بے شک اگر تو اکثر زمین کے باشندون کی اطاعت کریگا تو اللہ کی راہ سے بہکا دینگے خدا سے دعا ہے کہ ہمکو گمراہی سے بچالے

المجلس الخامس والستون فى بيان حث الامة على التوبة ووجوبها على الفور
پینسٹھوین مجلس امتکو توبہ کی رغبت دلانے اور اسکے فوراً واجب ہونے اور

وتحقيقها بالمعانى الثلثة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ايها الناس توبوا الى الله فانى اتوب اليه
تین معنون سے اسکی تحقیق کے بیان مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو اللہ کیطرف توبہ کرو کیونکہ مین اللہ کی طرف
فى اليوم مائة مرة هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه الاغر المزنى وفيه حث الامة على التوبة لانه عليه السلام
دن مین سو بار توبہ کرتا ہون یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے اغر مزنی کی روایت سے اور اسمین امت کو توبہ پر ترغیب ہے اسلیے کہ نبی علیہ السلام
اذا كان يتوب فى اليوم مائة مرة مع عظم شانه وكونه معصوما فكيف لا يشتغل بالتوبة ليلا ونهارا من
جب دن مین سو بار توبہ کرتے تھے باوجود بلند مرتبے اور معصوم ہونے کے تو وہ شخص کیونکر رات دن مین توبہ مین مشغول نرہے
يدنس جريدة اعماله بالذنب مرة بعد اخرى لكن ينبغى ان يعلم ان التوبة لا يتحقق الا بثلثة امور مرتبة علم
جو اپنا نامۂ اعمال پے درپے گناہون سے سیاہ کرتا رہتا ہے لیکن سمجھنے کی بات ہے کہ توبہ بدون ان تین امور مرتبہ کے نہین ہوسکتی ہے علم
وحال وعمل فالعلم اول والحال ثان والعمل ثالث وذلك لان العبد اذا عرف عظم ضرر الذنوب وكونها
اور حال اور عمل اول مرتبہ علم ہے اور دوسرا مرتبہ حال ہے اور تیسرا مرتبہ عمل ہے اور یہ اسلیے کہ آدمی جب گناہ سے بڑا ہی نقصان ہونا اور گناہ کا
حجابا بينه وبين محبوبه فى الآخرة يحصل من هذه المعرفة فى قلبه تألم ويسمى تألمه هذا ندما فالمعرفة
آخرت مین اسکے اور اسکے محبوب کے درمیان مین حجاب ہو جانا جانتا ہے تو اس معرفت سے اسکے دل مین ایک الم پیدا ہوتا ہے اور اس الم کو ندامت کہتے ہین پس یہ معرفت
علم والندم حال حصل من العلم فاذا غلب هذا الندم على القلب يحصل منه فيه قصد الى فعل له تعلق
تو علم ہے اور یہ ندامت حال ہے جو اس معرفت سے پیدا ہوا پھر جب یہ ندامت دل پر غالب ہو جاتی ہے تو دل مین ایسے کام کا ارادہ پیدا ہوتا ہے جسکو

بالحال والاستقبال والماضی اما تعلقہ بالحال فبترک الذنوب واما تعلقہ بالاستقبال فبالعزم علی ترکہ
زمانۂ حال اور استقبال اور گذشتہ سے لگاؤ ہو زمانۂ حال سے علاقہ تو گناہ کے ترک کر دینے کا ہوتا ہے اور استقبال سے علاقہ عمر بھر گناہ کے کبھی نہ کرنے کے

الی اخر العمر واما تعلقہ بالماضی فبتدارک ما فات بالجبر والقضاء ان کان قابلا للجبر والقضاء وھذا الفعل
پختہ ارادہ ہونے سے ہے اور زمان ماضی سے علاقہ فوت شدہ کے عوض اور قضا کرنے سے ہے اگر وہ قابل عوض اور قضا کے ہو اور اسکا یہ فعل

عمل حصل من الندم الحاصل من العلم والمراد من العلم ھھنا الایمان والیقین بان الذنوب سموم مھلکۃ
عمل ہے جو ندامت سے حاصل ہوا اور وہ ندامت کہ علم سے پیدا ہوئی اور علم سے مراد یہاں ایمان اور یقین ہے کہ گناہ آخرت میں زہر

فی الاخرۃ ونور ھذا الایمان اذا اشرق علی القلب یثمر نار الندم لانہ یبصر باشراق نور الایمان علیہ انہ صار
قاتل ہے۔ اور اس ایمان کا نور جب دل پر چمکتا ہے تو ندامت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے کیونکہ اپنے اوپر نور ایمان کے چمکنے سے دیکھ لیتا ہے کہ میں

محجوبا عن محبوبہ فیشتعل نار المحبۃ فیہ فینبعث بتلک النار ارادۃ وقصد الی الفعل المتعلق بما ذکر من
اپنے محبوب سے الگ ہو گیا۔ اب محبت کی حرارت شعلہ زن ہوتی ہے پھر اس حرارت سے اس فعل کا ارادہ پیدا ہوتا ہے جو اوقات مذکورہ

الحال والاستقبال والماضی فالعلم والندم والقصد الی الفعل المذکور ثلثۃ معان یطلق اسم التوبۃ علی
حال و استقبال و ماضی سے علاقہ رکھتا ہے پس علم اور ندامت اور ارادہ فعل مذکور کا یہ تین چیزیں ہیں اس مجموعہ پر توبہ کا لفظ بولا جاتا ہے

مجموعھا فاذا تحققت ھذہ المعانی الثلثۃ یتحقق التوبۃ وکثیرا ما یطلق اسم التوبۃ علی الندم وحدہ ویجعل العلم
پس جب یہ تینوں امر موجود ہوں تب توبہ ثابت ہوگی اور اکثر اوقات توبہ کا لفظ صرف ندامت پر بولا جاتا ہے اور علم کو

کالمقدمۃ والفعل المذکور کالثمرۃ وبھذا الاعتبار قال النبی علیہ السلام الندم توبۃ اذ لا یخلو الندم عن علم یوجبہ
مقدمہ کے مثل ٹھہراتے ہیں اور فعل مذکور کو بمنزلہ ثمرہ کے اور اسی اعتبار سے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے ندامت ہی توبہ ہے۔ اسلیے کہ ندامت بدون علم کے جو اسکی باعث

ویثمرہ وعن عزم یتبعہ ویتلوہ فیکون الندم محفوفا بطرفیہ احدھما ثمرتہ والاخر مثمرہ ثم ان التوبۃ واجبۃ علی جمیع
اور موجد ہے اور بغیر عزم کے جو اسکے پیچھے اور بعد میں ہوتا ہے نہیں ہوتی پس ندامت دونوں طرف سے گھری ہوتی ہے ایک طرف ثمرہ اور دوسری طرف باعث ہوتا ہے پھر توبہ تمام

المؤمنین علی الفور اما وجوبھا علی الجمیع فلقولہ تعالی وتوبوا الی اللہ جمیعا ایھا المؤمنون ولقولہ تعالی
مسلمانوں پر فورا واجب ہے، لیکن سب پر اسکا واجب ہونا تو اس اللہ تعالی کے قول کے رو سے ہے اور توبہ کرو اللہ کی طرف سب اے ایمان والو اور اس قول باری تعالی سے

یا ایھا الذین امنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا وظاھر ھاتین الایتین یدل علی ان التوبۃ واجبۃ علی کل واحد من
اے ایمان والو توبہ کرو اللہ کے آگے صاف دل کی توبہ اور ان دونوں آیتوں کے ظاہری معنے اسپر دلالت کرتے ہیں کہ توبہ ہر مومن پر واجب ہے

المؤمنین لورود الامر فیھما علی العموم ونور البصیرۃ ایضا یرشد الی ذلک لان معنی التوبۃ الرجوع عما لا یرضاہ اللہ تعالی
ان دونوں آیتوں میں عام طور پر حکم ہونے کی وجہ سے اور دل کی روشنی بھی یہی بتلاتی ہے اسواسطے کہ توبہ کے معنے اللہ تعالی کی نارضامندی سے

الی ما یرضاہ وذلک لا یتصور الا من العاقل والعقل لا یکمل الا بعد کمال الشھوۃ والغضب وسائر الصفات المذمومۃ
رضامندی کی طرف رجوع کرنا ہے اور یہ امر عاقل ہی سے ہو سکتا ہے اور عقل کامل نہیں ہوتی بدون قوائے شہوانی اور غضبی اور تمام اوصاف بد کے کامل ہونے کے

التی ھی وسائل الشیطان الی اغواء الانسان فان الشھوۃ من جنود الشیطان والعقل من جنود الملئکۃ ولیس فی
جو انسان کے بہکانے کے لیے شیطان کے وسیلے ہیں کیونکہ شہوت شیطانی لشکر میں سے ہے اور عقل فرشتوں کے لشکر میں سے ہے اور ایسا کوئی

الوجود انسان الا وشھوتہ التی ھی عدۃ الشیطان متقدمۃ علی عقلہ الذی ھو عدۃ الملئکۃ فیکون الرجوع عما
انسان نہیں پایا جاتا جسکی شہوت جو شیطانی سامان ہے عقل پر جو فرشتوں کا سامان ہے مقدم نہو۔ پس جو شہوات کی موافقت

سبق من مساعدۃ الشھوات ضروریا فی کل انسان بعد البلوغ لان من بلغ کافرا جاھلا بدین الاسلام یجب
کہ پہلے گذر چکی ہے اس سے رجوع کرنا ہر آدمی کو بلوغ کے بعد ضروری ہے اسلیے کہ جو شخص حالت کفر میں دین اسلام سے ناواقف ہو کر بالغ ہوا تو

علیہ التوبۃ عن کفرہ وجھلہ بتعلم ما یحصل بہ الاسلام ومن بلغ مسلما تبعا لابویہ غافلا عن حقیقۃ الاسلام
اسپر اپنے کفر اور جہالت سے توبہ کرنا واجب ہے، انھی باتوں کو سیکھ کر جن سے اسلام حاصل ہو اور جو شخص ماں باپ کے ساتھ حالت اسلام میں حقیقت اسلام سے بے خبر ہو کر بالغ ہوا

يجب عليه التوبة عن غفلته بفهم معنى الاسلام اذ بعد البلوغ لا يفيده اسلام ابويه شيئا ما لم يسلم بنفسه
تو اسپر اس غفلت سے توبہ کرنا واجب ہے اسلام کے معنے خوب سمجھکر اسلیے کہ بالغ ہوکر ماں باپ کا اسلام اسکو کچھ مفید نہیں جب تک خود مسلمان نہو
فاذا فهم معنى الاسلام بعد البلوغ يجب عليه الرجوع عن عادته والفه بالاسترسال في الشهوات والعادات وهو اشق ابواب
پھر جب بالغ ہوکر معنی اسلام کے سمجھ چکا تو اسپر اپنے عادات اور شہوات عادیہ میں بے مہار ہونے کے اطوار سے باز آنا واجب ہے اور یہ سب احوال
التوبة وفيه هلك اكثر الخلق لعجزهم عنه لان الشهوة تكمل في الصبي قبل البلوغ وكمال العقل فيكون
توبہ سے زیادہ دشوار ہیں اور اسمین اکثر خلقت ہلاک ہوگئی اسلیے انکے عاجز رہنے کی وجہ سے اسلیے کہ شہوت لڑکپن میں بلوغ اور کمال عقل سے پہلے مستحکم ہوجاتی ہے
جند الشيطان في الابتداء مستوليا على مملكة القلب ويقع للقلب انس والف بمقتضيات الشهوات والعادات
شیطانی لشکر پہلے ہی دل کی ولایت پر غلبہ کرلیتا ہے اور دل کو شہوات اور عادات کی خواہشوں سے محبت اور الفت پیدا ہوجاتی ہے۔
ويغلب فيه ذلك ويعسر عليه النزوع عنه ثم يلوح العقل الذي هو من حزب الله تعالى وجنده فان كان كاملا
اور یہ بات دل میں غالب آجاتی ہے اور اسسے اسکو نکلنا دشوار ہوجاتا ہے پھر عقل ظاہر ہوتی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے گروہ اور لشکر میں سے ہے پھر اگر وہ کامل اور
قويا ينتهض لانقاذ عباد الله تعالى من ايدي اعدائه شيئا فشيئا على التدريج فيكون اول شغله قمع جنود
قوی ہوئی تو خدا کے دشمنوں کے ہاتھ سے چھوڑانے کے لیے آہستہ آہستہ بتدریج تیار ہوتی ہے پس شہوتوں کو توڑ کر
الشيطان بكسر الشهوات ومفارقة العادات ورد الطبع على سبيل القهر الى العبادات ولا معنى للتوبة الا هذا
شیطانی لشکر کا کام کھارٹنا اور عادات کا چھوڑانا اور طبیعت کو بزور عبادت پر لگانا اسکا اول شغل ہوتا ہے اور توبہ کے معنے اسکے سوا اور کچھ نہیں ہیں
وان لم يكن كاملا قويا تسلم مملكة القلب للشيطان وينجز اللعين وعده حيث قال لئن اخرتن الى يوم القيمة
اور اگر عقل کامل اور قوی نہو تو دل کی مملکت شیطان کے حوالے ہوجاتی ہے اور وہ ملعون اپنا وعدہ پورا کرتا ہے جیسا کہا کہ اگر تو مجکو ڈھیل دیگا قیامت کے دن تک
لاحتنكن ذريته الا قليلا والمعنى انك ان اخرتني حيا الى يوم القيمة لافردنهم حيث ما شئت ولاستولين عليهم
تو ضرور اسکی اولاد کو لگام دونگا مگر تھوڑے ونکو اور مراد یہ ہے کہ اگر تو مجکو جیتا چھوڑیگا قیامت کے دن تک تو بیشک میں انکو جدھر چاہونگا کھینچ لیجاونگا اور بیشک انپر غالب ہونگا
استيلاء قويا الا قليلا منهم وهم المخلصون من عباد الله الصلحين وهذا كقول اللعين لازينن لهم
پورا غالب رہنا۔ مگر انمیں سے بعض کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں سے مقبول بندے ہیں اور یہ اس ملعون کے اس قول کے مثل ہے البتہ میں انکو زینت دکھاؤنگا
في الارض ولاغوينهم اجمعين وانما عرف اللعين حصول ذلك المطلب له مع انه لا يعلم الغيب
زمین میں اور ضرور بہکاؤنگا ان سب کو اور اس لعین نے اس مطلب کا اپنے لیے حاصل ہوجانا جان لیا حالانکہ وہ غیب دان نہیں ہے
استدلالا بما رأى فيهم من كون مبدأ الشر متعددا ومبدأ الخير واحدا اذ في نفس الانسان قوة بهيمية
ان چیزوں سے استدلال کرکے جو اسنے انمیں دیکھیں کہ بدی کے اسباب بہت ہیں اور بھلائی کا سبب ایک ہی ہے کیونکہ انسان کی ذات میں قوت بہیمیہ
شهوانية وقوة سبعية غضبية وقوة وهمية شيطانية وهذه الثلثة مستولية عليه من اول الخلقة داعية له
شہوانی اور قوت سبعی غضبی اور قوت وہمیہ شیطانی ہے اور یہ تینوں قوتیں ابتداے پیدائش سے اسپر غالب ہوتی ہیں
الى الشر وبعد هذه الثلثة فيه قوة عقلية ملكية وهي وان كانت داعية الى الخير لكنها انما تكمل بعد استيلاء الثلثة
شر کی طرف متوجہ رکھتی ہیں اور ان تینوں قوتوں کے بعد اسمیں قوت عقلی ملکی ہوتی ہے اور یہ اگرچہ بھلائی کی طرف بلاتی ہے لیکن ان پہلی تین قوتوں کے دل پر غالب
الاول على القلب فلما رأى اللعين فيه ذلك علم ان ما يريده يمكن حصوله فعلى هذا يكون التوبة فرض عين
ہوجانے کے بعد کامل ہوتی ہے پس جب شیطان ملعون نے انسان میں یہ دیکھا تو جان گیا کہ میری جو مراد ہے اسکا حاصل ہونا ممکن ہے پس اس بیان کے موافق ہر شخص پر
على كل شخص ولا يتصور ان يستغني عنها احد من افراد البشر واما وجوبها على الفور فلما في تاخيرها من الاصرار
توبہ فرض عین ہے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ افراد انسان میں سے کوئی بھی اس سے بے نیاز ہو اور رہا توبہ کا فورا واجب ہونا سو اس لیے کہ تاخیر کرنے میں اصرار
المحرم الذي يتضاعف الذنوب اذ يلزم بتاخيرها الخطئة ذنب اخر واجب التوبة حتى قالوا يلزم بتاخير التوبة
حرام لازم آتا ہے جس سے گناہ درگناہ بڑھتے چلے جاتے ہیں کیونکہ توبہ سے ایک دم بھر تاخیر کرنے سے ایک اور گناہ واجب التوبہ لازم آتا ہے یہاں تک کہ کہتے ہیں گناہ کبیرہ کی

عن كبيرة من زمانه واحد كبيرتان الاولى وترك التوبة عنها ومن ما بين اربع كبائر الاولى وترك التوبة عن كل منهما وثلثة

توبہ سے ایک گھڑی تاخیر کرنے میں دو کبیرہ ہو جاتے ہیں ایک وہی پہلا اور اس سے توبہ نکرنا اور دو دم میں چار کبیرہ گناہ ہو جاتے ہیں دو تو پہلے اور دو توبہ نکرنا اور تین

از منة ثمانی کبائر واربعة از منة ستة عشر كبيرة وخمسة از منة اثنان وثلثون كبيرة وهكذا ايضاعف

ساعت میں آٹھ کبیرہ ہو جاتے ہیں اور چار ساعت میں سولہ کبیرہ ہو جاتے ہیں اور پانچ ساعت میں بتیس کبیرہ ہو جاتے ہیں اور اسی طرح گناہ

الذنوب بحسب ازداد التاخير وقد ذكر فيما سبق ان العلم بكون الذنوب سموما مهلكة من نفس الايمان فاذا

بڑھتے جائینگے جسقدر تاخیر ہوتی جائیگی اور اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ گناہ کو زہر قاتل جاننا خود ایمان ہی میں سے ہے پس جب

ثبت ان هذا العلم من نفس الايمان يلزم ان يكون الايمان باعثا على ترك الذنوب فمن لم يتركها فهو فاقد لهذا الجزء

یہ ثابت ہوا کہ یہ علم خود ایمان سے ہے تو لازم ہے کہ ایمان گناہوں کے ترک کا باعث ہوا کرے پس جسنے گناہ کو نچھوڑا تو اسمیں ایمان کا یہ جزء نہیں ہے

من الايمان ولهذا قال النبي عليه السلام لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن فانه عليه السلام ما اراد به نفي الايمان الذي

اور اسی لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ زانی زنا نہیں کرتا کہ زنا کرتا ہو اور وہ مؤمن بھی ہو کیونکہ نبی علیہ السلام نے اس سے اس ایمان کی

هو العلم بالله وملئكته وكتبه ورسله فان ذلك الايمان لا ينافيه الزنى وسائر الذنوب بل اراد به نفي الايمان

نفی نہ کی جو خدا اور اسکے فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں کا جاننا ہے کیونکہ اس ایمان کا زنا اور گناہ منافی نہیں بلکہ اس سے اس ایمان کی نفی مراد لی ہے

الذي هو العلم بكون الزنى مبعدا من الله تعالى هو موجبا للمقتة فعلى هذا لا يكون المصر على المعاصي كامل الايمان بل يكون

جو اس علم کا نام ہے کہ زنا خدا سے دور کر دیتا ہے اور اسکی ناخوشی کا باعث ہے اس بیان کے موافق معاصی پر جمار ہنے والا اپنے ایمان میں کامل نہیں بلکہ

ناقصا فيه وذلك لان ترك الذنوب لا يتصور الا بالصبر والصبر لا يتيسر الا بالخوف والخوف لا يتحقق الا بالعلم بعظم

ایمان میں ناقص ہے یہ اسلیے کہ گناہوں کا چھوڑنا بدون صبر کے نہیں ہو سکتا اور صبر بدون خوف کے میسر نہیں ہوتا اور خوف بدون گناہوں کے ضرر عظیم کے یقین کے

ضرر الذنوب ولعل يعظم ضرر الذنوب لا يحصل الا بتصديق الله تعالى ورسوله فمن لم يترك الذنوب واصر عليها يصير كانه لم يصدق في

پیدا نہیں ہوتا اور گناہوں کے ضرر عظیم کا یقین بدون تصدیق خدا و رسول کے حاصل نہیں ہوتا پس جسنے گناہ کو نہ چھوڑا اور اسپر جما رہا تو گویا اسنے

الله تعالى ورسوله فيخاف عليه امر عظيم عند الموت اذ ربما يكون موته على الاصرار سببا لزوال ايمانه فيختم له بسوء

خدا و رسول کی تصدیق نہیں کی لہذا اسپر مرتے دم تک بڑی خوف ہے اسلیے کہ شاید اصرار پر اسکی موت اسکے ایمان کو جاتے رہنے کا سبب ہو جائے لہذا اسکا خاتمہ

الخاتمة ويبقى في جهنم ابد الآباد وان لم يختم له بسوء الخاتمة بل مات على الايمان يكون في مشية الله تعالى

برائی پر ہو اور ہمیشہ کے لیے دوزخ میں پڑا رہے اور اگر انجام خاتمہ برائی پر نہوا بلکہ ایمان پر مرا تو اب مشیت الٰہی میں رہے گا

ان شاء يدخله جهنم ويعذبه فيها بقدر ذنوبه ثم يخرجه منها ويدخله الجنة ولو بعد حين وان شاء يعفو عنه

چاہے اسکو دوزخ میں ڈالکر بقدر معاصی کے عذاب دیکر پھر دوزخ سے نکالے اور جنت میں داخل کرے اگرچہ ایک مدت کے بعد ہو اور چاہے اسکو معاف کرے

ويدخله الجنة بلا عذاب اذ لا يستحيل ان يشمله عموم العفو بسبب خفي لا يطلع عليه احد غير الله تعالى كما

اور بلا عذاب جنت میں داخل کرے اسلیے کہ یہ محال نہیں کہ بخشش عام کسی پوشیدہ سبب سے جسکو الله تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہو اسکے شامل حال ہو جائے جیسے

لا يستحيل ان يدخل احد خرابا للطلب كنز فاتفق ان يجده لكن من خرب بيته وضيع ماله وترك نفسه وعياله

کہ یہ محال نہیں کہ کوئی اُجاڑ کے اندر خزانہ ڈھونڈھنے کے لیے جائے اور اتفاق سے خزانہ پا جائے لیکن جسنے اپنا گھر خراب کر دیا اور مال تلف کر دیا اور اپنی جان اور اولاد کو

جياعا يزعم انه ينتظر من فضل الله تعالى ان يرزقه كنزا تحت الارض في بيته فانه كان يعد من الحمقى المغرورين

بھوکا مارا اس گھمنڈ پر کہ میں الله کے اس فضل کا منتظر ہوں کہ میرے گھر کے اندر زمین میں سے خزانہ عنایت کرے تو یہ شخص بیوقوف احمقوں سے سمجھا جائے گا

وان كان ما ينتظره غير مستحيل في قدرة الله تعالى وفضله كذلك من ينتظر المغفرة من فضل الله تعالى مع كونه

اگرچہ اسکی خواہش بلحاظ قدرت اور فضل الٰہی کے کچھ محال نہیں ہے اسی طرح جو شخص الله تعالیٰ سے بخشش کا امیدوار ہے باوجودیکہ وہ

مصرا على الذنوب غير سالك طريق المغفرة يعد من المعتوهين فبعض من هؤلاء الحمقى المغرورين يروج حماقته

گناہوں پر جما ہوا ہے بخشش کی راہ نہیں چلتا بیوقوف سمجھا جائیگا پھر بعضے ان مغرور احمقوں میں سے اپنی حماقت کو اسطرح رواج دیتے ہیں

بهذا الحسن ويقول ان الله كريم لا تضيق جنته عن مثلي ولا تضره معصيتي ثم ترى ذلك الاحمق يترك المال في تجارة
خوب کلام سے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالی بیشک کریم ہے اور اسکی جنت مجھ جیسے شخص سے تنگ نہو جائیگی اور میری معصیت سے کچھ اسکا ضرر نہیں پھر تم اس احمق کو دیکھو کہ مال کو سفر

مشتاق الاسفار في طلب الدراهم والدنانير واذا قيل له ان الله تعالى كريم وخزائن دراهمه ودنانيره لا يقصر عن مثلك و
کرتا ہوا اور روپیہ اشرفی کی طلب میں سفر کی مشقت کو اختیار کرتا ہے اور جب اس سے کہو کہ اللہ تعالی بیشک کریم ہے اور اسکے روپیہ اشرفی کے خزانہ تجھ جیسے سے کوتاہ نہیں اور

لا يضره كسلك بترك التجارة فاجلس في بيتك عساه ان يرزقك من حيث لا تحتسب فانه يستحمق من يقول هكذا
تجارت میں تیری سستی سے اسکا کچھ نقصان نہیں پس تو اپنے گھر بیٹھا رہ شاید ابھی تجھکو ایسی روزی دیجائے جہاں سے تیرا گمان بھی نہو پس جو ایسا کہے اسکو وہ احمق بنائے

ويستهزئ به ويقول ما هذا الهوس فان السماء لا تمطر ذهبا ولا فضة وانما يحصل ذلك بالكسب هكذا اجرت عادة
اور اس سے چہل کریگا اور کہیگا یہ کیسی ہوس ہے کیونکہ آسمان سے سونا چاندی نہیں برستا یہ تو محنت ہی سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح

الله تعالى وسنته ولا تبديل لسنة الله ولا يعلم هذا الاحمق ان رب الدنيا والآخرة واحد ولا تبديل لسنته
اللہ تعالی کی عادت اور اسکا قاعدہ جاری ہے اور اللہ کے قاعدے کو تغیر نہیں اور یہ احمق نہیں سمجھتا کہ دین و دنیا کا پروردگار ایک ہی ہے اور اسکے قاعدے کو

فيهما جميعا وقد اخبر ان ليس للانسان الا ما سعى فكيف يعتقد بكونه كريما في الآخرة ولا يعتقد بكونه
ان دونوں میں تغیر نہیں اور اسنے یہ خبر دیدی ہے اور نہیں ہے واسطے انسان کو مگر وہی جو کمایا پس کیونکر اسکو آخرت کے لیے تو کریم جانتا ہے اور

كريما في الدنيا فان من يخاف من الهلاك في هذه الدنيا الفانية اذا كان يجب عليه الاحتراز عن السموم وما
دنیا کے باب میں تو کریم نہیں سمجھتا بیشک جو شخص اس دار فانی میں ہلاکت سے ڈرتا ہو جب اس پر زہر اور جو

يضره من المهلكات في كل حال فالخائف من الهلاك الابدي اولى ان يجب عليه الاحتراز عن المعاصي التي هي
مضر چیزیں ہیں یعنے ہلاک کرنیوالے امور انسے ہر وقت احتراز کرنا واجب ہے پس ہلاک ابدی سے ڈرنیوالے کو بدرجہ اولی ان گناہوں سے احتراز واجب ہے جو

سموم الدين فان المخوف من هذه السموم فوات الآخرة الباقية التي ليست اضعاف اعمار الدنيا عشر عشيرها
دین میں زہر ہیں کیونکہ اس زہر سے اس آخرت باقیہ کی فوت کا خوف ہے جسکے صدم حصہ بھر دنیا کی زندگی کی حصہ بھی نہیں ہو سکتی

اذ ليس لمدتها غاية ولا نهاية وفيها النعيم المقيم والملك العظيم وفي فواتها نار الجحيم العذاب الاليم

کیونکہ آخرت کی مدت کی نہ کوئی غایت ہے اور نہ کچھ انتہا اور اسمین عیش دائمی اور سلطنت بڑی ہے اور اسکے فوت ہو جانے میں دوزخ کی آگ ہے اور عذاب دردناک

المجلس السادس والستون في بيان قوله عم ان الله يقبل توبة العبد ما لم يغرغر

چھیاسٹھویں مجلس نبی علیہ السلام کے اس قول کے بیان میں کہ اللہ تعالی بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے جبتک سانس گلے میں نہ آئے

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالى يقبل توبة العبد ما لم يغرغر هذا الحديث من حسان المصابيح رواه ابن عمر في الغرغرة تردد الشيء في الحلق ويستعمل في تردد الروح فيه
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے جبتک کہ جان گلے میں نہ آئے یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے ابن عمر رض کی روایت ہے اور غرغرہ کسی چیز کا حلق کے اندر آجانا ہے اور حلق میں روح کی آمد و رفت پر بھی

وهو المراد ههنا والمعنى ان توبة المذنب مقبولة ما لم يبلغ الروح الحلقوم اذ عند الغرغرة وبلوغ الروح الحلقوم يعاين
بولا جاتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے اور معنی یہ ہیں کہ گنہگار کی توبہ مقبول ہوتی ہے جبتک کہ روح گلے تک نہ پہونچ جائے اسلیے کہ غرغرہ اور روح کے حلق میں پہونچ جانے کے وقت

ما يصير اليه من رحمة او هوان فلا ينفعه حينئذ توبة ولا ايمان كما قال الله تعالى فيما انزل من القرآن فلم يك ينفعهم
اپنے انجام کو دیکھ لیتا ہے کہ رحمت ہے یا خواری لہذا اب اسکو نہ توبہ مفید ہے اور نہ ایمان چنانچہ اللہ تعالی قرآن منزل میں فرماتا ہے پھر نہوا کہ کام آوے انکو

ايمانهم لما راوا باسنا وقال في آية اخرى وليست التوبة للذين يعملون السيئات حتى اذا حضر احدهم
یقین لانا انکا جب دیکھ چکے ہمارا عذاب اور ایک اور آیت میں فرمایا اور نہیں ہے توبہ انکی جو کرتے جاتے ہیں برے کام یہانتک کہ جب سامنے آئے ایک ان میں سے کسی کو

الموت قال اني تبت الآن لان من شرط التوبة العزم على ترك الذنب الذي تبت عنه وعدم المعاودة عليه
موت کہنے لگا اب میں نے توبہ کی اسواسطے کہ شرط توبہ کی اس گناہ کے چھوڑ دینے کا پورا قصد کرنا ہے جس سے تو نے توبہ کی ہے اور اسکو دوبارہ کبھی نکرنے کا

وذلك انما يتحقق اذا تمكن التائب منه وبقي اوان الاختيار فما لم يبلغ الروح الحلقوم لا ينقطع الرجاء
اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ تائب کو اسپر قدرت ہو اور اختیار کا وقت باقی ہو سو جب تک روح حلق میں نہیں پہونچتی امید منقطع نہیں ہوتی

فيصح منه الندم والعزم على ترك الذنب فعلم من هذا ان التوبة مبسوطة للعبد حتى يعاين قابض الارواح
پس اس سے ندامت اور ترک گناہ کا پختہ ارادہ صحیح ہے اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کے لیے توبہ کا وقت فراخ ہے یہانتک کہ قابض الارواح کو دیکھے

وذلك عند الغرغرة وبلوغ الروح الحلقوم فعلى هذا يجب على العبد ان يتوب عما كان عليه من المعاصي قبل المعاينة
اور یہ غرغرہ اور روح کے حلق تک پہونچنے کا وقت ہے پس اس بیان کے موافق بندہ پر واجب ہے کہ اپنے تمام معاصی سے جس پر قائم ہو معاینہ

والغرغرة ولا ييأس من رحمة الله تعالى لانه تعالى قال لا ييأس من روح الله الا القوم الكافرون وقال في اية اخرى وهو
اور غرغرہ سے پہلے توبہ کرے اور اللہ تعالی کی رحمت سے مایوس نہو کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے ناامید نہیں ہوتے اللہ کی رحمت سے مگر کافر لوگ اور ایک اور آیت میں فرمایا

الذي يقبل التوبة عن عباده ويعفو عن السيئات فينبغي للعاقل ان يتوب في كل وقت ولا يكون مصرا على الذنب
اور وہ ایسا ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے اور معاف کرتا ہے سو عاقل کو لازم کہ ہر وقت توبہ کیا کرے اور گناہ پر اڑا نہ رہے

فان التائب من الذنب لا يكون مصرا وان عاد في اليوم سبعين مرة وقد جاء في الحديث انه عليه السلام قال
کیونکہ گناہ سے توبہ کرنیوالا گناہ کا مصر نہیں ہوتا اگرچہ دن بھر میں ستر مرتبہ کرے اور بیشک حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے

من لزم من الاستغفار جعل الله له من كل ضيق مخرجا ومن كل هم فرجا ورزقه من حيث لا يحتسب وفي
کہ جو شخص استغفار کو لازم کرے گا اللہ تعالی اسکو ہر تنگی سے رستگاری دیگا اور غم سے کشادگی اور رزق دیگا ایسی جگہ سے کہ جہاں گمان بھی نہو اور ایک

حديث اخر انه عليه السلام قال كل بني ادم خطاء وخير الخطائين التوابون وروي انه عليه السلام قال والله
اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمام بنی آدم خطا وار ہیں اور اچھے خطا وار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قسم ہے اللہ کی

اني لاستغفر الله واتوب اليه في اليوم اكثر من سبعين مرة وفي حديث اخر انه عليه السلام قال يا ايها الناس
کہ میں ہر روز ستر دفعہ سے زیادہ اللہ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اے لوگو

توبوا الى الله فاني اتوب اليه في اليوم مائة مرة فانظروا يا اهل الانصاف اذا كان النبي عليه السلام يستغفر ويتوب
اللہ کے آگے توبہ کرو کہ میں اسکے آگے ہر روز سو بار توبہ کرتا ہوں اب اے انصاف والو دیکھو کہ جب نبی علیہ السلام استغفار اور توبہ کرتے ہوں

وقد غفر الله له ما تقدم من ذنبه وما تأخر فالذي لم يظهر حاله اغفر له ام لا كيف لا يتوب الى الله تعالى في كل
حالانکہ اللہ تعالی نے انکے تمام اگلے اور پچھلے گناہ سب معاف کر دیے ہیں تو جسکا حال کچھ کھلا نہیں کہ معاف ہوا ہے یا نہیں وہ کیوں کر اللہ تعالی کے سامنے ہر

وقت وكيف لا يجعل لسانه ابدا مشغولا بالاستغفار وقد روي عن ابن عباس رض انه عليه السلام قال هلك
وقت توبہ نہ کرے اور کیونکر اپنی زبان کو ہمیشہ استغفار میں مشغول نہ رکھے اور بیشک ابن عباس رض سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہلاک ہوگئے

المسوفون والمسوف من يقول سوف اتوب وهو هالك لانه يبني الامر على البقاء الذي ليس مفوضا اليه فلعله لا يبقى
درنگ کرنیوالے اور دیر کرنیوالے وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ آئندہ توبہ کرلونگا اور وہ ہلاک اسلیے ہوا کہ بقا پر بھروسا رکھتا ہے جو کہ اسکے حوالہ نہیں ہے شاید کہ جیتا نہ رہے

فان بقي فانه كما لا يقدر على ترك الذنب اليوم لا يقدر على تركه غدا لان عجزه عن الترك في الحال ليس الا لغلبة الشهوة
اور اگر بچا بھی تو جیسے آج گناہ چھوڑنے پر قادر نہیں کل بھی نہ چھوڑ سکے گا کیونکہ بالفعل ترک سے عاجز رہنا بجز غلبۂ شہوت کے نہیں

عليه والشهوة لا تفارقه غدا بل تتضاعف وتتاكد بالاعتياد فليست الشهوة التي اكدها الانسان بالاعتياد
اور شہوت کل اس سے جدا نہوگی بلکہ باعتبار عادی ہوجانیکے وجہ سے زیادہ مضبوط ہوجائیگی سو جس شہوت کو آدمی نے عادی ہو کر قوت بخشی ہے

كالتي لم يؤكدها وعن هذا هلك المسوفون فانهم يظنون ان بين المتماثلين فرقا ولا يدرون ان الايام
وہ اسکے مثل نہیں جسکی عادت نہیں کی اسی سے درنگ کرنیوالے ہلاک ہوئے کیونکہ وہ دو یکساں چیزوں میں فرق سمجھ رہے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ

متشابهة في كون ترك الشهوة شاقا فيها وليس مثال المسوف الا مثال من يحتاج الى قلع شجرة فيراها قوية
ترک شہوات کے دشوار ہونے میں سب دن ایک سے ہیں اور دیر لگانیوالے کی مثال ایسی ہے کہ کسی کو ایک درخت کو اکھاڑنیکی ضرورت ہو سو اسکو مضبوط دیکھا

لا تنقطع الا بمشقة شديدة فيقول اؤخرها سنة ثم اعود اليها فاقلعها ومن المعلوم ان الشجر كلما
کہ بلا زیادہ مشقت کے نہیں کٹ سکتا پس وہ کہے کہ ایک برس رہنے دونگا پھر آکر اسکو اکھاڑونگا اور یہ بات یقیناً معلوم ہے کہ درخت جتنا

بقيت في الارض ازداد رسوخها فلا حماقة في الدنيا اعظم من حماقة لانه عجز عن قلعها قبل ازدياد رسوخها
زمین مین کھڑا رہیگا اسکی مضبوطی بڑھ جائیگی پس دنیا مین اس حماقت سے بڑھ کر اور کوئی حماقت نہین ہے کیونکہ وہ اسکی مضبوطی زیادہ ہوجانیکے قبل تو اسکے اکھاڑنے سے عاجز

ثم اخذ ينتظر القدرة على قلعها بعد ازدياد رسوخها اذا تحقق هذا فلابد للمؤمن ان لا يفرغ من التوبة
پھر اسکی زیادہ جڑ پکڑ لینے کے بعد اسکے اکھاڑنے کی قدرت کا منتظر رہو جب یہ ثابت ہوچکا تو مومن کو ضرور ہے کہ توبہ سے کبھی

في وقت من الاوقات حتى يأتيه الموت وهو تائب فان التوبة فرض على جميع المؤمنين باتفاق المسلمين لقوله
کسی وقت فارغ نرہے یہانتک کہ موت ایسے وقت آکے کہ یہ تائب ہو کیونکہ توبہ تمام مومنون پر باتفاق اہل اسلام فرض ہے اس قول

تعالى وتوبوا الى الله جميعا ايها المؤمنون وقوله تعالى يا ايها الذين امنوا توبوا الى الله توبة نصوحا فانظر الى رحمة الله
الٰہی کے وجہ سے اور توبہ کرو اللہ کے آگے سب کے سب اے ایمان والو اور اس ارشاد باری تعالیٰ سے اے ایمان والو توبہ کرو اللہ کے آگے خالص توبہ پس اللہ

تعالى ورأفته على عباده كيف دعاهم الى التوبة وامرهم بها وسماهم مؤمنين بعدما اذنبوا ثم بين ما لهم من الكرامة في
تعالیٰ کی رحمت اور بندونکے حال پر مہربانی کو دیکھو کسطرح انکو توبہ کی طرف بلایا اور انکو اسکا حکم دیا اور انکا نام گناہ کرنیکے بعد بھی مومن رکھا پھر توبہ سے جو انکو عزت ہوگی بیان کی

التوبة فقال عسى ربكم ان يكفر عنكم سيئاتكم ويدخلكم جنات تجري من تحتها الانهار واخبر انه غفار لذنوبهم
اور فرمایا شاید تمہارا رب اتارے تمہاری برائیان اور داخل کرے تمکو باغون مین جنکے نیچے بہتی ہین نہرین اور خبر دیدی کہ مین انکے گناہونکا بڑا بخشنے والا ہون

وقال والذين اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم ومن يغفر الذنوب الا الله و
اور فرمایا اور وہ لوگ کہ جب کر بیٹھین کھلا گناہ یا برا کرین اپنے حق مین تو یاد کرین اللہ کو پس بخشش مانگتے ہین اپنے گناہونکی اور کون ہے بخشتا سوائے اللہ کے اور نہین

لم يصروا على ما فعلوا وهم يعلمون ٥ اولئك جزاؤهم مغفرة من ربهم وجنات تجري من تحتها الانهار خالدين فيها
اڑے رہتے ہین اپنے کیے پر جان بوجھ کر انکی جزا ہے بخشش انکے رب کی طرف سے اور باغ جنکے نیچے بہتی ہین نہرین ہمیشہ رہینگے اس مین

ونعم اجر العاملين ٥ ونص على انه يحبهم بعد التوبة فقال ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين واشار الى ان التوبة
اور کیا اچھی مزدوری ہے کام کرنیوالونکی اور کھول کر فرما دیا کہ بعد توبہ کے مین انکو محبوب رکھتا ہون پس فرمایا بیشک اللہ محبت رکھتا ہے توبہ کرنیوالون سے اور ستھرے لوگون سے اور یہ اشارہ

طهارة لهم عن انجاس الاوزار فلابد للمؤمن من التوبة لكن لها اربعة شروط ان اختل شرط منها لا يتحقق التوبة الاول
کردیا کہ توبہ انکے لیے طہارت ہے گناہون کی نجاست سے اب مومن کو توبہ کرنی ضرور چاہیے لیکن توبہ کیواسطے چار شرطین ہین اگر انمین سے ایک بھی کم ہوگی تو توبہ ٹھیک نہوگی اول

الندم بالقلب على ما فعل من الذنوب في الماضي ومعنى الندم تحزن وتوجع على ما فعل وتمني كونه لم يفعل والثاني ترك
زمانہ گذشتہ کے گناہون پر دل سے نادم ہونا اور ندامت سے مراد اپنے کیے ہوئے پر غمگین اور دردمند ہونا ہے اور آرزو کرنا کہ کاش یہ نہ کرتا اور دوسری شرط

المعصية في الحال والثالث العزم على ان لا يعود الى مثلها في الاستقبال والرابع ان يكون ذلك خوفا من الله تعالى
معصیت کا فی الفور ترک کردینا اور تیسری شرط اسکا پختہ قصد کرنا کہ پھر آیندہ کبھی ایسا نہ کرونگا اور چوتھی شرط یہ ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہو

لا لامر اخر فان من ندم على شرب الخمر وتركه لما فيه من الصداع وزوال العقل والخلل بالمال والعرض لا يكون تائبا
کسی اور وجہ سے نہو کیونکہ جو شخص شراب پینے پر نادم ہوکر اسلیے چھوڑ دے کہ اسمین دردسر ہوتا ہے اور عقل جاتی رہتی ہے اور مال اور آبرو خراب ہوتی ہے تو ایسا شخص

شرعا وكذلك من قال بلسانه استغفر الله وقلبه مصر على المعصية فاستغفاره ذلك يحتاج الى استغفار
شرعًا تائب نہین ہے اور ایسی ہی وہ شخص کہ زبان سے تو استغفر اللہ کہا کرے اور اسکا دل معصیت پر جما ہوا ہے تو ایسی توبہ سے بھی توبہ کرنا چاہیے

مقارن بالندم لما روي عن علي رض انه رأى رجلا قد فرغ من صلاته وقال اللهم اني استغفرك واتوب اليك سريعا فقال
جو ندامت کے ساتھ ہو کیونکہ حضرت علی رض سے روایت ہے کہ انھون نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنی نماز سے فارغ ہوا اور جلدی سے کہنے لگا الٰہی مین تجھسے مغفرت مانگتا ہون اور تیرے آگے

علي يا هذا ان سرعة اللسان بالاستغفار توبة الكذابين فتوبتك تحتاج الى توبة وعن الحسن البصري انه قال
توبہ کرتا ہون تو حضرت علی رض نے کہا اے شخص زبانی جلدی سے استغفار کرنا جھوٹون کی توبہ ہوتی ہے لہذا تیری یہ توبہ قابل توبہ کی ہے اور حسن بصری سے منقول ہے کہ وہ کہتے تھے

استغفارنا يحتاج الى استغفار قال القرطبي هذا قوله في زمانه فكيف في زماننا هذا الذي يرى فيه الانسان مكبا
کہ ہماری توبہ بھی توبہ کے قابل ہے قرطبی کہتے ہین کہ حسن بصری کا یہ قول انکے زمانے مین ہے تو ہمارے اس زمانے کا کیا حال ہے جس مین تمام انسان

على الظلم حريصا عليه لا ينقطع عنه والسبحة في يده يزعم انه يستغفر منه وذلك استهزاء منه بالتوبة وروي
ظلم پر جھکے ہوئے ہیں ایسے حریص ہیں کہ باز نہیں آتے اور تسبیح انکے ہاتھوں میں ہے یہ خیال کہ ہم توبہ کرتے ہیں اور یہ اسکی ہنسی اڑانی اور استخفاف ہے کیونکہ روایت ہے

انه عليه السلام قال المستغفر باللسان المصر على الذنب كالمستهزئ بربه واما التوبة ان يستغفر بلسانه وينوي
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ زبانی توبہ کرنیوالا دل سے گناہ پر اڑا ہوا گویا اپنے رب سے ٹھٹھہ کرتا ہے اور توبہ تو یہ ہے کہ زبان سے استغفار کرے اور

بقلبه ان لا يعود الى الذنب اصلا فاذا فعل ذلك يغفر الله له ذنبه وان كان عظيما اذ ليس ذنب اعظم من الكفر وقد
دل سے یہ نیت کرے کہ پھر کبھی گناہ نکروں گا جب ایسا کرے گا تو اللہ اسکے گناہ معاف کرے گا اگرچہ بڑا ہو کیونکہ کفر سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے اور

قال الله تعالى لنبيه في حق اهل الكفر قل للذين كفروا ان ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف فما ظنك فيما دونه من
اللہ تعالی اپنے نبی سے کفار کے حق میں فرماتا ہے تو کہدے کافروں سے کہ اگر باز آئیں گے تو معاف ہو جائے گا ان کو جو ہو چکا پھر بھلا اس سے کم درجہ کے

المعاصي وقد روي انه عليه السلام قال لو اخطأ احدكم حتى ملأ ما بين السماء والارض ثم تاب تاب الله عليه وفي
معاصی کی نسبت تیرا کیا خیال ہے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر کوئی تم میں سے اتنی خطائیں کرے کہ آسمان و زمین کا بیچ بھر جائے پھر وہ توبہ کرے تو اللہ اسکی توبہ قبول کرتا ہے اور ایک

حديث آخر انه عليه السلام قال ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب الله عليه يعني انه اذا اقر بكونه مذنبا ثم تاب وندم
اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ آدمی جب اپنے گناہ کا اقرار کرکے توبہ کرتا ہے تو اللہ بھی اسکی توبہ قبول کرتا ہے یعنی جب وہ اپنے خطاوار ہونے کا اقرار کرکے پھر توبہ کرے اور

على ما فعل من الذنوب واكتسب من السيئات وعزم ان لا يعود الى مثله يقبل الله تعالى توبته ويتجاوز عن سيئاته
اپنے کیے ہوئے گناہوں اور کمائی ہوئی برائیوں سے نادم ہو اور نیت کرے کہ ایسا کام پھر نہ کرونگا تو اللہ تعالی اسکی توبہ قبول کرتا ہے اور اسکے گناہوں سے درگذر فرماتا ہے

لكن ينبغي ان يعلم ان الذنوب على نوعين ذنب فيما بينك وبين الله تعالى وذنب فيما بينك وبين العباد فالذنب
لیکن سمجھنے کی بات ہے کہ گناہ دو قسم کے ہیں ایک گناہ تیرے اور خدا کے بیچ میں اور ایک گناہ تیرے اور بندہ کے درمیان میں پس جو گناہ

الذي بينك وبين الله تعالى يكفي فيه الاستغفار باللسان والندم بالقلب والعزم على ان لا يعود فاذا فعل
صرف تیرے اور اللہ تعالی کے درمیان میں ہے تو اس میں صرف زبان سے استغفار اور دل سے ندامت اور پھر نہ کرنے کی نیت کافی ہے جب ایسا کیا

ذلك لا يبرح من مكانه حتى يغفر له ذنبه الا ان يكون شيئا من الفرائض فان الشرع لا يكتفي فيه بمجرد التوبة
تو اپنی جگہ سے نہیں ٹلنے پاتا کہ اسکے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ہاں اگر کوئی فریضہ ترک ہوا ہو کیونکہ شرع نے اسباب میں صرف توبہ پر اکتفا نہیں کی

بل اضاف الى ذلك في البعض قضاء كالصلوة والصوم وغيرهما وفي البعض كفارة ايضا واما حقوق الآدميين
بلکہ اس توبہ کے ساتھ بعضے جگہ قضا لگا رکھی ہے جیسے نماز اور روزہ وغیرہ اور بعضی جگہ کفارہ بھی اور رہے حقوق العباد

فلا بد من ايصالها الى مستحقيها فان لم يوجد فيلزم تصدقها عنهم بنية ان تكون وديعة عند الله تعالى يوصلها
پس ان کا مالکوں تک پہونچانا ضرور ہے پھر اگر وہ لوگ نہ ملیں تو اتنا انکی طرف سے اس نیت سے خیرات کرے کہ اللہ تعالی کے یہاں امانت

الى اصحابها يوم القيمة فمن لم يجد السبيل الى الخروج عما عليه من التبعات لاعسار فعليه ان يكثر من الاعمال
رہے قیامت کے دن مالکوں کو پہونچادے پھر جسکو بوجہ مفلسی کے حقوق ادا کرنے کی کوئی راہ نہ ملے تو اسکو یہ لازم ہے کہ اعمال

الصالحات ويستغفر لمن ظلمه من المؤمنين والمؤمنات في اكثر الاوقات فانه اذا فعل كذلك يرجى من
صالحہ کی کثرت کرے اور جن مومنین اور مومنات پر ظلم کیا ہے اکثر اوقات انکے لیے استغفار کیا کرے کیونکہ جب وہ ایسا کرے گا تو

فضل الله تعالى ان يرضي خصماءه يوم القيمة قيل لبعض العلماء هل للتائب من علامة يعرف بها قبول توبته
اللہ تعالی کے فضل سے امید ہے کہ قیامت کے دن اسکے حقخواہوں کو راضی کردے کسی عالم سے پوچھا گیا آیا تائب کیواسطے کوئی ایسی علامت ہے جس سے اسکی توبہ قبول ہونا معلوم

قال نعم علامته اربعة اشياء الاول ان ينقطع عن اصحاب السوء والثاني ان يكون معرضا عن كل ذنب
کہا کہ ہاں اسکی چار علامتیں ہیں اول یہ کہ برے دوستوں سے الگ ہو جائے اور دوسرے یہ کہ ہر گناہ سے نفرت کرے

مقبلا على الطاعات والثالث ان يذهب من قلبه فرح الدنيا ويرى حزن الآخرة دائما في قلبه والرابع
طاعات کی طرف متوجہ ہو اور تیسرے یہ کہ اسکے دل سے دنیا کی فرحت جاتی رہے اور آخرت کا غم دل میں ہمیشہ لگا رہے اور چوتھے

ان يرى نفسه فارغا عما ضمن الله له من امر الرزق ويكون مشغولا بما امر به فاذا وجد فيه هذه العلامات

یہ کہ اپنے نفس کو ایسی چیز کی فکر سے جسکا اللہ تعالی ذمہ دار ہو چکا ہو فارغ پائے جیسے رزق اور جسکا حکم ہوا ہو اسمیں مشغول ہو پس جب اسمیں یہ علامتیں موجود ہوں

يكرمه الله تعالى باربع كرامات احدها ان يخرجه من الذنوب كانه لم يذنب قط والثاني ان يحبه والثالث

تو اس کو اللہ تعالی چار کرامتوں سے اعزاز بخشتا ہے ایک یہ کہ گناہوں سے ایسا صاف کر دیتا ہو کہ گویا کبھی گناہ کیا ہی نہیں اور دوسرے یہ کہ اسکو دوست رکھتا ہو اور تیسرے

ان يحفظه من الشيطان ولا يسلطه عليه والرابع ان يؤمنه من الخوف قبل ان يخرج من الدنيا لانه تعالى قال

یہ کہ اسکو شیطان سے محفوظ رکھتا ہو اور اسکو اسپر غلبہ نہیں دیتا اور چوتھے یہ کہ دنیا سے نکلنے سے پہلے اسکو خوف سے بے ڈر کر دیتا ہو کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہو

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ويجب على الناس اربع

اترتے ہیں فرشتے کہ تم نہ ڈرو اور غم نہ کھاؤ اور خوشی سنو اس بہشت کی جسکا تم وعدہ کیے جاتے تھے اور لوگوں پر اسکے چار حق واجب ہو جاتے ہیں

اشياء اولها ان يحبوه لانه تعالى قد احبه والثاني ان يدعوا له بالثبات على التوبة لان الثبات على التوبة اشد من

اول یہ کہ اس سے محبت کیا کریں کیونکہ اللہ تعالی نے اس سے محبت کی اور دوسرے یہ کہ اسکے حق میں توبہ پر قائم رہنے کی دعا کیا کریں اسلیے کہ توبہ پر قائم رہنا توبہ سے زیادہ دشوار ہے

التوبة والثالث ان يجالسوه ويذاكروه ويعاونوه في الدين والرابع ان لا يعيروه بما سلف عن ذنوبه لانه تعالى قال حكاية عن يوسف

اور تیسرے یہ کہ اسکے پاس بیٹھا کریں اور یاد الہی کیا کریں اور امداد کیا کریں اور چوتھے یہ کہ باعتبار پہلے گناہوں کے طعنہ زنی نہ کیا کریں کیونکہ اللہ تعالی نے حضرت یوسف

عليه السلام لا تثريب عليكم اليوم قال الفقيه ابو الليث وذلك ان المؤمن ليس من شانه ان يقع في الذنب ولا يعمل بها

علیہ السلام کی طرف سے حکایت کر کے فرمایا ہے کچھ الزام نہیں تمپر آج فقیہ ابو اللیث کہتے ہیں یہ اسلیے ہو کہ مومن کی شان نہیں کہ گناہ میں پڑے اور عمداً گیا کرے چنانچہ

يدل عليه قوله تعالى وكره اليكم الكفر والفسوق والعصيان فانه تعالى قد اخبر انه بغض على المؤمنين المعصية

اسپر اللہ تعالی کا یہ قول دلالت کرتا ہے اور ناپسند کر دیا تمہاری طرف کفر اور گناہ اور بے حکمی کیونکہ اللہ تعالی نے خبر دیدی کہ ہم نے مومنوں پر معصیت کو ناپسند کر دیا ہو

فلا يقع المؤمن فيها اذا كان ايمانه حقيقيا لا لسانيا الا في حال الغفلة فاذا تاب عنها لا يجوز تعييره بها المجلس السابع

پس مومن گناہ میں نہیں پڑتا جبکہ اسکا ایمان حقیقی ہو صرف زبانی نہو مگر حالت غفلت میں پس جب اٹھنے اس سے توبہ کر لی تو جائز نہیں کہ طعنہ زنی کی جائے

والستون في بيان الكيس وحال الاحمق

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الكيس من دان نفسه و

سڑسٹھویں مجلس ہوشیار اور احمق کے حال کے بیان میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوشیار وہ ہو کہ اپنی جان کو ذلیل رکھے اور

عمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله هذا الحديث من حسان المصابيح رواه شداد بن اوس

آخرت کیواسطے عمل کیا کرے اور احمق وہ ہو کہ اپنے نفس کو ہوا و ہوس کے پیچھے لگائے اور اللہ سے آرزو کیا کرے یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں شداد بن اوس کی روایت سے ہے

معناه ان العاقل من غلب على نفسه وقهرها وحاسبها ونظر ما عملت لآخرتها فان وجدها عملت خيرا يحمد الله تعالى ويسعى في الازدياد

اسکے یہ معنی ہیں کہ عاقل وہ ہو جو اپنے نفس پر غالب ہو اور اسکو دبا لے اور محاسبہ کرے اور دیکھے کہ آخرت کیلیے کیا عمل کیا ہے پس اگر پائے کہ نیک عمل کیا ہو تو خدا کا شکر کرے اور زیادتی کی کوشش کرے

فيه وان وجدها عملت شرا اشتغل بالتوبة والاستغفار واصلاح الحال بالتوجه الى الطاعات المنجية عن العقبات والعرصات

اور اگر اسکو پائے کہ برا کام کیا ہو تو توبہ اور استغفار میں مشغول ہو جائے اور طاعات کی طرف متوجہ ہو کر اپنے حال کے درست کرنے میں جو میدان قیامت کی گھاٹیوں سے نجات

والموصلة الى الدرجات بعد الممات والعاجز من غلبت عليه نفسه وصار تابعا لها واعطاها ما ارادت من المحرمات

دینے والی اور موت کے بعد بلند درجوں پر پہونچانے والی ہیں اور بیوقوف وہ ہو کہ جسپر نفس غالب آئے اور وہ اسکا تابع ہو جائے اور نفس جو چاہے محرمات

والمنهيات وتمنى على الله ان يغفر له ويدخل الجنة من غير التوبة والاستغفار واصلاح الحال هذا هو الغرور والغرور

اور منہیات میں سے اسکو دے اور اللہ سے یہ تمنا کرے کہ اسکو بخشدے اور بلا توبہ اور استغفار اور اپنا حال درست کیے جنت میں داخل کرے اور یہی غرور ہو اور غرور

على ما ذكره الامام الغزالي في الاحياء هو سكون النفس الى ما يوافق الهوى ويميل اليه الطبع عن شبهة وخدعة

احیاء العلوم میں امام غزالی کے بیان کے موافق نفس کا مطمئن ہو جانا ہے اس چیز کی طرف جو ہوا و ہوس کے موافق ہو اور طبیعت اسکی طرف راغب ہو بسبب شبہہ اور

من الشيطان فمن اعتقد انه على خير اما في العاجل او في الآجل عن شبهة فاسدة فهو مغرور واكثر الناس يظنون في

شیطانی مکر کے پس جو شخص کسی شبہہ فاسد سے یہ اعتقاد کرے کہ میں بھلائی پر ہوں فی الحال یا آخر کو تو وہ دھوکے میں گرفتار ہے اور اکثر لوگ

انفسهم خيرا مع كونهم مخطئين آثمين فهم اذن مغرورون وان اختلفت اصناف غرورهم وتفاوتت درجاتهم حتى
اپنے دل میں اپنے حال کو بہتر سمجھتے ہیں باوجودیکہ وہ خطاوار اور گنہگار ہوتے ہیں پس وہ دھوکے میں ہیں اگرچہ جہات اور طریقہ دھوکے کے مختلف ہیں اور اگرچہ درجے کم زیادہ ہیں یہاں تک

كان غرور بعضهم اظهر واكثر من بعض فمنهم من غرتهم الحيوة الدنيا ومنهم من غرهم بالله الغرور اما الذين غرتهم
کہ بعض کا دھوکا بعض سے زیادہ ظاہر اور بہت ہوتا ہے پس بعضے کو تو زندگانی دنیا نے دھوکے میں ڈالا اور بعضے کو اللہ پر شیطان نے دھوکا دیا پھر وہ لوگ جن کو

الحيوة الدنيا فهم الذين قالوا النقد خير من النسيئة والدنيا نقد والآخرة نسيئة فاذن الدنيا خير فلا بد من
دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا ہے وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں نقد ادھار سے بہتر ہے اور دنیا تو نقد ہے اور آخرت ادھار ہے لہذا دنیا بہتر ہے پس دنیا کا اختیار کرنا ضرور ہے

ايثارها وهذا القياس فاسد يشبه قياس ابليس حيث قال في حق آدم النبي عليه السلام انا خير منه خلقتني من نار
اور یہ استدلال فاسد ہے ابلیس کے قیاس کے مشابہ ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام کے حق میں کہا تھا میں اس سے بہتر ہوں مجھکو بنایا تو نے آگ سے

وخلقته من طين والى هؤلاء الاشارة بقوله تعالى الذين اشتروا الحيوة الدنيا بالآخرة فلا يخفف عنهم العذاب ولا هم
اور اسکو بنایا خاک سے اور انہی لوگوں کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں ان لوگوں نے کہ خریدی دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے سو نہ ہلکا کیا جائیگا انسے عذاب اور نہ وہ

ينصرون وعلاج هذا الغرور اما التصديق بمجرد الايمان او التصديق بالبرهان اما التصديق بمجرد الايمان فهو
مدد کیے جائیں گے اور اس دھوکے کا علاج یا نرے ایمان کی تصدیق ہے یا تصدیق برہانی پھر نری ایمان کی تصدیق تو یہ ہے

ان يصدق الآيات الواقعة في القرآن من جملتها قوله تعالى ما عندكم ينفد وما عند الله باق وقوله تعالى والآخرة
کہ ان آیات کی تصدیق کرے جو کہ قرآن میں آئی ہیں منجملہ ان کے ایک قول اللہ تعالی کا ہے جو تمہارے پاس ہے چک جائیگا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور یہ قول اللہ تعالی کا اور آخرت

خير وابقى وقوله تعالى وما الحيوة الدنيا الا متاع الغرور فانه عليه السلام قد اخبر بذلك طوائف من الكفار
بہتر ہے اور رہنے والی اور یہ آیت اور نہیں ہے دنیا کا جینا مگر جنس دغا کی پس نبی علیہ السلام نے اسکی خبر کفار کو سنائی

فصدقوه وآمنوا به ولم يطالبوه بالبرهان وهذا ايمان يخرج العامة من الغرور واما التصديق بالبرهان
پس انھوں نے سچ مانا اور اسپر ایمان لائے اور کوئی دلیل آپ سے طلب نہ کی اور یہ ایسا ایمان ہے کہ عوام لوگوں کو دھوکے سے نکال دیتا ہے رہی تصدیق برہانی

فهو ان يعرف وجه فساد هذا القياس الذي نظمه ابليس في قلبه فان كل مغرور فلغروره سبب وذلك السبب
سو وہ یہ ہے کہ اس قیاس کے فساد کی وجہ معلوم کرے جو کہ ابلیس نے اپنے دل میں مرتب کیا تھا کیونکہ جو ہر دھوکے میں آنیوالے کے دھوکے کا سبب ہوتا ہے اور وہ سبب

هو دليله وكل دليل نوع قياس يقع في القلب ويورث السكون اليه وان كان صاحبه لا يشعر به ولا يقدر
اسکی دلیل ہوتی ہے اور ہر دلیل ایکطرح کا قیاس ہوتا ہے جو دل میں آتا ہے اور اس پر اطمینان کا باعث ہوتا ہے اگرچہ قیاس والے کو اسکی خبر نہو اور

على نظمه بالفاظ العلماء فالقياس الذي نظمه الشيطان في قلب المغرور مركب من اصلين احدهما الدنيا
علما کی عبارت میں اسکو مرتب کرنے پر قادر نہو پس وہ قیاس جو شیطان نے اس مغرور کے دل میں مرکب کیا ہے دو اصل سے مرکب کیا ہے ایک تو یہ کہ دنیا

نقد والآخرة نسيئة وهذا صحيح والثاني النقد خير من النسيئة وهذا محل التلبيس اذ ليس الامر كذلك
نقد ہے اور آخرت ادھار ہے یہ تو صحیح ہے اور دوسری یہ کہ نقد ادھار سے بہتر ہے یہ دھوکے کی جگہ ہے کیونکہ

مطلقا بل اذا كان النقد مثل النسيئة في المقدار والمقصود فهو خير منها واما اذا كان اقل من النسيئة فالنسيئة
مطلقا یوں نہیں ہے بلکہ نقد اگر مقدار اور مقصود میں ادھار کے برابر ہو تب نقد اس سے بہتر ہے اور اگر نقد ادھار سے کم ہو تو پھر نقد سے ادھار

خير منه فان هذا المغرور يبذل في تجارته درهما نقدا لياخذ عشرة نسيئة ولا يقول النقد خير من النسيئة وكذا
بہتر ہے کیونکہ یہ مغرور اپنی تجارت میں نقد ایک روپیہ خرچ کرتا ہے تاکہ دس روپیہ آیندہ کو حاصل کرے اور یہ نہیں کہتا کہ نقد ادھار سے بہتر ہے اور ایسے ہی

اذا حذره الطبيب من الفواكه ولذائذ الاطعمة يترك ذلك في الحال خوفا من الم المرض في الاستقبال والتجار كلهم
اگر طبیب میوے اور لذیذ کھانوں سے منع کردے تو آیندہ کی تکلیف مرض کے خوف سے فی الحال چھوڑ دیتا ہے اور سب تاجر

يركبون البحار ويتحملون مشاق الاسفار في الحال لاجل الربح والراحة واللذة في الاستقبال فاذا كانت العشرة
دریا کا سفر کرتے ہیں اور سفر کی مشقتیں بالفعل گوارا کرتے ہیں آیندہ کی منفعت اور آرام اور لذت کے لیے پس جب آیندہ کے دس

في الاستقبال خير من الواحد في الحال وكذا اذا كان الربح والراحة واللذة في الاستقبال خيرا من الالم والمشقة
حال کے ایک سے بہتر ہوئے اور ایسے ہی آئندہ کی منفعت اور راحت اور لذت حال کے الم اور مشقت سے بہتر ہوئی

في الحال فقس لذة الدنيا وراحتها من حيث مدتها بالنسبة الى مدة الآخرة فان اقصى عمر الانسان مائة سنة
پس دنیا کی لذت اور راحت کو باعتبار دنیا کی مدت کو آخرت کی مدت کی بہ نسبت اسی پر قیاس کرے کیونکہ انسان کی نہایت سے نہایت عمر سو برس کی ہوتی ہے

فلما يتجاوز عنها وهو ليس عشر عشير من جزء من الف جزء من مدة الآخرة فكانه ترك واحدا ليأخذ الف
اس سے بہت کم بڑھ پاتا ہو اور یہ مدت آخرت کی ہزارویں حصہ کا سواں حصہ بھی نہیں ہے گویا اسنے ایک کو دس لاکھ لینے کے لیے ترک کیا

الف بل ليأخذ ما لا نهاية له هذا من حيث المدة واما من حيث النوع فلذات الدنيا مكدرة مشوبة بانواع الآلام
بلکہ بے نہایت لینے کے واسطے تو باعتبار مدت کے ہو اور باعتبار خوبی قسم کے سو دنیا کی لذتیں طرح طرح کی تکلیفوں اور سختیوں سے مکدر ہیں

والشدائد ولذات الآخرة صافية غير مكدرة فاذن يظهر غلطه في قوله النقد خير من النسيئة وعند ذلك يرجع
اور آخرت کی لذتیں صاف اور بے کدورت ہیں لہذا اسکی غلطی اس قول مین صاف ظاہر ہوتی ہو کہ نقد بہتر ہے اُدھار سے اور اسوقت

الشيطان الى قياس آخر وهو ان اليقين خير من الشك والدنيا يقين والآخرة شك فلا يترك اليقين وهذا
شیطان ایک اور قیاس کی طرف لوٹتا ہو اور وہ یہ ہو کہ یقین شک سے بہتر ہے اور دنیا تو یقینی ہو اور آخرت مین شک ہو لہذا یقین کو ترک نہ کرنا چاہیے اور یہ

القياس اكثر فسادا من الاول لكون كل من اصليه باطلا لان كون اليقين خيرا ليس الا اذا كان مثله والا مطلقا
قیاس پہلے سے بھی فساد مین زیادہ ہے کیونکہ اس کی دونوں اصلین باطل ہین اسلیے کہ یقین جب ہی بہتر ہوتا ہے کہ شک کے مثل ہو نہ مطلقا

الا ترى ان التاجر في تعبه على يقين وفي حصول ربحه على شك وكذا المريض يشرب الدواء البشيع لكونه وهو في
کیا تو نہین دیکھتا کہ سوداگر مشقت پر تو یقینا ہے اور فائدہ ہونے مین شک پر ہے اور ایسی ہی بیمار کڑوی بدمزہ دوا پیتا ہے اور وہ

مرارة الدواء على يقين وفي حصول الشفاء على شك لكن يقول مرارة الدواء قليل بالنسبة الى الم امتداد
تلخی دوا کے اعتبار سے تو یقین پر ہو اور صحت یاب ہونے مین شک پر ہو لیکن وہ یہ کہتا ہو کہ کڑوی دوا کا رنج بہ نسبت زیادتی مرض کی تکلیف کے کم ہے

المرض المؤدي الى الهلاك فمن كان على شك في امر الآخرة يجب عليه ان يقول الصبر ايام قلائل وهو منتهى الامر
جو ہلاکت تک پہونچا دیتا ہو پھر جسکو آخرت کی بات مین شک ہو تو اسکو واجب ہو کہ یوں کہے کہ چند روز یعنی آخر حیات تک صبر کرنا

قليل بالنسبة الى ما يقابله من امر الآخرة فان كان ما يقال فيه كذبا فما يفوتني الا التنعم ايام حياتي وقد كنت في العدم
بہ نسبت اسکے مقابل یعنے آخرت کے کم ہے پس اگر وہ حال جو آخرت کے بارہ مین کہتے ہین جھوٹ نکلا تو میرا سوائے عیش زندگانی کے کچھ نہیں گیا اور بیشک مین

من الازل الى الآن واحسب اني بقيت في العدم ولم اتنعم وان كان ما يقال فيه صدقا فابقى في النار دهرا طويلا وهذا امر
ازل سے ابتک نابود ہی تھا سو مین سمجھونگا کہ مین معدوم ہی رہا اور عیش نہین کیا اور اگر وہ جو اس بارہ مین کہتے ہین سچ ہوا تو مین زمانہ دراز تک آگ مین رہونگا اور اس مصیبت کی

لا يطاق به وكذلك قال علي رضي الله عنه لبعض الملحدين المنكرين للآخرة ان كان ما قلته حقا تخلصت وتخلصنا وان كان ما قلنا
طاقت ہرگز نہین ہوا اور ایسا ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ملحد منکر آخرت سے کہا تھا کہ جو تو کہتا ہو اگر سچ ہوا تو تم بھی بچے اور ہم بھی بچے اور اگر ہمارا قول

حقا تخلصنا وهلكتم وليس هذا القول منه على شك في الآخرة بل كلم الملحد على قدر عقله وبين له انه وان
حق ہوا تو ہم بچے اور تم ہلاک ہوئے اور یہ قول حضرت علی کا آخرت مین شک کی راہ سے نہ تھا بلکہ ملحد سے اسکی عقل کے موافق کلام کیا اور اسکو ظاہر کردیا کہ اگر وہ نہین

لم يكن متيقنا فهو مغرور واما الاصل الثاني الذي هو ان الآخرة شك فهو باطل ايضا لان ذلك يقين عند المؤمن
یقین رکھتا تب بھی وہ دھوکے مین ہو اور اس قیاس کی دوسری اصل یعنی آخرت مشکوک ہو یہ بھی باطل ہے اسلیے کہ مومن کے نزدیک تو وہ یقینی ہے

وايمانه يدفع غرور الشيطان الا انه اذا ترك اوامر الله تعالى وضيع الاعمال الصالحة ولابس المعاصي والمنكرات
اور اسکا ایمان شیطان کے فریب کو دفع کردیتا ہے مگر اتنا ہو کہ اسنے جب احکام الٰہی کو چھوڑدیا اور اعمال صالحہ کو ضائع کیا اور معاصی اور منکرات مین مبتلا ہوا

يكون مشاركا للكفار في هذا الغرور لانه وان كان معترفا بكون الآخرة خيرا من الدنيا لكنه مال الى الدنيا
تو اس دھوکے مین کفار کا شریک ہو گیا کیونکہ اگرچہ آخرت کو دنیا سے بہتر ہونے کا وہ اقرار کرتا ہے لیکن دنیا کی طرف راغب ہوا

وآثرها على الآخرة واستحق ان يكون من اهل النار كالكفار الا ان امره يكون اخف لان اصل الايمان ينجيه من
اور دنیا کو آخرت پر پسند کرلیا ہو اور اسبات کا مستحق ہوا کہ کفار کی طرح دوزخی ہو لیکن اسکا حال زیادہ خفیف ہو کیونکہ اصل ایمان

العذاب الابدي ويخرجه من النار ولو بعد حين وهذا هو فائدة مجرد الايمان وحده واما الفوز بالمقصود
عذاب ابدی سے اسکو بچائیگا اور دوزخ سے اسکو نکال دیگا گو کچھ مدت کے بعد سہی اتنا فائدہ تو نرے ایمان کا ہو اور رہا مقصود میں کامیاب ہونا

فلا يكفي له مجرد الايمان وحده بل لا بد من ضم العمل الصالح اليه كما يدل عليه آيات القرآن من جملتها قوله تعالى
سو اسمیں صرف ایمان کافی نہیں ہے بلکہ اسکے ساتھ عمل صالح کا بھی ملنا ضرور ہو چنانچہ قرآن کے آیات اسپر دلالت کرتے ہیں انمیں سے ایک یہ ارشاد الٰہی ہے

وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَى وقوله تعالى إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ وقوله
اور میں بہت بخشنے والا ہوں اسکے جسنے توبہ کی اور یقین لایا اور کیے بھلے کام پھر راہ پر رہا اور یہ آیت بیشک اللہ کی رحمت نزدیک ہے نیکی والوں سے اور یہ آیت

تعالى وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فوعد المغفرة في كتاب الله تعالى منوط
قسم ہے عصر کے وقت کی بیشک انسان ٹوٹے میں ہے مگر وہ جو یقین لائے اور کیے بھلے کام پس کتاب اللہ میں بخشش کا وعدہ

بالايمان والعمل الصالح جميعا لا بالايمان وحده فمن اقر بلسانه ان الآخرة خير وابقى ثم ترك العمل واشتغل بالمعاصي
ایمان اور عمل صالح دونوں پر موقوف ہے نرے ایمان پر نہیں پس جسنے زبان سے یہ اقرار کیا کہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے پھر عمل خیر ترک کیے اور معاصی میں مشغول

فهو من المغرورين بالدنيا والمسرورين بها والمحبين لها والكارهين للموت خيفة فوات لذاتها الخسيسة لا فوت لذات الآخرة
ہوا تو وہ دنیا کے دھوکے میں ہے اور دنیا میں خوش ہے اور اسکی محبت میں ہے اور دنیا کی لذت فوت ہوجانیکے خوف سے موت کو ناپسند کرتا ہے نہ آخرت کی لذتوں کے فوت

وحصول عقابها فهؤلاء هم الذين غرتهم الحياة الدنيا وهم عن الآخرة هم غافلون واما الذين غرهم بالله الغرور
اور اسکے عقاب کے حصول کے خوف سے پس یہی وہ لوگ ہیں جنکو حیات دنیا نے دھوکا دیا اور آخرت سے وہ لوگ بےخبر ہیں اور رہے وہ لوگ جنکو شیطان نے دھوکے میں

فهم الذين يهملون الاعمال ويشتغلون بالمنكرات ويقولون ان الله كريم رحيم نرجو رحمته ومغفرته وهذا الكلام
ڈالا اللہ کا نام لیکر سو یہ وہ لوگ ہیں جو اعمال میں سستی کرتے ہیں اور منکرات میں مشغول رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کریم اور رحیم ہے ہمکو اسکی رحمت اور مغفرت کی امید ہے اور یہ کلام

وان كان صحيحا في نفسه مقبولا في القلوب الا ان الشيطان لا يغوي الانسان الا بكلام مقبول الظاهر مردود
اگرچہ حقیقت میں صحیح ہے دل مانتے ہیں لیکن انسان کو شیطان ایسی ہی بات سے بہکاتا ہے جو ظاہر میں مقبول ہو اور

الباطن ولولا حسن ظاهره لما انخدعت به القلوب لكن النبي عليه السلام كشف عن ذلك بقوله الكيس
باطن میں مردود اور اگر ظاہر میں پسندیدہ نہوتا تو اس سے دل فریب نہ کھاتے لیکن نبی علیہ السلام نے اس فریب کو کھولدیا اپنے اس ارشاد سے کہ ہوشیار

من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله وهذا التمني هو الغرور الذي
وہ ہے جو اپنے آپ کو حقیر سمجھے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے اور احمق وہ ہو کہ اپنے نفس کو ہوا و ہوس کے پیچھے لگادے اور اللہ پر آرزو چین کرے اور یہ آرزو بجا نا ہی دھوکا

غير الشيطان اسمه وسماه رجاء حتى خدع به كثيرا من الناس وقد شرح الله الرجاء بقوله الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا
جس کا شیطان نے نام بدل کر امید نام رکھا ہے یہانتک کہ بہتیرے لوگوں کو اس سے فریب دیا اور رجا کی شرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول سے آپ کردی ہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی

وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وقيل للحسن قوم يقولون نرجو الله ويضيعون العمل فقال هيهات
اور مجاہدہ کیا اللہ کی راہ میں وہ ہی امیدوار ہیں اللہ کی رحمت کو کسی نے حضرت حسنؓ سے کہا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں اور عمل خیر ضائع کرتے ہیں پس ممدوح نے کہا افسوس

هيهات تلك امانيهم يترددون فيها من رجا شيئا طلبه ومن خاف شيئا هرب منه وكما لا ينبت في الدنيا زرع
افسوس یہ آرزوئیں ہیں انکی فکر میں پڑے ہیں جو شخص کسی شئے کی امید رکھتا ہو تو اسکو طلب کرتا ہے اور جو کسی بات سے ڈرتا ہے تو اس سے بھاگتا ہے اور جیسے دنیا میں کھیتی بدون بوئے

الا بالحراثة كذلك لا يحصل في الآخرة اجر وثواب الا بالايمان والعمل وكما كان معتوها من رجا ولدا ولم ينكح
نہیں اگتی ایسی ہی آخرت میں اجر اور ثواب بدون ایمان اور عمل کے نہیں ملتا اور جیسے نادان وہ شخص جو اولاد کی امید رکھے اور نکاح نہ کرے

او نكح ولم يجامع او جامع ولم ينزل كذلك يكون معتوها من رجا رحمة الله تعالى ولم يؤمن او آمن ولم يعمل
یا نکاح تو کرے لیکن صحبت نہ کرے یا جماع کرے لیکن منزل نہو ایسے ہی نادان ہے وہ شخص جو رحمت اللہ کی امید رکھے اور ایمان نہ لائے یا ایمان لائے اور عمل

الصالحات او عمل الصالحات ولم يترك السيئات وكما ان من نكح وجامع وانزل ينبغي له ان يرجو حصول الولد
صالح نہ کرے یا اعمال صالح کرے اور برائیاں نہ چھوڑے اور جیسے جو شخص نکاح کرے اور جماع کرے اور منزل ہو تو اسکو لائق ہے کہ اولاد ہونے کی امید رکھے

وان يخاف عدم حصوله كذلك ان من آمن وعمل الصالحات وترك السيئات ينبغي له ان يرجو حصول الاجر
اور نہ ہونے کا بھی خوف کرے اسی طرح جو ایمان لایا اور اعمال نیک کیے اور برائیاں چھوڑ دیں تو اسکو لائق ہے کہ اجر

والثواب وان يخاف عدم حصوله فالواجب على المؤمن ان يتوب عن السيئات ويداوم على الطاعات ثم
اور ثواب ملنے کا امیدوار رہے اور نہ ملنے کا خوف رکھے پس مومن پر واجب ہے کہ برائیوں سے توبہ کرے اور طاعات پر دوام کرے پھر

يكون بين الخوف والرجاء ولا يقنط من رحمة الله ولا يامن من عذاب الله فان المنهمك في المعاصي قد
خوف اور رجا دونوں کے درمیان میں رہے اور اللہ کی رحمت سے ناامید اور عذاب الٰہی سے بیخوف نہو پس بیشک گناہوں میں ڈوبے ہوئے کے دل میں کبھی

يخطر له التوبة فيقول له الشيطان انى يقبل توبتك مع ارتكابك امثال تلك الذنوب فيجب عند ذلك
توبہ کا خیال آتا ہے تو اس سے شیطان کہتا ہے تیری توبہ ایسے ایسے گناہوں کے کرنے کے ساتھ کہاں قبول ہوگی پس ایسی حالت میں

قمع القنوط بالرجاء ويقول ان الله كريم رحيم يغفر ذنوب التائبين لانه تعالى قال واني لغفار لمن تاب ووعد
ناامیدی کو امید سے دفع کرنا واجب ہے اور کہے کہ بیشک اللہ کریم اور رحیم ہے اور توبہ کرنے والوں کے گناہ معاف کرتا ہے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور میں البتہ بخشنے والا ہوں جو توبہ کرے اور

قبول التوبة وقال وهو الذي يقبل التوبة عن عباده فان التوبة طاعة تكفر الذنوب كلها صغيرها
توبہ قبول کرنے کا وعدہ کیا اور فرمایا اور وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے بیشک توبہ ایسی عبادت ہے کہ سب چھوٹے

وكبيرها حتى الكفر بخلاف سائر الطاعات فانها لا تكفر الا الصغائر فمن توقع المغفرة مع التوبة فهو راج
بڑے گناہوں کو دور کر دیتی ہے یہاں تک کہ کفر کو بھی بخلاف اور عبادات کے کہ وہ صرف گناہ صغیرہ کو دور کرتے ہیں پس جو شخص توبہ کر کے بخشش کی امید رکھے تو وہ امیدوار ہے

ومن توقع المغفرة مع الاصرار فهو مغرور وكل توقع يورث التوبة والتشمر على العبادة فهو رجاء وكل توقع
اور جو گناہ پر اڑا رہ کر بخشش کی توقع کرے تو وہ مغرور ہے اور جو توقع توبہ اور عبادت کی مستعدی کا سبب ہو وہ رجا ہے اور جو توقع

يوجب الفتور في العبادة والركون الى البطالة فهو غرور فان من خطر له ان يترك الذنوب ويشتغل بالعبادة
عبادت میں سستی اور بیہودگی کی طرف رغبت کا سبب ہو وہ غرور ہے کیونکہ جسکے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ گناہ چھوڑ دے اور عبادت میں مشغول ہو

يقول الشيطان له ما لك تؤذي نفسك وتعذبها ولك رب كريم غفور رحيم فيغتر بذلك عن التوبة
تو شیطان اس سے کہتا ہے تجھکو کیا ہوا کہ اپنی جان کو تکلیف اور عذاب دیتا ہے تیرا پروردگار تو کریم اور غفور اور رحیم ہے سو اس فریب میں آکر وہ توبہ

والعبادة فهذا غرور وعند ذلك يجب على العبد ان يستعمل الخوف ويخوف نفسه بغضب الله تعالى وعظيم عقابه
اور عبادت سے باز رہتا ہے پس یہی غرور ہے اور ایسی حالت میں بندہ کو واجب ہے کہ خوف سے کام لے اور اپنے نفس کو غضب الٰہی اور اسکے بڑے عذاب سے ڈرائے

ويقول له ان الله تعالى كما كان غافر الذنوب وقابل التوبة فهو شديد العقاب ايضا وانه مع كونه كريما
اور اس سے یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ جیسے گناہوں کا معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے اسیطرح وہ سخت عذاب والا بھی ہے اور وہ کریم

رحيما خلد الكفار في النار ابد الاباد مع ان كفرهم لا يضره بل يسلط العذاب والمحن والامراض والعلل والفقر
اور رحیم ہونے کے ساتھ ہی کفار کو دوزخ میں ہمیشہ کے لیے ڈالیگا باوجودیکہ انکا کفر اسکو کچھ مضر نہیں بلکہ دنیا میں اپنے بندوں پر عذاب اور محنت اور دکھ اور بیماری اور فقیری

والجوع على عباده في الدنيا مع كونه كريما رحيما قادرا على ازالتها فمن كان سنته في عباده كذلك كيف يغتر به
اور بھوک مقرر کر رکھی ہے حالانکہ وہ کریم اور رحیم اور انکے دور کر دینے پر قادر ہے پس جسکا بندوں کے حق میں یہ طرز ہو تو اسپر بندہ کب فریب کھا سکتا ہے

العبد ولا يخافه وقد خوفه عقابه ورجاء اكثر الخلق في هذا الزمان هو سبب فتورهم عن العمل واقبالهم على
کہ اسکا خوف نہ کرے حالانکہ وہ اپنے عقاب سے ڈرا چکا ہے اور اس زمانہ میں اکثر خلق کی امید عمل میں انکی سستی اور دنیا پر متوجہ ہونے

الدنيا واعراضهم عن طاعة الله تعالى واهمالهم السعي للآخرة وهم لا يعلمون انه غرور وليس برجاء وقد اخبر النبي عليه السلام
اور طاعت الٰہی سے منہ پھیرنے اور آخرت کی سعی کے چھوڑ دینے کا سبب ہے اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ دھوکا ہے امید نہیں ہے بیشک نبی علیہ السلام خبر دے چکے ہیں

ان الغرور سيغلب على اخر هذه الامة قال الامام الغزالي فقد كان ما اخبر به النبي عليه السلام فان الناس في الزمان
کہ دھوکا عنقریب اس امت پر غالب آئیگا امام غزالیؒ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے جو خبر دی تھی وہ ہو گئی کیونکہ اول زمانہ میں لوگ

الاول كانوا يواظبون على الطاعات والعبادات ويبالغون في الاحتراز عن الشبهات والشهوات ومع ذلك كانوا يخافون
ہمیشہ طاعت اور عبادت میں لگے رہتے تھے اور شبہات اور شہوات سے خوب بچتے تھے اور اسپر بھی اپنے اوپر ڈرا کرتے تھے

على انفسهم يبكون في الخلوات واما الان فترى الخلق امنين فرحين غير خائفين مع اصرارهم على المعاصي وانهماكهم
اور تنہائی میں رویا کرتے تھے اور اب آجکل خلقت کو دیکھتے ہو امن میں خوش و خرم بے خوف و ہراس باوجود گناہوں پر اڑے ہوئے ہونے اور

في الدنيا واعراضهم عن طاعة الله تعالى ويزعمون انهم واثقون بكرم الله تعالى وفضله وراجون لعفوه ومغفرته
دنیا میں کھپے ہوئے ہونے اور طاعت الٰہی سے منھ پھیرے ہونے کے اور گھمنڈ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کرم اور فضل پر بڑا بھروسہ کیے ہوئے ہیں اور اُسکے درگذر اور بخشش کی امید رکھتے ہیں

ويقولون ان نعمته واسعة ورحمته شاملة واين معاصي العباد في بحار مغفرته ويسمون تمنيهم واغترارهم رجاء و
اور کہتے ہیں کہ اسکی نعمت فراخ ہے اور اسکی رحمت عام ہے اور بندوں کے معاصی کی اسکے دریاے مغفرت میں کیا اصل ہے اور اپنی اس تمنا اور دھوکے کا نام رجا رکھ چھوڑا ہے اور

يقولون ان الرجاء مقام محمود في الدين فكانهم يزعمون انهم عرفوا من كرم الله تعالى وفضله ما لا يعرفه الانبياء
کہتے ہیں کہ رجا دین میں پسندیدہ مقام ہے پس گویا انکا یہ زعم ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے کرم اور فضل سے وہ جان گئے جو انبیا

والصحابة والسلف الصالح

المجلس الثامن والستون في بيان فضيلة التقوى وحسن الخلق وحقيقتهما

اور صحابہ اور صلحاے پیشین بھی نہیں جانتے تھے

اڑسٹھویں مجلس تقوے اور حسن خلق کی فضیلت اور دونوں کی حقیقت کے بیان میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتدرون ما اكثر ما يدخل الناس الجنة تقوى الله وحسن
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تم جانتے ہو کیا چیز جنت میں لوگوں کو زیادہ لیجائیگی پرہیزگاری اور نیک

الخلق هذا الحديث من حسان المصابيح رواه ابو هريرة رضه ومعناه ان اكثر اسباب السعادة الابدية انما يحصل بالجمع بين هاتين
عادت یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے ابو ہریرہؓ کی روایت اور اسکے معنے یہ ہیں کہ اکثر سعادت ابدی کا سبب ان دونوں خصلتوں کے جمع کرنے سے حاصل ہوتا ہے

الخصلتين فان التقوى اشارة الى حسن المعاملة مع الخالق وحسن الخلق اشارة الى حسن المعاملة مع الخلق فعلى
کیونکہ تقوی سے خالق کے ساتھ خوبی معاملہ کی طرف اشارہ ہے اور حسن خلق سے مخلوق کے ساتھ خوش معاملہ ہونے کی طرف پس

هذا ينبغي لمن علم ان سعادة الدنيا فانية وان سعادة الاخرة باقية ان يختار سعادة الاخرة على سعادة الدنيا وسعادة
اس بنا پر لائق ہے اسکو جو یہ جانتا ہے کہ سعادت دنیوی فانی اور سعادت اُخروی باقی ہے کہ سعادت اُخروی کو سعادت دنیوی پر پسند کرے اور سعادت

الاخرة لا تحصل الا بتقوى الله تعالى لان حسن الخلق وان ذكر معها اهتماما بشانه الا انه داخل فيها لانها عبارة عن
اُخروی بدون تقوی الٰہی کے حاصل نہیں ہوتی کیونکہ حسن خلق اگرچہ اسکے ساتھ عظمت شان کی وجہ سے مذکور ہے لیکن وہ تقوی ہی میں داخل ہے اسلیے کہ تقوی سے مراد

اجتناب المنكرات والمنهي عنها واتيان المعروفات والمامور بها وبها تحصل خيرات الدنيا والاخرة اما الخيرات الدنيوية
بُرائیوں اور منع کی ہوئی باتوں سے بچنا اور اچھے کام اور خدا کے فرمودہ کو بجا لانا ہے اور اسی سے دنیا اور آخرت کی سب خوبیاں حاصل ہو گئیں پھر دنیا کی خوبیاں ان

فمنها الحفظ والحراسة كما قال الله تعالى وان تصبروا وتتقوا لا يضركم كيدهم شيئا ومنها النجاة من الشدائد والرزق
پس ایک انمیں سے حفاظت اور نگہبانی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اگر تم صبر کرو اور ڈرتے رہو تو کچھ نہ بگاڑیگا تمھارا انکا فریب اور ایک انمیں سے سختیوں سے نجات پانا اور رزق

من الحلال كما قال الله تعالى ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب واما الخيرات الاخروية
حلال چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے وہ اسکی سبیل کر دیگا اور روزی دیگا اسکو جہاں سے اسکو خیال نہو رہیں آخرت کی خوبیاں

فمنها اصلاح العمل كما قال الله تعالى يا ايها الذين امنوا اتقوا الله وقولوا قولا سديدا يصلح لكم اعمالكم ومنها قبول
تو انمیں سے ایک عمل کی درستی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور کہو ٹھیک بات سنوار دیگا تمھارے لیے تمھارے کام اور ایک انمیں سے

العمل كما قال الله تعالى انما يتقبل الله من المتقين ومنها الاكرام والاعزاز كما قال الله تعالى ان اكرمكم
عمل قبول ہونا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ قبول کرتا ہے صرف تقوی والوں سے اور ایک انمیں سے اکرام اور عزت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بیشک زیادہ باعزت

عند الله اتقاكم ومنها البشارة كما قال الله تعالى الذين آمنوا وكانوا يتقون ۝ لهم البشرى في الحيوة الدنيا وفي

اللہ کے نزدیک زیادہ تقوی والا ہے اور ایک انمین سے خوشخبری ہے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے وہ لوگ کہ یقین لائے اور رہے ڈرتے ہی انکو خوشخبری ہے حیات دنیا مین اور

الآخرة ومنها النجاة من النار كما قال الله تعالى ثم ننجي الذين اتقوا ونذر الظالمين فيها جثيا ومنها الخلود

آخرت مین اور ایک انمین سے دوزخ سے نجات پانا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے پھر بچا لینگے ہم انکو جو ڈرتے رہے اور چھوڑ دینگے گنہگارون کو انمین گھٹنون کے بل اور ایک انمین سے

في الجنة كما قال الله تعالى لكن الذين اتقوا ربهم لهم جنت تجري من تحتها الانهر خلدين فيها ومنها الدرجة العليا

جنت مین ہمیشہ رہنا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے لیکن وہ لوگ کہ ڈرتے رہے اپنے رب سے انکے لیے باغ ہین جنکے نیچے بہتی ہین نہرین ہمیشہ رہنے والے ہین اور ایک انمین سے درجہ بلند

والمرتبة القصوى التي هي محبة الله تعالى كما قال الله تعالى ان الله يحب المتقين ولو لم يكن في التقوى سوى

اور انتہا کا مرتبہ یعنی محبت الٰہی ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے اللہ محبت کرتا ہے تقوی والون سے اور اگر تقوی مین سوا اسکے کوئی اور فضیلت نہوتی

هذه الخصلة لكفت فكيف لا يسعى العبد في تحصيلها مع ان لها فضائل كثيرة سواها والقرآن مملو بذكر فضائلها

تو یہی کافی تھی پھر بندہ کیونکر اسکے حاصل کرنے مین کوشش نہ کرے باوجودیکہ اسکے سوا اسکی بہت فضیلتین ہین اور قرآن اسکے فضائل سے پر ہے

فانه تعالى قال في آية الله ولي المتقين وقال في آية اخرى والعاقبة للمتقين وقال في آية اخرى وازلفت

پس بیشک اللہ تعالی نے ایک آیت مین فرمایا ہے اللہ رفیق ہے ڈرنے والون کا اور دوسری آیت مین فرمایا اور بھلا انجام ہے ڈر والون کا اور ایک اور آیت مین فرمایا اور نزدیک لائی گئی

الجنة للمتقين وغيرها من الآيات الدالة على فضيلة التقوى فانه تعالى قد وصى بها الاولين والآخرين من

بہشت ڈر والون کے اور سوا اسکے اور آیتین جو تقوی کی فضیلت پر دلالت کرتی ہین پس بیشک اللہ تعالی نے اگلون اور پچھلون کو اسی کی وصیت کی ہے

حيث قال ولقد وصينا الذين اوتوا الكتب من قبلكم واياكم ان اتقوا الله والحاصل انها اجماع كل

چنانچہ فرمایا ہے اور بیشک ہمنے وصیت کی ہے انکو جو دیے گئے کتاب تمسے پہلے اور تمکو کہ ڈرتے رہو اللہ سے اور حاصل یہ ہے کہ تقوی تمام خوبیون کا مجموعہ ہے

خير وهي في اللغة فرط الصيانة وفي عرف الشرع عبارة عن التوقي عما يضره في الآخرة من فعل وترك فيلزم

اور تقوی لغت مین بہت بچنا ہے اور عرف شرع مین اس چیز سے بچنا مراد ہے جو آخرت مین مضر ہو فعل ہو یا ترک پس اسکے

اجتناب الكبائر بالاتفاق في تحصيلها وعند البعض يلزم اجتناب الصغائر ايضا في تحصيلها وهو الحق

حاصل کرنے کے واسطے کبائر سے بچنا بالاتفاق لازم ہے اور بعضون کے نزدیک اسکی تحصیل مین صغیرہ گناہون سے بھی بچنا ضرور ہے اور یہی حق ہے

وقيل لا يلزم اجتنابها لانها مكفرة عن مجتنب الكبائر فلا يستحق العبد بها العقوبة لقوله تعالى

اور بعض کہتے ہین کہ صغائر سے اجتناب ضروری نہین کیونکہ صغائر کبائر سے بچنے والے سے دور کردیے جاتے ہین لہذا بندہ اس سے سزاوار عقوبت نہین ہوتا اس آیت سے

ان تجتنبوا كبائر ما تنهون عنه نكفر عنكم سيئاتكم لكن هذا خطاء مخالف لقواعد اهل السنة لان

اگر تم بچتے رہو گے بڑی ان چیزون سے جس سے تم منع کیے جاتے ہو تو ہم دور کردینگے تمہارے گناہ لیکن یہ خطا ہے اہل سنت کے قواعد کے خلاف ہے کیونکہ

العقاب على الصغيرة جائز عندهم ولو مع اجتناب الكبائر لان بعض المفسرين حملوا الكبائر في

انکے نزدیک صغیرہ پر عذاب کرنا جائز ہے اگرچہ کبائر سے بچنے کے ساتھ ہو اسلیے کہ بعض مفسرین نے اس

الآية على انواع الشرك كشرك اليهود والنصارى والمجوس وغيرهم لان المطلق عند عدم القرينة ينصرف الى

آیت مین کبائر کو اقسام شرک پر محمول کیا ہے جیسے یہود اور نصاری اور مجوس وغیرہ کا شرک کیونکہ مطلق قرینہ نہونے کے وقت فرد

الكامل وهو الشرك وباجتنابه لا يتعين تكفير غيره بل يبقى في مشية الله تعالى لقوله ان الله لا يغفر ان يشرك به

کامل کیطرف راجع ہوتا ہے اور وہ شرک ہے اور اسکے بچنے سے اور گناہون کا اتر جانا مقرر نہین بلکہ مشیت الٰہی مین باقی رہتا ہے اس آیت کی رو سے بیشک اللہ نہین بخشتا ہے اسکو کہ اسکے ساتھ شرک کیا جائے

ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء مع ان الاصرار على الصغائر كبيرة فلا يكون مكفرة بل لا بد من اجتنابها وقد روي عن عطية

اور بخشدیتا ہے اسکے ماسوا کو جسکو چاہتا ہے باوجودیکہ صغائر پر جمے رہنا بھی کبیرہ ہے پھر کفارہ نہوگا بلکہ اس سے اجتناب ضرور ہے اور عطیہ سے روایت ہے

انه عليه السلام قال لا يبلغ العبد ان يكون من المتقين حتى يدع ما لا باس به حذرا مما به باس وهذا

کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ بندہ اس درجہ کو نہ پہونچیگا کہ متقیون مین سے ہو جاے یہانتک کہ اس چیز کے خوف سے جسمین مضائقہ ہے اسکو چھوڑدے جسمین کچھ مضائقہ نہین اور یہ

الحدیث نص فی لزوم اجتناب الصغائر فی تحصیل التقوی لانہا علی تقدیر کونہا مکفرۃ عن مجتنب الکبائر یکون معہ
حدیث تقوی کے حاصل کرنے کے لیے صغیرہ گناہوں سے بچنے کی ضروری ہونے میں صاف تصریح ہے کیونکہ کبائر کے بچنے والے سے اُنکے کفارہ ہو جانے کی صورت میں انکے ساتھ ہونگے

لا باس بہ فیلزم اجتنابہا مع ان المعنی اللغوی الذی ہو فرط الصیانۃ مرعی فی المعنی الشرعی بما امکن وفرط الصیانۃ یقتضی
جسمیں مضائقہ نہیں لہذا انسے بچنا لازم آیا باوجودیکہ لغوی معنے کی رعایت یعنی خوب احتیاط کرنا شرعی معنوں میں حتی الامکان ضروری ہے اور خوب احتیاط کا تقاضا یہ ہے

اجتناب الکبائر والشبہات ایضا لکن الاحتراز عن جمیع الشبہات لا یمکن فی ہذا الزمان کما قال قاضی خان فی فتاواہ
کہ کبائر اور شبہات سے بھی بچے لیکن اس زمانے میں تمامی شبہات سے احتراز نہیں ہو سکتا چنانچہ قاضی خان نے اپنے فتاوے میں کہا ہے

لیس زماننا زمان الشبہات وعلی المسلم ان یتقی الحرام العائن وکذا قال صاحب الہدایۃ فی التجنیس وزمانہما قبل ستمائۃ
کہ ہمارا زمانہ شبہات کا زمانہ نہیں ہے مسلم کے ذمہ یہی ہے کہ حرام ظاہر سے پرہیز رکھے اور ایسے ہی ہدایہ والا تجنیس میں کہتا ہے اور ان دونوں کا زمانہ

سنۃ وقد بلغ التاریخ الآن ما بلغ ولا شک ان الفساد والتغیر یزیدان بزیادۃ بعد الزمان عن عہد النبوۃ والسبب فی
سنہ چھ سو سے پہلے ہے اور اب تو تاریخ جہاں تک پہونچی پہونچی اور اسمیں کچھ شک نہیں ہے کہ عہد نبوت سے فاصلے کے بڑھنے سے فساد اور تغیر بڑھتے جاتے ہیں اور

عدم امکان الاحتراز عن الشبہات فی ہذا الزمان عدۃ امور الاول ان قوام البدن وانتظام المعاش لیس الا بالنقود
اس زمانہ میں شبہات سے احتراز نہو سکنے کے سبب کئی امور ہیں اول یہ کہ بدن کی تندرستی اور گذران کا استقام بدون نقود

والحبوب ونحوہما مما یخرج من الارض والغالب المستعمل فی النقود والفلوس لیس الا الدراہم وقد صغروہا بحیث لا یعلم
اور دانہ وغیرہ کے جو زمین سے پیدا ہوتا ہے نہیں ہوتا اور اکثر معاملات کے کرنے اور توڑنے میں چلن دراہم ہی کا ہے سو انکو اتنا کم کر ڈالا ہے کہ معلوم نہیں ہوتا

کم منہا یبلغ قدر وزن درہم واحد شرعی بل الطامعون من اخساء الفسقۃ والکفرۃ لا یزالون یقطعونہا حتی صار المقطوع
کہ انمیں سے کو درہم شرعی ایک درہم کے وزن کے برابر ہوتے ہیں بلکہ لالچی فرومایہ فاسق اور کفار ہمیشہ دراہم کو کترتے جاتے ہیں یہاں تک کہ کترا ہوا

فی الدراہم غالبا علی غیرہ وبسبب ذلک ترکوا وزنہا وجعلوہا من المعدودات فی التبایع والاستقراض وفی الفضۃ وزنیۃ
بچنے سے زیادہ ہو گیا ہے سکا باعث یہ ہوا ہے کہ دراہم کو تولنا چھوڑ دیا ہے اور انکو بیوع اور قرض وغیرہ میں معدودات میں سے ٹھہرا رکھا ہے اور چاندی

ابدا بالنص الشارع علیہ السلام فلا یتبدل بالعرف لان شرط اعتبارہ عدم النص وہذا مذہب ابی حنیفۃ ومحمد وروایۃ
ہمیشہ کے لیے بوجہ تصریح شارع کے وزنی ہے لہذا عرف سے نہیں بدل سکتا اسلیے کہ عرف کے معتبر ہونے کی شرط تصریح کا نہوا ہے اور یہی مذہب ہے ابو حنیفہ اور محمد کا اور یہی روایۃ

ظاہرۃ عن ابی یوسف وفی روایۃ ضعیفۃ عنہ یعتبر العرف مطلقا فاذا کانت الفضۃ وزنیۃ ابدا یلزم بیان وزنہا
ظاہر ہے ابو یوسف سے اور ایک ضعیف روایت ابو یوسف سے یہ ہے کہ عرف مطلقاً معتبر ہوتا ہے تو جب چاندی ہمیشہ کو وزنی رہی تو اُسکا وزن بیان کر دینا

فی التبایع والاستقراض لان بیان مقدار الثمن شرط صحۃ البیع ونحوہ ومقدار الوزن لا یعلم بالعد کما لا یعلم مقدار
بیوع اور قرض میں ضرور ہوا اسلیے کہ ثمن کی مقدار بیان کر دینا بیوع وغیرہ کی صحت کے لیے شرط ہے اور وزن کی مقدار گننے سے معلوم نہیں ہوتی جیسے تولنے سے

العدد بالوزن فاذا لم یبین وزنہ یفسد البیع والاجارۃ والقرض ونحوہا فیکون ما اشتری بہا بالبیع الفاسد من
گنتی کی مقدار معلوم نہیں ہوتی تو جب کہ اُسکا وزن معلوم نہوا تو بیع اور اجارہ اور قرض وغیرہ سب فاسد ہوئے پس جو کھانا اور لونڈی بیع فاسد سے خریدا ہے وہ

الطعام والجاریۃ ملکا للمشتری بعد القبض لکن لا یحل لہ اکل الطعام ولا وطی الجاریۃ ولا مخلص منہ ولا حیلۃ
سب بعد قبضے کے خریدار کی ملک ہو جاینگے لیکن اسکو کھانے کا تناول کرنا حلال نہیں ہے اور نہ لونڈی سے صحبت کرنا اور اس سے کوئی چھٹکارا نہیں ہے اور نہ

فیہ الا التمسک بالروایۃ الضعیفۃ عن ابی یوسف لتعسر الجمع بین العد والوزن خصوصا فی حق الفقراء
اسمیں کوئی حیلہ ہے بجز تمسک اُسی ضعیف روایت کے جو ابو یوسف سے منقول ہے کیونکہ گنتی اور تول کا جمع کرنا بہت دشوار ہے خاصکر فقرا کے حق میں

وقد تقرر ان الضرورات تبیح المحظورات والثانی غلبۃ الطمع علی الناس بحیث تری اکثرہم لا یرضون
اور ثابت ہو چکا ہے کہ ضرورت ممنوع کو مباح کر دیتی ہے اور دوسرا سبب لوگوں پر طمع کا غالب ہو جانا ہے چنانچہ تو اکثروں کو دیکھتا ہے کہ اپنے اپنے

بحقوقہم ولا یقنعون بحظوظہم بل یتجاوزون الی الحرام والثالث غلبۃ الظلم بین الخلق من الغصب
حقوق پر راضی نہیں ہوتے اور اپنے اپنے حصوں پر قناعت نہیں کرتے بلکہ حرام تک بڑھ جاتے ہیں اور تیسرے خلقت میں ظلم پھیل جانا چھین لینا

والسرقة والخيانة والتزوير ونحوها والرابع غلبة الجهل على التجار والصناع والاجراء والشركاء في الاصل
چورالینا خیانت دغابازی اور مانند اسکے اور چوتھے سوداگرون اور کاریگرون اور مزدورون اور شرکا پر جہالت کا غلبہ ہے اصل مین

والعلة فلا يراعون شرائط الشرع في معاملاتهم فاذن معاملاتهم لا تخلو اما ان تبطل فيكون مكسوبهم
یا سبب مین پس یہ لوگ شرعی شرطون کی رعایت اپنے معاملے مین نہین کرتے لہذا انکے معاملات اس سے خالی نہین کہ یا باطل ہون گے تو انکی کمائی

حراما او تفسد فتكره فتكون مكسوبهم خبيثا والحرام لا يكون ملكا بالقبض بل ان امكن الرد الى صاحبه
حرام ہوگی یا فاسد اور مکروہ ہونگے تو انکی کمائی خبیث ہوگی اور حرام قبضہ سے ملک نہین ہوتا بلکہ اگر اسکے مالک کو لوٹا دینا ممکن ہو تو

يجب الرد اليه ويحصل الاثم بغيره ولا يجوز لاحد اخذه لا بشراء او اجارة او هبة او صدقة او نحوها
لوٹا دینا واجب ہو اور بدون اسکے گنہگار ہوتا ہو اور کسی کو خرید کر یا اجارہ سے یا ہبہ سے یا صدقہ سے یا کسی اور وجہ سے

اذ لا يصير بها حلالا وان تعذر الرد الى صاحبه فسبيله التصدق لا غير والخبيث وان كان ملكا بالقبض
اسکا لینا جائز نہین ہے کیونکہ ان باتون سے حلال نہین ہوتا اور اگر مالک تک پہونچانا ممکن نہو تو اسکی راہ بجز صدقہ دیدینے کے کوئی نہین اور خبیث اگرچہ قبضہ کرنے سے ملک ہوجاتا ہے

لكن يجب على مالكه التصدق ويأثم بغيره ولا يجوز لاحد اخذه الا ان يتصدق عليه وهو فقير فاذا كان
لیکن مالک کو خیرات کر دینا واجب اور اسکے علاوہ مین گنہگار ہوتا ہے اور کسی کو اسکا لینا جائز نہین ہان جسکو صدقہ دیا جائے اور وہ فقیر ہو پس جب یہ

كذلك فكيف يمكن المعاملة بالناس في هذا الزمان مع الاحتراز عن الشبهات فان كثيرا في ايديهم من
حال ہو تو اس زمانہ مین شبہات سے بچکر لوگون سے معاملہ کرنا کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ اکثر مال جو انکے قبضہ مین ہین

الاموال ما حرام او خبيث بسبب ظلم بعضهم بعضا بالغصب والسرقة والخيانة والتزوير ونحوها
یا حرام ہین یا خبیث بعض کے بعض پر ظلم کی وجہ سے غصب سے یا چوری سے یا خیانت سے یا دغابازی وغیرہ سے

او بسبب عدم مراعاة شرائط الشرع في معاملاتهم فالاخذ بالقول الاحوط والاحتراز عن الشبهات في هذا الزمان
یا اپنے معاملات مین شرعی شرائط کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے پس احتیاطی قول کو لینا اور شبہات سے بچنا اس زمانہ مین

يستدعي ان لا يعامل مع الناس ويقتضي العزلة عنهم والفرار الى الجبال وسكنى المغارات في بطون الاودية
یہ چاہتا ہے کہ لوگون کے ساتھ کوئی معاملہ نہ کیجیے اور انکے سراسر الگ ہوجانے اور پہاڑون مین بھاگ جانے اور غارون اور نالون کے اندر رہا کرنے

ورتع الحشيش والكلاء وفي هذا حرج عظيم وتكليف بما لا يطاق وكلاهما منفيان في الشرع بالنص لان الانسان مدني
اور گھاس پھوس کھانے کو مقتضی ہے اور اسمین بڑا ہی حرج اور طاقت سے زیادہ تکلیف ہے اور شرع کے اندر یہ دونون حسب تصریح قرآن نہین ہین کیونکہ انسان

بالطبع لا يمكنه ان يعيش وحده بل لا بد له ان يعيش مع الناس فيتعين في هذا الزمان لا محالة الاخذ بما قال
کی طبیعت مین ساز ہے تنہا گذران ممکن نہین بلکہ بالضرور ہے کہ گذران آدمیون مین ہو پس اس زمانہ مین بالضرور اسی روایت کو اختیار کرنا چاہیے جو امام

محمد ومن تبعه من المشائخ من جواز اخذ مال الغير باذنه ورضائه بعوض وبغير عوض ما لم يعلم كونه حراما
محمد کہتے ہین اور انکے پیرو بعض مشائخ کہ غیر کا مال اسکی اجازت اور خوشی سے لینا جائز ہے بدلہ سے ہو یا بے بدلہ جب تک بذاتہ حرام معلوم نہو

بعينه تمسكا باصول مقررة في الشرع من ان اليد دليل الملك وان الاصل في الاشياء الاباحة وان اليقين لا يزول
قواعد مقررہ شرع سے تمسک کرکے کہ قبضہ دلیل ملک ہے اور اصل چیزون مین اباحت ہے اور یقین شک سے دفع نہین ہوتا

بالشك وانما يزول بيقين مثله وان الثمن بالعقود والفسوخ اذا كان من النقود لا يتعين بالتعيين بل
یقین اسی یقین سے جاتا ہے جو اسکے مثل ہو اور عقود اور فسوخ مین ثمن جبکہ نقد روپیہ ہو تو تعین کرنے سے متعین نہین ہوتا بلکہ

يثبت بالذمة حتى لو اشير الى الثمن النقد ودفع غيره يجوز بخلاف المبيع فانه يتعين بالعقد حتى لا يجوز
ذمہ پر لازم ہوتا ہے یہانتک کہ اگر ثمن نقد کو اشارہ سے متعین کرے اور اسکے سوا اور روپیہ دیدے تو جائز ہے برخلاف مبیع کہ وہ عقد کرنے سے متعین ہوجاتی ہے یہانتک کہ اسکو

استبداله باخر واقامته مقامه الا بالفسخ وتكرار العقد وبما قال الكرخي وقد صرحوا بكون الفتوى عليه
اور چیز سے بدل لینا اور اسکی جگہ دوسری ٹھہرا لینا جائز نہین ہے مگر پہلا عقد توڑکر اور دوبارہ عقد کرکے اور ضرور ہے اختیار کرنا امام کرخی کے قول کو اور فقہا نے تصریح کی ہے کہ فتوے اسی پر ہے

في هذا الزمان ان المشتري بحرام بعينه حلال طيب الا ان يشار اليه حين العقد ثم سلم فيكون ملكا خبيثا واجب
اس زمانہ میں کہ حرام بعینہ خریدی ہوئی چیز حلال پاکیزہ ہو مگر اُس صورت میں کہ عقد کرتے وقت اُسکی طرف اشارہ کرے پھر وہی شے بھی دے اب وہ شے ملک خبیث ہو گی

التصدق وبما ذهب اليه ابو حنيفة رح من ان الخلط الرافع للتميز استهلاك موجب للتملك والضمان وبما روي عنه ان
اسکا صدقہ کر دینا واجب ہے اور اختیار کرنا امام ابو حنیفہ رح کے مذہب کو کہ ملا دینا چیز کا جسمیں امتیاز باقی نہ رہا کہ دوسری ہلاک ہو جاتی ہے اور ضمان کا باعث ہے اور اختیار کرنا اسکو جو انسے مروی ہے

سبب الطيب وجوب الضمان لا اداؤه نعم ما لا يدرك كله لا يترك كله فان الاحتراز عن جميع الشبهات لما لم يكن
کہ حلت کا سبب ضمان کا لازم آنا ہے نہ اسکا ادا کرنا ہاں جو چیز ساری نہو سکے تو سراسر چھوڑ نا نہ چاہیے پس تمام شبہات سے بچنا جب

ممكنا في هذا الزمان لزم الاحتراز عن الشبهات التي يمكن الاحتراز عنها في تحقق التقوى لان الطاعة بحسب الطاقة
اس زمانے میں ممکن نہیں ہے تو اُن شبہات سے بچنا جنسے بچنا ممکن ہے ثبوت تقوی کے لیے لازم ہے اسواسطے کہ اطاعت موافق طاقت کے ہوتی ہے

فمن اتقى عما في وسعه من الشبهات يرجى من فضل الله تعالى ان يعفو عنه ما ليس في وسعه ويجعل له ثواب
پھر جو شخص اُن شبہات سے بچتا رہے جو اسکی وسعت میں ہیں تو اللہ کے فضل سے امید ہے کہ اسکو معاف کر دے جو اسکی طاقت میں نہیں اور اسکو

المتقين واما طعام اهل الوظائف من الاوقاف وبيت المال فهو كسائر المكاسب فان الكسب بالبيع والاجارة
متقیوں کا ثواب عنایت کرے اور رہا وظیفہ داروں کا اوقاف میں سے یا بیت المال میں سے کھانا سو وہ اور تمام کمائیوں کی طرح ہو کیونکہ بیع اور اجارہ

ونحوهما اذا روعي فيها شرائط الشرع كما يكون حلالا طيبا كذلك الوقف اذا صح وروعي فيه شرائط الواقف يكون
وغیرہ سے کمائی میں جب شرعی شرطوں کی رعایت کی جائے تو جیسے یہ حلال طیب ہوتا ہے ایسے ہی وقف اگر صحیح ہو اور اسمیں وقف کی شرطیں رعایت کی جائیں

حلالا طيبا وكذا بيت المال يحل لمن كان مصرفا له اخذه بقدر الكفاية وتفصيل الكفاية على ما في الاحياء
تو حلال طیب ہوتا ہے اور ایسے ہی بیت المال اُسی کے لیے حلال ہوتا ہے جو اُسکے قابل ہو اور بقدر کفایت لیا کرے اور کفایت کی تفصیل موافق بیان احیاء

وغيره من الكتب في السلوك ولا فرق بين الوقف وبين بيت المال وبين غيرهما من المكاسب في كون كل منها
وغیرہ کے کتب سلوک میں ہے اور وقف اور بیت المال اور اسکے علاوہ اور کمائیوں کے اندر اس باب میں کچھ فرق نہیں ہے کہ سب

حلالا طيبا اذا روعي فيه شرائط الشرع وفي عدم كونه حلالا اذا لم يراع فيه شرائط الشرع وذكر في الواقعات ان الذين
حلال طیب ہیں اگر انمیں شرائط شرعی رعایت کی جائیں اور اگر انمیں شرائط شرعی کی رعایت نہو تو حلال نہیں اور واقعات میں مذکور ہو کہ جو لوگ

يقضون ويفتون ويشتغلون بالتعليم ويأكلون من بيت المال فانهم ليسوا عاملين بالاجرة بل هم
حکم کرتے ہیں اور فتوی دیتے ہیں اور درس و تدریس میں مصروف رہتے ہیں اور بیت المال میں سے کھاتے ہیں سو یہ لوگ اجرت پر کام کرنیوالے نہیں ہیں بلکہ وہ

عاملون لله تعالى واجرهم على الله تعالى وكذلك ما يعطيه الامراء والسلاطين من اموالهم الى رجل حلال الى ان يعلم
للہ کار و بار کرتے ہیں اور انکا اجر خدا پر ہے اور ایسے ہی جو کچھ امرا اور بادشاہ اپنے مال میں سے کسی کو دیں وہ حلال ہے جب تک

انه حرام بعينه نعم درجات الحلال كثيرة عالية بعضها اعلى من بعض لكن في زماننا لا يمكن الاخذ بالقول الاحوط في
بعینہ اسکا حرام ہونا معلوم نہو ہاں حلال کے مرتبہ بہت ہیں ایک سے ایک بڑھ کر ہے لیکن ہمارے زمانے میں تقوی کے باب میں احتیاطی قول کو اختیار کرنا ممکن

التقوى لان الاستقصاء البالغ في الحلال على قانون الورع الاعلى في زماننا مما يفضي الى الحرج وهو مدفوع في الدين
نہیں ہے کیونکہ حلال کے باب میں اعلی رتبہ کی پرہیزگاری کے موافق نہایت درجہ کا مبالغہ کرنے سے ہمارے زمانے میں بڑا حرج ہوتا ہے اور دین کے اندر حرج نہیں ہے

بل الشرع هو الميزان المستقيم فما لا يذمه الشرع فهو حلال رحمة من الله تعالى على عباده فاذا تمسك احد بالشريعة
بلکہ شرع سیدھی ترازو ہے سو جسکو شرع برا نہ کہے وہ سب اللہ کی طرف سے بندوں کے حال پر کمال رحمت کی رو سے حلال ہے اور جب کوئی شریعت سے سند لائے

فليس لاحد ان ينكر عليه لان الانكار عليه استخفاف بالشريعة ومن استخف بالشريعة يخاف عليه زوال الايمان اذا
پھر یہ کسیکا حق نہیں کہ اس سے انکار کرے کیونکہ اسپر انکار کرنا شریعت کی تحقیر ہے اور جو شخص شرع کی تحقیر کرے تو اُسپر ایمان جاتے رہنے کا خوف ہے جب

تحقق هذا فالورع والتقوى في هذا الزمان ان يجعل ما في يد كل انسان ملكا له ما لم يتيقن انه بعينه مغصوب
یہ امر ثابت ہوا تو ورع اور تقوی اس زمانے میں یہ ہے کہ جو چیز جس شخص کے قبضہ میں ہے اُسکی ملک مانی جائے جب تک یقینی معلوم نہو کہ یہ خاص چیز چھینی ہوئی

او مسروقۃ وان علم یقینا انہ فی مالہ حرام اذ قد قال قاضیخان فی فتاواہ رجل دخل علی سلطان فقدم الیہ شیئا من
یا چرائی ہوئی ہو اگرچہ یہ بات یقینی معلوم ہو کہ اسکے مال میں حرام بھی ملا جلا ہے اسلیئے کہ قاضی خان نے اپنے فتاوی میں کہا ہے کہ ایک شخص حاکم کے پاس گیا پس اس نے اس کو

الماکولات ان لم یعلم انہ بعینہ غصب یحل لہ ان یاکل لانہ لم یعلم بالحرمۃ والاصل فی الاشیاء الاباحۃ وان علم
کوئی کھانے کی چیز دیدی اگر یہ نہ معلوم ہو کہ یہی خاص غصب کی ہوئی ہے تو اسکو کھانا البتہ حلال ہے اسلیئے کہ اسکو حرمت معلوم نہیں ہے اور اصل اشیا میں اباحت ہے اور اگر معلوم ہو

انہ بعینہ حرام لا یحل لہ ان یاکل منہ لانہ علم بالحرمۃ وسئل ابوبکر البلخی عن الفقیر انہ لو اخذ جائزۃ السلطان
کہ یہ خاص چیز حرام ہے تو کھانا حلال نہیں ہے کیونکہ اسکو حرمت معلوم ہوگئی کسی نے ابوبکر بلخی سے فقیر کا حال پوچھا کہ اس نے اگر عطیہ سلطان کا

مع علمہ ان السلطان اخذہا غصبا ایحل لہ ذلک قال ان السلطان ان خلط الدراہم بعضہا ببعض فلا بأس
یہ جان بوجھ کر لے لیا کہ سلطان نے اسکو چھین کر لیا ہے تو کیا اسکو یہ حلال ہے جواب دیا اگر سلطان نے یہ دراہم دوسرے دراہم میں ملا دیئے تو لینے میں کچھ مضایقہ

بان یاخذہ وان دفع الیہ عین الغصب من غیر خلط لا یجوز لہ اخذہ قال الفقیہ ابو اللیث ہذا الجواب یستقیم
نہیں ہے اور اگر اسکو خاص وہی چھینے ہوئے درہم بدون ملانیکے دیدیئے تو لینا جائز نہیں ہے فقیہ ابو اللیث کہتے ہیں یہ جواب

علی قول ابی حنیفۃ رح اذ عندہ من غصب الدراہم من قوم وخلط بعضہا ببعض یملکہا الغاصب ویکون
ابو حنیفہ رح کے قول پر درست ہے اسلیئے کہ امام کے نزدیک اگر کسی نے کسی قوم سے دراہم چھین کر ایک دوسرے میں ملا دیئے تو غاصب مالک ہو جاتا ہے اور

مدیونا لہم وذکر فی بستان العارفین ان الناس اختلفوا فی اخذ جائزۃ السلطان قال بعضہم یجوز ما لم یعلم
انکا قرضدار رہیگا اور بستان العارفین میں مذکور ہے کہ عطیہ سلطان کے قبول کرنے میں لوگوں کا اختلاف ہے کوئی کہتا ہے جائز ہے جب تک یہ نہ معلوم ہو

انہ یعطیہ من الحرام وقال بعضہم لا یجوز اما من اجازہ فقد ذہب الی ما روی عن علی بن ابی طالب رض انہ قال
کہ یہ حرام کا مال دیتا ہے اور کوئی کہتا ہے جائز نہیں ہے جس نے جائز کہا ہے اس نے وہ اختیار کیا ہے جو حضرت علی ابن ابی طالب رض سے روایت ہے کہ فرمایا

السلطان یصیب من الحلال والحرام فما یعطیک فخذہ فانما یعطیک من الحلال وروی عن عمر رض ان النبی علیہ السلام
سلطان کے پاس حلال اور حرام سب آتا ہے پھر جو تجھکو دیتا ہے سو لیلے کیونکہ تجھکو حلال ہی دیتا ہے اور حضرت عمر رض سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے

قال من اعطی شیئا من غیر مسألۃ فلیاخذہ فانما ہو رزق رزقہ اللہ تعالی وروی عن حبیب بن ابی ثابت انہ قال
فرمایا جسکو کوئی شخص بے مانگے کچھ دے تو لیلینا چاہیئے کیونکہ وہ اللہ تعالی نے رزق دیا ہے اور حبیب ابن ابی ثابت سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں

رأیت ابن عمر رض وابن عباس رض یأتیہما ہدایا المختار فیقبلانہا مع کونہ مشہورا بالظلم وروی محمد بن الحسن عن ابی حنیفۃ
کہ میں نے ابن عمر رض و ابن عباس رض کو دیکھا ہے کہ انکے پاس مختار کے ہدیہ آیا کرتے تھے اور وہ دونوں لیلیتے باوجودیکہ مختار ظلم میں مشہور تھا اور محمد بن حسن ابو حنیفہ سے

عن حماد ان ابراہیم النخعی خرج الی زہیر بن عبد اللہ الازدی وکان عاملا علی حلوان یطلب جائزتہ ہو وابو ذر الہمدانی
اور وہ حماد سے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی زہیر بن عبد اللہ ازدی کے پاس جب وہ حلوان کا عامل تھا اپنا اور ابو ذر ہمدانی کا جائزہ لینے گئے

قال محمد رح وبہ ناخذ ما لم تعرف شیئا من عطائہ حراما بعینہ وہو قول ابی حنیفۃ رح

امام محمد کہتے ہیں ہم اسکو اختیار کرتے ہیں جب تک معلوم ہو کہ کوئی شے عطیہ میں بعینہ حرام ہے اور یہی قول ابو حنیفہ رح کا ہے

المجلس التاسع والستون

انہترویں مجلس

فی بیان لزوم طلب کسب الحلال وای الطیب من المکاسب وای قبح منہا

حلال کمائی کی تلاش لازم ہونے کے بیان میں اور کون سی کمائی پاک ہے اور کون سی بری ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اطیب ما اکلتم من کسبکم وان اولادکم من کسبکم ہذا الحدیث من حسان المصابیح رواہ ام المؤمنین عائشۃ رض فیہ
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک پاکیزہ تر تمہارا کھانا تمہاری کمائی کا ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی سے ہے یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے ام المؤمنین عائشہ رض کی روایت

تحریض علی الکسب الحلال لان المراد بالطیب ہہنا الحلال ومعنی الکسب الطلب والسعی فی تحصیل الرزق وانما جعل
اور اسمین کسب حلال کی ترغیب ہے اسلیئے کہ پاکیزہ سے مراد یہاں حلال ہے اور کسب کے معنی رزق کے تلاش اور کوشش کے ہیں اور

الولد کسبا لان الوالد طلبہ ویسعی فی تحصیلہ فیکون من جملۃ اکسابہ فیجوز لہ ان یاکل من کسبہ اذا کان
اولاد کو کمائی اسواسطے ٹھہرایا کہ باپ کو بھی طلب ہوتی ہے اور اسکے حاصل کرنے میں سعی کرتا ہے پس وہ بھی منجملہ اسکی کمائی کے ہے لہذا اسکو اولاد کی کمائی میں سے کھالینا جائز ہے جبکہ

محتاجا ولا فلا الا ان یطیب به نفسه قال الفقیه ابو اللیث فی بستان العارفین کره بعض الناس الاشتغال
محتاج ہو ورنہ جائز نہیں ہاں اگر وہ دل سے خوش ہو فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ نے بستان العارفین میں کہا ہے بعضے لوگ کسب میں مشغول ہونیکو مکروہ کہتے ہیں

بالکسب وقالوا الواجب علی کل انسان الاشتغال بعبادة الله والتوکل علیه وحجتهم قوله تعالی وما خلقت
وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہر شخص پر عبادت الٰہی کا مشغلہ اور اسپر بھروسہ کرنا واجب ہو اور انکی دلیل یہ آیت ہو اور نہیں پیدا کیا میں نے

الجن والانس الا لیعبدون وقال النبی علیه السلام ما اوحی الی ان اجمع المال واکن من التاجرین ولکن اوحی الی
جن اور انس کو مگر اسلیے کہ میری عبادت کریں اور فرمایا نبی علیہ السلام نے مجھپر یہ وحی نہیں آئی کہ مال جمع کیا کروں اور تاجر ہو جاؤں البتہ یہ وحی آئی ہے

ان سبح بحمد ربک وکن من الساجدین واعبد ربک حتی یاتیک الیقین وقال عامة اهل العلم الکسب بمقدار ما یکفیه
کہ تو یاد کر خوبیاں اپنے رب کی اور ہو جا سجدہ کرنیوالوں میں سے اور بندگی کر اپنے رب کی یہانتک کہ تجھکو موت آجائے اور اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ اتنی مزدوری کہ اسکو

ولعیاله واجب فان زاد علی ذلک فهو مباح ولا یکون الاشتغال بطلب الزیادة حراما اذا لم یرد به الفخر والریاء وحجتهم
اور اسکے عیال کو کافی ہو واجب ہو اگر اس سے زیادہ ہو تو مباح ہے اور زیادہ کی تلاش حرام نہیں ہو بشرطیکہ اس سے فخر اور ریا مقصود نہو اور ان لوگونکی یہ دلیل ہے

انه تعالی قد فرض الفرائض ولا یتاتی اداؤها الا بستر العورة وقوة البدن ولا یحصل ستر العورة الا باللباس ولا قوة
کہ اللہ تعالیٰ نے بیشک فرائض ذمہ پر مقرر کیے ہیں اور انکا ادا کرنا بدون ستر عورت اور قوت بدن کے ممکن نہیں اور ستر عورت بدون پوشاک کے اور

البدن الا بالقوت اذ قال الله تعالی وما جعلناهم جسدا لا یاکلون الطعام وتحصیل القوت واللباس لا یکون فی الغالب
بدن کی قوت بغیر کھانے پیے نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور ہم نے ایسے بدن نہیں بنائے کہ کھانا نہ کھائیں اور میسر آنا قوت اور لباس کا اکثر اوقات

الا بالکسب وما ذکر فی انکار ذلک من الحجة فالجواب عنه ان یقال ان التجارة اما ان یکون لطلب الکفایة او لطلب
بدون کسب کے نہیں ہوتا اور جو دلیل اسکے انکار میں مذکور ہوئی ہے اسکا جواب یہ ہو کہ یوں کہیں کہ تجارت یا تو طلب کفایت کے لیے ہے یا قدر

الزیادة علی الکفایة فان کانت لطلب الکفایة فهی واجبة ماجور فاعلها فیکون الاشتغال بها اشتغالا بالعبادة
کفایت ہو زیادہ کے لیے پس اگر طلب کفایت کے لیے ہو تو یہ واجب ہو کہ اسکا کرنیوالا ثواب دیا جاتا ہو لہٰذا اسمیں مشغول ہونا ہی عبادت ہو

وان کانت لطلب الزیادة فان کان طلب تلک الزیادة لاستکثار المال وادخاره لا للصرف الی الخیرات والحسنات
اور اگر طلب زیادت کے لیے ہو تو اگر وہ زیادتی کی طلب کثرت مال اور اسکے جمع کرنے کے لیے ہو نہ خیرات اور حسنات میں خرچ کرنیکے لیے

فهو اقبال علی الدنیا التی حبها رأس کل خطیئة فلا یکون الاشتغال بها اشتغالا بالعبادة بل ان وجد فیها
تو یہ دنیا کی طرف توجہ ہے جسکی محبت تمام گناہوں کی سردار ہو پس اس میں مشغولی عبادت کی مشغولی نہیں ہے بلکہ اگر اس میں کچھ

تلبیس وخیانة یکون فسقا وظلما وان کان طلبها لیواسی بها الفقراء والضعفاء فهی افضل من الاشتغال
فریب اور خیانت ہو تو فسق اور ظلم ہے اور اگر یہ طلب اسلیے ہو کہ اس مال سے فقرا اور ضعفا کے ساتھ ہمدردی کریں تو یہ شغل

بالنوافل من العبادات البدنیة فکیف لا یکون الاشتغال بها اشتغالا بالعبادة وقد ذکر فی الاختیار ان الرسل
عبادات بدنیہ میں سے نفلوں کے پڑھنے سے افضل ہو پھر بھلا یہ شغل کیوں کر عبادت کا شغل نہو گا حالانکہ اختیار میں مذکور ہے کہ تمام رسول

علیهم السلام کانوا یکتسبون ویاکلون من کسبهم فادم النبی علیه السلام زرع الحنطة وسقاها وحصدها
علیہم السلام کمایا کرتے تھے اور اپنی کمائی سے کھاتے تھے پس آدم نبی علیہ السلام نے تو گیہوں بوئے اور اس کو سینچا اور کاٹا

ودا سها وطحنها وعجنها وخبزها واکلها ونوح النبی علیه السلام کان نجارا وابراهیم علیه السلام کان بزازا وداود النبی
اور گاہا اور پیسا اور گوندھا اور پکایا اور کھایا اور نوح علیہ السلام بڑھئی کا پیشہ کیا کرتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام بزازی کرتے تھے اور داؤد نبی

علیه السلام کان یصنع الدرع وسلیمان النبی علیه السلام کان یصنع المکتل من الخوص ونبینا محمد علیه السلام رعی
علیہ السلام درع بنایا کرتے تھے اور سلیمان نبی علیہ السلام برگ خرما کی زنبیل بنایا کرتے تھے اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائی ہیں

الغنم وذکر فی الاحیاء ان اصحاب رسول الله علیه السلام کانوا یتجرون فی البر والبحر ویعملون فی نخیلهم
اور احیاء العلوم میں مذکور ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خشکی اور دریا میں تجارت اور اپنے باغونکے اندر کام کیا کرتے تھے

وهم القدوة فيلزم الاقتداء بهم ولا يلتفت الى جماعة انكروا ذلك وقعدوا في المساجد عيونهم شاخصة الى ما في ايدي
اور یہ لوگ پیشوا ہیں تو انکی پیروی ضرور ہوئی اور ان لوگوں کی طرف کچھ توجہ نہ کی جائے جو اسکا انکار کر کے مسجدوں میں بیٹھ رہے اور انکی آنکھیں لوگوں کے مال کو تک رہی ہیں

الناس فيسمون انفسهم متوكلين وليسوا كذلك بل هم خرجوا عن حد الشرع فانهم قد تمسكوا بقوله تعالى
اور اپنا نام متوکل رکھ چھوڑا ہے اور حقیقت میں وہ ایسے نہیں ہیں بلکہ یہ لوگ حد شرع سے باہر نکل گئے ہیں انہوں نے اس اللہ تعالی کے قول سے سند پکڑی ہے

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ولكنهم بمعناه وتاويله جاهلون فان المراد بالمطر الذي هو سبب انبات الرزق
اور آسمان میں ہے روزی تمہاری اور جو کچھ تم وعدہ کئے جاتے ہو لیکن وہ اس آیت کے معنے اور مطلب سے جاہل ہیں کیونکہ اس سے مراد مینہ ہے جو رزق کی پیدائش کا سبب ہے

فلو كان الرزق ينزل من السماء بغير كسب لما امرنا بالاكتساب والسعي في الاسباب وقد قال الله تعالى فاذا قضيت
کیونکہ اگر ہمیں رزق آسمان سے بے محنت اترا کرتا تو ہم کو کسب اور اسباب میں سعی کرنے کا حکم نہ ہوتا حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہے جب تمام ہو چکے

الصلوة فانتشروا في الارض وابتغوا من فضل الله وقال في اية اخرى ليس عليكم جناح ان تبتغوا فضلا من
نماز تو پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو فضل اللہ کا اور ایک اور آیت میں فرمایا کچھ گناہ نہیں تم پر کہ تلاش کرو فضل اپنے

ربكم وروي عن ابي هريرة رضي انه عليه السلام قال من الذنوب ذنوب لا يكفرها الا الهم في طلب المعيشة وسئل
رب کا اور ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا گناہوں میں سے بعضے ایسے گناہ ہیں کہ انکا کچھ اور کفارہ نہیں سوائے طلب معیشت کی فکر کے اور

ابراهيم عن التاجر الصدوق اهو احب اليك ام المتفرغ للعبادة فقال التاجر الصدوق احب الي لانه في جهاد ياتيه
ابراہیم سے کسی نے سچے تاجر کا حال پوچھا کہ آیا وہ تم کو محبوب ہے یا عبادت کے لیے فراغت میں بیٹھنے والا جواب دیا مجھکو سچا تاجر محبوب ہے اسلیے کہ وہ جہاد کرتا رہتا ہے

الشيطان من طريق الكيل والميزان ومن قبل الاخذ والاعطاء فيجاهده وقال ابو قلابة لرجل لان اراك تطلب
اسکے پاس شیطان وسوسہ کو آتا ہے پیمانہ اور ترازو کی راہ سے اور لینے دینے کی طرف سے سو یہ اسپر جہاد کرتا ہے اور ابو قلابہ نے ایک شخص سے کہا کہ میں تجھکو دیکھوں

معاشك احب الي من ان اراك في زاوية المسجد لكن لا ينبغي للتاجر ان يشغله معاشه عن معاده فيكون عمره
اپنی معاش کو طلب کر رہا ہے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں تجھکو مسجد کے کونے میں پڑا دیکھوں لیکن تاجر کو یہ نہ چاہیے کہ معاش کے دھندے میں معاد کو بھول جائے کہ اسکی عمر

ضائعا وصفقته خاسرة لان ما يفوته من الربح في الاخرة لا يفي بما يناله في الدنيا فيكون ممن اشترى الحيوة
برباد ہو جائے اور تجارت میں ٹوٹا آئے کیونکہ جتنا اخروی فائدہ اسکا تلف ہوگا اسکا عوض جو دنیا میں پیدا کیا نہیں ہو سکتا لہذا یہ انہیں سے ہو گیا جسنے

الدنيا بالاخرة بل ينبغي له ان يشفق على نفسه في تجارته ولا ينسى نصيبه من الدنيا للاخرة كما قال الله تعالى
دنیا کی زندگی بعوض آخرت کے مول لی بلکہ اسکو یوں چاہیے کہ تجارت میں اپنی جان پر رحم کرے اور نہ بھولے اپنا حصہ دنیا میں آخرت کے لیے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالی نے

وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا فان الدنيا مزرعة الاخرة وفيها تكتسب الحسنات والمسجد والبيت والسوق
اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا میں سے کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور اسی میں حسنات حاصل ہو سکتے ہیں اور مسجد اور گھر اور بازار

له حكم واحد وانما النجاة بالتقوى وهي تتحقق في جميع الاحوال وقد روي عن ابي ذر انه عليه السلام قال
سب کا ایک ہی حکم ہے اور نجات تقوی ہی سے ہوتی ہے اور تقوی ہر حال میں پایا جاتا ہے اور ابو ذر سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

اتق الله حيث ما كنت فان وظيفة التقوى لا تنقطع عن المجردين للدين كيف ما تقلبت بهم الاحوال اذ فيها
اللہ سے ڈرتا رہ جہاں تو رہے بیشک لوازم تقوی کے دین کے عزلت نشینوں سے کبھی دور نہیں ہوتے انکا حال کیسا ہی بدلتا رہے کیونکہ وہ لوگ اسی میں

يرون نجاتهم وربحهم وبها يكون حياتهم وعيشهم وانما يتم شفقته على نفسه في تجارته بمراعاة على
اپنی نجات اور فائدہ دیکھتے ہیں اور اسی میں انکی زندگی اور آرام ہے اور تجارت کے اندر اپنی جان پر شفقت کئی امور کے رعایت کرنے سے پوری ہوتی ہے

امور الاول ان ينوي بما اكتسبه الاستعفاف عن السؤال وكف الطمع عن الناس واستعانة على الدين
اول یہ کہ اس نیت سے کمائے کہ سوال کرنے سے بچتا رہے اور لوگوں کی طرف سے طمع نہ آئے اور دین کی مدد کرتا رہے

وقياما بكفاية العيال ليكون من المجاهدين بما روي عن ابي هريرة رض انه عليه السلام قال من سعى
اور اپنے عیال کی خبرگیری کرے تاکہ مجاہدوں میں داخل ہوئے کیونکہ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اپنے

على عياله من حله فهو كالمجاهد في سبيل الله فاذا اضمر في قلبه هذه النيات يكون عاملا في طريق الآخرة فان استفاد
عیال کی خبر حلال مال سے لے تو وہ اللہ کی راہ میں مجاہد کے مثل ہے پس جب اپنے دل میں یہ نیتیں کرے گا تو آخرت کی راہ کا عامل ہوگا پھر اگر اسکو

مالا فقد ربح في الدنيا والآخرة وان لم يستفد مالا ربح في الآخرة والثاني ان يقصد في صنعته وتجارته القيام
مال ہاتھ لگ گیا تو دنیا اور آخرت دونوں میں نفع ملا اور اگر مال حاصل نہوا تو آخرت ہی کا فائدہ ہوا اور دوسرے یہ کہ اپنے پیشے اور تجارت سے

بفرض من الفروض الكفايات اذ لو تركت الصناعات والتجارات كلها لبطلت المعايش وهلك الخلق لان انتظام
فرض کفایہ میں سے ایک فرض کے ادا کرنے کی نیت کرے اسلیے کہ اگر تمام پیشے اور تجارتیں چھوڑ دیجائیں تو گذران نہوسکے اور خلقت ہلاک ہوجائے کیونکہ سب

امر الكل بتعاون الكل وتكفل كل فريق بعمل ولو اقبل كلهم على صنعة واحدة لتعطلت البواقي وهلكوا لكن
حال کا انتظام سب کی امداد سے ہے اور ہر فریق کی ایک ایک عمل کے ذمہ داری سے اسلیے کہ اگر سب ایک ہی پیشہ پر جھک پڑیں تو باقی پیشے بیکار رہیں اور لوگ ہلاک ہوجائیں لیکن

الصناعات منها ما هو مهم ومنها ما هو مستغنى عنه لرجوعه الى طلب التنعم والتزين في الدنيا فينبغي له ان يشتغل
بعضے پیشے تو ضروری ہوتے ہیں اور بعضوں کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی کہ انکا مآل دنیا میں عیش طلبی اور سنگار ہو تو لائق یہ ہے کہ

بصناعة مهمة ليكون في قيامه بها كافيا عن المسلمين مهما في الدين ولا يشتغل بصناعة النقش والصياغة
ضروری پیشہ کو اختیار کرے تاکہ اس پیشہ کے اختیار کرنے میں ضروریات دین میں سب مسلمانوں کا حاجت روا ہو اور نقاشی اور زرگری

وجميع ما تزخرف به الدنيا وذكر في الاختيار ان افضل اسباب الكسب التجارة ثم الزراعة ثم الصناعة لما روي
اور تمام اور پیشے جنمیں دنیا کی زیب زینت ہو اختیار نہ کرے اور اختیار میں مذکور ہے کہ عمدہ سبب کمائی کا تجارت ہے پھر کھیتی پھر ہاتھ کی کاریگری کیونکہ روایت ہے

انه عليه السلام قال الحرفة امان من الفقر ومنهم من فضل الزراعة على التجارة لكونها اعم نفعا اذ قد روي انه
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ پیشہ فقیری کا بچاؤ ہے اور بعضوں نے تجارت سے کھیتی کو بہتر کہا ہے کیونکہ اسکا نفع عام ہے اسلیے کہ روایت ہے کہ

عليه السلام قال ما زرع مسلم زرعا وما غرس شجرة فتناول منها انسان او دابة او طير الا كانت له صدقة
نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں بویا مسلمان نے کوئی کھیت اور نہیں لگایا کوئی درخت پھر انمیں سے کسی انسان یا چوپایہ یا پرندہ نے کھایا مگر اسکے لیے صدقہ ہوگا

والثالث ان لا يمنعه سوق الدنيا عن سوق الآخرة وهو المسجد فينبغي له ان يجعل اول النهار الى وقت دخول
اور تیسرے یہ کہ اسکو دنیا کا بازار اخروی بازار سے نہ روک سکے اور وہ مسجد ہے پس اسکو یوں چاہیے کہ دن کا پہلا حصہ بازار جانے تک

السوق للآخرة فيلازم المسجد في ذلك الوقت ويواظب على الاذكار والاوراد ليكون من الذين قال الله تعالى فيهم
آخرت کے لیے مقرر کرے پس اسوقت میں مسجد کے اندر بیٹھا ہوا ذکر اور وظیفہ میں مشغول رہے تاکہ ان لوگوں میں داخل ہو جنکے حق میں اللہ تعالی فرماتا ہے

في بيوت اذن الله ان ترفع ويذكر فيها اسمه يسبح له فيها بالغدو والآصال رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع
گھروں میں کہ اللہ نے حکم دیا انکے بلند کیے جانیکا اور وہاں اسکا نام پڑھے جانیکا یاد کرتے ہیں اسکی وہاں صبح اور شام وہ مرد کہ نہیں غافل کرتی ہے انکو سوداگری اور نہ خرید فروخت

عن ذكر الله ثم انه مهما سمع الاذان للظهر والعصر ينبغي له ان يفرغ عن شغله وينزعج من مكانه ويدع
اللہ کی یاد سے پھر جب وہ ظہر اور عصر کی اذان سنا کرے تو چاہیے کہ اپنے دھندے سے فارغ ہوکر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو اور جسمیں تھا سب چھوڑ دے

كل ما كان فيه لان ما يفوته من فضيلة التكبير مع الامام في اول الوقت لا يوازيها الدنيا بما فيها وقد جاء
اسلیے جو اول وقت میں امام کے ساتھ تکبیر اولی کا ثواب فوت ہوگا اسکے برابر دنیا اور جو دنیا میں ہے کچھ نہیں ہوسکتا اور

في تفسير قوله تعالى رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله انهم كانوا حدادين وخرازين وكان احدهم
اس قول الہی کی تفسیر میں وہ مرد کہ نہیں غافل کرتی ہے انکو سوداگری اور نہ خرید فروخت اللہ کی یاد سے یہ آیا ہے کہ وہ لوگ لوہار اور موچی تھے اور ہر ایک کا یہ حال تھا

اذا رفع المطرقة او غرز الاشفى فسمع الاذان لم يخرج الاشفى ولم يوقع المطرقة بل رمى بها وقام الى
کہ ہتوڑا اٹھایا یا سوجا چبھویا اور اذان سن پائی تو سوجا نہ نکالتا تھا اور ہتوڑا نہ مارتا بلکہ پھینک پھانک کر نماز کو اٹھ کھڑا ہوتا

الصلوة وهكذا يكون تجارة من يتجر لطلب الكفاية لا للتنعم في الدنيا فان مثله يتجر في الدنيا ولا يضيع دينه
ایسے ہی ہوتی ہے اسکی تجارت جو طلب کفایت کے لیے ہو نہ دنیا میں عیش کرنیکے لیے کیونکہ ایسا شخص دنیا کی تجارت کرتا ہے اور اپنی تجارت میں اپنا دین ضائع نہیں کرتا

فی التجارة لعلمه بان ربح الآخرة اولی بالطلب من ربح الدنیا فان من یطلب الدنیا للاستعانة بها علی الآخرة
اسلیے کہ جانتا ہو کہ آخرت کا فائدہ بہ نسبت دنیا کے فائدہ کے بدرجہا اولی طلب کے لائق ہو بیشک جو شخص دنیا کو آخرت کی امداد کے واسطے حاصل کرے

کیف یدع ربح الآخرة بل ینبغی له ان لا یکون شدید الحرص علی السوق والتجارة بان یکون اول داخل فیها
وہ آخرت کا فائدہ کیونکر چھوڑدے گا بلکہ اسکو یون لازم ہو کہ بازار اور تجارت پر بہت لالچ نہ کرے اسطرح کہ بازار مین سب سے پہلے جایا کرے

وآخر خارج منها اذ روی عن معاذ بن جبل وعبد الله بن عمر ان ابلیس یقول لولده زلنبور سر بکتائبک فأت الاسواق
اور سب سے پیچھے آیا کرے کیونکہ معاذ بن جبل اور عبد اللہ بن عمر رض سے روایت ہو کہ ابلیس اپنے بچے زلنبور سے یہ کہا کرتا ہو اپنی کتاب لیکر بازار مین جا

وزین لهم الحلف والکذب والخدیعة والمکر والخیانة وکن مع اول داخل فیها وآخر من یخرج منها وفی الخبر
اور انکو بھلا بنا کر دکھا خلاف کو اور جھوٹ کو اور فریب اور مکر اور خیانت کو اور انکے ساتھ رہ جو بازار مین سب سے پہلے آئے اور سب سے پیچھے وہان سے جائے اور حدیث مین ہے

ان شر البقاع الاسواق وشر اهلها اولهم دخولا وآخرهم خروجا وطریق الاحتراز عنه ان یراقب وقت کفایته
کہ سب سے بری جگہ بازارین ہین اور سب سے برا بازاری وہ ہو جو سب سے پہلے آئے اور سب سے پیچھے جائے اور اس سے بچنے کا طریق یہ ہو کہ اپنی کفایت کے وقت کو دیکھتا رہے

فاذا حصل له کفایة وقته ینصرف ویشتغل بتجارة الآخرة هکذا کان یفعل صلحاء السلف فمنهم من کان ینصرف
جب بقدر کفایت وقت ہاتھ لگ جائے تو چلا آئے اور آخرت کی تجارت مین لگ جائے پہلے زمانہ کے صلحا ایسا ہی کیا کرتے تھے بس انمین سے بعضے تو

بعد الظهر ومنهم من کان ینصرف بعد العصر ومنهم من کان لا یعمل فی الاسبوع الا یوما او یومین وکانوا
ظہر کے بعد ہی چلے آتے تھے اور کوئی عصر کے بعد چلا آتا اور کوئی ہفتہ بھر مین بجز ایک روز یا دو روز کے کام نہ کرتا تھا اور

یکتفون بذلک ثم ینبغی للمکتسب ان یراعی فی معاملته العدل ویجتنب الظلم لان المعاملة قد تجری علی
اسی پر اکتفا کرتے تھے پھر پیشہ ور کو چاہیے کہ اپنے معاملہ مین عدل کا لحاظ رکھے اور ظلم سے بچا رہے اسلیے کہ بعضے وقت معاملہ ایسے طور پر ہوتا ہے

وجه یحکم المفتی بصحتها وانعقادها لکنها تشتمل علی ظلم یتعرض به العامل لسخط الله تعالی اذ لیس کل
کہ مفتی اسکی صحت اور انعقاد کا حکم لگاتا ہو لیکن اسمین ظلم ہوتا ہو جس سے کرنے والے پر غضب الہی پیش آتا ہو کیونکہ ہر

نهی مقتضیا لفساد العقد والمراد من الظلم ما یستضر به الغیر فکل ما یستضر به الغیر فهو ظلم وانما
نہی فساد عقد کو مقتضی نہین ہوتی اور مراد ظلم سے وہ ہو جسمین غیر کا نقصان ہو لہذا جسمین غیر کا نقصان ہو وہ ظلم ہے اور

العدل ان لا یصل عنه ضرر لاحد والضابط فیه ان لا یحب لاحد الا ما یحب لنفسه فکل ما عومل به لو کان
عدل وہی ہو جس سے کسی کو کچھ نقصان نہو اور قاعدہ کلیہ اسمین یہ ہو کہ ہر ایک کیلیے وہی بات پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہو بس جس بات کا معاملہ اسکے ساتھ کیا گیا اگر وہ

یشق علیه ویثقل علی قلبه ینبغی له ان لا یعامل به غیره بل ینبغی له ان یستوی عنده الدرهم ودرهم غیره
اسپر شاق ہو اور اسکے دل پر گران گذرے تو اسکو چاہیے کہ ویسا معاملہ غیر سے نہ کرے بلکہ یون لازم ہو کہ اسکے نزدیک اپنا روپیہ اور پرایا روپیہ یکسان ہو

هذا هو الاجمال واما التفصیل ففی عدة امور الاول ان لا یثنی علی السلعة فان وصفها بما لیس فیها فان
یہ تو مجمل بیان ہو اور رہی تفصیل سو کئی باتون مین ہے اول یہ کہ مال کی تعریف نہ کیا کرے کیونکہ اگر ایسی تعریف کی جو اس مین نہین ہے تو اگر

لم یقبله منه فهو کذب محض وان قبل منه فهو مع کونه کذبا تلبیس وظلم وان وصفها بما فیها فان علم به
خریدار نے اسکو نہ مانا تو وہ نرا جھوٹ ہوا اور اگر خریدار نے مان لیا تو اب وہ جھوٹ کے ساتھ دھوکے بازی اور ظلم ہوا اور اگر اسکی ایسی تعریف کی جو اسمین ہے تو اگر

المشتری فهو هذیان وتکلم بما لا یعنیه ویحاسب علیه لان کل کلمة تصدر عن الانسان فانه یحاسب علیها
خریدار کو معلوم ہے تو یہ بیہودہ بک بک ہو اور بے فائدہ بات کا بولنا اور اسکا حساب لیا جائیگا اسلیے کہ جو بات انسان کی ہوتی ہے اس سے اسکا حساب لیا جائے گا

لقوله تعالی ما یلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید وان لم یعلم به المشتری ولم یذکر فلا بأس بذکر القدر
بوجہ اس قول خداوندی کے نہین بولتا کوئی بات مگر ہو اسکے پاس نگہبان حاضر اور اگر خریدار کو بلا بیان کیے وہ بات معلوم نہو تو

الموجود فیه من غیر مبالغة واطناب ویکون قصده منه ان یعرفه اخوه المسلم فیرغب فیه ویحصل
جتنا ہو بلا مبالغہ اور بڑھائے اتنا کہنے مین کچھ ڈر نہین ہو اور اس بیان سے غرض یہ ہو کہ برادر مسلمان کو معلوم ہوجائے تو اسمین رغبت ہوجائے اور

حاجته ولا ینبغی له ان یحلف علیہ البتة لانه ان کان کاذبا فقد اتی بالیمین الغموس وهی من الکبائر التی

اسکا کام بنجائے اور ہرگز لائق نہین ہو کہ اسپر قسم کھائے اسلیے کہ اگر جھوٹا ہوا تو اسنے یمین غموس کھائی اور یہ السا کبیرہ گناہ ہے

تذر الدیار بلاقع وان کان صادقا فقد جعل اسم الله تعالی عرضة لایمانه واساء فیه لان الدنیا اخس من

کہ ملک کو اجاڑ دیتی ہے اور اگر سچا ہو تو اسنے اللہ تعالی کے نام کو اپنی قسمون کا نشانہ بنایا اور برا کیا اسلیے کہ دنیا اس سے حقیر ہے

ان یقصد ترویجها بذکر اسم الله تعالی من غیر ضرورة والثانی ان لا یکتم من عیوبها وخفایا صفاتها شیأ

کہ بے ضرورت اللہ تعالی کا نام لیکر اسکو رونق دیجائے دوسرے یہ کہ اسکے عیوب اور چھپے ہوے وصف مین سے کچھ بھی نہ چھپائے

اصلا بل یجب علیہ ان یظهر جمیع عیوبها خفیها وجلیها لانه ان اخفی شیأ منها یکون ظالما غاشا تارکا للنصح

بلکہ اسپر یہ واجب ہو کہ اسکے تمام عیب چھپے اور ظاہر بیان کر دے کیونکہ اگر کوئی عیب اسمین سے چھپائیگا تو ظالم دھوکہ باز اور خیر خواہی کا تارک ٹھہریگا

والغش حرام والنصح واجب وان اظهر احسن وجهی الثوب واخفی الوجه الآخر یکون غاشا وکذلک اذا عرض

اور دھوکہ بازی حرام ہے اور خیر خواہی واجب اور اگر تھان کا اچھا پلا دکھلایا اور دوسرا پلا چھپا لیا تو دھوکہ باز ہوا اور ایسے ہی اگر موزہ کی

احسن فردی الخف والنعل وامثاله وکذلک اذا عرض المتاع فی موضع مظلم والحاصل ان الغش حرام فی

اچھی فرد پیش کرے اور جوتی کی اچھی پوائی اور مانند اسکے اور ایسے ہی اگر اسباب کو اندھیرے مین پیش کیا اور حاصل یہ ہے کہ دغا

البیوع والصنائع جمیعا فلا ینبغی للصانع ان یتهاون بعمله علی وجه لو عامله به غیره لا یرتضیه بل ینبغی له

تمام بیوع اور صنعتون مین حرام ہے پس کاریگر کو نہین چاہیے کہ اپنے کام مین ایسی سستی کرے کہ اگر کوئی اور اسکے ساتھ ویسا معاملہ کرے تو کبھی پسند نہ کرے بلکہ اسکو لائق ہے

ان یحسن الصنعة ویحکمها وان وقع فیها عیب یبین عیبها وبه یتخلص من الغش الحرام ومن کونه ظالما للانام

کہ اپنا کام بہت درست اور مضبوط بنائے اور اگر اسمین کوئی عیب ہوجائے تو اسکا عیب بیان کر دے اسی سے حرام دغا اور خلق پر ظالم ہونے سے بچ جائیگا

ومن هذا القبیل ما روی عن الامام احمد انه سئل عن الرفو بحیث لا یتبین فقال لا یجوز لمن یبیعه ویخفیه انما یحل

اور اسی قسم سے ہے وہ جو امام احمد سے مروی ہے کہ انسے کسی نے ایسے رفو کا مسئلہ پوچھا کہ ہرگز معلوم نہو تو فرمایا بیچنے والے کو جائز نہین کہ اسکو چھپاوے اور رفو کرنا جب ہی حلال ہے

اذا علم انه یظهره ولا یخفیه او لا یرید بیعه ویدل علی تحریم الغش انه علیه السلام مر برجل یبیع الطعام

جبکہ معلوم ہو کہ یہ بیان کر دیگا اور چھپائیگا نہین یا بیچنے ہی کا ارادہ نہو اور دغا کی حرمت پر یہ روایت دلیل ہو کہ نبی علیہ السلام ایک شخص پر گذرے جو گیہون بیچتا تھا

فاعجبه فادخل یده فنالت اصابعه بللا فقال ما هذا یا صاحب الطعام فقال اصابته السماء یا رسول الله فقال

سو آپکو پسند آئے پھر آپنے اسکے اندر ہاتھ ڈالا تو انگلیون مین تری معلوم ہوئی فرمایا یہ کیا اے گیہون والے عرض کیا یا رسول اللہ بوندین پڑ گئی ہین پس فرمایا

النبی صلی الله علیه وسلم هلا جعلته فوق الطعام حتی یراه الناس من غشنا فلیس منا ویدل علی وجوب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو اوپر کے رخ کیون نہ کر دیا تاکہ اسکو سب لوگ دیکھتے جو کوئی ہم کو دغا دے وہ ہم مین سے نہین اور

النصح باظهار العیوب انه علیه السلام لما بایع جریرا علی الاسلام واراد ان ینصرف جذبه واشترط

عیوب کو ظاہر کرکے خیر خواہی کے وجوب پر یہ دلیل ہو کہ نبی علیہ السلام نے جب حضرت جریر سے اسلام پر بیعت لی اور انھون نے واپسی کا ارادہ کیا تو آپنے انکو کھینچکر

علیه النصح لکل مسلم وکان جریر اذا قام الی السلعة لیبیعها یبصر عیوبها ثم یخبر مشتریها ویقول له

مسلمانون کی خیر خواہی کرنے کی شرط کر لی اور جریر کا یہ حال تھا جب اسباب بیچنے کھڑے ہوتے تو اسکے عیب دیکھ لیتے اور خریدار کو بتلا دیتے اور اس سے کہدیتے

ان شئت فخذ وان شئت فاترک وکان واثلة بن الاسقع واقفا فباع رجل ناقة له بثلثمائة درهم وغفل

چاہو لو اور چاہے رہنے دو اور واثلہ بن الاسقع کھڑے تھے کہ ایک شخص نے اپنی اونٹنی تین سو درہم کو بیچی اور

واثلة وذهب المشتری بالناقة فسعی وراءه وصاح به یا هذا اشتریتها للظهر او للحم فقال بل للظهر فقال

واثلہ کو خبر نہوئی اور خریدار اونٹنی لیکر چلتا ہوا پس وہ اسکے پیچھے سے دوڑ کر پکارا کہ اے شخص اونٹنی تونے سواری کے لیے لی ہے یا گوشت کے لیے بولا سواری کو واسطے پس واثلہ نے کہا

ان بخفها نقبا قد رأیته وانها لا تتابع السیر فعاد فردها فنقصها البائع مائة درهم وقال لواثلة رحمک الله

اسکے پاؤن مین ایک زخم ہو مین نے دیکھا ہے یہ خوب نہین چل سکتی پس وہ لوٹکر پھیرنے لگا پس بائع نے سو درہم قیمت کے کم کر دیے اور واثلہ سے کہا اللہ تجھپر رحم کرے

قد افسدت علی بیعی فقال واثلة انا بایعنا رسول الله صلعم علی النصح لکل مسلم وسمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا یحل
تو نے میرا سودا بگاڑ دیا واثلہ نے کہا ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کی خیرخواہی پر بیعت کی ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کسی کو حلال نہیں
لاحد ان یبیع بیعا الا بین ما فیه ولا لمن یعلم ذلک الا بینه فقد تبین من هذا انهم قد فهموا ان النصح
کہ کوئی شے بیچے مگر جبکہ بیان کر دے جو اس میں ہے اور عیب کے جاننے والے کو حلال نہیں ہے مگر یہ کہ بیان کر دے اور بیشک اس سے ظاہر ہوا کہ وہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ خیرخواہی
من الشروط الداخلة تحت بیعتهم له علیه السلام علی الاسلام وهو ان لا یرضی لاخیه المسلم الا ما یرضی لنفسه
ان شرطوں میں سے ہے جو انکی اس بیعت میں داخل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر ہوئی تھی اور خیرخواہی یہ ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کے واسطے پسند نہ کرے مگر وہی بات جو اپنے لیے پسند کرتا ہے
وهذا امر یشق علی اکثر الخلق ولن یتیسر علی احد الا بان یعتقد امرین احدهما ان تلبیس العیوب وترویج
اور یہ بات اکثر خلق پر دشوار گذرتی ہے اور بدون دو باتوں کے اعتقاد کیے کسی پر ہرگز آسان نہیں ہو سکتی ایک تو یہ یقین کرے کہ عیوب کو چھپانا اور مال کو رونق دینا
السلع لا یزید فی الرزق بل یمحقه ویذهب برکته وما یجمعه من متفرقات التلبیسات یهلکه الله تعالی دفعة
رزق نہیں بڑھاتا بلکہ اسکو مٹاتا ہے اور برکت کھوتا ہے اور جو کچھ متفرق دغابازیوں سے جمع کرتا ہے اسکو اللہ تعالیٰ
واحدة اما بالاحراق او بالاغراق او باخذ اللصوص والظلمة او الکفرة والثانی ان یعلم ان ربح الآخرة خیر
ایک ہی دفعہ ہلاک کر دیتا ہے یا تو جلا کر یا ڈبو کر یا چوروں اور ظالموں یا کفار کے چھین لینے سے اور دوسرا یہ یقین کرے کہ آخرت کا فائدہ
من ربح الدنیا وان فوائد اموال الدنیا ینقضی بانقضاء العمر وتبقی مظالمها واوزارها فکیف یختار العاقل ان یستبدل
دنیا کے فائدہ سے بہتر ہے اور دنیاوی مال کے فائدے عمر ختم ہونے سے ختم ہو جاتے ہیں اور انکا وبال اور گناہ سر پر رہ جاتا ہے پھر عاقل کب پسند کریگا
الذی هو ادنی بالذی هو خیر فان قیل مهما وجب علی التاجر ان یذکر عیوب متاعه لا یتروج له المعاملة فما الطریق فیها
کہ ادنیٰ چیز کو اعلیٰ سے بدل لے اگر کوئی کہے جب بیچنے والے پر یہ واجب ہوا کہ اپنے مال کے عیب کہہ دیا کرے تو اسکا معاملہ کبھی پورا نہ ہوگا تو اسکی کیا سبیل ہے
فالجواب ان یلتزم ان لا یشتری الا الجید بحیث لو امسکه لنفسه یرتضیه فانه اذا باعه وقنع بربح یسیر بارک
تو جواب یہ ہے کہ تاجر جب یہ عہد کرے کہ سوائے عمدہ شے کے مول نہ لیا کرے ایسی کہ اگر اپنے لیے روک رکھے تو خوش رہے تو جب اسکو بیچے گا اور تھوڑے سے نفع پر قناعت کریگا
له فیه ولا یحتاج الی تلبیس فمن تعود هذا ان لا یشتری المعیب فان وقع فی یده نادرا یذکر عیبه ویقنع بقیمته وانما
تو اسمیں برکت ہوگی دغا فریب کی کچھ حاجت نہ پڑیگی پس جسکی یہ عادت ہو جائیگی تو عیبدار چیز مول نہ لیگا اور اگر اتفاقاً اسکے ہاتھ آ جاوے تو اسکا عیب بیان کر دے اور اسکی قیمت ہی پر قناعت کرے
یتعذر هذا علی التجار لانهم لا یقنعون بربح یسیر بل یطلبون ربح کثیر ولا یحصل ذلک الا بالتلبیس فما من یقنع
اور یہ بات بیوپاریوں پر اسلیے دشوار گذرتی ہے کہ وہ تھوڑے نفع پر قناعت نہیں کرتے بلکہ بہت فائدہ چاہتے ہیں اور یہ بلا فریب کے حاصل نہیں ہوتا اور جو تھوڑے نفع پر
بربح یسیر فیسهل له ذلک وقد حکی عن السلف الصالح کثیر من ذلک من جملتها ان ابن سیرین باع شاة وقال
قناعت کرتا ہے اسکو یہ آسان ہے اور متقدمین صلحا کی ایسی باتیں بہت منقول ہیں انہیں سے ایک یہ ہے کہ ابن سیرین نے ایک بکری بیچی اور
للمشتری ابین لک ما فیها من العیب انها تقلب العلف برجلها وباع الحسن بن صالح جاریة وقال للمشتری انها
خریدار سے کہا میں اسکا عیب تجھ سے بیان کرتا ہوں یہ بکری گھانس کو پاؤں سے روند کر خراب کر دیتی ہے اور حسن بن صالح نے ایک لونڈی بیچی اور خریدار سے کہا کہ اسنے
تنخمت عندنا مرة دما وهکذا ینبغی ان یکون اهل الدین فمن لا یقدر علیه فلیترک المعاملة او لیوطن نفسه علی
ہمارے پاس ایک دفعہ لہو ڈالا تھا اور دینداروں کو ایسا ہی ہونا چاہیے اور جو اسپر قادر نہ ہو اسکو چاہیے کہ معاملہ چھوڑ دے یا دوزخ کے عذاب پر اپنے آپ کو
عذاب النار والثالث ان لا یجور فی المقدار وذلک بتعدیل المکیال والمیزان والاحتیاط فیهما اذ قال الله تعالی
مقرر کر لے اور تیسرے یہ کہ مقدار میں کمی بیشی نہ کرے یہ امر پیمانہ اور ترازو کی درستی اور دونوں میں احتیاط کرنے سے ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝ ولا یخلص
خرابی ہے گھٹانے والوں کی وہ کہ جب ناپ لیں لوگوں سے تو پورا بھر لیں اور جب ناپ دیں انکو یا تول دیں انکو تو گھٹا کر دیں اور اس سے
من هذا الا بان یزید اذا اعطی وینقص اذا اخذ لان العدل الحقیقی قلما یتصور فمن یستقصی فی اخذ حقه
بلا اسکے بچاؤ نہیں کہ دیتے ہوئے کچھ بڑھا دے اور لیتے ہوئے کچھ کم کر لے اسلیے کہ ٹھیک پورا پورا بہت کم ہو سکتا ہے کیونکہ جو شخص اپنا حق پورا لینے میں

بكماله يوشك ان يتعداه ولذلك اذا اشترى رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا قال للذي يزن الثمن زن وارجح
خوب مبالغہ کریگا تو عجب نہیں کہ حق سے بڑھ جائے اور اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی شے خریدتے تو ثمن ادا کرنے والے سے فرماتے کہ ثمن تول دے اور جھکتا تول

وكان بعض السلف يقول لا اشتري الويل بحبة فكان اذا اخذ نقص حبة واذا اعطى زاد حبة وكان يقول ويل
اور بعضے متقدمین کہا کرتے تھے کہ ہم ویل کو بعوض ایک دانہ کے نہیں خریدتے لہذا جب آپ لیتے تو بمقدار دانہ کے کم لیتے اور اگر اور کو دیتے تو بمقدار دانہ کے زیادہ دیتے اور کہتے افسوس ہے

لمن يبيع بحبة جنة عرضها السموات والارض فكل من خلط بالبر ترابا او نحوه ثم كال فيكون من المطففين
جو جنت کو بعوض دانہ کے دیدے جسکا پھیلاؤ آسمان اور زمین ہے پس جسنے گیہوں میں مٹی یا تنکے ملادیے پھر ناپ کردیا تو وہ پیمانہ کا گھٹانے والا ہے

في الكيل وكل قصاب وزن مع اللحم عظما او شيئا لم تجر به العادة يكون من المطففين في الوزن وقس
اور جو قصائی گوشت کے ساتھ ہڈی یا اور کچھ چھیچھڑے وغیرہ تول دے جسکی رسم نہو تو وہ وزن گھٹانے والا ہے اور

على هذا سائر التقديرات حتى في الذراع الذي يتعاطاه البزاز فانه في وقت الذرع ان ارسل الثوب ولم يمده اذا
اسی پر تمام اندازہ کی چیزوں کو قیاس کرلو یہاں تک کہ گز جس سے بزاز لین دین کیا کرتے ہیں کہ ناپتے ہوئے اگر کپڑا ڈھیلا کر دے اور کھینچے نہیں جب اپ

اشتراه ومده ولم يرسله اذا باعه فكل ذلك يكون من التطفيف الذي يعرض صاحبه للويل والرابع ان يصدق في
خریدے اور کھینچے اور ڈھیلا نہ کرے جب بیچے تو یہ تطفیف میں سے ہے جسکے کرنے والے کو خرابی پیش آئیگی اور چوتھے یہ کہ وقت بھاؤ کے

سعر الوقت اذ لا يجوز لاحد ان يلبس على البائع او المشتري سعر الوقت ويغتنم الفرصة ويخفي من البائع غلاء السعر
سچ سچ کہا کرے اسلیے کہ کسی کو یہ جائز نہیں ہے کہ بائع سے یا خریدار سے بھاؤ وقت کا چھپالے اور فرصت کو غنیمت سمجھکر بائع سے بھاؤ کی گرانی

او من المشتري انحطاطه فان من يفعل هذا يكون من الظالمين التاركين للنصح الواجب وقد امر الله تعالى بالعدل و
یا خریدار سے ارزانی چھپا ڈالے کیونکہ جو ایسا کریگا وہ ظالموں سے ہو واجب خیر خواہی کا تارک ہے اور بیشک اللہ تعالی نے عدل اور احسان کا حکم کیا ہے

الاحسان حيث قال ان الله يامر بالعدل والاحسان والعدل سبب النجاة فقط وهو يجري مجرى سلامة راس المال
چنانچہ فرمایا بیشک اللہ تعالی حکم کرتا ہے عدل یعنی انصاف اور احسان یعنی بھلائی کا اور عدل فقط نجات کا سبب ہے اور اصل مال کی سلامت رہنے کی قائم مقام ہے

والاحسان سبب الفوز ونيل السعادة وهو يجري مجرى الربح فكما لا يعد من العقلاء من يقنع في معاملات الدنيا
اور احسان کامیابی اور حصول سعادت کا سبب ہے اور نفع کے قائم مقام ہے پھر جیسے کہ وہ شخص عاقل نہیں شمار کیا جاتا ہے جو معاملات دنیا میں اپنے اصل مال پر قناعت کرکے

براس ماله كذلك في معاملات الآخرة فلا ينبغي للمؤمن ان يقتصر على العدل ويدع باب الاحسان مع انه تعالى
ایسی ہی معاملات اخروی میں ہے لہذا مؤمن کو لائق نہیں ہے کہ صرف عدل پر اکتفا کرے اور احسان کا باب چھوڑ دے باوجودیکہ اللہ تعالے نے

قال واحسن كما احسن الله اليك وقال في آية اخرى ان رحمة الله قريب من المحسنين والمراد من الاحسان
فرمایا ہے اور بھلائی کر جیسے بھلائی کی اللہ نے تیرے ساتھ اور ایک اور آیت میں فرمایا ہے بیشک اللہ کی رحمت نزدیک ہے احسان کرنیوالوں سے اور احسان سے مراد

فيما نحن فيه ما ينتفع به في المعاملة وهو غير واجب بل هو تفضل وانما الواجب العدل وترك الظلم وينال العامل رتبة
یہاں وہ ہے جس سے معاملہ میں منفعت ہو اور وہ واجب نہو بلکہ وہ خوبی کی بات ہو اور واجب صرف عدل ہی ہے اور ظلم کا نکرنا اور معاملہ کرنے والا احسان کا مرتبہ

الاحسان بواحدة من عدة امور الاول في الغبن فينبغي له ان لا يغبن صاحبه بما لا يتغابن به في العادة حتى لو بذل
ان چند امور میں سے ایک سے پاتا ہے اول تو غبن میں پس یوں مناسب ہے کہ اپنے معاملہ کرنے والے کو اتنا نقصان نہ دے جسقدر باعتبار عادت کے گنا گیا ہو یہاں تک کہ اگر

المشتري زيادة على الربح المعتاد لشدة حاجته ينبغي للبائع ان يمتنع عن قبوله لان اخذ الزيادة اذا لم يكن فيه تلبيس ولم يكن ظلما
خریدار اپنی ضرورت کا مارا معمولی نفع سے زیادہ دے تو بائع کو چاہیے کہ اسکے قبول کرنے سے باز رہے اسلیے کہ بڑھتی لینا دغا بازی نہونے کے وقت اگرچہ ظلم نہیں ہے

لكنه ترك للاحسان مع ان من يقنع بربح قليل يكثر معاملاته ويستفيد من تكررها ربحا كثيرا وبه يظهر
لیکن احسان کا ترک ہے ساتھ ہی اسکے یہ بھی ہے کہ جو کوئی تھوڑے نفع پر قناعت کرتا ہے تو اسکی بکری بہت ہونے لگتی ہے اور بکری کی کثرت سے بہت فائدہ ہوتا رہتا ہے اور

البركة والثاني في احتمال الغبن فان من يشتري طعاما او متاعا من فقير ويحتمل الغبن ويتساهل فيه فانه
اسمیں برکت ہوتی ہے اور دوسرے نقصان اٹھانے میں کہ جو شخص غلہ یا اور مال فقیر سے خریدے اور نقصان اٹھالے اور اسمیں تساہل کرے

يكون به محسنا داخلا في قوله عليه السلام رحم الله امرأ سهل البيع والشراء واما من يشتري من غني تاجر
تو وہ اسکا محسن ہوگا اور اس قول نبی علیہ السلام مین داخل ہوگا کہ رحم کرے اللہ اسپر جو نرمی سے کرے خرید و فروخت کو اور جو شخص تونگر سوداگر سے

بطلب زيادة على الربح المعتاد فاحتمال الغبن منه ليس بمحمود بل هو تضييع المال من غير فائدة في الدنيا والآخرة
خریدے جو معمولی فائدہ سے زیادہ مانگتا ہو تو اس سے نقصان اٹھانا قابل تعریف نہین بلکہ بغیر دنیوی اور آخروی فائدہ کے مال کا ضائع کرنا ہے

وقد ورد في الحديث ان المغبون لا محمود ولا ماجور والكمال ان لا يغبن ولا يغبن فكان خيار السلف يستقصون
اور بیشک حدیث مین آیا ہے کہ نقصان زدہ کی نہ تعریف ہے اور نہ ثواب اور کمال یہ ہے کہ نہ کسی کو نقصان دے اور نہ آپ نقصان اٹھائے اور عمدہ لوگ سلف کے

في الشراء ثم يهبون كثيرا من المال فقيل لبعضهم تستقصي في شرائك على اليسير ثم تهب الكثير فلا تبالي فقال ان
خریدنے مین خوب جھگڑا کر لیا کرتے تھے پھر اکثر مال بخشدیتے تھے انمین سے کسی سے پوچھا گیا خریدتے وقت تو ذرا سی چیز پر جھگڑتے ہو پھر بہت کچھ بخشدیتے ہو تو کچھ پروا نہین کرتے

الواهب يعطي فضله والمغبون يضيع عقله والثالث في استيفاء الثمن وسائر الديون والاحسان فيه يكون
جواب دیا بخشنے والا اپنا بچا ہوا عطا کرتا ہے اور نقصان اٹھانے والا اپنی عقل ضائع کرتا ہے اور تیسرے ثمن اور قرض پورا لینے مین اور اسمین احسان کبھی تو

تارة بالمسامحة وتارة بالامهال والتاخير وتارة بالمساهلة في طلب جودة النقد وكل ذلك مندوب اليه
درگذر کرنے مین ہوتا ہے اور کبھی مہلت دینے اور دیر کرنے مین اور کبھی کھرا روپیہ لینے کے باب مین تساہل کرنے مین اور یہ سب محبوب اور مرغوب ہین

محثوث عليه لقوله عليه السلام رحم الله امرأ سهل البيع سهل القضاء سهل الاقتضاء فينبغي له ان يغتنم
بوجہ ارشاد نبی علیہ السلام کے رحم کرے اللہ نرمی سے بیع کرنے والے آسانی سے ادا کرنے والے نرمی سے وصول کرنے والے پر لہذا اسکو چاہیے

دعاء رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي حديث آخر انه عليه السلام قال اسمح يسمح لك وفي حديث انه
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو غنیمت جانے اور ایک اور حدیث مین ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا درگذر کر درگذر کیا جائیگا تجھ سے اور ایک حدیث مین ہے

عليه السلام قال من انظر معسرا او ترك له حاسبه الله حسابا يسيرا وفي لفظ آخر اظله الله تحت ظل عرشه
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسنے مہلت دی تنگدست کو یا اسکو معاف کیا تو اسسے اللہ تعالی آسانی سے حساب لیگا اور ایک روایت مین ہے کہ اسکو اللہ اپنے عرش کے نیچے سایہ دیگا

يوم لا ظل الا ظله فهذا هي طرق التجارات في السلف فقد اندرست فمن قام بها في هذا الزمان يكون ممن
اس روز کہ سوا اس سایہ کے اور کوئی سایہ نہوگا پس یہ طریقہ تھا سلف کی تجارت کا جو اب مٹ گیا پس جو شخص اس زمانہ مین اسکو پھر

احيى هذه السنة ويرجى له من فضل الله تعالى جزيل الرحمة

قائم کریگا تو وہ انمین سے ہوگا جسنے یہ سنت زندہ کی اسکے لیے فضل الٰہی سے بہت رحمت کی امید ہے

المجلس السبعون في بيان حرمة الاحتكار وسائر ما يتعلق به من الاحكام الشرعية

ستروین مجلس احتکار کی حرمت اور جو اسکے متعلق شرعی احکام ہین اسکے بیان مین

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من احتكر فهو خاطئ هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه عمر بن عبد الله ومعناه ان من يجمع الطعام الذي
جسنے احتکار کیا وہ خطاوار ہے یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے عمر بن عبد اللہ کی روایت سے اور معنے اسکے یہ ہین جو شخص غلہ جمع کرلے

يجلب الى البلد ويحبسه ليبيعه وقت الغلاء فهو آثم لتعلق حق العامة به وهو بالحبس والامتناع عن البيع
جو کہ شہر کی طرف رسد آتی ہے اور اسکو روک رکھے اسلیے کہ گرانی کے وقت بیچیگا تو وہ گنہگار ہے کیونکہ اسمین سب کا حق ہے اور وہ اسکو روک کر اور اسکو

يريد ابطال حقهم وتضييق الامر عليهم وهو ظلم عام وصاحبه ملعون لما روي انه عليه السلام قال
نہ بیچکر انکا حق باطل اور انکا حال تنگ کیا چاہتا ہے اور یہ ظلم عام ہے اور ایسا شخص ملعون ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

الجالب مرزوق والمحتكر ملعون فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان الذي يجلب الامتعة والاقوات
غلہ لانے والا رزق دیا جاتا ہے اور غلہ روکنے والا ملعون ہے بیشک نبی علیہ السلام نے اس حدیث مین فرمایا کہ جو شخص اسباب اور رزق لا لا کر

ويبيعها لتحصيل الربح يحصل له الربح ولا اثم عليه لان الناس ينتفعون به فينال له بركة دعائهم والذي
تحصیل فائدہ کے لیے بیچتا ہے اسکو نفع ہوگا اور کچھ اسپر گناہ نہین ہے اسلیے سب خلقت اس سے فائدہ پاتی ہے تو اسکو انکی دعا کی برکت پہونچے گی اور

يشتري الطعام الذي يجيء الى البلد ويحبسه ليبيعه وقت الغلاء فهو ملعون بعيد عن رحمة الله تعالى ولا
جو شخص تمام غلہ شہر کی رسد کا خرید کر روک رکھتا ہو تاکہ گرانی کے وقت بیچے وہ ملعون ہے اور اللہ تعالے کی رحمت سے دور ہوتا ہے

يحصل له البركة ما دام في ذلك الفعل فاذا رفع امره الى القاضي يامره القاضي ببيع ما يفضل من قوته
اور اسکو کبھی برکت نہوگی جب تک اس فعل میں رہیگا پھر اگر اسکا یہ مقدمہ قاضی تک جائے تو قاضی اسکو اتنے غلہ کی مناسب قیمت سے بیچدینے کا حکم دیگا جو اسکے

وقوت عياله على السعة بمثل القيمة بان يقول له بعه كما يبيع الناس ولا يسعر لقوله عليه السلام لا تسعروا
اور اسکے عیال کی فراغت کے ساتھ کھانے سے زیادہ ہو اس طور پر کہ اس سے کہدے کہ اسکو بیچڈال جیسے کہ لوگ بیچتے ہین اور بھاؤ نہ ٹھہراوے بوجہ قول نبی علیہ السلام کے

فان الله هو المسعر القابض الباسط الرازق وفي هذا الحديث مبالغة في النهي عن التسعير اذ بين فيه ان
تم بھاؤ نہ معین کرو کیونکہ اللہ ہی بھاؤ مقرر کرنے والا تنگی اور فراخی کرنے والا اور رزق دینے والا ہے اور اس حدیث مین بھاؤ کی معین کرنے کی بڑی ممانعت ہے اسلیے کہ اسمین بیان کیا

التسعير مما يتولاه الله تعالى بنفسه ولم يكله الى غيره من عباده فليس لهم ان يتكلفوا فيه وان فعلوا
کہ بھاؤ کی تعیین کا متولی اللہ تعالے بذات خود ہے اسکو بندون مین سے کسی اور کے حوالہ نہین کیا لہذا انکو نہین چاہیے کہ اسمین تکلیف کرین اور اگر کرینگے

لا يحصل لهم الا الضيق وشدة عقوبة لهم على معارضتهم له تعالى في قضاياه فعلى هذا ينبغي للقاضي ان لا يسعر
تو قضاء الٰہی مین مقابلہ کرنے کی وجہ سے بجز تنگی اور سختی عذاب کے انکو کچھ حاصل نہوگا اس بیان کے موافق قاضی کو چاہیے کہ بھاؤ نہ باندھے

لان الثمن حق البائع فيكون تقديره اليه فلا ينبغي للقاضي ان يتعرض لحقه الا اذا كان فيه ضرر للعامة بان يتعدى
اسلیے کہ ثمن بائع کا حق ہے لہذا اسکی مقدار کی تعیین اسی کے حوالہ ہے پس قاضی کو نہین چاہیے کہ اسکے حق مین دخل دے ہان مگر جبکہ عام لوگون کا ضرر ہوتا ہو اس طور پر

ارباب الاموال عن قيمتها تعديا فاحشا بان يبيعوها بضعف قيمتها فيسعر القاضي بمشورة اهل الرأي والبصيرة صيانة
کہ مال والے انکی قیمت مین حد سے بہت بڑھے جاتے ہون کہ دو چند قیمت کو بیچنے لگین تو اب قاضی اہل رائے اور اہل بصیرت کی صلاح سے لوگون کا

لحقوق الناس ثم ان من باع منهم بما قدره القاضي فان صح بيعه لكونه غير مكره على البيع لكن ان كان اذا نقص يخاف
حق بچانے کے لیے بھاؤ باندھ دے پھر اگر کسی نے انمین سے قاضی کے بھاؤ پر بیچا تو اگرچہ بیع جائز ہے کیونکہ بیع پر زبردستی نہین ہوئی ہے لیکن اگر ایسا حال ہو کہ اگر اس نے کم کردیا تو خوف

ان يضربه القاضي لا يحل للمشتري ما باعه البائع لانه في معنى المكره فيلزم المشتري ان يقول له عند الشراء
کہ قاضی اسکو ماریگا تو مشتری کو بائع کا بیچا ہوا حلال نہین ہے کیونکہ یہ بھی زبردستی کے حکم مین ہے لہذا مشتری کو لازم ہے کہ خریدتے وقت اس سے یہ کہدے

بعني ما تحب فح بأي شيء يبيعه يحل فعلى هذا يلزم للقاضي اذا رفع اليه امر المحتكر ان لا يعجل بالعقوبة ولا بالتسعير
میرے ہاتھ اپنی مرضی کے موافق بیچدے اسوقت جتنے کو بیچے گا حلال ہوگا پس اس بنا پر قاضی کو لازم ہے کہ جب اسکے پاس غلہ روکنے والے کا مقدمہ آئے تو عقوبت مین جلدی نکرے

بل ينهاه عن الاحتكار ويزجره عنه ويأمره بالبيع وان لم يمتثل يعظه ويهدده وان امتنع ولم يبع يحبسه
اور نہ بھاؤ مقرر کرنے مین بلکہ احتکار سے منع کرے اور اس سے ڈانٹ دے اور بیچڈالنے کا حکم دے اور اگر نہ مانے تو اسکو نصیحت کرے اور دھمکاوے اور اگر پھر بھی نمانے اور نہ بیچے تو اسکو

ويعزره حتى يمتنع عن سوء عمله لانه بارتكاب ما لا يحل له استحق العقوبة وليس فيه حد مقدر فيعزر
قید کرے اور تنبیہ کرے یہان تک کہ اپنے فعل قبیح سے باز آئے کیونکہ اس بات کے کرنے سے جو اسکو حلال نہین عقوبت کا سزاوار ہوگیا ہے اور اسمین کوئی حد تو مقرر ہی نہین لہذا ناچار

دفعا للضرر عن الناس بل الصحيح انه ان امتنع عن البيع يبيعه القاضي اتفاقا وهذا فيما يضر حبسه عند
سب لوگون سے ضرر دفع کرنے کے لیے تعزیر دیا جائیگا بلکہ صحیح یہ ہے کہ اگر وہ آپ نہ بیچے تو سب فقہا کے نزدیک قاضی بیچڈالے اور یہ اسکا حکم ہے جسکا روک رکھنا حاجت کے وقت ضرر کرے

الحاجة اليه مما هو قوت البشر والبهائم كالبر والشعير والتمر والتين والزبيب وقال ابو يوسف كل ما يضر بالناس
جیسے آدمیون اور جانورون کا رزق جیسے گیہون اور جو اور چھوہارے اور انجیر اور مویز اور امام ابو یوسف کہتے ہین جس چیز کا روک رکھنا لوگون کو ضرر کرے

حبسه سواء كان ماكولا او غير ماكول فهو احتكار لا يجوز حبسه وان كان ثوبا او ذهبا او فضة ومدة
خواہ خوردنی ہو یا نہ خوردنی یہ سب احتکار ہے اسکا روکنا جائز نہین ہے اگرچہ کپڑا ہو یا سونا یا چاندی اور مدت

الحبس قيل اربعون يوما لما روي انه عليه السلام قال من احتكر اربعين يوما فقد برئ من الله وبرئ الله منه
روک رکھنے کی کوئی کہتا ہے کہ چالیس دن ہین کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسنے احتکار کیا چالیس دن بیشک وہ بیزار ہوا اللہ سے اور اللہ بیزار ہوا اس سے

وفي حديث آخر انه عليه السلام قال من احتكر اربعين يوماً ثم تصدق بطعامه لم تكن صدقته كفارة لاحتكاره وقيل هو
اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسنے چالیس روز احتکار کیا پھر اسنے وہ چیز صدقہ کردی تو یہ صدقہ اسکے احتکار کا کفارہ نہیں ہوسکتا اور کوئی کہتا ہے ایک مہینہ ہے

شهر وهذا في حق المعاقبة في الدنيا واما الاثم فيحصل وان قلت المدة ومن حبس غلة ارضه لا يكون محتكراً لانه
اور یہ مدت سزاے دنیاوی کے حق میں ہے اور رہا گناہ وہ ہر صورت ہوتا ہے اگر مدت کم ہو اور جو اپنی زمین کا غلہ جمع کر رکھے تو وہ محتکر نہیں ہوتا اسواسطے کہ یہ اسکا

خالص حقه لم يتعلق به حق العامة لكن لو كان الناس بحاجة فالافضل له ان يبيعه ولو امتنع عن البيع يكون
خالص حق ہے اسسے حق عوام کا متعلق نہیں لیکن اگر لوگوں کو اسکی حاجت ہو تو افضل یہی ہے کہ بیچ ڈالے اور اگر بیع سے باز رہا تو برا کیا

مسيئاً لسوء نيته وقلة شفقته على المسلمين وفي ما جلبه من بلد آخر ففيه اختلاف والاحتياط في بيعه بسعر
کیونکہ اسکی نیت بری اور مسلمانوں پر شفقت نہیں ہے اور جو کچھ اور شہر سے لائے اسمیں اختلاف ہے اور احتیاط اسی روز کے بھاؤ سے بیچ ڈالنے میں ہے

يومه حتى ينال الثواب الموعود بقوله عليه السلام من جلب طعاماً فباعه بسعر يومه فكانما تصدق به وفي
تاکہ وہ ثواب پائے جسکا نبی علیہ السلام کے اس قول میں وعدہ ہے جو کوئی باہر سے غلہ لایا اور اسی روز کے بھاؤ سے بیچ ڈالا تو گویا اسنے وہ تمام صدقہ کر دیا اور

لفظ آخر فكانما اعتق رقبة وقد حكي عن بعض السلف انه كان بواسط فجهز سفينة حنطة الى البصرة وكتب
دیگر روایت میں ہے گویا اسنے غلام آزاد کر دیا اور کسی بزرگ کی حکایت ہے کہ شہر واسط میں تھے انھوں نے ایک کشتی گیہوں کی بصرہ کو روانہ کی اور

الى وكيله بع هذا الطعام يوم يدخل البصرة ولا تؤخره الى الغد فوافق سعة في السعر فقال له التجار ان
اپنے گماشتے کو لکھ بھیجا کہ اس غلہ کو جس دن بصرہ میں چلے اسی دن بیچ ڈالنا اگلے دن تک نہ رکھنا اتفاق سے اس دن بھاؤ ارزاں تھا پس تاجروں نے

اخرته جمعة تربح فيه اضعافه فاخره جمعة فربح امثاله فكتب الى صاحبه بذلك فكتب اليه صاحبه يا هذا
اس سے کہا اگر ایک ہفتہ رہنے دو تو کئی گونہ فائدہ ہو جائے اسنے ایک ہفتہ تھام لیا تو کئی گونہ فائدہ ہوا پس مالک کو اسکی خبر لکھ بھیجی مالک نے گماشتہ کو لکھا اے شخص

انا كنا قد قنعنا بربح يسير مع سلامة ديننا وانك قد خالفت فاذا وصل اليك كتابي فخذ المال كله فتصدق
ہمنے تو تھوڑے سے نفع پر دین کی سلامتی کے لیے قناعت کی تھی اور تونے اسکے خلاف کیا پس جب خط تجکو پہونچے وہ سب مال لے اور بصرہ کے فقیروں پر

به على فقراء البصرة لعلي انجو من اثم الاحتكار راساً براس فقد علم من هذا ان الاحتكار لا يخلو عن الكراهة
خیرات کردے شاید برابر سرابر ہوکر میں احتکار کے گناہ سے چھوٹ جاؤں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احتکار کراہت سے خالی نہیں

وان اتسعت الاطعمة وكثرت الاقوات واستغنى الناس عنها ولم يرغبوا فيها وذلك لان المحتكر ينتظر مبادي الاضرار
اگرچہ غلہ بہت موجود ہو اور کھانا کثرت سے ملتا ہو اور لوگوں کو اسکی ضرورت نہو اور نہ انمیں انکو کچھ رغبت ہو اور یہ اسلیے ہے کہ محتکر اسباب ضرر رسانی کا منتظر رہتا ہے

التي هي ارتفاع الاسعار وانتظار مبادي الاضرار محظور كانتظار عينه لكنه دونه والحاصل ان التجارة في الاطعمة
کہ وہ بھاؤ کا چڑھ جانا ہے اور اسباب ضرر کا منتظر رہنا ایسا ہی ممنوع ہے جیسے خود ضرر کا انتظار لیکن وہ اس سے کمتر ہے اور حاصل یہ ہے کہ تجارت غلہ اور رزق کی منفعت

والاقوات لطلب الربح مما لا يستحب بل ينبغي طلب الربح في شيء آخر وفي حكم الاحتكار على هذا التفصيل تلقي
کے واسطے اچھی نہیں ہے بلکہ اور چیز سے نفع طلب کرنا چاہیے اور اس تفصیل کے موافق جلب کا لینا احتکار ہی کے حکم میں ہے

الجلب وهو بفتحتين ما يجلب من بلد الى بلد فانه اذا قرب الى البلد يكره استقباله واشتراؤه ثمه لتعلق حق
اور جلب جیم اور لام کے زبر سے وہ ہے جو ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف لایا جائے سو وہ رسد جب شہر کے پاس آ پہونچے تو پھر آگے بڑھکر وہاں جاکر خریدنا مکروہ ہے

العامة به والمتلقي يريد ابطال حقهم وتضييق الامر عليهم وقد نهى النبي عليه السلام عن تلقي الجلب وقال لا تلقوا
کیونکہ اس سے سب کا حق متعلق ہے اور آگے بڑھکے لینے والا انکا حق باطل اور انکو تنگ کیا چاہتا ہے اور بیشک نبی علیہ السلام نے تلقی جلب سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے

الجلب وفي حديث آخر انه عليه السلام قال لا تلقوا السلع حتى يهبط بها الى السوق وهذا اذا لم يلبس السعر على الواردين
کہ رسد کو آگے بڑھکر مت خریدو اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اسباب کو خریدنے نہ جاؤ جب تک بازار میں نہ اتر کر آوے اور یہ جب ہے کہ آنے والوں پر بھاؤ نہ چھپایا ہے

واما اذا لبس عليهم السعر واشترى منهم متاعهم باقل من قيمته فتجتمع الكراهة وتتأكد الحرمة لان هذا تضمن
اور اگر انکو بھاؤ غلط بتایا اور انکا مال کم قیمت پر انسے خرید لیا تو دو کئی کراہتیں جمع ہونگی اور حرمت سخت ہو جاے گی اسلیے کہ یہ عمل

من الغش الحرام المضاد للنصح الواجب المفسر بان لا یرضی لاخیه ما لا یرضی لنفسه بل هو من الظلم لان کل ما یضر
خیانت حرام مین داخل ہے اور نصح واجب کے برخلاف ہے جسکی یہ تفسیر ہے کہ اپنے بھائی کے واسطے پسند نکرے جو اپنے واسطے پسند نہین کرتا بلکہ ظلم ہے اسواسطے کہ جسمین کسی

بالمسلم فهو ظلم وانما العدل ان لا یضر احدا لاخیه المسلم ولا یحب له الا ما یحب لنفسه لما روی انه علیه السلام
مسلم کا نقصان ہو وہ ظلم ہے اور عدل یہ ہے کہ کوئی اپنے بھائی مسلمان کو نقصان نہ دے اور اسکے واسطے پسند نہ کرے مگر وہی جو اپنے واسطے پسند کرتا ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے

قال لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه قال بعض العلماء من باع شیئا بدرهم فانه لو کان لا یشتریه
فرمایا مؤمن نہین ہوتا کوئی تم مین سے یہان تک کہ پسند کرے اپنے بھائی کے واسطے وہی جو اپنے لیے پسند کرتا ہے بعضے علما کہتے ہین جس شخص نے کوئی شے ایک روپیہ کی بیچی ہین اگر وہ شے ایسی کہ جو

الا بنصف درهم فهو یکون ممن ترک النصح المامور به ولم یحب لاخیه ما احب لنفسه وقد حکی ان یونس
آپ آٹھ آنہ سے زیادہ کو ہرگز نہ لیتا پس خیر خواہی کو جسکا حکم ہے چھوڑ دیا اور اسنے اپنے بھائی کے لیے وہ پسند کی جو اپنے لیے پسند کرتا ہے حکایت کرتے ہین کہ یونس

ابن عبید الله رض انه کان عنده حلل مختلفة الاثمان قیمة بعضها اربعمائة وقیمة بعضها مائتان فذهب الی الصلوة وترک ابن
ابن عبید اللہ کے پاس چادرین مختلف قیمت کی تھین بعضی چارسو کی اور بعضی دوسو کی پس یونس نماز کو چلے گئے اور اپنے

اخیه فی الدکان فجاء اعرابی وطلب حلة باربعمائة فعرض علیه من حلل المائتین فاستحسنها واشتراها منه
بھتیجے کو دکان مین بٹھا دیا پس ایک اعرابی نے آکر چارسو درہم کی چادر مانگی اس لڑکے نے دوسو والی اسکے سامنے کردی اسنے پسند کی اور چارسو کو خرید لی

باربعمائة وذهب فاستقبله یونس ورای حلته فی یده وعرفها فقال بکم اشتریتها فقال باربعمائة فقال لا تساوی
اور چلا تو آگے اسکو یونس مل گئے اور اپنی چادر اسکے ہاتھ مین دیکھکر پہچان لی پس پوچھا کتنے کو لی جواب دیا چارسو کو یونس نے کہا یہ

اکثر من مائتین فارجع حتی تردها قال هذه تساوی ببلدنا خمسمائة درهم وانا ارتضیها ولا اردها فقال له
چادر دوسو سے زیادہ کی نہین ہے پس لوٹ چل تاکہ پھیر دے اسنے جواب دیا یہ چادر ہمارے شہر مین پانچ سو روپیہ کی ہے اور مین اسکو پسند کرتا ہون اور مین نہین پھیرتا

یونس انک وان رضیتها لکن النصح فی الدین خیر من الدنیا بما فیها فرده الی الدکان ورد علیه مائة درهم ثم
پھر یونس نے کہا تو نے اگرچہ پسند کر لی ہے لیکن دین کی خیر خواہی دنیا مافیہا سے بہتر ہے پس اسکو دکان پر پھیر لائے اور سو روپیہ پھیر دیے پھر

توجه الی ابن اخیه وقال له اما خشیت الله تعالی حتی ربحت مثل الثمن وترکت النصح للمسلمین فقال له
بھتیجے کی طرف متوجہ ہوکر کہا تجھکو خدا کا خوف نہ آیا کہ ثمن کے برابر تو نے نفع لیا اور مسلمانون کی خیر خواہی ترک کردی پس

ابن اخیه والله ما اخذها الا وهو رضی بها قال فهلا رضیت له ما ترضی لنفسک وابلغ من ذلک ما حکی عن
بھتیجے نے جواب دیا خدا کی قسم اسنے تو بلا پسند کیے نہین لی تھی یونس نے کہا پھر تو نے اسکے لیے وہ کیون نہ پسند کیا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور اس سے بڑھکر وہ ہے

رجل من التابعین انه کان بالبصرة وله غلام بالسوس یجهز الیه السکر فکتب الیه غلامه ان قصب السکر
جو ایک شخص تابعی کی حکایت منقول ہے کہ وہ بصرہ مین تھے اور اسکا غلام سوس مین تھا انکے پاس شکر بھیجا کرتا تھا پس انکے غلام نے انکو لکھا کہ اس

قد اصابه آفة فی هذه السنة فاشتر السکر فانه یربح کثیرا فاشتری من رجل سکرا کثیرا فلما جاء وقته
سال اوکھ ماری گئی ہے شکر خرید لینا اسمین بہت ہی نفع ہوگا لہذا انھون نے ایک شخص سے بہت سی شکر خرید لی پھر جب وقت آیا تو

باعه وربح فیه ثلثین الف درهم فانصرف الی بیته فتفکر لیلته فقال ربحت ثلثین الفا وترکت نصح
وہ بیچی اور تیس ہزار درہم نفع ہوئے پس وہ اپنے گھر لوٹ گئے اور تمام رات دل مین سوچتے رہے اور کہا کہ مین نے تیس ہزار درہم نفع لیے اور

رجل من المسلمین فلما اصبح غدا الیه فدفع الیه ثلثین الفا فقال بارک الله لک فیها فقال ومن این
ایک مرد مسلمان کی خیر خواہی چھوڑ دی پس جب فجر ہوئی تو صبح دم اسکے پاس جاکر تیس ہزار درہم اسکو دیدیے اور کہا تجھکو خدا اسمین برکت دے اسنے کہا یہ درہم

صارت هذه لی فقال انی کتمتک حقیقة الحال وکان السکر قد غلا فی ذلک الوقت فقال رحمک الله
میرے کیونکر ہوگئے جواب دیا مین نے تجھ سے اصل حال چھپا لیا تھا شکر اسوقت مہنگی ہوگئی تھی اسنے کہا خدا تجھپر رحم کرے

قد اعلمتنی الآن وقد طیبتها لک فرجع الی بیته فتفکر وقال ما نصحت لعله استحیی منه فترکها لی فبکر الیه
مجکو اب جتا دیا مین نے تجھی کو حلال کیے پس وہ پھر اپنے گھر چلے آئے پھر سوچکر کہا یہ خیر خواہی نہوئی شاید اسنے شرم کے مارے مجکو دیدیے ہون پھر تڑکے اسکے پاس جاکر کہا

فقال عفا الله عنك خذ مالك فهو اطيب لقلبي فاخذ منه ثلثين الفا وعلم من هذا ان ليس لاحد ان ينتهض
خدا تجکو معاف کرے اپنا مال لے میرے دل کو یہی پسند آتاہے پس اُسنے اُسمیں تیس ہزار درہم لے لیے اور اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو یہ درست نہین کہ

الفرصة ويخفي من البائع غلاء السعر ومن المشتري انحطاطه فان من يفعل ذلك يكون ظالما غاشا تاركا
فرصت کو غنیمت سمجھکر بائع سے بھاؤ کی گرانی اور خریدار سے ارزانی چھپالے بیشک جوایسا کریگا وہ ظالم اور خائن

للنصح الواجب فان المعاملة قد تجري على وجه يفتي المفتي بصحتها وانعقادها لكنها تشتمل على ظلم يتعرض
اور خیر خواہی واجب کا چھوڑدینے والا ہو کیونکہ معاملہ بعضے وقت ایسے طور پر ہوتا ہو کہ مفتی اسکو درست اور منعقد ہوجانے کا فتوے دیتاہے لیکن اُسمین ظلم ہوتا ہے

به العامل لسخط الله تعالى اذ ليس كل نهي مقتضيا لفساد العقد كالبيع عند الاذان الاول للجمعة فانه ان كان
جس سے اُسکے کرنے والے کو غضب الٰہی کا سامنا ہوتا ہو اسلیے کہ ہر ممانعت تو عقد کے فاسد ہونے کو مقتضی نہین ہوتی جیسے جمعہ کے روز پہلے اذان کے وقت بیچنا کہ یہ

جائز لكنه مكروه لان فيه اخلالا بواجب السعي هذا اذا قعدا او وقفا فتبايعا اذ قد قال الله تعالى اذا نودي
بیع اگرچہ جائز ہو لیکن مکروہ ہو اسلیے کہ اسمین سعی واجب مین دیر ہوتی ہے یہ جب ہو کہ دونون بیٹھ جائین یا کھڑے رہکر بیع کرین کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے جب اذان ہو

للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع واما اذا تبايعا حال مشيهما فلا كراهة فيه وكذا يكره
نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑدو بیچنا ہان اگر وہ دونون چلتے چلتے بیع کرلین تو اسمین کچھ کراہت نہین ہے اور ایسی ہی نجش مکروہ ہے اور نجش یہ ہے

النجش وهو ان يزيد في الثمن من لا يريد الشراء بعد ما بلغت السلعة قيمتها ليرغب غيره فيها وانما كره ذلك
کہ سودے کے اپنی قیمت تک پہونچ جانے کے بعد ایسا شخص قیمت بڑھادے جسکو خریداری منظور نہو تاکہ غیر کو اسمین رغبت پیدا ہو اور یہ مکروہ اسلیے ہے

لان تغرير للمسلم وظلم له مع انه عليه السلام نهى عن النجش وقال لا تناجشوا هذا اذا بلغت السلعة قيمتها
کہ اسمین ایک مسلمان کو دھوکا دینا اور اُسپر ظلم کرنا ہو باوجودیکہ نبی علیہ السلام نے نجش سے منع کیا ہے اور فرمایاہے کہ نجش نکرو یہ جب ہے کہ مال اپنی قیمت پر آچکا ہو

واما اذا لم تبلغ قيمتها وزاد في الثمن من لا يريد الشراء الى ان تبلغ السلعة تمام قيمتها فلا يكره وكذا يكره السوم
اور اگر ابھی اپنی قیمت پر نہین آیا اور اُس شخص نے قیمت بڑھادی جسکو خریدنا مقصود نہین یہان تک کہ مال اپنی پوری قیمت کو پہونچ گیا یہ مکروہ نہین ہے اور ایسا ہی مکروہ ہے

على سوم غيره بعد رضائهما بثمن لقوله عليه السلام لا يسوم الرجل على سوم اخيه وهو نهي بصيغة النفي فيكون
ثمن بڑھانا باارادۂ خرید کے دوسرے کی خریداری پر جبکہ وہ دونون ایک قیمت پر رضامند ہوچکے ہون بوجہ ارشاد نبی علیہ السلام کہ اپنے بھائی کی خرید پر کوئی بھاؤ نہ کرے اور یہ نہی بصورت نفی ہے

ابلغ واما اذا لم يركن احدهما الى الآخر فلا باس للغير ان يساومه ويشتريه لانه بيع من يزيد ولا كراهة فيه
سو اسمین بڑا مبالغہ ہے ہان اگر ابھی ایک دوسرے کی طرف مائل نہین ہو تو غیر کو کچھ مضائقہ نہین کہ مول کرکے خریدلے کیونکہ یہ بیع من یزید ہو اور اسمین کچھ کراہت نہین ہے

لورود الاثر فيه وهو ما روي عن انس انه عليه السلام باع قدحا وحلسا ببيع من يزيد وكذا يكره بيع الحاضر
کیونکہ اسمین حدیث آئی ہے اور وہ یہ روایت ہو حضرت انسؓ کہ نبی علیہ السلام نے ایک پیالہ اور ٹاٹ بطور بیع من یزید کے بیچا اور ایسے ہی شہر والے کا

للبادي لقوله عليه السلام لا يبيع الحاضر للبادي وهذا اذا كان اهل البلد في قحط وهو يبيع من اهل البدو
صحرانشین سے بیچنا مکروہ ہو مگر بوجہ ارشاد نبی علیہ السلام کہ شہروالا جنگلی کے ہاتھ نہ بیچا کرے اور یہ جب ہو کہ شہر کے لوگ قحط مین ہون اور وہ گران قیمت کے لالچ سے

طمعا في الثمن الغالي لما فيه من الاضرار بهم واما اذا لم يكن كذلك فلا باس به لانعدام الضرر وقيل صورته
دیہاتی کے ہاتھ بیچے کیونکہ اسمین شہروالون کو ضرر دینا ہو اور اگر ایسا حال نہو تو بوجہ ضرر نہونے کے کچھ مضایقہ نہین اور بعضے کہتے ہین اسکی صورت یون ہے کہ کوئی

ان يجئ البادي بسلعته الى مصر فيقول له الحاضر دع سلعتك عندي لابيعها لك بثمن غال ويحبسه عنده
دیہاتی شہر مین سودا لیکر آئے تو اس سے شہری کہے اپنا مال میرے پاس چھوڑجا مین گران قیمت سے بیچ رکھونگا پھر اپنے پاس اسکو اتنے دنون روک رکھے

الى ان يغالي في الثمن وهذا مكروه في ايام العسرة ثم ينبغي ان يعلم ان البيع عند الحنفية كما ينعقد بالقول وركنه
کہ مہنگا ہوجائے اور تنگی کے دنون مین مکروہ ہے پھر جاننا چاہیے کہ بیع حنفیون کے نزدیک جسطرح قول سے پوری ہوجاتی ہے اور اسکا رکن

الايجاب والقبول كذلك ينعقد بالفعل وركنه التعاطي فلا بد فيه من الاعطاء من الجانبين عند البعض
ایجاب اور قبول ہے ایسے ہی فعل سے پوری ہوجاتی ہے اور اسکا رکن لین دین ہو پس اس بیع مین بعضون کے نزدیک دونون کی طرف سے لین دین ہوجانا ضرور ہے

وعند البعض يكفي الاعطاء من احد الجانبين اذا بين الثمن وكان معلوما كما لو قال رجل لمن يبيع الحنطة
اور بعضوں کے نزدیک صرف ایک طرف سے حوالہ کر دینا کفایت کرتا ہے جبکہ ثمن بیان کر دے یا معلوم ہو مثلاً کوئی شخص گیہون بیچنے والے سے پوچھے

كيف تبيع الحنطة فقال قفيز ابدرهم فقال كلني خمسة اقفزة وكال فذهب بها فهذا بيع وعليه خمسة دراهم
تو گیہون کسطرح بیچتا ہے وہ کہے بارہ صاع ایک درہم میں پھر وہ کہے پانچ قفیز میرے لیے ناپ دے اور اسنے ناپ دیے اور وہ لے گیا سو یہ بیع پوری ہے اور اسکے ذمہ پانچ درہم ہونگے

وكذا لو قال البائع للمشتري بعت هذا منك بدرهم فقبضه المشتري ولم يقل شيئا ينعقد البيع وعليه درهم وكذا
اور ایسے ہی اگر بائع مشتری سے کہے میں نے یہ سودا تیرے ہاتھ ایک درہم کو بیچا پھر مشتری نے اسپر قبضہ کر لیا اور کچھ نہ کہا تو بیع بھی پوری ہے اور اسکے ذمہ ایک درہم ہوا اور ایسے ہی

لو اشترى وقرا من الحطب بثمانية ثم قال ائت بوقر آخر والقه ههنا ففعل يكون ذلك بيعا وليطلب الثمانية
اگر ایک بوجھ لکڑی کا آٹھ پیسے کو مول لیا پھر کہا ایک بوجھ اور لا کر یہاں ڈال دے اور اسنے ایسا ہی کیا تو یہ بیع پوری ہے اور وہ آٹھ پیسے مانگ سے

وكذا لو كان لرجل على آخر الف درهم وقال المديون للدائن اعطيك لدينك دنانير ولم يقع بينهما بيع بل
اور ایسے ہی اگر ایک شخص کے دوسرے کے ذمہ ہزار روپیہ قرض آتے ہون اور قرضدار نے قرضخواہ سے کہا میں تیرے قرضہ کی بابت اشرفیاں لا دیتا ہوں اور اُن دونوں میں بیع واقع نہوئی بلکہ

فارقه ثم اتى بالدنانير ودفعها اليه يكون في تلك الساعة بيعا بالتعاطي واما لو اشترى رجل من آخر وسائد
وہ چلا گیا پھر اشرفیاں لا کر اُسکے حوالہ کر دین تو اب اُسوقت اس لین دین سے بیع ہو جائیگی البتہ اگر ایک شخص نے کسی دوسرے سے تکیے اور فرش خرید ے

وطنافس وهي غير منسوجة بعد ولم يضرب اجلا حتى يصير سلما فلا يجوز ولو نسج الوسائد والطنافس وسلمها
اور وہ ابھی [illegible] نہیں اور کوئی مدت بھی نہیں ٹھہرائی تاکہ بیع سلم ہو جائے تو یہ جائز نہیں اور اگر تکیے اور فرش تیار کر کے اُسکے حوالہ کر دیے

اليه لا يصح ايضا لان التعاطي انما يكون بيعا اذا لم يكن مبنيا على بيع فاسد او باطل فاما اذا كان مبنيا عليه فلا فعلى
تو بھی بیع جائز نہیں ہے اسلیے کہ لین دین سے بیع اسوقت ہوتی ہے جبکہ بیع فاسد یا باطل پر مبنی نہو اور اگر اُسپر مبنی ہو تو جائز نہیں ہوتی پس اس بیان کے

هذا ما يفعله اكثر الناس في هذا الزمان من اخذ ما ارادوا من صاحبه من الماكولات وغيرها من غير عقد صحيح ولا
موافق اس زمانہ میں جو اکثر لوگوں کا عمل ہے کہ جو چاہتے ہیں دکاندار سے کھانے پینے کی چیز اور اُسکے علاوہ اور چیزیں بلا عقد صحیح کے اور بلا

معاطاة ولا ببيان الثمن الى وقت المحاسبة فذلك حرام وكل من ياكل منه او ينتفع به مع العلم به فهو متعمد
طرفین سے لین دین ہونے کے حساب کے وقت تک بلا ثمن بیان کیے لے لیتے ہیں سو یہ سب حرام ہے اور جو شخص انہیں سے کھاتا ہے یا جان بوجھکر اُس سے فائدہ اُٹھاتا ہے وہ قصداً

لاكل الحرام والانتفاع به ومرتكب للاثم اذ فيما سوى الخبز واللحم لا بد من بيان الثمن ليكون بيعا بالتعاطي ثم
حرام خوری کرتا ہے اور حرام سے نفع اٹھاتا ہے اور گناہ اختیار کرتا ہے اسلیے کہ بجز روٹی اور گوشت کے سب سودوں میں ثمن کا بیان کرنا ضرور ہے تاکہ تعاطی سے بیع ہو جائے پھر

ينبغي ان يعلم ان البيع الذي لا يجوز ثلثة انواع فاسد وباطل وموقوف اما الفاسد فهو منعقد لكن لا يفيد الملك
یاد رکھنا چاہیے کہ جو بیع جائز نہیں ہے تین قسم پر ہے فاسد اور باطل اور موقوف بیع فاسد منعقد تو ہو جاتی ہے لیکن صرف عقد سے ملک کا فائدہ

بمجرد العقد بل انما يفيد بعد قبض المشتري المبيع باذن البائع صريحا او دلالة فانه اذا قبض في مجلس العقد
نہیں دیتی بلکہ بائع کی صراحۃً یا دلالۃً اجازت سے مشتری کے قبضہ کر لینے کے بعد فائدہ دیتی ہے پس جب خریدار مجلس عقد میں بائع کے سامنے

بحضرة البائع ولم ينهه البائع يملكه ملكا خبيثا ولهذا قيل لا يحل له ان يتصرف فيه بتمليك او انتفاع حتى لو
مبیع پر قبضہ کرلے اور بائع اُسکو منع نہ کرے تو خریدار ملک خبیث سے اُسکا مالک ہو جائیگا اور اسی لیے کہتے ہیں کہ خریدار کو اسمیں تصرف کرنا حلال نہیں ہے کسی کو دینے کا یا نفع کا یہانتک کہ اگر

كان طعاما لا يحل له اكله ولو كان جارية لا يحل له وطيها بل يجب على كل واحد من البائع والمشتري فسخ العقد
کھانا ہو تو اُسکا کھانا حلال نہیں ہے اور اگر لونڈی ہے تو اس سے صحبت حلال نہیں ہے بلکہ ہر ایک بائع اور مشتری پر عقد کا فسخ کرنا واجب ہے

دفعا للفساد وان لم يفسخاه بل باع المشتري ما قبضه بالشراء الفاسد بعقد صحيح ينفذ بيعه لانه لما ملكه ملك
تو دفع فساد کی غرض سے اور اگر دونوں نے عقد فسخ نہ کیا بلکہ مشتری نے شرائی فاسد سے جسپر قبضہ کیا تھا اسکو بطور عقد صحیح کے بیچ ڈالا تو اُسکی بیع پوری ہو جائیگی کیونکہ وہ جب اُسکا مالک ہوگیا تو بذریعہ

تمليكه لغيره بالبيع وغيره فلا يتصور بعده الفسخ لتعلق حق العبد به ووجوب الفسخ سابقا كان لحق الشرع
بیع وغیرہ کے غیر کو اُسکے مالک کا بھی مالک ہے اب بعد اسکے فسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ اب اس سے حق بندہ کا متعلق ہو گیا اور پہلے فسخ کا واجب ہونا بوجہ حق شرع کے تھا

واذا اجتمع حق الشرع وحق العبد يقدم حق العبد لحاجته نعم كان الاولى للمشتري ان ينزه عن شرائه اذ قيل
اور جب حق شرع اور حق عبد جمع ہو جائیں تو حق عبد کو مقدم کریں اُسکی حاجتمندی کی وجہ سے ہاں مشتری ثانی کے حق میں بہتر یہ تھا کہ اُسکی خریداری سے کنارہ کرتا کیونکہ کہتے ہیں کہ

من غلب على ظنه ان اكثر معاملات اهل السوق على الفساد ينبغي له ان يتنزه عن شراء شئ منهم ومع هذا لو
گمان غالب ہو کہ اکثر معاملات اس بازار والوں کے فاسد ہیں تو اُسکو چاہیے کہ اُنسے کوئی شئے مول نہ لے اور پھر بھی اگر اُنسے کوئی

اشترى منهم شيئا يحل له الانتفاع به اذا كان العقد الاخير صحيحا ومما ينبغي ان يتعلم ان من اشترى متاعا بالف درهم
چیز مول لیگا تو اسکو اُسکا برتنا حلال ہے اگر پچھلا عقد صحیح ہوا ہو اور معلوم رکھنا چاہیے کہ اگر کسی نے ہزار روپیہ کا مال بیع فاسد سے

شراء فاسدا وقبضه ثم باعه وربح فيه لا يحل له الربح بل يجب عليه ان يتصدق به ومن باع متاعا بالف درهم بيعا
مول لیا اور قبضہ کر لیا پھر اُسکو بیچا اور کچھ نفع ہوا تو اُسکو یہ نفع حلال نہیں بلکہ اُسپر واجب ہے کہ اُسکو خیرات کرے اور اگر کسی نے ہزار روپیہ کا مال بیع

فاسدا وقبض الثمن ثم اشترى به شيئا وباعه وربح فيه يحل له الربح ولا يجب عليه ان يتصدق به والفرق بينهما
فاسد سے بیچا اور قیمت لے لی پھر اُس روپیہ سے اور مال مول لیا اور اُسکو بیچا اور اُسمیں نفع ہوا تو اُسکو یہ نفع حلال ہے اُسپر اُسکا خیرات کرنا واجب نہیں ہے اور فرق ان دونوں

على ما ذكر في الهداية ان المتاع مما يتعين بالتعيين فيتعلق العقد به فيتمكن الخبث في الربح والدراهم و
صورتوں میں حسب بیان صاحب ہدایہ کے یہ ہے کہ اسباب تعیین کرنے سے متعین ہوتا ہے پس عقد اُسی اسباب سے متعلق ہوا لہذا فائدہ میں خباثت اثر کریگا اور درہم اور

الدنانير لا تتعينان في العقود والفسوخ بل يثبت الثمن في ذمة المشتري فلا يتعلق العقد الثاني بعينها فلا يتمكن
دینار عقود اور فسوخ میں متعین نہیں ہوتے بلکہ مشتری کے ذمہ ثمن ثابت ہو جاتا ہے لہذا دوسرا عقد اُنہی دراہم اور دنانیر سے متعلق نہیں ہوا اسلیے فائدہ میں

الخبث في الربح الا ان يشير اليها وينقد منها فيتعلق سلامة المشترى بها لو قوعها ثمنا فيكون ملكا خبيثا واجب التصدق
خباثت اثر نہ کریگی ہاں اگر اُسی کی طرف اشارہ کرے پھر اُسی میں سے ادا کرے تو اب خریداری اُسی سے متعلق ہوگی کیونکہ وہی ثمن ٹھہرا لہذا یہ ملک خبیث ہوگی خیرات کرنا واجب ہوگا

واما الباطل فهو غير منعقد فلا يفيد الملك اصلا ولهذا قيل من غلب على ظنه ان اكثر معاملات اهل السوق
اور بیع باطل سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتی لہذا بالکل ملک کا فائدہ نہیں دیتی اور اسی لیے کہتے ہیں کہ جسکو معلوم ہو کہ اکثر معاملات اس بازار والوں کے

على البطلان ليس له ان يشتري منهم شيئا ولا يحل له ما اشتراه منهم اما الموقوف فهو بيع مال الغير بغير اذنه
باطل ہیں تو اُسکو کوئی چیز اُن سے مول لینا جائز نہیں اُنسے جو مول لیگا وہ اُسکے لیے حلال نہیں اور بیع موقوف غیر کے مال کا بے اُسکی اجازت کے بیچڈالنا ہے

فانه وان كان منعقدا ومفيدا للملك على سبيل التوقف على اجازة مالكه لكن لا يفيد تمام الملك لتعلق حق الغير
یہ بیع اگرچہ منعقد ہو جاتی ہے اور اجازت مالک پر موقوف رہکر ملک کا فائدہ دیتی ہے لیکن غیر کا حق متعلق ہونے کی وجہ سے پوری ملک کا فائدہ نہیں ہوتی

وجميع المعاملات الجارية في جميع المغصوبات والغارات الواقعة في هذا الزمان من هذا القبيل ولهذا قال
اور تمام معاملات جو چھینے ہوے اور لوٹے ہوے اشیا میں جاری ہیں جو کہ اس زمانہ میں واقع ہیں سب اسیطرح کے ہیں اور اسی لیے

صاحب البزازية في ايام غارة المسلمين لا يشتري من العسكر شئ لانه حرام ملك الغير ثم ينبغي للتاجر ان
صاحب بزازیہ کہتا ہے مسلمانوں کی غارتگری کے عہد میں لشکریوں سے کوئی شے مول نہ لیجائے اسلیے کہ یہ حرام ہے غیر کی ملک ہے پھر تاجر کو لائق ہے کہ اپنے

يراعي في معاملته العدل ويجتنب الظلم والمراد بالظلم ان يتضرر به الغير فكلما يتضرر به الغير فهو ظلم وانما
معاملہ میں عدل کا لحاظ رکھے اور ظلم سے بچے اور ظلم سے مراد یہ ہے کہ غیر کو اس سے ضرر ہو پس جس سے غیر کو ضرر ہو وہ سب ظلم ہے اور

العدل ان لا يتضرر منه احد بشئ وما لا يتصور ذلك الا بالاحتراز عن عدة امور احدها ان لا يجور في المقدار
عدل وہی ہے جسمیں کسیکا کچھ نقصان نہو اور یہ بجز کئی باتوں سے احتراز کیے نہیں ہو سکتا ایک یہ کہ مقدار میں تفاوت نہ کرے

وذلك بتعديل المكيال والميزان والاحتياط لانه تعالى قال ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ
اور یہ پیمانہ اور ترازو پورا رکھنے اور احتیاط کرنے سے ہوتا ہے کیونکہ اللہ فرماتا ہے خرابی ہے گھٹانے والونکی وہ جبکہ ناپ لیں لوگوں سے

يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ﴾ ۝ ولا ينجو من هذا الا من يزيد اذا اعطى وينقص اذا اخذ
تو پورا بھر لیں اور جب ناپ دیں اُنکو یا تول کر دیں تو وہ گھٹا کر دیتے ہیں اور اس سے نہیں بچےگا مگر وہی جو دیتے وقت کچھ زیادہ دے اور لیتے ہوے کچھ کم لے

لان العدل الحقيقي قلما يتصور فان من يستقصي في اخذ حقه بكماله يوشك ان يتعداه ولذلك كان
اسلیے کہ عدل حقیقی بہت ہی کم ہوسکتا ہے کیونکہ جو شخص اپنا حق پورا پورا لینے کی کوشش کرے تو غالب ہے کہ حد سے بڑھ جائیگا اور اسی واسطے

رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اشترى شيئا يقول للوزان زن وارجح وكان بعض السلف يقول لا اشتري
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کچھ مول لیتے تو قیمت ادا کرنے والے سے فرماتے تول دے اور جھکتا تول لا اور بعضے گزشتہ بزرگ کہتے تھے کہ ہم ایک

الويل بحبة وكان اذا اخذ نقص حبة واذا اعطى زاد حبة ويقول ويل لمن يبيع بحبة جنة عرضها السموات
دانہ کے بدلے خرابی نہیں لیتے اور اگر کچھ مول لیتے تھے تو کچھ کم لیتے تھے اور اگر دیتے تو کچھ زیادہ دیتے تھے اور کہتے تھے افسوس ہے اسپر جو ایک دانہ کے بدلے جنت دے دے جسکا پھیلاؤ آسمان

والارض والثاني مما يجب الاحتراز عنها ان لا يمدح السلعة فانه ان وصفها بما ليس فيها فان لم يقبل قوله فهو
اور زمین ہے اور دوسرا امر جس سے احتراز واجب ہے یہ ہے کہ مال کی تعریف نہ کیا کرے کیونکہ اگر ایسی تعریف کی جو اسمین نہیں ہے تو اگر خریدار نے اسکا قول نہ مانا

كذب محض وان قبل فهو مع كونه كذبا تلبيس وظلم وان وصفها بما فيها فان علمه المشتري فهو هذيان
تو جھوٹ ہی جھوٹ ہوا اور اگر مان لیا تو جھوٹ کا جھوٹ اور دغابازی اور ظلم ہے اور اگر ایسی تعریف کی جو اسمین ہے تو اگر خریدار بھی جانتا ہے تو وہ بیہودہ بک ہے

وتكلم بما لا يعنيه فيحاسب عليه لان كل كلمة تصدر عن الانسان فانه يحاسب عليها لقوله تعالى ما يلفظ
اور بیفائدہ بات بولنا ہے اسکا حساب ہوگا کیونکہ انسان سے جو کلمہ نکلتا ہے اس سے اسکا حساب ہوگا بدلیل اس آیت کے نہیں بولتا کوئی بات

من قول الا لديه رقيب عتيد وان لم يعرف المشتري ما فيها ما لم يذكره فلا باس بذكر القدر الموجود فيها من
مگر ہیں اسکے پاس نگہبان حاضر اور اگر خریدار وہ وصف نہیں جانتا جو اسمین ہے جب تک بیان نکرو تو جتنا ہے اتنا ہی بلا مبالغہ اور بڑھا کر بیان کرنے میں

غير مبالغة واطناب ولا يحلف البتة لانه ان كان كاذبا يكون يمينه غموسا وهو من الكبائر التي تذر الديار بلاقع
کچھ مضایقہ نہیں اور قسم ہرگز نہ کھائے اس لیے کہ اگر جھوٹی ہے تو یمین غموس ہوگی اور یہ قسم ایسی کبیرہ ہے کہ ملک کو اجاڑ دیتی ہے

وان كان صادقا فقد جعل اسم الله تعالى عرضة لايمانه واساء فيه لان الدنيا اخس من ان يقصد ترويجها
اور اگر سچی ہے تو اللہ کے نام کو اپنی قسموں کا نشانہ بنایا اور اسمین برا کیا اسلیے کہ دنیا اس سے زیادہ حقیر ہے کہ اسکو

بذكر اسم الله تعالى من غير ضرورة حتى قال الفقهاء يكره للتاجر ان يذكر اسم الله تعالى او يصلي على النبي
بلاضرورت اللہ کے نام سے رونق دیجائے یہاں تک کہ فقہا کہتے ہیں کہ تاجر کو مکروہ ہے کہ اپنا مال کھولتے ہوئے ترویج کی نیت سے اللہ کا نام لے یا نبی

صلى الله عليه وسلم عند فتح متاعه على قصد ترويجه بان يقول اللهم صل على محمد ما اجود هذا والثالث مما
صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا کرے اس طور پر کہ کہے اللہم صل علی محمد کیا خوب مال ہے اور تیسرا امر

يجب الاحتراز عنها ان يكتم شيئا من عيوب السلعة بل يجب عليه ان يظهر جميع عيوبها خفيها وجليها لانه اذا اخفى
جس سے احتراز واجب ہے یہ ہے کہ مال کا کوئی عیب چھپا رکھے بلکہ اسپر واجب ہے کہ اسکے تمام عیب ظاہر و باطن ظاہر کردے کیونکہ

شيئا منها يكون غاشا تاركا للنصح الواجب فمن اظهر احسن وجهي الثوب او عرضه في الموضع المظلم او عرض
اگر عیبوں میں سے کوئی بھی چھپا رکھیگا تو دغاباز خیرخواہی واجب کا تارک ٹھہریگا پس جسنے تھان کا اچھا پلہ دکھا دیا یا اندھیری جگہ میں پیش کیا یا موزہ جوتی وغیرہ کی

احسن فردي الخف والنعل ونحوهما يكون غاشا والغش حرام في البيوع والصناع جميعا فلا ينبغي للصانع
اچھی لوائی دکھائی تو یہ شخص دغاباز ہے اور دغابازی تمام بیوع اور صنعتوں میں حرام ہے لہذا کاریگر کو لائق نہیں

ان يتهاون بعمله على وجه لو عامله به غيره لا يرتضيه بل ينبغي ان يحسن الصنعة ويحكمها ثم يبين عيبها ان وقع
کہ اپنے کام میں ایسی سستی کرے کہ اگر اسکے ساتھ کوئی اور ایسا برتاؤ کرے تو پسند نکرے بلکہ اسکو چاہیے کہ اچھا اور مضبوط کام بنایا کرے پھر اسکا عیب بیان کردے اگر اتفاقا

فيها عيب فان قيل اذا وجب على التاجران يذكر عيوب متاعه لا يتم له المعاملة فما الطريق فيها فاعلم ان
عیب ہو جائے اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب تاجر پر مال کا عیب بیان کرنا واجب ہوا تو اسکا معاملہ کبھی پورا نہ ہوگا پھر اسکی کیا سبیل ہے تو سمجھ لے کہ

التاجر اذا شرط على نفسه ان لا يشتري للبيع الا الجيد وقنع بربح يسير يبارك له فيه ولا يحتاج الى التلبيس
تاجر جب اپنے اوپر یہ شرط کرلے کہ بیچنے کے لیے بجز عمدہ مال کے کبھی نہ لونگا اور تھوڑے سے نفع پر قناعت کرے تو اسی میں اسکو برکت ہوگی اور دغابازی کی حاجت نہ پڑے گی

فمن تعود هذا لا یشتری معیبا فان وقع فی یده نادرا یذکر عیبه و یقنع بقیمته و انما یتعذر هذا علی التجار لانهم لا

پس جو اسکی عادت کرے تو عیب دار مال نہ لے اگر اتفاقا اسکے ہاتھ آبھی جائے تو اسکا عیب بیان کردے اور اسکی اصل قیمت ہی پر قناعت کرے اور یہ بات تاجروں پر اسلیے دشوار ہوتی ہے

یقنعون بربح یسیر بل یطلبون بها کثیرا و لا یحصل ذلک الا بتلبیس و التلبیس حرام فلا یجوز للبائع و لا للمشتری

کہ وہ تھوڑے نفع پر قناعت نہیں کرتے بلکہ بہت نفع چاہتے ہیں اور بہت فائدہ بدون دغا بازی کے نہیں ہوتا اور دغا بازی حرام ہے پس بائع کو جائز نہیں اور نہ خریدار کو

ان یلبس احدهما علی الاخر لان من یفعل هذا یکون ظالما تارکا للنصح علی المسلمین و قد روی انه علیه السلام قال

کہ ایک دوسرے کو دھوکا دے اسلیے کہ جو ایسا کریگا وہ ظالم اور مسلمانوں کی خیر خواہی کا چھوڑنے والا ہے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

البیعان اذا صدقا و نصحا بورک لهما فی بیعهما و اذا کذبا و کتما نزعت برکة بیعهما و من لا یعرف الزیادة و النقصان

بائع اور مشتری دونوں اگر سچ بولیں اور خیر خواہی کریں تو انکے لیے انکی بیع میں برکت ہوگی اور اگر جھوٹ بولیں اور عیب چھپالیں تو بیع کی برکت نکال لیجائیگی اور جو شخص بڑھنے گھٹنے کو

الا بالمکیال و المیزان لا یصدق هذا الحدیث و لا یعرف ان الدرهم الواحد قد یبارک فیه و یکون سببا لسعادة

بدون پیمانہ اور ترازو کے نہیں جانتا وہ اس حدیث کی تصدیق نہیں کرتا اور یہ نہیں جانتا کہ ایک درہم میں کبھی برکت ہوتی ہے اور اسکی سعادت دین اور دنیا کا سبب

فی الدین و الدنیا بان یصرف فیما یجب علیه من امر دینه او دنیاه و ان الالاف المؤلفة قد ینزع عنها البرکة و تکون

ہوجاتا ہے اس طور کہ اسکو ایسی چیز میں صرف کرے جو اسکو دین یا دنیا میں ضروری ہو اور ہزاروں جمع کیے ہوئے میں سے کبھی برکت نکل جاتی ہے اور اسکی

سببا للهلاکة فی الدنیا و الاخرة اما فی الدنیا فکما یشاهد فی هذا الزمان من تسلط الظلمة علیه و اخذ ماله بانواع

دنیا و آخرت میں ہلاکت کا سبب بن جاتے ہیں دنیا میں تو جیسا کہ اس زمانے میں دیکھا جاتا ہے کہ ظالم لوگ غالب ہوجاتے ہیں اور اسکا مال طرح طرح کے عذاب دیکر

العقوبات و اما فی الاخرة فبان یصرفها فی المحرمات و المنکرات لا سیما فی الرشوة التی یکون بها کل واحد من الراشی

چھین لیتے ہیں اور رہا آخرت میں سو اسطرح کہ مال کو حرام اور ممنوعات میں خرچ کرے خاص کر رشوت میں جسکے باعث سے رشوت دینے والا

و المرتشی و الساعی بینهما ملعونا بلعن رسول الله صلی الله علیه و سلم فمن اراد ان یتیسر علیه النصح للمسلمین فلا بد له

اور رشوت لینے والا اور بیچ کا دلال ہر ایک ملعون ہوجاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعنت فرمانے سے پس جو چاہے کہ اسپر اہل اسلام کی خیر خواہی آسان ہوجاوے

من امرین احدهما ان یعلم و یعتقد ان تلبیسه لا یزید فی رزقه بل یمحقه و یذهب برکته فان ما یجمعه من متفرقات

تو اسکو دو باتیں ضروری ہیں ایک تو یہ سمجھے اور یقین کرلے کہ اسکی دغا بازی روزی نہیں بڑھاتی بلکہ مٹاتی ہے اور برکت دور کرتی ہے کیونکہ جو کچھ طرح طرح کے فریب

التلبیسات قد یهلکه الله تعالی دفعة واحدة اما بالاغراق او بالاحراق او باخذ اللصوص و الظلمة او الکفرة

اور حیلہ سے جمع کرتا ہے اسکو بعضی وقت اللہ تعالی ایک بارگی تلف کردیتا ہے یا ڈبو کر یا جلا کر یا چوروں یا ظالموں یا کافروں کے چھین لینے سے

و الثانی ان یعلم و یعتقد ان ربح الاخرة خیر من ربح الدنیا و ان فوائد اموال الدنیا تنقضی بانقضاء العمر و تبقی

اور دوسری یہ سمجھے اور یقین کرے کہ آخرت کا فائدہ دنیا کے فائدہ سے بہتر ہے اور بیشک دنیاوی مال کے فائدے زندگی کے تمام ہونے سے ختم ہوجاتے ہیں اور اسکا

مظالمها و اوزارها فکیف یرضی العاقل ان یستبدل الذی هو ادنی بالذی هو خیر و الخیر کله فی سلامة الدین

وبال اور گناہ سر پر رہجاتا ہے پس عاقل کب پسند کریگا کہ ادنے چیز کو اسکے بدلے میں لے لے جو بہتر ہے اور سراسر بہتری دین کی سلامتی میں ہے

یسر نا الله سلامة الدین

الٰہی ہمکو دین کی سلامتی نصیب فرما

المجلس الحادی و السبعون فی بیان ای تاجر یحشر یوم القیمة

اکہترویں مجلس اس بیان میں کہ کون تاجر قیامت کے دن

فاجرا و ای صادقا قال رسول الله صلی الله علیه و سلم التجار یحشرون یوم القیمة فجارا الا من

فاجر ہوکر اٹھیگا اور کون سا صادق ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تاجر لوگ قیامت کے دن فاجر ہوکر اٹھائے جائینگے مگر جو

اتقی و بر و صدق هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه عبید بن رفاعة عن ابیه و الاصل فی الفجور المیل

متقی ہے اور نیکوکار اور سچا یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے عبید بن رفاعہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور اصلی معنے فجور کے

عن القصد و منه یقال للکاذب فاجر و علی هذا المعنی سمی التجار فی الحدیث فجارا اذ من عادتهم فی تجارتهم

ٹل جانا ہے میانہ روی سے اسی سے جھوٹے کو فاجر کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے سوداگروں کا اس حدیث شریف میں فجار نام رکھا کیونکہ اپنی تجارت میں عیب کا چھپالینا

غالبا التدليس والتحايل على ترويج السلع بما تيسر لهم من الايمان الكاذبة ونحوها ولهذا حكم عليهم في الحديث
اور اسباب کے رواج دینے پر غالب رہتا اکثر انکی عادت ہوتی ہے جس طور ہو سکے جھوٹی قسموں سے یا مانند اسکے اسی لیے حدیث میں انکے حق میں حکم ہوا

بانهم يحشرون يوم القيمة في زمرة الكذابين الذين كثر منهم الكذب الا من اتقى الكذب وبر في يمينه وصدق
کہ قیامت کے دن انکا حشر جھوٹوں کی جماعت میں ہوگا جنکا جھوٹ کثرت سے ہوتا ہے مگر وہ تاجر جو جھوٹ سے بچتا ہے اور قسم سچی کھائے اور باتوں میں سچا ہے

في حديثه فانه لا يحشر معهم بل يحشر مع الابرار كما روي عن ابي سعيد رض انه قال التاجر الصدوق الامين يحشر مع
پس اسکا حشر انکے ساتھ نہوگا بلکہ نیکوں کے ساتھ ہوگا چنانچہ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا سچے اور امانت دار تاجر کا

النبيين والصديقين والشهداء فعلم من هذا ان اللازم للتاجر في معاملته ان يستعمل الصدق والامانة
نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ہمراہ حشر ہوگا پس اس سے معلوم ہوا کہ تاجر کو لازم ہے کہ اپنے معاملہ میں سچائی اور امانت برتے

ويجتنب الكذب والخيانة حتى يحشر مع الابرار ولا يحشر مع الفجار بل الواجب عليه ان يراعي في تجارته العدل
اور جھوٹ اور خیانت سے بچے تاکہ نیکوں کے ساتھ حشر ہو اور فاجروں کے ساتھ اسکا حشر نہو بلکہ اسپر واجب ہے کہ اپنی تجارت میں عدل

والانصاف ويجانب الظلم والاعتساف لان المعاملة قد تجري على وجه يحكم المفتي بصحتها وانعقادها
اور انصاف کا لحاظ رکھے اور ظلم اور بے راہی سے الگ رہے اسلیے کہ معاملہ بعضی دفعہ ایسے طور پر ہوتا ہے کہ مفتی اسکو درستی اور منعقد ہونے کا حکم دیتا ہے

لكنها تشتمل على ظلم يتعرض به العامل لسخط الله تعالى اذ ليس كل نهي مقتضيا لفساد العقد فالمراد من الظلم
لیکن اسمیں ظلم شامل ہوتا ہے جس سے اسکے کرنے والے کو غضب الٰہی کا سامنا ہوتا ہے کیونکہ ہر ممانعت عقد کے فاسد ہونے کو نہیں چاہتی اور مراد ظلم سے

ما يتضرر به الغير فكل ما يتضرر به الغير فهو ظلم وانما العدل ان لا يتضرر منه احد بشيء ولا يتصور ذلك الا بالاحتراز
وہ ہے جس سے غیر کو نقصان ہو پس جس سے غیر کو نقصان ہو وہ ظلم ہے اور عدل یہ ہے کہ اس سے کسی کو کچھ نقصان نہ پہونچے اور عدل بغیر چند باتوں سے احتراز کے

عن عدة امور الاول ترويج الزيوف من النقود فانه ظلم عام يتضرر به الناس لان من يروج شيئا منها الى غيره
نہیں ہو سکتا اول کھوٹے روپیہ پیسہ کو رواج دینا کہ یہ ظلم عام ہے اس سے لوگوں کا نقصان ہوتا ہے اسلیے کہ جو اسمیں سے کچھ اور کو دے گا تو

فذلك الغير ان لم يعرف انه زيف فهو يتضرر به وان عرف انه زيف فهو يروجه الى غيره وغيره الى غيره وهكذا
اگر اسنے نہ جانا کہ وہ کھوٹا ہے تو اسکو اس سے نقصان ہوگا اور اگر جان لیا کہ یہ کھوٹا ہے تو وہ اور کو دیگا اور وہ اور کو دیگا اور اسیطرح لوگوں کے

لا يزال يتردد في ايدي الناس ويعم ضرره ويشيع فساده ويكون وبال الكل من حين ترويجه الى وقت انقراضه راجعا
ہاتھوں میں پھرتا رہیگا اور اسکا نقصان عام ہو جائیگا اور فساد پھیلتا جائیگا اور سب کا وبال جب سے اسنے دیا تھا اسکے کٹنے تک کا اسکے سر پر پڑے گا

اليه بمقتضى قوله عليه السلام من سن سنة سيئة فعمل بها من بعده كان عليه وزرها ووزر من عمل بها لا
بدلیل نبی علیہ السلام کے اس قول کے جسنے برا طریقہ نکالا پھر اسپر بعد کے لوگوں نے عمل کیا تو اسکا اور جو جو اسپر عمل کرینگے سب کا گناہ اسپر ہوگا

ينقص من اوزارهم شيء ولهذا قال بعض السلف انفاق درهم واحد من الزيوف اشد من سرقة مائة درهم
انکے گناہ سے کچھ کم نکیا جائیگا اسی لیے بعضے متقدمین کہتے تھے کہ کھوٹے ایک درہم کا چلانا عمدہ سو درہم کی چوری کی سے بدتر ہے

من الجياد لان سرقة المائة معصية واحدة منقضية واما انفاق زيف فهو معصية مستمرة يعمل بها ما دام
اس لیے کہ سو درہم کی چوری ایک ہی مرتبہ ختم ہو جانے والا گناہ ہے اور کھوٹا روپیہ چلانا جاری گناہ ہے عمل میں آئے جاتا ہے جب تک

ذلك الزيف يدور في ايدي الناس فيكون عليه في حياته وبعد مماته اثم ما فسد ونقص من اموال الناس بسببه
وہ کھوٹا روپیہ لوگوں کے ہاتھ میں پھرتا رہتا ہے پس اسکی زندگی بھر اور بعد موت کے اسکا گناہ باقی رہیگا جو کہ لوگوں کا مال اسکے سبب سے خراب اور تلف ہوگا

الى اخر فناء ذلك الزيف وانقراضه فطوبى لمن يموت ويموت معه ذنوبه وويل لمن يموت ويبقى بعده ذنوبه
یہاں تک کہ وہ کھوٹا روپیہ گھس کر فنا نہ ہو جائے پس خوشی اسکو جو مر جائے اور اسکے ساتھ اسکے تمام گناہ ختم ہو جائیں اور افسوس ہے اسکے لیے جو مر گیا اور اسکے گناہ بعد موت کے باقی رہنا

وقد قيل انفاق الدرهم الردي على من يعلمه اكبر ذنبا من انفاقه على من لا يعلمه لان الاول متعمد والثاني
اور کوئی کہتا ہے کہ جاننے والے کو کھوٹے روپیہ کا چلانا زیادہ گناہ ہے انجان کے چلانے سے اسلیے کہ اول تو قصداً کرتا ہے اور دوسرا

فهو لكن الخطاء في حق العباد غير موضوع فعلى هذا يجب على التاجر ان يتعلم احوال النقود ليميز الزيف من غيره
خطاوار ہو لیکن خطا یعنی انجان پنے کا گناہ بندون کے حق مین معتبر نہین اسکے موافق تاجر پر واجب ہو کر روپیہ کا پرکھنا بھی سیکھے تاکہ کھوٹے کھرے کی تمیز کر سکے

لا ليستقصي لنفسه بل لئلا يسلم الى غيره بعدم علمه فيكون آثما بتقصيره في تعلم ما يلزمه في معاملته اذ
نہ اسلیے کہ اپنا حق پورا کیا کرے بلکہ اس نیت سے کہ انجان پنے سے غیر کو نہ دے بیٹھے کہ جسکا اپنے معاملات مین سیکھنا ضروری ہو اسمین قصور کرنے کی وجہ سے گنہگار ہو کیونکہ

لكل عمل علم يجب تحصيله لمن يباشره كيلا يقع في الاثم ولهذا كان السلف يتعلمون احوال النقود نظرا الى دينهم
ہر کار و بار کے لیے علم ہوتا ہو جسکا سیکھنا اسکے کرنے والے کو واجب ہے تاکہ گناہ مین نہ پڑے اور اسی واسطے متقدمین نقود کا پرکھنا سیکھا کرتے تھے اپنے دین کے لحاظ سے

لا الى دنياهم فان من يقع في يده شيء من الزيوف ينبغي له ان يجتهد في اعدامه وافنائه ومحو اثره ولا يسعى في ترويجه لان
نہ دنیا کے واسطے کیونکہ جسکے ہاتھ کھوٹا روپیہ پیسا آجائے تو اسکو لائق ہے کہ اسکے کھوٹ اور فنا کرنے مین اور اسکا نشان مٹانے مین کوشش کرے اور اسکے چلانے مین سعی نکرے کیونکہ اگر اسنے

روجه الى من لا يعرفه يكون آثما بايصاله الضرر اليه وان روجه الى من يعرفه يكون آثما ايضا لان من يأخذه لا يأخذه
ایسے کو دیدیا جو نہین جانتا تو اسکو نقصان دینے کی وجہ سے گنہگار ہوگا اور اگر ایسے کو دیا جو جانتا ہو تو بھی گنہگار ہوگا اسلیے کہ جو لیتا ہو وہ اسی لیے لیتا ہے

غالبا الا ليروجه الى غيره اذ لو لم يكن قصده ذلك لكان لا يرغب في اخذه اصلا فيكون تسليمه اليه تسليطا له على
کہ اور کو دیدے کیونکہ اگر اسکی یہ نیت نہو تی تو اسکے لینے مین بالکل رغبت نکرتا تو اسکو دینا اسکو

الفساد واعانة له على الشر ومشاركة معه في الاثم واما من يأخذه ليكون من الذين دعا لهم رسول الله
فساد پر مقرر کرنا اور بدی پر اسکی امداد کرنا اور گناہ مین شریک ہونا ہو اور رہا وہ شخص جو اسواسطے لیتا ہو کہ ان لوگون مین سے ہو جائے جنکے لیے رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم بقوله رحم الله امرأ سهل البيع سهل الشراء سهل القضاء سهل الاقتضاء فلا بد
صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول مین دعاء خیر فرمائی ہو رحم کرے اللہ آسانی سے بیچنے والے آسانی سے خریدنے والے آسانی سے ادا کرنے والے نرمی سے وصول کرنے والے شخص پر

لان يأخذه على قصد اعدامه وافنائه ومحو اثره لا على قصد ترويجه في معاملته اذ لو كان قصده كذلك يكون
تو اسکو ضرور ہو کہ اسکو کھو دینے اور فنا کر دینے اور نشان مٹا دینے کی نیت سے لے نہ اپنے معاملات مین اسکے چلانے کے قصد سے کیونکہ اگر اسکی یہ نیت ہے تو وہ اس برائی مین

داخلا في شر روجه الشيطان اليه في معرض الخير والمراد بالزيف من الدراهم والدنانير ما ليس فيه فضة ولا
داخل ہو جسکو شیطان نے خوبصورت بنا کر دکھایا ہے اور کھوٹے درہم اور دینار سے وہ مراد ہے جسمین نہ کچھ چاندی ہو اور نہ سونا

ذهب اصلا بل هو مموه واما ما فيه فضة او ذهب فالعبرة فيه للغالب فان كان الغالب على الدراهم الفضة فهي
بلکہ صرف ملمع ہو اور وہ جسمین چاندی اور سونا ہو تو اسمین اکثر کا اعتبار ہے اگر درہم مین چاندی زیادہ ہو تو وہ

فضة وان كان الغالب على الدنانير الذهب فهي ذهب لان النقود لا تخلو عن قليل غش اما خلقة كما في الردي
چاندی ہے اور دینار مین اگر زیادہ سونا ہو تو وہ سونا ہے کیونکہ نقدی تھوڑی کھوٹ سے سالم نہین ہوتی یا تو اصلی پیدایش کے اعتبار سے جیسے خراب

من الفضة والذهب وعادة بسبب انها تتفتت ولا تنطبع بدون الغش وانما تنطبع بخلط الغش بها
چاندی سونا یا عادت کے اعتبار سے اس سبب سے کہ وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اور بدون ملونی کے ڈھلتا نہین اور جب ہی ڈھلتا ہو کہ اسمین کھوٹ ملایا جائے

فعلى هذا يعتبر الغالب لان المغلوب في مقابلة الغالب كالمعدوم فاذا كان الغالب على الدراهم الفضة وعلى
پس اس بنا پر اکثر کا اعتبار ہوگا کیونکہ غالب کے سامنے مغلوب معدوم کے مثل ہے پس اگر روپیون مین چاندی غالب ہو اور

الدنانير الذهب فهما في حكم الفضة والذهب وان كان الغالب عليهما الغش فان كانتا نقد البلد
اشرفیون مین سونا پھر تو وہ چاندی اور سونے کے حکم مین ہے اور اگر کھوٹ زیادہ ہو تو پھر اگر اس شہر مین اسکا رواج ہو

فما دام رواجهما باقيا فهما ثمن لا يتعلق العقد بعينهما بل انما يتعلق بجنسهما فان ارتفع رواجهما فهما
تو جب تک انکا چلن باقی رہے تب تک وہ ثمن ہین عقد بعینہ انکے متعلق نہین ہوتا بلکہ اس سکہ کے جنس سے متعلق ہوگا اور اگر انکا چلن جاتا رہا

سلعتان يتعلق العقد بعينهما ان علم المتعاقدان حالهما وعلم كل واحد منهما ان صاحبه يعلم حالهما
تو پھر اسباب مین داخل ہین عقد بعینہ انہی سے متعلق ہوگا بشرطیکہ بائع اور مشتری دونون کو انکا حال معلوم ہو اور ہر ایک یہ بھی جانتے ہون کہ دوسرے کو حال معلوم ہے

وان لم يعلما او لم يعلم احدهما او علما لكن لم يعلم كل واحد منهما ان صاحبه يعلم فالعقد لا يتعلق بها بل انما يتعلق بالرائج
اور اگر بائع اور مشتری دونون کو معلوم نہین یا ایک کو نہین معلوم یا دونون کو معلوم تو ہے لیکن ہر ایک کو یہ خبر نہین کہ دوسرا بھی جانتا ہے تو اب ان سے متعلق نہوگا بلکہ اس سے متعلق ہوگا جسکا اس شہر مین چلن ہے

في البلد ان لم يترك رواجهما بالكلية بل كانتا بحيث يقبلها البعض دون البعض فهما كالزيوف لا يتعلق العقد
اور اگر انکا رواج چلن سارا نہین گیا بلکہ ایسا ہو کہ بعض تو لے لیتا ہو اور کوئی نہین لیتا تو اب وہ کھوٹون کے مثل ہین عقد بعینہ انسے متعلق نہ ہوگا

بعينهما بل انما يتعلق بجنسهما من الزيوف فان كان البائع يعلم حالهما لثبوت الرضى منه بجنس الزيوف وان كان
بلکہ اس سکہ کے کھوٹے دراہم اور دنانیر سے متعلق ہوگا اگر بائع کو انکا حال معلوم ہے کیونکہ بائع اس سکہ کے کھوٹون پر راضی ہوچکا ہے اور اگر

البائع لا يعلم حالهما لا يتعلق العقد الا بجنسهما من الجياد لعدم ثبوت الرضى منه بجنس الزيوف والثاني مما يجب
بائع کو انکے حال سے اطلاع نہین تھی تو پھر عقد مین اس سکہ کے کھرے دینے ہونگے کیونکہ بائع کو رضا اس قسم کی کھوٹون پر ثابت نہین ہے اور دوسرا امر جس سے

الاحتراز عنه مدح السلعة فان من يصفها بما ليس فيها ولم يقبل قوله فهو كذب وان قبل قوله فهو مع كونه كذبا
احتراز کرنا واجب ہے اسباب کی تعریف کرنی کیونکہ جو شخص اسباب کی ایسی تعریف کرے جو اسمین موجود نہین ہے اور اسکا قول مانا نہین گیا تو وہ جھوٹ ہے اور اگر اسکا کہا مان لیا گیا تو جھوٹ ہونے کے ساتھ

تلبيس وظلم وان وصفها بما فيها فان كان المشتري يعلم به فهو هذيان وتكلم بما لا يعنيه ويحاسب عليه
دغابازی اور ظلم ہے اور اگر ایسی تعریف کی جو اسمین ہے تو اگر مشتری اسکو جانتا ہے تو یہ بیہودہ بک اور بے فائدہ کلام ہے اور اسپر محاسبہ ہوگا

اذ ما من كلمة تصدر عن الانسان الا يحاسب عليها لقوله تعالى مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ وان كان
کیونکہ کوئی بات انسان سے نہین نکلتی مگر اسکا حساب ہوگا بوجہ ارشاد باری تعالیٰ کے نہین بولتا ہے کوئی بات مگر ہے اسکے پاس نگہبان حاضر اور اگر

المشتري لا يعلم ما فيها فلا بأس بذكر القدر الموجود فيها من غير مبالغة وافراط ويكون قصده منه ان
مشتری اسکا وصف نہین جانتا تو جتنی بات اسمین موجود ہے بلا مبالغہ اور بڑھا کے اسکے کہدینے کا مضایقہ نہین اور اسمین نیت اسکی یہ ہو کہ اسکا

يعرفه اخوه المسلم ويرغب فيه ويحصل مقصوده ولا يحلف البتة لانه ان كان كاذبا يكون يمينه غموسا
بھائی مسلمان جان لے اور رغبت کرے کہ اسکا مقصود حاصل ہو جائے اور قسم ہرگز نہ کھائے کیونکہ اگر جھوٹی ہے تو یہ یمین غموس ہے

وهي من الكبائر التي تذر الديار بلاقع وان كان صادقا فقد جعل اسم الله تعالى عرضة لايمانه واساء فيه
اور یہ ایسی کبیرہ ہے کہ ملک کو اجاڑ دیتی ہے اور اگر سچی ہے تو بیشک اللہ تعالیٰ کے نام کو اپنی قسمون کا نشانہ بنایا اور برا کیا

لان الدنيا اخس من ان يقصد ترويجها بذكر اسم الله تعالى من غير ضرورة حتى قال الفقهاء يكره للتاجر
کیونکہ دنیا اس سے زیادہ حقیر ہے کہ بلا ضرورت خدا کا نام لیکر اسکو رونق دیجائے یہان تک کہ فقہاء کہتے ہین کہ تاجر کو مکروہ ہے

ان يذكر الله تعالى ويصلي على النبي عليه السلام عند فتح متاعه على قصد ترويجه بان يقول اللهم صل على
کہ اسباب کھولتے ہوئے ترویج کی نیت سے اللہ تعالیٰ کا نام لے یا نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اس طور سے کہ کہے اللہم صل علے

محمد ما اجود هذا والثالث مما يجب الاحتراز عنه كتم عيوب السلعة فان من يكتم شيئا منها يكون ظالما تاركا
محمد یہ کیا خوب مال ہے اور تیسرا امر جس سے احتراز واجب ہے مال کا عیب چھپا لینا کیونکہ جو شخص کوئی عیب چھپا لیگا وہ ظالم اور خیر خواہی

للنصح الواجب مرتكبا للغش الحرام فالواجب عليه ان يظهر جميع عيوبها خفيها وجليها وهذا امر يشق على اكثر
واجب کا تارک اور دغای حرام کا اختیار کرنے والا ہے پس اسپر واجب ہے کہ اسکے تمام عیوب ظاہر و باطن بیان کر دیا کرے اور یہ بات اکثر لوگون پر

الخلق فمن لا يقدر عليه فليترك التجارة او ليوطن نفسه على عذاب النار والرابع مما يجب الاحتراز عنه الخيانة
دشوار گذرتی ہے پس جو اسپر قادر نہو وہ تجارت چھوڑدے یا اپنے لیے دوزخ مین ٹھکانا بنائے اور چوتھا امر جس سے احتراز کرنا واجب ہے خیانت ہے

فان من يخون لا يخلو اما ان يكون خيانته في المقدار او في السعر او في المرابحة والتولية فاما من يكون خيانته
کیونکہ جو خیانت کرتا ہے تو اس سے خالی نہین کہ یا تو اسکی خیانت مقدار مین ہے یا بھاؤ مین یا نفع لینے اور دام کے دام پر بیچنے مین پس جسکی خیانت

في المقدار فهو يدخل تحت قوله تعالى وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا
مقدار مین ہے وہ اس قول الٰہی مین داخل ہے خرابی ہے گھٹانے والون کی وہ کہ جب ناپ لیتے ہین لوگون سے پورا لیتے ہین اور جب

كالوهم او وزنوهم يخسرون ولا ينجو من هذا الا من يزيد اذا اعطى وينقص اذا اخذ اذ العدل الحقيقي قلما
ناپ دیتے ہیں انکو یا تول دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں اور اس سے وہی بچتا ہے جو دینے میں کچھ زیادہ دیدے اور لینے میں کچھ کم لے اسلیے کہ حقیقی عدل تو بہت ہی کم

يتصور فان من يستقصي في اخذ حقه بكماله يوشك ان يتجاوزه وكذلك كان النبي عليه السلام اذا اشترى
ہوسکتا ہے کیونکہ جو کوئی اپنا حق پورا پورا لینے میں مبالغہ کریگا تو کیا بعید ہے کہ حد سے بڑھ جائے اور اسیواسطے نبی علیہ السلام جب کوئی شئے مول لیتے

شيئا يقول للذي يزن الثمن زن وارجح وكان بعض السلف يقول لا اشتري الويل بحبة وكان اذا اخذ نقص حبة
تو ثمن دینے والے سے فرمادیتے کہ ثمن تول دے اور جھکتا تول اور بعض متقدمین کا قول ہے ہم ایک دانہ کے عوض خرابی نہیں خریدتے اور وہ جب لیتے

واذا اعطى زاد حبة وكان يقول ويل لمن يبيع بحبة جنة عرضها السموات والارض فاما من يكون خيانته في السعر
تو کچھ کم لیتے اور جب دیتے تو کچھ بڑھا دیتے اور یہ کہتے کہ افسوس ہے اس پر جو ایک دانہ کے بدلے جنت بیچ ڈالے جسکا پھیلاؤ زمین اور آسمان ہے اور وہ شخص جسکی خیانت

فهو من الظالمين التاركين للنصح الواجب اذ ليس لاحد ان يلبس على البائع والمشتري سعر الوقت ويغتنم
بھاؤ میں ہوتی ہو سو وہ ان ظالموں میں سے ہے جو خیرخواہی واجب کے تارک ہیں کیونکہ کسیکو جائز نہیں ہے کہ بائع یا مشتری پر اسوقت کا بھاؤ غلط بتائے اور

الفرصة ويخفي من البائع غلاء السعر ومن المشتري انحطاطه فان من يفعل ذلك يكون من الذين لا يحب
فرصت کو غنیمت سمجھے اور بائع سے گرانی بھاؤ کی چھپالے اور مشتری سے ارزانی جو ایسا کرتا ہے وہ ان لوگوں میں سے ہے جو اپنے

لاخيه المسلم ما يحب لنفسه وقد روي انه عليه السلام قال لا يؤمن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب لنفسه
بھائی مسلمان کیلیے وہ نہیں پسند کرتا جو اپنے واسطے پسند کرتا ہو اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا مومن نہیں ہوتا کوئی تم میں سے جب تک کہ اپنے بھائی کیلیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے

واما من يكون خيانته في المرابحة والتولية فلا بد له من معرفتهما حتى يمكن له الاحتراز عنهما اما المرابحة فهي
اور وہ شخص جسکی خیانت مرابحت اور تولیت میں ہوتی ہو تو اسکو پہلے ان دونوں کا سمجھنا ضروری ہے تاکہ اس سے بچ سکے مرابحت

بيع ما ملكه بمثل ما قام عليه بزيادة ربح واما التولية فهو بيع ما ملكه بمثل ما قام عليه بدون زيادة
تو بیچنا ہے مال کا جتنے کو اسکو پڑا ہو اسپر کچھ نفع لیکر اور تولیہ بیچنا ہے مال کا جتنے کو اسکو پڑا ہو اتنے ہی کو بلا نفع لیے

ربح وكل منهما انما يصح اذا كان راس المال مثليا لان مبناهما على الامانة والاحتراز عن الخيانة وشبهتها
اور یہ دونوں جب صحیح ہوتے ہیں کہ راس المال مثلی ہو کیونکہ ان دونوں کی بنیاد امانت پر اور خیانت سے اور خیانت کے شبہہ سے

فان الغبي الذي لا يهتدي في التجارة يعتمد على الفعل الذكي الذي يهتدي فيها ويطيب نفسه بمثل
احتراز پر ہے کیونکہ بھولا جو کہ تجارت کا ڈھنگ نہیں جانتا ایسے شخص کے ذکر کرنے پر بھروسہ کرتا ہے جو تجارت کا مشاق ہو اور اپنے جی کو خوش

ما اشتراه بزيادة ربح في المرابحة وبدونها في التولية وان لم يكن راس المال مثليا بل كان قيميا
کرلیتا ہے خرید کے خرید سے فائدہ بڑھتی دے کر مرابحہ میں اور بدون فائدہ کے تولیہ میں اور اگر راس المال مثلی نہو بلکہ ذوات القیم سے ہو

يكون قدره مجهولا لا يعلم الا بالظن والتخمين فيتمكن شبهة الخيانة فلا يتحقق المرابحة والتولية الا
تو اسکی مقدار مجہول رہیگی صرف گمان اور اٹکل سے معلوم ہوگی لہذا اسمیں خیانت کا شبہہ قائم رہتا ہے پھر مرابحہ اور تولیہ نہیں ہوسکتا

ان يكون المشتري مرابحة وتولية ممن ملك ذلك البدل بوجه من الوجوه فح يمكن للبائع ان يبيع منه
مگر اس صورت میں کہ بطور مرابحہ اور تولیہ کے خریدنے والا انہیں سے ہو کہ اس بدل کا کسی طرح پر مالک ہوگیا ہو تو اسوقت بائع کو ممکن ہے کہ اپنی خریدی

ما اشتراه بذلك البدل وبربح معلوم في المرابحة او بدونه في التولية ومن اشترى متاعا بالنقود يجوز له
ہوئی چیز کو اسکے ساتھ اسی بدل کے عوض بیچ ڈالے کچھ نفع لے کر مرابحت میں یا بدون نفع کے بیع تولیہ میں اور جس شخص نے کچھ مال نقدی سے خریدا تو اسکو جائز ہے

ان يضم الى الثمن اجرة القصار والصباغ والحمال وغير ذلك مما يزيد في عين المبيع او قيمته كقف...
کہ ثمن میں مزدوری دھوبی اور رنگریز اور پلہ دار وغیرہ کے جس سے کہ عین مبیع یا قیمت مبیع بڑھ جائے جیسے بکریاں پھکا...

فانه يزيد في قيمتها كما يزيد الحمل في قيمة المتاع لان القيمة تختلف باختلاف المكان ويقول قام
کہ قیمت کو بڑھا دیتا ہو جیسے پلہ داری مال کی قیمت کو بڑھاتی ہے اسواسطے کہ مکان بدلنے سے قیمت بدل جاتی ہے اور یون کہے کہ مجھکو اتنے میں پڑا ہے

ولا يقول اشتريت بكذا تحرزا عن الكذب وان فعل شيئا من هذه المذكورات بنفسه لا يضمه وكذا لا يضم
اور نہ یہ کہے کہ مین نے اسکو خریدا ہے جھوٹ سے بچنے کے لیے اور اگر کوئی کام ان مذکورۂ سابقہ مین سے خود کر لیا ہو تو اسکی مزدوری نہ بڑھائے اور ایسی ہی

نفقة نفسه ولا جعل الآبق ولا كراء بيت الحفظ ولا اجر الطبيب والمعلم والراعي والدلال لان هذه المذكورات
اپنی ذات کا خرچ نہ ملائے اور نہ انعام بھاگے ہوے غلام کا اور نہ کرایہ حفاظت کے مکان کا اور نہ اجرت طبیب و استاد اور چرواہے اور دلال کی کیونکہ

لا تزيد في المبيع شيئا ومن اشترى ثوبا بعشرين وقبضه ثم باعه مرابحة بثلثين وتقابضا ثم اشتراه من
ان اخراجات سے مبیع مین کچھ نہین بڑھتا اور اگر کسی نے ایک تھان کپڑے کا بیس روپیہ کو لیکر قبضہ کر لیا پھر اسکو بطور مرابحہ کے تیس روپیہ کو بیچا اور طرفین سے قبضہ ہو گیا پھر اسکو

مشتريه بعشرين واراد ان يبيعه مرابحة يطرح الربح ويبيعه على عشرة ويقول قام علي بعشرة ولو كان
اپنے خریدار سے بیس روپیہ کو خرید لیا اور اسکو بطور مرابحہ بیچنا چاہتا ہے تو اول کا نفع کم کر دے اور دس روپیہ پر نفع لے اور یون کہے کہ یہ مجھے دس روپیہ کو پڑا ہے اور اگر

اشتراه بعشرين وباع باربعين ثم اشتراه بعشرين لا يبيعه مرابحة اصلا لانه قبل شرائه ثانيا يحتمل
اول مرتبہ مین بیس روپیہ کو لیکر چالیس روپیہ کو بیچا ہو پھر اسکو دوبارہ بیس کو لیا ہو تو اس صورت مین ہرگز مرابحۃً نہ بیچے اسلیے کہ اسکے دوبارہ خریدنے سے پہلے احتمال تھا

ان يرد عليه بعيب فيسقط الربح الذي ربحه فلما اشتراه ثانيا تاكد ذلك الربح الذي كان على شرف
کہ وہ تھان بوجہ عیب کے پھیر دیا جائے تو جسقدر اسنے نفع لیا ہے جاتا ہے پس جب اسنے دوبارہ خرید لیا تو وہ نفع قائم اور ثابت ہو گیا جو

السقوط فيصير الشراء الثاني شبهة حصول الربح به والتاكيد حكم الايجاب ففي المسئلة الاولى يصير كانه اشترى
ساقط ہونے کو تھا لہذا دوبارہ خریدنے مین حصول نفع کا شبہہ ہے اور تاکید کے لیے بحکم ایجاب ہے پس پہلی صورت مین ایسا ہوا کہ گویا اسنے ایک

ثوبا وعشرة دراهم بعشرين فيتقابل العشرة بالعشرة فيبقى الثوب بعشرة فلا يبيعه مرابحة او تولية الا على عشرة
تھان اور دس روپیہ بیس روپیہ کو لیے پھر دس روپیہ تو دس روپیہ کے مقابلہ مین ہو گئے اور تھان دس روپیہ مین پڑا لہذا اسکو بطور مرابحہ اور تولیہ کے نہ بیچے مگر دس ہی روپیہ پر

وفي المسئلة الثانية يصير كانه اشترى ثوبا وعشرين درهما بعشرين فيتقابل العشرون بالعشرين فيبقى
اور دوسری صورت مین ایسا ہوا کہ گویا ایک تھان اور بیس روپیہ بیس روپیہ کو لیے پس بیس روپیہ تو بمقابلۂ بیس روپے کے ہو گئے

الثوب مجانا فلا يبيعه مرابحة ولا تولية احترازا عن شبهة الخيانة لانها كحقيقتها فيهما احتياطا ولهذا
اور وہ تھان مفت پڑا لہذا مرابحۃً نہ بیچے اور نہ تولیۃً شبہۂ خیانت سے بچنے کی غرض سے کیونکہ خیانت کا شبہہ بھی ان دونون مین احتیاطاً بمنزلۂ عین خیانت کے ہوتا ہے اور اسی لیے

لو كان لرجل على آخر عشرة دراهم فصالحه منها على ثوب لا يبيع ذلك الثوب مرابحة ولا تولية على عشرة لان
اگر کسی کے دوسرے پر دس روپیہ قرض آتے ہون پس قرضدار نے اس سے ایک تھان پر صلح کر لی تو اس تھان کو بطور مرابحہ اور تولیہ کے دس روپے پر نہ بیچے اسواسطے

مبنى الصلح على الحط والاسقاط بخلاف ما اذا تخلل ثالث لان التاكيد يحصل بغيره ومن اشترى اشياء
کہ صلح کی بنیاد کمی اور معافی پر ہوتی ہے برخلاف اس صورت کے کہ تیسرا شخص بیچ مین آ جائے اسلیے کہ اب تقرر غیر سے حاصل ہوا ہے اور جسنے کئی چیزین

صفقة واحدة بثمن واحد ليس له ان يبيع بعضها مرابحة على حصتها من الثمن لان ذلك لا يكون الا باعتبار
ایک عقد مین ایک ثمن ٹھہرا کر مول لین تو اسکو جائز نہین ہے کہ ان مین سے بعض کو بطور مرابحہ کے ثمن مین کا حصہ ٹھہرا کر بیچے کیونکہ یہ بدون قیمت کے اعتبار کیے

القيمة وتقسيمها لا يخلو عن شبهة الغلط ومن اشترى جارية سليمة فاعورت بآفة سماوية او وطيها
نہین ہو سکتا اور قیمت کی تقسیم کرنے مین غلطی کا شبہہ ہے اور جسنے ایک بھلی چنگی لونڈی خریدی پھر آفت سماوی سے کانی ہو گئی یا اس سے صحبت کی

وهي ثيبة ولم ينقصها الوطي يجوز له ان يبيعها مرابحة او تولية لكن يجب عليه بيان عيبها ولا يجب عليه بيان
اور وہ شوہر رسیدہ تھی اور صحبت سے اسکو کچھ نقصان نہ آیا تو اسکو جائز ہے کہ لونڈی کو بطور مرابحہ یا تولیہ کے بیچے لیکن اسپر عیب بیان کر دینا واجب ہے اور یہ بیان واجب نہین

حدوث العيب عنده ما لم يسأله المشتري ولا بيان وطئه اذ لم يحتبس عنده شيء يقابل الثمن لان الاوصاف
کہ یہ عیب میرے پاس پیدا ہوا ہے جب تک خریدار اس سے نہ پوچھے اور نہ صحبت کا بیان کرنا واجب ہے اسلیے کہ اسکے پاس کوئی ایسی شی نہین رکی رہی جو ثمن کے مقابلہ مین ہو کیونکہ اوصاف کے

لا يقابلها شيء من الثمن وكذا منافع البضع اذا لم ينقصها الوطي لا يقابلها شيء من الثمن واما اذا فقأ المشتري
مقابلہ مین ثمن کا کچھ حصہ نہین ہوتا اور ایسی ہی بضع کے منافع اگر انمین وطی سے کچھ نقصان نہ آیا ہو تو ثمن مین سے کچھ اسکے مقابلہ مین نہین ہوتا ہان اگر خود مشتری ہی نے اسکی آنکھ پھوڑ دی

عينها او فقأها اجنبي واخذ المشتري ارشها او وطئها المشتري وهي بكر فلا يبيعها الا بالبيان لانه حبس بعض المبيع لكون
یا کوئی غیر شخص اُسکی آنکھ پھوڑ دے اور مشتری اُسکی دیت لے لے یا مشتری اُس سے صحبت کرے اور وہ کنواری تھی تو اُسکو بدون بیان کئے نہیں بیچ سکتا کیونکہ اُسنے کچھ مبیع روک رکھی
ما فات منه كالسالم معنى بأخذ بدله اذا جنى غيره وكذا اذا جنى نفسه اذ لو لم يكن ملكه لكان مضمونا عليه
اسلیے کہ جو اُسمیں سے خراب ہوا ہے وہ گویا اُسکے پاس ہی معنے موجود ہے بوجہ عوض لینے کے اگر غیر نے خطا کی ہو اور ایسی ہی اگر خود جنایت کی ہو اسواسطے کہ اگر اُسکا مالک نہ ہوتا تو ضمان
فصار بسقوط الضمان عنه كاخذ البدل فلا يمكنه بيع الباقي مرابحة وتولية بكل الثمن بلا بيان لان الاوصاف
اُسکے ذمہ پڑتا پس لہذا ضمان کا ساقط ہو جانا بمنزلہ عوض لے لینے کے ہے لہذا باقی کو بطور مرابحہ یا تولیہ کو پورے ثمن سے بدون بیان کے بیچنا روا نہیں ہے اسلیے کہ اوصاف
اذا صارت مقصودة بالاتلاف يصير لها حصة من الثمن وكذا العذرة يصير لها حصة من الثمن لكونها
جب تلف کرنے سے مقصود ہو جائیں تو اُنکے مقابلہ میں ثمن کا حصہ پڑتا ہے اور ایسی ہی کنواری ہونیکی مقابلہ میں حصہ ثمن کا ہوتا ہے کیونکہ
جزء من العين وقد حبسها فلا بد من البيان ومن اشترى ثوبا فاصابه قرض فارة او حرق نار يجوز له
بکارت اصل کا ایک جزء ہے اور اُسکو اُسنے روک رکھا لہذا بیان کرنا ضروری ہے اور جسنے تھان خریدا پھر اُسکو چوہے نے کتر دیا یا کچھ جل گیا تو اُسکا
ان يبيعه مرابحة او تولية بلا بيان حدوث العيب عنده اذ قد ذكرنا ان الاوصاف تابعة لا يقابلها شيء
بیچنا بطور مرابحہ یا تولیہ کے بلا اس بیان کے کہ یہ عیب میرے یہاں پیدا ہوا ہے جائز ہے اسواسطے کہ پہلے ذکر ہو چکا کہ اوصاف تابع ہوتے ہیں اُنکے مقابلہ میں
من الثمن وان تكسر بنشره وطيه لا يجوز له ان يبيعه مرابحة وتولية بلا بيان لانه صار مقصودا
ثمن کچھ نہیں ہوتا اور اگر اُسکے پھیلانے اور تہ کرنے میں خراب گیا تو جائز نہیں کہ بطور مرابحہ یا تولیہ کے بلا بیان کئے بیچ ڈالے اسلیے کہ وہ وصف تلف کرنے سے مقصود
بالاتلاف ومن اشترى دارا او دابة واصاب من غلتهما شيئا يجوز له ان يبيعهما مرابحة وتولية بلا بيان
ہو گیا اور جس نے کوئی گھر یا جانور خریدا اور اُسکے کرایہ سے کچھ نفع پیدا کیا تو اُسکو جائز ہے کہ دونوں کو بطور مرابحہ یا تولیہ کے بلا بیان کئے بیچ ڈالے
لان الغلة ليست متولدة من العين بل هي استيفاء منفعة واستيفاء المنفعة لا يمنع بيع المرابحة والتولية
اسلیے کہ کرایہ اصل سے نہیں پیدا ہوتا بلکہ کرایہ منفعت کا وصول کرنا ہے اور منفعت کا وصول کرنا بیع مرابحہ اور تولیہ سے منع نہیں کرتا
بخلاف ما لو اشترى شاة واصاب من لبنها وصوفها فانه اذا باعها مرابحة وتولية يطرح من راس المال قدر
برخلاف اُس صورت کے کہ ایک بکری مول لے اور اُسکا دودھ اور اُون لیا تو یہ شخص جب اس کو بطور مرابحہ یا تولیہ کے بیچے تو جتنا فائدہ لیا ہے اصل قیمت میں سے
ما اصاب منها ولو اشترى جارية او شاة او نخلا فولدت الجارية والشاة او اثمر النخل يبيع الاصل مع الزيادة
کم کر دے اور اگر لونڈی مول لے یا بکری یا درخت کھجور پھر لونڈی جنی یا بکری بیائی یا درخت پھل لایا تو اب اصل کو مع اس زیادتی یعنی
مرابحة او تولية ولو استهلك الزيادة لا يبيع الاصل مرابحة او تولية حتى يبين ما استهلك منها ولو اشترى
بچہ اور پھل کے بطور مرابحہ یا تولیہ کے بیچے اور اگر وہ زیادتی تلف ہو جائے تو اصل کو بطور مرابحہ یا تولیہ کے نہ بیچے جبتک اُسکو بیان نہ کرے جو کہ اسمیں سے تلف ہوا ہے اور اگر کوئی
شيئا بثمن ثم زاد في الثمن او حط البائع عنه او زاد في المبيع يلتحق كل من الزيادة والحط باصل العقد ويظهر
شے ثمن معین کر کے مول لی پھر ثمن پر مشتری نے کچھ بڑھا دیا یا بائع نے کچھ گھٹا دیا یا مبیع میں کچھ بڑھا دیا تو یہ تمام گھٹی بڑھی اصل عقد میں ملجائیگی اور اس ملنے کا
حكم الالتحاق في المرابحة والتولية حتى اذا اراد ان يبيع ذلك الشيء مرابحة او تولية لا يبيع الا بما بقي من الثمن بعد الحط في
اثر مرابحہ اور تولیہ میں ظاہر ہو گا یہانتک کہ اگر اُس شے کو بطور مرابحہ یا تولیہ کے بیچنا چاہے تو نہ بیچے مگر اُسی ثمن کو جو کم کرنے کے بعد باقی رہا تھا یہ کم کرنیکی صورت میں
صورة الحط او بما زاد على اصل الثمن وعلى اصل المبيع في صورة الزيادة ومن اشترى متاعا بالف درهم نسيئة وباعه
اور بڑھتی کی صورت میں اُسی پر جو اصل ثمن پر یا اصل مبیع پر بعد بڑھانے کے ہو گیا ہے اور جس شخص نے کچھ مال ہزار روپیہ کو اُدھار مول لیا اور اُسکو
بربح مائة ولم يبين للمشتري ذلك فعلم المشتري فهو بالخيار ان شاء رده وان شاء قبله بالف ومائة لان للاجل شبها
سو روپیہ کے نفع پر بیچا اور مشتری سے یہ نہ بیان کیا پھر مشتری کو معلوم ہوا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے وہ مال پھیر دے اور چاہے گیارہ سو روپیہ کو رکھ لے اسلیے کہ مدت بھی
بالمبيع ان يزاد في الثمن لاجل الاجل والشبهة في هذا الباب ملحقة بالحقيقة فصار كانه اشترى شيئين وباع احدهما
مبیع کی مشابہ ہے کہ مدت کے سبب سے ثمن بڑھ جاتا ہے اور شبہہ اس باب میں بحکم حقیقت ہے تو ایسا ہوا کہ گویا اسنے دو چیزیں مول لیں اور ایک چیز کل ثمن کو

بثمنہما مرابحة والمرابحة توجب الاحتراز عن مثل ہذہ الخیانة یسرنا اللہ تعالی الاحتراز عن جمیع الشبہات والخیانات
بطور مرابحہ کے بیچیں اور مرابحہ میں ایسی ایسی خیانت سے احتراز واجب ہے الٰہی تمام شبہات اور خیانات سے احتراز کرنا ہم پر آسان فرما

المجلس الثانی والسبعون فی تحریض التاجر علی ملازمة الصدق والامانة فی جمیع اقواله

بہترویں مجلس تاجر کو تمام اقوال اور افعال میں صدق وامانت کے لازم رکھنے کی ترغیب میں

وافعالہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء ہذا الحدیث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سچا اور امانت دار تاجر نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ہمراہ ہوگا یہ حدیث

من حسان المصابیح رواہ ابو سعید وفیہ تحریض التاجر علی ملازمة الصدق والامانة فی جمیع اقوالہ
مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے ابو سعیدؓ کی روایت سے ہے اور اسمیں تاجر کو تمام اقوال اور افعال میں سچائی اور امانت کے لازم رکھنے کی ترغیب ہے

وافعالہ لاسیما فی بیعہ وشرائہ کما ہو مقتضی صیغة المبالغة فی الصدوق والامین فان رب الارباب ومسبب
خاص کر خرید وفروخت میں جیسے کہ صدوق اور امین میں مبالغہ کے صیغہ کا مقتضی ہے بیشک پروردگار عالم اور مسبب

الاسباب جعل الآخرة دار الثواب والعقاب وجعل الدنیا دار التشمر والاکتساب لکن لیس التشمر فی الدنیا مقصورا
الاسباب نے آخرت کو ثواب اور عذاب کا گھر بنایا ہے اور دنیا کو مستعدی اور تحصیل کا گھر مقرر کیا ہے لیکن دنیا میں مستعدی صرف آخرت پر

علی الآخرة بدون المعیشة بل المعیشة ذریعة الی الآخرة ولا یکون المعیشة ذریعة الی الآخرة مالم یتأدب المتشمر
منحصر نہیں کہ معیشت کے لیے نہو بلکہ معیشت آخرت کا وسیلہ ہے کہ اور معیشت آخرت کا وسیلہ نہیں ہوسکتی جب تک اسکا طالب

فی طلبہا باداب الشرع فان الشرع اعتبر فی طلبہا ارکانا وشروطا یجب علیہ رعایتہا عند مباشرة طلبہا حتی یکون کسبہ
شرعی آداب کا خیال نہ کرے کیونکہ شرع نے اسکے طلب میں چند ارکان اور شرطیں مقرر کی ہیں جنکا لحاظ رکھنا اسکی طلب میں ضروری ہے تاکہ اسکی کمائی

صحیحا خالیا عن البطلان والفساد خالصا عن شائبة الحرمة والکراہة اذ لو ترک رعایتہا لایکون کسبہ صحیحا
درست بطلان اور فساد سے خالی اور حرمت اور کراہت کے میل سے صاف ہو کیونکہ اگر انکی رعایت چھوڑ دیگا تو اسکی کمائی درست نہوگی

بل تارة یکون باطلا وتارة یکون فاسدا فلا یکون خالیا عن الحرمة والکراہة فعلی ہذا لابد لہ من معرفة
بلکہ بعضی دفعہ باطل اور کبھی فاسد ہوگی لہذا حرمت اور کراہت سے خالی نہوگی پس اس بیان کے موافق اسکو خرید فروخت

البیع والشراء وکیفیة انعقادہما حتی یتمیز عندہ الباطل من الفاسد والفاسد من الصحیح ویتخلص من الحرمة والکراہة
اور انکے انعقاد کی کیفیت کا جاننا ضروری ہے تاکہ باطل کو فاسد سے اور فاسد کو صحیح سے تمیز کرسکے اور حرمت اور کراہت سے بچے

ویتیسر لہ الصدق والامانة فیہما فالبیع مبادلة المال بالمال وینعقد بالایجاب والقبول فالمراد بالایجاب الکلام الصادر
اور بیع اور شرا میں صدق وامانت میسر ہوسکے پس بیع تو یہ ہے بدلنا مال کا مال سے اور ایجاب اور قبول سے پوری ہو جاتی ہے اور ایجاب سے مراد وہ کلام ہے جو

من احد العاقدین اولا بائعا کان او مشتریا والمراد بالقبول الکلام الصادر من الآخر ثانیا بائعا کان او مشتریا
دونوں میں کسی ایک سے اول صادر ہو بائع ہو یا مشتری اور قبول سے مراد وہ کلام ہے جو دوسرے سے دوبارہ صادر ہو بائع ہو یا مشتری

وانما ینعقد بہما اذا کانا بلفظی الماضی مثل ان یقول البائع للمشتری بعت منک ہذا بکذا فیقول المشتری اشتریت
اور بیع ایجاب وقبول سے جب ہوتی ہے کہ دونوں ماضی کی لفظوں سے ہوں مثلا بائع مشتری سے یوں کہے یہ مال میں نے تیرے ہاتھ اتنے کو بیچا پھر مشتری کہے میں نے لیا

او یقول المشتری للبائع اشتریت منک ہذا بکذا فیقول البائع بعت لان البیع انشاء تصرف شرعی والانشاء اثبات
یا مشتری بائع سے کہے میں نے تجھ سے یہ چیز اتنے کو مول لی پھر بائع کہے میں نے بیچی اسلیے کہ بیع ایک تصرف شرعی کا انشا ہے اور انشا میں اس چیز کا ثابت کرنا ہے جو ثابت

مالم یکن ثابتا وہو لایعرف الا بالشرع لان واضع اللغة لم یضع لہ لفظا خاصا والشرع قد استعمل فیہ اللفظ الموضوع
نہو اور یہ بدون شرع کے معلوم نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ لغت بنانے والے نے اسکے لیے کوئی خاص لفظ نہیں بنایا اور شرع نے اسمیں وہ لفظ استعمال کیا ہے جو

للاخبار المستعمل فی الماضی الذی یدل علی ان ہذا التصرف مما یراد وجودہ فینعقد بہ البیع و
خبر کے لیے بنایا گیا ہے ماضی میں مستعمل ہے جو وجود پر دلالت کرتا ہے تاکہ اسپر دلالت کرے کہ یہ تصرف اس قبیل سے ہے جسکا وجود مقصود ہے لہذا اس سے بیع منعقد ہوجاتی ہے اور ایسے

لا ینعقد بلفظین احدھما امر بل لا بد فیہ من ثلثة الفاظ کما اذا قال المشتری للبائع بع منی ھذا بکذا وقال البائع بعت
دو لفظون سے منعقد نہین ہوتی کہ ایک انمین کا امر ہو بلکہ اسمین تین لفظون کی ضرورت ہو جیسے اگر مشتری بائع سے کہ یہ مال میرے ہاتھ اتنے کو بیچ دے اور بائع کہے

فما لم یقل المشتری ثانیا اشتریت لا ینعقد البیع وکذا اذا قال البائع للمشتری اشتر منی ھذا بکذا وقال المشتری
مین نے بیچا پھر جبتک مشتری دوبارہ یون نہ کہیگا کہ مین نے خریدا تو بیع منعقد نہو گی اور ایسی ہی اگر بائع مشتری کو مجھ سے یہ اتنے کو خرید لے اور مشتری کہے

اشتریت فما لم یقل البائع ثانیا بعت لا ینعقد البیع واما اذا کان احد اللفظین او کلاھما مضارعا فینعقد البیع اذا نوٰنہ
مین نے خریدا پھر جبتک بائع دوبارہ یون نہ کہیگا کہ مین نے بیچا تو بیع منعقد نہو گی اور اگر دونون مین سے ایک لفظ یا دونون مضارع ہون تو بھی بیع منعقد ہو جاتی ہے جبکہ انکے ساتھ

النیة ویحمل لفظ المضارع علی الحال وکذا ینعقد البیع بکل ما یدل علی معنی بعت و اشتریت کما اذا قال البائع للمشتری
نیت ہو اور اس لفظ مضارع سے حال کے معنی لیے جائینگے اور ایسی ہی ہر لفظ سے جو بعت اور اشتریت پر دلالت کرتا ہو بیع منعقد ہو جاتی ہے جیسے بائع مشتری سے کہے

بعت منک ھذا بکذا وقال المشتری قبلت او قال المشتری للبائع اشتریت منک ھذا بکذا وقال البائع خذہ
مین نے یہ شے تیرے ہاتھ اتنے کو بیچی اور مشتری کہے مین نے قبول کی یا مشتری بائع سے کہ مین نے تجھسے یہ چیز اتنے کو مول لی اور بائع کہے لے لے

ینعقد البیع فی کلتا الصورتین اما فی الصورة الاولی فظاھر واما فی الصورة الثانیة فلانہ لما امرہ ان یاخذہ بالبدل
تو بیع دونون صورتون مین منعقد ہو جائیگی پہلی صورت مین تو ظاہر ہے اور دوسری صورت مین اسلیے کہ جب بائع نے اسکو حکم دیا کہ بعوض بدل کے لے لے

وھو لا یکون الا بالبیع صار کانہ قال بعتہ منک بہ فخذہ فیقدر البیع اقتضاء فیثبت العقد باعتبارہ لا بلفظین
تو یہ بدون بیع کے نہین ہوتا تو ایسا ہوا کہ گویا اس نے کہا مین نے تیرے ہاتھ اتنے کو بیچی سو تو لے لے لہذا بیع باعتبار اقتضا کے مقدر ہو گی پس اسی اعتبار سے عقد ثابت

احدھما امر حتی ینافی ما سبق لان المعنی ھو المعتبر فی ھذہ العقود ولھذا ینعقد البیع بالتعاطی فی الخسیس والنفیس
نہ باعتبار ایسی دو لفظون کے کہ انمین ایک امر ہو تا کہ بیان سابق کے منافی ہو اسلیے کہ ان عقود مین معنی ہی معتبر ہوتے ہین اسی لیے لین دین سے بیع پوری ہو جاتی ہے

ھو الصحیح لتحقق المرضیات لکن لا بد فیہ من الاعطاء من الجانبین عند البعض وعند البعض یکفی
حقیر چیز مین بھی اور اعلی چیز مین بھی یہی مذہب صحیح ہے کیونکہ رضامندی ثابت ہے لیکن اسمین بعضون کے نزدیک دونون طرف سے لین دین ہو جانا ضروری ہے اور بعضون کے نزدیک

الاعطاء من جانب واحد فان محمدا اشار فی الجامع الصغیر الی ان تسلیم المبیع یکفی فی تحقق البیع ھذا اذا بین
ایک ہی طرف سے ادا کرنا کافی ہے کیونکہ امام محمد رح نے جامع صغیر مین اشارہ کیا ہو کہ مبیع کا حوالہ کر دینا ثبوت بیع کے لیے کافی ہے یہ جب ہے

الثمن او کان معلوما کما اذا قال رجل لبائع الحنطة بکم تبیع الحنطة فقال قفیز بدرھم فقال کلنی خمسة اقفزة
کہ ثمن بیان کر دے یا معلوم ہو جیسے کوئی گیہون بیچنے والے سے پوچھے گیہون کیا بھاؤ بیچتا ہے وہ کہے فی روپیہ ایک قفیز پھر اسنے کہا مجھکو پانچ قفیز

فکالہ فذھب بھا فھذا بیع فعلیہ خمسة دراھم وکذا لو اشتری وقرا من الحطب بثمانیة ثم قال ائت
ناپ دے پس اسنے ناپ دیے پس وہ لیکر چلا گیا تو یہ بیع ہوا اور اسکے ذمہ پانچ روپیہ ہین اور ایسے ہی اگر ایک بوجھ لکڑی کا آٹھ پیسے کو خریدا پھر کہا ایک

بوقر آخر والقہ ھھنا ففعل فھذا بیع ولہ ان یطلب الثمانیة ولو قال لبائع الحطب بکم تبیع ھذا الوقر من
بوجھ اور یہان لا کر ڈالدے پس اسنے ایسا ہی کیا تو یہ بیع ہے اور اسکو مطالبہ آٹھ پیسے کا ہو سکتا ہے اور اگر لکڑہارے سے کہا کتنے کو یہ بوجھ لکڑی کا بیچتا ہے

الحطب فقال بثمانیة فقال سق الحمار فساقہ اختلفوا فیہ قال بعضھم لا یکون بیعا ما لم یتسلم الحطب ولم ینقد
اسنے کہا آٹھ پیسے کو پس اسنے کہا گدھا ہانک لا پس وہ ہانک لیگیا تو اسمین اختلاف کرتے ہین بعضے کہتے ہین بیع نہو گی جبتک لکڑیان حوالہ نکر دے اور پیسے نہ لے لے

الثمن وقال بعضھم یکون بیعا لانھما تراضیا علی التملیک والتملک والتراضی ھو المعتبر فی الباب الا انہ لما کان باطنا
اور بعضے کہتے ہین بیع ہو گئی کیونکہ دونون لینے دینے پر راضی ہین اور تملک اور دونون کی رضامندی بھی اسی امر مین معتبر ہو مگر رضامندی چونکہ مخفی بات ہے

اقیم الایجاب والقبول مقامہ لدلالتھما علیہ فاذا اوجب احد العاقدین بائعا کان او مشتریا کما اذا قال البائع
لہذا ایجاب و قبول کو اسکی جگہ ٹھہرا دیا ہو کیونکہ یہ اسپر دلالت کرتا ہو پھر جب دونون معاملہ کرنے والون مین سے ایک نے ایجاب کیا بائع ہو یا مشتری جیسے کہ بائع

للمشتری بعت منک ھذا بکذا او قال المشتری للبائع اشتریت منک ھذا بکذا فالآخر بالخیار ان شاء قبل العقد
مشتری سے کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ چیز اتنے کو بیچی یا مشتری بائع سے کہ مین نے تجھسے یہ چیز اتنے کو مول لی تو دوسرے کو اختیار ہو چاہے اسی مجلس مین عقد کو قبول کر

في المجلس وان شاء رده وهذا الخيار يسمى خيار القبول ويمتد الى اخر المجلس لا يبطل بالتاخير اليه
اور چاہے رد کرے اور اس اختیار کو خیار قبول کہتے ہیں اور یہ آخر مجلس تک باقی رہتا ہے اور تاخیر سے باطل نہیں ہوتا

ان طال ما لم يظهر ما يبطله اذ يحتاج المرء للترديد وليس له ان يقبل العقد في البعض دون البعض اذ
اگرچہ عرصہ گذر جائے جب تک ایسی بات ظاہر نہو جو اس اختیار کو باطل کردے کیونکہ رد کرنے کے لیے مہلت کی ضرورت ہے اور اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ بیع کچھ لے اور کچھ چھوڑ دے اسلیے کہ

فيه تفريق الصفقة فيتضرر به احد العاقدين لان المبيع ان كان واحدا يلزمه ضرر الشركة وان كان متعددا فالعادة
اسمین عقد متفرق ہو جاتا ہے لہذا دونوں میں سے کسی ایک کا نقصان ہوگا کیونکہ بیع اگر ایک ہی چیز ہے تو شرکت کا ضرر لازم آتا ہے اور اگر کئی ہیں تو عادت یون ہے

ضم الجيد الى الردي ونقص ثمن الجيد لترويج الردي فلو ثبت لخيار القبول في البعض يقبل الجيد ويترك الردي
کہ عمدہ کو ناقص کے ساتھ ملاتے ہیں اور عمدہ کی قیمت ناقص کی نکاسی کے لیے کم کر دیا کرتے ہیں تو اگر بعض کے قبول کرنے کا اسکو اختیار ہو تو وہ عمدہ کو لیگا اور ناقص کو چھوڑ دیگا

فيزول الجيد عن يد البائع باقل من ثمنه وفيه ضرر له الا اذا كرر العقد وبين ثمن كل واحد بان قال بعت هذا
تو بائع کے ہاتھ سے عمدہ مبیع کم قیمت کو جاتی رہیگی اور اسمین اسکا ضرر ہے ہاں اگر دو عقد کرے اور ہر ایک کا ثمن جدا جدا بیان کر دے اسطرح

بكذا وهذا بكذا فحينئذ ينتفي الضرر عنه فما لم يحصل القبول يبطل الايجاب بقيام واحد منهما ايهما
کہ کہے میں نے یہ اتنے کو اور یہ اتنے کو بیچا اب اسکو ضرر نہوگا پھر جب قبول نہو تو ایجاب دونوں میں سے ایک کے کھڑے ہونے سے باطل ہو جائیگا

كان ولا يبقى لواحد منهما ولاية القبول بعده لان القيام دليل الرجوع وكذا لو قال البائع للمشتري بعت منك هذا
جو کوئی کھڑا ہو جاوے اور بعد اسکے دونوں میں سے کسی کو قبول کا اختیار باقی نہ رہیگا کیونکہ کھڑا ہو جانا رجوع کی دلیل ہے اور ایسی ہی اگر بائع مشتری سے کہے میں نے تیرے ہاتھ یہ چیز

بكذا ولم يقل المشتري شيئا حتى كلم البائع انسانا في حاجة له بطل الايجاب واذا حصل الايجاب والقبول تم
اتنے کو بیچی اور ابھی مشتری نے کچھ نہیں کہا کہ بائع اور شخص سے کچھ بات چیت کرنے لگا تو ایجاب باطل ہوگا اور جب ایجاب و قبول ہو چکیں

العقد ولا يكون لواحد منهما خيار اصلا لا في المجلس ولا بعده الا من عيب وعدم رؤية وفي العوض المشار
تو عقد پورا ہو جاتا ہے اور دونوں میں سے کسی کو کچھ اختیار نہیں رہتا نہ مجلس میں نہ مجلس کے بعد مگر عیب کی وجہ یا نہ دیکھنے کی وجہ سے اور جس عوض کی طرف

اليه مبيعا كان او ثمنا يكفي الاشارة في صحة البيع بلا علم بقدره ووصفه وفي غير المشار اليه لابد
اشارہ کیا گیا ہو مبیع ہو یا ثمن صحت بیع کے لیے اشارہ کفایت کرتا ہے بلا مقدار اور وصف کے جانے ہوئے بھی اور جسکی طرف اشارہ نہ کیا گیا ہو

من علم بقدره ووصفه لان التسليم واجب بالعقد ويمتنع حصوله بالجهالة المفضية الى النزاع ويصح
تو اسکی مقدار اور وصف کا جاننا ضروری ہے اسلیے کہ بوجہ عقد کے قبضہ دیدینا واجب ہے اور اس جہالت سے جسکا انجام جھگڑا ہو اسکا حاصل ہونا محال ہے اور

البيع بثمن حال وثمن مؤجل لاطلاق قوله تعالى واحل الله البيع ولما روي انه عليه السلام اشترى من
بیع ثمن نقد اور ثمن ادھار دونوں سے صحیح ہے قول الٰہی کے مطلق ہونے کی وجہ سے اور حلال کیا اللہ نے بیع کو اور اسلیے کہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

يهودي طعاما الى اجل ورهن درعه لكن لابد ان يكون الاجل معلوما اذ لو لم يكن معلوما بل كان مجهولا
یہودی سے ایک مدت پر ادھار غلہ مول لیا اور زرہ گروی رکھدی لیکن مدت کا معلوم ہونا ضروری ہے اسواسطے کہ اگر مدت معلوم نہو گی بلکہ مجہول ہو گی

كالبيع الى قدوم الحاج او الى الحصاد او الى الدياس والى القطاف او الى الجزاز كانت جهالته مانعة من التسليم
جیسے حاجیوں کے واپسی کے وعدہ پر بیچنا یا کھیتی کٹنے پر یا کھلیان کے داین چلانے پر یا انگور ٹوٹنے پر یا اون کترنے پر تو اسکی جہالت تسلیم ثمن سے مانع ہوگی

الواجب بالعقد لان هذه الاوقات تتقدم تارة وتتاخر اخرى فربما يطالب البائع في قريب المدة والمشتري
جو عقد سے واجب ہے اسلیے کہ یہ اوقات پہلے ہوتے ہیں اور کہیں پیچھے سو کبھی بائع اول وقت میں تقاضا کرے گا اور خریدار

يؤخره الى بعيدها ويقع بينهما التنازع الموجب لفساد العقد ولو انهما تبايعا الى هذه الآجال ثم تراضيا
پچھلے وقت تک ٹالیگا اور ان دونوں میں جھگڑا پڑیگا جو عقد کے فاسد ہو جانے کو چاہتا ہے اور اگر دونوں نے ان ہی مدتوں پر بیع کی پھر دونوں

باسقاط الاجل قبل قدوم الحاج وشروع الناس في الحصاد والدياس ونحوهما ينقلب البيع صحيحا لارتفاع المفسد
حاجیوں کے آنے سے اور لوگوں کے کھیتی کاٹنے اور کھلیان کے داین وغیرہ شروع کرنے سے پہلے مدت ساقط کردی تو وہی بیع صحیح ہو جائیگی کیونکہ مفسد تقرر سے پہلے

قبل تقرره ولو وقع بينهما البيع مطلقا ثم اجل الثمن الى هذه الاوقات يجوز لان هذا تاجيل الدين وهذه الجهالة
جاتا رہا اور اگر دونوں میں بیع بلا شرط واقع ہوئی پھر اسکے بعد ثمن کے لئے ان اوقات مقرر کر دیئے تو جائز ہے اسلئے کہ یہ دین کی مدت ہے اور تھوڑی سی جہالت

اليسيرة متحملة فيه لان كل دين اذا اجله صاحبه الى اجل معلوم او الى اجل مجهول جهالة يسيرة كالتاجيل الى
اس میں گوارا کی جاتی ہے کیونکہ جس دین کی قرض خواہ کوئی مدت معین معلوم یا تھوڑی جہالت کے اعتبار پر مجہول مقرر کر دے جیسے

هذه الاوقات يصير ذلك الدين مؤجلا ويكون تاجيله لازما الا القرض فان تاجيله لا يكون لازما بل يجوز
ان اوقات کی مدت تو وہ دین مؤجل ہو جاتا ہے اور اسکی مدت لازم ہو جاتی ہے مگر قرض کہ اسکی مدت لازم نہیں ہوتی بلکہ

ابطاله لكونه من التبرعات ولا جبر فيها كما في الاعارة ولو اريد ان يكون تاجيله لازما فطريقه ان يحيل
اسکا باطل کر دینا جائز ہے کیونکہ یہ احسانات میں سے ہے اور اسمیں کوئی زبردستی نہیں جیسے عاریت میں اور اگر چاہے کہ اسکی مدت لازم ہو جائے تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ

المستقرض المقرض على رجل بدينه فيؤجل المقرض ذلك الرجل مدة معلومة فحينئذ يكون التاجيل لازما
قرضدار قرض خواہ کو کسی اور پر اپنے دین کا حوالہ کر دے پھر قرض خواہ اس شخص کو مدت معلومہ تک مہلت دیدے پس اب یہ مدت لازم ہو جائے گی

حتى لو اراد المقرض ان يطالبه قبل تلك المدة ليس له ذلك ومن اشترى شيئا مما ينقل لا يجوز له ان يبيعه
یہانتک کہ اگر قرض خواہ اس مدت سے پہلے طلب کرنا چاہے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہے اور جو کوئی چیز منقولات میں سے مول لی تو اسکو جائز نہیں کہ

حتى يقبضه لما روي انه عليه الصلوة والسلام نهى عن بيع ما لم يقبض ولما فيه من غرر انفساخ العقد على تقدير
قبضہ کرنے سے پہلے بیچ ڈالے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اسکی بیع سے منع فرمایا جسکا قبضہ نہ کیا ہو کیونکہ اسمیں اسکی ہلاکت کی صورت میں عقد ٹوٹ جانیکا

هلاكه فانه لو هلك قبل قبضه ينفسخ العقد ويعود الى قديم ملك البائع فيكون المشتري بائعا ملك غيره
احتمال ہے کیونکہ اگر مبیع قبضہ سے پہلے ہلاک ہو گیا تو عقد ٹوٹ جائیگا اور مبیع اول بائع کی ملک میں لوٹ جائیگی تو اب مشتری غیر کے مال کا بائع ہو جائے گا

واما اذا قبضه فحينئذ يتم البيع فيكون بائعا ملك نفسه فلما كان قبل القبض لا يدرى ان البيع يتم فيكون
اور اگر قبضہ کر چکا تو اب بیع پوری ہو چکی اب اپنے مال کا بائع ہے پس چونکہ قبضہ سے پہلے نہیں معلوم کہ آیا بیع پوری ہو گی کہ

بائعا ملك نفسه او ينفسخ فيكون بائعا ملك غيره حكم بعدم الجواز بخلاف بيع العقار قبل قبضه فانه يجوز
اپنے مال کا بائع ہے یا ٹوٹ جائیگی پس غیر کے مال کا بائع ہو جائیگا اسلئے جائز نہونے کا حکم ہوا برخلاف غیر منقول کی بیع کے قبضہ سے پہلے کہ یہ بیع جائز ہے کیونکہ

لعدم المانع فيه وهو غرر انفساخ العقد على تقدير الهلاك لان الهلاك في العقار نادر ويجوز التصرف في الثمن
اسمیں وہ مانع نہیں ہے ہلاک کی تقدیر پر عقد ٹوٹ جانے کا شبہہ ہے اسلئے کہ زمین میں ہلاک ہو جانا شاذ و نادر ہے اور ثمن میں

قبل قبضه سواء كان مما لا يتعين كالنقود او مما يتعين كالمكيل والموزون حتى لو باع متاعا بدراهم وبكر حنطة يجوز له
قبضہ سے پہلے تصرف جائز ہے خواہ غیر معین ہو جیسے نقود یا متعین ہو جیسے مکیل اور موزون یہانتک کہ اگر کچھ مال بعوض دراہم یا ایک پیمانہ گیہوں کے بیچا تو بائع کو جائز ہے

ان ياخذ بدلها شيئا آخر لوجود المجوز وهو الملك وانتفاء المانع وهو غرر الانفساخ بالهلاك لان الثمن
کہ اسکے بدلے کوئی اور چیز لے لے کیونکہ جائز کرنے والا یعنی ملک موجود ہے اور کوئی مانع نہیں ہے یعنی ہلاک ہونے سے ٹوٹنے کا مشبہہ ہے کیونکہ ثمن

يثبت في الذمة ولا يتعين بالتعيين والمكيل والموزون وان كان مبيعا من وجه لكنه ثمن من وجه فلا ينفسخ
ذمہ پر ثابت ہو جاتا ہے اور معین کرنے سے معین نہیں ہوتا اور مکیل اور موزون اگرچہ ایک وجہ سے مبیع ہیں لیکن ایک وجہ سے ثمن ہیں سو

البيع بهلاكه والمراد بجواز التصرف في الثمن قبل قبضه جواز تمليكه ممن عليه الدين ولو بعوض لا جواز تمليكه من
بیع اسکی ہلاک ہونے سے نہ ٹوٹیگی اور ثمن میں قبل قبض کے صرف جائز ہونیسے یہ مراد ہے کہ جسکے ذمہ پر ثابت ہے اسیکو مالک بنادے تو جائز ہے اگرچہ بعوض ہو

غير من عليه الدين لان تمليك الدين من غير من عليه الدين ليس بمشروع ويجوز بيع الحنطة وغيرها من الحبوب
جسکے ذمہ ہے اسکے علاوہ اور کے مالک بنانیکا جواز مراد نہیں اسلئے کہ جسکے ذمہ دین ہے اسکے سوا اور کو مالک کرنا جائز نہیں اور گیہوں وغیرہ دانے کا بیچنا

مكايلة ومجازفة وباناء لا يعرف قدره ولا ينكبس بالكبس واما اذا كان ينكبس بالكبس كالزنبيل ونحوه فلا يجوز
ناپ تول کر بھی جائز ہے اور اٹکل سے بھی اور ایک ایسے پیمانہ سے ناپ کر بھی جسکی مقدار معلوم نہو اور دبانے سے دب نجاتا ہو تو جائز ہے اور اگر دبانے سے دب جاتا ہو جیسے زنبیل وغیرہ تو جائز نہیں

فمن اشترى كيلياً مجازفة يجوز له ان يبيعه او ياكله قبل ان يكيله لان البيع يقع على المشار اليه لا على مقدار معين
اور جسنے کیلی چیز کی ڈھیری اٹکل سے مول لی تو اسکو جائز ہو کہ بغیر کیل کیے بیچڈالے یا کھالے اسواسطے کہ بیع اشارہ کی ہوئی چیز پر ہے نہ مقدار معین پر

فيكون الكل له وان اشتراه بشرط الكيل لا يبيعه ولا ياكله حتى يكيله لاحتمال ان يزيد على المشروط وهو
لہذا وہ سب اسی کا ہوا اور اگر ڈھیری بشرط کیل کے مول لی تو بغیر کیل کے نہ بیچے اور نہ کھائے اسواسطے کہ شاید مقدار مشروط سے کچھ بڑھ جائے اور وہ

للبائع والتصرف في مال الغير حرام يجب الاحتراز عنه ويكفي كيل البائع بعد بيعه بحضرة المشتري في الصحيح لان
بائع کا مال ہے اور غیر کے مال مین تصرف حرام ہے اس سے بچنا واجب ہو اور بیچنے کے بعد مشتری کے سامنے بائع کا ناپ دینا صحیح مذہب مین کافی ہے کیونکہ

المبيع يصير به معلوماً ويتحقق معنى التسليم ولا اعتبار بكيله قبل البيع ولو بحضرة المشتري لان الشرط كيل البائع
مبیع اس سے معلوم ہوجاتی ہو اور قبضہ دیدینا ثابت ہوجاتا ہو اور بیچنے سے پہلے بائع کے کیل کا کچھ اعتبار نہین ہو اگرچہ مشتری کے سامنے ہو کیونکہ شرط بائع

او المشتري وهو ليس بواحد منهما ولا بكيله بعد البيع بغيبة المشتري لان الكيل من باب التسليم اذ به يصير المبيع
یا مشتری کا کیل کرنا ہو اور اسوقت وہ کوئی بھی نہین اور بیع کے بعد خریدار کی غیر حاضری مین کیل کا بھی کچھ اعتبار نہین ہو اسلیے کہ کیل تسلیم کی قسم سے ہو کیونکہ کیل ہو مبیع

معلوماً ولا تسليم الا بحضرته وكذا لو اشترى ما يوزن او يعد بشرط الوزن او العد لا يبيعه ولا ياكله حتى يزنه او يعده
معلوم ہوجاتی ہو اور تسلیم بغیر مشتری کی موجودگی کے نہین اور ایسے ہی وہ چیز جو وزن سے یا گنتی سے بکتی ہو بشرط وزن یا شمار کے مول لی تو نہ بیچے اور نہ کھائے جبتک تول یا گن نہ لے

الا ان البائع لو وزنه او عده بعد البيع بحضرة المشتري يكفي ولو اشترى ما يذرع بشرط الذرع يجوز له ان يبيعه
الا اگر بائع بیع کے بعد مشتری کے سامنے تول دے یا گن دے تو کفایت کرتا ہو اور اگر گز سے ناپنے کی چیز بشرط گز کے مول لی تو جائز ہے کہ

قبل الذرع لان الذراع وصف فلا يقابله شيء من الثمن فيكون الكل له قال الزيلعي هذا اذا لم يسم البائع لكل
ناپنے سے پہلے بیچڈالے اسلیے کہ گز وصف ہو اسکے مقابلہ مین ثمن کچھ نہین ہوتا تو وہ سب اسی کا ہو زیلعی کہتے ہین یہ جب ہے کہ بائع فی

ذراع ثمناً واما اذا سمى وقال كل ذراع بكذا فلا يحل للمشتري ان يتصرف فيه حتى يذرعه ومن باع صبرة كل
درع ثمن نہ ٹھہرائے اور اگر معین کردے اور کہہ فی گز اتنے کو تو مشتری کو حلال نہین ہو کہ گز کیے بغیر اسمین تصرف کرے اور جو اناج کا ڈھیر

قفيز بكذا ولم يذكر عدد قفزانها لا يجوز البيع عند ابي حنيفة الا في قفيز واحد لتعذر صرف العقد الى الكل
فی پیمانہ اتنا کہکر بیچے اور بیان نہ کرے کہ کتنے پیمانہ ہو تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک بیع جائز نہین ہو بجز ایک پیمانہ کے کیونکہ عقد تمام ڈھیر پر واقع نہین ہوسکتا

لجهالة المبيع والثمن جهالة تفضي الى النزاع لان البائع يطلب الثمن اولاً بموجب العقد والمشتري لا يدفعه لكونه
بیع اور ثمن دونون کے مجہول ہونیکے سبب سے جس سے جھگڑا ہوجائیگا اسواسطے کہ بائع بمقتضائے عقد ثمن پہلے طلب کریگا اور مشتری نہ دیگا کیونکہ

غير معلوم لكون المبيع غير معلوم واذا تعذر صرفه الى الكل يصرف الى الواحد وهو معلوم ولو زالت عنه الجهالة
ثمن کی مقدار معلوم نہین ہو اسلیے کہ مبیع معلوم نہین اور جب عقد کو تمام مبیع پر واقع نہین کرسکتے تو ایک پیمانہ پر واقع کرینگے اور ایک تو معلوم ہی ہو اور اگر جہالت

في المجلس بالكيل او بذكر جميع القفزان يجوز البيع في جميعها لكن يكون المشتري مخيراً وهكذا الحكم في جميع
مجلس کے اندر رفع ہوجائے کیل کرنے سے یا تمام پیمانہ بیان کردینے سے تو بیع تمام ڈھیر کی جائز ہوجائیگی لیکن مشتری مختار ہوگا اور ایسا ہی تمام

الموزونات والمعدودات المتقاربة ولو باع قطيع غنم كل شاة بكذا ولم يذكر عددها لا يجوز البيع في جميعها
موزونات اور ان معدودات کا حکم ہو جو ایک سے ہون اور اگر بکریون کا ریوڑ اسطرح بیچا کہ ہر ایک راس اتنے کو اور ان کا شمار بیان نہ کیا

عند ابي حنيفة لما ذكرنا ان العقد يصرف الى الواحد وهو متفاوت لكون افراد الشاة متفاوتة و[illegible]
امام ابوحنیفہ کے نزدیک بیع بالکل جائز نہین کیونکہ ذکر ہوچکا ہو کہ عقد ایک عدد پر واقع ہوتا ہو اور وہ متفاوت ہو اسلیے کہ بکریان آپس مین ایک سی نہین ہوتین اور [illegible]

يقتضي الجهالة المفضية الى النزاع وكذا الحكم في كل معدود متفاوت اذا باع عدل ثوب كل ثوب
جہالت کو مقتضی ہو جس سے جھگڑا ہوگا اور ایسا ہی ہر معدود متفاوت کا حکم ہے اگر گٹھری تھان کی فی تھان اتنے کو کہکر

عدة ها لا يجوز البيع في جميعها للجهالة المفضية الى النزاع وعندهما يجوز البيع في جميع ذلك
گنتی بیان نہ کی تو بیع سراسر جائز نہوگی بسبب جہالت کے جو جھگڑا کردیتی ہو اور صاحبین کے نزدیک بیع تمام کی جائز [illegible]

قاضيخان ان الفتوى على قولهما تيسيرا على الناس ولو ذكر عددها وقال المشتري بعت منك هذا القطيع
قاضی خان مین مذکور ہے کہ لوگون پر آسانی کے لیے صاحبینؒ کے قول پر فتوے ہے اور اگر اُسکا عدد بیان کر دیا اور مشتری سے کہا مین نے تیرے ہاتھ یہ ریوڑ
على انه مائة شاة او هذا العدل على انه مائة ثوب بكذا يصح البيع لكون كل من المبيع والثمن معلوما بالتسمية
کہ سو بکریان ہین یا یہ گٹھری کہ سو تھان ہین اتنے کو بیچا تو بیع صحیح ہے کیونکہ مبیع اور ثمن تبلانے کی وجہ سے دونون معلوم ہین
لكن ان وجدها المشتري اقل واكثر يفسد البيع اما فساده اذا وجده اكثر فلعدم دخول الزوائد تحت العقد
لیکن اگر مشتری نے کم یا زیادہ پائے تو بیع فاسد ہو جائے گی جب اسکو زائد پائی تو بیع کا فساد عقد مین اس زائد کے داخل نہونے کے وجہ سے ہے
فيجب رده وهو مجهول لكون افراد الشاة والثوب متفاوتة واما فساده اذا وجده اقل فلوجوب سقوط
اُسکا پھیر دینا واجب ہے اور وہ مجہول ہے اسلیے کہ راس بکریون کی اور تھان کپڑے کے متفاوت ہوتے ہین اور جب کم پائے تو بیع کا فساد
حصة الناقص من الثمن عن ذمته وهي مجهولة اذ لا يدرى ان الناقص كان جيدا او وسطا او رديا ولو بين لكل
ثمن سے اس کم کا حصہ ذمہ سے ساقط ہو جانے کی وجہ سے ہے اور وہ مجہول ہے کیونکہ معلوم نہین عمدہ کم ہو گیا ہے یا درمیانہ یا گھٹیل اور اگر بائع نے ہرایک کا
منها ثمنا وقال كل شاة او كل ثوب بكذا يصح البيع في الاقل لكن يكون المشتري مخيرا ان شاء اخذ الموجود
ثمن بیان کر دیا کہ فی راس یا فی تھان اتنے کو تو بیع کمی کی صورت مین صحیح ہے لیکن مشتری مختار ہے چاہے موجود کو
بحصته من الثمن لكونه معلوما وان شاء تركه ويفسد في الاكثر لجهالة المبيع ومن قال لغيره بعت منك كرا
حصہ سد ثمن مین ہی مول لے کیونکہ ثمن معلوم ہے اور چاہے نہ لے اور بڑھتی کی صورت مین فاسد ہے کیونکہ بیع مجہول ہے اور جسنے دوسرے سے کہا مین نے تیرے ہاتھ ایک پیمانہ
من الحنطة التي في هذا الانبار او من هذا الكدس ثم اعطاه حنطة من موضع اخر لا يجوز لان ما سوى النقود يتعين
گیہون کا جو اس ڈھیر مین ہین یا اس خرمن مین ہین بیچا پھر اسکو اور جگہ سے گیہون دیے تو جائز نہین ہے اسلیے کہ نقدی کے سوا سب تعین کرنے سے
بالتعيين فلا يجوز استبداله واقامة الاخر مقامه الا بالفسخ وتكرار العقد ومن باع شيئا وقال للمشتري بعته
معین ہو جاتا ہے پس اُسکا بدلنا اور اور کا اُسکی جگہ رکھدینا بلا فسخ کیے اور دوبارہ عقد کیے جائز نہین ہے اور جسنے کوئی شی بیچی اور مشتری سے کہا مین نے
منك بغير ثمن يكون البيع باطلا لان الثمن اذا نفي ينتفي ركن البيع فلا يكون بيعا ولو باعه وسكت عن ثمنه
یہ تیرے ہاتھ بغیر ثمن کے بیچی تو یہ بیع باطل ہے اسلیے جب ثمن کی نفی کر دی تو بیع کا رکن جاتا رہا تو بیع نہوگی اور اگر اُسنے بیچا اور ثمن سے چپ ہو رہا
لا يبطل البيع بل يفسد لان مطلق البيع يقتضي المعاوضة واذا سكت عن الثمن يكون غرضه القيمة فيصير كانه باعه
تو بیع باطل نہوگی بلکہ فاسد ہوگی اسلیے کہ مطلق بیع معاوضہ کو چاہتی ہے اور جب اُسنے ثمن بیان نہ کیا تو اُسکی غرض قیمت کا لینا ہے اور ایسا ہوگا کہ گویا
بقيمته وبيع الشئ بقيمته فاسد لا باطل والحاصل ان البيع اذا لم يكن صحيحا فهو قد يكون باطلا وقد يكون فاسدا
قیمت پر بیچا اور کسی چیز کو قیمت سے بیچنا فاسد ہوتا ہے نہ باطل اور حاصل یہ ہے کہ بیع جب صحیح نہو تو کبھی تو باطل ہوتی ہے اور کبھی فاسد
فلا بد من بيان كل منهما ليمكن الاحتراز عنهما فالبيع الباطل ما لا يصح باصله ووصفه ولا يفيد الملك اصلا
لہذا ہر ایک کا بیان کر دینا ضروری ہے تا کہ اُن سے بچنا ممکن ہو پس بیع باطل تو وہ ہے کہ اپنی اصل اور وصف مین دونون اعتبار سے صحیح نہو اور یہ ملک کا فائدہ بالکل نہین دیتی
ولهذا قيل من غلب على ظنه ان اكثر معاملات اهل السوق على البطلان ليس له ان يشتري منهم شيئا ولا
اور اسی لیے کہتے ہین جسکا گمان غالب ہے کہ اکثر معاملات ان بازار والون کے باطل ہین تو اُسکو اُنسے کوئی چیز خریدنا جائز نہین اور نہ
يحل له ما اشتراه منهم والبيع الفاسد ما يصح باصله لا بوصفه ويفيد الملك في المبيع بعد قبض المشتري باذنه لكن لا على
اُسکو وہ چیز حلال ہے جو اُنسے خریدی اور بیع فاسد وہ ہے جو باعتبار اصل کے صحیح ہو نہ باعتبار وصف کے اور مشتری کے اسپر قبضہ کر لینے کے بعد یہ ملک کا فائدہ دیتی ہے لیکن نہ
وجه الطيب بل على وجه الخبث ولهذا قيل لا يحل له ان يتصرف فيه بتمليك وانتفاع ولو كان طعاما لا يحل له
بطور پاکیزگی کے بلکہ بطور خبث کے اور اسی واسطے کہتے ہین کہ اسمین تصرف کرنا حلال نہین کسی کو مالک کر کے یا خود نفع لیکر یہان تک کہ اگر کھانے کی چیز ہو
اكله ولو كان جارية لا يحل له وطيها بل يجب على كل واحد من البائع والمشتري فسخ العقد رفعا للفساد
تو کھانا حلال نہین ہے اور اگر لونڈی ہو تو صحبت حلال نہین بلکہ ہر ایک بائع اور مشتری پر فساد کے اُٹھانے کو عقد کا توڑ دینا واجب ہے

وان لم يفسخا بل باع المشتري ما قبضه بالشراء الفاسد بعقد صحيح ينفذ بيعه لانه ملكه ملك تمليكه لغيره

اور اگر دونوں نے نہ توڑا بلکہ مشتری نے وہی چیز جو بیع فاسد سے قبضہ کی ہے اور کے ہاتھ عقد صحیح سے بیچڈالے تو اسکی بیع ہو جائیگی کیونکہ جب وہ اسکا مالک ہے

بالبيع وغيره فلا يتصور بعده الفسخ لتعلق حق العبد به لان وجوب الفسخ سابقا كان لحق الشرع واذا اجتمع

تو بطور بیع وغیرہ کے دوسرے کو مالک بنا سکتا ہے جب مالک ہوا اب اسکے بعد فسخ نہیں ہو سکتا بندہ کا حق متعلق ہو جانیکی وجہ سے اسلیے کہ پہلے تو فسخ کا واجب ہونا حق شرع کیلیے تھا اور جب

حق العبد مع حق الشرع يقدم حق العبد لحاجته نعم كان الاولى للمشتري ان يتنزه عن شرائه اذ قيل من ظن

حق عبد اور حق شرع جمع ہو جائیں تو حق عبد کا مقدم رکھا جاتا ہے بندہ کے حاجتمند ہونیکی وجہ سے ہاں مشتری کو اسکے خرید نے سے الگ رہنا اولی تھا کیونکہ کہتے ہیں جسکو معلوم ہو

ان اكثر معاملات اهل السوق على الفساد ينبغي له ان يتنزه عن شراء شيء منهم ومع هذا لو اشترى منهم شيئا

کہ اکثر معاملات اس بازار والوں کی فاسد ہیں تو اسکو مناسب ہے کہ انسے کسی چیز کے مول لینے سے الگ رہے اور باوجود اسکے اگر انسے کوئی چیز مول لے لیگا

يحل له الانتفاع به اذا كان العقد الاخير صحيحا وذلك لان البيع ركنه مبادلة المال بالمال فكل بيع يوجد خلل

تو اسسے نفع اٹھانا حلال ہوگا جبکہ یہ اخیر کا عقد صحیح ہو اور یہ اسلیے کہ بیع کا رکن ایک مال کا دوسرے مال سے بدلنا ہے پس جس بیع کے رکن میں خلل پایا جائے

في ركنه فهو باطل وكل بيع لا يوجد خلل في ركنه بل في غيره كالتسليم والتسلم الواجبين به والانتفاع المقصود منه

تو وہ باطل ہے اور جس بیع کے رکن میں خلل نہ پایا جائے بلکہ وصف میں پایا جائے جیسے قبضہ دینا اور قبضہ لینا جو عقد سے واجب ہیں اور انتفاع جو مبیع سے مقصود ہے

وغير ذلك فهو فاسد فحينئذ البيع بالدم والميتة التي ماتت حتف انفها ونحوهما باطل لانه لا يصير باطلا لعدم وجود

اور اسکے سوا اور کچھ تو وہ بیع فاسد ہو پس اب بعوض خون اور مردار کے جو خود بخود مرگیا اور مانند انکے باطل ہوا اسلیے کہ یہ اپنی اصل اور وصف دونوں میں صحیح نہیں ہے

العدم وجود ركنه الذي هو مبادلة المال بالمال لان صفة المالية للشيء انما تثبت بتمول كل الناس او بعضهم ولم

کیونکہ اسکا رکن جو کہ بدلنا ہے مال کا مال سے موجود نہیں اسواسطے کہ کسی چیز میں مالیت کی صفت تمام لوگوں یا بعضوں کے اسکو مال سمجھنے کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے

ابا ه وهذه الاشياء لا تعد مالا عند احد ممن له دين سماوي والبيع بالخمر والخنزير ونحوهما يكون فاسدا لانه صحيح

اور یہ چیزیں کسی ایسے شخص کے نزدیک مال نہیں جسکا دین سماوی ہو اور شراب اور سور وغیرہ سے بیع فاسد ہوا اسلیے کہ یہ باعتبار اصل کے صحیح ہے

باصله لوجود ركنه الذي هو مبادلة المال بالمال لان هذه الاشياء تعد مالا عند بعض اهل الكفر ولا يصح بوصفه

اسکا بوجہ رکن کے موجود ہونے کے جو کہ مبادلہ مال کا مال سے ہے اسلیے کہ یہ چیزیں بعض کافروں کے نزدیک مال سمجھی جاتی ہیں اور باعتبار اپنے وصف کے صحیح نہیں ہے

لعدم تقومها لان التقوم للشيء انما يثبت باباحة الانتفاع به شرعا والشرع قد ابطل الانتفاع بهما في حق المسلمين

اسلیے کہ یہ چیزیں باقیمت نہیں ہیں کیونکہ کسی چیز کا باقیمت ہونا اسسے شرعا انتفاع مباح ہونیسے ثابت ہوتا ہے اور شرع نے ان دونوں سے انتفاع مسلمانوں کے حق میں باطل کیا ہے

فمن باع كرا من الحنطة ولم يكن في ملكه حنطة يبطل البيع لعدم وجود ركنه الذي هو مبادلة المال بالمال

اور جو ایک پیمانہ گیہوں کا بیچا اور اسکے ملک میں گیہوں نہیں ہیں تو بیع باطل ہوگی کیونکہ اسکا رکن موجود نہیں ہے جو کہ مبادلہ مال کا مال سے ہے

لان المال موجود يميل اليه الطبع ويجري فيه البذل والمنع والمعدوم ليس بمال ولو كانت في ملكه حنطة لكن كانت

اسلیے کہ مال وہ موجود چیز ہے جسکی طرف طبیعت راغب ہو اور اسکو خرچ کرنا نہ کرنا دونوں ہو سکتے ہوں اور معدوم چیز مال نہیں اور اگر اسکی ملک میں گیہوں تو ہیں لیکن

اقل مما سماه يبطل البيع في المعدوم ويفسد في الموجود ولا يجوز بيع زيت على ان يزنه بظرفه ويطرح عنه بازاء الظرف

اس سے کم ہیں جتنی مقدار اسنے بتائی ہے تو معدوم میں بیع باطل ہے اور موجود میں فاسد اور روغن زیتون کا اس شرط پر بیچنا درست نہیں کہ برتن سمیت تولے اور بعوض برتن کے

كذا رطلا لانه شرط لا يقتضيه العقد وانما مقتضاه ان يطرح عنه وزن الظرف فاذا شرط ان يطرح عنه كذا

اتنے رطل گھٹائیں اسلیے کہ یہ ایسی شرط ہے کہ عقد اسکو مقتضی نہیں عقد کا مقتضی تو یہ ہو کہ برتن کا جتنا وزن ہو اتنا گھٹائیں اور جب یہ شرط ٹھہری کہ اتنے

رطلا يكون شرطا مخالفا لمقتضى العقد لجواز ان يكون وزن الظرف اقل من ذلك او اكثر فيؤدي الى جهالة

رطل گھٹائیں تو یہ شرط مقتضائے عقد کے مخالف ہوگی کیونکہ شاید برتن کا وزن اس سے کم ہو یا زیادہ لہذا بیع کا مجہول ہونا

المبيع ووقوع بعض الزيت بغير ثمن او بعض الثمن بمقابلة ما لم يكن موجودا من الزيت فان شرط ان يطرح عنه

یا کچھ تیل کا بلا قیمت پڑنا یا کچھ ثمن کا اس تیل کے عوض پڑنا جو موجود نہیں لازم آتا ہے اور اگر یہ شرط کی کہ جتنا

وزن الظرف يجوز لانه يوافق مقتضى العقد وما يوافق مقتضى العقد لا يفسد العقد بل يؤكده وكذا لا يجوز بيع
وزن برتن کا ہو تو اتنا کم کردین تو جائز ہے اسلیے کہ یہ مقتضاے عقد کے موافق ہے اور جو شرط مقتضاء عقد کے موافق ہو عقد کو فاسد نہین کرتی بلکہ عقد کو محکم کرتی ہے اور ایسے ہی
السمك في الماء لانه قبل الاصطياد به غير مملوك فيكون عدم الجواز بمعنى البطلان وبعد الاصطياد له والقائه في
پانی مین مچھلی کا بیچنا جائز نہین ہے کیونکہ شکار سے پہلے وہ مملوک نہین تو یہ جائز نہونا بطلان کے معنون مین ہے اور شکار کرکے اسکو حوض مین چھوڑ دینے کے بعد
الحظيرة ان كانت الحظيرة كبيرة لا يمكن اخذه منها الا بتكلف واحتيال فهو غير مقدور التسليم فيكون عدم
اگر وہ حوض اتنا بڑا ہو کہ بدون تکلیف اور حیلے یعنے جال کے اسکا پکڑنا ممکن نہو تو اسپر قبضہ دینا قدرت مین نہین ہے لہذا
الجواز بمعنى الفساد وان كانت الحظيرة صغيرة يمكن اخذه منها بلا تكلف واحتيال يجوز بيعه لانه مقدور التسليم
ناجائز ہونا فساد کے معنون مین ہے اور اگر حوض چھوٹا ہو کہ بلا تکلف اور بے حیلہ اسکا پکڑنا ممکن ہو تو بیع جائز ہے کیونکہ حوالہ کرنے کی قدرت ہے
لكن اذا سلم الى المشتري فله خيار الرؤية وان راه قبل ذلك في الماء لان السمك يتفاوت في خارج الماء وكذا لا يجوز
لیکن جب مشتری کو دیگا تو اسکو خیار رویت ہے اگرچہ پہلے پانی کے اندر دیکھ چکا ہو اسلیے کہ مچھلی پانی سے باہر آکر متفاوت ہو جاتی ہے اور ایسے ہی
بيع الطير في الهواء لانه قبل الاخذ به غير مملوك فيكون عدم الجواز بمعنى البطلان وبعد الاخذ به وارساله
اڑتی ہوئی چڑیا کی بیع جائز نہین ہے اسلیے کہ پکڑنے سے قبل مملوک نہین تو یہ عدم جواز باطل کے معنون مین ہے اور اسکو پکڑ لینے اور ہاتھ سے پھر چھوڑ دینے کے بعد
من يده ان كان لا يرجع اليه فهو غير مقدور التسليم فيكون عدم الجواز بمعنى الفساد وان كان يرجع اليه كالحمام
اگر لوٹ کر نہین آتا تو تسلیم پر قدرت نہین پس عدم جواز بمعنے فساد ہے اور اگر اسکے پاس چلا آتا ہے جیسے کبوتر تو
يجوز بيعه لانه مقدور التسليم وكذا لا يجوز بيع اللبن في الضرع لانه مشكوك الوجود لاحتمال كونه انتفاخا
اسکی بیع جائز ہے اسلیے تسلیم پر قدرت ہے اور ایسے ہی دودھ کا تھنون کے اندر بیچنا جائز نہین ہے اسواسطے کہ اسکا وجود مشکوک ہے کہ شاید تھن پھولے ہوے ہون
فلا يكون مالا فعلى هذا يبطل البيع ولانه يزداد شيئا فشيئا والبيع لا ينعقد على الزيادة لعدم وجودها عند العقد فيختلط
تو وہ کچھ مال نہوگا پس اس صورت مین بیع باطل ہوگی یا اسلیے کہ دودھ تھوڑا تھوڑا بڑھتا رہتا ہے اور بیع مین بڑھتی مال داخل نہوگا کیونکہ وہ عقد کے وقت موجود نہ تھا
المبيع بغيره على وجه يتعذر تمييزه فعلى هذا يفسد البيع وكذا لا يجوز بيع الصوف على ظهر الغنم لوجهين احدهما انه متصل بالحيوان
لہذا مبیع غیر کے ساتھ ایسی ملجائیگی کہ تمیز نہین ہو سکتی پس اس صورت مین یہ بیع فاسد ہوگی اور ایسے ہی بکری کی اون کی بیع پشت پر یعنی بغیر کترے جائز نہین ہے دو وجہ سے ایک تو یہ کہ حیوان سے ملا ہوا ہے
فهو له وصف محض بخلاف ما هو متصل بالشجر فانه عين مال مقصود من وجه فيجوز بيعه والوجه الثاني انه ينمو من
تو وہ اسکا نرا وصف ہی وصف ہے برخلاف اسکے جو درخت مین لگا رہتا ہے کیونکہ یہ ایک وجہ سے عین مال مقصود ہے لہذا اسکی بیع جائز ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اون
اسفله فيختلط المبيع بغيره بخلاف القوائم المتصلة بالشجر فانها تزداد من اعلاها فلا يختلط المبيع بغيره ويعلم ذلك
نیچے کی طرف سے بڑھتا ہے لہذا مبیع غیر کے ساتھ ملجائیگی برخلاف ٹہنیون کے جو درخت سے ملی ہون کیونکہ یہ اوپر کی جانب سے بڑھتی ہین لہذا مبیع غیر کے ساتھ نہ ملیگی اور یہ اسطرح معلوم ہوتا ہے
ان الصوف على ظهر الغنم اذا اخضب يبقى المخضوب بعد ايام على راسه لا في اصله واما القوائم فلو ربط خيط في
کہ اگر اون کو بکری کی پیٹھ پر رنگدیا جائے تو چند روز کے بعد رنگی ہوئی اوپر کی طرف ہو جاتی ہے جڑ مین نہین رہتی اور رہین ٹہنیان سو اگر اسکے سر مین تاگا باندھ دیا جائے
اعلاها يبقى ذلك الخيط بعد ايام اسفل مما هو راسها الان والاعلى ملك المشتري وما يحدث من الزيادة يحدث في ملكه وكذا
وہ تاگا بعد چند روز کے سرے سے نیچے کی طرف رہجاتا ہے اور اوپر کی جانب خریدار کی ملک ہے اور ادھر کو جو بڑھتا جائیگا سو اسی کی ملک مین بڑھیگا اور ایسے ہی
لا يجوز بيع جلد الميتة قبل ان يدبغ لكونه غير منتفع به لنجاسته فقد قال النبي عليه السلام لا تنتفعوا من الميتة
مردار کی کھال کا بیچنا قبل دباغت کے جائز نہین ہے کیونکہ ناپاکی کے سبب اس سے نفع نہین لے سکتے اور بیشک نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے مردار کے
باهاب ولا عصب وهو اسم لغير المدبوغ وبعد الدباغ يجوز بيعه والانتفاع به لطهارته بالدباغ فان قيل نجاسته باتصال
اہاب سے نفع مت اٹھاؤ اور اہاب بے دباغت کیے ہوے چمڑے کو کہتے ہین اور دباغت کرکے بیچنا اور برتنا سب جائز ہے دباغت سے پاک ہو جانیکی وجہ سے پھر اگر کوئی اعتراض کرے کہ نجاست
الدسومات به وذلك لا يمنع جواز البيع كالثوب النجس فالجواب ان الدسومات في الجلد خلقية فلم تزل بالدباغ
تو چکنائی کے ملنے کی وجہ سے ہے اور یہ جواز بیع سے مانع نہین جیسے ناپاک کپڑا تو جواب یہ ہے کہ چمڑے مین چکنائی پیدائشی ہے پس جب تک دباغت سے دور نہو

تكون كعين الجلد وبهذا الاعتبار يكون الجلد محرم العين بخلاف النجاسة في الثوب فانها ليست خلقية بل حادثة

بمنزلۂ عين جلد کے ہے اور اس اعتبار سے چمڑے کی ذات حرام ہوئی بر خلاف ناپاک کپڑے کے کہ یہ پیدائشی نہیں بلکہ اسمیں لگ گئی

بعد ما لم تكن متصلة به فلا يتغير حكمه من جواز بيعه والانتفاع به فلما يجوز بيع جلد الميتة والانتفاع به بعد

بعد اسکے کہ پہلے اس سے لگی نہ تھی پس اسکا حکم جواز بیع اور برتنے میں نہ بدلے گا پھر جیسے کہ دباغت کے بعد مردار کا چمڑہ بیچنا اور برتنا جائز ہے

الدباغ كذلك يجوز بيع عظمها وقرنها وعصبها وصوفها وشعرها ووبرها والانتفاع بها اذا لم تكن عليها دسومة

ایسے ہی مردار کی ہڈیاں اور سینگ اور پٹھے اور بھیڑ کے بال اور اونٹ کے بال وراُون کا بیچنا اور انکا برتنا جائز ہے جبکہ انپر چکنائی نہو

لانها طاهرة لا يحلها الموت لعدم الحيوة فيها بل فيها النمو كالنبات واما اذا كانت عليها دسومة فهي نجسة لا يجوز بيعها

کیونکہ یہ سب پاک ہیں انمیں موت کا اثر نہیں ہوتا اسلیے کہ انمیں جان نہیں ہوتی بلکہ انمیں بڑھنا نباتات کی طرح ہے البتہ اگر انپر چکنائی ہو تو ناپاک ہیں انکی بیع جائز نہیں

ولا الانتفاع بها وكذا لا يجوز بيع الجذع في السقف والذراع في الثوب اذ لا يمكن تسليمه الا بضرر لا يوجبه العقد ولو قلع

اور انکا استعمال و ایسے ہی چھت میں چڑھی ہوئی شہتیر کا بیچنا اور ایک گز کا بیچنا کپڑے میں سے جائز نہیں اسلیے کہ بے نقصان اُٹھائے تسلیم نہیں کرسکتا جسکو عقد نہیں چاہتا ہے اور اگر

البائع الجذع او قطع الذراع قبل ان يفسخ المشتري العقد يعود البيع صحيحا لزوال المفسد الذي هو الضرر قبل تقرره

بائع نے شہتیر کو نکال لیا اور گز بھر کپڑا پھاڑ دیا قبل اسکے کہ مشتری عقد کو توڑے تو وہی بیع صحیح ہو جائے گی کیونکہ مفسد یعنی ضرر تقرر سے پہلے دفع ہو گیا

هذا اذا كان الجذع معينا والثوب مما يضره التبعيض كالقميص ونحوه اذ لو لم يكن الثوب مما يضره التبعيض كالكرباس

اور یہ جب ہے کہ شہتیر معین ہو اور کپڑا ایسا ہو جسکے پھاڑنے سے نقصان ہوتا ہو جیسے کرتا وغیرہ اسواسطے کہ اگر کپڑا ایسا نہو کہ پھاڑنے سے نقصان ہو جیسے تھان

يجوز البيع ولو لم يكن الجذع معينا لا يعود البيع صحيحا للجهالة فان قيل اذا باع جلد الشاة المعينة قبل الذبح لا يجوز

تو بیع جائز ہے اور اگر شہتیر معین نہو تو بیع بوجہ جہالت درست نہیں ہے اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اگر کسی معین بکری کا چمڑا ذبح سے پہلے بیچ ڈالے تو جائز نہیں ہے

ولو ذبح الشاة وسلخ جلدها وسلمه الى المشتري لا ينقلب البيع صحيحا وان كان الجلد عينا موجودا كالجذع في

پھر اگر بکری کو ذبح کرکے اور چمڑا اُدھیڑ کر مشتری کے حوالہ کردے تو بیع درست نہیں ہوتی اگرچہ چمڑا معین موجود ہے جیسے شہتیر

السقف وكذا لو باع اكارعها او اكارعها ثم ذبحها وسلم ما باع منها فالجواب ان الجلد وان كانت عينا موجودا لكنه

چھت میں اور ایسے ہی اگر بکری کی اوجھڑی یا پائے بیچ ڈالے پھر اسکو ذبح کرکے جو بیچا تھا حوالہ کردیا تو جواب یہ ہے کہ چمڑا اگرچہ عین موجود ہے لیکن وہ

متصل بغير المبيع خلقة فيكون تابعا له فيكون العجز عن التسليم معنى اصليا لا حكميا بخلاف الجذع فانه عين مال في

غیر مبیع کے ساتھ پیدائشی متصل ہے لہذا اُسی کا تابع ہے لہذا تسلیم میں عجز اصلی ثابت ہے حکمی نہیں برخلاف شہتیر کے کہ وہ بذات خود ایک مال ہے

نفسه وانما ثبت الاتصال بينه وبين غيره بعارض فعل العباد والعجز عن التسليم حكمي لما فيه من افساد بناء

اور اسکے اور غیر کے درمیان اتصال بندوں کے فعل سے عارضی طور پر کرنا ہو گیا ہے اور تسلیم میں عجز حکمی ہے کیونکہ اسمیں ایک مکان کا خراب کرنا ہے

غير مستحق بالعقد فاذا قلع والتزم الضرر يزول المانع فيجوز ومن باع جارية ثم انكر بيعها لا يحل له وطيها

جسکا عقد سے استحقاق نہیں تو جب اُسے نکال دیا اور اپنا ضرر قبول کر لیا تو مانع جاتا رہا پس بیع جائز ہو گئی اور جسنے لونڈی بیچی پھر بیع سے مکر گیا تو اس سے صحبت کرنا حلال نہیں ہے

ما لم يترك المشتري الخصومة فاذا تركها وسمع البائع انه تركها يحل له وطيها ومن اشترى جارية ثم انكر

جب تک مشتری دعوی نہ چھوڑ دے پس جب دعوے چھوڑ دے اور بائع سن لے کہ دعوی چھوڑ دیا تب صحبت حلال ہو گی اور جو شخص لونڈی خرید کر مکر جائے

شراءها لا يحل للبائع ان يطئها ما لم يعزم على ترك الخصومة لان البيع لا ينفسخ بمجرد جحود المشتري ما لم يعزم

تو بھی بائع کو صحبت کرنی حلال نہیں ہے جب تک دعوی نہ کرنے کا پکا قصد نہ کرلے اسلیے کہ بیع صرف مشتری کے انکار سے نہیں ٹوٹتی جب تک

البائع على ترك الخصومة فاذا عزم على تركها يتم الفسخ بتراضيهما فيحل له وطيها كما اذا اشترى جارية

بائع دعوی نہ کرنے کا قصد نہ کرلے پس جب دعوی نہ کرنے کی نیت کرلی تو دونوں کی رضامندی سے فسخ ہو گیا لہذا صحبت حلال ہے جیسے کسی نے ایک لونڈی

على انه بالخيار ثلثة ايام وقبضها ثم رد على البائع في ايام الخيار جارية وقال هي التي اشتريتها وقبضتها

اس شرط پر خریدی کہ تین دن تک مجھے اختیار ہے اور قبضہ کر لیا پھر خیار کی مدت کے اندر ایک اور لونڈی واپس کی اور بیان کیا کہ یہی لونڈی ہے جسکو میں نے مول لیا تھا اور قبضہ کیا تھا

كان القول قوله لانه انكر قبض غيرها فان رضي البائع بها يحل له وطيها لان المشتري لما رد غيرها اشتريها
تو اسکا قول معتبر ہوگا اسلیے کہ دوسری لونڈی کے قبضہ کا انکار کرتا ہو پس اگر بائع اسپر راضی ہوگیا تو اسکو اس سے صحبت حلال ہے اسلیے کہ مشتری نے جب لونڈی پھیر دی

فقد رضي بتملك البائع اياها بالاولى فاذا رضي البائع بها ينعقد البيع بينهما بطريق التعاطي وكذا القصار اذا رد
تو یہ تو لعوض پہلی لونڈی کے اسپر بائع کے مالک ہوجانے پر راضی رہی اور جب بائع بھی اسپر راضی ہوگیا تو ان دونوں میں بطریق تعاطی کی بیع کامل ہوگئی اور اسی طرح دھوبی اگر

على صاحب الثوب ثوبا غير ثوبه ورضي به صاحب الثوب ومن اشترى شيئا مما يتسارع اليه الفساد كاللحم
کپڑے کے مالک کو بدل کر اور کپڑا دیدے اور وہ مالک راضی ہوجائے اور اگر کسی نے ایسی چیز خریدی جو جلدی بگڑ جاتی ہے جیسے گوشت

والسمك ونحوهما ولم يقبض بل ذهب الى بيته ليجئ بالثمن وطال مكثه وخاف البائع ان يفسد ذلك الشئ يجوز له
اور مچھلی وغیرہ اور قبضہ نہ کرے بلکہ اپنے گھر چلا گیا تاکہ ثمن لادے اور اسمین دیر لگ گئی اور بائع کو اس چیز کے بگڑ جانے کا خوف ہو تو اسکو

ان يبيعه من غيره استحسانا وللمشتري الثاني ان يشتريه منه وان كان يعلم بذلك لان البائع رضي
استحساناً غیر کے ہاتھ بیچڈالنا جائز ہے اور اس دوسرے مشتری کو اس کا خریدنا جائز ہے اگرچہ یہ حال جانتا ہو اسلیے کہ بائع

بالفسخ وكذا المشتري الاول ظاهرا ثم ان كان الثمن الثاني اكثر من الاول كان عليه ان يتصدق بالزيادة
فسخ پر راضی ہوا اور ایسے ہی بظاہر پہلا مشتری بھی پھر اگر دوسری دفعہ کا ثمن پہلی دفعہ سے زیادہ ہو تو اسکو اتنی زیادتی کا خیرات کر دینا لازم ہے

وان كان اقل كان النقصان عليه لا على المشتري الاول ولو جاء صبي الى القام بفلس وخبز وطلب منه
اور اگر کم ہے تو یہ نقصان بائع کے ذمہ ہے نہ مشتری اول کے ذمہ اور اگر کوئی لڑکا نابالغ پیسا یا روٹی لیکر کسی دکاندار کے پاس آیا اور کوئی ایسی

شيئا مما ينتفع به في البيت كالملح والاشنان ونحوهما يجوز له ان يبيعه منه وان طلب منه جوزا او فستقا او نحو
چیز مانگی جو گھروں مین کام آتی ہے جیسے نمک اور اشنان وغیرہ تو اسکے ہاتھ بیچنا جائز ہو اور اگر اس سے اخروٹ یا پستہ وغیرہ مانگے

ذلك مما يشتريه الصبي لنفسه لا يبيعه منه لانه في الوجه الاول ماذون ظاهرا وفي الوجه الثاني لا ومن دفع الى
جو لڑکے اپنے واسطے لیا کرتے ہیں تو اسکے ہاتھ نہ بیچے اسلیے کہ پہلی صورت مین وہ لڑکے کو بظاہر اجازت ہو اور دوسری صورت مین نہین اور اگر کسی نے

خباز دراهم وقال له اشتريت منك بهذه الدراهم كذا منا من الخبز وجعل يأخذ كل يوم منه خمسة امناء
نان بائی کو کچھ روپیہ دیدے اور کہا مین نے تجھسے ان روپونکے بدلے اتنے من روٹی خریدی اور ہر روز بعوض ایک ایک درہم کے پانچ من روٹیان لینی شروع کین

بدرهم فالبيع فاسد وما يأكله يأكل بعقد فاسد فهو مكروه واما لو اعطاه دراهم ولم يقل له اشتريت منك
تو بیع فاسد ہے اور جو کھاتا ہو وہ عقد فاسد سے کھاتا ہے لہذا وہ مکروہ ہے ہان اگر اسکو روپیہ دیدیے اور یہ نہ کہا کہ مین نے تجھسے

كذا منا من الخبز وجعل يأخذ كل يوم منه خمسة امناء بدرهم فالبيع جائز وما يأكله حلال وان كان نيته
اتنے من روٹیان مول لین اور ہر روز اس سے پانچ من روٹیان ایک ایک روپے کی لینی شروع کین تو بیع جائز ہے اور جو کھاتا ہے حلال ہے اگر چہ

عند الدفع الشراء اذ لمجرد النية لا ينعقد البيع وانما ينعقد عند الاخذ وعند الاخذ كل من المبيع والثمن معلوم
دیتے وقت خریداری کی نیت ہو اسواسطے کہ صرف نیت سے بیع نہین ہوتی اور بیع لیتے وقت منعقد ہوگی اور لیتے وقت مبیع اور ثمن دونوں معلوم ہین

ويصح بيع الثمر على الشجر سواء بدا صلاحه ولم يبد لانه مال متقوم لكونه منتفعا به في الحال وفي المآل وعلى المشتري
اور درخت پر لگے ہوئے پھل کی بیع جائز ہو خواہ پک گیا ہو یا نہین اسلیے کہ وہ مال قیمت دار ہو کیونکہ وہ اب یا آیندہ کام کے لائق ہے مشتری کے لیے اور

قطعه في الحال تفريغا لملك البائع وهذا اذا اشتراه مطلقا او بشرط القطع واما اذا اشتراه بشرط تركه على
مشتری پر ملک بائع کو خالی کر دینے کے لیے ابھی اسکا کاٹ لینا لازم ہے اور یہ اس صورت مین ہے کہ مطلقاً خرید کیا ہو یا توڑ لینے کی شرط کر لی ہو اور اگر

الشجر فيفسد البيع لانه شرط لا يقتضيه العقد وفيه نفع لاحد العاقدين اذ يحصل فيه للمشتري زيادة جودة
درخت پر چھوڑنے کی شرط کی ہو تو بیع فاسد ہوا اسلیے کہ یہ ایسی شرط ہو کہ عقد اسکو مقتضی نہین اور اسمین ایک کا فائدہ ہو اسواسطے کہ اسمین مشتری کے لیے زیادہ عمدگی

وطراوة ولو اشتراه مطلقا وتركه على الشجر باذن البائع يطيب له الفضل وان تركه بغير اذنه يتصدق بما زاد
اور تازگی حاصل ہوگی اور اگر پھل کو مطلق خرید کر کے بائع کی اجازت سے درخت پر لگے رہنے دیا تو اسکو یہ زیادتی حلال ہو اور اگر بے اجازت درخت پر رکھا تو جتنا فائدہ پھل کے اندر پیدا ہوا وہ خیرات کر دے

فی انه لحصوله بجهة محظورة وهي حصوله بقوة الارض المغصوبة وهذا اذا تركه قبل ان يتناهى عظمه
کیونکہ بطور ممنوع حاصل ہوا ہے اور وہ زمین مغصوب کے زور سے حاصل ہوتا ہے اور یہ جب ہے کہ پھل کا بڑھنا ختم ہونیسے پہلے خرید کر درخت پر رکھے

واما اذا تركه بعد ان يتناهى عظمه فلا يتصدق بشيء منه لان هذا تغير حال من النيء الى النضج لا زيادة في
اور اگر بڑھنا ختم ہو چکنے کے بعد بے اجازت درخت پر رکھا تو اسمیں سے کچھ خیرات نکرے کیونکہ اب صرف حالت کا تغیر ہے کچا تھا اب پک گیا کچھ

جسمه فان الثمر اذا بلغ ذلك المبلغ لا يزيد فيه شيء من ملك البائع بل يكون نضجه من الشمس ولونه من القمر
جسم کا نہین بڑھا کیونکہ پھل جب اپنی مقدار کو پہونچ جاتا ہے تو پھر اسمیں بائع کے ملک مین سے کچھ نہین بڑھتا بلکہ اسکا پکنا آفتاب کی گرمی سے ہوتا ہے اور اسکی رنگت چاند کی تاثیر سے

وطعمه من الكواكب فلا يوجد فيه الا عمل الشمس والقمر والكواكب وذلك بتقدير العزيز الحكيم
اور مزہ تارونکی اثر سے لهذا اسمیں بجز تاثیر سورج اور چاند اور تارون کے کچھ نہین ہے اور یہ عزیز حکیم کے حکم سے ہے

المجلس الثالث والسبعون في بيان حقيقة الربو واحكام غوائله

قال رسول الله صلى الله
تہتروین مجلس سود کی حقیقت اور اسکے بد انجام کے بیان مین فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

عليه وسلم ليأتين على الناس زمان لا يبقى منهم احد الا اكل الربو فان لم ياكل اصابه من غباره وفي رواية
علیہ وسلم نے البتہ لوگون پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ انمین سے کوئی بے سود کھائے نہ رہیگا اگر سود نہ کھائیگا تو اسکو اسکا غبار ہی پہونچیگا اور ایک روایت مین ہے

من بخاره هذا الحديث من حسان المصابيح رواه ابو هريرة رض وقد بين فيه ان الناس ليأتي عليهم زمان يكثر
اسکا بخار یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین سے ہے ابو ہریرہ رض کی روایت سے اور اسمین بیان کردیا کہ لوگون پر ایسا وقت آئےگا

فيه الربو ولا يبقى فيه منهم احد الا ياكله فان لم ياكله يصيبه من غباره او بخاره والبخار ما يرتفع من الماء
جسمین سود کی کثرت ہو جائیگی اور اسوقت انمین سے کوئی بے سود کھائے نہ رہیگا اور اگر صاف نہ کھائیگا تو اسکو اسکا بخار یا غبار ہی پہونچیگا اور بخار وہ بھاپ ہے جو پانی مین سے

عند غليانه كالدخان والماء لا يغلي الا بالنار التي توقد تحته والربو لكونه يوم القيمة نارا يغلي منه دماغ اكله
جوش کھاتے وقت دھوئین کی طرح اٹھتی ہے اور پانی بلا آگ کے جو اسکے تلے جلائی جائے جوش نہین دیا جاتا اور سود قیامت کے دن چونکہ ایسی آگ بنجائیگا جس سے کھانیوالے کا دماغ پکیگا

ويخرج منه بخار ناسب ان ينسب البخار اليه وكذا الغبار اذا ارتفع ينتشر في الجو فيصيب كل من كان يقرب
اور اسمین سے بھاپ نکلیگی لهذا سود کی طرف بخار کو نسبت دینا مناسب ہوا اور ایسی ہی غبار اگر زمین و آسمان کے درمیان مین پھیلتا ہو جو اسکے قریب ہو سبکو پہونچتا ہے

منه فعلى هذا يكون معنى الحديث على ما ذكره التوربشتي ان الربو يكثر تعاطيه فينتقل عند التعامل من يد الى
اس بنا پر اس حدیث کے معنی حسب بیان توربشتی کے یہ ہین کہ سود کا لین دین بہت پھیل جائیگا پس معاملہ کیوقت ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ مین منتقل ہو کر

يد فيختلط باموال الناس فياكلونه من غير قصد فيه فلا يسلم احد من اثمه وضرره وان سلم من تناوله وتعاطيه
تمام لوگونکے مالو مین ملجائیگا لهذا سب اسکو بلا ارادہ سود کے کھائینگے پس کوئی اسکے گناہ اور ضرر سے سلامت نرہیگا اگرچہ سودی لین دین سے سلامت رہا

وسبب ذلك شيوع الجهل وعدم العلم باحكام البيع والشرى اذ قلما يوجد من يخبر بما اخبر به النبي عليه السلام
اور اسکا سبب جہالت کا پھیلنا اور بیع و شرا کے احکام سے واقف نہونا ہے اسلیے کہ ایسا شخص بہت کم ملے گا جو نبی علیہ السلام کی بتلائی ہوئی بات بتلائے

ويعمل به فتجد المتدين ياكل الربو وهو لا يعلم انه ربو فيكون اثمه التقصيره في امر دينه فان من يبيع ويشتري من غير
اور اسپر عمل کرے پھر تو تو دیکھیگا کہ دیندار آدمی سود کھا رہا ہے اور اسکو اسکی خبر نہین کہ یہ سود ہے لهذا وہ دین مین کوتاہی کے سبب اسلیے گنہگار ہوگا کیونکہ جو شخص خرید فروخت کرے بلا اسکے

ان يتعلم احكام البيع والشرى ياكل الربو شاء ام ابى ولهذا كان عمر رض يطوف السوق ويضرب التجار بالدرة ويقول لا يبيع في
کہ مسائل اور احکام بیع و شرا کے سیکھے تو وہ سود کھائیگا چاہے یا نہ چاہے اور اسی لیے حضرت عمر رض بازار مین پھرا کرتے اور سوداگرونکو کوڑے سے مارا کرتے تھے اور کہتے تھے

سوقنا من لم يتفقه في الدين والا ياكل الربو شاء ام ابى فعلى هذا يجب على المؤمن ان يتعلم احكام البيع والشرى حتى
ہماری بازار مین وہ نہ بیچے جو مسائل دینی نہ جانتا ہو ورنہ وہ سود کھائیگا چاہے یا نچاہے اس بیان کے موافق مومن پر واجب ہے کہ بیع و شرا کے مسائل سیکھے تا کہ

يمكن له الاحتراز عن الربو لان الربو حرام حرمه الله تعالى في كتابه وشدد الامر فيه بايات من جملتها قوله تعالى الذين
سود سے اسکو بچنا ممکن ہو کیونکہ سود حرام ہے اللہ تعالی نے اپنی کتاب مین حرام فرمایا ہے اور کئی آیتو نمین اسکی سختی کی ہے انمین سے ایک یہ آیت ہے جو لوگ

یٰأکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطٰن من المس فانہ تعالیٰ اخبر فی ہذہ الاٰیۃ ان الذین
کھاتے ہین سود نہ اٹھین گے قیامت کو مگر جسطرح اٹھتا ہو جسکے حواس کھو دیے ہون شیطان نے لپٹ کر پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین یہ خبر دیدی ہو کہ جو لوگ

یأکلون الربوا لا یقومون من قبورہم اذا بعثوا الا کقیام المصروع من الجنون الذی یکون فیہم بسبب اکلہم الربو فیکون
سود کھاتے ہین وہ اپنی قبرون مین سے جب نکالے جائینگے تو ایسے نکلین گے جیسے مرگی مارے ہوے کا اٹھنا اس جنون کی وجہ سے جو انکے اندر سود کھانے سے پیدا ہوگیا ہو پس

قیامہم وسقوطہم کالمصروع لکن لا لاختلال عقولہم بل لان اللہ تعالیٰ یربی فی بطونہم ما اکلوہ من الربو فیثقلہم
انکا اٹھنا اور گرنا مرگی والے کیطرح ہوگا لیکن انکی عقل مین فتور ہونیکی وجہ سے نہین بلکہ اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ انکے پیٹ مین اسکو بڑہائیگا جو سود سے کھایا ہے لہذا

یصیرون کالحبلیٰ یقومون تارۃ ویسقطون اخری وہذہ العقوبۃ تشملہم یوم القیٰمۃ یعرفون بہا عند
بوجھ سے حاملہ کی طرح کبھی اٹھین گے اور کبھی گرینگے اور یہ عذاب قیامت کے دن انکو ایسا گھیرے گا کہ اسی سے اہل محشر کے نزدیک پہچانے جائین گے

اہل المحشر فان کل احد من اہل الموقف یعرف انہم اکلۃ الربو وقد روی انہ علیہ السلام قال لیلۃ اسری بی اتیت
بیشک ہر شخص اہل محشر مین کا سمجھ جائیگا کہ یہ سود خوار ہین اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ معراج کی شب کو مین

قوما بطونہم کالبیوت فیہا حیات وعقارب تری من ظاہر بطونہم فقلت یا جبرئیل من ہؤلاء فقال اکلۃ الربو فعلی ہذا
ایک قوم پر پہونچا کہ جنکے پیٹ گھر کی طرح فراخ تھے انکے اندر بہت سانپ اور بچھو باہر سے نظر آتے تھے مین نے پوچھا اے جبرئیل یہ کون لوگ ہین جواب دیا سود خوار اس بیان

ینبغی لمن یتجر ان یتعلم من العلم مقدار ما یحتاج الیہ فی تجارتہ لیسلم من اکل الربو فان الربو من الکبائر وہو فی اللغۃ
موافق جو تجارت کرے اسکو چاہیے کہ اتنا علم سیکھ لے جسکی تجارت مین حاجت پڑتی ہو تاکہ سود کھانے سے بچے کیونکہ سود کبیرہ گناہ ہو اور سود کے معنی لغت مین

مطلق الفضل وفی الشریعۃ فضل خال عن عوض شرط فی احد البدلین وہو نوعان ربوا الفضل وربوا النسیۃ
مطلق زیادتی کے ہین اور اصطلاح شرعی مین وہ زیادتی ہو جسکے مقابلہ مین کوئی عوض نہو اور دو مالون مین سے کسی ایک مال مین شرط ہوا اور سود کی دو قسم ہین ایک سود زیادت کا اور ایک سود ادھار کا

اما ربوا الفضل فشرطہ ان یکون العوضان من جنس واحد وان یکونا من جنس المکیل والموزون وان یکونا
سو زیادت مین تو یہ شرط ہو کہ دونون عوض ایک جنس کے ہون اور یہ کہ دونون مکیل کی جنس ہون یا موزون کی جنس سے اور یہ کہ دونون ایسے ہون

مما یدخل تحت المعیار الشرعی وہو الکیل فی المکیلات والوزن فی الموزونات ویعبر عنہما بالقدر فعلی ہذا فضل
کہ مقدار شرعی کے تحت مین داخل ہون اور وہ مکیلات مین کیل ہو اور موزونات مین وزن اور ان دونون کو قدر کہتے ہین اب اس بیان کے موافق

قفیزی شعیر علی قفیز بر لا یکون ربوا لعدم کونہما من جنس واحد وفضل مذروع علی مذروع کفضل ذراعے
دو پیمانہ جو کی زیادتی ایک پیمانہ گیہون پر سود نہوگی کیونکہ دونون ایک جنس کے نہین اور گز کی چیز کی زیادتی دوسری گز کی چیز پر جیسے دو گز

ثوب علی ذراع منہ وفضل معدود کفضل بیضتین علی بیضۃ لا یکون ربوا لعدم کونہما من جنس المکیل والموزون
کپڑے کا ایک گز کپڑے پر زیادہ ہونا اور معدود کی زیادتی جیسے دو انڈون کا ایک انڈے پر زیادہ ہونا سود نہین کیونکہ یہ دونون نہ مکیل کی جنس سے ہین اور نہ جنس موزون سے

وفضل حفنتی حنطۃ علی حفنۃ منہا لا یکون ربوا لعدم دخولہما تحت المعیار الشرعی لان المعتبر فی تقدیر
اور دو آبخورہ گیہون کا ایک آبخورہ گیہون پر زیادہ ہونا سود نہین اسلیے کہ یہ دونون قدر شرعی کے تحت مین داخل نہین ہین اسواسطے کہ شرع مین تقدیر

المکیلات فی الشرع نصف الصاع لا ما دونہ وفضل کری بر وکری شعیر علی کر بر وکر شعیر لا یکون ربوا
مکیلات مین آدھا صاع معتبر ہے اس سے کم معتبر نہین اور دو پیمانہ گیہون اور دو پیمانہ جو کی زیادتی ایک پیمانہ گیہون اور ایک پیمانہ جو پر سود نہین ہے

لان الاول وان کان فاضلا علی الثانی الا انہ غیر خال عن العوض بصرف الجنس الی خلاف الجنس
اسلیے کہ اول اگرچہ دوسرے سے بڑھتی ہو لیکن بوجہ جنس کو خلاف جنس سے مقابلہ کر دینے کے عوض سے خالی نہین

فان الجنس اذا قوبل بالجنس یقابل کل جزء من احدہما بکل جزء من الاٰخر فان وجد فی احدہما فضل یصیر
کیونکہ جب ایک جنس اپنی جنس کے ساتھ مقابل ہوتی ہو تو ہر ہر جز ایک کا دوسرے کے ہر ہر جز کے مقابل ہوتا ہو پس اگر ایک مین زیادتی ہو تو

ذلک الفضل تاویا علی مالکہ فلصیانۃ اموال الناس عن التوی وجب للشارع فیہا المماثلۃ بالقدر واذا قابل
وہ زیادت مالک سے مفت جاتی ہو لہذا لوگون کا مال تلف ہونے سے بچانیکے لیے شارع نے اسمین مقدار کی برابری واجب کر دی ہے اور جب

الجنس بغير الجنس لا يتصور مقابلة جزء بجزء حتى يتحقق التوى لان التوى انما يتحقق عند مقابلة الجنس
ایک جنس کا خلاف جنس سے مقابلہ ہو تو پھر مقابلہ جزکا جز سے متصور نہیں کہ مفت جاتا رہنا ثابت ہو اسلیے کہ مفت جانا صرف جنس کا جنس سے مقابلہ ہونے

بالجنس مع وجود الفضل في احدهما واما ربوا النسيئة فشرطه ان يكون الجنس والقدر متحدا في العوضين لان
اور ایک مین بڑھتی ہونے کے وقت ثابت ہوتا ہے اور ربا ادھار کا سود ا لپس اسمین یہ شرط ہے کہ دونون عوض مین جنس یا قدر ایک ہی ہووے کیونکہ

علة الربوٰ عند علماء الحنفية الكيل مع الجنس والوزن مع الجنس فاذا وجد الوصفان اى الجنس والمعنى
سود کی علت علمائے حنفیہ کے نزدیک کیل مع الجنس ہے یا وزن مع الجنس ہے پس جب دونون وصف یعنے جنس اور

المضموم اليه من الكيل والوزن يحرم الفضل والنسأ لوجود العلة المحرمة لهما واذا عدما يحل الفضل والنسأ
اسکے ساتھ کے معنے یعنے کیل اور وزن دونون پائے جائین تو زیادتی اور ادھار دونون حرام ہوتی ہین کیونکہ دونون کی حرام کرنیوالی علت موجود ہے اور جبکہ دونون نہون تو زیادت اور ادھار دونون حلال ہین

لعدم العلة المحرمة لهما واذا وجد احدهما وعدم الاخر يحل الفضل ويحرم النسأ لان جزء العلة وان كان
کیونکہ دونون کی حرام کرنیوالی علت نہین ہے اور جب ایک ہو اور دوسرا نہو تو زیادت حلال ہے اور ادھار حرام اسلیے کہ علت کا جز اگرچہ

لا يوجب الحكم لكنه يورث الشبهة وهي في باب الربوٰ ملحقة بالحقيقة وان كانت ادنى منها فلا بد من
حکم کو پیدا نہین کرتا لیکن شبہہ کو پیدا کرتا ہے اور یہ سود کے باب مین حقیقت کے ساتھ شمار کیا جاتا ہے اگرچہ اس سے کم درجہ مین ہے پس

اعتبار الطرفين ففي النسيئة احد البدلين معدوم وبيع المعدوم لا يجوز فيصير هذا المعنى مرجحا لتلك الشبهة
دونون طرف کا اعتبار کرنا ضرور ہوا پس ادھار مین تو احد البدلین معدوم ہوتا ہے اور بیع معدوم کی جائز نہین ہے لہذا یہ بات اس شبہہ کو قوی کردیتی ہے

وفي غير النسيئة هذه الشبهة لا تعتبر لكونها ادنى من الحقيقة والحاصل ان حرمة الفضل بوجود الوصفين
اور ادھار کے علاوہ مین یہ معتبر نہین کیونکہ شبہہ حقیقت سے کم درجہ ہے اور حاصل یہ ہے کہ زیادت کی حرمت دونون وصف کے ہونے پر ہے

وحرمة النسأ بوجود احدهما اما القدر او الجنس فعلى هذا لزم بيان ما كان من جنس واحد وما لم يكن من جنس واحد
اور ادھار کی حرمت ایک وصف کے ہونے پر یا قدر ہو یا جنس اس بنا پر جو کچھ ایک جنس سے ہے اور جو ایک جنس سے نہین اسکا بیان کردینا لازم ہوا

فالعنب جنس واحد وان اختلفت الوانه واسماؤه وكذا الزبيب حتى لا يجوز بيع بعضها بالبعض الا متساويا وكذا التمر
پس انگور سب ایک جنس ہین اگرچہ انکے رنگ اور نام جدا جدا ہون اور ایسے ہی منقے یہانتک کہ بعض کا بعض سے بیچنا جائز نہین مگر برابر سرابر اور ایسے ہی

النخل كلها جنس واحد وان اختلفت انواعها حتى لا يجوز بيع بعضها بالبعض الا متساويا وكذا كل نوع من الشجر
چھوہارے سب ایک جنس ہین اگرچہ انکی قسمین مختلف ہین یہانتک کہ ایک قسم کی بیع دوسری قسم سے سوا جائز نہین مگر برابر سرابر اور ایسے ہی پھل کی ہر ایک قسم

كالكمثرى وغيره جنس واحد لا يجوز بيع نوع منه بنوعه الا متساويا وكذا البقر والجواميس جنس واحد لا يجوز
جیسے امرود وغیرہ ایک ہی جنس ہین اس قسم کو اسی قسم سے بیچنا جائز نہین مگر برابر سرابر اور ایسے ہی گائے اور بھینس ایک جنس ہے

بيع لحم احدهما بلحم الاخر الا متساويا وكذا الابل عرابها ونجاتيها جنس واحد لا يجوز بيع لحم احدهما بلحم الاخر الا متساويا
ایک کا گوشت دوسرے کے گوشت سے بیچنا جائز نہین مگر برابر سرابر اور ایسے ہی عربی اور بختی اونٹ ایک جنس ہین ایک کا گوشت دوسرے کے گوشت سے بیچنا جائز نہین مگر برابر سرابر

وكذا الغنم ضأنها ومعزها جنس واحد لا يجوز بيع لحم احدهما بلحم الاخر الا متساويا ولحم الابل والبقر والغنم والبان ما اجناس
اور ایسے ہی گوسپند مین بھیڑ اور بکری ایک جنس ہین ایک کا گوشت دوسرے کے گوشت سے بلا برابری کے بیچنا جائز نہین اور اونٹ اور گائے اور بکری کا گوشت اور انکا دودھ

مختلفة وكذا الالية واللحم وشحم البطن اجناس مختلفة وكذا الحديد والرصاص والنحاس والصفر اجناس مختلفة حتى
مختلف جنسین ہین اور ایسے ہی چکتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی مختلف جنسین ہین اور ایسے ہی لوہا اور رانگ اور تانبا اور پھول مختلف جنسین ہین یہانتک کہ

يجوز بيع بعض هذه الاجناس ببعض الاخر متساويا ومتفاضلا لا نسيئة لوجود احد جزئى العلة وهو الوزن
انمین سے ہر ایک کو دوسرے جنس سے بیچنا برابر برابر اور کمتی بڑھتی دونون طرح جائز ہے ادھار جائز نہین علت کے دو جز مین سے ایک جز موجود ہونیکی وجہ سے اور وہ

في جميعها والاصل فيه قوله عليه السلام الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير
ان سب مین وزن ہے اور اصل اسمین یہ قول نبی علیہ السلام کا ہے سونا بدلے سونے کے اور چاندی بدلے چاندی کے اور گیہوں بدلے گیہوں کے اور جو بدلے جو کے

التمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل یدا بید فمن زاد واستزاد فقد اربیٰ الآخذ والمعطی سواء وھو حدیث مشہور تلقاہ
اور چھوہارا بدلے چھوہارے اور نمک بدلے نمک کے برابر سرابر ہاتھوں ہاتھ پس جسنے زیادہ دیا اور زیادہ لیا تو بیشک سود لیا لینے والا اور دینے والا دونوں برابر ہیں اور یہ حدیث مشہور ہے اسکو علماء نے

بالقبول واتفقوا علی ان الحکم لیس مقصورا علی ھذہ الاشیاء الستۃ بل النص معلول وعلتہ عند الحنفیۃ فی الذھب
قبول کیا ہے اور اسپر متفق ہوئے ہیں کہ یہ حکم ان ہی چیزوں پر منحصر نہیں بلکہ یہ نص معلول ہے اور اسکی علت حنفیہ کے نزدیک سونے

والفضۃ الوزن مع الجنس فیتعدی الی کل موزون کالحدید ونحوہ وفی الاربعۃ الباقیۃ الکیل مع الجنس فیتعدی
اور چاندی میں وزن مع الجنس ہے پس اسکا اثر ہر موزون میں پہونچتا ہے جیسے لوہا وغیرہ اور باقی چار ون میں کیل مع الجنس ہے پس اسکا اثر

الی کل مکیل کالجص ونحوہ لان المراد بالمثل المذکور فی الحدیث الکیل فی المکیلات والوزن فی الموزونات لما جاء
ہر مکیل میں پہونچتا ہے جیسے چونا وغیرہ اسلیے کہ مراد لفظ مثل سے جو حدیث میں آیا ہے مکیلات میں کیل ہے اور موزونات میں وزن کیونکہ

فی روایۃ اخری وزنا بوزن وکیلا بکیل مکان قولہ مثلا بمثل وروی الحدیث بروایتین بالنصب والرفع اما النصب
ایک اور روایت میں بجائے مثلا بمثل کے وزنا بوزن وکیلا بکیل آیا ہے اور حدیث زبر اور پیش دونوں سے دو روایتوں سے مروی ہے زبر کی صورت میں

فتقدیرہ بیعوا الذھب بالذھب فیکون الکلام امرا واما الرفع فتقدیرہ بیاع الذھب بالذھب فیکون الکلام خبرا
معنی کلام کے یہ ہیں بیچو تم سونے کو سونے سے تو یہ کلام حکم ہوا اور رہا پیش سو اس صورت میں معنی کلام کے یہ ہوئے بیچا جائے سونا سونے سے تو یہ کلام خبر ہوئی

وخبر الرسول امر فلما کان الامر للوجوب مع کون البیع مباحا صرف الوجوب الی رعایۃ المماثلۃ والمراد بالمماثلۃ
اور خبر رسول کی امر ہی ہے پس چونکہ امر وجوب کے لیے ہے حالانکہ بیع مباح ہے تو اس وجوب کو برابری کی رعایت کی طرف پھیریں گے اور مراد برابری سے

المماثلۃ فی القدر لا فی الوصف لما روی عن عبادۃ بن الصامت انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال جیدھا وردیھا
مقدار کی برابری ہے نہ صفت کی برابری کیونکہ عبادہ بن الصامت سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا انکا عمدہ اور ناقص

سواء وکلام الرسول یفسر بعضہ بعضا فکل ما ورد فیہ النص من الشارع انہ یباع بالکیل کالبر والشعیر
برابر ہیں اور رسول کا ایک کلام دوسرے کی تفسیر کیا کرتا ہے پھر جس چیز میں شارع کی طرف سے یہ تصریح آئی ہے کہ یہ کیل سے بیچی جائے جیسے گیہوں اور جو

والتمر والملح فھو کیلی ابدا وان ترک الناس فیہ الکیل وکل ما ورد فیہ النص من الشارع انہ یباع بالوزن کالذھب والفضۃ
اور چھوہارے اور نمک سو وہ ہمیشہ کے لیے ہے اگرچہ لوگ اسمیں کیل کو ترک کر دیں اور جس چیز میں شارع سے یہ تصریح آئی ہے کہ یہ وزن سے بیچی جائے جیسے سونا اور چاندی

فھو وزنی ابدا وان ترک الناس فیہ الوزن وکل ما لم یرد فیہ النص من الشارع انہ یباع بالکیل او الوزن
سو وہ ہمیشہ کو وزنی ہے اگرچہ آدمی اسمیں وزن کرنا چھوڑ دیں اور جس میں شارع کی طرف سے کچھ تصریح نہیں ہے کہ وہ کیل یا وزن سے بیچی جائے

فھو محمول علی عرف الناس وعاداتھم فلو بیع الحنطۃ بجنسھا متساویا فی الوزن او بیع الذھب بجنسہ
تو وہ لوگوں کے رسم اور عادت پر حوالہ ہے پس اگر گیہوں گیہوں سے وزن میں برابر بیچیں یا سونا سونے سے

متساویا فی الکیل لا یجوز لتوھم الفضل علی ما ھو المعیار الشرعی فی کل واحد منھما وھو الکیل فی الحنطۃ والوزن
کیل میں برابر بیچیں تو جائز نہیں اسلیے کہ جو ان دونوں میں معیار شرعی ہے اور وہ کیل ہے گیہوں میں اور وزن ہے سونے میں اسکے اعتبار سے کم زیادتی کا احتمال ہے

فی الذھب وکذا لو بیع الحنطۃ بجنسھا او الذھب بجنسہ مجازفۃ لا یجوز اذا لم یعرف العاقدان التساوی فی الحنطۃ
اور ایسے ہی اگر گیہوں کو بعوض گیہوں یا سونے کو بعوض سونے کے اٹکل سے بیچیں تو جائز نہیں ہے جبکہ دونوں معاملہ کرنیوالونکو مقدار گیہوں

والذھب وان کانت فی الواقع الحنطۃ متساویۃ بجنسھا فی الکیل والذھب متساویا بجنسہ فی الوزن لان
اور سونے کی معلوم نہو اگرچہ واقع میں گیہوں گیہوں سے کیل میں اور سونا سونے سے وزن میں برابر ہی ہو اسواسطے کہ

العلم بالتساوی وقت العقد شرط لصحۃ العقد حتی لو تبایعا الحنطۃ بالحنطۃ والذھب بالذھب مجازفۃ وتقابضا
عقد کے وقت برابری کا معلوم ہونا عقد کے صحیح ہونے کی شرط ہے یہانتک کہ اگر دونوں نے گیہوں بعوض گیہوں اور سونا بعوض سونے کے اٹکل سے بیچا اور دونوں نے قبضہ بھی کر لیا

ثم علما التساوی بکیل الحنطۃ ووزن الذھب لا ینقلب العقد جائزا فعلی ھذا یکون معنی الحدیث اذا بیع شیء من الموزونات
پھر گیہوں کیل کرنے سے اور سونا تولنے سے برابر ہونا معلوم ہوا تو عقد صحیح نہ ہو جائیگا اس بیان کے موافق حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی وزنی چیز

او المكيلات بجنسه يجب ان تباع وزنا بوزن وكيلا بكيل فان بيع متفاضلا يكون حراما لانه عليه الصلوة والسلام
یا کیلی ہم جنس سے بیچی جائے تو انکا وزن اور کیل مین برابر ہونا واجب ہو پس اگر کم وزیادہ بیچین تو حرام ہو کیونکہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے

اخبر في هذا الحديث ان من اعطى الزيادة او اخذها فانه يدخل في الربو والمعطي والاخذ سواء في الاثم
اس حدیث مین فرمایا ہو کہ جسنے زیادہ دیا یا زیادہ لیا وہ سب سود ہی مین داخل ہو اور دینے والا اور لینے والا گناہ مین

واللعن الذي جاء في حديث رواه جابر انه عليه الصلوة والسلام لعن اكل الربو وموكله وكذا يجب
اور اُس لعنت مین دونون برابر ہین جو کہ اُس حدیث مین وارد ہو جسکو حضرت جابرؓ نے روایت کیا ہو کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے سود کھانیوالے اور کھلانیوالے پر لعنت کی ہو اور ایسے ہی

ان يباع يدا بيد لكن المعتبر في غير الصرف مما يجري فيه الربو تعيين البدلين في مجلس العقد لا التقابض بهما فيه حتى
ہاتھون ہاتھ بیچنا بھی واجب ہو لیکن بیع صرف کے علاوہ مین جنمین سود ہو سکتا ہو دونون بدل کا مجلس عقد مین متعین کر دینا معتبر ہو اسمین طرفین کا قبضہ کرنا ضروری نہین ہو یہانتک

لو باع حنطة بحنطة بعينهما وتفرقا قبل القبض يجوز البيع لان المراد من قوله عليه الصلوة والسلام يدا بيد عينا
اگر گیہون بدلے گیہون کے متعین کرکے بیچے پھر وہ دونون قبضہ سے پہلے ٹل گئے تو بیع جائز ہو اسلیے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قول یدًا بید سے عینًا بعین مراد ہے

بعين بدليل ان عبادة بن الصامت رواه هكذا عينا بعين بخلاف الصرف فانه نوع من البيع يكون كل واحد من
اس دلیل سے کہ عبادہ بن الصامت نے یون روایت کیا ہو کہ عینًا بعین برخلاف بیع صرف کے ہے کیونکہ یہ اُس قسم کی بیع ہے جسمین دونون

عوضيه من جنس الاثمان وهي النقود فاذا بيع منها الجنس بجنسه كما اذا بيع الذهب بالذهب والفضة بالفضة
عوض جنس ثمن سے ہوتے ہین یعنی نقد پس جب اسمین ایک جنس کو اپنے جنس سے بیچین جیسے سونا سونے سے یا چاندی چاندی سے

بشرط التساوي في الوزن والتقابض قبل الافتراق بالابدان واذا بيع منها الجنس بغير جنسه كما اذا بيع الذهب
تو وزن مین برابر ہونا اور افتراق جسمانی سے پہلے قبضہ ہونا شرط ہے اور جب ایک جنس دوسری جنس سے بیچین جیسے کہ سونا

بالفضة او الفضة بالذهب لا يشترط التساوي في الوزن بل يجوز التفاضل والمجازفة لكن يشترط التقابض
چاندی سے یا چاندی سونے سے بیچین تو وزن مین برابر ہونا شرط نہین بلکہ کمی بیشی اور اٹکل سے بھی جائز ہو لیکن قبضہ طرفین کا

قبل الافتراق بالابدان لقوله عليه الصلوة والسلام الفضة بالفضة هاء وهاء وفي حديث اخر انه عليه الصلوة والسلام
افتراق جسمانی سے پہلے شرط ہو بسبب ارشاد نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے چاندی بعوض چاندی کے اِدھر لے اُدھر دے اور ایک اور حدیث مین ہو کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے

قال الذهب بالورق هاء وهاء وهو بالمد وفتح الهمزة صوت بمعنى خذ والمراد به التقابض قبل الافتراق
فرمایا سونا بعوض چاندی کے اِدھر لے اُدھر دے اور ہا مد اور ہمزہ کے زبر سے آواز ہو بمعنے لے اور اُس سے مراد افتراق جسمانی کے پہلے دونونکا قبضہ ہے

بالابدان لان المعنى ان كل واحد من المتعاقدين يقول لصاحبه هاء فيتقابضان قبل الافتراق بالابدان وان كانا
کیونکہ معنی یہ ہین کہ ہر ایک معاملہ کرنیوالونمین سے دوسرے سے کہے تاکہ دونون افتراق بدنی سے پہلے قبضہ کرلین اگرچہ وہ

يمشيان معا في جهة واحدة حتى لو مشيا فرسخا ثم تقابضا قبل الافتراق يصح لقول ابن عمر رضي الله عنه وان
دونون ایک طرف کو ہمراہ چلے جاتے ہون یہانتک کہ اگر کوس بھر چلے کہ پھر قبضہ کیا افتراق سے پہلے تو بھی درست ہو کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہو اور اگر

وثب من سطح فثب معه وليس المراد من هذا الكلام الامر بالوثبة المهلكة بل المراد منه المبالغة في ترك
وہ چھت پر سے کود پڑے تو تو بھی اسکے ساتھ کود پڑ اور اس کلام سے مراد کود پڑنیکا حکم نہین ہو جو ہلاک کر دیتا ہو بلکہ اس سے مراد

الافتراق قبل القبض ولا يشترط وجود العوضين في ملكهما وقت العقد حتى لو باع احدهما من الاخر دينارا بعشرة
قبضہ سے پہلے افتراق کے چھوڑنے مین مبالغہ مقصود ہوا اور عقد کے وقت دونون عوض طرفین کی ملک مین ہونا شرط نہین یہانتک کہ اگر ایک نے دوسرے کو ہاتھ اپنا دینار بعوض دس

دراهم ولم يكن في ملكهما شيء من العوضين واستقرض كل منهما ما وجب عليه اداؤه من الدين ودفعه
درہم کے بیچا اور کسی کے پاس کچھ نہین اور ہر ایک نے اپنا اپنا دین واجب الادا قرض لے کر

الى صاحبه قبل الافتراق يجوز فعلى هذا يكون من الربو ما يفعله كثير من الناس في هذا الزمان وهو
افتراق سے پہلے ادا کر دیا تو جائز ہو اس بیان کے موافق جو اکثر لوگ اس زمانے مین کیا کرتے ہین سب سود مین داخل ہو اور وہ یہ ہو

الصيارفة بان يجئ واحد من اهل السوق فيعطيه دينارا او قرشا فيقول له اعطني به دراهم فيعطيه بعضا
کہ ایک شخص بازار میں دوکاندار کے پاس جاکر ایک دینار یا قرش اسکو دیتا ہے اور کہتا ہے مجھے اسکے بدلے دراہم دیدے پس وہ اسکو کچھ

من الدراهم او لا يعطيه شيئا بل يقول له ليس عندي دراهم فات بعد ساعة فاعطيك دراهم فيذهب من
دراہم دیدیتا ہو یا کچھ بھی نہیں دیتا بلکہ اُس سے کہتا ہے میرے پاس دراہم نہیں ہیں لہذا گھڑی بھر کے بعد آجانا تمھارے دراہم حوالہ کردونگا پس وہ

غير قبض جميع الدراهم وهذا باطل داخل في الربو لوجود الافتراق قبل القبض الواجب في الصرف وعلى تقدير
بغیر سب دراہم لیے چلا جاتا ہو اور یہ باطل ہو سود میں داخل ہو کیونکہ قبضہ جو کہ صرف میں واجب ہو اُس سے پہلے جدائی ہو گئی اور

قبض الدراهم كلها قبل الافتراق يقبضها بالعدد لا بالوزن وهو وان كان جائزا في الدينار لعدم وجوب الوزن عند
جدائی سے پہلے تمام دراہم پر قبضہ کرلینے کی صورت میں گنکر قبضہ کرتے ہیں نہ وزن کرکے اور یہ اگرچہ دینار میں جائز ہے کیونکہ

اختلاف الجنس لكن لا يجوز في القرش لوجوب الوزن عند اتحاد الجنس حتى يعلم التساوي في الوزن والظاهر ان القرش
جنس بدل جانیکے وقت وزن واجب نہیں ہوتا لیکن قرش میں جائز نہیں ہے اسلیے کہ جنس ایک ہونیکے وقت وزن واجب ہے تاکہ برابری وزن میں معلوم ہوجائے اور ظاہر یہ ہو کہ قرش

اكثر وزنا من الدراهم المعدودة فيكون ربوا وطريق الخلاص من الربوا اذا بيع بلا وزن الفضة الكثيرة بالفضة
دراہم معدودہ سے وزن میں زیادہ ہوتا ہو پس سود ہو جائیگا اور سود سے بچاؤ اگر بے وزن بڑھتی چاندی تھوڑی چاندی سے بیچیں

القليلة ان يجعل في اقلهما وزنا شئ من خلاف الجنس مما له قيمة اذ لو لم يكن له قيمة كحفنة من التراب لا يصح البيع
یہ ہو کہ جو چاندی وزن میں تھوڑی ہو اسکے ساتھ کچھ اور چیز قیمت دار خلاف جنس ملائیں اسلیے کہ اگر بے قیمت شئی ہوگی جیسے ایک مٹھی مٹی تو بیع جائز نہ ہو گی

واقل ما يكون قيمته مشروطة لجواز البيع فلس ثم قيمة الخلاف ان كانت مثل قيمة الزيادة يجوز البيع ولا يكره وان كانت
اور کم سے کم قیمت دار شے جسمیں بیع درست ہو جائے پیسا ہو پھر اگر قیمت اُس شئی مخالف کی اُس زیادتی کے برابر ہو تو بیع جائز ہو اور مکروہ بھی نہیں اور اگر

شيئا قليلا يجوز البيع لكن يكره كذا روي عن محمد رح فقيل له كيف تجده في قلبك قال مثل الجبل ولو بعث رجل
تھوڑی چیز ہو تو بیع جائز ہو لیکن مکروہ ہو ایسا ہی امام محمدؒ سے روایت ہو کسی نے اُنسے پوچھا تمھارے دل میں کیسی معلوم ہوتی ہو کہا پہاڑ کے مثل اور اگر کسی شخص نے

الى الصيرفي مع الرسول دينارا ليصرفه له لا يصح لوجوب التقابض قبل الافتراق بالابدان وقبض الرسول وتسليمه
صراف کے پاس رسول کے ہاتھ دینار بھیجا تا کہ بھنالائے تو جائز نہیں ہو کیونکہ قبضہ افتراق جسمانی سے پہلے واجب ہو اور رسول کا قبضہ کرنا اور تسلیم کرنا

لا يعتبر فينبغي ان يوكله لان الوكيل يقوم مقام الموكل فيعتبر قبضه وتسليمه فيوجد التقابض قبل الافتراق
معتبر نہیں ہو پس چاہیے کہ اسکو وکیل بنائے اسلیے کہ وکیل مؤکل کے قائم مقام ہوتا ہو لہذا اُسکا دیا لیا سب معتبر ہے اب طرفین کا قبضہ افتراق

بالابدان ولا يجوز التصرف في ثمن الصرف قبل قبضه فان باع دينارا بعشرة دراهم ولم يقبض الدراهم
جسمانی سے پہلے ہو جائیگا اور بیع صرف میں قبضہ سے پہلے ثمن میں تصرف جائز نہیں ہو پس اگر کسی نے ایکدینار دس دراہم کو بیچا اور دراہم پر ابھی قبضہ نہیں کیا بلکہ

بل اشترى بها ثوبا يفسد البيع في الثوب لفوات القبض الواجب بالعقد حقا لله تعالى والقياس كان يقتضي جوازه
دراہم کا ایک تھان مول لیلیا تو کپڑے کی بیع فاسد ہو اُس قبضہ کے فوت ہوجانیکی وجہ سے جو بسبب عقد حق اللہ واجب ہوا تھا اور قیاس اسکے جائز ہونیکو چاہتا ہے

لان الدراهم والدنانير لا تتعين فينصرف العقد الى مطلقها وانما لم يجز لان الصرف بيع ولا بد فيه من مبيع وليس
اسلیے کہ دراہم اور دنانیر متعین نہیں ہوتے لہذا یہ عقد مطلق ثمن کی طرف پھر جائیگا اور جائز اسواسطے نہیں کہ صرف بیع ہو اور اسمیں مبیع کا ہونا ضرور ہے اور

فيه سوى الثمنين وليس احدهما اولى بكونه مبيعا من الآخر فيجعل كل واحد منهما مبيعا من وجه ثمنا من وجه
اس میں بجز ثمن کے کچھ نہیں ہوتا اور مبیع ہونے میں ایک کو دوسرے پر کچھ فوقیت نہیں ہو لہذا ہر ایک ایک وجہ سے مبیع ہو اور ایک وجہ سے ثمن

وان كانا ثمنين خلقة والثمن في باب الصرف مبيع من وجه وبيع المبيع قبل القبض لا يجوز وليس من ضرورة
اگرچہ باعتبار پیدائش کے دونوں ثمن ہیں اور ثمن باب صرف میں ایک وجہ سے مبیع ہوتا ہے اور مبیع کی بیع قبضہ سے پہلے جائز نہیں ہے اور

كونه مبيعا ان يكون متعينا فان المسلم فيه ليس بمتعين مع كونه مبيعا في السلم يسر الله تعالى علما موافقا لرضائه
مبیع ہونے سے یہ ضرور نہیں ہو کہ متعین بھی ہو کیونکہ سلم میں مسلم فیہ متعین نہیں ہوتا ہے حالانکہ وہ مبیع ہو سلم میں الٰہی ہمپر اپنی رضامندی کے موافق اعمال آسان کر دے

المجلس الرابع والسبعون في بيان حقيقة السلم واحكامه وغيره من انواع العقود

چوہتروین مجلس بیع سلم کی حقیقت اور اسکے احکام اور سوا اسکے اور اقسام کے عقود کے بیان مین

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اسلف في شيء فليسلف في كيل معلوم ووزن معلوم الى اجل معلوم

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کسی شی مین بدھنی بدھے تو چاہیے کہ کیل معلوم اور وزن معلوم اور مدت معلوم مین سلم کرے

هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابن عباس مع ذكر سببه وهو انه عليه الصلوة والسلام قدم المدينة

یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے ابن عباس نے مع اسکے سبب کے ذکر کے روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ مین تشریف لائے

وهم يسلفون في الثمار السنة والسنتين والثلث اي يعطون الثمن في الحال ويشترون الثمار الى سنة

تو وہان کے لوگ ثمر درخت مین بدھنی کیا کرتے تھے ایک سال کی دو سال کی تین سال کی یعنی ثمن اب دیدیتے اور پھل ایک سال یا زیادہ کا خریدتے

او اكثر فقال النبي صلى الله عليه وسلم من اسلف في شيء فليسلف في كيل معلوم ووزن معلوم الى اجل

اسوقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی چیز مین بدھنی کرے تو چاہیے کہ کیل معلوم اور وزن معلوم مین مدت معلوم تک بدھنی کرے

معلوم فانه عليه الصلوة والسلام امرهم ان يبينوا قدر الكيلي بالكيل وقدر الوزني بالوزن اذا اشتروا اشياء

پس نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے انکو فرمایا کہ کیلی کی مقدار کیل سے اور وزنی کی مقدار وزن سے بیان کر دیا کرین جبکہ

منها بطريق السلف وهو بفتحتين وان كان له معنيان احدهما القرض والآخر السلم الا ان المراد

ان دونون مین سے کسی چیز کو بطور سلم کے خریدین اور سلف دونون زبر سے ہے اور اگرچہ اسکے معنی دو ہین ایک قرض اور دوسرے بیع سلم لیکن یہان مراد

به ههنا السلم الذي هو نوع من البيع ويكون المبيع فيه دينا على البائع ويسمى المبيع مسلما فيه والبائع مسلما

سلم ہی ہے جو ایک قسم کی بیع ہے اور اسمین مبیع بائع کے ذمہ دین ہوا کرتا ہے اور مبیع کو مسلم فیہ کہتے ہین اور بائع کو مسلم الیہ

اليه والثمن راس المال والمشتري رب السلم ويجوز في كل ما يعلم قدره ووصفه كالمكيلات والموزونات

اور ثمن کو راس المال اور مشتری کو رب السلم اور ہر چیز مین جائز ہے جسکی مقدار اور وصف معلوم ہوسکتا ہو جیسے کیلی اور وزنی

والمذروعات والمعدودات المتقاربة التي لا يتفاوت احادها تفاوتا فاحشا كالجوز والبيض فان الكبير والصغير

اور گزسے ناپنے کی چیزین اور گنتی کی جو ایک سی ہون اور اسکے افراد مین فرق ظاہر نہوتا ہو جیسے اخروٹ اور انڈے کیونکہ انمین بڑا اور چھوٹا

منهما سواء لاصطلاح الناس على هدار التفاوت فيهما اذ لا يباع جوز بفلس وآخر بفلسين وكذلك البيض

برابر ہوتا ہے اسلیے کہ اس تفاوت کے چھوڑنے پر سب لوگ متفق ہین یہ نہین کہ ایک اخروٹ تو ایک پیسے کو ہے اور دوسرا دو پیسے کو اور ایسے ہی انڈے

بخلاف البطيخ والرمان فان احادهما متفاوتة تفاوتا فاحشا وبتفاوت احادهما في المالية يعرف كونهما من

برخلاف خربزہ اور انار کے کہ انکے افراد مین ظاہر فرق ہے اور ان کے افراد کے باعتبار مالیت کے مختلف ہونے کے ان کا

العددي المتفاوت لا من العددي المتقارب لان الضابط في معرفتهما تفاوت احادهما في المالية وهذا هو المروي

عددی متفاوت مین سے ہونا معلوم ہوتا ہے نہ عددی متقارب مین سے کیونکہ مالیت مین افراد کا مختلف ہونا ہی انکی پہچان کا قاعدہ ہے اور یہی

عن ابي يوسف ويؤيده ما روي عن ابي حنيفة ان السلم لا يجوز في بيض النعامة لتفاوت احادها في المالية ثم انه في المعدودات

امام ابو یوسف رح سے مروی ہے اور وہ روایت اسکی تائید کرتی ہے جو امام ابو حنیفہ سے ہے کہ بیع سلم شتر مرغ کے انڈو مین جائز نہین ہے کیونکہ اسکی احاد مالیت مین مختلف ہین پھر معدودات

المتقاربة كما يجوز عددا يجوز كيلا لان المقدار يعرف بالعدد تارة وبالكيل اخرى ولا يجوز في كل ما لا يعلم

متقارب مین سلم جیسے گنتی سے جائز ہے کیل سے بھی جائز ہے اسلیے کہ مقدار کبھی گنتی سے معلوم ہوتی ہے اور کبھی کیل سے اور اس چیز مین جائز نہین کہ جس کی

قدره ووصفه كالحيوانات واطرافها ولحومها وجلودها وكذا لا يجوز فيما لا يوجد من حين العقد الى

مقدار اور وصف معلوم نہو جیسے حیوانات اور اسکے اطراف اور گوشت اور چمڑا اور ایسے ہی اسمین جائز نہین جو عقد کے وقت سے آخر

حلول الاجل بان ينقطع عند العقد او عند حلول الاجل او فيما بينهما وحد الانقطاع ان لا يوجد في

مدت مقررہ تک برابر موجود نرہے بلکہ عقد کے وقت نہو یا مدت گزرنے پر باقی نرہے یا ان دونون کے بیچ مین ہوچکے اور انقطاع کے معنے یہ ہین کہ

السوق الذی یباع فیہ ولا عبرۃ بوجودہ فی البیوت لعدم امکان تحصیلہ بالاکتساب وتسلیمہ الی صاحبہ وکذا لا
بازار مین جہان وہ شی بکتی ہو نہ ملے اور گھرون مین اسکے ملنے کا کچھ اعتبار نہین کیونکہ کسی وسیلہ سے پیدا کرکے رب السلم کو اسکا دینا ممکن نہین اور ایسے ہی

یجوز فی طعام قریۃ بعینہا و ثمر نخلۃ بعینہا لاحتمال الانقطاع بعرض الآفۃ فینتفی القدرۃ علی التسلیم وکذا لا یجوز
کسی خاص گاؤن کے غلہ مین اور کسی خاص درخت کے پھل مین جائز نہین کہ شاید کہ وہ کسی آفت سے نرہے تو حوالہ کرنے پر قدرت نرہے اور ایسے ہی

بمکیال رجل بعینہ او ذراع رجل بعینہ اذا لم یعلم مقدارہ لان التسلیم یتاخر فیہ فیحتمل ان یضیع ذلک
ایک شخص خاص کے پیمانہ سے یا کسی خاص شخص کے گز سے جائز نہین اگر اسکی مقدار معلوم نہو کیونکہ اس بیع مین حوالہ کرنا بعد مین ہوتا ہے تو احتمال ہو یہ کہ وہ

المکیال والذراع فیفضی الی المنازعۃ والحاصل ان السلم لا یصح عند ابی حنیفۃؒ الا بسبع شرائط وہی بیان
پیمانہ یا وہ گز جاتا رہے تو جھگڑا ہو اور خلاصہ یہ ہو کہ بیع سلم امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بجز سات شرطون کے جائز نہین ہو اور وہ بیان کر دینا

جنس کبرا و شعیر و بیان نوعہ کصیفی او خریفی و بیان وصفہ کجید او ردی و بیان قدرہ کعشرین کرا او ثلثین رطلا
جنس کا جیسے گیہون یا جو اور نوع کا بیان جیسے صیفی او خریفی اور وصف کا بیان جیسے عمدہ یا خراب اور بیان مقدار جیسے بیس پیمانہ یا تیس رطل

و بیان اجلہ و اقلہ شہر فی الاصح و بیان راس المال ان کان کیلیا او وزنیا او عددیا و بیان مکان ایفاءہ
اور بیان مدت اور یہ کم سے کم اصح روایت مین ایک مہینہ ہو اور راس المال کا بیان جبکہ وہ کیلی ہو یا وزنی ہو یا عددی ہو اور مکان کا بیان جہان وہ شی ادا کیجاے

ان کان لحملہ مؤنۃ یحتاج الی ظہر و اجرۃ وان لم یکن لحملہ مؤنۃ کالمسک والعنبر یوفیہ حیث یشاء
اگر اسکے اُٹھانے مین ایسا خرچ ہوتا ہو کہ بار برداری اور مزدوری کی حاجت پڑتی ہو اور اگر اسکے پہونچانے مین کچھ خرچ نہوتا ہو جیسے مشک و عنبر تو جہان چاہے ادا کرے

واما قبض راس المال قبل الافتراق بالابدان فلیس بشرط الصحۃ بل ہو شرط البقاء علی الصحۃ فانہ ینعقد
اور رہا راس المال افتراق جسمانی سے پہلے قبضہ کر لینا سو یہ عقد کی صحیح ہونیکے لیے شرط نہین بلکہ یہ اسکی عقد کے صحیح باقی رہنے کے لیے شرط ہے کیونکہ وہ عقد

صحیحا ثم یبطل بالافتراق قبل القبض وحد الافتراق ان یتواری کل واحد منہما عن عین صاحبہ حتی لو اسلم
صحیح ہو کر پھر قبل قبض جدا ہو جانے سے باطل ہو جاتا ہو اور افتراق کے معنی یہ ہین کہ ہر ایک دوسرے کی نظر سے چھپ جائے یہانتک کہ اگر کسی نے

رجل عشرین دراہم فی کر بر ولم یکن عندہ الدراہم ودخل بیتہ لیخرج الدراہم و توارے عن عین صاحبہ یبطل السلم
بیس دراہم کا گیہون کے ایک پیمانہ مین عقد سلم کیا اور اسکے پاس دراہم نہ تھے اور وہ گھر مین گیا کہ دراہم لادے اور وہ اسکی نظر سے غائب ہو گیا تو سلم باطل ہو جائے گی

وان لم یتوار لا یبطل بل یبقی علی الصحۃ وکذا لو سارا میلا او اکثر ولم یفترقا الا بعد القبض لا یبطل السلم
اور اگر غائب نہوا تو باطل نہو گی بلکہ درست رہیگی اور ایسے ہی اگر دونون کوس بھر یا زیادہ چلے گئے اور بلا قبض کیے جدا نہوے تو سلم باطل نہو گی

بل یبقی علی الصحۃ ومن اسلم الی رجل دینا لہ علیہ و افترقا قبل النقد لا یجوز وان نقدہ قبل الافتراق یجوز
بلکہ درست رہیگی اور اگر کسی نے ایک شخص سے قرض کے بدلے جو اسکے ذمہ آتا تھا بیع سلم کی اور نقد دینے سے پہلے جدا ہو گئے تو جائز نہین ہو اور اگر جدائی سے پہلے دیدیا تو جائز ہے

ولا یجوز التصرف فی راس المال والمسلم فیہ قبل القبض اما عدم جواز التصرف فی راس المال فلان فیہ تفویت القبض
اور راس المال اور مسلم فیہ مین قبضہ سے پہلے تصرف جائز نہین ہو راس المال مین تصرف کا جائز نہونا اسلیے ہو کہ قبضہ فوت ہوتا ہے جو

الواجب بالعقد واما عدم جواز التصرف فی المسلم فیہ فلانہ مبیع والتصرف فیہ قبل القبض لا یجوز وکذا لا یجوز فیہ
عقد سے واجب ہو اور مسلم فیہ مین تصرف جائز نہونا اسلیے ہو کہ وہ مبیع ہو اور اسمین قبضہ سے پہلے تصرف کرنا جائز نہین اور ایسے ہی اسمین

قبل القبض الشرکۃ والتولیۃ ونحوہما لانہ تصرف فیہ قبل القبض فصورۃ الشرکۃ ان یقول رب السلم لرجل اعطنی نصف
قبضہ سے پہلے شرکت جائز نہین اور نہ تولیہ وغیرہ کیونکہ یہ سب قبضہ سے پہلے تصرف ہے کیونکہ شرکت کی صورت یہ ہو کہ رب السلم کسی سے کہے کہ مجھکو آدھا

راس المال لیکون نصف المسلم فیہ لک وصورۃ التولیۃ ان یقول رب السلم لرجل اعطنی جمیع راس المال لیکون جمیع
راس المال دیدو تا کہ آدھا مسلم فیہ تیرا ہو جائے اور تولیہ کی صورت یہ ہو کہ رب السلم کسی سے کہے کہ تمام راس المال مجھکو دیدے تا کہ تمام

المسلم فیہ لک ومن سلم فی کر بر فلما حل الاجل اشتری المسلم الیہ من رجل کرا وامر رب السلم ان یقبضہ
مسلم فیہ تیرا ہو جائے اور اگر کسی نے گیہون کے پیمانہ مین سلم کیا پھر جب مدت گذر گئی تو مسلم الیہ نے کسی شخص سے پیمانہ گیہون کا مول لیکر رب السلم کو حکم دیا کہ اس سے

قضاء لحقه وقبضه لا يكون قضاء لحقه حتى لو هلك المقبوض في يد رب السلم يهلك من مال المسلم إليه ولو أمره

گیہوں اپنے حق کے وصول کرلے اور اسکو لے لیے تو اسکا حق وصول نہوا یہانتک کہ اگر وہ قبضہ کی ہوئی چیز رب السلم کے قبضہ میں تلف ہوجائی تو وہ مسلم الیہ کی جائیگی اور اگر اس گیہوں کے

أن يقبضه له ثم لنفسه فاكتاله له ثم لنفسه يجوز لاجتماع الصفقتين بشرط الكيل فلا بد من الكيل مرتين لنهي

کہ اس گیہوں پر پہلے میری طرف سے قبضہ کرکے پھر اپنے لیے پھر اسنے پہلے اسکے لیے کیل کیے پھر اپنے لیے تو جائز ہے کیونکہ دو عقد بشرط کیل کے ہوئے ہیں لہذا دو دفعہ کیل کرنا ضروری ہے کیونکہ

النبي عليه الصلوة والسلام عن بيع الطعام حتى يجري فيه صاعان ومن أسلم في كر بر فلما حل الأجل دفع إلى المسلم

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے غلہ کے بیچنے سے منع کیا ہے جبتک اسمیں دو بار پیمانہ جاری نہو جائے اور جسنے گیہوں کے پیمانہ میں سلم کیا تو جب مدت گذر گئی تو اسنے مسلم

إليه غرائر وأمره أن يكيل المسلم فيه فيها ففعل وهو غائب لم يكن في الغرائر من جنس المسلم فيه شيء لا يكون

الیہ کو گون دیے اور کہا کہ مسلم فیہ اسمیں ناپ دینا اسنے کیل کرکے بھر دیا، اور وہ غائب رہا اور ان گون میں مسلم فیہ کی جنس سے کچھ نہ تھا تو یہ ادا نہوگا

قضاء حتى لو هلك يهلك من مال المسلم إليه لأن أمره لم يصادف ملكه لكون حقه في الدين لا في العين ويصير المسلم

یہانتک کہ اگر تلف ہو جائیں تو مسلم الیہ کا مال تلف ہوگا اسلیے کہ اسکا حکم اسکے ملک میں متصل نہیں ہوا کیونکہ اسکا حق تو دین میں ہے نہ کہ عین میں اور ایسا ہوگا کہ مسلم

إليه كأنه استعار الغرائر وجعل ملكه فيها ولو اجتمع الدين والعين بأن أسلم رجل في كر بر فلما حل الأجل اشترى

الیہ نے وہ بورے گویا عاریت مانگ کر اپنا مال اسمیں بھر دیا اور اگر دین اور عین جمع ہوجائیں اسطرح کہ کسی شخص نے ایک پیمانہ گیہوں میں بیع سلم کیا اور مدت تمام ہوئی تو رب السلم نے

من المسلم إليه كرا آخر معينا ودفع إليه غرائر يجعل فيها الكر العين والكر الدين فإن جعل العين فيها أولا

مسلم الیہ سے ایک اور پیمانہ گیہوں کا خریدا اور اسکو بورا دیدیا کہ اسمیں وہ معین گیہوں اور وہ گیہوں دین کے بھر دے تو اب اسنے اگر وہ عین اسمیں پہلے بھر دیے

يصير المشتري قابضا لهما جميعا أما العين فلصحة أمره فيه لمصادفته ملكه لأنه ملكه بالشراء فيكون فعل المأمور

تو مشتری دونوں کا قابض ہوجائیگا عین کا تو اسلیے کہ اسمیں اسکا حکم درست ہے کہ اسکے ملک میں واقع ہوا ہے کیونکہ وہ اسکا بوجہ خریداری کے مالک ہوچکا ہے لہذا مامور کا فعل بجائے

كفعل الآمر وأما الدين فلاتصاله بملكه برضاه وبالاتصال بالملك بالرضى يثبت القبض فإن جعل الدين

آمر کے فعل کے ہے اور دین کا قبضہ سو وہ اسکے ملک میں اسکی رضا سے ملجانیکی وجہ سے اور رضامندی کے ساتھ ملک میں ملجانے سے قبضہ ثابت ہوجاتا ہے اور اگر اسنے

فيها أولا لا يصير المشتري قابضا لشيء منهما أما الدين فلعدم صحة أمره فيه لعدم مصادفته ملكه لأن حقه

مسلم فیہ کو پہلے بھر دیا تو مشتری دونوں میں سے کسی کا قابض نہوگا دین کا تو اسلیے کہ اسمیں اسکا امر درست نہیں ہے کیونکہ اسکی ملک پر نہیں ہے اسلیے کہ اسکا حق

في الدين لا في العين وهذا عين فيكون المأمور بجعله في الغرائر متصرفا في ملك نفسه فلا يكون فعله كفعل الآمر

دین میں ہے نہ کہ عین میں اور یہ عین ہے لہذا مامور بوروں کے اندر بھرنے میں اپنے ملک میں تصرف کر رہا ہے لہذا اس کا فعل آمر کے فعل کے مثل نہیں

وأما العين فلأنه خلطه بملكه قبل التسليم وهو استهلاك عند أبي حنيفة رح فينفسخ البيع وههنا نوع آخر من البيع

اور رہا عین سو اسلیے کہ اسنے تسلیم سے پہلے اپنی ملک میں ملا کے اور یہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہلاک کر دینا ہے لہذا بیع فسخ ہو جائیگی اور یہاں بیع کی ایک اور قسم ہے

يسمى استصناعا وهو أن يقول رجل لصانع اصنع لي من مالك شيئا صورته كذا وقدره كذا بكذا درهما بلا ذكر

اسکو استصناع کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایک شخص کسی کاریگر سے کہے کہ میرے لیے اپنے مال میں سے اتنے درہم کی فلانی چیز بنا دے جسکی صورت ایسی ہو اور اتنی بڑی ہو بلا کسی

أجل معلوم فإن كان في ذلك الشيء ما جرى فيه التعامل كالخف والطشت والقمقمة ونحوها يصح استحسانا للإجماع

مدت کا کچھ ذکر کیے پس اگر وہ چیز ایسی ہے جسمیں لوگوں کا عمل درآمد ہوگیا ہے جیسے موزہ اور لگن اور قمقمہ وغیرہ تو استحسانا درست ہے بوجہ اجماع کے جو

الثابت بالتعامل من زمن النبي عليه السلام إلى يومنا هذا ويكون بيعا لا عدة حتى يجبر الصانع على تحصيله

نبی علیہ السلام کے زمانہ سے آج کے دن تک کے رواج سے ثابت ہے اور یہ بیع ہی ہوگی نہ صرف وعدہ یہانتک کہ وہ کاریگر اسکے بنانے پر مجبور کیا جائے گا

ولا يرجع الآمر عنه ولو كان عدة لكان للآمر الرجوع ولم يكن على الصانع الجبر والمبيع هو العين لا عمله حتى لو جاء

اور سائی دینے والا پھر نہیں سکتا اور اگر وعدہ ہوتا تو سائی دینے والا پھر جا سکتا اور کاریگر مجبور نہ کیا جاتا اور مبیع وہ چیز ہے نہ عمل یہانتک کہ اگر وہ

بما صنعه قبل العقد أو صنعه غيره يصح ولو كان المبيع عمله لما صح ولا يتعين المبيع للآمر بلا اختياره حتى يصح للصانع

عقد سے پہلے کا بنا ہوا یا اور کسی کا بنا ہوا لا کر دے تو جائز ہے اور اگر مبیع عمل ہوتا تو جائز نہوتا اور مبیع پسند کیے بغیر سائی دینے والے کی نہیں ہوتی یہانتک کہ کاریگر کو

بیعہ قبل رؤیتہ لا مر ولو تعین لہ لما صح بیعہ ولا ثبت الخیار عند الرؤیۃ لانہ اشتری مالم یرہ فیکون لہ خیار

بنوانیوالے کو دیکھنے سے قبل اسکا بیچنا جائز ہے اور اگر اسکی ہو چکتی تو اسکی بیع جائز نہوتی اور بنوانیوالے کو دیکھنے کیوقت لینے نہ لینے کا اختیار ہے اسلیے کہ بے دیکھے خریدا ہے لہذا اسکو خیار

الرؤیۃ وان لم یکن فی ذلک الشیٔ مما جری فیہ التعامل کالثیاب ونحوھا لا یصح الا اذا ذکر فیہ اجل معلوم وبیّن

رویت ہوگا اور اگر وہ چیز ایسی نہیں جس میں عمل درآمد ہو جیسے کپڑا وغیرہ تو جائز نہیں مگر جبکہ اس میں مدت معین ذکر کر دے اور

شرائط السلم فحینئذ یصح بطریق السلم لا بطریق الاستصناع ثم لما کان احد معنی السلف القرض ناسب

سلم کی سب شرطیں بیان کر دے تو اب بطور بیع سلم کے جائز ہوگی نہ بطور استصناع کے پھر چونکہ ایک معنی سلف کے قرض کے تھے تو

بیانہ ھھنا وان لم یکن مرادا بہ لان الشرع قد اذن فیہ واجمع الامۃ علی جوازہ وھو ان تعطیہ غیرک من المال

یہاں اسکا بیان بھی مناسب معلوم ہوا اگرچہ مراد نہیں ہے کیونکہ شرع نے اسکی اجازت دی ہے اور اسکے جواز پر امت کا اجماع ہے اور قرض یہ ہے کہ تو اپنا مال غیر کو اسلیے دے

لتقضاہ ویجری فی کل کیلی ووزنی وعددی متقارب لا فیما کان متفاوتا کالحیوان والثوب والخشب والاصل فیہ ان

کہ وہ اسکو پھر ادا کر دے اور ہر ایک کیلی اور وزنی اور عددی متقارب میں قرض جائز ہے نہ عددی متفاوت میں جیسے حیوان اور کپڑا اور لکڑی اور قاعدہ اسمیں یہ ہے کہ

کل ما کان من ذوات الامثال ویکون عند الاستھلاک مضمونا بالمثل لا بالقیمۃ یجوز استقراضہ وکل ما لم یکن

جو چیز ذوات الامثال سے ہو اور ہلاک کرنے کے وقت اس کا ضمان مثل سے ہوتا ہو نہ قیمت سے تو اسکا قرض لینا جائز ہے اور جو چیز

من ذوات الامثال ولا یکون عند الاستھلاک مضمونا بالمثل بل بالقیمۃ لا یجوز استقراضہ حتی لو استقرض

ذوات الامثال سے نہیں اور ہلاک کرنے کے وقت اسکا ضمان مثل سے نہیں ہوتا بلکہ قیمت سے ہوتا ہے تو اسکا قرض لینا جائز نہیں ہے یہانتک کہ اگر کسی نے

رجل من اٰخر عبدا او حیوانا اٰخر فقضی بہ دینہ یضمن قیمتہ لان قرض الحیوان فاسد والقرض الفاسد یفید

دوسرے سے غلام یا کوئی حیوان ادھار لیا پھر اپنا قرض ادا کر دیا تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ حیوان کا قرض لینا فاسد ہے اور قرض فاسد

الملک بالقبض فیکون عند الاستھلاک مضمونا بالقیمۃ کالبیع الفاسد ومن دفع الی غیرہ مالا وقال لہ

قبضہ کے بعد ملک کا فائدہ دیتا ہے اور ہلاک کرنیکے وقت اسکا ضمان بیع فاسد کی طرح قیمت سے ہوتا ہے اور اگر کسی نے دوسرے کو مال دیکر کہا

خذ ھذا المال واصرفہ الی حوائجک یکون ذلک المال قرضا لا ھبۃ لان ھذا القول وان کان یحتملھا

یہ مال لے اور اپنی ضرورت میں لگالے تو یہ مال قرض ہوگا ہبہ نہوگا اسلیے کہ اس قول میں اگرچہ ہبہ کا احتمال ہے

الا ان الثابت بہ لا یکون ھبۃ بل یکون قرضا لکونہ ادناھما ولو دفع الیہ ثوبا وقال لہ اکتس بہ لا یکون

لیکن اس سے ہبہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ قرض ہوتا ہے کیونکہ یہی دونوں میں کم ہے اور اگر اسکو کپڑا دیکر کہا کہ اس سے کوئی اٹھایا کر تو

قرضا لکون قرض الثوب فاسدا بل یکون ھبۃ تصحیحا لتصرفہ ومن اخذ من القصاب لحما ولم یذکر

قرض نہوگا کیونکہ کپڑے کا ادھار فاسد ہے بلکہ ہبہ ہوگا تاکہ اسکا تصرف درست رہے اور جسنے قصائی سے گوشت لیا اور یہ نہ بیان کیا

انہ قرض وشراء یکون قرضا فاسدا یملکہ بالقبض ولا یحل لہ اکلہ وذکر فی المنتقی ان اللحم یجوز

کہ یہ ادھار ہے یا مول تو قرض فاسد ہوگا قبضہ سے مالک ہو جائیگا اور کھانا اسکو حلال نہوگا اور منتقی میں مذکور ہے کہ گوشت کا بحساب

استقراضہ وزنا عند اصحابنا وذلک لانہ علی ما ذکر فی نوادر ابن رستم عن محمد مثلی یضمن بالمثل وذکر

وزن کے قرض لینا ہمارے اصحاب کے نزدیک جائز ہے اسلیے کہ گوشت حسب بیان نوادر ابن رستم کے امام محمد سے مثلی ہے اسکا ضمان مثل سے ہوتا ہے اور

فی الجامع الکبیر انہ یضمن بالقیمۃ وقال الاسبیجابی ھذا محمول علی ما اذا انقطع عن ایدی الناس وفی

جامع کبیر میں مذکور ہے کہ گوشت کا ضمان قیمت سے ہوتا ہے اور اسبیجابی کہتے ہیں کہ یہ جب ہے کہ لوگوں کے پاس نہ رہے اور

شرح الطحاوی ان کل موزون مثلی وھذا یقتضی ان یکون اللحم مثلیا وکذا یقتضی ان یکون العنب و

شرح طحاوی میں ہے کہ وزنی ہر چیز مثلی ہو اور یہ اسکو چاہتا ہے کہ گوشت مثلی ہو اور ایسے ہی چاہتا ہے کہ انگور اور

الغزل مثلیا ویجوز استقراض الکاغذ عددا لانہ عددی متقارب ومن اتلف دبس غیرہ یضمن قیمتہ لان

سوت مثلی ہو اور کاغذ کا بحساب عدد کے قرض لینا جائز ہے اسلیے کہ یہ عددی متقارب ہے اور جو شخص کسی کا دوشاب تلف کر دے تو قیمت کا ضمان دیگا اسلیے کہ

ما كان من صنع العباد لا يمكنهم مراعاة المماثلة فيه لتفاوتهم في الحذاقة فعلى هذا كان ينبغي ان لا يجوز

جو چیز آدمیون کی بنائی ہوئی ہوتی ہے اسمین مماثلت ممکن نہین کیونکہ کاریگری مین مختلف ہوتی ہین اس تقریر کے موافق چاہیے کہ اسکا قرض لینا جائز نہو

استقراضه لكن قيل يجوز استقراضه لكونه مثليا على قولهما والعصير مثلي وكذا اذا صار دبسا بغير نار

لیکن کہتے ہین کہ قرض لینا جائز ہو اسلیے صاحبینؒ کے قول پر مثلی ہو اور شیرۂ انگور مثلی ہے اور ایسے ہی اگر وہ پکائے بغیر دوشاب ہو جائے

والدقيق والخبز قيمي فعلى هذا كان ينبغي ان لا يجوز استقراضهما لكن ذكر في فتاوى قاضيخان ان استقراض

اور آٹا اور روٹی ذات القیم ہو اسکے موافق یون چاہیے تھا کہ انکا ادھار لینا جائز نہو لیکن فتاوی قاضی خان مین مذکور ہے کہ آٹے کا قرض لینا بحساب

الدقيق يجوز وزنا وكيلا وكذا يجوز استقراض الخبز وزنا وعددا عند محمد وعند ابي يوسف يجوز وزنا لا عددا و

وزن یا کیل کے جائز ہو اور ایسے ہی روٹی کا قرض لینا وزن سے یا گن کر امام محمد کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک وزن کرکے جائز ہو نہ بحساب عدد

عليه الفتوى ولو استقرض جماعة من رجل دراهم وامروه ان يدفعها الى واحد منهم ودفعها اليه ليس له ان يطلب منه

اور اسی پر فتوی ہے اور اگر ایک جماعت نے ملکر ایک شخص سے کچھ روپیہ قرض مانگے اور سب نے کہا کہ ہم مین سے فلانے شخص کو دینا اور اُسنے انکو دیدیے تو اسکو اختیار نہین کہ اس فلانے سے

الا حصته فقط والتوكيل بقبض القرض صحيح كما اذا قال رجل لاخر اقرضني كذا درهما ثم وكل رجلا بقبضه يصح

سوای اُسکے حصہ کے زیادہ کا تقاضا کرے اور قرض کے قبضہ کرنیکے لیے وکیل بنانا درست ہو جیسے کوئی شخص کسی سے کہے کہ مجھکو اتنے درہم قرض دیدے پھر کسیکو انکو قبضہ کیلیے وکیل بنائے تو صحیح ہے

ولا يصح التوكيل بالاستقراض حتى لا يثبت الملك للموكل فيما استقرض له لان تفويض التصرف في ملك الغير

اور قرض لینے مین وکیل کرنا صحیح نہین حتی کہ وہ قرض جو مؤکل کے لیے لیا ہو اسمین مؤکل کی ملک ثابت نہوگی اسواسطے کہ غیر کے ملک مین تصرف کا حوالہ کرتا ہے

فلا يجوز بخلاف الرسالة فانها صحيحة اذ ليس فيها تفويض التصرف في ملك الغير لكون الرسول سفيرا محضا لانه

لہذا جائز نہین برخلاف رسالت کے کہ یہ صحیح ہو کیونکہ اسمین ملک غیر مین تصرف کا حوالہ کرنا نہین ہے اسلیے کہ رسول صرف واسطہ ہوتا ہے کیونکہ وہ یہ

يقول ارسلني اليك فلان ويستقرض منك كذا فحينئذ يثبت الملك للمرسل والتوكيل بالاقراض صحيح لان تفويض

کہتا ہو کہ مجھکو فلانے نے تیرے پاس بھیجا ہو اور اتنے درہم تجھسے قرض مانگتا ہو لہذا اب بھیجنے والے کی ملک ثابت ہوگی اور قرض دینے مین وکیل کرنا درست ہو کیونکہ یہ

التصرف في ملك نفسه ومن كان له على اخر حنطة وباعها منه بدراهم الى اجل لا يجوز لانه بيع الدين بالدين وقد نهى عنه

اپنے ملک مین تصرف کا حوالہ کرنا ہو اور جیسکے گیہون دوسرے کے ذمہ آتے ہون اور وہ اُسکے ہاتھ ایک مدت پر بیچڈالے تو جائز نہین کیونکہ یہ دین کی دین سے بیع ہو اور اس سے

النبي عليه السلام وطريق الجواز ان يشتري بها منه ثوبا ويقبضه ثم يبيعه منه بدراهم الى اجل وهذا مما يجب

نبی علیہ السلام نے منع کیا ہو اور جواز کا حیلہ یہ ہو کہ اُس سے اُنکے عوض کپڑا خرید کر قبضہ کرلے پھر وہ کپڑا اُسکے ہاتھ بعوض درہم کے کسی مدت پر بیچڈالے اور

حفظه في هذا الزمان لان بعض الناس يستقرض حنطة او شعيرا او غير ذلك مما يجوز استقراضه ويتلفها ثم

اُسکا یاد رکھنا اس زمانے مین واجب ہو اسلیے کہ بعضے آدمی گیہون یا جو وغیرہ جسکا قرض لینا درست ہے قرض لیتے ہین اور خرچ کرڈالتے ہین پھر

يطالبه المالك بها ويعجز عن ادائها ويشتريها منه بدراهم الى اجل وهو فاسد لا يجوز ثم ينبغي ان يعلم ان

مالک اُنکو مانگتا ہو اور انکو ادا نہین کرسکتے تو اسے کسی مدت پر دراہم کے بدلے خرید لیتے ہین یہ بیع فاسد ہے جائز نہین پھر جاننا چاہیے کہ

كل دين حال اذا اجله صاحبه يصير ذلك الدين مؤجلا ويكون تاجيله لازما الا القرض فان تاجيله

جس دین بلا مدت مین مالک مدت ٹھہرائے تو وہ دین مؤجل ہو جاتا ہو اور مدت لازم ہو جاتی ہے بجز قرض کے کہ اس مین مدت

لا يكون لازما بل يجوز للمقرض طلبه متى شاء لانه في الابتداء اعارة وبهذا الاعتبار لا يلزم فيه التاجيل لكونه

لازم نہین ہوتی بلکہ قرض خواہ کو جائز ہو جب چاہے مانگ لے کیونکہ قرض ابتدا مین عاریت ہوتا ہو اور اس اعتبار سے بھی اسمین مدت نہین ہوتی کیونکہ یہ

من التبرعات ولا جبر فيها كما في الاعارة وفي الانتهاء معاوضة وبهذا الاعتبار لا يصح فيه التاجيل لكونه بيع

احسان ہو اور احسان مین کسی کا کچھ زور نہین جیسے عاریت مین اور آخر کو ادلا بدلا ہو جاتا ہو اور اس اعتبار سے بھی اسمین مدت درست نہین ہے کیونکہ یہ

الدراهم بالدراهم نسيئة وهو ربوا وهذا يقتضي ان لا يجوز القرض وانما جوز نظرا الى الابتداء لكن

درہم کا درہم سے ادھار بیچنا ہوا اور یہ سود ہو اور یہ اسکو چاہتا ہو کہ قرض جائز ہی نہو اور یہ صرف بلحاظ ابتدا کے جائز رکھا گیا ہے لیکن

بلا لزوم الاجل فيه ولو اريد كون الاجل لازما فيه فطريقه ان يحيل المستقرض المقرض على رجل بدين له عليه فيؤجل
بغیر مدت کے لازم ہونے کے اور اگر اسمین مدت کا لازم ہونا چاہے تو اسکا طریقہ یہ ہو کہ قرضدار قرضخواہ کو کسی اور پر جسپر اسکا دین آتا ہو حوالہ کر دے پس اب

المقرض ذلك الرجل مدة معلومة فحينئذ يكون الاجل لازما حتى لا يكون للمقرض ان يطالب ذلك الرجل قبل تمام
قرضخواہ اسکے لیے کوئی معین مدت مقرر کردے تو اب یہ مدت لازم ہوجائیگی یہانتک کہ قرضخواہ کو یہ نہین پہونچتا کہ اس سے اس مدت کے ختم ہونیسے پہلے تقاضا کرے

تلك المدة

المجلس الخامس والسبعون في بيان السؤال الحرام والوعيد فيه وفي اي موضع يجوز

پچھتروین مجلس سوال حرام اور اسکے وعید کے بیان مین اور کس موقع پر جائز ہے

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما يزال الرجل يسأل الناس حتى يأتي يوم القيمة ليس في
فرمایا رسول الله صلی الله علیه وسلم نے آدمی ہمیشہ لوگون سے سوال کرتا رہتا ہو یہانتک کہ قیامت کے دن آئیگا

وجهه مزعة لحم هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابن عمر والمزعة بضم الميم وسكون الزاي المعجمة وبالعين
کہ اسکے چہرے پر گوشت نہوگا یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون سے ہے ابن عمر کی روایت ہے اور مزعہ میم کے پیش اور زای نقطہ دار کے جزم اور عین

المهملة قطعة لحم والمراد بعدمها يوم القيمة في وجه السائل ما يلحقه في الآخرة من الفضاحة والهوان لان السؤال
بے نقطہ سے گوشت کے ٹکڑے کو کہتے ہین اور قیامت کے دن سائل کے منہ پر نہونیسے وہ مراد ہے جو آخرت مین اسکو فضیحت اور ذلت پیش آئیگی اسلیے کہ سوال

حرام في الاصل ولا يباح الا عند الضرورة وانما كان الاصل فيه الحرمة لانه لا ينفك عن عدة امور محرمة الاول
اصل مین حرام ہے اور بلا ضرورت مباح نہین ہے اور سوال اصل مین حرام اسلیے ہو کہ سوال کئی حرامون سے خالی نہین ہوتا اول

اظهار الشكوى من الله تعالى فكما ان العبد المملوك اذا سأل يكون سؤاله تشنيعا على مولاه فكذلك سؤال
الله تعالی کی شکایت کا ظاہر کرنا کیونکہ مملوک غلام اگر بھیک مانگے تو اس کے مانگنے سے مولی کو عار آتی ہے ایسے ہی سوال

العبد يكون تشنيعا على الله تعالى وهذا يقتضي ان يحرم السؤال فلا يحل الا عند الضرورة كما لا يحل الميتة الا عند
بندے کا الله تعالی کو برا لگتا ہے اور یہ اسکو چاہتا ہو کہ سوال حرام ہو اور بلا ضرورت حلال نہو جیسے مردار بجز ضرورت کے حلال نہین

الضرورة والثاني اذلال نفسه لغير الله تعالى وليس للمؤمن ان يذل نفسه لغير الله تعالى بل الواجب عليه ان يذل نفسه
اور دوسرے اپنے آپکو غیر الله کے سامنے ذلیل کرنا اور مومن کو نچاہیے کہ اپنے آپکو غیر الله کے سامنے ذلیل کرے بلکہ اسپر یہ واجب ہو کہ اپنے کو

لله تعالى اذ فيه عزه وشرفه في الدنيا وفي الآخرة والثالث ايذاء المسؤل غالبا لانه ربما لا يسمح نفسه بالبذل ويستحيي
خدا ہی کے سامنے ذلیل کرے کیونکہ اسمین دنیا اور آخرت مین اسکی عزت اور شرافت ہو اور تیسرے غالبا جس سے سوال کیا ہو اسکو ستانا اسلیے کہ شاید دینیکو دل نچاہے اور اس سے شرماتا ہے

ان يرى بالمنع في صورة البخلاء ففي البذل نقصان ماله وفي المنع نقصان جاهه وبكل منهما يحصل له الايذاء
کہ ندینے سے بخیلون کی صورت بنے پس دینے مین تو مال کا نقصان ہے اور ندینے مین عزت کا نقصان ہے اور ہر ایک سے اسکو ایذا ہوتی ہے

والايذاء حرام لا يحل الا عند الضرورة ثم انه ان بذل لا يبذل الا حياء او رياء فيحرم على الآخذ اخذه اذا فهمت
اور ایذا دینا حرام ہو بلا ضرورت حلال نہین پھر اگر اسنے دیا تو شرما شرمی یا ریا کے واسطے دیگا پس لینے والے پر اسکا لینا بھی حرام ہے جب تو نے

هذه المحظورات فهمت قوله عليه السلام مسألة الناس من الفواحش ما احل من الفواحش غيرها فانظر
یہ خرابیان سمجھ لین تو نبی علیه السلام کے اس قول کے معنی بھی تو سمجھ گیا کہ سوال کرنا آدمیون سے فواحش سے ہو فواحش مین سوا اسکے کوئی حلال نہین پس دیکھ تو سہی

كيف سماها فاحشة ولا خفاء ان الفاحشة لا تباح الا عند الضرورة واختلف العلماء في اي وقت يحل
کیسے اسکا نام فاحشہ رکھا ہو اور ظاہر ہو کہ فاحشہ بلا ضرورت مباح نہین ہوتا اور علما کا اسمین اختلاف ہو کہ کس وقت

السؤال فقال بعضهم من وجد غداء يومه وعشاء ليلته لا يحل له السؤال وقال بعضهم من قدر على
سوال کرنا حلال ہو بعضے کہتے ہین جسکے پاس ایک دن رات کا کھانا موجود ہو اسکو سوال کرنا حلال نہین اور بعضے کہتے ہین جو شخص

الكسب لا يحل له ان يسأل الا اذا استغرق اوقاته بطلب العلم وقال بعضهم ليس لنا وضع المقادير بل نستدرك
کما سکتا ہو اسکو سوال کرنا درست نہین مگر جب اسکا سارا وقت علم کی تحصیل مین بھر جائے اور بعضے کہتے ہین ہمکو مقدار مقرر کرنے کا اختیار نہین بلکہ اس کا علم

ذلك بالتوقیف وقد ورد فی الحدیث انه علیه السلام قال استغنوا بغناء الله تعالیٰ قالوا وما هو یا رسول الله
نقل پر موقوف ہے اور بیشک حدیث میں آیا ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا غنی رہو اللہ تعالیٰ کی غنا سے صحابہ نے پوچھا وہ کیا ہے یا رسول اللہ

قال غداء یوم وعشاء لیلة وفی حدیث اخر انه علیه الصلوة والسلام قال من سأل وله خمسون درهما او عدلها
فرمایا کھانا صبح کا اور کھانا رات کا اور ایک اور حدیث میں ہو کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جو شخص مانگے اور اسکے پاس پچاس درہم یا اسکے برابر

من الذهب فقد سأل الحافا وفی لفظ اخر اربعون درهما فمهما اختلفت الروایات فی التقدیرات یلزم ان یحمل
سونا ہو تو اسکا سوال لپاجت کا ہو اور ایک روایت میں چالیس درہم آئے ہیں پس جب مقدار کی روایتیں مختلف ہیں تو لازم ہے کہ

علی احوال مختلفة فما یحتاج الیه السائل فی الحال من طعام یومه ولیلته ولباس یلبسه وما وی یسکنه
اختلاف احوال پر محمول کیجائیں پس جس چیز کا سائل اسیوقت محتاج ہو مثلاً دن اور رات کے کھانے کا اور کپڑے پہننے کا اور رہنے کے گھر کا

فلا شك فیه واما سؤال المستقبل فله فیه ثلث درجات احدها ما یحتاج الیه غدا والثانیة ما یحتاج الیه
تو اسکے جواز میں کچھ شک نہیں رہا آیندہ کے لیے مانگنا تو اسمیں سائل کے تین درجہ ہیں ایک وہ جس کا کل ہی محتاج ہو اور دوسرا وہ جس کا

بعد اربعین یوما او خمسین یوما والثالثة ما یحتاج الیه فی السنة فنقطع ان من معه ما یکفیه ولعیاله سنة
چالیس یا پچاس دن کے بعد محتاج ہو اور تیسرا وہ جسکا سال بھر میں محتاج ہو پس اسکا تو ہمکو یقین ہو کہ جسکے پاس اتنا ہو کہ سال بھر تک اسکو اور اسکے بال بچوں کو کفایت کرے

فسؤاله حرام لان ذلك غایة الغناء فان کان یحتاج الیه قبل السنة لکن یقدر علی السؤال فی ذلك الوقت
تو اسکو مانگنا حرام ہو کیونکہ یہ بڑی ہی غنا ہو پھر اگر سال سے پہلے حاجتمند ہو لیکن اسوقت بھی سوال کر سکتا ہے اور

لا یفوت فرصة السؤال لا یحل له السؤال لانه مستغن عن السؤال فی الحال وربما لا یعیش الی الغد فیکون
فرصت سوال کی ہاتھ سے نجائیگی تو اسکو سوال کرنا حلال نہیں کیونکہ ابھی سوال کی حاجت نہیں اور شاید کل تک جیتا نرہے تو آسنے اسکا

قد سأل ما لا یحتاج الیه اذ وجد عنده ما یکفیه من غداء یومه ولیلته وان کان یفوته فرصة السؤال ولا یجد من
سوال کیا جسکی ضرورت نہیں اسلیے کہ اسکے پاس اتنا تھا جو صبح اور شام کے کھانیکو کافی ہو اور اگر سوال کی فرصت ہاتھ سے جاتی رہے کہ اگر سوال پھر پر رکھے

یعطیه لو اخر السؤال یباح له السؤال لان البقاء الی السنة غیر بعید وهو بتاخیر السؤال یخاف ان یبقی
تو دینے والا نہ ملے گا تو اب سوال کرنا مباح ہو کیونکہ برس بھر جینا کچھ بعید نہیں اور سوال میں دیر کرنے سے اسکو یہ خوف ہے کہ

مضطرا عاجزا عما یغنیه وتراخی المدة التی یحتاج فیها الی السؤال لا یقبل الضبط وهو منوطة باجتهاده ونظره
اپنی ضروریات میں مضطر عاجز رہ جائے اور دیر کرنا اس مدت تک جسمیں سوال کی ضرورت ہو قابل مقرر کرنیکے نہیں وہ صرف اسکے اجتہاد اور اپنی جان کی خیرخواہی پر

لنفسه فیستفتی قلبه ویعمل به ولا یصغی الی تخویف الشیطان لانه یعد الفقر ویأمر بالفحشاء والسؤال بالفحشاء التی
موقوف ہو پس یہ شخص اپنے دل سے فتوی لے اور اسپر عمل کرے اور شیطان کے ڈرانے پر کان نہ دھرے کیونکہ وہ تو فقر کا وعدہ اور فحشاء کا حکم کیا کرتا ہو اور سوال بھی وہ فحش ہے جو

ابیحت للضرورة فان من عجز عن الکسب واشتد جوعه وخاف علی نفسه یلزمه السؤال لان السؤال نوع اکتساب لما روی انه
ضرورت کیلیے مباح سمجھا ہو کیونکہ جو شخص کمائی سے ناچار ہو اور بھوک بہت تیز لگے اور اپنی جان کا خوف ہو تو اسکو سوال کرنا لازم ہے کیونکہ سوال بھی ایک طرح کی کمائی ہو اسلیے کہ روایت ہو کہ نبی

علیه الصلوة والسلام قال السؤال اخر الکسب فان ترك السؤال فی تلك الحالة حتی مات یاثم لانه القی نفسه
علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ سوال ناچاری کی کمائی ہو پس اگر ایسی حالت میں سوال نہ کیا یہانتک کہ مرگیا تو گنہگار ہوگا کیونکہ اسنے اپنی جان کو

الی التهلکة اذ کان السؤال یوصله الی ما یقوم به نفسه فی تلك الحالة کالکسب ولا ذل فی السؤال فی تلك الحالة
ہلاکت میں ڈالا اسواسطے کہ سوال سے وہ چیز میسر ہوتی ہے جس سے اسکی جان اس حالت میں بچ جائے جیسے کمائی سے اور ایسی حالت میں مانگنے سے کچھ ذلت نہیں

وانما الذل اذا سأل من غیر حاجة فان من له قوت یومه لا یحل له السؤال لانه یذل نفسه من غیر ضرورة
اور ذلت تو جب ہو کہ بلاضرورت مانگے پس جسکے پاس ایک دن کا کھانا ہو اسکو سوال کرنا حلال نہیں کیونکہ اپنے آپ کو بے ضرورت ذلیل کرتا ہے

وهو حرام لما روی انه علیه السلام قال لا یحل للمسلم ان یذل نفسه وان عجز عن طلب القوت لنفسه
اور یہ حرام ہے اسلیے کہ روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ مسلم کو حلال نہیں ہے کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے اور اگر وہ اپنے لیے کچھ نہ کما سکے

يفترض على كل من علم حاله ان يطعمه او يدل عليه من يطعمه صونا له عن الهلاك وان امتنعوا من ذلك

جو اسکے حال پر واقف ہو اسپر فرض ہے کہ اسکو کھانا دے یا ایسے کو بتلا دے کہ وہ اسکو کھانا دے ہلاکت سے اسکو بچانے کی غرض سے اور اگر سب دینے سے باز رہے

حتى مات يشتركون في الاثم وان اطعمه واحد يسقط الاثم عن الباقين قال الحسن البصري وابو عبيد من كان له

یہانتک کہ وہ مر گیا تو سب گناہ میں شریک ہیں اور اگر کسی ایک نے بھی کھلا دیا تو سب سے گناہ جاتا رہا حسن بصری اور ابو عبید کہتے ہیں جسکے پاس

اربعون درهما فهو غني وذهب الثوري وابن المبارك واحمد بن حنبل وطائفة من العلماء الى ان

چالیس درہم ہوں وہ غنی ہے اور ثوری اور ابن مبارک اور احمد بن حنبل اور علما کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ

من كان له خمسون درهما او قيمتها من الذهب لا يدفع اليه شيء من الزكوة وقالت الحنفية يجوز دفع

جسکے پاس پچاس درہم ہوں یا اس قیمت کا سونا تو ایسے کو زکوٰۃ میں سے کچھ نہ دینا چاہیے اور حنفیہ کہتے ہیں ایسے شخص کو

الزكوة الى من يملك دون النصاب وان كان صحيحا مكتسبا مع قولهم من كان له قوت يومه لا يحل له

زکوٰۃ دینا درست ہے جو پورے نصاب کا مالک نہ ہو اگرچہ تندرست کمانے والا ہو باوجودیکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جسکے پاس ایک روز کا گذارا ہو اسکو سوال کرنا حلال نہیں

السؤال وذكر في الخانية ان القادر على الغداء والعشاء يحرم سؤال الغداء والعشاء ويجوز معها سؤال الجبة

اور خانیہ میں مذکور ہے کہ صبح شام کے کھانے کی قدرت صبح شام کا کھانا مانگنا حرام کر دیتی ہے پھر بھی مانگنا کرتے اور چادر کا جائز ہے

والكساء وقال الزيلعي وكذا الفقير القوي يحرم عليه السؤال وروي ان عمر سمع سائلا يسأل بعد المغرب فقال

اور زیلعی نے کہا ہے اور ایسے ہی ہٹے کٹے فقیر کو سوال کرنا حرام ہے اور روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک سائل کو بعد مغرب کے مانگتے ہوئے سنا پس

لواحد من قومه عش الرجل فعشاه ثم سمعه ثانيا يسأل فقال الم اقل لك عش الرجل

اپنے ایک خادم سے کہا شام کو کھانا کھلا دے [illegible] پھر اسکو دوبارہ مانگتا ہوا سنا پس فرمایا کیا میں نے تجھ سے نہ کہا تھا کہ اس شخص کو کھانا کھلا دے

فقال قد عشيته يا امير المؤمنين فنظر عمر فاذا تحت يده مخلاة مملوة خبزا فقال انك لست سائلا ولكنك تاجر

عرض کیا یا امیر المؤمنین میں نے کھلا دیا تھا [illegible] اسکی بغل میں [illegible] روٹیوں سے بھرا ہوا ہے پس فرمایا تو مانگنے والا نہیں ہے بلکہ تو

تاجر ثم اخذ المخلاة ونثرها فيما بين يدي ابل الصدقة وضربه بالدرة وقال لا تعد ولو لم يكن سؤاله حراما لما ضربه

سوداگر ہے پھر اسکا تھیلا لیکر جو اسمیں تھا سب خیرات کے اونٹوں کے آگے بکھیر دیا اور اسکو کوڑے سے مارا [illegible] سوال کرنا حرام ہوتا تو اسکو نہ مارتے

ولما اخذ مخلاته ونثر ما فيها بين يدي الابل لانه كان للتاديب فيجوز تاديب السائل والاخذ منه وزجره

اور اسکا تھیلا لیکر جو اسمیں تھا اونٹوں کے آگے نہ ڈالتے [illegible] پس سائل کی تادیب اور دھمکانا جائز ہے

اذا كان سؤاله على غير وجه الشرع واما اخذ ماله فانه رأى انه مستغن عن السؤال وعلم ان من اعطاه انما

جب اسکا سوال وجہ شرعی سے نہ ہو اور اسکے مال کا لینا سو انہوں نے دیکھا کہ وہ سوال سے غنی ہے اور جان لیا کہ جس نے اسکو دیا ہے

اعطاه على اعتقاد انه محتاج وقد كان كاذبا في اظهار الحاجة ولم يدخل في ملكه باخذه مع التلبيس

سمجھ کر دیا ہے کہ وہ محتاج ہے اور بیشک یہ سائل حاجت کے اظہار میں جھوٹا تھا اور مکر و فریب سے لینے کی وجہ سے [illegible] نہیں آیا اور

تمييزه ورده الى اصحابه اذ لا يعرف اصحابه باعيانهم فبقي مالا لا مالك له فوجب صرفه الى مصالح المسلمين

پہچان کر مالکوں کو واپس کرنا دشوار ہے کیونکہ بعینہ وہی لوگ معلوم ہو نہیں سکتے لہذا یہ مال بلا مالک ہو گیا پس اسکو مصالح مسلمین میں صرف کرنا واجب ہے

وابل الصدقة وعلفها من مصالح المسلمين فصرفه فيها فعلم من فعل عمرؓ ان السائل اذا تجاوز حد الشرع

اور صدقہ کے اونٹ اور انکا چارہ مصالح مسلمین سے ہے لہذا اسمیں صرف کر دیا پس حضرت عمرؓ کے فعل سے معلوم ہوا کہ سائل جب حد شرعی سے بڑھ جائے

يجوز زجره وتاديبه واما قوله تعالى واما السائل فلا تنهر فهذا في حق السائل [illegible] ان من يسأل

تو اسکی تنبیہ اور تادیب جائز ہے رہا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اور سائل کو نہ جھڑک سو یہ بضرورت سوال کرنیوالے کے لیے ہے بیشک جو شخص

لفاقة وحاجة وكان سؤاله على وجه الشرع يكون زجره معصية لكونه يريد الآخرة على ما قال ابراهيم النخعي

فاقہ اور ضرورت سے مانگتا ہو اور اسکا سوال وجہ شرعی سے ہو تو ایسے کا جھڑکنا گناہ ہے کیونکہ وہ طالب آخرت ہے موافق قول ابراہیم نخعی کے

ان السائل يريد الآخرة الى باب احدكم فيقول تبعثون شيئا الى اهليكم وقال ابراهيم بن ادهم نعم القوم السؤال
کہ سائل آخرت کا طالب ہوتا ہے جو تمہارے دروازہ پر آ کے کہتا ہے کیا کچھ اپنے لوگوں کو بھیجتے ہو اور ابراہیم بن ادہم کہتے ہیں مانگنے والے کیا خوب لوگ ہیں

يحملون زادنا الى الآخرة فاذا كان كذلك لا ينبغي ان يردهم وما ينبغي ان يعطى شيئا ولو كان قليلا خيفة ان يكون
ہمارا توشہ آخرت میں اٹھائے چلتے ہیں پس جب ایسا ہو تو مناسب نہیں کہ محروم لوٹا دیا جائے بلکہ اسکو کچھ نہ کچھ دیا چاہیے اگرچہ تھوڑا سا ہو اس

صادقا في اظهار الحاجة فيهلك من يرده محروما اذا قدر على عطائه شيئا واما اذا لم يقدر على عطائه شيئا
خوف سے کہ شاید اپنی حاجت بیان کرنے میں سچا ہو اسکو محروم پھیر دینے والا ہلاکت میں پڑے اگر اسکو کچھ دینے پر قدرت رکھتا ہو اور اگر کچھ دینے کا مقدور نہیں ہے

فينبغي له ان يرده برد جميل من القول ولا يزجره ولا يغلظ له القول الا اذا الح عليه فحينئذ يجوز زجره وتغليظ القول عليه
تو لائق ہو کہ اچھی نرم بات کہکر پھیر دے اور اسکو جھڑکے نہیں اور نہ سخت بات کہے مگر جب وہ ضد کرے تو اب جھڑکنا اور اسکو سخت کہنا جائز ہے

كما قال بعض العلماء اذا سأل فقير من انسان شيئا فرده برد جميل من القول ثم الح عليه الفقير يجوز ان يزجره
جیسا کہ بعضے علما کہتے ہیں کہ جب فقیر نے کسی شخص سے کچھ مانگا پس اُسنے اسکو نرم بات سے جواب دیدیا پھر فقیر وہیں اڑ جائے تو اسکا جھڑکنا

ويغلظ عليه القول بان يقول له ما هذا الالحاح خف الله تعالى ولا تؤذ الناس بالحاحك فان الالحاح ممنوع
اور سخت کہنا جائز ہو کہ اسطرح کہے کہ یہ کیا ضد ہے خدا سے ڈر اپنے الحاح سے لوگوں کو مت ستا کیونکہ ضد ممنوع ہے

وكذا السائل الذي يسأل في المسجد ويؤذي الناس بتخطي رقابهم لا ينبغي ان يتصدق عليه لانه اعانة على
اور ایسے ہی جو سائل مسجد میں مانگتا ہو اور نمازیوں کی گردنیں پھاندکر ستاتا ہو تو ایسے کو دینا نہ چاہیے اسلیے کہ یہ

الاثم في المسجد كما قال قاضيخان في فتاواه لا ينبغي ان يتصدق على السائل في المسجد الجامع لان ذلك اعانة
مسجد میں گناہ کرنیکی امداد ہو چنانچہ قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے کہ جامع مسجد میں سوال کرنیوالے کو خیرات نہ دینا چاہیے کیونکہ یہ

له على اذى الناس وعن ابي نصر العياضي انه قال من اخرج السؤال عن الجامع ارجوان يغفر الله له باخراجهم
لوگوں کے ستانے پر امداد ہے اور ابی نصر عیاضی سے روایت ہے وہ کہتے تھے جو شخص سائل کو جامع مسجد سے نکالدے مجھکو امید ہے کہ خدا اسکو مسجد سے نکالنے کیوجہ سے بخشدے

عن المسجد وعن خلف بن ايوب انه قال لو كنت قاضيا لم اقبل شهادة من يتصدق على السائل في المسجد وعن
اور خلف بن ایوب سے روایت ہے کہ کہا اگر میں قاضی ہوتا تو مسجد کے سائل کو خیرات دینے والے کی گواہی قبول نہ کرتا اور

ابي بكر بن اسمعيل انه قال هذا فلس واحد يحتاج الى سبعين فلسا ليكون تلك السبعون كفارة لذلك الفلس الواحد
ابی بکر بن اسماعیل سے روایت ہو انھوں نے کہا یہ ایک پیسہ ستر پیسوں کا محتاج ہو تاکہ وہ ستر اس ایک پیسے کے کفارہ ہوں

وعن ابي مطيع البلخي انه قال لا يحل للرجل ان يعطي سؤال المساجد لما فيه من الوعيد فان كان السائل
اور ابو مطیع بلخی سے روایت ہو کہ کہا مسجد کے سائلوں کو دینا کسی کو حلال نہیں کیونکہ اسمیں وعید آئی ہے پس اگر سائل

لا يتخطى رقاب الناس ولا يمر بين يدي المصلي ويسأل الامر لا بد منه ولا يسأل الحافا فلا بأس بالسؤال والتصدق
لوگوں کی گردنیں نہ پھاندتا ہو اور نہ نمازیوں کے سامنے پھرتا ہو اور ناچاری سے سوال کرتا ہو اور ضد نہ کرتا ہو تو مانگنے اور دینے کا کچھ مضائقہ نہیں

عليه لما روي ان السؤال كانوا يسألون على عهد رسول الله عليه الصلوة والسلام في المسجد حتى روي ان عليا
کیونکہ روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سائل لوگ مسجد میں مانگا کرتے تھے یہانتک کہ روایت ہو کہ حضرت علی رض نے

تصدق بخاتمه وهو في الركوع فمدحه الله تعالى بقوله ويؤتون الزكوة وهم راكعون وذكر في نصاب الاحتساب ان
عین رکوع کے اندر اپنی انگوٹھی دیدی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس قول میں انکی تعریف فرمائی اور دیتے ہیں زکوۃ اور وہ رکوع میں ہیں اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہو کہ

القاضي سئل عن التصدق على سؤال المسجد الجامع في وقت الخطبة وقبلها هل يجوز ام لا فقال اما في الخطبة
قاضی سے کسی نے جامع مسجد کے مانگنے والوں کو خطبہ کے وقت اور خطبہ سے قبل صدقہ دینے کا مسئلہ پوچھا قاضی نے جواب دیا خطبہ کے وقت

فلا يجوز التصدق بحال من الاحوال وان خيف الهلاك على السائل لان في وقت الخطبة لا يجوز الصلوة
تو خیرات کرنا کسی حالت میں جائز نہیں ہے اگرچہ سائل کے ہلاک کا خوف ہو اسلیے کہ خطبہ کے وقت نماز جائز نہیں

التی ھی اصل العبادات واساسہا ولا التسبیح والتہلیل وقراءۃ القرآن فضلا عن التصدق واما قبل الخطبۃ فہی

جو تمام عبادات مین عمدہ اور اسکی بنیاد ہو اور نہ سبحان اللہ پڑھنا اور نہ لا الہ الا اللہ کہنا اور نہ قرآن مجید کی تلاوت تو صدقہ کی کیا اصل ہے اور رہا خطبہ سے پہلے اسکے

علی وجہین ان کان السائل یلزم مکانہ ولا یدور من صف الی صف ولا یتخطی رقاب الناس فالتصدق علیہ یجوز

دو حال ہین اگر سائل اپنی جگہ بیٹھا ہوا ہو ایک صف سے دوسری صف مین گھومتا نہین پھرتا اور گردنون پر سے پھاندتا ہو تو ایسے کو دیدینا جائز ہے

ویثاب علیہ اما اذا کان یتخطی رقاب الناس فالتصدق علیہ حرام ومن تصدق علیہ یشارکہ فی وزرہ

اور ثواب ہو اور رہا وہ سائل جو لوگون کی گردنون پر پھاندے سو ایسے کو دینا حرام ہے اور جو شخص ایسے کو دیگا اسکے گناہ مین شریک ہوگا

الذی یعتریہ من المرور بین یدی المصلی وتشوش فی القراءۃ وتخطی رقاب الناس وروی انہ علیہ الصلوۃ والسلام

جو اسپر نمازیون کے سامنے پھرنے اور قرارت مین خیال کے بٹانے اور نمازیون کی گردنون پر سے پھاندنے سے ہوتا ہو اور روایت ہو کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے

قال اذا کان یوم القیمۃ ینادی مناد لیقم اعداء اللہ فلا یقوم الا سؤال المساجد لان المساجد انما بنیت

فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو منادی آواز دیگا سنو چاہیے کہ خدا کے دشمن کھڑے ہوجائین پس بجز مسجد کے منگتون کے کوئی نہ کھڑا ہوگا کیونکہ مسجد ین

للصلوۃ والذکر لا للکسب والشکایۃ من اللہ تعالی فان الانسان اذا جاء دار ملک وھو جالس مع احد قائم

صرف نماز اور یاد الٰہی کیواسطے بنائی گئی ہین نہ کمائی اور اللہ تعالی کی شکایت کے لیے کیونکہ اگر کوئی انسان بادشاہ کے دربار مین ایسے وقت جائے کہ وہ اپنے دوستون مین بیٹھا ہو

فیشکو منہ بین یدی احد قائمہ فانہ یغضب علیہ لا محالۃ فکذلک ھھنا فعلی ھذا کان القیاس ان لا یجوز التصدق

پھر اسکی شکایت اسکے دوستون کے سامنے کرنے لگے تو وہ بادشاہ ضرور اسپر خفا ہوگا ایسی ہی یہان ہے اسکے موافق قیاس یہ تھا کہ

علی سؤال المساجد اصلا لما ذکر من المنقول والمعقول لکن استحسن فی السائل الذی یسأل لحاجۃ ولا یتخطی

مسجد کے منگتون کو صدقہ دینا بالکل جائز نہو ان عقلی اور نقلی دلیلون سے جو مذکور ہوچکین لیکن ایسے سائل کے لیے جو حاجتمند ہو اور

رقاب الناس ولا یسأل الحافا بالنصوص العامۃ فی التصدق وفی حق السائل والحاصل ان السؤال قد ورد

نمازیون کی گردنون پر نہ پھاندتا ہو اور ضد کرکے نہ سوال کرتا ہو استحسانا جائز ہے بوجہ عام نصوص کے جو صدقہ دینے اور سائل کے حق مین ہین خلاصہ یہ کہ سوال مین

فیہ ما یدل علی جوازہ وما یدل علی عدم جوازہ فیکون قسمین احدھما جائز فیجوز الاعطاء لاجلہ والاخر

بعضی روایتین جواز کی آئی ہین اور بعضی ناجائز ہونیکی لہذا سوال دو قسم کا ہوا ایک تو جائز کہ اسمین دینا جائز ہے اور دوسرا

غیر جائز فلا یجوز الاعطاء لاجلہ واذا لم یعلم حال السائل ھل یسأل عن حاجۃ او عن غیر حاجۃ و

ممنوع اسمین دینا جائز نہین اور جب سائل کا حال معلوم نہو کہ ضرورت سے مانگتا ہے یا بلا ضرورت اور

لم یظہر منہ ما یخالف الشرع ینبغی للمؤمن ان لا یردہ محروما اذا قدر علی اعطائہ شیئا لاحتمال ان یکون

اس سے کوئی بات ظاہر نہو جو شرع کے خلاف ہو تو مومن کو چاہیے کہ ایسے کو محروم نہ پھیرے اگر کچھ دینے کی قدرت ہو شاید وہ محتاج ہو

محتاجا فلا یفلح من یردہ محروما اذا قدر علی اعطائہ شیئا وقد حکی عن بعض الفقراء انہ ضعف من الجوع فقیل

پس محروم رکھنے والے کی بہتری نہوگی اگر کچھ دینے کی قدرت ہوگی اور کسی فقیر کی حکایت ہے کہ وہ مارے بھوک کے ناتوان ہوگیا کسی نے کہا

لہ لم لا تسأل والسؤال حلال علیک الآن فقال اخاف ان اسأل الناس فیردونی محروما مع قدرتہم علی

تو مانگتا کیون نہین تجھکو تو سوال حلال ہو اسنے کہا مجھکو یہ ڈر ہو کہ مین لوگون سے مانگون پھر وہ مجھکو باوجود دینے کی قدرت ہونیکے محروم پھیر دین

الاعطاء فیہلکہم اللہ تعالی ثم ینبغی ان یعلم ان العلماء اذا سألوا فی مجلس علم شیئا من الناس لا یحل

لہذا اللہ تعالی انکو ہلاک کرڈالے پھر یہ سمجھنے کی بات ہو کہ اگر علما مجلس علم مین لوگون سے کچھ مانگین تو یہ انکو حلال نہین

لہم ذلک لکون ذلک اکتسابا بالعلم والطاعۃ سواء سألوا لانفسہم ولغیرہم ومن السؤال المذموم اھداء

کیونکہ یہ تو علم اور طاعت سے کمانا ہو خواہ اپنے لیے طلب کرین یا غیر کے واسطے اور برے سوال مین سے ایک یہ ہو کہ

قلیل لاخذ کثیر کما یفعل فی دعوۃ العرس والختان وفی اتخاذ الغنم لاجل النسل اذ قیل فیہ نزل قولہ تعالی ولا تمنن

بہت لینے کے لیے تھوڑا سا تحفہ دینا جیسا کہ ولیمہ اور ختنون کی دعوت مین ہوتا ہو اور نسل کے واسطے بکریان پالنا کیونکہ کہتے ہین کہ یہ آیت اسی باب مین نازل ہوئی ہو اور نہ کر احسان

تستکثر ثم ینبغی ان یعلم ایضا انہ علیہ السلام قال لابی بکرؓ وابی ذرؓ وثوبانؓ لا تسألن احدا شیئا وان سقط
کہ وہ زیادہ دے پھر یہ بھی جاننا چاہیے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ اور ابوذرؓ اور ثوبانؓ سے فرمایا کہ کسی سے کچھ نہ مانگنا اگرچہ تیرا کوڑا گر پڑے
سوطک وکان ابوبکر وثوبان ینزلان عند سقوط سوطہما فی جمع مایکون من الناس ولا یقولان للمشاۃ
اور ابوبکرؓ اور ثوبانؓ کا یہ حال تھا کہ لوگوں کے مجمع میں کوڑا اگر پڑ نیکے وقت خود اتر پڑتے اور کسی پاس کے چلنے والے سے نہ کہتے
عند ہما ناولونیہ فدل ہذا علی ان حرمۃ السؤال لا تقتصر علی سؤال المال بل تعم الاستخدام وسؤال النفقۃ
کہ کوڑا اٹھادو اس سے معلوم ہوا کہ سوال کی حرمت مال پر منحصر نہیں ہے بلکہ خدمت کو بھی شامل ہے اور سوال نفقہ کا بھی
عمن لا حق لہ فیہ خصوصا ان کان صبیا او مملوکا للغیر اما صبی نفسہ فیجوز استخدامہ لتہذیبہ وتادیبہ
خصوصًا ایسے شخص سے کہ اسمیں حقدار نہیں اگرچہ نابالغ یا غیر کا غلام ہو البتہ اگر اپنا لڑکا ہو تو اس سے خدمت لینا تہذیب تادیب کے لیے واجب ہے
وکذلک یجوز استخدام مملوکہ واجیرہ وزوجتہ فی مصالح داخل بیتہ وتلمیذہ باذنہ ان کان بالغا وباذن
اور ایسے ہی اپنے غلام سے اور مزدور سے خدمت لینی اور اپنی بیوی سے گھر کے اندر کے کاروبار میں اور اپنے شاگرد سے بشرطِ اجازت اگر بالغ ہو اور باجازت
ولیہ ان کان صبیا یسر نا اللہ تعالیٰ اعمالا موافقا لرضائہ المجلس السادس والسبعون فی بیان
ولی اگر نابالغ ہو الٰہی ہم پر اپنی رضا کے موافق عمل آسان کر چھہتر دین مجلس
حقوق الممالیک علی المولی وغیرہ من الاحکام قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للمملوک
غلاموں کے حقوق مولیٰ پر اور سوا اسکے اور احکام کے بیان میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کے لیے ہے
طعامہ وکسوتہ ولا یکلف من العمل الا ما یطیق ہذا الحدیث من صحاح المصابیح رواہ ابوہریرۃؓ ومعناہ ان
اسکا کھانا اور پہننا اور طاقت سے زیادہ کام کی تکلیف نہ دیجائے یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے ابوہریرہؓ کی روایت سے اور اسکے معنی یہ ہیں کہ
المملوک عبدا کان او امۃ یجب علی مولاہ من نفقتہ قدر ما یکفیہ ومن کسوتہ قدر ما یحتاج الیہ ولیس لہ
مملوک غلام ہو یا لونڈی اسکا خرچ بقدر کفایت اور کپڑا بقدر حاجت کے مولیٰ پر دینا واجب ہے اور اسکو یہ جائز نہیں
ان یکلفہ من العمل ما لا یطیقونہ لان اللہ تعالیٰ لم یکلف عبادہ الا ما یطیقونہ کما قال فی کتابہ الکریم لا یکلف
کہ اسکو کام کی تکلیف دے جو طاقت نہ رکھتا ہو اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جیسا کہ خود اپنی کتاب بزرگ میں فرماتا ہے اللہ تکلیف
اللہ نفسا الا وسعہا وقد روی عن علی بن ابی طالبؓ انہ علیہ السلام قال فی خطبتہ یا ایہا الناس اللہ اللہ فیما ملکت
نہیں دیتا کسی شخص کو مگر اسکی طاقت کے موافق اور بیشک علی ابن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے خطبہ میں فرمایا اے لوگو ڈرو اللہ سے ڈرو اللہ سے
ایمانکم فاطعموہم مما تاکلون والبسوہم مما تلبسون ولا تکلفوہم ما لا یطیقون فانہم لحم ودم وخلق امثالکم
ایسے غلام اور لونڈیوں کے حق میں پس انکو کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور پہناؤ جو تم پہنتے ہو اور تکلیف نہ دو جسکی انکو طاقت نہیں کیونکہ وہ بھی گوشت اور خون ہیں اور تمھارے مثل پیدا ہوئے ہیں
فمن ظلمہم فانا خصمہم یوم القیمۃ واللہ حاکمہم وفی حدیث آخر انہ علیہ السلام قال اخوانکم جعلہم اللہ تعالیٰ
پس جو انپر ظلم کریگا میں قیامت کے دن انکا مدعی ہونگا اور اللہ انکا حاکم ہوگا اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمھارے بھائی ہیں خدا نے انکو
تحت ایدیکم فمن جعل اللہ تعالیٰ اخاہ تحت یدیہ فلیطعمہ مما یاکل ولیلبسہ مما یلبس ولا یکلفہ من العمل ما یغلبہ
تمھارے ہاتھ کے نیچے کردیا ہے سو اللہ تعالیٰ نے جسکے ہاتھ کے نیچے اسکے بھائی کو کردیا ہے تو اسکو کھلائے جو خود کھاتا ہے اور پہنائے جو خود پہنتا ہے اور ایسے کام کی تکلیف نہ دے جو اسپر غالب آئے
فان کلفہ ما یغلبہ فلیعنہ علیہ فانہ علیہ السلام بین فی ہذا الحدیث ان الممالیک من العبید والاماء اخوان لملاکہم
اور اگر ایسی تکلیف دے جو اسپر غالب آجائے تو اسکی مدد کرے پس نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں بیان فرمادیا کہ مملوک غلام اور لونڈیاں اپنے مالکوں کے بھائی ہیں
اما من جہۃ کونہم من بنی آدم او من جہۃ کونہم مسلمین فمن کان اخوہ تحت یدیہ یجب علیہ ان یطعمہ مما یاکل
یا بوجہ بنی آدم ہونے کے یا انکے مسلمان ہونے کی وجہ سے ہیں پھر جسکے ہاتھ کے نیچے اسکا بھائی ہو تو اسپر واجب ہے کہ اسکو وہی کھانا دے جو آپ کھاتا ہے
ویلبسہ مما یلبس ولا یکلفہ من العمل الا ما یمکن ان یخرج من عہدتہ ویطیق ان یداوم علیہ لا علی ما یطیق علیہ
اور وہی پہنائے جو آپ پہنتا ہے اور اسی کام کی تکلیف دے جسکے بھگتانے پر وہ قادر ہو اور اسکو ہمیشہ کرنے کی وہ طاقت رکھتا ہو نہ ایسا کام

یوما او یومین او اکثر ثم یعجز عنه بل ان کلفه امرا صعبا یعینه علیه ولا یجمع علیه عملین او اکثر مثل ان یأمره
کہ ایک یا دو دن یا کچھ زیادہ کر سکے پھر اس سے تھک جائے بلکہ اگر کوئی دشوار کام کی تکلیف دے تو اسپر اسکی مدد کرے اور دو کام یا زیادہ اسپر نہ ڈالے مثلاً اسکو

بالخبز والطبخ والغسل لما روی ان رجلا دخل علی سلمان وهو یعجن فقال یا ابا عبد الله ما هذا فقال بعثت الخادم
روٹی پکانے اور سالن پکانے اور کپڑا دھونے کا حکم دے کیونکہ روایت ہے کہ ایک شخص حضرت سلمان کے پاس آیا اور وہ آٹا گوندھتے تھے اسنے تعجب سے کہا اے ابو عبد اللہ یہ کیا ہے جواب دیا میں نے خادم کو

فی شغل فکرهت ان اجمع علیه عملین وقد جاء فی الحدیث انه علیه السلام قال لا یدخل الجنة سیئ الملکة
ایک کام کیلیے بھیجا ہے پس مجھکو برا معلوم ہوا کہ اسپر دو کام ڈالدوں اور حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ برا مالک جنت میں نجانے گا

والمراد بسیئ الملکة من یسیئ مملوکه وذکر فی کتب الفقه ان المولی یجب علیه نفقة مملوکه فان ابی عن
اور برے مالک سے مراد وہ ہے جو اپنے غلام کیساتھ برائی کرتا ہو اور فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ مالک پر غلام کا خرچ واجب ہے پس اگر اسکو خرچ نہ دے

الانفاق علیه فان کان المملوک قادرا علی الکسب یکسب وینفق علی نفسه وان لم یکن قادرا علی الکسب یؤمر
تو وہ غلام اگر کما سکتا ہو تو کمائے اور اپنے اوپر خرچ کرے اور اگر وہ کمانے پر قادر نہیں تو

المولی ببیعه لما روی عن ابی ذر انه علیه السلام قال من لائمکم من مملوکیکم فاطعموهم مما تأکلون واکسوهم
مولی کو اسکے بیچدینے کا حکم کیا جائیگا کیونکہ ابو ذر رضہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو غلام تمھارے موافق ہو تو اسکو کھلاؤ جسمیں سے تم کھاتے ہو اور پہناؤ

مما تکسون ومن لا یلائمکم منهم فبیعوهم فلا تعذبوا خلق الله تعالی یعنی ان من کان من مملوکیکم موافقا لکم
جسمیں سے تم پہنتے ہو اور جو تمھارے موافق نہو تو اسکو بیچڈالو اور اللہ کے بندوں پر عذاب مت کرو یعنی تمھارے غلاموں میں سے جو تمھارے موافق ہو

فاحسنوا الیهم ومن لم یکن منهم موافقا لکم فبیعوهم ولا تعذبوهم وذکر الفقیه ابو اللیث فی التنبیه عن
تو اسکے ساتھ احسان کرو اور جو تمھارے موافق نہو تو اسکو بیچڈالو اور اسپر عذاب مت کرو اور فقیہ ابو اللیث نے تنبیہ الغافلین میں

عطاء بن یسار ان ابا ذر ضرب وجه غلام له فاستعدی علیه النبی علیه السلام قال لا تضربوا وجوه المسلمین
عطا بن یسار سے روایت کی ہے کہ ابوذر نے اپنے غلام کے منھ پر مارا پس نبی علیہ السلام سے اسکی فریادرسی کی فرمایا مسلمانوں کے منھ پر مت مارو

واطعموهم مما تأکلون والبسوهم مما تلبسون فان رابوکم فبیعوهم وروی عن ابی مسعود الانصاری انه قال
اور انکو کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور پہناؤ جو تم پہنتے ہو پھر اگر وہ تمھارے ساتھ دم بازی کریں تو انکو بیچڈالو اور ابو مسعود انصاری سے روایت ہے کہ

کنت اضرب غلاما لی فسمعت من خلفی صوتا اعلم ابا مسعود الله اقدر علیک منک علیه فالتفت فاذا هو رسول الله
میں اپنے غلام کو مارتا تھا پس میں نے اپنے پیچھے سے یہ آواز سنی اے ابو مسعود جان لے کہ اللہ تجھپر بہ نسبت تیری اس غلام پر قدرت کے بہت زیادہ قادر ہے پس میں نے پھر کر دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ

علیه السلام فقلت هو حر لوجه الله تعالی فقال علیه السلام لو لم تفعل للفحتک النار او لمستک النار وفی
علیہ وسلم تھے میں نے عرض کیا یہ خدا کے لیے آزاد ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو ایسا نہ کرتا تو البتہ تجھکو آگ پھونک دیتی یا یہ فرمایا بیشک تجھکو آگ لگتی اور

حدیث اخر رواه ابن عمر انه علیه الصلوة والسلام قال من ضرب غلاما له حدا لم یأته او لطمه فان
ایک اور حدیث میں ابن عمر رضہ کی روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جسنے اپنے غلام کو ناحق حد ماری یا طمانچہ مارا تو

کفارته ان یعتقه یعنی ان من ضرب غلامه علی ذنب لم یفعله او لطمه فاثم ذلک الضرب لا یزول
اسکا کفارہ یہ ہے کہ اسکو آزاد کر دے یعنی جسنے اپنے غلام کو ایسی خطا پر مارا جو اسنے نہیں کی یا طمانچہ مارا تو اس مار کا وبال

الا باعتاقه هذا اذا لم یصدر عنه ذنب واما اذا صدر عنه ذنب فقد رخص النبی علیه السلام فی تادیبه
بدون آزاد کیے نہیں جاتا یہ جب ہے کہ اس سے خطا نہوئی ہو اور اگر اس سے خطا ہوئی ہو تو نبی علیہ السلام نے بقدر قصور کے ادب دینے کی اجازت دی ہے

بقدر ذنبه فان العقوبة بالضرب علی وجه التعزیر ینبغی ان لا یبلغ حده اقل الحد واقله اربعون سوطا
کیونکہ بطور تنبیہ کے مار کر سزا دینا لائق ہے کہ کم سے کم حد کے برابر نہونے پائے اور حد کے کم سے کم چالیس درے ہیں

وهو حد العبید والاماء فی القذف والشرب فینبغی ان یکون التعزیر عند ابی حنیفة اقل من الاربعین بان یکون
اور یہ غلام اور لونڈیوں کی حد ہے تہمت لگانے اور شراب خواری میں تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک تعزیر اس سے کم ہونی چاہیے اسطرح کہ

اكثره تسعة وثلثون سوطا واقله ثلثة وانما كان اقله ثلثة اذ باقل منها لا يقع الزجر فيضربه منها الى تسعة
زیادہ سے زیادہ انتالیس درے ہوں اور کم سے کم تین درے اور کم سے کم تین اسلیے ہین کہ اس سے کم مین کچھ دھمکی نہین ہوتی لہذا تین سے لیکر انتالیس تک مارے
وثلثين قدر ما يرى انه يزجر منه لكن لا يضربه عند غضب بل يضربه بعد انتفاء غضبه لانه قد يضرب
جتنے مین دیکھے کہ اسمین تنبیہ ہو جائیگی لیکن غصہ کے وقت اسکو نہ مارے بلکہ غصہ جاتے رہنے کے بعد اسکو مارے اسواسطے کہ
بالغضب زيادة على قدر ذنبه فيؤخذ بقدر الزيادة يوم القيمة بل ينبغي له عند غضب عليه بجرم وخيانة
غصہ مین شاید خطا سے زیادہ مار بیٹھے پس اس بڑھتی کے بدلے قیامت کے دن مواخذہ ہوگا بلکہ یون چاہیے کہ جرم اور خیانت کے سبب اسپر غصہ آنیکے وقت
ان يتفكر في معاصيه وجنايته على الله تعالى وتقصيره في طاعة الله تعالى ويرى تقصير مملوكه في خدمته
اپنے گناہ اور اللہ تعالی کا مجرم ہونا اور طاعت الٰہی مین کوتاہی کرنے کو سوچے اور اپنی خدمت مین اپنی مملوک کی تقصیر کو
ناشيا من تقصيره في خدمة خالقه ويعفو عنه في اليوم والليلة سبعين مرة لما روي عن عبد الله بن عمرو ان
اپنے خالق کی خدمت مین تقصیر سے پیدا ہونیوالی سمجھے اور رات دن مین ستر دفعہ اسکی خطائین معاف کر دیا کرے اسواسطے کہ عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ
رجلا جاء الى النبي عليه السلام فقال يا رسول الله كم تعفو عن الخادم فسكت ثم اعاد الكلام فصمت فلما كانت
ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر پوچھا یا رسول اللہ ہم خادم کو کے بار معاف کر دیا کرین آپ چپ ہو رہے اسنے دوبارہ عرض کیا آپ پھر چپ رہے جب
الثالثة قال اعفوا في كل يوم سبعين مرة وفي حديث اخر انه عليه الصلوة والسلام قال اذا ضرب احدكم خادمه
تیسری بار عرض کیا تو فرمایا ہر روز ستر بار معاف کیا کر اور ایک اور حدیث مین ہو کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جب تم مین سے کوئی اپنے غلام کو مارے
فذكر الله تعالى فليمسك اي يتجنب عنه بالعفو ويتدارك قصاص يوم القيمة ولا يضربه على زلة ونسيان ولا على
اور وہ اللہ کا نام لے تو چاہیے کہ رک جائے یعنی معاف کر کے الگ ہو جائے اور قیامت کے دن کا بدلہ یاد کرے اور اسکو لغزش اور بھول پر نہ مارے اور نہ
كسر الاناء لما روي عن كعب بن عجرة انه عليه السلام قال لا تضربوا اماءكم على كسر انائكم فان لها اجالا
برتن ٹوٹنے پر مارے کیونکہ کعب بن عجرہ سے روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنی لونڈیون کو برتن توڑنے پر مت مارا کرو کیونکہ برتنون کی بھی
كاجال الناس وفي حديث اخر رواه الصعق انه عليه السلام قال لا تغضبوا ولا تسخطوا في كسر الانية فان لها
آدمیون کیطرح عمر ہوتی ہے اور ایک اور حدیث مین آیا ہو صعق کی روایت سے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ برتن توڑنے پر غصہ مت کرو اور مت جھنجھلاؤ کیونکہ
اجالا كاجال الانس وقد حكي ان ميمون بن مهران كان عنده ضيف فاستعجل على جاريته بالعشاء فجاءت مسرعة
انسانون کی سی انکی عمرین ہین اور حکایت ہو کہ میمون بن مہران کے پاس ایک مہمان آگئے تھے انھون نے لونڈی سے شام کا کھانا منگایا لہذا وہ جلدی مین آئی
وفي يدها قصعة مملوة بطعام حار فعثرت واراقتها على رأس سيدها قال سيدها احرقتني يا جارية فقالت
اور اسکے ہاتھ مین جلتے ہوئے کھانے سے پیالہ بھرا ہوا تھا پس پھسل کر گر پڑی اور وہ کھانا مولے کے سر پر گر گیا اسکے مولے نے کہا او لونڈی تونے مجھکو جلا دیا پس
الجارية يا معلم الخير ويا مؤدب الناس ارجع الى ما يقول الله تعالى قال ما يقول الله تعالى قالت يقول والكاظمين
اس لونڈی نے کہا اے بھلی بات بتلانیوالے اور اے لوگونکو ادب سکھانیوالے اللہ تعالی کے ارشاد کو خیال کر مولے نے کہا اللہ تعالی کیا کہتا ہے بولی فرماتا ہو اور دبانیوالے
الغيظ قال كظمت غيظي قال زد فان الله تعالى يقول والعافين عن الناس قال قد عفوت عنك قالت ان الله
غصہ کے میمون نے کہا مین اپنا غصہ پی گیا لونڈی بولی زیادہ کر کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہو اور معاف کرنیوالے لوگون کو میمون نے کہا مین نے تجھکو معاف کیا لونڈی نے کہا اللہ
تعالى يقول والله يحب المحسنين قال انت حرة لوجه الله تعالى وقيل للاحنف بن قيس ممن تعلمت
تعالی فرماتا ہو اور اللہ چاہتا ہو احسان کرنے والون کو میمون نے کہا خدا کے لیے تو آزاد ہو اور احنف بن قیس سے کسی نے پوچھا تونے
الحلم قال من قيس بن عاصم انه كان في داره جالسا اذ اتته جارية بسفود عليه شواء فسقط من
تحمل کس سے سیکھا کہا قیس بن عاصم سے وہ اپنے گھر مین بیٹھے تھے کہ اتنے مین انکی لونڈی کباب کی جلتی ہوئی سیخ لیے ہوئے آئی پس
يدها السفود على ابن له فعقره فمات فدهشت الجارية فقال لا يسكن روع هذه الجارية الا العتق فقال
اسکے ہاتھ سے وہ سیخ چھوٹ کے قیس کے بیٹے پر گر پڑی اور اسکو زخمی کر دیا پس وہ مر گیا لہذا وہ لونڈی بہت گھبرا گئی پس قیس نے کہا اس لونڈی کا خوف سوا آزادی کے اور کوئی چیز دور نہ کر سکیگی پس کہا

انت حرۃ لوجہ اللہ تعالی یا جاریۃ لا باس علیک وروی عن ابی امامۃ انہ علیہ الصلوۃ والسلام وھب لعلی رضی غلاما
اسی جاریہ تو خدا کے لیے آزاد ہے مت ڈر اور ابو امامہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت علی رضی کو ایک غلام دیا
فقال لہ لا تضربہ فانی نہیت عن ضرب اہل الصلوۃ وقد رایتہ یصلی فانہ علیہ السلام اشار فی ھذا الحدیث الی
اور فرمایا اسکو مار نامت کیونکہ مین نمازی کے مارنے سے منع کیا گیا ہون اور مین نے اسکو نماز پڑھتے دیکھا ہو پس نبی علیہ السلام نے اس حدیث مین اشارہ فرمایا کہ
المصلی لا یاتی غالبا بما یستحق الضرب لان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر وروی عن الحسن البصری انہ
نمازی غالبا ایسی خطا نہین کرتا جسمین مار کھانیکے لائق ہو کیونکہ نماز فحش اور برائیون سے بچاتی ہے اور حسن بصری سے روایت ہے کہ اُنسے
سئل عن مملوک یرسلہ مولاہ فی حاجۃ وتحضرہ صلوۃ الجماعۃ والجمعۃ بای ذلک یبدأ قال بحاجۃ مولاہ
کسی نے ایسے غلام کا مسئلہ پوچھا جسکو مولی نے کسی کام کو بھیجا ہو اور اسکو جماعت یا جمعہ کی نماز پیش آجائے تو پہلے کیا کرے جواب دیا مولی کا کام
قال الفقیہ ابو اللیث ھذا اذا کان فی الوقت سعۃ ولا یخاف فوت الصلوۃ واما اذا خاف فوتہا فلا یجوز لہ تاخیرہا
فقیہ ابو اللیث کہتے ہین یہ جب ہو کہ وقت مین گنجائش ہوا ور نماز فوت ہوجانیکا خوف نہو اور جب اسکے فوت ہوجانیکا خوف ہو تو نماز کو وقت سے ہٹا دینا جائز نہین ہے
عن وقتہا لما روی انہ علیہ السلام قال لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق وذکر فی المظہر ان السید لا یجوز لہ
کیونکہ روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا خدا کے گناہ مین بندہ کی تابعداری نہین ہو اور مظہر مین مذکور ہو کہ مولی کو جائز نہین ہے
ان یمنع عبدہ عن اداء فرائض اللہ تعالی لاجل خدمتہ واذا ادی العبد فرائض اللہ تعالی لا یجوز لہ ان یترک
کہ اپنی خدمت کی وجہ سے اپنے غلام کو اللہ تعالی کے فرائض سے روکے اور غلام جب اللہ تعالی کے فرائض ادا کرچکے تو اسکو جائز نہین ہے کہ
خدمۃ سیدہ ویشتغل بعبادۃ غیر واجبۃ علیہ الا ان یاذن لہ سیدہ فیہا حتی لو احرم للحج بغیر اذن
اپنے مولی کی خدمت چھوڑ کر ایسی عبادت مین مشغول ہو جو اسپر واجب نہین البتہ مگر جب اسکا مولی اسکی اجازت دیدے یہانتک کہ اگر مولی کی بلا اجازت حج کے لیے احرام باندھا
سیدہ یجوز للسید ان یخرجہ من الاحرام ویمنعہ عن اتمام الحج ولو حج وفات عنہ خدمۃ سیدہ یکون
تو مولی کو جائز ہو کہ اسکو احرام مین سے نکال لے اور حج پورا کرنے سے روک دے اور اگر اسنے حج کرلیا اور اسمین مولا کی خدمت اس سے فوت ہو گئی تو
اثما وکذا یجوز لسیدہ ان یمنعہ عن صلوۃ النفل والصوم النفل ولا یجوز لہ ان یمنعہ عن تعلم التشہد والفاتحۃ
گنہگار ہوگا اور ایسے ہی مولی کو جائز ہے کہ نفل نماز اور نفل روزہ سے اسکو منع کرے اور اسکو یہ جائز نہین کہ تشہد اور الحمد
وعدۃ سور من القران وفرائض الصلوۃ والصوم لان ھذہ الاشیاء واجبۃ لا یجوز ہمالہا بخلاف غیرہا
اور کچھ سورتین قرآن کی اور نماز روزہ کے فرائض کے سیکھنے سے منع کرے اسلیے کہ یہ چیزین واجب ہین انکا چھوڑنا جائز نہین بخلاف اور چیزون کے
وینبغی للعبد ان یغتنم ایام رقہ لما روی انہ علیہ السلام قال اذا نصح العبد لسیدہ واحسن عبادۃ ربہ کان
اور غلام کو چاہیے کہ اپنی غلامی کا زمانہ غنیمت سمجھے کیونکہ روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب غلام اپنے مالک کی خیرخواہی کرے اور اپنے پروردگار کی اچھی طرح عبادت کرے
لہ الاجر مرتین وفی حدیث اخر انہ علیہ السلام قال نعما للمملوک ان یتوفاہ اللہ تعالی بحسن عبادۃ ربہ
تو اسکو دوہرا ثواب ہو اور ایک اور حدیث مین ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ کیا اچھا غلام ہے جسکو اللہ تعالی وفات دے ایسے حال مین کہ اپنے پروردگار کی عبادت
وطاعۃ سیدہ نعما لہ وقد روی انہ علیہ السلام قال فی وعید الابق من مولاہ اذا ابق العبد لم یقبل لہ
اور مولی کی اطاعت اچھی کرتا تھا اور روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے اپنے مولی سے بھاگے ہوے غلام کی وعید مین فرمایا جب غلام بھاگ جائے تو اسکی
صلوۃ وفی حدیث اخر انہ علیہ السلام قال ایما عبد ابق برئت منہ الذمۃ وینبغی للمولی اذا طالت
نماز قبول نہین ہوتی اور ایک اور حدیث مین ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو غلام بھاگا اس سے ذمہ خالی ہو اور مولی کو چاہیے کہ جب
مدۃ مملوکہ فی خدمتہ ان یعتقہ لعلہ ینجو بہ مما بقی علیہ من حقوقہ ومظالمہ راسا براس لعل
غلام کو اسکی خدمت مین زیادہ مدت ہوجائے تو اسکو آزاد کردے شاید کہ اسکے سبب باقی حقوق اور ظلمون سے برابر سرابر چھوٹ جائے اور شاید
اللہ تعالی یعتق بکل عضو منہ عضوا منہ لما روی عن ابی ہریرۃ انہ علیہ السلام قال من اعتق رقبۃ
کہ اللہ تعالی غلام کے ہر ہر عضو کے بدلے اسکے اعضا کو آزاد کردے کیونکہ ابوہریرہ سے روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسنے کوئی

مسلمة اعتق الله تعالى بكل عضو منه عضوا من النار حتى فرجه بفرجه . وفيه اشارة الى استحباب اعتاق
مسلمان غلام آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اسکے ہر عضو کے بدلے اسکے اعضا آگ سے آزاد کردیگا یہانتک کہ اسکی شرم گاہ کو اسکی شرم گاہ کے بدلے اس مین اشارہ ہے

كامل الاعضاء بان لا يكون مجبوبا او خصيا انما للمقابلة اذ فهم منه انه تعالى يعتق فرج المعتق من
پورے اعضا والے کے آزاد کرنیکے مستحب ہونیکی طرف اسطرح کہ ذکر کٹا ہوا یا ہجڑا نہو مقابلہ پورا کرنیکے لیے اسلیے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ غلام

النار بمقابلة اعتاق فرج مملوكه من الرق ولذلك قيل المستحب ان يعتق الرجل عبدا والمرأة امة
کی شرم گاہ کو غلامی سے آزاد کرنیکے بدلہ مین آزاد کرنیوالے کی شرم گاہ کو آگ سے آزاد کردیتا ہے اور اسی لیے کہتے ہین کہ مستحب یہ ہے کہ مرد تو غلام آزاد کرے اور عورت لونڈی

تحقيقا للمقابلة وكذا ينبغي للسيد اذا اتى مملوكه بطعام قد اصلحه ان يقعده معه على الخوان وان لم يقعده
تاکہ مقابلہ ثابت ہو جائے اور ایسے ہی سید کو لازم ہے کہ جب غلام کھانا پکا کر لائے تو اسکو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھالے اور اگر نہ بٹھائے

يعطيه لقمة ويقول له كل هذه لما روى عن ابى هريرة رض انه عليه السلام قال اذا صنع لاحدكم
تو ایک لقمہ ہی دیدے اور اس سے کہو کہ یہ کھائے کیونکہ ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب تمھارے لیے

خادمه طعامه ثم جاء به وقد ولى حره ودخانه فليقعده معه فليأكل وان كان الطعام مشفوها
اسکا غلام کھانا پکائے پھر لیکر آئے اور بیشک اسنے گرمی اٹھائی اور دھوان کھایا تو چاہیے کہ اسکو اپنے ساتھ بٹھالے تب کھائے اور اگر کھانا

قليلا فليضع في يده منه اكلة او اكلتين وفي الفتاوى رجل لا ينفق على عبده ان كان العبد قادرا
تھوڑا ہو تو اسکے ہاتھ پر اسمین سے ایک یا دو لقمہ رکھدے اور فتاوی مین ہے کہ جو شخص غلام کا خرچ نہ اٹھاتا ہو تو اگر وہ غلام کمانے پر قادر ہو

على الكسب لا يأكل من مال مولاه بلا رضاه وان لم يكن قادرا على الكسب او منعه مولاه عن الكسب يجوز
تو اپنے مولا کے مال مین سے اسکی رضامندی کے بغیر نہ کھائے اور اگر کمانے پر قادر نہو یا مولیٰ کمانے نہین دیتا تو اسکو جائز ہے

له ان يأكل من مال مولاه بلا رضاه والامة تاكل مطلقا روى عن ام سلمة رض انه عليه السلام
کہ مولیٰ کے مال مین سے . بلا اسکی رضامندی کے کھالے اور لونڈی ہر حال کھایا کرے ام سلمہ رض سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام

كان يقول في مرضه الصلوة وما ملكت ايمانكم فانه عليه السلام قرن المماليك بالصلوة وامر بحفظهم
مرض کی حالت مین فرماتے تھے نماز کی اور مملوک کی خبرگیری کرو پس نبی علیہ السلام نے غلامون کو نماز کیساتھ ملایا اور انکی حفاظت کا حکم دیا

كما امر بحفظها ليعلم ان القيام بمقدار حاجتهم من الطعام واللباس وتعلم الدين واجب على من يملكهم كما
جیسے نماز کی حفاظت کا حکم کیا تاکہ معلوم ہو کہ بقدر حاجت غلامون کی خبرگیری کھانے اور پہننے اور دین سیکھنے کی مالکون کے ذمہ واجب ہے جیسے

يجب الصلوة عليهم فان المسلم كما يجب عليه نفقة عبيده وامائه قدر ما يكفيهم كذلك يجب عليه
ان پر نماز واجب ہے کیونکہ مسلمان پر جیسے اسکے غلامون اور لونڈیون کا خرچ بقدر کفایت واجب ہے اسی طرح اسپر واجب ہے

ان يعلمهم ما فرض الله تعالى عليهم وما نهاهم عنه فان هذا امر قد اهمل اكثر العلماء في هذا الزمان
کہ سکھائے انکو جو اللہ تعالیٰ نے انپر فرض کیا ہے اور جس سے انکو منع کیا ہے کہ بیشک یہ ایسی بات ہے کہ اس زمانہ مین اکثر علما نے چھوڑ دیا ہے

فضلا عن العوام فان العبيد والاماء في هذا الزمان لا يقصدون بالتعلم اصلا بل انما يقصدون قضاء
چہ جائیکہ عوام لوگ کیونکہ غلام اور لونڈیان اس زمانہ مین دین سیکھنے کا ارادہ ہرگز نہین کرتے بلکہ بجز صرف مقاصد

المآرب الدنيوية فقط كانهم عند ملاكهم حيوان بهيمي لا تكليف عليهم فان كثيرا ممن يدعي الاسلام في
دنیوی کے اور کچھ ارادہ نہین کرتے گویا وہ اپنے مالکون کے نزدیک حیوان ہین کہ انکے ذمہ احکام شرعی نہین ہین بیشک اس زمانہ مین بہتیرے وہ لوگ ہین جو اسلام

هذا الزمان يكون عنده عبيد واماء فلا يأمرهم بواجب ولا ينهاهم عن حرام بل يكون العبد والجارية
کا دعوی کرتے ہین انکے پاس غلام اور لونڈیان ہوتی ہین لیکن انکو کسی واجب کا حکم نہین کرتے ہین اور نہ حرام سے روکتے ہین بلکہ غلام اور لونڈیون کو

في ملكه عدة سنين لا يصليان الصلوة المفروضة ويرتكبان امورا كثيرة من المناهي والمنكرات وهو
انکی ملک مین کئی کئی سال گذر جاتے ہین کہ فرض نماز نہین پڑھتے اور بہتیری ممنوع اور بری باتین کرتے رہتے ہین اور وہ

یستعملهما یستغنیا عن غنهما ویظن ان اثمهما علیهما لا علیه ولا یعلم ذلك المسکین انه مواخذ بما صدر عنهما ومسئول عنه
دیکھا کرتے ہین اور کچھ نہین کہتا اور گمان کرتے ہین کہ انکا گناہ انہی پر ہوا اور مجھپر نہین ہے اور اُس بیچارہ کو یہ خبر نہین ہے کہ جو گناہ اُنسے ہوگا وہ مسکین پکڑا جائیگا اور اُس سے پوچھ ہوگی
ومعاقب علیه یوم القیمة لما روی عن عمر بن الخطاب رض انه علیه السلام قال کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته
اور قیامت کو دن اُسپر اُسکو عذاب ہوگا کیونکہ عمر بن الخطاب رض سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم سب نگہبان ہو اور اپنی رعیت سے تم سب پوچھے جاؤگے
فاذا علم الانسان ان یسال عن عبیده واماءه یوم القیمة لا یترکهم کالبهائم المرسلة بلا ضابط دینی
پس جب انسان کو یہ معلوم ہوگیا کہ قیامت کے دن میرے غلام اور لونڈیون کی مجھسے پوچھ ہوگی تو اُنکو چھٹے جانور کی طرح بے قاعدہ دینی
ولا زاجر شرعی بل یشدهم بزمام الشریعة ویقیدهم بالاحکام الدینیة ویصونهم عن موجبات العقوبات
اور بغیر تنبیہ شرعی کے نہ چھوڑیگا بلکہ اُنکو شریعت کی رسی مین مضبوط باندھے اور احکام دینی مین گھیرے اور عذاب اُخروی کے اسباب سے بچائے
الاخرویة اذ قال الله تعالی یا ایها الذین امنوا قوا انفسکم واهلیکم نارا فان الاهل وان کان الاصل فیه
اسلیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے اے ایمان والو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والون کو آگ سے بیشک لفظ اہل کا اگرچہ اصل مین
ان یطلق علی القرابة لکن یطلق علی الاتباع ایضا ولا یبعد ان یکون المراد ههنا هذا المعنی لعمومه فعلی هذا
قرابت دار پر بولا جاتا ہے لیکن نوکر چاکر پر بھی بولتے ہین اور کچھ بعید نہین کہ یہان عموم کی وجہ سے یہی معنی مراد ہون اس بنا پر
یجب علی المؤمن ان یعلم عبیده واماءه من احکام الاسلام قدر ما یجب علیهم ثم یامرهم باداء الفرائض
مومن کو واجب ہے کہ اپنے غلام اور لونڈیون کو احکام دینی جسقدر اُن پر واجب ہین سکھا دے پھر فرائض
والواجبات وینهاهم عن ارتکاب المعاصی والمحرمات بالرفق اولا فان ابوا یغلظ الکلام علیهم فان ابوا
اور واجبات ادا کرنے کا حکم کرے اور گناہ اور حرام باتون کے کرنے سے منع کرے پہلے تو نرمی سے پھر اگر نہ مانین تو اُنکو سخت سست کہے پھر بھی اگر نہ مانین
یضربهم فمن لم یدخل منهم طریق الصلاح بعد ذلك یبیعه لانه مادام فی ملکه یجب علیه حفظه
تو مارے پھر اسکے بعد جو کوئی اُنمین سے راہ راست پر نہ آئے تو اُسکو بیچ ڈالے اسلیے کہ جب تک اُسکی ملک مین رہیگا اُسکی حفاظت اسپر واجب رہیگی
کما قال قاضیخان فی فتاواه رجل له عبد مریض لا یقدر علی الوضوء عن محمد یجب علی المولی
جیسا کہ قاضی خان اپنے فتاوی مین کہتے ہین ایک شخص کے پاس غلام بیمار ہے کہ وضو نہین کر سکتا تو امام محمد سے منقول ہے کہ مولی پر
ان یوضیه لانه مادام فی ملکه کان علیه تعاهده لکن ینبغی ان یعلم ان المولی وان جاز له ان
وضو کرانا واجب ہے اسلیے کہ جب تک اُسکی ملک مین ہے اُسکی خبرگیری اسپر واجب ہے لیکن سمجھنا چاہیے کہ مولی کو اگرچہ
یضرب عبده اذا اتی بما لا یوجب الحد لکن اذا اتی بما یوجب الحد فلیس له ان یقیم علیه الحد الا باذن
غلام کا مارنا جائز ہے اگر وہ ایسی خطا کرے کہ جسمین حد واجب نہین لیکن اگر ایسا کام کرے جسمین حد واجب ہے تو اُسکو یہ اختیار نہین کہ اسپر حد لگائے مگر
الحاکم بعد المرافعة الیه وثبوته عنده فاذا اقام علیه الحد لم ینزجر یبیعه ولو بثمن بخس لما روی
حاکم کی اجازت سے بعد اسکے کہ اسپر مقدمہ پیش ہو اور اُسکے نزدیک حد ثابت ہو جائے پھر جب اسپر حد لگ گئی تو بھی نہ باز آیا تو بیچ ڈالے اگرچہ کم داموں پر ہو کیونکہ
عن ابی هریرة رض انه قال اذا زنت امة احدکم فتبین زناها فلیجلدها ولا یثرب علیها ثم ان زنت
ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب کسیکی لونڈی زنا کرے اور وہ زنا ظاہر ہو جائے تو اُسکو حد مارنی چاہیے اور اُسکو سرزنش نہ کرے پھر اگر زنا کرے
فلیجلدها ولا یثرب علیها ثم ان زنت الثالثة فلیبعها ولو بحبل من شعر وفی ذکر الامة علی الاطلاق اشعار
تو پھر اُسکو حد مارے اور کچھ سرزنش نہ کرے پھر اگر تیسری دفعہ زنا کرے تو اُسکو بیچ ڈالے اگرچہ بال کی ایک رسی کے بدلہ مین ہو اور لونڈی کو مطلق بیان کرنے مین یہ اشارہ ہے
بان حدها منکوحة کانت وغیرها الجلد الا انه نصف جلد الحرائر لقوله تعالی فان اتین بفاحشة فعلیهن
کہ لونڈی کی حد بیاہی ہو یا بے بیاہی کوڑے ہین پس اتنا فرق ہے کہ آزاد عورت سے آدھے بدلیل اس آیت کے پھر اگر کرین بیحیائی تو اُنپر ہے اُنکی
نصف ما علی المحصنت من العذاب والمراد بالفاحشة فی الایة الزنا وبالمحصنت الحرائر وبالعذاب الجلد
آدھی مار جو بیبیون پر مقرر ہے اور مراد بیحیائی سے اس آیت مین زنا ہے اور محصنت سے مراد آزاد عورتین ہین اور عذاب سے مراد درّے ہین

لا الرجم لانہ لا ینصف واستدل الشافعی بھذا الحدیث علی ان للمولی اقامۃ الحد علی مملوکہ وقال الحنفیون
سنگساری نہین ہو کیونکہ اسکا آدھا نہین ہو اور امام شافعی رحمہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہو کہ مولا کو اپنے غلام پر حد لگانا جائز ہو اور حنفی کہتے ہین

لیس لہ ذلک الا باذن الامام لقولہ علیہ السلام اربع الی الولاۃ وذکر منھا الحدود والولاۃ جمع الوالی وھو
کہ اسکو بلا اجازت امام کے یہ جائز نہین ہو بارشاد نبی علیہ السلام کے چار باتین والیون ہی کے سپرد ہین اور انہی مین سے حدود کو ذکر کیا اور ولاۃ جمع ہو والی کی اور اسکو

اذا اطلق ینصرف الی من لہ ولایۃ عامۃ وھو السلطان او نائبہ واما التصریح بالنھی عن التثریب علیھا
جب بے قید بولتے ہین تو وہ حاکم مراد ہوتا ہو جسکو عام حکومت ہو اور وہ بادشاہ ہو یا اسکا نائب اور سرزنش سے ممانعت کی تصریح

بعد الامر بجلدھا فلان عقوبۃ الزنا قبل ان یشرع الجلد کان التثریب وھو التوبیخ والتعییر فیکون معنی
بعد اسکے درہ لگانیکے اسلیے ہو کہ زنا کی عقوبت درہ مقرر ہونے سے پہلے سرزنش تھی یعنی جھڑکنا اور شرم دلانا تو معنی

الحدیث لا یقتصر علی تعییرھا بل یقیم علیھا الحد وقیل معناہ لا تثریب علیھا بعد اقامۃ الحد علیھا واما
حدیث کے یہ ہوے کہ سرزنش پر اکتفا نہ کرین بلکہ اسپر حد لگائی جائے اور بعضے کہتے ہین کہ اسکے معنی یہ ہین کہ اسکو حد لگانیکے بعد اسپر سرزنش نہین رہا

الامر ببیعھا فی الثالثۃ فلما فیہ من ترک المخالطۃ مع الفساق واھل المعاصی فان قیل کیف یکرہ شیئا لنفسہ
تیسری دفعہ مین اسکے بیچ ڈالنے کا حکم سو اسلیے ہو کہ اسمین فساق اور فجار سے ملاپ کا ترک ہو پھر اگر کوئی اعتراض کرے بھلا کیونکر ایک چیز کو اپنے لیے برا سمجھے

ویرتضیہ لاخیہ المسلم مع انہ علیہ السلام قال لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ فالجواب
اور اپنے بھائی مسلمان کے لیے پسند کرے باوجودیکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہو مومن نہو گا کوئی تم مین سے جب تک کہ پسند نکرے اپنے بھائی مسلمان کے لیے وہی چیز جو پسند کرتا ہو اپنے لیے تو اسکا جواب یہ ہو

انہ یبیعھا علی قصد ان تستعف عند مشتریھا بضبطھا او بالاحسان الیھا والتوسعۃ علیھا وذکر فی نصاب
کہ اس نیت سے بیچے کہ مشتری کے پاس اسکی نگرانی یا احسان کرنے سے اور فراخی برتنے سے عفیفہ ہو جائے اور نصاب

الاحتساب ان من اعتاد ان یشتم ممالیکہ کل یوم وکل ساعۃ لا یقبل شھادتہ وان کان احیانا تقبل ان لم یکن
الاحتساب مین مذکور ہو جسکی یہ عادت پڑ جائے کہ غلامون کو ہر روز اور ہر وقت گالیان دیا کرے تو اسکی گواہی مقبول نہین اور اگر کبھی کبھی ہو تو گواہی مقبول ہو جبکہ

قذفا وان کان قذفا یسقط العدالۃ ویوجب الجلد لکن لا یضرب فی الدنیا لان المولی لا یعاقب فی الدنیا بسبب
تہمت زنا نہو اور اگر زنا کی تہمت لگائے تو وہ عادل نہین رہتا اور درہ مارنا واجب ہو لیکن دنیا مین نہ مارے جائینگے اسلیے کہ دنیا مین غلام کی وجہ سے مولی پر عقاب

عبدہ بل یضرب فی الاخرۃ لما روی عن ابی ھریرۃ رض انہ علیہ السلام قال من قذف مملوکہ وھو بری مما
نہین ہوتا بلکہ آخرت مین لگین گے کیونکہ ابو ہریرہ رض سے روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اپنے غلام کو تہمت لگائے اور وہ اس سے بری ہو

قال جلد یوم القیمۃ الا ان یکون کما قال وذکر الفقیہ ابو اللیث فی التنبیہ عن عامر الشعبی انہ قال ان رجل
تو قیامت کے دن درے لگایا جائیگا مگر جبکہ وہ ویسا ہی ہو جیسا کہ کہا تھا اور فقیہ ابو اللیث نے تنبیہ مین عامر شعبی سے نقل کیا ہے کہ

رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اھل بیت فدعت المراۃ خادمتھا فابطأت فقذفتھا
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین سے ایک شخص نے اہل خانہ سے پانی مانگا پس بی بی نے لونڈی کو بلایا اسنے دیر کی پس بی بی نے اسکو گالی دی

فقال ذلک الرجل ما انک تستحدین لھا یوم القیمۃ وتقیمن اربعۃ انھا کما قلت فاعتقتھا قال عسی ان یکفر
پس اس شخص نے کہا کہ شنتی ہو بیشک قیامت کے دن تیرے حد لگے گی یا چار گواہ لاؤ کہ یہ لونڈی ایسی ہو جیسا تو نے کہا پس بی بی نے اسکو آزاد کر دیا اس شخص نے کہا امید ہے کہ

ھذا عنک ھذا الحدیث وان دل علی ان قذف المملوک یوجب الحد لکن لا یوجبہ لعدم الاحصان
یہ تیرے لیے کفارہ ہو جائے یہ حدیث اگرچہ اسپر دلالت کرتی ہو کہ غلام کو گالی دینے سے اگرچہ حد لازم آتی ہو لیکن حد واجب نہین ہوتی اسلیے کہ اسمین احصان نہین ہے

فیہ لان شرط الاحصان فی حد القذف خمسۃ الحریۃ والاسلام والعقل والبلوغ والعفۃ عن الزنا
اسلیے کہ حد قذف مین احصان کی پانچ شرطین ہین آزادگی اور اسلام اور عقل اور بلوغ اور پاک ہونا زنا سے

فمن لم یوجد فیہ واحد من ھذہ الشروط الخمسۃ لا یکون محصنا فقذفہ لا یوجب الحد بل
پس جسمین ان پانچ شرطون مین سے ایک بھی نہ پائی جائے تو وہ محصن نہین ایسے کی قذف سے حد واجب نہین ہوتی بلکہ

لا تجب للتعزیر البالغ غایته وهو تسعة وثلثون سوطا عند ابی حنیفة وعند ابی یوسف فی روایة خمسة
بڑی سی بڑی تعزیر آتی ہو اور وہ نزدیک امام ابوحنیفہ رح کے انتالیس دُرّے ہین اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ایک روایت مین پچپن

وخمسون وفی روایة تسعة وسبعون فان لو یضرب فی الدنیا یضرب فی الاخرة بسیاط من النار علی
درّے ہین اور ایک روایت مین اُناسی سو دنیا مین اگر نہ لگین گے تو آخرت مین سب کے سامنے آگ کے دُرّے مارے جائین گے

رؤس الاشهاد ومن یوجد فیه هذه الشروط الخمسة کلها یکون محصنا ویوجب قذفه الحد وهو
اور جس مین یہ پانچون شرطین سب موجود ہون تو وہ محصن ہے اسکے قذف سے حد واجب ہوتی ہے یعنی

ثمانون سوطا للحر ونصفها للعبد مع عدم قبول شهادته ولو بعد التوبة لقوله تعالی والذین یرمون المحصنٰت
اسّی دُرّے آزاد کے لیے اور اسکے آدھے غلام کے لیے اور گواہی بھی قبول نہو گی اگرچہ توبہ کے بعد ہو بوجہ ارشاد اللہ تعالی کے اور جو لوگ عیب لگاتے ہین قید والیون کو

ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئک هم الفسقون
پھر نہ لائے چار گواہ تو مارو انکو اسّی درہ اور نہ مانو انکی کبھی کوئی گواہی اور یہی لوگ ہین فاسق

الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فانه تعالی قد بین فی هذه الایة ان الذین یرمون المحصنت بالزنا
مگر جنھون نے توبہ کی اسکے پیچھے اور نیک ہوگئے پس اللہ تعالی نے اس آیت مین بیان فرمادیا کہ جو لوگ پاک عورتون کو زنا کی تہمت لگاتے ہین

ثم لم یاتوا باربعة شهداء یتوجه علیهم ثلثة احکام وجوب جلدهم ورد شهادتهم وکونهم فاسقین الا انهم
پھر چار گواہ نہین لاتے تو انپر تین حکم جاری ہونگے درہ مارنے کا واجب ہونا اور انکی گواہی کا مردود ہونا اور انکا فاسق ہونا لیکن اگر وہ

ان تابوا واقروا بالکذب فی براءة المقذوف واستحلوا منه واصلحوا ما افسدوا من کسر العرض وهتک الستر ینفع
توبہ کرلین اور اپنے جھوٹ اور اُس تہمت لگائی ہوئی کے بری ہونیکا اقرار کرلین اور اُس سے معاف کرالین اور جو خرابی بے آبروئی اور پردہ دری کی انھون نے کی تھی اسکو درست کرلین

عنهم الفسق للاستثناء الواقع فی الایة ولا ینفع عنهم الجلد ولا رد الشهادة عند علماء الحنفیة والحاصل
تو انکا فسق دور ہوجائیگا بوجہ استثنا کے جو آیت مین واقع ہوا ہو اور درہ معاف نہون گے اور نہ گواہی کا مردود ہونا علمای حنفیہ کے نزدیک اور حاصل یہ ہو

ان فی الایة تصریحا بترتیب الاحکام الثلثة علیهم بمجرد العجز عن اقامة البینة بلا اشتراط الکذب فی الحقیقة
کہ آیت مین انپر تین حکمون کے جاری ہونیکا حکم صرف گواہ گذرانںے سے عاجز ہونے پر ہو بلا اس شرط کے کہ حقیقت اور نفس الامر مین جھوٹے ہو

ونفس الامر لان القذف خبر یحتمل الصدق والکذب الا انهم بهتک ستر العفة بلا فائدة حیث عجزوا عن الاثبات
اسلیے کہ قذف خبر ہو جھوٹ سچ دونون کا احتمال رکھتی ہو لیکن بے فائدہ عفت کی پردہ دری کی وجہ سے جب ثابت کرنیسے عاجز رہین گے

کانوا فاسقین مستحقین للعقوبة التی هی الجلد ورد الشهادة وان کانوا صادقین فی نفس الامر اذ قال الله تعالی
تو فاسق ہوجائینگے اور عذاب کے مستحق ہونگے جو کہ دُرّہ لگنا اور شہادت کا رد ہوجانا ہو اگرچہ واقع مین سچے ہی ہون اسواسطے کہ اللہ تعالی فرماتا ہو

لولا جاءو علیه باربعة شهداء فاذ لم یاتوا بالشهداء فاولئک عند الله هم الکذبون فکل من فعل مثل هذا فلا حجة
کیون نہ لائے اسبات پر چار گواہ پس جب نہ لائے گواہ تو اللہ کے نزدیک وہی ہین جھوٹے پس اس سے معلوم ہوا کہ جس بات پر دلیل نہو

علیه فهو فی حکم الله تعالی کذب ولذلک رتب علیه الحد لعدم الفائدة فی الاخبار به من الحسبة والزجر
وہ حکم الٰہی مین جھوٹ ہو اور اسلیے اسپر حد مقرر ہوئی کیونکہ اس مین کوئی فائدہ نہین نہ تنبیہ کا اور نہ زجر

والسیاسة بل هو مجرد هتک الستر وکسر العرض فهذا اذا کانوا صادقین فکیف اذا کانوا کاذبین وهم
اور نہ سیاست کا بلکہ یہ صرف پردہ دری اور بے آبرو کرنا ہو اور یہ جب ہو کہ سچے ہون پھر کیا حال ہو کہ اگر جھوٹے ہون اور وہ

یحسبون هینا وهو عند الله عظیم ولهم فی الاخرة عذاب الیم نعم من رأی رجلا یزنی یحل له
لوگ سہل سمجھتے ہین اور وہ اللہ کے ہان بڑی بات ہو اور انکے لیے آخرت مین دکھ کی مار ہے ہان جو شخص کسیکو زنا کرتے دیکھے تو اسکو اسکا

ان یقتله وانما لا یقتله لانه لا یصدق فی انه قتله لانه رآه یزنی
قتل کرنا حلال ہو اور قتل اسلیے نہین کرتا کہ یہ کوئی نہ مانے گا کہ اسنے زنا کرتے دیکھکر قتل کیا

المجلس السابع والسبعون
مجلس ستھترون

فی بیان حرمة اللواطة وعقوبتها وغیرها قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان اخوف ما
اغلام کی حرمت اور اسکی سزا وغیرہ کے بیان مین فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھکو بڑے سے بڑا

اخاف علی امتی عمل قوم لوط هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه جابر وفیه تنبیه عظیم علی کون عملهم
خوف اپنی امت پر قوم لوط کا عمل ہو یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون مین ہو جابر رضؓ کی روایت سے اور اسمین اسبات پر بڑی تنبیہ ہو کہ انکا یہ عمل

من اعظم الذنوب ولهذا عاقبهم الله تعالی بما لم یعاقب به امة من الامم وجمع علیهم من انواع العذاب ما لم یجمعه
سب گناہون سے بڑھ کر ہو اور اسی لیے اللہ تعالی نے انکو ایسی سزا دی کہ تمام امتون مین سے کسیکو نہین دی اور انپر کئی قسم کے عذاب جمع کر دیے جو

علی غیرهم من بنی ادم وذمهم وکرر قصتهم فی عدة سور من کتابه الکریم حتی یرتدع من عملهم الذین یؤمنون بالله
اور کسی بنی آدم پر جمع نہین کیے اور انکی برائی بیان کی اور بار بار انکا قصہ اپنی کتاب کریم کی کئی سورتون مین بیان کیا تاکہ انکے عمل سے وہ لوگ باز آئین جو خدا

والیوم الاخر اشد الارتداع ویحترزوا عنه وعن مبادیه کالنظر والمصاحبة واللمس والقبلة اشد الاحتراز
اور قیامت کے دن پر ایمان لائے ہین خوب باز آتا اور اس سے اور اسکے اسباب سے بچین جیسے دیکھنا اور پاس بیٹھنا اور ہاتھ لگانا اور منھ چومنا بہت ہی بچنا

ولا یقربوا منه ولا یحوموا حوله فضلا عن ان یفعلوا اذ قد روی ان طباع جمیع الحیوانات یاباه الا
اور اسکے پاس نہ جھکین اور اسکے گرد نہ جائین کرنے کا تو کیا ذکر کیونکہ روایت ہو کہ تمام حیوانات کی طبیعتین اس سے نفرت کرتی ہین بجز

الخنازیر والقردة وفی روایة الا الخنزیر والحمار فمن یمیل طبعه الیه یکون فی الدناءة والخساسة
سور اور بندر کے اور ایک روایت مین ہو بجز سور اور گدھے کے پس جسکی طبیعت ادھر مائل ہوئی وہ دنائت اور خسا ست

والخباثة مثل الخنزیر والقرد والحمار بل هو ادنی منها حالا لما روی انه علیه السلام قال لخنازیر والقرد
اور خباثت مین سور اور بندر اور گدھے کے برابر ہے بلکہ انسے بھی انکا حال بدتر ہی اسواسطے کہ روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا سور اور بندر

اعقل عند الله تعالی ممن یرتکب المعاصی وذلک لان من یرتکب المعاصی علی الاستمرار من غیر التوبة والاستغفار
اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ ہوشیار ہین جو گناہ کرتا ہے اور یہ اسلیے کہ جو شخص بے توبہ اور استغفار کے ہمیشہ گناہ کیا کرتا ہے

یکون من الذین قال الله تعالی فیهم اولئک کالانعام بل هم اضل فانه تعالی شبههم بالبهائم فی کون مشاعرهم
وہ ان لوگون مین سے ہے جنکے حق مین اللہ تعالی نے فرمایا ہو وہ لوگ چوپایے کے برابر ہین بلکہ وہ انسے بھی زیادہ گمراہ کیونکہ اللہ تعالی نے انکو بہائم سے تشبیہ دی انکو دل و دماغ

متوجهة الی اسباب الدنیا ومقصورة علیها وعدم التفکر فیما یقرع اذانهم من الایات وفی عدم الانتفاع بها بل
اسباب دنیاوی کی طرف متوجہ ہونے اور اسی کے ہو رہنے اور جو آیتین انکے کانون مین پڑتی ہین انکے نہ سوچنے اور ان سے نہ کچھ نفع لینے مین بلکہ

جعلهم اضل منها لانها تدرک ما من شانها ان تدرک من المنافع والمضار وتجتهد غایة جهدها فی جلب
انکو انسے بھی زیادہ گمراہ ٹھہرایا کیونکہ وہ تو اتنا سمجھتے ہین جو انکی سمجھ کے لائق ہو فائدہ اور نقصان کو اور فائدہ کے حاصل کرنے مین

ما ینفعها وسلب ما یضرها وتنقاد لصاحبها وتمیز من یحسن الیها ممن یسیئ الیها وهؤلاء لیسوا کذلک حیث
اور مضرت کو دفع مین خوب کوشش کرتے ہین اور اپنے مالک کے مطیع رہتے ہین اور جو انکے ساتھ احسان کرے اور جو برائی کرے دونونکو خوب پہچانتے ہین اور یہ لوگ ایسے نہین ہین کیونکہ

لا یمیزون بین المنافع والمضار فیجتهدون غایة جهدهم فی جلب ما یضرهم وسلب ما ینفعهم فلا ینقادون لربهم ولا
نفع نقصان مین تمیز نہین کرتے اور مضر کے حاصل کرنے اور مفید کے دفع کرنے مین پوری کوشش کرتے ہین اور اپنے پروردگار کی فرمانبرداری نہین کرتے اور اپنے ساتھ

یعرفون احسانه الیهم من اساءة الشیطان الذی هو اعدی عدوهم ویقدمون علی العذاب الالیم ولا یقدمون علی
اسکے احسان کو شیطان کی بدی سے جو کہ انکا سب سے زیادہ دشمن ہو تمیز نہین کرتے اور سخت عذاب کی طرف دوڑتے ہین اور

النعیم المقیم ویکونون من الذین قال الله تعالی فیهم یعلمون ظاهرا من الحیوة الدنیا وهم عن الاخرة هم
عیش دائمی کی طرف متوجہ نہین ہوتے اور ان لوگون مین داخل ہین جنکے حق مین اللہ تعالی نے فرمایا ہو جانتے ہین ظاہری دنیا کے جینے کو اور وہ لوگ آخرت سے

غافلون یعنی انهم یعلمون ظاهر احقیر اخسیسا من الدنیا وهو ما یشاهدونه من زخارفها وملاذها وسائر
غافل ہین یعنی وہ لوگ دنیا مین اسی حقیر بے حقیقت کو سمجھ رہے ہین یعنی وہ جسکو دیکھتے ہین دنیا کی زیب و زینت اور لذتین اور تمام

الموافقة لشهواتهم الملائمة لاهوائهم وهم عن الآخرة التي هي المطلب الاعلى والمقصد الاقصى غافلون
حالات جو انکی خواہشون کے موافق ہین اور ہوا و ہوس کے مناسب اور وہ لوگ آخرت سے جو بڑا مطلب اور غایت درجہ کا مقصد ہے غافل ہین

لا يخطرونها ببالهم ولا يدركون من احوال الدنيا ما يؤدي الى معرفتها ولا يتفكرون فيها حتى يحصل لهم علم بها
اسکا خطرہ بھی دل مین نہین لاتے اور دنیا کے حالات مین ایسی باتون پر نظر ہی نہین ڈالتے جس سے آخرت کی معرفت ہو اور اسمین کچھ فکر نہین کرتے ہین کہ آخرت کا کچھ علم انکو حاصل ہو

فان العلم بامور الآخرة موقوف على العلم بوجود الباري تعالى وقدرته وارادته وعلمه وحياته وذلك العلم
کیونکہ امور آخرت کا جاننا اللہ کے وجود اور اسکی قدرت اور ارادہ اور علم اور حیات کے جاننے پر موقوف ہے اور یہ علم

لا يحصل الا بالنظر الى المصنوعات وبالتفكر في احوالها المتغيرة وهم قصروا النظر على الظواهر الخسيسة كالبهائم
بغیر مخلوقات مین نظر کرنے اور انکے بدلتے ہوئے احوال مین فکر کرنیکے حاصل نہین ہوتا اور ان لوگون نے اپنی نظر کو چوپایون کی طرح ظاہر کے ذلیل حالات پر کوتاہ کر رکھا ہے اور

لم يتفكروا في عجائب صنعه تعالى ليستدلوا بها على وجوده وصفاته التي يتوقف عليها وجود الممكنات فيعلموا ان ما اخبر به من
اللہ تعالی کی عجیب صنعتون مین غور نہین کرتے تاکہ انکے ذریعہ سے انکے وجود اور ان صفات پر دلیل لائین جنپر عالم کا وجود موقوف ہے اور یہ جان لین کہ آخرت کی

امور الآخرة امور ممكنة يلزم ثبوتها وكون المكلفين فيها فريقين فريق في الجنة وفريق في السعير بحكم صلاح الاعمال
جن باتونکی خبر دیگئی ہے سب ممکن ہین اور انکا ثبوت ضروری ہے اور انکے مکلف دو قسم کے ہین ایک گروہ جنت مین اور ایک گروہ دوزخ مین بلحاظ نیک اعمال

وفسادها ثم ان سبب محبة العبد للمعاصي والفجور فساد العلم او فساد القصد او فسادهما جميعا بل قد يقال فساد
اور بد اعمال کے پھر بندے کو گناہون سے محبت کا سبب خرابی علم کی ہے یا خرابی قصد کی یا دونون کی خرابی بلکہ بعضے کہتے ہین کہ

القصد من فساد العلم فان من علم ما في المضار من المضرة حقيقة العلم لا يميل اليه الا ترى ان من علم من
ارادہ کی خرابی بھی علم کی خرابی سے ہے اسلیے کہ جو شخص مضر چیز کے نقصان کو بخوبی جانتا ہے وہ کبھی اسطرف رغبت نہ کریگا دیکھتے نہین ہو کہ جسکو کسی

طعام لذيذ انه مسموم لا يقدم عليه فعلى هذا ان الايمان الحقيقي هو الذي يحمل صاحبه على فعل ما
مزہ دار کھانے کی نسبت یہ معلوم ہو جائے کہ اسمین زہر ملا ہوا ہے تو اسپر کبھی نہ بڑھے گا اس بیان کی رو سے ایمان حقیقی وہی ہے جو ایماندار کو اس فعل پر آمادہ کرے کہ

ينفعه في الآخرة وترك ما يضره فيها فاذا لم يفعل ما ينفعه في الآخرة ولم يترك ما يضره فيها لا يكون ايمانه حقيقيا
آخرت مین نافع مفید ہے اور اسکے چھوڑنے پر جو وہان کے لیے مضر پس جب اسنے ایسا کام نہ کیا جو آخرت مین مفید ہے اور اسکو نہ چھوڑا جو وہان مضر ہے تو اسکا ایمان حقیقی نہین

بل لسانيا لا قلبيا فان المؤمن بالنار حقيقة الايمان حتى كانه يراها لا يسلك طريقها الموصلة اليها فضلا ان يسعى
بلکہ زبانی ہے دلی نہین کیونکہ جس شخص کو دوزخ پر پورا ایمان ہے جیسے کہ اسکو دیکھ رہا ہے وہ کبھی ایسی راہ نہ چلے گا جو اسمین لیجائے چہ جائیکہ اسمین

في دخولها والمؤمن بالجنة حقيقة الايمان حتى كانه يراها لا يمهل عن طلبها بل يسعى في دخولها وهذا امر يجده
داخل ہونیکی کوشش کرے اور جنت پر پورا ایمان رکھنے والا یہانتک کہ گویا اسکو دیکھ رہا ہے اسکی طلب مین سستی نہ کریگا بلکہ اسمین داخل ہونیکی کوشش کریگا اور ایسی بات

الانسان في نفسه عند سعيه في امور الدنيا من دفع ما يضره وجلب ما ينفعه فعلى هذا كل من اعتاد ان يعمل
جسکو ہر آدمی اپنے دل مین دنیاوی امور دفع مضرت اور تحصیل منفعت کے وقت پاتا ہے پس اس بنا پر جس شخص کی عادت

عمل قوم لوط لا يكون ايمانه حقيقيا بل لسانيا لان جرمه لا يشبه سائر الجرائم ولهذا اختلف العلماء في
قوم لوط کے فعل کی پڑجائے اسکا ایمان حقیقی نہین بلکہ زبانی ہے اسلیے کہ اسکا جرم اور جرمون کے مشابہ نہین اور اسی لیے علما نے اسکی حد مین اختلاف کیا ہے

حده فذهب قوم الى ان الفاعل يحد حد الزنا فانه ان كان محصنا يرجم وان لم يكن محصنا يجلد مائة جلدة
ایک گروہ کا یہ مذہب ہے کہ فاعل پر زنا کی حد لگائی جائے گی پس اگر وہ محصن ہے تو سنگسار کیا جائے اور اگر محصن نہین تو درہ مارا جائے سو درہ

وهو قول الشافعي وابي يوسف ومحمد بن الحسن والحسن البصري وعطاء والنخعي وقتادة والاوزاعي وذهب قوم
اور یہ امام شافعی اور ابو یوسف اور محمد ابن حسن اور حسن بصری اور عطا اور نخعی اور قتادہ اور اوزاعی کا قول ہے اور ایک گروہ اسطرف گیا ہے

الى انه يرجم محصنا كان او غير محصن وكذا المفعول به وهو قول مالك واحمد واستدلوا على ذلك بان الله تعالى
کہ وہ پتھراؤ کیا جائے خواہ محصن ہو یا غیر محصن اور ایسے ہی مفعول کو اور یہ امام مالک اور امام احمد کا قول ہے اسپر اسطرح استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالی نے

اهلك قوم لوط بالرجم كما قال في محكم تنزيله وامطرنا عليهم حجارة من سجيل وجه الاستدلال ان شريعة من
قوم لوط کو پتھروں سے ہلاک کیا جنانچہ اپنے کلام میں فرماتا ہے اور برسائے ہمنے انپر پتھر پکے ہوئے وجہ استدلال کی یہ ہے کہ اگلوں کی شریعت

قبلنا شريعة لنا اذا قصه بلا انكار ولم يظهر نسخها وقد حكيت بلا انكار ولم يظهر نسخها بل روى انه عليه
ہماری شریعت ہے جب اسکا بیان بلا انکار ہو اور اسکا منسوخ ہونا ظاہر نہوا ہو اور اسکی حکایت بلا انکار ہوئی اور نسخ ظاہر نہیں بلکہ روایت ہے کہ نبی علیہ

السلام قال من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به واتفق عليه الصحابة وان اختلفوا في
السلام نے فرمایا کہ جس شخص کو تم دیکھو کہ قوم لوط والا فعل کرتا ہے تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر ڈالو اور کل صحابہ اسپر متفق ہیں اگرچہ اسکی کیفیت میں

كيفيته فان اربعة من الخلفاء احرقوه وهم ابو بكر رضـ وعلي رضـ وعبد الله بن زبير رضـ وهشام بن عبد الملك ويروى عن ابي بكر
میں اختلاف ہے کیونکہ چار خلیفہ نے اسکو جلایا ہے اور وہ حضرت ابو بکر رضـ اور علی رضـ اور عبد اللہ بن زبیر رضـ اور ہشام بن عبد الملک رضـ ہیں اور حضرت ابو بکر رضـ سے روایت ہے

انه قال يهدم عليه البيت وقال ابن عباس رضـ ينظر اعلى بناء فيرمى منه منكوسا ثم يتبع بالحجارة لانهم لوطا اهلكوا كذلك
کہ فرمایا اسپر گھر گرا دیا جائے اور حضرت ابن عباس رضـ نے کہا ہے ایک بلند مکان تجویز کیا جائے اور اسپر سے سر کے بل گرا دیا جائے پھر پتھر پھینکے جائیں اسلیے کہ لوط کی قوم اسی طرح ہلاک کی گئی

حيث حملت قريتهم ونكست بهم ولا شك في اتباع الهدم بهم حال نزولهم وذكر صدر الشريعة في درر الاحكام ان الصحابة
کیونکہ اُنکے گانوں اٹھائے گئے تھے اور انپر الٹ دیے گئے تھے اور گرتے وقت مکان کا انپر آپڑنے میں کچھ شک نہیں اور صدر الشریعہ نے درر الاحکام میں لکھا ہے کہ صحابہ نے

اختلفوا في موجبه من الاحراق بالنار وهدم الجدار والتنكيس من محل مرتفع واتباع الاحجار وعند ابي حنيفة يعزر
اسکی سزا کے تعین یعنی آگ میں جلانا اور دیوار کو گرانا اور بلند مقاموں سے اوندھا گرانا اور اسپر پتھر برسانا اسمیں اختلاف کیا ہے اور امام ابو حنیفہ رحـ کے نزدیک

بامثال هذه الامور وهذا هو المناسب في هذا المحل لغلظ الجناية ووجود الموافقة للصحابة فان التعزير بهذا الوجه
اسی قسم کی سزا دینی چاہیے اور اس موقع میں یہی مناسب ہے بوجہ جرم کے سخت ہونے اور صحابہ کی موافقت پائے جانے کے کیونکہ اسطرح کی تنبیہ

ان كان فوق الحد لكن يجوز على طريق السياسة حتى لا يبقى للوطي رخصة في الميل الى اللواطة فان عدم لزوم الحد
اگرچہ حد سے بڑھ کر ہے لیکن بطور سیاست کے جائز ہے تاکہ لوطی کے لیے لواطت کی طرف رغبت کرنے میں کوئی گنجائش نہ رہے کیونکہ حد کا لازم نہونا

فيها عند ابي حنيفة ليس لخفة امرها فان حرمتها عنده وعند جميع العلماء اعظم من حرمة الزنا بل لكون خباثتها
امام ابو حنیفہ رحـ کے نزدیک اسلیے نہیں ہے کہ جرم خفیف ہے کیونکہ اسکی حرمت انکے اور تمام علماء کے نزدیک زنا کی حرمت سے بڑھکر ہے بلکہ اسلیے کہ اسکی خباثت

مركوزة في الطباع لان المحل مستقذر لا يميل اليها من له طبع سليم ولا تستدعي زاجرا للامتناع عنها بل اكتفى فيها بالمانع
طبیعتوں میں گڑی ہوئی ہے کیونکہ وہ مقام گندہ ہے جسکی طرف سلیم طبیعت والا کبھی مائل نہوگا اور اس سے روکنے کے لیے کسی تنبیہ کرنیوالے کی حاجت نہیں ہے بلکہ اسمیں

الطبعي كما اكتفى به في اكل الرجيع وشرب البول لكن لما كان في النفوس الخبيثة المتعدية لحدود الله تعالى قوي الداعي
طبعی مانع کافی ہے جیسے کہ گو کھانے اور موت پینے میں طبعی مانع کافی ہے لیکن چونکہ خبیث طبیعتوں میں جو حدود الٰہی سے بڑھ جانیوالی ہیں اسکا مقتضی بڑا قوی ہے

اليها وجب الزجر عنها بابلغ وجه فانها في هذا الزمان قد شاعت في هذه الامة المحمدية وانتشرت بين عربها وعجمها وعالمها و
اسلیے اس سے کامل طریق پر زجر کرنا واجب ہوا کیونکہ یہ اس زمانہ میں امت محمدیہ میں بہت جاری ہو گیا ہے اور عرب اور عجم اور عالم اور

جاهلها وخواصها وعوامها وبلغت مبلغا كانوا يفتخرون بها ويلومون من لا امرد له ويطعنون فيه يقولون انه ليس بادمي
جاہل اور خاص اور عام سب میں پھیل گیا اور اس حد کو پہونچ گیا کہ اسمیں فخر کرتے ہیں اور جسکے پاس لونڈا نہو اسکو ملامت کرتے ہیں اور طعن کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ آدمی نہیں ہے

ولا مذاق له ويفتخرون بقيام الامرد بين ايديهم ويلبسونه احسن الثياب من المحرمات ليرى على احسن الصياغة
اور اسکو کچھ مذاق نہیں اور اپنے سامنے لونڈوں کے کھڑے ہونے سے فخر کرتے ہیں اور اس کو اچھے اچھے حرام کپڑے پہناتے ہیں تاکہ اچھا معلوم ہو

وقد روي انه عليه السلام قال من سره ان يتمثل له الرجال قياما فليتبوأ مقعده من النار فان هذا الوعيد في قيام
اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسکو یہ بات بھلی معلوم ہو کہ اسکے سامنے آدمی تصویر کی طرح کھڑے رہیں اسکو اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لینا چاہیے پس یہ وعید

الرجال فكيف في قيام المردة الذين لا يجوز النظر اليهم على ما ذكر في النوازل ان الغلام اذا كان صبيحا لا يجوز النظر
مردوں کے کھڑے رہنے میں ہے پھر بھلا لونڈوں کے کھڑے رہنے کو کیا کہنا جن پر نظر کرنا بھی جائز نہیں جیسا کہ نوازل میں مذکور ہے کہ لڑکا اگر خوبصورت ہو تو اسکی طرف نظر کرنا جائز نہیں

لانه روى انه عليه السلام قال اياكم ومجالسة اولاد الاغنياء فان لهم صورة العذراء وفتنتهم اشد من
کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا امیر و نکے لونڈ و نکے پاس بیٹھنے سے بچو کیونکہ انکی صورت عورت کی سی ہوتی ہے اور انکا فتنہ

فتنة النساء وذكر في ملتقط الناصري ان الغلام اذا بلغ مبلغ الرجال ولم يكن صبيحا فحكمه حكم الرجال وان كان
عورتونکے فتنہ سے بڑھکر ہے اور ملتقط ناصری مین لکھا ہے کہ لڑکا جب مردونکے برابر ہوجائے اور خوبصورت نہو تو وہ مردون کے حکم مین ہے اور اگر

صبيحا فحكمه حكم النساء وهو عورة من قرنه الى قدمه لا يحل النظر اليه عن شهوة واما السلام والنظر لا عن شهوة
خوبصورت ہو تو اسکا حکم عورتون کا سا ہے اور وہ سر سے پیر تک عورت ہے اسکی طرف شہوت سے دیکھنا جائز نہین رہا سلام کرنا اور بے شہوت دیکھنا

فلا بأس به ولهذا لم يؤمر بالنقاب وقد جاء في الاخبار ان عبد الله بن عمر كان جالسا في باب داره مع بعض اصحابه فرأى
سو اسمین کچھ مضائقہ نہین اسی لیے اسکو نقاب کا حکم نہین دیا گیا اور حدیث مین آیا ہے کہ عبد اللہ ابن عمر رضہ اپنے گھر کے دروازے پر اپنے دوستونکے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے انھون نے

غلاما صبيحا قد اقبل من السكة فقام ودخل الدار فلما ذهب خرج من الدار فقيل له هذا من عندك
ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھا کہ گلی سے سامنے آگیا آپ اٹھے اور گھر چلے گئے جب لوگون نے کہا وہ چلا گیا تب آپ گھر سے نکلے کسی نے آپ سے پوچھا کہ یہ آپکا ذاتی فعل ہے

يا ابا عبد الرحمن ام سمعت شيئا من رسول الله عليه الصلوة والسلام فقال سمعت رسول الله عليه السلام يقول
یا ابا عبد الرحمن اس بارے مین آپنے کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سنا ہے آپنے فرمایا کہ مین نے رسول علیہ السلام سے سنا ہے فرماتے تھے

النظر اليهم حرام والكلام معهم حرام ومجالستهم حرام وقال القاضي سمعت الامام يقول مع كل امرأة شيطانين و
کہ انکی طرف دیکھنا اور انکے ساتھ باتین کرنا اور انکے پاس بیٹھنا سب حرام ہے اور قاضی کہتے ہین مین نے امام صاحب سے سنا ہے فرماتے تھے کہ ہر عورت کے ساتھ دو شیطان رہتے ہین اور

مع كل غلام صبيح ثمانية عشر شيطانا وكان محمد بن الحسن صبيحا وكان ابو حنيفة يجلسه خلفه وخلف سارية المسجد
ہر خوبصورت لونڈے کے ساتھ اٹھارہ شیطان ہوتے ہین اور محمد بن حسن خوبصورت تھے اور امام ابو حنیفہ رح انکو اپنے پیچھے یا مسجد کے ستون کی آڑ مین بٹھاتے تھے

حتى لا يقع عليه بصره مخافة خيانة العين مع كمال تقواه وقال سفيان يكون في هذه الامة ثلثة اصناف من اللوطيين
تاکہ انپر نگاہ نہ پڑے آنکھ کی خیانت کے خوف سے باوجود یکہ آپ مین کمال تقوی تھا اور سفیان رح کہتے ہین کہ اس امت مین تین قسم کے لوطی ہون گے

صنف ينظرون وصنف يصافحون وصنف يعملون والشر في الصبيان اكثر من النساء لان من مال قلبه
ایک قسم تو گھورنیوالے اور ایک قسم ہاتھ ملانیوالے اور ایک بدکار اور برائی لڑکون مین عورتون سے زیادہ ہے اسلیے کہ جس کا دل کسی

الى امرأة يمكن استباحتها بالنكاح والنظر الى وجه الصبي يورث الحب فلا يمكن استباحة اللواطة بوجه من الوجوه
عورت پر آگیا تو اسکا نکاح سے جائز کرلینا ممکن ہے اور لڑکے کے چہرے کی طرف دیکھنے سے محبت پیدا ہوتی ہے تو اسمین لواطت کا جائز ہونا کسی طرح ممکن نہین

فاذا غلب عليه حبه يرتكب الفعل القبيح ويكون من الهالكين المستهزئين بآيات الله تعالى ودينه اذ قد يشتد بينهما
پس جب اسکی محبت اسپر غالب ہوگی تو وہ فعل بد کریگا اور ہلاک ہونیوالون مین ہوگا جو آیات الٰہی اور اسکے دین کو ہنسی کھیل سمجھتے ہین کیونکہ بعض اوقات دونون مین

الاتصال ويحصل فيهما من الاقتران في المخالطة مثل ما يحصل بين الزوجين حتى ان فجار الفسقة يسمونهما زوجين
بہت محبت ہوجاتی ہے اور انکے میل جول مین وہی ہوتا ہے جو میان بی بی مین ہوتا ہے یہان تک کہ فاسق بدکار انکو میان بی بی کہتے ہین

ويقولون تزوج فلان بفلان والحاضرون يسمعون قولهم ويرون حالهم لا يمنعونهم بل يضحكون ويعجبهم مثل ذلك
اور کہتے ہین کہ فلان نے فلان کو بی بی بنالیا اور حاضرین انکی یہ باتین سنا کرتے ہین اور انکا یہ حال دیکھا کرتے ہین اور منع نہین کرتے بلکہ ہنستے ہین اور انکو ایسا مذاق اچھا معلوم ہوتا ہے

المزاح ولا يبالون بخروج الايمان والاسلام عنهم وقد قال قاضيخان في فتاواه يكره بيع الغلام الامرد من رجل فاسق
اور ایمان و اسلام کے جاتے رہنے کی کچھ پروا نہین کرتے اور قاضی خان نے اپنے فتاوی مین لکھا ہے کہ امرد غلام کا بدکار آدمی کے ہاتھ بیچنا مکروہ ہے

يعلم انه يعصي الله تعالى به لانه اعانة له على المعصية واتفق العلماء من السلف والخلف على كون اللواطة حراما
جسکو جانتا ہو کہ یہ اسکے ساتھ اللہ تعالی کی نافرمانی کریگا اسلیے کہ اسمین گناہ کی مدد ہے اور تمام علما اگلے اور پچھلے لواطت کے حرام ہونے پر متفق ہین

لانه تعالى خلق الخلق ذكرا وانثى وخلق لكل منهما اعضاء ليصرف كل منهما كل واحد من تلك الاعضاء الى ما خلق
کیونکہ اللہ تعالی نے خلق کو نر و مادہ پیدا کیا اور انمین سے ہر ایک کو الگ الگ عضو دیے ہین کہ دونون ہر عضو سے وہی کام لین جسکے لیے پیدا کیے گئے ہین

له وجعل الانثى محلا للحرث كما اخبر به في كتابه فقال نساؤكم حرث لكم فأتوا حرثكم انى شئتم فهل يليق بالعاقل ان
اور عورت کو کھیتی کا محل بنایا جیسا کہ کلام پاک میں خبر دی ہے فرماتا ہے تمھاری بیبیاں تمھاری کھیتی ہیں پس اپنی کھیتی کو جسطرح چاہو لو پس کیا عاقل کو لائق ہے کہ

يصرف عضوا من اعضائه الى غير ما خلق له وهل يمكن له الحرث فيما ليس محلا للحرث فان قيل سلمنا ان الغلام
اپنے کسی عضو کو اس کام کے علاوہ میں لگائے جسکے لیے وہ بنایا گیا ہے اور کیا کھیتی ہو سکتی ہے اسمیں جو کھیتی کا موقع نہیں اگر کوئی کہے کہ ہم نے مانا کہ لڑکا

ليس محلا للحرث لكنه محل لقضاء الشهوة واستيفاء اللذة فاذا كان مملوكا له لا يجوز لصاحبه ان يتصرف فيه كما
کھیتی کا محل نہیں ہے لیکن وہ شہوت پوری کرنے اور لذت لینے کا موقع تو ہے پس اگر مملوک ہو تو اسکے مالک کو اسمیں تصرف کرنا کیون جائز نہیں جیسا کہ

يتصرف في سائر املاكه من المأكولات والملبوسات فالجواب ان الانسان وان كان له ان يتصرف في ماله لكنه محجور
اور تمام املاک کھانے اور پہننے میں تصرف کیا جاتا ہے تو جواب یہ ہے کہ اگرچہ انسان کو بھی اپنے مال میں تصرف کرنے کا حق ہے لیکن

عن التصرف التام فيه لان ما في يده من المال ليس له في الحقيقة بل هو في يده عارية اذن له في الشرع ان يتصرف
اسمیں پورا تصرف کرنے کو روک دیا گیا ہے اسلیے کہ جو مال اسکے قبضہ میں ہے در حقیقت اسکا نہیں ہے بلکہ اسکے ہاتھ میں عاریت ہے شریعت میں اسے اجازت ہے کہ

فيه بوجه ومنع عن التصرف فيه بوجه آخر ولم يأذن له الشرع ان يتصرف في هذا المحل المكروه لغاية خباثته ونهاية
اسمیں ایک قسم کا تصرف کرے اور دوسری طرح سے تصرف کرنیکی ممانعت ہے اور اسکو شریعت نے اسبات کی اجازت نہیں دی کہ ایسے مکروہ موقع پر تصرف کرے غایت درجہ کی خباثت اور نہایت

قذارته الا ترى ان وطي الزوجة في القبل مع كونه حلالا وقع المنع عنه حال الحيض لاجل الاذى لقوله تعالى
ناپاکی کی وجہ سے کیا نہیں دیکھتے کہ اپنی بی بی سے پیشاب گاہ میں وطی کرنا باوجود حلال ہونیکے حیض کی حالت میں گندگی کے سبب سے اس سے بھی ممانعت آئی ہے اس آیت

ويسئلونك عن المحيض قل هو اذى فاعتزلوا النساء في المحيض فهي ايام يسيرة من الشهر فكيف لا يمنع عن
اور لوگ تجھسے حیض کے بارہ میں پوچھتے ہیں کہدو وہ گندگی ہے پس الگ رہو عورتون سے حیض میں اور وہ مہینے میں چند دن ہیں پھر ایسی جگہ سے کیون ممانعت نہ ہوگی

موضع لا يفارق النجاسة التي اشد من دم الحيض اصلا فعلم من هذا ان مجرد الملك لا يقتضي التصرف فيما لم يأذن فيه
جہان سے ایسی نجاست کبھی جدا نہیں ہوتی وہ نجاست جو حیض کے خون سے بھی زیادہ سخت ہے اس سے معلوم ہوا کہ محض مالک ہونا ایسی بات میں تصرف کو مقتضی نہیں جسمیں شریعت نے اجازت

الشرع الا ترى ان الامة المجوسية او الوثنية مع كونها محلا للحرث لا يجوز لصاحبها ان يتصرف فيها بالتقبيل والتفخيذ
نہیں دی کیا نہیں دیکھا مجوسیہ لونڈی یا بت پرست باوجودیکہ کھیتی کا محل ہے لیکن اسکے مالک کو جائز نہیں کہ اس میں بوسہ اور تفخیذ

وغيرها من دواعي الجماع فضلا عن الجماع وكذا البهيمة مع كونها محلا لقضاء الشهوة لا يجوز الا لها قضاء الشهوة
وغیرہ لوازم جماع کا کوئی تصرف کرے چہ جائیکہ جماع اور ایسے ہی چوپایہ باوجودیکہ وہ شہوت پوری کرنیکا موقع ہے لیکن اسکے مالک کو اس سے شہوت پوری کرنا جائز نہیں

فيها اذا تقرر هذا فالواجب على كل مسلم ان يحترز عن هذا الفعل القبيح لما روي انه عليه السلام قال من عمل قوم لوط
جب یہ ثابت ہو گیا تو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس فعل بد سے الگ رہے کیونکہ روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جسنے قوم لوط کا کام کیا

يعذب في النار منكوسا وروي ايضا انه عليه السلام قال اذا علا الذكر الذكر اهتز العرش فتقول السموات امرنا
وہ دوزخ میں اوندھا کرکے عذاب کیا جائیگا اور یہ بھی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب نر پر نر چڑھتا ہے تو عرش ہل جاتا ہے اور آسمان کہتے ہیں

يا رب باهلاكه وتقول الارض يا رب مرنا ان نبتلعه فيقول الله تعالى دعوه فان طريقه علي ووقوفه بين يدي
خداوندا ہمکو اسکے ہلاک کرنیکا حکم دے اور زمین کہتی ہے یا الله مجھکو حکم دے کہ میں اسکو نگل جاؤن پس الله تعالى فرماتا ہے جانے دو اسکا راستہ میری ہی طرف ہے اور اسکا کھڑا ہونا میرے سامنے ہے

وروي ايضا انه عليه السلام قال لو اغتسل اللوطي بالبحار السبع لم يجئ يوم القيمة الا جنبا وذكر في الفتاوى
اور یہ بھی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ لوطی اگر سات سمندر میں نہائے لیکن قیامت کے دن ناپاک ہی آئیگا اور فتاوے

الصوفية عن سفيان ان اللواطة لا تكون في الجنة لان الله تعالى استبعدها واستقبحها وقال ما سبقكم بها
صوفیہ میں سفیان سے نقل ہے کہ لواطت جنت میں نہوگی کیونکہ الله تعالى نے اسکو ناپسند کیا ہے اور برا قرار دیا ہے اور فرمایا کہ تم سے پہلے

من احد من العلمين ٥ وسماها خبيثة حيث قال ونجيناه من القرية التي كانت تعمل الخبائث والجنة منزهة
جہان میں ایسا کام کسی نے نہیں کیا اور اسکا نام خبیثہ رکھا چنانچہ فرمایا ہے اور بچایا ہم نے اسکو اس گانون سے جو کرتے تھے خبیث کام اور جنت

عن الخبائث قيل قد يعلم من هذا ان الجنة لكونها طيبة لطيفة في غاية اللطافة اذا كانت لا تقبل اللواطة لكونها
خبیث کاموں سے پاک ہے کسی نے کہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت چونکہ نہایت پاکیزہ اور حد درجہ کی لطیف ہے جب اسمیں لواطت بوجہ

فعلا خبيثا يلزم ان لا يقبل من يفعلها في الدنيا لكونه خبيثا خسيسا في غاية الخباثة والخساسة لان المتصف
خبیث فعل ہونیکے نہیں ہوسکتی تو لازم آتا ہے کہ اس شخص کو بھی قبول نہ کرے جو دنیا میں اس کام کو کرتا ہے کیونکہ وہ نہایت درجہ کا خبیث اور ذلیل ہے کیونکہ جو

بالخبث خبيث الا ان يتداركه الله بالتوبة النصوح الماحية لجميع الذنوب
خبث سے موصوف ہو وہ خبیث ہے ہاں مگر جبکہ اللہ اسکو سچی توبہ سے جس سے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں اسکو درست کرے

المجلس الثامن والسبعون في بيان حرمة شرب الخمر وبيان عقوبتها وسائر المنكرات

اٹھترویں مجلس شراب نوشی کی حرمت اور اسکے عذاب اور برائیوں کے بیان میں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من شرب الخمر في الدنيا فمات وهو يدمنها ولم يتب منها لم يشربها في الاخرة هذا
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے شراب دنیا میں پی اور مرگیا اور وہ ہمیشہ پیتا رہا اور اس سے توبہ نہیں کی تو آخرت میں نہ پینے پایگا

الحديث من صحاح المصابيح رواه ابن عمر ومعناه ان من داوم على شرب الخمر فمات ولم يتب منها لا يدخل الجنة ولا يشرب
حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے ابن عمر نے اسکو روایت کیا ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ جس شخص نے ہمیشہ مے نوشی کی اور مرگیا اور اس سے توبہ نہیں کی وہ نہ جنت میں داخل ہوگا نہ اسکو وہاں کی

من خمرها لان نوعا من شرابها الخمر لقوله تعالى وانهار من خمر لذة للشاربين يعني ان في الجنة انهارا
شراب پینے کو ملیگی اسلیے کہ وہاں ایک قسم کی شراب خمر بھی ہے بوجہ اس ارشاد خداوندی کے اور شراب کی نہریں ہیں جس سے لذت ہو پینے والوں کو یعنی جنت میں

من خمر لذيذة ليس فيها كراهة الطعم والريح ولا غائلة السكر والخمار وانما هي تلذذ محض يتلذذ
مزہ دار شراب کی نہریں ہونگی جنمیں نہ بدبو ہوگی نہ بدمزگی اور نہ بیہودہ نشہ نہ خمار ہوگا بلکہ وہ محض مزہ اور لطف ہوگا

بها الشاربون فمن يدخل الجنة لابد ان يشرب منها ولا يكون محروما عنها فيكون عدم شربه منها كناية
جس سے پینے والے مزہ اٹھائینگے پس جو جنت میں جایگا وہ اسمیں سے ضرور ہی پیے گا اور اس سے محروم نہ رہے گا پس اسمیں سے نہ پینے پانا

عن عدم دخوله فيها بسبب شرب الخمر في الدنيا لان خمر الدنيا حرام نجس نجاسة غليظة لا يحل شربها
دنیا میں شراب نوشی کی وجہ سے جنت میں نہ داخل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ دنیا کی شراب حرام اور سخت نجس ہے اسکا پینا جائز نہیں

ومن شرب منها طائعا ولو قطرة يقام عليه الحد وهو ثمانون جلدة للحر ونصفها للعبد فان لم يضرب في
اور جو شخص اپنی خوشی سے اسکو پیے گا خواہ ایک قطرہ ہی ہو اسپر حد لگے گی اور وہ آزاد پر اسّی دُرّے اور غلام پر اسکے آدھے پس اگر

الدنيا يضرب في الاخرة بسياط من النار على رؤس الاشهاد ويكفر مستحلها ويحرم بيعها وشراؤها واكل
دنیا میں نہ لگے تو آخرت میں سب کے سامنے آگ کے دُرّے مارے جائینگے اور جو شخص اسکو حلال سمجھے وہ کافر ہے اور اسکا بیچنا اور خریدنا اور اسکی

ثمنها ويمنع اهل الذمة من اظهار شربها وبيعها وقد ذكر في كتب الفقه ان اجارة بيت بالامصار والقرى
قیمت کو کھانا سب حرام ہے اور ذمی لوگوں کو شراب علانیہ پینے اور بیچنے سے منع کیا جائیگا اور فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ شہروں اور گانوں اور گھر کرایہ پر دینا

ممن يبيع فيه الخمر مسلما كان او كافرا لا يجوز لانه اعانة على المعصية وقد قال الله تعالى وتعاونوا على البر
اس شخص کے ہاتھ جو اسمیں شراب بیچے مسلمان ہو خواہ کافر جائز نہیں ہے اسلیے کہ یہ گناہ میں مدد دینا ہے اور اللہ تعالی یوں فرماتا ہے کہ نیکی

والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان وما نقل عن ابي حنيفة انه جوز ذلك في السواد فمراده بالسواد على
اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور نافرمانی اور ظلم میں مدد نہ دو اور امام ابو حنیفہ رح سے جو روایت ہے کہ آپنے سواد میں اسکی اجازت دی تو انکی مراد سواد

ما صرح به العلماء سواد الكوفة لان غالب اهلها كان اهل الذمة واما سواد بلادنا فاعلام الاسلام فيها ظاهرة
از روے بیان علما کے سواد کوفہ ہے اسلیے کہ وہاں کے اکثر رہنے والے ذمی تھے رہا ہمارے شہروں کا سواد سو اسمیں اسلام کے جھنڈے ظاہر ہیں

فلا يمكنون فيها كما لا يمكنون في الامصار وهو الصحيح وقد ذكر في نصاب الاحتساب ان المحتسب لو احرق بيت الخمار
لہذا یہاں انکو قدرت نہ دیجائیگی جیسے کہ شہروں میں انکو اجازت نہیں اور یہی صحیح ہے اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہے اگر محتسب مشہور شراب خانہ کو پھونک دے

المشهور لا یضمن اذا علم انه لا ینزجر بدونه لتعیینه طریقا للحسبة نعم ان اصحابنا لم یرو عنهم فی احراق البیت
تو تاوان نہین ہوتا جب یہ جانے کہ بغیر اسکے باز نہ آئیگا کیونکہ اب یہی انتظام کا طریق رہگیا البتہ ہمارے علما سے گھر جلانے کے متعلق کوئی روایت نہین آئی

شیٔ وانما ورد عنهم هدم البیت وکسر الدنان لکن ذکر فی الفصل الثامن من کتاب الصلوة من المحیط انه
بلکہ صرف گھر کا گرانا اور مٹکے کا توڑ دینا آیا ہے لیکن محیط کی کتاب الصلوۃ کی آٹھوین فصل مین لکھا ہے کہ نبی

علیه السلام قال لقد هممت ان آمر رجلا یصلی بالناس وانظر الی قوم یتخلفون عن الجماعة فاحرق
علیہ السلام نے فرمایا مین نے ارادہ کیا تھا کہ کسی سے کہدون کہ نماز پڑھا دے اور ان لوگون کو دیکھون جو جماعت مین نہین آتے پس انکے

بیوتهم وهذا الخبر یدل علی جواز احراق بیت من یتخلف عن الجماعة لان الهم علی المعصیة لا یجوز من الرسول
گھر جلادون اور یہ حدیث جماعت سے پیچھے رہجانیوالے کے گھر کو پھونک دینے کے جواز پر دلالت کرتی ہے اسلیے کہ رسول سے گناہ کا ارادہ ہو نہین سکتا

لانه معصیة فاذا علم جواز احراق البیت علی ترک السنة المؤکدة فما ظنک فی احراق البیت علی ترک الواجب و
کیونکہ یہ بھی گناہ ہے پس جب سنت مؤکدہ کے چھوڑ دینے سے گھر کے جلادینے کا جواز معلوم ہوا تو واجب اور فرض کے چھوڑ دینے پر گھر جلانے کی نسبت تیرا کیا خیال ہے

الفرض وقد ذکر فی الباب الثلثین من شرح ادب القاضی للخصاف ان عمر رض خطب الناس یوما فقال بلغنی ان فی بیت
اور خصاف کی شرح ادب القاضی کے تیسوین باب مین مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز خطبہ پڑھا تو آپنے فرمایا مجھکو خبر ملی ہے کہ

فلان وفلان مسکرا فانی آتی بیوتهما فان کان حقا احرق بیوتهما وهما رجلان رجل من قریش ورجل من ثقیف فسمع
فلان اور فلان کے گھر مین شراب ہے پس مین انکے گھرون کی تلاشی لونگا اگر ٹھیک ہوا تو دونونکے گھر پھونکدونگا اور یہ دونون آدمی ایک تو قریش مین سے تھا اور ایک ثقیف مین سے تھا پس

القریشی بذلک فحذر واخرج ما فی بیته من المسکر واراقه ولم یفعل الثقفی وکان اسمه مرشدا فاتی عمر رض
قریشی نے یہ بات سنی تو ڈر گیا اور اسکے گھر مین جو نشہ کی چیز تھی سب پھینکدی اور ثقفی نے ایسا نہین کیا اور اسکا نام مرشد تھا پس حضرت عمر رض

بیت القریشی فلم یجد فیه شیئا من المسکر واتی بیت الثقفی فوجد فیه خمرا فاحرق بیته وقال ما انت بمرشد وعلم
قریشی کے گھر آئے تو اسمین کوئی چیز نشہ کی نہ پائی اور ثقفی کے گھر آئے تو اسمین شراب پائی پس آپنے اسکا گھر جلادیا اور فرمایا تو مرشد نہین ہے

من هذا الاثر ان المحتسب اذا بلغه خبر من المنکرات ینبغی له ان یعلنه ویهدد علیه لان عمر رض لما بلغه خبر
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محتسب کو جب بری بات کی کوئی خبر ملے تو اسکو چاہیے کہ مشہور کردے اور اسپر دھمکائے کیونکہ حضرت عمر رض کو جب شراب کی خبر پہونچی

المسکر اعلنه فی خطبته ووعظه وهدد علیه باحراق البیت واتعظ القریشی ولم یحرق بیته ولم یتعظ
تو آپنے خطبہ اور وعظ مین ظاہر کردیا اور گھر پھونکدینے کی دھمکی دی اور قریشی نے نصیحت مان لی اسکا گھر نہین جلایا اور

الثقفی فاحرق بیته لانه هدده به فلا یلیق بالسیاسة ان یهدد بشیء ثم لا یأتی به وروی ان نفرا من اهل
ثقفی نے نصیحت نہ مانی لہذا اسکا گھر پھونکدیا کیونکہ اسی سے دھمکایا تھا اور یہ سیاست کے لائق نہین کہ کسی بات سے دھمکائے پھر اسکو نکرے اور روایت ہے کہ چند

الشام شربوا الخمر وقالوا هی لنا حلال لانه تعالی قال لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصلحت جناح فیما طعموا فکتب
شامیون نے شراب پی اور کہا کہ ہم کو تو یہ حلال ہے اسلیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے نہین ہے ان لوگون پر جو ایمان لائے اور نیک کام کیے کچھ گناہ اس چیز مین جو کہ انھون نے کھایا پس انکی

فیهم الی عمر بذلک وکتب عمر ان ابعثوا بهم الی فلما قدموا جمع لهم عمر رض اصحاب رسول الله علیه السلام
اطلاع تحریری حضرت عمر رض کے پاس آئی اور آپنے لکھ بھیجا کہ انکو چالان میرے پاس کردو پس جب وہ لوگ آگئے تو حضرت عمر رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب کو جمع کیا

وشاورهم فیهم فقالوا یا امیر المؤمنین انهم افتروا علی الله تعالی وشرعوا فی دینه ما لم یأذن به فاضرب اعناقهم
اور ان لوگونکے بارہ مین مشورہ کیا ان حضرات نے کہا کہ اے امیر المومنین ان لوگون نے اللہ تعالی پر جھوٹھ باندھا اور اسکے دین مین ایسی بات نکالی جسکی اجازت نہین دی لہذا انکی گردنین مار دیجیے

وعلی رض فی القوم ساکت فقال له عمر ما تری فیهم یا علی فقال اری ان تستتیبهم فان تابوا فاضرب کل واحد منهم
اور حضرت علی رض سب مین خاموش تھے حضرت عمر رض نے آپسے پوچھا انکے بارہ مین آپ کی کیا راے ہے آپنے کہا میری راے یہ ہے کہ انسے توبہ کرائیے پس اگر توبہ کرین تو ہر ایک کے

ثمانین جلدة وان لم یتوبوا فاضرب اعناقهم فاستتابهم فتابوا وضرب کل واحد منهم ثمانین جلدة والجواب
اسّی درّے مارئیے اور اگر توبہ نکرین تو انکی گردنین مار دیجیے پس آپنے انسے توبہ کرائی انھون نے توبہ کرلی اور ہر ایک کو اسّی اسّی درّے لگے اور جواب

عن الآية التي استدلوا بها على اباحة الخمر ما روی عن ابن عباس انه قال لما نزل تحريم الخمر قالوا يا رسول الله كيف

اس آیت کا جس سے وہ شراب کے جائز ہونے پر دلیل لاتے تھے یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ فرمایا جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو سب نے کہا یا رسول اللہ

باخواننا الذين ماتوا وهم يشربون الخمر فنزل قوله تعالى ليس على الذين آمنوا وعملوا الصالحات جناح فيما طعموا

ہمارے اُن بھائیوں کا کیا حال ہوگا جو اس حال میں مرگئے کہ شراب پیا کرتے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی کہ نہیں ہے اُن لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک کام کیے کچھ گناہ اس چیز میں جو پہلے کھا چکے

يعني ان الذين شربوا الخمر قبل تحريمها لا اثم عليهم انما الاثم على الذين يشربونها بعد تحريمها فان قيل تحريم

یعنی جن لوگوں نے شراب پی قبل حرام ہونیکے انپر کچھ گناہ نہیں گناہ تو اُن ہی پر ہے جو اسکے حرام ہونے کے بعد پیتے ہیں اگر کوئی کہے کہ ایسی چیز کا

شرب ما يزيل العقل الذي هو ملاك معرفة الله تعالى وشكر نعمه حسن لا شبهة فيه فلم كان حلالا للامم السالفة

پینا حرام ہونا جو عقل کو کھو دے جو کہ معرفت الٰہی اور شکر نعمت کی جڑ ہے بہت ہی اچھا ہے اسمیں کچھ شبہہ نہیں لیکن پہلی امتوں کو کیوں حلال تھی

مع احتياجهم الى ذلك فالجواب ان العقل لا يزول بشرب القليل منه وانما يزول بالسكر والسكر حرام في جميع

حالانکہ اُنکو بھی اسکی حاجت تھی تو جواب یہ ہے کہ تھوڑی سی پینے میں عقل نہیں جاتی عقل تو نشہ سے جاتی ہے اور نشہ سب دینوں میں حرام رہا ہے

الاديان لكن القليل من الخمر قد حرمت على هذه الامة المشهود لهم بالخيرية كرامة لهم من الله تعالى

لیکن اس امت پر جسکی عمدگی کی سب نے گواہی دی ہے اللہ تعالی کی طرف سے تکریم کے سبب سے

لئلا يقعوا في المحظور الذي هو السكر لان قليلها يدعو الى كثيرها وهذا من خواصها ولهذا يزداد لذة شاربها

تھوڑی سی شراب بھی حرام کر دی تاکہ نشہ میں نہ پڑجائیں جو کہ ممنوع ہے کیونکہ تھوڑی شراب بہت کا تقاضا کردیتی ہے اور یہی اسکا خاصہ ہے اسی لیے شرابی کا مزہ زیادہ پینے

بالاستكثار منها بخلاف سائر المشروبات فان قيل الداعي المذكور كان موجودا فيها فلم لم تحرم ابتداء ولم حرمت

سے بڑھتا جاتا ہے برخلاف اور شربتوں کے اگر کوئی کہے کہ یہ تقاضاے مذکور تو اسمیں پہلے سے موجود تھا پس پہلے ہی کیوں نہ حرام ہوگئی اور آہستہ

بالتدريج فالجواب ان الشهادة بالخيرية لم تكن اذ ذاك واما التدريج الطارئ فلئلا يقع النفرة عن الاسلام فانهم

آہستہ کیوں حرام ہوئی تو جواب یہ ہے کہ عمدگی کی گواہی اُسوقت نہ تھی اور رہی آہستگی سو اسلیے کہ اسلام سے نفرت نہو جائے کیونکہ وہ لوگ

في الجاهلية كانوا مؤلفين بشربها فلكونهم مؤلفين بشربها اظهر الله تعالى فضله واحسانه ولم يحرمها دفعة واحدة

جاہلیت میں اسکے پینے کے بڑے شائق تھے پس اسکے پینے کی طرف اُنکی شوق کی وجہ سے اللہ تعالی نے اپنا فضل اور احسان ظاہر فرمایا اور دفعۃً حرام نہیں فرمایا

بل بالتدريج حتى تواردت في شانها اربع آيات نزلت في مكة قوله تعالى ومن ثمرات النخيل والاعناب تتخذون

بلکہ آہستہ آہستہ یہانتک کہ اس شان میں چار آیتیں اتریں مکہ میں تو یہ آیت آئی اور کھجوروں اور انگوروں کے میووں سے بناتے ہو

منه سكرا ورزقا حسنا والمراد من السكر الخمر فقال كبراء الصحابة لو كان فيها خير لم تميز من الرزق الحسن

نشہ اور روزی خاصی اور نشہ سے مراد شراب ہے پس بڑے بڑے صحابہ نے فرمایا کہ اگر شراب میں کچھ خوبی ہوتی تو رزق حسن سے الگ نہ کی جاتی

فتركوها وخفي على غيرهم ان توصيف المعطوف بالحسن لا يخلو عن الدلالة على ان في المعطوف عليه قبحا فلم يتركوها

پس انھوں نے اسکو چھوڑ دیا اور لوگوں پر یہ پوشیدہ رہا کہ معطوف کو بھلائی سے موصوف کرنا اس دلالت سے خالی نہیں کہ معطوف علیہ میں کچھ نہ کچھ برائی ہے لہذا انھوں نے اسکو نہیں چھوڑا

ثم ان عمر ومعاذا ونفرا من الصحابة قالوا يا رسول الله افتنا في الخمر والميسر فان احدهما مذهبة العقل والآخر متلف

پھر حضرت عمر رض اور معاذ رض اور کئی اور صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کو شراب اور جوے کے بارہ میں فتوی دیجیے کیونکہ ایک تو عقل کھوتی ہے دوسری چیز مال تلف کرتی ہے

للمال فنزل قوله تعالى يسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما

تب یہ آیت آئی تجھسے پوچھتے ہیں حکم شراب اور جوے کا تو کہہ ان میں گناہ بڑا ہے اور فائدے بھی ہیں لوگوں کو اور انکا گناہ فائدے سے بڑا ہے

فانه تعالى لم يحرمهما بل ذمهما ونبه بذلك على ان اجتنابهما اولى من اقترانهما لان الحكم في الامور للاغلب فامتنع كثير

پس اللہ تعالی نے دونوں کو حرام نہیں کیا بلکہ اسکی ہجو کی اور اس سے آگاہ کر دیا کہ ان دونوں سے بچنا انکے پاس جانے سے بہتر ہے اسلیے ہر کام میں حکم اکثر پر ہوتا ہے لہذا بہتیرے لوگ

منهم عنهما فقالوا لا حاجة لنا فيما فيه اثم كبير وقال بعضهم ناخذ نفعهما ونترك اثمهما فلم يمتنعوا عنهما ثم

ان دونوں سے باز آگئے اور کہا ہمکو کچھ اسکی حاجت نہیں جسمیں بڑا گناہ ہو اور بعضوں نے کہا ہم انکا فائدہ حاصل کرتے رہیں گے اور گناہ چھوڑ دیا کرینگے پس وہ ان دونوں سے باز نہ آئے پھر

ان عبدالرحمن بن عوف صنع طعاما فدعا جماعۃ من الصحابۃ واتاہم بخمر فشربوا وسکروا وحضرت صلوۃ المغرب فقدموا

عبدالرحمن بن عوف نے کھانا پکا کر صحابہ کی ایک جماعت کو بلایا اور شراب پیش کی پس سب نے پی اور مست ہوئے اور وہین مغرب کا وقت آگیا تو

احدہم فقرأ قل یایہا الکفرون اعبد ما تعبدون ھکذا الی اخر السورۃ بحذف لا فنزل قولہ تعالی یایہا الذین امنوا

انھون نے انہین سے ایک کو آگے کیا انھنے اسطرح پڑھا قل یایہا الکفرون اعبد ما تعبدون آخر سورہ تک لفظ لا کو چھوڑکر تب یہ قول اللہ تعالی کا نازل ہوا اے ایمان والو

لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکری فھذہ الایۃ اشد من الاولی لانہ تعالی حرم فیہا السکر فی مواقیت الصلوۃ لان حرج

پس نجاؤ نماز کے حالت نشہ مین یہ آیت پہلی آیت سے سخت ہے اسلیے کہ اللہ تعالی نے اسمین اوقات نماز مین نشہ حرام کردیا اسلیے کہ مآل

النھی لیس ھو المقید مع بقاء القید مرخصا بحالہ بل مرجع النھی انما ھو القید مع بقاء المقید لازما بحالہ لان الصلوۃ

نہی کا مقید نہیں ہے کہ قید کی اسیطرح اجازت رہے بلکہ مآل نہی کا قید ہے کہ مقید اسی طرح لازم رہے کیونکہ نماز ہے

کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا فکانہ تعالی قال یایہا الذین امنوا لا تسکروا فی اوقات الصلوۃ فترک اکثرھم

مسلمانون پر فرض وقت بندھی ہوئی تو گویا اللہ تعالی نے فرمایا اے ایمان والو نماز کے وقت نشہ مت پیا کرو پھر بہتون نے

شربہا فشربہا اقلہم فی غیر اوقات الصلوۃ فمنہم من کان یشربہا بعد صلوۃ العشاء فیصبح وقد زال عنہ السکر

اسکا پینا چھوڑ دیا اور کم لوگ اوقات نماز کے علاوہ مین پیتے رہے پس بعضے تو نماز عشا کے بعد پیتے تھے کہ صبح ہوتے نشہ اتر جاتا

ومنہم من کان یشربہا بعد صلوۃ الصبح فیصحو عند مجیء وقت الظہر فخلا اکثر اوقاتہم عن الشرب فسہل نقلہم

اور بعضے صبح کی نماز کے بعد پیتے پس ظہر کے وقت آنے تک ہوش مین آجاتے پس انکا اکثر وقت شراب سے خالی رہتا لہذا

الی التحریم المطلق ثم ان عتبان بن مالک دعا رجالا من المسلمین وشوی لہم راس بعیر فاکلوا وشربوا الخمر

مطلقا حرمت کی طرف منتقل کر دینا انکا آسان ہوگیا پھر عتبان بن مالک نے کئی مسلمانون کو بلایا اور انکے لیے اونٹ کی سری بھونی پس انھون نے کھائی اور شراب پی

فلما سکروا تفاخروا وتناشدوا الاشعار وکان فیہم سعد بن ابی وقاص فانشد شعرا فیہ ہجاء الانصار فاخذ رجل

پس جب مست ہوئے اپنی اپنی شیخی کرنے لگے اور شعر پڑھنے شروع کیے اور اس جماعت مین سعد بن ابی وقاص بھی تھے پس انھون نے ایسا شعر پڑھا جسمین انصار کی ہجو تھی

منہم لحی البعیر فضرب بہ راس سعد فشجہ موضحۃ فانطلق سعد الی رسول اللہ علیہ السلام فشکا الیہ وکان عمر رض

پس انہین سے ایک شخص نے اونٹ کا جبڑا لیکر سعد کے سر پر ایسا مارا کہ سر کھل گیا پس سعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فریاد کی اور حضرت عمر رض

حاضرا فقال اللہم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا فنزل قولہ تعالی یایہا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب

اسوقت حاضر تھے پس دعا کی یا الہی ہمارے لیے شراب کے بارہ مین شافی طور پر بیان کردے پس یہ آیت اتری اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت

والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ

اور پانسے گندے ہین کام شیطان کے سو ان سے بچتے رہو تاکہ تمہارا بھلا ہو شیطان یہی چاہتا ہے کہ ڈالدے تم مین دشمنی اور

والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فہل انتم منتہون ہ فقال عمر انتہینا یا رب

بیر شراب سے اور جوئے سے اور روکے تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے پس کیا تم اس سے باز آتے ہو پس حضرت عمر رض نے کہا الہی ہم باز آئے

فدلت ہذہ الایۃ علی تحریم الخمر قطعا من عشرۃ اوجہ احدہا انہ تعالی قرنہا بالمیسر الذی ھو القمار وھو حرام بالاتفاق وکذ

اس آیت نے شراب کے قطعی حرام ہونیکو بتلایا دس وجہون سے ایک یہ کہ اللہ تعالی نے اسکو جوے کے ساتھ ملا کے ذکر کیا اور وہ بالاتفاق حرام ہے اور اسیطرح

ما قرن بہ والثانی انہ تعالی قرنہا بالانصاب وھی فی الحرمۃ کذلک والثالث انہ تعالی قرنہا بالازلام وھی فی الحرمۃ

وہ جو اسکے ساتھ ہو اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالی نے اسکو بتون کے ساتھ ملایا اور وہ بھی حرمت مین ایسے ہی ہین اور تیسرے یہ کہ اللہ تعالی نے پانسون کے ساتھ ملایا اور وہ بھی حرمت مین

کذلک والرابع انہ تعالی سماہا رجسا وھو اسم للحرام النجس العین والخامس انہ تعالی جعلہا من عمل الشیطان تنبیہ

ویسے ہی ہین اور چوتھے یہ کہ اللہ تعالی نے اس کا نام رجس رکھا اور رجس حرام نجس ذاتی کو کہتے ہین اور پانچوین یہ کہ اسکو اللہ تعالی نے شیطانی کام قرار دیا ہے اس تنبیہ کرنے

علی ان تعاطیہا شر بحت والسادس انہ تعالی امر باجتنابہا والامر للوجوب فیلزم الامتثال والسابع انہ تعالی

کہ اس کا کرنا محض برا ہی برا ہے اور چھٹے یہ کہ اللہ تعالی نے اس سے بچنے کا حکم کیا اور حکم وجوب کے لیے ہوتا ہے لہذا تعمیل حکم واجب ہے اور ساتوین یہ کہ اللہ تعالی نے

وعن الفلاح على ذلك لا اجتناب والفلاح لا يحصل الا باجتناب المحرم والثامن انه تعالى قال انما يريد الشيطان ان يوقع

اُمید ہے پر بھلائی کا وعدہ فرمایا اور فلاح بغیر حرام سے بچے نہیں حاصل ہوتا اور آٹھویں یہ کہ اللہ تعالی نے فرمایا شیطان یہی چاہتا ہے کہ

بينكم العداوة والبغضاء وما يؤدي الى ذلك فهو حرام والتاسع انه تعالى بيّن ان مراد الشيطان ان يصدهم

تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈالدے اور جو چیز یہانتک پہونچائے گی وہ حرام ہے اور نویں یہ کہ اللہ تعالی نے بیان کیا کہ شیطان کی غرض یہ ہے کہ

عن ذكر الله وعن الصلوة وذلك حرام والعاشر انه تعالى امر بالانتهاء عنها والانتهاء لا يجب الا عما هو حرام فثبت بهذه

یاد الٰہی اور نماز سے تم کو روک دے اور یہ حرام ہے اور دسویں یہ کہ اللہ تعالی نے اس سے باز رہنے کو فرمایا اور وہ باز آنا اسی سے واجب ہوتا ہے جو حرام ہو پس ان

الوجوه حرمة الخمر قطعا فتركوا شربها جميعا حتى روي عن انس انه قال كنت مع جماعة من الصحابة في دار

وجہوں سے شراب کی قطعی حرمت ثابت ہوئی لہذا سب نے اسکا پینا چھوڑ دیا یہانتک کہ حضرت انس سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ

ابي طلحة الانصاري وهم يشربون الخمر وانا ساقيهم اذ مر علينا رجل فقال ان الخمر قد حرّمت فوالله ما توقفوا

ابو طلحہ انصاری کے گھر میں تھا اور وہ سب شراب پی رہے تھے اور میں انکا ساقی تھا ناگاہ وہاں ایک شخص آگیا کہا شراب تو حرام ہوگئی پس خدا کی قسم ذرا دیر نہ کی

وما سألوا عنها حتى قالوا اهرق ما في انائك يا انس فاهرقته وما عادوا فيها ابدا حتى لقوا الله تعالى وروي

اور نہ پوچھا یہانتک کہ کہا اے انس جتنی تیرے برتن میں ہو سب گرا دے پس میں نے گرا دی اور کسی نے پھر کبھی نہ پی یہانتک کہ اللہ تعالی سے مل گئے اور

عن علي انه قال لو وقعت قطرة منها في البئر فبنيت مكانها منارة لم اؤذن عليها ولو وقعت قطرة منها في بحر

حضرت علی سے روایت ہے کہ کہتے تھے کہ اگر شراب کی ایک بوند کنوئیں میں گر جائے پھر اسکی جگہ مینار بنائیں تو میں اسپر اذان نہ کہوں اور اگر شراب کی ایک بوند دریا میں گر کر

ثم جف فنبتت فيه الكلأ لم ارعه وروي عن عثمان انه قال اجتنبوا الخمر فانها ام الخبائث فوالله لا يجتمع

پھر وہ خشک ہو کر گھاس جم آئے تو میں نہ چراؤں اور حضرت عثمان رض سے روایت ہے کہ کہتے تھے شراب سے بچو بیشک وہ تمام خبیثوں کی جڑ ہے پس قسم ہے اللہ کی

الايمان والخمر في قلب رجل الا يوشك ان يذهب احدهما بالآخر يعني ان شارب الخمر اذا سكر يجري على لسانه

کہ کسی شخص کے دل میں ایمان اور شراب دونوں جمع نہیں ہوتے مگر قریب ہے کہ انمیں سے ایک چیز دوسرے کو کھو دے یعنی شرابی جب مست ہوتا ہے تو اسکی زبان پر

كلمة الكفر فانه وان لم يعتبر ارتداده في حال السكر لعدم القصد والاعتقاد لكن يتعود لسانه ذلك ويخاف

کلمہ کفر کا آجاتا ہے اب حالت مستی میں قصد اور اعتقاد نہ ہونے سے اگرچہ اسکے مرتد ہونے کا اعتبار نہیں ہے لیکن اسکی زبان کو یہی عادت پڑ جاتی ہے اور اسپر یہ خوف ہے

عليه عند الموت ان يجري على لسانه كلمة الكفر ويخرج من الدنيا على الكفر لان اكثر ما ينزع الايمان من العبد

کہ مرتے دم بھی اسکی زبان سے کلمہ کفر کا نکلے اور دنیا سے کافر ہو کر جائے کیونکہ اکثر جو چیز آدمی کا ایمان مرتے وقت کھو دیتی ہے

عند الموت ليس الا بسبب ذنوبه التي يفعلها في حياته فيبقى في النار ابدا وقد روي ان اهل النار يساقون الى

وہ صرف گناہوں کے سبب سے ہے جنکو زندگی میں کیا کرتا تھا پس ہمیشہ کو دوزخ میں پڑا رہیگا اور روایت ہے کہ دوزخیوں کو دوزخ کی طرف جب لیجائینگے

النار فاذا دنوا منها يستقبلهم الملائكة بمقامع من حديد فاذا دخلوها لا يبقى منهم عضو الا يلزمه عذاب

پس جب وہ دوزخ کے قریب پہونچیں گے تو فرشتے لوہے کے گرز لیکر انکے آگے آئینگے پس جب وہ دوزخ میں داخل ہوجائینگے انکا کوئی عضو ایسا باقی نہ رہیگا کہ اسکو عذاب نہ ہو

اما حية تنهشه واما عقرب تلسعه او نار تسفعه او ملك يضربه بمقمع فاذا ضربه الملك ضربة يهوي

یا تو اسکو سانپ ڈستا رہیگا یا بچھو ڈنک مارتا رہیگا یا آگ جلا کر کوئلہ کرتی رہیگی یا فرشتہ گرز سے مارتا رہیگا پس جب فرشتہ اسکو ایسی چوٹ لگائیگا

في النار مقدار اربعين عاما لا يبلغ قرارها وقعرها ثم يرفعه اللهب فاذا بلغ رأسه يضربه الملك ضربة

تو چالیس برس کی مقدار آگ میں دھنستا جائیگا ابھی اسکی تہ کو نہیں پہونچنے پائیگا کہ آگ کی لپٹ پھر اسکو اچھال دیگی پس جب اسکا سر نکلے گا پھر فرشتہ دوسری ایسی چوٹ

اخرى فيهوي فيها فيعذبون فيها ما شاء الله تعالى ان يعذبوا ثم يدعون خزنة جهنم قائلين لهم ادعوا

لگائیگا کہ آگ میں اتر جائیگا پس یہی عذاب ہوتے جائیگا جب تک مرضی الٰہی عذاب دینے کو ہوگی پھر دوزخ کے نگہبانوں کو وہ لوگ یہ کہکر پکاریں گے کہ دعا کرو

ربكم يخفف عنا يوما من العذاب فلا يجيبونهم ثم يدعون مالكا فلا يجيبهم فيقولون قد دعونا

اپنے رب سے کہ ہلکا کر دے ہمپر ایک دن تھوڑا عذاب سو وہ انکو کچھ جواب نہ دینگے پھر وہ مالک کو پکارینگے وہ بھی کچھ جواب نہ دیگا پھر کہیں گے ہم نگہبانوں کو پکار چکے

الخزنة ودعوا المالك فلم يجيبوا ناهلموا فلنجزع فلا ينفع عنهم ثم يقولون هلموا فنصبر فيصبرون فلا ينفع

اور مالک کو پکارینگے کوئی جواب نہین دیتا آؤ ہم ہی فریاد کرین پس کچھ فائدہ نہوگا پھر کہین گے آؤ صبر کرین پھر صبر کرین گے اور کچھ فائدہ نہوگا

عنهم فيقولون سواء علينا اجزعنا ام صبرنا ما لنا من محيص فهذا العذاب وان كان للكفار لكن المسلم

پس کہین گے برابر ہو ہمارے حق مین ہم بیقراری کرین یا صبر کرین نہین ہے ہم کو کچھ خلاصی پس یہ عذاب اگرچہ کفار کے لیے ہے لیکن مسلمان بھی

اذا شرب الخمر يجري على لسانه كلمة الكفر ويتعود لسانه ان يتكلم بكلمة الكفر فينزع عنه الايمان

جب شراب پیے گا اور اسکی زبان سے کلمہ کفر کا نکلے گا اور اسکی زبان کو عادت پڑجائیگی کہ کلمہ کفر کا بکا کرے لہذا اسکا ایمان جاتا رہے گا

فيصير من جملة الكفار فيبقى ابدا في عذاب النار فينبغي للمؤمن ان يمتنع عن شربها وينقطع عمن يشربها

اور کفار مین داخل ہو جائیگا پھر ہمیشہ کو دوزخ مین پڑا رہے گا لہذا مومن کو چاہیے کہ اسکے پینے سے باز رہے اور شرابی کے پاس نہ بیٹھے

ويتفكر في هول يوم القيمة فان من يتفكر في هوله لا يميل قلبه الى شربها والى صحبة من يشربها لكن لابد من

اور قیامت کے ہول کا خیال رکھے کیونکہ جو شخص قیامت کے ہول کا خیال رکھے گا اسکا دل اسکے پینے اور شرابی کی صحبت کی طرف مائل نہوگا لیکن اسکی

معرفة حقيقتها وهي التي من ماء العنب اذا غلا واشتد وقذف بالزبد واذا لم يقذف بالزبد لا يصير خمرا

حقیقت بھی ضرور جاننا چاہیے شراب وہ ہے جو انگور کے کچے شیرہ کی ہو جب خوب جوش کھا کر کف گرانے لگے اور جب تک کف نہ گرائے تو

عند ابي حنيفة وعندهما اذا اشتد يصير خمرا وان لم يقذف بالزبد واما المثلث وهو ما طبخ من عصير

امام ابو حنیفہ کے نزدیک خمر نہین ہوتی اور صاحبین رح کے نزدیک جب خوب جوش کھا جائے خمر ہو جاتی ہے اگرچہ کف نہ گرائے اور مثلث وہ ہے کہ انگور کا شیرہ پکایا جائے

العنب حتى ذهب ثلثاه وبقي ثلثه ثم غلا واشتد وصار مسكرا فعند محمد واكثر الفقهاء قليله وكثيره

یہانتک کہ دو تہائی جل جائے اور ایک تہائی رہجائے پھر خوب جوش کھا کر مسکر ہو جائے پس امام محمد اور اکثر فقہا کے نزدیک اسمین سے تھوڑی اور بہت سب

حرام وكذا كل ما هو مسكر من كل شراب سواء كان مما يتخذ من الحبوب كالحنطة والشعير والذرة او من الالبان

حرام ہے اور ایسے ہی جو نشہ لانیوالی شراب ہو خواہ دانہ سے بنتی ہو جیسے گیہون اور جو اور جوار یا دودھ

والعسل والتين وعند ابي حنيفة وابي يوسف يحل شربه ما لم يسكر واذا اسكر الشارب لا يحل شربه حتى قال

اور شہد اور انجیر سے اور امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسکا پینا حلال ہے جب تک نشہ نہ لائے اور جب پینیوالے کو مست کردے تو پینا حلال نہین ہے یہانتک کہ

ابو الليث في التنبيه الشارب المطبوخ اعظم ذنبا واثما من شارب الخمر لان شارب الخمر مقر بانه شرب الحرام والمصير

ابو اللیث نے تنبیہ مین کہا ہے کہ مطبوخ کا پینے والا شراب پینے والے سے بھی زیادہ گنہگار ہے اسلیے کہ شراب پینے والا قائل ہے کہ مین نے شراب حرام پی ہے پس وہ

فاسقا وشارب المطبوخ يشرب المسكر ويراه حلالا وقد اجمع المسلمون على ان شرب المسكر حرام واذا استحل ما هو حرام

فاسق ہوگا اور مطبوخ پینے والا نشہ کی چیز پیتا ہے اور اسکو حلال جانتا ہے حالانکہ سب مسلمان اسپر متفق ہین کہ نشہ کا پینا حرام ہے اور جب اس چیز کو حلال سمجھا جو

بالاجماع يصير كافرا وشرب المطبوخ ما لم يسكر انما يحل اذا لم يقصد به اللهو والطرب واما اذا قصد به اللهو والطرب

بالاجماع حرام ہے تو کافر ہو جاتا ہے اور مطبوخ غیر مسکر کا پینا جب ہی تک حلال ہے کہ اس سے لہو اور طرب مقصود نہو اور جب اس سے لہو اور طرب کا قصد ہو

فلا يحل شربه حتى سئل عنه ابو حفص الكبير فقال لا يحل شربه فقيل له خالفت الشيخين فقال لا لانهما كانا

تو اسکا پینا حلال نہین یہانتک کہ ابو حفص کبیر سے پوچھا گیا تو کہا اسکا پینا حلال نہین پس کسی نے کہا شیخین کے خلاف کہتے ہو جواب دیا نہین اسلیے کہ وہ دونون

يحلانه لاستمراء الطعام والناس في زماننا يشربونه للفجور والتلهي فعلم من هذا ان الخلاف فيما قصد به التقوي

ہضم طعام کے لیے حلال کہتے تھے اور اس زمانہ کے لوگ فجور اور لہو کے لیے پیتے ہین پس اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف اس صورت مین ہے کہ

على العبادة واما اذا قصد به التلهي فلا يحل اتفاقا بل اذا شرب الماء وغيره من المباحات بلهو وطرب على هيأة

عبادت پر قوت حاصل کرنا مقصود ہو اور اگر لہو مقصود ہو تو بالاتفاق حلال نہین بلکہ اگر پانی وغیرہ مباح چیز لہو اور طرب سے

الفسقة حرمت ايضا

فاسقون کی وضع پر پیے تو وہ بھی حرام ہو جائیگا

المجلس التاسع والسبعون في بيان حرمة الغلول ووجوب التقسيم بين

مجلس ہفتاد و نہم غنیمت مین خیانت اور غازیون مین اسکی تقسیم کے واجب ہونیکے بیان مین

الغانمين كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ادوا الخياط والمخيط وايّاكم والغلول فانه عار على اهله يوم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ادا کرو دو سوئی اور تاگا اور بچو غنیمت کی چوری سے کیونکہ وہ قیامت کے دن خیانت کرنیوالے پر بڑی شرم ہو گی

القيامة هذا الحديث من حسان المصابيح رواه عبادة بن الصامت والمراد من الغلول الخيانة في الغنيمة والغنيمة

یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے جو عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے اور مراد غلول سے غنیمت میں خیانت کرنا ہے اور غنیمت

ما اخذ من الكفار عنوة وهي لم تكن حلالا للامم السالفة لكن الله تعالى تفضل لهذه الامة فجعلها حلالا لهم

وہ مال ہے جو کفار سے بطور غلبہ کے چھینا جائے اور یہ اگلی امتوں کو حلال نہ تھا لیکن اللہ تعالی نے اس امت پر اپنا فضل کیا لہذا انکے لیے اسکو حلال کر دیا

حيث قال فكلوا مما غنمتم حلالا طيبا وحكمها بعد اخراجها الى دار الاسلام ان يجمع ما في ايدي الغزاة حتى

چنانچہ فرمایا ہے پس کھاؤ جو کچھ تم کو غنیمت میں ملا حلال اور طیب ہے اور دار الاسلام میں اسکے لانیکے بعد اسکا حکم یہ ہے کہ غازیوں کے پاس جو کچھ ہو سب جمع کیا جائے حتی کہ

ما فضل من ماكلهم ومعالفهم سوى النفل وسياتي بيانه ثم يخرج منها الخمس لليتمى والمسكين وابن السبيل ثم

دانے چارے سے جو کچھ بچا ہو وہ بھی سوائے عطیہ زائد کے جسکا بیان آگے آئیگا پھر اسمیں سے پانچواں حصہ یتیموں اور غریبوں اور مسافروں کے واسطے نکال لیا جائے پھر

يقسم باقيها بين الغانمين فيعطي للراجل سهم وللفارس سهمان عند ابي حنيفة وعند غيره يعطى للفارس ثلثة اسهم

باقی انہی غازیوں پر تقسیم کر دیا جائے پس امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک پیادے کو ایک حصہ اور سوار کو دو حصے دیے جائیں اور اوروں کے نزدیک سوار کو تین حصے دیے جائیں

وليس للامام على ما ذكر في فتاوى قاضيخان ان يقسم الغنائم في دار الحرب قبل اخراجها الى دار الاسلام الا ان

اور حسب بیان فتاوی قاضی خان کے امام کو یہ اختیار نہیں ہے کہ غنیمت کو دار الحرب میں دار الاسلام میں لانے سے پہلے ہی تقسیم کر دے ہاں اگر

يفتح بلدة من بلاد اهل الحرب ويقسم الغنائم فيها فح يجوز قسمته لانه لما فتحها صارت تلك البقعة من

کوئی شہر اہل حرب کا فتح کر لیا ہو اور اسمیں مال غنیمت بانٹ دے تو اب اس کا تقسیم کرنا جائز ہے اسلیے کہ جب اسکو فتح کر لیا تو وہ جگہ

دار الاسلام فيجوز قسمة الغنائم فيها هذا حكم الشرع في الغنيمة لكن في هذا الزمان قد ترك هذا الحكم وجعل

دار الاسلام کی ہو گئی پس اسمیں مال غنیمت تقسیم کرنا جائز ہو گیا مال غنیمت میں یہ شرعی حکم ہے لیکن اس زمانہ میں یہ حکم چھوٹ گیا اور

كالشريعة المنسوخة حيث لا يقسم الغنائم بين الغانمين ولا يخرج خمسها لان العادة في هذا الزمان ان العسكر

منسوخ شریعت کی طرح ہو گیا کیونکہ نہ تو مال غنیمت غازیوں پر تقسیم کیا جاتا ہے نہ اسکا پانچواں حصہ نکالا جاتا ہے اسلیے کہ اس زمانے میں یہ عادت ہو گئی ہے کہ

اذا دخلوا دار الحرب وغلبوا على الكفار ينتهبون اموالهم فياخذ بعضهم شيئا كثيرا وبعضهم شيئا قليلا وبعضهم

جب فوج دار الحرب میں داخل ہوتی ہے اور کافروں پر غالب آتی ہے تو انکا مال لوٹنے لگتے ہیں پس کوئی تو بہت مال لے لیتا ہے اور کوئی تھوڑا اور بعض

لا ياخذ شيئا بل يبقى محروما ثم يتفرقون على تلك الحالة بلا قسمة بينهم ولا اخراج الخمس وهذا هو الغلول

کچھ بھی نہیں لیتے بلکہ محروم رہجاتے ہیں پھر اسی حالت میں بغیر اسمیں بانٹے اور بغیر پانچواں حصہ نکالے متفرق ہو جاتے ہیں اور یہ وہی خیانت ہے

الذي ورد من الشارع وعيدات شديدة في احاديث كثيرة منها ما روي عن ابي هريرة رض ان رجلا اهدى

جسکی نسبت شارع سے کئی حدیثوں میں سخت وعیدیں آئی ہیں ایک یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے

لرسول الله صلى الله عليه وسلم غلاما يقال له مدعم فبينما هو يحط رحلا لرسول الله صلى الله عليه وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک غلام تحفہ میں بھیجا جسکا نام مدعم تھا پس اس حال میں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوا اتار رہا تھا

اذ اصابه سهم من عدو فقتله فقال له الناس هنيئا له الجنة فقال رسول الله عليه السلام كلا والذي

یکایک کسی دشمن کا تیر اسکو آ لگا اور اسکو ہلاک کر دیا پس لوگوں نے کہا کہ اسکو جنت مبارک ہو پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی جسکے

نفسي بيده ان الشملة التي اخذها يوم خيبر من المغانم لم يصبها المقاسم لتشتعل عليه نارا فلما سمع

ہاتھ میں میری جان ہے وہ کملی جسکو خیبر کے دن تقسیم سے پہلے مال غنیمت میں سے اسنے لے لی تھی آگ بن کر بھڑک رہی ہے پس جب

الناس ذلك فزعوا فجاء رجل بشراك او شراكين فقال اصبت هذا يوم خيبر فقال رسول الله صلى الله

لوگوں نے یہ سنا گھبرا گئے پس ایک شخص ایک تسمہ یا دو تسمہ لایا اور کہا کہ یہ میں نے خیبر کے دن لیے تھے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

علیه وسلم من نار شراک او شراکان من نار ومنها ما روی عن زید بن خالد ان رجلا من اصحاب النبی علیه السلام
علیه وسلم نے آگ کا ایک تسمہ ہی یا دو تسمے ہیں آگ کے اور اُن حدیثوں میں سے ایک یہ ہی جو زید بن خالد سے روایت ہی کہ نبی علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک شخص
توفی یوم خیبر فذکروا ذلک لرسول الله علیه السلام فقال صلوا علی صاحبکم فتغیرت وجوہ الناس فقال ان صاحبکم
خیبر کے روز وفات پائی پس اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپ نے فرمایا اپنے یار پر تم ہی نماز پڑھو اس پر لوگوں کے چہرے متغیر ہوگئے پس فرمایا تمھارے یار نے
قد غل فی سبیل الله ففتشنا متاعه فوجدنا خرزا من خرز یهود لا یساوی درهمین ومنها ما روی عن عبد الله
غنیمت میں خیانت کی ہی سو ہم نے اسکے اسباب کی تلاشی لی تو ایک مُہرہ یہود کے مُہروں میں سے پایا جو دو درم کے برابر بھی نہ تھا اور ایک یہ ہی جو عبد اللہ
ابن عمر انه علیه السلام کان اذا اصاب غنیمة امر بلالا فینادی فی الناس فیجمعون بغنائمهم فیخمسه ویقسم فجاء
ابن عمرؓ سے روایت ہی کہ نبی علیہ السلام کا یہ حال تھا کہ جب غنیمت کا مال ملتا تو بلالؓ کو فرما دیتے وہ لوگوں میں پکار دیتے وہ اپنی اپنی غنیمت لاکر جمع کرتے پھر آپ خمس نکال کر تقسیم کر دیتے پس
رجل بعد ذلک بزمام من شعر فقال هذا فیما اصبناه من الغنیمة فقال النبی علیه السلام اسمعت بلالا ینادی
ایک شخص بعد تقسیم کے بالوں کی رسی لیکر آیا اور عرض کیا اسکو غنیمت میں سے میں نے لیا تھا پس نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے بلال کو تین مرتبہ آواز دیتے سنا تھا
ثلثا قال نعم قال فما منعک ان تجیء به فاعتذر فقال کن انت الذی تجیء به یوم القیمة فلن اقبل عنک انما
عرض کیا ہاں فرمایا پھر لانے سے کون چیز مانع ہوئی اسنے عذر کیا پھر فرمایا تو ہی قیامت کے روز لیکر آنا میں تجھسے ہرگز نہ لوں گا اور
امتنع النبی علیه السلام من اخذ الزمام لانه کان فیه لجمیع الغانمین شرکة وقد تفرقوا ولم یمکن ایصال
نبی علیہ السلام نے وہ رسی اسواسطے نہ لی کہ اسمیں تمام غازیوں کی شرکت تھی اور وہ سب ادھر ادھر ہوگئے تھے اور ہر ایک کا
نصیب کل واحد منهم من ذلک الزمام الی صاحبه فترکه فی یده لیکون اثمه علیه لانه هو الغاصب فعلی هذا
حصہ اُس رسی میں سے حصہ دار کو پہونچانا ممکن نہ تھا لہذا اُسی کے پاس رہنے دی کہ اسکا گناہ اسی پر رہے کیونکہ وہی غاصب تھا پس اس بنا پر
ما یاخذه غزاة زماننا من الغنائم بلا قسمة ولا اخراج الخمس لا یحل لاحد منهم ان یاکل منه لان اخذهم
ہمارے زمانہ کے غازی غنیمتوں میں سے جو بلا تقسیم کیے اور بغیر پانچواں حصہ نکالے لے لیتے ہیں تو اسمیں سے کسی کو کھانا حلال نہیں کیونکہ اُن کا قبضہ
لم یکن علی طریق الشرع ومع هذا نسمع کثیرا منهم یقولون لقد وصلنا من اهل الحرب مال هو
شرع کے موافق نہیں ہو اور تم بہتوں کو سنتے ہو کہ کہتے ہیں کہ یہ مال ہم کو کفار سے پہونچا ہے اور یہ
حلال لنا من المال الموروث من ابائنا وامهاتنا ولا یعرف هؤلاء المغرورون انهم اخذوه علی غیر
ہمارے لیے اُس مال سے بھی زیادہ حلال ہے جو ہمارے ماں باپ سے میراث میں ملا ہو اور ان مغرور لوگوں کو یہ خبر نہیں کہ انھوں نے
طریق الشرع فلا یکون حلالا اذ فیه حق الفریقین من المستحقین احدهما الیتمی والمسکین وابن السبیل
طریق شرع کے خلاف لیا ہو لہذا حلال نہیں ہے کیونکہ اسمیں مستحقوں کے دونوں فریق کا حق ہے ایک فریق تو یتیم اور مساکین اور مسافر ہیں
لان الخمس حقهم وهو باق فیه والثانی الغزاة الذین کانوا معهم لان الباقی بعد الخمس حقهم وهو باق
اسلیے کہ پانچواں حصہ انکا حق ہو کہ وہ اسمیں باقی ہو اور دوسرا فریق غازی ہیں جو انکے ہمراہ تھے اسلیے کہ پانچویں حصہ کے بعد جو بچا اسمیں انکا بھی حق ہو اور وہ اسمیں باقی
فیه لم یقسم بینهم علی طریق الشرع فکیف یکون حلالا بل لو کان المأخوذ جاریة لا یجوز للاخذ علی هذا الوجه
ہو کہ بطور شرع انمیں تقسیم نہیں ہوا پھر حلال کیونکر ہوگا بلکہ اسطرح کی لی ہوئی چیز اگر لونڈی ہو تو اسطرح کے لینے والے کو
ان یتصرف فیها لکونها مشترکة مستحقة البعض ولو بعد اخراج خمسها لبقاء حق باقی الغزاة فیها ولا خلاف ان
اسمیں تصرف جائز نہیں کیونکہ وہ مشترک ہو کچھ اوروں کا حق ہے اگرچہ خمس نکل چکا ہو کیونکہ حق لشکر کا اسمیں باقی ہے اور اسمیں کسی کا خلاف نہیں کہ
الجاریة المشترکة یحرم وطئها علی جمیع الشرکاء ولا فرق فی الحرمة بین من قل نصیبه او کثر وقد اتفقوا علی
مشترک لونڈی سے تمام شرکا کو وطی حرام ہو اور حرمت میں کچھ اس سے فرق نہیں ہوتا کہ حصہ تھوڑا ہو یا بہت اور اسپر سب متفق ہیں
ان احدا من الغانمین لا یجوز له ان یطأ جاریة من السبی قبل القسمة واختلفوا فیما یجب علیه اذا وطئها فقال
کہ لشکر میں سے کسی کو جائز نہیں ہو کہ قیدیوں میں سے کسی لونڈی سے تقسیم سے پہلے وطی کرے اور اسمیں اختلاف ہو کہ اگر صحبت کر لی تو اسپر کیا واجب ہو بعض

احد قال مالك يحد لانه زنا وقال ابو حنيفة لا حد عليه بل عليه عقوبة وان حصل منها ولد فهو مملوك يرد الى الغنيمة
امام مالکؒ کہتے ہین کہ حد مارا جائیگا کیونکہ وہ زانی ہو اور ابو حنیفہؒ کہتے ہین اسپر حد نہین ہو بلکہ اسپر عذاب ہو اور اگر اس سے بچہ پیدا ہو تو وہ غلام ہو غنیمت مین داخل کیا جائیگا
فاذا كان الامر كذلك يخاف على من يقتل الكافر لكفره ان يكفر هو بنفسه باستحلال الغنائم الغير المقسومة
جب یہ بات ہو تو اسپر جو کافر کو کفر کے سبب قتل کرتا ہو یہ خوف ہے کہ وہ خود کافر ہو جائے بے تقسیم کی ہوئی غنیمتون
والفروج المشتركة ثم يسرى هذا الفساد الى كل من يملك منهم الجواري وغيرها وهذا داء عضال عسير
اور مشترک شرم گاہون کو حلال سمجھنے کی وجہ سے پھر یہ فساد ہر اس شخص تک پہونچے گا جو کوئی لونڈیون وغیرہ کو اٹھنے لیگا اور یہ بڑا سخت دشواری سے
الزوال لان اكثر الاجناد في هذا الزمان نبذوا احكام الاسلام وراء ظهورهم كانهم لم يكلفوا بها
جانیوالا مرض ہو کیونکہ اس زمانہ کے اکثر لشکریون نے احکام اسلامی پس پشت ڈالدیے ہین گویا کہ انکو کچھ اسکا حکم ہی نہین
فلا يبالون بما فعلوا فكيف يمكن العلاج بجمع ما في ايديهم من الغنائم وتقسيمها بينهم مع عدم انقيادهم الى الشرع
پس جو کرتے ہین اسکی کچھ پروا نہین ہو پھر اسکا علاج کیسے ہو سکتا ہو کہ جو غنائم انکے قبضہ مین ہین جمع کرین اور انکے درمیان تقسیم کرین حالانکہ وہ شرع کے تابع نہین ہین
فلما تعذر جمعها وتقسيمها بينهم صار ما في يد كل واحد منهم بمنزلة اللقطة فمن كان فقيرا يرجى ان يجوز له ان يتصرف
پھر جمع کرنا اور انمین تقسیم کرنا دشوار ہوا تو جو ہر ایک کے ہاتھ مین ہو وہ لقطہ کے مثل ہو پس جو شخص فقیر ہو تو امید ہو کہ اسمین اسکو تصرف کرنا جائز ہو
فيه ومن كان غنيا لا يجوز له ان يتصرف فيه بل يلزمه ان يتصدق به على فقير ثم ان اراد ان يملكه من ذلك
اور جو غنی ہے اسکو جائز نہین کہ اسمین تصرف کرے بلکہ اسکو لازم ہے کہ کسی فقیر پر خیرات کر دے پھر اگر چاہے کہ اس
الفقير اما بالاستيهاب وبالشراء فهذا اذا كان ما في يده ماخوذا من غير تنفيل فاما اذا كان اخذه بطريق التنفيل
فقیر سے لیکر مالک ہو جائے تو یا بطور ہبہ کے یا خرید کرکے یہ سب اسوقت ہو کہ جو اسکے قبضہ مین ہو بغیر تنفیل یعنی انعام کے ہو اور جو اسکو بطور انعام کے لیا ہو
فهو له خاصة لا يشاركه فيه احد لكن لا يملكه الا بعد اخراجه الى دار الاسلام حتى لو قال الامام او امير العسكر
تو وہ خاص اسی کا ہو اسمین کوئی اسکا شریک نہین لیکن بغیر دار الاسلام مین لائے اسکا مالک نہین یہانتک کہ اگر امام نے یا سالار لشکر نے حکم دیا
من اصاب جارية فهي له فاصاب احد من الغزاة جارية واستبرأها لا يحل له وطئها ولا بيعها قبل اخراجها
کہ جسکے ہاتھ لونڈی آئے وہ اسی کی ہو کسی غازی کو لونڈی ملے اور حیض سے رحم پاک ہو تو بھی نہ وطی حلال ہو اور نہ اسکی بیع
الى دار الاسلام والمراد من التنفيل التحريض على القتال باعطاء شئ زائد على سهم الغنيمة وهو مندوب لقوله
دار الاسلام مین لانے سے پہلے اور مراد تنفیل سے کچھ حصہ غنیمت سے زائد دیکر لڑائی کی رغبت دلانا ہو اور یہ مستحب ہے بوجہ قول
تعالى يا ايها النبي حرض المؤمنين على القتال فينبغي للامام او لامير العسكر ان يتنفل بان يقول من قتل
اللہ تعالی کے اے نبی شوق دلا مسلمانون کو لڑائی کا لہذا امام یا سالار لشکر کو چاہیے کہ انعام مقرر کردے اسطرح کہ جو کسی کو
قتيلا فله سلبه او يقول لسرية ما اصبتم فهو لكم او ربعه او ثلثه او نحو ذلك ولا ينفل بكل الماخوذ فيه
قتل کرے تو اسکا سامان اسی کا ہو یا چھوٹے لشکر سے کہے جو کچھ لوٹ مین تم کو ملے سب تمہارا ہو یا اسکا چوتھائی یا تہائی یا مانند اسکے اور تمام لوٹ کا انعام مقرر نہ کرے کیونکہ اسمین
ابطال حق الكل فان فعل ذلك مع سرية يجوز اذ قد يكون المصلحة فيه كذا ذكر في الهداية وذكر في شرح المجمع ان
سب کا حق باطل کرنا ہو اور اگر ایسا سریہ کے ساتھ کرے تو جائز ہو اسلیے کہ بعضے وقت اسی مین مصلحت ہوتی ہو ہدایہ مین یہی مذکور ہو اور شرح مجمع مین مذکور ہو کہ
الامام لا ينفل بكل الماخوذ فيه ابطال القسمة المشروعة في الغنيمة وذكر في السير الكبير ان الامام اذا قال للعسكر جميعا
امام تمام لوٹ کو نفل نہ کردے کیونکہ اسمین وہ تقسیم باطل ہوئی جاتی ہو جو غنیمت مین مشروع ہو اور سیر الکبیر مین مذکور ہو کہ امام اگر تمام لشکر سے کہے
ما اصبتم فهو لكم بعد الخمس لا يجوز لان المقصود من التنفيل التحريض على القتال وانما يحصل ذلك بتخصيص البعض
کہ جو تم کو ملے خمس نکال کر وہ تمہارا ہی ہو تو جائز نہین ہے اسلیے کہ غرض تنفیل سے لڑائی پر ابھارنا ہو اور یہ کسی کسیکو خاصکر کچھ مقرر کردینے سے ہوتا ہے
وفي التعميم ابطال تفضيل الفارس على الراجل وكذا اذا قال ما اصبتم فهو لكم ولم يقل بعد الخمس اذ فيه ابطال الخمس
اور تعمیم مین سوار کی فضیلت جو پیادے پر ہو باطل ہوتی ہے اور ایسے ہی اگر یہ کہے کہ جو تمکو ملے سب تمہارا ہو اور بعد الخمس نہ کہے تو یہ بھی جائز نہین اسلیے کہ اسمین خمس

الذي اوجبه الله تعالى في الغنيمة فعلى هذا ما ذكر في فتاوى قاضيخان ان الامام اذا قال من اصاب شيئا فهو له

جو اللہ تعالیٰ نے غنیمت مین واجب کیا ہو باطل ہوتا ہو اس بیان کے موافق جو فتاوی قاضی خان مین مذکور ہو کہ امام نے اگر کہدیا کہ جسکو جو شے ملے وہ اسی کی ہے

فاصاب واحد منهم شيئا في دار الحرب يكون له خاصة ولا يجب فيه الخمس ولا يشاركه فيه غيره وان مات في

پھر کسی کو کوئی چیز دار الحرب مین ملی تو خاص اسی کی ہوگی اسمین خمس واجب نہین اور نہ کوئی اور اسمین شریک ہو اور اگر

دار الحرب فما اصابه يكون ميراثا عنه كذا ما ذكر في منية المفتي ان الامام اذا قال من اصاب شيئا فهو له يدخل

دار الحرب مین وہ مرجائے تو جو اسکو ملا تھا اس سے میراث ہوگی اور ایسے ہی جو کہ منیۃ المفتی مین مذکور ہو کہ امام اگر کہدے کہ جسکو کچھ ملے وہ اسی کا ہے تو

الامام في التنفيل ينبغي ان يحمل على كون قول الامام مقولا للسرية لا الكل العسكر لئلا يفهم منه المخالفة لسائر

امام بھی تنفیل مین داخل ہوگا چاہیے کہ یہ سب اسبات پر محمول کیا جائے کہ امام کا قول سریہ کو کیا گیا نہ پورے لشکر کو تاکہ اس سے اور کتابون کے خلاف نہ سمجھا جائے

الكتب ولا يظن جواز التنفيل العام واما دخول الامام في التنفيل فلانه معهم لا لكون التنفيل عاما وانما لم يصرحا به

اور تنفیل کا عموما جائز ہونیکا گمان نہو اور امام کا تنفیل مین داخل ہونا اسلیے ہو کہ وہ انکے ساتھ جاتا ہو نہ تنفیل عام ہونیکی وجہ سے اور ان دونون نے اسکی تصریح نہین کی

واكتفيا بالاطلاق اعتمادهما على ظهور الامر وشهرته نظرا الى قانون الفقه وبناء على قاعدة الاصول من ان المحتمل

اور مطلق پر اکتفا کیا اسبات کے ظاہر ہونے اور بنظر قانون فقہ و اصول کے اس قاعدہ کی بنا پر کہ محتمل

يحمل على المحكم والحاصل ان من اخذ شيئا في دار الحرب بغير التنفيل لا يكون له بل يكون غنيمة يجب فيها الخمس على ما ذكر

محکم پر محمول ہوتا ہو مشہور ہونیکی وجہ سے اور حاصل یہ ہو کہ جس شخص نے کوئی چیز دار الحرب مین بدون تنفیل کے لی تو وہ اسکے لیے نہو گی بلکہ مال غنیمت ہو اور اسمین سے خمس نکالنا واجب ہے

في فتاوى قاضيخان ان سرية اذا خرجوا بغير تنفيل الامام او خرجوا لطلب العلف فما اصابوا يكون غنيمة يجب فيها

جیسا کہ فتاوی قاضی خان مین مذکور ہو کہ سریہ اگر بغیر تنفیل امام کے لڑائی کو نکلے یا چارہ کی تلاش مین نکلے تو جو کچھ انکو ملا ہو وہ سب مال غنیمت ہو اسمین خمس واجب ہے

الخمس لا يختص به السرية وكذا لو قتلوا كافرا يكون سلبه غنيمة ولا يختص به القاتل وذكر فيها ايضا ان الغازي اذا اخذ

اور سریہ اس سے مخصوص نہین ہو اسیطرح اگر کسی کافر کو قتل کرین تو اسکا مال اسباب مال غنیمت ہو اور خاص قاتل کا نہین اور اسی مین یہ بھی مذکور ہو کہ غازی اگر

في دار الحرب شيئا من المباحات التي لا تكون في يد احد ان كان له قيمة كالطير والسمك والحطب والكنز يكون ذلك الشيء

دار الحرب مین کوئی ایسی مباح چیز لے جو کسی کے قبضہ مین نہو تو اگر اسکی کچھ قیمت ہو جیسے پرندہ اور مچھلی اور لکڑی اور خزانہ تو یہ چیز بھی غنیمت ہے

غنيمة يجب فيها الخمس وان لم يكن له قيمة فهو لمن اخذه ولا خمس فيه لانه بمنزلة الماء والكلاء ثم ذكر فيها ايضا ان

اسمین بھی خمس واجب ہو اور اگر اسکی کچھ قیمت نہین تو وہ اسیکی ہو جسنے اسے پایا اور اسمین خمس نہین کیونکہ وہ بمنزلہ پانی اور گھاس کے ہو پھر اسیمین یہ بھی مذکور ہو کہ

الغازي اذا ذبح غنم الغنيمة او بقرها للاكل عند الحاجة رد جلدها الى الغنيمة لانه لا يباح له لانه ليس بمأكول ولا من العلف

اگر غازی غنیمت کی گاے یا بکری کھانے کے لیے ضرورت کیوقت ذبح کر ڈالے تو اسکا چمڑا مال غنیمت مین شامل کردے اسلیے کہ چمڑا کھانے کی چیز نہین ہو اور نہ چارہ سے ہے

وذكر في الهداية ان المسلمين اذا خرجوا من دار الحرب لا يجوز لهم ان يعلفوا دوابهم من الغنيمة ولا ان يأكلوا منها

اور ہدایہ مین مذکور ہو کہ مسلمان جب دار الحرب سے نکل آئین تو انکو جائز نہین ہو کہ اپنے جانورون کو غنیمت مین سے چارہ دین اور نہ یہ کہ خود اسمین سے کھائین

لان الضرورة قد ارتفعت والاباحة باعتبارها ومن فضل معه علف او طعام رده الى الغنيمة قبل القسمة وان

اسلیے کہ ضرورت جاتی رہی اور اجازت اسیکی وجہ سے تھی اور جس کے پاس کھانا یا چارہ بچ گیا ہو تو مال غنیمت مین تقسیم ہونے سے پہلے شامل کردے اور اگر

انتفع به رد قيمته الى المغنم وبعد القسمة ان كان غنيا تصدق به وان انتفع به تصدق بقيمته وان كان من المحاويج انتفع

اسکو کام مین لے آیا ہو تو اسکی قیمت غنیمت مین داخل کردے اور تقسیم کے بعد اگر غنی ہو تو تصدق کردے اور اگر کام مین لاچکا ہو تو اسکی قیمت خیرات کردے اور اگر محتاج ہے تو

به لانه صار في حكم اللقطة لتعذر الرد على الغانمين فاذا كان الحكم في الغنيمة كذلك مع ان للغانمين فيها حقا لكونهم

کام مین لے آئے اسلیے کہ اب وہ پڑی پائی چیز کے مثل ہو کیونکہ غازیون پر تقسیم کرنا دشوار ہو پس غنیمت کا یہ حکم ہے باوجودیکہ اسمین سبھی غانمین کا حق ہے کیونکہ

شركاء فيها فما ظنك في مكاسب الظلم من الغصب والغارات التي شاعت في بلاد الاسلام في هذه الايام لا سيما

اسمین سب ہی شریک ہین تو بھلا غصب اور لوٹ سے ظلم کی کمائی مین تیرا کیا گمان ہے جو اسلامی شہرون مین ان دنون پھیلی ہوئی ہے خصوصا

عند تحصيل بيت المال فان الذين نصبوا لتحصيله يأخذون اموال الناس ظلما في البنادر والاسواق وغيرها
بيت المال کی تحصیل کے وقت کیونکہ جو لوگ اسکی تحصیل کے لیے مقرر کیے گئے ہین وہ لوگون کا مال ظلماً بندرگاہون اور بازارون وغیرہ مین

باسم العشر والزكوة ويشددون على اصحابها تشديدا عظيما وقد كان النبي عليه السلام اذا بعث من اصحابه
عشر اور زکوۃ کے نام سے ظلماً لیتے ہین اور مالکو ن پر نہایت سختی کرتے ہین حالانکہ نبی علیہ السلام جب اپنے اصحاب مین سے

احدا لبعض امره يقول بشروا ولا تنفروا ويسروا ولا تعسروا اي بشروا الناس بالاجر على الطاعات وانواع الخيرات التي
کسی کو کسی کام کے لیے بھیجتے تو فرمادیتے خوش کیجیو نفرت نہ دلائیو آسانی کیجیو اور دق نہ کیجیو یعنی لوگون کو خوش کردینا اجر عبادتون سے اور طرح طرح کی خیرات پر

من جملتها اعطاء ما يجب عليهم من العشر والزكوة ولا تقنطوهم من رحمة الله تعالى عند ارتكابهم المنكرات ومباشرتهم المحرمات بل
منجملہ اسکے اسکا دینا بھی جو انپر عشر و زکوۃ واجب ہو اور انکو بری باتون کے کرنے اور حرام پر عمل ہو جانیکے وقت رحمت الٰہی سے مایوس نہ کرنا بلکہ

رغبوهم الى التوبة والطاعات وطيبوا انفسهم بقبولها وسهلوا عليهم الامور باخذ ما يجب عليهم من العشر والخراج وزكوة السوائم
انکو توبہ اور عبادت کی ترغیب دیجیو اور قبولیت توبہ سے انکا دل خوش کردینا اور انپر سب کامون مین نرمی کرنا جو انپر عشر و خراج اور چوپایون

واموال التجارة بسهولة ولطف ولا تشددوا عليهم باخذ ما لا يجب عليهم ويأخذ اكثر مما يجب عليهم اذ روي انه عليه السلام
اور مال تجارت کی زکوۃ واجب ہو اسکو سہولت اور نرمی سے لے لیکر اور جو انپر واجب نہین اسکو لیکر یا واجب ہے اس سے زیادہ لیکر سختی نکرنا اسلیے کہ روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے

قال لا يدخل الجنة صاحب مكس وفي حديث آخر انه عليه السلام قال صاحب المكس في النار قال البغوي اراد بصاحب المكس
فرمایا کہ صاحب مکس جنت مین نہ جائیگا اور ایک اور حدیث مین ہو کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا صاحب مکس دوزخی ہے بغوی نے کہا ہو کہ مراد صاحب مکس سے

من يأخذ من التجار مكسا باسم العشر اذا مروا عليهم وقال الحافظ واما الآن فانهم يأخذون مكسا باسم العشر ومكوسا
وہ ہو جو تاجرون سے عشر کے نام سے محصول لے لیتا ہو جبکہ وہ اسکے پاس سے گذرتے ہین اور حافظ کہتے ہین کہ آجکل وہ کچھ تو عشر کے نام سے لے لیتے ہین اور بہت کچھ

اخر ليس لها اسم بل كل ما يأخذونه حرام وسحت فقد قال الله تعالى ويل للمطففين الذين فاذا كان حال المطفف
اور بھی لے لیتے ہین جنکا کچھ نام نہین بلکہ جو کچھ وہ لیتے ہین سب حرام ناجائز ہو اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے خرابی ہو کم تولنے والون کی پس جب کم تولنے والے کا یہ حال ہے

هكذا مع ان اخذه شيء قليل من رأس الكيل والوزن فماذا يكون حال الملترمين الذين يأخذون اموال الناس
باوجودیکہ وہ تول یا ناپ مین سے بہت کم رکھ لیتا ہو تو ان لوگون کا کیا حال ہوگا جو خواہ مخواہ لوگون کا مال لے لیتے ہین

بلا كيل ولا وزن ويقولون هو حق السلطان وحق فلان ويخرجون عن الايمان اذ قد ذكر في كثير من كتب الفتاوى
بے ناپے تولے اور کہتے ہین یہ سلطان کا حق ہو یہ فلان کا حق ہے اور ایمان سے نکل جاتے ہین اسلیے کہ اکثر فتاوون کی کتابون مین لکھا ہے

ان من قال لبيت المال هذا مال السلطان يكفر فكيف لغيره بل انهم يخونون في بيت المال ايضا وقد روي انه عليه السلام قال
کہ جو شخص بیت المال کی نسبت کہے کہ یہ سلطان کا مال ہو تو وہ کافر ہوجاتا ہو پھر اور کا کیا کہنا بلکہ یہ لوگ بیت المال مین بھی خیانت کرتے ہین اور روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

ان رجالا يتخوضون في مال الله تعالى بغير حق فلهم النار يوم القيمة فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان الذين يشرعون
کہ بہتیرے لوگ اللہ کے مال مین بلا کسی حق کے گھس پڑتے ہین پس قیامت کے دن انکے لیے دوزخ ہو پس نبی علیہ السلام نے اس حدیث مین بیان کردیا کہ جو لوگ

في بيت المال ويتصرفون فيه بغير امر الله تعالى ورسوله فلهم النار يوم القيمة فان بيت المال على ما ذكر في البزازية وغيرها
بیت المال مین ہاتھ ڈالتے ہین اور بدون حکم خدا و رسول کے اسمین تصرف کرتے ہین تو قیامت کے دن انکے لیے دوزخ ہو کیونکہ بیت المال بزازیہ وغیرہ کے بیان کی رو سے

اربعة انواع الاول الصدقات وما في معناها كالعشر فيصرف الى المصارف التي ذكرت في قوله تعالى انما الصدقات للفقراء
چار طرح پر ہو اول صدقات اور جو اسکے مثل ہین جیسے عشر یہ ان موقعون پر صرف کیا جائیگا جنکا قول اللہ تعالی مین ذکر ہے کہ صدقے فقرا

والمسكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل فهم ثمانية اصناف لكن
اور محتاجون کے لیے ہین اور ساعی لوگون کے لیے جو اسپر کام کرتے ہین اور جنکی تالیف قلب کرنا ہو اور گردن چھڑانے مین اور جو لوگ اللہ کی راہ مین قرضدار ہین اور مسافرون کے لیے ہین یہ سب آٹھ طرح کے لوگ ہین لیکن

سقط منهم مؤلفة القلوب وبقي سبعة اصناف وهم الفقراء والمسكين والعاملون والمكاتبون والمديونون ومنقطع الغزاة وابناء
انمین سے تالیف قلوب والے نکل گئے اور سات قسمین باقی رہین اور وہ فقرا ہین اور مساکین اور عاملین اور مکاتب اور قرضدار اور مفلس غازی اور مسافر

السبيل والثاني خمس الغنائم والمعادن والركاز فيصرف الى ما ذكر في قوله تعالى واعلموا انما غنمتم من شيء فان لله خمسه
دوسری قسم غنیمتون اور کانون اور دفینون کا خمس ہو یہ انہی چیزون مین صرف ہو گا جو اس قول الٰہی مین مذکور ہین اور جان لو کہ جو کچھ لوٹ تم کو ملے اس کا پانچوان حصہ اللہ کا

وللرسول ولذي القربى واليتمى والمسكين وابن السبيل وهم ستة اصناف لكن ذكر الله تعالى للتبرك وسهم الرسول
اور رسول کا اور قرابت والون کا اور یتیمون اور مسکینون اور مسافرون کا یہ چھ قسمین ہین لیکن اللہ تعالیٰ کا ذکر برکت کے لیے ہے اور رسول کا

وذوي القربى ساقط فبقي ثلثة اصناف وهم اليتمى والمسكين وابن السبيل لان فقراء ذوي القربى يدخلون فيهم
اور قرابت والون کا حصہ ساقط ہو گیا لہذا تین قسمین باقی رہین اور وہ یتیم ہین اور مسکین اور مسافر لیکن قرابت والے فقرا انہی مین داخل ہین

ويقدمون عليهم دون اغنيائهم والثالث ما يؤخذ من خراج الارض وجزية الرؤس وما اهدى الى الامام
اور فقرا پر مقدم ہین غنی اسمین شامل نہین اور تیسری قسم وہ زمینون کا خراج اور آدمیون سے جزیہ لیا جاتا ہو اور وہ جو کہ

من اهل الحرب وما يأخذه العاشر من تجار اهل الذمة والمستأمن فيصرف الى مصالح المسلمين من سد الثغور
اہل حرب کی طرف سے امام کو نذرانہ آتا ہو اور جو کچھ عاشر ذمی اور مستامن تاجرون سے لیتا ہو یہ سب مسلمانون کی بہبودی کے کامون مین صرف ہو گا کفار روکنے کا راستہ رکنا

وعمارة الرباطات والجسور وحفر انهار العامة وارزاق العلماء النافعين والقضاة العادلين والغزاة
اور سرائے اور پل بنوانا اور عام نہرین کھودوانا اور نفع پہونچانے والے علما اور عدل کرنے والے قاضیون اور غازیون

والمحتسبين والرابع اللقطة وتركة الميت الذي لا وارث له فيصرف الى معالجة المرضى وادويتهم واطعمتهم
اور محتسبون کو دینا اور چوتھی قسم پڑا پایا مال ہو یا اس مردہ کا ترکہ جسکا کوئی وارث نہین یہ مال بیمارون کے علاج اور انکی دوا اور غذا

واكفان الموتى ونفقة اللقيط ومن هو عاجز عن الكسب فعلى الامام ان ينظر في هذه الاموال ويضعها
اور مردون کے کفن اور لاوارث بچون اور جو کمائی سے عاجز ہو انکے خرچ مین صرف کیا جائیگا پس امام پر واجب ہو کہ ان مالون کو غور کرکے اپنے اپنے موقع پر صرف کرے

مواضعها فان الشارع قدر لها المصارف وجعل لكل مال قوما فان تعدى فيه وصرف الى الشهوات واللذات يكون من
کیونکہ شارع علیہ السلام نے ہر ایک کو صرف کا موقع مقرر کر دیا ہو اور ہر ایک مال کے لیے حقدار ٹھہرا دیے ہین پس اگر اسمین زیادتی کریگا اور اپنی لذتون اور شہوتون مین اسکو صرف کریگا تو

الخاسرين لانه تعالى لم يوله على المسلمين ليكون رئيسا اكالا شاربا مستريحا بل لينصر الدين ويرفع فساد
نقصان اٹھانیوالونمین سے ہو گا اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو مسلمانون پر اسلیے نہین حاکم کیا کہ رئیس کھانے اور پینے اور مزے اڑانیوالونمین سے ہو بلکہ دین کی مدد کرے اور

المفسدين وينظر الى العلماء والفقراء وسائر المستحقين وينزلهم منازلهم ويعطيهم كفايتهم من بيت المال الذي هو
مفسدین کے فساد کو دفع کرے اور علما اور فقرا اور اور مستحقین پر نظر رکھے اور انکو انکے مرتبہ پر رکھے اور انکی ضرورت کے موافق بیت المال سے دیتا رہے جو اسکے

امانة عنده ليس له فيه الا كواحد منهم اذ قد ذكر في التجنيس ان الواجب على الايمة والسلاطين والولاة ان يصرفوا هذه
پاس امانت ہو اور اسکا بھی اسمین اسیقدر حق ہو جتنا کسی اور ایک شخص کا اسلیے کہ تجنیس مین لکھا ہو کہ امامون اور سلطانون اور والیون پر واجب ہو کہ ان

الحقوق الى اربابها ولا يحبسوها عنهم وان قصروا فيه فوباله عليهم يسألون عنه يوم القيمة وذكر في شرح المجمع
حقوق کو انکے حقدارون پر صرف کرین اور انسے روک نہ رکھین اگر اسمین کچھ کوتاہی کرینگے تو اسکا وبال انہی پر ہے اور قیامت کے دن اس سے سوال ہو گا اور شرح مجمع مین لکھا ہے

ان الواجب على الامراء ان يجعلوا لكل نوع من تلك الاموال بيتا على حدة ويصرفوا كلا منها الى المصرف ولو اخذوا منها
کہ امیرون پر واجب ہو کہ ہر قسم کے مال کے لیے علیحدہ علیحدہ جگہ مقرر کرین اور انہین سے ہر ایک کو اسکے موقع پر صرف کرین اور اگر اسمین سے

لانفسهم اكثر مما يكفيهم او خلطوها وصرفوها الى غير المصارف ولم يراعوها يكونون من الظالمين وقال الزيلعي وعلى
اپنے لیے اس سے زائد لے لیا جو انکے واسطے کافی تھا یا اس سب کو ملا جلا دیا اور بے محل خرچ کر دیا اور اسکے موقع کا خیال نہ رکھا تو وہ ظالم ہونگے اور زیلعی نے کہا ہے

الامام ان يجعل لكل نوع من هذه الانواع بيتا يخصه ولا يخلط بعضه ببعض لان لكل نوع حكما يختص به وان لم يكن
کہ امام پر واجب ہو کہ ہر قسم کے مال کے واسطے خاص حجرہ مقرر کرے اور ایک کو دوسرے مین نہ ملائے اسلیے کہ ہر قسم کے لیے خاص حکم ہے اور اگر

في بعضها شيء فللامام ان يستقرض عليه من النوع الاخر ويصرفه الى اهل ذلك النوع ثم اذا حصل من ذلك النوع
کسی قسم مین کچھ نہ رہے تو امام کو جائز ہے کہ اس خزانہ پر دوسرے خزانہ مین سے قرض لے لے اور اسکے اہل پر صرف کرے پھر جب اس قسم مین کچھ آ جائے

ثم یجب فی الخراج ما استقرض منه الا ان یکون اللصرف من الصدقات او من خمس الغنائم علی اهل الخراج وهم فقراء

تو اُس خزانہ مین جس سے قرض لیا تھا واپس کردے سوا اُس صورت کے کہ صدقات یا مال غنیمت کے خمس مین سے غریب اہل خراج پر صرف کیا گیا ہو

فانه لا یرد فیه شیئا لانهم یستحقون بالفقر وکذا فی غیره اذا صرف الی المستحق ویجب علی الامام ان یتقی

تو وہ اُس مین واپس نہ کیا جائیگا اسلیے کہ حاجتمندی کیوجہ سے وہ بھی حقدار تھے اسی طرح اور خزانون مین اگر مستحق پر خرچ ہوا ہو اور امام پر واجب کہ اللہ تعالی سے ڈرتا رہے

الله تعالی ویصرف الی کل مستحق قدر حاجته من غیر زیادة وان قصر فی ذلک کان الله تعالی علیه حسیبا

اور ہر حقدار پر اُسکی ضرورت بھر دیا کرے نہ زیادہ اور اگر اس مین کوتاہی کریگا تو اللہ تعالی اُس سے حساب لیگا

وذکر فی المحیط ان الامام ان استقرض علی مال بیت الصدقات من بیت مال الخراج وصرف الی الفقراء

اور محیط مین لکھا ہے کہ امام اگر بیت الصدقات کے مال پر بیت الخراج کے مال سے قرض لے اور اُسکو فقیرون پر صرف کردے

لا یصیر قرضا علیهم لان الخراج له حکم الفیء والغنیمة وللفقراء فیه حظ وانما لا یعطی لهم لاستغنائهم

تو یہ قرض نہو گا اسلیے کہ خراج فیٔ اور غنیمت کے حکم مین ہے اور فقیرون کا بھی اُس مین حصہ ہے اور صدقات سے مستغنی ہونے کی وجہ سے اُنکو ندیے

بالصدقات فاذا احتاجوا الیه یصرف الیهم فعلی الامام ان یتقی الله فی صرف هذه الاموال الی مصارفها

جب اُنکو ضرورت ہو تو اُسمین سے دیدے پس امام پر واجب ہے کہ اس مال کو اپنے موقع پر صرف کرنے مین

وفی ایصال هذه الحقوق الی اربابها علی ما یری من تفضیل وتسویة من غیر ان یمیل فی ذلک الی الهوی

اور حقدارون کو حق پہونچانے کے حق مین جسکو جتنا کم یا برابر دینا مناسب ہو اُس مین اللہ سے ڈرتا رہے بلا اسکے کہ اُسمین اپنی خواہش نفس کی طرف مائل ہو

ولا یحبسها عنهم ولا یجعل لهم الا قدر ما یکفیهم ویکفی اعوانهم بالمعروف وان قصر فی ذلک وقعد عنهم

اور حقدارون سے اُسکو روک نہ رکھے اور اُنکو اتنا ہی دے جتنا اُنکو اور اُنکے متعلقون کو دستور کے موافق کافی ہو اور اگر اس مین کوتاہی کی اور بیٹھ رہا

کان الله علیه حسیبا فقد ظهر من هذا ان السلطان لیس ما فی یده من بیت المال ملکا له بل هو امانة عنده

تو اللہ اُس سے حساب لیگا پس اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہ کے ہاتھ مین جو بیت المال ہوتا ہے وہ اُسکی ملک نہین ہے بلکہ اُس کے پاس امانت ہے

یجب علیه ان یصرفه الی مصارفه لکن لما کان هو ایضا من المصارف جاز له ان یاخذ من مال الخراج قدر

اُسپر واجب ہے کہ اُسکو اُسکے محل پر صرف کرے لیکن چونکہ وہ بھی اُسکا محل ہے تو اُسکو جائز ہے کہ خراج کے مال مین سے فقط بقدر

کفایته فقط لا غیر ولو اخذ اکثر من قدر کفایته وصرف الی ممالیکه اصطفاها وزینها بانواع الملابس المحرمة

کفایت لے لے نہ زیادہ اور اگر اپنی کفایت سے زیادہ لیا اور اپنے غلامون پر صرف کیا جنکو پسند کرلیا ہے اور اُنکو طرح طرح کے حرام لباسون سے آراستہ کیا

وافتخر بقیامها بین یدیه یکون من الخائنین وقد روی ان النبی علیه السلام قال من سره ان یتمثل له الرجال قیاما

اور اپنے سامنے اُنکے کھڑے رہنے سے فخر کیا تو وہ خائن ہے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسکو یہ بات پسند آئے کہ اُسکے سامنے لوگ تصویر کیطرح کھڑے رہین

فلیتبوأ مقعده من النار ثم ینبغی ان یعلم ان من له عطاء من بیت المال ان کان من المصارف یجوز له ان

اُسکو اپنا ٹھکانا دوزخ مین بنالینا چاہیے پھر جاننا چاہیے کہ جس شخص کو بیت المال سے کچھ وظیفہ ملتا ہو اگر وہ مصارف مین سے ہو تو اُسکو جائز ہے کہ

یصرف الی مصالحه وان لم یکن من المصارف لا یجوز له ان یصرف الی مصالحه بل یلزمه ان یتصدق به الی الفقراء و

اپنی ضرورتون پر صرف کرے اور اگر مصارف مین سے نہین ہے تو اُسکو جائز نہین کہ اپنی ضرورتون مین صرف کرے بلکہ اُسکو لازم ہے کہ فقیرون پر خیرات کردے

اذا مات لا یورث عنه بل یصیر حلالا للسلطان ونائبه ان یقرر فیه من کان من المصارف فان قرر فیه من

جب وہ مریگا تو وہ مال اُسکی میراث نہو گا بلکہ فقرا کو حلال ہوگا پس سلطان یا نائب سلطان کو چاہیے کہ وظیفہ مین ایسے شخص کو مقرر کرے جو مصارف مین سے ہو اور اگر اُس مین ایسے کو مقرر کیا جو

لیس من المصارف یجب علیه ان یخرجه ویقرر فیه من هو من المصارف وان لم یفعل یکونا اثما بوجهین کما

مصارف مین سے نہین تو اُسپر واجب ہے کہ اُسکو خارج کردے اور اُسکی جگہ ایسے شخص کو مقرر کرے جو مصارف سے ہو اور اگر ایسا نکریگا تو دو وجہ سے گنہگار ہوگا جیسا کہ

ذکر فی البزازیة ان من له عطاء فی الدیوان مات عن ابنین فاصطلحا ان یکتب فی الدیوان اسم احدهما ویاخذ

بزازیہ مین لکھا ہے کہ جسکا دفتر مین وظیفہ تھا اگر دو بیٹے چھوڑ کر مرجائے پس اُن دونون نے اسطرح صلح کرلی کہ دفتر مین اُنمین سے ایک کا نام لکھا جاوے اور وہی وظیفہ

العطاء ولا يكون للآخر شيء من العطاء ويبذل لمن كان له العطاء مالا معلوما فالصلح باطل وبذل الصلح

لے لیا کرے اور دوسرے کو اس وظیفہ میں سے کچھ نہ ملا کرے اور وہ وظیفہ لینے والا اسکو ایک معین رقم دیدیا کرے تو یہ صلح باطل ہے اور وظیفہ

للذي جعل الامام العطاء له لان الاستحقاق للعطاء باثبات الامام لا دخل فيه برضى الغير وجعله غير ان السلطان ان

اسی کا ہے جسکے لیے امام وظیفہ مقرر کرے اسلیے کہ وظیفہ کا استحقاق امام کی تجویز پر ہے دوسرے کی رضامندی اور تجویز کو اس میں کچھ دخل نہیں ہاں اگر سلطان

منع المستحق يقع في الظلم مرتين في قضية واحدة حرمان المستحق واثبات غير المستحق مقامه يسر الله عملا موافقا لرضائه

حقدار کو نہ دے تو ایک مقدمہ میں دو گناہ ہونگے حقدار کو محروم کرنا اور غیر مستحق کو مقرر کرنا اللہ ہم پر اپنی رضامندی کے موافق عمل کرنا آسان فرمائے

المجلس الثمانون في بيان ظهور الفتن وما يخالف الشرع وكيف يعمل حينئذ

مجلس ہشتادم فتنوں اور خلاف شرع باتوں کے ظاہر ہونے کے بیان میں اور اسوقت کیا کرنا چاہیے

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بادروا بالاعمال فتنا كقطع الليل المظلم يصبح الرجل مؤمنا ويمسي كافرا ويمسي مؤمنا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک عملوں میں جلدی کرو قبل اسکے کہ فتنہ پیدا ہو جیسے اندھیری رات کا ٹکڑا صبح کو آدمی مسلمان ہوگا اور شام کو کافر ہو جائیگا یا شام کو مسلمان ہوگا

ويصبح كافرا يبيع دينه بعرض من الدنيا هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة رض فانه عليه السلام اشار فيه

اور صبح کو کافر ہو جائیگا اپنا دین متاع دنیا کے عوض میں بیچ ڈالیگا یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے اور ابوہریرہ رض اسکے راوی ہیں پس نبی علیہ السلام نے اس میں

الى ظهور الفتن المتكاثرة المتراكمة كتراكم ظلام الليل المظلم لا يعرف احد طريق الخلاص منها وامر بالمسارعة الى الاعمال

فتنوں کے بکثرت ظاہر ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو کہ اندھیری رات کی تاریکی کے تہ برتہ ہونے کیطرح تہ بتہ ہونگے کسی کو انسے نجات کا راستہ معلوم نہوگا اور قبل انکے آنے کے نیک عملوں کیطرف جلدی

الصالحة قبل مجيئها اذ عند مجيئها يشتد الامر ولا يقدر احد فيها على الاشتغال بالاعمال الصالحة بل يصبح الرجل

کرنیکا حکم فرمایا اسلیے کہ انکے آجانے کے وقت امر سخت ہوگا تو مشکل پڑیگی اور کوئی شخص نیک عمل میں مشغول ہونے پر قادر نہوگا بلکہ آدمی صبح کو

مؤمنا ويمسي كافرا ويمسي مؤمنا ويصبح كافرا وسبب وقوع المسلم في الكفر عند ظهور الفتن يحتمل ان يكون بوقوع

مومن ہوگا تو شام کو کافر یا شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر اور فتنوں کے ظاہر ہونے کے وقت مسلمان کو کفر میں پڑ جانے کی وجہ شاید آپس میں لڑائی واقع ہو جانا ہو

القتال بينهم فيستحل كل واحد منهم دم الآخر وماله فيكفر كل واحد منهم باستحلال دم الآخر وماله ويحتمل ان يكون

کہ ایک شخص دوسرے کا خون اور مال حلال سمجھے پس ہر شخص دوسرے کا خون اور مال حلال سمجھنے کیوجہ سے کافر ہو جائے اور شاید

بوقوع الاختلاف بينهم فيغلب الكفار على بلادهم فيدعونهم الى دينهم فيرتد بعضهم لطلب الجاه والمال منهم

آپس میں نفاق ہو جانے کی وجہ سے کہ کفار انپر غالب آجائینگے اور اپنے دین کی طرف کھینچینگے پس بعضے مال وجاہ کی خواہش میں مرتد ہو جائیں گے

كما اشير اليه في آخر الحديث حيث قيل يبيع دينه بعرض من الدنيا فان العرض بفتح الراء متاع الدنيا وحطامها

جیسا کہ آخر حدیث میں اسکی طرف اشارہ ہے جہاں پر کہا کہ اپنا دین متاع دنیا کے عوض میں بیچ ڈالیگا کیونکہ عرض بفتح را متاع دنیا اور اسکے مال کو کہتے ہیں

ويحتمل ان يكون بغلبة الظلم والفساد عليهم فلا يراعون الشرع في الحكومات بل يخرجون منه الى انواع الظلم

اور شاید کہ یہ کثرت ظلم اور انپر فساد کے غلبہ کی وجہ سے ہو کہ وہ فیصلوں میں شریعت کی رعایت نہ کرینگے بلکہ شریعت سے نکل کر طرح طرح کے ظلم

والسياسات ويسفكون الدماء ويأخذون الاموال بغير حق ويعتقدون انهم على الحق في ارتكابهم تلك

اور سختیاں کرنے لگیں اور خونریزی کریں اور ناحق لوگوں کا مال چھینیں اور یہ سمجھیں کہ ہم ان گناہوں کے کرنے میں حق پر ہیں

الآثام ولا يدرون انهم بذلك الاعتقاد يخرجون من الاسلام وربما يصلبون السارق ويقتلونه باعتقاد

اور یہ نہ سمجھیں کہ وہ لوگ اسی سمجھ سے اسلام سے نکل گئے اور بعض اوقات چور کو سولی دیدیں اور قتل کر ڈالیں اسکے

جواز صلبه وقتله فيكفرون بذلك الاعتقاد لان حد السارق ليس صلبه وقتله بل حده قطع يده لقوله تعالى

قتل اور سولی دینے کو جائز جانکر پس اس اعتقاد سے وہ کافر ہو جائینگے اسلیے کہ چور کی حد سولی اور قتل نہیں ہے بلکہ اسکی حد ہاتھ کاٹنا ہے کیونکہ اللہ فرماتا ہے

السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا وربما يغضب ملكهم على واحد منهم فيامرهم بقتله من غير سبب يوجب قتله

چور مرد ہو اور چور عورت ہو پس دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو اور بعض وقت بادشاہ کسی پر غصہ ہو اور اسکے قتل کا حکم دیدے بغیر کسی سبب کے جو قتل واجب کرتا ہو



فيقتلونه باعتقاد كون امره حقا واجبا عليهم فيكفرون بذلك الاعتقاد اذ لا طاعة للمخلوق في معصية الخالق

پس لوگ انکو اس اعتقاد سے قتل کر ڈالین کہ انکا حکم ہمپر واجب اور ضروری ہو پس اس اعتقاد سے وہ کافر ہو جاتے ہین اسلیے کہ خدا کی معصیت مین مخلوق کی اطاعت نہین

على ما ورد في الحديث فان قيل مجرد الامر من السلطان بلا تهديد ولا وعيد اكراه فاذا كان اكراها فهل

جیساکہ حدیث مین آیا ہو اگر کہا جائے کہ بادشاہ کا صرف حکم ہی بلا دھمکی اور وعید کے جبر ہے پس جب جبر ہوا تو کیا

يرخص لهم قتله فالجواب ان قتل المسلم بغير حق لا يحل لضرورة ما على ما ذكر في اكراه شرح الهداية ان من اكره بقتل

انکو اسکا قتل کرنا جائز ہو تو جواب یہ ہو کہ مسلمان کا ناحق قتل کرنا کسی ضرورت سے جائز نہین جیساکہ شرح ہدایہ کے باب اکراہ مین مذکور ہے کہ اگر کسی کو قتل کی دھمکی دیکر

على قتل غيره بغير حق لا يسعه ان يقدم عليه بل يصبر حتى يقتل فان قتله يكون اثما لان قتل المسلم بغير حق

دوسرے کے ناحق قتل کرنے پر مجبور کیا تو اسکو جائز نہین کہ اسپر پیش قدمی کرے بلکہ صبر کرے یہانتک کہ جان دیدے پس اگر اسکو قتل کر ڈالیگا تو گنہگار ہوگا کیونکہ کسی مسلمان کا ناحق قتل کرنا

مما لا يستباح لضرورة ما فكذا بالاكراه وذكر في الاصول ان دليل الرخصة خوف الهلاك والقاتل والمقتول

کسی ضرورت سے جائز نہین ایسے ہی جبر کی حالت مین اور اصول مین مذکور ہو کہ اجازت کی دلیل ہلاکت کا خوف ہو اور قاتل اور مقتول

فيه سواء فاذا استويا لا يحل للفاعل قتل غيره لتخليص نفسه لان الله تعالى عظم امر قتل المسلم حيث قال و

اس مین برابر ہین پس جب برابر ہوے تو فاعل کو غیر کا قتل اپنی جان چھوڑانے کے لیے جائز نہین اسلیے کہ اللہ تعالی نے مسلمان کے قتل کو بڑا ہی گناہ قرار دیا ہو چنانچہ فرمایا اور

مَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا فاذا كان كذلك ينبغي ان يعلم كثيرا من ولاة زماننا

جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے تو اسکی جزا جہنم ہو ہمیشہ رہیگا اسی مین پس جب یہ بات ہو تو جاننا چاہیے کہ ہمارے زمانہ مین اکثر حاکمون

وقضاة عصرنا قد هجروا الشرع المحمدي واحدثوا طريقا غير مرضي وسموه عرفا وشاع بينهم العمل به حتى كاد ان

اور ہمارے زمانہ کے قاضیون نے شرع محمدی کو چھوڑ دیا ہو اور ناپسندیدہ طریقہ نکالا ہو اور اسکا نام عرف رکھا ہو اور اسی پر عمل کرنا سب مین پھیل گیا ہو یہانتک کہ اب قریب قریب یہ حالت ہوگئی ہو

يرفض الشرع به لانهم كانوا لا يفصلون قضية بمحض الشرع بلا اخلاط العرف لكنهم كانوا يفصلون قضايا كثيرة

کہ شریعت ترک ہوگئی ہو کیونکہ اب کوئی مقدمہ بلا عرف کے ملائے صرف شریعت سے فیصل نہین ہوتا البتہ بہت سے مقدمے

بمحض العرف بلا اخلاط الشرع ويعتقدون ان بمحض الشرع لا يتم النظام ولا يستقيم حال الانام ويقولون

بلا شریعت کے ملائے صرف عرف سے فیصل کر دیتے ہین اور سمجھتے ہین کہ محض شریعت سے انتظام پورا نہین ہوتا اور خلقت کا حال ٹھیک نہین ہوتا اور اسکو کھلم کھلا

ذلك جهرا ولا يعدونه منكرا فتامل ايها المنصف هل لهذا القول ولهذا الاعتقاد محمل غير القول بنسخ الشريعة

کہتے ہین اور کچھ برا نہین جانتے پس سوچ اے منصف مزاج آیا ایسی باتون اور ایسی سمجھ کا کچھ اور مطلب ہو سکتا ہو سوائے اسکے کہ شریعت محمدیہ منسوخ ہوگئی

المحمدية بما ابتدعوه بآرائهم الفاسدة من السياسات الشنيعة والتعزيبات الشديدة وما حملهم

بوجہ انکے احکام کے جو انھون نے اپنی ناقص رایون سے ایجاد کیے ہین یعنی بری سیاستین اور سخت سزائین اور انکا یہ اعتقاد

على ذلك الاعتقاد وما جراهم على ذلك الفساد الا ما يرونه من ظهور السارق والقاتل احيانا بتهديداتهم

اور اس فساد کا عملدرآمد صرف اسلیے ہو کہ وہ دیکھتے ہین کہ بعض اوقات انکی زیادہ سختی اور بہت دھمکی سے چور اور قاتل کا

البليغة وتشديداتهم الاليمة نعم قد يظهر السارق والقاتل احيانا بتهديداتهم وتشديداتهم لكن الى ان يظهر ظالم

پتا لگ جاتا ہو ہان انکی دھمکی اور سختی سے کبھی کبھی چور اور قاتل تو مل جاتا ہو لیکن ایک ظالم کے پتا لگنے تک

واحد يظلم خلقا كثيرا في نفوسهم واعراضهم بل يهلك بعضهم بانواع العقوبات واصناف التعذيبات

بہتیری خلق کی جان اور آبرو پر ظلم ہو چکتا ہو بلکہ بعض آدمی طرح طرح کے عذاب اور قسم قسم کی سختیون سے ہلاک ہو جاتے ہین

وتتعطل اعضاء بعضهم واما اخذ اموالهم واهلاكها فلا يعدونها شيئا بل يبيحونها ويستحلونها

اور بعضون کے اعضا بیکار ہو جاتے ہین رہا مال لے لینا اور اسکو تلف کر دینا اسکو تو کچھ سمجھتے ہی نہین بلکہ اسکو مباح اور حلال جانتے ہین

فاذا كان السعي في دفع ظلم ظالم واحد متضمنا لمظالم كثيرة غير منحصرة فتفكر ايها العاقل هل يليق

پس جب ایک ظالم کا ظلم دفع کرنا بہت سے بے شمار ظلمون کو شامل ہو تو اے عاقل اس سوچ کیا

مثلها لاهل الایمان و هل یجوز فعلها فی دار الامان فتحقق ان الشارع لم یترک تلک القاعدة الا بعد وزنها بمیزان الحکمة
ایمان دار کو ایسا کرنا زیبا ہو اور کیا دار الامان میں ایسا کام جائز ہو حالانکہ ثابت ہو کہ شارع نے اس قاعدہ کو نہ چھوڑا ہوگا مگر بعد اسکے کہ اسکو حکمت کی ترازو میں تولا

وظهور غلبة مضارها علی منفعتها فان الحکیم لا یحکم له الا بما فیه المنفعة العامة الشاملة او بما یغلب منفعته علی مضرته
اور اسکا نقصان بہ نسبت فائدہ کے زیادہ معلوم ہوچکا کیونکہ حکیم نہیں حکم دیتا ہو مگر اسی کا جس میں عام نفع ہو جو سب کو شامل ہو یا جس میں فائدہ نقصان سے زیادہ ہو

لا بما یغلب مضرته علی منفعته الا تری ان الخمر والمیسر کیف حرمهما الله تعالی فی القرآن بعد ما نص فیه بنفعهما
نہ اس چیز کا جسکا ضرر فائدہ سے زیادہ ہو کیا نہیں دیکھا کہ شراب اور جوے کو اللہ نے قرآن میں کیسے حرام کردیا بعد اسکے کہ ان دونوں کے فائدے کی قرآن میں تصریح کردی

حیث قال یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَا اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا لان جانب النفع
چنانچہ فرمایا تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب اور جوے کا تو کہہ ان میں بڑا گناہ ہے اور فائدے بھی ہیں لوگوں کو اور انکا گناہ بڑا ہے انکے فائدے سے کیونکہ نفع کے پہلو پر

اذا غلب علیه جانب الضرر یحمی جانب الضرر فان اهل العرف فی هذا الزمان کثیرا ما یظلمون اهل بلدة واهل قریة
جب ضرر کا پہلو غالب ہو تو ضرر کے پہلو کا لحاظ ہوتا ہے بیشک اس زمانے کے اہل عرف ایک ظالم کی وجہ سے شہر اور گاؤں کے گاؤں والوں پر

بانواع المظالم بسبب ظالم واحد ومع هذا لا یظفرون بذلک الظالم فیکون مظالمهم اشد بالف مرتبة من ظلم ذلک
قسم قسم کے اکثر ظلم کرواتے ہیں اور باوجود اسکے اس ظالم پر کامیاب نہیں ہوتے تو انکا ظلم اس ظالم کے ظلم سے ہزار درجہ زیادہ ہو جاتا ہے

الظالم مع بقاء ظلمه فلیس مثلهم الا کمثل من یقصد احراق حشیش نبت خلال زرعه فیوقد النار وسط زرعه
اور وہ ظلم اسی طرح باقی رہا پس انکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کھیت کے اندر کی ایک گھاس جلانے کا قصد کرے پس اس کھیت کے بیچوں بیچ آگ جلائے

فیحترق الزرع واما الحشیش الذی قصد احراقه فربما یحترق وربما لا یحترق فلعمر الله لیس هذا من الاصلاح بل
کہ تمام کھیت پھنک جائے اور وہ گھاس جسکا جلانا مقصود تھا شاید کہ جلے اور شاید نہ جلے پس خدا کی قسم یہ اصلاح نہیں ہے بلکہ

هو من الافساد فلو کان فی هذا العرف خیر لکان القرون التی یستعمل هذا العرف فیها خیرا من القرون التی لم یستعمل فیها
بگاڑنا ہو کیونکہ اگر اس عرف میں خوبی ہوتی تو یہ زمانہ جس میں یہ عرف خوب استعمال کیا جاتا ہو اس زمانہ سے بہتر ہوتا جس میں

هذا العرف کقرون النبی علیه السلام والخلفاء الراشدین والتابعین ولا شک ان خیر القرون قرن النبی علیه السلام
یہ عرف استعمال نہیں کیا گیا جیسے نبی علیہ السلام کا زمانہ اور عہد خلفاء راشدین کا اور تابعین کا اور اسمیں شک نہیں کہ سب زمانوں سے بہتر نبی علیہ السلام کا زمانہ ہے

ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم شاع الکذب والفساد الی قرننا الذی هو شر القرون یشهد بذلک الاحادیث
پھر انکے بعد والوں کا پھر انکے بعد والوں کا پھر جھوٹ اور فساد پھیلتا رہا ہمارے زمانہ تک جو سب زمانوں سے بدتر ہے مشہور حدیثیں اسکی گواہ ہیں

المشهورة بل المتواترة ولو بالقدر المشترک فان قیل تلک القرون لکونها قرون الرشد والصلاح وعهد الصدق
بلکہ متواتر حدیثیں اگرچہ تواتر بقدر مشترک میں ہو پھر اگر کوئی کہے وہ زمانے چونکہ رشد اور صلاح اور صدق اور

والفلاح کان الامر یتم بسهولة الشرع ولا یحتاج الی صعوبة العرف واما هذه القرون فلما کان الغالب فیها الفسق
فلاح کے تھے اسلیے شرعی سہولت سے کام بن جاتا تھا اور عرف کی اس سختی کی حاجت نہ تھی رہا یہ زمانہ سو چونکہ اس میں فسق

والفساد والکذب والعناد اضطر العقلاء الی اجراء العرف الشدید لما راوا من عدم انزجار اهلها بالشرع السدید
اور فساد اور جھوٹ اور عناد بہت زیادہ ہے اسلیے عقلا اس عرف سخت کیطرف مجبور ہوے جب دیکھا کہ اس زمانے کے لوگ صرف شرع حکم سے باز نہیں آتے

فالجواب ان هذا السؤال لا یبقی له مورد بعد ما علم فی اجراء العرف من المفاسد وما فی الشرع من کفایته فی جمیع
تو جواب یہ ہے کہ اس سوال کا اب کوئی محل نہیں جب عرف کے جاری کرنے میں خرابیاں گنا دی گئیں اور شریعت کا تمام زمانوں میں تمام مطالب کے لیے کافی ہونا

الاعصار لجمیع المقاصد ثم ان ما ذکر من کون القرون السابقة قرون الرشد والصلاح وهذه القرون قرون الفسق
بتلادیا پھر وہ جو مذکور ہوا کہ وہ زمانے رشد اور صلاح کے تھے اور یہ زمانہ فسق

والفساد لیس الا ببرکة اجراء الشرع الشریف فی تلک القرون وشآمة احداث العرف السخیف فی هذه القرون اذ فی
اور فساد کا ہے تو یہ نہیں ہے مگر اس زمانہ میں شریعت کے جاری کرنے ہی کی برکت سے اور اس زمانہ میں اسکے عرف کے ایجاد کی نحوست سے کیونکہ

هذه القرون لكثرة اولاد الزنا بسبب ان اكثر اهل العرف اهل كل بلدة واهل كل قرية في كل سنة بل في كل شهر مرارا على الحلف
اس زمانے مین حرام کی اولاد بہت ہوگئی اسلیے کہ اہل عرف ہر ایک شہر اور ہر ایک گاؤن والون کو ہر سال بلکہ ہر ماہ کئی کئی بار طرح طرح کے مقدمون مین
بالطلاق في انواع القضايا فيلزم الحنث بالضرورة وبهذا السبب كثر اولاد الزنا في هذا الزمان واشتغلوا بالتزويرات
طلاق کی قسمین دلاتے ہین پھر قسم کا ٹوٹنا بالضرور لازم آجاتا ہے اور اس سبب سے اس زمانہ مین حرام کی اولاد بہت ہوگئی اور مکر
والتلبيسات وفي انواع الفساد اذ لا يصدر من الذوات الخبيثة الا الافعال الخبيثة فان قيل العقوبة المتجاوزة عما
اور فریب اور طرح طرح کے فساد کرنے مین مشغول ہوگئے کیونکہ بدذات آدمی سے نہین ہوتے مگر بدذاتی کے کام پھر اگر کوئی کہے کہ ایسی عقوبت جو
عيّنه الشرع قد صدرت عن السلف وذكر في الكتب المعتبرة انها محمولة على السياسة فلم لا يجوز ان يكون العرف
شرع کی حد معین سے بڑھ جائے بیشک سلف سے بھی ہوئی ہے اور معتبر کتابون مین مذکور ہے کہ وہ سیاست پر محمول ہے پس کیون نہین جائز ہے کہ یہ عرف
المذكور محمولا على السياسة ايضا فالجواب ان السياسة على ما ذكر في معين الاحكام نوعان احدهما ظالمة والاخرى
مذکور بھی سیاست پر محمول ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ سیاست حسب بیان معین الحکام کے دو قسم کی ہے ایک تو ظالمہ ہے اور دوسری
عادلة اما الظالمة فالشرع يحرمها ويحكم بعدم جوازها والعرف المذكور عينها وبسببها ينفتح ابواب المظالم الشنيعة و
عادلہ ظالمہ کو تو شرع نے حرام کیا ہے اور اسکے ناجائز ہونے کا حکم دیا ہے اور یہ عرف مذکور بعینہ وہی ہے اور اسکے سبب سے بڑے بڑے ظلم کے دروازے کھل جاتے ہین اور
يؤخذ الاموال ويسفك الدماء بغير الشريعة واما العادلة فالشرع يوجب المصير اليها والاعتماد عليها وهي ما ذكر في
مال چھین لیے جاتے ہین اور خلاف شرع خونریزی ہوتی ہے اور رہی عادلہ سو شرع اسکی طرف توجہ کرنا اور اسکپر اعتماد کرنا واجب کرتی ہے اور یہ وہ ہے جو عنایہ مین مذکور ہے
العناية تغليظ جناية لها حكم شرعي حسما لمادة الفساد وقيل هي الشريعة مغلظة وبسببها يخرج الحق من الظالم وينكف
کہ خطا پر حکم شرعی سے مادۂ فساد کے دور کرنے کے واسطے تنگ پکڑنا اور کوئی کہتا ہے کہ وہ بھی شریعت کا سخت حکم ہے اور اسکے سبب سے حق ظالم کے قبضہ سے نکل آتا ہے اور
كثير من المظالم ويرتدع اهل الفساد من الفساد وباهمالها يضيع الحقوق ويتعطل الحدود فلا بد من اعتبارها لكن
بہت سے ظلم بند ہوجاتے ہین اور مفسد لوگ فساد سے باز آجاتے ہین اور اسکو چھوڑ دینے سے حقوق تلف ہوجاتے ہین اور حدود بیکار ہوجاتی ہین سو اسکا اعتبار ضرور ہے لیکن
بعد معرفة طريق اجرائها لئلا يتجاوز منها الى غيرها اذ لا يمكن دفع الفساد من وجه الارض الا بعقوبة المتهمين بالاجرام
اسکے جاری کرنیکا طریقہ سمجھ لینے کے بعد تاکہ اس سے بڑھ کر اور کچھ نہ کر بیٹھے اسواسطے کہ روے زمین سے فساد کا دور کرنا جرم مشتبہ اور
المشهورين بها بعقوبات الشرع بقدر تهمتهم وشهرتهم بها اما بالحبس كما ذكر في حدود فتاوى قاضيخان ان من يتهم
مشہور لوگون کو بغیر بقدر تہمت و شہرت عقوبت شرعی دیے ہوے ممکن نہین یا تو قید کرکے چنانچہ حدود فتاوی قاضی خان مین مذکور ہے کہ جس پر
بالقتل والسرقة وضرب الناس يحبس ويخلد في السجن الى ان يظهر توبته وذكر في باب الحبس من قضاء الخلاصة و
خون اور چوری اور لوگون کو مارنے کی تہمت ہو اسکو قید کرین اور قیدخانہ مین ہمیشہ پڑا رکھین یہانتک کہ وہ توبہ کرے اور خلاصہ کی بحث قضا کے باب الحبس مین اور
البزازية ان الدعار وهم الذين يقصدون اتلاف اموال الناس وانفسهم يحبسون حتى يعرف توبتهم بظهور شعار
بزازیہ مین مذکور ہے کہ مفسد یعنی وہ لوگ جو لوگون کا مال اور جان تلف کیا چاہتے ہین قید کیے جائین جبتک کہ انکی پیشانی مین نیکون کے آثار نمایان ہو کر
الصالحين في سيماهم او بالضرب كما ذكر في اكراه البزازية ان حسن بن زياد سئل عن المتهم بالسرقة ايحل ضربه حتى يقر
انکی توبہ معلوم ہوجائے یا مار کر چنانچہ بزازیہ کے باب اکراہ مین مذکور ہے کہ حسن بن زیاد سے اسکا حکم پوچھا جسپر چوری کا شبہہ ہو کہ آیا مارنا جائز ہے تاکہ اقرار کرے
قال ما لم يقطع اللحم ولم يظهر العظم يعني ان ضربه ينبغي ان لا يخرج عن صفة ضرب الحدود ولا يعاقب بغير
کہا جب تک کہ گوشت نہ کٹ جاے اور ہڈی نہ نکل آئے یعنی ایسی مار چاہیے کہ حد کی وضع سے نہ نکل جائے اور کوئی اور عقوبت سواے
عقوبات الشرع بل يضرب ضرب تعزير لا ضرب حد وبالقتل كما ذكر في سير البزازية ان عطاء بن حمزة سئل عن قتل
عقوبات شرعی کے نہ کرین بلکہ تعزیر کی سی مار مارین حد کی سی مار نہ مارین یا قتل کرکے چنانچہ بزازیہ کے باب السیر مین مذکور ہے کہ عطاء بن حمزہ سے ایام فتنہ مین
اعوان البغاة والظلمة في ايام الفترة فقال يباح قتلهم لانهم ساعون في الارض بالفساد وقيل انهم يمتنعون عن السعي
باغیون اور ظالمون کے حامیون کو قتل کرنیکا حکم پوچھا جواب دیا انکا قتل مباح ہے کیونکہ وہ ملک مین فساد کرنیکو دوڑتے ہین کسی نے کہا ان دنون مین تو وہ اس کوشش سے باز آگئے ہین

فی تلک الایام ویتوارون قال ذلک امتناع ضرورتی ولو رجعوا العاد والما نهوا عنه وکذلک قال الامام السید ابو شجاع
اور چھپ جاتے ہین کہا یہ باز آنا مجبوری سے ہو اور اگر پھر وہی حال ہو تو پھر وہی کرین جس سے انکو منع کیا گیا تھا اور ایسے ہی امام سید ابو شجاع نے کہا ہے
وزاد بان قال ثواب قاتلهم قیل لکیف ثواب قاتلهم قال لان من شرط الاسلام الشفقة علی الخلق والفرح
اور اتنا زیادہ کہا کہ انکا قاتل ثواب پائیگا کسی نے کہا کہ قاتل کو ثواب کیسے ہوگا کہا اسلیے کہ اسلام کی شرط ہے خلق پر شفقت کرنا اور انکی خوشی سے
بفرحهم والحزن بحزنهم وهم علی عکس ذلک وذکر فی کراهیة البزازیة انه کان یفتی بکفرهم واختیار المشائخ
خوش ہونا اور انکے غم سے غمگین ہونا اور وہ لوگ اسکے برخلاف ہین اور بزازیہ کے باب کراہیتہ مین مذکور ہے کہ وہ انکے کفر پر فتوی دیتے تھے اور مشائخ کا مختار یہ ہے
ان لا یفتی بکفرهم وجواز القتل لا یدل علی الکفر قال الله تعالی انما جزاء الذین یحاربون الله ورسوله ویسعون
کہ انکے کفر پر فتوی نہ دیا جائیگا اور قتل جائز ہونا کفر پر دلالت نہین کرتا اللہ تعالی فرماتا ہے یہی سزا ہے انکی جو لڑائی کرتے ہین اللہ اور اسکے رسول سے اور دوڑتے ہین
فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا والاعونة من المحاربین الله ورسوله وذکر فی باب السعاة من جنایات
ملک مین فساد کرنے کو کہ قتل کیے جائین یا سولی چڑھائے جائین اور انکے مددگار بھی اللہ اور رسول سے لڑنے والے ہین اور بزازیہ کی بحث جنایت کے باب السعایۃ مین مذکور ہے
البزازیة ان المشائخ لفساد الملک بسبب السعایة افتوا بان قتل الاعونة والسعاة فی زمان الفترة جائز والقید
کہ مشائخ نے بسبب سعایت کے ملک مین فساد پھیلنا جانے کی وجہ سے فتوی دیا ہے کہ فتنہ کے زمانہ مین باغیون کے مددگارون کا قتل کرنا جائز ہے اور قید کرکے سزا دین
لکونهم فی مثل ذلک الزمان اشد ضررا فیلحقون بالذین یحاربون الله ورسوله ویسعون فی الارض فسادا
کیونکہ انسے ایسے زمانہ مین بڑا ضرر ہوگا لہذا وہ ان لوگون کے حکم مین ہین جو اللہ اور رسول سے لڑتے ہین اور ملک مین فساد کرتے پھرتے ہین
فعلی هذا یجوز قتلهم لکن باسهل الطرق واقلها عذابا کالصلب وضرب العنق لا باصعبها واکثرها عقابا السیاسات
اسکے موافق انکا قتل کرنا جائز ہے مگر آسان طریق سے جس مین تکلیف نہووے جیسے سولی دینا اور سر اڑا دینا نہ سخت طریقہ سے جسمین تکلیف زیادہ ہو جیسے وہ سیاسات
الجاریة فی هذا الزمان لما روی انه علیه السلام قال اذا قتلتم فاحسنوا القتلة فعلم من هذا النقول ان اجراء
جو اس زمانہ مین مروج ہین کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو پس ان نقلون سے معلوم ہوا کہ
هذه العقوبات انما یجوز اذا کان المدعی علیه متهما بالجرائم مشهورا بها وانکر ما ادعی علیه واما اذا لم یکن متهما
ان عقوبات کا جاری کرنا اسی وقت جائز ہے کہ مدعا علیہ پر جرم کا شبہہ ہو اور جرم مین مشہور ہو اور جبکا اسپر دعوی ہے اس سے منکر ہو اور اگر اسپر اسکا شبہہ نہو
بها بل کان رجلا صالحا مشهورا بالصلاح فلا یجوز عقوبته اصلا بل یحلف ویخلی سبیله ان لم یقم علیه بینة و
بلکہ نیک آدمی ہو بھلائی مین مشہور ہو تو ایسے کی عقوبت ہرگز جائز نہین بلکہ قسم لیکر چھوڑ دین اگر اسپر گواہ قائم نہ ہون اور
ان کان مجهول الحال لا یعرف ببر ولا فجور یجوز حبسه یوما او یومین حتی یتبین حاله بالبینة او بالاقرار وان لم
اگر مجہول الحال ہو کہ نہ تو نیک مشہور ہے اور نہ بدکار تو ایسے کو ایک یا دو دن حوالات کر دینا جائز ہے یہانتک کہ اسکا حال گواہ سے یا اقرار سے ظاہر ہو جائے اور اگر
یظهر شیء منهما یحلف ویخلی سبیله ولا یجوز ضربه کما ذکر فی سرقة الخلاصة والبزازیة ان عصام بن یوسف
کچھ بھی ظاہر نہ ہو تو قسم لیکر چھوڑ دین اور اسکو مارنا جائز نہین چنانچہ خلاصہ اور بزازیہ کے باب السرقہ مین مذکور ہے کہ عصام بن یوسف
دخل علی الامیر فاتی بسارق فانکر السرقة فقال الامیر لعصام بن یوسف ایش یجب علیه فقال عصام علیه الیمین
امیر کے پاس گئے وہان ایک چور پکڑا آیا پس اسنے چوری سے انکار کیا پس امیر نے عصام بن یوسف سے پوچھا اسپر کیا واجب ہے عصام نے کہا اسپر قسم ہے
وعلی المدعی البینة فقال الامیر هاتونی بالسوط والعقابین فما ضرب عشرا حتی اقر واتی بما سرق فقال عصام
اور مدعی پر گواہ پس امیر نے کہا کوڑا اور دو رسیان تو لاؤ پھر دس کوڑے نہین لگائے تھے کہ اسنے اقرار کرلیا اور چوری کا مال لے آیا عصام نے کہا کہ
سبحان الله ما رأیت ظلما اشبه بالعدل من هذا فانظر کیف سماه ظلما مع ظهور الحق ولم یجعله عدلا بل جعله
سبحان اللہ مین نے اس سے بڑھکر کوئی ظلم نہین دیکھا جو عدل سے مشابہ ہو پس دیکھو تو کیونکر اسکا نام ظلم رکھا باوجودیکہ حق ظاہر ہوگیا تھا اور اسکو عدل نہین ٹھہرایا بلکہ
شبیها به لعدم وجود علة ظاهرة موجبة لذلک الضرب لانه وان ظهر به الحق فی هذه المرة لکن کثیرا ما لا یظهر
عدل کا مشابہ قرار دیا کیونکہ کوئی ظاہر دلیل نہ تھی جس سے مارنا واجب ہو اسواسطے کہ اگرچہ اسوقت تو حق ظاہر ہوگیا لیکن اکثر حق ظاہر نہین ہوا کرتا

[illegible] بخلاف المتهم بالجرائم فان ضربه ليس لمجرد استخراج الحق بل ليمتنع عن افعاله المذمومة سواء
اندازہ الٰہی ظلم ہوتا ہے برخلاف انکے جنپر حرام کا شبہہ ہو کہ انکا مارنا صرف حق نکالنے کے لیے نہیں ہے بلکہ اسلیے ہے کہ اپنے افعال بد سے باز آئے خواہ
ظهر الحق اولم يظهر فافترقا وكل ما ذكرناه من جواز اجراء العقوبة على المتهمين بالجرائم انما هو قبل ثبوتها بالبينة
حق ظاہر ہو یا نہ ظاہر ہو لہذا ان دونوں میں فرق ہے اور جو کچھ ہم نے یہانتک ذکر کیا یعنی جرم کے مشتبہ لوگوں پر اجرائے عقوبت کا جائز ہونا یہ ثبوت سے پہلے ہی گواہوں سے ہو
او الاقرار واما بعد ثبوتها باحدهما فيقام عليهما ما عين لهم في الشرع من الحد والتعزير يسرنا الله تعالى عملا
یا اقرار سے اور اگر ان دو میں سے ایک ذریعہ سے جرم ثابت ہوجائے تو پھر اسپر وہی قائم ہوگا جو شرع نے مقرر کیا ہے حد اور تعزیر آسان کرے ہم پر اللہ تعالیٰ
موافقا لرضائه المجلس الحادي والثمانون في بيان احكام القضاء واخذه بالرشوة والحكومة
اپنی رضا کے موافق عمل کرنا آسان فرما مجلس ہشتاد و یکم احکام قضا اور عہدۂ قضا کو رشوت سے لینے اور جھوٹی گواہی پر حکم
بشهادة الزور قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما انا بشر وانكم تختصمون الي ولعل بعضكم يكون الحن
کرنے کے بیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی ایک آدمی ہوں اور تم میرے پاس فیصلے لاتے ہو اور شاید کہ بعضے تم میں سے حجت میں ہوشیار ہوں
بحجته من بعض واقضي له على نحو ما اسمع منه فمن قضيت له بشيء من حق اخيه فلا ياخذنه فانما اقطع له
بعضے سے اور جیسا اس سے سنوں اسکے موافق میں فیصلہ کر دوں پھر جسکو میں اسکے بھائی کا حق دلادوں تو وہ ہرگز نہ لے کیونکہ انکو
قطعة من النار هذا الحديث من صحاح المصابيح روته ام المؤمنين ام سلمة ؓ ومعناه انكم تختصمون الي وربما
آگ کا ٹکڑا دیے دیتا ہوں یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے ام المؤمنین ام سلمہ نے روایت کیا ہے اور معنی اسکے یہ ہیں کہ تم اپنے فیصلے میرے پاس لاتے ہو اور
يكون بعضكم مبطلا في دعواه ولا اعرف كونه مبطلا في دعواه الا انه افطن بحجته واقدر على تقريرها بحيث
شاید کوئی اپنے دعوے میں جھوٹا ہو اور میں اسکا اپنے دعوے میں جھوٹا ہونا نہ جانوں لیکن چونکہ وہ حجت میں ایسا قوی اور تقریر میں اتنا چست ہو کہ میں اسکے دعوے کو
اظنه صادقا في دعواه اقضي له على وفق دعواه فيكون ما قضيته له من حق اخيه قطعة من النار لكونه حراما
سچا گمان کرلوں اور اسکے دعوے کے موافق فیصلہ کر دوں پس وہ چیز جو میں نے اسکو اسکے بھائی کے حق میں سے دلائی ہے آگ کا ٹکڑا ہے کیونکہ وہ بوجہ حرام ہونے کے
يسوقه الى النار فانه عليه السلام صدر كلامه في هذا الحديث بقوله انما انا بشر تنبيها على جواز عدم مطابقة
اسکو دوزخ میں کھینچ لیجائیگی پس نبی علیہ السلام نے اپنے کلام کو اس حدیث میں اس لفظ سے شروع کیا کہ میں ایک آدمی ہوں اس تنبیہ کے لیے کہ آپ کے
حكمه لما في نفس الامر لكونه بشرا لا يعلم من الغيب ولا يطلع على الضمائر الا ما يوحى اليه ولا يلزم منه ان يكون
حکم کا نفس الامر سے مطابق نہ ہونا جائز ہے کہ وہ بشر کی وجہ سے غیب دان نہیں ہیں اور نہ دل کے بھید پر مطلع ہوتے ہیں مگر اسقدر کہ جسکی آپکی طرف وحی آئے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ
حكمه خطاء اذ ليس هذا من قبيل الخطاء في الحكم لان الحاكم مامور مكلف بان يحكم بين الخصمين بالظاهر
آپکا حکم بیجا ہو اسواسطے کہ یہ بات حکم میں غلطی ہونے کے قبیل سے نہیں کیونکہ حاکم کو حکم ہے کہ دونوں مدعی مدعا علیہ میں ظاہر کے موافق
على حسب ما يسمعه من كلامهما وعلى ما يقتضيه حجتهما لا بما في نفس الامر حتى ان من كان مبطلا في دعواه اذا اتى
جیسا انکا کلام سنے اور جو انکی حجت سے ثابت ہو حکم کردے نہ یہ کہ نفس الامری حکم ہو یہانتک کہ جسکا دعوی جھوٹا ہو جب وہ
بشاهدي الزور ولم يعلم القاضي بكذبهما وقضى بشهادتهما بعد تعديلهما فهو محق في الحكم وان لم يكن ما حكم
جھوٹے دو گواہ گزار دے اور قاضی کو انکا جھوٹ معلوم نہ ہو اور وہ انکی گواہی کے موافق انکی تعدیل کے بعد جو حکم کردیگا اور وہ اس حکم میں حق پر ہے اگرچہ جسکا حکم کیا
به ثابتا في نفس الامر فعلم من هذا ان حكم القاضي بشهادة الزور لا يحل ما كان حراما ولا يحرم ما كان
نفس الامر میں ثابت نہ ہو پس اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹی گواہی سے قاضی کا حکم حرام کو حلال نہیں بناتا اور نہ
حلالا ولا ينفذ قضاؤه الا ظاهرا وهذا متفق عليه في الاملاك المرسلة التي لم يذكر فيها سبب معين من اسباب
حلال کو حرام اور اسکا حکم ظاہر ہی میں جاری ہوتا ہے اور اس بات پر مطلق ملک جنمیں اسباب ملک میں سے کسی خاص سبب کا ذکر نہ ہو سب کا اتفاق ہے
الملك واما في العقود كالبيع والشراء والنكاح والاجارة ونحوها وفي الفسوخ كالاقالة والطلاق ونحوهما فعنه
اور رہے عقود جیسے بیع اور شرا اور نکاح اور اجارہ اور مانند انکے اور فسوخ جیسے اقالہ اور طلاق اور مانند انکے سو

ابي حنيفة ينفذ ظاهرا وباطنا وعند غيره انما ينفذ ظاهرا لا باطنا لهم ان القضاء اظهار ما كان ثابتا لا اثبات
امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظاہرا اور باطن دونون مین جاری ہوجاتا ہو اور اونکے نزدیک صرف ظاہر ہی مین جاری ہوتا ہو نہ باطن مین انکی یہ دلیل ہو کہ قضا ثابت چیز کا ظاہر کرنا ہو
ما لم يكن ثابتا وما ادعى من العقود والفسوخ لم يكن ثابتا عند كون الدعوى باطلة والشهود كاذبة فلا ينفذ
نہ غیر ثابت کا ثابت کرنا اور جن عقود اور فسوخ کا دعوی تھا وہ دعوے کے باطل اور گواہون کے جھوٹے ہونے کی صورت مین ہو ثابت نہین لہذا
القضاء فيه الا ظاهرا واما باطنا فلا لان القضاء انما ينفذ بقدر الحجة والحجة باطلة في الباطن لكون شهادة
قضا صرف ظاہر مین نافذ ہوگی باطن مین نہوگی اسلیے کہ قضا حجت کے موافق نافذ ہوتی ہو اور یہ حجت باطن مین غلط ہو کیونکہ جھوٹے گواہ
الزور حجة في الظاهر لا في الباطن والمشهود له يعلم ذلك والقاضي لا يعلمه فينفذ قضاؤه ظاهرا لا باطنا
ظاہری دلیل ہو باطن مین نہین اور گواہون والا اسکو جانتا ہو اور قاضی نہین جانتا لہذا اسکی قضا ظاہر مین نافذ ہوگی نہ باطن مین
كما في الاملاك المرسلة وله ان القاضي اذا اقيمت عنده البينة وعدلت يكون عليه القضاء واجبا حتى لو امتنع
جیسے مطلق ملک مین اور امام صاحب کی یہ دلیل ہو کہ قاضی کے پاس جب گواہ گذار دیے گئے اور تعدیل ہوچکی تو اسپر حکم دینا واجب ہے یہان تک کہ اگر
عن القضاء او اخره يكون اثما لكن لما كان القضاء اظهار ما كان ثابتا ولم يكن ما ادعى من العقود والفسوخ ثابتا
حکم نہ دے یا دیر کرے تو گنہگار ہوگا لیکن چونکہ قضا ثابت چیز کا ظاہر کرنا ہو اور جن عقود اور فسوخ کا دعوی ہے وہ ثابت نہین
عند كون الدعوى باطلة والشهود كاذبة وجب اثباته اقتضاء لئلا يلزم ان يكون القاضي مكلفا بما ليس في وسعه
دعوے کے باطل اور گواہون کے جھوٹے ہونے کی تقدیر پر تو اب بطور اقتضا کے اسکا ثابت کرنا ضرور ہوا تاکہ یہ لازم نہ آئے کہ قاضی محالات کا حکم کرے جو اسکی طاقت سے خارج
فان قضاء القاضي فيما يحتمل الانشاء ولم يكن في المحل مانع وكانت الشهود كاذبة يكون انشاء لانه مامور بالقضاء
پس حکم قاضی کا ایسے محل مین کہ انشا کی قابلیت ہو اور اس محل مین کوئی مانع نہو اور گواہ جھوٹے ہون تو انشا ہو جائیگا کیونکہ قاضی کو قضاے حق کا حکم ہے
بالحق ولا يكون قضاؤه بالحق فيما يحتمل الانشاء ولم يكن في المحل مانع وكانت الشهود كاذبة الا بالحمل على الانشاء والعقود
اور اسکی قضا ایسے محل مین کہ انشا کی قابلیت اور اس محل مین مانع بھی نہو اور گواہ جھوٹے ہون بدون انشا پر حمل کیے حق نہین ہوسکتی اور عقود
والفسوخ مما يحتمل الانشاء وللقاضي ولاية الانشاء في الجملة فيجعل قضاؤه انشاء بطريق الاقتضاء فيصير
اور فسوخ مین انشا کی قابلیت ہو اور قاضی انشا کا تھوڑا بہت مختار ہو لہذا اسکی قضا بطریق اقتضا کے انشا ہو جائیگی پس عقد نکاح کا دعوی ایسا ہو گیا کہ
كانه قال في دعوى عقد النكاح له زوجتك اياه وحكمت بينكما بالنكاح وفي دعوى فسخ النكاح يصير كانه
گویا قاضی نے کہا مین نے تیرا نکاح اسکے ساتھ کر دیا اور مین نے تم دونون مین نکاح کا حکم دیدیا اور فسخ نکاح کے دعوے مین ایسا ہو گیا کہ گویا
قال فرقتك عنه وحكمت بينكما بالطلاق وكذا في غير ذلك مما ادعى من العقود والفسوخ بخلاف الاملاك المرسلة
قاضی نے کہا مین نے تجھ کو اس سے اب جدا کر دیا اور تم دونون مین طلاق کا حکم دیدیا اور ایسے ہی اور ون مین جس مین عقود اور فسوخ کا دعوی ہو برخلاف مطلق ملک کے
فان القضاء فيها بشهادة الزور لا ينفذ الا ظاهرا لان الملك لا بد له من سبب وفي الاسباب كثرة ومزاحمة ولا يمكن
کہ اس مین قضا جھوٹی گواہی سے صرف ظاہر مین نافذ ہوگی کیونکہ ملک کے واسطے کوئی سبب چاہیے اور اسباب بہت اور ایک دوسرے کے مخالف ہین اور قاضی کو
للقاضي ان يعين شيئا منها بدون الحجة اذ ليس بعضها اولى من البعض فحينئذ لا يمكن اثبات شيء منها سابقا على
یہ ممکن نہین کہ ان مین سے کسی ایک کو بلا دلیل معین کر دے کیونکہ کسی کو کسی پر ترجیح نہین پس اب بطریق اقتضا قضا سے پہلے کسی بات کا
القضاء بطريق الاقتضاء لان الملك ليس مما يحتمل الانشاء والقاضي ليس مامورا بالقضاء بالملك بل
ثابت کرنا ممکن نہین اسلیے کہ ملک مین انشا کی قابلیت نہین اور قاضی کو ملک کے حکم دینے کا حکم نہین بلکہ
هو مامور بالقضاء بقصر يد المدعى عليه عن المدعى فهذا هو النافذ منه ظاهرا لا غير بيانه ان رجلا
اسکو مدعا علیہ کا ہاتھ مدعی سے روک دینے کا حکم ہے لہذا یہی اس سے ظاہر مین نافذ ہوتا ہو نہ کچھ اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ ایک شخص نے
اذا ادعى على رجل بيعا وشراء في جارية او طعام واقام شاهدي الزور وقضى القاضي بينهما بالبيع او
کسی شخص پر ایک لونڈی یا کھانے کی خرید یا فروخت کا دعوی کیا اور دو جھوٹے گواہ پیش کر دیے اور قاضی نے ان دونون مین خرید یا

الشراء ينفذ قضاؤه ظاهرا وباطنا حتى يحل لمن حكم له بالجارية او الطعام ان يطأ الجارية
فروخت کا فیصلہ کردیا تو اسکا حکم ظاہراً اور باطناً نافذ ہوجائیگا یہانتک کہ جسکے لیے اس لونڈی یا کھانے کا حکم ہوا ہے اسکو جائز ہے کہ بعد استبرا کے

بعد الاستبراء ويأكل الطعام لثبوت الملك له بالثمن الذي قام الشهادة به واما اذا ادعى رجل على رجل ملكا مطلقا في جارية
لونڈی سے وطی کرے اور کھانا کھائے کیونکہ اسکی ملک اس قیمت سے ثابت ہوگئی جسپر گواہ گذر چکے اور جس صورت میں ایک شخص کسی شخص پر لونڈی یا کھانا مطلقاً دعوی کرے

او طعام من غير تعيين سبب من اسباب الملك واقام شاهدى الزور وقضى القاضي بينهما بالملك لا ينفذ قضاؤه الا
اسباب ملک میں سے بغیر کسی سبب کے معین کیے ہوے اور دو جھوٹے گواہ پیش کردیے اور قاضی نے ان دونوں میں ملک کا فیصلہ کردیا تو اسکا حکم صرف ظاہر میں نافذ ہوگا

ظاهرا حتى لا يحل لمن حكم له الجارية او الطعام ان يطأ الجارية او يأكل الطعام لعدم ثبوت الملك له فيما بينه وبين
یہانتک کہ جسکے لیے لونڈی یا کھانے کا حکم دیا اسکو لونڈی سے صحبت کرنا یا کھانا کھانا حلال نہیں اسلیے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے درمیان اسکے لیے ملک ثابت نہیں ہے

الله تعالى ومن امثلة العقود ان احدا من الرجال والنساء اذا ادعى على آخر نكاحا واقام شاهدي الزور وقضى
اور ایک مثال عقود کی یہ ہے کہ کسی مرد یا عورت نے دوسرے پر نکاح کا دعوی کیا اور دو جھوٹے گواہ پیش کردیے اور قاضی نے

القاضي بينهما بالنكاح ينفذ قضاؤه ظاهرا وباطنا حتى يحل للرجل الوطي وللمرأة التمكين هذا اذا لم يكن المرأة في
انکے دونوں میں نکاح کا حکم کردیا تو اسکا حکم ظاہر اور باطن دونوں میں نافذ ہوجائیگا یہانتک کہ مرد کو صحبت کرنا اور عورت کو اپنے اوپر قابو دینا جائز ہے یہ جب ہو کہ وہ عورت کسی

نكاح الغير وعدته فاما اذا كان في نكاح الغير وعدته فالقضاء انما ينفذ ظاهرا فقط لا باطنا ومن امثلة الفسوخ
دوسرے کے نکاح یا عدت میں نہو اور اگر کسی اور کے نکاح یا عدت میں ہو تو حکم صرف ظاہر میں نافذ ہوگا نہ باطن میں اور فسخ کی ایک مثال یہ ہے

ان احد الزوجين اذا ادعى على الآخر فسخ النكاح واقام شاهدي الزور وقضى القاضي بينهما بالفرقة ينفذ قضاؤه ظاهرا
کہ میاں بیوی میں سے ایک نے دوسرے پر فسخ نکاح کا دعوی کیا اور دو جھوٹے گواہ کھڑے کردیے اور قاضی نے ان دونوں میں جدائی کا حکم دیدیا تو اسکا حکم ظاہر

وباطنا حتى يحرم للرجل الوطي وللمرأة التمكين ويجوز لها التزوج بزوج آخر ويجوز للزوج الآخر وطيها وان علم ان الزوج
اور باطن دونوں میں نافذ ہوجائیگا یہانتک کہ مرد کو صحبت کرنا اور عورت کو اپنے اوپر قابو دینا حرام ہو اور عورت کو اور مرد سے نکاح کرلینا جائز ہو اور دوسرے شوہر کو اسکے ساتھ صحبت کرنا درست ہو اگرچہ معلوم

الاول لم يطلقها بان كان احد شاهدي الزور وهذا كله قد كان ظاهرا معلوما مما ذكر لكن ينبغي ان يعلم ايضا ان
کہ پہلے خاوند نے اسکو طلاق نہیں دی اسطرح کہ ان دو جھوٹے گواہوں میں سے ایک خود وہی رہا ہو یہ سب باتیں اوپر کے بیان سے ظاہر اور معلوم ہیں لیکن یہ بھی جاننا چاہیے کہ

قضاء القاضي في العقود والفسوخ بشهادة الزور وان كان نافذا ظاهرا وباطنا ومفيد الحل عند ابي حنيفة رح لكونه
عقود اور فسوخ میں جھوٹی گواہی سے قاضی کا حکم اگرچہ ظاہراً و باطناً نافذ ہوتا ہے اور حلت کا بھی فائدہ دیتا ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک کیونکہ وہ

انشاء بطريق الاقتضاء الا ان المدعي والشهود لا يخلو من ان يتعرضوا لسخط الله تعالى وعقابه حيث ارتكبوا ما نهى الله تعالى
بطور اقتضا کے انشا ہے مگر اتنی بات ہے کہ مدعی اور گواہ غضب الٰہی اور اسکے عذاب میں پڑ جانے سے بچ نہیں سکتے کیونکہ انھوں نے وہ کام کیا ہے جسکو خدا اور اسکے رسول نے منع کیا ہے

ورسوله وسعوا في ابطال حق الغير وظلمه لا سيما اذا لم يكن الثمن الذي شهدا به مساويا للقيمة اما المدعي فانه ارتكب
اور دوسرے کی حق تلفی کرنے اور ظلم کرنے کی کوشش کی ہے خصوصاً جبکہ وہ قیمت جسکی گواہی دی ہے اصل قیمت کے برابر نہو مدعی تو اسلیے کہ جھوٹ بولا ہے

الكذب وادعى ما ليس له وقد روي انه عليه السلام قال من ادعى ما ليس له فليس منا فليتبوأ مقعده من النار واما
اور اس چیز کا دعوی کیا ہے جو اسکی نہ تھی اور روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص اس چیز کا دعوی کرے جو اسکی نہو تو وہ ہم میں سے نہیں اسکو اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لینا چاہیے اور

الشهود فانهم ارتكبوا الكبيرة التي شابهت الشرك وهي شهادة الزور وكذا المدعي حيث رضي بها وقد روي انه عليه السلام
گواہ اسلیے کہ انھوں نے اتنا بڑا گناہ کیا ہے جو شرک کے قریب قریب ہے اور وہ جھوٹی گواہی ہے اور ایسے ہی مدعی کیونکہ وہ اسپر راضی تھا اور روایت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے

قال عدلت شهادة الزور بالاشراك بالله تعالى ثلث مرات ثم قرأ قوله تعالى فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ
تین مرتبہ فرمایا جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے ہم پلہ ہے پھر یہ آیت پڑھی کہ بچو بتوں کی ناپاکی سے اور بچو جھوٹی بات سے

الزُّوْرِ فانه بيّن في هذا الحديث ان شهادة الزور كانت مساوية للشرك في حصول الاثم الموجب لدخول النار الا ان الشرك موجب
پس آنحضرت نے اس حدیث میں یہ بیان فرمادیا کہ جھوٹی گواہی شرک کے برابر ہے گناہ ہونے میں جو کہ جہنم میں لیجانیوالا ہے بس اتنی بات ہے کہ شرک دوزخ میں ہمیشہ

للخلود فیها وشهادة الزور غیر موجبة له ومما ینبغی ان یعلم ایضا ان قضاء القاضی بشهادة الزور فی العقود والفسوخ انما ینفذ فی
ہمیشہ رہنے کا موجب ہو اور جھوٹی گواہی اسکی موجب نہین اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ قاضی کا حکم جھوٹی گواہی سے عقود اور فسوخ مین جبہی نافذ ہوتا ہے اور حلت کا فائدہ دیتا ہے

الحل اذا اخذ القاضی القضاء بغیر رشوة واما اذا اخذ القضاء بالرشوة فلا یکون قاضیا ولا ینفذ حکمه علی ما ذکر فی عامة
کہ جب قاضی نے عہدۂ قضا بلا رشوت پایا ہو اور جب رشوت دیکر عہدۂ قضا پایا ہو تو وہ قاضی نہین ہوتا اور نہ اسکا حکم نافذ ہوتا ہے جیسا کہ تمام کتابون مین لکھا ہوا ہے

الکتب فعلی هذا لا یوجد فی هذا الزمان قاض ینفذ حکمه اذ قلما یوجد قاض یأخذ القضاء بغیر الرشوة فان القضاة فی هذا
اس بیان کی رو سے اس زمانے مین ایسا کوئی قاضی نہین مل سکتا جسکا حکم نافذ ہو کیونکہ ایسے قاضی بہت کم ہین جنھون نے قضا بلا رشوت حاصل کی ہو اسلیے کہ اس زمانے مین

الزمان یسعون فی اخذ القضاء بالرشوة سعیا بلیغا ویبذلون فی تحصیله مالا کثیرا ویسمونه باسماء غیر الرشوة مع کون کله
قاضی رشوت سے عہدۂ قضا حاصل کرنیکی بڑی کوشش کرتے ہین اور اسکے لیے بہت بہت مال خرچ کرتے ہین اور رشوت کے سوا اسکا کچھ اور نام رکھا ہو حالانکہ یہ سب

رشوة فکیف یوجد فیهم قاض ینفذ حکمه فانهم باخذهم القضاء بالرشوة یکونون سببا لابطال کثیر من الاحکام الشرعیة
رشوت ہو پس ایسا قاضی بھلا کیونکر ملے کہ جسکا حکم نافذ ہو کیونکہ یہ لوگ رشوت سے عہدۂ قضا حاصل کرکے بہت سے احکام شرعی کے باطل کرنے کے سبب بنتے ہین

لان کثیرا من امور المسلمین مفوض الی رایهم موقوف علی حکمهم وهم اذا اخذوا القضاء بالرشوة لا ینفذ حکمهم فی شیء
اسلیے کہ مسلمانون کے اکثر معاملات انکی راے پر حوالہ اور انکے حکم پر موقوف ہین اور انھون نے جب عہدۂ قضا رشوت سے پایا تو احکامات شرعیہ مین

من المحکومات الشرعیة فیلزم بطلان کثیر من امور المسلمین لا سیما النکاح الذی یکون مفوضا الیهم فان القاضی الذی
انکا کوئی حکم نافذ نہین پس مسلمانون کے بہت سے معاملات کا باطل ہونا لازم آتا ہو بالخصوص نکاح جو انہی کے سپرد رہے کیونکہ جس قاضی نے

اخذ القضاء بالرشوة اذا عقد النکاح الذی فوض الیه یکون ذلک النکاح باطلا فیلزم ان یکون الزوج والزوجة زانیین
رشوت سے عہدۂ قضا لیا ہو جب ایسا نکاح کریگا جو اسکے سپرد ہو تو وہ نکاح باطل ہوگا لہذا لازم آتا ہو کہ میان بیوی جب تک

ما داما تحت ذلک النکاح ولیس هذا الا لکثرة محبتهم للدنیا وقلة مبالاتهم فی الدین فانهم لغلبة غفلتهم عن الآخرة
اس نکاح مین رہین زانی ہون یہ حالت صرف دنیا سے انکی محبت کی کثرت اور دین کی بے پروائی کی وجہ سے ہو کیونکہ وہ لوگ آخرت سے غفلت کی وجہ سے

یاخذون القضاء بالرشوة ولا یبالون بکونهم ملعونین بلعن رسول الله علیه السلام بل یفتخرون به مع ان کثیرا من السلف امتنعوا
قضا رشوت سے لیتے ہین اور رسول علیہ السلام کی لعنت سے اپنے ملعون ہونے کی کچھ پروا نہین کرتے بلکہ اسپر فخر کرتے ہین باوجودیکہ اگلے لوگ اسکے

عن قبوله حتی اکرهوا اکراها بلیغا علی قبوله فلم یقبلوه فضلا عن بذل المال فی اخذه الا تری ان ابا حنیفة دعی الی القضاء ثلث
قبول کرنے سے باز رہے ہین یہان تک کہ اسکے قبول کرنے پر بہت مجبور کیے گئے پھر بھی اسکو قبول نہین کیا چہ جائیکہ اسکے حاصل کرنے مین مال خرچ کرتے تو نہین دیکھتا کہ امام ابوحنیفہؒ تین دفعہ عہدۂ قضا کے لیے بلائے گیے

مرات فابی حتی حبس فضرب فی کل مرة ثلثین سوطا فلما خاف علی نفسه قال حتی اشاور اصحابی فشاورهم فقال ابو یوسف
اور آپ نے انکار کیا یہان تک کہ قید کیے گیے اور ہر مرتبہ تیس تیس کوڑے لگے پھر جب اپنی جان کا خوف ہوا تو فرمایا کہ مین اپنے دوستون سے مشورہ کرلون پس مشورہ کیا تو امام ابو یوسفؒ نے کہا

لو تقلدت لانتفعت الناس فنظر الیه ابو حنیفة نظر الغضب وقال لو امرت ان اعبر البحر سباحة لکنت اقدر علیه مکانی
کہ اگر آپ قبول کرلین تو لوگون کو بڑا فائدہ پہونچے پس امام ابوحنیفہؒ نے انکی طرف غصہ کی نگاہ سے دیکھا اور کہا کہ اگر مجھکو سمندر کو تیر جانیکا حکم دیا جاتا تو مجھکو اسکی قدرت تھی

بک قاضیا فاعرض ولم ینظر الیه بعد ذلک وکذلک دعی محمد الی القضاء فابی حتی قید وحبس نیفا وخمسین یوما
میرے بجاے تو ہی قاضی ہوجا پھر منھ پھیر لیا اور بعد اسکے انکی طرف نہ دیکھا اسیطرح امام محمدؒ کو عہدۂ قضا کے لیے کہا گیا آپنے انکار کردیا یہان تک کہ قید ہوگئے اور کچھ اوپر پچاس دن

واضطر فتقلده وانما امتنع هؤلاء الکرام عن تقلده لما روی عن ابی هریرة انه علیه السلام قال من جعل قاضیا
قید رہے اور آخر مجبور ہوکر قبول کرلیا اور یہ بزرگ اسکے قبول کرنے سے اسلیے باز رہے کہ ابی ہریرہؓ سے روایت ہو کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص لوگون مین

بین الناس فقد ذبح بغیر سکین والمراد من الذبح فی هذا الحدیث القتل فان القتل بغیر سکین کسقی السم مثلا لا یؤثر
قاضی کردیا گیا تو بیشک وہ بے چھری ذبح ہوا اور مراد ذبح سے اس حدیث مین قتل ہے کیونکہ بغیر چھری کے قتل ہونا مثلا زہر پلادینا ظاہر مین کچھ اثر

فی الظاهر وانما یؤثر فی الباطن بازهاق الروح کذا القضاء لا یؤثر فی الظاهر لانه فی الظاهر رفعة وعظمة وانما یؤثر
نہین کرتا صرف باطن مین اثر کرتا ہو کہ جان چلی جاتی ہے اسیطرح عہدۂ قضا ظاہر مین تو کچھ اثر نہین کرتا کیونکہ ظاہر مین تو وہ بلندی اور عظمت ہے اثر صرف

فی الباطن بإهلاک الدین لان القاضی قلما یعدل بین الخصمین بل ربما یمیل فی الحکم الی الاصدقاء والاقرباء والی
باطن مین ہوتا ہو بوجہ دین کے تباہ ہوجانے کے اسلیے کہ قاضی طرفین مین بہت ہی کم انصاف کرتے ہین بلکہ اکثر اوقات فیصلہ مین اپنے دوستون اور عزیزونکی طرفداری کرجاتے ہین یا اس شخص کی

من له منصب یتوقع نواله او یخاف بلاءه وربما یوسوس له نفسه علی قبول الرشوة فمن کان حاله کذلک فالموت
جو منصب والا ہو کہ جس سے کچھ ملنے کی امید ہو یا اس سے کسی بلا کا اندیشہ ہو اور اکثر اوقات اسکے دل مین رشوت قبول کرنیکا وسوسہ آتا ہو پس جسکا یہ حال ہو تو اسکو مرجانا

خیر من القضاء لان الموت یقطعه عن المعاصی والقضاء یوقعه فی المعاصی فان قیل القضاء بالحق من اقوی الفرض
بہتر ہو اس قضا سے اسلیے کہ موت گناہون سے اسکو جدا کردیگی اور قضا گناہون مین ڈالتی ہو اگر کوئی کہے کہ حق کے ساتھ فیصلہ کرنا بڑا فرض

واشرف العبادات لکونه امرا بالمعروف ونهیا عن المنکر وقد امر الله به النبیین کما قال فی کتابه انا انزلنا التوراة
اور سب سے عمدہ عبادت ہو اسلیے کہ نیک بات کا حکم اور بدی سے روکنا ہو اور اللہ نے نبیونکو اسکا حکم کیا ہو جیسا کہ اپنی کتاب مین فرمایا ہو کہ ہم نے اتارا توریت کو

فیها هدی ونور یحکم بها النبیون وقال لنبینا علیه السلام انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس فما وجه
جس مین ہدایت ہو اور روشنی ہو اسی پر پیغمبر حکم کرتے ہین اور ہمارے پیغمبر علیہ السلام کے لیے یون فرمایا ہم نے اتاری تمپر کتاب سچی کہ تم لوگون مین حکم کرو پس اس سے

الامتناع عنه فالجواب انه وان کان من اقوی الفرائض واشرف العبادات لکن ذکر فی کتب الفقه ان من کان
باز رہنے کی کیا وجہ ہو جواب یہ ہو کہ یہ اگرچہ بڑا فرض اور اشرف عبادت ہو لیکن فقہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ جو شخص

صالحا ینبغی له ان لا یطلبه بقلبه ولا یسأله بلسانه فان دعی الیه بلا طلبه قال بعض العلماء یکره له الدخول
اسکے قابل ہو اسکو چاہیے کہ دل سے اسکا طالب نہو اور نہ زبان سے اسکی درخواست کرے پس اگر بلا درخواست کیے اسکے لیے بلایا جائے تو بعضے علما کہتے ہین کہ اپنے اختیار

فیه مختارا لما روی عن انس رضی عنه علیه السلام قال من ابتغی القضاء وسأل وکل الی نفسه ومن اکره علیه انزل الله تعالی
سے اسمین پڑنا مکروہ ہو اسلیے کہ حضرت انس رضی سے روایت ہو کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا جسنے عہدۂ قضا تلاش کیا اور اسکی درخواست کی وہ اپنے نفس کے سپرد کیا جاتا ہو اور جو اسپر مجبور کیا جاتا ہو تو اللہ تعالی

علیه ملکا یسدده فانه علیه السلام اشار فی هذا الحدیث الی ان من یطلب القضاء بقلبه ویسأله بلسانه یفوض امره
اسپر ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہو جو اسکو راہ پر رکھتا ہے پس نبی علیہ السلام نے اس حدیث مین اس بات کیطرف اشارہ کر دیا کہ جو شخص عہدۂ قضا کو دل سے چاہتا ہو اور اپنی زبان سے درخواست کرتا ہو تو اسکا کام

الی نفسه ومن یفوض امره الی نفسه لا یهدی الی الصواب لان النفس امارة بالسوء تجر صاحبها الی المخالفة وسوء المطالبة
اسکو نفس کے سپرد کر دیا جاتا ہو اور جس کا معاملہ اسی کو نفس کے حوالہ ہو وہ ٹھیک راستہ نہین پاتا اسلیے کہ نفس برائی کا بہت حکم دیتا ہو اسکو مخالفت اور بری خواہش کیطرف کھینچتا ہو

فلا یسلم من الوقوع فی الظلم والمعصیة وایضا من یطلب القضاء ویسأله یعتمد علمه وورعه فیکون صاحب عجب
لہذا ظلم اور معصیت مین پڑ جانے سے نہین بچتا اور یہ بھی ہو کہ جو قضا کی درخواست اور سوال کرتا ہو تو وہ اپنے علم اور پرہیزگاری پر بھروسا کرتا ہو لہذا خودپسندی والا ہوا

فیحرم التوفیق واما من یکره علیه فانه یصیر منکسر القلب بالاکراه فیعتصم بحبل الله تعالی ویتوکل علی الله تعالی
پس توفیق سے محروم رہتا ہے اور جو اسپر مجبور کیا جاتا ہے تو وہ بوجہ جبر کرنیکے اسکا دل ٹوٹ جاتا ہو لہذا اللہ تعالی کی رسی سے سہارا لیتا ہو اور اللہ تعالی پر توکل کرتا ہے

ومن یعتصم بالله فقد هدی الی صراط مستقیم ومن یتوکل علی الله فهو حسبه فیلهمه الرشد ویوقعه
اور جسنے اللہ کا سہارا پکڑا بیشک وہ سیدھی راہ دکھایا گیا اور جسنے اللہ تعالی پر توکل کیا وہ اسکو کافی ہے پس اسکے دل مین رشد پیدا کرتا ہے اور راہ راست مین

الصواب یسر نا الله تعالی عملا مطابقا لرضائه بلطفه وکرمه

المجلس الثانی والثمانون فی بیان

لیجاتا ہو اللہ ہمپر اپنی رضا کے مطابق عمل اپنے لطف اور کرم سے آسان فرما مجلس ہشتاد ودوم اس بیان مین

من یجوز له الوعظ للناس ومن لا یجوز وما یتفرع علیه

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
کہ کسکو لوگون کے لیے وعظ کہنا جائز ہو اور کسکو جائز نہین اور جو باتین اس سے نکلتی ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا یقص الا امیر او مامور او مختال هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه عوف بن مالک ومثله ما رواه ایضا
وعظ نہین بیان کرتا مگر امیر یا اس کام پر مقرر کیا ہوا یا شیخی والا یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون میں سے ہو عوف بن مالک کی روایت ہو اور اسی کے مثل وہ ہو جو عوف ہی نے روایت کیا ہے

انه علیه السلام قال القصاص ثلثة امیر او مامور او مختال القص التکلم بالقصص یستعمل فی الوعظ وهو المراد ههنا
کہ حضرت نے فرمایا وعظ کہنے والے تین ہین امیر اور مقرر کیا ہوا اور شیخی کرنیوالا اور قص کے معنی قصہ بیان کرنیکے ہین اور وعظ مین بھی استعمال ہوتا ہو اور یہان یہی مراد ہے

والمعنى ان الذين يعظون الناس ثلثة احدهم الامير وهو الحاكم فان الحكام في الزمان الاول كانوا يعظون الناس ويقصون عليهم
اور معنی یہ ہین کہ جو لوگون کو وعظ کہتو ہین تین قسم کے ہین ایک تو امیر یعنی حاکم کیونکہ پہلے زمانہ مین حکام ہی لوگون کو وعظ کیا کرتے تھے اور گذری ہوئی خبرین انکو

الاخبار الماضية ليعتبروا وثانيهم المامور وهو الذي امره الامير بالوعظ واذن له فيه وثالثهم المختال وهو الذي ليس بامير
سناتے تھے تاکہ عبرت حاصل کرین اور دوسرا المحکوم یعنی وہ جسکو امیر نے وعظ کے لیے مقرر کیا ہو اور اُسکی اجازت دی ہو اور تیسرا شیخی کرنیوالا اور یہ وہ ہے کہ نہ امیر ہو

ولا مامور من جهته بل هو فضولي يفعل ذلك تكبرا على الناس وطلبا للرياسة بينهم ويرائيهم بقوله وفعله وفيه
اور نہ امیر کی طرف سے مقرر ہو بلکہ وہ فضولی ہو لوگون پر بڑا بننے اور اُنمین سردار بننے کے لیے ایسا کرتا ہو اور اپنے قول وفعل سے ریاکاری کرتا ہو اور اس مین

زجر للواعظ عن الوعظ بغير اذن الامام وانما كان كذلك لان الامام يجب عليه ان يقوم بمصالح الرعية و
بلا اجازت امام کے وعظ کہنے سے ممانعت ہو اور یہ اسلیے ہو کہ امام پر واجب ہو کہ رعیت کی مصلحتون کو پورا کرے اور

يرتب في كل قرية وفي كل محلة عالما متدينا يعلم الناس دينهم فينظر في العلماء فمن يرى فيه علما وديانة وحسن
ہر گانون مین اور ہر محلہ مین ایک عالم دیندار مقرر کردے کہ وہ لوگون کو دین تعلیم کیا کرے لہذا علما مین غور کرے پس جسمین علم اور دیانت اور نیک

عقيدة ياذن له ان يعظ الناس ومن لا يرى فيه هذه الصفات لا ياذن له في الوعظ لئلا يوقع الناس في البدعة و
عقیدہ دیکھے اُسکو اجازت دے کہ لوگون کو وعظ کہا کرے اور جس مین یہ صفات نہ دیکھے اُسکو وعظ کی اجازت نہ دے تاکہ لوگون کو بدعت اور بے راہی مین نہ ڈالے

الضلالة كما هو واقع في هذا الزمان وذلك لان الخلق لا يولدون بالعلم وانما يولدون بالجهل والجهل مرض من امراض القلوب
جیسا اس زمانہ مین ہو رہا ہو اور یہ اسواسطے کہ خلق صاحب علم پیدا نہین ہوتی بلکہ صاحب جہل پیدا ہوتی ہو اور جہالت دل کی بیماریون مین سے ایک بیماری ہے

فلا بد له من طبيب حاذق يعالجهم ويزيل مرضهم بتعليم احكام الدين في اصله وفرعه ومن لم يكن حاذقا
لہذا اس بیماری کے لیے ایک لائق طبیب کی ضرورت ہو کہ انکا علاج کو کرے اور دین کے اصلی اور فرعی احکام سکھا کر انکا مرض دور کرے اور جو طبیب لائق نہ ہوگا تو

لا يزيل مرضهم بل يزيدهم مرضا فيهلكهم وقد ذكر في الاحياء ان الدنيا دار المرضى اذ ليس في بطن الارض الا ميت
انکا مرض دور نہ کر پائیگا بلکہ انکا مرض اور بڑھا کر انکو ہلاک کر دیگا اور احیا مین مذکور ہو کہ دنیا بیماری کا گھر ہو کیونکہ نہین ہے زمین کے اندر مگر مردہ

ولا على ظهرها الا سقيم ومرض القلوب اكثر من مرض الابدان وانما صار كذلك لثلث علل احدها ان من كان
اور نہین ہو اُسکے باہر مگر بیمار اور دلون کی بیماری جسمانی بیماری سے بڑھکر ہے اور یہ بات تین وجہ سے ہو ایک تو یہ کہ جو

مريض القلب لا يدري كونه مريضا والثانية ان عاقبة مرض القلب لا يشاهد قبل الموت بخلاف مرض البدن
دل کا بیمار ہوتا ہو وہ اپنے کو بیمار نہین سمجھتا اور دوسری وجہ یہ ہو کہ دل کی بیماری کا انجام موت سے پہلے نہین معلوم ہوتا برخلاف جسمانی مرض کے

فان عاقبته موت مشاهد تنفر عنه الطباع ولكون ما بعد الموت غير مشاهد قلت النفرة عن الذنوب و
کہ اُسکا انجام موت ہو مشاہدہ سے معلوم ہو جس سے طبیعتین نفرت کرتی ہین اور چونکہ موت کے بعد کا حال دکھائی نہین دیتا اسلیے گناہون سے بہت کم نفرت ہو اور

يتكل مرتكبها على فضل الله تعالى ولا يشتغل بعلاج مرض قلبه بل يشتغل بعلاج مرض بدنه من غير اتكال على فضل
گنہگار اللہ تعالی کے فضل پر توکل کر لیتا ہو اور اپنے دلی مرض کے علاج مین مشغول نہین ہوتا بلکہ جسمانی مرض کے علاج مین مشغول ہوتا ہو بغیر اسکے کہ اللہ تعالی کے فضل پر

الله تعالى مع كون فضل الله تعالى عاما في الدنيا والآخرة والثالثة وهي الداء العضال فقد الطبيب فان
توکل کرے باوجودیکہ اللہ تعالی کا فضل دنیا اور آخرت دونون کو شامل ہو اور تیسری وجہ اور یہی بڑی سخت بیماری ہو طبیب کا نہونا ہو کیونکہ

الاطباء هم العلماء وهم في هذا الزمان قد مرضوا مرضا شديدا حتى عجزوا عن علاج انفسهم فضلا عن
اُسکے طبیب تو صرف علما ہین اور وہ اس زمانہ مین خود ہی سخت بیمار ہین یہان تک کہ اپنے ہی علاج سے عاجز ہین چہ جائیکہ

علاج غيرهم وبهذا السبب عم الداء وانقطع الدواء واهلك الخلق بل اشتغل الاطباء بفنون الاغواء فليتهم
اورون کا علاج کرنا اس سبب سے بیماری سب مین پھیل گئی اور دوا نہین رہی اور خلق ہلاک ہوگئی بلکہ اطبا طرح طرح سے بہکانے مین مشغول ہوگئے پس کاش وہ طبیب

اذ لم يصلحوا لم يفسدوا وليتهم سكتوا ولم ينطقوا فانهم اذا تكلموا لا يقصدون في مواعظهم الا استمالة قلوب العوام
اگر درستی نہ کرتے تو بگاڑتے بھی نہین اور کاش وہ خاموش رہتے اور کچھ نہ بولتے کیونکہ جب وہ بولتے ہین تو اپنے وعظ سے سوائے عوام کے دل اپنی طرف جھکانے کے اور کچھ انکی نیت نہین ہوتی

فلا يتوصلون اليها الا بذكر الرجاء والرحمة لكون ذلك الذ في الاسماع واخف على الطباع فينصرف الخلق عن مجلس وعظهم
اور امید رحمت کے ذکر ہی کو انکا وسیلہ بناتے ہیں کیونکہ یہ کانوں میں لذیذ اور طبیعتوں پر ہلکا ہو پھر خلقت انکی مجلس وعظ سے اس حال میں کو مجتی ہے کہ گناہوں پر

وقد استفادوا مزيد جرأة على المعاصي فمهما كان الطبيب كذلك يهلك المريض بالدواء حيث يضعه
اور بھی جرأت پیدا ہو گئی اور جب طبیب ایسا ہو تو مریض دوا سے ہلاک ہو جائیگا کیونکہ بے محل

في غير موضعه فان الخوف والرجاء دواءان لكن لشخصين متضادي العلة فالذي غلب عليه الخوف حتى
دوا دیتا ہے کیونکہ خوف اور رجا دو دوائیں ہیں لیکن ایسے دو شخصوں کے لیے جنکی بیماریوں میں منافات ہو پس جسپر خوف اتنا غالب آیا ہو کہ

هجر الدنيا بالكلية وكلف نفسه ما لا يطيق وضيق عليه العيش بالكلية يكسر سورة خوفه بذكر اسباب الرجاء وسعة رحمة
دنیا بالکل ترک کر دی ہو اور اپنی جان طاقت سے زیادہ تکلیف میں ڈال رکھی ہو اور عیش تنگ کر لیا ہو تو اسکے خوف کی شدت کو اسباب رجا اور فراخی رحمت الٰہی کے ذکر سے گھٹاے

الله تعالى ليعود الى الاعتدال وكذا المصر على الذنوب المشتهي للتوبة الممتنع عنها بحكم القنوط والياس استعظاما
تاکہ وہ اعتدال پر آجائے اور ایسے ہی جو گناہ پر اڑا ہوا ہو توبہ کا آرزومند کہ بسبب ناامیدی اور یاس کے اپنے گذشتہ گناہوں کو بہت بڑا سمجھ کر

لذنوبه التي سبقت يعالج ايضا بذكر اسباب الرجاء وسعة رحمة الله تعالى حتى يطمع في قبول توبته فيتوب
توبہ نہ کرتا ہو ایسے کا علاج بھی اسباب رجا اور فراخی رحمت الٰہی کو بیان کر کے جائے تاکہ اسکو توبہ کی قبولیت کی توقع ہو پس وہ توبہ کر لے

فاما معالجة المغرور المسترسل في المعاصي بذكر اسباب الرجاء وسعة رحمة الله تعالى فيضاهي معالجة المحموم بالعسل
اور رہا فریب کھائے ہوئے معاصی میں پڑے ہوے کا اسباب رجا اور فراخی رحمت الٰہی کے بیان سے علاج کرنا یہ ایسا ہو جیسے بخار والے کا شہد سے علاج کرنا

وذكر في موضع اخر من الاحياء ان هذا الزمان زمان لا ينبغي ان يذكر فيه للخلق اسباب الرجاء وسعة رحمة الله تعالى
اور احیا کی ایک اور جگہ میں مذکور ہو کہ یہ زمانہ ایسا زمانہ ہو کہ اسمیں خلقت کے سامنے اسباب رجا اور فراخی رحمت الٰہی کا بیان نہ کرنا چاہیے

لان ذكرها يهلكهم بالكلية لكنها لما كانت اخف على النفوس والذ في القلوب ولم يكن غرض الوعاظ
کیونکہ یہ بیان لوگوں کو سراسر ہلاک کر دیگا لیکن چونکہ یہ ذکر نفسوں پر ہلکا ہو اور انکے دلوں میں زیادہ لذیذ ہو اور واعظوں کی غرض

الا استمالة القلوب واستنطاق الخلق بالثناء عليهم كيف ما كانوا مالوا الى الارجاء حتى ازداد الفساق فسادا
سوائے دلوں کے بہلانے اور خلقت سے اپنی تعریف کرانے کے اور کچھ نہیں اس لیے خواہ کچھ ہی ہو رجا ہی کی طرف جھکے رہتے ہیں یہاں تک کہ فساق فساد میں

والمنهمكون في طغيانهم تماديا وذكر في موضع اخر ان الخلق الموجودين في هذا الزمان كان الاصلح لهم غلبة الخوف بشرط
اور سرکشی میں غرقاب ہونیوالے سرکشی میں اور بھی بڑھ گئے اور ایک اور جگہ میں مذکور ہو کہ اس زمانہ میں جو خلقت موجود ہو انکے لیے خوف کا غالب رہنا ہی بہتر ہو بشرطیکہ

ان لا يخرجهم الى الياس وترك العمل وقطع الطمع من المغفرة فيكون ذلك سببا للتكاسل عن العمل وداعيا الى الانهماك
ناامیدی اور عمل چھوڑ دینے اور مغفرت کی امید نہ رہنے کی نوبت نہ آسکے کہ یہ عمل میں سستی اور معاصی میں کھپ جانے کا سبب بن جائے

في المعاصي فان ذلك قنوط وليس بخوف بل الخوف هو الذي يحث على العمل ويكدر جميع الشهوات ويزعج القلب
سو یہ یاس ہو خوف نہیں ہو بلکہ خوف وہ ہو کہ عمل پر ابھارے اور تمام خواہشوں کو بے مزہ کرے اور دل کو دنیا کی

عن الركون الى دار الغرور ويدعو الى الميل الى دار السرور فهذا هو الخوف المحمود لا الياس الموجب للقنوط فاذا كان
رغبت سے اکھاڑ دے اور آخرت کی رغبت دلائے اور یہی خوف محمود ہو نہ یاس جو ناامیدی کا سبب ہو پس جب یہ

الامر كذلك فالطريق الذي ينبغي ان يسلكه الواعظ في وعظه مع الخلق في هذا الزمان اذا كان مامورا من
بات ہو تو وہ طریقہ جسپہ واعظوں کو اپنے وعظ میں اس زمانہ کی خلقت کے ساتھ چلنا چاہیے جبکہ واعظ امام کی طرف سے

جهة الامام ان يذكر ما في القران من الايات المخوفة للمذنبين وما ورد في الاخبار والاثار في ذم المجرمين ومدح التائبين
محکوم ہو یہ ہو کہ قرآن میں سے وہ آیات بیان کرے جو گنہگاروں کو خوف دلاتی ہیں اور وہ احادیث اور آثار جو گنہگاروں کی ہجوم اور توبہ کرنیوالوں اور اطاعت کرنیوالوں کی تعریف میں ہیں

المطيعين ويستكثر منها ان كان وارث رسول رب العالمين فانه عليه السلام ما خلف دينارا ولا درهما وانما
اور اسی قسم کی کثرت رکھے اگر رسول رب العالمین کا وارث ہو کیونکہ نبی علیہ السلام نے نہ دینار چھوڑے ہیں اور نہ درہم یہی ہو کہ

على العلم والحكمة وورثة كل عالم بقدره ما اصابهم فينبغي له ان يفرق همته من ان تعجيل العقوبة على الذنوب في
علم اور حکمت چھوڑ گئے ہین اور ہر عالم اُنکا وارث ہوا جتنا اُسکو ملا پھر اُسکو ہ چاہیے کہ اُنسے یہ بیان کرے کہ گناہ پر دنیا مین عذاب ہو نا
الدنيا ويبين لهم ان كل ما يصيب الانسان من المصائب في الدنيا فهو بسبب ذنبه كما قال الله تعالى وما اصابكم
ممکن ہو اور بیان کرے کہ انسان پر دنیا مین جو مصیبت پڑتی ہو وہ سب گناہون کے وبال سے ہو جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا اور جو پڑتی ہے تم پر
من مصيبة فبما كسبت ايديكم فينبغي له ان يخوفهم بذلك لان بعض الناس يخاف من العقوبة في الدنيا ويتساهل
کوئی سختی سو اُسی سبب سے ہو جو کمایا ہو تمھارے ہاتھون نے پس اُسکو چاہیے کہ اُنکو اسکا خوف دلائے کیونکہ بعضے آدمی دنیا کے عذاب سے ڈرتے ہین اور آخرت کے
في امر الاخرة لفرط جهله فيلزمه ان يبين له ان الذنوب كلها تعجل في الدنيا شومها وغالب الامر يضيق عليه رزقه
باب مین جہالت کے مارے تساہل کرتے ہین لہذا اُسکو لازم ہو کہ اُنسے بیان کرے کہ سب گناہون کی شامت اکثر دنیا ہی مین آجاتی ہو اور اُسکے سبب سے اُسپر روزی تنگ
بسببها لما روي انه عليه السلام قال ان العبد ليحرم الرزق بسبب ذنب يصيبه ثم ينبغي له ان يفخم امر الوعظ ويرفع
ہوجاتی ہو کیونکہ روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ آدمی گناہ کے سبب جسکو کرتا ہو رزق سے محروم ہوجاتا ہو پھر اُسکو چاہیے کہ وعظ عظمت سے کہو اور آواز بلند
صوته ويكون منه في وعظ ما يشعر بالحال الذي هو فيه من الترغيب والترهيب لما روى جابر انه عليه السلام
رکھے اور وعظ مین جو بیان کرتا ہو ویسا ہی حال ترغیب اور خوف کا بنائے کیونکہ جابرؓ سے روایت ہو کہ نبی علیہ السلام
كان اذا خطب احمرت عيناه وعلا صوته كان منذر جيش وكذا ينبغي له اذا تكلم بكلام ان يكرره ثلث مرات
جب وعظ فرماتے تو آنکھین سرخ اور آواز بلند ہوجاتی گویا کہ فوج سے ڈراتے ہین اور ایسے ہی اُسکو چاہیے کہ جب کوئی بات کہو تو تین بار مکرر کہے
ليفهمه سامعوه ويتمكن في قلوبهم ويحفظوه لما روي عن انس انه عليه السلام كان اذا تكلم بكلمة اعادها ثلثا
تاکہ سننے والے سمجھ لین اور اُنکے دل مین بیٹھ جائے اور اُسکو یاد کرلین کیونکہ انسؓ سے روایت ہو کہ نبی علیہ السلام جب کوئی بات فرماتے تو تین بار دُہراتے
حتى تفهم عنه لكن يجب عليه ان يحترز عن خلط كلام المبتدعة لما ذكر في الاحياء ان الواعظ مهما مزج كلام البدعة
تاکہ خوب سمجھ لین لیکن اُسپر واجب ہو کہ اپنے کلام مین بدعت کی آمیزش سے بچے کیونکہ احیا مین مذکور ہو کہ واعظ جب کبھی بدعت کی بات ملائے
يجب منعه ولا يجوز حضور مجلسه الا على قصد الرد عليه ان قدر وان لم يقدر لا يحضر مجلسه وكذا مهما كان كلامه
تو اُسکا روک دینا واجب ہو اور اُسکی مجلس مین جانا جائز نہین مگر اُسپر رد کرنے کے قصد سے اگر قدرت ہو اور اگر قادر نہو تو اُسکی مجلس مین نہ جائے اور ایسے ہی جب اُسکا
مائلا الى الارجاء وتجرية الناس على المعاصي وزاد بسببه رجاء الخلق على خوفهم فهو منكر يجب منعه لكون
کلام رجا اور لوگون کو معاصی پر جرأت دلانے کی طرف جھکتا ہو اور اس باعث سے خلق کو رجا خوف سے زیادہ بڑھ جائے تو یہ برا ہو اُسکا روک دینا واجب ہو کیونکہ
فساده عظيما بل الاقرب والاليق بطباع الخلق ان يرجح خوفهم على رجائهم لانهم الى الخوف احوج وذكر في الرسالة
اُسکا فساد بڑا ہو بلکہ خلقت کے حال کے مناسب اور لائق یہ ہو کہ خوف کو امید پر غالب رکھے کیونکہ وہ خوف کے زیادہ تر محتاج ہین اور امام غزالی کی رسالہ مین
المسماة يا ايها الولد للامام الغزالي ان الواعظ ينبغي له ان يكون عزمه وهمته ان يدعو الناس من الدنيا الى الاخرة
جسکا نام یا ایہا الولد ہو مذکور ہو کہ واعظ کو چاہیے کہ اُسکا قصد اور ہمت یہی ہو کہ لوگون کو دنیا سے آخرت کی طرف بلائے
ومن المعصية الى الطاعة ومن الحرص الى القناعة ويحبب اليهم الاخرة ويبغض عليهم الدنيا ويعلمهم
اور گناہ سے طاعت کی طرف اور حرص سے قناعت کی طرف اور اُنکو آخرت کی محبت اور دنیا کا بغض دلائے اور اُنکو
العبادة والتقوى لان الغالب في طباعهم الزيغ عن منهج الشرع والسعي فيما لا يرضى الله تعالى فيلقي في قلوبهم
عبادت اور پرہیزگاری سکھائے اسلیے کہ اُنکی طبیعتون مین شرع کی راہ سے کجی ہو اور اُس چیز مین کوشش جس سے اللہ تعالی کی خوشی نہین پس اُنکے دلون مین
الرعب ويخوفهم عما يستقبلهم من المخاوف لعل صفات باطنهم تتغير ومعاملة ظاهرهم تتبدل ويظهر منهم الحرص
رعب ڈالے اور جو خوفناک چیزین اُنکے آگے آنیوالی ہین اُنسے ڈرائے شاید کہ اُنکے صفات باطنی بدل جائین اور ظاہر کا معاملہ پلٹ جائے اور اُنسے طاعت کی حرص
الى الطاعة والرجوع عن المعصية وهذا هو طريق الوعظ والنصيحة وكل واعظ لا يكون وعظه هكذا فوعظه وبال
اور معصیت سے رجوع ظاہر ہوجائے اور وعظ اور نصیحت کا یہی طریقہ ہو اور جس واعظ کا وعظ ایسا نہو تو اُسکا وعظ کہنے والے

[illegible] الشيطان في صورة الانسان يخرج الناس عن طريق الحق ويهلكهم فيجب عليهم ان يفروا

اور بعضے واعظ [illegible] وبال ہیں بلکہ بعضے کہتے ہیں کہ وہ انسان کی صورت میں شیطان ہیں کہ خلقت کو حق کی راہ سے نکالتا ہے اور انکو ہلاک کرتا ہے پس لوگوں پر واجب ہے کہ اس سے ایسا بھاگیں

منه فرارهم من الاسد لان ما يفسده هذا الواعظ من دينهم لا يستطيع ان يفسد بمثله الشيطان ومن كان له يد

جیسے شیر سے بھاگتے ہیں کیونکہ یہ واعظ جتنا انکے دین کو بگاڑنے پر قادر ہے شیطان بھی اتنا نہیں خراب کر سکتا اور جسکو قابو

وقدرة يجب عليه ان ينزله من منابر المسلمين ويمنعه عما باشره لانه من جملة الامر بالمعروف والنهي عن المنكر وكذا

اور قدرت ہو اسکو واجب ہے کہ اسکو مسلمانوں کے منبر سے اتار دے اور وعظ کہنے سے روکدے کیونکہ یہ بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قبیل سے ہے اور ایسے ہی

الوعاظ الذين يشتغلون بالقصص التي يتطرق اليها الزيادة والنقصان والكذب والبهتان فيجب نهي السلف عن

وہ واعظ کہ قصہ گوئی میں مشغول ہو جاتے ہیں جس میں کمی زیادتی اور جھوٹ اور بہتان ہو جاتا ہے سو انکی مجلسوں میں بیٹھنے سے

الجلوس في مجلسهم لان القصص منها ما ينفع سماعه ومنها ما يضر سماعه وان كان صدقا فمن فتح على نفسه ذلك الباب

اگلے لوگوں نے ممانعت ثابت ہے اسلیے کہ بعضے قصوں کا سننا مفید ہوتا ہے اور بعضے قصوں کا سننا ضرر کرتا ہے اگرچہ سچا ہو پس جو شخص اپنے اوپر یہ دروازہ کھول لیگا

يختلط عليه الصدق بالكذب والنافع بالضار وقال احمد بن حنبل القصة ان كانت من قصص الانبياء والصالحين

تو اسپر سچ جھوٹ کے ساتھ اور نافع مضر کے ساتھ مشتبہ رہیگا اور احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ قصہ اگر انبیا اور صلحا کے قصوں میں سے ہو

فيما يتعلق بامور الدين وكانت صحيحة الرواية فلا ارى به باسا فليحذر الكذب في حكاية احوال تؤدي الى هفوات

جو امور دینی سے متعلق ہو اور روایت بھی صحیح ہو تو اس میں مجھکو کچھ مضائقہ نہیں معلوم ہوتا پس جھوٹ سے اور ایسے احوال بیان کرنے سے بچے جس میں خطا

ومساهلات يقصر فهم العوام عن درك معانيها فان العامي يتمسك بذلك في مساهلاته وهفواته ويمهد لنفسه

اور تساہل ہو کہ عوام کی سمجھ انکے معانی سمجھنے سے قاصر ہو کیونکہ عامی آدمی اس سے اپنے تساہل اور خطا کی سند کرلیگا اور اپنے لیے ایک

عذرا فيها ويقول قد صدر عن بعض المشائخ وبعض الاكابر كيت وكيت فكيف بنا وكلنا بصدد المعاصي فلا عزو

عذر بنا لیگا اور کہیگا کہ بعضے بعضے مشائخ اور بزرگوں سے ایسی ایسی باتیں ہوگئی ہیں تو ہمارا کیا پوچھنا ہم سب تو سراسر گنہگار ہیں پس اگر ہم سے

ان صدر مني ذنب فقد صدر عمن هو اكبر مني ويفيده ذلك جرأة على الله تعالى من حيث لا يدري فبعد الاحتراز

کوئی گناہ ہو گیا تو کیا تعجب ہے کیونکہ ایسوں سے ہو گیا ہے جو ہم سے بڑے تھے اور اس سے خدا پر ایسی جرات پیدا ہو جاتی ہے کہ اسکو خبر نہیں ہوتی اور ان دونوں باتوں سے

عن هذين فلا باس به. وعند ذلك يرجع القصص المحمودة الى ما اشتمل عليه القران وصح في الكتب الصحيحة من

بچنے کے بعد پھر کچھ خوف نہیں اور اب ان اچھی حکایتوں کو لے جو قرآن میں آئی ہیں اور تاریخ کی معتبر کتابوں میں صحیح طور پر ثابت ہیں

الاخبار واما ما يوجد في بعض الكتب التي يذكر فيها من قصص الانبياء ما لا يليق بحالهم فيجب تنزيههم عنها كالقصة داود

اور رہے وہ قصے جو بعضی کتابوں میں ملتے ہیں جن میں انبیا علیہم السلام کے ایسے قصے مذکور ہیں کہ انکے حال کے لائق نہیں سو انسے انکو پاک سمجھنا واجب ہے جیسے داؤد

النبي فانها على ما يرويها القصاص من انه عليه السلام دخل ذات يوم محرابه فاغلق بابه وجعل يصلي ويقرأ الزبور

نبی علیہ السلام کا قصہ سو یہ قصہ قصہ گویوں کی روایت کے موافق یوں ہے کہ داؤد علیہ السلام ایک روز اپنی محراب میں داخل ہوئے اور دروازہ بند کرلیا اور نماز پڑھتے اور زبور کی تلاوت کرتے

فبينما هو كذلك اذ جاء الشيطان في صورة حمامة من ذهب فمد يده ليأخذها لابن له صغير فطارت فامتد اليها

وہ اسی حال میں تھے کہ اتنے میں شیطان سونے کا کبوتر بنکر آگیا پس انہوں نے اپنے چھوٹے بیٹے کے لیے اسکے پکڑنے کو ہاتھ بڑھایا وہ اڑ گیا پھر اور ہاتھ لمبا کیا

فطارت فوقعت في كوة فتبعها فابصر امرأة جميلة قد نقضت شعرها فغطى بدنها وهي كانت امرأة رجل

تو وہ اڑ کر روشندان میں گر پڑا انکے پیچھے انہوں نے نظر دوڑائی تو ایک عورت خوبصورت نظر پڑی کہ اس نے اپنے بال کھولے تھے اور بالوں نے سارا بدن ڈھنک لیا تھا اور وہ ایک شخص کی جورو تھی

يقال له اوريا وكان من غزاة البلقاء فكتب الى صاحب بعث البلقاء وهو ايوب بن صوريا ان ابعث اوريا

جسکا نام اوریا تھا اور وہ بلقا کے غازیوں میں سے تھا پس بلقا کے لشکر کے سردار یعنی ایوب بن صوریا کو لکھا کہ میں اوریا کو بھیجتا ہوں

فقدمه على التابوت وكان من يتقدم على التابوت لا يحل له ان يرجع حتى يفتح الله تعالى على يده او يستشهد

تم اسکو تابوت کے آگے کر دینا اور جو شخص تابوت کے آگے ہوتا تھا اسکو لوٹنا جائز نہیں تھا تاوقتیکہ اللہ اسکے ہاتھ پر فتح دے یا شہید ہو جائے

ففتح الله تعالی علی یدیه وسلم وامره ان یسیره مرة اخری وثالثة حتی قتل واتاه خبر قتله ولم یحزن کما یحزن علی
پس اللہ تعالی نے اسکے ہاتھ پر سے فتح دی اور سلامت رہا اور حکم دیا کہ اسکو دوبارہ اور تبارا بھیجو یہانتک کہ قتل ہوگیا اور اسکے قتل کی خبر آپکے پاس آئی اور آپکو کچھ رنج نہوا جیسا کہ

الشہداء فتزوج امرأته فهذا وامثال ذلك مبتدع تمجه الاسماع ومنكر مخترع تنفر عنه الطباع ناشئ من عدم
شہید ہونے پر ہوا کرتا ہے پھر آپنے اسکی بیوی سے نکاح کر لیا پس یہ اور اسکے مثل اور قصے بہت اوپر بنائے ہوئے قصے ہیں جسکے سننے سے کان انکار کرتے ہیں اور ایسے بیہودہ گڑھے ہوئے ہیں جن سے طبیعت نفرت کرتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ناواقف ہیں

العلم بما یجب وما یستحیل وما یجوز فی حق الانبیاء فویل لمن ابتدعه واشاعه وتبا لمن اخترعه واذاعه اذ یقبح
جو انبیا کے حق میں واجب ہو اور جو محال ہے اور جو جائز ہے پس ہلاکی اس شخص کے لیے ہے جسنے اسکو گڑھا اور مشہور کیا اور تباہی ہے جسنے اسکو بنایا اور پھیلایا کیونکہ اسی بات کو تو

ان یحدث به عن بعض المتسمین بالصلاح من افراد المسلمین فضلا عن بعض اعلام الانبیاء والمرسلین ولذلك
کسی ایسے شخص سے بیان کرنا جو مسلمانوں میں نیک مشہور ہو برا ہے چہ جائیکہ بزرگ انبیا اور پیغمبر اسی لیے

قال علی کرم الله وجهه من حدث بحدیث داؤد النبی علیه السلام علی ما یرویه القصاص جلدته مائة وستین
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص حضرت داؤد پیغمبر علیہ السلام کا قصہ قصہ گویوں کی روایت کے موافق بیان کریگا تو میں اسکو ایک سو ساٹھ درّے مارونگا

وهذا حد الفریة علی الانبیاء وروی ان عمر بن عبد العزیز حدث بذلك وكان عنده رجل من اهل الحق فكذب
اور پیغمبروں پر بہتان باندھنے کی یہی سزا ہے اور روایت ہے کہ عمر بن عبد العزیز سے یہی قصہ بیان کیا گیا اور وہاں اہل حق سے ایک آدمی موجود تھا اسنے اس قصے کو جھٹلایا

المحدث به وقال ان القصة ان كانت علی ما فی كتاب الله تعالی فما ینبغی ان یلتمس خلافها وان یقال غیر ذلك
اور کہا کہ یہ قصہ اگر کتاب اللہ تعالی میں موجود ہے تو یہ اچھی بات نہیں ہے کہ اسکے خلاف کی جستجو کی جائے اور اسکے خلاف واقعہ بیان کیا جائے

وان كانت علی ما ذكرت فقد كف الله تعالی عنها سترا علی نبیه فما ینبغی اظهارها علیه فقال عمر بن عبد العزیز
اور اگر یہ واقعہ ایسا ہی ہے جیسا تو نے بیان کیا تو اللہ تعالی نے اپنے نبی کا پردہ ڈھانکنے کے لیے اسکو بیان نہیں کیا پس اسکا اظہار نہ چاہیے پس حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا

لسماع هذا الكلام احب الی مما طلعت علیه الشمس وانما قال ذلك لانها قصة زل فیها كثیر من الناس وقالوا فی
اس بات کا سننا مجھکو ان تمام چیزوں سے محبوب ہے جنپر آفتاب نکلے اور یہ آپ نے اسلیے فرمایا کہ اس قصے میں بہتیرے لوگوں کو لغزش ہوگئی ہے اور

نبی الله داؤد علیه السلام ما لا یلیق بحال الانبیاء فان اصل القصة علی ما ذكر فی بعض التفاسیر ان داؤد النبی
خدا کے پیغمبر داؤد علیہ السلام کی نسبت وہ باتیں کہی ہیں جو انبیا کی شان کے مناسب نہیں کیونکہ اصل قصہ جیسا کہ بعض تفسیروں میں مذکور ہے یوں ہے کہ داؤد پیغمبر نے

رأی امرأة رجل یقال له اوریا فمال قلبه الیها فسأله ان یطلقها فاستحیی ان یرده ففعل فتزوجها وهی ام سلیمان
اوریا نامے ایک شخص کی بیوی کو دیکھا اور اسپر آپکا دل مائل ہوگیا آپنے اوریا سے درخواست کی کہ اسکو طلاق دیدو اسکو آپکا سوال رد کرنے میں شرم آئی لہذا ایسا ہی کیا پس آپنے اس سے نکاح کر لیا اور وہی حضرت سلیمان پیغمبر کی ماں ہیں

النبی وكان ذلك جائزا فی شریعته معتادا بین امته غیر مخل بالمروة حیث كان یسأل بعضهم بعضا ان ینزل له
اور یہ طریقہ انکی شریعت میں جائز تھا انکی امت میں رائج تھا اور خلاف مروت نہ تھا کیونکہ جب کسی کی بیوی کسی کو پسند آتی تھی تو وہ اسکو چھوڑ دینے کی درخواست کرتا تھا

عن امرأته فیتزوجها اذا اعجبته وكان للانصار فی صدر الاسلام یواسون المهاجرین بمثل ذلك من غیر نكیر خلا انه
پھر خود اس سے نکاح کر لیتا تھا اور آغاز اسلام میں انصار مہاجرین سے بے روک ٹوک ایسا ہی برتاؤ کیا کرتے تھے البتہ داؤد

علیه السلام لعظم منزلته وارتفاع مرتبته وعلو شانه لم یكن ینبغی له ان یتعاطی ما یتعاطاه احاد امته ویسأل رجلا
علیہ السلام کو بلحاظ اپنے بلند مرتبے اور عظمت منزلت اور علو شان کے مناسب نہیں تھا کہ ایسا کام کریں کہ جو انکی امت کے معمولی آدمی کرتے تھے اور ایک ایسے شخص سے درخواست کریں

لیس له الا امرأة واحدة ان ینزل له عنها فیتزوجها مع كثرة نسائه بل كان ینبغی له ان یغالب هواه ویقهر نفسه ویصبر
جسکی ایک ہی بیوی ہو کہ میرے لیے چھوڑ دے پھر باوجود آپکی بہت بیبیاں ہونیکے اس سے نکاح کر لیں بلکہ آپکو چاہیے تھا کہ اپنی خواہش کو دباتے اور اپنے نفس کو مغلوب کرتے اور صبر کرتے

علی ما امتحن به فعلی هذا القول لا یلزم فی حق داؤد الا ترك الاولی لان وقوع بصره علیها كان من غیر قصده
جسپر امتحان ہوا اس بیان کے موافق حضرت داؤد کی نسبت صرف ترک اولی لازم آتا ہے اسلیے کہ آپ کی نگاہ اس عورت پر پڑ جانا بلا قصد تھا

فلا یكون ذنبا وكذا میل قلبه الیها عقیب النظر لا یكون ذنبا لان الاحتراز عنه غیر مقدور للبشر وانما عوتب
پس کچھ گناہ نہیں اور ایسے ہی دیکھنے کے بعد دل کا مائل ہو جانا بھی کچھ گناہ نہیں ہے کیونکہ اس سے بچنا آدمی کی قدرت میں نہیں اور انپر یہ سب

كل هذا العتاب حتى بعث الملئكة بالخصومة عنده تمثيلا لحاله وتقريبا لذلك لديه لان الانبياء يؤاخذون بادنى
عتاب یہان تک کہ فرشتے انکے سامنے انکے حال کی مثال دینے اور انکو آپکے سامنے تاکید کرنے کے لیے جھگڑتے ہوئے بھیجے گئے اسلیے تھا کہ انبیا پر اتنی ذرا ذرا سی

شیئ کان منهم مما لا يؤخذ بذلك غيرهم بل يعد ذلك من غيرهم من ارفع الاعمال واجلها الا ترى ان يونس النبي لما دعا
باتون پر جو انسے ہو جائین مواخذہ ہوتا ہے کہ جنپر اورون سے نہین ہوتا بلکہ اورون سے وہ کام سب سے اعلی اور برتر عمل سمجھا جاتا ہے کیا نہین دیکھتے کہ یونس پیغمبر نے جب

قومه الى الايمان فابوا عن قبوله واصروا على الكفر والعصيان وبالغوا في العناد والطغيان حتى عيل صبره ولم
اپنی قوم کو ایمان کی طرف بلایا اور انھون نے انکے ماننے سے انکار کیا اور کفر اور نافرمانی پر اڑے رہے اور دشمنی اور سرکشی بہت بڑھادی یہان تک کہ انکو صبر دشوار ہو گیا اور

يطق على المصابرة معهم خرج من بينهم غضبا لله تعالى وبغضا للكفر وهذا وان كان يعد من ارفع الاعمال
ضبط کی طاقت نہ رہی تو انکے درمیان سے غضب الٰہی اور کفر کی دشمنی کے مارے چلے گئے اور یہ اگرچہ مؤمنین مین سے اور کسی کے حق مین سب سے اعلی

واجلها بالنسبة الى غيره من احاد المؤمنين لكن لما كان خروجه من بينهم بلا اذن من الله تعالى وكان عليه
اور برتر عمل شمار کیا جاتا ہے لیکن چونکہ انکے درمیان سے آپکا چلا جانا بدون اجازت الٰہی تھا اور آپ پر واجب تھا کہ

ان يصبر وينتظر الاذن من الله تعالى عوتب وحبس في بطن الحوت مقدار ما شاء الله تعالى فالحاصل ان الانبياء
صبر کرتے اور اجازت الٰہی کے منتظر رہتے لہذا عتاب کیا گیا اور مچھلی کے پیٹ مین جب تک اللہ کو منظور رہا قید رہے اور حاصل یہ ہے کہ پیغمبر اپنی

في زمان نبوتهم معصومون عن الكبائر مطلقا وعن الصغائر عمدا لكن يجوز صدور الصغائر عنهم سهوا وعلى سبيل
نبوت کے زمانہ مین گناہ کبیرہ سے مطلقاً معصوم ہوتے ہین اور صغیرہ کے قصداً کرنے سے بھی لیکن انسے صغیرہ گناہون کا سہواً ہو جانا یا بطور

النسيان وعلى سبيل الخطاء في التاويل ويسمى ذلك زلة وهي الصغيرة التي يفعلها من غير قصد اليها كما قال الامام
نسیان کے یا تاویل مین خطا ہو جانے کے طریقہ سے ممکن ہے اور اسکو لغزش کہتے ہین اور لغزش وہ صغیرہ ہے جو بلا قصد ہو جائے جیسا کہ امام

السرخسي ان الزلة فلا يوجد فيها القصد الى عينها وانما يوجد فيها القصد الى اصل الفعل لانها ماخوذة من قولهم زل
سرخسی کہتے ہین کہ لغزش مین اس فعل خاص کا ارادہ نہین پایا جاتا بلکہ اس مین اصل فعل کا ارادہ پایا جاتا ہے کیونکہ لفظ زلت کا ء ب کے اس قول سے لیا گیا ہے کہ

الرجل في الطين اذا لم يوجد منه القصد الى الوقوع ولا الى الثبات بعد الوقوع وان وجد منه القصد الى المشي
آدمی کیچڑ مین پھسل پڑا جبکہ اسکا ارادہ گر پڑنے کا نہو اور نہ گرنے کے بعد پڑے رہنے کا اگرچہ اس راستہ مین چلنے کا اسکا ارادہ

في الطريق وانما يؤاخذ الانبياء عليها لانها لا تخلو عن نوع تقصير يمكن للمكلف الاحتراز عنه عند التثبت فاما
پایا جاتا تھا اور انبیا سے لغزش پر بھی اسلیے مواخذہ ہوتا ہے کہ یہ ایک قسم کی کوتاہی سے خالی نہین جس سے آدمی غور و فکر سے بچ سکتا ہے اور

المعصية حقيقة فهي فعل حرام يقصد اليه مع العلم بحرمته فيستحيل صدوره عنهم فما يوهم صدور الذنب
حقیقی گناہ ایک فعل حرام ہے کہ اسکی حرمت کو جان بوجھکر اسکا قصد کرے ایسی بات کا ہونا انبیا کو ن سے محال ہے اور قرآن اور حدیث کے قصون مین جو

عنهم في زمان نبوتهم من قصصهم الواقعة في القران والاحاديث والاثار فالجواب عن تلك القصص اجمالا ان ما كان منها
ایسی باتین پائی جاتی ہین جن سے زمانۂ نبوت مین گناہ کا انسے صادر ہونیکا وہم ہوتا ہے تو ان قصون کا اجمالی جواب یہ ہے کہ جو قصے ان مین سے

منقولا بالاحاد يجب رده لان نسبة الخطاء الى الرواة اهون من نسبة المعاصي الى الانبياء وما كان منها منقولا بالتواتر
روایت آحاد سے ثابت ہین انکا رد کر دینا واجب ہے کیونکہ راوی کی طرف خطا کا الزام انبیا پر گناہ کے الزام لگانے سے بہتر ہے اور جو قصے بطریق تواتر منقول ہین

فما دام له محمل اخر يحمل عليه ويصرف عن ظاهره لدلائل العصمة وما لا يوجد له محيص يحمل على انه كان من قبيل ترك
تو جب تک انکے کوئی اور معنی نکل سکین تو وہی لین ظاہری معنی نہ لینے چاہیین عصمت کے دلائل کی وجہ سے اور جس سے کوئی مخلصی نہین تو یہ خیال کرین کہ یہ ترک

الاولى ومن الصغائر الصادرة عنهم سهوا ونسيانا وكونه من قبيل ترك الاولى ومن الصغائر الصادرة عنهم
اولی ہے یا اس صغیرہ کے قبیل سے ہے جو انسے سہو یا بھول چوک سے ہو گیا اور ترک اولی یا اس صغیرہ کے قبیل سے ہونا جو ان سے

سهوا ونسيانا لا ينافي تسميته ذنبا كما في قوله تعالى ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ولا الاستغفار عنهم
سہو یا بھول چوک سے ہو گئے اسکے گناہ کہنے کے منافی نہین جیسا کہ اللہ تعالی کے اس قول مین ہے تاکہ بخشدے اللہ وہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو بعد مین ہوے نہ انکا استغفار کرنا منافی ہے

كما في قصة داود النبي ولا الاعتراف بكونه ظلما كما في قصة ادم النبي لانه وان كان حسنة بالنسبة الى غيرهم لكن
جیسا کہ داود نبی علیہ السلام کے قصہ مین ہو اور نہ اُسکے ظلم ہونے کا اقرار کرنا جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ مین ہو کیونکہ اگرچہ وہ اور ون کے حق مین نیکی ہو لیکن

بالنسبة اليهم يعد ذنبا ويستغفرون عنه ويعترفون بكونه ظلما لكون حسنات الابرار سيئات المقربين ولهذا
اُنکے اعتبار سے گناہ شمار کیا جاتا ہو اور وہ اُس سے استغفار کرتے ہین اور اُسکے ظلم ہونیکا اقرار کرتے ہین کیونکہ نیک لوگون کی نیکیان مقربون کے لیے گناہ ہین اور اسی لیے

قال اهل العرفان من كان في مقام القرب مع الله تعالى وتحركت همته بالتصرف في نهاره لا لتدبر ما يفطر في ليله
اہل عرفان نے کہا ہو کہ جو شخص قرب الٰہی کے مقام مین ہو اور اُنکی ہمت کو دن مین اتنا پیدا کرنیکی حرکت ہو جس سے کہ رات کو روزہ افطار کرے

تكتب له خطيئة لان ذلك من قلة الوثوق بفضل الله تعالى وقلة اليقين برزق الموعود وهذه رتبة الانبياء و
تو یہ اُنکے حق مین خطا لکھی جاتی ہو کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسا کم ہونے اور وعدہ کی ہوئی روزی پر یقین کی کمی کی وجہ سے ہو اور یہ رتبہ انبیا اور

الصديقين والاولياء المقربين المجلس الثالث والثمانون في بيان ان الله يبعث لهذه
صدیقین اور مقرب ولیون کا ہے مجلس ہشتاد وسوم اس بیان مین کہ اللہ تعالیٰ اس

الامة على رأس كل مائة سنة من يجدد الدين قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله
امت کے لیے ہر صدی کے شروع مین ایسا شخص پیدا کرتا ہو جو دین کو تازہ کردے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بیشک اللہ

يبعث لهذه الامة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها هذا الحديث من حسان المصابيح رواه ابو هريرة والمراد
اس امت کے لیے ہر سو برس کے شروع مین ایسا شخص بھیجے گا جو امت کیلیے دین کو از سر نو تازہ کردے یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثون سے ہو اور حضرت ابوہریرہ اسکے راوی ہین اور مراد ہر

من رأس كل مائة سنة اولها من الهجرة النبوية والمراد من تجديد الدين للامة احياء ما اندرس من العمل بالكتاب
سو برس کے شروع سے صدی کا اول جو ہجرت نبوی کے حساب سے آو. امت کیلیے دین تازہ کردینے سے مراد اسکا زندہ کردینا ہو جو کتاب اور سنت پر عمل مٹ گیا ہے

والسنة والامر بمقتضاهما فان المبعوث على رأس المائة والمجدد للدين قيل يلزم ان يكون رجلا مشهورا بالعلم
اور اُن کے احکام کے موافق حکم دینا کیونکہ جو صدی پر بھیجا ہوا اور دین کا مجدد کہتے ہین کہ وہ ایسا شخص ہونا لازم ہے کہ جو علم مین مشہور رہو اور

معروفا بالفضل مشارا اليه في الدين وان ينقضي المائة وهو حي ولا يعلم ذلك المجدد الا بغلبة الظن ممن عاصره
فضل مین معروف اور دین مین مشار الیہ اور یہ کہ آخر صدی تک زندہ رہے اور وہ مجدد اپنے ہمعصر علما مین سے

من العلماء بقرائن احواله والانتفاع بعلمه اذ المجدد للدين لابد ان يكون عالما بالعلوم الدينية الظاهرة
گمان غالب سے اُنکے حالات کے قرینون اور اُسکے علم سے فائدہ ہونے سے معلوم کیا جاتا ہو کیونکہ دین کا مجدد ضرور ہو کہ تمام ظاہری

والباطنة ناصرا للسنة قامعا للبدعة وان يعم علمه اهل زمانه وانما كان التجديد على رأس كل مائة سنة
اور باطنی علوم دینی کا عالم ہو سنت کا حامی اور بدعت کا کھونے والا ہو اور یہ کہ اسکا علم تمام اہل زمانہ کو عام ہوا ور یہ تجدید ہر سو برس کے شروع مین اسلیے

لانخرام العلماء فيه غالبا واندراس السنن وظهور البدع فيحتاج حينئذ الى تجديد الدين فياتي الله تعالى من
ہوتی ہو کہ اُسوقت اکثر علما کم ہو جاتے ہین اور سنتین مٹ جاتی ہین اور بدعتین پھیل جاتی ہین اسلیے اب دین کو تازہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہو پس اللہ تعالےٰ

الخلق بعوض من السلف اما واحدا او متعددا فكان عند المائة الاولى عمر بن عبد العزيز وعند المائة الثانية
اگلے بزرگون کے عوض مین خلق مین سے ایک یا کئی شخص پیدا کردیتا ہو پس پہلی صدی میں تو عمر بن عبد العزیز تھے اور دوسری صدی مین

الامام الشافعي وعند المائة الثالثة ابن شريح والاشعري وعند المائة الرابعة الباقلاني وعند المائة الخامسة
امام شافعی اور تیسری صدی مین ابن شریح اور اشعری اور چوتھی صدی مین باقلانی اور پانچوین صدی مین

الامام الغزالي وعند المائة السادسة الامام فخر الدين الرازي والرافعي وعند المائة السابعة ابن دقيق العيد
امام غزالی اور چھٹی صدی مین امام فخر الدین رازی اور رافعی اور ساتوین صدی مین ابن دقیق العید

وعند المائة الثامنة الحبر البلقيني والحافظ زين الدين وعند المائة التاسعة الامام السيوطي وعند المائة
اور آٹھوین صدی مین حبر بلقینی اور حافظ زین الدین اور نوین صدی مین امام سیوطی اور دسوین

العاشرة لم يتبين من هو وقال السيوطي ونظير هذا الحديث ما ورد ان رأس كل مائة سنة يكون عندها امير
صدی مین ظاہر نہین ہوا کہ کون ہو سیوطی نے کہا اور اس حدیث کے مثل وہ ہو کہ آیا ہو کہ ہر صدی کے شروع مین ایک بادشاہ ہو گا

فكان عند المائة الاولى الحجاج الذي عم ظلمه وفساده فجدد الله تعالى بعمر بن عبد العزيز وكان عند
پس پہلی صدی مین حجاج ہوا جسکا ظلم اور فساد عام پھیلا ہوا تھا اللہ تعالے نے عمر بن عبد العزیز سے اسکی تجدید کی اور دوسری

المائة الثانية فتنة المامون الذي خالطه المعتزلة فحسنوا له القول بخلق القران وغير ذلك من البدع
صدی پر مامون کا فتنہ ہوا جس سے معتزلہ نے مل جلکر مخلوقیت قرآن اور اسکے علاوہ اور اعتقادی بدعتون کو سنوار کر دکھایا

الاعتقادية حتى امتحن العلماء بذلك امتحانا عاما في الاقطار ومن لم يجب فبعضهم ضرب وبعضهم
یہان تک کہ اسنے اس مین تمام اطراف کے علما کا امتحان لیا اور جسنے قبول نہ کیا پس کسی کو مارا اور بعضون کو

قيد وحبس وبعضهم قتل وهذه من اعظم الفتن في هذه الامة ولم يدع خليفة قبله الى شيء من البدع
قید اور حبس کیا اور بعضون کو قتل کر دیا اور اس امت مین یہ سب سے بڑا فتنہ ہوا اور اس سے پہلے کسی خلیفہ نے کسی بدعت کیطرف نہین بلایا

فقيض الله تعالى عند هذه المائة الشافعي فطبق الارض بعلومه وهو اول من افتى بقتل من قال
پس اللہ تعالی نے اس صدی مین امام شافعی کو مقرر کیا پس اپنے علوم سے زمین کو بھر دیا اور وہ پہلے شخص ہین جنھون نے اس شخص کے قتل اور تکفیر کا فتوی دیا

بخلق القران وتكفيره وكان عند المائة الثالثة فتنة القرامطة في كثير من البلاد حتى دخلوا
جو قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہو اور تیسری صدی مین قرامطہ کا فتنہ بہتیرے شہرون مین پھیلا یہان تک کہ مکے مین گھس آئے

مكة وقتلوا الحجيج في المسجد الحرام قتلا ذريعا وطرحوا القتلى في بئر زمزم وضربوا الحجر الاسود
اور حاجیون کو مسجد حرام مین بہت ہی قتل کیا اور لاشون کو چاہ زمزم مین ڈالدیا اور حجر اسود کو گرز

بالدبوس فكسروه ثم قلعوه وحملوه الى بلادهم وبقي عندهم اكثر من عشرين سنة ثم اشتري منهم
لگا کے اور توڑ ڈالا پھر اسکو اکھاڑ کر اپنے ملک کو لے گئے اور انکے پاس بیس برس سے زیادہ رہا پھر ان سے

بثلثين الف دينار واعيد الى مكة في محله وكان عند المائة الرابعة فتنة الحاكم بامر الله وناهيك ما فعل
تیس ہزار دینار کو خرید کیا اور مکے مین لاکر پھر اسی جگہ لگا یا گیا اور چوتھی صدی مین حاکم بامر اللہ کا فتنہ ہوا اور کچھ حد نہین

من الفساد بل هو اعظم شرا ممن كان قبله بكثير فانه امر الناس بالسجود اذا ذكر اسمه في الخطبة ومن
جو اسنے فساد کیے بلکہ اسکا فساد ان سے بہت زیادہ ہو جو اس سے پہلے ہوے کیونکہ اسنے لوگون کو اپنے سجدہ کرنیکا حکم دیا جب خطبہ مین اسکا نام آئے اور جو

كان قبله لم يأمر احدا بالسجود له اذا ذكر اسمه في الخطبة وكان عند المائة الخامسة استيلاء الفرنج
اس سے پہلے گزرے انہین سے کسی نے اپنے لیے سجدہ کا حکم نہین دیا تھا جب اسکا نام آئے اور پانچوین صدی مین فرنگیون کا

على كثير من البلاد الشامية حتى دخلوا بيت المقدس وقتلوا فيه وحده اكثر من سبعين الفا
شام کے بہت سے شہرون پر غلبہ ہوا یہان تک کہ وہ لوگ بیت المقدس مین گھس آئے اور صرف وہان ستر ہزار سے زیادہ قتل کر ڈالے

وذهب الناس هاربين من الشام الى العراق مستغيثين على الفرنج وبقي بيت المقدس في ايديهم احدى
اور لوگ فرنگیون کے ظلم سے فریاد کرتے ہوے شام سے عراق کو بھاگ گئے اور بیت المقدس انکے قبضہ مین

وتسعين يوما الى ان خلصه الله تعالى عنهم بيد السلطان صلاح الدين بن ايوب وكان عند المائة
اکیانوے روز رہا یہان تک کہ اسکو اللہ تعالے نے سلطان صلاح الدین ابن ایوب کے ہاتھون انکے پنجے سے چھڑایا اور چھٹی

السادسة خروج التتار وعموم الفساد حتى ان العلماء حكموا بكفرهم واختلفوا في البلاد التي استولوا
صدی مین تاتاریون کا نکلنا اور انکے فساد کا پھیلنا ہو یہان تک کہ علما نے انکے کفر کا حکم دیا اور انکے شہرون کے باب مین اختلاف کیا جنپر وہ غالب آگئے تھے

عليها هل هي من بلاد الاسلام او لا وقالوا البلاد التي في ايديهم اليوم لا شك انها من بلاد الاسلام لعدم اتصالها
کہ وہ بلاد اسلام ہین یا نہین اور کہتے ہین کہ جو شہر آج کل انکے قبضہ مین ہین کچھ شک نہین کہ وہ بلاد اسلام ہین اور دار الحرب سے

بدار الحرب لم یظہروا فیہا احکام الکفر بل البلاد التی علیہا والی مسلم من جہتہم یجوز فیہا اقامۃ الجمع والاعیاد
متصل نہ ہونیکی وجہ سے اور اس مین انھون نے احکام کفر کے جاری نہین کیے بلکہ جس شہر مین انکی طرف سے مسلمان حاکم ہو اس مین جمعہ اور عید پڑھنا

واخذ الخراج وتقلید القضاۃ وتزویج الیتامی لاستیلاء المسلم علیہا وطاعۃ للکفرۃ اما موادعۃ او
اور خراج لینا اور قاضیون کا مقرر ہونا اور یتیمون کا نکاح کرنا جائز ہو انکی شہرون پر مسلمان کے غلبہ ہونیکی وجہ سے اور ان کافرون کا مطیع ہونا یا بطور امانت کے ہے یا

مخادعۃ واما البلاد التی علیہا ولاۃ کفار فیجوز فیہا ایضا اقامۃ الجمعۃ والعیدین والقاضی قاض بتراضی
بطریق فریب کے اور جن شہرون پر کفار حاکم ہین انمین بھی جمعہ اور عیدین پڑھنا جائز ہو اور قاضی مسلمانون کی رضامندی سے قاضی ہو جائیگا

المسلمین اذ قد تقرر ان ببقاء شیء من العلۃ یبقی الحکم وقد حکمنا بلا خلاف بان ہذہ الدیار قبل استیلاء
اسلیے کہ بات ٹھہری ہوئی ہو کہ جب تک ذرا بھی علت باقی رہے حکم باقی رہتا ہو اور ہم یہ حکم لگا چکے ہین کہ یہ ملک تاتاریون کے غلبہ سے پہلے

التتار من دیار الاسلام وبعد استیلائہم اعلان الاذان والجمع والجماعات والحکم بمقتضی الشرع والفتوی ذائع
دار الاسلام تھی اور انکے غلبہ کے بعد بھی اذان اور جمعہ اور جماعتین اور حکم مطابق شریعت کے اور فتوے کے جاری رہے

بلا نکیر من ملوکہم فالحکم بانہا من بلاد الحرب لا جہۃ لہ واعلان بیع الخمر واخذ الضرائب والمکوس برسم التتار
بلا انکے بادشاہ کی کچھ ممانعت کے پس انکو دار الحرب کہنے کی کوئی وجہ نہین اور علانیہ شراب کا بکنا اور ٹکس اور چنگی کا تتار کے موافق لینا بمنزلہ

کاعلان بنی قریظہ فی المدینۃ بالتہود وطلب الحکم من الطاغوت فی مقابلۃ رسول اللہ علیہ السلام ومع ذلک کانت
بنی قریظہ کے مدینہ مین یہودیت ظاہر کرنے اور بتون سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ مین حکم لینے کے ہو اور باوجود اسکے

المدینۃ بلدۃ الاسلام بلا ریب ثم ان من قال منہم انا مسلم وشہد بکلمتی الشہادۃ یحکم باسلامہ لکن فی الخلاصۃ مسئلۃ
مدینہ بلاشبہہ دار الاسلام تھا پھر بیشک جو شخص انہین سے کہے مین مسلمان ہوا ہون اور دونون شہادت کے کلمونکی گواہی دے تو اسکو اسلام کا حکم ہوگا لیکن خلاصہ مین ایک مسئلہ

یجب التنبیہ علیہا وہی ان اہل بلدۃ اذا کانوا یدعون الاسلام ویصلون ویصومون ویقرءون القران ومع ذلک یعبدون
اسکی اطلاع کردینا واجب ہو اگر کسی شہر والے اسلام کا دعوی کرتے ہون اور نماز پڑھتے ہون اور روزہ رکھتے ہون اور قرآن کی تلاوت کرتے ہون اور باوجود اسکے بت پوجتے ہون

الاوثان فاغار علیہم المسلمون وسبوہم واراد انسان ان یشتری من تلک السبایا ان کانوا یقرون بالعبودیۃ لملکہم جاز الشراء
پھر مسلمان انپر حملہ کرین اور انکو گرفتار کر لائین اور ان قیدیون مین سے کسیکو کوئی خریدنا چاہے تو اگر وہ اپنے بادشاہ کے غلام ہونیکا اقرار کرتے ہون تو خرید لینا جائز ہو

وان لم یکونوا مقرین بالعبودیۃ لملکہم جاز شراء النساء والصبیان دون الکبار قال قاضیخان فی فتاواہ لانہم لما
اور اگر اپنے بادشاہ کی غلامی کا اقرار نہ کرتے ہون تو عورتون اور بچون کا خریدنا جائز ہو نہ بڑون کا قاضیخان اپنے فتاوی مین کہتا ہے اسلیے کہ جب انھون نے

اقروا بالاسلام ثم عبدوا الاوثان کانوا مرتدین فیجوز استرقاق نسائہم وصغارہم ولا یجوز استرقاق کبارہم
اسلام کا اقرار کیا اور پھر بت پرستی کی تو وہ مرتد ہوگئے لہذا انکی عورتون اور بچون کا غلام اور لونڈی کر لینا جائز ہو اور بڑون کا غلام کرنا جائز نہین

الا ان یکونوا مقرین بالعبودیۃ لملکہم فحینئذ یجوز استرقاقہم فاذا ملکہم السابی یجوز لہ بیعہم وکان عند المائۃ
ہان اگر اپنے بادشاہ کی غلامی کے قائل ہون تو اب انکا غلام بنانا بھی جائز ہو پس جب قید کرنے والا انکا مالک ہوگیا تو اسکا انکو بیچنا بھی جائز ہے اور ساتوین

السابعۃ غلاء ووباء عظیمان فی دیار مصر والشام بحیث اکلت الحمر والبغال والکلاب وکان عند المائۃ الثامنۃ فتنۃ
صدی مین قحط اور وبا مصر اور شام کے شہرون مین بہت ہوئی اسقدر کہ گدھے اور خچر اور کتے کھا لیے گئے اور آٹھوین صدی مین

تمرلنک واما المائۃ التاسعۃ فقد قال العلامۃ الناصری لا شک ولا ارتاب ان فتنۃ المائۃ التاسعۃ ہی فتنۃ السلطان
تیمور لنگ کا فتنہ ہوا رہی نوین صدی تو علامہ ناصری کہتا ہو کہ مجھے کچھ شک نہین نہ مجھکو کچھ شبہہ ہے کہ نوین صدی کا وہ فتنہ یہ سلطان

سلیم خان وحروبہ مع اخوتہ وقتلہ ایاہم واولادہم ثم حروبہ مع صاحب الشرق وکسرہ وقتلہ واخذ بلادہ
سلیم خان کا فتنہ ہو اور اپنے بھائیون سے اسکی لڑائیان اور انکا اور انکی اولاد کا قتل کرنا پھر صاحب الشرق سے اسکی لڑائی اور اسکا توڑنا اور مار ڈالنا اور اسکا ملک چھین لینا

ثم اجتماعہ بعسکر مصر وقتل سلطانہا واکابر امرائہا ثم دخولہ مصر وفعلہ فیہا مع اہلہا ما فعل وفی المائۃ العاشرۃ ظہرت فتن
پھر مصر کے لشکر کے ساتھ جمع ہونا اور وہان کے سلطان کو اور بڑے بڑے امیرون کو قتل کرنا پھر مصر مین جانا اور وہان کے باشندون کے ساتھ اسکے افعال جو جو کیے اور دسوین صدی مین بہت فتنے

كثيرة متوالية غير منقطعة الى الآن حتى كان اهل الاسلام يتعامل بعضهم مع البعض معاملة الكفار في قتل بعضهم
لگاتار ہوئے جو آج تک ختم نہیں ہوئے یہاں تک کہ اہل اسلام ایک دوسرے کے ساتھ بعض کا بعض کو قتل کرنے میں کفار کا سا معاملہ کرتے ہیں

بعضا وقد روي عن جرير انه عليه السلام قال في حجة الوداع لا ترجعن بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض
اور حضرت جریرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے حجۃ الوداع میں فرمایا کہ نہ ہو جاؤ تم میرے بعد کافر کہ بعضے بعضوں کی گردنیں مارنے لگو

يعني ان شأن الكفار ان يقتل بعضهم بعضا فلا تتشبهوا بهم ايها المؤمنون في قتل بعضكم بعضا ولا يكن فعالكم شبيهة
یعنی یہ کفار کا چلن ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کرے سو تم اے مومنو ایک دوسرے کے قتل کرنے میں انکے مشابہ نہو اور تمہارے افعال مسلمانوں کی گردنیں مارنے میں

بافعالهم في ضرب رقاب المسلمين وروي عن ابي بكرة انه عليه السلام قال اذا التقى المسلمان فحمل احدهما السلاح على اخيه
انکے افعال سے مشابہ نہوں اور ابوبکرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب دو مسلمان مقابل ہوں پھر کوئی ان میں سے اپنے بھائی پر ہتھیار اٹھائے

فهما في جوف جهنم فاذا قتل احدهما صاحبه دخلاها جميعا فان القاتل يدخلها بفعله والمقتول يدخلها بسعيه
تو وہ دونوں دوزخ کے اندر ہیں پس جب ایک اپنے یار کو قتل کریگا تو دونوں دوزخ میں جائینگے قاتل تو اپنے فعل کی وجہ سے اسمیں جائیگا اور مقتول اپنے بھائی کے

في قتل اخيه كما اجاب به النبي عليه السلام في حديث اخر رواه ابو بكرة ايضا انه عليه السلام قال اذا التقى
قتل کی کوشش کیوجہ سے اسمیں جائیگا جیسا کہ یہی جواب نبی علیہ السلام نے ایک اور حدیث میں دیا ہے اسکو بھی ابوبکرہ ہی نے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب دو

المسلمان بسيفيهما فالقاتل والمقتول في النار قال ابو بكرة قلت يا رسول الله هذا القاتل فما بال المقتول قال انه كان حريصا
مسلمان تلوار لیکر مقابل ہوں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں ابوبکرہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو قاتل ہے لیکن مقتول کا کیا قصور ہے فرمایا یہ بھی اپنے بھائی کے

على قتل اخيه وروي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال بادروا بالاعمال فتنا كقطع الليل المظلم يصبح الرجل مؤمنا ويمسي
قتل پر حریص تھا اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جلدی کر لو اعمال ان فتنوں سے پہلے کہ اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح ہیں صبح کو آدمی مسلمان ہوگا اور شام کو

كافرا او يمسي مؤمنا ويصبح كافرا يبيع دينه بعرض من الدنيا فكانه عليه السلام قال سياتي فتن كالليل المظلم لا يعرف
کافر اور شام کو مسلمان ہوگا اور صبح کو کافر اپنا دین اسباب دنیا کے عوض بیچ ڈالیگا پس گویا نبی علیہ السلام نے فرمایا عنقریب ایسے فتنے آئینگے جیسے اندھیری رات کہ کوئی

احد طريق الخلاص منها ولا يقدر صاحب الورد على محافظة الوظائف والاوقات فيها فاسرعوا بالاعمال الصالحات قبل
اس سے مخلصی کا طریقہ نہ جان پائیگا اور اس میں صاحب وظیفہ کو وظیفوں اور اوقات کی محافظت کی قدرت نہ رہیگی لہذا نیک اعمال جلدی سے کر لو قبل اسکے کہ

ان ياتيكم الفتن اذ عند مجيئها لا يخلو اما ان يقتتل طائفتان من المؤمنين ويستحل كل منهما دم الاخرى ومالها فيكفر
تم پر فتنے آجائیں کیونکہ فتنے آجانے کے وقت دو حال سے خالی نہیں یا تو مومنین کی دو جماعتیں لڑینگی اور ہر ایک دوسرے کے خون اور مال کو حلال سمجھیگا پس اس عقیدے سے

بهذا الاعتقاد واما ان يغلب الفسقة ويريقون دماء المسلمين وياخذون اموالهم بغير حق ويزنون ويشربون الخمر
کافر ہو جائیگا اور یا یہ کہ فاسق لوگ غالب ہو جائینگے اور مسلمانوں کی خونریزی کرینگے اور ناحق انکے مال چھین لینگے اور زنا کرینگے اور شراب پئیں گے

ويلبسون الحرير ويعتقدون انهم على الحق ويفتيهم بعض علماء السوء بجواز افعالهم وربما يقتلون السارق ويصلبونه
اور ریشم پہنیں گے اور یہ اعتقاد کرینگے کہ ہم حق پر ہیں اور بعضے علماء بد انکے افعال کے جواز کا فتویٰ دینگے اور بعضے وقت چور کو قتل کرینگے اور سولی چڑھائیں گے

باعتقاد جواز قتله وصلبه ويكفرون بذلك الاعتقاد لان حد السارق ليس القتل والصلب بل حده قطع يده
اس اعتقاد سے کہ اسکو قتل کرنا اور سولی دینا جائز ہے اور اس اعتقاد سے کافر ہو جائینگے اسلئے کہ چور کی حد قتل اور سولی نہیں ہے بلکہ چور کی حد ہاتھ کاٹنا ہے

لقوله تعالى والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما وليشهد لذلك وقوع ما روي عن عبد الله بن عمرو بن العاص
بوجہ قول اللہ تعالیٰ کے اور چور مرد یا چور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو اور یہ اسی آیت کا ظہور ہے جو عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے

انه عليه السلام قال ان الله تعالى لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه عن العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا بیشک اللہ علم یوں نہیں اٹھائیگا کہ آدمیوں کے دل میں سے نکال لے لیکن علما کو قبض کرکے علم کو اٹھا لیگا یہاں تک کہ جب

لم يبق عالما اتخذ الناس رؤسا جهالا فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا فانه عليه السلام بين في هذا الحديث
کوئی عالم باقی نہ رہیگا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لینگے پس ان سے سوال کیا جائیگا تو وہ بغیر علم فتویٰ دینگے پس آپ بھی گمراہ ہونگے اور اوروں کو گمراہ کرینگے پس نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں بیان فرمایا

ان الله تعالى لا يقبض العلم من بين الناس على طريق محوه من صدور العلماء ورفعه من بينهم الى السماء فانه وان كان
کہ اللہ تعالی علم کو لوگوں میں سے اسطرح نہ لیگا کہ علما کے سینوں سے بھلا دے اور انکے اندر سے آسمان پر لیجا کے کیونکہ یہ اگرچہ

جائزا في قدرة الله تعالى الا ان هذا الحديث يدل على عدم وقوعه بل الواقع انه تعالى يقبض العلم بقبض ارواح العلماء فانه تعالى
اللہ تعالی کی قدرت سے جائز ہے لیکن یہ حدیث ایسا ہونے پر دلالت کرتی ہے بلکہ یوں ہوگا کہ اللہ تعالی علما کی روحیں قبض کرکے علم کو اٹھا لیگا اور جب اللہ تعالی

اذا قبض ارواح العلماء ولم يترك عالما يبقى الجهال فيتخذهم الناس لكونهم في زي العلماء قضاة ومفتين فيقضي قاضيهم
علما کی روح قبض کریگا اور کوئی عالم نہ چھوڑیگا تو جاہل باقی رہجائینگے پس لوگ انہی کو علما کی صورت ہونے کی وجہ سے قاضی اور مفتی بنائینگے پھر انکا قاضی بدون

بغير علم ويفتي مفتيهم بغير علم فيكونون ضالين ومضلين قال الزميري هذا الحديث يبين ان المراد بقبض العلم في
علم کے فیصلہ کریگا اور انکا مفتی بغیر علم کے فتوی دیگا پس خود گمراہ ہونیوالے اور اوروں کو گمراہ کرنیوالے بنینگے زمیری کہتے ہیں کہ یہ حدیث بیان کرتی ہے کہ علم کا اٹھ جانا

الاحاديث المطلقة ليس محوه من صدور حفاظه بل معناه انه يموت حملته ويتخذ الناس رؤساء جهالا يحكمون بجهالتهم
جو احادیث مطلقہ میں آیا ہے عالموں کے سینوں سے مٹ جانا مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ عالم سب مرجائینگے اور لوگ جاہلوں کو سردار بنا لینگے وہ اپنی جہالت سے حکم دینگے

ويفتون بحماقتهم فيضلون ويضلون قال القرطبي معنى الحديث ان الله تعالى يقبض العلماء ويبقى الجهال الذين يتعاطون
اور اپنی حماقت سے فتوی دینگے لہذا خود بھی اور اوروں کو بھی گمراہ کرینگے اور قرطبی نے کہا ہے کہ حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالی علما کو اٹھا لیگا اور جہال باقی رہجائینگے

مناصب العلماء في الفتوى والتعليم فيفتون بغير علم ويعلمون من غير علم وينتشر الجهل وقد ظهر ذلك ووجد ما اخبر
جو علما کے مناصب فتوی اور تعلیم کے آپ لینگے پھر بغیر علم کے فتوی دینگے اور بغیر علم کے سکھائینگے اور جہل پھیل جائیگا اور بیشک یہ ظاہر ہو چکا اور

النبي عليه السلام فكان دليلا من دلائل نبوته خصوصا في هذه الازمنة غير انه جاء في الترمذي عن ابي الدرداء ما
نبی علیہ السلام نے جو خبر دی تھی سو پائی گئی سو یہ بھی آپ کی نبوت کی ایک دلیل ہے خاصکر اس زمانہ میں بس اتنی بات ہے کہ ترمذی میں ابو الدرداء سے روایت آئی ہے

يدل على ان الذي يرفع هو العمل حيث قال كنا مع رسول الله عليه السلام فشخص ببصره الى السماء ثم قال هذا اوان يختلس
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل اٹھ جائیگا کیونکہ کہا کہ ہم رسول اللہ علیہ السلام کے ساتھ تھے پس آپ نے آسمان کی طرف اپنی نگاہ اٹھائی پھر فرمایا یہ وہ وقت ہے کہ جسمیں

فيه العلم من الناس حتى لا يقدروا فيه على شيء فقال زياد بن لبيد الانصاري كيف يختلس العلم منا وقد قرأنا القرآن
لوگوں سے علم چھین لیا جائیگا یہاں تک کہ علم میں کچھ قدرت نہ رہیگی پس زیاد بن لبید انصاری نے عرض کیا علم ہم سے کیونکر چھین لیا جائیگا حالانکہ ہم قرآن پڑھتے ہیں

ولنقرأنه نساءنا وابناءنا فقال النبي ثكلتك امك يا زياد هذه التورية والانجيل عند اليهود والنصارى فماذا تغني
اور بالضرور اپنی عورتوں اور بچوں کو پڑھائینگے پس نبی علیہ السلام نے فرمایا اے زیاد تیری ماں تجھپر روئے یہ توریت اور انجیل یہود اور نصاری کے پاس ہے پھر انکو کیا فائدہ

عنهم وظاهر هذا الحديث يدل على ان الذي يرفع هو العمل لا نفس العلم بخلاف ما ظهر من الحديث السابق فانه صريح
ہوتا ہے اور اس حدیث کے ظاہری معنی اسپر دلالت کرتے ہیں کہ جو چیز اٹھ جائیگی وہ عمل ہے نہ خود علم برخلاف اسکے جو پہلی حدیث سے ظاہر ہوا کہ وہ علم کے اٹھ جانے میں

في رفع العلم وقيل لا تباعد بينهما فان العلم اذا ذهب بموت العلماء يخلفهم الجهال ويفتون بالجهل ويعمل به فيذهب
صاف ہے اور بعضے کہتے ہیں ان دونوں میں کچھ خلاف نہیں کیونکہ جب علما کے مرنے سے علم جاتا رہیگا تو انکے بعد جاہل رہینگے اور جہالت سے فتوی دینگے اور اسی پر عمل ہوگا پس

العلم والعمل وان كانت المصاحف والكتب بايدي الناس كما كان كذلك اهل الكتابين ولذلك قال النبي عليه
علم اور عمل دونوں جاتے رہینگے اگرچہ قرآن اور کتابیں لوگوں کے ہاتھ میں ہونگی جیسے کہ یہود اور نصاری ایسے تھے اور اسی لیے نبی علیہ السلام

السلام لزياد ثكلتك امك يا زياد هذه التورية والانجيل عند اليهود والنصارى فماذا تغني عنهم فان علماءهم
نے زیاد سے فرمایا تجھکو تیری ماں روئے یہ توریت اور انجیل یہود اور نصاری کے پاس ہیں پس انکو کیا فائدہ ہے کیونکہ انکے علما

لما انقرضوا خلفهم جهالهم فاولوا الكتاب وحرفوه فجهلوا معناه فعملوا بالجهل وافتوا بغير علم فارتفع العلم
جب گزر گئے تو انکے پیچھے جاہل آگئے اور کتاب کی تاویل کی اور اسکو بدل ڈالا پس معنی سے ناواقف رہ گئے پس جہل پر عمل کیا اور بغیر علم کے فتوی دیا پس علم

والعمل وبقيت اشخاص الكتب عندهم لا تغني عنهم شيئا يسر الله تعالى علما موافقا لرضائه
اور عمل دونوں جاتے رہے اور کتابیں انکے پاس رہ گئیں جن سے انکو کچھ فائدہ نہیں ہم پر اللہ تعالی اپنی رضا کے موافق عمل آسان فرمائے

المجلس الرابع والثمانون فی بیان کیفیۃ السلام وافضلیۃ من بدأ به

قال رسول الله
مجلس ہشتاد و چہارم سلام کا طریقہ اور جو پہلے سلام کرے اسکے افضل ہونے کے بیان میں رسول اللہ

صلی اللہ علیه وسلم ان اولی الناس بالله تعالیٰ من بدأ بالسلام هذا الحدیث من حسان المصابیح رواه ابو امامة
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا مقرب وہ ہے جو پہلے سلام کرے یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے ابو امامہ کی روایت ہے

ومعناه ان احق الناس برحمة الله تعالیٰ واقربهم الیها من بدأ بالسلام وظاهره یدل علی کون السلام افضل
اور معنی اسکے یہ ہیں کہ لوگوں میں سب سے زیادہ رحمت الٰہی کا مستحق اور سب سے زیادہ رحمت سے قریب وہ ہے جو سلام پہلے کرے اور ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلام کرنا جواب دینے سے

من الرد وقد ذهب الیه بعض العلماء وقال بعضهم الرد افضل لانه فرض والسلام سنة فاجر الفرض اکثر
افضل ہے اور اسی طرف بعض علما گئے ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ جواب دینا افضل ہے کیونکہ یہ فرض ہے اور سلام سنت ہے لہذا فرض کا ثواب سنت سے

من السنة ودلیل فرضیته قوله تعالیٰ واذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن منها او ردوها فان کل الحمد من قوله تعالیٰ
زیادہ ہے اور اسکی فرضیت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ اور جب سلام کئے جاؤ کو دعا سے تو تم بھی دعا دو اس سے بہتر یا وہی الٹ کر کہدو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول

فحیوا او ردوا امر وظاهره الوجوب فیکون رد السلام واجبا لکن علی وجه التخییر الزیادة علی السلام بذکر الرحمة
فحیوا اور ردوا میں ہر ایک امر ہے اور ظاہر امر سے وجوب ہے لہذا جواب سلام واجب ہوا لیکن سلام پر زیادہ بڑھانے میں اختیار ہے کہ رحمت

والبرکات وبین ترکها فان من سلم علی الغیر فقال السلام علیك یکون ذلك الغیر مخیرا فی الرد بین ان یقول
اور برکت کو زیادہ کرے یا نہ کرے پس جو شخص دوسرے کو سلام کرے اور کہے السلام علیک تو وہ دوسرا جواب میں مختار ہے کہ

وعلیك السلام ورحمة الله بزیادة الرحمة والبرکات معا او یقول وعلیك السلام بغیر زیادة شیء منهما
وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ رحمت اور برکت دونوں بڑھا کر کہے یا صرف وعلیک السلام کہے دونوں میں سے کچھ بھی نہ بڑھائے

وهذا القدر فرض والزیادة فضل ولیس المراد من الرد ان یقول رددت علیك سلامك بل المراد به کون
اتنی مقدار تو فرض ہے اور زیادہ کہنا افضل ہے اور رد سلام سے یہ مراد نہیں ہے کہ یوں کہے تیرا سلام تجھ پر پھیر دیا بلکہ بقدر سلام کے

الجواب قدر السلام فان اقل ما یتادی به سنة السلام اذا سلم علی واحد ان یقول السلام علیك بحرف التعریف
جواب دینا مراد ہے کیونکہ کم سے کم جس سے سلام کی سنت ادا ہو جاتی ہے جب کسی کو سلام کرے تو یہ کہے السلام علیک حرف تعریف سے

ولو قال سلام علیك بغیر حرف التعریف بل بالتنوین یصح لان احدهما یقوم مقام الآخر وبدونهما لا یصح و
اور اگر یوں کہے سلام علیک بدون الف لام کے بلکہ میم کی تنوین کے ساتھ تو بھی درست ہے کیونکہ ایک دوسرے کی جگہ ہو جاتا ہے اور بدون دونوں کے درست نہیں ہے اور

لا یکون سلاما والاولی ان یقول فی السلام علی الواحد السلام علیکم بحرف التعریف او سلام علیکم بغیر حرف
سلام نہوگا اور بہتر یوں ہے کہ ایک شخص پر سلام کرنے میں یوں کہے السلام علیکم حرف تعریف کے ساتھ یا سلام علیکم بدون حرف تعریف کے

التعریف بل بالتنوین مع ضمیر الجمع فیهما لیکون سلاما علیه وعلی ملئکته لان المسلم لا یکون وحده بل یکون
بلکہ تنوین سے دونوں صورتوں میں ضمیر جمع کے ساتھ تاکہ اسپر اور اسکے فرشتوں پر بھی سلام ہو جائے اسلیے کہ مسلمان اکیلا کبھی نہیں ہوتا بلکہ

معه علی اصح الاقاویل خمس من الملئکة واحد عن یمینه یکتب الحسنات وواحد عن یساره یکتب السیئات
اسکے ساتھ اصح قول پر پانچ فرشتے ہوتے ہیں ایک تو داہنی طرف جو نیکیاں لکھتا ہے اور ایک اسکے بائیں طرف جو برائیاں لکھتا ہے

وواحد امامه یلقنه الخیرات وواحد وراءه یدفع عنه المکاره وواحد عند ناصیته یکتب ما یصلی علی
اور ایک سامنے جو نیکیوں کی ہدایت کرتا ہے اور ایک اسکے پیچھے جو مکروہات سے بچاتا ہے اور ایک اسکی پیشانی کے پاس جو درود کو لکھتا ہے جو

النبی علیه السلام ویبلغه ایاه فینبغی ادخالهم فی السلام ومن یدخل بیته یستحب له ان یسلم علی اهله لانهم
نبی علیہ السلام پر پڑھے اور اسکو حضور کے پاس پہونچاتا ہے پس انکو بھی سلام میں شامل کرنا چاہیے اور جو شخص اپنے گھر میں جائے تو مستحب ہے کہ اپنے اہل پر سلام کرے کیونکہ وہ

احق بالسلام من غیرهم وقد روی عن انس انه علیه السلام قال یا بنی اذا دخلت علی اهلك فسلم علیهم یکون
اور وں کی نسبت سلام کے زیادہ مستحق ہیں اور حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اے بچے جب تو اپنی اہل کے پاس جائے تو انپر سلام کر تجھپر

برکۃ علیک وعلی اھل بیتک وذکر فی فتاوی قاضیخان ان من اتی باب انسان یجب علیہ ان یستأذن قبل السلام
اور تیرے گھر والون پر برکت ہوگی اور فتاوی قاضی خان مین مذکور ہے کہ جو کوئی کسی شخص کے دروازے پر آئے تو اسپر واجب ہے کہ سلام سے پہلے اجازت چاہے
ثم اذا دخل یسلم اولا ثم یتکلم وان کان فی الفضاء یسلم ولا ثم یتکلم وحکی عن بعض الصالحین علی ما ذکر فی بستان
پھر جب اندر جائے تو پہلے سلام کرے پھر بات چیت کرے اور اگر میدان مین ہو تو پہلے سلام کرے پھر بات کرے اور بعضے صلحا کی حکایت ہے بستان العارفین
العارفین ان واحدا من اصدقائہ استقبلہ وقال لہ کیف اصبحت فقال لہ الرجل الصالح ویحک ما ھذا فھلا
کے بیان کے موافق کہ انکا ایک دوست انکے سامنے سے آیا اور کہا مزاج کیسا ہے تو اس سے اس نیک مرد نے کہا افسوس ہے تجھپر یہ کیا کہا یہ کیون نہین
قلت السلام علیکم فیکون لک عشر حسنات واردّ علیک فیکون لی عشر حسنات فاذا اجتمع عشرون حسنۃ
کہا السلام علیکم تاکہ تجھ کو دس نیکیان ملتین اور مین تجھ کو جواب دیتا تو مجھے دس نیکیان ملتین پس جب بیس نیکیان جمع ہو جاتین
یرجی عند ذلک نزول الرحمۃ وحصول المغفرۃ واما الانحناء فمکروہ فی کل حال لکل احد لما روی عن انس رضی ان رجلا
تو پھر اسوقت رحمت کے اترنے اور مغفرت کے حاصل ہونے کی امید ہوتی رہا جھکنا سو یہ بہر حال ہر ایک کو مکروہ ہے کیونکہ حضرت انس رضی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے
قال یا رسول اللہ الرجل منا یلقی اخاہ اینحنی لہ قال لا قال النووی ھذا الحدیث صحیح لم یأت لہ معارض ولا
عرض کیا یا رسول اللہ کوئی شخص ہم مین سے اپنے بھائی سے ملے تو کیا اسکے لیے جھک جائے فرمایا نہین نووی نے کہا ہے یہ حدیث صحیح ہے اسکے مخالف کوئی حدیث نہین آئی اور نہ
مصیر الی مخالفتہ ولا ینبغی ان یغتر بکثرۃ من یفعلہ ممن ینتسب الی علم وصلاح فان الاقتداء لا یکون الا بالنبی
اسکی مخالفت مین گنجائیش ہے اور اسکے کرنیوالونکی کثرت سے فریب مین نہ آنا چاہیے جو کہ عالم اور نیک کہلاتے ہین کیونکہ پیروی صرف نبی
علیہ السلام لانہ تعالی قال وما اتٰکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتہوا وقال فی اٰیۃ اخری فلیحذر الذین
علیہ السلام ہی کی ہے اسلیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے اور جو دے تم کو رسول سو لیلو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو اور ایک اور آیت مین فرمایا چاہیے کہ ڈرتے رہین وہ لوگ
یخالفون عن امرہ ان تصیبہم فتنۃ او یصیبہم عذاب الیم وقد قال الفضیل بن عیاض کلاما معناہ اتبع طریق
جو خلاف کرتے ہین اسکے حکم کا کہ پہونچے انکو کچھ خرابی یا پہونچے انکو عذاب سخت اور فضیل بن عیاض نے ایک بات کہی ہے جسکے یہ معنی ہین کہ ہدایت کا راستہ
الھدی ولا یضرک قلۃ السالکین وایاک وطرق الضلالۃ ولا تغتر بکثرۃ الہالکین واما المصافحۃ فسنۃ عند التلاقی
اختیار کر اور کم چلنے والون سے تجھ کو کچھ ضرر نہین اور گمراہی کے راستہ سے بچتا رہ اور ہالکین کی کثرت سے دھوکا نہ کھا رہا مصافحہ سو ملاقات کے وقت سنت ہے
لما روی عن البراء انہ علیہ السلام قال ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفر لہما قبل ان یفترقا ویستحب
کیونکہ براء رضی سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہین کوئی دو مسلمان کہ ملین اور مصافحہ کرین مگر دونون کے جدا ہونے سے پہلے دونون بخشے جاتے ہین اور مستحب ہے
ان یکون معہا بشاشۃ بالوجہ ودعاء بالمغفرۃ لما روی عن البراء ایضا انہ علیہ السلام قال ان المسلمین اذا التقیا
کہ اسکے ساتھ چہرے پر خوشی ہو اور مغفرت کی دعا کرنا کیونکہ براء رضی سے یہ بھی روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا بیشک دو مسلمان جب ملتے ہین
فتصافحا وتکاشرا بودّ ونصیحۃ تناثرت خطایاہما بینہما وفی روایۃ انہ علیہ السلام قال اذا التقی مسلمان فتصافحا
اور مصافحہ کرتے ہین اور محبت اور خیرخواہی سے خوش ہوتے ہین تو دونون کے گناہ دونون کے درمیان جھڑتے ہین اور ایک روایت مین ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب دو مسلمان ملکر مصافحہ
وحمدا اللہ تعالی واستغفراہ غفر اللہ لہما وفی حدیث اخر رواہ انس رضی انہ علیہ السلام قال ما من عبدین متحابین
اور اللہ کی حمد کرتے ہین اور اس سے مغفرت مانگتے ہین تو اللہ دونون کو بخشدیتا ہے اور ایک اور حدیث مین ہے جسکو انس رضی نے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہین دو شخص خدا کیلیے محبت رکھنے والے
فی اللہ یستقبل احدہما الاخر فیتصافحان ویصلیان علی النبی الا لم یفترقا حتی یغفر اللہ من ذنوبہما ما تقدم منہا
کہ ایک دوسرے کے سامنے ہوکر مصافحہ کرین پھر درود بھیجین مگر جدا نہین ہونے پاتے کہ اللہ تعالی انکے گناہ جو ہو چکے ہین اور جو ہون گے سب
وما تاخر وھذہ المصافحۃ یکون من تمام السلام بینہما لما روی انہ علیہ السلام قال تمام تحیاتکم بینکما
بخشدیتا ہے اور یہ مصافحہ انہین سلام ہی کا بقیہ ہے اسلیے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمامی تمہارے آپس کے تحیہ کی
المصافحۃ والمراد من التحیۃ السلام والاصل فی السلام قولہ تعالی یایہا الذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی
مصافحہ ہے اور تحیہ سے مراد سلام ہے اور اصل سلام کی یہ قول الہی ہے اے ایمان والو نہ داخل ہو کسی گھر مین اپنے گھرون کے سوا یہان تک کہ

فتستأنسوا وتسلموا على أهلها ذلكم خير لكم تذكرون الاستيذان والتسليم خير لكم من أن تدخلوا بغتة وتحية الجاهلية كان الرجل
اجازت لیلو اور سلام کرلو اُن گھر والون پر یہ بہتر ہو تمھارے لیے یعنی اجازت لینا اور سلام کرنا تمھارے لیے اچانک چلے جانے سے بہتر ہو اور جاہلیت کا سلام یہ تھا کہ جب کوئی
منهم اذا دخل بيتا غير بيته قال حييتم صباحا وحييتم مساء ودخل فربما اصاب الرجل مع امرأته في لحاف
شخص اپنے گھر کے سوا اور کے گھر مین جاتا تو کہتا مین نے دعا دی تم کو صبح کو اور دعا کی شام کو پھر گھس جاتا سو اکثر آدمی کو جورو کے ساتھ ایک لحاف مین پاتا
وروي ان رجلا قال للنبي عليه السلام استاذن على امي قال نعم قال انها لا خادم لها غيري استاذن كلما دخلت قال
اور روایت ہو کہ ایک شخص نے نبی علیہ السلام سے کہا کیا ماں سے بھی اجازت لیا کرون فرمایا ہان عرض کیا اُسکے پاس کوئی خدمتگار بجز میرے نہیں ہو تو کیا جب جایا کرون اجازت لیا کرون فرمایا
اتحب ان تريها عريانة قال لا قال فاستاذن لعلكم تذكرون متعلق بمحذوف اي انزل عليكم او قيل لكم هذا ارادة
کیا تجکو پسند ہو کہ اُسکو ننگا دیکھے عرض کیا نہین فرمایا تو پس اجازت لے لیا کر لعلکم تذکرون یہ کلمہ محذوف سے متعلق ہو یعنی نازل کیا گیا یا تم سے یہ کہا گیا اس غرض سے
ان تذكروا وتعلموا ما احتيج لكم فان لم تجدوا فيها احدا فلا تدخلوها حتى يؤذن لكم حتى يأتي من
کہ نصیحت مانو یا وہ باتین سیکھ لو جسکی تمکو حاجت ہو پھر اگر کوئی اُس مین نہو کہ تم کو اجازت دے تو مت گھسو اُس مین یہان تک کہ تم کو اجازت ہو یعنی یہان تک کہ وہ شخص
ياذن لكم فان المانع من الدخول ليس الاطلاع على العورات فقط بل وعلى ما يخفيه الناس عادة من ان التصرف في ملك
آجائے جو تم کو اجازت دے کیونکہ اندر جانے سے ممانعت صرف عیوب پر اطلاع کی وجہ سے نہین بلکہ اُس بات پر اطلاع ہونیکی وجہ سے بھی جسکو لوگ عادۃً چھپا رکھتے ہین باوجودیکہ غیر کی ملک مین
الغير بغير اذنه حرام واستثنى ما عرض من حرق او غرق او كان فيه منكر ونحوها وان قيل لكم ارجعوا فارجعوا هو ازكى
بلا اُسکی اجازت کے تصرف کرنا حرام ہے اور جو ضرورت پیش آئے جیسے جلنا یا ڈوبنا یا اُس مین کوئی بات خلاف شرع ہو اور مانند اسکے وہ مستثنی ہو پس اگر تمکو کہا جائے کہ پھر جاؤ تو لوٹ آؤ یہی تمھارے لیے
لكم اي الرجوع اطهر لكم وانفع لدينكم فان من يدخل بيتا ينبغي له ان يسلم على من كان فيه فان لم يكن فيه احد
پاکیزہ ہو یعنی پلٹ آنا تمھارے لیے پاکیزہ ہو اور تمھارے دین کو زیادہ مفید ہو پس جو شخص کسی گھر مین جائے تو اُسکو چاہیے کہ اُنپر سلام کرے جو اُس مین ہون پس اگر کوئی نہو
يسلم على نفسه بان يقول السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين لانه تعالى قال فاذا دخلتم بيوتا فسلموا
تو اپنے اوپر سلام کرے اسطرح کہے السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین کیونکہ الله تعالی نے فرمایا ہو پس جب جاؤ گھرون مین تو سلام کرو
على انفسكم فالاية تقتضي هذين الامرين جميعا وهما التسليم على الاهل عند وجودهم وعلى نفسه عند عدم
اپنے اوپر پس یہ آیت دونون چیزون کو چاہتی ہو اور وہ سلام کرنا ہو اہلخانہ پر اگر وہان موجود ہون اور اپنے اوپر جب ان مین سے
وجود احد منهم وادنى ما يتادى به الرد ان يقال وعليك السلام بواو العطف حتى لو ترك الواو لا يصير ردا
کوئی نہو اور کم سے کم جس سے سلام کا جواب ہو جاتا ہو یہ ہو وعلیک السلام واو عطف کے ساتھ یہان تک کہ اگر واو کو چھوڑ دیگا تو جواب نہ ہوگا
لان الوارد في الشرع الرد مع الواو فاذا ترك لا يعتد به ولا يسقط الفرض بدونه وكمال السلام ان يقال السلام
اسلیے کہ شریعت مین جواب واو کے ساتھ آیا ہو پس جب اُسکو چھوڑ دیا تو اُسکا کچھ اعتبار نہین اور بدون اُسکے فرض ساقط نہوگا اور کامل سلام یہ ہے کہ کہو السلام
عليكم ورحمة الله وبركاته لما روي انه عليه السلام قال من قال السلام عليكم كتب له عشر حسنات ومن قال
علیکم ورحمۃ الله وبرکاتہ کیونکہ روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص کہے السلام علیکم اُسکے لیے دس نیکیان لکھی جاتی ہین اور جو کہے
السلام عليكم ورحمة الله كتب له عشرون حسنة ومن قال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته كتب له ثلثون
السلام علیکم ورحمۃ الله اُسکے لیے بیس نیکیان لکھی جاتی ہین اور جو کہو السلام علیکم ورحمۃ الله وبرکاتہ اُسکے لیے تیس نیکیان لکھی جاتی ہین
حسنة فانه عليه السلام قد بين في هذا الحديث ان في السلام عشر حسنات وفي ضم الرحمة اليه عشرين حسنة
پس نبی علیہ السلام نے اس حدیث مین بیان کر دیا کہ سلام مین دس نیکیان ہین اور اُسکے ساتھ رحمت کے ملا لینے مین بیس نیکیان ہین
وفي ضم البركات اليهما ثلثين حسنة وهي النهاية لانتظامها لجميع فنون المطالب التي هي السلامة عن المضار ونيل المنافع
اور اُسکے ساتھ برکات کے ملا لینے مین تیس نیکیان ہین اور یہ انتہا کا درجہ ہو کیونکہ یہ تمام قسم کے مقصدون کو شامل ہو یعنی سلامتی ضرر سے اور منفعت کا پانا
ودوامها ونماؤها ولا ينبغي ان يزاد على ذلك لما روي عن ابن عباس رض انه قال لكل شئ منتهى ومنتهى السلام البركات
اور اُنکا ہمیشہ رہنا اور بڑھتا رہنا اور اس سے بڑھانا نہ چاہیے اسلیے کہ ابن عباس رض سے روایت ہو کہ اُنھون نے کہا کہ ہر چیز کی انتہا ہو اور سلام کی انتہا برکاتہ ہے

ثم ينبغي ان يعلموا ان من يسلم على احد انما يصير مؤديا حق السنة اذا رفع صوته مقدار ما يحصل به الاسماع فان لم
پھر جاننا چاہیے کہ جو شخص کسی پر سلام کرے تو حق سنت جب ادا ہوگا کہ اسقدر آواز بلند کرے کہ وہ سن لے اور اگر

يحصل به الاسماع لا يصير مؤديا حق السلام فلا يجب الرد لان الشرط في ثبوت الحكم للشئ العلم به فاذا لم
اسکو نہ سنایا تو حق سلام کا ادا کرنے والا نہوا لہذا جواب دینا واجب نہیں اسواسطے کہ کسی چیز کے حکم ثابت ہونے مین اس چیز کا جاننا شرط ہے پس جب

يحصل العلم بالسلام لا يكون الرد فرضا وكذا من يرد السلام انما يكون مؤديا فرض الرد اذا رفع صوته مقدار
سلام کی خبر نہوئی تو جواب فرض نہین ایسے ہی جو سلام کا جواب دیتا ہے تو فرضیت جواب کا ادا کرنیوالا جب ہی ہوگا کہ آواز اسقدر بلند کرے

ما يحصل به الاسماع فان لم يحصل به الاسماع لا يسقط فرض الرد فان من يسلم على واحد يكون الرد فرضا عليه
کہ اسکا سنانا متحقق ہو پس اسکو نہ سنایا تو فرضیت جواب کی ساقط نہو گی کیونکہ جو شخص کسی کو سلام کرتا ہے تو اسپر جواب فرض ہوجاتا ہے

حتى لو لم يرد يكون اثما ومن سلم على جماعة يكون الرد فرضا عليهم حتى لو تركه كلهم يكونون اثمين وان رده
یہان تک کہ اگر جواب ندیگا تو گنہگار رہوگا اور جس نے ایک جماعت کو سلام کیا تو اُن سب پر جواب فرض ہوجاتا ہے یہان تک کہ اگر سبنے جواب چھوڑ دیا تو سب گنہگار ہونگے اور اگر بعض نے

بعضهم يسقط الفرض عن الباقين لكن الافضل ان يرده كلهم ولو كان فيهم صبي فلم يرده الا الصبي لا يسقط
جواب دیدیا تو باقی لوگون کے ذمہ سے فرض اُتر گیا لیکن افضل یہ ہے کہ سب جواب دین اور اگر اُن مین کوئی نابالغ ہو اور سوائے اُس لڑکے کے کسی نے جواب ندیا تو اُنسے

عنهم الفرض لان الصبي ليس من اهل الفرض ويشترط في الرد ان يكون على الفور حتى لو اخر لا يعد ردا ويستحب
فرض نہ اُتریگا اسلیے کہ لڑکے مین فرض کی اہلیت نہین اور جواب مین شرط ہے کہ فوراً ہو یہان تک کہ اگر دیر کریگا تو جواب نہ شمار ہوگا اور اُس شخص کو مستحب ہے

لمن سلم على احد واسمعه سلامه وتوجه عليه الرد بشروطه فلم يرد ان يجعله في حل منه فيقول ابرأته من حقي
جو کسی کو سلام کرے اور اسکو سلام سنادے اور اسکے ذمہ جواب شرائط کے موافق لازم آجائے پھر بھی وہ جواب ندے تو اسکو اپنی طرف سے معاف کردے یعنی کہدے کہ مین نے اسکو اپنا حق

في رد سلامي وجعلته في حل منه او نحو ذلك فاذا قال هذا يسقط به حقه واذا دخل جماعة على قوم يسن لجميعهم
سلام کے جواب کا معاف کیا یا مین نے اپنی طرف سے اسکو معاف کیا یا مانند اسکے پس جب یہ کہدیگا تو اس سے اُسکا حق ساقط ہوجائیگا اور جب کوئی جماعت کسی گروہ کے پاس آوے تو سب کو سنت ہے

ان يسلموا ويكره لهم ترك السلام فان سلم بعضهم يسقط الكراهة عن الباقين لان السلام سنة على الكفاية
کہ سلام کرین اور سلام کا چھوڑ دینا اُنکو مکروہ ہے پس اگر بعضون نے سلام کرلیا تو باقی لوگون سے کراہت ساقط ہوجائیگی کیونکہ سلام سنت کفایہ ہے

كما ان الرد فرض على الكفاية على ما روي عن زيد بن وهب انه عليه السلام قال اذا مر قوم بقوم فسلم واحد منهم
جیسے کہ جواب دینا فرض کفایہ ہے چنانچہ زید بن وہب رضہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب کوئی جماعت کسی جماعت پر گذرے اور ایک شخص اُنمین سے سلام کرے

اجزأهم واذا رد واحد منهم اجزأ عنهم واذا دخل واحد على جماعة قليلة يعمهم سلام واحد يكفي سلام واحد
تو سب کو کافی ہے اور اگر ایک شخص اُنمین سے جواب دیدے تو سب سے کافی ہوا اور جب ایک شخص چھوٹی جماعت کے پاس آئے تو ایک سلام سب کو شامل ہے ایک ہی سلام

على جميعهم وما زاد من تخصيص بعضهم فهو ادب ويكفي في الرد ان يرد واحد منهم فمن زاد منهم فهو ادب
اُن سب کو کافی ہے اور جو زیادہ کرے کسی کو خاص کرکے تو یہ مستحب ہے اور جواب مین کافی ہے کہ ایک شخص اُن مین سے جواب دیدے پس اگر اُنمین سے کسی اور نے جواب دیدیا تو یہ مستحب ہے

وان كان جمعا عظيما لا ينتشر فيهم سلام واحد كالجامع والمسجد العظيم فالسنة ان يسلم عليهم اذا شاهدهم
اور اگر بڑی جماعت ہو تو ایک سلام سب پر نہ پھیلے گا جیسے جامع مسجد اور بڑی مسجد تو سنت یہ ہے کہ اُنکو سلام کرتا جائے جس سے ملتا جائے

ويكون مؤديا حق السلام في جميع من سمعه فان اراد ان يجلس فيهم يسقط عنه سنة السلام فيمن لم يسمع سلامه
اور جسنے جسنے سنا سب کا حق سلام ادا ہوگیا پھر اگر اُن مین بیٹھنا چاہے تو اُسکے ذمہ سے سنت سلام کی ساقط ہوگئی باقیون کے حق مین جنھون نے

من الباقين وان اراد ان يجلس فيمن لم يسمع سلامه ففيه وجهان احدهما ان سنة السلام عليهم حصلت بالسلام
نہین سنا اور اگر اُن لوگون مین بیٹھنا چاہے جنھون نے سلام نہین سنا تو اسمین دو وجہین ہین ایک یہ کہ انپر سلام کرنیکی سنت پہلون پر سلام کرنے سے

على اوائلهم لكونهم جمعا واحدا فلو عاد السلام عليهم يكون ادبا والوجه الثاني كون سنة السلام باقية في حق
ادا ہوگئی کیونکہ یہ سب ایک ہی جماعت ہے پس اگر اُسنے اُنکو بھی دوبارہ سلام کرلیا تو یہ مستحب ہے اور دوسری وجہ اُن لوگون کے حق مین سلام کی سنت باقی رہنا ہے

من لم يبلغهم سلامه و السنة ان يسلم الراكب على الماشي و الماشي على القاعد و الصغير على الكبير و القليل على الكثير و لو
جنکو اسکا سلام نہین پہونچا اور مسنون یہ ہو کہ سوار پیادہ کو سلام کرے اور چلتا ہوا بیٹھے کو اور چھوٹا بڑے کو اور چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو اور اگر
خالفوا و سلم الماشي على الراكب و الكثير على القليل و الكبير على الصغير لا يكره بل يكون تركا لما يستحقه من سلام
اسکے خلاف کیا اور پیادہ نے سوار کو سلام کیا یا بڑی جماعت نے چھوٹی جماعت کو اور بڑے نے چھوٹے کو تو مکروہ نہین ہو بلکہ اپنا حق ترک کیا کہ دوسرا اُسکو
غيره عليه و من مر على قاري القران لا ينبغي ان يسلم عليه كيلا يشغله عن القراءة فان سلم عليه قال
سلام کرتا اور جو شخص قرآن کی تلاوت کرنیوالے پر گذرا تو اسکو سلام نکرنا چاہیے تاکہ تلاوت سے دل نہ ہٹائے پس اگر اسکو سلام کرلیا تو بعضے
بعضهم لا يجب عليه الرد و قال بعضهم يجب و هو اختيار فقيه ابي الليث و من مر على من اتى الخلاء و هو
کہتے ہین اسپر جواب دینا واجب نہین اور بعضے کہتے ہین واجب ہو اسی کو فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا ہو اور جسکا ایسے شخص پر گذر ہوا جو پاخانہ مین ہو اور
يتغوط او يبول ينبغي له ان لا يسلم عليه في هذه الحالة فان سلم عليه قال ابو حنيفة يرد عليه بقلبه لا
پاخانہ پھرتا ہو یا پیشاب کرتا ہو تو چاہیے کہ اس حالت مین اسکو سلام نہ کرے پس اگر اسکو سلام کرے تو امام ابو حنیفہؒ کہتے ہین کہ دل سے جواب دے زبان سے
بلسانه و قال ابو يوسف لا يرد عليه بقلبه و لا بلسانه و لا بعد الفراغ ايضا و قال محمد يرد عليه بعد الفراغ و
نہ دے اور ابو یوسفؒ کہتے ہین نہ دل سے جواب دے نہ زبان سے اور نہ بعد فراغت کے اور امام محمدؒ کہتے ہین فراغت کے بعد جواب دے اور
لا يسلم على احد وقت الخطبة فان سلم و الخطيب في الخطبة لا يجب الرد على السامع و من كان جالسا مع قوم ثم
خطبہ کے وقت کسی کو سلام نہ کرے پس اگر خطیب کے خطبہ مین ہونے کے وقت سلام کیا تو سننے والے پر جواب واجب نہین ہو اور جو شخص کسی جماعت مین بیٹھا تھا پھر
قام للذهاب فالسنة ان يسلم عليهم لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال اذا انتهى احدكم الى المجلس
جانے کے لیے کھڑا ہوا تو سنت یہ ہو کہ انکو سلام کرے کیونکہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب کوئی مجلس مین آئے
فليسلم فاذا اراد ان يقوم فليسلم فليست الاولى باحق من الاخرى قال الامام النووي ظاهر هذا الحديث يقتضي ان
تو سلام کرے پھر جب اُٹھنے لگے تو سلام کرے کیونکہ پہلے سلام کو دوسرے سے کچھ فوقیت نہین امام نووی کہتے ہین کہ بظاہر یہ حدیث اسکو چاہتی ہے کہ
يجب على الجماعة رد السلام على هذا الذي سلم عليهم و فارقهم و قال بعض العلماء جرت عادة بعض الناس بالسلام
اس جماعت پر اُس شخص کو جواب دینا واجب ہو جو سلام کرکے جدا ہوا ہو اور بعضے علما کہتے ہین کسی جماعت سے رخصت ہوتے وقت بعضون کو سلام
عند مفارقة القوم و ذلك دعاء يستحب له الجواب لان السلام انما يكون عند اللقاء لا عند الانصراف و انكر هذا القول
کرنے کی عادت ہو اور یہ دعا ہو اسکو جواب دینا مستحب ہو اسلیے کہ سلام تو ملاقات کے وقت ہوتا ہو نہ رخصت ہوتے وقت اور
الامام ابو بكر الشافعي و قال هذا القول فاسد لان السلام كما كان سنة عند اللقاء كذلك هو سنة عند الانصراف
امام ابو بکر شافعی نے اس بات کا انکار کیا ہو اور کہا ہو کہ یہ بات غلط ہو اسواسطے کہ سلام جیسے ملتے وقت سنت ہو ایسے ہی پلٹتے وقت سنت ہے
على ما دل عليه الحديث السابق و من كتب كتابا و كتب فيه سلاما على احد و ارسل اليه سلاما بالرسول فبلغه
چنانچہ اسپر حدیث سابق دلالت کرتی ہو اور جسنے کوئی خط لکھا اور اُس مین کسی کو سلام لکھدیا یا کسی کو ایلچی کی زبانی سلام کہلا بھیجا پس اسکو کوئی
الكتاب و الرسالة يجب عليه الرد على الفور لان السلام على الغائب لا يكون الا بالرسالة او بالكتاب فعليه ان يرد بمثله
خط یا زبانی سلام پہونچا تو اسپر فوراً جواب واجب ہو اسلیے کہ سلام غائب پر رسول کی زبانی ہوتا ہی یا خط ہوتا ہو لہذا اسپر لازم ہے کہ ویسا ہی جواب دے
او باحسن منه لكن ينبغي ان يعلم ان من بلغ الغير سلام احد ينبغي لذلك الغير ان يرد عليهما و يقول عليك
یا اُس سے بہتر لیکن سمجھنا چاہیے کہ جسنے کسی غیر کو کسی کا سلام پہونچایا تو اُس غیر کو لازم ہو کہ دونون کو سلام کا جواب دے اور یون کہو علیک
و عليه السلام لما روي ان رجلا قال للنبي عليه السلام ان ابي يقرؤك السلام فقال النبي عليه السلام عليك
و علیہ السلام اسلیے کہ روایت ہو کہ ایک شخص نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرا باپ آپکو سلام کہتا ہو سو نبی علیہ السلام نے فرمایا تجھپر
و على ابيك السلام و من سلم على احد ثم لقيه ثانيا او رآه ثانيا يستحب له ان يسلم عليه ثانيا لما روي انه عليه السلام
اور تیرے باپ پر سلام اور جسنے کسی کو سلام کیا پھر اُس سے دوبارہ ملاقات ہوئی یا دوبارہ دیکھا تو مستحب ہو کہ اسکو دوبارہ سلام کرے کیونکہ روایت ہو کہ نبی علیہ السلام

كان اذا دخل المسجد يسلم على اصحابه ثم اذا صعد المنبر واقبل عليهم يسلم عليهم ثانيا وروى عن ابي هريرة انه عليه السلام
جب مسجد مین تشریف لاتے تو اپنے اصحاب کو سلام کرتے پھر جب منبر پر چڑھتے اور اُنکے سامنے ہوتے تو دوبارہ سلام کرتے اور ابو ہریرہ سے روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے

قال اذا لقي احدكم اخاه فليسلم عليه فان حالت بينهما شجرة او جدار او حجر ثم لقيه فليسلم عليه وكان اصحاب رسول
فرمایا جب کوئی تم مین سے اپنے بھائی سے ملے تو سلام کرے پھر اگر اُن دونون کے بیچ مین درخت یا دیوار یا پتھر آڑ ہو جائے اور پھر ملے تو پھر سلام کرے اور رسول اللہ

الله عليه السلام اذا ساروا في طريق فاستقبلهم شجرة فاجتازوها يسلم بعضهم على بعض واذا التقى الاثنان وقال
علیہ السلام کے اصحاب جب راستہ چلتے اور اُنکے آگے کوئی درخت آجاتا تو اُس سے گذر کر آپس مین سلام کیا کرتے اور جب دو شخص ملین اور

كل واحد منهما للآخر دفعة او على الترتيب السلام عليكم قيل يصير كل واحد منهما مسلما على الآخر ولا يقوم ذلك
دونون مین سے ہرایک دفعۃً یا بترتیب السلام علیکم کہے تو کہتے ہین کہ ہرایک نے دوسرے کو سلام کیا اور یہ جواب کے قائم مقام نہ ہوگا

مقام الرد بل يجب على كل واحد منهما الرد والصواب على ما ذكره النووي ان سلام احدهما ان كان بعد سلام الآخر
بلکہ ہرایک کو جواب دینا واجب ہو اور حسب بیان نووی کے ٹھیک یہ ہو کہ ایک کا سلام اگر دوسرے کے سلام کے بعد ہوا

يكون ردا لكون هذا اللفظ صالحا للرد والا فلا ومن لقي احدا فقال له ابتداء عليكم السلام لا يكون ذلك سلاما
تو جواب ہو جاتا ہو کیونکہ اس لفظ مین جواب کی صلاحیت ہو ورنہ نہین اور جو شخص کسی سے ملا اور پہلے ہی کہا علیکم السلام تو یہ سلام نہ ہوگا

حتى لا يستحق الرد لان هذه الصيغة مشروعة للرد لا للابتداء فلا تقوم مقام السلام على الاحياء بل هي تحية الموتى
یہان تک کہ وہ جواب کا مستحق نہین کیونکہ یہ لفظ شرع مین جواب کے واسطے مقرر ہو نہ اول کیواسطے لہذا زندون پر سلام کے قائم مقام نہو گا بلکہ یہ مردون کا سلام ہے

على ما روي ان رجلا اتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال عليك السلام يا رسول الله فقال النبي عليه السلام
بنابراس روایت کے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا علیک السلام یا رسول اللہ سو نبی علیہ السلام نے فرمایا

لا تقل عليك السلام عليك السلام تحية الموتى فانه عليه السلام قد بين في هذا الحديث ان هذه الصيغة ليست
علیک السلام نہ کہو کہ علیک السلام مُردون کا سلام ہو پس نبی علیہ السلام نے اس حدیث مین بیان فرمادیا کہ یہ لفظ اس قبیل سے نہین کہ

مما يسلم بها على الاحياء بل انما يسلم بها على الاموات لان الاحياء وضع لهم في الشرع عند السلام صيغة وعند الرد
زندون کو سلام کیا جائے بلکہ اس سے مُردون پر سلام کرتے ہین کیونکہ زندون کے واسطے شریعت نے سلام کی اور عبارت مقرر کی ہو اور جواب کے واسطے

صيغة فلا يحسن ان يوضع ما وضع للرد موضع السلام واما الاموات فلا رد عليهم فيستوي في حقهم السلام
اور عبارت لہذا جو لفظ جواب کے واسطے مقرر ہوا ہو اُسکو سلام کی جگہہ استعمال کرنا اچھا نہین اور مردون پر جواب تو ہوتا نہین تو اُنکے حق مین دونو لفظون سے سلام

عليهم بالصيغتين لما روي انه عليه السلام كان يسلم على اهل القبور بقوله السلام عليكم دار قوم مؤمنين
برابر ہو کیونکہ روایت ہو کہ نبی علیہ السلام قبر والون پر اس لفظ سے سلام کرتے تھے السلام علیکم دیار قوم مؤمنین

ومن سلم على اصم يستحب له ان يتكلم السلام بلسانه لقدرته عليه ويشير بيده حتى يحصل الافهام فيستحق
اور جو شخص بہرے کو سلام کرے تو اُسکو مستحب ہو کہ سلام زبان سے کہے کیونکہ یہ اسپر قادر ہو اور ہاتھ سے اشارہ کرے تاکہ وہ سمجھ سکے اور جواب کا مستحق

الرد ولو لم يجمع بينهما لا يستحق الرد ولو سلم عليه اصم واراد ان يرد عليه يلزمه ان يتكلم الرد بلسانه لقدرته
بنے اور اگر دونون جمع کرکے نہ کریگا تو جواب کا مستحق نہوگا اور اگر بہرا اُسکو سلام کرے اور یہ اُسکو جواب دینا چاہے تو لازم ہو کہ زبان سے جواب کہے کیونکہ یہ اسپر قدرت

عليه ويشير بيده ليحصل الافهام ويسقط عنه الرد ولو سلم على اخرس فاشار الاخرس بيده يسقط عنه الفرض
رکھتا ہو اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کردے تاکہ وہ سمجھ جائے اور اسکے ذمہ سے جواب اُتر جائے اور اگر گونگے کو سلام کیا اور اُس گونگے نے ہاتھ سے اشارہ کردیا تو اُس سے فرض ساقط ہو جائیگا

لان اشارته قائمة مقام العبارة ولو سلم عليه الاخرس بالاشارة يستحق الرد والنساء بعضهن مع بعض في حكم
کیونکہ اُسکا اشارہ بولنے کے قائم مقام ہو اور اگر گونگا اُسکو اشارہ سے سلام کرے تو وہ جواب کا مستحق ہو اور عورتین آپس مین سلام کے بارے مین

السلام كالرجال واما الرجل اذا سلم على امرأة فان كانت زوجته او جاريته او كانت من محارمه فعليها الرد
مردون کے مثل ہین اور مرد جب کسی عورت کو سلام کرے پس اگر وہ اُسکی بیوی یا لونڈی یا اُسکی محرم ہو تب تو اُسپر جواب ضروری ہو

وان كانت اجنبية شابة لا يجوز لها الرد ويكون الرجل مفرطا في السلام عليها وكذا المرأة ان سلمت على رجل فاذا
اور اگر اجنبی ہو اور جوان تو اسکو جواب دینا جائز نہیں اور اُس مرد کا سلام اُسپر بیجا ہوا ایسے ہی عورت اگر کسی مرد کو سلام کرے تو اگر

كانت زوجته او جاريته او كانت من محارمه او كانت عجوزا لا يخاف منها الفتنة فعليه الرد وان كانت شابة تميل
وہ عورت اُسکی بی بی یا لونڈی یا اُسکی محرم ہو جس سے فتنہ کا اندیشہ نہیں تو اُسپر جواب فرض ہو اور اگر جوان ہو جسکی طرف

اليها النفس يكره له الرد وتكون المرأة مفرطة في السلام عليه واما الصبيان فالسنة ان يسلم عليهم لما روي عن
نفس مائل ہوتا ہو تو جواب دینا مکروہ ہو اور اُس مرد پر عورت کا سلام کرنا بیجا ہو اور رہے نابالغ لڑکے پس سنت یہ ہو کہ اُنپر سلام کرے اسلیے کہ حضرت

انس انه مر على صبيان فسلم عليهم وقال كان النبي عليه السلام يفعله وفي رواية انه عليه السلام مر على غلمان
انس سے روایت ہو کہ وہ ایک مرتبہ چند لڑکون کے پاس سے گذرے تو اُنکو سلام کیا اور فرمایا کہ نبی علیہ السلام بھی کرتے تھے اور ایک روایت مین ہو کہ حضور علیہ السلام ایک مرتبہ لڑکون پر گذرے

فسلم عليهم ولو سلم صبي على بالغ فالصحيح وجوب رد سلامه لقوله تعالى واذا حييتم بتحية فحيوا باحسن منها واما
تو آپ نے اُنکو سلام کیا اور اگر کوئی لڑکا کسی بالغ کو سلام کرے تو صحیح یہ ہو کہ اُسکے سلام کا جواب دینا واجب ہو بوجہ ارشاد اللہ تعالی کے کہ جب دعا دیے جاؤ یعنی سلام کرے تو تم اُس سے بہتر جواب دو اور

المبتدعة ومن اقترف ذنبا عظيما ولم يتب منه فينبغي ان لا يسلم عليهم ولا يرد سلامهم قال البزازي يسلم على لاعب
بدعتی لوگ اور جسنے بڑا گناہ کیا ہو اور اُس سے توبہ نہ کی ہو تو چاہیے کہ اُنکو سلام نہ کرے اور نہ اُنکے سلام کا جواب دے اور بزازی نے کہا ہے کہ

الشطرنج عند الامام ليشغله عن ساعة الرد لا عندهما لان المجاهر بالفسق في معتقده ولو مجتهدا لا يستحق الاكرام
شطرنج کھیلنے والے کو امام صاحب کے نزدیک سلام کرے تاکہ تھوڑی دیر اُسکو شطرنج سے بچائے اور صاحبین کے نزدیک نکرے اسلیے کہ کھلے طور فسق کرنیوالا اپنے اعتقاد مین اگرچہ مجتہد ہو عزت کا مستحق نہین ہے

وقال النووي فمن اضطر الى السلام على الظلمة اذا دخل عليهم وخاف ان يترتب عليه في دينه ودنياه ضرر ان لم يسلم
اور نووی نے کہا ہو جو شخص ظالمون پر سلام کرنے سے مجبور ہو جب اُنکے پاس جائے اور یہ ڈر ہو کہ سلام نکریگا تو میرے دین یا دنیا کا کچھ نقصان ہو جائیگا

عليهم يسلم عليهم وينوي ان السلام اسم من اسماء الله تعالى ليكون المعنى ان الله عليكم رقيب فيجازيكم بما
تو اُنکو سلام کرے اور یہ نیت رکھے کہ سلام اللہ کے نامون مین سے ایک نام ہو تاکہ یہ معنی ہو جائین کہ اللہ تمپر نگہبان ہو لہذا تم کو سزا دیگا جسکے تم

تستحقون واما اهل الذمة فيكره للمسلم ان يسلم عليهم ابتداء لما روي عن ابي هريرة انه عليه السلام
مستحق ہو اور رہے کافر لوگ پس مسلمان کو اُنکو پہلا سلام کرنا مکروہ ہو اسلیے کہ ابوہریرہ سے روایت ہو کہ پیغمبر علیہ السلام نے

قال لا تبدأوا اليهود والنصارى بالسلام قال قاضي خان في فتاواه هذا اذا لم يكن للمسلم حاجة اليه واما
فرمایا کہ یہود اور نصاری کو پہلے سلام نہ کیا کرو قاضی خان نے اپنے فتاوے مین کہا ہے یہ جب ہو کہ مسلمان کو اُسکی طرف کوئی غرض نہ اُنکی ہو اور اگر

اذا كانت فلا باس ان يسلم عليه ومن سلم على من لم يعرفه فبان انه ذمي يستحب له ان يسترد سلامه فيقول رد
کوئی غرض ہو تو اُسکو سلام کرنے مین کوئی مضائقہ نہین اور جسنے ایسے کو سلام کیا جسکو پہچانتا نہ تھا پھر ظاہر ہوا کہ وہ کافر ہو تو مستحب یہ ہو کہ اُس سے اپنا سلام پھیر لے یون کہ میرا

علي سلامي لما روي ان عبد الله بن عمر سلم على رجل فقيل له انه يهودي فتبعه فقال له رد علي سلامي
سلام مجھکو واپس کر دے کیونکہ روایت ہو کہ عبد اللہ بن عمر نے ایک شخص کو سلام کیا پس کسی نے کہا کہ یہ تو یہودی ہو تو آپ اُسکے پیچھے گئے اور فرمایا کہ میرا سلام مجھکو پھیر دے

واذا سلم ذمي على مسلم ينبغي للمسلم ان لا يزيد في الرد عليه على قوله عليك لما روي عن انس انه عليه السلام
اور اگر کوئی ذمی مسلمان کو سلام کرے تو مسلمان کو چاہیے کہ اُسکے جواب مین لفظ علیک سے زیادہ نہ کہے اسلیے کہ انس سے روایت ہو کہ پیغمبر علیہ السلام نے

قال اذا سلم عليكم اهل الكتاب فقولوا وعليكم قال الخطابي هكذا يرويه عامة المحدثين وعليكم بالواو وكان
فرمایا جب اہل کتاب تمکو سلام کرین تو کہو وعلیکم خطابی نے کہا کہ تمام محدثین ایسے ہی اسکو روایت کرتے ہین وعلیکم واو کے ساتھ اور

سفيان بن عيينة يرويه عليكم بغير الواو وهو الصواب اذ بغير الواو يصير ما قالوه بعينه مردودا عليهم وبالواو
سفیان بن عیینہ علیکم بلا واو کے روایت کرتے ہین اور یہی ٹھیک ہو اسلیے کہ بغیر واو کے جو اُنھون نے کہا ہے بعینہ اُسپر لوٹ جائے گا اور واو سے

يقع الاشتراك معهم والدخول فيما قالوه لان الواو حرف عطف يجمع بين الشيئين وقال النووي اتفقوا على لزوم الرد
اُنکے ساتھ شرکت ہو جائیگی اور جو کچھ اُنھون نے کہا ہو اُس مین شمول ہو جائیگا اسلیے کہ واو حرف عطف دو چیزون کو جمع کر دیتا ہو اور نووی نے کہا ہو کہ اہل کتاب کو جواب دینے کے

على اهل الكتاب لكن لا يذكر السلام بل بدونه بان يقال وعليكم بالواو وعليكم بدونها اذ قد جاءت الاحاديث
لازم ہونے پر سب متفق ہین لیکن سلام کا لفظ نہ کہے بلکہ بغیر اسکے یون کہو وعلیکم واو کے ساتھ یا علیکم بغیر واو کے اسلیے کہ حدیثین

باثبات الواو وحذفها واثباتها اكثر فعلى هذا يكون في معناها وجهان احدهما كونها للعطف والتشريك لانهم
واو کے ساتھ اور بدون واو کے دونون طرح آئی ہین اور واو کا قائم رکھنا زیادہ ہو تو اب اسکے معنی مین دو وجہین ہین ایک تو عطف اور شرکت کے لیے ہونا کیونکہ وہ

كانوا يقولون المسلمين السام عليكم وقد فسر السام بالموت فيكون المعنى نحن وانتم فيه سواء كلنا نموت والثاني كونه
لوگ مسلمانون کو السام علیکم کہا کرتے تھے اور سام کے معنی موت کے ہین تو معنی یہ ہونگے کہ ہم اور تم اسمین برابر ہین سب ہی مرینگے اور دوسرے اسکا

للاستيناف لا للعطف والتشريك فيكون المعنى ونحن نقول عليكم ما قلتم او تستحقونه او ما تريدون بنا وقيل اذا
استیناف کے لیے ہونا نہ عطف اور شرکت کے لیے تو معنی یہ ہونگے کہ ہم بھی تمکو وہی کہتے ہین جو تم نے دیا جیسکے تم مستحق ہو یا جو تم ہمارے لیے چاہتے ہو اور بعضون کا قول ہے کہ اگر

لم يكن منهم تعريض بالدعاء علينا يكون اثبات الواو في الرد عليهم دعاء لهم بالاسلام لكونه مدار السلامة في الدارين
انکی طرف سے ہمپر بد دعا کا اشارہ نہو تو انکے جواب مین واو کا قائم رکھنا انکے لیے اسلام کی دعا ہوگی کیونکہ دونون جہان مین سلامتی اسی بات پر موقوف ہے

المجلس الخامس والثمانون في بيان هجران اخيه المسلم فوق ثلثة ايام

مجلس ہفتاد و پنجم اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دینے کے بیان مین

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحل لرجل ان يهجر اخاه فوق ثلث ليال يلتقيان فيعرض هذا ويعرض هذا وخيرهما
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی شخص کو حلال نہین کہ اپنے بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑ دے کہ دونون ملتے ہین تو یہ اپنا منھ پھیر لیتا ہے اور وہ اپنا منھ پھیر لیتا ہے اور ان دونون مین سے اچھا وہ ہے

الذي يبدأ بالسلام هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه سعد بن ابي وقاص وهو بمنطوقه يدل على حرمة هجران المسلم
جو پہلے سلام کرے یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے اور اسکے راوی سعد بن ابی وقاص ہین اور یہ اپنے صریح معنی سے مسلمان کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دینے کے

اكثر من ثلثة ايام واما جواز هجرانه ثلثة ايام فانما يدل عليه بمفهومه لا بمنطوقه فمن التزم حجية المفهوم جاز له
حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے اور تین دن تک چھوڑ دینے کے جائز ہونے پر اپنے مفہوم سے دلالت کرتی ہے نہ صریح معنی سے پس جو شخص مفہوم کو حجت مانتا ہے اسکو جائز ہے

ان يقول ان الادمي مجبول على الغضب وسوء الخلق فرخص له في الثلث لقلتها حتى يذهب عنه ذلك الغضب
کہ کہے غصہ اور بد خلقی پر انسان کی پیدائش ہے لہذا تین دن کی اجازت کم مقدار ہونے کی وجہ سے دیدی گئی تاکہ اسکا غصہ اتر جائے

ولم يرخص له فيما فوق ذلك لكثرته فقوله عليه السلام يلتقيان فيعرض هذا ويعرض هذا بيان كيفية هجرانهما
اور اس سے زیادہ کی اجازت نہین دی گئی کیونکہ یہ زیادہ مدت ہے پس نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ ملتے ہین تو یہ اپنا منھ پھیر لیتا ہے اور وہ اپنا منھ پھیر لیتا ہے یہ چھوڑ دینے کی کیفیت کا بیان ہے

وقوله وخيرهما الذي يبدأ بالسلام حث على ترك الهجران فانه يزول بالسلام على ما ذهب اليه الجمهور وتخصيص
اور آپ کا یہ ارشاد کہ دونون مین سے اچھا وہ ہے جو پہلے سلام کرے یہ جدائی کے ترک پر ابھارنا ہے کیونکہ جمہور کے مذہب کے موافق سلام سے جدائی جاتی رہیگی اور خاص کر

الاخ بالذكر يشعر بالعلية والمراد به الاخ في الدين دون القرابة بدليل قوله عليه السلام في حديث اخر لا يحل
بھائی کا لفظ کہنا تعلیلاً معلوم ہوتا ہے اور بھائی سے مراد دین کا بھائی ہے قرابت کا نہین بوجہ نبی علیہ السلام کے ایک اور حدیث مین ارشاد فرمانے کے کہ مسلمان کو حلال

لمسلم ان يهجر مسلما فوق ثلث ليال فانهما ناكبان عن الحق ما داما على صرامهما واولهما فيئا يكون سبقته بالفيء كفارة
نہین کہ کسی مسلمان کو تین رات سے زیادہ چھوڑے رکھے بیشک یہ دونون حق سے علیحدہ ہین جب تک جدائی پر ہین اور ان مین سے پہلے باز آنیوالے کو اسکی سبقت ہی کفارہ ہو جائیگی

له وروي عن ابي هريرة انه عليه السلام قال تفتح ابواب الجنة يوم الاثنين ويوم الخميس فيغفر لكل عبد لا يشرك بالله
اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہین پس ایک بندہ بخشدیا جاتا ہے جو کہ اللہ کے ساتھ کچھ شریک نہ کرتا ہو

شيئا الا رجل كانت بينه وبين اخيه شحناء فيقال انظروا هذين حتى يصطلحا وفي رواية انه عليه السلام قال يعرض
سوائے اس شخص کے کہ اس مین اور اسکے بھائی مین کینہ ہو ارشاد ہوتا ہے ان دونون کو رہنے دو یہان تک کہ آپس مین صلح کرلین اور ایک روایت مین ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

اعمال الناس في كل جمعة مرتين يوم الاثنين ويوم الخميس فيغفر لكل عبد مؤمن الا عبدا بينه وبين اخيه شحناء
لوگون کے اعمال ہر جمعہ مین دو بار پیش کیے جاتے ہین پیر کے دن اور جمعرات کے دن پس ہر بندہ مومن بخش دیا جاتا ہے مگر وہ بندہ کہ اسکے اور اسکے بھائی کے درمیان کینہ ہو

فیقال اترکوا ھذین حتی یفیئا والمراد بالجمعۃ ایام الاسبوع بدلیل انہ علیہ السلام بیّنہا بقولہ یوم الاثنین

پس ارشاد ہوتا ہے انکو رہنے دو یہاں تک کہ رجوع کرلیں اور جمعہ سے مراد ہفتہ ہے اس دلیل سے کہ نبی علیہ السلام نے اسکو پیر کا دن

ویوم الخمیس علی طریق التعبیر عن الشئ باٰخر جزئہ والشحناء العداوۃ والمعنی اترکوا مغفرتہما حتی یرجعا من العداوۃ

اور جمعرات کا دن کہکر بیان فرمایا جسطور ایک شی کو اخیر جزو بول کر بیان کرتے ہیں اور شحنا کے معنی دشمنی کے ہیں اور معنی یہ ہیں ان دونوں کی بخشش کو چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ دونوں دشمنی سے

الی الصداقۃ لان الاخوۃ الدینیۃ تقتضی الصداقۃ وتنافی العداوۃ فان المؤمنین اخوۃ من حیث انہم

دوستی کی طرف لوٹیں اسواسطے کہ دینی بھائی ہونا دوستی کو مقتضی ہے اور عداوت کے منافی ہے کیونکہ سب مومن بھائی بھائی ہیں اسواسطے کہ وہ سب

ینتسبون الی اصل واحد ھو الایمان الموجب للحیوۃ الباقیۃ کما ان الاخوۃ من النسب ینتسبون الی اصل واحد

ایک اصل کی طرف منسوب ہیں اور وہ ایمان ہے جو دائمی زندگی کا سبب ہے جیسے نسبی بھائی ایک اصل سے منسوب ہوتے ہیں

ھو الاب الموجب للحیوۃ الفانیۃ فالاخوۃ الدینیۃ اقوی من الاخوۃ النسبیۃ لان الاخوۃ النسبیۃ اذا خلت من الاخوۃ

اور وہ باپ جو حیات فانی کا سبب ہے پس دین کی بھائی بندی نسب کی بھائی بندی سے زیادہ قوی ہے اسلیے کہ نسب کی بھائی بندی جب دینی بھائی بندی سے

الدینیۃ لا تعتبر الا تری ان المسلم اذا مات وکان لہ اخ کافر یکون مالہ للمسلمین لا لاخیہ الکافر فعلی ھذا یجب

خالی ہو تو اسکا اعتبار نہیں ہوتا کیا نہیں دیکھتے کہ مسلمان اگر مرجائے اور اسکا بھائی کافر موجود ہو تو اس مسلمان کا مال مسلمانوں کو ملیگا کافر بھائی کو نہ ملیگا اس بنا پر مسلمان پر

علی المسلم ان یترک ما ینافی الاخوۃ الدینیۃ الموجبۃ للصداقۃ والمزیلۃ العداوۃ لما روی عن ابی ھریرۃ انہ علیہ السلام

واجب ہے کہ ان چیزوں کو چھوڑ دے جو دینی بھائی ہونے کے منافی ہیں جو کہ دوستی کو واجب اور دشمنی کو دور کرتی ہیں کیونکہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے

قال لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلث فمن ھجر فوق ثلث فمات دخل النار یعنی انہ استحق ان یدخل النار لانہ

فرمایا مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے اور جو تین دن سے زیادہ چھوڑے رہا پھر وہ مرگیا تو دوزخ میں جائیگا یعنی وہ اسکا مستحق ہے کہ دوزخ میں جائے کیونکہ

مات عاصیا غیر تائب وفی ذلک یستدعی ان یکون من اھل النار ھذا اذا کان الھجران لامر دنیوی کالتقصیر

گنہگار بے توبہ مرا ہے اور یہ دوزخی ہونیکو چاہتا ہے یہ جب ہے کہ چھوڑ دینا دنیاوی سبب سے ہو جیسے صحبت اور عشرت کے

فی حقوق الصحبۃ والعشرۃ واما اذا کان فی حق الدین لفسق ومعصیۃ فالزیادۃ علی الثلث مشروع فان ھجران

حقوق میں کوتاہی کرنا اور اگر حق دینی فسق اور گناہ کی وجہ سے ہو تو تین دن سے زیادہ بھی جائز ہے کیونکہ گنہگاروں کا

اھل العصیان یجوز الی ان یزول عنہم ذلک العصیان ویظھر توبتہم لانہ من قبیل الامر بالمعروف والنھی عن المنکر

چھوڑ دینا جائز ہے یہاں تک کہ وہ گناہ چھوڑ دیں اور انکی توبہ ظاہر ہوجائے کیونکہ یہ بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں داخل ہے

وقد قال اللہ تعالی لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ

اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے تو نہ پائیگا ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہوں اللہ پر اور پچھلے دن پر کہ دوستی کرتے ہوں ایسوں سے جو مخالف ہیں اللہ کے اور اسکے رسول کے اگرچہ وہ انکے باپ ہوں یا

اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ فدلت ھذہ الاٰیۃ علی ان من یرتکب المعاصی والمنکرات یجب ھجرہ و

انکے بیٹے ہوں یا انکے بھائی ہوں یا انکے گھرانے والے ہوں پس اس آیت نے اسپر دلالت کیا کہ جو گناہ اور برائیوں کو کرتے ہوں انکا چھوڑ دینا واجب ہے

ان کان من الاقرباء لاسیما فی حق من ظلم الغیر وعصی اللہ تعالی بہ فان عدم الاعراض عنہ احسان الیہ

اگرچہ سگے ہوں خاصکر ایسے کو جو غیر پر ظلم اور خدا کی نافرمانی کرتا ہو کیونکہ ایسے شخص سے اعراض نہ کرنا اُسپر احسان کرنا ہے

فلا یحسن الاحسان الیہ لان الاحسان الیہ اساءۃ للمظلوم وحق المظلوم اولی بالمراعاۃ وتقویۃ

لہذا ایسے پر احسان کرنا اچھا نہیں ہے کیونکہ اسپر احسان کرنا مظلوم کے ساتھ بدی کرنا ہے اور مظلوم کے حق کی رعایت کرنا اولی ہے اور اسکے دل کو ظالم سے اعراض کرکے

قلبہ بالاعراض عن الظالم احب الی اللہ تعالی من تقویۃ قلب الظالم وقد ھجر النبی علیہ السلام الثلثۃ التی

قوی کرنا بہ نسبت ظالم کے دل قوی کرنے کے اللہ کو زیادہ پسند ہے اور بیشک نبی علیہ السلام نے ان تین شخصوں کو چھوڑ دیا تھا

تخلفوا عن غزوۃ تبوک ولم یکلمہم خمسین یوما وامر الناس بھجرھم حتی انزل اللہ تعالی توبتہم وروی انہ

جو جنگ تبوک سے بیٹھ رہے تھے اور اُن سے پچاس دن تک نہیں بولے تھے اور لوگوں سے انکو چھوڑ دینے کو فرمایا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے انکی توبہ کی آیت نازل فرمائی اور روایت ہے کہ نبی

عليه السلام لما اعتل بعير صفية قال لزينب اعطيها بعيرا وكان عندها فضل بعير فقالت انا اعطي تلك

علیہ السلام نے جب صفیہ کا اونٹ بیمار ہو گیا تھا تو زینب سے فرمایا تھا تو انکو اونٹ دیدے اور انکے پاس اونٹ زیادہ تھا پس زینب نے کہا میں اس

اليهودية فغضب النبي عليه السلام فهجرها ذا الحجة والمحرم وبعض صفر قيل لم يوجد في السنة مدة الهجر اكثر

یہودیہ کو دونگی پس نبی علیہ السلام غصہ ہو گئے اور انکو تمام ذی الحجہ اور محرم اور چند روز صفر میں چھوڑے رکھا تھا کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ مدت ترک کی سنت میں

من ذلك لكن قد وجد من السلف من هجر اخاه المسلم في امر مكروه من امور الدين السنة والسنتين ومنهم

نہیں ملتی لیکن انکے بزرگوں سے کسی دینی بری بات میں اپنے بھائی مسلمان کو ایک برس اور دو برس چھوڑ دینا بھی پایا گیا ہے اور

من هجر صاحبه في ذلك مدة عمره ورأوا انفسهم في فسحة من ذلك ما لم يرجع المهجور عما ارتكب وكان الامام احمد

بعضے ایسے ہیں کہ اپنے ملاقاتی کو اسی بابت تمام عمر چھوڑ دیا اور اپنے آپ کو اس باب میں بے قصور جانتے تھے جبتک کہ وہ چھوڑا گیا اپنے کیے سے باز نہ آیا اور امام احمد بھی

ممن يهجر اهل المعاصي ومن يقارف الافعال الردية فانه هجر بعض اصحابه ممن كان يتعلم منه وكان يتردد اليه ولا

گناہ والوں کو اور جو برے افعال کرتا ہو چھوڑ دیا کرتے تھے پس انہوں نے ایک شاگرد کو جو ان سے پڑھتا تھا چھوڑ دیا تھا اور وہ آیا جایا کرتا تھا لیکن وہ اس سے بات

يكلمه فلم يزل يسأله عن تغير حاله ولا يذكره حتى قال له يوما بلغني انك طينت حائط دارك من جانب الشارع

نہ کرتے تھے پس وہ ہمیشہ اپنے اس تغیر حال کو پوچھتا رہتا اور وہ کچھ نہ کہتے آخر ایک روز فرمایا کہ مجھکو خبر پہونچی ہے کہ تو نے اپنے گھر کی دیوار شارع عام کی طرف لیپی ہے

فقد اخذت قدر سمك الطين من شارع المسلمين فلا تصلح لتعلم العلم وهجر ابن عمر ابنا له الى ان مات واصل ذلك

سو تو نے گارے کے دل کی مقدار مسلمانوں کے شارع عام سے لے لی لہذا تو علم سیکھنے کے لائق نہیں ہے اور ابن عمرؓ نے اپنے ایک بیٹے کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ مر گیا اصل اسکی یہ ہے

ان من وقف على منكر ولم يستطع ان ينكره بيده ولسانه وامكنه ان يظهر دلائل الانكار يلزمه ذلك اذ لا ينبغي

کہ جو کسی بری بات پر مطلع ہو اور اپنے ہاتھ اور زبان سے منع کرنے کی قدرت نہ ہو اور بیزاری کے علامات ظاہر کر سکتا ہو تو اسکو یہی لازم ہے اسلیے کہ

للمؤمن ان يترك احدا على منكر لقرابته او لصداقته ومودته فان صداقته ومودته يوجب له ان ينظر اليه

مومن کو نہ چاہیے کہ کسی کو بری بات پر بلحاظ قرابت یا دوستی اور محبت کے رہنے دے کیونکہ اسکی دوستی اور محبت تو یہ بات واجب کرتی ہے کہ اسکو

بنظر الرحمة ويرى اقدامه على المنكر مصيبة على نفسه ويكون مغتما حزينا من تعرضه لعقاب الله تعالى

نظر رحمت سے دیکھے اور برائی پر اسکی پیش قدمی کو اپنے آپ پر مصیبت سمجھے اور غمگین ہو اور اللہ تعالیٰ کے عذاب میں اسکے گرفتار ہونے سے مغموم اور رنجیدہ ہو

ويقصد تخليصه منه بالانكار عليه اذ ليس من مقتضى الرحمة له ترك الانكار عليه وعدم التعرض له

اور منع کر کے اس سے اسکے بچانے کا قصد کرے کیونکہ انکار نہ کرنا اور کچھ نہ بولنا اسپر رحمت کا مقتضا نہیں

بل من كمال الرحمة له الانكار عليه ورده الى المنهج القويم والصراط المستقيم والا تنقلب صداقته

بلکہ اسکے حق میں کمال رحمت اس سے منع کرنا ہی ہے اور طریق درست اور راہ راست پر اسکو لانا ورنہ اسکی یہ دوستی

عداوة يوم القيمة كما اخبر الله تعالى عن ذلك وقال الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ فان

قیامت کے دن دشمنی بن جائیگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی خبر دی ہے اور فرمایا ہے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہونگے مگر متقی لوگ پس

كل واحد من الاخلاء الغير المتقين يقول في ذلك اليوم يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا لَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ بُعْدَ

ہر دوست ناپرہیزگار اس دن کہیگا خرابی ہو میری کاش میں فلانے کو دوست نہ بناتا کاش میرے اور اسکے درمیان دوری

الْمَشْرِقَيْنِ فصديق الانسان من يسعى في عمارة آخرته وان كان فيه ضرر دنياه وعدوه من يسعى في خسارة آخرته

مشرقین کی ہوتی پس آدمی کا دوست وہ ہے جو آخرت کی درستی میں کوشش کرے اگرچہ اس میں اسکی دنیا کا کچھ نقصان ہو اور اسکا دشمن وہ ہے جو اسکی آخرت کے نقصان میں کوشش کرے

وان كان فيه نفع دنياه وقد قال الله تعالى وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ولا شك ان من

اگرچہ اسمیں اسکی دنیا کا فائدہ ہو اور بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مدد کرو آپس میں نیک کام اور پرہیزگاری پر اور نہ مدد کرو گناہ اور زیادتی پر اور اسمیں شک نہیں کہ جسنے

رأى اخاه المسلم على منكر ولم ينهه عنه فقد اعانه عليه بالتخلية بينه وبين ذلك المنكر وعدم الاعتراض عليه

کسی اپنے مسلمان بھائی کو برے کام پر دیکھا اور اس سے اسکو منع نہ کیا تو بیشک اسکو اس برائی پر چھوڑ دینے اور اسپر اعتراض نہ کرنے سے اسکی امداد کی

وروی عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رجلا یتعلق برجل یوم القیمة وهو لا یعرفه فیقول له مالک تتعلق بی وما رأیتک قط فیقول بلی
اور روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن آدمی دوسرے آدمی کا دامنگیر ہوگا اور وہ اسکو نہ پہچانیگا پھر وہ کہیگا تجھے کیا ہوا کہ مجھسے الجھتا ہے میں نے تو تجھکو کبھی دیکھا بھی نہیں وہ کہیگا کیوں نہیں

قد رأیتنی یوما علی منکر فلم تغیره وروی عن ابن عمر رضی الله عنه ان رجلا یؤمر به الی النار ویؤمر لجلسائه ایضا فیقولون
تو نے بیشک مجھکو ایک دن برے کام پر دیکھا تھا اور منع نہ کیا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کو دوزخ میں لیجانیکا حکم ہوگا اور اسکے ہمنشینوں کو بھی حکم ہوگا پس وہ لوگ کہیں گے

مالنا فیقال لهم انکنتم تأمرونه ونتهونه فیقولون لا فیقال اذهبوا بهم الی النار وهذا امر خطیر قلما یقع السلامة
ہماری کیا خطا ہے پس انسے کہا جائیگا کیا تم اسکو حکم کیا کرتے تھے کیا تم اسکو منع کیا کرتے تھے وہ کہینگے نہیں پھر حکم ہوگا کہ انکے ساتھ انکو دوزخ میں لیجاؤ اور یہ بڑی مشکل بات ہے اس سے بہت کم بچاؤ ہوتا ہے

عنه لان کثیرا من المنکرات تظهر فی کل زمان فلا تغیر بل یقع السکوت عنها لاستیناس النفوس بها ولذلک قال
اسلیے کہ اکثر برائیاں ہر زمانہ میں ظاہر ہوا کرتی ہیں پس اصلاح نہیں کیجاتی بلکہ انسے سکوت ہوتا ہے کیونکہ نفس انسے مانوس ہوگئے ہیں اور اسی لیے

النبی صلی الله علیه وسلم فی حدیث رواه ابو سعید رضی الله عنه لا تصاحب الا مؤمنا ولا یأکل طعامک الا تقی فانه علیه السلام حذر المؤمن فی هذا الحدیث
نبی علیہ السلام نے ایک حدیث میں جسکو ابوسعید رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے فرمایا ہے نہ صحبت رکھو مگر مومن سے اور نہ کھائے تمہارا کھانا مگر پرہیزگار پس نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں مومن کو

عن مصاحبة من لیس بتقی وعن مخالطته لان الصحبة والمخالطة توقع الالفة والمحبة فی القلب فیلزم ان یکون
ایسے کے پاس بیٹھنے اور اس سے ملنے جلنے سے منع فرمایا ہے جو پرہیزگار نہو کیونکہ صحبت اور میل جول سے دل میں الفت اور محبت پڑجاتی ہے پھر ضرور ہے کہ ویسا ہی ہو

کما قال النبی علیه السلام فی حدیث رواه ابو هریرة رضی الله عنه یحشر المرء علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل یعنی ان من
جیسا کہ نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں فرمایا ہے جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آدمی کا حشر اپنے دوست کے دین پر ہوگا لہذا دیکھ بھال لو کہ کس سے دوستی کرتے ہو یعنی جو اپنا

یرید ان یعرف حال نفسه فلینظر الی صدیقه فان کان صدیقه صالحا فهو من الصالحین وان کان صدیقه
حال دریافت کرنا چاہے تو چاہیے کہ اپنے دوست کو دیکھ لے پس اگر اسکا دوست نیک ہو تو وہ بھی نیک ہے اور اگر اسکا دوست

فاسقا فهو من الفاسقین لکون الطباع مجبولة علی التشبیه والاقتداء والطبیعة تسرق من الطبع من حیث لا یدری
فاسق ہو تو وہ بھی فاسق ہے کیونکہ طبیعتیں مشابہت اور پیروی پر پیدا کی گئی ہیں اور ایک طبیعت دوسری طبیعت سے ایسا چرا لیتی ہے کہ آدمی کو خبر

الانسان ومشاهدة المنکر یهون امر المعصیة فی القلب ویذهب نفرته عنها فلا یوجد فیه اضعف الایمان المذکور فیما
نہیں ہوتی اور ممنوعات کو دیکھتے دیکھتے معصیت پر جرأت ہوجاتی ہے اور اسکی نفرت دل سے چلی جاتی ہے پس اسمیں ضعیف ایمان بھی نہیں رہتا جو اس حدیث میں مذکور ہے

روی عن ابی سعید رضی الله عنه انه علیه السلام قال من رأی منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان
جسکو ابوسعید رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص تم میں سے کسی گناہ کو دیکھے تو چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے منع کرے اور اگر قدرت نہو تو اپنی زبان سے اور اگر

لم یستطع فبقلبه وذلک اضعف الایمان فاذا لم یوجد فیه اضعف الایمان فما ذا یرجی ان یوجد فیه
قدرت نہو تو دل سے اور یہ بہت ضعیف ایمان ہے پس جب اس میں ضعیف ایمان بھی نہ پایا گیا تو پھر کیا امید ہے کہ اس میں ایمان ہوگا

المجلس السادس والثمانون فی بیان التحذیر من سوء الظن وهو التجسس
مجلس ہشتاد و ششم بدگمانی یعنی عیب جوئی سے ڈرانے کے بیان میں

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تجسسوا هذا الحدیث من صحاح المصابیح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچتے رہو بدگمانی سے کیونکہ بدگمانی بڑی جھوٹی بات ہے اور عیب جوئی نہ کیا کرو یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے

رواه ابو هریرة رضی الله عنه وفیه تحذیر من الظن ونهی عن التجسس اما الظن فهو فی الشریعة قسمان محمود ومذموم والمراد به هٰهنا
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے اور اس میں گمان سے ڈرنا اور عیب جوئی کی ممانعت ہے اور گمان شریعت میں دو قسم کا ہے ایک اچھا اور ایک برا اور یہاں اس سے مراد وہی ہے

ما هو المذموم المسیء الذی هو عقد القلب وحکمه علی شخص بالسوء من غیر علامة ظاهرة تقتضی ذلک واما الخواطر و
جو مذموم اور برا ہے یعنی دل میں ٹھان لینا اور ایک شخص پر برائی کا حکم کر دینا بغیر کسی کھلی ہوئی علامت کے جو اسکو مقتضی ہوا اور رہے خطرات اور

حدیث النفس التی لا یمکن دفعها فانها اذا لم تستقر ولم تستمر معفو عنها لان العبد انما یکلف بما فی وسعه لا بما لیس فی وسعه
نفس کے خیالات جنکا دفع کرنا ممکن نہیں تو وہ اگر جم نہ جائیں اور قائم نہ رہیں تو وہ معاف ہیں کیونکہ بندہ کو اسی بات کی تکلیف ہے جو اسکے اختیار میں ہو نہ اسکی جو اسکے اختیار میں نہیں

وحد الظن السيئ حمل فعل المؤمن على وجه فاسد مع امكان حمله على وجه حسن وهذا ينقسم الى قسمين الاول هو الذي يكون
اور بدگمانی کے معنی یہ ہین کہ کسی مومن کے فعل کو کسی خراب وجہ پر محمول کرنا باوجودیکہ اسکو اچھی وجہ پر محمول کر سکتے تھے اور اسکی دو قسمین ہین پہلی قسم وہ ہے جسکا
منشؤه سوء اعتقادك فيه حتى لو صدر منه فعل له وجهان يحملك سوء اعتقادك فيه على حمله على الوجه الاردى
منشا اسکے حق مین تیری بداعتقادی ہو یہانتک کہ اگر اس سے ایسا کوئی کام ہو جسکی دو وجہین ہون تو اسکے حق مین تیری بداعتقادی اسکو بدتر وجہ پر محمول کریگی
من غير علامة تخصصه به وهذا جناية عليه بالقلب وهو حرام في حق كل مؤمن القسم الثاني هو الذي
بلا کسی ایسی علامت کے جو برائی سے خاص کرتی ہو اور یہ دل سے اسکی خطا واری ہے اور یہ ہر مومن کے حق مین حرام ہے دوسری قسم وہ ہے
يستند الى علامة فانها تحرك الظن تحريكا ضروريا لا يقدر الانسان على دفعه والذي يميز الظنون
جو کسی علامت کی وجہ سے ہو بیشک وہ علامت گمان کو بالضرور ایسی حرکت دیتی ہے کہ آدمی اسکے ہٹانے پر قادر نہین اور وہ قاعدہ جس سے انکی گمانون کی
التي يجب اجتنابها عما عداها ان كل ظن لم يظهر له علامة صحيحة ولم يعرف له سبب ظاهر فانه حرام واجب الاجتناب
جنسے بچنا واجب ہے اسکے ماسوا سے پہچان ہو جائے یہ ہے کہ جس گمان کی کوئی علامت صحیح ظاہر نہ ہو اور اسکا کوئی کھلا ہوا سبب معلوم نہو تو وہ حرام ہے اس سے بچنا واجب
وذلك اذا كان المظنون به ممن شوهد منه الخير والصلاح في الظاهر فظن الشر والفساد به حرام بخلاف
اور یہ جب ہے کہ جسکے حق مین بدگمانی کی ہے وہ ایسا شخص ہو کہ ظاہر مین اسکی بہتری اور بھلائی دیکھی گئی ہو پس اسپر برائی اور خرابی کا گمان حرام ہے برخلاف
من اشتهر بين الناس بتعاطي الريبة والمجاهرة بالمعاصي فان حسن الظن به لا يجوز اذ الظن حالتان الاولى
اس شخص کے جو لوگون مین شک مین ڈالنے کامون کے کرنے اور کھلم کھلا گناہون کے کرنے مین مشہور ہو تو اسکے ساتھ نیک گمان جائز نہین کیونکہ گمان کی دو حالتین ہین پہلی یہ کہ
ان يقع في القلب شيء ويعرف ويقوى بوجه من وجوه الامارات فيجوز الحكم به لان اكثر احكام الشرع مبنية
دل مین کوئی بات پڑے اور معلوم ہو اور اسباب علامات مین سے کسی وجہ سے قوی ہو جائے تو اسکا حکم لگانا جائز ہے اسلیے کہ شرع کے اکثر احکام
على غلبة الظن كالقياس وخبر الواحد وغير ذلك من قيم المتلفات واروش الجنايات والحالة الثانية ان يقع في النفس
گمان غالب پر مبنی ہین جیسے قیاس اور خبر واحد اور سوا اسکے تلف کی ہوئی چیزون کی قیمتین اور خطاؤن کا تاوان اور دوسری حالت یہ ہے کہ نفس مین
شيء من غير دلالة على كون ذلك الشيء اولى من ضده فلا يجوز الحكم به بل هو منهي عنه لقوله تعالى يا ايها الذين
کوئی بات آئے بلا کسی دلالت کے کہ اسکا یہ پہلو اسکے خلاف سے اولیٰ ہے پس اسکا حکم لگانا جائز نہین بلکہ اس سے ممانعت ہے اس آیت سے اے ایمان والو
امنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا يغتب بعضكم بعضا فانه تعالى قد نهى في هذه الاية
بچتے رہو بہتیرے گمانون سے کہ بیشک بعضے گمان گناہ ہین اور نہ بھید ٹٹولو کسی کا اور نہ غیبت کرو ایک دوسرے کی پس اللہ تعالی نے اس آیت مین
عن الظن السيئ ثم عن التجسس ثم عن الغيبة لان اول ما يقع في قلب الانسان الظن السيئ ثم يحتاج الى التجسس ثم
بدگمانی سے ممانعت کی پھر بھید کی ٹوہ لگانے سے پھر غیبت سے کیونکہ اول جو انسان کے دل مین آتا ہے وہ بدگمانی ہے پھر اسکی ٹوہ لگانے کی حاجت پڑتی ہے پھر
يشرع في الغيبة وسبب تحريم الظن السيئ ان اسرار الانسان لا يعلمها الا الله تعالى وليس لاحد ان يعتقد في غيره سوءا الا
غیبت شروع کرتا ہے اور بدگمانی کے حرام کرنیکا سبب یہ ہے کہ آدمی کے بھیدون کو اللہ تعالی کے سوا کوئی نہین جانتا اور کسی کو جائز نہین کہ کسی غیر کے حق مین برا اعتقاد کریگا
اذا انكشف له حاله بوجه لا يحتمل التاويل فعند ذلك لا يمكنه ان لا يعتقد فيه ما علمه منه بامارة ومشاهدة بعينه
جبکہ اسکا حال کسی ایسی وجہ سے کھل جائے کہ تاویل کی گنجایش نہو پس اب اسکو ممکن نہین کہ اسکا اعتقاد نکرے جو کہ علامت سے معلوم کیا اور اپنی آنکھون سے دیکھا
وسمعه باذنه واما ما لم يعلمه بامارة ولم يشاهده بعينه ولم يسمعه باذنه بل وقع في قلبه من غير سبب ظاهر فهو شيء
اور اپنے کانون سے سنا اور جب تک کسی علامت سے معلوم نہ کیا ہو اور اپنی آنکھون سے نہ دیکھا ہو اور اپنے کانون سے نہ سنا ہو بلکہ بلا کسی سبب ظاہر کے اسکے دل مین آیا ہو تو یہ ایسا خطرہ ہے
القاه الشيطان في قلبه فينبغي له ان يكذبه لانه افسق الفاسقين وقد قال الله تعالى يا ايها الذين امنوا ان جاءكم
کہ شیطان نے اسکے دل مین ڈالا ہے لہذا اسکو چاہیے کہ اسکو جھوٹ مانے کیونکہ شیطان بڑا ہی فاسق ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے اے ایمان والو اگر آئے تمھارے پاس
فاسق بنبا فتبينوا ان تصيبوا قوما بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم نادمين وفي سبب نزول هذه الاية انه
کوئی گنہگار کوئی خبر لیکر تو تحقیق کر لو کہین جا نہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے پھر ہو جاؤ اپنے کیے پر نادم تاس آیت کی شان نزول مین مروی ہے کہ نبی

علیہ الصلوٰۃ والسلام بعث ولید بن عقبة مصدقا الی بنی المصطلق فلما سمعوا به استقبلوه فحسب انهم مقاتلوه اذ کان
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ولید بن عقبہ کو صدقات کے لینے کے لیے بنی مصطلق کے پاس بھیجا تھا پس جب انھون نے یہ سنا تو انکی پیشوائی کو نکلے پس انھون نے جانا کہ یہ لڑنے آتے ہین کیونکہ

بینه وبینهم عداوة فرجع وقال لرسول الله صلی الله علیه وسلم انهم ارتدوا فمنعوا الزکوٰة فهمّ رسول الله علیه السلام
ان مین اور اُن مین دشمنی تھی پس لوٹ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ وہ تو مرتد ہوگئے لہذا زکوٰۃ نہین دی پس رسول اللہ علیہ السلام نے

بقتالهم فنزلت هذه الاٰیة لبیان وجوب الاحتراز عن الاعتماد علی قول الفاسق لان من لا یتحامی الفسق لا یتحامی الکذب
اُنپر جہاد کا قصد کیا تب یہ آیت اتری اس بیان کے لیے کہ فاسق کی بات پر بھروسا کرنے سے احتراز واجب ہے کیونکہ جو فسق سے نہین بچتا جھوٹ سے بھی نہین بچتا

الذی هو نوع منه بل یرید القاء الفتنة بین الناس وفیها دلالة ان من یفعل شیئا بجهالة من غیر ان یتعرف حقیقة الحال
کہ وہ بھی اُسی کی ایک قسم ہے بلکہ لوگون مین فتنہ ڈالنا چاہتا ہے اور اس مین اس بات پر دلالت ہے کہ جو کوئی شخص کوئی کام جہالت سے بے حقیقت حال جانے کر بیٹھے گا

یصیر نادما البتة ولو بعد زمان والندم هم دائم علی وقوع مع تمنی انه لم یقع وقال بعض العلماء المراد بالظن
وہ البتہ شرمندہ ہوگا اگرچہ کچھ مدت کے بعد ہو اور شرمندگی ایک دائمی غم ہے گذری ہوئی بات پر اس آرزو کے ساتھ کہ کاش یہ بات نہوتی اور بعضے علما کہتے ہین کہ گمان سے

الواقع فی الاٰیة والحدیث التهمة کمن یتهم بالفاحشة او بشرب الخمر ونحو ذلك ولم یظهر علیه ما یقتضی ذلك فان
جو آیت اور حدیث مین آیا ہے تہمت ہی مراد ہے مثلا کوئی کسی کو فحش یا شراب خواری یا اسکے مثل کی تہمت لگائے اور اس سے کوئی بات ظاہر نہین ہوئی جو اُسکو مقتضی ہو پس بیشک

من حکم بالظن علی غیره بشر بعثه الشیطان علی ان یطول فیه اللسان بالغیبة والبهتان او ینقص فی القیام
جو شخص گمان سے غیر پر برائی کا حکم لگاتا ہے اُسکو شیطان اُبھارتا ہے کہ اُسکی غیبت اور بہتان مین زبان درازی کرے یا اُسکے حقوق کے ادا کرنے مین کوتاہی

بحقوقه او یتوانی فی اکرامه او ینظر الیه بعین الاحتقار ویری نفسه خیرا منه وکل ذلك من المهلکات ولذلك منع
کرے یا عزت کرنے مین سستی کرے کہ اُسکو نظر حقارت سے دیکھے اور اپنے آپ کو اُس سے بہتر سمجھے اور یہ سب ہلاک کرنے والی چیزین ہین اور اسی لیے

النبی علیه السلام من التعرض لمواضع التهم فقال اتقوا مواضع التهم حتی انه علیه السلام احترز من ذلك اذ روی
نبی علیہ السلام نے تہمت کی جگہ جانے سے منع کیا ہے پس فرمایا ہے بچتے رہو تہمت کی جگہ سے یہان تک کہ خود نبی علیہ السلام اس سے احتراز فرماتے تھے کیونکہ

عن علی بن الحسین ان صفیة بنت حیی قالت ان النبی علیه السلام کان معتکفا فاتیته فتحدثت عنده فلما انصرفت
علی بن حسینؓ سے روایت ہے کہ صفیہ بنت حیی کہتی ہین کہ نبی علیہ السلام معتکف تھے پس مین اُنکے پاس آئی اور باتین کین پس جب مین وہان سے پھری

قام ومشی معی فمر رجلان من الانصار فسلما ثم مضیا فدعاهما النبی علیه السلام فقال انها صفیة بنت حیی فقالا
تو پیغمبر علیہ السلام اُٹھکر میرے ساتھ چلے اتنے مین دو شخص انصار کے آگئے اور سلام کرکے چلے گئے پس نبی علیہ السلام نے اُنکو بلایا اور فرمایا یہ صفیہ بنت حیی ہین اُن دونون نے عرض کیا

یا رسول الله ما نظن بك الا خیرا قال ان الشیطان یجری من ابن اٰدم مجری الدم وانی خشیت ان یدخل علیکما فانظر
یا رسول اللہ ہمکو آپ پر سوائے خیر کے کچھ گمان نہین ہے آپنے فرمایا شیطان آدمی کے اندر خون کیطرح پھرتا ہے اور مجکو خوف ہوا کہ تمپر دخل کرلے پس دیکھو

انه علیه السلام کیف اشفق علیهما بل علی جمیع الامة وعلمهم طریق الاجتناب عن التهمة حتی لا یتساهل العالم المعروف
نبی علیہ السلام نے اُنپر کیسی شفقت فرمائی بلکہ تمام امت پر اور اُنکو تہمت سے بچنے کا طریقہ سکھا دیا تاکہ کوئی عالم جو اپنے احوال مین نیکی کے ساتھ مشہور ہو

بالصلاح فی احواله ویقول لا یظن بمثلی الا الخیر عجابا بنفسه فان من کان من المؤمنین اورع الناس واتقیهم واعلمهم
تساہل نکرے کہ اپنی خود بینی سے یہ نہ کہے کہ مجھ جیسے پر سوائے نیکی کے اور کوئی گمان نہین ہوسکتا اسلیے کہ مسلمانون مین جو کوئی سب سے بڑا پرہیزگار اور بڑا متقی اور بڑا عالم ہو

لا ینظر الیه الناس کلهم بعین واحدة بل ینظر الیه بعضهم بعین الرضی وبعضهم بعین السخط فعلی هذا یجب علی
تو بھی تمام لوگ اُسکو ایک نظر سے نہین دیکھتے بلکہ بعضے اعتقاد کی نگاہ سے اور بعضے ناراضی کی نگاہ سے دیکھتے ہین پس اس بیان کے موافق

المؤمن الاحتراز عن مواضع التهم لئلا یتهم الناس بالمنکرات ودلیل کون الظن بمعنی التهمة فی الاٰیة والحدیث ورود
مومن پر تہمت کی جگہ سے احتراز کرنا واجب ہے تاکہ لوگون مین برائیون کے ساتھ بدنام نہو اور جو آیت اور حدیث مین ہے گمان بمعنی تہمت ہونے کی دلیل اُنکی تجسس کے بعد

النهی بعده عن التجسس فان الانسان قد یقع له خاطر التهمة ابتداء فیرید ان یتجسس لیتحقق ما وقع له من خاطر التهمة
ممانعت کا آنا ہے کیونکہ آدمی کے دل مین بعضے وقت پہلے تہمت کا خطرہ آتا ہے پھر اُسکی ٹوہ لگتی ہے کہ اُسکی تحقیق ہوجائے جو اُسکی تہمت کا خطرہ واقع ہوا ہے

التهمة لان التجسس من ثمرات سوء الظن فان من وقع فی قلبه خاطر لا یقنع بالظن بل یطلب التحقیق فیشتغل
کیونکہ تجسس بدگمانی کا پھل ہے پس جسکے دل مین کچھ خطرہ آتا ہے تو صرف گمان پر اکتفا نہین کیا کرتا بلکہ تحقیق کرنا چاہتا ہے لہذا تجسس مین لگ جاتا ہے
بالتجسس فنهی الله تعالی ورسوله عن التجسس وهو البحث عن عیوب الناس وطلب الامارات المعرفة لها
پس اللہ تعالی نے اور اسکے رسول نے تجسس کی ممانعت کردی اور تجسس لوگون کے عیوب کو تلاش کرنا ہے اور ایسی علامتین تلاش کرنا جنسے اسکا یقین ہو جائے
فان حصلت امارة من امارات المعرفة بلا تجسس واورثت معرفة جاز العمل بمقتضاها فاما طلبها فلا رخصة فیه
پس اگر کوئی علامت بلا جستجو کے حاصل ہو جائے اور اس سے یقین ہو جائے تو اسپر عمل جائز ہے رہی اسکی جستجو سو اسکی بالکل اجازت نہین ہے
اصلا وقد روی عن عبد الله بن المبارک انه قال لعلی والد سهیل ارضیت عن سهیل فقال له سهیل الیس
اور عبد اللہ بن مبارک سے روایت ہے کہ انھون نے علی سہیل کے باپ سے کہا کیا تم سہیل سے خوش ہو پس سہیل نے اُنسے کہا کیا تم کو
قد نهاک الله عن التجسس فتصاغرت الی عبد الله نفسه فکل امر اذا فتشت منه ثقل علی صاحبک مطالعتک
اللہ تعالی نے تجسس سے منع نہین کیا پس عبد اللہ اپنے دل مین شرمندہ ہوئے پس جو بات ایسی ہو کہ اگر تو اسکی تفتیش کرے تو تیرے یار پر تیری آگاہی گران گذرے
ایاه واسره منک فهو تجسس قال ابن الجوزی لا ینبغی لاحد ان یسترق السمع علی دار غیره لیسمع صوت
اور وہ تجھ سے اسکو چھپائے بس وہی تجسس ہے ابن جوزی نے کہا ہے کسی کو نہین چاہیے کہ غیر کے گھر پر پوشیدہ کان لگائے تاکہ باجون کی آواز سنے
الاوتار ولا ان یتعرض للشم لیدرک رائحة الخمر ولا ان یمس ما ستره بثوبه لیعرف ما هو ولا ان یستخبر الجیران
اور نہ یہ کہ سونگھنے کا قصد کرے تاکہ شراب کی بو پائے اور نہ ٹٹولے جسکو کپڑے سے ڈھانک رکھا ہو کہ وہ کیا ہے اور نہ پڑوس کی خبر لینا پھرے
بما جری فان فعل شیئا من ذلک یدخل فی مذمة التجسس ومذمة قوله تعالی وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ
کہ اُن مین کیا گذری اگر اس مین سے کچھ بھی کریگا تو وہ تجسس کی مذمت مین آجائیگا اور اس آیت کی مذمت مین اور جو لوگ ایذا دیتے ہین مسلمان مردون کو اور
الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا وروی عن ابن عمر انه علیه السلام صعد المنبر فنادی
مسلمان عورتون کو بن کیے کام کے تو اٹھایا انھون نے بہتان اور صریح گناہ اور ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے پھر بلند آواز سے
بصوت رفیع فقال یا معشر من اسلم بلسانه ولم یفض الایمان الی قلبه لا تؤذوا المسلمین ولا تعیروهم ولا تتبعوا
پکار کر فرمایا اے وہ لوگو جو زبانی مسلمان ہوئے اور اُنکے دلون مین ایمان کا اثر نہین ہوا مسلمانون کو مت ستاؤ اور نہ عار دلاؤ اور نہ اُنکے پوشیدہ عیب
عوراتهم فان من تتبع عورة اخیه تتبع الله عورته ومن تتبع الله عورته یفضحه ولو فی جوف بیته وقال
ڈھونڈھو بیشک جو اپنے بھائی کے چھپے عیب تلاش کرتا ہے اللہ تعالی اسکے چھپے عیب ظاہر کرتا ہے اور اللہ نے جسکے چھپے عیب کھولدئے تو اسکو رسوا کردیتا ہے اگرچہ گھر کے اندر کیا کرے اور بعضے
بعض السلف من اراد ان یسلم من الغیبة فلیسد علی نفسه باب الظنون فان من سلم من الظن سلم من
اگلے لوگون کا قول ہے جو شخص چاہے کہ غیبت سے بچے تو اپنے اوپر بدگمانیون کا دروازہ بند کرے کیونکہ جو بدگمانی سے بچ گیا ہے تو تجسس سے
التجسس ومن سلم من التجسس سلم من الغیبة ومن سلم من الغیبة سلم من الزور ومن سلم من الزور سلم من
بچ گیا ہے اور جو تجسس سے بچا غیبت سے بچا اور جو غیبت سے بچا جھوٹ سے بچا اور جو جھوٹ سے بچا وہ بہتان سے بچا
البهتان فلو ظهر من مسلم علامة تدل علی فساد لا یجوز عقد القلب علیها واساءة الظن بالمسلم بها لما روی انه علیه
پس اگر کسی مسلمان سے ایسی علامت ظاہر ہو جاسکے جو خرابی پر دلالت کرتی ہو تو اسکو دل مین ٹھان لینا اور اسکے سبب مسلمان پر بدگمانی جائز نہین کیونکہ نبی
السلام قال ان الله تعالی حرم من المسلم دمه وماله وعرضه وان یظن به ظن السوء فلا یستباح ظن السوء الا بما
علیہ السلام نے فرمایا بیشک اللہ تعالی نے مسلمان کا خون اور مال اور آبرو اور اسکے حق مین بدگمانی کرنا حرام کردیا ہے پس بدگمانی جائز نہین مگر اسی طرح جس طرح کہ
یستباح به المال وهو یقین عن مشاهدة او بینة عادلة وان خطر لک سوء الظن ولم یکن لک یقین ینبغی لک ان
اسکا مال جائز ہوتا ہے یعنی مشاہدہ سے یا عادل گواہون سے یقین ہوا ہو اور اگر تیرے دل مین بدگمانی کا خطرہ آئے اور تجھکو اسپر یقین نہین ہے تو تجھ کو چاہیے کہ
تدفعه عن نفسک وتقرر علیها ان حاله مستور عندک فما رأیته منه من العلامة یحتمل الخیر والشر فکیف
اسکو دل سے دور کردے اور اسکو یون سمجھائے کہ اسکا حال تجھپر پوشیدہ ہے اور جو اسکی علامت تو نے دیکھی اس مین نیک اور بد دونون کا احتمال ہے پس اُسپر

تحکم علیہ بالشر واما اذا اخبرک بہ عدل ومال قلبک الی تصدیقہ کنت معذورا لانک لو کذبتہ تکون جانیا علیہ حیث
برائی کا کیسے حکم لگا ہو اور اگر کوئی عادل تجھکو اُسکی خبر دے اور تیرا دل اُسکی تصدیق پر مائل ہو تو تو معذور ہو اسلیئے کہ اگر تو اُسکو جھوٹا سمجھے تو اُسکا
ظننت بالکذب وھذا من سوء الظن ایضا فلا ینبغی لک ان تحسن الظن باحد وتسیئہ بالآخر بل ینبغی
گنہگار ہوتا ہو اسواسطے کہ اُسکے حق میں جھوٹ کا گمان کیا یہ بھی ایک بدگمانی ہو لہذا تجھکو لائق نہیں ہو کہ ایک کے حق میں اچھا گمان کرے اور دوسرے کے حق میں بدگمانی کرے بلکہ تجھکو چاہیئے
لک ان تبحث عن حالھما ھل بینھما عداوۃ ومحاسدۃ وتعنت ام لا فان کان بینھما شئ منھا یتطرق
کہ اُن دونوں کا حال دریافت کرے کہ آیا اُن دونوں میں دشمنی اور حسد اور سرکشی ہو یا نہیں پھر اگر اُن دونوں میں اُنمیں سے کچھ بھی ہو تو اب
التھمۃ والشرع قد رد شھادۃ الاب العدل للتھمۃ فلک ان تتوقف عند ذلک ولا تحکم علیہ بکذب ولا
تہمت نے راہ پائی اور شرع نے تو عادل باپ کی گواہی کو بھی تہمت کے لحاظ سے رد کر دیا ہو لہذا اب تجھکو چاہیئے کہ توقف کرے کچھ حکم نہ لگائے نہ جھوٹ کا اور نہ
بصدق وتقول ما ذکر من حالہ کان فی ستر اللہ تعالی عندی وکان امرہ محجوبا عنی وقد بقی کما کان لم
سچ کا اور یوں کہو کہ اُسکا جو حال بیان ہوا وہ مجھ سے اللہ تعالی کی پردہ پوشی میں تھا اور اُسکا حال مجھ سے پوشیدہ تھا اور وہ ایسا ہی ہو جیسا کہ تھا مجھپر اُسکا حال
ینکشف لی من امرہ شئ ھذا اذا اخبرک عدل واحد واما اذا اخبرک عدلان فلا مجال لک من عدم تصدیقھما
کچھ نہیں کھلا یہ جب ہو کہ ایک عادل بیان کرے اور اگر تجھکو دو عادل خبر دیں تو اب اُنکو سچ نہ جاننے کی کوئی وجہ نہیں
لانھما حجۃ فی الشرع لکن ینبغی ان یعلم ان الانسان لعدم کونہ خالیا عن الخطاء والنقصان لا یوجد احد من
کیونکہ یہ دونوں شرع میں حجت ہیں لیکن جاننا چاہیئے کہ چونکہ کوئی آدمی خطا اور نقصان سے خالی نہیں لہذا مؤمنوں میں سے کوئی موجود نہیں
المؤمنین الا ولہ محاسن ومساوی فمن غلبت محاسنہ علی مساویہ فھو یعد من الصالحین فلذلک قال الامام
مگر اُسکی بھلائیاں بھی ہیں اور برائیاں بھی پس جسکی خوبیاں اُسکی برائیوں سے زیادہ ہیں اُسکا صلحا میں شمار ہو اسی لیے امام شافعیؒ نے
الشافعی ما احد من المسلمین یطیع اللہ تعالی ولا یعصیہ ولا احد من المؤمنین یعصی اللہ ولا یطیعہ
کہا ہو کوئی مسلمان ایسا نہیں ہو کہ صرف اللہ تعالی کا مطیع ہو اور نافرمانی نہ کرتا ہو اور نہ کوئی ایسا مؤمن ہو جو صرف گناہ کرتا ہو اور کچھ اطاعت نہ کرتا ہو
فمن کانت طاعاتہ اکثر من معاصیہ فھو عدل فی حکم الشرع فاذا کان مثل ھذا عدلا فی حق اللہ تعالی فکونہ
پس جسکے طاعات گناہوں سے زیادہ ہوں تو وہ شرع کے حکم میں عادل ہے تو جب ایسا شخص حق اللہ میں عادل ہوا تو تیری نظروں میں
عدلا عندک اولی واحری وروی ان رجلا اثنی علی رجل عند النبی علیہ السلام فلما کان من الغد ذمہ فقال
اُسکا عادل ہونا اولی اور زیادہ لائق ہو اور روایت ہو کہ ایک شخص نے نبی علیہ السلام کے سامنے ایک کی تعریف کی پس جب اگلا دن ہوا تو اُسکی مذمت کی اور کہا
واللہ لقد صدقت علیہ بالامس وما کذبت علیہ الیوم فانہ ارضانی بالامس فقلت فی حقہ احسن ما علمت
قسم ہو خدا کی بیشک میں نے کل سچ عرض کیا تھا اور آج جھوٹ نہیں کہتا ہوں کیونکہ کل اُسنے مجھکو خوش کیا تھا سو میں نے اُسکے حق میں جو نیک بات معلوم تھا کہدیا تھا
فیہ واغضبنی الیوم فقلت فی حقہ اقبح ما علمت فیہ فقال النبی علیہ السلام ان من البیان سحرا فکان علیہ
اور آج اُسنے مجھے ناخوش کر دیا تو مجھکو جو برائی معلوم تھی کہدی پس نبی علیہ السلام نے فرمایا بیشک بعضی تقریر جادو ہو پس گویا نبی علیہ السلام کو
السلام کرہ ذلک وشبہہ بالسحر اذ ما من شخص الا ویمکن تحسین حالہ وتقبیحہ بما یوجد فیہ من الخصال المحمودۃ والمذمومۃ
یہ برا معلوم ہوا اور جادو سے اُسکو مشابہ فرمایا کیونکہ ایسا کوئی نہیں کہ اُسکے حال پر بہ لحاظ عادات نیک اور بد کے تحسین یا تقبیح نہ ہو سکے

المجلس السابع والثمانون فی بیان النہی عن المصاحبۃ والمؤاکلۃ مع الفاسق

مجلس ہشتاد و ہفتم فاسق کی صحبت اور اُسکے ساتھ کھانا کھانے کی ممانعت کے بیان میں

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصحب الا مؤمنا ولا یأکل طعامک الا تقی ھذا الحدیث من حسان المصابیح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مت صحبت رکھ مگر مومن سے اور مت کھائے تیرا کھانا مگر پرہیزگار یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے
رواہ ابو سعیدؓ والمراد بالمؤمن المذکور فیہ المؤمن الخاص الذی یقابلہ الفاسق کما فی قولہ تعالی افمن
ابو سعیدؓ نے روایت کیا ہو اور مؤمن سے مراد اس حدیث میں خاص مؤمن ہو جسکے مقابلہ میں فاسق ہوتا ہو جیسا کہ اللہ تعالی کے اس قول میں کیا جو شخص

كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ ۝ فكانه عليه السلام قال لا تصاحب الا صالحا ولا تخالل الا تقيا فانه عليه السلام
مؤمن ہو اُسکے مثل ہے جو فاسق ہو دونون برابر نہین پس گویا نبی علیہ السلام نے فرمایا مت صحبت رکھ مگر صالح کی اور مت دوستی کر مگر پرہیزگار کی پس نبی علیہ السلام نے
قد حث المؤمن فی هذا الحديث عن مصاحبة من ليس بتقی و زجره عن مخالطته ومواكلته لان الصحبة و
اس حدیث مین مومن کو اُسکی صحبت سے ڈرایا ہے جو پرہیزگار نہو اور اُس سے میل جول اور اُسکے ساتھ کھانے پینے سے منع کیا ہے اسلیے کہ صحبت اور
المخالطة توقع الالفة والمحبة فی القلب فيلزم ان يكون كما قال النبی عليه السلام فی حديث رواه ابو هريرة رضی
ملاقات دل مین الفت اور محبت ڈال دیتی ہے پس لازم آتا ہے کہ ویسی ہو جیسا کہ نبی علیہ السلام نے ایک حدیث مین فرمایا ہے جسکو ابو ہریرہ رضی نے روایت کیا ہے
يحشر المرء على دين خليله فلينظر احدكم من يخالل يعنی ان من كان صديقه صالحا يكون صالحا ومن كان
کہ آدمی کا حشر اپنے دوست کے دین پر ہوگا لہٰذا ہر ایک دیکھ بھال لے کہ کس سے دوستی کرتا ہے یعنی جسکا دوست نیک ہوگا وہ بھی نیک ہوگا اور جسکا
صديقه فاسقا يكون فاسقا فيدخل فی عموم قوله تعالى اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝
دوست فاسق ہوگا وہ بھی فاسق ہوگا پس اس آیت کے عام مضمون مین داخل ہو جائے دوست اُسدن ایک دوسرے کے دشمن ہونگے مگر پرہیزگار
فان كل واحد من الاخلاء الغير المتقين يقول يوم القيمة يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا يٰلَيْتَ بَيْنِیْ وَبَيْنَهٗ بُعْدَ
پس غیر پرہیزگارون سے ہر شخص قیامت کے دن کہیگا ای خرابی میری کاش نہ بناتا مین فلانے کو دوست ای کاش میرے اُسکے درمیان فرق ہوتا
الْمَشْرِقَيْنِ فعلى هذا ينبغی للمؤمن ان لا يتخذ خليلا الا من يثق بدينه وامانته ويعرف صلاحه وتقواه اذ لا
مشرقین کا سا اس بنا پر مومن کو چاہیے کہ کسی کو دوست نہ بنائے مگر اُسکو جسکے دین اور امانت پر اعتماد ہو اور اُسکی خوبی اور تقوی معلوم ہو کیونکہ
يصلح الصداقة كل احد بل لا بد ان يكون فيمن تؤثر صداقته عدة خصال الاولى العقل اذ لا خير فی صداقة
ہر ایک شخص دوستی کے قابل نہین بلکہ ضرور ہے کہ جسکی دوستی تو اختیار کرے اُسمین کئی خصلتین ہون اول عقل اسواسطے کہ احمق کی دوستی مین
الاحمق لان احسن احواله ان يضرك وهو يريد نفعك وترجع الى القطيعة والوحشة عاقبتها وان طالت مدتها
کچھ اچھائی نہین کیونکہ اُسکا اچھے سے اچھا حال یہ ہے کہ بھلائی کرنا چاہتا ہو اور تیرا نقصان کر دیتا ہے اور اُسکا انجام ترک تعلق اور وحشت ہوتا ہے اگرچہ مدت گذر جائے
ولذلك قيل لعدو العاقل خير من الصديق الاحمق والمراد من العاقل من يفهم الامور على ما هی عليه ما بنفسه او
اسی لیے کسی کا قول ہے عقلمند دشمن نادان دوست سے بہتر ہے اور مراد عاقل سے یہ ہے کہ امور کی حقیقت اور اصل کو سمجھتا ہو خود بخود یا
بتعليم وتفهيم وقد روی عن الحسن انه قال هجران الاحمق قربان الى الله تعالى وقال عيسى النبی عليه السلام
سیکھ اور سمجھ کر اور حسن سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہین احمق سے ترک تعلق اللہ تعالی کے قریب ہونا ہے اور عیسی نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے
انی ما عجزت من احياء الموتى وقد عجزت عن معالجة الاحمق والثانية حسن الخلق اذ لا خير فی صداقة من لا
کہ مین مُردون کے زندہ کرنے مین کبھی عاجز نہین ہوا لیکن احمق کو علاج سے عاجز ہو گیا دوسری خصلت حسن خلق ہے اسلیے کہ اُس شخص کی دوستی مین کچھ بھلائی نہین جس کو
يملك نفسه عند الغضب والشهوة فان العاقل وان كان يدرك الاشياء على ما هی عليه لكن اذا غلبه الغضب
شہوت کے وقت اپنے نفس پر قابو نہو کیونکہ عاقل اگرچہ اشیا کو اصلی حالت پر جان لیگا لیکن جب اُسپر غصہ اور شہوت غلبہ کریگی
والشهوة يطيع نفسه ويفعل ما يقتضيه هواه والثالثة الصلاح اذ لا خير فی صداقة الفاسق لان من يرتكب
تو نفس کی اطاعت کریگا اور وہی کام کریگا جو اُسکی خواہش چاہتی ہے اور تیسری خصلت نیک ہونا ہے اسواسطے کہ فاسق کی دوستی مین کچھ بھلائی نہین کیونکہ جو شخص
الكبيرة لا يخاف الله تعالى ومن لا يخاف الله تعالى لا يؤمن غائلته ولا يوثق بصداقته والرابعة الصدق
گناہ کبیرہ کرتا ہے وہ خدا سے نہین ڈرتا اور جو اللہ تعالی سے نہ ڈرے اُسکی بدی کا کھٹکا نہین جاتا اور اُسکی دوستی کا بھروسا نہین اور چوتھی خصلت سچائی ہے
اذ لا خير فی صداقة الكذاب لان مثله مثل السراب يقرب اليك البعيد ويبعد منك القريب وتكون منه
کیونکہ جھوٹے کی دوستی مین کچھ بھلائی نہین کیونکہ اُسکی مثال سراب کی سی ہے کہ دور کو تجھ سے نزدیک کر دیتا ہے اور نزدیک کو دور کر دیتا ہے اور تو
دائما على الغرور والخامسة الشجاعة اذ لا خير فی صداقة الجبان لانه يترك نصرتك واعانتك عند الشدة
ہمیشہ اُسکے فریب میں رہتا ہے پانچوین خصلت مردانگی ہے اسواسطے کہ ڈرپوک کی دوستی مین کچھ بھلائی نہین کیونکہ سختی کے وقت تیری مدد اور اعانت چھوڑ دیگا

ويخوفك بل يختفي ويغيب عنك والسادسة الوفاء اذ لاخير في صداقة من لا وفاء له ومعنى الوفاء الثبات على المحبة

اور تجھکو ڈرائیگا بلکہ چھپ رہیگا اور تجھ سے غائب ہو جائیگا اور چھٹی خصلت وفاداری ہے اسواسطے کہ اُسکی دوستی مین کچھ بھلائی نہین جو وفادار نہو اور معنی وفاداری کے محبت پر قائم رہنا

والدوام عليها والمحبة الدائمة هي التي تكون في الله لان ما يكون لغرض من الاغراض يزول بزوال الغرض فلا يتحقق

اور اسپر دائم رہنا ہے اور دائمی محبت وہی ہوتی ہے جو خدا کے واسطے ہو اسلیئے کہ جو محبت کسی غرض کے واسطے ہوتی ہے تو اُس غرض کے ساتھ وہ بھی جاتی رہتی ہے پس وفاداری

الوفاء لان ما ينافي الوفاء لا يكون من الوفاء فمن الوفاء في حق صديقه مراعاة جميع اصدقائه واقاربه والمتعلقين به

نہین ہونے پاتی کیونکہ جو وفاداری کے خلاف ہو وہ وفاداری مین داخل نہین اور دوست کی وفاداری مین یہ بھی ہے کہ اُسکو تمام دوستون اور اُسکے ناتے دارون اور علاقہ دارون کی رعایت کیا کرے

لان مراعاتهم اوقع في قلبه من مراعاة نفسه فيكون فرحه بتفقد من يتعلق به اكثر لدلالته على تعدى الحب منه

کیونکہ اُنکی رعایت اُسکے دل مین بہت جگہ کرتی ہے بہ نسبت خود اُسکی رعایت کے لہذا اُسکی خوشی اُسکے متعلقون کی خبر گیری سے زیادہ ہو گی کیونکہ اس سے اُس کی محبت کا بڑھ کر

الى من يتعلق به حتى قالوا ان الكلب الذي يكون في باب دار صديقه ينبغي ان يتميز في قلبه عن سائر الكلاب ومن

متعلقون تک پہونچ جانا معلوم ہوتا ہے یہان تک کہ کہتے ہین جو کتا دوست کے گھر کے دروازے پر ہو تو مناسب ہے کہ دل مین وہ بھی بہ نسبت اور کتون کے متمیز ہو اور وفاداری مین

الوفاء ان لا يصادق عدو صديقه اذ قال الامام الشافعيؒ اذا اطاع صديقك عدوك فقد اشتركا في عداوتك

ایک یہ ہے کہ اپنے دوست کے دشمن سے دوستی نکرے کیونکہ امام شافعیؒ کہتے ہین جب تیرے دوست نے تیرے دشمن کا کہا مانا تو دونون تیری دشمنی مین شریک ہوے

ومن الوفاء ان لا يتغير حاله في التواضع مع صديقه وان ارتفع شانه واتسعت ولايته وعظم جاهه ومن الوفاء

اور وفاداری مین سے ایک یہ ہے کہ دوست کے ساتھ انکساری مین حال نہ بدل جائے اگرچہ شان بلند اور حکومت زیادہ اور مرتبہ بڑا ہو جائے اور وفاداری مین سے ایک یہ ہے

ان يتورع عما يوجب التفرقة بينهما اذ من تمام الوفاء ان يكون شديد الجزع من المفارقة ولذلك قال بعض من

کہ اُن چیزون سے بچتا رہے جو دونون مین فرقت کے سبب ہون اسلیئے کہ پوری وفاداری یہی ہے کہ مفارقت سے بہت گھبراتا ہو اور اسی لیے بعضے اگلون نے کہا ہے

السلف وجدت جميع مصيبات الزمان هينة سوى مفارقة الاحباب قال ابن المبارك الذ الاشياء مجالسة الاحباب

مین نے زمانے کی تمام مصیبتون کو آسان پایا بجز دوستون کی جدائی کے اور ابن مبارک کہتے ہین بڑی مزہ دار چیز دوستون کی ہمنشینی ہے

ومن الوفاء الموافقة فيما لا يخالف الحق واما فيما يخالف الحق في امر يتعلق بالدين فليس من الوفاء الموافقة فيه بل

اور وفاداری مین سے ایک ساتھ دینا ہے اُس چیز مین جو حق کے خلاف نہو اور رہی وہ بات جو دینیات مین حق کے خلاف ہو تو اُس مین رفاقت کرنا وفاداری نہین بلکہ

من الوفاء المخالفة فيه والتنبيه على ما هو الحق كما حكي عن الامام الشافعي انه يواخي محمد بن الحكم وكان يقربه ويقبل

اُس مین مخالفت کرنا ہی اور حق کا بتلا دینا ہی وفاداری ہے چنانچہ امام شافعی سے حکایت ہے کہ وہ محمد بن حکم سے برادرانہ محبت رکھتے تھے اور اُنکو پاس بٹھاتے اور اُنکو پاس

عليه ويقول ما يقيمني بمصر غيره فلما راى الناس صدق مودتهما ظنوا انه يفوض اليه امر مجلسه بعد وفاته فقالوا

جایا کرتے اور کہتے تھے کہ مجھ کو مصر مین اُنکے سوا کوئی نہین رکھتا پس جب لوگون نے ان دونون کی سچی محبت دیکھی تو خیال کیا کہ اپنی وفات کے بعد اپنی گدی انہی کو سپرد کرینگے سو لوگون نے

له في مرضه الذي توفي فيه الى من تفوض امر مجلسك بعدك وكان محمد بن الحكم عند راسه واستشرف ليومي

اُن سے مرض موت مین پوچھا اپنے بعد اپنی گدی کسکو سپرد کرتے ہو اور اسوقت محمد بن حکم بھی سرہانے تھے اور سامنے ہو گئے تاکہ اُنکی طرف اشارہ کر دین

اليه فقال الشافعيؒ سبحان الله يجلس مجلسي ابو يعقوب البويطي ومال اصحاب الشافعي الى البويطي فانكر له محمد بن

پس امام شافعیؒ نے کہا سبحان اللہ میری جگہ ابو یعقوب بویطی بیٹھے گا اور امام شافعی کے تمام شاگرد بویطی کی طرف جھک پڑے پس محمد بن حکم کو یہ بات بری لگی

الحكم مع انه كان حمل عنه مذهبه كله الا ان البويطي كان افضل واقرب الى الزهد والورع فان بعض من يشتهر

باوجودیکہ اُنہی سے تمام مذہب سیکھا تھا مگر بویطی افضل اور بڑے زاہد اور پرہیزگار تھے کیونکہ بعضے خلقت مین علم اور فضل کے ساتھ مشہور

بالعلم والفضل بين الخلق قد يكون غيره افضل منه اما مطلقا او بخصوصية فيه لكن لا يتفطن لذلك كثير من

ہو جاتے ہین کبھی اور شخص اُنہی سے افضل ہوا کرتا ہے یا تو ہر باب مین یا کسی خاص امر مین لیکن اسکو بہتیرے لوگ نہین سمجھ پاتے

الناس فيعرضون عن غير المشهور ويشتغلون بالمشهور عندهم فيفوتهم تحصيل فضيلة من ليس بمشهور عندهم

اسلیئے غیر مشہور کو چھوڑ کر جو اُن مین مشہور ہوتا ہے اُدھر متوجہ ہو جاتے ہین لہذا اُنسے اُسکی فضیلت جاتی رہتی ہے جو اُن مین مشہور نہین

فنصح الامام الشافعي رحمه الله تعالى وللمسلمين واختار الافضل وترك المداهنة ولم يؤثر رضى الخلق على رضى الله تعالى فلما
پس امام شافعی نے اللہ کے واسطے اور مسلمانوں کے فائدہ کے لیے خیر خواہی کی اور افضل کو اختیار کیا اور طرفداری کو ترک کیا اور خلقت کی رضامندی اللہ کی رضامندی پر اختیار نہ کی پھر جب

توفي الامام الشافعي انقلب محمد بن الحكم عن مذهبه ورجع الى مذهب ابيه ودرس كتب مالك واما البويطي
امام شافعی نے وفات کی تو محمد بن حکم انکے مذہب سے پھر کر اپنے باپ کے مذہب پر ہو گئے اور امام مالکؒ کی کتابوں کا درس شروع کیا اور بویطی نے

فاثر الزهد والخمول واشتغل بالعبادة ولم يعجبه الجمع والجلوس في الحلقة فظهر من هذا كله ان الصالح للصداقة
زہد اور خلوت اختیار کی اور عبادت میں مشغول ہوے اور انکو جماعت کا ہونا اور حلقہ میں بیٹھنا پسند نہ آیا اس تمام بیان سے ظاہر ہوا کہ دوستی کے لائق وہی ہے

من يجتمع فيه هذه الخصال فان لم يجتمع فيه هذه الخصال فعليك باعتزال الناس جملة وملازمة بيتك اذ ليس
جس میں یہ خصلتیں جمع ہوں پس اگر اس میں یہ خصلتیں جمع نہوں تو پھر سب لوگوں سے الگ ہو کر اپنے گھر میں بیٹھ رہنے کو اپنے اوپر لازم کرلے اسلیے کہ

للعاقل في هذا الزمان الا التحصن بالسكوت وملازمة البيت وقد قال ابو سليمان الخطابي دع الراغبين في صحبتك
اس زمانے میں عقلمند کو سوائے خاموشی اور گھر میں پڑے رہنے کے اور کچھ نہ چاہیے اور ابو سلیمان خطابی نے کہا ہے کہ تیری صحبت اور تیری شاگردی کی رغبت

والتعلم منك فليس لك منهم صديق ولا رفيق اخوان العلانية واعداء السر اذا لقوك مدحوك واذا غبت عنهم
کرنیوالوں کو چھوڑ دے کیونکہ ان میں تیرا کوئی دوست نہیں ہے اور نہ رفیق ہے ظاہر کے بھائی ہیں باطن کے دشمن جب تجھ سے ملتے ہیں تعریف کرتے ہیں اور جب تو ان سے

اغتابوك من اتاك منهم كان عليك رقيبا واذا خرج من عندك كان عليك خطيبا فلا تغتر باجتماعهم لديك و
غائب ہو جاے تو غیبت کرتے ہیں جو ان میں سے تیرے پاس آتا ہے تو تیرا نگہبان ہوتا ہے اور جب تیرے پاس سے چلا جاتا ہے تو تیری بدگوئی کرتا ہے لہذا اپنے پاس انکے جمع ہونے اور

تملقهم بين يديك فانهم ليس مرادهم العلم بل غرضهم ان يتخذوك سلما الى اوطارهم وحمارا في حاجاتهم وان قصرت في غرض
اپنے سامنے خوشامد کرنے سے دھوکا نہ کھا کیونکہ انکی غرض علم نہیں ہے بلکہ انکی غرض یہ ہے کہ تجھکو اپنی حاجات کا زینہ اور اپنے مقاصد کا گدھا بنالیں اور اگر تو نے انکی کسی غرض میں

من اغراضهم يكونون اشد اعدائك ويعدون ترددهم اليك منة عليك ويرونه حقا واجبا لديك ويعرضون
ذرا کوتاہی کی تو پھر وہ تیرے بڑے ہی دشمن ہیں اور تیرے پاس اپنی آمد و رفت کو تجھپر احسان کرتے ہیں اور اسکو تیرے اوپر حق واجب سمجھتے ہیں اور خواہش کرتے ہیں

عليك ان تبذل لهم عرضك وجاهك ودينك وتكون لهم تابعا خسيسا بعد ان كنت متبوعا رئيسا وقد روى ابن عمرؓ انه
کہ تو اپنی آبرو اور جاہ اور دین انکے لیے کھو دے اور انکا ادنی فرمانبردار بن جائے بعد اسکے کہ تو حاکم اور سردار تھا اور ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی

عليه السلام قال الشيخ في قومه كالنبي في امته وانما يكون الشيخ في قومه كذلك لانه يعلمهم دينهم كما علم كل نبي امته دينهم
علیہ السلام نے فرمایا کہ شیخ اپنے گروہ میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی امت میں اور شیخ اپنی قوم میں ایسا اسلیے ہے کہ انکو دین سکھاتا ہے جیسے ہر نبی نے اپنی امت کو دین سکھایا

ومن حق المتعلم في حق من علمه خيرا ولو حرفا واحدا ان يحترمه ظاهرا وباطنا لكونه مثل ابيه بل هو اولى لما روى عن
اور شاگرد پر اس شخص کا حق جسنے بھلائی سکھائی ہو اگرچہ ایک حرف سہی یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں اسکی عزت کرے کیونکہ وہ اسکے باپ کے مثل ہے بلکہ اس سے بہتر ہے اسلیے کہ

ابي هريرةؓ انه عليه السلام قال انما انا لكم مثل الوالد لولده وفي حديث اخر انه عليه السلام قال خير الاباء من علمك و
ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے ایسا ہوں جیسے بیٹے کے لیے باپ اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اچھا باپ وہ ہے جو تجھکو علم سکھائے اور

سبب ذلك ان المعلم يقصد الانقاذ من نار الاخرة وهو اهم من انقاذ الابوين ولدهما من نار الدنيا ولذلك كان حق
سبب اسکا یہ ہے کہ استاد آخرت کی آگ سے بچانا چاہتا ہے اور یہ دنیا کی آگ سے ماں باپ کا اپنے بچے کو بچانے سے زیادہ اہم ہے اور اسی واسطے استاد کا حق

المعلم اعظم من حق الوالدين فانهما وان كانا سببين للوجود والحيوة الفانية لكن لولا المعلم وافادته ما هو سبب للحيوة
ماں باپ کے حق سے زیادہ ہے کیونکہ ماں باپ اگرچہ وجود اور حیات فانی کے سبب ہیں لیکن اگر استاد اور اسکی تعلیم نہوتی جو حیات اخروی

الاخروية الدائمة لساق ما حصل من جهتهما الى الهلاك الدائم ثم انه لما كان مثل الاب يلزمه ان يجري المتعلم مجرى
دائمی کا سبب ہے تو بیشک جو ماں باپ کی طرف سے حاصل ہوا ہے ہمیشہ کی ہلاکت کی طرف لیجاتا پھر وہ جب بجاے باپ کے ہوا تو اسکو لازم ہے کہ شاگرد کو بجاے

ابنه ويشفق عليه ويمنعه عن تجاوزه مرتبته الى مرتبة لم يستحقها ولم يجئ اوانها ويبين له ان المقصود من العلم تحصيل
بیٹے کے سمجھے اور اسپر شفقت کرے اور اپنے مرتبہ سے ایسے مرتبہ کی طرف بڑھنے سے جسکا وہ ابھی مستحق نہیں ہوا اور اسکا ابھی وقت نہیں آیا منع کرے اور اسکو بیان کردے کہ علم سے مقصود

سعادة الاخرة لا طلب الرياسة والمفاخرة كما حكى ان ابا يوسف لما عقد مجلسا للتدريس من غير اعلام ابي حنيفة

سعادت اخروی ہو ریاست اور عزت چنانچہ حکایت ہو کہ ابو یوسف نے جب ایک مدرسہ تدریس کیواسطے بلا اطلاع امام ابوحنیفہؒ کے مقرر کیا تو

ارسل اليه ابو حنيفة رجلا ليسأله عن عدة مسائل من جملتها انه سأله عن قصار جحد الثوب ثم جاء به مقصورا

امام ابوحنیفہؒ نے اُنکے پاس آدمی بھیجا تاکہ اُن سے چند مسئلے پوچھ آئے اُن میں سے ایک یہ پوچھا تھا کہ ایک دھوبی کپڑے سے مکر گیا پھر دھوکر لے آیا تو آیا

هل يستحق الاجرة ام لا فقال ابو يوسف يستحق فقال الرجل خطأت فقال لا يستحق فقال خطأت فتحير ابو يوسف فقال

دھلائی کا مستحق ہو یا نہیں ابو یوسفؒ نے کہا مستحق ہو اُس شخص نے کہا غلط کہا پھر کہا مستحق نہیں پھر اُس شخص نے کہا غلط کہا پس ابو یوسف حیران رہ گئے تب اُس

الرجل ان كانت القصارة قبل الجحود يستحق والا فلا وهكذا اخطأه في كل ما اجاب من سائر المسائل فعلم ابو يوسف

شخص نے کہا اگر انکار سے پہلے دھو چکا ہو تو اجرت کا مستحق ہو ورنہ نہیں اور اسی طرح جتنے مسائل کا جواب دیا سب میں غلطی پکڑی تب ابو یوسف کو اپنی کوتاہی معلوم ہوئی

قصوره فعاد الى ابي حنيفة وحين جاء قال له ابو حنيفة ما جاء بك الا مسألة القصار فانك زببت قبل ان تحصرم

پس امام صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور جب وہ آئے تو ابوحنیفہؒ نے کہا نہیں لایا تجھ کو مگر دھوبی کا مسئلہ بیشک تونے انگور کچے پن سے پہلے توڑے

سبحان الله من رجل يعقد مجلسا ويتكلم في دين الله ولا يحسن مسألة في الاجارة ثم قال من ظن انه يستغني

سبحان اللہ ایک شخص مدرسہ قائم کرکے اللہ کے دین میں گفتگو کرے اور اجارے کا ایک مسئلہ ٹھیک نہیں جانتا پھر فرمایا جسکو یہ خیال ہو کہ علم سیکھنے کی مجھکو

عن التعلم فليبك على نفسه وكان سبب انفراده على ما ذكر في مناقب الكردري انه مرض مرضا شديدا فعاده

حاجت نہیں تو وہ اپنے اوپر روئے اور اُنکے الگ ہو جانے کا سبب موافق بیان مناقب کردری کے یہ ہوا تھا کہ وہ سخت بیمار ہوئے تو امام اُنکی عیادت کو گئے

الامام فقال لقد كنت اؤملك بعدي للمسلمين ولئن اصبت ليموتن علم كثير فلما برأ اعجب بنفسه وعقد

اور فرمایا مجھ کو اپنے بعد تجھ سے مسلمانوں کے حق میں بڑی امید تھی البتہ اگر تو مر گیا تو بہت بڑا علم مر جائیگا پس جب وہ اچھے ہو گئے تو اپنے دل میں خوش ہوئے اور مدرسہ

مجلس الامالي ولم يتفطن ان في قول الامام لقد كنت اؤملك بعدي للمسلمين اشارة الى ان المتعلم لا ينبغي

تیار کیا اور یہ نہ سمجھے کہ امام کے اس قول میں مجھکو اپنے بعد مسلمانوں کے لیے تجھ سے بڑی امید تھی اشارہ ہو کہ شاگرد کو نہ چاہیے کہ اپنے آپ اُستاد کے زمانہ میں بلا اُنکی

ان يستبد بنفسه في زمن استاذه بلا اذن منه ثم لما علم قصوره ترك مجلسه وعاد الى ابي حنيفة واشتغل

اجازت کے مستقل ہو جائے پس جب اُنکو اپنا قصور ثابت ہو گیا تو وہ مجلس چھوڑ دی اور ابو حنیفہؒ کے پاس آکر اُنکی شاگردی

بالتعلم منه قال ابن المبارك لا يزال المرء عالما ما طلب العلم فاذا ظن انه علم فقد جهل وقال الامام

شروع کی ابن مبارکؒ کہتے ہیں کہ آدمی ہمیشہ عالم رہتا ہو جب تک علم طلب کرتا ہو پس جب یہ گمان کیا کہ میں سیکھ چکا تو اب جاہل ہو گیا اور امام

الغزالي في الاحياء كل متعلم استبقى لنفسه رأيا واختيارا وراء اختيار المعلم فاحكم عليه بالخسران

غزالی نے احیاء العلوم میں کہا ہو جو شاگرد اپنی کوئی رائے قائم کرکے علاوہ اُستاد کی رائے کے اختیار کرے تو اُسپر نقصان پانے کا حکم لگاؤ

المجلس الثامن والثمانون في بيان افضل الاعمال الحب في الله والبغض في الله

مجلس ہشتاد و ہشتم اس بیان میں کہ اللہ کے واسطے محبت اور اللہ کے واسطے عداوت سب اعمال سے عمدہ ہے

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم افضل الاعمال الحب في الله والبغض في الله هذا الحديث من حسان المصابيح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب اعمال سے افضل دوستی ہو اللہ کیواسطے اور دشمنی ہو اللہ کیواسطے یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے ہے

رواه ابو ذرؓ وفيه اشارة الى ان المؤمن لا بد له ان يكون له اصدقاء يحبهم في الله تعالى واعداء يبغضهم في الله تعالى

ابو ذرؓ نے روایت کیا ہو اور اس میں اس بات کا اشارہ ہو کہ مومن کو ضرور ہو کہ اُسکے کچھ دوست ہوں جنسے اللہ کے واسطے محبت ہو اور کچھ دشمن جنسے اللہ کیواسطے عداوت ہو

فانه اذا احب احدا لكونه مطيعا لله تعالى فلا بد له ان يبغضه عند كونه عاصيا لله تعالى لان من يكون محبوبا

کیونکہ جب وہ کسی سے اللہ کا فرمانبردار ہونے کیوجہ سے محبت رکھیگا تو ضرور ہو کہ اللہ تعالی کی نافرمانی ہونیکے وقت اُس سے بغض رکھیگا اسلیے کہ جو شخص کسی سبب سے

لسبب فبالضرورة يكون مبغوضا لضده وهو مطرد في الحب والبغض لكن كل واحد منهما دفين في القلب

محبوب ہوگا تو ضرور اُسکے خلاف کرنے سے مبغوض ہوگا اور یہ بات محبت اور بغض میں ہمیشہ ہوتی ہو لیکن ان میں سے ہر ایک دل میں دبی رہتی ہے

وانما يترشح عند الغلبة اذ عند غلبة الحب يظهر افعال المحبين من المقاربة والموافقة ويسمى موالاة وعند غلبة
اور ظہور اسکا غلبہ کے وقت ہوتا ہے اسلیے کہ محبت کے غلبہ مین دوستون کے سے افعال ہوتے ہین یعنی مقاربت اور موافقت اور اسی کو دوستی کہتے ہین اور بغض کے غلبہ کے وقت

البغض يظهر افعال المبغضين من المباعدة والمخالفة ويسمى معاداة فان قيل باى طريق يمكن اظهار البغض فالجواب
عداوت کے سے افعال ظاہر ہوتے ہین جیسے دوری اور مخالفت اور اسی کا نام دشمنی ہے پس اگر کوئی کہے کہ بغض کا ظاہر کرنا کسطرح ممکن ہے تو جواب یہ ہے

ان اظهاره لا يخلو اما ان يكون فى القول وفى الفعل اما فى القول فيكون تارة بكف اللسان عن مكالمته ومحادثته وتارة
کہ اسکا اظہار دو حال سے خالی نہین یا تو قول سے ہوگا یا فعل سے قول سے تو کبھی اسکے ساتھ بولنے اور بات چیت سے زبان روک لینے سے ہوتا ہے اور کبھی

بتغليظ القول عليه واما فى الفعل فيكون تارة بقطع السعى فى اعانته وتارة بالسعى فى اساءته وافساد مآربه
اسکو سخت کہنے سے اور لیکن فعل سے تو کبھی امداد مین تن دہی نہ کرنے اور کبھی اسکے بگاڑ کی اور اسکا مقصد خراب کرنے کی کوشش کرنے سے

فيما يفسد عليه طريق المعصية لا فيما لا يؤثر فيه وهذا اذا صدر عنه المعصية على طريق القصد كبيرة كانت
اس بات مین کوشش کرنا جو اسکے لیے طریقہ معصیت بگاڑ دے نہ اس چیز مین کہ طریق معصیت کے بگاڑنے مین اسکو کچھ اثر نہو اور یہ جب ہے کہ معصیت اس سے قصداً ہو کبیرہ ہو

او صغيرة واما ما جرى مجرى الهفوة التى يعلم انه نادم عليها غير مصر عليها فالاولى فيه الاغماض والستر
یا صغیرہ اور جو گناہ کہ قائم مقام لغزش کے ہو جس سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ اسپر شرمندہ ہے اسپر اڑا ہوا نہین تو اسمین چشم پوشی اور پردہ پوشی کرنا اولے ہے

لا سيما اذا كانت معصية بالجناية على حقك او حق من يتعلق بك فعدم الاعتراض حسن لان العفو عمن ظلمك
خاصکر جبکہ وہ معصیت تیرے حق مین یا تیرے کسی متعلق کے حق مین قصور ہو تو اسپر اعتراض نہ کرنا اچھا ہے کیونکہ درگذر کرنا ایسے سے جو تجھپر ظلم کرے

واساء اليك من اخلاق الصديقين واما من ظلم غيرك وعصى الله تعالى به فعدم الاعتراض عليه احسان
اور تیرے ساتھ برائی کرے صدیقین کی عادت ہے اور جو شخص اور پر ظلم کرے اور اللہ تعالی کی نافرمانی کرے تو اسپر اعتراض نہ کرنا اسکے ساتھ احسان کرنا ہے

اليه فلا يحسن الاحسان اليه لان الاحسان اليه اساءة الى المظلوم وحق المظلوم اولى بالمراعاة وتقوية قلبه
لہذا ایسے پر احسان کرنا اچھا نہین کیونکہ اسکے ساتھ احسان کرنا مظلوم کے ساتھ بدسلوکی ہے اور مظلوم کے حق کی رعایت زیادہ بہتر ہے اور مظلوم کا دل ظالم سے

بالاعراض عن الظالم احب الى الله تعالى من تقوية قلب الظالم وقد اتفق السلف على اظهار البغض والعداوة
اعراض کرکے قوی کرنا اللہ تعالی کو ظالم کے دل کی تقویت سے زیادہ محبوب ہے اور سب متقدمین ظالمون اور بدعتیون اور ہر کوئی خدا کی

للظلمة والمبتدعة وكل من عصى الله تعالى بمعصية متعدية منه الى غيره واما من عصى الله تعالى فى حق
ایسی نافرمانی کرتا ہو کہ اسکا اثر غیر تک پہونچے اسپر بغض اور عداوت ظاہر کرنے پر متفق ہین اور رہا وہ شخص کہ اپنے حق پر خدا کی نافرمانی کرتا ہو

نفسه فقد اختلفوا فيه فمنهم من نظر اليه بنظر الرحمة ولم يعرض عنه ومنهم من شدد الانكار عليه واختار
تو اس مین اختلاف کیا ہے پس بعضے اسکی طرف نظر رحمت سے دیکھتے ہین اور بیزار نہین ہوئے اور بعضون نے اسپر سخت انکار کیا اور اس سے ترک تعلق

المهاجرة عنه لقوله تعالى لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ
اختیار کر لیا بدلیل اس آیت کے تو نہ دیکھیگا کسی قوم کو جو ایمان رکھتے ہون اللہ پر اور پچھلے دن پر پھر دوستی کرین ایسے سے جو مخالف ہوا اللہ کا اور اسکے رسول کا اگرچہ وہ انکے باپ ہون

اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ فدلت الاية على ان من يرتكب المعاصى والمنكرات يجب هجره ولو كان من
یا انکے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے گھرانے کے پس اس آیت نے یہ بات بتلائی کہ جو شخص معاصی اور منکرات پر عمل کرتا ہو اس سے تعلق چھوڑ دینا واجب ہے اگرچہ

الاقرباء ويكون هذا الهجر على وجه العقوبة والتاديب بمنزلة التعزير واما النظر اليه بنظر الرحمة فيفضى الى المداهنة
ناطے دار ہو اور یہ چھوڑ دینا بطور سزا اور تادیب کے بمنزلہ تعزیر کے ہے اور اسکو نظر رحمت سے دیکھنا دین مین سستی پیدا کرتا ہے

لان اكثر البواعث على الاعضاد على المعاصى المداهنة ومراعاة القلوب والخوف من نفرتها ووحشتها فيظن
اسلیے کہ اکثر اسباب گناہ کی امداد کی یہی مداہنت ہے اور دلداری کرنا اور نفرت اور وحشت سے خوف کرنا پس احمق سمجھ

الغبى الاحمق انه ينظر اليه بنظر الرحمة ومحك ذلك انه كان يترحم عليه عند جناية على حقه ويقول هذا شىء
یہ خیال کرتا ہے کہ مین اسکو نظر رحمت سے دیکھتا ہون اور اسکا امتحان یہ ہے کہ اگر اپنے حق مین قصور کرنے سے بھی رحمت کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ تقدیر یون ہی

قد قدر له فكيف لا يفعل والقدر لا ينفع منه الحذر يصح لان يترحم عليه عند جنايته على حق الله تعالى وان كان
ہوناتھا پھر یہ کیونکر نہ کرتا اور تقدیر سے بھاگنا مفید نہیں تو حقوق اللہ تعالیٰ میں اسکے قصور کرنے کے وقت اسکا رحم کرنا درست ہے اور اگر
يغتاظ عليه عند جنايته على حقه ويترحم عليه عند جنايته على حق الله تعالى فهو مداهن مغرور بكيد الشيطان
اپنی حق تلفی کے وقت غصہ کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے گناہ پر رحمت کرتا ہو تو یہ دین میں سست شیطان کے مکر میں پھنسا ہوا ہے
فان قيل العصاة والفساق على مراتب مختلفة فهل يسلك في جميعهم مسلكا واحدا ام لا فالجواب ان المخالف لامر الله تعالى
پس اگر کوئی کہے کہ گنہگار اور فاسق مختلف درجہ کے ہیں تو کیا سب کے ساتھ ایک ہی طریقہ برتا جائے یا نہیں تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا مخالف
لا يخلو اما ان يكون في عقده او في عمله والمخالف في الاعتقاد ثلثة اقسام الاول الكافر وهو ان كان حربيا يستحق
دو حال سے خالی نہیں یا تو اعتقاد میں ہے یا عمل میں اور اعتقاد میں مخالف کی تین قسمیں ہیں اول تو کافر ہے اور وہ اگر حربی ہے تو قتل اور غلام
القتل والاسترقاق وان كان ذميا لا يجوز ايذاؤه الا بالاعراض عنه والكف عن مخالطته ومعاملته ويكره كراهة
بننے کا مستحق ہے اور اگر ذمی ہے تو اسکا ستانا جائز نہیں مگر کم توجہی سے اور مخالطت اور معاملہ چھوڑ دینے سے اور سخت مکروہ ہے
شديدة تكاد تنتهي الى التحريم الانبساط معه والاسترسال اليه كالاسترسال الى الاصدقاء والثاني المبتدع
قریب قریب حرام کے ذمی کے ساتھ خوشیاں منانا اور دوستوں کی طرح اس سے بے تکلفی رکھنا اور دوسرا بدعتی ہے
الذي يدعو الى بدعته فان بدعته ان كانت بحيث يكفر بها فامره اشد من الذمي لانه لا يقر بجزية ولا يسامح
جو کہ اپنی بدعت کی رغبت دلاتا ہو پس اسکی بدعت اگر ایسی ہو کہ اس سے کافر ہو جاتا ہے تو اسکا حال ذمی سے بدتر ہے اسلیے کہ یہ جزیہ لیکر نہیں رکھا جاتا اور نہ ذمی
بعقد الذمة وان كانت مما لا يكفر بها فامره بينه وبين الله تعالى اخف من امر الكافر لا محالة الا ان الانكار
کے اسطرح ساتھ سہولت کیجاتی ہے اور اگر بدعت ایسی نہیں ہے جس سے کافر ہو جائے تو اسکا معاملہ اللہ تعالیٰ سے بہ نسبت کافر کے تو ضرور سہل ہے مگر اس پر انکار کرنا
عليه اشد منه على الكافر لان شر الكافر غير متعد لان المسلمين لا يلتفتون اليه ولا يقبلون قوله لكونه كافرا
بہ نسبت کافر کے زیادہ کرنا چاہیے اسلیے کہ کافر کا شر اوروں میں اثر نہیں کرتا کیونکہ مسلمان ادھر متوجہ نہ ہونگے اور کافر ہونے کی وجہ سے اسکا کہا نہ مانیں گے
واما المبتدع الذي يدعو الى بدعته ويزعم ان ما يدعو اليه حق فهو سبب لغواية الخلق فشره متعد
اور یہ بدعتی جو اپنی بدعت کی طرف بلاتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ جسکی میں رغبت دیتا ہوں وہ حق ہے پس یہ خلقت کی گمراہی کا سبب ہے لہذا اسکی بدی کا اثر اوروں پر پڑتا ہے
فالاستحباب في اظهار بغضه ومعاداته والانقطاع عنه والتشنيع عليه ببدعته وتنفير الناس عنه وان
اسلیے اس سے بغض اور عداوت ظاہر کرنا اور اس سے ترک تعلق کر دینا اور بوجہ بدعت کے اس کو برا کہنا اور لوگوں کو اس سے نفرت دلانا مستحب ہے اور اگر
سلم في ملأ فترك الجواب اولى لتنفير الناس عنه وتقبيح البدعة لان جواب السلام وان كان واجبا لكن
مجمع میں سلام کرے تو لوگوں کے نفرت دلانے اور بدعت کی برائی ظاہر کرنے کیلیے جواب نہ دینا بہتر ہے اسلیے کہ سلام کا جواب اگرچہ واجب ہے لیکن
يسقط بادنى غرض وغرض الزجر عن البدعة اهم والثالث المبتدع العامي الذي لا يقدر على الدعوة فالاولى
ادنی غرض سے ساقط ہو جاتا ہے اور بدعت روکنے کی تو بڑی ضروری غرض ہے اور تیسری قسم ان پڑھ بدعتی ہے جو ترغیب پر قادر نہیں تو بہتر یہ ہے کہ پہلے ہی
ان لا يفاتح بالتغليظ والاهانة بل ينبغي ان يتلطف به في النصح لان قلوب العوام سريعة التقلب فان لم
اس سے سخت کلامی اور اہانت نہ کریں بلکہ مناسب ہے کہ نصیحت میں اسکے ساتھ نرمی کریں کیونکہ عوام کے دل جلد پلٹ جاتے ہیں پھر اگر
ينفع النصح وكان في الاعراض عنه تقبيح لبدعته في عينه يتأكد الاستحباب في الاعراض عنه لان البدعة
نصیحت کارگر نہو اور اس سے اعراض کرنے سے اسکی نظر میں بدعت کی قباحت آجائے تو اب اس سے اعراض کرنا زیادہ تر مستحب ہے اسواسطے کہ بدعت کو
اذا لم يبالغ في تقبيحها انتشر بين الخلق ويعم فسادها ولذلك قال الشيخ علاء الدين السمناني فعلى المرء المسلم
اگر خوب برا ثابت نہ کریں تو خلقت میں پھیل جائیگی اور اسکا فساد عام ہو جائیگا اور اسی لیے شیخ علاء الدین سمنانی نے کہا ہے کہ مرد مسلمان کو لازم ہے
اذا رأى رجلا يتعاطى شيئا من الاهواء والبدع ويتهاون بشيء من السنن ان يهجره ويتبرأ منه ويتركه حيا وميتا
کہ جب کسی کو کسی خواہش اور بدعت کو کرتا دیکھے یا کسی سنت میں سستی کرتا پائے تو اسکو چھوڑ دے اور اس سے بیزار ہو جائے اور زندگی اور مرجانے کے بعد ہر طرح چھوڑ دے

ولا يسلم عليه اذا لقيه ولا يجيبه اذا ابتدأ بالسلام عليه الى ان يترك بدعته ويرجع الى الحق وان مات لا يشيع جنازته
اور جب اُس سے ملے تو سلام نہ کرے اور اگر وہ سلام کرے تو اسکا جواب نہ دے یہاں تک کہ بدعت سے باز آئے اور حق کی طرف متوجہ ہو اور اگر وہ مرجائے تو اسکے جنازہ کو ساتھ نہ جائے

والنهي عن الهجران فوق ثلث ليال انما هو فيما يقع بين الرجلين من جهة التقصير في حقوق الصحبة والعشرة
اور تین دن سے زیادہ چھوڑ دینے کی ممانعت اس صورت میں ہے کہ دو شخصوں میں حقوق ملاقات اور معاشرت میں کوتاہی کی وجہ سے ہو جائے

دون ما كان في حق الدين فان هجران اهل الاهواء والبدع دائم الى ان يتوبوا فقد مضت الصحابة والتابعون
نہ اس صورت میں کہ دین کے حق میں ہو کیونکہ اہل ہوا اور بدعتیوں کا چھوڑ دینا ہمیشہ کے لیے ہے یہاں تک کہ توبہ کریں بیشک تمام صحابہؓ اور تابعین اور

واتباعهم وعلماء السنة على هذا مجتمعين متفقين على معاداة اهل البدعة وهجرانهم وعن سهل في تفسير قوله تعالى
تبع تابعین اور علمائے اہل سنت بدعتیوں کی عداوت اور انکو چھوڑ دینے پر متفق ہو چکے ہیں اور سہلؒ سے اس آیت کی تفسیر میں

لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الاخر يوادون من حاد الله ورسوله انه قال من صحح ايمانه واخلص توحيده فانه لا
تو نہ دیکھیگا کسی قوم کو جو ایمان رکھتے ہوں اللہ پر اور پچھلے دن پر پھر دوستی کریں ایسوں سے جو مخالف ہیں اللہ کے اور اسکے رسول کے انکے منقول ہے کہ کہا جسنے اپنا ایمان صحیح کیا اور توحید خالص کی تو

يجالس مبتدعا ولا يؤاكله بل يظهر له من نفسه العداوة والبغضاء ومن داهن مبتدعا سلب الله تعالى عنه
بدعتی کے ساتھ نہ بیٹھیگا اور نہ اسکے ساتھ کھانا پینا رکھیگا بلکہ اپنی طرف سے اسکے حق میں دشمنی اور بغض ظاہر کریگا اور جسنے بدعتی کے ساتھ سستی برتی تو اللہ تعالی اس سے

حلاوة اليقين ومن احاب الى مبتدع لطلب العز والغنى في الدنيا اذله الله تعالى بذلك العز وافقره بذلك الغنى
حلاوت یقین کی لے لیتا ہے اور جسنے بدعتی کا عزت اور تونگری دنیا کے واسطے کہا مانا تو اللہ تعالی اسکو اس عزت کے بدلے ذلت اور اس تونگری کے عوض مفلسی دیگا

ومن ضحك في وجه مبتدع ينزع الله تعالى نور الايمان من قلبه وعن الثوري من سمع من مبتدع لم ينفعه الله تعالى
اور جو شخص بدعتی کو دیکھ کر ہنس پڑے تو اللہ تعالی اسکے دل سے ایمان کا نور نکال لیتا ہے اور ثوری سے روایت ہے جسنے بدعتی کی بات سنی اسکو اللہ تعالی اس سنی ہوئی

بما سمع ومن صافحه فقد نقض عروة الاسلام وعن فضيل من احب صاحب بدعة احبط الله تعالى عمله واخرج نور
بات سے فائدہ نہیں دیتا اور جس نے اس سے مصافحہ کیا تو اسکے اسلام کا زور توڑ دیا اور فضیلؒ سے روایت ہے کہ جسنے بدعت والے کو دوست رکھا اللہ تعالی اسکے عمل اکارت کر دیتا ہے اور اسلام کا نور

الاسلام من قلبه وعنه من جلس مع صاحب بدعة فاحذروه وعنه اذا رأيت مبتدعا في طريق فخذ طريقا اخر
اسکے دل سے نکال دیتا ہے اور انہی سے روایت ہے کہ جو شخص بدعتی کے پاس اٹھتا بیٹھتا ہو اس سے بچتے رہو اور انہی سے روایت ہے جب بدعتی کو کسی راہ میں دیکھو تو تم اور راہ اختیار کرو اور

قال الفضيل من زار صاحب بدعة خرج نور الايمان من قلبه واما العاصي بفعله وعمله لا باعتقاده فهو لكنه يفسق في
فضیلؒ کہتے ہیں جو شخص بدعت والے سے ملنے گیا تو ایمان کا نور اسکے دل سے جاتا رہا اور اپنے فعل اور عمل کے اعتبار سے گنہگار ہو نہ اعتقاد کے اعتبار سے سو وہ جو اپنی ذات سے فاسق ہے

نفسه بشرب الخمر او ترك الواجب ومقارفة محظور يخصه ولا يتعدى منه الى غيره فانه ان صودف وقت مباشرته
شراب پینے یا کسی واجب کے ترک کرنے یا ایسی ممنوع چیز کے کرنے سے جو اسکے ساتھ خاص ہے اور وہ فسق جو اس سے گذر کر اوروں کی طرف اثر نہیں کرتا پس ایسے شخص کو اگر عین اس کے عمل میں پا جائے

المنكر يجب منعه بما يمتنع منه ولو بالضرب او بالقتل عند القدرة لكون النهي عن المنكر واجبا ووجوبه لا يختص بالولاة
تو اسکو منع کرنا واجب ہے جسطور سے وہ باز آئے اگرچہ مار پیٹ سے یا قتل سے اگر قدرت ہو کیونکہ بری بات سے ممانعت واجب ہے اور اسکا وجوب حاکموں کے ساتھ خاص نہیں

بل يجوز لكل واحد من احاد الرعية اقامته بالقول والفعل على حسب استطاعته سواء كان حرا او عبدا او امرأة لكن
بلکہ رعایا میں سے ہر ایک کو طاقت کے موافق قول اور فعل سے اسکا کرنا جائز ہے خواہ آزاد ہو یا غلام یا عورت لیکن

ينبغي ان يكون بالتدريج من الاغلظ الى الاغلظ بحسب حال المنكر كما ذكر في المحيط ان من رأى غيره مكشوف الركبة
چاہیے کہ رفتہ رفتہ ہو پہلے کچھ سختی پھر زیادہ سختی گناہ کے حال کے موافق جیسا کہ محیط میں مذکور ہے کہ جو شخص کسی کو گھٹنا کھولے ہوئے دیکھے

ينكر عليه برفق ولا ينازعه ان لج وفي الفخذ ينكر عليه بعنف ولا يضربه ان لج وفي السوءة يضربه فان لج يقتله
تو اسکو نرمی سے منع کر دے اور اس سے جھگڑا نہ کرے اگر وہ نہ مانے اور ران کے بارہ میں سختی سے منع کرے اور مارے نہیں اگر وہ نہ مانے اور شرمگاہ میں اسکو مارے اور اگر نہ مانے تو قتل کر دے

وهكذا الحكم في سائر المنكرات عند الاستطاعة وعند عدم الاستطاعة ينبغي له ان يكون حزينا مغتما اذ
اور تمام گناہوں میں قدرت ہوتے ہوئے یہی حکم ہے اور قدرت نہونے کے وقت چاہیے کہ رنجیدہ اور مغموم ہو اس لیے کہ

قد ورد فی الحدیث انہ علیہ السلام قال یاتی علی الناس زمان یذوب قلب المؤمن فیہ کما یذوب الملح فی الماء لکثرۃ
حدیث مین آیا ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگون پر ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ اسمین مومن کا دل ایسا گھل جائیگا جیسے نمک پانی مین گھل جاتا ہو کیونکہ معاصی کثرت سے
ما یری من المنکرات ولا یقدر علی دفعہا وروی عن ابی ہریرۃ رضی ان رجلا یتعلق برجل یوم القیمۃ وہو لا یعرفہ فیقول
دیکھیگا اور منع کرنے کی قدرت نہوگی اور ابوہریرہ رضی سے روایت ہو کہ آدمی آدمی کا قیامت کے دن دامنگیر ہوگا اور وہ اسکو نہ پہچانتا ہوگا پس اس سے کہیگا
لہ ما لک تتعلق بی وما رأیتک قط فیقول بلی قد رأیتنی یوما علی منکر فلم تغیرہ فہذا امر خطیر فلما یقع السلامۃ
تجھے کیا ہوا کہ مجھ سے لپٹتا ہو مین نے تو تجھ کو کبھی دیکھا ہی نہین وہ کہیگا کیون نہین تونے مجھکو ایکدن ایک گناہ پر دیکھا تھا لیکن منع نہین کیا تھا لہذا یہ بڑی مشکل ہو اور سلامت کم بچاؤ
منہ اذ یظہر فی کل حین وزمان کثیر من المنکرات فلا تتغیر بل یقع السکوت عنہا لاستیناس النفوس بہا ولہذا
ہوتا ہو کیونکہ ہر وقت اور ہر دم بہتیرے گناہ ظاہر ہوا کرتے ہین اور کچھ روک نہین ہوتی بلکہ چپ رہنا پڑتا ہو کیونکہ دل اس سے مانوس ہوگئے ہین اور اسی لیے
قال بعض العلماء واللہ ما اُبالی بکثرۃ المنکرات والبدع وانما ابالی واخاف من تانیس القلوب بہا لان الاشیاء اذا
بعضے علما نے کہا ہو بخدا گناہون اور بدعتون کی کثرت کی مجھے کچھ پروا نہین مجھکو تو خوف اور ڈر دلون کے اس سے مانوس ہوجانے کا ہو کیونکہ جو چیزین
توالت مباشرتہا انست بہا النفس والنفس اذا انست شیئا قل ان تتاثر لہ ویوضحہ الحدیث الوارد فی تغییر المنکر وہو
برابر کی جاتی ہین تو نفس ان سے مانوس ہوجاتا ہو اور نفس جب کسی سے مانوس ہوجاتا ہو تو کم اثر قبول کرتا ہو اور اسکی وضاحت وہ حدیث کرتی ہو جو تغیر گناہ کے بارے مین آئی ہو اور وہ جو کہ
ما روی عن ابی سعید رض انہ علیہ السلام قال من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم
ابوسعید رضی سے روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو کوئی تم مین سے برا کام دیکھے تو لازم ہو کہ اپنے ہاتھ سے روکے اور اگر قدرت نہو تو زبان سے اور اگر
یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان فانہ علیہ السلام اخبر فی ہذا الحدیث ان التغییر بالقلب ضعف
طاقت نہو تو دل سے اور یہ بہت ضعیف ایمان ہو پس نبی علیہ السلام نے اس حدیث مین یہ خبر دیدی کہ دل سے بیزار ہونا بہت ضعیف
الایمان وہو ما یجدہ المؤمن فی قلبہ من البغض لذلک الفعل المرئی وانزعاجہ وقلعہ وہو فی الغالب انما
ایمان ہو اور یہ وہ ہو جو مومن اپنے دل مین اس دیکھے ہوئے کام سے بغض اور اس سے باز رہنا اور دفع کرنا پاتا ہو اور یہ اکثر اسی مین ہوتا ہے
یحصل فیما یندر وقوعہ واما الاشیاء التی تتشاہد فی کل حین وزمان فتستانسہا النفس فلا یوجد فی
جو کبھی کبھی ہوتا ہو اور جو کام ہر وقت اور ہر لحظہ دیکھے جاتے ہین پس نفس ان سے مانوس ہوتا ہو لہذا دل مین قلق
القلب القلق والانزعاج الذی ہو اضعف الایمان واذا لم یوجد فی القلب اضعف الایمان فما ذا یرجی ان
اور نفرت جو کہ اضعف ایمان ہو نہین پائی جاتی اور جب دل مین اضعف ایمان نہوا تو پھر کیا امید ہو کہ کیا ہوگا
یوجد فیہ ویزید علیہ ایضا کما ذکر فی قوت القلوب ان الحسن البصری رح قال اول بدعۃ رأیت بلت الدم
اور اسکی زیادہ توضیح اس سے ہوتی ہو جو قوت القلوب مین مذکور ہو کہ حسن بصری رح نے کہا پہلے پہل بدعت جو مین نے دیکھی تو خون کا پیشاب آگیا
ثم بعد ذلک بلت اصفر ثم عاد الامر الی العادۃ فانہ لقوۃ ایمانہ ورؤیتہ ما لم یعہدہ قوی انزعاجہ حتی
بعد اسکے زرد پیشاب آیا پھر اسکی عادت کے موافق ہونے لگا کیونکہ بسبب قوی ایمان کے جب تک بدعت کی عادت نہ تھی تو بہت غصہ آیا یہانتک کہ اسکے
تغیر مزاجہ وظہر اثرہ فی مائہ فان مزاج الانسان اذا تغیر یظہر اثرہ فی مائہ الا تری ان الاطباء یستدلون
مزاج مین تغیر ہوگیا اور اسکا اثر پیشاب مین ظاہر ہوگیا کیونکہ آدمی کا مزاج جب بدلتا ہو تو اسکا اثر پیشاب مین ظاہر ہوجاتا ہو کیا نہین دیکھتے کہ طبیب لوگ بیمار کے
علی داء المریض من مائہ فلما استمر تلک البدعۃ ولم یقدر علی تغییرہا تغیر ذلک الانزعاج الاول
مرض پر پیشاب سے استدلال کرتے ہین پھر جب وہ بدعت قرار پکڑ گئی اور اسکے روکنے کی قدرت نہوئی تو پہلی دفعہ کا سا غصہ
لاستیناس النفس بہا وبقی عندہ من الانزعاج قدر ما یلزمہ من التغییر بالقلب لان الانکار بالقلب لا یسقط
نفس کے مانوس ہوجانے کی وجہ سے نہین ہوا اور صرف اتنی ہی نفرت رہ گئی جتنی دل سے برا جاننے کو لازم ہو اسواسطے کہ دل سے انکار کسی طرح ساقط
بوجہ من الوجوہ اذ لا مانع یمنع منہ ولا یقتصر علیہ الا من ہو ضعیف الایمان سواء استطاع الانکار بالید واللسان
نہین ہوتا اسلیے کہ اسکا کوئی مانع نہین جو اس سے روکے اور اسی قدر پر اکتفا وہی کرتا ہو جو ضعیف الایمان ہو خواہ ہاتھ اور زبان سے انکار کرنے پر قادر ہو

او لم يستطع لكن عند عدم الاستطاعة يسقط عنه الاثم ويبقى معه ضعف الايمان فان المنكر اذا كثر ولم يقدر المؤمن
سکیں لیکن قادر نہ ہونے کے وقت گناہ نہیں ہوتا ایمان میں ضعف بدستور رہتا ہے بیشک گناہ جب کثرت سے ہونے لگیں اور مومن ممانعت پر قادر
على منعه وسكت ولم يتكلم بشيء لا يأثم لان التكليف بقدر الوسع لما قال الله تعالى لا يكلف الله نفسا الا وسعها
نہ ہو اور وہ چپ ہو کر کچھ نہ کہے تو گنہگار نہیں ہوتا اسلیے کہ تکلیف بقدر طاقت کے ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر اسکی وسعت کے موافق

المجلس التاسع والثمانون في بيان لزوم متابعة الرسول في الامر والنهي ولا يجوز

مجلس ہشتاد و نہم امر اور نہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع لازم ہونے کے بیان میں اور مخالفت جائز
المخالفة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما نهيتكم عنه فاجتنبوه وما امرتكم به فافعلوا منه ما استطعتم
نہ ہونے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شے سے میں تمکو منع کروں اس سے پرہیز کرو اور جسکا میں تمکو حکم کروں اسپر جہاں تک ہو سکے عمل کرو
فانما اهلك الذين من قبلكم كثرة مسائلهم واختلافهم على انبيائهم هذا الحديث من صحاح المصابيح
کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو زیادہ پوچھنے اور انبیا کی مخالفت ہی نے ہلاک کر دیا یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے
رواه ابو هريرة رضه والخطاب فيه خطاب مشافهة والخطاب بالمشافهة مختص بالموجودين الحاضرين في ذلك
ابوہریرہ رض نے روایت کیا ہے اور اس میں خطاب آمنے سامنے کا ہے اور آمنے سامنے کا خطاب انہی کے ساتھ خاص ہے جو اس وقت میں موجود اور حاضر تھے
الوقت وتناوله لغيرهم ممن كان غائبا وممن يوجد بعدهم الى يوم القيمة ليس بطريق الحقيقة بل اما بطريق تغليب
اور اوروں کو [illegible] شامل ہونا جو غائب ہیں اور جو انکے بعد قیامت تک پیدا ہونگے بطور حقیقت کے نہیں بلکہ یا تو
الفريق الاول الى الثاني او بطريق تعميم حكمه بدليل خارجي فان الاجماع منعقد على ان اخر هذه الامة مكلف بما
فریق اول کو ثانی پر تغلیب کے طور پر ہے یا اس حکم کو کسی دلیل خارجی سے عام کر دینے کے طور سے کیونکہ اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ اس امت کا آخر بھی اسی حکم کا مکلف ہے جسکا
كلف به اولها كما يشير اليه قوله عليه السلام الحلال ما جرى على لساني الى يوم القيمة والحرام ما جرى على لساني
اول پر حکم تھا جیسا کہ اس طرف نبی علیہ السلام کے قول میں اشارہ ہے قیامت تک حلال ہے جو میری زبان پر آچکا ہے اور قیامت تک حرام ہے جو میری
الى يوم القيمة ثم ان الحديث المذكور سابقا من جوامع الكلم التي اوتيها النبي عليه السلام وهو قاعدة عظيمة
زبان پر آچکا ہے پھر وہ حدیث جو سابق میں مذکور ہوئی جوامع کلم میں سے ہے جو نبی علیہ السلام کو دیے گئے ہیں اور وہ اسلام کے قاعدوں میں سے
من قواعد الاسلام اذ عليه يدور جملة الاحكام التي هو الوجوب والندب والحرمة والكراهة والاباحة لان
بڑا قاعدہ ہے اسواسطے کہ اسی پر سارے احکام کا مدار ہے وجوب اور مستحب اور حرمت اور کراہت اور اباحت سب کیونکہ
النهي يتناول الحرمة والكراهة كما يتناول الامر ما عداهما فيكون الحديث موافقا لقوله تعالى فاتقوا الله
نہی حرمت اور کراہت کو شامل ہے جیسا کہ امر ان دونوں کے علاوہ کو شامل ہے پس یہ حدیث اس قول الہی کے موافق ہوگی پس ڈرو اللہ سے
ما استطعتم لان التقوى وان كانت عبارة عن اجتناب جميع المنهيات واتيان جميع المامورات الا انها مقيدة
جہاں تک ہو سکے اسلیے کہ تقوی اگرچہ تمام ممنوعات سے بچنے اور تمام احکام کرنے کا نام ہے مگر قدرت کی
بالاستطاعة واما قوله تعالى اتقوا الله حق تقاته فالصحيح الصواب الذي جزم به المحققون [illegible] قوله تعالى فاتقوا
قید ہے رہا یہ قول الہی ڈرو اللہ سے حق ڈرنے کا تو صحیح اور ٹھیک جو محقق لوگوں کا مختار ہے یہ ہے کہ [illegible] قول الہی پس ڈرو
الله ما استطعتم مفسر له ومبين للمراد به لانه تعالى لم يكلف عباده الا بالمستطاع [illegible] لا يكلف الله
اللہ سے جہاں تک ہو سکے اسکی تفسیر ہے اور اسی کی مراد کو کھولتا ہے اسلیے کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو طاقت سے [illegible] یہاں تک کہ فرمایا اللہ تکلیف نہیں دیتا
نفسا الا وسعها وقال في اية اخرى وما جعل عليكم في الدين من حرج ثم ان النهي في قوله عليه السلام ما نهيتكم
کسی شخص کو مگر اسکی گنجایش کے موافق اور ایک اور آیت میں فرمایا ہے اور نہیں کی تم پر دین میں تنگی پھر ممانعت جو اس قول نبی علیہ السلام میں ہے کہ جس سے میں نے تمکو منع کیا
عنه فاجتنبوه يقتضي ترك جميع ما نهي عنه مطلقا اذ لا يحصل الامتثال الا بذلك بخلاف الامر في قوله
اس سے پرہیز کرو اسکو چاہتی ہے کہ جتنی باتوں سے ممانعت ہے سب کو چھوڑ دے کیونکہ تعمیل حکم بدون اسکے نہیں ہو سکتی برخلاف حکم کے اس قول نبی

علیہ السلام وما أمرتکم بہ فافعلوا منہ ما استطعتم فانہ لا یقتضی الا الاتیان بما یقدر علیہ کما ان من کان مریضا

علیہ السلام مین اور جسکا مین تم کو حکم کرون اسکو کرو جسقدر تم سے ہو سکے کیونکہ یہ صرف اسقدر کرنیکو چاہتا ہے جتنے کی قدرت ہو جیسے کوئی بیمار ہو

اذا لم یقدر علی القیام فی الصلوٰۃ یصلی قاعدا برکوع وسجود وان لم یقدر علی الرکوع والسجود یصلی بالایماء قاعدا

جب نماز مین کھڑے ہونے کی قدرت نہو تو بیٹھ کر پڑھ لے رکوع اور سجود ادا کرکے اور اگر رکوع اور سجدہ پر بھی قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر اشارہ سے پڑھے

ویجعل سجودہ اخفض من رکوعہ لیتحقق الفرق بینہما وان لم یقدر علی القعود یصلی بالایماء مضطجعا او مستلقیا

اور اپنے سجدہ کو بہ نسبت رکوع کے زیادہ نیچا کرے تاکہ دونون مین فرق ہو جائے اور اگر بیٹھنے پر قدرت نہ ہو تو اشارہ سے کروٹ پر یا چت لیٹ کر پڑھے

وکذا اذا کان راکبا علی الدابۃ یخاف عند النزول علی نفسہ او دابتہ من سبع او لص او کان فی مطر شدید او طین

اور ایسے ہی اگر سواری پر سوار ہو اور اُترنے مین اپنی جان کا یا اُس سواری کا کسی درندہ سے یا چور سے خوف ہو یا بہت بارش ہوتی ہو یا اتنی کیچڑ ہو کہ

یغیب وجہہ فیہ ولا یجد مکانا جافا او کان عاجزا عن النزول والرکوب لکبر سنہ او ضعف مزاجہ او کان

منہ اُس مین دھنس جائے اور کوئی خشک جگہ نہ پائے یا سواری سے اُترنے اور چڑھنے سے بڑھاپے کی وجہ سے یا مزاج کی ناتوانی سے عاجز ہو یا اُسکا

دابتہ جموحا لا یمکنہ الرکوب بلا معین او کانت القافلۃ فی البادیۃ تسیر وھو یخاف علی نفسہ ان نزل

گھوڑا شریر ہو کہ بدون مددگار کے چڑھ نہ سکے یا اُسکو ممکن نہو یا قافلہ جنگل مین چلا جاتا ہو اور اُترے تو اپنی جان کا یا کپڑون کا خوف ہو

فانہ یصلی علی الدابۃ بالایماء وکذلک المرأۃ اذا لم یکن لھا محرم ولم تستطع النزول والرکوب بنفسھا

تو سواری پر اشارہ سے نماز پڑھ لے اور ایسے ہی عورت جب اُسکا کوئی محرم نہو اور وہ خود اُتر چڑھ نہ سکتی ہو

تصلی علی الدابۃ بالایماء ففی ذلک یحصل الامتثال فی جمیع ذلک وکذلک اذا لم یجد من الثیاب الا ما یستر بہ

تو سواری پر اشارہ سے نماز پڑھ لے اسی طرح ان سب صورتون مین تعمیل حکم ہو جائیگی اور ایسے ہی اگر اتنا کپڑا ملے کہ عورت ڈھانک سکے

بعض العورۃ ومن الماء ما یغسل بہ بعض اعضاء الوضوء او عجز عن استعمال الماء فی بعض اعضائہ فی الوضوء

[illegible] اعضاء وضو کا دھو سکے یا وضو اور غسل مین بعض اعضا پر پانی لگانے سے عاجز ہو

او الغسل وعن الاتیان ببعض ارکان الصلوٰۃ او بعض شروطھا فان اتیانہ بالممکن یحصل الامتثال وقولہ علیہ السلام

یا نماز کے بعض رکن یا شرط کے ادا کرنے سے مجبور ہو تو بقدر ممکن کر لینے سے تعمیل حکم ہو جائیگی اور نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد

فانما اھلک الذین من قبلکم کثرۃ مسائلھم جاء مبینا فی کتاب مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انہ قال خطبنا

تم سے پہلے والون کو زیادہ پوچھنے نے ہلاک کر دیا مسلم مین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح صاف آیا ہے کہ وہ کہتے ہین کہ

رسول اللہ علیہ السلام فقال یا ایھا الناس قد فرض اللہ علیکم الحج فحجوا فقال رجل اکل عام یا رسول اللہ فسکت النبی

رسول اللہ علیہ السلام نے ہمکو خطبہ سنایا پس فرمایا اے لوگو بیشک اللہ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے لہذا حج کرو پس ایک شخص نے کہا کیا ہر سال یا رسول اللہ پس نبی علیہ السلام

علیہ السلام حتی قالھا ثلاثا فقال النبی علیہ السلام لو قلت نعم لوجبت ثم قال النبی علیہ السلام ذرونی

چپ رہے یہان تک کہ اُس نے کئی بار کہا پس نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر مین ہان کہدیتا تو واجب ہو جاتا پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا مجھکو اُسی پر رہنے دو

ما ترکتکم فانما ھلک من کان قبلکم بکثرۃ سؤالھم واختلافھم علی انبیائھم فاذا امرتکم بشیء فأتوا منہ

جسپر مین نے تمکو چھوڑ رکھا ہے کیونکہ تم سے پہلے لوگ بہت سوال کرنے اور اپنے انبیا کے خلاف کرنے ہی سے ہلاک ہوے پس جب مین تم کو کسی بات کا حکم کرون تو اُسکو

ما استطعتم واذا نھیتکم عن شیء فدعوہ فانہ علیہ السلام صار کانہ قال اترکونی فی صفۃ کذا ما ترکتکم

کرو جتنا تم سے ہو سکے اور جب کسی چیز سے منع کرون تو اُسکو چھوڑ دو پس نبی علیہ السلام نے گویا یہ فرمایا یون ہی رہنے دو جب تک مین تم کو کسی بات کے حکم مین

بالشیء او النھی عنہ ولا تلحوا فی السؤال ولا تبالغوا فی الاستقصاء ولا یشدد علیکم کما شدد علی بنی اسرائیل

یا ممانعت مین چھوڑے رکھون اور خواہ مخواہ مجھ سے پوچھا مت کیا کرو اور زیادہ تحقیق نہ کیا کرو ورنہ تمپر اللہ تعالی سختی کر دیگا جیسے بنی اسرائیل پر سختی کی تھی

حین وقع فیھم قتیل ولم یدر من قتل وسألوا موسی النبی علیہ السلام ان یبینہ لھم فقال لھم موسی النبی

جب اُن مین ایک نعش ملی اور معلوم نہو کہ کسنے مارا ہے تو اُنھون نے موسی نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ ہم کو قاتل بتا دو پس موسی نبی علیہ السلام نے اُنسے کہا کہ

إن الله يأمركم أن تذبحوا بقرة وتضربوه ببعضها فيحيى ويخبركم بقاتله فلما سمعوا منه هذا القول تعجبوا من
اللہ تعالیٰ تم کو فرماتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو اور اسکا ایک ٹکڑا مردے سے لگادو وہ زندہ ہو جائیگا اور اپنا قاتل تم کو بتائیگا پس جب انھوں نے موسیٰ سے یہ بات سنی تو تعجب کرنے لگے
بقرة ميتة يضرب ببعضها ميت فيحيى فيخبركم بقاتله فشرعوا في السؤال عن حالها وصفتها وسنها ولونها حتى أمروا
کہ مردہ گائے کا گوشت مردہ سے لگائیں تو مردہ زندہ ہو جائے اور اپنے قاتل کا نام تمکو بتائے پس انھوں نے گائے کا حال اور قسم اور عمر اور رنگ پوچھنا شروع کیا یہانتک کہ اس طرح کی
بذبح بقرة على صفة لم توجد تلك الصفة إلا في بقرة واحدة ولم يبعها صاحبها إلا بملء جلدها ذهبا فاشتروها
گائے ذبح کرنیکا حکم ہوا کہ اس طرح کی ایک ہی گائے تھی اور اسکے مالک نے اسکا چمڑا سونے سے بھروا کر اسکے عوض مین بیچی پس اُتنے ہی دامون کو مول لینی پڑی
بذلك وذبحوها وضربوا القتيل ببعضها فحيي وسمى لهم قاتله فإنهم في ابتداء الأمر لو ذبحوا بقرة أية بقرة كانت لكانوا
اور ذبح کرکے گوشت کا ٹکڑا مردے سے لگایا تو وہ زندہ ہوگیا اور اپنے قاتل کا نام بتادیا پس لوگ اگر پہلے ہی گائے ذبح کر دیتے جونسی گائے ہوتی تو اللہ تعالیٰ کی
ممتثلين لأمر الله تعالى لكنهم شددوا على أنفسهم بالاستقصاء في السؤال فشدد الله تعالى عليهم وقد أشار
حکم کی تعمیل ہو جاتی لیکن اُنھوں نے سوال زیادہ کرکے اپنے اوپر سختی کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اُنپر سختی کر دی اور بیشک اسی طرف نبی علیہ السلام نے
النبي عليه السلام إلى ذلك بقوله فإنما أهلك من كان قبلكم بكثرة سؤالهم واختلافهم على أنبيائهم وإنما كان
اپنے اس قول مین اشارہ کیا ہے کہ جو تم سے پہلے تھے بہت سوال کرنے اور اپنے انبیاء کے خلاف کرنے ہی سے ہلاک ہوئے ہین اور
كثرة السؤال والاختلاف على الأنبياء سبب الهلاك لأن الله تعالى إنما بعثهم ليعلموا الناس ما يحتاجون إليه في دينهم
زیادہ سوال کرنا اور انبیا کے خلاف کرنا ہلاک کا سبب اسلیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیا کو اسی لیئے بھیجا ہے کہ لوگون کو وہ باتین بتلائین جنکی اُنکو دین مین ضرورت ہے
وينبهوا ما فيه مصالح دنياهم وأخراهم وجعل كلا منهم أمينا على أمور أمته ولا يجوز لهم أن يسكتوا عند الحاجة
اور اُن باتون سے آگاہ کرین جن مین اُنکی دنیا اور دین کی مصلحت ہو اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی کو امت کے کاروبار کا امین بنایا اور اُنکو جائز نہین کہ حاجت کے وقت چپ رہین
أو يتكلموا على خلاف المصلحة وكثرة السؤال على من كان شأنه هذا والاختلاف عليه أمارة عدم الثقة بقوله وعلامة
یا مصلحت کے خلاف کچھ کہین جسکا یہ حال ہو اس سے زیادہ پوچھنا اور اُنکے خلاف کرنا اُنکے قول پر بے اعتقادی کی نشانی اور اُنپر بدگمانی کی علامت ہے
سوء الظن به ولا شك أن سوء الظن بالنبي يوجب الهلاك وقد قال المشائخ من قال لأستاذه لم فهو لا يفلح أبدا
اور اس مین شک نہین کہ نبی پر بدگمانی ہلاکت کا سبب ہے اور مشائخ کا قول ہے جسنے اپنے استاد سے کہا یہ کیون وہ کبھی کامیاب نہ ہو گا
فما ظنك بمن لا يتأدب بين يدي الرسول ويجاوز مقام التسليم والقبول ثم إنه عليه السلام أشار بذكر كثرة السؤال
پھر تیرا اُسکے حق مین کیا گمان ہے جو رسول کے سامنے بے ادبی کرے اور تسلیم اور قبولیت کے مقام سے بڑھ جائے پھر نبی علیہ السلام نے کثرت سوال کو ذکر کرکے اس مین یہ اشارہ فرما دیا
إلى أن بعض السؤال لا يضر وهو ما كان بقدر الحاجة وأما السؤال عما لا يعنيهم ولا يليق بهم فهو تضييع للعمر ودليل
کہ بعضے سوال ضرر نہین کرتے اور یہ وہ ہین جو بقدر حاجت ہون اور رہے وہ سوال جو بیفائدہ ہین اور نہ اُنکو لائق ہین پس یہ عمر کا ضائع کرنا ہے اور شک کی
على التردد وقد يكون سببا للوقوع في الزيغ والبدع لسوء الفهم وضعف البصيرة ومن أجل ذلك ضل من كان
دلیل ہے اور کبھی کبھی نافہمی اور ضعف بصیرت کی وجہ سے کجی اور بدعتون مین پڑ جانیکا سبب ہو جاتا ہے اور اسی لیے تم سے پہلے جو امتین تھین
قبلهم من الأمم السالفة واستوجبوا اللعن والمسخ وغير ذلك من البلايا والمحن وقوله عليه السلام واختلافهم
گمراہ ہو کر لعنت اور صورت بگڑ جانے وغیرہ بلاؤن اور تکلیفون کی مستحق ہو گئین اور حدیث کا لفظ واختلافهم
معطوف على الكثرة لا على السؤال لأن الاختلاف على الأنبياء غير جائز قليلا كان أو كثيرا لأنه تعالى لم يجعل أحدا
کثرت پر معطوف ہے سوال پر معطوف نہین اسلیے کہ انبیا کی مخالفت بالکل جائز نہین تھوڑی ہو یا بہت اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکو نبوت کے قابل
منهم مستعدا للنبوة وأمينا للوحي إلا وقد تكفل له بالإصابة وأيده بالهداية إلى الأصلح والأرشد فعلى كل واحد
اور اپنی وحی کا امین جب ہی کیا ہے کہ آپ اُنکے ٹھیک سمجھنے کا ذمہ دار ہو گیا ہے اور امور اصلح اور ارشد مین ہدایت کی تائید کی ہے لہذا امت کے ہر ایک شخص کو
من أمته أن يلقي سمعه إليه ويشهد بقلبه بين يديه ويغتنم كلامه إذا تكلم وسكوته إذا سكت ويسد عنده
لازم ہے کہ کان لگا کر اسکو سنے اور دل سے اُنکے سامنے گواہی دے اور اُنکے کلام کو جب وہ کچھ فرمائین اور اُنکی خاموشی کو جب وہ چپ رہین غنیمت سمجھے اور اُنکے سامنے اختلاف کا

باب الاختلاف لا يفتح عليه باب الاعتراض بل يتبعه اذ في معنى نبينا محمد عليه السلام غيره من الانبياء وقد قال الله تعالى في حقه
دروازہ بند کرنے اور اعتراض کا دروازہ کبھی کھولے بلکہ انکی پیروی کیے جائے کیونکہ آپکے علاوہ اور انبیاء اطاعت مین بمنزلہ ہمارے نبی محمد علیہ السلام کے ہین اور بیشک اللہ تعالیٰ نے انکے حق مین فرمایا ہے

وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ وعلم من دين الصحابة ضرورة انهم كانوا يتبعونه في جميع افعاله واقواله من غير توقف لا تردد الا
اور انکی تابع رہو تاکہ تم راہ پاؤ اور صحابہ کے معاملات دینی سے یقیناً معلوم ہے کہ وہ تمام افعال اور اقوال مین انکی پیروی کرتے تھے بلا کچھ توقف اور تردد کے

الا ما قام فيه دليل على اختصاصه به فانهم قد خلعوا نعالهم حين خلع نعله ونزعوا خواتمهم حين نزع خاتمه وكانوا
مگر اس فعل مین کہ حضور کے ساتھ انکے خاص ہونیکی کوئی دلیل قائم ہو جائے پس انھون نے اپنی جوتی اُتار ڈالی جب حضور نے اپنی جوتی اُتاری اور اپنی انگوٹھیان نکال ڈالین جب حضور نے اپنی انگوٹھی نکال دی اور آپکی

يبحثون بحثا عظيما عن هيأة جلوسه ونومه وكيفية اكله وشربه وغير ذلك ليقتدوا به وانهم حيث ارادوا التبتل
طرز نشست اور خواب اور کھانے اور پینے کے طریقے وغیرہ کی بہت تفتیش کیا کرتے تھے تاکہ آپکی پیروی کرین اور انھون نے جب دنیا کو چھوڑ دینے

والانقطاع للعبادة ليلا ونهارا قال لهم اما انا فاكل واشرب وانام واتزوج النساء فمن رغب عن سنتي فليس مني
اور دن رات عبادت کے لیے الگ ہو جانیکا قصد کیا تھا تو آپنے فرمایا مین تو کھاتا بھی ہون اور پیتا بھی ہون اور سوتا بھی ہون اور عورتون سے نکاح بھی کرتا ہون پس جو میری سنت سے پھر جاوے وہ مجھ سے نہین ہے

فانظر كيف ردهم بفعله عما قصدوه مع انه قبل التامل يرى انه من اكبر الطاعات وافضل العبادات ولذلك قال ابو بكر
پس دیکھو نبی علیہ السلام نے صحابہ کو اس ارادہ سے اپنا کام بتا کر کیونکر روکا باوجودیکہ تامل سے پہلے معلوم ہوتا تھا کہ یہ بڑی طاعت اور افضل عبادت ہے اور اسی لیے ابو بکر صدیق رضی

الصديق رض ديننا مبني على المنقول لا على مناسبات العقول وقال الامام الغزالي في اصول الدين اياك ان تتصرف بعقلك
نے فرمایا ہے ہمارے دین کی بنیاد منقول پر ہے مناسبات عقلی پر نہین ہے اور امام غزالی نے اصول الدین مین کہا ہے اس بات سے بچتا رہ کہ اپنی عقل سے کچھ تصرف کرے

وتقول ما كان خيرا ونافعا فهو كلما كان اكثر كان انفع فان عقلك لا يهتدي الى اسرار الامور الالهية وانما يتلقفها قوة
جو چیز بہتر اور مفید ہے وہ جتنی زیادہ ہو زیادہ مفید ہو گی کیونکہ تیری عقل امور الٰہی کے اسرار کو نہین پا سکتی اور اُن کو صرف قوت

النبي عليه السلام فعليك بالاتباع فان خواص الامور لا تدرك بالقياس وما ترى كيف نودبت الى الصلوة ونهيت عنها
نبوی صلعم نے پایا ہے پس تو اتباع کو لازم رکھ کیونکہ خاص خاص امور قیاس سے نہین معلوم ہوتے کیا تو نہین دیکھتا کیونکر تجھ کو نماز کے واسطے بلایا اور ساری دن مین اُس سے

جميع النهار وامرت بتركها بعد الصبح وبعد العصر وعند الطلوع والغروب والزوال وذلك ينتهي الى قدر ثلث النهار
ممانعت ہو گئی کہ بعد صبح کے اور بعد عصر کے اور عین طلوع اور غروب اور ٹھیک دوپہر کو اسکے ترک کا حکم ہوا اور یہ زمانہ بقدر تہائی دن کے ہوتا ہے

كيف واثر الفساد ظاهر في قياسك هذا فانه كقولك الدواء نافع للمريض فكلما كان اكثر كان انفع ومن المعلوم ان كثرة الدواء
کیونکر نہو تیرے اس قیاس مین تو فساد کا اثر کھلا ہوا ہے کیونکہ یہ تو اس کہنے کے مثل ہے کہ دوا بیمار کو مفید ہے تو جتنی زیادہ ہو گی اتنا ہی زیادہ فائدہ ہو گا اور یقینی بات ہے کہ دوا کی کثرت

ربما يقتل فقال في الاحياء اعلم ان الطبيب الحاذق كما يطلع في المعالجات على اسرار يستبعدها من لا يعرفها فكذا الانبياء
بعض دفعہ مار ڈالتی ہے اور احیاء مین کہا ہے سمجھ لے کہ طبیب حاذق جسطرح معالجات مین ایسے ایسے اسرار جانتا ہے کہ ناواقف لوگ حیران ہو جاتے ہین ایسے ہی انبیاء

اطباء القلوب والعلماء باسباب الحيوة الاخروية فلا تتحكم على سنتهم بعقلك فتهلك فكم من شخص يصيبه عارض في
دلون کے طبیب ہین اور علما اخروی زندگی کے اسباب سے واقف ہین پس انکے طریقہ پر اپنی عقل سے کچھ حکم نہ لگا کہ تو ہلاک ہو جائے بہت شخص ایسے ہین کہ انکی انگلی مین کوئی

اصبعه فيقتضي عقله ان يطليه حتى ينبهه طبيب حاذق ان علاجه ان يطلي الكتف من الجانب الاخر من البدن
روگ لگ جاتا ہے تو انکی عقل مین آتا ہے کہ اسپر لیپ کرنا چاہیے یہان تک کہ طبیب حاذق آگاہ کرتا ہے کہ اسکا علاج یہ ہے کہ بدن کے دوسری طرف کے مونڈھے پر لیپ کرین

فيستبعد ذلك من حيث انه لا يعلم كيفية انشعاب الاعصاب فكذا الامر في طريق الاخرة ودقائق سنتهم ليس في وسع
پس اُس مین وہ حیران ہوتا ہے اسلیے کہ وہ پٹھونکی شاخونکی کیفیت کو نہین جانتا ایسا ہی حال آخرت کی راہ کا ہے اُسکے طریقے دقیقہ عقل کے احاطے مین

العقل الاحاطة بها كما ان في خواص الاحجار امورا غاب عنا علمها حتى لا نعرف السبب الذي به يجذب المقناطيس الحديد
نہین سما سکتے جیسے پتھرون مین بعضے ایسے خواص ہین کہ ہمکو علم نہین یہان تک کہ ہم اُس سبب کو نہین جانتے جس سے مقناطیس لوہے کو کھینچ لیتا ہے

والعجائب في العقائد والاعمال اكثر مما في الادوية فكما ان العقول تقصر عن ادراك منافع الادوية مع ان التجربة سبيل اليها فكذلك
اور عقائد اور اعمال کے عجائبات تو دواؤن سے بہت زیادہ ہین پس جیسے کہ عقلین دواؤن کی تاثیرات کے علم جاننے سے کوتاہ ہین باوجودیکہ تجربہ کو ادھر راہ ہے ایسے ہی

العقول تقصر عن ادراک ما ینفع فی الحیوۃ الآخرۃ مع ان التجربۃ غیر متطرقۃ الیها وانما یکون ذلک لو رجع الینا بعض الاموات
عقلیں اسکے جاننے سے کوتاہ ہیں جو حیات اخروی میں مفید ہیں باوجودیکہ تجربہ کو بھی ادھر کوئی راہ نہیں تجربہ تو جب ہوتا جب کچھ مُردے لوٹ کر ہمارے پاس آتے
فاخبرونا عن الاعمال المقربۃ الی اللہ تعالی والمبعدۃ عنہ وکذا العقائد وذلک مما لا مطمع فیہ فیکفیک من منفعۃ العقل
پھر ہم کو وہ اعمال بتا دیتے جو اللہ تعالی سے نزدیک کر دیتے ہیں اور جو دور کر دیتے ہیں اور ایسے ہی عقائد کو بتلا دیتے اور اسکی کوئی امید نہیں لہذا عقل کا اتنا ہی فائدہ تجکو بہت ہے
ان یہدیک الی صدق النبی علیہ السلام ویفہمک موارد اشاراتہ ثم اعزلہ عن التصرف ولازم الاتباع فانک لا تسلم الا بہ
کہ تصدیق نبی علیہ السلام کی تجکو ہدایت کرتی ہے اور اشارات کے معنی سمجھا دیتی ہے پھر عقل کو تصرف سے الگ رکھ اور اتباع کو لازم کرلے اسی میں تیری سلامتی ہے
قال بعض العلماء العقل یوصلک الی صدق النبی علیہ السلام ثم تترکہ وتقتدی بالنبی علیہ السلام فی فعالہ وترکہ
بعضے علما کہتے ہیں عقل تجکو نبی علیہ السلام کی تصدیق تک پہونچا دیتی ہے پھر تو اسکو چھوڑ اور کرنے نہ کرنے میں نبی علیہ السلام کی پیروی کر
کالفرس فی سفرک الظاہر فانہ یوصلک الی البحر ثم تترکہ وترکب فی السفینۃ وتقتدی بالملاح فی مجریہا ومرسہا و
جیسے تیرے ظاہری سفر میں گھوڑا ہو کہ دریا تک تجکو پہونچا دیتا ہے پھر تو اسکو چھوڑ اور کشتی میں سوار ہوجا اور اسکے چلانے اور ٹھہرانے میں ملاح کی پیروی کر اور
قال الشیخ الکلاباذی ان اللہ تعالی لم یبن امور الدین علی عقول العباد ولم یعد ولم یوعد علی ما یحتمل عقولہم ویدرکونہ
شیخ کلاباذی نے کہا ہے کہ اللہ تعالی نے امور دینی کی بنیاد بندوں کی عقل پر نہیں رکھی ہے اور حکم نہی کرکے وعدہ نہیں کیا اور نہ وعید جسکو انکی عقلیں جان سکتی ہوں اور اپنی سمجھ سے
بافہامہم او یقیسونہ بآرائہم بل وعد واوعد بمشیتہ وارادتہ وامر ونہی بحکمتہ وعلمہ ولو کان کل ما لا یدرکہ
جان لیں اور اپنی رائے سے قیاس کر لیں بلکہ وعدہ اور وعید اپنی مشیت اور ارادہ کے موافق کیا اور امر اور نہی اپنی حکمت اور علم کے مطابق فرمایا اور اگر ہر جو عقل سے دریافت
العقول مردودا لکان اکثر الشرائع مستحیلا علی موضوع عقول العباد وذلک ان اللہ تعالی اوجب الغسل بخروج المنی
نہ ہوسکتا ہو مردود ہو تو اکثر احکام شرعی عقول عباد کے موافق محال ہو جائیں اور وہ اسلیے کہ اللہ تعالی نے منی کے نکلنے سے جو کہ بعضے صحابہ اور اکثر
الذی طاہر عند بعض الصحابۃ وکثیر من فقہاء الامۃ واوجب غسل الاطراف من خروج الغائط الذی لا اختلاف بین
فقہائے امت کے نزدیک پاک ہے نہانا واجب کر دیا ہے اور پاخانہ کے نکلنے سے صرف اعضائے وضو کا دھونا واجب کیا جسکی نجاست اور پلیدی اور بدبو میں
الامۃ وسائر من یقوم بہ العقل من غیرہا علی نجاستہ وقذارتہ ونتنہ واوجب بریح تخرج من موضع الحدث ما اوجبہ
اس امت میں سے کسیکو اور اس امت کے علاوہ کسی عاقل کو اختلاف نہیں ہے اور موضع حدث سے ہوا کے نکلنے سے بھی وہی واجب کیا جو
بخروج الغائط الکثیر الفاحش فبای عقل تستقیم ہذا وبای رای یجب مساواۃ ریح لیس لہا عین قائمۃ لما یقوم عینہ
بہت پاخانہ کے نکلنے سے جو نہایت فاحش ہے پس کونسی عقل سے یہ درست ہوسکتا ہے اور کونسی رائے ہوا کو جسکی کچھ جسمیت قائم نہیں ہے اسکے ساتھ برابری واجب کرتی ہے جسکی جسمیت موجود ہو
ویزید علی الریح نتنا وقذارۃ واوجب قطع یمین مؤمن بسرقۃ عشرۃ دراہم وعند البعض بثلثۃ دراہم اودون ذلک ثم
اور ہوا سے بدبو اور نجاست میں زیادہ ہے اور دس درہم کی چوری پر اور بعضوں کے نزدیک تین درہم کی چوری یا اس سے کم پر مؤمن کا داہنا ہاتھ کاٹ دینا واجب کیا پھر
یسوی بین ہذا القدر من المال وبین مائۃ الف دینار ویکون القطع فیہما سواء واعطی الام من ولدہا الثلث ثم ان کان للمتوفی
مال کی اتنی مقدار میں اور لاکھ اشرفی میں برابری کر دی کہ دونوں میں ہاتھ کاٹنا برابر ہوتا ہے اور ماں کو اولاد کے ترکہ سے تہائی دلایا ہے پھر اگر میت کے
اخوۃ جعل لہا السدس من غیر ان یرث الاخوۃ من مال المیت شیئا فبای عقل یدرک ہذا الا تسلیما وانقیادا ایدنا اللہ تعالی
دو بھائی بہن ہوں تو اسکے لیے چھٹا حصہ ہے بلا اسکے کہ وہ بھائی بہن میت کے کچھ وارث ہوں پس کس عقل سے یہ معلوم ہوسکتا ہے مگر تسلیم اور اطاعت کے الٰہی ہمپر اپنے
بلطفہ وکرمہ تسلیما وانقیادا **المجلس التسعون فی بیان سبق رحمۃ اللہ وغلبتہا علی غضبہ و**
لطف وکرم سے تسلیم اور اطاعت آسان فرمادے مجلس نودم رحمت الٰہی کی سبقت میں اور غضب پر اسکے غالب ہونے میں اور دونوں کی حقیقت کے
ماہیتہما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قضی اللہ الخلق کتب کتابا فہو عندہ فوق عرشہ ان رحمتی سبقت غضبی
بیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالے خلقت کو پیدا کر چکا تو ایک حکم لکھا پس وہ اسکے عرش کے اوپر اسکے پاس ہے بیشک میری رحمت میرے غضب پر سابق ہے
وفی روایۃ ان رحمتی غلبت غضبی ہذا الحدیث من صحاح المصابیح رواہ ابو ہریرۃ ومعناہ ان اللہ تعالی لما خلق الخلق
اور ایک روایت میں ہے بیشک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے ابوہریرہ نے روایت کیا ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالی نے جب خلقت کو پیدا کیا

حکم حکماً جازماً ووعد وعداً لازماً ان رحمتہ سبقت وغلبت غضبہ فالرحمۃ عبارۃ عن ارادۃ الاثابۃ للمطیع والغضب
تو ایک حکم یقینی کیا اور وعدہ لازم فرمایا کہ اسکی رحمت اسکے غضب پر سابق اور غالب ہے سو رحمت سے مراد ارادہ ہے مطیع کو ثواب دینے کا اور غضب کا مطلب
عبارۃ عن ارادۃ الانتقام من العاصی فعلی ھذا کان کل واحد منہما صفۃ من صفات اللہ تعالیٰ راجعۃ الی الارادۃ ومن المعلوم
گنہگار کو بدلہ دینے کا ارادہ ہے پس اس بیان کے موافق ہر ایک دونوں میں سے اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے ارادہ کی طرف لوٹتی ہیں اور یقیناً معلوم ہے کہ
قطعاً ان صفاتہ تعالیٰ کلہا قدیمۃ لا یوصف بعضہا بکونہ سابقاً وغالباً علی الآخر فلزم ان یقال المقصود من ھذا الکلام
صفات الٰہی سب قدیم ہیں کوئی کسی کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ دوسرے پر سابق اور غالب ہے پس یہ کہنا لازم ہے کہ مقصود اس کلام سے
بیان سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ وشمولہا علی الخلق لانہا تتعلق بالمطیع والعاصی والصغیر والکبیر واما الغضب فلا یتعلق الا
اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کا بیان کرنا ہے اور تمام خلق کو اسکا شامل ہونا کیونکہ رحمت فرمانبردار اور گنہگار اور چھوٹے اور بڑے سب پر ہوتی ہے اور رہا غضب سو فقط گنہگار پر
بالعاصی ثم ان قسط الخلق من الرحمۃ اکثر من قسطہم من الغضب لانہم ینالون الرحمۃ من غیر استحقاق ولا ینالون
ہوتا ہے پھر بیشک رحمت میں سے خلقت کا حصہ بہ نسبت غضب کے حصہ کے زیادہ ہے کیونکہ وہ لوگ رحمت کو تو بدون استحقاق کے پاتے ہیں اور غضب بغیر
الغضب الا بالاستحقاق فصارت الرحمۃ کانہا السابقۃ الغالبۃ بالنسبۃ الی الغضب ثم ان الرحمۃ تقتضی دفع المضار عن
استحقاق کے نہیں پاتے پس رحمت ایسی ہو گئی کہ گویا بہ نسبت غضب کے سابق اور غالب ہے پھر بیشک رحمت غیر سے مضرت کے دور کرنے اور اسکو فائدہ
الغیر وایصال المنافع الیہ وان کرھتہا نفسہ وشقت علیہا وھذہ ھی الرحمۃ الحقیقیۃ الا تری ان الاب کان من رحمتہ
پہونچانے کو چاہتی ہے اگرچہ اسکا نفس برا جانے اور اسپر دشوار گزرے حقیقی رحمت یہی ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ باپ کی رحمت بیٹے کے ساتھ یہی ہے
بولدہ ان یمنعہ عن الشہوات ویکرھہ علی العلم والادب بالضرب وغیرہ ومتی اھمل ذلک من ولدہ کان ذلک من عدم
کہ اسکو شہوات سے منع کرے اور علم اور ادب پر مار مار کر مجبور کرے اور جب یہ طریق بیٹے سے موقوف رکھیگا تو اسپر بے رحمتی ہو گی
رحمتہ بہ وان ظن انہ من رحمتہ بہ فان ھذہ الرحمۃ مقرونۃ بالجہل کرحمۃ الام ولذلک کان من رحمۃ اللہ تعالیٰ بعبادہ
اگرچہ یہ سمجھے کہ یہی شفقت ہے کیونکہ یہ شفقت جہالت کی ہے جیسے ماں کی شفقت اور اسی لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں پر یہ ہے
ان یبتلیہم بالاوامر والنواھی لا لحاجتہ الیہم بما امرہم بہ ولا لبخل منہ علیہم بما نہاھم عنہ بل لیہتدوا الی صراط
کہ انکو اوامر اور نواہی میں آزمائے یہ بات نہیں کہ خدا کی انکے ساتھ کوئی غرض ہے جسکا انکو حکم دیا ہے اور نہ یہ کہ جس سے انکو منع کیا اسکا بخل ہے بلکہ اسلیے کہ سیدھی راہ
مستقیم ویدخلوا فی النعیم المقیم ومن رحمتہ ایضاً انہ نغص علیہم الدنیا وکدرھا وسلط علیہم البلاء فیہا حمیۃ
چلیں اور دائمی عیش میں داخل ہوں اور یہ بھی اسکی رحمت ہے کہ دنیا انکو کم دی اور مکدر کر دی اور دنیا میں بلا انپر مسلط کر رکھی ہے اس سے بچانے کی غرض سے
لہم عنہا لئلا یطمئنوا بہا ویالفوا محبتہا وینقطعوا من منازل الآخرۃ فانہ تعالیٰ ساقہم الی تلک المنازل بسیاط الابتلاء
تاکہ مطمئن ہو کر اس سے غایت درجہ کی محبت نہ کر لیں اور اخروی مرتبوں سے الگ رہجائیں بیشک اللہ تعالیٰ نے انکو مرتبوں کی طرف ابتلا کے کوڑے لیکے چلایا ہے
فمنعہم لیعطیہم وابتلاہم لیعافیہم واماتہم لیحییہم فان العبد متی ابتلی یضعف سورۃ نفسہ ویذھب صفات
پس انکو نہیں دیا تاکہ آیندہ عطا کرے اور مبتلا کیا تاکہ عافیت دے اور موت دی تاکہ پھر زندہ کرے کیونکہ بندہ جب مبتلا ہو جاتا ہے تو اسکی نفس کی تیزی گھٹ جاتی ہے اور بشری صفات جاتی رہتی ہیں
بشریتہ وینقطع عنہ مواد الھوی ولذۃ الدنیا ویتوجہ عند کل سراء وضراء الی مولاہ ویالف الاقبال علیہ ویستوطن
اور ہوا و ہوس کا مادہ اور دنیا کی لذت منقطع ہو جاتی ہے اور ہر خوشی اور رنج کی حالت میں اپنے مولیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے اور اسکی طرف متوجہ رہنے سے الفت پکڑ لیتا ہے اور اسکے سامنے
بالصبر والرضی بین یدیہ الی ان یرفعہ الی درجۃ الاولیاء والاحباب لان البلاء یسبک العبد فکانہ تعالیٰ یسبک
صبر اور رضا کا وطن بنا لیتا ہے یہاں تک کہ وہ اسکو اولیا اور احباب کے درجہ پر بلند کر دیتا ہے کیونکہ بلا بندہ کو گھلا دیتی ہے پس گویا اللہ تعالیٰ اپنے
عبدہ المؤمن بنار المحنۃ والبلاء لیصفیہ من کدرات الاخلاق البشریۃ لیصلح لولایتہ ومحبتہ وھذا ھو السعادۃ
مومن بندہ کو بلا کی آگ سے پگھلاتا ہے تاکہ اخلاق بشری کے میل کچیل سے اسکو صاف کر دے اور اپنی ولایت اور محبت کے لائق بنا دے اور یہی بڑی سعادت
العظمی والکرامۃ الکبری لکن وقع الجہل من بنی آدم وطلبوا السعادۃ والکرامۃ بالدین الفاسد والدنیا الفانیۃ وھما
اور بڑی کرامت ہے لیکن بنی آدم سے بڑی جہالت ہوئی کہ انھوں نے سعادت اور کرامت دین فاسد اور دنیائے فانی سے طلب کی اور یہ دونوں

في الحقيقة ضد ما طلبوه ففاتهم مطلوبهم من حيث قصدوه ووقعوا في الالم من حيث اجتنبوه وذلك لان الاعمال التي
حقیقت مین انکے خلاف ہین جو وہ طلب کرتے ہین لہذا انکا مطلوب جہان سے طلب کیا تھا نہ ملا اور جہان سے بچتے تھے وہین الم مین آپڑے اور یہ اسواسطے کہ جو اعمال لوگ کرتے ہین

يعملها الناس اما ان يتخذوها دينا اولا وما اتخذوها دينا اما ان يكون دينا حقا اولا فالنعيم المقيم لا يكون الا في الدين الحق
یا تو انکو دین بنایا ہے یا نہین اور جسکو دین بنایا ہے یا وہ دین حق ہے یا نہین پس دائمی نعمت تو صرف دین حق ہی مین ہوتی ہے

فاهله هم اصحاب النعيم المقيم كما اخبر الله تعالى به في كتابه في مواضع عديدة من جملتها قوله تعالى في حق المتقين المهتدين
پس صرف دین حق والے ہی نعمت دائمی کے لوگ ہین جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب مین کئی جگہ اسکی خبر دی ہے منجملہ انکے یہ آیت ہے پرہیزگار ہدایت والون کے حق مین

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وقوله تعالى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ وقوله تعالى فَمَن
یہی لوگ ہین راہ پر اپنے رب کی اور یہی ہین مراد کو پہونچنے والے اور یہ آیت پھر جو چلا میری بتائی راہ وہ نہ بھٹکیگا اور نہ وہ تکلیف مین پڑیگا اور یہ آیت تو جو کوئی

تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ وقوله تعالى إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ فالقرآن مملو بوعد
چلا میرے بتائے پر نہ ڈر ہو انکو اور نہ انکو غم ہوگا اور یہ آیت بیشک نیک لوگ ہین آرام مین اور بیشک گنہگار رہین دوزخ مین اور قرآن ہدایت اور

النعيم المقيم لاهل الهداية والعمل الصالح في الآخرة وبوعيد الجحيم لاهل الضلالة والعمل السيء فيها وذلك مما اتفق عليه الرسل
نیک اعمال والونکے لیے آخرت مین نعمت دائمی ہونے کے وعدہ اور گمراہون اور بدکارون کے واسطے آخرت مین دوزخ کے وعید سے بھرا ہوا ہے اور اسپر تمام رسول

من اولهم الى آخرهم واما المصائب التي تصيبهم في الدنيا فان لم يكن لهم ذنب تكون تلك المصائب لرفع الدرجات في العقبى
اول سے آخر تک متفق ہین رہین وہ مصیبتین جو دنیا مین آتی ہین پس اگر وہ گنہگار نہون تو وہ مصیبتین عقبی مین رفع درجات کے لیے ہوتی ہین

على ما جاء في الحديث ان الرجل لتكون له عند الله منزلة فما يبلغها بعمل فما يزال الله تعالى يبتليه بما يكره حتى يبلغه
چنانچہ حدیث مین آیا ہے کہ بعضے شخص کا اللہ کے یہان ایسا مرتبہ ہوتا ہے جسکو وہ بذریعہ عمل کے نہین پہنچ سکتا پس اللہ تعالی ہمیشہ اسکو ایسی باتون مین مبتلا رکھتا ہے جو اسکو ناپسند ہین یہانتک کہ اس رتبہ کو پہونچ جاتا ہے

اياها والاحاديث في هذا المعنى كثيرة وان كان لهم ذنب تكون تلك المصائب بسبب ذنوبهم كما قال الله تعالى وَمَا
اور اس مضمون کی حدیثین بہت ہین اور اگر وہ لوگ خطاوار ہین تو وہ مصیبتین انکے گناہونکے سبب سے ہین جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے اور جو پڑے تمپر

أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ فتكون تلك المصائب كفارة لذنوبهم على ما روي عن ام المؤمنين عائشة رضي انه
کوئی مصیبت سو وہ انکے سبب سے ہے جو کمایا تمھارے ہاتھون نے پس وہ مصیبتین انکے گناہون کا کفارہ ہو جاتی ہین موافق اس روایت کے جو ام المومنین عائشہ رضی سے ہے کہ نبی

عليه السلام قال اذا كثر ذنوب العبد ولم يكن له ما يكفرها ابتلاه الله تعالى بالحزن ليكفرها وفي حديث آخر رواه ابو هريرة رضي
علیہ السلام نے فرمایا کہ جب بندے کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہین اور کوئی چیز نہین ہوتی جو انکا کفارہ ہو تو اللہ تعالی اسکو غم مین مبتلا کر دیتا ہے تاکہ گناہون کا کفارہ ہو جائے اور ایک اور حدیث مین ہے جو ابوہریرہ رضی نے روایت کی ہے

انه عليه السلام قال لا يزال البلاء بالمؤمن والمؤمنة في نفسه وماله وولده حتى يلقى الله تعالى وما عليها من خطيئة الا ان
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہمیشہ مومن مرد اور مومن عورت پر انکی جان اور مال اور اولاد پر بلا آتی رہتی ہے یہان تک کہ اللہ تعالی سے اس حال مین ملتا ہے کہ اسپر کوئی گناہ نہین رہتا لیکن بعضے

البعض منهم مع كونه متلوثا بالآثام يظن انه قائم على الدين الحق بالتمام ويتهم ربه بجهله ولا يعلم احسانه اليه ويقول
باوجود گناہون مین آلودہ ہونے کے گمان کرتے ہین کہ ہم دین حق پر خوب قائم ہین اور اپنی جہالت سے اپنے رب پر تہمت رکھتا ہے اور اپنے ساتھ انکا احسان کو نہین جانتا اور جب اسپر

اذا اصابه نوع من البلاء يا رب ما ذنبي حتى فعلت بي هذا ويعتقد ان السلامة والراحة في الدنيا للصالحين والمحنة و
کسی طرح کی بلا آتی ہے تو کہتا ہے اے پروردگار میرے میری کیا خطا ہے جو تو نے میرے ساتھ ایسا کیا اور یون اعتقاد کرتا ہے کہ دنیا مین سلامتی اور آرام نیکون کے لیے ہے اور دنیا مین محنت اور

المشقة فيها للطالحين ويعتمد على ذلك الاعتقاد وذلك الاعتقاد فتنة عظيمة صدت كثيرا من الخلق عن القيام على
مشقت بدکارون کے واسطے ہے اور اسی پر بھروسا کیے ہوئے ہے اور یہ اعتقاد بڑا ہی فتنہ ہے جو بہتیری خلقت کو دین حق پر قائم رہنے سے روک رکھا ہے

الدين الحق واصله الجهل بحقيقة الدين الحق ومن هذا الجهل يتولد الاعراض عن القيام على الدين الحق حتى فسد بذلك
اور اصل مین دین حق کی حقیقت سے ناواقفی ہے اور اس جہالت سے دین حق پر قائم رہنے سے اعراض پیدا ہو جاتا ہے یہان تک کہ اس اعتقاد سے

الاعتقاد كثير من عابد جاهل لا بصيرة له في امور الدين وناسك منتسب الى العلم لا معرفة له بحقائق الدين اذ من
بہت جاہل عابد بگڑ گئے جنکو امور دین مین کچھ سمجھ نہیں اور بہت پرہیزگار نام کے عالم جنکو حقائق دین کی کچھ معرفت نہین اسواسطے کہ

السلام فقط كان العبد وان كان مؤمنا بما جاء به النبي عليه السلام الا انه محتاج الى ما لا بد له منه من جلب النفع ودفع
یقیناً معلوم ہو کہ آدمی اگرچہ نبی علیہ السلام کے لائے ہوئے احکام پر ایمان رکھتا ہو مگر وہ اپنے ضروریات یعنی نفع حاصل کرنے اور ضرر کے دفع کرنے کا محتاج ہوتا ہے

الضرر فاذا اعتقد ان القيام على الدين الحق ينافي ذلك وان من يتمسك به يتعرض بما لا يقدر عليه من البلاء ويفوته حظوظه
اور جب یہ اعتقاد کر لیا کہ دین حق پر قائم ہونا اسکے برخلاف ہے اور جیسے دین حق کو لیا اسکو ایسی بلا کا سامنا ہوگا جسکی طاقت نہیں اور اسکو لذتیں اور حال کے فائدے

ومنافعه العاجلة يلزم من ذلك اعراضه عن حال السابقين المقربين بل عن حال المقتصدين اصحاب اليمين بل دخوله
نہ ملینگے تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ اگلے مقرب لوگوں کے حال سے منھ موڑے بلکہ رہ راست والوں کے حال سے بھی جو داہنے ہاتھ والے ہیں بلکہ ظالموں کے

في زمرة الظالمين بل زمرة المنافقين حتى يسمع من بعضهم يقول اذا تبت الى الله تعالى وعملت عملا صالحا يضيق رزقي
زمرہ میں داخل ہونا لازم آتا ہے بلکہ منافقوں کے زمرہ میں یہاں تک کہ بعضوں کو تو سنتا ہے کہ یوں کہتے ہیں کہ جب میں اللہ کیطرف توبہ اور اعمال نیک کرتا ہوں تو میری روزی تنگ

ويكدر معيشتي واذا رجعت الى المعصية واعطيت نفسي مرادها يتسع رزقي ويحسن معيشتي وهذا من جهله بدين
اور عیش مکدر ہو جاتا ہے اور جب میں معصیت کی طرف لوٹتا ہوں اور نفس کی مراد دیتا ہوں تو میرا رزق فراخ اور عیش عمدہ ہو جاتا ہے اور یہ اللہ کے دین کو

الله ووعده ووعيده وما معه من الدين الحق حيث يظن انه قائم على الدين الحق ويفعل ما امر به ويترك ما نهي عنه
اور اسکے وعدہ اور وعید کو نہ جاننے سے ہے اور اس جہالت سے کہ کتنا دین حق میرے پاس ہے کیونکہ یہ خیال کر رہا ہے کہ میں دین حق پر قائم ہوں اور احکام کو بجا لاتا ہوں اور ممنوعات کو ترک کرتا ہوں

مع انه كثيرا ما يترك كثيرا من الامور الواجبة عليه لعدم علمه بها او لا بوجوبها فيكون من اهل التقصير في العلم بل كثيرا
حالانکہ وہ اکثر اوقات بہتیری باتیں جو اسپر واجب ہیں چھوڑ دیتا ہے کیونکہ انکو وہ نہیں جانتا یا انکو واجب نہیں جانتا پس علم میں قصور وار ہوا بلکہ اکثر اسکو

ما يتركها بعد العلم بها وبوجوبها اما كسلا وتهاونا او بنوع من التاويل الباطل او ظنا انه مشتغل بما هو اهم منها او لغير
اور اسکے واجب ہونیکو جان بوجھ کر چھوڑ دیتا ہے یا تو سستی اور کاہلی سے یا کسی باطل بہانہ سے یا اس وہم سے کہ اس سے ضروری کام میں لگا ہوا ہوں یا اور کسی

ذلك بل كثيرا ما يتعبد الله تعالى بترك ما هو واجب عليه من الامر بالمعروف والنهي عن المنكر مع قدرته عليه ويزعم
وجہ سے بلکہ اکثر اوقات اللہ کی عبادت کرتا ہے اس چیز کو چھوڑ کر جو اسپر واجب ہے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو باوجود اسپر قادر ہونے کے اور گمان کرتا ہے

انه متقرب الى الله تعالى بترك ما لا يعنيه ويظن انه قائم على الدين الحق ولا يعلم انه من امقت الخلق الى الله تعالى
کہ میں بیفائدہ کاموں کو چھوڑ کر اللہ کا قرب حاصل کرتا ہوں اور یہ خیال کرتا ہے کہ میں دین حق پر قائم ہوں اور یہ خبر نہیں کہ وہ خدائے تعالی کا سب سے زیادہ مردود

وابغضهم له بل كثيرا ما يتعبد الله تعالى بما حرمه الله تعالى عليه ويعتقد انه طاعة وعبادة وحاله في ذلك
اور سب سے زیادہ مبغوض ہے بلکہ اکثر اوقات اس چیز سے خدا کی عبادت کرتا ہے جو اللہ نے اسپر حرام کی ہے اور یہ اعتقاد کرتا ہے کہ یہ طاعت اور عبادت ہے اور اس کا حال اس حال میں

شر من حال من يفعل ذلك ويعتقد انه معصية وذنب كاصحاب التغني الذين يتقربون الى الله تعالى ويظنون انهم
اس شخص سے بدتر ہے جو اسکو گناہ اور معصیت سمجھ کر کرتا ہے جیسے گانا سننے والے کہ اللہ تعالی کا قرب چاہتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ ہم

اولياء الله تعالى واحباؤه وكثير من الناس اذا غلب عليه عدوه وهو عند نفسه من الصالحين وعدوه من
خدا کے دوست اور اسکے محبوب ہیں اور اکثر لوگ جب اسپر دشمن غالب ہو جاتا ہے اور وہ اپنے نزدیک نیک ہوتا ہے اور اسکا دشمن فاسق

الفاسقين وفي ظنه انه من كل وجه محق ومظلوم وعدوه باطل وظلوم يقول ان اهل الحق في الدنيا مغلوب مقهور
اور وہ اپنے گمان میں یہ سمجھ رہا ہے کہ میں بہرحال حق پر ہوں اور مظلوم اور میرا دشمن باطل پر ہے اور ظالم تو کہتا ہے کہ حق والے دنیا میں مغلوب اور مقہور رہیں

واهل الباطل مرفوع ومنصور مع ان الامر في الحقيقة ليس كذلك بل قد يكون معه نوع من الظلم والباطل ومع
اور اہل باطل سربلند اور فتحیاب حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ کبھی خود اسکی طرف کسی طرح کا ظلم اور باطل ہوتا ہے اور اسکے

عدوه نوع من الحق والعدل الا ان الانسان لكونه مجبولا على حب نفسه وعلى بغض خصمه لا يرى الا محاسن نفسه و
دشمن کیطرف ایک طرح کا حق اور انصاف لیکن آدمی کی پیدائش چونکہ اپنی محبت اور دشمن کی عداوت پر ہوئی ہے اسلیے وہ بجز اپنی خوبیوں اور

مساوي خصمه بل قد يشتد حبه لنفسه حتى يرى مساويها محاسن ويشتد بغضه لخصمه حتى يرى محاسنه
دشمن کی برائیوں کے کچھ نہیں دیکھتا بلکہ کبھی اپنی محبت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اپنی برائیوں کو بھی نیکیاں سمجھتا ہے اور دشمن کی عداوت اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ اسکی خوبیوں کو بھی برا جانتا ہے

مساوي وهذا من جهله المقرون بالظلم والهوى وبعدم علمه بوعد الله تعالى ووعيده وبما معه من الدين الحق فانه
اور یہ اسکی جہالت کی وجہ سے ہے جو ظلم اور ہوا سے ملا ہوا ہے اور اللہ تعالی کے وعدہ اور اسکے وعید اور اس بات کو نہ جاننے سے ہے کہ میرے پاس کتنا دین حق ہے بیشک اللہ
تعالى قد ضمن في كتابه نصر دينه الحق والقائمين به علما وعملا ولم يضمن نصر الباطل ولو اعتقد صاحبه انه على الحق
تعالی اپنی کتاب میں دین حق کے اور اسپر علم اور عمل کے ساتھ قائم رہنے والوں کی مدد کا ضامن ہوا ہے اور باطل کی مددگاری کا ضامن نہیں اگرچہ باطل والا اپنے کو حق پر جانے
وكذا كل من العزة والرفعة انما يكون لاهل الدين الذي به بعث الله رسله وانزل كتبه كما قال الله تعالى ولله العزة و
اور اسی طرح عزت اور رفعت ہر ایک ان دین والوں کے لیے ہے جسکو دیکر اللہ تعالی نے رسولوں کو بھیجا اور کتابیں اتاریں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے اور اللہ ہی کو عزت ہے اور
لرسوله وللمؤمنين وقال الله تعالى وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين فللعبد من العزة والرفعة بحسب ما معه من الايمان
اسکے رسول کو اور ایمان والوں کو اور فرمایا اللہ تعالی نے اور تم ہی غالب رہوگے اگر ہو تم ایمان والے پس آدمی کو عزت اور رفعت میں سے اتنا ہے جتنا اسکے پاس ایمان
وحقائقه علما وعملا فاذا فاته حظ من العزة والرفعة ففي مقابلة ما فاته من حقائق الايمان علما وعملا وكذا النصر التام
اور اسکے حقائق ہوں علم اور عمل کے اعتبار سے پھر اگر اسکی عزت اور رفعت میں سے جاتا رہا ہو پس وہ اسکے بدلہ میں ہے جو حقائق ایمان اسکو حاصل نہیں ہوئے باعتبار علم اور عمل کے اور ایسے ہی پوری مدد
والتاييد الكامل انما يكون لاهل الايمان الكامل وقد يقع الغلط في كثير من الناس فيعتقد انه تعالى لا يؤيد صاحب
اور کامل تائید صرف ایمان کامل والوں ہی کو ہوتی ہے اور کبھی اکثر لوگوں کے بارہ میں غلطی ہو جاتی ہے کہ یہ اعتقاد کرتا ہے کہ اللہ تعالی دین حق والے کی تائید نہیں
الدين الحق ولا ينصره ولا يجعل له العاقبة في الدنيا بوجه من الوجوه بل يعيش فيها طول عمره مظلوما مقهورا مع
کرتا ہے اور نہ نصرت دیتا ہے اور نہ اسکو کسی طرح کا دنیا میں آرام دیتا ہے بلکہ دنیا میں مدت عمر مظلوم اور مغلوب رہتا ہے باوجود
امتثاله ما امر به ظاهرا وباطنا وانتهائه عما نهى عنه ظاهرا وباطنا ويظن ان اهل الدين الحق يكونون في الدنيا اذلاء
حکم دیئے ہوے کام کو ظاہرا و باطنا بجالانے اور جن سے ممانعت ہوئی اس سے ظاہرا و باطنا بچنے کے اور یہ خیال کرتا ہے کہ دین حق والے دنیا میں ذلیل
مقهورين فاذا ذكر بما وعده في القرآن يقول هذا في الآخرة فقط ولا يثق بوعد الله تعالى بنصر دينه واهله في الدنيا
اور مغلوب ہی ہوتے ہیں پس جب اسکا بیان ہوتا ہے جسکا قرآن میں وعدہ ہے تو کہتا ہے یہ صرف آخرت میں ہے اور اللہ تعالی کے وعدہ پر یقین نہیں لاتا کہ اپنے دین اور دینداروں کا دنیا اور آخرت میں مددگار
والآخرة وهذا من سوء الفهم لانه تعالى بين في كتابه انه ينصر المؤمنين في الدنيا والآخرة قال انا لننصر رسلنا و
اور یہ بد سمجھی سے ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں بیان فرما دیا ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں مومنوں کی مدد کریگا فرمایا ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور
الذين آمنوا في الحيوة الدنيا ويوم يقوم الاشهاد وقال تعالى ولو قاتلكم الذين كفروا لولوا الادبار ثم لا يجدون وليا
ان لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں اور جس دن کھڑے ہونگے گواہ اور فرمایا اللہ تعالی نے اور اگر لڑتے تم سے وہ جنہوں نے کفر کیا تو ضرور پھیرتے پیٹھ پھر نہ پاینگے حمایتی
ولا نصيرا سنة الله التي قد خلت من قبل ولن تجد لسنة الله تبديلا وهذا خطاب للمؤمنين القائمين بحقائق
اور نہ مددگار رسم پڑی ہوئی اللہ کی جو چلی آتی ہے پہلے سے اور نہ دیکھیگا تو اللہ کے طریقہ کو بدلتے اور یہ ان مومنوں کو خطاب ہے جو حقائق ایمان پر
الايمان ظاهرا وباطنا وقال الله تعالى والعاقبة للمتقين فالمراد بالعاقبة العاقبة في الدنيا قبل الآخرة لانه تعالى ذكر
ظاہر و باطن میں قائم ہیں اور فرمایا اللہ تعالی نے اور آخر بھلائی ہے پرہیزگاروں کو اور عاقبت سے مراد دنیا کا آرام ہے آخرت سے پہلے کیونکہ اللہ تعالی نے اسکو
ذلك في سورة الاعراف حكاية عما قال موسى النبي عليه السلام لقومه استعينوا بالله واصبروا ان الارض لله يورثها
سورہ اعراف میں نقل کیا ہے جو موسی نبی علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا مدد مانگو اللہ سے اور ثابت رہو زمین اللہ ہی کی ہے وارث بناتا ہے اسکا
من يشاء من عباده والعاقبة للمتقين بل ذكر مثل ذلك في سورة هود عقيب قصة نوح النبي عليه السلام و
جسکو چاہے اپنے بندوں میں سے اور آخر بھلائی ہے پرہیزگاروں کو بلکہ اسی کے مثل سورہ ہود میں نوح علیہ السلام کے قصہ اور
نصره على قومه فقال تلك من انباء الغيب نوحيها اليك ما كنت تعلمها انت ولا قومك من قبل هذا فاصبر ان
اپنی قوم پر انکے فتحیاب ہونے کے بعد ذکر فرمایا ہے یہ بعضی خبریں ہیں غیب کی کہ ہم بھیجتے ہیں تیری طرف انکو تو نہ جانتا تھا اور نہ تیری قوم اس سے پہلے پس صبر کر بیشک
العاقبة للمتقين فيكون المعنى ان عاقبة النصر تكون لك ولمن تبعك كما كانت لنوح النبي عليه السلام ولمن تبعه
آخر بھلائی ہے پرہیزگاروں کو لہذا معنی یہ ہوے کہ آخر کو نصرت تیرے لیے ہے اور تیرے ساتھیوں کے لیے جیسے نوح علیہ السلام کے لیے اور انکے ساتھیوں کے لیے تھی

وقال تعالیٰ وکان حقا علینا نصر المؤمنین وقال تعالیٰ فایدنا الذین اٰمنوا علیٰ عدوھم فاصبحوا ظاھرین فمن نقص عمله
اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور حق ہے ہمپر مدد ایمان والوں کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے پھر زور دیا ہم نے انکو جو ایمان لائے انکے دشمنوں پر پس ہوگئے وہ غالب پس جسکا عمل

مقتضی الایمان ینقص نصیبه من النصر والتائید ولھذا قیل ما اصاب احدا من مصیبة فی نفسه او ماله او بغلبة
مقتضاے ایمان سے گھٹ گیا اسکا حصہ بھی مدد اور تائید کا گھٹ جائیگا اور اسی لیے کہا گیا ہے کہ آدمی پر جو مصیبت آتی ہے اسکی جان پر یا مال پر یا دشمن کا اسپر

العدو علیه فانما ھو بذنوبه اما بترک واجب او فعل محرم ثم ان ھھنا امورا لابد من معرفتھا الاول ان ما یصیب
غالب آنا تو یہ سب اسکے گناہوں کی وجہ سے ہے یا تو واجب ترک کرنے سے یا کسی حرام کے کرنے سے پھر یہاں کئی باتیں ہیں جنکا جاننا ضروری ہے اول یہ کہ آدمی پر

الانسان فی بعض الازمان من غلبة العدو وعلیه وایذائه له فامر لازم للطبیعة البشریة والنشأة الانسانیة بالارادة
بعضے وقت جو مصیبت آتی ہے دشمن کا اسپر غالب آنا اور اسکا ایذا دینا سو یہ بات طبیعت بشری اور پیدائش انسانی کو بمقتضاے ارادہ الٰہی

الالھیة والحکمة الربانیة کالحر الشدید والبرد القوی والامراض والھموم والغموم اللاحقة لہ حتی الاطفال والبھائم
اور حکمت ربانی کے لازم ہے جیسے گرمی کی شدت اور جاڑے کی زیادتی اور بیماریاں اور فکر اور غم جو آدمی کو لاحق ہوتے ہیں یہاں تک کہ بچوں اور جانوروں کو بھی

فلو تجرد الخیر عن الشر والنفع عن الضر واللذة عن الالم لکان ھذا العالم عالما اٰخر غیر ھذا العالم ونشأة اخری
پس اگر خیر شر سے اور نفع ضرر سے اور لذت الم سے خالی ہوتا تو یہ عالم اور ہی عالم ہو جاتا اس عالم کے علاوہ اور پیدائش ہو جاتی

غیر ھذه النشأة والثانی ان الانسان مدنی بالطبع لا یمکنه ان یعیش وحده بل لابد له ان یعیش مع الناس
اس پیدائش کے علاوہ اور دوسرے یہ ہے کہ آدمی مدنی الطبع ہے ممکن نہیں کہ اکیلا زندہ رہ سکے بلکہ اسکو ضرور ہے کہ آدمیوں کے ساتھ رہے

وللناس ارادات واعتبارات یطلبون منه ان یوافقھم علیھا وان لم یوافقھم یؤذونه ویعذبونه وان وافقھم
اور ان لوگوں کو کچھ ارادے اور مقاصد ہوتے ہیں کہ اس سے درخواست کرتے ہیں کہ ان میں ہماری موافقت کرے اور اگر انکی موافقت نہ کی تو اسکو ایذا دیتے ہیں اور ستاتے ہیں اور اگر انکی موافقت کی

وکان موافقتہ ایاھم علی باطل یحصل له العذاب والالم من سبب اٰخر ولا ریب ان الم المخالفة لھم فی باطلھم
اور وہ انکی موافقت باطل پر ہوئی تو اسکو اس دوسری وجہ سے عذاب اور الم حاصل ہوا اور اس میں کچھ شک نہیں کہ باطل میں انکی مخالفت کا رنج

اسھل من الالم المرتب علی موافقتھم فالیسیر یعقبه لذة عظیمة دائمة اولی بالاحتمال من لذة یسیرة یعقبھا الم
اس رنج سے بہت سہل ہے جو انکی موافقت پر حاصل ہوتا ہے پس تھوڑا سا رنج جسکے بعد بڑی لذت دائمی ہو اٹھانا اولیٰ ہے بہ نسبت اس تھوڑی سی لذت کے جسکے بعد

عظیم دائم والثالث ان البلاء الذی یصیب الانسان فی طریق الحق لا یخلو اما ان یکون فی نفسه او ماله او عرضه
بڑا الم ہو تیسرے یہ کہ جو بلا انسان پر راہ حق میں آتی ہے اس سے خالی نہیں یا تو اسکی جان پر ہوگی یا اسکے مال پر یا اسکی آبرو پر

او اھله واشد ھذه الاقسام ما کان فی نفسه وغایته ان یقتل ویکون شھیدا وھذا اشرف الموتات واسھلھا
یا اہل پر اور ان قسموں میں سب سے سخت وہ ہے جو اسکی جان پر ہو اور اسکا انتہا درجہ یہ ہے کہ مارا جائے اور شہید ہو جائے اور یہ سب موتوں میں اشرف ہے اور سب سے سہل

لان الشھید لا یجد من الالم الا مثل القرصة ولیس فی قتل الشھید الم زائد علی ما ھو المعتاد لبنی اٰدم عند موتھم
اسلیے کہ شہید کو کچھ تکلیف نہیں ہوتی مگر اتنی کہ جیسے چیونٹی کاٹ کھائے اور شہید کے قتل ہونے میں اس سے زائد تکلیف نہیں ہوتی جو بنی آدم کو بستر پر مرتے وقت

علی فرشھم ولا موت مقدم علی اجله لان المسطور فی الکتب الکلامیة ان المیت مقتول باجله فمن فر من الموت او
معمولی ہوا کرتی ہے اور کوئی موت اجل سے پہلے نہیں ہوتی اسلیے کہ عقائد کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ مقتول اپنی موت پر مرتا ہے پس جو شخص موت سے یا قتل

من القتل وظن انه بفراره یطول عمره ویتمتع بالعیش الکثیر فقد کذبه اللہ تعالیٰ فی ھذا الظن وقال قل لن
سے بھاگے اور یہ گمان کرے کہ میرے بھاگنے سے میری عمر بڑھ جائیگی اور زیادہ زندگی سے فائدہ اٹھاؤنگا تو اللہ تعالیٰ اس خیال میں اسکو جھٹلاتا ہے اور فرمایا تو کہہ ہرگز

ینفعکم الفرار ان فررتم من الموت او القتل واذا لا تمتعون الا قلیلا فانه تعالیٰ بین فی ھذه الاٰیة ان الفرار من
نہ فائدہ دیگا تمکو بھاگنا اگر بھاگوگے تم مرنے سے یا مارے جانے سے اور پھر نہ پھل پاؤگے مگر کم پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کر دیا کہ موت یا قتل سے

الموت او القتل لا ینفع الا قلیلا اذ لا خلاص لاحد من الموت بل لابد له منه فیفوته بھذا الفرار ما ھو خیر له منه
بھاگنا فائدہ نہیں دیتا مگر کچھ تھوڑا کیونکہ موت سے کسی کو رہائی نہیں بلکہ موت ضرور ہے پس اس بھاگنے سے وہ بات جاتی رہیگی جو اسکے لیے بہتر ہے

من الحیوة الابدیة التی یحصل للشهید عند ربه فان من اختار فی الدنیا الراحة علی التعب فی سبیل الله تعالی
یعنی ہمیشہ کی زندگی جو شہید کو اسکے رب کے پاس ملتی ہو بیشک جو شخص دنیا کے آرام کو اللہ کے رستے کی محنت کے بدلہ مین پسند کرتا ہے تو
اضعاف ما ناله فی غیر سبیل الله تعالی الا تری ان ابلیس لما امتنع من السجود لادم النبی علیه السلام فرارا من
اسکو اللہ تعالی کئی حصے زیادہ محنت دیتا ہو جو اور رستہ مین اٹھاتا ہو کیا تو نہین دیکھتا کہ ابلیس جب آدم علیہ السلام کے سجدہ سے ذلت سے بھاگنے کے لیے
الخضوع له جعله الله تعالی اذل الاذلین وصیره خادما لفساق ذریته وفجارهم الی یوم الدین وکذلک کل من
باز رہا تو اللہ تعالی نے اسکو سب سے زیادہ ذلیل کر دیا قیامت تک اسکی اولاد کے فساق اور فجار کا خادم بنا دیا اور ایسے ہی جو شخص اس سے باز رہتا ہے
یمتنع ان یذل نفسه لله تعالی ویتعب بدنه فی طاعته ومرضاته لابد ان یذل لمن کان اظلم خلق الله تعالی و
کہ اپنے نفس کو اللہ کے سامنے ذلیل کرے اور اپنے بدن کو اللہ کی طاعت اور مرضی کی محنت دے تو ضرور ہو کہ اس شخص کے سامنے ذلیل ہوگا جو تمام خلق اللہ مین زیادہ ظالم اور
افسدهم ویتعب نفسه وبدنه فی طاعته ومرضاته عقوبة له من الله تعالی ولذلک قال بعض العارفین من
زیادہ مفسد ہو اور اپنی جان اور بدن کو اسکی طاعت اور مرضی مین محنت دیگا اللہ کیطرف سے یہ اسکی سزا ہو اور اسی لیے بعضے عارفون نے کہا ہو جو شخص
لم یعبد الحق اختیارا یعبد الخلق اضطرارا فینعزل عن خدمة الخالق الی خدمة المخلوق فعلی هذا کان الواجب
اپنے اختیار سے حق کی بندگی نہ کریگا وہ ناچار ہو کر خلق کی بندگی کریگا پس خالق کی خدمت سے الگ ہو کر مخلوق کی خدمت کریگا پس اسپر آدمی کو واجب ہو
علی العبد ان یشتغل بعبادة الله تعالی وطاعته ویترک الاعتراض علیه ویرضی بقضائه فی کل ما جاء من عنده
کہ اللہ تعالی کی عبادت اور اسکی طاعت مین مشغول ہو اور اسپر اعتراض کرنا چھوڑ دے اور اس حکم پر راضی رہے جو کچھ اسکے پاس سے آئے
من النفع والضر والصحة والمرض والمنع والعطاء والالم والاذی ویلاحظ قوله تعالی عسی ان تکرهوا شیئا وهو خیر
نفع یا نقصان صحت یا مرض نہ دینا یا دینا رنج یا تکلیف اور اللہ کے اس قول کو لحاظ رکھے شاید تم ناپسند کرو کسی چیز کو اور وہ بہتر ہو
لکم وعسی ان تحبوا شیئا وهو شر لکم والله یعلم وانتم لا تعلمون ویتیقن انه تعالی ارحم بعباده من الوالدة بولدها
تمہارے لیے اور شاید تم پسند کرو کوئی چیز اور وہ بری ہو تمہارے لیے اور اللہ جانتا ہو اور تم نہین جانتے اور یقین رکھے کہ اللہ اپنے بندون پر اس سے زیادہ رحیم ہو کہ جتنا ماں اپنے بچے پر
وانه تعالی اعلم بمصلحته من نفسه ثم اذا ظهر عطاء یشکر الله تعالی واذا وقع بلاء یحاسب نفسه فیما صدر منها حتی
اور اللہ تعالی اس سے زیادہ اسکی مصلحت جانتا ہو پھر جب بخشش ظاہر ہو تو اللہ کا شکر بجا لائے اور جب بلا آئے تو اپنے نفس کا حساب کرے کیا خطا ہوئی جس سے
استحق ذلک اذ قال الله تعالی وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر فانه تعالی بین فی هذا
اس بلا کا مستحق ہوا کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہو اور نہین آتی تمپر کوئی مصیبت مگر کسی وجہ سے جو کمایا تمہارے ہاتھون نے اور معاف کر دیتا ہو بہت بیشک اللہ تعالی نے اس
الایة ان ما اصاب العبد من مصیبة ای مصیبة کانت فهی بسبب ذنوبه التی اکتسبها بنفسه والله تعالی
آیت مین بیان فرما دیا کہ بندہ پر جو مصیبت آتی ہو کوئی سی مصیبت ہو اسکے گناہون کی وجہ سے ہو جو خود کمائے ہین اور اللہ تعالی بہتیرے ان مین سے
یعفو عن کثیر منها فلا یعاقب علیها فی الدنیا واما فی العقبی فهو فی مشیة الله تعالی ان لم یتب عنها فانه تعالی
معاف کر دیتا ہو پس انپر دنیا مین عذاب نہین کرتا اور عقبی کے اعتبار سے وہ اللہ تعالی کی مشیت مین ہے بشرطیکہ توبہ نہ کی ہو پس اللہ تعالی
ان شاء یعفو عنه ویدخله الجنة بلا عذاب وان شاء یعذبه فی جهنم بقدر ذنوبه ثم یخرجه منها و
اگر چاہیگا معاف کر دیگا اور بلا عذاب جنت مین داخل کر دیگا اور چاہیگا دوزخ مین بقدر گناہون کے عذاب دیگا پھر اس سے نکال کر
یدخله الجنة قال علی رضی الله عنه للمؤمن عند الله تعالی خمس نقمات فاولها المرض ثم المصائب فان کانت ذنوبه اکثر من ذلک
جنت مین داخل کریگا حضرت علی کہتے ہین مومن کے لیے اللہ تعالی کے یہان پانچ سزائین ہین پہلے تو بیماری پھر مصیبتین پھر اگر اسکے گناہ اس سے بھی زیادہ ہوئے
یعذب فی قبره فان کانت اکثر من ذلک یحبس علی الصراط وان کان اکثر من ذلک یعذب فی جهنم علی قدر ذنوبه
تو قبر مین عذاب ہوگا پھر اگر اس سے بھی زیادہ ہین تو پل صراط پر روک رکھا جائیگا اور اگر اس سے بھی زیادہ ہوئے تو اپنے گناہون کے موافق دوزخ مین عذاب دیا جائیگا
ثم یخرج منها بالتوحید **المجلس الحادی والتسعون فی بیان ان الشیطان یجری**
پھر توحید کی برکت سے اس سے نکال لیا جائیگا **مجلس نود ویکم اس بیان مین کہ شیطان انسان کے اندر**

من الانسان مجری الدم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم ھذا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک شیطان انسان میں خون کے مثل چلتا ہے یہ خون کی طرح پھرتا ہے

الحدیث من صحاح المصابیح رواتہ ام المؤمنین صفیۃ والمراد بالشیطان ھھنا وسوستہ لا نفسہ فحینئذ المجری یحتمل
حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں میں سے ہے ام المؤمنین صفیہؓ نے روایت کی ہے اور شیطان سے اس جگہ اسکا وسوسہ مراد ہے نہ خود شیطان پس بلفظ مجری میں احتمال ہے

ان یکون اسم مکان فیکون المعنی ان کید الشیطان ووسوستہ یجری فی الانسان حیث یجری فیہ الدم او فی جمیع عروقہ
کہ اسم ظرف ہو تو معنی یہ ہونگے کہ شیطان کا مکر اور اسکا وسوسہ انسان میں وہاں چلتا ہے جہاں جہاں خون چلتا ہے یا تمام رگوں میں

ویحتمل ان یکون مصدرا میمیا فیکون المعنی ان کید الشیطان ووسوستہ یجری فی الانسان جریان الدم فان الدم کما یجری
اور یہ بھی احتمال ہے کہ مصدر میمی ہو پس معنی یہ ہونگے کہ شیطان کا مکر اور اسکا وسوسہ انسان کے اندر خون کی طرح چلتا پھرتا ہے کیونکہ خون جیسے کہ انسان کے

فی اعضاء الانسان من غیر احساس الانسان بجریانھا فکذلک وسوسۃ الشیطان تجری فی اعضاء الانسان من غیر احساس
اعضا میں پھرتا ہے بلا اسکے کہ آدمی کو اسکا چلنا کچھ معلوم ہوتا ہو ایسے ہی شیطان کا وسوسہ انسان کے اعضا میں پھرتا ہے بلا اسکے کہ آدمی کو اسکے

الانسان بجریانھا وقیل یجوز ان یراد بالشیطان نفسہ لا وسوستہ فانہ لکونہ غیر کثیف لا یبعد ان یجری فی عروق الانسان
چلنے کی خبر ہو اور بعضے کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ خود شیطان مراد ہو نہ اسکا وسوسہ اسلیے کہ وہ چونکہ کثیف چیز نہیں تو کچھ بعید نہیں کہ انسان کی رگوں میں پھرتا ہو

لان غیر الکثیف یدخل فی الکثیف کالھواء النافذ فی البدن ثم یجری الشیطان فی الانسان مجری الدم یصادف نفسہ ویسالھا عما تحبہ
اسلیے کہ غیر کثیف چیز کثیف میں گھس جاتی ہے جیسے ہوا بدن میں چلی جاتی ہے پس اس صورت میں شیطان ہی انسان کے اندر خون کی طرح چلتا پھرتا ہے اور اسکے نفس سے ملتا ہے اور اسکی محبوب اور مقصود باتیں پوچھتا ہے

وترید فاذا عرف مقصودھا ومرادھا یستعین بھا علی الانسان فی اضلالہ واخراجہ عن الطریق المستقیم فانہ یوردہ
پس جب اسکا مقصود اور مراد جان لیتا ہے تو اس سے انسان کو بہکانے اور طریق مستقیم سے نکالنے میں مدد لیتا ہے پس وہ اسکو

الموارد التی یتخیل الیہ ان فیھا منفعۃ ثم یصدہ المصادر التی فیھا عطبہ ثم یتبرأ منہ ویسلمہ فیقف یشمت بہ ویضحک
ایسے گھاٹ لگاتا ہے جسکو وہ خیال کرے کہ اس میں فائدہ ہے پھر ایسی جگہ لاتا ہے جہاں کچھ عطا ہاتھ آئے پھر اس سے الگ ہو کر اسی کے حوالے کر دیتا ہے اور آپ الگ ہو کر خوش ہوتا ہے اور ٹھٹھے لگاتا ہے

منہ فانہ یأمرہ بالسرقۃ والزنا وقتل النفس ثم یدل علیہ لیفضحہ کما فعل بالراھب الذی زنی بامرأۃ فلما ولدت امرأۃ
پس وہ آدمی کو چوری اور زنا اور خون کرنیکا حکم کرتا ہے پھر ظاہر کر کے فضیحت کرتا ہے جیسے کہ اس راہب کے ساتھ کیا تھا جسنے ایک عورت سے زنا کیا جب وہ جنی

بقتلھا وقتل ولدھا ثم دل علیہ اھلھا وکشف لھم امرہ فلما ارادوا صلبہ امرہ بالسجود لہ لینجیہ فلما سجد لہ فر منہ و
تو اسکو اور اسکے بچہ کو قتل کر ڈالنے کی اسکو صلاح دی پھر عورت کے گھر والوں کو یہ سب بتادیا اور اسکا سب حال کھولدیا پھر جب ان لوگوں نے اسکو سولی دینا چاہا تو اپنے سجدہ کرنیکا حکم دیا کہ میں بچا لونگا پھر جب اسنے سجدہ کیا اسکو

ترکہ وفیہ نزل قولہ تعالی کمثل الشیطن اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بریء منک انی اخاف اللہ رب العلمین
چھوڑ کر بھاگ گیا اور اسی قصہ میں یہ قول انکا اترا ہے جیسے کہا وقت شیطان کی جب کہا انسان کو کہ کافر ہو جا پس جب وہ کافر ہو گیا تو کہنے لگا میں بری ہوں تجھ سے میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو رب سارے جہان کا

ولا یختص ھذا بالذی ذکرت ھذہ القصۃ عنہ بل ھو عام فی کل من یطیع الشیطان فی امرہ بالکفر والعصیان لینصرہ
اور یہ مکر اسی کے ساتھ خاص نہیں جسکا یہ قصہ بیان ہوا بلکہ عام ہے جو شیطان کا کہا مانتے اس کہنے میں کہ تو کفر اور گناہ کر تاکہ میں تیری مدد کروں

ویقضی حاجتہ ثم یتبرأ منہ ویسلمہ کما یتبرأ من جملۃ اولیائہ یوم القیمۃ ویقول لھم انی کفرت بما اشرکتمون من
اور تیری حاجت روائی کروں پھر اس سے الگ ہو جاتا ہے اور اسی کے حوالہ کر دیتا ہے جیسا کہ اپنے سارے دوستوں سے قیامت کے دن برات کریگا اور یہ کہیگا میں انکار کرتا ہوں اسکا جو تمنے مجھکو

قبل فانہ یوردھم الموارد فی الدنیا ثم یتبرأ منھم یوم القیمۃ فعلی ھذا ینبغی للعاقل ان یجتھد فی دفع وسوستہ عن نفسہ
شریک ٹھہرایا تھا پس بیشک وہ اپنے دوستوں کو دنیا میں ایک گھاٹ پر لگا دیتا ہے پھر انسے قیامت کے دن برات کریگا پس اس بنا پر عاقل کو لازم ہے کہ اپنے دل سے اسکے وسوسہ دور کرنیکی کوشش کرے

اذ لیس تسلطہ علی الانسان بالقھر والالجاء بل تسلطہ علیہ بالتزیین والاغواء لما روی انہ علیہ السلام قال خلق ابلیس
اسلیے کہ انسان پر اسکا غلبہ قہر اور مجبور کر کے نہیں ہے بلکہ اس پر اسکا غلبہ لطریق لگا ہونیکے آمادہ کرنے اور بہکانے کے ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ابلیس زینت دینے کو

مزینا ولیس الیہ من الاضلال شیء فانہ علیہ السلام بین فی ھذا الحدیث ان الشیطان لیس بمسلط علی بنی آدم بحیث
پیدا ہوا ہے اور گمراہ کرنیکا کچھ اختیار اسکو نہیں ہے پس نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں فرما دیا کہ شیطان بنی آدم پر اسطرح مسلط نہیں کہ

يامرهم بالمعصية ويلجئهم عليها اذلو كان الامر كذلك لما نجا من شره احد بل شانه ان يوسوس فى صدورهم ويزين المعصية

انکو معصیت کا حکم کرے اور انپر مجبور کردے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اسکے شر سے کوئی نہ بچتا بلکہ اسکا یہ حال ہے کہ انکے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہو اور معصیت کو انکی نظروں میں اچھا بناکر

اليهم وليس بيده اكثر من ذلك كما اخبر الله تعالى عنه انه يقول لاهل النار يوم القيمة وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا

دکھاتا ہو اور اس سے زیادہ اسکے اختیار میں کچھ نہیں ہو چنانچہ اللہ تعالی نے اسکی سے نقل کیا ہو کہ وہ قیامت کے دن دوزخیوں سے کہیگا اور نہ تھا مجکو تم پر کچھ غلبہ مگر اتنا

أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنْفُسَكُمْ يعنى ان دعوتى اياكم الى الباطل لم يكن بطريق القهر والالجاء ولا

کہ میں نے تمکو بلایا پس تم نے مان لیا پس نہ ملامت کرو مجکو اور ملامت کرو اپنے آپ کو یعنی باطل کیطرف تمکو میرا بلانا کچھ بطور قہر اور جبر کے نہ تھا اور نہ

بحجة وبرهان يدل على صدقى بل بمجرد تزئين وتسويل فاستجبتم لى لموافقة دعوتى اهواءكم واغراضكم ولم تستجيبوا

کسی حجت اور دلیل سے تھا جو میری سچائی پر دلالت کرتی ہو بلکہ صرف زینت اور آرائش دینے سے تھا سو تم نے میرا کہا اپنی ہوا وہوس اور غرضوں کے موافق ہونیکی وجہ سے مانا اور اپنے

لربكم الذى دعاكم الى الحق دعوة مقرونة بالحجج والبينات لعدم موافقة دعوته اهواءكم واغراضكم فان عدو الله تعالى

پروردگار کا کہا نہ مانا جسنے حق کی طرف اسطرح بلایا کہ حجتوں اور دلائل کے ساتھ تھا کیونکہ وہ بلانا تمھاری خواہشوں اور غرضوں کے موافق نہ تھا بیشک دشمن خدا

لما امتنع عن السجود لادم النبى عليه السلام واخرج من زمرة الملئكة المقربين ومن الجنة وسأل ان ينظر الى يوم يبعث

جب آدم نبی علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے باز رہا اور مقرب ملائک کی جماعت سے یا جنت سے نکالدیا گیا اور اسنے درخواست کی کہ اس دن تک جس میں

فيه ادم النبى عليه السلام وذريته للجزاء فانظر الى يوم الوقت المعلوم الذى هو وقت النفخة الاولى التى علم الله تعالى

آدم نبی علیہ السلام اور انکی اولاد جزا کے لیے اٹھائی جاینگے مہلت دیجائے تو انکو اس وقت معلوم کے دن تک مہلت ملی اور وہ پہلے نفخہ کا وقت ہو کہ جسکی نسبت اللہ جانتا ہے

ان من فى السموات ومن فى الارض يصعق عنده الا من شاء الله تعالى قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ

کہ جو آسمان میں ہو اور جو زمین میں ہیں اسوقت سب بیہوش ہوجاینگے مگر جنکو اللہ چاہے تو شیطان نے کہا اے رب اسوجہ سے کہ تو نے مجکو راہ سے کھویا میں انکو بہار دکھاؤنگا زمین میں

وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ واستثنى عباد الله الذين اخلصهم الله تعالى لطاعته وعبادته و

اور بہکاؤنگا ان سب کو مگر جو تیرے بندے اس میں سے چنے ہوئے ہیں اور اسنے ان بندوں کو الگ کردیا جنکو اللہ تعالی نے اپنی طاعت اور عبادت کے لیے چن لیا ہو اور

طهرهم عن تاثير اغوائه فيهم فلما استثناهم وكان طريقهم مرضيا عند الله تعالى قال الله تعالى هَذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ

انکو اسکے بہکانے کے اثر سے پاک کر رکھا ہو پس جب انکو نکالدیا اور انکا طریقہ اللہ تعالی کو پسند تھا تو اللہ تعالی نے فرمایا یہ راہ ہو مجھ تک سیدھی

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ فانه تعالى قد اخبر فى هذه الاية ان عباده الذين

جو میرے بندے ہیں تجکو انپر قابو نہیں مگر وہی جو تیری راہ چلا بہکنے والوں میں سے پس اللہ تعالی نے اس آیت میں خبر دیدی ہو کہ اسکے وہ بندے جنکو اسنے

اخلصهم لطاعته وعبادته ليس لعدوه عليهم سلطان بل سلطانه على الذين اتبعوه من الغاوين واخبر فى اية

اپنی طاعت اور عبادت کے لیے چن لیا ہو انپر دشمن خدا کا قابو کچھ نہیں ہے بلکہ اسکا بس انہی لوگوں پر ہے جو گمراہ اسکے تابع ہیں اور دوسری آیت میں

اخرى ان عباده المؤمنين المتوكلين لا سلطان له عليهم فقال انه لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ

خبر دی ہو کہ اسکے مومن اور متوکل بندوں پر اسکا کچھ قابو نہیں ہو پس فرمایا بیشک نہیں ہو اسکا کچھ قابو انپر جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں

إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ وهذه الاية تضمنت امرين احدهما نفى سلطانه على اهل الايمان

اسکا بس انہی پر ہو جو اسکو رفیق سمجھتے ہیں اور وہ لوگ جو اسکو شریک ٹھہراتے ہیں اور یہ آیت دو باتوں کو شامل ہو ایک تو ایمان والوں پر اسکے قابو ہونیکی نفی کرنا

وعلى الذين يفوضون امرهم الى الله تعالى فى كل ما ياتون ويذرون فان وسوسته لا يؤثر فيهم ودعوته غير مستجابة

اور ان لوگوں پر جو اپنے کام اللہ تعالی کے سپرد کرتے ہیں جو جو کرتے ہیں یا نہیں کرتے پس اسکا وسوسہ انمیں اثر نہیں کرتا اور اسکا بلانا انکے پاس مقبول نہیں

عندهم والثانى اثبات سلطانه على اهل الشرك وعلى الذين يتخذونه وليا ويطيعون وسوسته ويستجيبون دعوته

اور دوسرے مشرکوں پر اسکے قابو ہونیکو ثابت کرنا اور ان لوگوں پر جو اسکو اپنا دوست بناتے ہیں اور اسکے وسوسہ کی اطاعت کرتے ہیں اور اسکے بلانے کو مانتے ہیں

والمراد بسلطانه عليهم تسلطه بالوسوسة والدعوة المستتبعة للاستجابة لا بالقهر والالجاء لانه متف

اور انپر قابو ہونے سے مراد وسوسہ ہو اور ایسے بلانے سے اسکا مسلط ہونا ہو جسکے بعد وہ مان ہی لیں نہ قہر اور مجبور کرکے مسلط ہونا

من الكل لما سبق من قوله تعالى حكاية عنه وما كان لي عليكم من سلطان الا ان دعوتكم فاستجبتم لي ولما علم عدو الله

کیونکہ ایسا تسلط تو کسی پر نہیں ہو اسلیے کہ اللہ تعالی کا یہ قول شیطان کی طرف سے بطور حکایت کے گذر چکا ہوا ور مجکو تمپر کچھ حکومت نہ تھی مگر اتنی کہ مین نے تمکو بلایا پس تم نے میرا کہا مان لیا اور جبکہ دشمن خدا

تعالى انه تعالى لا يسلطه على عباده المخلصين قال فبعزتك لاغوينهم اجمعين الا عبادك منهم المخلصين وقد

جانتا تھا کہ اللہ تعالی اپنے مقبول بندونپر مجکو قابو نہ دیگا اسلیے کہا قسم ہے تیری عزت کی مین انمین سب کو گمراہ کرونگا مگر انمین سے تیرے مقبول بندونکو اور اللہ تعالی نے

اخبر الله تعالى ان عدوه ابليس حين وبخ بقوله تعالى ما منعك الا تسجد اذ امرتك قال فبما اغويتني لاقعدن

خبر دی ہے کہ جب دشمن خدا ابلیس اس قول الہی سے جھڑکا گیا اور تجھکو کسنے منع کیا سجدہ سے جب مین نے تجھکو حکم دیا تو بولا اسوجہ سے کہ تونے مجھکو گمراہ کیا البتہ ضرور بیٹھونگا

لهم صراطك المستقيم ثم لآتينهم من بين ايديهم ومن خلفهم وعن ايمانهم وعن شمائلهم ولا تجد اكثرهم

انکی تاک مین تیری سب سیدھی راہ پر پھر آؤنگا انکے پاس انکے آگے سے اور پیچھے سے اور داہنے سے اور بائین سے اور نہ پائیگا تو انمین سے اکثر کو

شاكرين قال جمهور المفسرين والنحاة كلمة على محذوفة ههنا ونصب صراطك على نزع الخافض كانه قيل لاقعدن على

شکر گزار تمام مفسرین اور نحوی کہتے ہین کہ یہان سے علی کا لفظ محذوف ہے اور صراطک کا زبر حرف جر دور کرنے سے ہے گویا عبارت یون ہے لاقعدن علی

صراطك المستقيم ثم لآتينهم من جميع جهاتهم وهذا تفصيل لما اجمله في قوله فبعزتك لاغوينهم اجمعين وتمثيل

صراطک المستقیم پھر انکے پاس سب طرف سے آؤنگا اور یہ اسکی تفصیل ہے جو انھنے اس قول مین مجملاً کہا تھا پس قسم ہے تیری عزت کی مین ضرور سب کو بہکاؤنگا اور اسکے

لوسوسته اليهم وتسويله عليهم ما امكنه وقدر عليه اذ ما من طريق خير الا والشيطان قاعد عليه يقطعه على

وسوسہ ڈالنے اور آراستہ کرنیکی مثال ہے کہ جتنا ممکن ہوگا اور وہ قادر ہوگا کریگا کیونکہ کوئی خیر کا راستہ نہین مگر شیطان اسپر بیٹھا ہوا ہے

السالكين فيه بانواع مكائده وغروره فانه يشام نفس الانسان ليعلم اي القوتين غالب عليها هل هي قوة الاقدام

اسطرح کے مکر اور فریب سے چلنے والے کی راہ مارتا ہے کیونکہ وہ انسان کے نفس پر غور کیا کرتا ہے کہ معلوم ہوجائے کہ دونون قوتون مین سے اسپر کونسی قوت غالب ہے آیا پیش قدمی کی قوت

ام هي قوة الاحجام فان راى ان الغالب عليها قوة الاحجام ياخذ في تثبيطه واضعاف همته وارادته عن المامور به

یا باز رہنے کی قوت پس اگر دیکھتا ہے کہ اسپر نہ کرنے کی قوت غالب ہے تو اسکے سست کرنے اور مامور بہ کا قصد اور ارادہ ضعیف کر دینے مین لگ جاتا ہے

ويثقله عليه ويهون عليه تركه حتى يتركه جملة او يقتصر فيه او يتهاون به وان راى ان الغالب عليها قوة الاقدام

اور وہ عمل اسپر دشوار کر دیتا ہے اور ترک کر دینے کو آسان بتلاتا ہے یہانتک کہ وہ اسکو سراسر چھوڑ دیتا ہے یا اس مین کوتاہی کرتا ہے یا اس مین سستی کرتا ہے اور اگر دیکھتا ہے کہ اسپر قوت عمل کی غالب ہے

ياخذ في تقليل المامور به عنده ويوهم انه لا يكفيه بل يحتاج الى مبالغة وزيادة فيقصر بالاول ويتجاوز بالثاني

تو مامور بہ کو اسکی نظر مین گھٹانا شروع کرتا ہے اور وہم ڈالتا ہے کہ یہ تجھکو کافی نہوگا بلکہ مبالغہ اور زیادہ کرنیکی ضرورت ہے اور اول مین کوتاہی کرکے دوسرے مین بڑھ جاتا ہے

وقد قال بعض السلف ما امر الله بامر الا وللشيطان فيه نزغتان اما الى تفريط وتقصير واما الى فرط وغلو ولا يبالي

اور بعضے اگلون نے کہا ہے کہ اللہ تعالی کا جو حکم ہے اسمین شیطان کے دو جھٹکے ہین یا تو کوتاہی اور تقصیر کی طرف یا زیادتی اور افراط کیطرف اور اسمین سے جسپر

بايهما ظفر وقد قطع كثيرا من الناس في هذين الواديين وادي التفريط والتقصير ووادي الافراط والتجاوز

فتحیاب ہو کچھ پرواہ نہین اور اکثر لوگون پر ان ہی دونون میدان مین رہزنی کی ہے ایک تو کوتاہی اور تقصیر کا میدان اور ایک زیادتی اور حد سے بڑھجانیکا میدان اور

الثابت منهم على الطريق الذي كان عليه رسول الله عليه السلام واصحابه قليل جدا فمنهم الذين يبنون

انمین سے اس راستہ پر قائم جسپر رسول اللہ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب تھے بہت ہی کم ہین اسلیے کہ بعضے انمین سے ایسے شخص ہین کہ مسجدین

المساجد والمدارس والقناطر والرباط من اموال جمعوها من الظلم بالغصب والنهب والرشوة والجهات المحظورة

اور مدرسے اور پل اور خانقاہ انکی مالون سے بناتے ہین جو چھین جھپٹ اور رشوت سے ظلم کرکے اور بیجا طریقون سے جمع کیے ہین

ويظنون انهم استحقوا بذلك مغفرة من الله تعالى وثوابا كثيرا ولا يعرفون انهم تعرضوا لسخط الله تعالى في

اور گمان کرتے ہین کہ ہم اسکے بدلہ مین اللہ کیطرف سے مغفرت اور بڑے ثواب کے مستحق ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ وہ اسکے جمع کرنے اور خرچ کرنے مین غضب الہی کے

جمعها وانفاقها اذ كان الواجب عليهم الامتناع عن جمعها على هذا الوجه فلما عصوا الله تعالى بجمعها على هذا الوجه

سامنے آئے اسواسطے کہ انپر اسطرح سے مال جمع کرنے سے باز رہنا واجب تھا پس جب انھون نے اسوجہ سے جمع کرنے مین اللہ تعالی کی نافرمانی کی تھی

كان الواجب عليهم التوبة والرجوع الى الله تعالى ورد ما الى اصحابها ان امكن والا فالى ورثتهم ان وجدوا والا كان الواجب
تواب توبہ اور خدا کیطرف رجوع کرنا اور اگر ممکن ہو تو اُس مال کا اُسکے مالکونکو پھیر دینا واجب تھا اور اگر نہ ممکن ہو تو اُنکے وارثونکو اگر ملجائین ورنہ اُس مال کو فقیرونکو اس نیت سے

عليهم تفريقها على الفقراء بنية ان تكون وديعة عند الله تعالى يوصلها الى اصحابها يوم القيمة وهم لعدم تفريقها على
بانٹ دینا واجب تھا کہ اللہ تعالی کے یہان امانت رہے قیامت کے دن اُسکے مالکونکو پہونچادے اور اُنھون نے چونکہ فقیرون کو تقسیم نہین کیا

الفقراء بقيت عليهم وتؤخذ من اعمالهم يوم القيمة ومنهم من يستغفر الله تعالى ويسبح ويهلل بلسانه في اليوم مائة
اسلیے اُنکے ذمہ باقی رہا اور قیامت کو دن اُنکے اعمال مین سے لیا جائیگا اور بعضے اُن مین ایسے ہین کہ اللہ تعالی سے مغفرت مانگتے ہین اور زبان سے ہر روز سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ سو سو مرتبہ پڑھتے ہین

مرة ثم لا يزال يغتاب الناس ويبغتهم ويمزق اعراضهم ويتكلم بما لا يرضاه الله تعالى طول نهاره من غير حصر ولا عد
پھر ہمیشہ لوگونکی غیبت کیا کرتے ہین کا ایمان دیا کرتے ہین اور اُنکی بے آبروئی کیا کرتے ہین اور ایسی باتین بکا کرتے ہین جو اللہ تعالی کو پسند نہین تمام دن بے انتہا اور بے شمار

ويظن ان حسناته اكثر من سيأته لعدم محاسبة نفسه وعدم تفقده معاصيه ويكون نظره الى عدد تسبيحه وتهليله و
اور وہ اپنے نفس کا حساب نہ لینے اور اپنے گناہونکی خبرگیری نہ کرنے سے یہ گمان کرتے ہین کہ ہماری نیکیان گناہون سے زیادہ ہین اور اُسکی نگاہ اپنی تسبیح اور تہلیل کی گنتی پر تو ہوتی ہو اور

يغفل عن هذيانه الذي لو كتب لكان مثل تسبيحه وتهليله مائة مرة بل الف مرة وقد كتبه الكرام الكاتبون ووعد
اپنی بیہودہ گپ کو بھولا رہتا ہو کہ اگر لکھے جائین تو اُسکی تسبیح اور تہلیل کے برابر سو بار بلکہ ہزار بار ہوجائین اور بیشک کراما کاتبین نے اسکو لکھ رکھا ہے اور اللہ تعالے نے

الله تعالى على كل كلمة عقابا حيث قال ما يلفظ من قول الا لديه رقيب عتيد فهو ابدا يتامل في فضائل التسبيحات و
ہر کلمہ پر سزا کا وعدہ کر چکا ہو چنانچہ فرمایا نہین بولتا کوئی بات مگر اُسکے پاس ایک نگہبان ہو مقرر کیا ہوا سو وہ شخص ہمیشہ تسبیحات اور تہلیلات کے فضائل تو سوچا کرتا ہو

التهليلات ولا يلتفت الى ما ورد في عقوبة المغتابين والنمامين والكذابين وغير ذلك ممن لا يحترز من آفات اللسان
اور اُسکو خیال نہین کرتا جو غیبت کرنیوالون اور چغلخورون اور جھوٹون وغیرہ اُن لوگونکی سزا کے بارہ مین آیا ہو جو زبان کی آفتون سے نہین بچتے

ولعمر الله لو كان الكرامون الكاتبون يطلبون منه اجرة لما يكتبونه من هذيانه الذي زاد على تسبيحه وتهليله الف
اور خدا کی قسم اگر کراما کاتبین اس سے اُسکی اُنھی واہیات گپ کی مزدوری مانگتے جو لکھا کرتے ہین جو کہ اُسکی تسبیح اور تہلیل سے ہزار گونہ زیادہ ہینا

مرة لكان يكف لسانه حتى عن جملة من مهماته وكان يعد ما نطق به في فتراته ويحسبه ويوازيه بتسبيحاته حتى
تو بیشک اپنی زبان روک لیتا اور اسکو اپنا ضروری کام سمجھتا اور جو بولا ہوا اسکو اپنی لغزش مین گنتا اور اپنی تسبیحات سے اُسکو موازنہ کرتا کہ ایسا نہو

لا يفضل عليه اجرة الكتابة فيا عجبا لمن يحاسب نفسه ويحتاط خوفا من ذهاب قيراط في الاجرة ولا يحتاط خوفا
کہ لکھنے کی مزدوری زیادہ نہ دینی پڑے پس بڑا تعجب ہو اُس شخص سے جو کہ اپنے نفس کا حساب کرے اور مزدوری مین ایک کوڑی کے چلے جانیکے خوف سے تو احتیاط کرے اور آخرت مین

من فوات فردوس الاعلى جنة الماوى في الآخرة وليس هذه الغفلة الا مصيبة عظيمة لمن يتفكر فيها وقد وقعنا في امر
فردوس اعلی اور جنت الماوی کے جاتے رہنے کے خوف سے احتیاط نہ کرے اور یہ غفلت تو سمجھدار کے لیے بڑی مصیبت ہو اور ہم ایسی بلا مین پڑ گئے کہ اگر اُس مین شک کرین تو کافر

ان شككنا فيه نكون من الكفرة الجاحدين وان صدقنا به نكون من الجهلة المغرورين وليس هذا عمل من صدق
ہوئے جاتے ہین اور اگر اسکی تصدیق کرین تو جاہل مغرور بنتے ہین اور یہ کام اُسکا نہین ہو جو احکام قرآن اور

بما جاء به القرآن ورسول رب العالمين المجلس الثاني والتسعون في بيان عدم المواخذة بالوسوسة
رسول رب العالمین کی تصدیق کرتا ہو مجلس نود و دوم وسوسہ پر کچھ مواخذہ نہونے کے بیان مین

مالم تعمل بها او تتكلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالى تجاوز عن امتي ما توسوست به صدورها
جبتک اُسپر عمل نہ کیا جاوے یا زبان پر نہ گذرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالی نے میری امت کو معاف کیا ہو جو اُنکے دلونمین خیالات آئین

مالم تعمل به او تتكلم هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة وفيه دليل على ان المرفوع عن هذه الامة لم يكن
جب تک اُسپر عمل نہو یا زبان پر نہ لائے جائین یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہو ابو ہریرہ نے اُسکو روایت کیا ہو اور اسمین یہ دلیل ہو کہ جو اس امت کو معاف کردیا گیا ہو

مرفوعا من الامم السالفة لان التخصيص بالذكر لا بد له من فائدة والمعنى انه تعالى عفا عن هذه الامة ما يخطر
وہ پہلی امتون سے معاف نہ تھا اسلیے کہ اس امت کے خاص مذکور ہونیکا کوئی فائدہ ہونا چاہیے اور معنی یہ ہین کہ اللہ تعالی نے اس امت کو وہ خیالات معاف کردیے ہین

فی قلوبهم من الخواطر المذمومة واحادیث النفس فان ما یقع فی القلب من الخواطر الدنیة المذمومة یسمی وسوسة
جو دل میں برے خیالات اور نفسانی منصوبے گذرتے ہیں کیونکہ دل میں جو نکمے اور برے خیالات آئیں انکو وسوسہ کہتے ہیں

وما یقع فیه من الخواطر المرضیة الحسنة یسمی الهاما ثم الوسوسة اما ضروریة او اختیاریة فالضروریة هی الخواطر
اور جو اچھے عمدہ خیالات دل میں آئیں انکو الہام کہتے ہیں پھر وسوسہ یا تو بے اختیاری کا ہے یا اختیاری پس بے اختیاری تو وہ خیالات ہیں

التی تدخل فی القلب من غیر اختیار وهذا معفو عن جمیع الامم لکونه خارجا عن حد الاستطاعة والاختیاریة هی
جو دل میں بے اختیار آجاتے ہیں اور یہ تو تمام امتوں کو معاف ہیں اسواسطے کہ یہ حد قدرت سے باہر ہیں اور اختیاری وہ خیالات ہیں

الخواطر التی تدخل فی القلب وتستجلبها الطبع وتتبعها النفس وترددها وتتلذذ بها فتمیل الی العمل والتکلم بها وهذا
جو دل میں آتے ہیں اور طبیعت انکو کھینچ لاتی ہے اور نفس انکے پیچھے لگا رہتا ہے اور بار بار انکو لاتا ہے اور انسے لذت لیتا ہے پھر اسپر عمل کی یا بیان کی رغبت کرتا ہے اور یہ

النوع هو الذی عفی عن هذه الامة دون سائر الامم تشریفا لنبینا وتفضیلا لامته واما العقائد الفاسدة ومساوی
وہ قسم ہے جو اسی امت کو معاف ہے نہ اور امتوں کو ہمارے نبی کی شرف بخشی اور انکی امت کی تفضیلت کیوجہ سے اور رہے فاسد عقیدے اور بری

الاخلاق وما ینضم الیها من اعمال القلوب فهی بمعزل عن الدخول فی جملة ما وسوست به الصدور بل هی من اعمال القلوب
عادتیں اور جو اسی کے مشابہ ہیں یعنی اعمال قلوب سو یہ امور وسوسۂ دلی میں داخل ہونے سے الگ ہیں بلکہ یہ اعمال قلوب سے ہیں

التی یؤاخذ بها الانسان والحاصل ان ما یقع فی القلب علی خمس مراتب الاولی الهاجس وهو ما یقع فیه ابتداء ثم الخاطر
جس میں انسان سے مواخذہ ہوگا اور حاصل یہ ہے کہ جو کچھ دل میں پڑتا ہے پانچ درجہ پر ہے پہلا تو ہاجس ہے اور یہ وہ ہے جو پہلے ہی پہل اس میں آتا ہے پھر خاطر ہے

وهو جریان ما یقع فیه ثم حدیث النفس وهو التردد فیما یقع فیه هل یفعل ام لا ثم الهم وهو ترجیح جانب الفعل ثم
اور یہ اسکا جاری ہونا ہے جو دل میں پڑا ہے پھر حدیث النفس ہے اور یہ اس دل کی پڑی بات میں تردد کا ہونا ہے کہ کروں یا نہیں پھر ہم ہے اور یہ کرنیکی جانب کو غالب کرنا ہے پھر

العزم وهو القطع علی الفعل والجزم به وهذه الخواطر ان کانت فی المعاصی ففیها تفصیل اما الهاجس فلا یؤاخذ به
عزم ہے اور یہ کرنیکا پکا ارادہ اور پورا قصد کرنا ہے اور یہ خیالات اگر گناہ ہونگے ہوں تو اس میں تفصیل ہے مگر ہاجس پر تو بالاتفاق کسی سے مواخذہ نہیں ہوتا

احد اجماعا لانه لیس من فعل العبد وانما هو شیء ورد علیه لا قدرة له علی دفعه ولا علی منعه واما الخاطر الذی بعده
کیونکہ یہ بندہ کا فعل نہیں یہ تو ایسی بات ہے کہ خودبخود آگئی اسکے دفع پر قدرت نہیں اور نہ اسکے روک دینے کی اور خاطر جو اسکے بعد ہے

فالعبد قادر علی دفعه بصرف الهاجس اول وروده ومع هذا هو وما بعده من حدیث النفس مرفوعات عن الامة
سو اسکے دفع پر آدمی کو قدرت ہے اسطرح کہ ہاجس کو آتے ہی پھیر دے تب بھی یہ اور اسکے بعد والا یعنی حدیث النفس اس امت کو سب معاف ہیں

بالحدیث الصحیح الوارد فی ارتفاع حدیث النفس عن هذه الامة وهو قوله علیه السلام عفی عن امتی ما حدثت به
اس حدیث صحیح کی رو سے جو اس امت سے حدیث النفس کے معاف ہونے کے بارہ میں آئی ہے وہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے میری امت کو معاف کر دیا گیا جو انکے نفس

نفوسهم فاذا ارتفع حدیث النفس یرتفع ما قبله بالطریق الاولی وهذه الثلثة لو کانت فی الحسنات لا یکتب له بها
خیالات پکائیں پس جب حدیث النفس معاف ہوا تو اس سے پہلے درجے کے بطریق اولی معاف ہونگے اور یہ تینوں اگر نیکیوں میں ہوں تو اسکا کچھ ثواب نہیں لکھا جاتا

اجر لعدم القصد واما الهم فقد بین فی الحدیث الصحیح ان الهم بالحسنة یکتب حسنة وان لم تفعل لظهور مانع
کیونکہ قصد نہیں ہوا اور رہا ہم سو حدیث صحیح میں بیان ہو چکا ہے کہ نیکی کے ہم کا ثواب ہوتا ہے اگرچہ بسبب کسی مانع کے نہ کی جائے

والهم بالسیئة لا یکتب سیئة بل ینتظر فان ترکها العبد لله تعالی یکتب علیه حسنة وان فعلها یکتب علیه اثم الفعل
اور برائی کے ہم کا گناہ نہیں لکھا جاتا بلکہ ملتوی رہتا ہے پس اگر بندہ انکو اللہ کیواسطے ترک کر دے تو اسکی نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر کر گزرا تو صرف عمل کا گناہ لکھا جا

وحده لا اثم الهم لان الهم مرفوع عن هذه الامة واما العزم علی السیئة فبعض العلماء قد جعله من الهم المرفوع الا
نہ ہم کا کیونکہ ہم اس امت کو معاف ہے اور رہا برائی کا عزم سو بعضے علمانے اسکو اگرچہ ہم میں داخل کیا ہے جو کہ معاف ہے لیکن

ان المحققین علی کون العبد مؤاخذ به لکن ان ندم علی عزمه وترک الفعل خوفا من الله تعالی یکتب له حسنة لان عزمه
محققین اسپر ہیں کہ بندہ سے اسپر مواخذہ ہوگا لیکن اگر اپنے عزم پر نادم ہوا اور اللہ کے خوف سے وہ کام نہ کیا تو اسکے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے کیونکہ عزم

على السيئة وان كان سيئة لكن امتناعه عنها حسنة فيكتب حسنة واما اذا فات عنه الفعل بعائق وتركه بعذر لا

گناہ کا اگرچہ گناہ ہو لیکن اس سے باز رہنا بھی نیک عمل ہو لہذا ایک نیکی لکھی جاتی ہو اور جس صورت میں کہ وہ کام کسی مانع کے سبب یا کسی عذر سے نہ ہونے پایا

خوفا من الله تعالى يكتب عليه سيئة لان العزم فعل اختياري من افعال القلوب فيؤخذ به صاحبه اذ قد روي انه

نہ اللہ تعالی کے خوف سے تو ایک گناہ لکھا جاتا ہو کیونکہ عزم افعال قلب میں سے ایک فعل اختیاری ہو لہذا اسکی اسپر پکڑ ہوگی اسلیے کہ روایت ہو کہ نبی

عليه السلام قال يحشر الناس على نياتهم ولا شك ان من عزم في الليل ان يصبح ويقتل مؤمنا او يزني بامرأة او يشرب خمرا

علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں کا حشر اپنی اپنی نیتوں پر ہوگا اور اس میں شک نہیں کہ جو شخص رات کو یہ عزم کرے کہ صبح ہوتے ہی کسی مسلمان کو قتل کرونگا یا کسی عورت سے زنا کرونگا یا شراب پیونگا

او يرتكب غير ذلك من الذنوب فمات في الليلة يموت عاصيا مصرا على الذنب يحشر على نيته مع ان الواقع منه العزم على

یا اسکے علاوہ اور کوئی گناہ کرونگا پس وہ اسی شب میں مرگیا تو گناہ پر اڑا ہوا گنہگار مریگا اور اپنی نیت پر اٹھیگا باوجودیکہ اس سے صرف معصیت کا عزم ہی واقع

المعصية دون فعلها والدليل الدال عليه ما روي انه عليه السلام قال اذا التقى المسلمان بسيفيهما فالقاتل والمقتول في

ہوا ہو نہ اسکا فعل اور دلیل جو اسپر دلالت کرتی ہو یہ روایت ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب دو مسلمان تلوار لیکر مقابل ہوں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی

النار قيل يا رسول الله هذا القاتل فما بال المقتول قال لانه اراد قتل صاحبه وهذا نص في كون المقتول من اهل النار بمجرد

ہیں کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو بھلا قاتل ہو اس مقتول نے کیا کیا فرمایا اسلیے کہ یہ بھی اپنے یار کو قتل کا ارادہ رکھتا تھا اور یہ اس بات کی تصریح ہو کہ مقتول صرف ارادہ سے جہنمی ہوا

الارادة مع انه قتل مظلوما فكيف لا يؤخذ العبد بالنية والعزم وكل ما يدخل تحت اختياره فهو مؤاخذ به الا ان يكفره

باوجودیکہ وہ مظلوم قتل ہوا ہو پھر بھلا کیونکر بندہ سے نیت کا مواخذہ نہو گا اور عزم اور جو جو آدمی کے اختیار میں داخل ہو اسکا مواخذہ ہوتا ہو ہاں اگر نیک کام سے

بحسنة ونقض العزم بالندم حسنة فلذلك يكتب حسنة واما فوات المراد بعائق فليس بحسنة فلذلك يكتب سيئة

اسکا کفارہ کردے تو خیر اور ندامت سے عزم کا توڑ دینا بھی نیک کام ہو اسی لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہو رہا کسی مانع سے مراد کا فوت ہو جانا سو یہ حسنہ نہیں ہو اسیواسطے ایک گناہ لکھا جاتا ہے

فيؤاخذ بها فكيف لا يؤاخذ العبد باعمال القلوب في الكبر والعجب والرياء والحسد والنفاق وجملة الخبائث من اعمال القلوب

لہذا اسپر مواخذہ ہوگا بھلا کیونکر اعمال قلوب پر بندے کی پکڑ دھکڑ نہو حالانکہ کبر اور خود پسندی اور ریا اور حسد اور نفاق اور سارے خبائث اعمال قلوب ہی سے ہیں

وقد قال الله تعالى اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا فانه تعالى قد بين في هذه

اور اللہ تعالی نے فرمایا ہو بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے اسکی پوچھ ہوگی پس اللہ تعالی نے اس آیت میں بیان کردیا

الآية ان العبد بكل واحد من تلك الاعضاء يكون مسئولا فيما يدخله تحت اختياره مثلا لو وقع بصره على اجنبية

کہ بندے سے ہر ہر عضو کے بارہ میں پوچھ ہوگی جو جو کام اسکے اختیار میں داخل ہیں مثلاً اگر نامحرم عورت پر بے اختیار

بغير اختيار منه لا يؤاخذ بهذه النظرة فان اتبعها نظرة ثانية يكون مؤاخذا بهذه النظرة الثانية لكونه مختارا فيها

نگاہ پڑ گئی تو اس نگاہ کا کوئی مواخذہ نہوگا پھر اگر اسپر دوبارہ نظر دوڑائی تو اس دوسری نظر کا مواخذہ ہوگا کیونکہ اس میں اختیار تھا

كذلك خواطر القلوب تجري هذا المجرى بل القلب اولى بالمؤاخذة لانه الاصل فان من حكم قلبه بشيء وكان مخطئا

ایسے ہی دل کے خیالات اسی طرح ہوتے ہیں بلکہ دل کی پکڑ بدرجہ اولی ہونا چاہیے کیونکہ یہی اصل ہو بیشک جسکا دل کسی بات کا حکم کرے اور اس میں خطاوار ہو

فيه يصير مجزيا به ان خيرا فخير وان شرا فشر كمن ظن انه متطهر وحضر الجمعة وصلاها ثم تذكر انه كان غير

تو اسکا بدلہ پائیگا اگر نیک ہو تو نیک اور اگر بد ہو تو بد جیسے کسی نے گمان کیا کہ میں باوضو ہوں اور جاکر جمعہ پڑھا پھر یاد آیا کہ باوضو نہیں تھا

متطهر يكون مثابا بفعله فان تركها ثم تذكر يكون معاقبا على تركه ومن وجد على فراشه امرأة فظنها [illegible] فوطئها

تو بھی اپنے فعل کا ثواب پائیگا اور اگر جمعہ کو ترک کیا پھر یاد آیا تو اس ترک پر عقاب ہوگا اور جسنے اپنے بستر پر ایک عورت پائی اور سمجھا کہ [illegible]

لا يكون عاصيا بوطئها وان كانت اجنبية وان ظنها اجنبية فوطئها بهذا الظن يكون عاصيا به [illegible]

تو اس صحبت کرنے سے گنہگار نہوگا اگرچہ غیر عورت ہو اور اگر اسکو غیر عورت سمجھا پھر اس سے اسی خیال پر صحبت کی تو اسکی صحبت سے گنہگار ہوگا اگرچہ اسکی بی بی ہو

كل ذلك بالنظر الى القلب دون الجوارح فان الوسوسة انما تكون مرفوعة عن هذه الامة اذا لم تبلغ رتبة العزم

یہ سب باعتبار دل کے ہو نہ اعضا کے لحاظ سے کیونکہ وسوسہ تو اسوقت تک اس امت کو معاف ہو جب تک عزم کے مرتبہ تک نہ پہونچے

فاما اذا بلغت تلك المرتبة فلا تكون مرفوعة بل يؤاخذ به العبد فيلزم عليه نقضها بالندم والاستغفار حتى تنقلب حسنة
اور جب اُس درجہ تک پہونچ جائے تو پھر معاف نہیں بلکہ اسپر بندے کی پکڑ ہو گی لہذا اسکو ندامت اور استغفار سے توڑ دینا بندے کو لازم ہو تاکہ پلٹ کر نیکی بن جائے

لكن ينبغي ان يعلم ان الوسوسة قد تكون من جهة تلبيس ابليس فان الشيطان قد يلبس على الانسان فيقول العمر
لیکن جاننا چاہیے کہ وسوسہ بعضے وقت ابلیس کے فریب دینے سے ہوتا ہو کیونکہ شیطان کبھی انسان کو دھوکا دیدیتا ہو پس کہتا ہو کہ ابھی عمر

طويل والصبر على ترك الشهوات طول العمر الشديد فكيف تترك اللذات والشهوات فعند ذلك يلزم للعبد ان يذكر
بہت ہو اور تمام عمر خواہشوں کے ترک پر صبر کرنا سخت عذاب ہو پھر بھلا لذتین اور خواہشین کیسے چھوڑی جائین لہذا ایسے وقت آدمی کو لازم ہے کہ

عظيم ثواب الله تعالى واليم عقابه ووعده ووعيده ويجدد ايمانه ويقينه ويقول نعم الصبر عن الشهوات
اللہ تعالی کا بڑا ثواب اور سخت عذاب اور اُسکے وعدے اور وعید یاد کرے اور اپنے ایمان اور یقین کو تازہ کرے اور کہے ہان بیشک صبر کرنا خواہشوں سے

شديد لكن الصبر على النار اشد فلا بد من اختيار اخفهما فاذا ذكر العبد ذلك ينخنس الشيطان ويهرب لانه لا يستطيع
سخت ہے لیکن آگ پر صبر کرنا اور بھی سخت ہو لہذا ان میں کم کو اختیار کرنا ضروری ہو پس جب آدمی یہ بات یاد کرتا ہو تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا اور بھاگ جاتا ہو کیونکہ اسکی قدرت نہین

ان يقول ليس الصبر على النار اشد من الصبر على المعصية ولا يملك ان يقول المعصية لا تفضي الى النار لان ايمان العبد
کہ کہے آگ پر صبر کرنا معصیت پر صبر کرنے سے زیادہ سخت نہیں ہو اور نہ یہ کہہ سکتا ہو کہ معصیت دوزخ تک نہ پہونچائیگی اسواسطے کہ آدمی کا ایمان

يدافعه وينقطع عنه وسوسته بنور الايمان فان العبد اذا كان ايمانه حقيقيا لا لسانيا بل قلبيا يقينيا يدفع عن
اسکو دفع کر دیتا ہو اور نور ایمان سے اسکا وسوسہ جاتا رہتا ہو کیونکہ جب آدمی کا ایمان حقیقی ہوتا ہو صرف زبانی نہیں ہوتا بلکہ دلی یقینی ہوتا ہے تو اپنے دل سے

نفسه وسوسة الشيطان ويتخذه عدوا امتثالا لقوله تعالى إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا فانه تعالى
شیطانی وسوسہ دور کر دیتا ہو اور اسکو اپنا دشمن جانتا ہو اس قول الٰہی کی تعمیل کے لیے تحقیق شیطان ہو تمہارا دشمن پس بنالے رہو اسکو اپنا دشمن پس اللہ تعالی نے

بين في هذه الاية ان الشيطان عدو لبني ادم وامرهم ان يتخذوه عدوا لانه يريد اضلالهم ليجرهم مع نفسه الى
اس آیت میں بیان فرمادیا کہ شیطان بنی آدم کا دشمن ہو اور یہ حکم دیا کہ اسکو اپنا دشمن بنائے رکھیں کیونکہ وہ انکو گمراہ کیا چاہتا ہو تاکہ اپنے ساتھ انکو دوزخ مین

النار فعلى هذا ينبغي للعاقل ان يعرف عدوه ويجتهد في دفع وسوسته ولا يدفع وسوسته الا بمخالفة الهوى
کھینچ لیجائے پس اس بیان کے موافق عاقل کو چاہیے کہ اپنا دشمن پہچان لے اور اسکے وسوسہ دفع کرنیکی کوشش کرے اور اسکا وسوسہ بغیر مخالفت ہوا وہوس کے دفع نہیں ہوتا

فمن منع نفسه عن الهوى يكون من عباد الله الذين لا يتسلط عليهم الشيطان على ما اخبر الله تعالى بذلك و
پس جسنے اپنے نفس کو ہوا وہوس سے روکا وہ تو اللہ کے اُن بندوں میں ہو گیا جنپر شیطان قابو نہیں پاتا جیسا کہ اللہ تعالے نے اسکی خبر دیدی اور

قال ان عبادي ليس لك عليهم سلطن فدلت الاية على ان الشيطان لا يتسلط على من كان من عباد الله تعالى و
فرمایا تحقیق میرے بندے نہیں ہو انپر تیری حکومت اس آیت نے اسپر دلالت کیا کہ شیطان انپر قابو نہیں پاتا جو اللہ تعالے کے بندے ہیں اور

انما يتسلط على من لم يكن من عباد الله تعالى فمن يتبع الهوى لا يكون من عباد الله تعالى بل يكون من عباد
انہی پر غلبہ پاتا ہو جو اللہ کے بندے نہیں پس جو شخص اپنی ہوا کے پیچھے پڑا وہ اللہ تعالی کا بندہ نہیں بلکہ خواہش کا بندہ

الهوى اذ قال الله تعالى ارايت من اتخذ الهه هوىه اشار الى كون الهوى الها معبودا والى كونه من عباد الهوى
اسلیے کہ اللہ تعالی فرماتا ہو بھلا دیکھا تو نے اسکو جسنے بنایا اپنی خواہش کو اپنا معبود اسکی خواہش کے معبود اور خدا ہونیکا بھی اشارہ کیا اور یہ بھی کہ وہ ہوا کا بندہ ہے

لا من عباد الله تعالى فمن لم يكن من عباد الله تعالى بل كان من عباد الهوى يتسلط عليه الشيطان بواسطة الهوى
اللہ کا بندہ نہیں پس جو شخص اللہ کا بندہ نہیں بلکہ ہوا کا بندہ ہو تو اسپر شیطان بوسیلہ ہوا

الذي يتشعب منه الشهوات فكما ان الشهوات سارية في لحم الانسان ودمه كذلك سلطنة الشيطان سارية
جس میں سے شہوات کی شاخیں نکلتی ہیں قابو پاجاتا ہو پس جیسے کہ شہوتیں انسان کے گوشت پوست اور خون میں پھیلی ہوئی ہیں ایسے ہی شیطان کی سلطنت آدمی کے

في لحم الانسان ودمه محيطة به من جميع جوانبه ولذلك قال النبي عليه السلام ان الشيطان ليجري من ابن ادم
گوشت اور خون کے اندر گھسی ہوئی ہے اور ہر طرف سے اسکو گھیرے ہوئے ہو اسی لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ شیطان آدمی میں خون کی طرح پھرتا ہے

مجرى الدم فضيقوا مجاريه بالجوع وانما امر النبي عليه السلام بتضييق مجاري الشيطان بالجوع لان تسلط الشيطان
لہذا تم اسکا راستہ بھوک سے بند کردو اور نبی علیہ السلام نے شیطان کا راستہ بھوک سے بند کرنے کو اسلیے فرمایا کہ شیطان کا قابو
على الانسان ليس الا بواسطة الشهوة والشهوة تنكسر بالجوع فمن يريد ان يسلم من تسلط الشيطان عليه فعليه ملازمة
انسان پر نہیں ہوتا مگر شہوت کے ذریعہ سے اور شہوت بھوک سے ٹوٹ جاتی ہے لہذا جو شخص چاہے کہ شیطان کے غلبہ سے سلامت رہے تو وہ روزے رکھنا
بالصوم حتى يسلم من تسلط الشيطان عليه فان من يتبع مقتضى الشهوة المنشعبة عن الهوى يظهر تسلط الشيطان
اپنے اوپر لازم کرلے تاکہ شیطان کے غلبہ سے بچا رہے بیشک جو شخص شہوت کے پیچھے پڑا رہتا ہے جو ہوا کی شاخ ہے تو اسپر بوسیلہ ہوا کے
عليه بواسطة الهوى لان الهوى مرعى الشيطان ومرتعه ولما لم يكن احد خاليا عن الشهوة المنشعبة عن الهوى
شیطان قابو پاجاتا ہے کیونکہ ہوا وہوس شیطان کی بیڑ اور چراگاہ ہے اور چونکہ کوئی شخص شہوت سے جو کہ ہوا وہوس کی شاخ ہے خالی نہیں
لم يوجد احد خاليا عن ان يكون للشيطان فيه تسلط ولذلك قال النبي عليه السلام في حديث رواه ابن مسعود
لہذا ایسا کوئی نہیں پایا جاتا کہ اس میں شیطان کا قابو ہونے سے خالی ہو اور اسی لیے نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں فرمایا ہے جو ابن مسعود کی روایت کا ہے
ما منكم من احد الا وله شيطان قالوا وانت يا رسول الله قال عليه السلام وانا الا ان الله تعالى اعانني عليه فاسلم
کہ تم میں سے کوئی نہیں مگر اسکا شیطان ضرور ہے عرض کیا اور آپ یا رسول اللہ فرمایا اور میں بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسپر میری مدد کی کہ وہ مسلمان ہو گیا
فلا يأمرني الا بخير بيانه على ما ذكره الامام الغزالي في الاحياء ان الشيطان لا يتصرف في الانسان الا بواسطة الشهوة
پس وہ سوائے خیر کے کچھ نہیں بتلاتا اسکی تفصیل حسب بیان امام غزالی احیاء میں یہ ہے کہ شیطان انسان میں بلا وسیلہ شہوت کے تصرف نہیں کرتا
فمن اعانه الله تعالى على كسر شهوته حتى يصير لا ينبسط الا حيث ينبغي والى الحد الذي ينبغي فشهوته لا تدعوه الى
پس جسکی اللہ تعالیٰ نے شہوت توڑنے پر مدد کی یہاں تک کہ ایسا بن گیا کہ اسی طرف متوجہ ہو جہاں وہ چاہیے اور اسی حد تک جو مناسب ہے سو اسکی شہوت برائی
الشر والشيطان المتدرع بها لا يأمر الا بالخير فعلم من هذا الحديث ان بني آدم لا يتصورن ان ينفك الشيطان عنهم
کیطرف نہیں بلاتی اور شیطان جو شہوت کا لباس پہنے ہوئے ہے سوائے خیر کے کچھ حکم نہیں کرتا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شیطان کا آدمی سے جدا ہونا ممکن نہیں
وانما يتميز بعضهم عن بعض بموافقتهم اياه ومخالفتهم اياه فمن يغلب عليه مقتضيات الشهوة يجد الشيطان
اور آپس میں ایک کو دوسرے سے بس اسکی موافقت کرنے یا اسکی مخالفت کرنیکا فرق ہے کہ جسپر شہوت کی خواہشیں غالب ہیں اسمیں شیطان راستہ پاتا ہے
فيه مجالا فيتسلط عليه ولكننا فالشهوات للانسان من جوانبه قال ابليس على ما اخبر الله تعالى عنه
اور اسپر غلبہ کرلیتا ہے اور اسی لیے کہ انسان کو شہوات نے ہر طرف سے گھیر رکھا ہے ابلیس نے کہا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے
لاقعدن لهم صراطك المستقيم ثم لآتينهم من بين ايديهم ومن خلفهم وعن ايمانهم وعن شمائلهم ولا
میں ضرور بیٹھونگا انکی تاک میں تیری سیدھی راہ پر پھر آؤنگا انکے پاس انکے آگے سے اور پیچھے سے اور داہنے سے اور بائیں سے اور نہ
تجد اكثرهم شاكرين فانه يأتي الانسان من جميع جهاته بانواع مكائده ويحبب اليه الفعل الذي يضره حتى يخيل
پائیگا تو ان میں سے بہتیروں کو شکرگزار پھر شیطان انسان کی ہر ایک طرف سے طرح طرح کے مکر لاتا ہے اور وہ کام انکو مرغوب دیتا ہے جو انکو مضر ہو یہاں تک کہ وہ خیال کرتا ہے
اليه انه من انفع الاشياء اليه ويكره اليه الفعل الذي ينفعه حتى يخيل اليه انه من اضر الاشياء اليه وبهذا الطريق
کہ یہ سب سے زیادہ انکو مفید ہے اور وہ کام ناپسند کردیتا ہے جو انکو نافع ہو یہاں تک کہ خیال کرتا ہے کہ یہ سب سے زیادہ انکو مضر ہے اور اسی طریقہ سے
كاد كثيرا من الناس حتى القاهم في الاهواء المختلفة والآراء المتنوعة واوصلهم الى الكفر والضلال واوقعهم في الاثم
اسنے بہتیرے لوگوں کو دھوکا دیا یہاں تک کہ ان لوگوں کو مختلف کھیلوں اور طرح طرح کے خیالات میں ڈالدیا اور انکو کفر اور گمراہی تک پہونچا دیا اور انکو گناہ
والوبال ومع هذا يعدهم الفوز بالجنان مع الكفر والفسوق والعصيان ويخوف المؤمنين من جنده واوليائه
اور وبال میں ڈالدیا اور اسپر بھی باوجود کفر اور بدکاری اور گناہ ہونے کے انسے جنت کی کامیابی کا وعدہ کرتا ہے اور مومنوں کو اپنے لشکر اور دوستوں سے ڈراتا ہے
حتى لا يجاهدونهم ولا يأمرونهم بالمعروف ولا ينهونهم عن المنكر وهذا من عظيم كيده لاهل الايمان وقد اخبر
یہاں تک کہ وہ انپر جہاد نہیں کرتے اور نہ انکو بھلی بات کا حکم کرتے ہیں اور نہ انکو برائیوں سے منع کرتے ہیں اور ایماندار لوگوں کے لیے یہ اسکا بڑا فریب ہے اور اللہ تعالیٰ

الله تعالى بذلك في كتابه فقال إنما ذلكم الشيطان يخوف أولياءه فلا تخافوهم وخافون إن كنتم مؤمنين والمعنى
اپنی کتاب میں اسکی خبردی ہے چنانچہ فرمایا یہ شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں کو دھمکاتا ہے سو تم اُس سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرتے رہو اگر ہو تم ایماندار اور تمام مفسرین کے نزدیک

عند جميع المفسرين أنه يخوفكم بأوليائه فلا تخافوهم قال قتادة يعظمهم في صدوركم ولهذا قال فلا تخافوهم وخافون
معنی یہ ہیں کہ شیطان تم کو اپنے یاروں سے ڈراتا ہے سو تم اُنسے مت ڈرو قتادہ کہتے ہیں کہ شیطان اُنکو تمہارے دلوں میں بڑا کرکے دکھاتا ہے اور اسیواسطے کہا سو تم اُنسے مت ڈرو اور مجھسے ڈرتے رہو

إن كنتم مؤمنين فإن إيمان المؤمنين كلما كان قويا يزول عنه خوف أولياء الشيطان فيأمر بالمعروف وينهى عن المنكر
اگر ہو تم ایماندار کیونکہ ایماندار کا ایمان جتنا قوی ہوگا اُتنا ہی شیطان کے رفیقوں کا خوف جاتا رہیگا پس نیک باتوں کا حکم کیا کریگا اور بری باتوں سے منع کرتا رہیگا

وكلما كان ضعيفا يقوى فيه خوف أولياء الشيطان فلا يأمر بالمعروف ولا ينهى عن المنكر ومن كيده أيضا أن يخدع
اور جتنا ضعیف ہوگا اُتنا ہی شیطان کے یاروں کا خوف زیادہ ہوگا پس نیک باتوں کا حکم نہ کریگا بری باتوں سے روکیگا اور ایک یہ بھی اسکا مکر ہے کہ ایسے لوگوں کو فریب دیتا ہے

الذين علموا العلوم الشرعية العلمية والعملية حتى أنهم كانوا يشتغلون بها ويتعمقون فيها لكنهم يهملون تفقد
جنہوں نے شرعی علمی اور عملی علوم خوب سیکھے ہیں یہاں تک کہ اسی میں مشغول رہتے ہیں اور غور کیا کرتے ہیں لیکن وہ لوگ اعضا کی خبرگیری نہیں کرتے

الجوارح ولا يحفظونها عن المعاصي ولا يستعملونها في الطاعات ويظنون أنهم بلغوا عند الله تعالى من العلم
اور اُنکی معاصی سے حفاظت نہیں کرتے اور اُنکو عبادت میں نہیں لگاتے اور یوں سمجھتے ہیں کہ علم کے ذریعہ سے اللہ کے یہاں ایسے مرتبہ کو

مرتبة لا يعذبون ولا يطالبون بذنوبهم بل يقبل في الخلق شفاعتهم فإنهم لو تأملوا لعلموا أن العلم علمان علم المعاملة
پہونچ گئے ہیں کہ عذاب نہ دیے جاینگے اور نہ گناہوں کی پرسش ہوگی اور مخلوق کے حق میں اُنکی شفاعت مقبول ہوگی پس یہ لوگ اگر غور کرتے تو یہ جان لیتے کہ علم دو قسم کے ہیں ایک علم معاملہ

وعلم المكاشفة فأما علم المعاملة فهو معرفة الحلال والحرام ومعرفة الأخلاق المحمودة والمذمومة وهي علوم لا يراد
اور دوسرا علم مکاشفہ پس علم معاملہ حلال اور حرام کا پہچاننا اور اچھے اور برے اخلاق کا پہچاننا ہے اور یہ وہ علوم ہیں جو صرف عمل کے لیے

إلا للعمل ولولا الحاجة الى العمل لم تكن لهذه العلوم قيمة فكل علم يراد للعمل لا يكون له قيمة بلا عمل فمن أحكم
ہیں اگر عمل کی ضرورت نہوتی تو یہ علوم بیکار رہتے پس جو علم عمل کے لیے مقصود ہو بدون عمل کے اسکی کچھ قدر نہیں پس جسنے عبادات کا

علم الطاعات ولم يفعلها وأحكم علم المعاصي ولم يجتنبها وأحكم علم الأخلاق المحمودة ولم يزين نفسه بها وأحكم
علم سیکھا اور خود عمل نہ کیا اور گناہوں کا علم خوب حاصل کیا اور خود اُنسے باز نہ رہا اور نیک اخلاق کا علم سیکھا اور اپنے کو اُنسے آراستہ نہ کیا اور برے اخلاق کا

علم الأخلاق المذمومة ولم يطهر نفسه عنها فهو مغرور بكيد الشيطان إذ يقول له الشيطان مطلبك القرب من
علم یاد کیا اور اپنے کو اُنسے پاک نہ رکھا تو وہ شیطان کے فریب میں پھنسا ہوا ہے اسلیے کہ شیطان اُسکو اسطرح کہتا ہے کہ تیری غرض تو قرب الہی

الله تعالى ونيل ثوابه والعلم يقربك من الله ويوصلك الى ثوابه ويتلو عليه الآيات والأخبار الواردة في فضائل
اور ثواب حاصل کرنا ہے اور علم تجکو اللہ کے نزدیک کردیتا اور ثواب تک پہونچادیتا ہے اور اُسکی سند میں آیتیں اور حدیثیں جو علم کی فضیلت میں آئی ہیں

العلم فإن كان من أهل الهوى يرى ذلك موافقا لهواه فيطمئن إليه قلبه ويهمل العمل ومن كان من أهل التقوى يقول
سنا دیتا ہے پس جو شخص اہل ہوا سے ہے اُسکو اپنی مرضی کے موافق پاتا ہے تو اُسکی دلجمعی ہوجاتی ہے اور عمل چھوڑدیتا ہے اور جو شخص پرہیزگار ہوتا ہے وہ شیطان سے

للشيطان لم تذكرني ما ورد في فضائل العلم ولا تذكرني ما في العلماء التاركين للعمل فإن الذي أخبر بفضيلة العلم
کہدیتا ہے کہ تو مجھے وہ باتیں تو یاد دلاتا ہے جو علم کی فضیلت میں آئی ہیں اور وہ باتیں نہیں یاد دلاتا جو عمل نکرنے والے علما کے حق میں آئی ہیں جسنے علم کی فضیلت بتائی ہے

هو الذي أخبر بعقوبة العلماء السوء فإنه تعالى قال مثل الذين حملوا التوراة ثم لم يحملوها كمثل الحمار يحمل أسفارا
اُسی نے برے علما کا عذاب بھی بیان کیا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے مثال اُن لوگوں کی جنپر توریت لادی گئی پھر اُنہوں نے نہ اُٹھایا ایسی ہے کہ جیسے گدھا کتابیں لادے ہوئے ہو

وقال تعالى في آية أخرى فمثله كمثل الكلب فأي خزي أعظم من أن يتمثل بالحمار والكلب وقال النبي عليه السلام
اور دوسری آیت میں فرماتا ہے کہ اسکی مثال کتے کی سی ہے اور کتے اور گدھے کے ساتھ مثال دینے سے زیادہ اور کیا ذلت ہوگی اور نبی علیہ السلام نے فرمایا

أشد الناس عذابا يوم القيمة عالم لم ينفعه الله بعلمه وقال عليه السلام في حديث آخر من ازداد علما ولم يزدد هدى
کہ سب سے زیادہ عذاب قیامت کے دن اُس عالم کو ہوگا جسکو اللہ تعالی نے اُسکے علم سے نفع نہ دیا ہو اور ایک اور حدیث میں نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے جو شخص علم میں بڑھ گیا اور ہدایت میں نہ بڑھا

لم يزدد من الله الا بعدا وبعض هذه امثال تلك التشديدات مما لا يحصى في حق العالم التارك للعمل كيف يعتقد
تو اللہ سے وہ صرف دوری میں بڑھا ایسی ایسی بے شمار سختیاں عالم بے عمل کے حق میں آئی ہیں کیونکر سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ نیک راہ پر ہے باوجودیکہ اسپر

انه على خير مع تأكد حجة الله تعالى عليه واما علم المكاشفة فهو العلم بالله تعالى وصفاته واسمائه فمن حكم هذا
حجت الٰہی اچھی طرح قائم ہو رہی علم مکاشفہ سو وہ اللہ کی ذات اور اسکے صفات اور اسکے ناموں کا علم ہے سو جسنے اس علم کو

العلم ثم اهمل العمل وضيع امر الله تعالى فهو مغرور ايضا فغروره يدل على انه لم يحصل من معرفة الله الا الاسامي
حاصل کیا پھر اسپر عمل نہ کیا اور حکم الٰہی کو ضائع کیا تو وہ بھی شیطان کے فریب میں ہے اور اسکے اس فریب میں آنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو معرفت الٰہی میں سے صرف نام ہی نام حاصل ہوا ہے

دون المعاني لانه لو عرف الله تعالى حق معرفته لخشيه واتقاه كما قال الله تعالى انما يخشى الله من عباده العلماء
معنی حاصل نہیں ہوئے اسلیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح پہچانتا تو اس سے ڈرتا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ سے اسکے بندوں میں سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو علما ہیں

نسأل الله تعالى ان يجعلنا ممن يخشى الله تعالى

المجلس الثالث والتسعون في بيان ان للشيطان

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمکو ان لوگوں میں سے کر دے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں مجلس نود و سوم اس بیان میں کہ آدمی کے ساتھ شیطان کو

لمة بابن آدم وللملك لمة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان للشيطان لمة بابن آدم وللملك
ایک تعلق ہوتا ہے اور ایک تعلق فرشتہ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی آدم کے ساتھ ایک تعلق شیطان کو ہے اور ایک تعلق فرشتہ کو

لمة فاما لمة الشيطان فايعاد بالشر وتكذيب بالحق واما لمة الملك فايعاد بالخير وتصديق بالحق فمن وجد ذلك فليعلم
پس شیطان کا لگاؤ تو برائی کا وعدہ کرنا اور حق کی تکذیب اور فرشتہ کا لگاؤ بھلائی کا وعدہ کرنا اور حق کی تصدیق پھر جو شخص ایسا پاوے تو جانے

انه من الله تعالى فليحمد الله تعالى ومن وجد الاخرى فليتعوذ بالله تعالى من الشيطان الرجيم هذا الحديث من
کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پس اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور جسنے وہ دوسرا پایا تو شیطان راندے ہوئے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے یہ حدیث ان ... کی

حسان المصابيح رواه ابن مسعود واللمة المذكورة فيه من الالمام وهو القرب ان كل واحد من الملك والشيطان
حسن حدیثوں میں ہے ابن مسعود نے روایت کیا ہے اور لفظ لمہ جو اس حدیث میں آیا ہے المام سے مشتق ہے اور المام قرب ہے یعنی فرشتہ اور شیطان میں سے ایک

يقرب من الانسان لهما الامر بينهما الا يعاد بالخير والايعاد بالشر والمراد بهما المعاني اللذان يقع في القلب احدهما
ان دونوں کا مطلب یہ ہے انسان کے قریب ہو جاتے ہیں یعنی برائی کا وعدہ دینا اور بھلائی کا وعدہ کرنا اور مراد ان دونوں سے وہ دو معنی ہیں جو دل میں آتے ہیں ایک

بواسطة الملك والآخر بواسطة الشيطان وما يقع بواسطة الملك يسمى الهاما وما يقع فيه بواسطة الشيطان يسمى
فرشتہ کے واسطے سے اور دوسرا شیطان کے ذریعہ سے اور جو فرشتہ کے واسطہ سے ہوا ہے اسکا نام الہام ہے اور جو شیطان کے واسطہ سے ہوتا ہے اسکا نام

وسوسة والقلب متجاذب بينهما لانه باصل فطرته يصلح لقبول آثار الملائكة وآثار الشياطين صلاحية واحدة
وسوسہ ہے اور دل دونوں کے درمیان میدان جنگ ہے اسلیے کہ وہ باعتبار اصل پیدائش کے فرشتوں اور شیطانوں کے اثر قبول کرنیکی صلاحیت رکھتا ہے ایک درجہ کی صلاحیت

لا يترجح احدهما الا باتباع الهوى والاكباب على الشهوات او مخالفة الهوى والاعراض عن الشهوات فان
کہ ایک کو دوسرے پر غلبہ نہیں مگر صرف ہوا و ہوس کی پیروی اور خواہشوں پر اوندھا گر پڑنے کے اعتبار سے یا باعتبار مخالفت ہوا اور شہوات سے منھ پھیرنے کے کیونکہ

الانسان اذا اتبع مقتضى الشهوة والغضب يظهر تسلط الشيطان على قلبه بواسطة الهوى ويصير قلبه
انسان جب شہوت اور غضب کی پیروی کرتا ہے تو اسکے دل پر بواسطہ ہوا کے شیطان کا غلبہ ظاہر ہو جاتا ہے اور اسکا دل شیطان کا

عش الشيطان ومقره لكون الهوى مرعى الشيطان ومرتعه واذا جاهد نفسه ولم يتبع مقتضى الشهوة والغضب
گھونسلا اور اسکا مقام ہو جاتا ہے کیونکہ ہوا و ہوس شیطان کی چراگاہ اور اسکی بیٹھک ہے اور اگر اسنے نفس کا مجاہدہ کیا اور خواہشات شہوت اور غضب کی پیروی نہ کی

يكون قلبه مستقر الملائكة ومهبطهم لكن لما لم يكن قلب من القلوب خاليا عن الشهوة والغضب والحرص والطمع
تو اسکا دل ملائکہ کا مقام اور گذرگاہ ہو جاتا ہے لیکن چونکہ کوئی دل شہوت اور غضب اور حرص اور طمع وغیرہ

وغير ذلك من الصفات البشرية المتشعبة عن الهوى لم يتصور ان يوجد قلب خال من ان يكون فيه للشيطان
صفات بشری سے جو ہوا کی شاخیں ہیں خالی نہیں ہے اسلیے کوئی ایسا دل نہیں پایا جاتا جو بذریعہ وسوسہ کے شیطان کے گذر سے خالی ہو

جولان بالوسوسة ولا يزول وسوسته الا بذكر شيء سوى ما وسوس به فإذا عند حصول ذكر شيء فيه ينعدم
اور اسکا وسوسہ کبھی نہین جاتا بدون کسی اور بات کے ذکر کیے اُس وسوسہ کے علاوہ اسواسطے کہ اور کسی چیز کے ذکر آنیکے وقت پہلی بات

ما كان فيه من قبل الا ان كل شيء سوى ذكر الله تعالى وما يتعلق به يجوز ان يكون مجالا للشيطان فذكر الله تعالى
جاتی رہیگی بس اتنی بات ہو کہ ذکر الٰہی اور جو اس سے متعلق ہو اسکے سوا جو ہو اس مین احتمال ہو کہ شاید وہ بھی گذرگاہ شیطان ہو لہذا صرف ذکر خدا ہی

هو الذي يؤمن جانبه ويعلم انه ليس مجالا للشيطان فان القلب مثاله مثال حصن له ابواب كثيرة والشيطان
ایسی چیز ہو کہ جسکی طرف سے اطمینان ہو اور معلوم ہو کہ گذرگاہ شیطان نہین بس دل کی مثال ایسی ہو جیسے ایک قلعہ ہو جسکے کئی دروازے ہون اور شیطان

يريد ان يدخل فيه من كل باب ويملكه ويستولي عليه فلابد للعبد من حفظه ولا يقدر على حفظه الا بحراسة
چاہتا ہو کہ ہر ایک دروازے سے اُس مین آکر مالک اور غالب ہو جاے اب آدمی کو اسکی حفاظت کرنا ضروری ہوا اور اسکی حفاظت پر بدون دروازونکی نگہبانی

ابوابه وسد مداخله ومواضع ثلمه وابوابه ومداخله الصفات المذمومة فليس للآدمي صفة من الصفات
اور راستون اور رخنونکے مقامونکو بند کرنیکے نہین ہو سکتی اور اسکے راستے برے صفات ہین کیونکہ آدمی کی کوئی صفت صفات مذمومہ مین سے ایسی

المذمومة الا وهي قوت من اقوات الشيطان وسلاح من اسلحته وباب من ابوابه ومدخل من مداخله
نہین ہو کہ وہ شیطان کی غذاؤن مین سے کوئی غذا اور اسکے ہتھیارون مین کا کوئی ہتھیار اور اسکے دروازون مین سے کوئی دروازہ اور راستون مین سے کوئی راستہ

وهذه الابواب والمداخل كثيرة بعضها ظاهرة وبعضها غامضة وكلها مفتوحة للشيطان وليس للملك فيه
یہ دروازے اور راستے بہت ہین بعضے ظاہر ہین اور بعضے پوشیدہ اور سب کے سب شیطان کے لیے کھلے ہوے ہین اور فرشتہ کے لیے اُس مین صرف

الا باب واحد وقد يلتبس الباب الواحد بهذه الكثيرة فالعبد فيها مثال المسافر الذي يبقى في بادية كثيرة
ایک ہی دروازہ ہو اور کبھی وہ ایک بھی اُن سب مین اکثر مشتبہ ہو جاتا ہو لیس آدمی کی کہاوت اسکی ایسی ہو جیسے مسافر جو اندھیری رات مین ایسے جنگل مین پڑا رہ جاوے جسکے راستے

الطرق غامضة المسالك في ليلة مظلمة فلا يكاد يفلح الا بعين بصيرة وطلوع شمس مشرقة والمراد بعين البصيرة
بہت اور راہین باریک ہین پس بغیر آنکھ بصیرت اور چمکتے ہوئے سورج کے نکلے کہین کامیاب ہو سکتا اور عین بصیرت سے یہان

ههنا هو القلب المصفى بالتقوى والمراد بالشمس المشرقة هو العلم المستفاد من كتاب الله تعالى وسنة رسوله
تقوے سے صاف کیا ہوا دل مراد ہو اور آفتاب روشن سے مراد وہ علم ہو جو کتاب اللہ اور سنت رسول سے حاصل ہوا ہو

اذ بهما يعلم غوامض طرقه وابوابه ومداخله التي يدخل منها في القلب الامراض المحتاجة الى العلاج وعلاج الشيء
کیونکہ ان ہی دونون سے باریک راستے اوسکے دروازے اور ایسی راہین معلوم ہوتی ہین جن سے دل مین وہ بیماریان آتی ہین جو علاج کی محتاج ہین اور ہر چیز کا علاج

لا يكون الا بضده وضد جميع الوساوس الشيطانية ذكر الله بالاستعاذة والتبري من الحول والقوة بان يقال
اسکے خلاف ہی سے ہوتا ہو اور تمام وسواس شیطانی کے خلاف اللہ کا ذکر ہے پناہ مانگ کر اور طاقت اور قوت سے بری ہو کر اسطرح سے کہ پڑھے

اعوذ بالله من الشيطان الرجيم ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم فان قيل هل يكفي في الدفع مجرد ذكر الله تعالى
اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اگر کوئی پوچھے آیا دفع کے لیے صرف ذکر الٰہی کافی ہے

ام لابد فيه من العلاج فما العلاج فيه فالجواب ان العلاج فيه سد مداخله بتطهير القلب من الصفات المذمومة
یا اس مین علاج کی ضرورت ہو پھر اسکا علاج ہی کیا ہو پس جواب یہ ہو کہ اسکا علاج اسکے راستہ کا بند کرنا ہو صفات مذمومہ سے دل کو پاک کرکے

وتعميره بالتقوى حتى يتمكن الذكر فيه ولا يقدر على ذلك الا المتقون الذين طهروا قلوبهم من الصفات المذمومة
اور تقوے سے اسکو آباد کرکے تاکہ اس مین ذکر جگہ کرلے اور اسپر قادر نہین ہوتے مگر وہی پرہیزگار جنھون نے اپنے دل صفات مذمومہ سے پاک کرلیے

وعمروها بالتقوى وغلب عليهم ذكر الله تعالى فان الذكر لا يتمكن في القلب الا بعد عمارته بالتقوى وتطهيره
اور تقوے سے آباد کر رکھے ہین اور اُنپر یاد الٰہی غالب ہو گئی ہو کیونکہ ذکر الٰہی دل مین جب ہی جگہ کرتا ہے کہ تقوے سے آباد اور برے صفات سے

من الصفات المذمومة فلابد من تطهيره ليتمكن الذكر فيه لان الذكر لو لم يتمكن فيه يصير حديث النفس
پاک ہو چکے لہذا اُسکا پاک کرنا ضروری ہو تاکہ اُسمین ذکر جگہ کرے اسلیے کہ اگر ذکر نے دل مین جگہ نہ کی تو وہ حدیث النفس ہوگا

فلا یند فع وسوسۃ الشیطن ولذلک قال اللہ تعالیٰ ان الذین اتقوا اذا مسّھم طٰئف من الشیطٰن تذکروا فاذا ھم
لہذا وہ شیطانی وسوسہ کو دفع نہ کریگا اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بیشک جو لوگ ڈر رکھتے ہیں جہاں ہوگیا انپر شیطان کا گذر چونک گئے پھر تب ہی انکو

مبصرون فانہ تعالیٰ قد خص ذلک بالمتقین فان القلب اذا تطھر من الصفات المذمومۃ لا یکون للشیطان فیہ
سوجھ آگئی سو اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پرہیزگاروں سے خاص کیا کیونکہ دل جب برے صفات سے پاک ہوجاتا ہے تو اس میں شیطان کا قیام

استقرار بل انما یکون فیہ اجتیاز ویمنعہ من الاجتیاز ذکر اللہ تعالیٰ فمثالہ مثال کلب جائع یقرب منک فان لم یکن
نہیں ہوتا بلکہ صرف آمد و رفت ہوتی ہے اور آمد و رفت سے انکو ذکر الٰہی روک دیتا ہے سو انکی مثال ایسی ہے جیسے بھوکا کتا تیرے پاس آئے پس اگر

بین یدیک شئ من الطعام ینزجر بقولک اخسأ فمجرد الصوت یدفعہ فان کان بین یدیک شئ من الطعام
تیرے سامنے کچھ کھانا نہو تو صرف اتنا کہدینے سے چلا جائیگا دُتکار پس صرف زبانی دُتکار انکو دفع کردیتی ہے اور اگر تیرے سامنے کوئی کھانے کی چیز ہو

یھجم علیہ ولا یندفع بمجرد الکلام فالقلب الخالی عن الھوی ینزجر الشیطان عنہ بمجرد الذکر لا یطرقہ الشیطان
تو بیٹھا رہیگا اور صرف دُتکار سے نہ جائیگا سو ہوا سے خالی دل سے تو شیطان صرف ذکر سے چلا جاتا ہے کیونکہ شیطان صرف غفلت اور ذکر الٰہی سے خالی ہونیکے

الاعند غفلتہ وخلوہ عن ذکر اللہ تعالیٰ فاذا عاد الی الذکر یخنس الشیطان فاما القلب المعلق بالھوی فلکون الھوی
وقت ہی دل میں آتا ہے پس جب وہ ذکر پر لوٹا تو شیطان پیچھے پاؤں چلا جاتا ہے رہا وہ دل جو ہوا میں لگا ہوا ہے سو چونکہ ہوا و ہوس

قوت الشیطان یستقر فیہ الشیطان ولا یندفع بالذکر والحاصل ان القلب بما غلب علیہ مقتضیات الھوی یجب
شیطان کی خوراک ہے اسلیے وہاں شیطان جگہ پکڑ لیتا ہے اور ذکر سے نہیں جاتا حاصل یہ کہ دل پر جب خواہشیں ہوا کی غالب ہوجاتی ہیں تو شیطان

الشیطان بمجالا فیوسوس فیہ فما اشتغل بالذکر یتمیز ... الشیطان ویقبل الیہ الملک فیلھم فیہ ...
راستہ پاجاتا ہے پس اس میں وسوسہ ڈالتا ہے اور جب ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو شیطان وہاں سے چلدیتا ہے اور فرشتہ وہاں آتا ہے اور الہام کرتا ہے اور ...

... الملک والشیطان فی معرکۃ القلب ... ابداً ... حتی ... لواحدہ ... فیتمھا ...
... شیطان کے دونوں لشکر ... میدان ... دل ... وسوسہ ...

... فامالا ... الی ... الدنیا ... الآخرۃ ...
... وسوسے ... دنیا ... آخرت سے الگ ...

ذلک الا بتخلیتہ عن الھوی وتحلیتہ بذکر اللہ تعالیٰ وذلک لا یتیسر الا بمعرفۃ الخواطر الداخلۃ فیما فان الخواطر
ممکن نہیں مگر ہوا سے خالی اور ذکر الٰہی سے مزین کرکے اور یہ بات بلا ان خیالات کی معرفت کے میسر نہیں ہوتی جو دل کے اندر آتے ہیں کیونکہ آنیوالے خطرات کی

الداخلۃ فیما تنقسم الی ما یعلم قطعاً انہ داع الی الخیر ولا یخفی فی کونہ الھاما والی ما یعلم قطعاً انہ داع الی الشر
ایک تو یہ قسم ہے کہ یقیناً معلوم ہے کہ وہ نیکی کی طرف بلاتا ہے لہذا اسکا تو الہام ہونا پوشیدہ نہیں رہتا دوسرے یہ کہ یقیناً معلوم ہے کہ برائی کی طرف بلاتا ہے

فلا یخفی فی کونہ وسوسۃ والی ما یتردد فیہ انہ من لمۃ الملک او من لمۃ الشیطان ومن مکائد
انکا وسوسہ ہونا چھپا نہیں رہتا تیسرے وہ جس میں تردد ہو کہ نہیں معلوم وہ فرشتہ کے اثر سے ہے یا شیطان کے اثر سے کیونکہ شیطان کا مکر

الشیطان ان یعرض الشر فی معرض الخیر والتمییز فی ذلک غامض وبہ یھلک کثیر من العباد والزھاد والعلماء
ایک یہ بھی ہے کہ برائی کو خوبی کے لباس میں پیش کرتا ہے اور اسکی تمیز بہت دشوار ہے اور اس مکر سے بہتیرے عابد اور زاہد اور عالم

والصلحاء والفقراء والاغنیاء وسائر اصناف الخلق ممن یکرھون المعاصی ولا یرضون لانفسھم الخوض فی
اور نیک کار اور فقیر اور غنی اور تمام قسم کے لوگ ہلاک ہوگئے ہیں جو لوگ کہ ظاہر گناہ کو ناپسند کرتے ہیں اور اپنے لیے صریح گناہ میں پڑنے پر راضی

المعاصی الصریحۃ فان الشیطان لا یقدر ان یدعوھم الی الشر الصریح فیصور الشر بصورۃ الخیر وتلبیسانہ من
نہیں ہوتے پس شیطان بھی انکو صریح گناہ پر بلانے پر قادر نہیں ہوتا لہذا انکو خیر کی صورت بناتا ہے اور

ھذا الجنس لا نہایۃ لھا ومکائدہ فیما یتعلق بالعقائد والاعمال لا حصر لھا فان تلبیسہ فی الاعتقادات
اس طرح کے اسکے فریبوں کی کوئی انتہا نہیں اور اسکے مکر جو عقائد اور اعمال سے تعلق رکھتے ہیں بیشمار ہیں بیشک اسکے مکر اعتقادات اور

العبادات قد انتشر فی البلاد وشاع بین العباد فینبغی للعبد ان یقف عند کل ھم یخطر بباله لیعلم انه من لمة الملک او
عبادات کے بارہ مین تو تمام شہرون مین پھیل گئے اور تمام خلقت مین منتشر ہو گئے لہذا بندہ کو چاہیے کہ ہر قصد پر جو اسکے دل مین آئے ٹھہر جاوے تاکہ معلوم ہو جائے کہ فرشتہ کا اثر ہے یا

من لمة الشیطان فیمعن النظر فیه بنور البصیرة لا بھوی الطبع لان الوسواس یجاذب القلب وینازعه ویلھیه
شیطان کا اثر اور بصیرت کے نور سے اس مین خوب غور کرے نہ ہوائے طبعی کی رو سے اسلیے کہ وسواس دل کو کھینچتا ہے اور اس سے جھگڑتا ہے اور اسکو

عن ذکر الله تعالیٰ فلا بد من المجاھدة وھذه المجاھدة لا اٰخر لھا الی الموت ولا یتخلص احد من الشیطان
اللہ کے ذکر سے بھلا کر لہو مین ڈالدیتا ہے پس اس مین مجاہدہ کی ضرورت ہے اور اس مجاہدہ کا موت تک کہین خاتمہ نہین اور زندگی بھر شیطان سے کوئی نہین

ما دام حیًّا فانه ما دام حیًّا فابواب القلب للشیطان منفتحة غیر متغلقة ومھما کان الباب مفتوحا والعدو
چھوٹتا کیونکہ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے تو شیطان کے لیے دل کے دروازے کھلے رہتے ہین بند نہین ہوتے اور جب تک دروازہ کھلا رہے اور دشمن

غیر غافل لا یدفع الا بالحراسة والمجاھدة ولذلک لما قال رجل للحسن یا ابا سعید اینام ابلیس فتبسم وقال
غافل نہو تو بدون نگہبانی اور مجاہدہ کے دفع نہوگا اور اسی لیے جب کسی شخص نے حسنؒ سے کہا کہ ای ابوسعید کیا ابلیس سویا کرتا ہے تو مسکرا کے کہا

لو کان ینام لوجدنا راحة فان قیل ھل یؤاخذ العبد بجمیع وساوس القلوب وخواطرھا ولا یؤاخذ بجمیعھا
اگر ابلیس سویا کرتا تو ہم آرام ہی نہ پاتے اگر کوئی کہے کیا انسان سے تمام دلی وسوسون اور خطرون کا مواخذہ ہوگا یا سب کا مواخذہ نہین

بل ببعضھا فالجواب ان ذلک غامض لا یوقف علیه ما لم یعلم تفصیل وساوس القلوب وخواطرھا من مبدأ
بلکہ بعض کا ہو تو جواب یہ ہے کہ یہ بات بہت باریک ہے اسکی اطلاع نہین ہو سکتی جب تک دل کے وسوسون اور اسکے خطرات کی ابتدا

وقوعھا فیھا الی ان یظھر فی الجوارح اٰثارھا فان ما یقع فی قلب الانسان کما ذکره الامام الغزالی فی الاحیاء علی اربع
پیدا ہونے سے لیکر اعضا مین اسکا اثر ظاہر ہونے تک تفصیلی حال معلوم نہو اسلیے کہ انسان کو دل مین جو پڑتا ہے اسکے حسب بیان امام غزالیؒ کے احیاء مین چار مرتبے ہین

مراتب الاولی ان یرد علی قلبه ابتداء من غیر قصد وھو الخاطر ویسمی حدیث النفس کما لو خطر علی قلبه النظر
پہلا مرتبہ یہ ہے کہ اسکے دل پر دفعۃً بے قصد آجائے اور یہ خاطر ہے اور اسکا حدیث النفس نام ہے جیسے اسکے دل مین کسی عورت کے دیکھنے کا

الی امرأة کانت وراء ظھره فی الطریق بحیث لو التفت الیھا لراٰھا والثانیة ھیجان الرغبة فی قلبه الی الفعل الذی
خیال آئے جو اسکی پیٹھ کے پیچھے راستہ مین ہے اسطرح کہ اگر منھ پھیرے تو دیکھ لے اور دوسرا مرتبہ دل مین اسکام یعنی اسکو دیکھنے کی رغبت کا جوش اٹھنا ہے

ھو النظر الیھا وھو حرکة الشھوة التی تکون فی الطبع وتتولد من الخاطر الاول ویسمی میل الطبع والثالثة حکمه
اور یہ اس شہوت کی حرکت ہے جو طبیعت مین ہوتی ہے اور خاطر سے پیدا ہوتی ہے اس کا نام میل طبع ہے اور تیسرا مرتبہ حکم کرنا

بان ھذا الفعل الذی ھو النظر الیھا ینبغی ان یفعل وھو یتبع الخاطر والمیل ویسمی اعتقادا والرابعة تصمیم
کہ یہ کام یعنی اس عورت کو دیکھنے کو کرنا چاہیے اور یہ مرتبہ خاطر اور میل دونون کے پیچھے ہوتا ہے اور اسکو اعتقاد کہتے ہین اور جو تھا مرتبہ اس کام یعنی

عزمه علی الفعل الذی ھو النظر الیھا ویسمی ھذا ھمًّا وقصدًا ونیةً وھذا الھم قد یکون له مبدأ ضعیف لکن
اسکے دیکھنے کا پختہ قصد کرنا اور اسکو ہم اور قصد اور نیت کہتے ہین اور اس ہم کا مبدا کبھی ضعیف ہوتا ہے لیکن

اذا اصغی القلب للخاطر حتی طالت محادثته للنفس یتاکد ھذا الھم ویصیر ارادة مجزومة اذا ثبت ھذا فالخاطر
جب دل خاطر کو صاف کرتا ہے یہان تک کہ نفس کے منصوبے دیر تک ہوتی رہتی ہین تو یہ ہم مضبوط ہو جاتا ہے اور پختہ ارادہ ہو جاتا ہے جب یہ معلوم ہو چکا تو خاطر پر

لا یؤاخذ به العبد لانه لا یدخل تحت الاختیار وکذا المیل وھو ھیجان الشھوة لا یؤاخذ به العبد لعدم
بندہ سے مواخذہ نہین کیونکہ وہ اختیار کے تحت مین داخل نہین اور ایسے ہی میل یعنی شہوت کے جوش اٹھنے کا بندہ سے مواخذہ نہین کیونکہ

دخوله تحت الاختیار وھو المراد بقوله علیه السلام عفی عن امتی ما تحدثت به انفسھا لان حدیث النفس
اختیار مین نہین ہے اور یہی نبی علیہ السلام کے اس قول مین مراد ہے میری امت سے حدیث النفس معاف ہوا ہے اسلیے کہ حدیث النفس

عبارة عن الخواطر التی یقع فی القلب ولا یتبعھا عزم اذ لا یسمی الھم والعزم حدیث النفس واما الثالث وھو
ان خیالات کو کہتے ہین جو دل مین آئین اور انپر کچھ عزم نہو کیونکہ ہم اور عزم حدیث النفس نہین کہلاتا رہا تیسرا مرتبہ کہ وہ

اعتقاد وحكم القلب فمردد بين ان يكون اختياريا واضطراريا فالعبد يؤاخذ بالاختياري ولا يؤاخذ بالاضطراري
دل کا اعتقاد اور حکم ہے سو وہ دو حال سے کیچ مین ہے اختیاری ہوگا یا اضطراری سو اختیاری مین بندہ کی پکڑ ہوگی اور اضطراری مین پکڑ نہین ہے

واما الرابع وهو الهم فيؤاخذ به العبد لانه ان ندم على همه وترك الفعل خوفا من الله تعالى يكتب له حسنة
رہا چوتھا مرتبہ یعنی ہم جو اُس مین بندہ سے مواخذہ ہے بس اتنا ہے کہ اگر اپنے ہم پر نادم ہو کر اُس کام کو اللہ تعالی کے خوف سے چھوڑ دے تو اُسکے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے

لان همه وان كان سيئة لكن امتناعه ومجاهدة نفسه يكون من الحسنات التي يستحق بها صاحبها الثواب
اسواسطے کہ اسکا ہم اگرچہ گناہ ہے لیکن اسکا باز رہنا اور اپنے نفس کا مجاہدہ کرنا اُن نیکیون مین سے ہے جسکے عوض مین وہ ثواب کا مستحق ہے

وان تعوق الفعل بعائق وتركه لعذر لا خوفا من الله يكتب له سيئة لان همه فعل اختياري للقلب فيؤاخذ
اور اگر وہ کام کسی مانع اور عذر کے سبب نہو سکا نہ بوجہ خوف الٰہی کے تو ایک گناہ لکھا جاتا ہے کیونکہ ہم دل کا اختیاری فعل ہے لہذا اُسپر

به صاحبه فان من عزم على معصية وتعذر عليه فعلها بسبب او غفلة لا يكون تركه خوفا من الله تعالى
مواخذہ ہوگا بیشک جسنے معصیت پر عزم کیا اور کسی سبب یا غفلت سے اُسپر عمل دشوار ہوگیا تو یہ خوف الٰہی سے باز نہین رہا

فكيف يكتب له حسنة وقد روي انه عليه السلام قال يحشر الناس على نياتهم ولا شك ان من عزم في الليل
لہذا اسکے لیے نیکی کیسے لکھی جائے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ لوگ اپنی اپنی نیتون پر اُٹھین گے اور اس مین شک نہین ہے کہ جو شخص رات کو یہ عزم کرے

ان يصبح ويقتل مسلما او يزني بامرأة ويشرب الخمر او يفعل غير ذلك من الذنوب فمات تلك الليلة يموت
کہ صبح ہوتے ہی کسی مسلمان کو قتل کرونگا یا کسی عورت سے زنا کرونگا یا شراب پیونگا یا کوئی اور گناہ کرونگا پھر اُسی رات مین مرگیا تو گنہگار

عاصيا مصرا على الذنوب ويحشر على نيته مع ان الواقع منه العزم على المعصية دون فعلها والدليل عليه
گناہون پر اڑا ہوا مریگا اور اپنی نیت پر اُٹھیگا باوجودیکہ اُس سے صرف گناہ کا قصد ہوا ہے نہ اُسکا کرنا اور اُسکی دلیل یہ

ما روي انه عليه السلام قال اذا التقى المسلمان بسيفهما فالقاتل والمقتول في النار قيل يا رسول الله هذا القاتل
روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب دو مسلمان تلوار لیکر مقابل ہون تو قاتل اور مقتول دونون جہنمی ہین کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو قاتل ہی ہے

وما بال المقتول قال لانه اراد ان يقتل صاحبه وهذا نص في كون المقتول من اهل النار بمجرد الارادة مع انه قتل
مقتول کی کیا خطا ہے فرمایا اسلیے کہ اُسکا قصد تھا کہ اسکو قتل کرے مقتول کے صرف ارادہ سے جہنمی ہوجانے کی صاف تصریح ہے باوجودیکہ وہ مظلوم

مظلوما فكيف لا يؤاخذ العبد بالنية والعزم وكل ما يدخل تحت اختياره فهو مؤاخذ به الا ان يكفره بحسنة
مارا گیا ہے پھر بھلا بندہ سے نیت اور عزم پر کیونکر پکڑ نہو گی اور جو بات اختیار مین داخل ہے اُسپر مواخذہ ہے مگر اُسوقت کہ اسکا عوض کسی نیکی سے کردے

ونقض العزم بالندم حسنة فلذلك يكتب حسنة واما فوات المراد بعائق فليس بحسنة فلذلك يكتب
اور عزم کا ندامت سے توڑ دینا بھی نیکی ہے اسی لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے رہا کام کا کسی مانع سے نہ ہونے پانا یہ نیکی نہین ہے لہذا ایک گناہ لکھا جاتا ہے

سيئة فيؤاخذ بها العبد فكيف لا يؤاخذ العبد باعمال القلوب والكبر والعجب والرياء والحسد والنفاق
اور بندہ سے اسکا مواخذہ ہے اور بندہ سے افعال قلوب پر بھلا کیسے مواخذہ نہو حالانکہ کبر اور خود بینی اور ریا اور کینہ اور نفاق

وجملة الخبائث من اعمال القلوب وقد قال الله تعالى ﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾
اور تمام خبائث یہ سب اعمال قلوب ہی سے ہین اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے اُسکی پوچھ ہوگی

فانه تعالى اخبر في هذه الآية ان العبد بكل واحدة من تلك الاعضاء يكون مسئولا عنه فيما يدخل تحت
بیشک اللہ تعالی نے اس آیت مین یہ خبر دیدی ہے کہ بندہ سے ان اعضا مین سے ہر عضو کی پوچھ ہوگی جو اُسکے اختیار مین داخل ہو

اختياره مثلا لو وقع بصره على محرم بغير اختياره لا يؤاخذ بهذه النظرة فان اتبعها نظرة ثانية يكون مؤاخذا
مثلا اگر اُسکی نگاہ کسی حرام پر بے اختیار پڑجائے تو اُس نظر کا کچھ مواخذہ نہین پھر اگر اسکے بعد دوبارہ نگاہ کی تو اس نگاہ ثانی کا مواخذہ

بهذه النظرة الثانية لكونه مختارا فيها وكذلك خواطر القلوب تجري هذا المجرى بل القلب اولى بالمؤاخذة
ہوگا کیونکہ اس مین وہ اپنے اختیار مین تھا اور ایسے ہی دلی خطرات کا یہی حکم ہے بلکہ دل پر مواخذہ اولی ہے

لانہ لا اصل فان من حکم قلبہ بشیئ وکان مخطئا فیہ یصیر مجزیا بہ ان خیرا فخیر وان شرا فشر کمن ظن انہ متطہر
کیونکہ وہی جڑ ہو بیشک جسکے دل نے کسی بات پر حکم کیا اور اُس مین غلطی کی تو اُسکا بدلا پائیگا اگر نیک ہو تو نیک اور اگر بد ہو تو بد جیسے کوئی خیال کرے کہ مین پاک ہون

وحضر الجمعۃ وصلاھا ثم تذکر انہ کان غیر متطہر یکون مثابا بفعلہ وان ترکھا ثم تذکر یکون معاقبا بترکہ
اور جا کر نماز جمعہ ادا کرے پھر یاد آئے کہ مین پاک نہ تھا تو اپنے فعل کا ثواب پائیگا اور اگر نماز یون ہی ترک کی پھر یاد آیا تو اسکے چھوڑنے پر عقاب ہوگا

ومن وجد علی فراشہ امرأۃ فظن انھا امرأتہ فوطئھا بھذا الظن لا یکون عاصیا بوطئھا وان کانت اجنبیۃ وان
اور جو شخص اپنے بستر پر عورت پائے اور سمجھے کہ میری بی بی ہو پھر اسی خیال پر اُس سے جماع کرے تو اُسکے جماع سے گنہگار نہوگا اگرچہ غیر عورت ہو اور اگر

ظن انھا اجنبیۃ فوطئھا بھذا الظن یکون عاصیا بوطئھا وان کانت زوجتہ کل ذلک بالنظر الی القلب دون
اُسکو غیر عورت سمجھا پھر اسی خیال پر جماع کیا تو اس جماع پر گنہگار ہوگا اگرچہ اُسکی بی بی ہی ہو یہ سب باعتبار دل کے ہو نہ اعضا کے

الجوارح فان الوسوسۃ انما تکون مرفوعۃ من ھذہ الامۃ اذا لم یبلغ مرتبۃ العزم فاما اذا بلغت تلک المرتبۃ
اعتبار سے پس وسوسہ اس امت کو جب ہی تک معاف ہو کہ عزم کے درجہ کو نہ پہونچے اور جب اس درجہ کو پہونچ جائے

فلا تکون مرفوعۃ بل یواخذ بھا العبد فیجب علیہ ان ینقضھا بالندم والاستغفار حتی تنقلب حسنۃ والا یکون
تو پھر معاف نہین بلکہ بندہ سے اسپر مواخذہ ہوگا لہذا اُسکو واجب ہو کہ عزم کو ندامت اور استغفار سے توڑے یہان تک کہ پلٹ کر نیکی بنجائے ورنہ

الشیطان مستولیا علی مملکۃ القلب وینجز اللعین وعدہ الذی حکاہ اللہ تعالی عنہ حیث قال لئن اخرتن الی
شیطان دل کی مملکت پر غالب ہو جائیگا اور وہ مردود اپنا وعدہ پورا کریگا جسکو اللہ تعالی نے اُس سے نقل فرمایا ہو چنانچہ فرمایا اگر تو مجکو ڈھیل دے

یوم القیمۃ لاحتنکن ذریتہ الا قلیلا والمعنی لئن اخرتنی حیا الی یوم القیمۃ لاقودنھم حیثما شئت و
قیامت کے دن تک تو اُسکی اولاد کو لگام دے لونگا مگر تھوڑے اُنکو معنی یہ ہین کہ اگر تو مجکو قیامت تک زندہ باقی رہنے دے تو البتہ مین اُنکو جہان چاہونگا کھینچ لیجاؤنگا اور

لاستولین علیھم استیلاء قویا الا قلیلا منھم وھم المخلصون من عبادک الصالحین وھذا کقول اللعین لازینن
اُنپر خوب قابو کرونگا مگر کچھ تھوڑون پر اور وہ تیرے چنے ہوے نیک بندے ہونگے اور یہ اُس لعین کے اس قول کی طرح ہو البتہ مین اُنکو بہار دکھاؤنگا

لھم فی الارض ولاغوینھم اجمعین ہ وانما عرف اللعین حصول ھذا المطلب لہ مع انہ لا یعلم الغیب استدلالا بما
زمین مین اور راہ سے کھوؤنگا اُن سب کو اور اس مردود کو اُس مطلب کا حصول باوجود غیب دان نہونے کے اس دلیل سے معلوم ہو گیا کہ

رأی فیھم من کون مبدأ الشر متعددا ومبدأ الخیر واحدا اذ فی نفس الانسان قوۃ بھیمیۃ شھوانیۃ وقوۃ سبعیۃ
ان مین آثار بدی کے بہت دیکھے اور بھلائی کا اثر ایک کیونکہ انسان کے نفس مین قوت بہیمی شہوانی ہوتی ہے اور قوت سبعی

غضبیۃ وقوۃ وھمیۃ شیطانیۃ وھذہ الثلثۃ مستولیۃ علیہ من اول الخلقۃ داعیۃ لہ الی الشر وبعد ھذہ
غضبی اور قوت وہمی شیطانی اور یہ تینون آدمی پر ابتداے پیدائش سے غالب ہوتی ہین برائی کیطرف بلاتی ہین اور ان تین کے بعد

الثلثۃ فیہ قوۃ عقلیۃ ملکیۃ وھی وان کانت داعیۃ الی الخیر لکنھا انما تکمل بعد استیلاء الثلث الاول علی
قوت عقلیہ ملکی ہوتی ہو اور یہ اگرچہ بھلائی کیطرف بلاتی ہو لیکن تینون پہلی قوتون کے دل پر غالب ہوچکنے کے بعد کامل ہوتی ہے

القلب فلما رأی اللعین ذلک علم ان ما یریدہ یمکن حصولہ فان الشھوۃ والغضب قد ینقادان للانسان انقیادا
پس جب اُس لعین نے یہ دیکھا تو جان گیا کہ جو مین چاہتا ہون اُسکا حاصل ہوجانا ممکن ہو کیونکہ شہوت اور غضب کبھی تو انسان کی خوب پوری طرح مطیع ہو کر

تاما فیعینانہ علی طریقہ الذی یسلکہ ویحسنان مرافقتہ فی سفرہ الذی ھو بصددہ وقد یستعصیان علیہ
جس راستہ وہ چل رہا ہو اُسکی امداد کرتی ہین اور وہ جس سفر کے درپے ہو اُسمین اُسکی خوب رفاقت کرتی ہین اور کبھی اُسپر نہایت نافرمانی

استعصاء البغی وتمرد حتی یملکانہ ویستعبدانہ وفیہ ھلاکہ وانقطاعہ عن سفرہ الذی بہ وصولہ الی سعادۃ
بغاوت اور سرکشی کرتی ہین یہان تک کہ اُسکی مالک ہوجاتی اور اُسکو مطیع کرلیتی ہین اور اسمین انسان کی ہلاکت اور اُس سفر سے رہجانا ہو جسکے سبب سعادت ابدی تک

الابد فینبغی لہ ان یستعین علیھما بالعقل وان ترک الاستعانۃ بہ وسلطھما علی نفسہ یھلک ھلاکا بینا ویخسر
پہونچتا ہے لہذا اُسکو چاہیے کہ اُن دونون پر عقل سے مدد لے اور اگر اُس سے مدد لینا چھوڑ دیا اور اپنے اوپر اُنکو قابو دیدیا تو ظاہر مارا گیا اور بڑا ہی

ضررا عظیما وذلک حال اکثر الخلق فان عقولهم صارت مسخرة لشهواتهم فی استنباط الحیل لقضاء الشهوة وکان
ٹوٹا اٹھایا اور اکثر خلق کا یہی حال ہو کیونکہ انکی عقلین شہوت پوری کرنے کے لیے حیلے حوالے نکالنے کو شہوت کی مطیع ہو گئی ہین اور اُن کو
من حقهم ان یکون شهواتهم مسخرة لعقولهم فیما یفتقر الیه العقل فان المؤمن قد یقع فی قلبه خاطر الهوی
لائق یہ تھا کہ اُنکی خواہشین عقلون کی مطیع ہوتین جہان عقل کو اُسکی حاجت ہو کیونکہ مومن کے دل مین کبھی خطرہ ہوا کا آکر
فیدعوه الی الشر فیلحقه خاطر الایمان فیمنعه عن الشر ویدعوه الی الخیر فیبعث الشیطان الی نصرة خاطر الشر
برائی کی طرف بلاتا ہو تو پھر اُسکو خطرۂ ایمانی جا ملتا ہو اور بدی سے روک کر خیر کی طرف بلاتا ہو پس شیطان بدخطرہ کی مدد کے لیے اُٹھتا ہے
فیقوی دواعی الهوی ویحسن التمتع والتنعم بملاذ الدنیا فیمیل النفس الیها فینبعث العقل الی نصرة خاطر الخیر و
پس خواہش کے تقاضے کو زور دیتا ہو اور دنیا کی لذتون سے عیش اور چین اُٹھانیکو اچھا کرکے دکھاتا ہو پس نفس ادھر مائل ہوتا ہو پھر عقل نیک خطرہ کی مدد کو اُٹھتی ہو اور
یوبخ النفس ویقبح فعلها وینسبها الی الجهل ویشبهها بالبهائم فی هجومها علی الشهوة وعدم اکتراثها بالعواقب فیمیل
نفس کو جھڑکتی ہو اور اُسکے فعل کو برا کہتی اور اُسکو جہالت کی طرف نسبت دیتی ہو اور برائی پر گر پڑنے اور انجام کی پروا نہ کرنے مین اُسکو ڈنگرون سے مشابہ بتلاتی ہو پس
النفس الی نصح العقل فیحمل الشیطان علی النفس حملة ویقول لها ما لک تمتنعین عن هواک وهل یوجد احد من اهل
نفس کو عقل کی نصیحت کیطرف رغبت ہوتی ہو پس شیطان نفس پر ایکبار حملہ کرتا ہو اور کہتا ہو تجھکو کیا ہوا کہ اپنے عیش سے باز رہتا ہو تیرے زمانہ مین کوئی ایسا پایا جاتا
عصرک یخالف هواه اما ترین ان اکثر علماء زمانک لا یحترزون عن الهوی ولو کان شرا لامتنعوا عنه فترک لهم
ہو جو اپنی خواہش کے خلاف کرتا ہو دیکھتا نہین کہ تیرے زمانہ کے اکثر علما اپنی خواہش سے پرہیز نہین کرتے اگر یہ برا ہوتا تو وہ اس سے باز رہتے
ملاذ الدنیا یتمتعون بها وتبقی محروما متعبا یضحک علیک اهل وقتک فیمیل النفس الی وسوسة الشیطان فیحمل
کیا عیش اور لذت دنیا کی اُنہی کیلئے چھوڑے دیتا ہو کہ وہ اس سے چین اُڑائین اور تو مشقت مین محروم رہے کہ تجھپر تیرے ہمسر ہنسین اب نفس وسوسۂ شیطانی کی جانب رغبت کرتی ہو
العقل علی النفس حملة ویقول لها اهل هلک الا من اتبع هواه ونسی الآخرة ومأواه ان تقنعین بلذة یسیرة وتترکین
عقل نفس پر ایک حملہ کرتی اور کہتی ہو کہ وہی تو ہلاک ہوا جو اپنی ہوا کے پیچھے لگا اور اپنی آخرت اور اپنے ٹھکانیکو بھول گیا کہ تو اس تھوڑی لذت پر قناعت کرکے جنت کی
لذة الجنة التی لا یتناهی نعیمها ابد الآباد ام تستحقین الم النار وتغترین بغفلة الناس واتباعهم اهواءهم
لذت کو چھوڑے دیتا ہو کہ جسکی نعمتین کبھی ختم ہونیوالی نہین کیا تو دوزخ کے عذاب کا مستحق بنتا ہو اور لوگونکی غفلت سے اور اُنکے ہوا و ہوس کے پیچھے لگ رہنے سے دھوکھا کھاتی ہو
مع ان عذاب النار لا یخف عنک بمعصیة غیرک ارأیت ان الناس کلهم لو وقفوا فی الشمس یوم الصیف وکان
باوجودیکہ تجھ سے دوزخ کا عذاب اورونکی معصیت کی وجہ سے ہلکا نہوگا بھلا دیکھ تو اگر تمام خلقت گرمی کے دن دھوپ مین کھڑی ہو جاکے اور تیرا
لک بیت بارد کنت تساعدهم علی القیام فی الشمس ام تخالفهم وتذهب من الشمس الی ظل بیتک فانک اذا کنت
ایک سرد خانہ موجود ہو تو کیا تو اُنکے ساتھ دھوپ مین کھڑے ہونے مین موافقت کریگا یا اُنکے خلاف کرکے تو دھوپ مین سے گھر کے سایہ مین چلا جائیگا پھر تو جب
تخالفهم فرارا من حر الشمس فکیف لا تخالفهم فرارا من حر النار فعند ذلک تمیل النفس الی رای العقل وهی
آفتاب کی گرمی سے بھاگنے مین اُنکے خلاف کرتا ہو تو آگ کی گرمی سے بھاگنے مین کیسے اُنکے خلاف نہین کرتا اب اس وقت عقل کی راے پر نفس مائل ہوتا ہو اور
لا تزال تتردد متجاذبة بین هذین الجذبین الی ان یغلب علی قلب الانسان ما هو اولی به فان کان الغالب علیه
نفس ہمیشہ اسی دو دلی مین ان دونون لڑائیون مین کھنچا رہتا ہو آخر انسان کے دل پر وہ غالب آتا ہو جو اُسکے حال کے مناسب ہو پس اگر اُسپر صفات شیطانی
الصفات الشیطانیة یمیل الی الشر ویجری علی جوارحه بسابق القضاء ما هو سبب بعده من الله تعالی وان کان
غالب ہین تو برائی کیطرف مائل ہوتا ہو اور اُسکے اعضا سے گذشتہ تقدیر کے سبب وہی ہوتا ہو جو اللہ تعالے سے دوری کا سبب ہو اور اگر
الغالب علیه الصفات الملکیة یمیل الی الخیر ویظهر علی جوارحه بسابق القضاء ما هو سبب تقربه من الله تعالی
اُسپر صفات ملکی غالب ہین تو خیر کی طرف جھکتا ہو اور اُسکے جوارح سے گذری تقدیر کے موافق وہی ظاہر ہوتا ہو جو اللہ تعالی سے نزدیکی کا سبب ہے
وهذه الطاعات والمعاصی اذا ظهرت تکون علامات یعرف بها سوابق القضاء والقدر وهی انما تظهر
اور یہ عبادات اور گناہ جب ظاہر ہون تو یہ نشانیان ہین کہ اُنسے گذشتہ قضا و قدر کا حکم معلوم ہوتا ہے اور یہ خزانۂ غیب سے

من خزائن الغيب بواسطة خزائن القلب فانه خزائن الملكوت فمن خلق للجنة يسرت له الطاعات واسبابها ومن خلق للنار يسرت
واسطے خزانہ دل کے ظاہر ہوا کرتے ہین کیونکہ دل ملکوت کا خزانہ ہے پس جو شخص جنتی پیدا ہوا ہے اسکو عبادات اور اسکے اسباب آسان ہوجاتی ہین اور جو شخص دوزخی پیدا ہوا ہے اسکے لیے
لها المعاصي واسبابها فانه تعالى خلق الجنة وخلق لها اهلا فاستعملهم بالطاعات وخلق النار وخلق لها اهلا فاستعملهم
گناہ اور اسکے اسباب سہل ہوجاتے ہین کیونکہ اللہ تعالی نے جنت کو پیدا کیا ہے اور اسکے واسطے لوگ پیدا کیے ہین اور انکو طاعات مین لگا دیا ہے اور دوزخ کو پیدا کیا ہے اور اسکے لیے لوگ بنائی ہین جنکو
بالمعاصي ثم عرف الخلق علامة اهل الجنة واهل النار فقال ان الابرار لفي نعيم وان الفجار لفي جحيم نسأل الله تعالى
معاصی مین لگا دیا ہے پھر خلقت کو جنتی اور دوزخی کی علامت بتا دی ہے پس فرمایا بیشک نیک لوگ آرام مین ہین اور بیشک گنہگار دوزخ مین ہین اللہ تعالی سے ہم سوال کرتے ہین کہ

ان يجعلنا من اهل الجنة ولا يجعلنا من اهل النار

المجلس الرابع والتسعون في بيان ظهر الاسلام غريبا

ہمکو جنتی کرے اور ہمکو دوزخی نہ بنائے

مجلس نو دو چہارم اس بیان مین کہ اسلام غریب شروع ہوا ہے

وسيعود غريبا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بدأ الاسلام غريبا وسيعود غريبا كما بدأ فطوبى للغرباء هذا
اور پھر غریب ہوجائیگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام غریب شروع ہوا ہے اور پھر غریب ہوجائیگا جسطرح شروع ہوا تھا لہذا غریبوں کو خوشی ہو یہ
الحديث من صحاح المصابيح رواه ابو هريرة رضـ ومعناه ان الاسلام في ابتدائه ظهر في آحاد من الناس وقلة منهم ثم انتشر
حدیث مصابیح کی صحیح حدیثوں مین سے ہے جسکو ابو ہریرہ رضـ نے روایت کیا ہے اور اسکے معنی یہ ہین کہ اسلام ابتدا مین کسی کسی آدمی سے بہت تھوڑے لوگون مین ظاہر ہوا تھا پھر پھیل گیا
وشاع وصار قويا وبعد ذلك سيلحقه النقص والاختلال حتى لا يبقى الا في آحاد من الناس وقلة منهم وهم الغرباء وقد
اور مشہور ہوا اور قوی ہوگیا اور بعد اسکے پھر اسپر نقصان اور خلل آئیگا یہان تک کہ نہ باقی رہیگا مگر کسی کسی مین بہت تھوڑون مین اور وہ غربا ہین اور
جاء تفسير الغرباء في حديث آخر انهم النزاع من القبائل يعني انهم الذين كانوا قليلا فلا يوجد في كل قبيلة منهم الا
غربا کی تفسیر ایک اور حدیث مین آئی ہے کہ وہ تھوڑے ہین قبیلون مین سے یعنی یہ وہ لوگ ہین جو تھوڑے تھے کہ ہر قبیلہ مین ان مین سے سوا ایک یا دو کے
الواحد والاثنان بل لا يوجد احد منهم في القبائل والبلدان كما كان كذلك في اول الاسلام وفي حديث آخر انهم
نہین پایا جاتا بلکہ ایک بھی ان مین کا قبیلون اور شہرون مین نہین ملتا جسطرح کہ اول اسلام مین ایسا ہی تھا اور ایک اور حدیث مین ہے کہ یہ وہ لوگ ہین
الذين يصلحون اذا فسد الناس يعني انهم قوم صالحون عاملون بالسنة في زمن فساد الناس وفي حديث آخر انهم
جو اصلاح کرتے ہین جب لوگ بگڑ جائین یعنی یہ نیک لوگ لوگون کے بگڑ جانے کے زمانہ مین سنت پر عمل کرنیوالے لوگ ہین اور ایک اور حدیث مین ہے کہ یہ وہ
الذين يصلحون ما افسده الناس بعدي من سنتي فهؤلاء هم الغرباء الممدوحون المغبوطون ولقلتهم في الناس جدا
لوگ ہین جو درست کرتے ہین اسکو جسکو کہ لوگون نے میرے بعد میری سنت کو بگاڑ ڈالا ہے پس یہی لوگ وہ غربا ہین جنکی تعریف ہوئی اور انکے مرتبہ پر رشک ہوگا اور لوگون مین انکے بہت کم ہونے سے
سموا غرباء وهم قسمان احدهما من يصلح نفسه عند فساد الناس والثاني من يصلح ما افسده الناس من السنة وهو
انکا نام غربا ہوا اور انکی دو قسمین ہین ایک تو وہ جو لوگون کے بگاڑ کے وقت اپنے نفس کی درستی کرین دوسرے وہ جو اور لوگون کی بگاڑی ہوئی سنت کو درست کرین اور یہ
اعلى القسمين هم القائمون بوظيفة الامر بالمعروف والنهي عن المنكر فهؤلاء اقل الناس في آخر الزمان ولذلك وصفوا بالغربة
دونون اعلے درجہ کے ہین اور یہی لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وظیفہ پر قائم ہونیوالے ہین سو ایسے لوگ آخر زمانہ مین بہت کم ہونگے اور اسی لیے غربت انکا وصف بیان ہوگیا
لقلتهم كما جاء في بعض الروايات انهم قوم صالحون قليل في قوم سوء كثير من يبغضهم اكثر ممن يطيعهم وفي هذا اشارة
انکے کم ہونیکی وجہ سے جیسا کہ بعضی روایات مین آیا ہے کہ وہ تھوڑے سے نیک لوگ ہین اور بری بہت سی قوم مین انسے بغض رکھنے والے بہ نسبت اطاعت کرنیوالے لوگون کے بہت زیادہ ہین اور اسمین
الى قلتهم وقلة المستجيبين لهم وكثرة المخالفين لهم والعاصين لامرهم وهذا الفضل العظيم الموعود لاهل الغربة انما هو
انکی کمی اور انکے تابعون کی قلت کا اور انکے مخالفون اور نافرمانون کی کثرت کا اشارہ ہے اور یہ بڑی فضیلت جسکا اہل غربت کے لیے وعدہ ہوا ہے اسلیے ہے کہ وہ لوگ
لغربتهم بين الناس وتمسكهم بالسنة بين ظلم الاهواء فاذا رأى المؤمن ما كان عليه الناس في هذا الزمان من البدع و
سب لوگون مین کم اور ہوا و ہوس کی تاریکی مین وہ سنت کو پکڑتے ہین پس جب کوئی مومن وہ حال دیکھتا ہے جسپر اس زمانہ کے لوگ ہین یعنی بدعتین اور
الضلالات وعدولهم عن الصراط المستقيم الذي كان عليه رسول الله عليه السلام واصحابه ودعاهم اليه وقدح فيما هم
بے راہیان اور اُس سیدھی راہ سے الگ چلنا جسپر رسول اللہ علیہ السلام اور انکے اصحاب تھے اور انکو اُس راہ مستقیم پر بلاتا ہے اور جن برمی باتون پر وہ ہین

عليه من المنكرات فهناك تقوم قيامتهم او ينصبون له الحبائل و يجلبون عليهم بخيلهم ورجلهم فهو غريب في دينه لفساد
انکا عیب بتاتا ہو تو اُسوقت قیامت برپا ہوجاتی ہو اور اُس مومن کے لیے جال بچھا دیتے ہین اور اُسپر اپنے سوار اور پیادے سو چڑھائی کرتے ہین اب وہ شخص اپنے دین مین غریب ہے کیونکہ انکو دین
اديانهم غريب في تمسكه بالسنة لتمسكهم بالبدع غريب في اعتقاده لفساد عقائدهم غريب في طريقه لفساد طرقهم غريب
سب فاسد ہین اور یہ شخص سنت سو تمسک کرنیمین بھی غریب ہے کیونکہ وہ سب لوگ بدعتون سے تمسک کر رہے ہین اپنے اعتقاد مین غریب ہے کیونکہ انکو عقائد تمام فاسد ہین اپنے طریق مین غریب ہے کیونکہ انکے سب طریقے فاسد ہین انکے ساتھ گذران مین
في معاشرتهم لانه لا يعاشرهم فيما تهوى نفوسهم وبالجملة فهو غريب في امور دنياه و آخرته لا يجد مساعدا ولا معينا
غریب ہے کیونکہ انکی خواہشون مین اُنکے نفسونکے ساتھ گذران نہین کرتا اور خلاصہ یہ کہ وہ تمام امور دنیوی اور اخروی مین غریب ہو نہ کوئی اُنکا مددگار ہو اور نہ کوئی معین
وقد قال الله تعالى وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ فهو عالم بينه بين قوم جاهلين بين بينهم
اور بیشک اللہ تعالی نے فرمایا ہو آپس مین مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور ایک دوسرے کی مدد نہ کرو گناہ پر اور نہ زیادتی پر پس وہ اپنے دین کا عالم ہو اپنے دین سے جاہل قوم کو درمیان مین
صاحب سنة بين اهل بدع داع الى الله تعالى و رسوله بين دعاة الى البدع والضلال آمر بالمعروف ناه عن المنكر بين
صاحب سنت ہو بدعت والونکے درمیان مین اللہ اور اُسکے رسول کیطرف بلاتا ہو بدعتون اور گمراہیونکی طرف بلانیوالونکے درمیان مین بھلی باتونکا حکم کرنیوالا اور برائی سے منع کرنیوالا ہو ایسی قوم مین
قوم المعروف عندهم منكر والمنكر معروف ولهذا قال النبي عليه السلام ياتي على الناس زمان الصابر فيهم على دينه كالقابض
کہ بھلائی اُنکے نزدیک برائی ہو اور برائی اُنکے نزدیک نیکی ہو اسی لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہو لوگونپر ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ اُنمین اپنے دین پر صبر کرنیوالا ایسا ہو جیسے ہاتھ مین
على الجمر فانه عليه السلام بين في هذا الحديث ان الذي ياخذ النار بالكف كما لا يمكنه الاخذ بالسهولة الا بالصبر الشديد
انگارا لیے ہوے پس نبی علیہ السلام نے اس حدیث مین بیان فرمادیا کہ جو شخص ہاتھ مین آگ لیلے جیسے اُسکو بغیر سخت صبر کے آسانی سے یہ لینا ممکن نہین ہو
فكذلك من يتمسك بالسنة ويعمل بها في آخر الزمان لا يمكنه المحافظة على دينه بالسهولة الا بالصبر الشديد ولذلك
ایسے ہی آخر زمانہ مین وہ شخص جو کہ سنت سے تمسک کرے اور اُسپر عمل کرے اُسکو بغیر سخت صبر کے آسانی سے اپنے دین کی حفاظت ممکن نہین ہے اسی واسطے
كان اجره كثيرا كما قال النبي عليه السلام من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد وروي عن ابي امامة انه
اُسکا ثواب بھی بہت بڑا ہو چنانچہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص میری سنت کو اختیار کرے میری امت کے بگڑجانے کے وقت تو اُسکو سو شہیدونکا ثواب ہو اور ابو امامہ سے روایت ہو کہ نبی
عليه السلام قال ان لكل شئ اقبالا وادبارا وان من اقبال الدين ما كنتم عليه من العمى والجهالة وما بعثني الله به وان من
علیہ السلام نے فرمایا ہر شی کا اقبال اور ادبار ہوتا ہو اور بیشک دین کا اقبال وہ تھا جسپر تم سب تھے یعنی اندھاپن اور جہالت اور وہ جسکو دیکر مجھے اللہ نے بھیجا ہو اور بیشک
اقبال الدين ان تفقه القبيلة باسرها حتى لا يوجد فيها الا الفاسق والفاسقان فهما مقهوران ذليلان وان من ادبار
دین کا ایک یہ اقبال ہو کہ سارا قبیلہ عالم ہوجائیگا یہان تک کہ اُسمین سوا ایک یا دو فاسق کے نہ پایا جائیگا سو وہ بھی مغلوب اور ذلیل ہونگے اور دین کا ادبار
الدين ان تجفو القبيلة باسرها حتى لا يرى فيها الا الفقيه او الفقيهان فهما مقهوران ذليلان لا يجدان على ذلك
یہ ہو کہ تمام قبیلہ کو ڈھونڈھ پھرو تو اُسمین سوا ایک یا دو فقیہ کے نہ ملیگا اور وہ بھی مغلوب اور ذلیل ہونگے نہ اس دین پر کوئی مددگار
اعوانا ولا انصارا فانه عليه السلام وصف المؤمن العامل بالسنة الفقيه في الدين بانه يكون في آخر الزمان عند الناس
پائینگے اور نہ کوئی یار پس نبی علیہ السلام نے مومن کا وصف جو سنت پر عمل کرنیوالا دین کا فقیہ ہو یہ بیان کیا کہ وہ آخر زمانہ مین لوگون کے نزدیک
مقهورا ذليلا لا يجد معينا ولا نصيرا ولذلك قال الثوري اذا رأيت العالم كثير الاصدقاء فاعلم انه مخلط لانه ان نطق
مغلوب اور ذلیل ہوگا نہ معین پائیگا اور نہ مددگار اور اسی لیے ثوری نے کہا ہو جب تو کسی عالم کو دیکھے بہت دوست ہین تو سمجھ لے کہ وہ خالص نہین ہو کیونکہ اگر وہ حق بولے
بالحق ابغضوه وعن كعب الاحبار انه قال ليأتين على الناس زمان تكره فيه الموعظة حتى يختفي المؤمن بايمانه كما يختفي الفاجر
تو اُسکے سب دشمن ہوجائین اور کعب احبار سے روایت ہو کہ کہا بیشک تمپر ایک ایسا زمانہ آئیگا جسمین نصیحت بری لگیگی یہان تک کہ مومن اپنا ایمان ایسا چھپائیگا جیسے بدکار بدکاری کو
بفجوره ويعير المؤمن بايمانه كما يعير الفاجر بفجوره وانما يعظم ذل المؤمن في آخر الزمان لكثرة اهل الفسق والظلم
چھپاتا ہو اور مومن کو اُسکے ایمان پر ایسا عار دلائینگے جیسے بدکار کو اُسکی بدکاری پر عار دلاتے ہین اور مومن کی ذلت آخر زمانہ مین اسی لیے بڑھ جائیگی کہ فاسق اور ظالم اور بدعتی
والبدع ويكون بينهم غريبا كلهم يكرهونه ويؤذونه لمخالفة طريقه لطريقهم ومباينة مقصوده لمقصودهم وعدم
بہت ہوجائینگے اور وہ ان مین تنہا ہوگا سب اُسکو برا سمجھینگے اور اُسکو ستائینگے کیونکہ اُسکا طریقہ اُنکے طریقہ کے خلاف اور اُنکا مقصود اُسکے مقصود کے مخالف ہو اور وہ

موافقتهم فيما هم عليه لاستيان امرهم بمعروف ونهاهم عن منكر كما قال حذيفة اليمانی يأتي على الناس
انکے اُس چلن سے موافق نہین جسپر وہ لوگ قائم ہین نہ اسکے اُسوقت جبکہ وہ بھلائی کا حکم کرے اور برائی سے منع کرے جیسا کہ حذیفہ یمانی نے کہا ہو کہ لوگون پر ایک ایسا زمانہ
زمان يكون فيهم جيفة حمار احب اليهم من مؤمن يامرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر وروى عن ابن عباس انه
آئیگا کہ انکو مردار گدھا زیادہ پسند ہوگا ایسے مومن سے کہ انکو نیک بات بتائے اور گناہ سے منع کرے اور ابن عباس سے روایت ہو کہ نبی
عليه السلام قال يأتي على الناس زمان يذوب فيه قلب المؤمن كما يذوب الملح في الماء قيل بم ذلك يا رسول الله قال
علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگون پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ مومن کا دل ایسا گھل جائیگا جسطرح کہ پانی مین نمک گھل جاتا ہو کسی نے عرض کیا اور یہ کس لیے یا رسول اللہ فرمایا
مما يرى من المنكر فلا يستطيع تغييره فان من السلف من رأى منكرا فلم يقدر على ازالته فبال دما ومنهم من مرض
اُس خرابی کی وجہ سے جسکو دیکھیگا اور اُسکے بدلنے کی قدرت نہ پائیگا بیشک بعضے متقدمین ایسے ہوئے ہین کہ خرابی کو دیکھا اور اُسکے دور کرنیکی قدرت نہین ہوئی تو خون کا پیشاب کیا اور بعضی کئی دن تک بیمار رہے
اياما وقد قال النبي عليه السلام اشد الناس بلاء الانبياء ثم الصالحون فكما ان الانبياء لم يخلوا عن الابتلاء بالجاحدين
اور بیشک نبی علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ بلا مین سب لوگون سے زیادہ انبیا ہوتے ہین پھر صلحا پس جیسے انبیا منکرون کے ابتلا سے خالی نہین رہے
كذلك لا يخلو العلماء والصلحاء والآمرون بالمعروف والناهون عن المنكر عن الابتلاء بالمصرين على المعاصي فان من
اسی طرح علما اور صلحا اور بھلائی کا حکم کرنیوالے اور برائیون سے روکنے والے اُن لوگونکے ابتلا سے خالی نہین رہ سکتے جو گنا ہو نپر اڑے ہوئے ہین بیشک جو شخص
امر بالمعروف ونهى عن المنكر في هذا الزمان يكون قائما بالركن الاعظم في الدين والمهم الذي بعث الله به جميع
اس زمانہ مین بھلی بات بتلاتا اور برائی سے منع کرتا ہو تو وہ دین کے بڑے بھاری رکن اور اُس ضروری کام کو سنبھالے ہوئے ہو جسکے لیے اللہ تعالی نے سارے رسولونکو
المرسلين ولذلك قال النبي عليه السلام من امر بالمعروف ونهى عن المنكر فهو خليفة الله في ارضه وخليفة كتابه
بھیجا ہو اور اسی لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہو جسنے بھلائی کا حکم کیا اور برائی سے منع کیا تو وہ زمین مین اللہ کا خلیفہ اور اُسکی کتاب اور اُسکے رسول کا
ورسوله وانما كان كذلك لان الانبياء ما بعثوا الا للامر بالمعروف والنهي عن المنكر وذلك وظيفتهم التي
خلیفہ ہو اور یہ اسلیے ہو کہ انبیا صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے بھیجے گئے ہین اور یہی اُنکا معمول تھا جسکو لے کر
جاءوا بها فمن تبعهم فيها وامر ونهى يكون نائبا عنهم في هذا الامر العظيم وتلي منزلته منزلتهم في هذا الخطب الجسيم
آئے تھے پس جو شخص اس مین اُنکا پیرو ہوا اور حکم کیا اور منع کیا تو اس بڑے کام مین اُنکا نائب ہوا اور اُسکا مرتبہ اُنکے مرتبہ سے اس بڑے ضروری کام مین قریب ہوگیا
كما اشير اليه في قوله تعالى اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ
چنانچہ اسکا اشارہ اس قول الٰہی مین کیا گیا ہو بیشک جو لوگ کفر کرتے ہین اللہ کی آیتون سے اور مار ڈالتے ہین نبیونکو ناحق اور مار ڈالتے ہین اُن لوگونکو جو حکم کرتے ہین
بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ فانه تعالى ذكر الذين يامرون بالعدل بعد الانبياء في الترتيب
انصاف کا لوگونمین سے سو انکو خوشخبری سنا دکھ والے عذاب کی سو اللہ تعالی نے اُن لوگونکو جو عدل کا حکم کرتے ہین ترتیب مین انبیا کے بعد ذکر کیا
وقد ذكر في تفسير هذه الآية انه عليه السلام قال قتل بنو اسرائيل ثلثة واربعين نبيا في اول النهار في ساعة
اور اس آیت کی تفسیر مین مذکور ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل نے تینتالیس نبیون کو دن کے پہلے ہی پہر مین ایک ساعت مین قتل کر ڈالا
واحدة فقام مائة واثنا عشر رجلا من عباد بني اسرائيل فامروهم بالمعروف ونهوهم عن المنكر فقتلوهم جميعا في آخر
پس ایکسو بارہ شخص بنی اسرائیل کے عابدون مین سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے لگے پس دن کے آخر حصہ مین اُن سب کو قتل کر ڈالا
النهار وهم الذين ذكرهم الله تعالى في قوله وَيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فان اهل الدين من الآمرين
اور یہی وہ لوگ ہین جنکو اللہ تعالی نے اس آیت مین بیان کیا ہو اور مار ڈالتے ہین اُن لوگونکو جو حکم کرتے ہین انصاف کا لوگونمین سے بیشک دیندار بھلائی کا حکم
بالمعروف والناهين عن المنكر قلما ينفك عن ضروب الاذى وانواع البلاء بالاخراج من البلاد والسعاية
کرنیوالے اور برائی سے منع کرنیوالے بہت کم قسم قسم کی تکلیفون اور طرح طرح کی بلاؤن سے بچتے ہین شہرون سے نکالا جانا اور بادشاہون اور
الى السلاطين والحكام والشهادة عليهم بالكفر والخروج عن الدين ونسبتهم الى ما يوجب فسقهم من البدع و
حاکمون کے رو برو اُنکی چغلی ہونا کفر اور دین سے خارج ہونیکی اُنپر گواہی گزرنا اور ... بہتان رکھنا جس سے فسق لازم آئے یعنی بدعتین اور

المعاصی وغیر ذلک مما ھو خیر لھم فی الدنیا والآخرۃ فعلی ھذا ینبغی للآمر بالمعروف والناھی عن المنکر ان یوطن نفسہ
گناہ اور اسکے علاوہ اور باتین جو کہ اُنکے لیے دنیا اور آخرت میں بہتر ہین لیس اس بنا پر بھلائی کے بتلانیوالے اور برائیکو منع کرنیوالے کو چاہیے کہ خلق کی آن ایذا ؤن پر

علی الصبر علی ما یصیبہ من اذی الخلق لانہ تعالیٰ قد ذکر الصبر فی مواضع من کتابہ امر بہ فی بعضھا وقال یٰایھا الذین
اپنے نفس کو مضبوط کرے جو اُسکو پہونچین گی اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مین صبر کا کئی جگہ ذکر فرمایا ہے اور بعض جگہ صبر کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے اے ایمان دارو

اٰمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ۝ وقال فی آیۃ اخریٰ واصبروا ان اللہ مع الصابرین
صبر کرو اور ثابت قدم رہو اور بجے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم فلاح پاؤ اور ایک اور آیت مین فرمایا ہے اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنیوالونکے ساتھ ہے

وقد جمع اللہ تعالیٰ للصابرین من الاجور ما لم یجمعھا لغیرھم وقال اولٰئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ و
اور اللہ نے صبر کرنیوالونکے لیے اتنا ثواب جمع کر دیا ہے جو اورونکے لیے نہین جمع کیا اور فرمایا ہے ۔ انھین پر ہین اللہ کی رحمتین اور مہربانی اور

اولٰئک ھم المھتدون ۝ وقال العلماء کفی بالصبر اجرا ان الاعمال کلھا تضاعف بعشر امثالھا الی سبعمائۃ الا الصبر
یہی لوگ ہین راہ پر علما کہتے ہین کہ صبر کا یہی اجر کافی ہے کہ کل اعمال کا ثواب دس گنے سے لیکر سات سو گنے تک ہے مگر صبر کے

فان اجرہ یوفی بغیر حساب کما قال اللہ تعالیٰ انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب ۝ وقد جاء الامر
کہ اُسکا ثواب بیحساب دیا جائیگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بیشک دیے جائینگے صبر کرنیوالے اپنا ثواب بیحساب اور صبر کا حکم

بالصبر مقارنا بالامر بالمعروف والنھی عن المنکر مصرحا فی قولہ تعالیٰ وأمر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علی
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ اس قول الٰہی مین صاف آیا ہے بھلی بات سکھا اور بری باتون سے روک اور صبر کر اُس چیز پر

ما اصابک ان ذٰلک من عزم الامور وفی ھذہ الآیۃ اشارۃ الی ان من یأمر بالمعروف وینھی عن المنکر قد یؤذی فاذا
جو تجکو پہونچے یہ بڑی اولوالعزمی کی بات ہے اور اس آیت مین اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ جو شخص نیک باتین سکھاتا اور بری باتون سے منع کرتا ہے کبھی اُسکو اذیت پہونچتی ہے پس جب

اوذی یجب علیہ ان یصبر ویعلم ان ما یجری علیہ من اذی الخلق فھو بمشیۃ اللہ تعالیٰ وقضائہ وقدرہ فیراہ
اُسکو ایذا پہونچے تو اُسکو واجب ہے کہ صبر کرے اور سمجھے کہ مخلوقات کیطرف سے اُسکو جو تکلیف پہونچتی ہے وہ اللہ کی مشیت اور اُسکے حکم اور مقدر کرنے سے ہے پس اُسکو ایسا سمجھے

کالتاذی بالحر والبرد والمرض فاذا شاھد ھذا یستریح ویتیقن ان ذٰلک کائن لا محالۃ لان ما شاء اللہ تعالیٰ یکون
جیسے جاڑے گرمی اور مرض کی تکلیف ہے جب یہ سمجھے گا تو آرام پائیگا اور یقین کرلیگا کہ یہ بات تو ضرور ہونیوالی تھی کیونکہ جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے

ویجب وجودہ وما لم یشأ لا یکون بل یمتنع وجودہ فلیس للجزع منہ وجہ بل لا بد لہ فیہ من الصبر لان من لا یصبر
اور اُسکا ہونا ضروری ہے اور جو نہین چاہتا وہ نہین ہوتا بلکہ اُسکا ہونا محال ہے لپس گھبرانے کی کوئی وجہ نہین ہے بلکہ اُس مین صبر کرنا چاہیے کیونکہ جو شخص

علی ما یصیبہ اختیارا وھو محمود یصبر علی اکثر منہ اضطرارا وھو مذموم فینبغی لہ ان یصبر ویترک الانتقام لانہ
آئی ہوئی مصیبت پر اختیار سے صبر نہین کرتا حالانکہ یہ اچھی بات ہے تو اُسکو اُس سے زیادہ پر مجبورًا صبر کرنا پڑیگا اور یہ برا ہے لہذا اُسکو چاہیے کہ صبر کرے اور بدلہ لینے کا خیال چھوڑ دے اسلیے کہ

ان لم یترک الانتقام بل اشتغل بہ یعقبہ الخوف والذل والندامۃ اذ یحصل بسببہ العداوۃ والعاقل لا یأمن من عدوہ
اگر بدلے کو نہ چھوڑیگا بلکہ اُسی مین مشغول ہو جائیگا تو اُسکے بعد اُسکو خوف اور ذلت اور ندامت ہوگی اسلیے کہ اُسکے سبب سے عداوت پیدا ہو جائیگی اور عاقل اپنے دشمن سے بے کھٹکے نہین رہتا

ولو کان حقیرا فاذا غفر وعفا ولم یشتغل بالانتقام یأمن من حصول العداوۃ ویتخلص من وقوع الندامۃ مع ان فی
اگرچہ وہ حقیر ہی کیون نہو اور جب بخشدیگا اور معاف کر دیگا اور بدلا لینے مین مشغول نہوگا تو عداوت پیدا ہونے سے بیخوف رہیگا اور ندامت مین پڑنے سے چھوٹ جائیگا باوجودیکہ

العفو عزۃ اذ قد صح انہ علیہ السلام قال ما زاد اللہ عبدا یعفو الا عزا بل ینبغی لہ ان یقابلہ بالاحسان الیہ لانہ قد
معافی مین بڑی عزت ہے اسلیے کہ صحیح طور سے ثابت ہے کہ حضور پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کرنیوالے بندہ کی عزت بڑھاتا ہے بلکہ اُسکو چاہیے کہ اسکے عوض اسکے ساتھ احسان کرے اسلیے کہ

اھدی الیہ حسناتہ ونقلھا من صحیفتہ الی صحیفۃ نفسہ وتیقن ان اساءتہ الیہ نعمۃ من اللہ تعالیٰ علیہ حیث
اُسنے اُسکو اپنی نیکیان ہدیہ دی ہین اور اپنے نامہ اعمال سے اُسکے نامہ اعمال مین بدلوا دی ہین اور یہ سمجھے کہ اُسکی برائی میرے حق مین اللہ کیطرف سے نعمت ہے کہ مجکو

جعلہ مظلوما یرتقب النصر فی الدنیا والاجر فی العقبی ولم یجعلہ ظالما یرتقب المقت فی الدنیا والآخرۃ والعاقل
مظلوم بنایا کہ دنیا مین مدد کا اور آخرت مین ثواب کا امیدوار ہون اور مجکو ظالم نہین بنایا کہ دنیا اور آخرت مین عذاب کا منتظر رہتا اور عاقل کو

لو خیر بین ہاتین الحالتین لاختار ان یکون مظلوما لان ما یصیبہ من اذی الخلق تکون کفارۃ لخطایاہ اذ لا یصیب
اگر ان دونون حالتون مین مختار بنایا جائے تو مظلوم ہونا ہی پسند کرے اسلیے کہ اسکو مخلوق سے جو تکلیف پہونچتی ہے وہ اسکے گناہون کا کفارہ ہوتی ہے کیونکہ مومن کو

المؤمن ہم ولا غم ولا اذی الا کفر اللہ تعالی بہ من خطایاہ وذلک فی الحقیقۃ دواؤہ یستخرج بہ ادواء الخطایا
جو مصیبت یا رنج یا کوئی تکلیف پہونچتی ہے تو اللہ تعالی اسکے گناہون کا کفارہ کر دیتا ہے اور یہ حقیقت مین اسکی دوا ہے کہ اس سے گناہون کی بیماری نکل جاتی ہے

لان ما یصیبہ من اذی الخلق یکون لہ کالدواء المر الکریہۃ فینبغی لہ ان لا ینظر الی مرارۃ الدواء وکراہتہ ولا الی من
کیونکہ اسکو خلقت سے جو اذیت پہونچتی ہے وہ اسکے لیے مثل کڑوی اور ناگوار دوا کے ہے لہذا اسکو چاہیے کہ دوا کی تلخی اور بدمزگی کو نہ دیکھے اور نہ اس شخص کو جس کی طرف سے

یصل الیہ من جہتہ بل ینبغی لہ ان ینظر الی نفعہ ووصولہ الیہ من جہۃ من ینفعہ بمضرتہ
اسکو پہونچی ہے بلکہ اسکے نفع کو دیکھے اور ایسے کیطرف پہونچنے کو جو اپنی مضرت سے فائدہ پہونچاتا ہے

المجلس الخامس والتسعون فی بیان نعمۃ الصحۃ والفراغ وبیان مغبونیۃ صاحبہما
مجلس نود و پنجم تندرستی اور فراغت کی نعمت اور ان نعمتون والے کے مغبون ہونے کے بیان مین

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعمتان مغبون فیہما کثیر من الناس الصحۃ والفراغ ہذا الحدیث من صحاح المصابیح رواہ ابن عباس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دو نعمتین ہین جن مین بہتیرے لوگ گھاٹے مین رہتے ہین تندرستی اور فراغت یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے ابن عباس نے اسکو روایت کیا ہے

ومعناہ ان الصحۃ والفراغ نعمتان عظیمتان لکن لا یعرف کثیر من الناس قدرہما ما داموا فیہما حیث لا یعملون
اور اسکے معنی یہ ہین کہ تندرستی اور فراغت دو بڑی نعمتین ہین لیکن بہتیرے لوگ انکی قدر ان دونون مین رہنے تک نہین جانتے کہ نہ تو نیک اعمال

الصالحات ولا یتہیؤن لیوم الممات فان الانسان فی حال صحتہ یقدر علی کسب الخیرات ببدنہ ومالہ واذا
کرتے ہین اور نہ موت کے دن کا کچھ سامان کرتے ہین کیونکہ آدمی تندرستی کی حالت مین اپنے بدن اور مال سے نیکیان کمانے کی قدرت رکھتا ہے اور جب

مرض یضعف بدنہ عن العمل ویقصر یدہ عن مالہ فیما زاد علی الثلث فلا یقدر علی الطاعۃ ببدنہ ولا علی
بیمار ہوا تو اسکا بدن عمل سے تھک جاتا ہے اور اسکا ہاتھ مال سے تہائی سے زائد مین کوتاہ ہو جاتا ہے کہ نہ تو اپنے بدن سے طاعت پر قادر ہوتا ہے اور نہ اپنے

التصرف فی مالہ الا مقدار ثلثہ فینبغی لہ ان یغتنم صحتہ ویجتہد فی اکتساب الخیرات ببدنہ ومالہ وکذا فی
مال مین تہائی سے زیادہ پر تصرف کر سکتا ہے پس اسلیے اسکو چاہیے کہ اپنی تندرستی کو غنیمت سمجھے اور اپنی جان اور مال سے نیکیان حاصل کرنے مین کوشش کرے اور ایسے ہی

حال فراغہ یقدر علی الطاعۃ بلا مانع فاذا بدل الفراغ بالاشتغال یظہر الموانع فلا یقدر علی الطاعۃ فان الانسان
فراغت کے زمانہ مین عبادت پر بلے روک ٹوک قدرت ہوتی ہے پھر جب فراغت کے دھندے بدل گئے تو موانع پیدا ہو جاتے ہین پس طاعت پر قدرت نہین رہتی کیونکہ انسان

قد یکون صحیحا لکن لا یکون متفرغا بل یکون مشتغلا بامر المعاش وقد یکون مستغنیا لکن لا یکون صحیحا فاذا
کبھی بھلا چنگا رہتا ہے لیکن فارغ نہین ہوتا بلکہ معاش کے کاروبار مین لگا ہوتا ہے اور کبھی تو انگر ہوتا ہے لیکن تندرست نہین ہوتا پس جب

اجتمع فیہ الصحۃ والفراغ فغلب علیہ الکسل عن الطاعۃ فہو مغبون بیان ذلک ان الدنیا مزرعۃ الآخرۃ وفیہا
اس مین صحت اور فراغت دونون ہون پھر بھی طاعت کی سستی اسپر غالب آجائے تو وہ ٹوٹے مین ہے اسکا بیان یہ ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور اس مین

التجارۃ التی یظہر ربحہا فی الآخرۃ فمن استعمل فراغہ وصحتہ فی طاعۃ اللہ تعالی فہو المضبوط ومن استعملہا فی
ایسی تجارت ہوتی ہے جسکا فائدہ آخرت مین ظاہر ہوتا ہے پس جو اپنی فراغت اور تندرستی کو اللہ تعالی کی عبادت مین صرف کرے وہ ضبط والا ہے اور جو انکو اللہ تعالے

معصیۃ اللہ تعالی فہو المغبون لان الفراغ یعقبہ الشغل والصحۃ یعقبہا السقم ومن استرسل فی الصحۃ مع نفسہ
کی معصیت مین صرف کرے وہ ٹوٹے والا ہے اسلیے کہ فراغت کے بعد مشغولی اور تندرستی کے بعد بیماری لگی ہوئی ہے اور جو شخص صحت مین اپنے نفس برائی کا حکم

الامارۃ بالسوء الخالدۃ الی الراحۃ فترک المحافظۃ علی الحدود والمواظبۃ علی الطاعات یکون مغبونا وکذلک اذا کان
کرنیوالے ہمیشہ آرام طلب کو ڈھیلا دیدے اور حدود کی نگہبانی اور طاعات پر مداومت کو چھوڑ دے وہ خسارے مین پڑا اور ایسے ہی جب

فارغا فان المشغول قد یکون لہ معذرۃ بخلاف الفارغ اذ ترتفع عنہ المعذرۃ ویقوم علیہ الحجۃ فینبغی لہ ان یغتنم
فارغ ہو کیونکہ کاروباری کو کبھی عذر ہوتا ہے برخلاف فارغ کے اسلیے کہ اس سے تمام عذر اٹھ جاتے ہین اور اسپر حجت قائم ہو جاتی ہے لہذا اسکو چاہیے کہ

فراغه ويسعى في تحصيل الاعمال الصلحت لا يضيع عمره فيما لا يعنيه فان كل نفس من انفاس العمر جوهرة نفيسة لا قيمة

فراغت کو غنیمت سمجھے اور نیک اعمال کے حاصل کرنے مین سعی کرے اور اپنی عمر کو بیہودہ کامون مین برباد نکرے کیونکہ عمر کی ہر سانس ایک نفیس بیبہا جوہر ہے

لها لانها صالحة لان توصله الى سعادة الابد وتنقذه من شقاوة السرمد فاى جوهرة انفس من هذه الجوهرة فاذا

اسواسطے کہ اُس مین قابلیت ہے کہ سعادت ابدی تک پہونچادے اور ہمیشہ کی بدبختی سے اُسکو نجات بخشے پھر اس جوہر سے بڑھکر کونسا جوہر ہوگا پس جب

ضيعها في الغفلة قد خسر خسرانا عظيما واذا صرفها الى المعصية فقد هلك هلاكا مبينا فان عمر الانسان ميدان

اسکو غفلت مین کھو دیا تو بڑا ہی ٹوٹا اُٹھایا اور جب اسکو معصیت مین لگایا تو کھلم کھلا ہلاک ہوا کیونکہ آدمی کی عمر نیک اعمال کے لیے

للاعمال الصالحة المقربة له من الله تعالى والموجبة له جزيل الثواب في يوم الحساب وهذه هي السعادة التي ليس

فراخ میدان ہے جو اللہ تعالی سے نزدیک کرنیوالے اور قیامت کے دن بڑے ہی ثواب کے باعث ہین اور یہی وہ سعادت ہے کہ انسان کے لیے

للانسان منها الا ما سعى كما قال الله تعالى وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى فكل وقت يفوت من عمره خاليا من عمل صالح

اس مین سے اتنا ہی ہے جو کمایا چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے اور یہ کہ نہین ہے آدمی کو مگر وہی جو کمایا پس جو دم اُسکی عمر مین سے نیک عمل سے خالی جاتا ہے

يكون حسرة وندامة عليه يوم القيمة على ما جاء في الخبر ما من ساعة يأتي على العبد لا يذكر الله تعالى فيها الا كانت

اُسپر قیامت کے روز افسوس اور ندامت ہوگی جیسا کہ حدیث مین آیا ہے کہ نہین گذرتی انسان پر ایسی ساعت کہ اُس مین اللہ کی یاد نہ کی ہو مگر ضرور

عليه حسرة وروى عن ابي هريرة رضه انه عليه السلام قال ما من احد يموت الا ندم قالوا وما ندامته يا رسول الله

اُسپر حسرت ہوگی اور ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہین کوئی مرتا مگر وہ نادم ہوتا ہے عرض کیا یا رسول اللہ اُسکی ندامت کیا ہوگی

قال ان كان محسنا ندم ان لا يكون ازداد وان كان مسيئا ندم ان يكون نزع وروى عن ابن عباس انه قال في

فرمایا اگر وہ نیکوکار ہے تو یون نادم ہوگا کہ زیادہ نہ کیا اور اگر بدکار ہے تو یہ ندامت ہوگی کہ باز نہ آیا اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ نفس لوامہ کی

تفسير النفس اللوامة ما من احد الا ويلوم نفسه يوم القيمة يلوم المحسن نفسه ان لا يكون ازداد احسانا ويلوم المسئ

تفسیر مین اُنھون نے کہا ہے کہ ہر شخص کا نفس قیامت کے دن اپنے آپ کو ملامت کریگا محسن کو اُسکا نفس یہ ملامت کریگا کہ حسنات مین زیادہ کیون نہوا اور بدکار کو اُسکا نفس یہ ملامت کریگا

نفسه ان لا يكون رجع عن اساءته فيا ايها العاقل لا تضيع عمرك في الغفلة فاجتهد في تحصيل متعة الاخرة قبل ان يجئ

کہ بدی سے باز کیون نہ آیا پس اے عاقل اپنی عمر کو غفلت مین نہ ضائع کر اور آخرت کا سامان حاصل کرنے مین کوشش کر قبل اسکے کہ

يوم لا تقدر على تحصيلها في ذلك اليوم فانك عن قريب تعاين ذلك اليوم فتندم على ما فات من عمرك في غير طاعة

ایسا دن آجائے کہ تو اُس روز کچھ حاصل کرنے پر قادر نہوگا پس تو عنقریب اُس دن کو دیکھ لیگا اور اپنے رب کی بے عبادت کے گذری ہوئی عمر پر

ربك ولا ينفعك الندم فان العبد اذا كان في شغل من اشغال الدنيا وكان شغله يمنعه من العمل واحال العمل على

ندامت اُٹھائیگا اور ندامت سے کچھ فائدہ نہوگا بیشک جب آدمی دنیا کے کسی دھندے مین لگا ہوا ہو اور وہ مشغلہ اُسکو عمل سے باز رکھے اور اُس عمل کو فراغت کے وقت پر

فراغه وقال اذا فرغت عملت فذلك من حماقته من وجهين احدهما ايثار الدنيا على الاخرة وليس هذا من شان العقلاء

ملتوی رکھکر کہے کہ فرصت ہوگی تو کرونگا سو یہ دو وجہ سے اُسکی حماقت ہے ایک تو دنیا کا آخرت پر ترجیح دینا اور یہ عقلمندون کی شان نہین ہے

وقد قال الله تعالى بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ وثانيهما تسويف العمل الى وان فراغه فانه قد لا يجد

اور بیشک اللہ تعالی نے فرمایا ہے بلکہ مقدم رکھتے ہو تم زندگی دنیا کو اور آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی اور دوسری وجہ عمل کو فراغت کے وقت تک ٹالنا کیونکہ شاید

مهلة بل يختطفه الموت قبل فراغه او يزداد شغله لان اشغال الدنيا يستلزم بعضها بعضا فيبقى بلا زاد ليوم المعاد

اُسکو فرصت نہ ملے بلکہ فرصت سے پہلے موت اُسکو اچک لے یا دھندا بڑھ جائے کیونکہ دنیا کے کاروبار آپس مین مسلسل ہوتے ہین پھر یہ شخص قیامت کے دن کے لیے توشہ رہجائیگا

فالواجب على العبد ان يبادر الى الاعمال الصالحات على اى حال كان قبل وصول الموت وحصول الفوت لقوله تعالى و

پس بندہ پر واجب ہے کہ نیک اعمال مین جلدی کرے جس حال مین ہو موت سے پہلے اور فوت ہونے سے آگے بوجہ قول الہی کے اور

سَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ فان من تعلق قلبه بالدنيا واخذ منها

دوڑو اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنت کیطرف جسکا پھیلاؤ آسمان اور زمین ہے طیار ہوئی ہے پرہیزگارون کے واسطے بیشک جسکا دل دنیا مین اٹک گیا اور دنیا مین سے

القدر الزائد علی حاجته من الطعام والشراب واللباس یکون مضرة علیه الا ان یستعین به علی طاعة الله تعالی
حاجت سے زیادہ کھایا پیا اور لباس حاصل کیا تو اُسکے حق مین مضر ہوتی ہو مگر اُس صورت مین کہ طاعت الٰہی مین اُس سے استمداد لے

لان کل ما احبه الانسان وظفر به لا بد ان یفارقه فان کان احبه لغیر الله تعالی یعذب به بفواته اذ یحصل
کیونکہ جس چیز کو آدمی پسند کرتا ہو اور اُسکو حاصل کرلیتا ہو تو ضرور اُس سے جدا ہوگا پس اگر اُس سے غیر اللہ کے لیے محبت رکھتا تھا تو اُسکا فوت ہونا بھی اُسپر عذاب ہوگا اسلیے کہ بقدر

له من الالم قدر ما تعلق به قلبه فان من معه ما یکفیه فهو فارغ القلب فلو وجد مائة دینار ینبعث من قلبه عشر
اُسکے دل کو اُس سے تعلق ہوگا اُسی قدر رنج ہوگا پس جسکے پاس سرمایہ بقدر کفایت موجود ہو وہ فارغ دل ہو پھر اگر سو اشرفیان پاجائے تو اُسکے دل مین خواہشین ایسی اُٹھینگی

شهوات یحتاج کل شهوة منها الی مائة دینار فلا یکفیه ما وجده بل یحتاج الی تسعمائة اخری وقد کان قبل
جسکی ہر خواہش مین سو سو اشرفیون کی حاجت ہو پس جو ہاتھ آیا کافی نہوگا بلکہ اور نوسو کی حاجت پڑیگی حالانکہ ان سو کے پانے سے

وجود المائة مستغنیا فالان وجدها وظن انه صار غنیا بها ولا یشعر انه صار محتاجا الی تسعمائة اخری
پہلے مستغنی تھا اب جو وہ پائین تو گمان کرتا ہو کہ غنی ہوگیا اور اُسکو یہ خبر نہین کہ وہ تو اور نوسو کا محتاج ہوگیا

لیشتری دارا ویعمرها ویشتری جاریة ولباسا فاخرا لها ولنفسه وکل منها یستدعی ما یناسب ویلیق به مما
تاکہ مکان خریدے یا اُسکو بنوائے اور لونڈی مول لے اور اُسکے اور اپنے لیے قیمتی پوشاک خریدے اور ہر ایک کے لیے اُن لوازم کی ضرورت ہو جو اُسکے مناسب و لائق ہون جسکی

لا اخر له فیقع فی هاویة اخرها قعر جهنم ولا اخر لها سواه وقد حکی ان واحدا من الملوک حمل الیه قدح من
کہین انتہا نہین پس ایسے گڑھے مین پڑجائیگا جسکا انجام دوزخ کا گہراؤ ہو اور سوا اسکے کوئی اُسکی انتہا نہین اور حکایت ہو کہ کسی ایک بادشاہ کے پاس فیروزہ کا

فیروزج وکان ذلک القدح مرصعا بالجواهر ولم یر مثله ففرح به الملک فرحا شدیدا وکان عنده حکیم فقال
پیالہ لایا گیا اور وہ پیالہ جواہرات سے جڑاؤ تھا اُسکے مثل دیکھنے مین نہین آیا تھا پس بادشاہ اُس سے بہت خوش ہوا اور اُسکے پاس ایک حکیم تھا بادشاہ نے

له الملک کیف تری ذلک قال اراه علیک مصیبة وفقرا قال کیف قال لان کل ما یملکه الانسان فی الدنیا لا یدوم
اُس سے کہا تم اسکو کیسا جانتے ہو عرض کیا مجکو تو تیرے لیے مصیبت اور فقر معلوم ہوتا ہو کہا کیونکر عرض کیا اسلیے کہ جسکا انسان دنیا مین مالک ہوتا ہو وہ ہمیشہ نہین رہتا

فهذا القدح ان ضاع او انکسر تصیر محتاجا الیه ولا یوجد مثله ویکون علیک مصیبة لا جبر لها وقد کنت
پس یہ پیالہ اگر جاتا رہا یا ٹوٹ گیا تو تمکو اسکی حاجت ہوگی اور ایسا ملیگا نہین تو تمپر ایسی مصیبت ہوگی جسکا کچھ علاج نہین اور بیشک تم

قبل ان یحمل الیک فی امن من المصیبة والفقر ثم فی یوم من الایام قد اتفق ان القدح قد انکسر فعظمت فیه مصیبة
قبل اسکے کہ یہ پیالہ تمھارے پاس لایا جائے مصیبت اور احتیاج سے امن مین تھے پھر ایک روز اتفاق سے وہ پیالہ ٹوٹ گیا تو بادشاہ کو بڑا ہی رنج ہوا

الملک وقال ما قال الحکیم کان حقا لیته لم یحمل الیّ وامثال هذه المصیبة بل اعظم منها تنزل بکل من له علاقة بالدنیا
اور کہا حکیم نے جو کہا تھا ٹھیک تھا کاش وہ میرے پاس نہ لایا جاتا اور اسی قسم کے رنج بلکہ اس سے بہت زیادہ ہر ایسے شخص کو پہونچتے ہین جسکو دنیا سے علاقہ ہو

فانهم معذبون بالحرص علیها والتعب العظیم فی تحصیلها والحسرة الشدیدة عند فواتها ولهذا قال بعض
کہ یہ لوگ اُسکے حرص مین اور اُسکے لیے سخت محنت اُٹھانے اور اُسکے جاتے رہنے کے وقت حسرت مین تڑپا کرنے مین معذب ہین اور اسی لیے بعض متقدمین نے

السلف من احب الدنیا فلیوطن نفسه علی تحمل المصائب فان محبتها لا تنفک عن ثلث مصائب هم لازم وتعب
کہا ہو جسنے دنیا کو دوست بنایا تو اپنی جان کو مصیبتون کے لیے تیار رکھے کیونکہ دنیا کا دوست تین مصیبتون سے خالی نہین رہتا فکر ہر وقت کی اور ہمیشہ کی

دائم وحسرة لا تنقضی فلو لم یکن لمحبها من العذاب العاجل الا هذا یکفی له مصیبة فکیف اذا حیل بینه وبین
محنت اور بے انتہا حسرت پس اگر دنیا کے دوست کو حال کا عذاب اسکے سوا اور کچھ نہوتا تو یہی اُسکے لیے کافی مصیبت ہو پھر کیا حال ہوگا جب اُسکے اور اُسکے تمام

محبوباته ولذاته کلها بالموت وصار معذبا بنفس ما کان متلذذا به علی قدر اللذة التی شغلته عن سعیه فی
محبوبات اور لذات مین موت حائل ہوجائیگی اور جس سے لذت اُٹھاتا تھا خود اُسی سے عذاب پائیگا بقدر اُس لذت کے جسنے روز قیامت کے لیے توشہ کی سعی سے

طلب زاده لیوم معاده اذ لو کان لاحد الف محبوب ینزل به عند الموت فی وقت واحد الف مصیبة لانه کان یحب
روک رکھا تھا اسلیے کہ اگر کسی کے ہزار محبوب ہون تو مرتے وقت ایک دم مین اُسپر ہزار مصیبتین پڑجائینگی کیونکہ وہ سب کو دوست رکھتا تھا

جميعها ويسلب عنه في لحظة واحدة كلها ويبقى في حسرة وندامة بعد موته وهذا اول ما يلقاه عقيب موته من
اور ایک ہی لحظہ مین سب کے سب اُس سے چھن جائینگے اور موت کے بعد حسرت او ندامت مین پڑا رہجائیگا اور یہ تو پہلا وہ الم ہے جو مرتے ہی پیش آئیگا

الالم فضلا عما اعده الله تعالى من عذاب النار للذين استحبوا الحيوة الدنيا ورضوا بها والحاصل ان من احب شيئا
چہ جائیکہ وہ دوزخ کا عذاب جو اللہ تعالی نے اُن لوگونکے لیے تیار کر رکھا ہے جو دنیا کی زندگی کو دوست رکھتے ہین اور اسکو پسند کرتے ہین اور خلاصہ یہ ہے کہ جسنے سوائے

سوى الله تعالى ولم يكن محبته لله تعالى ولا لكونه معينا له على طاعة الله تعالى يحصل له به الضرر سواء ظفر به
اللہ کے کسی چیز کو دوست بنایا اور اسکی محبت اللہ کے لیے نہو ئی اور نہ اسلیے کہ وہ طاعت الٰہی پر معین ہے تو اسکو اُس سے ضرر حاصل ہوگا خواہ وہ شے حاصل ہو

اولم يظفر فانه ان لم يظفر به يعيش بغصته ولا يستريح من التعب وان ظفر به يكون ما حصل له من الالم قبل
یا نہو کیونکہ اگر وہ نہ ملی تو رنج مین بسر ہو گی اور تعب سے آرام نہ پائیگا اور اگر مل گئی تو جو رنج میسر آنے سے پہلے ہوا ہے

حصوله ومن الحسرة عليه بعد وفاته اضعاف اضعاف ما حصل له من اللذة ولو نال العبد كل حظ من حظوظ الدنيا
اور جو حسرت اسکے جانے کے بعد ہو گی وہ اُس لذت سے کئی حصہ زیادہ ہے جو اسکو حاصل ہوئی ہے اور اگر بندہ دنیا کے تمام عیش اور اسکی

وكل لذة من لذاتها ومضى عمره عليها ولم يسع في تحصيل سعادة الآخرة يصير عند الموت كانه لم يظفر بشيء من
ساری لذتین پا جائے اور اسکی عمر اسی مین کٹ جائے اور سعادت اخروی کی تحصیل مین سعی نہ کرے تو مرتے وقت ایسا ہو جائیگا کہ گویا کوئی عیش نہ ملا

حظوظها ولذاتها وتعود تلك الحظوظ واللذات عذابا له ويصير معذبا بنفس ما كان منعما به من جهتين من جهة
اور نہ کوئی لذت اور وہی عیش اور لذت عذاب بنجائینگے اور خود اُسی سے معذب ہوگا جس سے عیش مین تھا دو وجہ سے ایک تو باوجود دل کے

فوته مع شدة تعلق قلبه به ومن جهة عدم حصول ما هو انفع له وادوم فالمحبوب الحاصل يفوت عنه والمحبوب
اسکے ساتھ سخت تعلق سے اسکا جاتا رہنا اور دوسری جو اُسکے لیے بہت نافع اور ہمیشہ رہنے والا تھا اُسکا حاصل نہونا پس جو محبوب حاصل تھا جاتا رہا اور بڑا

الاعظم لا يحصل له فهذا اول ما يلحقه عقيب موته من العذاب قبل عذاب النار لان الموت ليس بعدم محض وفناء
محبوب حاصل نہوگا یہ تو وہ پہلا عذاب ہے جو مرتے ہی دوزخ کے عذاب سے پہلے بھگتے گا اسلیے کہ موت عدم محض اور خالص فنا نہیں ہے

صرف بل هو مفارقة الدنيا وقدوم على الله تعالى ولا يبقى مع العبد عند الموت الا شيئان العلم والعمل وهما
بلکہ موت دنیا کی مفارقت ہے اور اللہ تعالی کے سامنے ہونا اور بندہ کے ساتھ مرتے دم دو ہی چیزین رہتی ہین علم اور عمل اور یہی دونون

للعبد من المنجيات والباقيات الصالحات ويوصلانه الى الله تعالى والى لذة لقائه وهذه هي السعادة التي
بندہ کے لیے نجات دینے والی اور باقی رہنے والی نیکیان ہین اور اللہ تعالی اور اُسکے دیدار کی لذت تک پہونچا دیتی ہین اور یہی سعادت ہے کہ

تتعجل له عقيب الموت ويصير قبره روضة من رياض الجنة الى ان يدخل وان الرؤية في الجنة والمراد بالعلم العلم
مرنے کے بعد جلدی سے حاصل ہو جاتی ہے اور اسکی گور بہشت کا ایک چمن بنجاتی ہے یہان تک کہ دیدار کا وقت جنت مین آجائے اور علم سے مراد

بالله تعالى وصفاته وافعاله وملائكته وكتبه ورسله وسائر ما يجب العلم به من الاعتقاديات والعمليات والمراد
اللہ تعالی اور اسکی صفات اور افعال اور اُسکے فرشتون اور اُسکی کتابون اور اُسکے رسولونکا علم ہے اور اسکے سوا اُن اعتقادی اور عملی باتون کا علم جنکا جاننا واجب ہے اور عمل سے

بالعمل العبادة الخالصة لوجه الله تعالى لموافقة لكتاب الله تعالى وسنة رسوله ثم كل من العلم والعمل لا يحصل
مراد عبادت ہے جو خالص اللہ کے لیے ہو اُسکی کتاب اور سنت رسول کے موافق پھر علم اور عمل مین ہر ایک بغیر

الا ببقاء البدن وصحته وبقاؤه وصحته لا يتيسر الا بالقوت واللباس والمسكن وكل منها يحتاج الى اسباب
باقی رہنے بدن اور اسکی تندرستی کے حاصل نہین ہوتا اور بدن کی بقا اور اسکی تندرستی میسر نہین ہوتی مگر کھانے اور کپڑے اور گھر کی مدد سے اور ہر ایک ان سب مین سے اسباب کا محتاج ہے

فالقدر الذي لا بد منه من هذه الثلثة ان اخذه العبد من الدنيا للآخرة لا يكون من ابناء الدنيا بل يكون
پھر وہ مقدار جو ان تینون مین سے ضروری ہے اگر بندہ دنیا مین سے اسکو آخرت کے لیے لیلے تو یہ شخص دنیا دارون مین سے نہین ہے بلکہ

الدنيا في حقه مزرعة الآخرة فان الدنيا والآخرة عبارتان عن حالتين من احوال الانسان فالقريب الداني
دنیا اسکے حق مین آخرت کی کھیتی ہے کیونکہ دنیا اور آخرت انسان کی دو حالتون کا نام ہے سو نزدیک والی کا

یسمی دنیا وھو کل ما ینقضی لذتہ قبل الموت والمتراخی المتأخر یسمی اٰخرۃ وھو کل ما لا ینقضی لذتہ بعد الموت
دنیا نام ہے اور وہ ہر وہ چیز ہے جسکی لذت موت سے پہلے ہو چکی اور آخر والی پچھلی حالت کا آخرت نام ہے اور وہ ہر وہ چیز ہے جسکی لذت بعد موت کے تمام نہو
فعلی ھذا ان جمیع ما یکون للانسان الیہ میل ویکون لہ حظ عاجل لیس بمذموم بل کل ما کان لہ فیہ حظ
اس بنا پر سب چیزیں جسکی طرف آدمی کو رغبت ہو اور اسکو اُسمین حال کی لذت ہو مذموم نہین ہین بلکہ جس مین ابھی موت سے
عاجل قبل الموت ولا یبقی لہ ثمرۃ بعد الموت فھو من الدنیا فی حقہ وکل ما یکون لہ فیہ حظ عاجل قبل الموت ویبقی
پہلے لذت ہو اور اسکا کچھ پھل موت کے بعد باقی نہ رہے وہ اسکے حق مین دنیا ہے اور جس مین اسکو ابھی موت سے پہلے لذت ہو اور اسکا
ثمرتہ بعد الموت کالطاعات والعبادات وما یکون لہ اعانۃ علیھا فھو لیس من الدنیا فی حقہ بل ھو من الاٰخرۃ اذ روی
کچھ پھل موت کے بعد بھی باقی رہے جیسے طاعات اور عبادات اور جسکو عبادت پر کچھ مددگاری ہو وہ اسکے حق مین دنیا نہین ہے بلکہ آخرت مین داخل ہے اسواسطے کہ روایت ہے
انہ علیہ السلام قال حبب الی من دنیاکم ثلث الطیب والنساء وقرۃ عینی فی الصلوۃ فانہ علیہ السلام جعل
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمھاری دنیا مین سے تین چیزین میری محبوب بنائی گئی ہین خوشبو اور عورتین اور میری آنکھون کی ٹھنڈک نماز مین ہے پس نبی علیہ السلام نے نماز کو
الصلوۃ من جملۃ ملاذ الدنیا ولذلک اضافھا الیھا لان التلذذ بتحریک الجوارح فی الرکوع والسجود انما یکون فی
منجملہ دنیا کی لذتون کے قرار دیا اسی لیے دنیا کی طرف نسبت کیا کیونکہ رکوع اور سجدہ مین ہاتھ پاؤن ہلانے کی لذت دنیا ہی مین ہوتی ہے
الدنیا وکل ما یدخل فی الحس والمشاھدۃ فھو من عالم الشھادۃ فیکون من الدنیا لکن لا یعد منھا بل یعد من
اور جو چیز محسوس اور مشاہد ہوتی ہے وہ عالم ظاہری سے ہے لہذا دنیا ہی سے ہوگی لیکن دنیا مین شمار نہین ہوتی بلکہ آخرت مین شمار ہوتی ہے
الاٰخرۃ لبقاء ثمرتہ یسرنا اللہ تعالٰی عملا موافقا لرضائہ

المجلس السادس والتسعون فی بیان

کیونکہ اسکا پھل باقی رہتا ہے اللہ تعالی ہمپر اپنی پسند کے موافق عمل آسان فرمائے مجلس نود و ششم اُس شخص کے

نہی من اکل ما فیہ رائحۃ کریھۃ من دخول المسجد

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اکل من
مسجد مین جانے سے ممانعت کے بیان مین جسنے بدبودار چیز کھائی ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اس بدبودار
ھذہ الشجرۃ المنتنۃ فلا یقربن مسجدنا فان الملئکۃ تتاذی مما یتاذی منہ الانس ھذا الحدیث من صحاح المصابیح
درخت سے کھائے وہ ہماری مسجد کے نزدیک ہرگز نہ آئے کیونکہ فرشتے ایسی چیز سے ایذا پاتے ہین جس سے آدمیونکو ایذا ہوتی ہے یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے
رواہ ابو ھریرۃ واسم الاشارۃ الواقعۃ فیہ اشارۃ الی جنس ما لہ رائحۃ کریھۃ والمعنی ان من اکل شیئا مما لہ رائحۃ
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے اور اسم اشارہ جو اس مین واقع ہے اُس جنس کی طرف اشارہ ہے جس مین بدبو ہو اور معنی یہ ہین کہ جو شخص ایسی چیز کھائے جس مین بدبو ہو
کریھۃ فلا یقربن مسجدنا والظاھر من الاضافۃ ان یکون المراد من المسجد مسجد النبی علیہ السلام لکن الجمھور
تو ہرگز ہماری مسجد کے پاس نہ آنے اور اضافت سے ظاہر یہ ہے کہ مسجد سے مراد نبی علیہ السلام کی مسجد ہو لیکن تمام علما
قالوا ھو عام لکل مسجد لقولہ علیہ السلام فی حدیث اٰخر فلا یقربن المساجد بل الحقوا بہ کل مجمع الخیر کمجلس العلم
کہتے ہین کہ یہ سب مساجد کے لیے عام ہے اسلیے کہ ایک اور حدیث مین یون فرمایا ہے وہ مسجدون کے پاس نہ جائے بلکہ ہر نیک مجلس کو اسی کے حکم مین کہا ہے جیسے مجلس علم کی
ومصلی العید والجنازۃ وغیرھا لوجود العلۃ التی ھی تاذی الملئکۃ والناس فیھا ثم ان ھذا لیس نھیا عن دخول
اور عیدگاہ اور جنازہ وغیرہ کیونکہ علت موجود ہے یعنی ملائکہ اور آدمیون کا اس مین تکلیف پانا پھر یہ مسجد مین آنے اور جماعت مین
المسجد وحضور الجماعۃ لان الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ تشبہ الواجب فلا ینبغی ترکھا باستعمال ما یمنع من حضورھا
ملنے سے ممانعت نہین ہوئی اسلیے کہ جماعت سنت مؤکدہ واجب کے مشابہ ہے لہذا ایسی چیز کے استعمال سے جو جماعت مین حاضر ہونے سے مانع ہو اسکا چھوڑنا لائق نہین
بل ھو نھی عن تناول ما یمنع من دخول المسجد وحضور الجماعۃ وقد روی انہ علیہ السلام کان اذا وجد من رجل
بلکہ یہ ایسی چیز کے کھانے سے ممانعت ہے جو مسجد مین آنے اور جماعت کی حاضری سے منع کرے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام جب کسی شخص سے
فی المسجد ریح البصل والثوم امر بہ فاخرج الی البقیع ولھذا قال الفقھاء کل من وجد فیہ رائحۃ کریھۃ یتاذی بہ
پیاز یا لہسن کی بو مسجد مین پاتے تو حکم کرتے پس وہ بقیع مین نکال دیا جاتا اور اسی لیے فقہا کہتے ہین جس مین ایسی بدبو پائی جاتی ہو جس سے آدمیونکو تکلیف ہوتی ہو

لا انسان يلزم اخراجه من المسجد ولو يجره من يده او رجله دون اللحية وشعر الرأس [illegible] من قرب

اسکا مسجد سے نکالدینا لازم ہو اگرچہ ہاتھ یا پانٔون سے کھینچکر ہو لیکن داڑھی اور سر کے بال نہ کھینچے پس اس بنا پر لازم ہو کہ مسجد کے پاس آنے سے انکو منع کرین

المسجد من يتناول الدخان الذي ظهر في هذا الزمان من قبل الكفرة العداة لاهل الايمان وابتلي به كافة الانام من

جو حقہ پیتے ہین جو کہ اس زمانہ مین کفار کی طرف سے اہل ایمان کے دشمن ہین پیدا ہوا ہو اور تمام خلقت خاص اور عام اکثر مین مبتلا

الخواص والعوام لكراهة رائحته اشد من كراهة رائحة البصل والثوم بل يلزم اخراجه من المسجد ولو يجره من يده

ہوگئی ہو کیونکہ اسکی بو پیاز اور لہسن کی بو سے بدتر ہو بلکہ انکا مسجد سے نکالدینا لازم ہو اگرچہ ہاتھ یا پانٔون سے کھینچکر ہو

او رجله كما هو رأي الفقهاء في كل من يوجد فيه رائحة كريهة يتاذى به الخلق واما عند عدم اتيان المسجد فهل يحل

جیسا کہ فقہا کی ہر ایسے شخص کے بارہ مین یہی راے ہو جس مین بدبو آتی ہو جس سے خلقت کو ایذا ہو اور مسجد مین نہ آنے کی صورت مین آیا انکا استعمال حلال ہو

استعماله كما يحل اكل البصل والثوم ام لا لا اشك انه ليس كالبصل والثوم لانهما من مصلحات الطعام ومما يكون للفقراء

جیسے کہ پیاز لہسن کھانا حلال ہو یا نہین اس مین کچھ شک نہین ہو کہ حقہ پیاز اور لہسن کے مثل نہین ہو کیونکہ پیاز لہسن تو کھانا درست کرنیوالی چیز ہو اور فقرا کے لیے

الغذاء والادام وهذا الدخان لا يصلح لشيء من ذلك اصلا وقد كثر فيه الاقاويل والحق الذي عليه التعويل ان

غذا اور سالن ہو اور یہ حقہ اسکی کچھ بھی قابلیت نہین رکھتا اور اس مین گفتگو بہت ہو اور حق بات جسپر اعتماد ہو یہ ہو کہ

الفعل الاختياري الصادر عن المكلفات لم يترتب عليه فائدة دينية او دنيوية فهو دائر بين العبث واللعب

اختیاری کام جو مکلف سے پایا جاے اگر اسپر کوئی دینی یا دنیوی فائدہ مرتب نہو تو وہ یا عبث ہو یا لعب ہو یا

واللهو وفي كتاب اللغة لم يفرق بين هذه الثلثة لكن لا بد من الفرق لعطف بعضها على بعض في القرآن وهو على ما ذكر

لہو ہو اور لغت کی کتابون مین ان تینون مین کچھ فرق نہین کیا ہو لیکن فرق ضرور چاہیے کیونکہ قرآن مین ایک کو ایک پر عطف کیا ہو اور وہ فرق حسب بیان

بعض الفحول وكان حقيقا بالقبول ان العبث الفعل الذي ليس فيه لذة ولا فائدة واما الذي فيه لذة بلا فائدة فهو لعب

بعضے علما کے جو قبول کے قابل ہو یہ ہو کہ عبث وہ کام ہو جسمین نہ لذت ہو اور نہ فائدہ اور جس مین لذت ہو بلا فائدہ وہ لعب ہے

ومثله اللهو الا ان فيه زيادة حظ النفس بحيث تشتغل به عما يهمها والكل حرام لانها لم تذكر في القرآن الا على طريق الذم فلما

اور ایسا ہی لہو ہو لیکن اس مین زیادہ لذت نفس ہوتی ہو اسطرح کہ اسمین مشغولی سے ضروری کام رہجاتا ہو اور یہ سب حرام ہین اسواسطے کہ قرآن مین ان سبکا ذکر فقط برائی ہی کے طور پر ہو پس جب

علم حرمة اللعب واللهو والعبث علم حرمة استعمال الدخان لدخوله اما في اللعب او العبث او في اللهو بل هو بالعبث انسب

لعب اور لہو اور عبث کی حرمت معلوم ہوگئی تو حقہ کے استعمال کی حرمت بھی معلوم ہوگئی کیونکہ لعب مین داخل ہو یا عبث مین یا لہو مین بلکہ اسکو عبث سے زیادہ مناسبت ہے

لخلوه عن اللذة التي في اللعب واللهو اللهم الا ان يستلذه نفوس بعض المستعملين له بتسويل شيطان فحينئذ يدخل

کیونکہ لذت سے خالی ہو جو لعب اور لہو مین ہوا کرتی ہو یا الہی مگر شاید کہ بعض حقہ پینے والونکے نفس شیطانی تزیین کے سبب اسکو لذیذ جانتے ہون تو اب لعب مین

في اللعب او في اللهو مع كونه عاريا عن الفائدة الدينية وهو ظاهر وعن الفائدة الدنيوية ايضا لانه لا يصلح لشيء من

داخل ہوگا یا لہو مین باوجودیکہ فائدہ دینی سے خالی ہو اور یہ تو ظاہر ہو اور فائدہ دنیاوی سے بھی کیونکہ غذا اور دوا کی بالکل کچھ بھی

الغذاء والدواء اصلا بل هو مضر بالاتفاق لاتفاق الاطباء على ان مطلق الدخان مضر قال ابن سينا لولا الدخان والقتام

قابلیت نہین بلکہ مضر ہو کیونکہ تمام طبیبون کا اسپر اتفاق ہو کہ دھوان مطلقاً مضر ہے ابن سینا کہتا ہو اگر دھوان اور گرد وغبار نہ ہوتا

لعاش ابن آدم الف عام وقال جالينوس اجتنبوا ثلثة وعليكم باربعة ولا حاجة لكم الى الطبيب اجتنبوا الدخان والغبار

تو آدمی ہزار برس جیا کرتا اور جالینوس کہتا ہو کہ تین چیزون سے بچو اور چار چیزین اپنے اوپر لازم رکھو تو تم کو طبیب کی حاجت نہوگی دھوین اور غبار

والنتن وعليكم بالدسم والحلوى والطيب والحمام وذكر في القانون ان جميع اصناف الدخان مجفف بجوهره الارضي وفيه

اور بدبو سے بچو اور چکنائی اور مٹھائی اور خوشبو اور حمام کو لازم کرلو اور قانون مین مذکور ہو کہ تمام قسم کے دھوین اپنے جزو ارضی کی وجہ سے خشکی کرتے ہین اور اس مین

نارية يسيرة قال بعض الفضلاء فاذا كان جميع اصناف الدخان مجففا يكون هذا الدخان مجففا للرطوبات البدنية

کچھ تھوڑی ناریت ہوتی ہو بعضے فضلا کہتے ہین جب تمام قسم کے دھوین خشکی کرتے ہین تو حقہ بھی رطوبات بدنیہ کو خشک کرتا ہوگا

فيكون مؤديا لحصول امراض كثيرة فلا يجوز استعماله لوجوب صيانة النفس عن لحوق الضرر وقد ذكر في نصاب الاحتساب
لهذا بہت سے امراض پیدا ہونیکا سبب ہوگا اسلیے اسکا پینا جائز نہین اسلیے کہ ضرر سے جان کا بچانا واجب ہو اور نصاب الاحتساب مین مذکور ہے

ان استعمال المفتر حرام فان قيل بعض الاطباء قد يعالجون بعض الامراض ببعض اصناف الدخان ويشاهد نفعه
کہ مفتر شے کا استعمال حرام ہو پس اگر کوئی اعتراض کرے کہ بعض طبیب کبھی کبھی بعض مریضون کا بعض قسم کے دھوین سے علاج کیا کرتے ہین اور اسکا فائدہ ظاہر ہوتا ہے

فكيف يصح المنع عن استعمال جميع اصنافه فالجواب انهم يعالجون لحظة يسيرة لا على الدوام حتى يحصل ما ذكر من
پھر تمام قسمون کے دھوین سے کیونکر ممانعت درست ہو تو جواب یہ ہو کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے علاج کرتے ہین نہ ہمیشہ کے لیے تاکہ اُس مین خشکی پیدا ہو جسکا ذکر ہوا

التجفيف فان قيل ما ذكر من التجفيف لا يضر في البلغمي لكثرة رطوباته وانتفاعه بتجفيفها فما وجه المنع عن هذا الدخان
پھر اگر کوئی کہے کہ خشکی بلغمی مزاج والے کو ضرر نہین کرتی کیونکہ رطوبت بہت ہوتی ہو اور اسکی خشکی سے نفع ہوتا ہو پس اس حقہ سے ممانعت کی کیا وجہ ہے

فالجواب ان حد الانتفاع به مجهول فلا بد من معرفة ذلك من طبيب حاذق عارف بالامزجة والقدر الذي ينتفع به والا
تو جواب یہ ہو کہ نفع کی حد مجہول ہو سوا اسکا ایسے طبیب حاذق سے معلوم کرنا جو مزاجون سے واقف ہو اور اُس مقدار کا جاننا جو نافع ہو ضرور چاہیے ورنہ

فالاقدام عليه حرام مطلقا لوقوع التردد بين السلامة وعدمها فان العدول ممن كان يستعمله قد اختلفوا فيه فمنهم من
اُسپر توجہ مطلقًا حرام ہو کیونکہ سلامتی اور عدم سلامتی مین تردد پڑ گیا ہو کیونکہ عادل لوگ جو حقہ پیتے ہین اسمین اختلاف کرتے ہین بعضے اُسکے ضرر کے

يقول بضرره ومنهم من يقول بعدم ضرره ومنهم من يشك فيه لكن الفريق الاغلب الذي جانب الحق اليه اقرب لمزيد
قائل ہین اور بعضے ضرر نہ کرنے کے اور بعضے اس مین شک کرتے ہین لیکن فریق غالب جنکی طرف زیادتی دینداری کے اعتبار سے حق پایا جاتا ہے

ديانتهم يقول انه يحدث في ابتداء قوة في الجسم وحدة في البصر ونشاطا في الاعضاء وهضما في الطعام فاذا حصلت
کہتے ہین کہ یہ اول اول تو جسم مین قوت اور بینائی مین تیزی اور اعضا مین نشاط اور کھانے مین ہاضمہ پیدا کرتا ہو اور جب عادت

المداومة يورث غشاوة في البصر وثقلا في الاعضاء وامساكا في الهاضمة وضعفا في البدن لانه كما قال الاطباء يجفف
پڑجاتی ہو تو بینائی پر جالا اور اعضا مین بوجھ اور ہاضمہ مین رکاوٹ اور بدن مین ضعف پیدا کرتا ہے اسلیے کہ حقہ حسب قول اطبا خشکی کرتا ہو

مع نوع حرارة فيفعل في ابتدائه ما ذكروه اولا وفي انتهائه ما ذكروه اخرا على انه لو تحقق نفعه فبعد النفع
مع ایک قسم کی حرارت کے لہذا اول اول تو وہ اثر کرتا ہو جو اُنھون نے پہلے بیان کیا اور انجام کو وہ اثر کرتا ہو جو آخر مین بیان کیا علاوہ اسکے یہ ہو کہ اگر نفع ثابت بھی ہو جائے تو نفع کے بعد بھی

يمنع من استعماله لانه حينئذ يكون دواء ولا يجوز استعمال الدواء بعد زوال المرض لانه اذا لم يجد مرضا
اُسکا پینا منع ہو اسلیے کہ اس صورت مین وہ دوا ہوگا اور دوا کا استعمال بیماری جاتی رہنے کے بعد جائز نہین ہو اسلیے کہ جب مرض نہ پائیگا

يزيله ياخذ من البدن الا ترى ان الخمر المحرمة بالنص قد اخبر القران بنفعها كما قال الله تعالى يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ
جیسے دور کرے تو بدن مین اثر کریگا کیا نہین دیکھتے کہ شراب جو آیت سے حرام ہو قرآن نے اُسکے نفع کی خبر دی ہو چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا تجھ سے پوچھتے ہین حکم شراب اور

وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا لكن جانب النفع اذا قابله جانب الضرر يرجح جانب الضرر حتى قال
جوے کا تو کہہ ان مین بڑا گناہ ہو اور فائدہ بھی ہو لوگونکو اور انکا گناہ فائدہ سے بڑا ہے لیکن نفع کی جانب جب ضرر کا جانب مقابل ہو تو ضرر کا لحاظ کیا کرتے ہین یہانتک کہ فقہا نے

الفقهاء لو كان في شئ وجوه كثيرة توجب الحل والجواز ووجه واحد يوجب الحرمة وعدم الجواز يرجح جانب الحرمة
کہا ہو جب ایک چیز مین کئی وجہین حلال ہونے اور جواز کی ہون اور ایک وجہ حرام ہونے اور ناجائز ہونے کی تو احتیاط کے لیے حرمت کی جانب کو مقدم

احتياطا ثم في معرفة حرمة الاشياء واباحتها وجه حسن يرجع الى الاصول وهو ان الحق في الاشياء قبل البعثة ان لا
رکھین گے پھر اشیا کی حرمت اور اباحت کی پہچان کا ایک عمدہ طریقہ ہو جسکا مرجع اصول کی طرف ہو اور وہ یہ کہ حق یہ ہو کہ اشیا مین نبوت سے پہلے کوئی حکم نہین

يكون فيها حكم وبعد البعثة اختلف العلماء فيها على ثلثة اقوال الاول انها متصفة بالحرمة الا ما دل دليل الشرع على اباحته
اور بعد نبوت کے اس مین علما تین قولون پر مختلف ہوے ہین اول یہ کہ سب چیزین حرام ہین سوا اسکے جسکے مباح ہونے پر دلیل شرعی قائم ہو

والثاني انها متصفة بالاباحة الا ما دل دليل الشرع على حرمته والثالث وهو الصحيح ان يكون فيها التفصيل وهو ان المضار
دوسرا یہ کہ تمام چیزین جائز ہین سوا اُنکے کہ جنکی حرمت پر دلیل شرعی دلالت کرے اور تیسرا قول جو صحیح ہے یہ ہو کہ اس مین تفصیل ہو اور وہ یہ کہ ضرر کی چیزین

متصفة بالحرمة بمعنى ان الاصل فيها الحرمة وان لنا فع متصفة بالاباحة بمعنى ان الاصل فيها الاباحة لقوله تعالى هو

حرام ہین یعنی اصل اُس مین حرمت ہو اور نفع دینے والی چیزین مباح ہین یعنی اصل اُس مین جائز ہونا ہو بدلیل قول الٰہی کے وہی ہو

الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا فانه تعالی ذکره فی معرض الامتنان ولا یمتن الا بالحلال الجائز فکانه تعالی قال هو الذی

جسنے پیدا کیا تمھارے واسطے جو کچھ زمین مین ہو سب کیونکہ اللہ تعالی نے اسکو احسان کی جگہ فرمایا ہو اور احسان صرف حلال جائز سے ہوتا ہو پس اللہ تعالی نے گویا یہ فرمایا کہ وہی ہو

خلق لاجلکم جمیع ما فی الارض من المنافع لتنتفعوا بها وعلى هذا القول الثالث الصحیح یخرج حکم هذا الدخان ایضا فانه

جسنے تمھارے لیے زمین کے سارے منافع پیدا کردیے تاکہ تم اُس سے فائدہ لو اور اسی تیسرے صحیح قول پر حقہ کا حکم بھی نکل آتا ہو

لو کان نافعا لکان الاصل فیه الاباحة لکن قد ثبت باخبار الحذاق من الاطباء انه مضر ولو فی الاجل فیکون الاصل فیه

کیونکہ اگر وہ مفید ہوتا تو اصل اُس مین جواز ہوتا لیکن حاذق طبیبون کے بیان سے ثابت ہوا ہو کہ وہ مضر ہو اگرچہ آئندہ چل کر ہو لہذا اصل اس مین

الحرمة بل لو وقع الشك فی امره لغلب جانب الحرمة کما هو القاعدة الشرعیة فانه علیه السلام قال الحلال بین والحرام بین

حرمت ہو بلکہ اگر اس مین شک ہوتا تو اسی حرمت کی جانب کو غلبہ ہوتا جیسا کہ یہی شرعی قاعدہ ہو کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ حلال ظاہر ہو اور حرام ظاہر ہے

وبینهما مشتبهات لا یعلمهن کثیر من الناس فمن اتقی الشبهات فقد استبرأ لدینه وعرضه ومن وقع فی الشبهات کان

اور انکے بیچ مین مشتبہ چیزین ہین جنکو اکثر لوگ نہین جانتے پس جو شخص شبہات سے بچتا رہا اُسنے اپنا دین اور عزت بچائی اور جو شخص شبہات مین پڑ گیا وہ

کالراعی یرعی حول الحمی یوشك ان یقع فیه واختلف العلماء فی حکم هذه الشبهات فذهب بعضهم الی حرمتها لانه علیه السلام

اُس چرواہے کے مثل ہے جو بیڑ کے گرد چراتا ہو کہ عنقریب اُس مین جا گھسیگا اور علما ان شبہات کے حکم مین مختلف ہین پس بعضے تو انکی حرمت کی طرف گئے ہین اسلیے کہ نبی علیہ السلام نے

اخبر فی هذا الحدیث ان من ترك ما اشتبه علیه حکمه ولم ینکشف له حقیقة امره یکون دینه سالما مما یفسده او ینقصه

اس حدیث مین خبر دیدی ہو کہ جسنے ایسی چیز کو چھوڑ دیا جسکا حکم اُسپر مشتبہ ہوا اور حقیقت حال اُسکی معلوم نہوئی ہو تو اُسکا دین خراب کردینے والی اور نقصان پہونچانیوالی چیز سے

ونفسه ناجیا مما یعیب ویلام علیه ومن لم یترك بل فعله یقع فی الحرام وهذا الدخان مما اشتبه حکمه ولم ینکشف

اور اُسکا نفس عیب اور ملامت کی چیزون سے بچا رہیگا اور جسنے نہ چھوڑا بلکہ کر گزرا تو حرام مین پڑ جائیگا اور یہ حقہ اُنہی مین سے ہو جسکا حکم مشتبہ ہو اور اسکا حقیقت حال

حقیقة امره فمن ترکه ولم یستعمله یکون دینه سالما من الفساد والنقصان ونفسه ناجیا من العیب واللوم بین الانام

نہین کھلا پس جسنے چھوڑ دیا اور نہ پیا تو اُسکا دین فساد اور نقصان سے اور اُسکا نفس عیب اور خلقت مین ملامت سے بچا رہا

ومن لم یترکه بل استعمله یکون واقعا فی الحرام وذهب بعضهم الی کراهتها لما جاء فی حدیث آخر انه علیه السلام قال

اور جسنے نہ چھوڑا بلکہ پیا تو وہ حرام مین پڑ گیا اور بعضے علما مکروہ ہونے کیطرف گئے ہین کیونکہ ایک اور حدیث مین آیا ہو کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ

الامور ثلثة امر تبین لك رشده فاتبعه وامر تبین لك غیه فاجتنبه وامر اختلف فیه فدع ما یریبك الی ما لا یریبك

امور تین طرح کے ہین ایک وہ جسکا ہدایت ہونا ظاہر ہوگیا پس اُسکو اختیار کرلو اور ایک وہ جسکا گمراہی ہونا ظاہر ہوگیا پس اُس سے بچتا رہ اور ایک وہ امر جسمین اختلاف ہو سو شک مین ڈالنے والی چیز کو چھوڑ کر وہ اختیار کرو جو تمکو شک مین نہ ڈالے

ولا شك ان امر الدخان مما ارتاب ووقع فی الاضطراب فاقل مراتبه الکراهة ولا یظن انه ینتهی الی درجة الاباحة بتعلل

اور اس مین تو کچھ شک نہین ہو کہ حقہ کے حکم نے شک اور اضطراب مین ڈال رکھا ہو لہذا کم سے کم اسکا مرتبہ کراہت کا ہو اور یہ گمان نہین ہوسکتا کہ اباحت کے درجہ تک آجائیگا

کثیر مما یتعاطاه انه نافع ودواء لکل داء وانهم جربوا فی استعماله دواء لامراضهم لان ذلك من تلبیس ابلیس علیهم

بہتیرے حقہ نوشونکی اس دلیل سے کہ یہ فائدہ کرتا ہو اور ہر بیماری کی دوا ہو اور ہم نے استعمال مین اسکو اپنے امراض کے لیے مفید پایا اسلیے کہ یہ سب شیطانی تلبیس

وتزیینه لهم حتی تتولد من کثافته الادواء فی عاقبة امره لان تکراره یؤذی ما یقابله فیتولد منه الحرارة فیکون فی

اور اُسکی تزیین سے ہین تاکہ آخر کو اُسکی کثافت سے بیماریان پیدا ہوجائین کیونکہ اُسکا بار بار پینا اپنے مقابل کو ایذا دیتا ہو لہذا اُس سے حرارت پیدا ہوگی پس آخر کو

عاقبة امره داء لا دواء ثم یلزم علی قولهم ان یکون الناس کلهم مرضی وان یکون مرضهم فی جمیع الفصول الاربعة من

مرض ہوجائیگا نہ کہ دوا پھر انکے قول کے موافق لازم آتا ہے کہ تمام لوگ بیمار ہی ہون اور اُنکا مرض چارون فصلون مین ایک ہی طرح کا ہو

نوع واحد وان یکون معالجتهم فیها بشیء واحد علی جهة واحدة وبطلانه غیر خفی علی احد من العقلاء ثم فیه اضاعة

اور اُنکا علاج بھی تمام فصلون مین ایک ہی شے سے ایک ہی طرح پر ہو اور اُسکا بطلان کسی عاقل پر پوشیدہ نہین ہو پھر اسمین مال کا ضائع کرنا ہے

المال لانہ یشتری بثمن غال فیدخل فی الاسراف المحرم وقد کتب بعض المالکیۃ فی الدیار الحجازیۃ جوابا عن سؤال یتعلق
کیونکہ گران داموں سے خریدا جاتا ہے لہذا حرام اسراف میں آگیا اور کسی مالکی مذہب والے نے ملک حجاز میں ایک سؤال کا جواب لکھا ہے جو حقہ سے
بالدخان وھو ان استعمال الدخان حرام کاصلہ لان اصلہ الخشب والنار لکونہ اجزاء من الخشب ممزوجۃ باجزاء من
متعلق ہے اور وہ یہ کہ حقہ کا استعمال کرنا حرام ہے جیسے اسکی اصل اسلیے کہ اسکی اصل لکڑی ہے اور آگ کیونکہ لکڑی ہی کے اجزا آگ کے اجزا میں ملے ہوئے ہیں
النار وھو من حیث اجزائہ الناریۃ التی فیہ یحرم استعمالہ لقولہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ
اور وہ باعتبار اپنی اجزاے ناری کے جو اس میں ہیں محرم الاستعمال ہے بدلیل اس قول الٰہی کے جو لوگ کھاتے ہیں یتیموں کے مال ناحق وہ کھاتے ہیں
فِیْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا فدل النص علی حرمۃ النار فیحرم الدخان لحاصل منھا وایضا انہ تعالیٰ جعلہ مما یعذب بہ حیث قال فی حق
اپنے پیٹ میں آگ پس اس آیت نے آگ کا حرام ہونا بتلایا پس دھواں حرام ہوا جو آگ سے نکلتا ہے اور یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو عذاب کی چیز بنایا چنانچہ یونس
قوم یونس النبی علیہ السلام لَمَّآ اٰمَنُوْا کَشَفْنَا عَنْھُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فان العذاب المکشوف عنھم کان دخانا
نبی علیہ السلام کی قوم کے حق میں فرمایا ہے جب ایمان لائے وہ تو کھولدیا ہم نے انپر سے ذلت کا عذاب دنیا کی زندگی میں کیونکہ جو عذاب انپر سے دفع ہوتا تھا وہ دھواں ہی تھا
وقال فی آیۃ اخری فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ یَّغْشَی النَّاسَ ھٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ والمراد بالدخان المذکور
اور ایک اور آیت میں فرمایا ہے پس راہ دیکھ تو اس دن کی کہ لائیگا آسمان صریح دھواں جو گھیر لیگا لوگوں کو یہ ہے دکھ کا عذاب اور مراد دخان سے جو اس آیت میں
فی ھذہ الآیۃ معناہ الحقیقی علی قول وعلی ھذا القول یکون النظم الکریم صریحا فی کون الدخان عذابا الیما وما یعذب
مذکور ہے ایک قول کے موافق حقیقی معنی ہیں اور اس قول کے مطابق مضمون آیت کا اس بارہ میں صریح ہے کہ دھواں سخت عذاب ہے اور جس شے سے تعذیب ہو
یحرم استعمالہ فان الفقہاء قد اتفقوا علی وجوب الفرار من محل العذاب کبطن محسر فانہ علی لفظ اسم الفاعل من التحسیر
اسکا استعمال حرام ہے کیونکہ تمام فقہا محل عذاب سے بھاگنے کے واجب ہونے پر متفق ہیں جیسے بطن محسر اور محسر اسم فاعل کے وزن پر ہے تحسیر سے
اسم واد اھلک اللہ تعالیٰ فیہ اصحاب الفیل فاذا وجب الفرار من محل العذاب فوجوب الفرار مما ہو العذاب اولی ثم ان
ایک میدان کا نام ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل کو ہلاک کیا تھا اور جب محل عذاب سے بھاگنا واجب ہوا تو جس شے سے عذاب ہوا اس سے بدرجۂ اولیٰ بھاگنا واجب ہے
المستعملین لہ ترٰھم انہ یخرج من حلوقھم وانوفھم فیہ تشبیہ باھل النار وبالذی یھلکون فی آخر الزمان من الاشرار
حقہ پینے والوں کو تو دیکھتا ہے کہ انکے حلق اور ناک سے دھواں نکلتا ہے اور اس میں دوزخیوں کی اور ان شریر لوگوں کی مشابہت ہے جو آخر زمانہ میں ہلاک ہونگے
کما جاء فی الخبر انہ یکون فی آخر الزمان دخان یملأ الارض یقیم علی الناس اربعین یوما اما المؤمن فیصیبہ منہ کھیأۃ
چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں دھواں پیدا ہوکر تمام زمین کو بھر دیگا لوگوں پر چالیس دن تک رہیگا مومن کو تو صرف اسکا اتنا اثر پہونچیگا جیسے زکام
الزکام واما الکافر فیخرج من انفہ واذنیہ وعینیہ حتی یصیر رأس احدھم کالرأس الحنیذ ای المشوی فلا ینبغی للمؤمن
کی حالت رہا کافر سو اسکی ناک سے اور کانوں سے اور آنکھوں سے نکلیگا یہانتک کہ ایک ایک کا سر جلی بھنی ہوئی سری کی طرح ہوجائیگا پس مومن کو مناسب نہیں
ان یتشبہ باھل العذاب ولا ان یستعمل ما ھو من نوع العذاب ولا ما ھو من ملابسات اھل العذاب وقد کرہ جمع
کہ عذاب والوں کے مثل بنے اور نہ یہ کہ ایسی چیز برتے جو ایک قسم کا عذاب ہو اور نہ وہ جو اہل عذاب کے لوازم میں سے ہو اور اکثر علما نے
من العلماء التختم بالحدید والنحاس لما ثبت فی الحدیث انھما حلیۃ اھل النار وصح علی ما ذکرہ البلالی فی مختصر الاحیاء
لوہے اور تانبے کی انگوٹھی پہننے کو مکروہ کہا ہے کیونکہ حدیث میں ثابت ہوچکا ہے کہ یہ دونوں دوزخیوں کے زیور ہیں اور مختصر الاحیا میں بلالی کے بیان کے موافق صحیح طور پر ثابت ہے کہ
انہ علیہ السلام کان یکرہ الطعام السخن ویقول ان اللہ تعالیٰ لم یطعمنا نارا وھذا الدخان اولی بالکراھۃ لانہ مختلط
نبی علیہ السلام گرم کھانا ناپسند فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو آگ کھانیکو نہیں بتایا اور یہ دھواں تو بدرجۂ اولیٰ مکروہ ہے اسلیے کہ یہ اجزاے
باجزاء ناریۃ کما مر فلو لم یکن فی استعمالہ الا احیاء سنۃ الکفار الذین اخترعوہ واظھروہ فی بلاد الاسلام توصلا الی
ناریہ سے ملا ہوا ہے جیسا کہ گذر چکا پھر اگر اسکے استعمال میں ان کفار کے طریقہ کے رواج دینے کے سوا اور کچھ نہو جنھوں نے ایجاد کرکے بلاد اسلام میں پھیلا دیا
اضرار اھل الایمان لکان باعثا للعاقل علی اجتنابہ ومانعا عن ارتکابہ بل لو لم یکن فی استعمالہ الا تسوید الثیاب
تاکہ ایمان والوں کا ضرر ہو تو بھی پرہیز کرنے پر عاقل کے واسطے بڑا باعث اور اختیار کرنے سے بڑا مانع تھا بلکہ اسکے استعمال میں اگر سوا سیاہ ہونے کپڑوں

ولا بدان وكراهة الريح والامتنان لكان زاجرا للعاقل عن استعماله لكن اكثر اهل الزمان طبائعهم مجبولة مصحبة لا نقياد لكل
اور بدن اور بدبو اور سخت احسان کے اور کچھ نہوتا تو بھی عاقل کو اسکے استعمال سے مانع ہوتا لیکن اس زمانہ کے لوگوں کی طبیعتیں اکثر مشکل سے مطیع ہونیوالی ہیں
دائما الى ما لا يعنيه ان نصحوا لا يقبلوا وان علموا لم يتعلموا وان فهموا لم يفهموا وان فهموا لم يعملوا بما فهموا فهم من الذين ان يروا
ہمیشہ بیہودہ کام کیطرف مائل رہتی ہیں اگر بھلی بات کہو تو نہیں مانتے اور اگر سکھاؤ تو نہیں سیکھتے اور اگر سمجھاؤ تو نہیں سمجھتے اور اگر سمجھے ہیں تو اسکے موافق کبھی عمل نہیں کرتے اور ان لوگوں میں سے ہیں
سبيل الرشد لا يتخذوه سبيلا وان يروا سبيل الغي يتخذوه سبيلا يسر لنا الله تعالى عملا موافقا لرضائه بلطفه و
اگر دیکھتے ہیں راہ ہدایت کی تو نہیں بناتے ہیں اسکو راہ اور اگر دیکھتے ہیں راہ گمراہی کی تو اسکو بناتے ہیں راہ الٰہی ہم پر اپنی رضا کے موافق اعمال اپنے لطف اور فضل اور
فضله وكرمه

المجلس السابع والتسعون في بيان لزوم ترك ما لا يعنيه من القول و

کرم سے آسان کر — مجلس نو دو ہفتم بیہودہ قول اور فعل کے ترک کردینے کے لازم ہونے کے بیان میں

الفعل

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من حسن اسلام المرء تركه ما لا يعنيه هذا الحديث من حسان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے اسلام کی خوبی سے بیہودہ کام کا ترک کردینا ہے یہ حدیث مصابیح کی حسن حدیثوں میں سے
المصابيح رواه ابو هريرة ومعناه ان اسلام الرجل لا يكون كاملا وحسنا الا اذا ترك من الاقوال والافعال ما لا منفعة
ہے ابو ہریرہ نے روایت کیا ہے اور اسکے معنی یہ ہیں کہ اسلام آدمی کا کامل اور خوب نہیں ہوتا مگر جب وہ اقوال اور افعال چھوڑ دے جنمیں اسکا بالکل کوئی
له فيها اصلا لا في الدنيا ولا في الآخرة ومما لا منفعة له فيه اصلا الدخان الذي ظهر في هذا الزمان من قبل الكفرة العدوة
فائدہ نہیں نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں اور جس میں بالکل کوئی فائدہ نہیں اس میں سے ایک حقہ بھی ہے جو اس زمانہ میں کفار کی طرف سے جو اہل ایمان کے
لاهل الايمان وابتلي بمصاحبته كافة الانام من الخواص والعوام فانه قد ظهر في اوائل القرن الحادي عشر وصار فتنة
دشمن ہیں پیدا ہوا ہے اور اسکے پینے میں تمام خلقت خاص و عام مبتلا ہے بیشک حقہ گیارھویں قرن کے اول میں نکلا اور تمام لوگوں پر
عظيمة على عامة البشر وشاع تناوله في البلدان بين الرجال والنساء والصبيان فلزم على علماء الدين بيان حكمه
بڑا ہی فتنہ ہو گیا ہے اسواسطے کہ اسکا پینا شہروں میں مردوں اور عورتوں اور بچوں میں پھیل گیا ہے لہذا علما کے دین پر مسلمانوں کے لیے اسکا حکم بیان کرنا
للمسلمين هل يحل استعماله ام يجب اجتنابه فاستمعوا يا اولي الالباب ما يقال لكم في هذا الباب قد كثر فيه الاقاويل و
لازم ہے کہ آیا اسکا پینا حلال ہے یا اس سے پرہیز واجب ہے پس اے ہوش والو جو اس باب میں کہا جاتا ہے اسکو سنو اس میں بہت سی گفتگو ہے اور
الحق الذي عليه التعويل ان الفعل الاختياري الصادر عن المكلف ان لم يترتب عليه فائدة دينية او دنيوية فهو
حق بات جسپر اعتماد ہے یہ ہے کہ فعل اختیاری جو عاقل بالغ سے صادر ہو اگر اس میں کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ نہو تو وہ
دائر بين العبث واللعب واللهو وفي كتب اللغة لم يفرق بين هذه الثلثة لكن لا بد من الفرق لعطف بعضها على بعض
عبث ہے یا لعب یا لہو اور لغت کی کتابوں میں ان تینوں میں کچھ فرق نہیں کیا ہے لیکن فرق کرنا ضرور چاہیے کیونکہ قرآن میں ایک کو ایک پر
في القرآن وهو على ما ذكره بعض الفحول وكان حقيقا بالقبول ان العبث الفعل الذي ليس فيه لذة ولا فائدة واما الذي
عطف کیا ہے اور وہ فرق حسب بیان بعضے علما کے جو قبول کرنے کے قابل ہے یہ ہے کہ عبث وہ فعل ہے جس میں نہ کچھ فائدہ ہو اور نہ لذت اور جس میں
فيه لذة بلا فائدة فهو لعب ومثله اللهو الا ان فيه زيادة حظ النفس بحيث تشتغل به عما يهمها والكل حرام لانها لم
لذت ہو بغیر فائدہ کے وہ لعب ہے اور ایسا ہی لہو ہے بس اتنی بات ہے کہ اس میں نفس کو زیادہ لذت ہوتی ہے اسطرح کہ اس میں مشغول ہو کر ضروری کام سے بہکجاتا ہے اور یہ سب حرام ہیں اسلیے
تذكر في القرآن الا على طريق الذم فلما علم حرمة هذه الثلثة علم حرمة استعمال الدخان لدخوله اما في اللعب او في
کہ قرآن میں انکا بیان صرف بطور ہجو کے ہے پس جب ان تینوں کی حرمت معلوم ہوئی تو حقہ پینے کی بھی حرمت معلوم ہو گئی اسلیے کہ وہ بھی یا تو لعب میں داخل ہے یا
اللهو او في العبث بل هو بالعبث انسب لخلوه عن اللذة التي في اللعب واللهو اللهم الا ان يستلذه نفوس بعض المستعملين
لہو میں یا عبث میں بلکہ عبث سے زیادہ تر مناسب ہے کیونکہ حقہ میں لذت نہیں جو کہ لعب اور لہو میں ہونی چاہیے یا الٰہی مگر شاید کہ بعضے پینے والوں کو شیطانی
له بتسويل شيطاني فحينئذ يدخل في اللعب او اللهو وعلى اي وجه كان فهو عار عن الفائدة الدينية وهو ظاهر وعن
مکر سے مزہ آتا ہو تو اس صورت میں لعب یا لہو میں داخل ہو جائیگا اور بہر صورت وہ فائدہ دینی سے تو خالی ہی ہے اور یہ بات تو ظاہر ہے اور دنیا کے

الفائدة الدنيوية ايضا لانه لا يصلح لشئ من الغذاء والدواء اصلا بل هو مضر لاتفاق الاطباء على ان مطلق الدخان مضر
فائدے سے بھی خالی ہو کیونکہ غذا اور دوا مین سے بالکل کسی کام کا نہین ہو بلکہ وہ مضر ہے کیونکہ تمام طبیبون کا اسپر اتفاق ہے کہ دھوان مطلقاً مضر ہے

قال ابن سينا لولا الدخان والقتام لعاش ابن آدم الف عام وقال جالينوس اجتنبوا ثلثة وعليكم باربعة ولا
ابن سینا کہتا ہو اگر دھوان اور گرد وغبار نہ ہوتا تو البتہ آدمی ہزار برس جیا کرتا اور جالینوس کہتا ہے تین چیزون سے بچتے رہو اور چار چیزونکو اپنے اوپر لازم کرلو تو تمکو

حاجة لكم الى الطبيب اجتنبوا الدخان والغبار والنتن وعليكم بالدسم والحلو والطيب والحمام وذكر فى القانون
طبیب کی کچھ حاجت نہین ہے دھوین اور غبار اور بدبو سے بچتے رہو اور چکنائی اور مٹھائی اور خوشبو اور حمام کو لازم کرلو اور قانون مین مذکور ہے

ان جميع اصناف الدخان مجفف بجوهره الارضى وفيه نارية يسيرة قال بعض الفضلاء فاذا كان جميع اصناف الدخان
کہ دھوین کی سب قسمین اپنے جزو ارضی کی وجہ سے خشکی کرتی ہین اور اس مین تھوڑی سی ناریت ہوتی ہے بعضے فضلا کہتے ہین پس جبکہ دھوین کے تمام اقسام خشکی کرتے ہین

مجففا يكون هذا الدخان مجففا للرطوبات البدنية فيكون مؤديا الى حصول امراض كثيرة فلا يجوز استعماله لوجوب صيانة
تو یہ حقہ بھی بدنی رطوبات کو خشک کریگا لہذا بہت سے امراض پیدا ہوجانیکا سبب ہوگا اسلیے اسکا پینا جائز نہین کیونکہ مضر سے

النفس عن لحوق الضرر وقد ذكر فى نصاب الاحتساب ان استعمال المضر حرام فان قيل بعض الاطباء قد يعالجون
نفس کا بچانا واجب ہو اور نصاب الاحتساب مین مذکور ہو کہ مضر کا استعمال کرنا حرام ہو اگر کوئی کہے کہ بعضے طبیب کبھی کبھی بعضی

بعض الامراض ببعض اصناف الدخان ويشاهدون نفعه فكيف يصح المنع عن استعمال جميع اصنافه فالجواب
بیماریون کا علاج بعض قسم کے دھوین سے کیا کرتے ہین اور اسکا نفع ظاہر ہوتا ہو لہذا تمام قسم کے دھوین سے ممانعت کیونکر درست ہو تو جواب یہ ہے

انهم يعالجون به لحظة يسيرة لا على الدوام حتى يحصل ما ذكر من التجفيف فان قيل ما ذكر من التجفيف لا يضر فى
کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے علاج کرتے ہین نہ ہمیشہ کے لیے تاکہ وہ خشکی پیدا ہو جسکا ذکر ہوا اگر کوئی کہے کہ خشکی مذکور بلغمی مزاج والے کو ضرر نہین کرتی

البلغمى لكثرة رطوباته وانتفاعه بتجفيفها فما وجه المنع عن هذا الدخان فالجواب ان حد الانتفاع به مجهول فلا بد فى
کیونکہ اس مین رطوبات بہت ہوتے ہین اور خشکی سے فائدہ ہوتا ہو پس حقہ سے ممانعت کی کیا وجہ ہے تو جواب یہ ہو کہ نفع کی حد معلوم نہین لہذا

معرفة ذلك من طبيب حاذق عارف بالامزجة والقدر الذى ينتفع به والا فالاقدام عليه حرام مطلقا لوقوع
کسی طبیب حاذق سے جو مزاجونکو جانتا ہو پہچاننا اور اس مقدار کا جاننا جس مین فائدہ ہو ضرور چاہیے ورنہ ادھر قدم رکھنا مطلقاً حرام ہے کیونکہ صحت اور

التردد بين السلامة وعدمها فان العدول من مستعمليه قد اختلفوا فيه فمنهم من قال بضرره ومنهم من قال
مرض مین تردد ہو کیونکہ حقہ پینے والے عادل لوگ اس مین مختلف ہین بعضے تو اسکے ضرر کے قائل ہین اور بعضے ضرر نہ کرنے کے قائل ہین

بعدم ضرره ومنهم من شك فيه لكن الفريق الاغلب الذى جانب الحق اليه اقرب قال انه يحدث فى ابتدائه فى
اور بعضون کو اس مین شک ہو لیکن فریق اغلب جنکی جانب قریب بحق ہے کہتے ہین کہ حقہ پہلے پہلے تو جسم مین

الجسم صحة فى البصر ونشاطا فى الاعضاء وهضما فى الطعام فاذا حصلت المداومة يورث ضعفا فى البدن وثقلا
قوت اور نظر مین تیزی اور اعضا مین نشاط اور کھانے مین ہضم پیدا کرتا ہو پھر جب ہمیشگی ہوجاتی ہو تو بدن مین ناتوانی اور اعضا مین

فى الاعضاء وغشاوة فى البصر وامساكا فى الهاضمة وذلك لانه كما قال الاطباء مجفف مع نوع حرارة فيفعل فى
بوجھ اور آنکھ مین جالا اور ہاضمے مین رکاوٹ پیدا کردیتا ہو اور یہ اسلیے کہ حسب قول طبیبون کے حقہ خشکی کرتا ہو مع ایک قسم کی حرارت کے سو اول مین

ابتدائه ما ذكر اولا وفى انتهائه ما ذكر اخرا على انه لو تحقق نفعه فبعد النفع يمنع من استعماله لانه حينئذ يكون
تو وہ اثر کرتا ہو جو پہلے بیان کیا اور آخر کو وہ اثر جو بعد کو بیان کیا علاوہ برین اگر نفع ثابت بھی ہوجائے تو بعد نفع کی بھی پہنچ سے ممانعت ہوگی اسلیے کہ اس صورت مین

دواء ولا يجوز استعمال الدواء بعد زوال المرض لانه اذا لم يجد مرضا يزيله ياخذ من البدن فيؤدى الى الضرر وما
دوا ہوا اور بیماری جاتے رہنے کے بعد دوا کا استعمال کرنا جائز نہین اسلیے کہ دوا جب بیماری کو نہین پاتی جسکو دور کرے تو بدن مین اثر کرتی ہو پس ضرر کا سبب ہوجاتی ہو اور جو

يؤدى الى الضرر يمنع من استعماله الا ترى ان الخمر المحرمة بالنص قد اخبر القران بنفعها كما قال الله تعالى يسئلونك
چیز نقصان کرتی ہو اسکے استعمال سے ممانعت ہو گیا تو نہین دیکھتا کہ شراب جو آیت سے حرام ہو قرآن نے اسکے نفع کی خبر دی ہو چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے تجھ سے پوچھتے ہین

عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا اِثْمٌ كَبِيرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ لكن جانب النفع اذا قابله جانب الضرر يعني جانب الضرر حتى قال
حکم شراب اور جوے کا تو کہہ کہ ان مین بڑا گناہ ہے اور فائدے بھی ہین لوگونکو لیکن نفع کی جانب کا اگر نقصان کی جانب سے مقابلہ ہو تو نقصان کی لحاظ کرتے ہین یہانتک کہ فقہا

الفقهاء لو كان في شئ وجوه كثيرة توجب الحل والجواز ووجه واحد يوجب الحرمة وعدم الجواز يرجح جانب الحرمة
کہتے ہین اگر ایک شے کے حلت اور جواز کو کئی وجہین لازم کرتی ہون اور ایک وجہ اسکی حرمت اور ناجائز ہونیکو لازم کرتی ہو تو حرمت کی جانب کو احتیاطاً غلبہ دینگے

احتياطا فان قيل ان المستعملين له يدعون انهم يجدون عقيب استعماله خفة في البدن فكيف يصح القول بعدم
پس اگر کوئی کہے کہ حقہ پینے والے دعوی کرتے ہین کہ پینے کے بعد بدن مین خفت پاتے ہین تو نفع نہو نیکا قول کیونکر صحیح ہے

النفع فيه فالجواب على ما ذكره بعض المتناولين له لتجربة نفعه وضرره ان المستعملين له يحصل لهم حال استعماله الم
تو جواب اُن لوگون کے بیان کے موافق جنھون نے نفع و ضرر کا تجربہ کرنے کے لیے اسکو استعمال کیا ہے یہ ہے کہ حقہ پینے والون کو حقہ پینے ہوے سخت

شديد وعند فراغهم عنه ينجون من ذلك الالم ويحصل لهم راحة فيظن هؤلاء المساكين ان تلك الراحة حصلت
الم ہوتا ہے اور فراغت کے وقت اُس الم سے نجات پاتے ہین اور راحت ملتی ہے سو یہ بیچارے یون سمجھتے ہین کہ یہ راحت اسکے پینے سے ملی ہے

من استعماله ولا يدرون انها انما حصلت من خلاصهم عن استعماله ثم في معرفة حرمة الاشياء واباحتها وجه حسن
اور یہ نہین جانتے کہ اسکا پینا چھوڑنے سے حاصل ہوئی ہے پھر اشیا کی حرمت اور اباحت کے پہچان مین ایک عمدہ قاعدہ ہے

يرجع الى الاصول وهو ان الحق في الاشياء قبل البعثة ان لا يكون فيها حكم وبعد البعثة اختلف العلماء فيها على ثلثة
جسکا مرجع اصول ہے اور وہ یہ ہے کہ حق یون ہے کہ نبوت سے پہلے اشیا مین کوئی حکم نہین ہے اور نبوت کے بعد علما تین قول پر مختلف ہین

اقوال الاول انها متصفة بالحرمة الا ما دل دليل الشرع على اباحته والثاني انها متصفة بالاباحة الا ما دل دليل الشرع
قول اول یہ ہے کہ سب چیزین حرام ہین بجز اُسکے کہ شرعی دلیل نے اسکا جائز ہونا بتلایا اور دوسرا یہ کہ وہ سب مباح ہین بجز اسکے کہ دلیل شرعی نے اُسکا

على حرمته والثالث وهو الصحيح ان يكون فيها تفصيل وهو ان المضار متصفة بالحرمة بمعنى ان الاصل فيها الحرمة و
حرام ہونا بتلایا اور تیسرا قول اور یہی صحیح ہے یہ ہے کہ اس مین تفصیل ہے اور وہ یہ کہ نقصان کی چیزین سب حرام ہین بایں معنی کہ اصل اُس مین حرمت ہے اور

ان المنافع متصفة بالاباحة بمعنى ان الاصل فيها الاباحة لقوله تعالى هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فانه تعالى
نفع کی چیزین سب مباح ہین اس اعتبار سے کہ اصل اُس مین اباحت ہے بدلیل اس قول الٰہی کے وہی ہے جسنے پیدا کیا تمھارے واسطے جو کچھ زمین مین ہے سب کیونکہ اللہ تعالی نے

ذكره في معرض الامتنان ولا يكون الامتنان الا بالنافع المباح فكانه تعالى قال هو الذي خلق لاجلكم جميع ما في الارض
اسکو احسان کی جگہ فرمایا ہے اور احسان جب ہی ہوتا ہے کہ نافع اور مباح ہو تو گویا اللہ تعالی نے یون فرمایا کہ اللہ وہی ہے جسنے تمھارے فائدہ کے لیے تمام چیزین جو زمین مین ہین

من المنافع لتنتفعوا بها وعلى هذا القول الثالث الصحيح يخرج حكم هذا الدخان ايضا فانه لو كان نافعا لكان الاصل فيه
پیدا کین تاکہ تم اُنسے نفع اُٹھاؤ اور اسی تیسرے صحیح قول پر حقہ کا حکم بھی نکلتا ہے کیونکہ حقہ اگر نافع ہوتا تو اصل اُس مین

الاباحة لكن قد ثبت باخبار الحذاق من الاطباء انه مضر ولو كان في الاجل فيكون الاصل فيه الحرمة بل لو وقع
اباحت ہوتی لیکن حاذق طبیبون کے بیان سے ثابت ہوا ہے کہ حقہ مضر ہے اگرچہ آئندہ چل کر ہو لہٰذا اصل اس مین حرمت ہی ہوگی بلکہ اگر اس مین

الشك في امره لغلب جانب الحرمة كما هو القاعدة الشرعية اذ روي انه عليه السلام قال الحلال بين والحرام بين و
شک بھی ہوتا تو بھی حرمت کی جانب کو غلبہ ہوتا جیسا کہ یہی شرعی قاعدہ ہے اسواسطے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور

بينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع
ان دونون کے بیچ مین مشتبہ چیزین ہین جنکو اکثر لوگ نہین جانتے پس جو شخص شبہات سے بچتا رہا اُسنے اپنا دین اور عزت بچائی اور جو شبہات مین پڑگیا وہ حرام مین

في الحرام كالراعي حول الحمى يوشك ان يقع فيه واختلف العلماء في حكم هذه الشبهات فذهب بعضهم الى حرمتها لانه عليه
پڑا جیسے بیڑ کے گرد چرانے والا کہ عنقریب اُسکے اندر گھس جائیگا اور اُن شبہات کے حکم مین علما کا اختلاف ہے بعضے تو حرمت کی طرف گئے ہین اسلیے کہ نبی

السلام قد اخبر في هذا الحديث بان من ترك ما اشتبه عليه حكمه ولم ينكشف لحقيقة امره يكون دينه سالما
علیہ السلام نے اس حدیث مین خبر دیدی ہے کہ جسنے ایسی چیز کو چھوڑ دیا جسکا حکم مشتبہ ہے اور حقیقت حال نہین کھلا تو اُسکا دین فساد اور نقصان

مما یفسده او ینقصه ونفسه ناجیا مما یعیبه ویلام علیه ومن لم یترکه بل فعله یقع فی الحرام وهذا الدخان مما اشتبه حکمه
دینے والی چیزون سے اور اُسکی جان عیب اور ملامت سے سلامت بچ گئی اور جسنے نہ چھوڑا بلکہ کر گزرا تو وہ حرام مین پڑ گیا اور حقہ بھی اُسی مین سے ہی جسکا حکم مشتبہ ہی

ولم ینکشف حقیقة امره فمن ترکه ولم یستعمله یکون دینه سالما من الفساد او النقصان ونفسه ناجیا من العیب و
اور اُسکی حقیقت حال ظاہر نہین لہذا جسنے اسکو چھوڑ دیا اور نہ پیا تو اُسکا دین فساد اور نقصان سے پاک اور اُسکی جان خلقت مین عیب اور ملامت سے

اللوم بین الانام ومن لم یترکه بل استعمله یکون واقعا فی الحرام وذهب بعضهم الی کراهتها لما جاء فی حدیث اخران علیه
سالم رہی اور جسنے نہ چھوڑا بلکہ پینے لگا تو وہ حرام مین پڑ گیا اور بعضے اسکے مکروہ ہونے کی طرف گئے ہین اسلیے کہ اور حدیث مین آیا ہی کہ نبی علیه

السلام قال الامور ثلثة امر تبین لک رشده فاتبعه وامر تبین لک غیه فاجتنبه وامر اختلف فیه فدع
السلام نے فرمایا چیزین تین طرح کی ہین ایک وہ جسکا ہدایت ہونا ظاہر ہو گیا سو تو اُسکو اختیار کر اور ایک وہ جسکا گمراہی ہونا ظاہر ہو گیا سو اُس سے پرہیز کر اور ایک وہ جس مین اختلاف ہوا

ما یریبک الی ما لا یریبک ولا شک ان امر الدخان مما ارتاب اوقع فی الاضطراب وادنی مراتبه الکراهة ولا یظن
سو شک مین ڈالنے والی چیز کو چھوڑ کر ایسی چیز اختیار کر جو شک مین نہ ڈالے اور اسمین شک نہین ہے کہ حقہ نے بھی شک اور اضطراب مین ڈال رکھا ہی اور اسکا کم سے کم درجہ کراہت کا ہی اور یہ گمان نہونا چاہیے

انه ینتهی الی مرتبة الاباحة بتعلل کثیر ممن یتعاطاه انه نافع ودواء لکل داء وانهم وجدوا فی استعماله دواء لامراضهم
کہ اباحت کے مرتبہ کو پہونچ جائیگا بہتیرے پینے والون کی اس دلیل سے کہ یہ نافع ہی اور ہر مرض کی دوا ہی اور ہم نے اسکے پینے مین اپنی بیماریون کے لیے دوا پائی

لان ذلک من تلبیس ابلیس علیهم وتزیینه لهم حتی یتولد من تکاثفه فی عاقبة امره الادواء فان تکراره یسود ما
کیونکہ یہ تمام شیطان کے تلبیسات اور اُسکی فریب دہی سے ہی تاکہ آخر کو اُسکی کثافت سے بیماریان پیدا ہو جائین اسلیے کہ اسکے بار بار پینے سے سامنے کا حصہ سیاہ

یقابله فیتولد منه الحرارة فیکون فی عاقبة امره داء لا دواء ثم یلزم علی دعویهم ان یکون الناس کلهم مرضی وان یکون
ہو جاتا ہی پھر اُس سے حرارت پیدا ہو جاتی ہی پھر آخر کو مرض ہو جاتا ہے نہ کہ دوا پھر اُنکے دعوی کے موافق یہ لازم آتا ہی کہ سب لوگ بیمار ہی ہون اور اُنکا

مرضهم فی جمیع الفصول الاربعة من نوع واحد وان یکون معالجتهم فیها بشیء واحد علی جهة واحدة وبطلانه
مرض بھی تمام چارون فصلون مین ایک ہی طرح کا ہو اور اُن سب کا علاج اُن فصلون مین ایک چیز سے ایک ہی طرح پر ہو اور اسکا بطلان

غیر خفی علی احد من العقلاء ثم فیه اضاعة المال لانه یشتری بثمن غال فیدخل فی الاسراف المحرم مع نتن رائحته
کسی عاقل پر پوشیدہ نہین ہی پھر اُس مین مال کا ضائع کرنا ہی کیونکہ مہنگی قیمت سے خریدا جاتا ہی لہذا اسراف حرام مین داخل ہوا باوجود اسکے بدبودار ہونے کے

واذیته لشامة الذین لا یستعملونه وقد جاء فی الحدیث کل مؤذ فی النار وقال المکناسی الرائحة المنتنة تخرق
اور نہ پینے والون کے دماغ کو تکلیف دینے کے اور حدیث مین ہی کہ ہر ایذا دینے والا دوزخی ہی اور مکناسی فرماتے ہین کہ بدبو نتھنون کو پھاڑ کر

الخیاشیم وتصل الی الدماغ وتؤذی الانسان ولذلک قال النبی علیه السلام من اکل من هذه الشجرة فلا یقربن
دماغ مین گھس جاتی ہی اور آدمی کو ایذا دیتی ہی اور اسی لیے نبی علیه السلام نے فرمایا جسنے اس درخت مین سے کھایا وہ ہماری مسجد کے پاس نہ آئے

مسجدنا لانه یؤذینا بریحه والمراد من هذه الشجرة جنس ما له رائحة کریهة یتاذی بها الانسان بدلیل تعلیله
کیونکہ ہم کو اپنی بدبو سے ستاتا ہی اور مراد ہذہ الشجرة سے جنس ہے جس مین ایسی بدبو ہو کہ آدمی ایذا پائین اس دلیل سے کہ نبی علیه السلام نے وجہ

علیه السلام والمعنی ان من اکل شیئا ماله رائحة کریهة یتاذی بها الانسان فلا یقربن مسجدنا لانه یؤذینا
بیان کر دی ہی اور معنی یہ ہین کہ جسنے ایسی چیز کھائی جس مین ایسی بدبو ہو کہ آدمیون کو تکلیف ہوتی ہو تو وہ ہماری مسجد کے پاس نہ آئے اسلیے کہ وہ ہمکو بدبو سے

برائحته الکریهة وقد ثبت فی صحیح مسلم انه علیه السلام کان اذا وجد من رجل فی المسجد ریح البصل او الثوم
ستاتا ہی اور صحیح مسلم مین ثابت ہو چکا ہی کہ نبی علیه السلام اگر مسجد مین کسی شخص سے پیاز یا لہسن کی بو پاتے

امر به فاخرج الی البقیع ولهذا قال الفقهاء کل من وجد فیه رائحة کریهة یتاذی بها الانسان یلزم اخراجه من
تو اُسکو حکم دیتے کہ بقیع کی طرف نکالدیا جاتا اور اسی لیے فقہانے کہا ہی کہ جس شخص مین ایسی بدبو آتی ہو کہ آدمیون کو تکلیف ہوتی ہو تو اُسکا مسجد سے نکالدینا

المسجد ولو بجره من یده او رجله دون لحیته وشعر رأسه فعلی هذا یلزم اخراج کثیر من الائمة والمؤذنین من المسجد
لازم ہی اگرچہ ہاتھ یا نون سے کھینچکر ہو نہ داڑھی اور سر کے بال پکڑ کے پس اس بنا پر اس زمانہ مین بہتیرے امام اور مؤذنون کا مسجد

والجامع في هذا الزمان لوجود الرائحة الكريهة فيهم بسبب مداومتهم على استعمال الدخان الكريهة الرائحة بل انهم قد
اور جامع مسجد سے نکال دینا لازم آتا ہے کیونکہ ان مین بسبب ہمیشہ اس بدبو دار حقہ نوشی کے بد بو پائی جاتی ہے بلکہ یہ لوگ کبھی کبھی مسجد اور
يستعملونه في داخل المسجد والجامع فيكون الكراهة في حقهم اشد واكثر وقد كتب بعض المالكية في الديار الحجازية
جامع مسجد کے اندر اسکو پیتے ہین سو انکے حق مین کراہت زیادہ سخت اور بہت زیادہ ہے اور کسی مالکی مذہب والے نے ملک حجاز مین ایک سوال کا
جوابا عن سؤال يتعلق بالدخان وهو ان استعمال الدخان حرام كاصله لان اصله الخشب والنار لكونه اجزاء
جواب لکھا ہے جو حقہ کے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ استعمال حقہ کا حرام ہے جیسے اسکی اصل کیونکہ اسکی اصل لکڑی اور آگ ہے کیونکہ اسکے اجزا
من الخشب ممزوجة باجزاء من النار فهو من حيث اجزائه النارية التي فيه يحرم استعماله لقوله تعالى ان الذين
لکڑی سے ہین اجزائے ناری سے ملے ہوئے پس اسکا باعتبار اجزائے ناری کے جو اس مین ملے ہین استعمال کرنا حرام ہے بوجہ قول الٰہی کے بیشک جو لوگ
يأكلون اموال اليتامى ظلما انما يأكلون في بطونهم نارا فدل النص على حرمة النار فيحرم الدخان الحاصل منها وايضا
کھاتے ہین یتیمون کے مال ناحق وہ کھاتے ہین اپنے پیٹ مین آگ اس نص سے آگ کی حرمت معلوم ہوئی لہذا دھوان بھی حرام ہوا جو آگ سے پیدا ہوتا ہے اور یہ بھی ہے
انه تعالى جعله مما يعذب به حيث قال في حق قوم يونس النبي عليه السلام لما آمنوا كشفنا عنهم عذاب الخزي في الحيوة
کہ اللہ تعالی نے اسکو عذاب کے اسباب مین بھی ٹھہرایا ہے چنانچہ یونس نبی علیہ السلام کی قوم کے حق مین کہا ہے جب ایمان لائے وہ تو کھول دیا ہم نے انپر سے ذلت کا عذاب دنیا کی
الدنيا فان العذاب المكشوف عنهم كان دخانا وقال في آية اخرى فارتقب يوم تاتي السماء بدخان مبين يغشى الناس
زندگی مین کیونکہ جو عذاب کہ انپر سے دور ہوا تھا وہ دھوان ہی تھا اور ایک اور روایت مین فرمایا ہے پس تو راہ دیکھ اس دن کی کہ لائیگا آسمان دھوئین صریح کہ گھیر لیگا لوگون کو
هذا عذاب اليم والمراد بالدخان المذكور في هذه الآية حقيقة الدخان على قول وعلى هذا القول يكون النظم الكريم
یہ ہے دکھ کا عذاب اور ایک قول پر دخان سے جو اس آیت مین مذکور ہے حقیقی معنی دخان کے مراد ہین اور اس قول پر مضمون آیۂ کریمہ کا اس باب مین صریح ہے
صريحا في كون الدخان عذابا اليما وما به التعذيب يحرم استعماله فان الفقهاء قد اتفقوا على وجوب الفرار من محل
کہ دخان عذاب الیم ہے اور جس شے سے عذاب واقع ہو اسکا استعمال حرام ہے کیونکہ فقہا نے محل عذاب سے بھاگنے کے واجب ہونے پر اتفاق کیا ہے
العذاب كبطن محسر فانه على لفظ اسم الفاعل من التحسير اسم واد اهلك الله تعالى فيه اصحاب الفيل فاذا وجب الفرار
جیسے بطن محسر اور یہ لفظ اسم فاعل ہے باب تحسیر سے اس میدان کا نام ہے جہان اللہ تعالی نے اصحاب فیل کو ہلاک کیا تھا پس جب محل عذاب سے بھاگنا
من محل العذاب فوجوب الفرار مما به العذاب اولى واحرى ثم ان المستعملين له تراهم انه يخرج من انوفهم وحلوقهم
واجب ہوا تو عذاب کی چیز سے بھاگنا اولی اور زیادہ لائق ہے پھر اسکے پینے والون کو دیکھو تو انکی ناک سے اور حلق سے دھوان نکلتا ہے
وفيه تشبيه باهل النار وبالذين يهلكون في آخر الزمان من الاشرار كما جاء في الحديث انه يكون في آخر الزمان دخان
اور اس مین دوزخیون کی اور انکی جو آخر زمانہ مین شریر لوگ ہلاک ہونگے مشابہت ہے چنانچہ حدیث مین آیا ہے کہ آخر زمانہ مین ایسا دھوان پیدا ہوگا
يملأ الارض يقيم على الناس اربعين يوما اما المؤمن فيصيبه منه كهيئة الزكام واما الكافر فيخرج من منخريه واذنيه
کہ زمین کو بھر دیگا اور لوگون پر چالیس روز تک رہیگا مومن کو تو صرف اتنا اثر ہوگا جیسے زکام کی حالت اور رہا کافر سو اسکے نتھنون اور کانون اور
وعينيه حتى يصير رأس احدهم كالرأس الحنيذ اي المشوي فلا ينبغي للمؤمن ان يتشبه باهل العذاب ولا ان يستعمل
آنکھون سے نکلیگا یہان تک کہ ایک ایک کا سر ایسا ہو جائیگا جیسے جلی جھلسی ہوئی سری لہذا مومن کو مناسب نہین کہ اہل عذاب سے مشابہت پیدا کرے اور نہ یہ کہ ایسی چیز استعمال کرے
ما هو من نوع العذاب ولا ما هو من ملابسات اهل العذاب وقد كره جمع من العلماء التختم بالحديد والنحاس لما جاء
جو عذاب کی قسم سے ہو اور نہ اسکو جو اہل عذاب کے لوازمات سے ہو اور علما کے ایک گروہ نے اتفاق کیا ہے کہ لوہے اور تانبے کی انگوٹھی مکروہ ہے اسلیے کہ
في الحديث انهما حلية اهل النار وصح على ما ذكره البلالي في مختصر الاحياء انه عليه السلام كان يكره الطعام السخن و
حدیث مین آیا ہے کہ یہ دوزخیون کا زیور ہے اور مختصر الاحیا مین بلالی کے بیان کے موافق صحیح طور پر ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام گرم کھانے کو مکروہ جانتے تھے اور
يقول ان الله تعالى لم يطعمنا نارا فهذا الدخان اولى بالكراهة لانه مختلط باجزاء نارية كما مر فلو لم يكن في استعماله
فرماتے تھے کہ اللہ تعالی نے ہم کو آگ کھانا نہین بتایا پس یہ حقہ بدرجۂ اولی مکروہ ہے کیونکہ اجزائے ناری سے ملا ہوا ہے جیسے گذر چکا اور اگر اسکے استعمال مین

الا تسويد الثياب والابدان وكراهة الريح والانتان لكفى زاجرا للعاقل عن استعماله بل لو لم يكن في استعماله الا احياء سنة
بجز کپڑون اور بدن کے سیاہ ہونے اور بدبو اور سڑاہند کے اور کچھ نہوتا تو بھی عاقل کے باز رہنے کے لیے کافی تھا بلکہ اگر اسکے پینے مین کچھ نہوتا سوا اُن کفار کے طریقہ کے

الكفار الذين اخرجوه واظهروه في بلاد الاسلام توصلا الى اضرار اهل الايمان لكفى باعثا للعاقل على اجتنابه وعن
رواج دینے کے جنھون نے اسکو بلاد اسلام مین اہل اسلام کے ضرر دینے کی غرض سے ایجاد کیا ہے تو بھی عاقل کے لیے اسکے اجتناب کرنے اور اسکے کرنے سے باز رہنے کو

ارتكابه لكن اكثر اهل الزمان طبائعهم جامدة صعبة الانقياد مائلة دائما الى ما لا يعنيهم ان نصحوا لم يقبلوا وان علموا
کافی تھا لیکن اس زمانہ مین اکثر طبیعتین کند ہین بمشکل طاعت قبول کرنیوالی ہین ہمیشہ فضول کامون کی طرف مائل رہتی ہین اگر انکو نصیحت کیجیے کبھی نہ مانین اور اگر سکھاؤ

لم يتعلموا وان فهموا لم يفهموا وان فهموا لم يعملوا وهم من الذين ان يروا سبيل الرشد لا يتخذوه سبيلا وان يروا سبيل الغي
کبھی نہ سیکھین اور اگر سمجھاؤ تو کبھی نہ سمجھین اور اگر سمجھین تو کبھی عمل نہ کرین اور وہ اُن لوگون مین سے ہین اگر دیکھین ہدایت کی راہ تو نہ بنائین اسکو راہ اور اگر دیکھین گمراہی کی راہ

يتخذوه سبيلا

المجلس الثامن والتسعون في بيان الوصية في حق النساء وحال المعاشرة

تو اسکو بنائین راہ — مجلس نود و ہشتم عورتون کے حق مین وصیت کا بیان اُنکے ساتھ گذران کرتے ہوے

لهن قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في خطبة حجة الوداع اتقوا الله في النساء فانكم اخذتموهن بامان الله
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ مین فرمایا اللہ سے ڈرو عورتون کے حق مین تم نے انکو اللہ کی امن مین لیا ہے

واستحللتم فروجهن بكلمة الله ولكم عليهن ان لا يوطئن فرشكم احدا تكرهونه فان فعلن ذلك فاضربوهن
اور انکی شرمگاہون کو کلمۃ اللہ سے حلال کر لیا ہے اور تمھارا حق ہے انپر یہی کہ تمھارے بستر پر کسی کو قدم نہ رکھنے دین جس سے تم بیزار ہو پس اگر وہ ایسا کرین تو انکو مارو

ضربا غير مبرح ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف هذا الحديث من صحاح المصابيح رواه جابر فكانه
اتنا کہ ہڈی نہ ٹوٹنے پائے اور انکا حق تمھارے اوپر انکو دستور کے موافق کھانا اور کپڑا دینا ہے یہ حدیث مصابیح کی صحیح حدیثون مین سے ہے جابر نے روایت کی ہے پس گویا نبی

عليه السلام قال اتقوا الله في امر النساء فلا تؤذوهن بالباطل بل عاشروهن بالمعروف كما قال الله تعالى و
علیہ السلام نے فرمایا ڈرو اللہ سے عورتون کے باب مین پس انکو ناحق نہ ستاؤ بلکہ انکے ساتھ گذران کرو اچھی طرح جسطرح کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے اور

عاشروهن بالمعروف فانكم اخذتموهن بعهد الله الذي عهد اليكم فيهن من الرفق بهن والشفقة عليهن واستحللتم
گذران کرو عورتون کے ساتھ عمدہ طرح کیونکہ تم نے انکو اللہ کے عہد پر لیا ہے جو انکے حق مین اللہ نے تم سے انکے ساتھ نرمی اور انپر شفقت کا عہد لیا ہے اور تم نے انکی

فروجهن بامر الله تعالى وحكمه فان نقضتم عهده الذي عهد اليكم وخنتم في امانته ينتقم منكم لهن وذلك لانهن
شرمگاہونکو اللہ کے امر اور اسکے حکم سے حلال کیا ہے پس اگر تم نے اسکے اُس عہد کو جو تم سے لیا ہے توڑ ڈالا اور اسکی امانت مین تم نے خیانت کی تو انکے لیے تم سے بدلہ لیگا اور یہ اسلیے ہے کہ

اماء الله تعالى فاذا تزوجتموهن بامر الله تعالى وحكمه يكن عندكم امانة ووديعة من الله تعالى فاذا اذيتموهن
وہ اللہ تعالی کی لونڈیاں ہین سو جب تم نے انکو اللہ کے امر اور اسکے حکم سے اپنا جوڑا بنایا تو وہ تمھارے پاس اللہ تعالی کیطرف سے امانت ہین پس جب تم نے اُن کو

بالباطل ولم تعاشروهن بالمعروف فكانكم نقضتم عهد الله تعالى وخنتم في امانته فينتقم منكم لهن ولكم عليهن
ناحق ستایا اور اچھی طرح گذران نہ کیا تو گویا تم نے اللہ تعالی کا عہد توڑ ڈالا اور اسکی امانت مین تم نے خیانت کی سو انکے لیے تم سے بدلہ لیگا اور تمھارا حق اُنپر

من الحق ان لا ياذن احدا ان يدخل بيوتكم بغير اذنكم فان فعلن ذلك فاضربوهن ضربا غير مبرح بحيث
یہ ہے کہ کسی کو یہ اجازت نہ دین کہ تمھارے گھرون مین تمھاری بے اجازت آجائے اور اگر وہ ایسا کرین تو انکو مارو اسقدر کہ ہڈی نہ ٹوٹے اس طرح سے

يولمهن ولا يكسر عظمهن ولا يدمي جسمهن ولهن عليكم من الحق رزقهن وكسوتهن بالمعروف فعلم من هذا
کہ دکھ پہونچے اور ہڈی نہ ٹوٹنے پائے اور انکا بدن لہولہان نہو جائے اور تمپر انکا حق اچھی طرح کھانا اور کپڑا دینا ہے اس سے معلوم ہوا کہ

ان بين الزوجين حقوقا يجب مراعاتها اما ما كان على الرجل من حقوق النساء فالانفاق عليهن بالمعروف اذ قد
جورو خاوند مین ایسے حقوق ہین جنکا لحاظ رکھنا واجب ہے اور عورتون کا حق جو مرد پر ہے وہ انپر اچھی طرح خرچ کرنا ہے اسلیے کہ

قال الفقهاء يجب على الرجل نفقة زوجته سواء دخل بها او لم يدخل بها وسواء كانت مسلمة او ذمية او فقيرة او
فقہانے کہا ہے کہ مرد پر نفقہ بی بی کا واجب ہے خواہ اُس سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو اور وہ مسلمان ہو یا کافرہ یا فقیر ہو یا

غنیۃ لان غناءھا لا یبطل حقھا فی النفقۃ علی زوجھا سواء کانت کبیرۃ او صغیرۃ قابلۃ للوطی وان لم تکن قابلۃ للوطی لا
کہ اُسکی توانگری اُسکے نفقہ کا حق جو خاوند پر ہی باطل نہین کردیتی خواہ جوان ہو یا نابالغہ صحبت کے قابل ہو اور اگر صحبت کے قابل نہو تو اُسکا دولتمند اسلیے

یجب علیہ نفقتھا والنفقۃ الواجبۃ علی ما روی ھشام عن محمد الطعام والکسوۃ والسکنی اما الطعام فالدقیق والماء و
نفقہ واجب نہین ہی اور نفقہ واجب ہشام کے امام محمدؒ سے روایت کرنے کے موافق کھانا ہی اور کپڑا اور رہنے کا گھر کھانا تو آٹا اور پانی اور

والحطب والملح والدھن فان قالت المرأۃ لا اطبخ ولا اخبز قال قاضیخان فی فتاواہ لا تجبر علی الطبخ والخبز وعلی الرجل
ایندھن اور نمک اور روغن ہیں اگر عورت کہے کہ مین نہ پکاؤنگی اور نہ روٹی بناؤنگی تو قاضی خان نے اپنے فتاوی مین کہا ہی کہ روٹی سالن پکانے پر مجبور نہ کرینگے اور مرد پر لازم ہے

ان یأتیھا الطعام المھیأۃ او یأتیھا من یکفیھا عمل الطبخ والخبز ھذا فی القضاء واما فی الدیانۃ فیجب علیھا ان تفعل کل خدمۃ
کہ اُسکو تیار کھانا لادے یا ایسا آدمی جو سالن روٹی پکا دیا کرے یہ حکم تو قضا کا ہی اور دیانت مین اُسپر واجب ہی کہ گھر کے اندر کا ہر کام کیا کرے

فی داخل الدار من الطبخ والخبز وغسل الثیاب وغیرھا حتی لو لم تفعل شیئا منھا تکون آثمۃ وان لم یجبر علیھا وان کان
جیسے پکانا اور روٹی بنانا اور کپڑے دھونا اور سوا اسکے اور کام یہانتک کہ اگر اُس مین سے کچھ نہ کریگی تو گنہگار ہوگی اگرچہ اُسپر مجبور نہ کی جائیگی اور اگر

لھا خادم یجب علی زوجھا نفقۃ خادمھا ان کان الخادم یطبخ ویخبز وان کان لا یطبخ ولا یخبز لا یجب علیہ نفقتہ لان
عورت کا کوئی خادم ہو تو خاوند پر اُسکے خادم کا بھی خرچ واجب ہی بشرطیکہ سالن روٹی پکاتا ہو اور اگر وہ نہ سالن پکائے اور نہ روٹی تو اسکا خرچ واجب نہین اسلیے کہ

نفقتہ فی مقابلۃ خدمتہ فاذا لم یطبخ ولم یخبز لا یجب علیہ نفقتہ بخلاف المرأۃ فان نفقتھا لیست فی مقابلۃ الخدمۃ
خادم کا خرچ خدمت کے بدلے تھا تو جب وہ سالن روٹی نہین پکاتا تو خرچ بھی واجب نہین بخلاف بی بی کے کیونکہ اُسکا خرچ خدمت کے بدلے مین نہین ہے

بل فی مقابلۃ الاحتباس فقد حبست نفسھا لحق زوجھا فکانت نفقتھا علی زوجھا وینبغی لہ ان یوسع علیھا فی النفقۃ
بلکہ اپنے گھر روک رکھنے کے بدلے مین ہی کہ اُسنے اپنے آپ کو خاوند کے حق کے لیے روک رکھا ہی لہذا اُسکا خرچ شوہر پر ہی اور اُسکو چاہیے کہ خرچ مین بی بی پر فراخی رکھے

اذا اوسع اللہ علیہ ویعتدل فیھا من غیر تقتیر ولا اسراف کما قال اللہ تعالی کلوا واشربوا ولا تسرفوا واھم ما یجب علیہ
جبکہ خدا اُسکو زیادہ عنایت کرے اور اُس مین اعتدال رکھے نہ کمی ہو نہ زیادتی جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی کھاؤ اور پیو اور مت اُڑاؤ اور سب سے زیادہ ضروری جو اُسپر واجب ہے یہ ہی

ان یطعمھا من الحلال ولا یدخل لاجلھا مداخل السوء فان ذلک خیانۃ علیھا لا رعایۃ لحقھا وینبغی لہ ان یامرھا
کہ اُسکو حلال سے کھلائے اور اُسکے لیے برے طریقوں مین نہ پڑے کیونکہ یہ اُسکے حق مین خیانت ہی نہ کہ اُسکے حق کی رعایت اور شوہر کو چاہیے کہ اُسکو بچے ہوئے کھانے

بالتصدق ببقایا الطعام وما یفسد لو ترک واما الکسوۃ فقدرھا محمد بدرعین وخمارین وملحفۃ فی کل سنۃ واراد
اور اُس چیز کے خیرات کردینے کا حکم دے جو رکھنے سے بگڑ جائے اور رہا کپڑا سو اُسکا اندازہ امام محمدؒ نے دو کرتے اور دو اوڑھنیاں اور ایک لحاف ہر سال مین مقرر کیا ہی اور

بالدرعین والخمارین صیفیا وشتویا فالصیفی ما یکون رقیقا یصلح لزمان الحر والشتوی ما یکون ثخینا یصلح لدفع البرد
دو کرتے اور دو دوپٹے سے مراد گرمی جاڑے کے ہین سو گرمی کے دونون کا باریک ہو جو گرمی کے زمانہ کے لائق ہو اور جاڑے کا گاڑھا جو سردی کو دفع کرنیکے لائق ہو

ولم یذکر الخف والکعب لان ذلک انما یحتاج الیہ للخروج ولیس علی الزوج تھیئۃ اسباب الخروج ولم یذکر السراویل
اور موزے اور جوتے کا ذکر نہین کیا کیونکہ انکی حاجت تو باہر نکلنے کے لیے ہوتی ہی اور خاوند کے ذمہ باہر پھرنے کا سامان نہین ہی اور پاجامہ کا بھی ذکر نہین کیا

ایضا ولا بد منہ فی الشتاء حتی قال قاضیخان فی فتاواہ ھذا فی عرفھم واما فی دیارنا فیجب السراویل وثیاب اخر
اور جاڑون مین اسکا ہونا ضروری ہی یہانتک کہ قاضی خان نے اپنے فتاوی مین کہا ہی یہ لباس اُنکے دستور کا ہی اور رہا ہمارا ملک سو پاجامہ اور اور کپڑے واجب ہین

کالجبۃ والفراش الذی ینام علیہ واللحاف وما یدفع الحر والبرد ویجب لخادمھا قمیص وازار وکساء وخف لانھا تحتاج
جیسے کرتا اور بستر جسپر سوتے ہین اور لحاف اور جو چیز گرمی اور سردی کو دفع کرے اور عورت کے خادم کے لیے کرتا اور ازار اور چادر اور موزہ واجب ہی کیونکہ اُسکو

الخروج للمصالح الخارجۃ من الرسالۃ الی الابوین ونحو ذلک ولا یجب لھا الخمار لان شعرھا لیس بعورۃ واما السکنی
باہر کے کاروبار کے لیے نکلنے کی ضرورت ہی جیسے کہ بی بی اپنے ماں باپ کو پاس کچھ کہلا بھیجے یا اور کسی کام کو بھیجے اور اُس لونڈی کے لیے اوڑھنی واجب نہین اسلیے کہ اُسکے بال عورت نہین ہین اور رہا رہنے کا

فحقھا فی الدار بیت علی حدۃ تامن علی متاعھا ولا تستحیی عن غیرھا فی معاشرۃ زوجھا فان کان للزوج اجماع من والدۃ
بس اُسکا حق احاطہ کے اندر ایک علیحدہ کوٹھری مین ہی جس مین اُسکا اسباب محفوظ رہے اور خاوند کے ساتھ گذران مین غیر سے شرمائے نہین اور اگر شوہر کا کوئی اجماع بھائی ہو

اوامة ولها من غيره فقالت اجعلني في بيت على حدة كان لها ذلك لانها لا تامن على متاعها وتستحيي عن المعاشرة مع زوجها

یا باندی ہو اور دوسری بی بی سے کوئی اولاد ہو پس وہ بی بی کہے کہ مجکو علاحدہ گھر مین رکھو تو بی بی کو یہ حق پہونچتا ہے اسلیے کہ وہ اپنے اسباب کے گم ہونے سے بے خوف نہین اور اپنے خاوند کے ساتھ گذران مین شرمائیگی

ان كان البيت في الدار واحدا وان كان متعددا فاعطاها بيتا يغلق ويفتح لم تكن لها ان تطلب بيتا اخر ان لم يكن في الدار

اگر احاطہ کے اندر ایک ہی حجرہ ہو اور اگر کئی حجرے ہون اور اسکو ایک حجرہ دیدیا کہ جب چاہے بند کرے اور جب چاہے کھولے تو اب اسکو یہ حق نہین پہونچتا کہ اور حجرہ مانگے اگر احاطہ کے

من احماء الزوج من يؤذيها الا ان يكون الزوج يضربها ويؤذيها فشكت الى القاضي فسئلت ان يسكنها بين قوم

اندر خاوند کے بھائی بند ایسے نہون جو اسکو ستاتے ہون ہان مگر اس صورت مین کہ خاوند اسکو مارتا ہو اور ستاتا ہو اور وہ قاضی کے پاس نالش کرے اور درخواست کرے کہ مجکو ایسے نیک

صالحين يعرفون احسانه واساءته فالقاضي ان علم ان الامر كما قالت يزجره عن ذلك ويمنعه عن التعدي وان لم يعلم

لوگون مین بسائے جو اسکی بھلائی برائی کو دیکھتے رہین پس قاضی اگر جان لے کہ یہی بات ہے جو عورت نے کہی تو اسکو گھڑک دے اور ظلم سے اسکو منع کرے اور اگر یقین نہ ہو

ان الامر كما قالت ينظر في جيران الدار ان كانوا قوما صالحين يسألهم هل الامر كما قالت فان قالوا ان الامر كما قالت

کہ حال عورت کے کہنے کے موافق ہے تو اب اس گھر کے ہمسایون کو دیکھے اگر وہ نیک لوگ ہون تو ان سے دریافت کرے کہ آیا واقعی حال اس عورت کے قول کے موافق ہے پس اگر وہ کہین کہ وہی حال ہے جو عورت نے کہا

يزجره عن ذلك ويمنعه عن التعدي وان قالوا ليس الامر كما قالت يتركها في تلك الدار وان لم يكونوا قوما صالحين او

تو اسکو گھڑک دے اور ظلم سے منع کر دے اور اگر وہ کہین کہ عورت نے جو کہا ویسا حال نہین تو اسکو اسی گھر مین رہنے دے اور اگر ہمسایہ نیک لوگ نہون یا

كانوا يميلون اليه يأمره ان يسكنها بين قوم صالحين كي يعرفوا احوالها في حقها ويخبروا عن ذلك عند الحاكم اذ لا يجوز

شوہر کے طرفدار ہون تو اسکو حکم دے کہ اسکو نیک لوگون مین رکھے تاکہ بی بی کے حق مین اسکا معاملہ دیکھین اور حاکم کو اسکی خبر کرین اسواسطے کہ مرد کو جائز

للرجل ان يتعدى في حق النساء بل يلزمه حسن الخلق معهن واحتمال الاذى منهن وعدم الالتفات الى بعض معائبهن

نہین کہ عورتون کے حق مین ظلم کرے بلکہ مرد کو عورتون کے ساتھ خوش خلقی کرنی چاہیے اور انکی ایذا کی برداشت کرے اور انکے بعضے عیبون کی طرف کچھ التفات نکرے

ما لم يكن اثما ترحما عليهن لقصور عقولهن بل ينبغي له ان يزيد على احتمال الاذى الملاعبة فيداعبهن بما لا اثم فيه فان

جب تک وہ گناہ نہون انکی کم عقلی کی وجہ سے انپر رحم کھائے بلکہ اسکو چاہیے کہ ایذا کی برداشت پر اتنی بات بڑھا دے کہ انسے ملاعبت کیا کرے لہذا ایسی طرح انسے کھیلے کودے جسمین گناہ نہو کیونکہ

ملاعبة الرجل مع نسائه ليست من اللهو الباطل الذي نهي عنه في الدين بل هي من اللهو الجائز رخص فيه في الدين

بی بی کے ساتھ مرد کا کھیل کود لہو باطل کی قسم سے نہین ہے جو دین کے اندر ممنوع ہو بلکہ یہ جائز لہو ہے دین مین اسکی اجازت ہے

فانه عليه السلام كان يمزح مع نسائه وينزل الى درجات عقولهن حتى روي انه عليه السلام كان يسابق مع عائشة

کیونکہ نبی علیہ السلام اپنی بیبیون کے ساتھ ہنسا کرتے تھے اور انکی عقلون کے موافق کام کیا کرتے تھے یہانتک کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام حضرت عائشہؓ کے ساتھ شرط

في العدو وجاء في الخبر انه عليه السلام كان من افكه الناس مع نسائه اي من اطيبهم وامزحهم معهن وروي انه

کرکے دوڑا کرتے تھے اور حدیث مین آیا ہے کہ نبی علیہ السلام اپنی بیبیون کے ساتھ سب سے زیادہ ظریف تھے یعنی سب سے زیادہ خوش مزاج ہنسی کرنیوالے تھے اور روایت ہے کہ نبی

عليه السلام قال اكمل المؤمنين ايمانا احسنهم خلقا والطفهم باهله وفي حديث اخر انه عليه السلام قال خيركم خيركم

علیہ السلام نے فرمایا کہ ایمان مین بڑا کامل مومن وہ ہے جو اپنی اہل سے زیادہ خوش خلق اور زیادہ مہربان ہو اور ایک اور حدیث مین ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم مین سے اچھا وہ ہے جو اپنی

لاهله لكن ينبغي له ان لا ينبسط معهن في حسن الخلق والملاعبة الى حد يفسد خلقهن ويسقط بالكلية هيبته عندهن

اہل کے ساتھ اچھا ہو لیکن مرد کو یون چاہیے کہ خوش خلقی اور کھیل مین اتنا نہ کھل پڑے کہ انکی عادت بگڑ جائے اور انکے نزدیک اسکی ہیبت سراسر جاتی رہے

بل يراعي الاعتدال في ذلك فلا يدع الهيبة والانقباض مهما رأى منكرا ولا يفتح باب المساعدة في المنكرات البتة

بلکہ اس بات مین اعتدال کا لحاظ رکھے پس ہیبت اور انقباض کو نہ چھوڑے جب کوئی بری بات دیکھے اور بری باتون مین امداد کا دروازہ ہرگز نہ کھولدے

بل مهما رأى منهن ما يخالف الشرع يمنع ويغضب لان الله تعالى جعله قواما عليهن حيث قال الرجال قوامون على

بلکہ انسے جب کوئی بات شرع کے خلاف دیکھے تو منع کردے اور غصہ کرے اسلیے کہ اسکو اللہ تعالی نے انپر حاکم بنایا ہے چنانچہ فرمایا ہے مرد حاکم ہین عورتون پر

النساء فيلزمه ان يقوم عليهن بالامر والنهي ولا يتغافل عن مبادي الامور التي يخشى غوائلها بل ينبغي له ان يكون

لہذا مرد کو لازم ہے کہ بیبیون پر امر اور نہی کرتا رہے اور ایسے ابتدائی کامون مین غفلت نہ کرے جنکے انجام کی برائی کا خوف ہو بلکہ اسکو یون چاہیے کہ

صاحب غيرة لكن لا يبالغ في التعنت واساءة الظن وتجسس البواطن اذ روي انه عليه السلام نهى ان يتتبع عورات
صاحب غیرت رہے لیکن عیب جوئی اور بدگمانی اور باطن کی تلاش بھی زیادہ نہ کرے اسلیے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے عورتوں کے عیوب ڈھونڈھنے سے منع فرمایا ہے
النساء وفي لفظ آخر ان يتعنت النساء فان غيرة الرجل على اهله من غير ريبة يبغضها الله تعالى كما جاء في الحديث
اور دوسری عبارت میں یہ ہے کہ عورتوں کے عیب کی تلاش سے منع کیا کیونکہ اپنی اہل پر بغیر کسی شک کے مرد کی غیرت کو اللہ تعالی ناپسند فرماتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے
انه عليه السلام قال غيرة يبغضها الله تعالى وهي غيرة الرجل على اهله من غير ريبة لان ذلك من سوء الظن الذي
کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک ایسی غیرت ہے کہ اللہ تعالی اسکو ناپسند فرماتا ہے اور وہ بلا کسی شک کے اپنی بیوی پر مرد کا غیرت کرنا کیونکہ یہ بد گمانی ہے جسکی
وقع النهي عنه فان بعض الظن اثم واما الغيرة في محلها فلا بد منها وهي محمودة لما روي انه عليه السلام قال ان الله يغار
ممانعت آئی ہے کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور رہی وہ غیرت جو اپنے موقع پر ہو وہ تو ضرور چاہیے اور وہ اچھی ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا بیشک اللہ غیرت کرتا ہے
وان المؤمن يغار وغيرة الله ان ياتي المؤمن ما حرم الله عليه وفي حديث آخر انه عليه السلام قال اني لغيور وما
اور بیشک مومن غیرت کرتا ہے اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ مومن ایسا کام کرے جو اللہ نے اسپر حرام کیا ہے اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں بڑا غیرت والا ہوں اور نہیں
امرؤ لا يغار الا منكوس القلب والطريق المغنية عن الغيرة ان لا يدخل عليهن رجل ولا يخرجن الى الطرقات لان
کوئی مرد جو غیرت نہ کرتا ہو مگر اوندھے دل والا اور وہ راہ جو بیغیرتی سے بچالے یہ ہے کہ انکے پاس مرد نہ آئے اور رستوں پر نہ نکلیں کیونکہ
خروجهن يعد من عدم الغيرة فيلزم للرجل ان يمنع زوجته عن الخروج من البيت ولا يأذن لها بالخروج الا
انکا نکلنا بیغیرتی میں شمار ہے پس مرد کو لازم ہے کہ اپنی بی بی کو گھر سے نکلنے سے منع کرے اور نکلنے کی انکو اجازت نہ دے مگر
في مواضع مخصوصة وهي ما قال صاحب الخلاصة نقلا عن مجموع النوازل يجوز للزوج ان ياذن لها بالخروج الى
چند خاص خاص جگہ اور یہ وہ ہیں جو مصنف خلاصہ نے مجموع النوازل سے نقل کرکے کہا ہے مرد کو جائز ہے کہ اپنی بی بی کو سات جگہ
سبعة مواضع زيارة الابوين وعيادتهما وتعزيتهما او احدهما وزيارة المحارم وبعد بيان هذه السبعة قال
جانے کی اجازت دے ماں باپ کی ملاقات اور انکی بیمار پرسی اور دونوں کی یا ایک کی تعزیت اور محرموں کی ملاقات کے لیے اور ان سات جگہ کو بیان کرکے کہا ہے
فان كانت قابلة اي غسالة او كانت لها حق على آخر او لآخر عليها حق تخرج بالاذن وبغير الاذن وفيما عدا ذلك من
پس اگر وہ عورت دائی ہو یا مردہ کے غسل دینے والی یا اسکا کسی پر حق آتا ہو یا کسی اور کا اسپر حق آتا ہو تو اجازت سے اور بے اجازت ہر طرح جائے اور انکے سوا
زيارة الاجانب وعيادتهم والوليمة لا ياذن لها ولو اذن وخرجت كانا عاصيين والاذن قد يكون بالسكوت وهو
غیروں کی ملاقات یا انکی عیادت یا ولیمہ کے لیے جانے کی اجازت نہ دے اور اگر اسنے اجازت دی اور وہ گئی تو دونوں گنہگار ہونگے اور اجازت کبھی چپ رہنے سے بھی ہوتی ہے اور وہ بھی
كالقول لان النهي عن المنكر فرض وان ارادت ان تخرج الى مجلس العلم بغير رضى الزوج ليس لها ذلك الا ان تقع
زبانی اجازت کے مثل ہے اسلیے کہ ممانعت بری بات سے فرض ہے اور اگر عورت علم کی مجلس میں بغیر رضامندی خاوند کے جانا چاہے تو اسکو یہ حق نہیں مگر اسصورت میں کہ عورت کو
لها نازلة وامتنع الزوج من السؤال لها فحينئذ يسعها الخروج من غير رضى الزوج لان طلب العلم فيما يحتاج
کوئی واقعہ پیش آئے اور خاوند خود اسکی طرف سے نہ پوچھے تو اب اسکو جائز ہے کہ بے مرضی خاوند کے چلی جائے اسلیے کہ ضروری باتوں میں علم کا حاصل کرنا
اليه فرض على كل مسلم ومسلمة فيقدم على حق الزوج وان سأل الزوج من العالم واخبرها بذلك لا يسعها الخروج
ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے لہذا یہ خاوند کے حق پر مقدم ہے اور اگر خاوند نے کسی عالم سے پوچھ کر اسکو بتادیا تو اب اسکو نکلنا جائز نہیں
وان لم تقع لها نازلة لكن ارادت ان تخرج الى مجلس العلم لتتعلم مسألة من مسائل الوضوء والصلوة ان كان الزوج
اور اگر اسکو کوئی واقعہ تو نہیں پیش آیا لیکن مجلس علم میں اسلیے جایا چاہتی ہے کہ کچھ مسئلے وضو اور نماز کے سیکھ لے تو اگر اسکا خاوند
يحفظ المسائل ويذكرها عنده فله ان يمنعها وان كان لا يحفظ فالاولى ان ياذن لها احيانا وان لم ياذن لا شيء
مسائل جانتا ہو اور اسکو بتاتا ہو تو خاوند کو منع کرنیکا اختیار ہے اور اگر اسکو مسائل نہیں آتے تو بہتر ہے کہ کبھی کبھی اسکو جانے دیا کرے اور اگر اجازت نہ دے تو کچھ گناہ نہیں
عليه ولا يسعها الخروج ما لم يقع عليها نازلة وان خرجت من بيت زوجها بغير اذنه يلعنها كل ملك في السماء
اور اسکو جانا درست نہیں ہے جب تک کوئی واقعہ پیش نہ آئے اور اگر وہ خاوند کے گھر سے اسکی بغیر اجازت چلی گئی تو آسمان و زمین کا ہر ہر فرشتہ اور

الا في تجلها لا الا دمي والجني فخروجها من بيته بغير اذنه حرام عليها قال ابن الهمام وحيث ابحنا لها الخروج فانما

جس ... سبب اسپر لعنت کرتے ہین سوا انسان اور جن کے پس عورت کا خاوند کے گھر سے بلا اجازت نکلنا حرام ہو ابن ہمام نے کہا ہو اور جس جگہ اسکو جانیکی اجازت ہے تو

يباح بشرط عدم الزينة وتغيير الهيأة الى ما لا يكون داعيا الى نظر الرجال واستمالتهم اذ قال الله تعالى ولا تبرجن

اس شرط سے اجازت ہو کہ بن سنور کے نہو اور ایسی صورت بدل کر جائے کہ جس سے مردونکو اُدھر دیکھنے کی رغبت اور چاہ نہو اسلیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہو اور نہ نکلین وہ

تبرج الجاهلية الاولى والتبرج على ما ذكره في الصحاح اظهار المرأة زينتها ومحاسنها للرجال فالمرأة كلما كانت مخفية

پہلی جاہلیت کے نکلنے کیطرح اور تبرج موافق بیان صحاح کے عورت کا اپنی زینت اور خوبی کو مردونکے سامنے ظاہر کرنا ہو پس عورت جب تک مردون سے

من الرجال كان دينها اسلم لما روي انه عليه السلام قال لابنته فاطمة اي شيء خير للمرأة قالت ان لا ترى رجلا

پوشیدہ ہو تو اسکا دین بچا ہوا ہو اسلیے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی بیٹی فاطمہ سے فرمایا عورت کے لیے کیا بات بہتر ہو عرض کیا یہ کہ وہ کسی مرد کو نہ دیکھے

ولا يراها رجل واستحسن قولها وضمها اليه وقال ذرية بعضها من بعض وكان اصحاب النبي صلى الله عليه و

اور نہ کوئی مرد اسکو دیکھے اور آپ نے انکا قول پسند فرمایا اور سینہ سے انکو لگا لیا اور فرمایا اولاد ایک ایک سے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب

سلم يسدون الثقب والكوى في الحيطان لئلا تطلع النساء على الرجال ورأى معاذ امرأته تطلع في كوة

دیوارون کے سوراخ اور جھروکے بند کردیا کرتے تھے تاکہ عورتین مردونکو نہ جھانکین اور حضرت معاذ نے اپنی بی بی کو دیکھ لیا کہ روشندان سے جھانک رہی تھی

فضربها فينبغي للرجل ان يفعل كذلك ويمنع امرأته عن مثل ذلك ثم ان كان في قلبها بدعة يزيلها ويلقنها اعتقاد

اسپر اسکو مارا پس مرد کو چاہیے کہ ایسا ہی کیا کرے اور اپنی بی بی کو ایسی باتون سے منع کرے پھر اگر عورت کے دل مین کوئی بدعت ہو تو اسکو دفع کرے اور اہل سنت اور جماعت

اهل السنة والجماعة ويعلمها من احكام الصلوة والحيض والنفاس ما تحتاج اليه فان تساهلت في امر الدين

کا عقیدہ اسکو بتائے اور نماز اور حیض اور نفاس کے احکام جسکی اسکو حاجت ہوتی ہو بتلادے اور اگر دین کے کام مین سستی کرے

او كانت تاركة للصلوة يؤدبها لكن يتدرج في تاديبها فيقدم اولا الوعظ والتخويف بالله تعالى فان لم تنجع

یا بے نمازن ہو تو اسکو ادب دے لیکن اسکے ادب دینے مین رفتہ رفتہ کام لے کہ پہلے تو سمجھائے اور اللہ تعالی سے ڈرائے پس اگر وہ نہ مانے

يولي اليها ظهره في المضجع او ينفرد عنها بالفراش ويهجرها الى ثلث ليالي فان لم تنجع يضربها ضربا غير مبرح ولا

تو سونے مین اسکی طرف سے منھ پھیر کر پیٹھ کردے یا اس سے جدا بچھونے پر سوئے اور تین رات تک بچھونا جدا رکھے پھر بھی اگر وہ نہ مانے تو اسکو اتنا مارے کہ ہڈی نہ ٹوٹنے پائے اور

يضرب وجهها لورود النهي عنه فان لم تنجع يطلقها كما قال قاضيخان في فتاواه رجل له امرأة لا تصلي يطلقها و

منھ پر نہ مارے کہ اسکی ممانعت آئی ہو پھر بھی اگر نہ مانے تو اسکو طلاق دیدے جیسا کہ قاضیخان نے اپنے فتاوی مین کہا ہو کہ جس مرد کی جورو نماز نہ پڑھتی ہو تو اسکو طلاق دیدے اور

ان لم يكن له مال يوفي مهرها وقال البزازي لان يلقى الله تعالى ومهرها في عنقه اولى من ان يطأ امرأة لا تصلي وقد

اگر اسکے پاس اتنا مال نہو کہ اسکا مہر ادا کرے اور بزازی کہتا ہو بیشک مہر گردن پر لیکر اللہ تعالی سے ملنا بے نماز عورت سے صحبت کرنے سے بہتر ہے اور بے شک

مدح الله تعالى اسمعيل النبي عليه السلام بقوله وكان يأمر اهله بالصلوة والزكوة وقالوا حمل اهل بيته على الصلوة

اللہ تعالی نے اسمٰعیل نبی علیہ السلام کی اس قول سے تعریف کی ہو اور حکم کرتے تھے اپنے گھر والی کو نماز اور زکوۃ کا اور کہتے ہین کہ اپنی گھر والی کو نماز پر آمادہ کرنا

سبب لافتتاح باب الرزق وقال صاحب الخلاصة للزوج ان يضرب المرأة على اربع خصال وما هو في معنى

دروازہ رزق کے کھل جانیکا سبب ہو اور صاحب خلاصہ نے کہا ہو خاوند کو حق ہو کہ بی بی کو چار باتون پر مارے یا اور کوئی بات جو ان چار کے

الاربع احدها الخروج عن منزله بغير اذنه بعد ايفاء مهرها والثانية ترك الزينة اذا اراد الزوج الزينة و

حکم مین ہو ایک تو مہر دیدینے کے بعد خاوند کے گھر سے بے اجازت نکلنا اور دوسرے بناؤ سنگار نہ کرنا جب خاوند سنگار کو چاہتا ہو اور

الثالثة ترك الاجابة اذا اراد الزوج الجماع وهي طاهرة والرابعة ترك الصلوة وبمنزلة ترك الصلوة ترك الغسل

تیسرے جب خاوند صحبت کا ارادہ کرے اور وہ عورت پاک بھی ہو تو قبول نہ کرنا اور چوتھے نماز نہ پڑھنا اور نماز ہی کے چھوڑنے کے مثل جنابت یا حیض سے

عن الجنابة والحيض ثم انه ان اراد ان يتزوج باخرى وعلم انه يعدل بينهما يجوز له ذلك لكن ان لم يفعل فهو

غسل نہ کرنا ہو پھر اگر مرد چاہتا ہو کہ اور عورت سے نکاح کرے اور یقین ہو کہ مین دونون مین برابری کرونگا تو اسکو یہ جائز ہو لیکن اگر نہ کرے تو وہ

ما جور لتركه ادخال الغم عليها لا سيما اذا كانت امرأة صالحة فان صلاحها وعفتها نعمة [illegible]
تو اجر پائیگا کیونکہ اپنی بی بی کو غم میں ڈالنے سے باز رہا خاصکر جبکہ وہ نیک عورت ہو کیونکہ عورت کی نیک بختی اور پاکدامنی بڑی نعمت ہے جسکا شکر ادا نہیں ہوسکتا اور اگر

خاف انه لا يعدل بينهما لا يجوز له ان يفعل ذلك لان الله تعالى وان جعل له ذلك حلالا حيث قال فانكحوا
ڈر ہو کہ میں دونوں میں برابری نہ کر سکونگا تو ایسا کرنا جائز نہیں اسلیے کہ اللہ تعالی نے اگرچہ اسکے لیے یہ حلال کیا ہے چنانچہ فرمایا پس نکاح کرو

ما طاب لكم من النساء مثنى وثلث وربع الا انه تعالى عقيب ذلك قال فان خفتم الا تعدلوا فواحدة
جو تم کو خوش آئیں عورتیں دو دو تین تین چار چار لیکن اللہ تعالی نے اسی کے بعد فرمایا ہے پھر اگر ڈرو اس سے کہ برابری نہ رکھوگے تو ایک ہی سے

فان من كانت له امرأتان او اكثر يجب عليه ان يقسم ويعدل بينهن سواء كان صحيحا او مريضا فيكون عند كل
بیشک جسکی دو عورتیں یا زیادہ ہوں تو اسپر واجب ہے کہ انمیں وقت کی تقسیم اور برابری کرے خواہ تندرست ہو یا بیمار لہذا ان میں سے ہر ایک کے

واحدة منهن يوما وليلة او ثلثة ايام ولياليها ولا يقيم عند احدهن اكثر من ذلك الا باذنهن وفي الثيب والبكر
پاس ایک دن رات یا تین دن رات رہا کرے اور ان میں سے کسی کے پاس اس سے زیادہ بلا انکی اجازت کے رہا کرے اور غیر کنواری اور کنواری

والمراهقة والبالغة والعاقلة والمجنونة والمسلمة والكتابية والصحيحة والمريضة سواء في القسم وكذا الجديدة
اور جو جوانی کے قریب ہو اور جوان اور ہوش وحواس والی اور پگلی اور مسلمان اور کتابیہ اور تندرست اور بیمار تقسیم میں سب برابر ہیں اور ایسی ہی نئی

والعتيقة سواء في القسم عندنا سواء كانت الجديدة بكرا او ثيبا فانه ان قام عند الجديدة ثلثة ايام او سبعة
اور پرانی تقسیم میں ہمارے مذہب میں برابر ہیں خواہ وہ نئی کنواری ہو یا غیر کنواری پس اگر وہ کسی کے پاس تین دن یا سات دن رہے

ايام يقيم عند العتيقة كذلك ولا يميل الى بعضهن لما روي انه عليه السلام قال من كانت له امرأتان فمال الى
تو پرانی کے پاس بھی اتنا ہی رہے اور کسی ایک کی طرف زیادہ میلان نہ رکھے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسکی دو جورو ہوں پھر ایک کی طرف

احدهما دون الاخرى وفي رواية ولم يعدل بينهما جاء يوم القيمة واحد شقيه ساقط يعني ان احد جنبيه
جھک پڑا نہ دوسرے کی طرف اور ایک روایت میں یوں ہے اور دونوں میں برابری نہ کی تو قیامت کے دن اسطرح آئیگا کہ اسکا ایک جانب گرا ہوا ہوگا یعنی دو پہلو میں سے ایک پہلو

يكون مجروحا ساقطا بحيث يراه اهل العرصات ليكون له هذا زيادة في التعذيب فان الافتضاح اشد العذاب
زخمی گرا ہوا ہوگا اس طرح کہ اسکو میدان قیامت والے سب دیکھیں گے تاکہ اس سے اسکے عذاب میں اور زیادتی ہو جائے کیونکہ رسوائی کا بڑا عذاب ہے

لكن ينبغي ان يعلم ان القسم والعدل انما يجب في العطاء والمبيت دون الحب والوقاع لان الحب لا يدخل تحت
لیکن جاننا چاہیے کہ تقسیم اور برابری صرف خرچ دینے اور سونے میں واجب ہے نہ محبت اور صحبت میں اسلیے کہ محبت اپنے اختیار میں نہیں

الاختيار والوقاع يبتني على النشاط فلا يقدر على التسوية فيهما لما روي انه عليه السلام كان يقسم بين نسائه فيعدل
اور صحبت کرنا نشاط پر موقوف ہے لہذا ان دونوں میں برابری پر قدرت نہیں ہے اسلیے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام اپنی بیبیوں میں عدالت سے تقسیم کرتے تھے

ثم يقول اللهم هذا قسمي فيما املك فلا تلمني فيما تملك ولا املك قيل اراد به الحب لان عائشة رض كانت احب نسائه
پھر فرماتے تھے الہی یہ میری تقسیم ہے ان باتوں میں جن میں میں مختار ہوں پس مجھکو ملامت نہ کر جسکا تو مالک ہے اور میں مالک نہیں کہتے ہیں اس سے مراد محبت ہے اسلیے کہ حضرت عائشہ آپکو سب بیبیوں سے زیادہ پیاری تھیں

اليه وكانت سائر نسائه يعرفن ذلك الا انه عليه السلام كان يقسم بينهن ويعدل في العطاء والبيتوتة حتى
اور آپکی سب بیبیاں اسکو جانتی تھیں لیکن نبی علیہ السلام سب کو دینے اور سونے میں برابری کے ساتھ تقسیم کرتے تھے یہانتک کہ

في مرضه الذي توفي فيه اذ روي انه عليه السلام كان يطاف به محمولا في مرضه في كل يوم وليلة فيبيت عند
اس مرض میں بھی جس میں وفات پائی اسلیے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کو مرض میں ہر دن رات گود میں لیکر لیجاتے تھے پس ہر ایک کے یہاں رات کو

كل واحدة منهن وكان يقول اين انا غدا ففطنت ازواجه انه يريد يوم عائشة فاذن له ان يكون حيث شاء
سو رہا کرتے تھے اور پوچھا کرتے کل میں کہاں رہونگا پس آپکی بی بیاں سمجھ جاتیں کہ حضرت عائشہ کی باری کا پوچھنا مقصود ہے پس سبنے اجازت دیدی کہ آپ جہاں چاہیں رہیں

فقال فقد رضيتن بذلك فقلن نعم قال حولوني الى بيت عائشة فكان في بيتها حتى مات عندها وهما
پس آپ نے فرمایا تم سب اس امر پر راضی ہو سب نے عرض کی ہاں فرمایا مجھکو عائشہ رض کے گھر لیچلو پس عائشہ ہی کے گھر رہے یہانتک کہ ان ہی کے پاس وفات پائی اور

یجب علی الزوج من حقها ان یؤدی الیہا مهرها کاملا ان کان قادرا علی ادائہ وان لم یکن قادرا علی ادائہ ینوی ان یؤدی
ایک حق بی بی کا جو خاوند پر واجب ہی یہ ہی کہ اُسکا مہر پورا ادا کرے اگر اُسکے ادا پر قادر ہو اور اگر اُسکے ادا پر قدرت نرکھتا ہو تو نیت رکھے کہ جب قدرت ہو گی
الیہا اذا قدر لانہ تعالی قال وَاٰتُوا النِّسَاۤءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ای فریضۃ من اللہ تعالی فان اعطاء النساء مهورهن مما
اُسکو ادا کرونگا اسلیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی اور دے ڈالو عورتون کو اُنکا مہر خوشی سے یعنی اللہ کیطرف سے فرض ہی کیونکہ عورتون کو اُنکا مہر دیدینا
فرضہ اللہ تعالی فی الملۃ والدین فمن نوی ان لا یؤدی الیہا مهرها یجئ یوم القیمۃ زانیا لما روی انہ علیہ السلام قال ایما
اللہ تعالی نے مذہب اور دین مین فرض کیا ہی پس جسنے یہ نیت کی کہ اُسکا مہر اُسکو نہ دونگا تو قیامت کے دن زنا کار ہو کر آئیگا اسلیے کہ روایت ہی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص
رجل تزوج امرأۃ علی قل من المهر او اکثر لیس فی نفسہ ان یؤدی الیہا حقها لقی اللہ تعالی یوم القیمۃ وهو زان وان لا یطلب
کسی عورت سے نکاح کرے کم مہر پر یا زیادہ پر جسکے دل مین یہ بات نہین کہ اُسکا حق اُسکو دیدے تو قیامت کے دن خدا سے زناکاری کی حالت مین ملیگا اور دوسری یہ ہی کہ
منها المهلۃ لاداء مهرها الا ان یکون فقیرا او توجد المرأۃ طوعا لا کرها ولا یکلفها ان تهب لہ مهرها لان اللہ تعالی بعد
اُسکے مہر کے ادا کرنے کے لیے مہلت نہ مانگے ہان مگر اُس صورت مین کہ فقیر ہو یا بی بی اپنی خوشی سے اُسکو مہلت دیدے نہ زبردستی کرکے اور اُسکو یہ تکلیف نہ دے کہ اُسکو اپنا مہر بخشدے اسلیے کہ اللہ تعالی نے
ما قال وَاٰتُوا النِّسَاۤءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً قال فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا فمعناه علی ما فی
اس کہنے کے بعد اور دیدالو عورتون کو انکا مہر خوشی سے یہ فرمایا ہی پھر اگر وہ اُس مین سے کچھ چھوڑ دین تم کو خوشی دل سے تو وہ کھاؤ رچتا پچتا پس معنی اسکے حسب بیان
التیسیر وانوار التنزیل ان وهبن لكم بعضا من الصداق عن غایۃ الرضی وطیب القلب بلا اکراه ولا افتداء
تیسیر اور انوار التنزیل کے یہ ہین کہ وہ اگر کچھ تم کو مہر مین سے اپنی نہایت رضامندی اور دل کی خوشی سے بے زبردستی کیے اور بلا بدمعاملگی کے خوف کے
من سوء العشرۃ وانتفعوا بہ بلا تبعۃ فعلم من هذا ان الاستکثار فی الاستیهاب مکروه لانہ تعالی کما جعل عقد النکاح
بخشدین تو اُس سے فائدہ اُٹھاؤ بلا اسکے کہ تمھارے ذمہ کچھ باقی رہے پس اس سے معلوم ہوا کہ بہت کہہ کر بخشوانا مکروہ ہے اسلیے کہ اللہ تعالی نے جسطرح کہ عقد نکاح کو
بید الزوج ان شاء یمسکها وان شاء یرسلها بلا اختیار منها کذلك جعل حلقۃ سلسلۃ المهر فی رقبتہ و
خاوند کے اختیار مین رکھا ہی چاہی اُسکو رکھے اور چاہی چھوڑ دے بلا عورت کے کسی اختیار کے ایسے ہی مہر کی زنجیر کا حلقہ مرد کی گردن مین اور
ذمتہ فعقد النکاح یجرها الیہ وسلسلۃ المهر تجره الیہا فاستیهاب کل المهر ابطال لحقها وابقاء لحقہ فیہ ترك
ذمہ پر رکھا ہی پس عقد نکاح تو عورت کو خاوند کیطرف کھینچتا ہی اور مہر کی زنجیر خاوند کو عورت کیطرف کھینچتی ہی پس تمام مہر کا بخشوا لینا اُسکی حق تلفی اور اپنا حق
المعادلۃ وهو نوع من الظلم ولا یطلقها بغیر ضرورۃ الا ان تکون سیئۃ الخلق فاسدۃ الدین تارکۃ الصلوۃ لان
باقی رکھنا ہی اور اس مین نے انصافی ہی اور یہ ایک طرح کا ظلم ہی اور بے ضرورت اُسکو طلاق نہ دے مگر ایسی صورت مین کہ بدخو اور دین نے نماز ہو اسلیے کہ
الطلاق وان کان مباحا لکنہ من ابغض المباحات عند اللہ تعالی لما فیہ من ایذاء الغیر ولا یباح ایذاء الغیر من
طلاق اگرچہ جائز ہی لیکن یہ جائز اللہ کے نزدیک بہت ناپسند ہی اس مین غیر کو ایذا دینا ہی اور بے ضرورت کسی کو ایذا دینا جائز نہین
غیر ضرورۃ الا بجنایۃ من جانبها فاذا عزم علی تطلیقها بسبب الضرورۃ ینبغی ان یراعی عدۃ امور احدها ان یطلقها
مگر جبکہ اُسکی طرف سے کچھ خطا ہوئی ہو لیس جب کہ ضرورت سے اُسکی طلاق کا ارادہ کرے تو اُسکو چاہیے کہ کئی باتون کا لحاظ رکھے ایک تو یہ کہ اُسکو ایسے طہر مین
فی طهر لم یجامعها فیہ لان الطلاق فی الحیض والطهر الذی جامعها فیہ حرام والثانی ان یقتصر علی طلقۃ واحدۃ ولا
طلاق دے جس مین صحبت نہ کی ہو اسلیے کہ حیض مین طلاق دینا اور ایسے طہر مین جس مین صحبت کرچکا ہو حرام ہی اور دوسرے یہ کہ ایک ہی طلاق پر اکتفا کرے اور تین
یجمع الثلث لانہ بدعی قبیح والطلقۃ الواحدۃ بعد انقضاء العدۃ تفید المقصود مع انها ابعد من الندم لتمکنہ من التدارك
طلاق نہ جمع کردے اسلیے کہ یہ طلاق بدعی قبیح ہی اور ایک طلاق بھی عدت گذر جانے کے بعد مقصود کو مفید ہی باوجودیکہ ایک طلاق ندامت سے دور ہے کیونکہ عدت
بالرجعۃ فی العدۃ وتجدید النکاح بعد العدۃ واما اذا طلقها ثلثا فربما یندم ولا یمکنہ التدارك الا بالحلۃ وعقد الحلۃ
کے اندر رجعت سے اور بعد عدت کے از سر نو نکاح کر لینے سے تدارک پر قادر ہی اور اگر اُسکو تین طلاقین دیدین تو شاید نادم ہو اور اُسکا تدارک بدون حلالہ کے نہین ہو سکتا اور عقد حلالہ
منهی عنہ ویکون هو الساعی فیہ ویحتاج الی الصبر مدۃ مع کون قلبہ معلقا بزوجۃ الغیر یرجو ان یطلقها حتی تعود
ممنوع ہی اور یہی اُسکا کوشش کرنیوالا بنتا ہی اور ایک مدت تک صبر کی حاجت ہی باوجودیکہ اُسکا دل بیگانے کی بی بی سے لگا رہیگا اس امید پر کہ طلاق دیدے تو بعد عدت کے

الیہ بعد انقضاء عدتہا وکان ذلک ثمرۃ الجمع وفی الواحدۃ یحصل المقصود من غیر محظور والثالث ان یتلطف فی تطلیقہا

میرے پاس واپس آسکے اور یہ سب طلاق جمع کرکے دینے کا پھل ہے اور ایک طلاق میں بلا کسی خرابی کے مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور تیسرے یہ کہ اسکے طلاق دینے میں نرمی برتے

من غیر عنف ولا استخفاف ویطیب قلبہا بان یعطیہا شیئاً زائداً علی مہرہا علی سبیل المتعۃ وھی درع وخمار وملحفۃ عوضا

بلا سختی کرنے اور بلا حقارت کرنے کے اور اسکا دل خوش کر دے اسطرح کہ کچھ مہر سے زیادہ بطور متعہ کے دیدے اور وہ ایک کرتا اور ایک دوپٹا اور ایک چادر ہے وحشت

عن ایحاشہا والرابع ان لا یفشی سرہا ثم انہ ان طلقہا علی مال وھو خلع یکرہ لہ ان یاخذ ذلک المال ان کان النشوز من

اور غم دینے کے بدلہ میں اور چوتھے یہ کہ اسکا بھید نہ ظاہر کرے پھر اگر اسنے مال کے بدلہ طلاق دی اور یہی خلع ہے تو خاوند کو اس مال کا لینا مکروہ ہے اگر بدخوئی خاوند کی طرف سے

جانبہ لانہ اوحشہا بالارسال فلا یزید فی ایحاشہا باخذ المال وقد قال اللہ تعالیٰ وان اردتم استبدال زوج مکان زوج

ہو اسلیے کہ اسکو چھوڑ دینے کا رنج دیا ہے لہذا اسکا مال لیکر زیادہ وحشت میں نہ ڈالے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اگر بدلا چاہو ایک عورت کی جگہ دوسری عورت کو

وآتیتم احداہن قنطاراً فلا تاخذوا منہ شیئاً فانہ تعالیٰ نہی عن اخذ شئ یسیر من القنطار الذی ھو المال الکثیر

اور دیچکے ہو ایک کو ڈھیر مال کا تو نہ لو اس میں سے کچھ پس اللہ تعالیٰ نے بڑے ڈھیر میں سے جو بہت مال ہوتا ہے تھوڑے سے لینے کو بھی منع کیا ہے

فضلاً عن الکثیر وان کان النشوز من جانبہا یکرہ لہ ان یاخذ الزائد علی ما دفع الیہ من المہر ثم انہ ان اکرہ علی الخلع

چہ جائیکہ بہت لینا اور اگر نافرمانی عورت کیطرف سے ہو تو جتنا اسکو دیا ہے اس سے زیادہ لینا مکروہ ہے پھر اگر مرد نے اسکو خلع پہ مجبور کیا

والتزمت ان تعطیہ مالا للخلاص منہ واسقطت ما علیہ من المہر ونحوہ یقع الطلاق بلا لزوم ما التزمتہ من المال

اور عورت نے اس سے اپنا پلہ چھڑانے کو مال دینا مان لیا یا جو مہر وغیرہ خاوند کے ذمہ ہے اسکو معاف کر دیا تو طلاق پڑ جائیگی بلا اس مال کے لازم ہوئے جو اسنے ذمہ لیا ہے

وبلا سقوط ما علیہ من المہر ونحوہ لان الرضی شرط فی لزوم المال وسقوطہ والاکراہ یعدم الرضی علی ما بین فی موضعہ

اور بلا اس مہر وغیرہ کے معاف ہوئے جو خاوند کے ذمہ ہے اسلیے کہ مال لازم ہونے اور معاف ہونے میں رضامندی شرط ہے اور زبردستی میں رضامندی نہیں ہوتی جیسا کہ اپنی جگہ میں بیان ہو چکا ہے

ھذا الذی ذکر الی ھھنا ما کان علی الزوج من حقوق الزوجۃ واما ما کان علی الزوجۃ من حقوق الزوج فالقول الشافی

یہ جو کچھ یہاں تک مذکور ہوا ہے وہ ہے جو بی بی کے حق خاوند کے ذمہ ہیں اور رہے وہ جو بی بی کے ذمہ خاوند کے حقوق ہیں پس شافی بیان اسمیں یہ ہے

فیہ ان النکاح نوع رق والزوجۃ رقیقۃ الزوج کما قال النبی علیہ السلام النکاح رق فلینظر احدکم این یضع کریمتہ

کہ نکاح ایک قسم کی غلامی ہے اور زوجہ خاوند کی مملوک ہوتی ہے جیسا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ نکاح غلامی ہے پس ہر ایک دیکھ بھال لے کہ اپنی پیاری بی بی کو کہاں دیتا ہے

فانہ علیہ السلام بین فی ھذا الحدیث ان الاحتیاط فی حقہا اہم لکونہا رقیقۃ بالنکاح لا مخلص لہا بوجہ من الوجوہ

پس نبی علیہ السلام نے اس حدیث میں بیان فرما دیا کہ عورت کے حق میں احتیاط بہت ضرور ہے کیونکہ وہ نکاح کے سبب سے لونڈی ہو جاتی ہے جس سے خلاصی بجز خاوند کے طلاق دیے

الا بتطلیق الزوج واما الزوج فھو قادر علی التخلص منہا بتطلیقہا فاذا کانت المرأۃ رقیقۃ الزوج یلزمہا ان تصبر

اور کسی طرح ممکن نہیں اور رہا خاوند سو وہ طلاق دیکر اس سے خلاصی پانے پر قادر ہے پھر جب عورت خاوند کی لونڈی ہوئی تو اسکو لازم ہے کہ خاوند کی غیرت پہ

علی غیرتہ وترجوا علی ذلک من اللہ الثواب فان ذلک جہادہا لما ورد فی الحدیث ان جہاد المرأۃ حسن التبعل وھو

صبر کرے اور اسپر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امیدوار رہے کیونکہ یہی اسکا جہاد ہے اسلیے کہ حدیث میں آیا ہے کہ عورت کا جہاد حسن تبعل ہے یعنی

حسن المعاشرۃ مع زوجہا فعلیہا ان تطیعہ فی کل ما یامرہا مما لا معصیۃ فیہ اذ قد ورد فی عظیم حقہ علیہا

خاوند کے ساتھ نیک گذران پس اسکو لازم ہے کہ جس چیز کا خاوند حکم کرے اس میں اسکی اطاعت کرے جس میں گناہ نہ ہو اسلیے کہ عورت پر اسکا بڑا بھاری حق ہونے میں

اخبار کثیرۃ من جملتہا ما روی انہ علیہ السلام قال لو کنت آمر احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا

بہت حدیثیں آئی ہیں منجملہ انکے ایک روایت یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ کسی کا سجدہ کرے تو البتہ عورت کو حکم دیتا کہ خاوند کو سجدہ کیا کرے

من عظم حقہ علیہا وقالت عائشۃ اتت فتاۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا نبی اللہ انی فتاۃ اخطب فما

عورت پر خاوند کے بڑے حق ہونے کیوجہ سے اور عائشہ کہتی ہیں ایک جوان عورت نبی علیہ السلام کے پاس آئی پس عرض کیا اے نبی اللہ کے میں جوان عورت ہوں پیغام آیا کرتے ہیں سو

حق الزوج علی الزوجۃ فقال النبی علیہ السلام لو کان من قرنہ الی قدمہ صدید فلحسنہ ما ادیت شکرہ وقال

خاوند کا بی بی پر کیا حق ہے پس نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر خاوند کے سر سے پاؤں تک پیپ بہتی ہو پس یہ اسکو چاٹ لے تو بھی اسکا شکر ادا نہیں کیا اور ابن عباس

ابن عباسؓ اتت امرأة الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقالت یا نبی اللہ انی امرأة ایم وانی ارید ان اتزوج فما حق الزوج علی المرأة فقال
ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا یا نبی اللہ میں بے خاوند کی عورت ہوں اور میں نکاح کیا چاہتی ہوں سو خاوند کا بی بی پر کیا حق ہے پس نبی

النبی علیہ السلام من حق الزوج علی المرأة اذا اراد ها فی نفسها وهی علی ظهر البعیر ان لا تمنعه ومن حقه ان لا تعطی شیئا
علیہ السلام نے فرمایا ایک حق خاوند کا بی بی پر یہ ہے کہ اگر خاوند اسکی طرف رغبت کرے اور وہ اونٹ کی پیٹھ پر ہو تو انکار نہ کرے اور اسکا ایک یہ حق ہے کہ اسکے گھر سے اسکی

من بیته الا باذنه فان فعلت کان الوزر علیها والاجر له ومن حقه ان لا تصوم تطوعا الا باذنه فان فعلت جاعت
بلا اجازت کچھ نہ دے پس اگر دیگی تو اسپر گناہ ہوگا اور خاوند کو ثواب اور اسکا ایک یہ حق ہے کہ نفل روزہ اسکی بغیر اجازت نہ رکھے پس اگر ایسا کریگی تو بھوکی

وعطشت ولم یقبل منها ومن حقه ان لا تخرج من بیته الا باذنه فان فعلت لعنتها الملئکة حتی ترجع الی بیتها
اور پیاسی مریگی اور قبول نہوگا اور اسکا ایک حق یہ ہے کہ اسکے گھر سے بلا اسکی اجازت کے باہر نہ جائے اگر ایسا کریگی تو جب تک اپنے گھر لوٹکر نہ آئے اسکو فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں اور

روی انه علیه السلام قال انی رأیت لیلة اسری بی امرأة معلقة بلسانها فقلت یا جبرئیل ما شانها فقال انها کانت
روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس رات مجھے معراج کو لے گئے میں نے ایک عورت دیکھی کہ زبان سے لٹک رہی ہے پس میں نے پوچھا اے جبرئیل اسکی کیا حالت ہے عرض کیا یہ

تؤذی زوجها وجیرانها بلسانها ورأیت امرأة اخری معلقة بثدیها وهی التی ترضع بغیر اذن زوجها ورأیت اخری
اپنی زبان سے اپنے خاوند اور ہمسایوں کو ستاتی تھی اور ایک اور عورت دیکھی کہ اسکے پستان باندھکر لٹکائی گئی ہے اور یہ وہ عورت ہے کہ خاوند کی بے اجازت دودھ پلاتی تھی اور ایک اور عورت دیکھی

معلقة برجلیها وهی التی تخرج بغیر اذن زوجها ورأیت اخری معلقة بیدیها وهی التی تفسد مال زوجها وروی
کہ اپنے پاؤں کے بھل لٹکائی گئی ہے اور یہ خاوند کی بے اجازت گھر سے نکلا کرتی تھی اور ایک اور دیکھی کہ اپنے ہاتھ کے بھل لٹک رہی ہے اور یہ وہ تھی کہ اپنے خاوند کا مال خراب کرتی تھی اور

عن ابی هریرةؓ انه علیه السلام قال اذا دعا الرجل امرأته الی فراشه فابت فبات غضبان لعنتها الملئکة حتی تصبح
ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب کوئی مرد اپنی بی بی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے پھر وہ مرد خفا ہوکر سو رہے تو صبح تک سب فرشتے اسپر لعنت کرتے ہیں

وفی روایة انه علیه السلام قال والذی نفسی بیده ما من رجل یدعو امرأته الی فراشه فتابی الا کان الذی فی السماء
اور ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے نہیں کوئی مرد کہ اپنی بی بی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے مگر وہ جو کہ آسمان میں ہے

ساخطا علیها حتی یرضی عنها والحاصل ان اللازم لها ان تطلب رضاه ولا تمنع نفسها عنه ولا تتعلل بالحیض ولا
اس سے بیزار ہو جاتا ہے یہانتک کہ خاوند راضی ہو جائے خلاصہ یہ ہے کہ اسکو لازم ہے کہ خاوند کی رضا جوئی کرتی رہے اور اپنے آپ کو اس سے روکے نہیں اور حیض کا بہانہ نہ کرے اور

تؤخر الاجابة بل تطیعه فور طلبه ان کانت طاهرة عن الحیض واما فی حال الحیض فتخبر عن حالها وتلبس اخلاق
اسکے حکم کو ٹالے نہیں بلکہ فوراً اسکے چاہتے ہی اطاعت کرے اگر حیض سے پاک ہو اور حیض کی حالت میں اپنا حال بتاکے اور پرانے کپڑے پہن لے

ثیابها فتبلا تمیل الزوج الیها ویستحب لها اذا دخل وقت الصلوة ان تتوضأ وتجلس فی مسجد بیتها وتسبح وتهلل
تاکہ خاوند کا میلان اودھر کم ہو اور حائضہ کو مستحب ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو وضو کرکے گھر میں نماز کے چبوترے پر بیٹھکر جتنی دیر نماز میں لگتی ہے سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ پڑھتی رہے

قدر اداء الصلوة کیلا یزول عنها عادة العبادة وقد روی انه علیه السلام قال اذا استغفرت الحائض وقت کل صلوة
تاکہ عبادت کی عادت نہ جاتی رہے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب حائضہ عورت ہر نماز کے وقت ستر بار استغفار پڑھ لے

سبعین مرة کتب لها الف رکعة وغفر لها سبعون ذنبا ورفع لها درجة واعطی لها بکل حرف من استغفارها نور وکتب
تو اسکے لیے ہزار رکعتیں لکھی جاتی ہیں اور ستر گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اسکا درجہ بڑھ جاتا ہے اور اسکو استغفار کے ہر ہر حرف کے بدلے نور ملتا ہے اور بدن کی

بکل عرق فی جسدها حج وعمرة وفی غیر حال الحیض تلبس احسن ثیابها وتظهر المودة الی زوجها ما استطاعت و
ہر ہر رگ کے عوض حج اور عمرہ لکھا جاتا ہے اور حیض کے سوا اور حالت میں اچھا لباس پہنا کرے اور خاوند سے محبت ظاہر کیا کرے جہاں تک ہو سکے اور

تکون معطرة متنظفة فی نفسها ومستعدة فی الاحوال کلها لاستمتاع الزوج بها متی شاء وتکون قاعدة فی قعر بیتها
خوشبو لگائی ہوئے اور پاکیزہ اور ہر وقت خاوند کے تمتع کے لیے تیار رہے جب وہ چاہے اور گھر کے اندر بیٹھی ہوئی چرخا کاتا کرے

ملازمة لمغزلها من حین زفت الیه ان تزف الی القبر ولا تخرج من بیتها الا باذن زوجها واذا خرجت باذنه تخرج
اس دن سے کہ خاوند کے یہاں گئی ہے یہاں تک کہ قبر میں جائے اور اپنے گھر سے اپنے خاوند کی بے اجازت نہ نکلے اور اگر اجازت سے جائے تو چھپکر

مخفية في هيأة رثة وتطلب المواضع الخالية دون الشوارع والاسواق ولا تخرج عطرة متبرجة ولا تتحدث مع رجل
بری صورت بنا کر اور خالی اجاڑ رستے سے جائے نہ سڑک اور بازاروں میں اور خوشبو لگا کر بن سنور کر نہ جائے اور رستے میں کسی مرد سے

في الطريق لما روى ان عمر رضي رأى امرأة مع رجل يتحدثان في الطريق فضربهما بالدرة فقال رجل يا امير المؤمنين هي امرأتي
بات نہ کرے کیونکہ روایت ہے کہ عمرؓ نے ایک عورت کو ایک مرد کے ساتھ رستہ میں بات کرتے ہوئے دیکھا تو دونوں کو درّے لگائے اس مرد نے عرض کیا یا امیر المؤمنین میری بی بی ہے

فقال عمر لو كانت امرأتك فلم لم تدخلها في بيتك حتى لا يتهمك احد في الطريق ولا تخرج الى الحمام وان اذن لها
حضرت عمرؓ نے جواب دیا اگر تیری بی بی ہے تو اپنے گھر میں تو کیوں نہیں لیگیا تاکہ رستہ میں تجھپر کوئی تہمت نہ لگائے اور حمام میں نہ جائے اگرچہ خاوند اسکو اجازت دیدے

زوجها لما روي عن عائشة انه عليه السلام قال الحمام حرام على نساء امتي فان اقتضت الضرورة الى دخولها في
کیونکہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا حمام میری امت کی عورتوں پر حرام ہے اور اگر کوئی ضرورت حمام میں جانے کی مقتضی ہو

الحمام لعذر المرض او النفاس يشترط ان تدخل بميزرة ولا تكون فيه احد من النساء مكشوفة العورة ولا تخرج بزينة
بسبب کسی مرض یا نفاس کے تو شرط یہ ہے کہ ازار پہن کے جائے اور حمام میں کوئی عورت ننگی نہو اور سنگار کر کے نہ نکلے

فاذا لم يوجد واحد من هذه الشروط لا يحل لها الخروج الى الحمام وكذا لا يحل لها الخروج الى المقابر لما ذكر في نصاب
پس اگر ان شرطوں میں سے ایک شرط بھی نہو تو حمام میں جانا حلال نہیں ہے اور ایسے ہی عورت کو گورستان میں جانا حلال نہیں کیونکہ نصاب الاحتساب میں

الاحتساب ان القاضي سئل عن جواز خروج المرأة الى المقابر فقال لا تسأل عن الجواز في مثل هذا وانما اسئل عن مقدار
مذکور ہے کہ قاضی سے کسی نے حکم عورت کے گورستان میں جانے کا جوازاً پوچھا پس جواب دیا اس باب میں جواز کو کیا پوچھتے ہو یہ پوچھو کہ اسپر کس قدر

ما يلحقها من اللعن فانها كما نوت الخروج كانت في لعنة الله تعالى وملئكته واذا خرجت تحفها الشياطين من كل
لعنت پڑتی ہے کیونکہ عورت جب جانے کی نیت کرتی ہے تو خدا کی اور فرشتوں کی لعنت میں ہو جاتی ہے اور جب نکلتی ہے تو ہر طرف سے شیطان اسکے ساتھ ہو لیتے ہیں

جانب واذا اتت القبر يلعنها روح الميت واذا رجعت كانت في لعنة الله تعالى وملئكته حتى تعود الى منزلها وفي
اور جب قبر پر پہونچتی ہے تو مردہ کی روح لعنت کرتی ہے اور جب لوٹتی ہے تو اللہ تعالی اور فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے یہاں تک کہ اپنے گھر میں پہونچے اور

الخبر ايما امرأة خرجت الى مقبرة يلعنها ملئكة السموات والارضين السبع وتمشي في لعنة الله تعالى وايما امرأة دعت
حدیث میں ہے جو عورت گورستان کو جائے اسکو ساتوں آسمان اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں اور اللہ تعالی کی لعنت میں چلتی ہے اور جو عورت گھر میں بیٹھی ہوئی

للميت بخير ولم تخرج من بيتها يعطيها الله تعالى ثواب حجة وعمرة وعن سلمان وابي هريرة انه عليه السلام ذات يوم
مردے کے لیے دعاے خیر کرے تو اسکو اللہ تعالی ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب دیتا ہے اور سلمانؓ اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام ایک روز

خرج من المسجد فوقف على باب داره فاتت فاطمة فقال لها من اين جئت قالت خرجت من منزل فلانة التي
مسجد سے نکل کر اپنے گھر کے دروازہ پر کھڑے ہوے پھر حضرت فاطمہؓ آگئیں آپ نے فرمایا تم کہاں سے آئیں عرض کیا فلانی عورت کے گھر سے

ماتت فقال عليه السلام هل ذهبت قبرها قالت معاذ الله افعل بعد ما سمعت منك فقال عليه السلام
ہو مرگئی ہے پھر نبی علیہ السلام نے پوچھا کیا تو اسکی قبر پر بھی گئی تھی عرض کیا خدا کی پناہ کیا آپ سے جو کچھ سنا ہے اسکے سننے کے بعد بھی ایسا کرتی پس نبی علیہ السلام نے فرمایا

لو زرت قبرها لم ترحي رائحة الجنة وروي انه عليه السلام لما قدم المدينة خرج الى جنازة فاذا هو بنساء جالسات
اگر تو اسکی قبر پر جاتی تو جنت کی خوشبو نہ سونگھنے پاتی اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام جب مدینہ میں تشریف لائے تو ایک جنازہ کے ساتھ گئے پس عورتوں کو دیکھا کہ جنازہ کے پیچھے بیٹھی ہیں

فقال لهن اتحملن مع من يحمل فقلن لا فقال عليه السلام اتصلين مع من يصلي فقلن لا فقال عليه السلام انصرفن
آپ نے انکے پوچھا کیا تم سب کے ساتھ جنازہ اٹھاؤگی عرض کیا کہ نہیں پس نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا تم سب کے ساتھ نماز پڑھوگی عرض کیا کہ نہیں پس نبی علیہ السلام نے فرمایا لوٹ جاؤ

مازورات غير ماجورات فدل ذلك على ان المرأة لا يباح لها الخروج الى المقبرة ولا تشييع الجنازة بل يلزمها
گنہگار ہو کے بے ثواب پاکے اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو گورستان میں جانا جائز نہیں ہے اور نہ جنازہ کے ہمراہ جایا کرے بلکہ اسکو لازم ہے

ان يكون من همتها اصلاح شانها وتدبير منزلها ولا تدخل في بيت زوجها من يكره دخوله فيه من الرجال والنساء
کہ اسکی ساری فکر اپنے حال کی درستی اور گھر کے کاروبار میں ہو اور خاوند کے گھر میں کسی مرد یا عورت کو نہ آنے دے جسکا آنا خاوند ناپسند کرتا ہو

وتقدم حقه على حق نفسها وسائر اقاربها ولا ترفع صوتها فوق صوته ولا تجهر له بالقول ولا تكون منفعتها عن كسبه اذا
اور خاوند کے حق کو اپنے اوپر اور سارے تمام عزیزوں کے حق پر مقدم رکھے اور اپنی آواز خاوند کی آواز پر بلند نہ کرے اور اس سے چلا کر نہ بولے اور اسکی کمائی سے نفع نہ اٹھائے جبکہ
كان حراما اذ قد كانت النساء في السلف اذا خرج الرجل من منزله تقول له امرأته وابنته اياك وكسب الحرام فانا نصبر
حرام ہو کیونکہ اگلے لوگونکی عورتین ایسی تھین کہ جب مرد اپنے گھر سے باہر نکلتا تو اسکی جورو بیٹی کہدیتی کہ حرام کمائی سے نیچے رہنا کہ ہم بھوکھ پر صبر
على الجوع ولا نصبر على النار وتكون قانعة من زوجها بما رزقه الله تعالى ولا تكلفه ما لا يطيقه ولا تدخله عما في امر النفقة
کر سکتے ہین آگ پر صبر نہین کر سکتے اور جو خدا تعالی نے اسکے خاوند کو رزق دیا ہو اسپر قناعت کرے اور خاوند کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے اور اپنے خرچ کا غم اسپر نہ ڈالے
بل تكون صابرة متوكلة كما حكى ان رجلا من السلف هم بالسفر فكره جيرانه سفره فقالوا الزوجته لم ترضين بسفره ولم يدع
بلکہ صبر و توکل پر رہے چنانچہ حکایت ہے کہ اگلے لوگون مین سے ایک شخص نے سفر کا ارادہ کیا تو اسکے ہمسایون کو اسکا سفر پسند نہ آیا پس ان لوگون نے اسکی بی بی سے کہا تو اسکے سفر پر کیون راضی ہو گئی حالانکہ وہ تیرے لیے
لك نفقة فقالت زوجي عرفته اكالا وما عرفته رزاقا ولي رزاق يذهب الاكال ويبقى الرزاق ولا تتفاخر بجمالها بل تكون
کچھ خرچ نہین دیے جاتا اسنے جواب دیا کہ مین اسکو کھانیوالا جانتی ہون رزاق نہین جانتی اور میرے لیے رزاق اور ہے سو اکال جاتا ہے اور رزاق باقی ہے اور اپنے جمال پر ناز نہ کیا کرے بلکہ ایسی ہو
كما روى عن الاصمعي انه قال دخلت البادية فرأيت امرأة من احسن الناس وجها تحت رجل قبيح الوجه في الغاية
جیسے اصمعی سے روایت ہے وہ کہتے ہین کہ مین جنگل مین گیا تو مین نے ایک عورت نہایت خوبصورت ایک نہایت بدصورت مرد کے پاس دیکھی
فقلت يا عجبا مثلك تحت مثله فقالت يا هذا قد اخطأت في قولك لعله احسن فيما بينه وبين خالقه فجعلني ثوابه
پس مین نے کہا کیا عجب ہے تجھسی عورت ایسے کے پاس رہے وہ بولی اے شخص تو نے بیجا کہا شاید کہ اسنے اپنے خالق کی کوئی عبادت کی ہو سو مجکو اسکے لیے اس عبادت کا ثواب بنایا
ولعلي اسأت فيما بيني وبين خالقي فجعله عقوبتي افلا ارضى بما رضي الله لي ومما يجب من حقه عليها ديانة ان تفعل كل خدمة
اور شاید مجھ سے اپنے خالق کی کوئی خطا ہو گئی ہو سو اسکو میرے لیے عذاب مقرر کیا تو کیا مین اللہ سے راضی نہ رہون اور ایک خاوند کا حق جو بی بی پر ازروے دیانت کے واجب ہے یہ ہے کہ گھر کے اندر کا تمام کاروبار
في داخل الدار من الطبخ والخبز وغسل الثياب وغيرها حتى لو لم تفعل شيئا منها تكون آثمة وان لم تجبر عليها وترى
جیسے سالن روٹی پکانا کپڑے دھونا وغیرہ کیا کرے یہانتک کہ اگر اس مین سے کچھ نہ کریگی تو گنہگار ہو گی اگرچہ اسمین اسپر دنیا مین مجبور نہ کیجائیگی اور خاوند کی
تقصيرها في خدمته ولا تسأل طلاق ضرتها لان لها قدر بها ولا تمنعه عن نكاح ثلث سواها لانه تعالى جعل له
خدمت مین اپنے آپ کو کوتاہ سمجھتی رہے اور اپنی سوت کی طلاق کی درخواست نہ کرے کیونکہ اسکو دینا تو اسکی قسمت کا ہے اور خاوند کو اسکے علاوہ تین نکاح سے منع نہ کرے کیونکہ اللہ تعالی نے اسکو
ذلك حلالا بشرط العدل حيث قال فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا
بشرط عدالت یہ حلال کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے پس نکاح کرو جو تم کو خوش آئین عورتین دو دو تین تین چار چار پس اگر ڈرو کہ برابر نہ رکھو گے
فواحدة وتصبر على غيرة الضرائر راجية من الله تعالى لثواب كما صبرت ازواج النبي عليه السلام حتى وهب
تو ایک ہی اور سوتون کے رشک پر صبر کرکے اللہ تعالی سے ثواب کی امیدوار رہے جیسے کہ نبی علیہ السلام کی بیبیون نے صبر کیا یہانتک کہ حضرت سودہ جب
سودة نوبتها لعائشة رضی حين ايست وعلمت محبته عليه السلام لعائشة رض ولا تسأل الطلاق من غير يأس وفاقة لما
بوڑھی ہو گئین اور عائشہ سے نبی علیہ السلام کی محبت معلوم ہوئی تو اپنی باری عائشہ کو دیدی اور بناچاری اور بغیر ناامیدی ہوئے طلاق نہ مانگے کیونکہ
روي انه عليه السلام قال ايما امرأة سألت زوجها الطلاق فحرام عليها رائحة الجنة ولا تظهر زينتها لغير زوجها و
روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس عورت نے اپنے میان سے طلاق مانگی تو اسپر جنت کی خوشبو حرام ہے اور سوا اپنے خاوند اور محرمون کے کسی کو اپنا سنگار نہ دکھائے
محارمها لانه تعالى قال في حق المؤمنات وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ
اسلیے کہ اللہ تعالی نے ایماندار عورتونکے حق مین فرمایا ہے اور نہ کھولین اپنا سنگار کو مگر اپنے خاوند کے سامنے یا اپنے باپ کے یا سسرے کے یا اپنے بیٹے کے
اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ والزينة ما تتزين به المرأة من الثياب والحلي وغيرها
یا اپنے سوتیلے بیٹے کے یا اپنے بھائی کے یا اپنے بھتیجون کے یا اپنے بھانجون کے یا اپنی عورتون کے اور زینت وہ ہے جو عورت کپڑون اور زیور وغیرہ سے سنگار کرتی ہے
وهي ظاهرة وباطنة اما الظاهر فلا يجب سترها ولا يحرم للاجنبي النظر اليها لقوله تعالى وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا
اور یہ ایک ظاہری ہے اور ایک باطنی ظاہر کی زینت کا چھپانا تو واجب نہین اور اجنبی کو اسکا دیکھنا بھی حرام نہین بدلیل اس قول الہی کے اور نہ دکھائین اپنا سنگار مگر

ما ظهر منها لكن اختلف فيها فقيل هي الثياب وهذا قول ابن مسعودؓ وقيل هي الكحل والخاتم وهذا قول ابن عباسؓ و
وہی جو کھلی چیز ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ ظاہری زینت صرف کپڑے ہیں اور یہ قول ابن مسعودؓ کا ہے اور کوئی کہتا ہے سرمہ اور انگوٹھی اور یہ قول ابن عباسؓ کا ہے اور

روی عن اصحابنا انه اراد بها الوجه والكفين لان الكحل من زينة الوجه والخاتم من زينة الكف فلما ابيح النظر الى زينة
ہمارے علماء سے روایت ہے کہ ان دونوں سے چہرہ اور دونوں ہاتھ مراد ہیں اسلیے کہ سرمہ چہرے کی زینت میں سے ہے اور انگوٹھی ہاتھ کی زینت میں ہے پس جب چہرہ اور ہاتھ کی زینت کا

الوجه والكف كان اباحة النظر الى الوجه والكف وهذا اذا كان النظر بغير شهوة واما اذا كان بالشهوة فلا يحل الا عند العذر
دیکھنا مباح ہوا تو یہی چہرہ اور ہاتھ دیکھنے کی اباحت ہے اور یہ اسوقت ہے کہ بغیر شہوت کے نگاہ ہو اور جب شہوت سے ہو تو جائز نہیں مگر عذر کے وقت

وهو القضاء من القاضي والشهادة من الشاهد والعلاج من الطبيب وكذلك اذا اراد الرجل ان يتزوج امرأة فيجوز
اور وہ عذر قضا قاضی کی ہے اور گواہی گواہ کی اور علاج طبیب کا اور ایسے ہی جب کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اسکو اس

له ان ينظر اليها لكن لا يجوز له ان ينظر اليها حاسرة ولا الى شئ مما هو عورة في حقه بل انما يباح له ان ينظر الى وجهها وكفيها
عورت کا دیکھ لینا جائز ہے لیکن اسکو ننگا دیکھنا جائز نہیں اور نہ ایسا عضو جو اسکے حق میں عورت ہو بلکہ اسکو یہی مباح ہے کہ صرف اسکا چہرہ اور دونوں ہاتھ دیکھ لے

فقط لانها ليست بعورة في حقه وذكر في شرح الكرخي ان النظر الى وجه الاجنبية ليس بحرام لكن يكره بغير حاجة اذ
کیونکہ یہ اسکے حق میں عورت نہیں اور شرح کرخی میں مذکور ہے کہ اجنبی عورت کا منھ دیکھنا حرام نہیں لیکن بے ضرورت مکروہ ہے اسلیے کہ

لا يؤمن عن الشهوة وذكر في نصاب الاحتساب ان الحرة تمنع من كشف الوجه والكف والقدم فيما يقع عليه نظر
شہوت کا ڈر ہے اور نصاب الاحتساب میں مذکور ہے کہ حرہ کو منھ اور ہاتھ اور پاؤں کھولنے سے جسپر اجنبی کی نظر پڑتی ہے منع کیا جائیگا

الاجنبي لانها لا تامن عن شهوة بعض الناظرين اليها الا ان يكون عجوزا فحينئذ يجوز النظر الى وجهها ويحل مصافحتها
کیونکہ یہ ڈر ہے کہ بعضے دیکھنے والے شہوت سے نظر کرینگے ہاں مگر اسوقت کہ وہ بڑھیا ہو تو اب اسکے چہرہ پر نگاہ ڈالنا جائز ہے اور شہوت سے امن ہونے کے وقت

عند الامن عن الشهوة لكن لا تخلو برجل شاب وشيخ لان الخلوة بالاجنبية وان كان معها غيرها من النساء مكروهة
اس سے مصافحہ کرنا حلال ہے لیکن کسی مرد کے ساتھ خلوت میں نہ جائے جوان ہو یا بوڑھا اسلیے کہ خلوت اجنبی عورت کے ساتھ اگرچہ اسکے ساتھ اور عورتیں بھی ہوں

كراهة تحريم لما روي عن ابن عباسؓ انه عليه السلام قال لا يخلون رجل بامرأة الا معها محرم واما الزينة الباطنة
مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہو مگر اسوقت کہ اسکے ساتھ کوئی محرم ہو اور باطنی زینت

فهي القرط والقلادة والدملج والخلخال وقد اختلف في السوار فروي عن عائشةؓ انها من الزينة الباطنة وهو الاشبه
بالی اور ہار اور بازوبند اور پازیب ہے اور کنگن میں اختلاف ہے پس عائشہؓ سے روایت ہے کہ کنگن باطنی زینت ہے اور یہی رائے حق معلوم ہوتی ہے

لمجاوزتها الكف وهذه الزينة الباطنة يحرم ان ينظر اليها الاجانب لا المحارم لانه تعالى قد سوى في ذلك بين الزوج
اسلیے کہ ہتیلی سے دور ہے اور اس زینت باطنی کا اجنبی مردوں کو دیکھنا حرام ہے نہ محرم لوگوں کو اسلیے کہ اللہ تعالی نے اس باب میں خاوند اور اسکے ساتھ آیت میں جو مذکور ہیں

ومن ذكر معه فاقتضى ذلك اباحة النظر الى مواضع الزينة لهؤلاء المذكورين كما صح للزوج والمراد من نسائهن
سب کو برابر فرمایا ہے پس یہ بات ان لوگوں کو موضع زینت کے دیکھنے کی اجازت کو چاہتی ہے جیسے کہ خاوند کو جائز ہے اور مراد نسائهن سے

المؤمنات قال ابن عباسؓ ليس للمسلمة ان تتجرد بين نساء اهل الذمة ولا تبدي للكافرة الا ما تبدي للاجانب
مومن عورتیں ہیں ابن عباسؓ کہتے ہیں مسلمان عورت کو جائز نہیں کہ کافر عورتوں میں کپڑے اتارے اور کافر عورت کے سامنے اتنا ہی ظاہر کرے جو اجنبی مرد کے لیے ظاہر کرتی ہے

الا ان تكون امة لها ان تظهر زينتها الباطنة للاجانب فانها ان اظهرها لهم لا يكون لها حرمة كما روي عن ابي بكر
ہاں اگر لونڈی ہو تو اسکو جائز ہے کہ اپنی باطنی زینت اجنبی مرد کے سامنے ظاہر کرے کیونکہ لونڈی اگر باطنی زینت اجنبی مرد کو دکھائیگی تو اسکی کوئی حرمت نہیں جیسا کہ ابوبکر اعمشؒ سے

الاعمش انه خرج الى بعض الرستاق وكانت النساء على شط النهر كاشفات الرؤس والذراع وهو جعل يخالطهن
روایت ہے کہ وہ کسی شہر میں گئے تو وہاں عورتیں نہر کے کنارے ننگے سر اور باہیں کھولے ہوئے تھیں اور یہ انکے ساتھ ملے جلے رہتے

ولا يتحامى عن النظر اليهن فقيل له كيف فعلت هذا فقال لا حرمة لهن انما اشك في ايمانهن كلهن حربيات وروي
اور انکے دیکھنے سے پرہیز نہ کرتے تھے کسی نے انسے کہا تم کیسے یہ کرتے ہو جواب دیا انکی کوئی حرمت نہیں ہے مجکو تو انکے ایمان ہی میں شک ہے یہ سب کی سب حربی عورتیں ہیں اور حضرت عمرؓ سے

عن عمرؓ انہ ھجم فی المدینۃ علی نائحۃ وضربھا بالدرۃ حتی سقط خمارھا فقیل لہ یا امیر المؤمنین قد سقط خمارھا
منقول ہو کہ مدینہ مین ایک نوحہ گر عورت پر گھس پڑے اور اسکو درہ سے مارا یہانتک کہ اسکی اوڑھنی اتر گئی تو اُنسے کسی نے کہا اے امیر المؤمنین اسکی اوڑھنی اتر پڑی ہے
فقال لا حرمۃ لھا فی الشریعۃ فقولہ لا حرمۃ لھا فی الشریعۃ قیل معناہ انھا لما اشتغلت بما لا یحل فی الشریعۃ اسقطت
پس جوابدیا شریعت مین اسکی کچھ حرمت نہین ہو پس الحکایہ کہنا کہ اسکی شریعت مین کچھ حرمت نہین کہتے ہین معنی اسکے یہ ہین کہ جب عورت ایسے کام مین مشغول ہوئی جو شریعت مین حلال نہین ہے تو اُسنے اپنی حرمت
حرمۃ نفسھا والتحقت بالاماء فلا یلزم الاحتراز عن النظر الیھا

المجلس التاسع والتسعون والمائۃ

آپکو دی اور لونڈیون کے حکم مین ہو گئی لہذا اسکے دیکھنے سے احتراز ضروری نہین ہو — مجلس نو د و نہم و صدم

فی بیان قولہ علیہ السلام استوصوا بالنساء خیرا الخ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نبی علیہ السلام کے اس قول کے بیان مین کہ اچھی وصیت پکڑو عورتون کے حق مین آخر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
استوصوا بالنساء خیرا فان المرأۃ خلقت من ضلع فان اعوج شیٔ فی الضلع اعلاہ فان ذھبت تقیمہ کسرتہ
عورتون کے باب مین اچھی وصیت پکڑو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہو بیشک پسلی سب سے زیادہ ٹیڑھی اوپر کی ہو پس اگر تو اسکو سیدھا کرنے لگیگا تو توڑ دیگا
وان ترکتہ لم یزل اعوج ھذا الحدیث صحیح رواہ ابو ھریرۃ ومعنی الاستیصاء قبول الوصیۃ فکانہ علیہ السلام قال
اور اگر چھوڑ دیگا تو ہمیشہ ٹیڑھی رہیگی یہ حدیث اصحی کی ہو ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہو اور وصیت پکڑنے کے معنی وصیت قبول کرنے کے ہین پس گویا نبی علیہ السلام نے یہ فرمایا
انی اوصیکم بالنساء خیرا واقضوا وصیتی فیھن وافعلوا بھن خیرا ولا تغضبوا علیھن اذا فعلت فعلا غیر مرضی
مین تمکو عورتونکے باب مین اچھی وصیت کرتا ہون سو انکے حق مین میری وصیت پوری کرو اور انکے ساتھ بھلائی کرو اور ان پر غصہ نکرو جب تمہاری خلاف مرضی کوئی کام
عندکم ما لم تکن فیہ اثم فانھن خلقت من شیٔ اعوج وھو الضلع لما ثبت فی الاخبار اول النساء وھی الحواء خلقت
کر بیٹھین جب تک اس کام مین گناہ نہو کیونکہ وہ ٹیڑھی چیز سے پیدا ہوئی ہین یعنی پسلی سے اسلیے کہ حدیثون سے ثابت ہو کہ پہلی عورت یعنی حوا آدم نبی علیہ السلام
من ضلع آدم النبی کما قال اللہ تعالی خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا فیکون فی ھذا الحدیث اشارۃ الی
کی پسلی سے پیدا ہوئین جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہو پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور اسی سے بنایا اسکا جوڑا پس اس حدیث مین یہ اشارہ ہے کہ عورت کی
المرأۃ خلقت خلقا فیہ اعوجاج لا یستطیع احد ان یقیمھا او یغیرھا عما خلقت علیہ فلا ینکر اعوجاجھا لانھا من ابتداء
ایسی پیدایش ہو جسمین کجی ہو کسی کی یہ طاقت نہین کہ اسکو سیدھی کردے یا اسکی وہ عادت بدل دے جسپر وہ پیدا ہوئی پس اسکی کجی کو برا نہ جانے کیونکہ ابتدائے
خلقتھا واصل فطرتھا رکب فیھا الاعوجاج فلا یمکن الانتفاع بھا الا بمداراتھا والصبر علی اعوجاجھا اذ لو شرعت ان
پیدایش اور اصل فطرت سے عورت کی ذات مین کجی داخل ہو پس عورت سے نفع اٹھانا بلا اسکی مدارات اور اسکی کجی پر صبر کیے ممکن نہین اسلیے کہ اگر تو اسکو
تقیمھا وتجعلھا مستقیمۃ فی فعالھا واقوالھا لا یمکنک الانتفاع بھا بل یؤدی الی کسرھا وھو طلاقھا فلما علم من ھذا
ٹھیک اور اسکے تمام افعال اور اقوال مین سیدھا کرنے لگے تو اس سے تیرا نفع اٹھانا ممکن نہین بلکہ یہ اسکے ٹوٹ جانے یعنی اسکی طلاق کا سبب ہو جائیگا پس جب اس حدیث سے
الحدیث حال النساء فی ابتداء خلقتھن لزم للرجل حسن المعاملۃ معھن ورعایۃ حقوقھن والانفاق علیھن
عورتونکی ابتدائی پیدایش کا حال معلوم ہو گیا تو مرد کو انکے ساتھ نیک معاملہ کرنا اور انکے حقوق کی رعایت رکھنا اور انکا خرچ اچھی طرح اٹھانا لازم ہے
بالمعروف اذ قال الفقہاء یجب علی الرجل نفقۃ زوجتہ سواء دخل بھا او لم یدخل بھا وسواء مسلمۃ او ذمیۃ او
اسواسطے کہ فقہا کہتے ہین کہ خاوند پر بی بی کا خرچ واجب ہو خواہ اس سے صحبت کر چکا ہو یا نکی ہو اور خواہ وہ مسلمان عورت ہو یا کافرہ فقیر ہو یا
فقیرۃ او غنیۃ لان غناءھا لا یبطل حقھا فی النفقۃ سواء کانت کبیرۃ او صغیرۃ قابلۃ للوطی وان لم تکن قابلۃ للوطی لا یجب علیہ
تو انگر اسلیے کہ تو انگری سے نفقہ مین اسکا حق باطل نہین ہوتا خواہ جوان ہو یا اتنی چھوٹی کہ صحبت کے قابل ہو گئی ہو اور اگر صحبت کے قابل نہو تو اسکا خرچ واجب
نفقتھا والنفقۃ الواجبۃ الطعام والکسوۃ والسکنی علی ما روی عن ھشام انہ قالت سألت محمدا عن النفقۃ فقال ھی الطعام
نہین اور نفقہ واجب کھانا اور کپڑا اور رہنے کا گھر ہو جیسا کہ ہشام سے روایت ہو وہ کہتے ہین کہ مین نے محمد سے نفقہ کی بابت پوچھا تو جوابدیا کہ وہ کھانا ہو
والکسوۃ والسکنی اما الطعام فالدقیق والماء والحطب والملح والدھن فان قالت المرأۃ لا اطبخ ولا اخبز قال قاضیخان
اور کپڑا اور رہنے کا گھر کھانے سے مراد آٹا ہو اور پانی اور ایندھن اور نمک اور روغن ہو پس اگر بی بی کہے کہ مین سالن روٹی نہین پکاتی تو قاضی خان اپنے

فی فتاواہ لا تجبر علی الطبخ والخبز بل علی الرجل ان یاتیها بطعام مهیأ او یاتیها بمن یعمل لها عمل الطبخ والخبز هذا فی القضاء و
فتاوی میں کہتے ہیں سالن روٹی پکانے پر زبردستی نہ کرینگے بلکہ خاوند کے ذمہ ہے کہ پکا پکایا لادے یا ایسا آدمی لادے جو اسکو سالن روٹی پکانیکا کام کر دیا کرے یہ حکم قضا میں ہے اور
اما فی الدیانة فیجب علیها ان تفعل کل خدمة فی داخل الدار من الطبخ والخبز وغسل الثیاب وغیرها حتی لو لم تفعل شیئا
رہا دیانت میں پس عورت پر واجب ہے کہ گھر کے اندر کے تمام کاروبار سالن روٹی پکانا کپڑے دھونا وغیرہ سب کیا کرے یہانتک کہ اس میں سے اگر کچھ نہ کریگی
منها تکون آثمة وان لم تجبر علیها وان کان لها خادم یجب علی زوجها نفقة خادمها ان کان الخادم یطبخ ویخبز لان نفقته
تو گنہگار ہوگی اگرچہ اسپر زبردستی نہ کرینگے اور اگر بی بی کے پاس کوئی خادم ہو تو خاوند پر اسکا خرچ بھی واجب ہے اگر وہ خادم سالن روٹی پکاتا ہو اسلیے کہ اسکا خرچ
فی مقابلة خدمته واذا لم یطبخ ولم یخبز لا یجب علیه نفقته بخلاف المرأة فان نفقتها لیست فی مقابلة الخدمة بل فی مقابلة
خدمت کے مقابلہ میں ہے اور اگر سالن روٹی نہ پکائے تو اسپر اسکا خرچ واجب نہیں بخلاف بی بی کے کیونکہ اسکا خرچ خدمت کے بدلہ میں نہیں ہے بلکہ رکے رہنے کے
الاحتباس فقد حبست نفسها لحق زوجها فکانت نفقتها علی زوجها وینبغی ان یوسع علیها فی النفقة اذا اوسع الله تعالی
مقابلہ میں ہے کیونکہ اسنے اپنے کو خاوند کے لیے روک رکھا تو اسکا خرچ خاوند کے ذمہ ہے اور لائق ہے کہ عورت کے خرچ میں فراخی رکھے جب اللہ تعالی خاوند کو وسعت دے
علیه ویعتدل فیها بلا تقتیر ولا اسراف اذ قال الله تعالی کلوا واشربوا ولا تسرفوا واهم ما یجب علیه ان یطعمها من الحلال
اور اسمیں اعتدال رکھے نہ تنگی کرے نہ زیادتی اسلیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ کھاؤ اور پیو اور مت اڑاؤ اور سب سے زیادہ ضروری جو خاوند پر واجب ہے یہ ہے کہ اسکو حلال سے کھلائے
ولا یدخل مداخل السوء لاجل نفقتها فان ذلک خیانة علیها لا رعایة لحقها وینبغی له ان یامرها بالتصدق ببقایا الطعام
اور اسکے خرچ کے سبب برے طریقوں میں نہ پڑے کہ یہ اسکے حق میں خیانت ہے نہ کہ اسکے حق کی رعایت اور اسکو چاہیے ۔۔ کہ اسکو بچی ہوئی کھانے اور ایسی چیز خیرات کر دینے کی اجازت دیدے
وما یفسد لو ترک واما الکسوة فقد قدرها محمد بدرعین وخمارین وملحفة فی کل سنة واراد بالدرعین والخمارین
جو رکھی رکھے بگڑ جائے اور رہا کپڑا سو امام محمد نے اسکی مقدار دو کرتے اور دو اوڑھنیاں اور ایک چادر ہر سال میں مقرر کی ہے اور دو کرتوں اور دو اوڑھنیوں سے مراد
صیفیا وشتویا فالصیفی ما یکون رقیقا یصلح فی زمان الحر والشتوی ما یکون ثخینا یصلح لدفع البرد ولم یذکر
گرمی جاڑے کے ہیں پس گرمی کے لیے وہ ہے جو باریک ہو اور گرمیوں کے قابل ہو اور جاڑے کے لیے وہ جو گاڑھا ہو جسمیں سردی دور ہونے کی صلاحیت ہو اور موزے
الخف والکعب لان ذلک انما یحتاج الیه للخروج ولیس علی الزوج تهیئة اسباب الخروج ولم یذکر السراویل لانه لا بد منه فی
اور جوتے کا ذکر نہیں کیا اسلیے کہ اسکی ضرورت تو باہر جانے کے لیے ہوتی ہے اور خاوند کے ذمہ باہر نکلنے کا سامان مہیا کرنا نہیں ہے اور پائجامہ کا ذکر نہیں کیا حالانکہ جاڑوں میں یہ
الشتاء حتی قال قاضیخان فی فتاواه هذا فی عرفهم اما فی دیارنا فیجب السراویل وثیاب اخر کالجبة والفراش الذی تنام علیه
ضروری چیز ہے یہانتک کہ قاضی خان نے اپنے فتاوے میں کہا ہے یہ انکے دستور کے موافق تھا اور ہمارے ملک میں پائجامہ اور دوسرے اور کپڑے بھی واجب ہیں جیسے جبہ اور بچھونا جسپر سوئے
واللحاف وما یدفع الحر والبرد ویجب لخادمها قمیص وازار وکساء وخف لانها تحتاج الی الخروج للمصالح الخارجة من
اور لحاف اور جو چیز گرمی سردی کو دفع کرے اور اسکے خادم کے لیے ایک کرتا اور ازار اور کملی اور موزہ واجب ہے کیونکہ باہر کی مصلحتوں کے لیے اسکے نکلنے کی حاجت ہے مثلاً
الرسالة الی الابوین ونحو ذلک ولا یجب لها الخمار لان شعرها لیس بعورة واما السکنی فحقها فی الدار بیت علی حدة تامن علی
ماں باپ کے پاس کچھ کہلا بھیجنا اور اسی کی مثل اور کام اور اسکے واسطے اوڑھنی واجب نہیں کیونکہ اسکے بال عورت نہیں ہیں رہا رہنے کا گھر سو اسکا حق احاطہ میں ایک علیحدہ حجرہ ہے کہ اپنے اسباب سے
متاعها ولا تستحیی عن غیرها فی معاشرة زوجها فان کان للزوج احماء من والدة او اخت او ولد من غیرها فقالت اجعلنی
بے کھٹکے رہے اور اپنے میاں کے ساتھ گذران میں کسی غیر سے شرمائے نہیں پس اگر شوہر کے اقربا بھائی ہوں یا بہن ہو یا دوسری بی بی سے کوئی اولاد ہو پس عورت کہے کہ مجکو
فی بیت علی حدة کان لها ذلک لانها لا تامن علی متاعها وتستحیی عن المعاشرة مع زوجها ان کان البیت فی الدار واحدا و
الگ گھر میں رکھو تو اسکو یہ حق پہونچتا ہے کیونکہ وہ اپنے اسباب سے بے کھٹکے نہیں اور اپنے میاں کے ساتھ گذران میں شرمائیگی جبکہ وہ حجرہ اسی احاطہ میں ایک ہی ہو اور
ان کان متعددا فاعطاها بیتا یغلق ویفتح لم یکن لها ان تطلب بیتا آخر ان لم یکن فی الدار من احماء الزوج من یؤذیها
اگر کئی ہوں اور اسنے اسکو ایک حجرہ دیا کہ جب چاہے کھولے بند کرے تو اسکو حق نہیں کہ دوسرے حجرہ کی درخواست کرے جبکہ گھر میں شوہر کے رشتہ دار ایسے نہوں کہ اسکو ستاتے ہوں
الا ان یکون الزوج یضربها ویؤذیها فشکت الی القاضی وسألت ان یسکنها بین قوم صالحین یعرفون احسانه او اساءته
مگر اسوقت کہ شوہر اسکو مارتا اور ستاتا ہو پس قاضی کے پاس شکایت کرے اور اس سے درخواست کرے کہ مجکو نیک لوگوں میں بسائے تو اسکی بھلائی برائی کو جان لیں

فالقاضی ان علم ان الامر کما قالت یزجره عن ذلک ویمنعه عن التعدی وان لم یعلم ان الامر کما قالت ینظر الی جیران الدار
پس قاضی اگر جانتے کہ یہی بات ہے جو عورت نے کہا تو مرد کو اس سے گھڑک دے اور ظلم سے اسکو منع کردے اور اگر یہ یقین نہو کہ وہی حال ہے جو عورت نے کہا تو اس گھر کے پڑوسیونکو دیکھے

فان کانوا قوما صالحین یسألهم هل هذا الامر کما قالت فان قالوا ان الامر کما قالت یزجره عن ذلک ویمنعه عن التعدی
پس اگر وہ نیک لوگ ہون تو انسے پوچھے کیا یہ بات یون ہی ہے جسطرح عورت کہتی ہے پس اگر وہ لوگ کہین ہان یہ حال ایسا ہی ہے جیسا اسنے کہا تو مرد کو اس سے ڈانٹ دے اور ظلم سے اسکو منع کردے

وان قالوا لیس الامر کما قالت یترکها فی تلک الدار وان لم یکونوا قوما صالحین وکانوا یمیلون الیه یأمره ان یسکنها بین
اور اگر وہ نیک لوگ کہین ایسا نہین ہے جیسا کہ اسنے کہا تو اسی گھر مین رہنے دے اور اگر وہ نیک لوگ نہون یا مرد کے طرفدار ہون تو اسکو حکم دے کہ عورت کو نیک لوگون مین

قوم صالحین یخبرونه باحسانه واساءته اذ لا یجوز للرجال ان یتعدی فی حق النساء لما روی انه علیه السلام قال
بسائے جو اسکی بھلائی اور برائی کی قاضی کو اطلاع کرین کیونکہ مرد کو جائز نہین کہ عورتون کے حق مین ظلم کرے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا

الله الله فی النساء فانهن عوان عندکم اخذتموهن بعهد الله واستحللتم فروجهن بکلمة الله فانه علیه السلام حذر
خدا سے ڈرو عورتونکی بارہ مین کہ وہ تمھاری مددگار ہین تم نے انکو الله کے عہد سے لیا ہے اور انکی شرمگاہونکو الله کے کلمہ سے حلال بنایا ہے پس نبی علیہ السلام نے اپنی امت کو

امته فی هذا الحدیث عن سوء العشرة مع نسائهم لان قوله علیه السلام الله الله فی النساء بمنزلة ان یقال اتقوا الله
اس حدیث مین اپنی عورتونکے ساتھ بری گذران کرنے سے ڈرایا ہے کیونکہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد الله الله فی النساء اس کہنے کے مثل ہے الله سے ڈرو

فی امر النساء فلا تؤذوهن بالباطل لکونهن فی ایدیکم کالاسارٰی بل عاشروهن بالمعروف کما قال الله تعالٰی وعاشروهن
عورتونکے بارہ مین پس انکو ناحق نہ ستاؤ کیونکہ وہ تمھارے قبضہ مین قیدیونکی مثل ہین بلکہ انکے ساتھ اچھا معاملہ رکھو جیسا کہ الله تعالٰی نے فرمایا ہے اور معاملہ رکھو انکے ساتھ

بالمعروف فانکم اخذتموهن بعهد الله الذی عهد الیکم من الرفق بهن والشفقة علیهن واستحللتم فروجهن بامر
اچھا کیونکہ تم نے انکو الله کے عہد پر لیا ہے جو عہد الله نے تم سے انکے ساتھ نرمی اور انپر شفقت کرنیکا لیا ہے اور تم نے انکی شرمگاہونکو الله تعالٰی کے حکم سے

الله تعالٰی وحکمه فان نقضتم عهده الذی عهد الیکم فی حقهن وخنتم فی امانته ینتقم منکم لهن وذلک لانهن
حلال بنایا ہے پس اگر تم اسکا عہد توڑو گے جو تم سے انکے بارہ مین لیا ہے اور اسکی امانت مین خیانت کروگے تو انکی طرف سے تم سے بدلہ لیگا اور یہ اسلیے ہے کہ وہ

اماء الله تعالٰی فمن تزوجهن بامر الله تعالٰی وحکمه تکن عنده امانة وودیعة من الله تعالٰی فاذا اذاهن بالباطل
الله تعالٰی کی لونڈیان ہین پس جسنے الله تعالٰی کے ارشاد اور اسکے حکم سے انکو اپنا جوڑا بنایا تو الله تعالٰی کی طرف سے وہ اسکی امانت اور سپردگی مین ہوگئین پس جب انکو ناحق ستایا

ولم یعاشرهن بالمعروف یصیر کانه نقض عهده تعالٰی وخان فی امانته فینتقم منه لهن فعلی هذا یلزم للرجل
اور اچھا معاملہ انکے ساتھ نہ رکھا تو ایسا ہوا کہ گویا اسنے الله تعالٰی کا عہد توڑدیا اور اسکی امانت مین خیانت کی لہذا اس سے انکا بدلہ لیگا پس اس بنا پر مرد کو

حسن الخلق معهن واحتمال الاذی منهن وعدم الالتفات الی بعض معائبهن ما لم تکن اثما ترحما علیهن لقصور
انکے ساتھ خوش خلقی اور انکی ایذا کی برداشت اور انکے بعضے عیبونپر توجہ نکرنا لازم ہے جبتک کہ گناہ کی بات نہو انکی کم عقلی کی وجہ سے انپر

عقولهن وقد کان بعض العلماء یقول الاحتمال علی اذی واحد من المرأة فهو فی الحقیقة احتمال علی اذیة کثیرة اذ فی
رحم ولی کرے اور بعضے علما کہا کرتے تھے کہ ایک عورت کی ایذا پر برداشت کرنا حقیقت مین بہت سی اذیتون سے نجات پانا ہے اسلیے کہ

ذلک الاحتمال لواحد نجاة الولد من اللطمة والقدر من الکسر والثوب من الخرق بل ینبغی له ان یزید علی احتمال
اس ایک برداشت مین بچے کا طمانچہ سے اور ہانڈی کا ٹوٹنے سے اور کپڑے کا پھٹنے سے نجات پاتا ہے بلکہ اسکو چاہیے کہ ایذا کی برداشت پر انکے ساتھ

الاذی الملاعبة معهن فیلاعبهن بما لا اثم فیه فان ملاعبة الرجل مع نسائه لیست من اللهو الباطل الذی
کھیلنے کو زیادہ کرے پس انسے ایسا کھیل کھیلا کرے جس مین گناہ نہو کیونکہ مرد کا اپنی بیبیون سے کھیلنا بیہودہ کھیل نہین ہے جسکی

نهی عنه فی الدین بل هی من اللهو الجائز الذی رخص فیه فی الدین فانه علیه السلام کان یمزح مع نسائه و
دین مین ممانعت ہو بلکہ یہ جائز کھیل ہے جسکی دین مین اجازت ہے کیونکہ نبی علیہ السلام اپنی بیبیون سے ہنسا کرتے تھے اور

ینزل الی درجة عقولهن حتی روی انه علیه السلام کان یسابق مع عائشة فی العدو وجاء فی الخبر انه علیه السلام
انکی عقلون کے درجہ کے موافق کام کیا کرتے تھے یہانتک کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام حضرت عائشہ رض کے ساتھ دوڑ لگاتے تھے کہ آگے کون نکل جاتا ہے اور حدیث مین آیا ہے کہ نبی علیہ السلام

كان من افكه الناس مع نسائه اى من اطيبهم وامزحهم معهن وروى انه عليه السلام قال خيركم خيركم لاهله وفى
اپنی بیبیوں کے ساتھ سب سے زیادہ ظریف تھے یعنی انکے ساتھ سب سے زیادہ خوش مزاجی اور ہنسی کرتے تھے اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تم میں اچھا وہ ہے جو اپنی بی بی کے ساتھ اچھا ہو اور ایک

حديث اخر انه عليه السلام قال اكمل المؤمنين ايمانا احسنهم خلقا والطفهم باهله لكن لا ينبغى له ان ينبسط
اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ مومنوں میں سے ایمان میں سب سے زیادہ کامل وہ ہے جو اپنی بی بی کے ساتھ زیادہ خوش خلق اور زیادہ مہربان ہو لیکن اسکو یہ مناسب نہیں کہ

معهن فى حسن الخلق والملاعبة الى حد يفسد خلقهن ويسقط بالكلية هيبته عندهن بل يراعى الاعتدال فى
خوش خلقی اور ہنسی دل لگی میں اتنا کھل پڑے کہ انکے اخلاق بگڑ جائیں اور اسکی ہیبت انکے نزدیک بالکل جاتی رہے بلکہ اس میں اعتدال کی رعایت رکھے

ذلك فلا يدع الهيبة والانقباض مهما راى منهن منكرا ولا يفتح باب المساعدة البتة بل مهما راى منهن ما يخالف الشرع
کہ جب انسے کوئی برائی دیکھے تو ہیبت اور کشیدگی کو نچھوڑے اور انکی موافقت کا دروازہ بالکل نہ کھولدے بلکہ جب انسے ایسی بات دیکھے جو خلاف شرع ہو

يغضب لان الله تعالى جعله قواما عليهن حيث قال الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ فيلزمه ان يقوم عليهن بالامر و
تو غصہ کرے کیونکہ اللہ تعالی نے اسکو انکا سرپرست بنایا ہے چنانچہ فرمایا مرد سرپرست ہیں عورتوں کے پس اسکو لازم ہے کہ بھلی بات کی بتلانے اور برائی سے منع

النهى ولا يتغافل عن مبادى الامور التى يخشى غوائلها بل ينبغى له ان يكون صاحب غيرة لكن لا يبالغ فى التعنت واساءة
کرنے میں انکی سرپرستی کرے اور ان ابتدائی باتوں سے غفلت نہ کرے جنکی خرابی کا اندیشہ ہو بلکہ اسکو چاہیئے کہ باغیرت رہے لیکن اسکو چاہیے کہ عیب جوئی اور بدگمانی

الظن وتجسس البواطن اذ روى انه عليه السلام نهى ان تتبع عورات النساء وفى لفظ ان يتعنت النساء فان غيرة
اور بھید کے تلاش میں زیادتی نہ کرے اسلیے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے عورتوں کی چھپی باتوں کی تلاش سے منع فرمایا ہے اور ایک روایت میں ہے عورتوں کی عیب جوئی سے کیونکہ مرد کا

الرجل على اهله من غير ريبة يبغضها الله تعالى كما جاء فى الحديث انه عليه السلام قال غيرة يبغضها الله تعالى
بلا کسی شبہہ کے اپنی بی بی پر غیرت کرنا اسکو اللہ تعالی ناپسند کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک وہ غیرت ہے جسکو اللہ تعالی ناپسند کرتا ہے

وهى غيرة الرجل على اهله من غير ريبة لان ذلك من سوء الظن الذى وقع النهى عنه فان بعض الظن اثم واما الغيرة فى
اور یہ وہ غیرت ہے جو اپنی بی بی پر بلا کسی شبہہ کی بات کی ہو کیونکہ یہ بدگمانی میں داخل ہے جس سے ممانعت آئی ہے کیونکہ بعض گمان گناہ ہے رہی وہ غیرت جو

محلها فلا بد منها وهى محمودة لما روى انه عليه السلام قال ان الله يغار وان المؤمن يغار وغيرة الله ان ياتى المؤمن
اپنے موقع پر ہو وہ تو ضرور چاہیے اور وہ پسندیدہ ہے اسلیے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا بیشک خدا غیرت دار ہے اور مومن غیرت دار ہے اور اللہ کی غیرت اسپر آتی ہے کہ مومن اس کام کو

ما حرم الله عليه وفى حديث اخر انه عليه السلام قال انى لغيور وما من امرء لا يغار الا منكوس القلب والطريق
کرے جو اللہ نے اسپر حرام کیا ہے اور ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بڑا غیرت دار ہوں اور نہیں ہے کوئی مرد جو غیرت نہ کرتا ہو مگر اوندھے دل کا اور وہ طریقہ

المغنى عن الغيرة ان لا يدخل عليهن رجل ولا يخرجن الى الطرقات يعد من عدم الغيرة فيلزم للرجل ان يمنع زوجته
جس سے کبھی غیرت نہ آئے یہ ہے کہ انکے پاس کوئی مرد نہ آنے پائے اور نہ وہ رستہ گلیوں میں جائیں کیونکہ انکا نکلنا بےغیرتی سمجھی جاتی ہے پس مرد کو لازم ہے کہ اپنی بی بی کو گھر سے

عن الخروج من البيت ولا ياذن لها بالخروج الا فى مواضع مخصوصة وهى ما قال صاحب الخلاصة نقلا عن
نکلنے سے منع کرے اور سوا چند خاص جگھوں کے کہیں جانے کی اجازت نہ دے اور وہ خاص جگھیں وہ ہیں جو صاحب خلاصہ نے مجموع النوازل سے نقل کر کے

مجموع النوازل يجوز للزوج ان ياذن لها بالخروج الى سبعة مواضع زيارة الابوين وعيادتهما وتعزيتهما او احدهما
کہا ہے کہ مرد کو جائز ہے کہ سات جگہ عورت کو جانے کی اجازت دے ماں باپ کی ملاقات اور انکی دونوں کی بیمار پرسی اور انکی دونوں کی یا ایک کی ماتم پرسی

وزيارة المحارم وبعد بيان هذه السبعة قال فان كانت قابلة او غسالة او كان لها حق على اخر او لاخر عليها حق
اور محرموں کی ملاقات کے لیے اور ان سات کے بیان کے بعد کہا کہ اگر وہ عورت دائی ہو یا مردہ کی نہلانیوالی یا کسی پر اسکا حق آتا ہو یا کسی اور کا اسپر حق آتا ہو

تخرج بالاذن وبغير الاذن وفيما عدا ذلك من زيارة الاجانب وعيادتهم والوليمة لا ياذن لها ولو اذن وخرجت
تو باجازت اور بلا اجازت بہرحال چلی جائے اور اسکے علاوہ اجنبی لوگوں کی ملاقات اور انکی بیمار پرسی اور ولیمہ کی اجازت اسکو نہ دے اور اگر اجازت دی اور وہ گئی

كانا عاصيين والاذن قد يكون بالسكوت وهو كالقول لان النهى عن المنكر فرض وان ارادت ان تخرج الى
تو دونوں گنہگار ہونگے اور اجازت کبھی چپ رہنے سے بھی ہوتی ہے اور چپ رہنا بھی کہدینے کے مثل ہے اسلیے کہ بری بات سے منع کرنا فرض ہے اور اگر مجلس علم میں بلا رضامندی

مجلس العلم بغیر رضی الزوج لیس لها ذلك الا ان یقع لها نازلة وامتنع الزوج من السؤال لها فحینئذ یسعها
شوہر کے جانا چاہے تو اسکو اسکا حق نہین مگر اسوقت کہ اسکو کوئی واقعہ پیش آئے اور شوہر اسکو نہ پوچھ دے تو اب بلا مرضی شوہر کے

الخروج من غیر رضی الزوج لان طلب العلم فیما یحتاج الیه فرض علی کل مسلم ومسلمة فیقدم علی حق الزوج وان سأل
اسکے جانے مین گنجائش ہے اسلیے کہ حاجت کی باتون مین علم طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے پس شوہر کے حق پر مقدم ہے اور اگر خاوند کسی

الزوج من العالم واخبرها بذلك لا یسعها الخروج وان لم یقع لها نازلة لکن ارادت ان تخرج الی مجلس العلم لتتعلم مسألة
عالم سے دریافت کرکے اسکو بتلا دے تو اسکو جانے کی گنجائش نہین اور اگر اسکو کوئی واقعہ پیش نہین آیا لیکن چاہتی ہے کہ مجلس علم مین اسلیے جائے کہ وضو اور نماز کے

من مسائل الوضوء والصلوة ان کان الزوج یحفظ المسائل ویذکرها عندها فله ان یمنعها وان کان لا یحفظ فالاولی
مسئلون مین سے کوئی مسئلہ سیکھے تو اگر خاوند کو مسائل آتے ہون اور وہ اسکو بتلاتا رہتا ہو تو اسکو جائز ہے کہ عورت کو منع کرے اور اگر اسکو نہ آتے ہون تو بہتر یہ ہے

ان یأذن لها احیانا وان لم یأذن لا شیٔ علیه ولا یسعها الخروج ما لم یقع لها نازلة وان خرجت من بیت زوجها بغیر
کہ اسکو کبھی کبھی اجازت دیدے اور اگر اجازت نہ دے تو اسپر کچھ گناہ نہین اور نہ عورت کو نکلنا درست ہے جبتک اسکو کوئی واقعہ نہ پیش آوے اور اگر وہ شوہر کے گھر سے بلا اسکی اجازت کے

اذنه یلعنها کل ملك فی السماء وکل شیٔ تمر علیه الا الانس والجن والحاصل ان خروجها من بیت زوجها بغیر اذنه حرام
نکلی تو آسمان کا ہر ہر فرشتہ اور ہر ہر چیز جسپر اسکا گذر ہوتا ہے لعنت کرتی رہتی ہے بجز انسان اور جن کے اور حاصل یہ کہ اپنے شوہر کے گھر سے بلا اسکی اجازت کے اسکا نکلنا حرام

علیها واذا خرجت باذنه تخرج مخفیة فی هیأة رثة وتطلب المواضع الخالیة دون الشوارع والاسواق ولا تخرج
اور جب اسکی اجازت سے نکلے تو چھپکر بری ہیئت بناکر نکلے اور خالی راہ ڈھونڈھکر جائے نہ کہ سڑکون اور بازارون مین اور خوشبو لگا کر بن سنور کے

عطرة متزینة ولا تحدث مع رجل فی الطریق لما روی ان عمر رأی امرأة مع رجل یتحدثان فی الطریق فضربهما بالدرة
نہ جائے اور نہ راستہ مین کسی آدمی سے باتین کرے اسلیے کہ روایت ہے کہ حضرت عمر نے ایک عورت کو ایک مرد کے ساتھ دیکھا کہ دونون باتین کر رہے ہین پس دونون کو کوڑے لگائے

فقال الرجل هی امرأتی یا امیر المؤمنین فقال له عمر لو کانت امرأتك فلم لم تدخلها فی بیتك حتی لا یتهمك احد فی
پس مرد نے کہا اے امیر المؤمنین یہ میری عورت ہے تو اس سے کہا اگر تیری عورت تھی تو اسکو اپنے گھر مین کیون نہ لیگیا کہ رستہ مین کوئی تجکو تہمت نہ لگائے

الطریق ولا تخرج الی الحمام وان اذن لها زوجها لما روی عن عائشة انه علیه السلام قال الحمام حرام علی نساء امتی فان
اور حمام مین نہ جائے اگرچہ اسکا شوہر اسکو اجازت دے کیونکہ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ حمام میری امت کی عورتون پر حرام ہے پس اگر

اقتضت الضرورة الی دخولها فی الحمام لعذر المرض والنفاس یشترط ان تدخل بمیزر ولا یکون فیه احد من النساء
حمام مین جانے کی کوئی ضرورت پڑے مرض یا نفاس کے عذر کیوجہ سے تو یہ شرط ہے کہ لنگی پہنکر جائے اور اُس مین کوئی عورت

مکشوف العورة ولا تخرج بزینة فاذا لم یوجد واحد من هذه الشروط لا یحل لها الخروج الی الحمام وکذا لا
ننگی نہو اور نہ بناؤ سنگار سے جائے پس اگر ان شرطون مین سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو اسکو حمام مین جانا حلال نہین اور اسی طرح اسکو

یحل لها الخروج الی المقابر لما ذکر فی نصاب الاحتساب ان القاضی سئل عن جواز خروج المرأة الی المقابر فقال
قبرستان مین جانا بھی حلال نہین کیونکہ نصاب الاحتساب مین مذکور ہے کہ قاضی سے کسی نے عورت کے قبرستان جانے کے جواز کو پوچھا پس جواب دیا

لا تسأل عن الجواز فی مثل هذا وانما اسئل عن مقدار ما یلحقها من اللعن فانها لما نوت الخروج کانت فی لعنة الله تعالی
کہ ایسی بات کے جائز ہونیکو نہ پوچھو اور یہ پوچھو کہ اسپر کسقدر لعنت برستی ہے کیونکہ عورت جب نکلنے کی نیت کرتی ہے تو اللہ تعالی اور اسکے فرشتون کی لعنت مین

وملائکته واذا خرجت تحفها الشیاطین من کل جانب واذا اتت القبر یلعنها روح المیت واذا رجعت یکون فی
آجاتی ہے اور جب نکل کھڑی ہوتی ہے تو ہر طرف سے اسکے ساتھ شیطان ہو لیتے ہین اور جب قبر کے پاس آتی ہے تو مردہ کی روح اسپر لعنت کرتی ہے اور جب لوٹتی ہے تو اللہ تعالی

لعنة الله تعالی وملائکته حتی تعود الی منزلها وفی الخبر ایما امرأة خرجت الی مقبرة یلعنها ملائکة السموات السبع
اور اسکے فرشتونکی لعنت مین رہتی ہے یہانتک کہ اپنے گھر پہونچ جائے اور حدیث مین ہے جو عورت گورستان جانے کو نکلی اسپر ساتون آسمان اور ساتون زمین کے

والارضین السبع وتمشی فی لعنة الله تعالی وایما امرأة دعت للمیت بخیر ولم تخرج من بیتها یعطیها الله تعالی
فرشتے لعنت کرتے رہتے ہین اور اللہ تعالی کی لعنت مین چلتی رہتی ہے اور جو عورت مردہ کے لیے دعائے خیر کرے اور اپنے گھر سے نہ نکلے اسکو اللہ تعالی ایک حج اد۔

ثواب حجة وعمرة وعن سلمان وابی هريرة انه علیه السلام ذات يوم خرج من المسجد فوقف علی باب داره فاتت
ایک عمرہ کا ثواب دیتا ہے اور سلمان اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام ایک دن مسجد سے نکل کر اپنے گھر کے دروازہ پر ٹھہر گئے پس حضرت
فاطمة فقال لها من این جئت قالت خرجت الی منزلة فلانة التی ماتت فقال هل ذهبت قبرها قالت معاذ الله ان فعل
فاطمہ آئیں آپ نے انسے فرمایا کہاں سے آئی عرض کیا فلانی عورت کے گھر سے جو مر گئی فرمایا کیا تو اسکی قبر پر گئی تھی عرض کیا خدا کی پناہ جو کچھ میں نے آپ سے
شیئا بعد ما سمعت منك ما سمعت فقال لو ذهبت قبرها لم تریحی رائحة الجنة وروی انه علیه السلام لما قدم المدینة
سنا ہے اسکے سننے کے بعد میں ایسا کرتی پس فرمایا اگر تو اسکی قبر پر جاتی تو جنت کی خوشبو بھی نہ پاتی اور روایت ہے کہ نبی علیہ السلام جب مدینہ میں تشریف لائے
خرج الی جنازة فرأی النساء یتبعن فقال لهن اتحملین مع من یحمل فقلن لا فقال علیه السلام اتصلین مع من یصلی
تو ایک جنازہ کے ساتھ نکلے تو دیکھا کہ عورتیں جنازہ کے پیچھے آ رہی ہیں پس انسے کہا کیا تم بھی سب کے ساتھ جنازہ اٹھاؤ گی انھوں نے کہا کہ نہیں پس حضور علیہ السلام نے فرمایا تو کیا سب کے ساتھ نماز پڑھو گی
فقلن لا فقال انصرفن مأزورات غیر مأجورات فدل ذلك علی ان المرأة لا یباح لها تشییع الجنازة ولا الخروج الی المقبرة
انھوں نے کہا کہ نہیں پس فرمایا لوٹ جاؤ گنہگار ہو کر بے ثواب پا کے پس اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو جنازہ کے ساتھ جانا جائز نہیں اور نہ قبرستان جانا
بل لا بد لها ان تکون قاعدة فی قعر بیتها ملازمة لمغزلها من حین زفت الی زوجها الی ان تزف الی قبرها ولا تخرج من
بلکہ اسکو ضروری ہے کہ اپنے گھر کے اندر اپنا چرخا لیے بیٹھی رہے جب سے شوہر کے گھر آئی ہے اسوقت سے لیکر قبر میں جانے تک اور اپنے گھر سے بغیر
بیتها بغیر اذن زوجها قال ابن الهمام وحیث ابیح لها الخروج فانما یباح بشرط عدم الزینة وتغییر الهیأة الی ما لا یکون داعیا
اپنے خاوند کی اجازت کے باہر نہ نکلے ابن ہمام نے کہا ہے کہ جس جگہ اسکو نکلنے کی اجازت ہے تو بناؤ سنگار نہوتے اور اسیطرح حالت بدل دینے کی شرط یہ ہے کہ مردونکے دیکھنے
الی نظر الرجال واستمالتهم اذ قال الله تعالی ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولی والتبرج علی ما ذکر فی الصحاح اظهار
اور انکی لگاوٹ کا سبب نہو کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے اور دکھائی نہ پھرو پہلی نادانی کے دکھانے کیطرح اور تبرج حسب بیان صحاح کے عورت کا اپنے سنگار
المرأة زینتها ومحاسنها للرجال وکان ذلك عادة نساء اهل الجاهلیة الاولی وهی علی ما قیل بین ادم ونوح علیهما السلام
اور خوبیوں کو مردوں کے سامنے ظاہر کرنا ہے اور اول جاہلیت کی عورتوں کی یہ عادت تھی اور بعضوں کے قول کے موافق آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان کا زمانہ ہے
فنهی الله المؤمنات عن التشبه بهن وامرهن بالقرار فی بیوتهن فان المرأة کلما کانت مخفیة من الرجال یکون دینها اسلم لما
پس اللہ نے مومن عورتوں کو انکے ساتھ مشابہت کرنے سے منع کر دیا اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے کا انکو حکم دیا اسلیے کہ عورت جبتک مردوں سے چھپی رہیگی اسکا دین بچا رہیگا اسلیے کہ
روی انه علیه السلام قال لابنته فاطمة ای شیء خیر للمرأة قالت ان لا تری رجلا ولا یراها رجل واستحسن قولها
روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی بیٹی فاطمہ سے فرمایا کہ عورت کے لیے کیا چیز بہتر ہے عرض کیا یہ کہ نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ اسکو کوئی مرد دیکھے انکی بات کو آپ نے پسند فرمایا
وضمها الیه وقال ذریة بعضها من بعض وکان اصحاب النبی علیه السلام یسدون الثقب والکوی فی الحیطان لئلا
اور انکو اپنے سینہ سے لگا لیا اور فرمایا اولاد ایک کا ایک جزو ہے اور نبی علیہ السلام کے اصحاب دیواروں کے جھروکوں اور سوراخوں کو بند کر دیا کرتے تھے تاکہ
تطلع النساء علی الرجال ورأی معاذ امرأته تطلع فی کوة فضربها فینبغی للرجل ان یفعل کذلك ویمنع امرأته عن مثل ذلك
عورتیں مردوں کو نہ جھانکیں اور حضرت معاذ نے اپنی عورت کو روشندان میں جھانکتے دیکھا تو انکو مارا پس مرد کو چاہیے کہ ایسا ہی کرے اور اپنی عورت کو ایسی باتوں سے منع کرے
ثم ان کان فی قلبها بدعة یزیلها ویلقنها اعتقاد اهل السنة والجماعة ویعلمها من احکام الصلوة والحیض والنفاس
پھر اگر اسکے دل میں کوئی بدعت ہو تو اسکو دور کرے اور اہل سنت وجماعت کا عقیدہ اسکو بتلائے اور نماز اور حیض اور نفاس کے احکام جنکی حاجت ہو
ما تحتاج الیه وان تساهلت فی امر الدین او کانت تارکة للصلوة یؤدبها لکن یتدرج فی تادیبها فیقدم اولا الوعظ و
اسکو سکھائے اور اگر دین کے کام میں سستی کرے یا بے نماز ہو تو اسکو ادب دے لیکن ادب دینے میں آہستگی سے کام لے پس اول تو نصیحت کرے اور
التخویف بالله تعالی وان لم تنجع یولی الیها ظهره فی المضجع او ینفرد عنها بالفراش ویهجرها ثلث لیال فان لم تنجع یضربها
اللہ تعالی سے ڈرائے اور اگر نہ مانے تو سونے میں اسکی طرف پیٹھ کر لیا کرے یا اس سے الگ بچھونے پر سویا کرے اور تین دن رات اسکو چھوڑے رکھے پھر اگر نفع نہو تو مارے ایسی مار
غیر مبرح بحیث یؤلمها ولا یکسر عظمها ولا یدمی جسمها ولا یضرب وجهها لورود النهی عنه فان لم تنجع یطلقها کما قال
کہ ہڈی نہ ٹوٹنے پائے اسطرح کہ اسکو چوٹ لگے اور ہڈی نہ ٹوٹے اور نہ اسکا بدن لہولہان ہو اور نہ اسکے چہرہ پر مارے کیونکہ اس سے ممانعت آئی ہے پھر بھی اگر فائدہ نہو تو اسکو طلاق دیدے جیسا کہ

قاضيخان في فتاواه رجل له امرأة لا تصلي يطلقها وان لم يكن له مال يوفيها مهرها وقال البزازي لان يلقى الله تعالى ومهرها في عنقه اولى من
قاضیخان نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے کہ جس مرد کی عورت نماز نہ پڑھتی ہو اسکو طلاق دیدے اگرچہ اسکے پاس اتنا مال نہ ہو کہ اسکا مہر ادا کر دے اور بزازی نے کہا ہے کہ بیشک اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملنا کہ اسکا مہر اسکی گردن پر ہو اس سے بہتر ہے
ان يطأ امرأة لا تصلي وقد مدح الله تعالى اسمعيل النبي عليه السلام بقوله وَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وقالوا حمل اهل بيته على الصلوة
کہ بے نمازی عورت سے صحبت کرے اور اللہ تعالیٰ نے اسمعیل نبی علیہ السلام کی اس قول سے تعریف کی ہے اور تھے حکم کرتے اپنی اہل کو نماز اور زکوٰۃ کا اور کہتے ہیں اپنی گھروالی کو نماز پر آمادہ کرنا
سبب لانفتاح باب الرزق وقال صاحب الخلاصة للزوج ان يضرب المرأة على اربع احدها خروجها عن منزله بغير اذنه بعد ايفاء مهرها
دروازہ رزق کے کھلنے کا سبب ہے اور صاحب خلاصہ نے کہا ہے شوہر کو حق ہے کہ اپنی عورت کو چار باتوں پر مارے ایک تو مہر دینے کے بعد بلا اسکی اجازت کے گھر سے اسکا نکلنا
والثانية ترك الزينة اذا اراد الزوج الزينة والثالثة ترك الاجابة اذا اراد الزوج الجماع وهي طاهرة والرابعة ترك الصلوة
اور دوسرے بناؤ سنگار نہ کرنا جبکہ شوہر سنگار کو چاہے اور تیسرے جب شوہر صحبت کرنا چاہے تو اسکا نہ ماننا حالانکہ وہ پاک ہو اور چوتھے نماز نہ پڑھنا اور
بمنزلة ترك الصلوة ترك الغسل عن الجنابة والحيض ثم انه ان اراد ان يتزوج اخرى وعلم انه يعدل بينهما يجوز له ذلك لكن ان لم يفعل
نماز نہ پڑھنے کے مثل جنابت اور حیض سے غسل نہ کرنا ہے پھر اگر مرد اور عورت سے نکاح کرنا چاہے اور جانتا ہو کہ دونوں میں انصاف کریگا تو یہ اسکو جائز ہے لیکن اگر نہ کریگا
فهو ماجور لتركه ادخال الغم عليها لا سيما عند كونها امرأة صالحة فان صلاحها نعمة عظيمة لا يكافيها شكر وان خاف ان لا يعدل
تو ثواب پائیگا کیونکہ اسنے اسپر غم نہیں ڈالا خصوصاً اسکی نیک عورت ہونے کے وقت کیونکہ عورت کی نیک بختی بڑی نعمت ہے جسکا شکر ادا نہیں ہو سکتا اور اگر خوف ہو کہ دونوں میں
بينهما لا يجوز ان يفعل ذلك لان الله تعالى وان جعل له ذلك حلالا بقوله فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ
برابری نہ کر سکیگا تو اسکو یہ فعل درست نہیں اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے اگرچہ اسکے لیے یہ حلال کیا ہے اس ارشاد سے پس نکاح کرو جو اچھی لگیں تمکو عورتیں دو دو تین تین
وَرُبٰعَ الا انه تعالى عقيب ذلك قال فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً فان من كانت له امرأتان واكثر يجب عليه
چار چار مگر اللہ تعالیٰ نے اسکے بعد یہ بھی فرمایا ہے پس اگر خوف کرو تم کہ انصاف نہ کرو گے تو ایک ہی ہے پس بیشک جسکی دو عورتیں یا زیادہ ہوں تو اسپر واجب ہے
ان يقسم ويعدل بينهن سواء كان صحيحا او مريضا فيكون عند كل واحدة منهن يوما وليلة او ثلثة ايام ولياليها
کہ سب میں برابر تقسیم وقت اور انصاف کرے خواہ مرد تندرست ہو یا بیمار لہذا انمیں سے ہر ایک کے پاس ایک دن رات یا تین دن رات رہے
ولا يقيم عند احدهن اكثر من ذلك الا باذنهن والثيب والبكر والمراهقة والبالغة والعاقلة والمجنونة والمسلمة
اور کسی کے پاس اس سے زیادہ بلا انکی اجازت کے نہ رہے اور کنواری اور غیر کنواری اور جوانی کے قریب عورت اور جوان ہوش و حواس والی اور دیوانی اور مسلمان
والكتابية والصحيحة والمريضة سواء كانت الجديدة بكرا او ثيبا فان ان قام عند الجديدة ثلثة ايام او سبعة ايام
اور کتابیہ اور تندرست اور بیمار تقسیم میں سب برابر ہیں اور ایسے ہی نئی اور پرانی خواہ وہ نئی کنواری ہو یا بیاہی پس اگر نئی کے پاس تین یا سات دن رہا
يقيم عند العتيقة مثل ذلك ولا يميل الى بعضهن لما روي انه عليه السلام قال من كانت له امرأتان فمال الى
تو پرانی کے پاس بھی اتنا ہی رہے اور کسی ایک کی طرف جھک نہ پڑے کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جسکی دو عورتیں ہوں پس وہ دونوں میں سے ایک کی طرف
احداهما جاء يوم القيمة واحد شقيه ساقطة يعني ان احد جنبيه يكون مجروحا ساقطا بحيث يراه اهل العرصات
جھک پڑے تو قیامت کے دن اس حال میں آئیگا کہ اسکا ایک جانب گرا ہوا ہوگا یعنی اسکا ایک پہلو زخمی گرا ہوا ہوگا اسطرح کہ سارے میدان قیامت والے اسکو دیکھیں گے
ليكون له هذا زيادة في التعذيب فان الافتضاح اشد العذاب لكن ينبغي ان يعلم ان القسم والعدل انما يجب في العطاء
تاکہ یہ اسکے لیے زیادہ عذاب بن جائے کیونکہ رسوائی بڑا ہی عذاب ہے لیکن جاننا چاہیے کہ تقسیم اور انصاف خرچ دینے
والمبيت دون الحب والوقاع لان الحب لا يدخل تحت الاختيار والوقاع يبتني على النشاط فلا يقدر على التسوية
اور رات کے رہنے میں ہے نہ محبت اور صحبت میں کیونکہ محبت اختیار میں نہیں ہے اور صحبت کرنا نشاط پر موقوف ہے لہذا ان دونوں میں برابری کی قدرت نہیں.
فيهما لما روي انه عليه السلام كان يقسم بين نسائه ويعدل ثم يقول اللهم هذا قسمي فيما املك فلا تلمني فيما تملك
اسلیے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام اپنی بیبیوں میں تقسیم اور عدل کیا کرتے تھے پھر فرماتے تھے یا اللہ یہ میری تقسیم ہے اس بات میں کہ میں مالک ہوں پس مجھکو ملامت نہ کرنا ایسی بات میں جسکا تو مالک ہے
ولا املك قيل اراد به الحب لان عائشة رض كانت احب نسائه اليه وكانت سائر نسائه يعرفن ذلك الا انه
اور میں مالک نہیں کہتے ہیں کہ اس سے محبت آپکی مراد ہے کیونکہ حضرت عائشہ سب بیبیوں سے زیادہ آپکو پیاری تھیں اور سب بیبیاں اسکو جانتی تھیں لیکن یہ بات تھی کہ نبی

علیه السلام کان یقسم ویعدل فی العطاء والبیتوتة حتی فی مرضه الذی توفی فیه اذ روی انه علیه السلام کان
علیہ السلام خرچ دینے اور رات کو رہنے مین برابر کی تقسیم اور عدل کیا کرتے تھے یہان تک کے اپنے اس مرض مین جسمین وفات ہوئی کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام اپنے مرض مین
یطاف به محمولا فی مرضه کل یوم ولیلة فیبیت عند کل واحدة منهن وکان یقول این انا غدا این انا غدا فعلمت
ہر دن رات گود مین اٹھا کر پھرائے جاتے تھے پس انہین سے ہر ایک کے پاس رات کو رہا کرتے تھے اور فرماتے تھے مین کل کہا ہونگا مین کل کہان ہوگا اس سے آپکی بیبیان
ازواجه انه یرید یوم عائشة فاذن له ان یکون حیث شاء فقال هل رضیتن بذلک فقلن نعم قال علیه السلام حولونی
سمجھ گئین کہ حضرت عائشہؓ کی باری کو پوچھنا مقصود ہے لہذا سب نے اجازت دیدی کہ جہان جی چاہے رہین تو فرمایا کیا تم اسپر راضی ہو سب نے کہا ہان تو نبی علیہ السلام نے فرمایا مجھکو
الی بیت عائشة فکان فی بیتها حتی مات عندها ومما یجب علی الزوج من حقها ان یؤدی الیها مهرها کملا ان کان
عائشہؓ کے گھر لیچلو پس انہی کے گھر رہے یہان تک کہ انہی کے پاس وفات پائی اور ایک حق عورت کا جو مرد پر ہے یہ ہے کہ اسکا مہر پورا اسکو ادا کرے اگر
قادرا علی ادائه وان لم یکن قادرا علی ادائه ینوی ان یؤدیه اذا قدر اذ قال الله تعالی واتوا النساء صدقاتهن نحلة
اسکے ادا کرنے پر قدرت ہو اور اگر اسکے ادا کرنے پر قادر نہو تو نیت رکھے کہ جب قدرت ہوگی ادا کردونگا کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے اور دیدو تم عورتونکو انکا مہر خوشی سے
ای فریضة من الله تعالی فان اعطاء النساء مهورهن مما فرض الله تعالی فی الملة والدین فمن نوی ان لا یؤدی الیها مهرها
یعنی اللہ تعالی کیطرف سے فرض ہے کیونکہ عورتون کو انکا مہر دینا اس قبیل سے ہے کہ اللہ تعالی نے مذہب اور دین مین فرض کیا ہے پس جسنے یہ نیت کی کہ اسکا مہر اسکو نہ دونگا
یجیء یوم القیمة زانیا لما روی انه علیه السلام قال ایما رجل تزوج امرأة علی ما قل من المهر
تو قیامت کے دن زناکار ہوکر آئیگا کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو مرد کسی عورت سے تھوڑے سے مہر یا زیادہ مہر پر نکاح کرے
او کثر لیس فی نفسه ان یؤدی الیها حقها لقی الله تعالی وهو زان ولا یطلب منها المهلة لاداء مهرها الا ان یکون
جسکے دل مین اسکے حق کو ادا کرنے کی نیت نہو تو اللہ تعالی سے زناکار ہوکر ملیگا اور ادائے مہر کے لیے عورت سے مہلت نہ مانگے مگر اسوقت کہ
فقیرا ان تؤجله المرأة طوعا لا کرها ولا یکلفها ان تهب له مهرها لانه تعالی بعدما قال واتوا النساء صدقاتهن نحلة قال
فقیر ہو یا عورت خوشی سے اسکو مہلت دیدے نہ کہ زبردستی کرکے اور اسپر یہ دباؤ نہ ڈالے کہ اپنا مہر بخشدے اسلیے کہ اللہ تعالی نے اس آیت کے بعد اور دیدو عورتون کو انکا مہر خوشی سے یہ فرمایا ہے
فان طبن لکم عن شیء منه نفسا فکلوه هنیئا مریئا فمعناه علی ما فی التیسیر وانوار التنزیل فان وهبن لکم بعض
پس اگر وہ خوشی دل سے مہر مین سے کچھ چھوڑ دین تو کھاؤ اسکو رچتا پچتا پس اسکے معنے حسب بیان تیسیر اور انوار التنزیل کے یہ ہین کہ وہ اگر تمکو کچھ مہر بخشدین
من الصداق عن غایة الرضاء وطیب القلب بلا اکراه ولا افتداء من سوء العشرة فتنتفعوا به بلا تبعة فعلم من هذا ان
نہایت رضامندی اور خوشی دل سے نہ دباؤ ڈالکر اور نہ بدمعاملگی کے خوف سے جان چھڑانے کے لیے تو اس سے نفع اٹھاؤ بلا اسکے کہ تمہارے ذمہ کچھ باقی رہے پس اس سے معلوم ہوا کہ
الاستکثار فی الاستیهاب مکروه لانه تعالی کما جعل عقد النکاح بید الزوج ان شاء یمسکها وان شاء یرسلها بلا اختیار
بہت کہہ کہکر بخشوانا مکروہ ہے اسلیے کہ اللہ تعالی نے جسطرح عقد نکاح کو مرد کے قبضہ مین کیا ہے کہ چاہے اسکو رکھے اور چاہے اسے چھوڑ دے بلا اسکے کہ عورت کا کچھ اختیار ہو
منها کذلک جعل حلقة سلسلة المهر فی رقبته وذمته فعقد النکاح یجرها الیه وسلسلة المهر تجره الیها فاستیهاب کل
اسیطرح مہر کی زنجیر کا حلقہ مرد کی گردن اور ذمہ مین ڈالا ہے لہذا عقد نکاح تو عورت کو مرد کی طرف کھینچتا ہے اور مہر کی زنجیر مرد کو عورت کیطرف پس سارے مہر کا بخشوا لینا
المهر ابطال لحقها وابقاء لحقه وفیه ترک المعادلة ونوع من الظلم ولا یطلقها بغیر ضرورة الا ان تکون سیئة الخلق
اسکے حق کو باطل کرنا اور اپنے حق کو باقی رکھنا ہے اور اسمین بے انصافی اور ایک طرح کا ظلم ہے اور بلا ضرورت کے اسکو طلاق نہ دے مگر اس صورت مین کہ بدخلق
فاسدة الدین تارکة الصلوة لان الطلاق وان کان مباحا لکنه من ابغض المباحات عند الله تعالی لما فیها
بددین بے نمازی ہو کیونکہ طلاق اگرچہ مباح ہے لیکن اللہ تعالی کے نزدیک بہت برا مباح ہے کیونکہ اسمین
من الایذاء ولا یباح ایذاء الغیر من غیر ضرورة الا بجنایة من طرفها فاذا عزم علی تطلیقها بسبب الضرورة
ایذا دینا ہے اور بلا ضرورت کے غیر کو ستانا جائز نہین مگر عورت کی طرف سے کوئی خطا ہونے کی صورت مین پس جب کسی ضرورت سے اسکے طلاق دینے کا قصد کرے
ینبغی له ان یراعی عدة امور احدها ان یطلقها فی طهر لم یجامعها فیه لان الطلاق فی الحیض والطهر الذی جامعها فیه
تو اسکو چاہیے کہ چند باتونکی رعایت رکھے ایک تو یہ کہ ایسے طہر مین اسکو طلاق دے جسمین اس سے صحبت نکی ہو اسلیے کہ حیض مین اور ایسے طہر مین طلاق دینا جسمین اس سے صحبت کر چکا

حرام والثانی ان یقتصر علی طلقة واحدة ولا یجمع بین الثلث لانه بدعی قبیح والطلقة الواحدة بعد انقضاء العدة
حرام ہے اور دوسری یہ کہ ایک ہی طلاق پر اکتفا کرے اور تین اکٹھا نہ دے کہ یہ بدعی قبیح ہے اور ایک طلاق بھی عدت گزر جا لیکے بعد

تفید المقصود مع انه ابعد من الندم لتمکنه من التدارک بالرجعة فی العدة وبتجدید النکاح بعد العدة واما اذا
مقصود کو مفید ہے باوجودیکہ یہ ندامت سے بھی دور ہے کیونکہ عدت کے اندر رجعت سے اور بعد عدت کے نئے سرے سے نکاح کر لینے سے تدارک پر قدرت رہتی ہے اور جب

طلقها ثلثا فربما یندم ولا یمکنه التدارک الا بالحالة وعقد الحلة منهی عنه ورد فیه اللعن ویکون هو الداعی فیه و
اسکو تین طلاق دیدیں تو بعضی دفعہ نادم ہوتا ہے اور بلا حلالہ کے اسکا تدارک اسکو ممکن نہیں اور عقد حلالہ سے ممانعت ہے اسمیں لعنت آئی ہے اور یہی اسکا سبب بنے گا اور

یحتاج الی الصبر مدة مع کون قلبه متعلقا بزوجة الغیر فیرجو ان یطلقها حتی تعود الیه بعد انقضاء عدتها وکل ذلک
ایک مدت تک صبر کرنیکی حاجت پڑیگی ایسے حال میں کہ اسکا دل غیر کی بی بی سے اٹکا رہیگا اس امید پر کہ وہ طلاق دے تو عدت گذر جانے کے بعد میری پاس واپس کئے اور یہ سب

ثمرة الجمع فی الواحدة یحصل المقصود من غیر محذور والثالث ان یتلطف فی تطلیقها من غیر عنف ولا استخفاف ویطیب
اکٹھا دینے کا پھل ہے اور ایک میں بلا کسی خرابی کے مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور تیسری یہ کہ اسکے طلاق دینے میں نرمی برتے بلا سختی اور بلا تحقیر کیے اور اسکا دل

قلبها بان یعطیها شیئا زائدا علی مهرها علی طریقة المتعة وهی درع وخمار وملحفة عوضا عن ایحاشها والرابع ان لا یفشی سرها
خوش کر دے اسطرح کر بطور متعہ کے اسکے مہر سے کچھ زائد اسکو دیکے اور وہ ایک کرتا اور ایک دوپٹہ اور ایک چادر ہے اسکی وحشت دینے کے عوض میں اور چوتھے یہ کہ اسکا بھید نہ ظاہر کرے

ثم انه ان طلقها علی مال وهو الخلع یکره له ان یاخذ ذلک المال ان کان النشوز من جانبه لانه اوحشها بالارسال فلا تزید فی
پھر اگر مال پر اسکو طلاق دے اور یہی خلع ہے تو اس مال کا لینا مرد کو مکروہ ہے جبکہ بدمزاجی مرد کی طرف سے ہو کیونکہ اسنے چھوڑ کے اسکو وحشت میں ڈالا ہے تو اب

ایحاشها باخذ المال وقد قال الله تعالی وان اردتم استبدال زوج مکان زوج واتیتم احداهن قنطارا فلا تاخذوا منه
مال لیکر زیادہ وحشت نہ دے اور بیشک الله تعالی نے فرمایا ہے اور اگر چاہو تم بدلنا ایک بی بی کا بجائے دوسری بی بی کے اور دے چکے ہو تم کسی کو مال کا ڈھیر تو تم اسمیں سے

شیئا فانه تعالی نهی عن اخذ شیء یسیر من القنطار الذی هو المال الکثیر فضلا عن الکثیر وان کان النشوز من جانبها یکره ان
کچھ نہ لو پس الله تعالی نے ڈھیر میں سے جو کہ بہت مال ہوتا ہے کچھ تھوڑا سا لینے کو بھی منع کیا ہے چہ جائیکہ زیادہ اور اگر بدمزاجی عورت کی طرف سے ہو تو جو مہر اسکو

یاخذ الزائد علی ما دفع الیها من المهر ثم ان اکرهها علی الخلع والتزمت ان تعطیه مالا للخلاص منه واسقطت ما علیه من المهر و
دے چکا ہے اس سے زائد لینا مکروہ ہے پھر اگر مرد نے عورت کو خلع پر مجبور کیا اور اسنے اپنی جان چھڑانے کے لیے مرد کو مال کا دینا منظور کر لیا یا جو مہر وغیرہ مرد کے ذمہ ہے اسکو معاف کر دیا

نحوه یقع الطلاق بلا لزوم ما التزمته من المال وبلا سقوط ما علیه من المهر لان الرضاء شرط
تو طلاق پڑ جائیگی بلا اس مال کے لازم ہونے جو اسنے اپنے ذمہ منظور کیا ہے اور بلا اس مہر کے معاف ہوئے جو مرد کے ذمہ ہے کیونکہ رضامندی

فی لزوم المال وسقوطه والاکراه عدم الرضاء علی ما بین فی موضعه وان مات زوجها وارادت ان تکون فی الاخرة زوجته
مال کے لازم ہونے اور معاف ہونے میں شرط ہے اور زبردستی نارضامندی کا نام ہے جیسا کہ اپنی جگہ بیان ہو چکا ہے اور اگر اسکا شوہر مر گیا اور وہ چاہے کہ میں آخرت میں اسکی بی بی ہوں

ینبغی لها ان لا تتزوج زوجا اخر لان المرأة تکون فی الاخرة لاخر ازواجها علی ما روی ان ابا سفیان خطب ام الدرداء بعد
تو اسکو چاہیے کہ اور خاوند نہ کرے کیونکہ عورت آخرت میں پچھلے شوہر کو ملیگی چنانچہ روایت ہے کہ ابو سفیان نے ام درداء کو ابو درداء کی وفات کے بعد

وفات ابی الدرداء فابت وقالت سمعت ابا الدرداء یحدث عن النبی علیه السلام ان المرأة لاخر ازواجها فی الاخرة وقال لی ان اردت
نکاح کا پیغام بھیجا سو انھوں نے انکار کر دیا اور کہا میں نے ابو درداء سے سنا ہے وہ نبی علیہ السلام سے حدیث بیان کرتے تھے کہ آخرت میں عورت اپنے پچھلے شوہر کو ملیگی اور مجھسے کہا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ

ان تکونی زوجتی فی الاخرة فلا تتزوجی بعدی وقیل هی فی الاخرة لاحسن ازواجها خلقا لما روی ان ام حبیبة زوج النبی صلی الله علیه وسلم
تو آخرت میں میری بی بی ہے لہذا میرے بعد نکاح نہ کرنا اور بعضے کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ خوش اخلاق شوہر کو ملیگی کیونکہ روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہ نبی صلی الله علیہ وسلم کی بی بی نے

سألت النبی علیه السلام ان المرأة تکون لها زوجان فلایهما تکون فی الاخرة فقال علیه السلام تخیر فتختار احسنهما خلقا معها
نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ جس عورت کے دو شوہر ہوں وہ دونوں میں سے کسکو آخرت میں ملیگی پس فرمایا کہ اسکو اختیار دیا جائیگا پس وہ دونوں میں سے اپنے ساتھ اچھا برتاؤ کرنیوالے کو پسند کرے گی

خاتمة الطبع

الحمد لله الذي انزل على عبده الكتاب قيما وعلمه حكما واحكاما ليكون للعالمين سراجا منيرا وداعيا الى الله باذنه وهاديا واماما
نحمده حمد من اوتي الحكمة فرفع سمكها وسواها واقام لها اعلاما ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ملكا قادرا وصمدا سلاما فسبحان
الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون ان الله وملائكته يصلون على النبي يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما
وبعد فيقول العبد الفقير الى رحمة ربه القوي الرشيد محمد عبد المجيد سليل صاحب المجد الشامخ والنائل الذائع الظل السابغ الوافر في المساعي شوامخ
المعالي والمعارف مولانا الشيخ الحافظ محمد عبد الحميد رحمة الله تعالى عليه وان الزمان قد الوليل البهيم قد ادلهم فتطرقت
الفساد في امر الدين واعرض الناس عن الشرع الحنيف المبين وتناءوا وتجانبوا عن العلم واهله السادة المصطفين ولما كان هذا الخطب الفادح من اكبر الخطوب
فلما اجتمعت ثلة من هداة الحق ودعاة الصدق وحماة زمام الامة واساة العلل المدلهمة في تدارك هذه الرزئية البدئية وملافاتها
وتسارعوا على الفحص بتدبيره بغاية النشاط ونهاية الاجتهاد وسعة الباع وبهجة الفؤاد فبيناهم في تلك اذ قد شرح الله صدري والحمد لله
ان انشر كتاب مجالس الابرار ومسالك الاخيار ومحائق البدع ومقامع الاشرار فانه كاسمه نور الله الاتم وحكمة المحكم في نشر انواره ورفع
مناره فهممت بطبعه باشارة المولى النشيط السخي السفيط رئيس القروم مجمع الفهوم الشيخ الحاج محمد سعيد صاحب المطبعة المجيدية
والمكتبة التجارية فبادرت اليه حتى تم الطبع وتم الكتاب حلا منظره الناظر في العين وطاب وقد ابدعت في هذه النشرة البديعة وابتكرت
فيها بترجمة العبارة العربية باللغة الرائقة الاردية وسميتها بمطارح الانظار فجاءت كانها روضة ممطورة بالغة الاثمار مورقة الاشجار
متدفقة الجداول والانهار على ترصيع بديع يجلب الانظار ويجلو الابصار كيف وقد وصف ذلك الكتاب الكريم حضرة الحجة الثقة الثبت الامام
الهمام منور الحوالك والظلام وحسنة الليالي والايام آية الله العلية ومسند الديار الهندية الشيخ عبد العزيز العمري الدهلوي المتوفى سنة
تسع وثلاثين والف ومائتين بهذا النص الشريف "كتاب مجالس الابرار في علم الوعظ والنصيحة يتضمن فوائد كثيرة من باب اسرار الشرائع
ومن ابواب الفقه ومن ابواب السلوك ومن ابواب البدع والعادات الشنيعة لا علم لنا بحال مصنفه الا ما يكشف عنه هذا التصنيف
من تدينه وتورعه وتفننه في العلوم الشرعية ولنعم ما قيل لا تنظر الى من قال وانظر الى ما قال فانما يعرف الرجال بالحق لا الحق بالرجال
والله اعلم بالصواب واليه حسن العاقبة والمآل" وقال المؤرخ الصدوق العلامة الحاج مصطفى بن عبد الله القسطنطيني في كتابه
كشف الظنون عن اسماء الكتب والفنون "ماتلك عيون الفاظه" وهو على مائة مجلس في شرح مائة حديث من احاديث المصابيح للشيخ احمد الرومي
اوله الحمد لله الذي رفع اقدار العلماء في كتابه المحكم" فالحمد لله الذي وفقني لانجاز هذا العمل المبرور على يدي وقد تم الكتاب بنعمة الله وبنعمته تتم الصالحات

نام کتاب	اجزا	نام کتاب	اجزا	نام کتاب	اجزا	نام کتاب	اجزا	نام کتاب	اجزا	نام کتاب	اجزا	نام کتاب	اجزا	نام کتاب	اجزا	نام کتاب	اجزا
فارسی نامہ قادر نامہ	یکجز	قصہ ماہ رمضان	مہورق	گلدستہ بہار	۲	میلاد مصطفیٰ و میلاد معراج	ے	مالابد منہ اردو	معہ	مسدس حالی	للعہ	مجموعہ خطب جدید	للعہ	نور حق	للعہ
فرس نامہ رنگین	۲	قصہ عابد و شیطان	مہورق	گلدستہ کرامت	ے	موتی بنولہ	یکجز	مجمع الاشعار	معہ	مفید الواعظین	۲	مجربات اکبری	۲	نامۂ عاشقین	۲
فضائل بسم اللہ	ے	قال اقول	للعہ	گوپی چند	یکجز	مجربات بشیر	للعہ	مولود اکمل	ے	معجزہ آل نبی	مہورق	مجموعہ وظائف	۳	نافع الخلائق	۲
قرابادین احسانی	۳	قصہ ہارون رشید	یکجز	گل بکاولی	ے	مجموعہ قوالی	۲	مولود سلطان الاولیا	یکجز	مکتوب احمدی	ے	مجموعہ خطب علمی	للعہ	نظم قادریہ	ے
قرابادین شفائی	ے	قصہ دُلہ	۲	گلستان مترجم	ے	مولود رحمۃ الرحیم	ے	مولود جدید	۳	مکتوب محمدی	۲	مجلس گیارھویں	۳	نزول رحمت	یکجز
قصہ زیتون	للعہ	قصائد نعتیہ	۲	گلدستہ معراج	۲	محامد مصطفیٰ	۲	مصباح المشکوۃ	عہ	مفید المبتدی حصہ اول	یکجز	مثنوی نادر سن	۳	نقش سلیمانی	۲
قصہ سبرج پور	مہورق	قصص الانبیا	ے	گلستان معہ فرہنگ	۲	مجموعہ اوراد خرد	۲	مجموعہ مولود بہاریہ	للعہ	مفید المبتدی حصہ دوم	۲	مخمس کربلا	۲	نعت مقبول	یکجز
قصہ بردہ	للعہ	قصہ شاہ روم کلاں	ے	گلزار دلستان	ے	مکتب نامہ	ے	مناجات کلہ	یکجز	مینا بازار	۲	مقبول نعت	۳	نام حق مترجم	یکجز
قصہ سیاہ پوش	یکجز	ایضاً خرد	یکجز	گلدستہ امانت	۲	مولود شمس الضحیٰ	۲	محمود نامہ	یکجز	مختصر اللغات	یکجز	مفید الانشا	۲	نام حق سادہ	یکجز
قانون رانگ	ے	کسبت نامہ	مہورق	گلدستہ خلافت	یکجز	مائۃ مسائل	ے	مبادی الحساب		مخزن الرزق	ے	نیر عرش مع معراج نامہ	یکجز	نور نامہ کلاں	یکجز
قصہ گلفام	یکجز	کسب الانبیا	مہورق	گلزار نعت	عہ	مولود برزنجی	۳	حصہ اول	۳	مجربات سلیمانی	۳	نکات بیر بل و لطائف	سے	نور نامہ خرد	یکجز
قاعدہ بغدادی کلاں	ے	کریما رحیما	۲	گلزار ابراہیم	للعہ	مولود کی دھوم دھام	یکجز	مولود شہید	یکجز	مخزن منفعت	ے	نجم الضیا حصہ اول	للعہ	نسیم جنت	للعہ
قاعدہ متوسط	۲	کریما مترجم	۲	گلزار نسیم	۲	مختصر میلاد	یکجز	مجموعہ معجزات	۲	مفید النسا	یکجز	نجم الضیا حصہ دوم	للعہ	نیر عرش	یکجز
قاعدہ خرد	یکجز	کریما جلی قلم	یکجز	گفتگو نامہ	یکجز	میلاد محمدی حصہ اول	للعہ	مولود یا فرحت	۲	مقبول میلاد احمدی	ے	نحو میر	ے	نغمۂ شیریں	۲
قواعد اردو حصہ اول	یکجز	کریم اللغات صحیح		لیلے مجنوں نظامی	عہ	ایضاً حصہ دوم	عہ	مفتاح الجنۃ	ے	مفتاح القرآن	یکجز	نعت احمد	ے	واسوخت تعلق	یکجز
ایضاً حصہ دوم	ے	عظیم اللغات	ے	لیلے مجنوں ہوس	للعہ	مثنوی میر حسن	للعہ	مولود دل پسند	یکجز	مجموعہ شریعت کا تماشا	یکجز	نصیحۃ المسلمین	۲	واسوخت امانت	۲
ایضاً حصہ سوم	ے	کریما واضح	یکجز	لیلے مجنوں خسرو	للعہ	مقدمات ظہوری	ے	مامقیمان	یکجز	مامقیمان مترجم	یکجز	نعت عرشی	۲	وفات نامہ	۲
ایضاً حصہ چہارم	ے	کحل البصر	للعہ	لڑکوں کا کھیل	۲	مباحثہ دلچسپ	یکجز	میزان فارسی	یکجز	مثنوی بوعلی شاہ قلندر کبیر	یکجز	نظم پروین	ے	وظیفہ کریما	للعہ
قصائد عرفی	ے	کرامات محبوب سبحانی	۲	مجموعہ مناجات گلزار	عہ	سی باید دید	۲	مولود دلپذیر	للعہ	مثنوی بوعلی شاہ قلندر مترجم	ے	نسخہ تعلیمیہ	۲	ہدایۃ النسوان	یکجز
قصہ گل و صنوبر	ے	گلزار سخن حصہ اول	۲	مولود سعیدی	ے	میزان الصرف	ے	مقاصد المومنین	یکجز	محفل گیارھویں	ے	نعت نبی صحیح اول	۲	ہدایۃ الاسلام	ے
قندیل عرش	۲	گلزار سخن حصہ دوم	۲	مولود سعدی	ے	مصدر فیوض	ے	مجموعہ اوراد کلاں	للعہ	مراۃ العروس		ایضاً حصہ دوم	ے	ہزار مسئلہ	للعہ
قواعد فارسی	۲	گلدستہ قوالی	۲	میلاد مجیدی	۲	مثنوی شیخ بہلول	۲	مہر سلیمانی	ے	مثنوی شمس تبریز	یکجز	ایضاً حصہ سوم	ے	ہدایۃ الآفاق	عہ
قیامت نامہ بہشت نامہ	ے	گلبن نعت	۲	مفید الاجسام	ے	مالابد فارسی	ے	مجموعہ سیاہی بیت کا	معہ	مقاصد الصالحین	ے	ایضاً حصہ چہارم	۲		
										مجموعہ منتخب اشعار مترجم منظور غوثیہ	للعہ	نیت نامہ	۲		

کتب بحتہ قیمت

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
اسرار الصلوۃ	۔	انتخاب گلستان	۸ر	ابو داود مشکی عربی	عہ ر	ابن ہشام	۸ر	اورنگ چین	۸ر	بہار دانش اردو	۵ر	بخاری شریف کامل	للعہ	تفسیر قادری کامل	للعہ
[illegible] الخیال	۱	الف لیلہ	۱۲ر	اخلاق محسنی	۸ر	ابواب الصرف	۱۲ر	الفت کثرت	۸ر	بدیع المیزان	۳ر	نقل مصطفائی	عشا	توبہ توبہ	۲ر
انشای بشارت	۲	اندرون غمچہ	۲ر	اردوئے معلی	عہ	اکسیر اثبات التقدیر	۶ر	اقلیدس عربی	۶ر	بالقول الوسیط مبین	۱ر	بحر الاسرار مترجم اردو	۱ر	تسہیل المصادر	۲ر
انشای تہیر	۱ر	الدروس الاولیہ	یکجز	اشراق نوری ترجمہ		اعمال قرآنی دوم	۱ر	ارشاد رحمانی	۳ر	الافراط والتفریط	۸ر	پارہ عم مترجم	۱ر	تعلیم نامہ	۴ر
اردوئی پہلی	۱ر	اشباع الکلام	۱۲ر	اسعد و قدوری	عہ ر	اعمال قرآنی حصہ سوم	۱ر	انیس الخلیلین اردو	عمر	بدیع الارمان ہمدانی عربی	۵ر	پارہ عم مع قاعدہ ترتیب	۱ر	تنقیۃ البطون	۸ر
اردو کا قاعدہ	۸ر	اظہار سنت	۲ر	احسن المسائل	۱۲ر	اصلاح الرسوم	۲ر	اخوان الصفا		بدیع الانشا	۳ر	پنجسورہ مترجم		تسہیل الکافیہ	۴ر
اصول الشاشی کلاں	۱۲ر	الاقتصاد	۲ر	ارشاد الطالبین کلاں	میر	آئینہ تواریخ	۸ر	عربی کامل	عہ	بہشتی زیور حصہ پنجم	۱۲ر	نا شدہ وجلی قلم	۱ر	تذکرۃ الموتی والقبور	۱
الفاروق	ے ر	اصول الشاشی		انتخاب تاریخ وصاف	۸ر	احکام الجنین	۲ر	اخوان الصفا		بلوغ المرام عربی	۸ر	تفسیر بیان القرآن	عہ	تحفۃ الہند	۹
اسرار العارفین	۱۲ر	کاغذ گلگیر	۶ر	اوراد رحمانی	۸ر	انشای خلیفہ مترجم اردو	۸ر	بقدر نصاب	۶ر	بہشت کا دروازہ	۱ر	تیسیر المیزان	۸ر	تجوید القرآن	۱ر
الدرۃ العباسیہ	۳ر	احسن القواعد	۸ر	ارمغان اسرائیل	عہ ر	ارشاد الطالبین قاضی	۸ر	انوار سہیلی	عہ ر	بہشتی گوہر	۳ر	تحفۃ المصلین	۵ر	تولد نامہ	۳ر
ابواب معللہ	۳ر	انتخاب داغ	۱ر	ابن خلدون عربی	۸ر	مختار اللہ صاحب فارسی	۸ر	بوستان فارسی نظامی	۱۲ر	بہار دانش داغ	۱۲ر	تاریخ احسن	۸ر	تعلیم الصبیان	۲ر

نام کتاب	قیمت
تاریخ الخلفاء عربی	عہ
تاریخ حبیب السیر نقد پر	
درس	عہ
تفسیر جلالین مع کمالین	للعہ
ایضاً تفسیر جامع البیان	
مع کمالین	للعہ
تعویذ گنج العرش [illegible]	۵ہ
ایضاً مہر نبوت [illegible]	۵ر
تفسیر عزیزی پارہ عم	ار
تاریخ تیموری	[illegible]
تفسیر المبتدی	۴ر
تاریخ سودان عربی	۴ر
تفسیر بیضاوی تا درس	[illegible]
تفسیر مرادیہ	۱۲ر
تذکرۃ الاولیاء اردو	[illegible]
تاریخ فرشتہ مقالہ دوم	۵ر
تاریخ فرشتہ مقالہ [illegible]	۵ر
تحفۂ اخیار	۳ر
تفسیر موضح القرآن	ے
تفسیر تبارک الذی مصنفہ	
حضرت مولانا عبد العزیز	
صاحب مرحوم	[illegible]
تقریب الاطفال	۲ر
تسہیل القرآن اردو	۵ر
ایضاً عربی	۵ر
تقویۃ الایمان کاغذ [illegible]	۹ر
ترتیب الصلوٰۃ	۴ر
تذکرۃ الشعرا	۵ر
تاریخ ابلیس	۳ر
تاریخ حبیب آلہ کاغذ [illegible]	۵ر
تذکرۃ الموت	۴ر
تحریر سنبٹ شرح کافیہ	۱۲ر
تفسیر حسینی فارسی	ے
تعلیم الدین	۶ر
تکمیل الایمان	۲ر
تاج سلیمانی	ار
تذکرۃ المسلمین	۲ر
ترکیب الصلوٰۃ	ار

نام کتاب	قیمت
جامع تعلیلات	۱۲ر
جاربردی شرح شافیہ	۱۱۲ر
جامع الخطب حافظ	
ابن حجر عسقلانی	۴ر
جنتری علمی جدید	۲ر
جنتری نامی جدید	۲ر
جامع الصغیر	[illegible]
جواہر القرآن مترجم	[illegible]
جواہر سلیمانی	ار
جلسۂ نعمتی حصہ اول	ار
ایضاً حصہ دوم	۲ر
جامع ترمذی کامل عربی	للعہ
جزاء الاعمال	ار
جواہر خمسہ کامل [illegible]	عہ
چہل حدیث شرح [illegible]	ے
چہل حدیث کلان	ار
چند پند	۴ر
چہار باب فارسی	۴ر
حسن یوسف تفسیر	ار
سورۂ یوسف نثر	۶ر
حزب البحر مع شرح کامل	۲ر
حمائل مترجم مصطفائی	عہ
حمائل مترجم ڈپٹی	
نذیر احمد صاحب	[illegible]
حصن حصین عربی	[illegible]
حسامی یوسفی	۱۰ر
حسامی مع التعلیق الحکمی	عہ
حجۃ المتقین	۲ر
حزب الاعظم مترجم	۴ر
حمائل ہاشمی ترجمہ	
شاہ رفیع الدین صاحب	عہ
حمائل برحاشیہ ترجمہ	[illegible]
حقوق الاسلام	۸ر
حافظ الاسلام	۱۰ر
حق السماع	ار
حدیقۃ الادب	۵ر
حدیث اربعین	ار
حکمت افلاطون	۴ر

نام کتاب	قیمت
حکایات الصالحین	۴ر
حدیقہ حکیم سنائی [illegible]	ار
خطبہ پیکٹ	ے
خیالی مع حاشیہ عبد الحکیم	۱۲ر
خطب جدید مع ترجمہ مجید	۲ر
خاتمہ مثنوی محشی مولانا	
احمد حسن مرحوم	۸ر
خطبات التوحید	[illegible]
خیر المجالس ترجمہ [illegible]	
المجالس و رجال [illegible]	ے
خزائن الملوک	[illegible]
خلاصۃ التفاسیر کامل	عہ
دلائل الخلافت	عہ
دبستان دانش	۱۲ر
دیوان حافظ چوب قلم	۱۲ر
ایضاً مترجم	۶ر
دقائق الحقائق	۴ر
دلائل الخیرات بدون ترجمہ	عہ
ایضاً مع ترجمہ و	[illegible]
دیوان مخفی	۴ر
دلائل الخیرات مترجم [illegible]	۸ر
دلائل الخیرات معریٰ	۶ر
دقائق الاخبار مترجم	۴ر
دیوان نسیم	۱۲ر
دیوان عاشق	۱۲ر
در تواریخ شاہ معین [illegible]	عہ
دیوان حضرت علی عربی	ے
دستور الشعراء	۸ر
درنظور	۲ر
دیوان مراد	ار
دیوان غوث اعظم	ار
دیوان خواجہ معین الدین چشتی	[illegible]
درود اکبر	ے
دیوان متنبی مع شرح	عہ
دستور المتنبی	۴ر
درایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو	۱۰ر
ذخیرۂ عمری	۲ر
ذکر الشہادتین	۴ر

نام کتاب	قیمت
ذخیرۂ کرامت حصہ اول	۴ر
ذخیرۂ کرامت حصہ دوم	۱۲ر
رونمائے مثنوی	[illegible]
رسائل الارکان	[illegible]
رشیدیہ	۶ر
رفاہ المسلمین	۳ر
رحلت رسول	۲ر
رد ہندو	۳ر
ریحانی	۲ر
زاد التقویٰ	۱۰ر
زاد السعید	ار
زواجر ہندی	۳ر
زلیخا فارسی	۸ر
زاد الآخرۃ فارسی	۱۰ر
زلیخا مترجم	۱۳ر
زجر الشبان	۶ر
زرادی	۲ر
سبیل الجنان	ار
سیرت النعمان	۵ہ
ستر عورت	۸ر
سچا شہادت نامہ	۴ر
سراج المنیر	۸ر
سلطان الاذکار	۱۰ر
سبیل نذر حسین	ار
سر الشہادتین	ے
سپہ سالار ضمیمہ مثنوی محشی	
مولوی احمد حسین صاحب	۴ر
سراجی	۶ر
سکندر نامہ مطبوعہ انتظامی	[illegible]
سراج الرقیم	۸ر
سلم العلوم	۱۲ر
سکندر نامہ مترجم اردو	عہ
سراج مبین	
تفسیر سورۂ [illegible]	۵ر
شرح کریما گوہر بے بہا	[illegible]
شرح تہذیب الطلاب	۳ر
شرح درایۃ الادب	۵ر
شرح میزان	۲ر

نام کتاب	قیمت
شرح سلم ملا حسن عربی	۱۰ر
شرح جامی عربی	[illegible]
شرح تہذیب خرد	۶ر
شرح تہذیب مع	
تحفۂ شاہ جہانی	۱۲ر
شمس بازغہ	[illegible]
شرح اسباب کامل	عہ
شرح نفیسہ	۱۲ر
شرح چغمینی	[illegible]
شمس العارفین	۶ر
شرح مائۃ عامل کلاں	۴ر
شرح فقہ اکبر	۱۲ر
شرح ہدایۃ النحو فارسی	۱۰ر
شرح جزری	۳ر
شرح عقائد النسفی	۱۲ر
شرائع القرأۃ	ار
شرح کریما	۱۰ر
شرح مائۃ عامل مترجم اردو	۶ر
شرح وقایہ مع عمدۃ الرعایہ	
عربی جلد اول	۶ر
ایضاً جلد ثانی	۶ر
ایضاً جلد ثالث	[illegible]
ایضاً جلد رابع	[illegible]
شافیہ	۴ر
شان قدرت	ے
شرح پنج گنج	۲ر
شرح دیوان علی اول	عہ
شرح دیوان علی دوم	۱۲ر
شرح سبعہ معلقہ [illegible]	۱۰ر
شرح وقایہ اردو [illegible]	
جلد کامل	
شان رحمت	ے
شرح سلم حمد اللہ	۶ر
شرح عرب	۳ر
شرح میزان منظوم	۴ر
صراط الاسلام	۳ر
صدرا	عہ
صلوٰۃ الرحمٰن	۶ر

نام کتاب	قیمت
صفائی معاملات	ار
صراط المستقیم	۵ر
صراح مع قراح	۶ر
ضیاء القلوب اردو	[illegible]
ایضاً فارسی کلیمز	۳ر
ضرور المسلمین	ار
ضروریات اسلام	۳ر
طریری	ار
طلسم بنگالہ اول	۲ر
ایضاً دوم	۱۲ر
طب اکبر اردو	۶ر
عزیز المبتدی	۳ر
عقد الجواہر	۲ر
عزیز النحاۃ	۲ر
عقائد الاسلام	۳ر
عمدۃ النصائح	۳ر
علم الفرائض	۲ر
علم الصیغہ	۴ر
علاج الاعظم	ے
علاج القحط	۱ر
عملیات نادرہ	۲ر
عقائد نسفی مترجم	۱۰ر
غیاث اللغات مع	
منتخب اللغات و	
چراغ ہدایت	۶ر
غنیۃ الطالبین مترجم اردو	عہ
غنچہ قوالی	ار
فتوح الشام عربی	
بقدر نصاب	۷ر
فتاویٰ محمدی	۷ر
فرہنگ قلیوبی	ار
فردوس آسیہ	عہ
فضیلۃ الذکر	۳ر
فتاوی دائم الدین	۳ر
فردوس بریں ناول	۱۰ر
فقہ محمدی اول	۵ر
ایضاً دوم	۴ر
ایضاً سوم	۵ر

نام کتاب	قیمت
ایضاً چہارم	۶ر
ایضاً پنجم	۶ر
ایضاً ششم	۴ر
ایضاً ہفتم	۶ر
فرائد شکری [illegible]	عہ
فروع الایمان	۴ر
فریاد مشرقی ناول اول	۸ر
فیوض ساقی	۵ر
فتاویٰ اشرفیہ اول	۳ر
ایضاً دوم	۴ر
فرہنگ قصائد قاآنی	۶ر
فوائد القرآن	۳ر
قدوری کلاں مع محشیہ	
قصیدہ یوسفی	عہ
قاضی مبارک	۶ر
قطبی کلاں یوسفی	عہ
قصد السبیل	ار
قصائد قاآنی	۱۰ر
قیامت نامہ فارسی	ار
قصائد خاقانی	۱۲ر
قدوری	۱۲ر
قصۂ عبد الرحیم	۲ر
قصۂ ملکہ فقیہہ	۳ر
قانونچہ عربی	۸ر
قطبی محشی	۱۰ر
قطبی مع سعدیہ	عہ
قصۂ زنگبار	۴ر
قلیوبی عربی مع فرہنگ	عہ
قرآن شریف نقل نظامی	
رزاقی کاغذ دیسی	عہ
ایضاً کاغذ گندہ	۶ر
قصص الانبیاء کلاں	عہ
قرآن شریف [illegible]	
برحاشیہ تفسیر جلالین	
تفسیر عباسی کاغذ [illegible]	ے
قول البدیع	۲ر
قصائد ابن فارض مترجم	
مع شرح فارسی اردو	۱۲ر

نام کتاب	قیمت
کریمی ترجمہ قلیوبی	۴ر
کافیہ زینی زادہ کلاں	۶ر
کافیہ مع تحشیہ جدید	۷ر
کبیری شرح منیۃ المصلی	عہ
کافیہ مع شرح سید شریف	۸ر
کلید مثنوی شرح مثنوی [illegible]	
نصف دفتر اول	۱۲ر
ایضاً نصف ثانی دفتر اول	۱۲ر
کشف المبہم	عہ
کشکول خلیل	۸ر
کیمیائے سعادت فارسی	۱۲ر
کتاب التربیۃ والآداب الشرعیۃ	۴ر
کتاب الآثار	۸ر
کلیات امدادیہ	۸ر
کرامات امدادیہ	۳ر
کلام المبین	۵ر
گلستان انتظامی	۸ر
گنج العرش	ے
گنجینۂ معرفت [illegible]	عہ
گلزار داغ	عہ
گلزار خلیل	۴ر
گلشن جانفزا	۵ر
گلدستۂ نور	ار
لغات الصراح	عہ
لباب الاخبار	۴ر
لغات القرآن	۶ر
لغات کشوری کاغذ سفید	۶ر
مسلم الثبوت کاغذ ولایتی	۸ر
مقالات امام ربانی	۱۰ر
مفتاح الادب	۳ر
مناقب غوثیہ	۳ر
موجز عربی	۱۲ر
میزان الطب فارسی	۶ر
ایضاً اردو	۷ر
ما ثبت بالسنۃ مترجم	۱۰ر
مانعۃ الزنا	ے
مبادی العربیہ اردو	۶ر
ایضاً مبادی العربیہ عربی	۱۲ر